افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
فوائد تفسیریہ
و
علوم قرانیہ
فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں
جلد اوّل
ترتیب
علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
0321-9415300, 0300-9475300

افاداتِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
فوائدِ تفسیریہ
و
علومِ قرآنیہ
فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں
ترتیب
علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

فوائد تفسیریہ و علوم قرآنیہ

فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں

جلد اوّل

ترتیب

علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

0321-9415300 0300-9415300

1/1

نام کتاب ـــــــ فوائد تفسیریہ وعلوم قرآنیہ فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں جلد ۱

ترتیب ـــــــ حافظ محمد عبد الستار سعیدی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

فیضانِ کرامت ـــــــ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سرپرستی ـــــــ صاحبزادہ مولانا محمد عبد المصطفیٰ ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخوپورہ

اہتمام ـــــــ صاحبزادہ مولانا محمد عبد المجتبیٰ ہزاروی ناظم شعبہ نشر واشاعت " " " "

تخریج وتصحیح ـــــــ مولانا نذیر احمد سعیدی - حافظ محمد شہزاد ہاشمی

کتابت ـــــــ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

صفحات ـــــــ ۶۹۰

اشاعت ـــــــ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ/ جولائی ۲۰۰۸ء

ناشر ـــــــ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

مطبع ـــــــ

قیمت ـــــــ

ملنے کے پتے

(۱) رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲

(۲) مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

(۳) ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

(۴) شبیر برادرز - ۴۰ بی اردو بازار، لاہور

(۵) مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی

۰۲۱-۴۲۱۹۳۲۴

پیش لفظ

الحمدُ للہ ! اعلیحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائنِ علمیہ اور ذخائرِ فقہیہ کو جدید انداز میں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے مفتیٔ اعظم پاکستان شیخ الحدیث، قدوۃ العلماء، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم قادری ہزاروی علیہ الرحمۃ (المتوفی ۲۶ اگست ۲۰۰۳ء) کی زیرِ سرپرستی دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے اہداف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے جن میں بین الاقوامی معیار کے مطابق شائع ہونے والی مندرجہ ذیل عربی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں:

(۱) الدّولة المکیّة بالمادة الغیبیّة	(۱۳۲۳ھ)
مع الفیوضات الملکیة لمحب الدولة المکیّة	(۱۳۲۶ھ)
(۲) انباء الحی ان کلامه المصون تبیان لکل شئ	(۱۳۲۶ھ)
مع التعلیقات حاسم المفتری علی السید البری	(۱۳۲۸ھ)
(۳) کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم	(۱۳۲۴ھ)
(۴) صیقل الرین عن احکام مجاورة الحرمین	(۱۳۰۵ھ)
(۵) هادی الاضحیة بالشاة الهندیة	(۱۳۱۴ھ)
(۶) الصافیة الموحیة لحکم جلود الاضحیة	(۱۳۰۷ھ)

(۷) الاجازات المتینۃ لعلماء بکّۃ والمدینۃ (۱۳۲۴ھ)

(۸) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ)

اس ادارے کا عظیم کارنامہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ کی تخریج وترجمہ کے ساتھ عمدہ وخوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالٰی جل مجدہٗ وبعنایت رسولہ الکریم تقریباً سولہ[۱۶] سال کے مختصر عرصہ میں یہ عظیم منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

فتاوٰی رضویہ شریف فہارس واشاریہ والی جلدوں سمیت مجموعی طور پر تینتیس[۳۳] مجلدات اور تقریباً بائیس ہزار (۲۲۰۰۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ۶۸۴۷ سوالوں کے جوابات اور ۲۰۶ رسائل شامل ہیں۔

دنیا کے اس عظیم وضخیم ترین فتاوٰی میں احکامِ شرعیہ ومسائلِ فقہیہ کے ساتھ ساتھ متعدد دیگر علوم وفنون سے متعلق مباحثِ کثیرہ ودقائقِ عدیدہ پر بھی سیر حاصل گفتگو مذکور ہے۔ اگرچہ کتابی صورت میں اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ کی کوئی تفسیر موجود نہیں مگر متفرق طور پر آپ کی تحریرات وتصانیف میں اس سے متعلق کافی مواد موجود ہے۔ آپ ایک دفعہ شاہ عبدالقادر بدایونی کے عرس میں شرکت کیلئے بدایوں گئے تو وہاں چھ[۶] گھنٹے مسلسل سورۃ والضحٰی پر تقریر فرمائی اور بعد میں فرمایا: "میں نے اس سورۃ کی بعض آیات کی تفسیر لکھی تھی جو اسّی (۸۰) جز تک لکھ کر چھوڑ دی کہ اتنا وقت کہاں لاؤں کہ پورے قرآن کی تفسیر لکھ سکوں[۱]۔" آپ نے بعض اہم کتب وتفاسیر پر حواشی تحریر فرمائے ہیں اور اپنی تحریروں میں جگہ جگہ قرآنی آیات کی تفسیر اور دیگر علومِ قرآنیہ پر مفصّل بحث فرمائی ہے۔ آپ کی تمام تصانیف کا اگر بغور مطالعہ کرکے قرآنی آیات کی تفسیر اور دیگر علومِ قرآنیہ سے متعلق مباحث کو جمع کر دیا جائے تو کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل تفسیر معرضِ وجود میں آسکتی ہے۔

آپ کے اکثر وبیشتر فتاوٰی کسی نہ کسی آیتِ قرآنی یا اس سے ماخوذ اصول پر مبنی ہوتے ہیں۔ اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ کا اسلوبِ تحقیق یہ ہے کہ سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں پھر حدیثِ نبوی سے استفادہ فرماتے ہیں، اس کے بعد اقوالِ فقہاء سے دلیل پیش کرتے ہیں۔ بعض فتاوٰی میں آپ نے ایک آیتِ کریمہ سے مختلف طرق سے استدلال فرمایا اور بعض فتاوٰی میں ایک مسئلہ پر کئی آیات اور ان کے مختلف طرق سے استدلال فرمایا۔ الغرض قرآنِ حکیم ہی فتاوٰی رضویہ کا اوّلین ماخذ ہے۔ پیشِ نظر کتاب اسی بحرِ ذخار

---

[۱] ماہنامہ معارفِ رضا کراچی، ۱۹۹۹ء، شمارہ ۱۹ از ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ص ۲۴

ماہنامہ انوارِ رضا جوہر آباد ۲۰۰۳ء (تاجدارِ بریلی نمبر) از علامہ عبدالحکیم شرف قادری ص ۸۷

میں بکھرے ہوئے لطائفِ تفسیریہ و جواہرِ قرآنیہ کا مجموعہ ہے جنھیں راقم نے فتاویٰ رضویہ شریف سے اخذ کرکے مرتّب کیا ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے جو مندرجہ ذیل ابحاث و فوائد پر مشتمل ہے: تفسیر، اصولِ تفسیر، علومِ قرآن، رسم القرآن، تاریخِ جمع و ترتیبِ قرآن، لغاتِ قرآن، فضائلِ قرآن، احکامِ قرآن، اسبابِ نزول، ناسخ و منسوخ، تقابلِ اقوالِ مفسرین اور ان میں سے کسی ایک کی ترجیح پر دلائل، غلط اقوالِ تفسیریہ کا رَد، قواعدِ تجوید و قراءۃ، آدابِ تلاوت، اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا اپنے مؤقف پر قرآنی آیات سے استدلال، مخالفین کے قرآنی آیات سے غلط استدلالات کا رَد، قرآنی آیات سے اقتباس، قرآن مجید خصوصاً آیاتِ متشابہات کے بارے میں کفار و مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات وغیرہ۔ الغرض فتاویٰ رضویہ میں مذکور ہر وہ فائدہ جس کا تعلق کسی اعتبار سے قرآن مجید سے بنتا ہے اُسے اس مجموعہ میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی علوم قرآنیہ و تفسیریہ میں تعمّقِ نظر اور توسّعِ مطالعہ کا اندازہ لگایا جاسکے اور معترضین و مخالفین کا منہ بند ہوسکے۔ پیشِ نظر کتاب ۴۳۴۱ فوائد اور ان میں مذکور تقریباً ۳۶۴۰ آیات پر مشتمل ہے جن کی فہرست مع سورۃ و آیت نمبر ہم نے کتاب کے شروع میں دے دی ہے۔ فہرست کو قرآنی سُورتوں کی ترتیب کے مطابق مرتّب کیا گیا ہے ہر سورت کی آیات کو یکجا کردیا گیا ہے، اور جو آیت تکرار کے ساتھ آئی ہے اس کو پہلے مقام پر عبارت سمیت آیت نمبر اور صفحہ نمبر کے ساتھ ذکر کیا ہے جبکہ اختصار کے پیشِ نظر باقی مقامات کا اسی پہلے مقام پر صرف صفحہ نمبر شامل کیا ہے، نیز جہاں بھی کسی آیتِ کریمہ کا اعلیٰحضرت نے ذکر فرمایا ہے کتاب ہذا میں ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ اس کا سیاق و سباق اور پسِ منظر ہر فائدہ کے شروع میں بیان کردیا ہے تاکہ مبحث مذکور کو سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے، اور ہر فائدہ کے اختتام پر فتاویٰ رضویہ کی اُس جلد اور صفحہ کا حوالہ دے دیا ہے جہاں سے وہ اخذ کیا گیا ہے تاکہ اگر کوئی صاحب مکمل و مفصل بحث دیکھنا چاہیں تو اصل کی طرف رجوع میں آسانی رہے۔

محمد عبدالستار سعیدی غفرلہٗ
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

رجب المرجب ۱۴۲۹ھ
جولائی ۲۰۰۸ء

فہرست مضامین

جلد اوّل (الف)

جلد اوّل (ب)

جلد دوم

جلد سوم

جلد چہارم

جلد پنجم

جلد ششم

جلد، ہفتم

جلد ہشتم

2

جلد نہم

جلد دہم

جلد ۱۱

جلد ۱۲

جلد ۱۳

جلد ۱۴

3

فہرست آیاتِ قرآنی

سُورۃ الفاتحہ

سُورۃ البقرۃ

ولاتتبعوا خطوٰت الشیطٰن ۔(آیت : ۱۶۸) ص : ۱۲۴

وعهدنا الیٰ ابراهیم واسماعیل ان طهرا بیتی للطائفین والعٰکفین والرکع السجود ۔
(آیت : ۱۲۵) ص : ۱۳۳-۲۲۱ ۔

لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل ۔(آیت : ۱۸۸) و النساء (آیت ۲۹) ص : ۱۳۵-۳۴۳

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسکوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف ۔(آیت : ۲۳۱)
ص : ۱۴۰ - ۴۶۲ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۵۱۳ ۔

سبحٰنک لاعلم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم ۔(آیت : ۳۲) ص : ۱۴۱

والفتنة اشد من القتل ۔(آیت : ۱۹۱) ص : ۱۵۱ - ۱۵۸ - ۲۲۱ - ۲۵۰

لها ماکسبت ولکم ماکسبتم ولاتسئلون عما کانوا یعملون ۔ (آیت : ۱۳۴-۱۴۱) ص : ۱۵۱

تلک حدود الله فلاتقربوها ۔ (آیت : ۱۸۷) ص : ۱۸۵ - ۲۴۸ ۔

ومن اظلم ممن منع مسٰجد الله ان یذکر فیها اسمه وسعیٰ فی خرابها ۔ (آیت : ۱۱۴)
ص : ۲۱۳ - ۲۱۵ - ۲۱۸ - ۲۴۷ - ۲۵۲ - ۳۱۳ - ۳۱۵ - ۳۱۸ - ۳۲۰ - ۵۵۴ ۔

والفتنة اکبر من القتل (آیت : ۲۱۷) ص : ۲۱۶ - ۲۲۳

یخٰدعون الله والذین اٰمنوا ومایخدعون الا انفسهم و مایشعرون ۔ (آیت : ۹)
ص : ۲۱۶ - ۵۳۴ ۔

واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا واذا خلوا الیٰ شیٰطینهم قالوا انا معکم انما نحن مستهزءون ۔
(آیت : ۱۴) ص : ۲۱۷

والمطلقٰت یتربصن بانفسهن ثلٰثة قروء ۔ (آیت : ۲۲۸) ص : ۲۱۸ - ۴۲۲ - ۴۸۵ ۔
۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۹۲ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۸ ۔

ولاتشتروا باٰیٰتی ثمنا قلیلا ۔(آیت : ۴۱) ص : ۲۲۱ - ۳۶۶

ولاتلبسوا الحق بالباطل ۔ (آیت : ۴۲) ص : ۲۲۱

انی جاعلک للناس اماما ۔ (آیت : ۱۲۴) ص : ۲۲۲

واتقوا الله ویعلمکم الله ۔ (آیت : ۲۸۲) ص : ۲۲۴

فاینما تولوا فثم وجه الله ۔ (آیت : ۱۱۵) ص : ۲۳۸

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء ولکن لاتشعرون (آیت ۱۵۴) ص : ۲۴۴

سُورۃ اٰل عمران

مَن استطاع الیہ سبیلا - (آیت : ۹۷) ص : ۴۰۶

یٰاَیہا الذین اٰمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علیٰ اعقابکم فتنقلبوا خٰسرین -

(آیت : ۱۴۹) ص : ۵۳۹

ومصدّقا لما بین یدیّ من التورٰىۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم - (آیت : ۵۰) ۵۵۱

ص :

لایتّخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیٔ - (آیت : ۲۸)

ص : ۵۵۵ - ۶۳۹

واللہ علیم بذات الصدور - (آیت : ۱۵۴) ص : ۵۵۹

کلّما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندہا رزقا قال یٰمریم انّٰی لک ھٰذا ط قالت ھو

مَن عند اللہ ط انّ اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب - (آیت : ۳۷) ص : ۵۷۹

وما اوتی مُوسٰی وعیسٰی والنبیون من ربہم لا نفرق بین احد منہم - (آیت : ۸۴)

ص : ۵۸۴

انّ الذین یکفرون باٰیٰتِ اللہ ویقتلون النبیین بغیر حق ویقتلون الذین یأمرون بالقسط من

النّاس فبشرہم بعذاب الیم - (آیت : ۲۱) ص : ۵۸۸

ولا یأمرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین اربابا - (آیت : ۸۰) ص : ۵۸۸

سنکتب ما قالوا وقتلہم الانبیاء بغیر حق - (آیت : ۱۸۱) ص : ۵۹۰

لن تقبل توبتہم واولٰئک ہم الضّآلون - (آیت : ۹۰) ص : ۵۹۷

ان تمسسکم حسنۃ تسؤہم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بہا - (آیت : ۱۲۰) ص : ۶۱۲ - ۶۲۳

مَن ذکر او انثٰی بعضکم من بعض - (آیت : ۱۹۵) ص : ۶۲۷

الّا ان تتقوا منہم تقٰىۃ - (آیت : ۲۸) ص : ۶۲۸

یٰاَیہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا ط ودّوا ما عنتّم قد بدت البغضاء

من افواہہم ج وما تخفی صدورہم اکبر ط قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون الخ (آیت : ۱۱۸-۱۱۹)

ص : ۶۳۷ - ۶۴۷ - ۶۴۹ - ۶۶۰ - ۶۸۰ -

قل صدق الله - (آیت : ۹۵) ص : ۶۴۷

ان الدین عند الله الاسلام - (آیت : ۱۹) ص : ۶۶۳ - ۶۶۹

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین - (آیت : ۸۵)

ص : ۶۶۳ - ۶۷۰ - ۶۸۷ -

متاع قلیل ثم ماوٰھم جہنم ط و بئس المھاد - (آیت : ۱۹۷) ص : ۶۶۴

ومن کفر فان الله غنی عن العٰلمین - (آیت : ۹۷) ص : ۶۷۲

اٰمنا بہ کل من عند ربنا ومایذکر الا اولوا الباب - (آیت : ۷) ص : ۶۷۳

ان الدین عند الله الاسلام وما اختلف الذین اوتوا الکتٰب الا من بعد ما جاءھم العلم - (آیت : ۱۹-۲۰) ص : ۶۸۷

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب - (آیت : ۸)

ص : ۶۸۹

سورۃ النساء

یاَیھا الذین اٰمنوا اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم - (آیت : ۵۹) ص : ۸۷ - ۲۲۳ - ۲۲۵ - ۵۵۸ -

وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت الله یکفر بھا ویستھزا بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ ز انکم اذاً مثلھم ط ان الله جامع المنٰفقین و الکٰفرین فی جہنم جمیعا - (آیت : ۱۴۰) ص : ۱۰۵ - ۱۰۶ - ۵۷۶ - ۶۶۱ -

اوجاء احد منکم من الغائط او لٰمستم من النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا - (آیت : ۴۳) والمائدۃ (آیت : ۶) ص : ۱۱۳ - ۱۱۶ - ۲۰۴ -

من کان غنیا فلیستعفف - (آیت : ۶) ص : ۱۱۳

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا - (آیت : ۱۰۳) ص : ۱۱۸ - ۱۴۲ - ۱۴۷ - ۳۲۱ -

لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا ۔ (آیت : ۱۴۱) ص : ۱۲۱

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء ۔ (آیت : ۴۸-۱۱۶)

ص : ۱۳۴ - ۳۵۹ - ۵۲۴

حتی تعلموا ماتقولون ۔ (آیت : ۴۳) ص : ۱۳۴ - ۲۳۵

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین لہ الھدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا ۔ (آیت : ۱۱۵) ص : ۱۵۴ - ۱۶۰ - ۲۲۵ - ۲۴۷ - ۳۲۸ - ۴۰۷ - ۹۰۷ -

لا تقربوا الصلوۃ و انتم سکری حتی تعلموا ماتقولون (آیت : ۴۳) ص : ۲۱۷

ان الذین یأکلون اموال الیتمی ظلماً انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا ۔ (آیت : ۱۰) ص : ۲۲۰ - ۳۶۶

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین ۔ (آیت : ۱۱) ص : ۲۲۱

فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم ۔ (آیت : ۱۲) ص : ۲۲۲

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مؤمنا ۔ (آیت : ۹۴) ص : ۲۲۵

ولو انھم اذ ظلموا انفسہم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ۔ (آیت : ۶۴) ص : ۲۶۰ - ۴۰۷

فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم ۔ (آیت : ۱۰۳) ص : ۳۳۳

فقد وقع اجرہ علی اللہ ۔ (آیت : ۱۰۰) ص : ۳۴۸

ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منھا ۔ (آیت : ۸۵) ص : ۳۵۱

لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ۔ (آیت : ۲۹)

ص : ۲۵۶

واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ط ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر

منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم ط (آیت : ۸۳)
ص : ۳۹۶ - ۴۸۴ - ۵۵۸۔

وَاحل لکم ماوراء ذٰلکم ۔ (آیت : ۲۴) ص : ۴۱۲-۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۲۰ - ۴۲۳۔
۴۲۶-۴۲۷-۴۲۹-۴۳۸-۴۴۰-۴۴۳ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۵۵۱ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶۔

وَحلائل ابناءکم الذین من اصلابکم ۔ (آیت : ۲۳) ص : ۴۱۵ - ۴۳۰ - ۴۴۹ - ۴۵۵

وَان تجمعوا بین الاختین (آیت : ۲۳) ص : ۴۱۶-۴۲۳ - ۴۲۷ - ۴۳۹ - ۴۴۰۔
۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۵۸ - ۴۶۹۔

اٰتیتم احدٰھن قنطارا ۔ (آیت : ۲۰) ص : ۴۱۸ - ۴۶۷

حرّمت علیکم امھٰتکم ۔ (آیت : ۲۳) ص : ۴۲۰

ولاتنکحوا ما نکح اٰباءکم ۔ (آیت : ۲۲) ص : ۴۲۰ - ۴۳۱ - ۴۶۰

وَالتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن ج فان اطعنکم
فلا تبغوا علیھن سبیلا ط ان اللہ کان علیا کبیرا ۔ (آیت : ۳۴) ص : ۴۲۱

وَاللاتی یاتین الفاحشۃ من نساءکم ۔ (آیت : ۱۵) ص : ۴۲۱

وَالمحصنٰت من النساء ۔ (آیت : ۲۴) ص : ۴۲۲ - ۴۲۸ - ۴۴۰ - ۴۵۹ - ۴۷۹ -
۴۸۷ - ۴۸۹ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۵۔

محصنٰت غیر مسافحٰت ولا متخذات اخدان ۔ (آیت : ۲۵) ص : ۴۲۹

وَربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھنّ فان لم تکونوا دخلتم بھن فلاجناح
علیکم ز ۔ (آیت : ۲۳) ص ۔ ۴۲۹ - ۴۵۵ - ۴۵۶

امّھٰت نسائکم ۔ (آیت : ۲۳) ص : ۴۳۱ - ۴۴۹

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض وبما انفقوا من اموالھم ۔
(آیت : ۳۴) ص : ۴۳۳ - ۴۳۵ - ۴۷۱ - ۴۸۵

حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم واخواتکم وعمّٰتکم وخٰلٰتکم وبنٰت الاخ وبنت الاخت ۔
(آیت : ۲۳) ص : ۴۳۷ - ۴۴۴ - ۴۴۸ - ۴۵۴ - ۴۵۶ -

وَلاتنکحوا ما نکح اٰباءکم (الی قولہ تعالیٰ) انہ کان فاحشۃ ومقتا ۔ (آیت : ۲۲)
ص : ۴۵۰

وامھتکم الّتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعۃ۔ (آیت: ۲۳) ص: ۴۵۶ - ۴۵۸

وعاشروھن بالمعروف۔ (آیت: ۱۹) ص: ۴۶۲ - ۴۷۱ - ۵۱۲

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ۔ (آیت: ۱۲۹) ص: ۴۶۳ - ۵۰۹ - ۵۱۱ - ۵۱۲

عسٰی ان تکرھوا شیئا و یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ (آیت: ۱۹) ص: ۴۷۵

ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین ط (آیت: ۱۲) ص: ۴۸۶

ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا۔ (آیت: ۱۳۹) ص: ۴۹۲

وقد امروا ان یکفروا بہ ط و یرید الشیطٰن ان یضلھم ضللاً بعیدا۔ (آیت: ۶۰) ص: ۵۲۰ - ۵۶۰

مبشرین و منذرین۔ (آیت: ۱۶۵) والانعام (آیت: ۴۸) والکھف (آیت: ۵۶) ص: ۵۲۵

ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم ط قالوا کنا مستضعفین فی الارض ط قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا ط فاولٰئک ماوٰھم جھنم ط وساءت مصیرا۔ (آیت: ۹۷) ص: ۵۲۶ - ۵۳۲

الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا الخ (آیت: ۹۸ - ۹۹) ص: ۵۲۶ - ۵۳۲

انتھوا خیرا لکم۔ (آیت: ۱۷۱) ص: ۵۳۰

وما صلبوہ و ما قتلوہ۔ (آیت: ۱۵۷) ص: ۵۵۲

بشر المنٰفقین بان لھم عذابا الیما الذین یتخذون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ط ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا و قد نزل علیکم ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بھا و یستھزأ بھا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ط ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جھنم جمیعا۔ (آیت: ۱۳۸ تا ۱۴۰)

ص: ۵۷۴

سُورۃ المائدۃ

وائر تفسیر جلد ۱

وَاحفظوا ایمانکم۔ (آیت: ۸۹) ص: ۵۱۶-۵۱۸

لَقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم۔ (آیت: ۱۷ و ۷۲) ص: ۵۳۰

یٰعیسی ابن مریم ء انت قلت للناس اتخذونی و اُمّی الٰھین من دون اللہ۔ (آیت: ۱۱۶)
ص: ۵۳۰

وَالمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم۔ (آیت: ۵) ص: ۵۳۱

ترٰی کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم الخ۔ (آیت: ۸۰-۸۱)
ص: ۵۳۷-۶۳۴

یحرفون الکلم من بعد مواضعہ (الیٰ قولہ عزّ وجل) لھم فی الدنیا خزی ولھم الخ۔
(آیت: ۴۱) ص: ۵۳۸

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا و لعبا الخ۔ (آیت: ۵۷)
ص: ۵۴۶-۶۳۶

وَعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ۔ (آیت: ۴۳) ص: ۵۵۰

وَ لیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ ط ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم
الفٰسقون۔ (آیت: ۴۷) ص: ۵۵۰

لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا و منھاجا ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ۔ (آیت: ۴۸)
ص: ۵۵۰

وَذالک جزاء الظّٰلمین۔ (آیت: ۲۹) ص: ۵۵۰

اَنما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ۔ (آیت: ۳۳) ص: ۵۷۲

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم۔ (آیت: ۱۰۹) ص: ۵۸۵

وَلقد جاءتھم رسلنا بالبیّنٰت۔ (آیت: ۳۲) ص: ۵۸۹

یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا۔ (آیت: ۴۴) ص: ۵۸۹

وَلا یجرمنکم شنٰان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔ (آیت: ۸) ص: ۶۳۱

وَلو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء۔ (آیت: ۸۱) ص: ۶۳۶

قُل یٰاھل الکتٰب لستم علی شئ حتی تقیموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیکم۔ (آیت: ۶۸)
ص: ۶۶۴

سُورۃ الانعام

وَلا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ۔ (آیت ۱۴۱) و الاعراف (آیت ۳۱) ص ۹۰، ۹۴، ۳۳۸
وَاتوا حقہ یوم حصادہ و لا تسرفوا ۔ (آیت ۱۴۱) ص: ۹۱ - ۳۸۴ ۔
وَکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض الخ ۔ (آیت ۱۱۲)
ص: ۱۰۱ - ۱۳۸
ولوشاء ربک ما فعلوہ فذرھم و ما یفترون ۔ (آیت ۱۱۲) ص: ۱۰۲ - ۱۰۵
ولتصغیٰ الیہ افئدۃ الذین لا یؤمنون بالاٰخرۃ الخ ۔ (آیت ۱۱۳) ص: ۱۰۲
افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتٰب مفصلا الخ ۔ (آیت ۱۱۴ تا ۱۱۷)
ص: ۱۰۴
مالکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ۔ (آیت ۱۱۹) ص: ۱۱۵
وَالذین یؤمنون بالاٰخرۃ یؤمنون بہ وھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون ۔ (آیت ۹۲) ص: ۱۴۴
لَا تزر وازرۃ وزر اخریٰ ۔ (آیت ۱۶۴) و بنی اسرائیل (آیت ۱۵) و فاطر (آیت ۱۸)
۱۴۰ - ۲۱۹ - ۲۲۰ - ۲۳۰ - ۲۳۶ - ۳۴۳ - ۳۴۴ - ۳۸۵ - ۴۶۷ - ۴۷۷ - ۵۲۰ -
۵۲۱ -
وَ امّا ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین ۔ (آیت ۶۸) ص: ۱۵۹ - ۱۵۰ -
۲۳۳ - ۳۱۴ - ۳۱۹ - ۳۴۲ - ۴۳۳ - ۴۴۱ - ۴۷۲ - ۴۷۹ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۵۲۲ - ۵۶۳ -
۵۷۱ - ۵۷۳ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۷ - ۶۱۱ - ۶۶۱ - ۶۷۶ - ۶۸۱ -
اَلذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا ۔ (آیت ۱۵۹) ص: ۲۴۱
قُل لا اجد فیما اوحی الیّ محرما علیٰ طاعم یطعمہ ۔ (آیت ۱۴۵) ص: ۲۴۵
اِنِ الحکم الا للہ ۔ (آیت ۵۷) و یوسف (آیت ۴۰) ص: ۲۴۷، ۳۶۲ - ۴۶۵ -
مَن جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا ۔ (آیت ۱۶۰) ص: ۳۸۸
ذٰلک تقدیر العزیز العلیم ۔ (آیت ۹۶) و یٰسٓ (آیت ۳۸) ص: ۴۰۲ - ۴۰۵
وَاِن تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ۔ (آیت ۱۱۶) ص: ۵۳۹
وَلٰکن الظّٰلمین باٰیٰت اللہ یجحدون ۔ (آیت ۳۳) ص: ۵۴۹

سورۃ الاعراف

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه الخ۔ (آیت : ۱۵۷) ص: ۳۵۸-۶۸۴-۶۸۵
ان اللہ حرمھما علی الکفرین ۔ (آیت : ۵۰) ص: ۳۶۲ - ۶۸۹
الھم ارجل یمشون بھا ام لھم اید یبطشون بھا ام لھم اعین یبصرون بھا الخ۔
(آیت : ۱۹۵) ص : ۳۷۱
اسماء سمیتموھا انتم واٰباءکم ما نزل اللہ بھا من سلطٰن ۔ (آیت : ۷۱) ص : ۴۱۹
ویوم لایسبتون لا تأتیھم ۔ (آیت : ۱۶۳) ص : ۴۴۷
الذین اتخذوا دینھم لھوا ولعبا ۔ (آیت : ۵۱) ص : ۵۳۳
شھدوا علی انفسھم انھم کانوا کافرین ۔ (آیت : ۳۷) ص : ۵۳۵ - ۵۳۷
ان اللہ لایامر بالفحشاء (آیت : ۲۸) ص : ۵۳۶
فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین ۔ (آیت : ۶) ص : ۵۸۵
لقد جاءت رسل ربنا بالحق ۔ (آیت : ۴۳) ص : ۵۸۵
قد جاءت رسل ربنا بالحق ج فھل لنا من شفعاء (آیت : ۵۳) ص : ۵۸۵
تلک القری نقص علیک من انباءھا ولقد جاءتھم رسلھم بالبینٰت ۔ (آیت : ۱۰۱) ص : ۵۸۵
قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض الخ۔ (آیت : ۱۵۸)
ص : ۶۶۴ - ۶۸۵
فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون (آیت : ۱۵۷) ص ۶۸۵

سورۃ الانفال

وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ ۔ (آیت : ۱۱) ص : ۱۱۲
وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی ۔ (آیت : ۱۷) ص : ۲۳۷
واذکروا اللہ کثیرا ۔ (آیت : ۴۵) والجمعۃ (آیت : ۱۰) ص : ۳۳۵
فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی ۔ (آیت : ۱۷) ص : ۳۸۱
واتقوا فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ ۔ (آیت : ۲۵) ص : ۴۴۴
حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ ۔ (آیت : ۳۹) ص : ۶۲۱
ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب

من اللہ ومأوٰیہ جہنم۔ (آیت : ۱۶) ص : ۶۳۰

فانبذ الیہم علٰی سواء ۔ (آیت : ۵۸) ص : ۶۳۱

سُورۃ التوبۃ

انّ اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ (آیت : ۱۲۰) ص : ۱۱۱ - ۲۸۰ - ۳۵۳

انّما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھذا ۔ (آیت : ۲۸) ص : ۱۱۲ - ۱۲۳ - ۵۶۹ - ۶۰۴ - ۶۰۹ - ۶۴۵ - ۶۴۹ -

واللّٰہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین۔ (آیت : ۶۲) ص : ۱۲۲ - ۶۶۱

اتّخذوا احبارہم ورھبانہم اربابا من دون اللہ ۔ (آیت : ۳۱) ص : ۱۴۶ - ۱۴۷ - ۲۴۰

ھل تربصون بنا الّا احدی الحسنیین ۔ (آیت : ۵۲) ص : ۱۵۲

انّ اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ ۔ (آیت : ۱۱۱) ص : ۱۵۴

فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الٰی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ الخ ۔ (آیت : ۷۷) ص : ۲۲۶

والذین یؤذون رسول اللہ لہم عذاب الیم ۔ (آیت : ۶۱) ص : ۲۴۴ - ۶۰۵ - ۶۶۶

انّما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ ۔ (آیت : ۱۸) ص : ۲۵۴

والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المؤمنین الخ ۔ (آیت : ۱۰۷ تا ۱۰۹) ص : ۲۵۴ - ۳۱۶ - ۳۱۷ - ۳۱۸ -

ولا تصل علٰی احد منہم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ ۔ (آیت : ۸۴) ص : ۳۴۴ - ۳۴۵ - ۳۶۲ - ۵۷۶ - ۵۷۸ - ۵۹۹ - ۶۰۷ -

خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم وتزکیہم بہا ۔ (آیت : ۱۰۳) ص : ۳۴۸

ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الاٰخر ویتخذ ما ینفق قربات عند اللہ ۔ (آیت : ۹۹) ص : ۳۴۹

عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم ۔ (آیت : ۱۲۸) ص : ۳۵۰

انّ صلٰوتک سکن لہم ۔ (آیت : ۱۰۳) ص : ۳۵۲

ومنہم من یلمزک فی الصدقات فان اعطوا منہا رضوا وان لم یعطوا منہا ۔ (آیت : ۵۸) ص : ۳۷۰

سورہ یونس

سورہ ھود

سورۃ یوسف

ذٰلك من فضل الله علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون ۔(آیت : ۳۸)

ص : ۱۱۹ - ۱۵۳

الّا ما رحم ربی ط ان ربی غفور رحیم ۔ (آیت : ۵۳) ص : ۱۵۶

وما اكثر الناس ولو حرصت بمؤمنين ۔(آیت : ۱۰۳) ص : ۲۴۸

وان كان قميصه قدّ من دبر ۔(آیت : ۲۷) ص : ۲۴۹

وما ارسلنا من قبلك الّا رجالا نوحی اليهم من اهل القرٰی ۔ (آیت : ۱۰۹)

ص : ۳۲۳ - ۳۲۴ - ۵۸۷

والفيا سيدها لدی الباب ۔(آیت : ۲۵) ص : ۴۳۵

سُورة الرّعد

الا بذكر الله تطمئن القلوب ۔(آیت : ۲۸) ص : ۱۵۷ - ۳۶۹

ويهدی اليه من اناب ۔ (آیت : ۲۷) ص : ۳۹۸

وجعلوا لله شركاء ط قل سموهم ط ام تنبئونه بما لا يعلم فی الارض ۔(آیت : ۳۳)

ص : ۵۲۳

سُورة ابراهيم

يفعل الله ما يشاء ۔ (آیت : ۲۷) ص : ۳۵۳

بدلوا نعمة الله كفرا ۔(آیت : ۲۸) ص : ۵۲۳

وويل للكٰفرين من عذاب شديد ۔ (آیت : ۲) ص : ۵۴۵

مثل الذين كفروا بربهم اعمالهم كرماد ن اشتدت به الريح فی يوم عاصف ط لا يقدرون مما كسبوا على شئ ط ذٰلك هو الضلٰل البعيد ۔(آیت : ۱۸) ص : ۶۸۹

سُورة الحجر

لعمرك انهم لفی سكرتهم يعمهون ۔ (آیت : ۷۲) ص : ۱۵۳

انّا نحن نزلنا الذكر وانّا له لحٰفظون ۔ (آیت : ۹) ص : ۱۷۶ - ۵۶۴

واذ قال ربّك للملٰئكة انی خالق بشرا من صلصال من حمأ مسنون ٥ واذا سويته

سورۃ النّحل

سورۃ بنی اسرائیل

وقرانا فرقنٰه لتقرأه على الناس على مكث - (آیت: ۱۰۶) ص: ۱۶۰ - ۱۶۶

واخفض لهما جناح الذل من الرحمة - (آیت: ۲۴) ص: ۲۲۷ - ۳۵۹

لاتقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما - (آیت: ۲۳) ص: ۲۳۷

قل الروح من امر ربى وما اوتيتم من العلم الا قليلا - (آیت: ۸۵) ص: ۲۳۸

قل كل يعمل على شاكلته ط فربكم اعلم بمن هو اهدٰى سبيلا - (آیت: ۸۴)

ص: ۲۴۵

ومن الّيل فتهجد به - (آیت: ۷۹) ص: ۲۵۵

اولٰئك الذين يدعون يبتغون الى ربهم الوسيلة - (آیت: ۵۷) ص: ۲۵۹

ولاتقف ما ليس لك به علم ط ان السمع والبصر والفؤاد كل اولٰئك كان عنه مسئولا - (آیت: ۳۶) ص: ۳۱۷ - ۳۶۱

من كان يريد العاجلة عجلنا له فيها ما نشاء لمن نريد ثم جعلنا له جهنم يصلٰها مذموما مدحورا ٥ ومن اراد الاٰخرة وسعٰى لها سعيها وهو مؤمن فاولٰئك كان سعيهم مشكورا - (آیت: ۱۸ - ۱۹) ص: ۳۶۵ - ۶۶۲

اوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولا - (آیت: ۳۴) ص: ۳۹۱

وننزل من القراٰن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين ولا يزيد الظّٰلمين الا خسارا - (آیت: ۸۲) ص: ۳۹۵

وجعلنا الّيل والنهار اٰيتين فمحونا اٰية الّيل وجعلنا اٰية النهار مبصرة لتبتغوا فضلا من ربكم ولتعلموا عدد السنين والحساب وكل شئ فصلناه تفصيلا - (آیت: ۱۲) ص: ۴۰۴

يوم ندعوا كل اناس بامامهم - (آیت: ۷۱) ص: ۵۶۰ - ۶۰۹

فمن اوتى كتٰبه بيمينه - (آیت: ۷۱) ص: ۵۶۰

من كان فى هٰذه اعمٰى - (آیت: ۷۲) ص: ۵۶۱

سبحٰن الذى اسرٰى بعبده - (آیت: ۱) ص: ۵۹۶

قل سبحٰن ربى هل كنت الا بشرا رسولا - (آیت: ۹۳) ص: ۵۹۶

قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا - (آیت: ۸۱) ص: ۶۲۶

وَنحشرهم یوم القیٰمۃ علیٰ وجوھهم عمیا وبکمًا وصمًّا۔ (آیت: ۹۷) ص: ۶۸۲

سُورۃ الکہف

وَمن اظلم ممن ذکر باٰیٰت ربه فاعرض عنها ونسی ما قدّمت یداہ ط انا جعلنا علیٰ قلوبھم اکنّۃ ان یفقهوہ وفی اٰذانهم وقرا ط (آیت: ۵۷) ص: ۲۱۶

اٰتینٰه رحمة من عندنا وعلّمنٰه من لدنا علما۔ (آیت: ۶۵) ص: ۲۳۸

قَال انك لن تستطیع معی صبرا ہ وکیف تصبر علیٰ ما لم تحط به خبرا۔ (آیت ۶۷ - ۶۸)

ص: ۲۳۸

قَال فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شیٔ حتی احدث لك منه ذکرا۔ (آیت: ۷۰) ص: ۲۳۸

فَانطلقا حتیٰ اذا رکبا فی السفینة خرقها ط قال اخرقتها لتغرق اهلها لقد جئت شیئًا امرا ہ قال لم اقل انك لن تستطیع معی صبرا ہ (آیت: ۷۱ - ۷۲) ص: ۲۳۹

فَانطلقا حتیٰ اذا لقیا غلٰما فقتله قال اقتلت نفسا زکیة بغیر نفسی ط لقد جئت شیئا نکرا ہ قال الم اقل انك لن تسطع معی صبرا۔ (آیت ۷۴ - ۷۵) ص: ۲۳۹

قَال هٰذا فراق بینی و بینك سأنبئك بتاویل ما لم تستطع علیه صبرا۔ (آیت: ۷۸) ص: ۲۳۹

وَما فعلته عن امری ط ذٰلك تأویل ما لم تسطع علیه صبرا۔ (آیت: ۸۲) ص: ۲۳۹

قَال الّذین غلبوا علیٰ امرهم لنتخذن علیهم مسجدا۔ (آیت: ۲۱) ص: ۳۶۰

بئس للظّٰلمین بدلا۔ (آیت ۵۰) ص: ۵۴۳

وَاذ قال موسیٰ لفتٰه (الیٰ قوله تعالیٰ) فوجدا عبدا من عبادنا۔ (آیت: ۶۰ تا ۶۵) ص: ۵۸۴

وَاتخذوا اٰیٰتی ورسلی هزوا۔ (آیت: ۱۰۶) ص: ۵۸۵

اَلحمد لله الذی انزل علیٰ عبدہ الکتٰب۔ (آیت: ۱) ص: ۵۹۶

قُل انما انا بشر مثلکم۔ (آیت: ۱۱۰) ص: ۶۷۹

سُورۃ مریم

وَکان یأمر اهله بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربه مرضیا۔ (آیت: ۵۵) ص: ۱۲۴-۱۲۵

وَاوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا۔ (آیت: ۳۱) ص: ۱۲۵

سورۃ طٰہٰ

سورۃ الانبیاء

سُورۃ الحج

سُورۃ المؤمنون

اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ۔ (آیت: ۳۷) ص: ۹۶
وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ۝ الخ (آیت: ۹ تا ۱۱) ص: ۱۲۳
وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ (الٰی قولہ تعالٰی) فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ۔ (آیت: ۱۲ تا ۱۴) ص: ۳۷۲
رَبِّ ارْجِعُوْنَ ۔ (آیت: ۹۹) ص: ۴۱۱
وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ الخ (آیت: ۵ تا ۷) ص: ۴۱۳ - ۴۲۸
وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِیْنَ ۔ (آیت: ۲۰) ص: ۵۱۳
لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔ (آیت: ۶۲) ص: ۵۳۶
ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا (ثم قال) ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی ۔ (آیت: ۴۴-۴۵) ص: ۵۸۹
رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ۝ وَ اَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ۔ (آیت: ۹۷ - ۹۸) ص: ۶۷۳

سُورۃ النّور

لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ ۔ (آیت: ۲) ص: ۱۲۲
اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ۔ (آیت: ۲۶) ص: ۱۲۳ - ۵۵۵
كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ ۔ (آیت: ۴۱) ص: ۱۲۷
وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (آیت: ۳۱) ص: ۱۴۰
یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔ (آیت: ۱۷) ص: ۲۱۵ - ۴۰۹ - ۴۴۳
لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۔ (آیت: ۱۲) ص: ۲۲۸
اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۔ (آیت: ۱۹) ص: ۲۳۰
وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۔ (آیت: ۴۰) ص: ۲۴۰ - ۵۷۵
فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ ۔ (آیت: ۳۶) ص: ۳۱۹

سُورۃ الفرقان

تبٰرک الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا۔ (آیت: ۱) ص: ۵۹۵ - ۶۶۴
ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا۔ (آیت: ۴۴) ص: ۶۰۹
وقدمنا الٰی ماعملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا۔ (آیت: ۲۳) ص: ۶۶۲ - ۶۸۸

سُورۃ الشعراء

اتبنون بکل ریع اٰیۃ تعبثون ○ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون۔ (آیت: ۱۲۸-۱۲۹)
ص: ۹۷ - ۳۶۰

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ (آیت: ۲۲۷) ص: ۲۱۵ - ۲۱۸ - ۲۴۰ -
۵۳۳ - ۵۴۹ - ۵۷۹ - ۵۹۲ - ۶۰۵ - ۶۴۲ - ۶۶۵ - ۶۶۶۔

ما اسئلکم علیہ من اجران اجری الا علٰی رب العٰلمین۔ (آیت: ۱۰۹ - ۱۲۷ - ۱۴۵ -
۱۶۴ - ۱۸۰) ص: ۲۳۰ - ۴۶۹۔

فعلت فعلتک التی فعلت وانت من الکٰفرین۔ (آیت: ۱۹) ص: ۵۴۵
الذی یرٰک حین تقوم وتقلبک فی السٰجدین۔ (آیت: ۲۱۸ - ۲۱۹) ص: ۵۶۸

سُورۃ النّمل

ان اللہ یسمع من یشاء۔ (آیت: ۲۲) ص: ۳۶۷
ان تسمع الا من یؤمن باٰیٰتنا فھم مسلمون۔ (آیت: ۸۱) ص: ۳۶۷
قال الذی عندہ علم من الکتٰب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔ (آیت: ۴۰)
ص: ۵۷۹

انی لا یخاف لدیّ المرسلون۔ (آیت: ۱۰) ص: ۵۸۵

سُورۃ القصص

لا نبتغی الجاھلین۔ (آیت: ۵۵) ص: ۱۳۸
انک لا تھدی من احببت۔ (آیت: ۵۶) ص: ۳۶۷
وجعلنٰھم ائمۃ یدعون الی النار۔ (آیت: ۴۱) ص: ۵۶۰

كل شئ هالك الا وجهه - (آیت : ۸۸) ص : ۶۷۲

سُورۃ العنکبوت

والذین جٰهدوا فینا لنهدینهم سبلنا - (آیت : ۶۹) ص : ۱۵۴

ان الصلوٰۃ تنهٰی عن الفحشاء والمنکر - (آیت : ۴۵) ص : ۲۴۶

ولذکر اللّٰه اکبر - (آیت : ۴۵) ص : ۳۳۹

الٓمّٓ ٥ احسب الناس أن یترکوا ان یقولوا اٰمنّا وهم لا یفتنون - (آیت : ۱ - ۲)

ص : ۴۳۷

ولیحملن اثقالهم و اثقالاً مع اثقالهم - (آیت : ۱۳) ص : ۵۴۶

سُورۃ الرّوم

ولا یستخفنّك الذین لایوقنون - (آیت : ۶) ص : ۸۸

وما اٰتیتم من ربًا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللّٰه وما اٰتیتم من زکوٰۃ
تریدون وجه فاولٰئك هم المضعفون - (آیت : ۳۹) ص : ۹۵

ولکن کل حزب بما لدیهم فرحون - (آیت : ۳۲) ص : ۱۵۲

ولئن ارسلنا ریحا فرأوه مصفرا لظلوا من بعده یکفرون (الیٰ قوله تعالیٰ) من یؤمن
باٰیٰتنا فهم مسلمون - (آیت : ۵۱ تا ۵۳) ص : ۳۸۰

ومن اٰیٰته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودّۃ ورحمۃ ؕ
ان فی ذٰلك لاٰیٰت لقوم یتفکرون - (آیت : ۲۱) ص : ۴۳۲ - ۴۳۳

اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین - (آیت : ۳۱) ص : ۶۱۱

سُورۃ لقمٰن

یٰبنی انها ان تك (الیٰ قوله تعالیٰ) ان انکر الاصوات لصوت الحمیر - (آیت : ۱۶ تا ۱۹)

ص : ۱۰۶

ومن الناس من یشتری لهو الحدیث - (آیت : ۶) ص : ۳۴۲

وماتدری نفس بای ارض تموت۔ (آیت : ۳۴) ص : ۳۴۸

وصاحبهما فی الدنیا معروفا۔ (آیت : ۱۵) ص : ۶۱۳

سُورة السّجدة

وبدأ خلق الانسان من طین۔ (آیت : ۷) ص : ۳۷۴

یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیه فی یوم کان مقداره الف سنة مما تعدون۔ (آیت : ۵) ص : ۶۷۱

سُورة الاحزاب

ان اللّٰه وملٰئکته یصلون علی النبی یایها الذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما۔ (آیت : ۵۶) ص : ۱۵۱ - ۳۴۹ - ۳۵۲ -

یایها الذین اٰمنوا اذکروا اللّٰه ذکرا کثیرا۔ (آیت : ۴۱) ص : ۱۵۷ - ۳۳۴

ان الذین یؤذون اللّٰه ورسوله لعنهم اللّٰه فی الدنیا والاٰخرة واعد لهم عذابا مهینا۔ (آیت : ۵۷) ص : ۲۴۴ - ۳۵۴ - ۵۷۲ - ۶۰۵ - ۶۶۶

واللّٰه یقول الحق وهو یهدی السبیل۔ (آیت : ۴) ص : ۲۴۷ - ۶۶۱

والذاکرین اللّٰه کثیرا والذاکرات اعد اللّٰه لهم مغفرة واجرا عظیما۔ (آیت : ۳۵) ص : ۳۳۵

یاهل یثرب لامقام لکم۔ (آیت : ۱۳) ص : ۳۴۷

هو الذی یصلی علیکم وملٰئکته۔ (آیت : ۴۳) ص : ۳۴۹

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم۔ (آیت : ۶) ص : ۳۴۹

ذٰلك ادنی ان یعرفن فلا یؤذین۔ (آیت : ۵۹) ص : ۳۶۲

وحملها الانسان ط انه کان ظلوما جهولا۔ (آیت : ۷۲) ص : ۳۷۳

ان المسلمین والمسلمٰت (الیٰ قوله تعالیٰ) والصائمین والصائمات (الیٰ قوله تعالیٰ) اعد اللّٰه لهم مغفرة واجرا عظیما۔ (آیت : ۳۵) ص : ۳۸۳

اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا۔ (آیت : ۶۱) ص : ۳۹۳

سُورۃ سبا

سُورۃ فاطر

سورہ یٰسٓ

سورۃ الصّٰفّٰت

سورۃ صٓ

سُورۃ الزمر

سُورۃ المؤمن

النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب ۔
(آیت : ۴۶) ص : ۳۷۹

وخسر ھنالک المبطلون ۔ (آیت : ۷۸) ص : ۵۴۸ - ۶۴۹

فتذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد ۔ (آیت : ۴۴) ص : ۵۵۲

انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا ۔ (آیت : ۵۱) ص : ۵۸۵

سورۃ حٰمٓ السجدۃ

من احسن قولا ممن دعا الی اللہ ۔ (آیت : ۳۳) ص : ۱۴۸

قل ھو للذین اٰمنوا ھدًی وشفاءٌ ۔ (آیت : ۴۴) ص : ۱۵۵

لم شھدتم علینا ۔ (آیت : ۲۱) ص : ۵۳۷

قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیٔ ۔ (آیت : ۲۱) ص : ۵۳۷

وانہ لکتٰب عزیز ٥ لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ ط تنزیل من حکیم حمید ۔
(آیت : ۴۱ - ۴۲) ص : ۵۶۵ - ۶۶۴

من عمل صالحا فلنفسہ ۔ (آیت : ۴۶) ص : ۵۶۷

ما یقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک ۔ (آیت : ۴۳) ص : ۵۸۷

فقل انذرتکم صٰعقۃ مثل صٰعقۃ عاد وثمود ٥ اذ جاءتھم الرسل من بین ایدیھم
ومن خلفھم ۔ (آیت : ۱۳ - ۱۴) ص : ۵۸۹

سورۃ الشّورٰی

ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیّاٰت ۔ (آیت : ۲۵) ۔

ص : ۲۲۶ - ۲۳۵ - ۶۶۸ - ۶۶۹

الا الی اللہ تصیر الامور ۔ (آیت : ۵۳) ص : ۵۵۹

کذٰلک یوحی الیک والی الذین من قبلک لا اللہ العزیز الحکیم ۔
(آیت : ۳) ص : ۵۸۷

سُورۃ الزّخرف

سُورۃ الاحقاف

سُورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سُورۃ الفتح

سورۃ الحجرات

سُورۃ الذّٰرِیٰت

سُورۃ النجم

سُورۃ الرحمٰن

سُورۃ الواقعة

سُورۃ الحدید

مَن ذاالذی یقرض اللہ قرضاحسنا فیضٰعفہ لہ و لہ اجرکریم ۔ (آیت ۱۱) ص : ۶۶۲
وَمن یتولّ فان اللہ ھو الغنی الحمید ۔ (آیت ۲۴) والممتحنۃ (آیت ۶) ص : ۶۷۲
ھوالاول والاٰخروالظاھروالباطن وھوبکل شیء علیم ۔ (آیت ۳) ص : ۶۷۳

سُورۃ المجادلۃ

اُولٰئِک حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون ۔ (آیت ۱۹) ص : ۲۴۳
انّ امّھٰتھم الّا الّٰئی ولدنھم ۔ (آیت ۲) ص : ۴۱۵ - ۴۵۴
یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت ط (آیت ۱۱) ص : ۴۶۵
ماھن امھٰتھم ط ان امھٰتھم الّا الّٰئی ولدنھم ط وانھم لیقولون منکرًا من القول وزورا ط (آیت ۲) ص : ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۸
لَاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخریوادّون من حاد اللہ ورسولہ و لوکانوا اٰبائھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولٰئِک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ۔ (آیت ۲۲) ص : ۵۴۷ - ۶۰۸ - ۶۳۴ - ۶۳۶ - ۶۰۸ - ۶۳۴ - ۶۳۶ -
استحوذعلیھم الشیطٰن فانسٰھم ذکر اللہ ط اولٰئِک حزب الشیطٰن ط الا ان حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون ۔ (آیت ۱۹) ص : ۵۷۸
کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ۔ (آیت ۲۱) ص : ۵۸۶
اتخذوا ایمانھم جُنّۃ فصدّوا عن سبیل اللہ فلھم عذاب مھین ۔ (آیت ۱۶) ص : ۶۰۶
انّ الذین یحادّون اللہ ورسولہ اولٰئِک فی الاذلّین ۔ (آیت ۲۰) ص : ۶۰۹

سُورۃ الحشر

وَما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا ۔ (آیت ۷)
ص : ۲۲۶ - ۳۳۶ - ۴۸۳ - ۵۷۴ - ۶۵۷ -
یؤثرون علٰی انفسھم ۔ (آیت ۹) ص : ۳۲۲
یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین فاعتبروا یااولی الابصار ۔ (آیت ۲) ص : ۵۳۵ - ۵۵۷

سُورۃ الممتحنۃ

سُورۃ الصّف

سُورۃ الجمعۃ

سُورۃ المنٰفقون

نشھد انک لرسول اللہ ۔ (آیت ۱:) ص ۲۱۴:

واللہ یعلم انک لرسولہ ط واللہ یشھد انّ المنٰفقین لکٰذبون ۔ (آیت ۱:) ص: ۲۱۴-۶۸۲

اذاجاءک المنٰفقون قالوا نشھد انّک لرسول اللہ و اللہ یعلم انّک لرسولہ ط (آیت ۱:)

ص: ۲۳۳

وللہ العزۃ ولرسولہ و للمؤمنین ولٰکن المنٰفقین لایعلمون ۔ (آیت ۸:)

ص: ۵۴۱ - ۶۰۹ - ۶۱۰- ۶۷۴

انّ اللہ لایھدی القوم الفٰسقین ۔ (آیت ۶:) ص: ۵۷۵

اذاجاءک المنٰفقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ و اللہ یعلم انک لرسولہ ط واللہ یشھد انّ المنٰفقین لکٰذبون ۞ اتخذوا ایمانھم جُنّۃً فصدوا عن سبیل اللہ ط انھم ساء ما کانوا یعملون ۔ (آیت ۱-۲) ص: ۶۰۲

سُورۃ التّغابن

فاتقوا اللہ مااستطعتم واسمعوا و اطیعوا ۔ (آیت ۱۶:)

ص: ۱۱۸ - ۱۱۹ - ۱۴۸ - ۵۳۲ - ۵۳۵ - ۵۶۰ ۔

فاٰمنوا باللہ و رسولہ۔(آیت ۸:) ص: ۵۸۵

سُورۃ الطّلاق

فاذابلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف ۔ (آیت ۲:)

ص: ۱۴۰ - ۴۷۵ - ۴۸۷ - ۵۱۵۔

لایکلف اللہ نفسًا الّا ما اٰتٰھا ط سیجعل اللہ بعد عسر یسرًا ۔ (آیت ۷:)

ص: ۳۸۷ - - ۶۲

ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ ۔ (آیت ۱:) ص: ۴۰۹ - ۶۷۷

یٰایھا النّبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ ۔ (آیت ۱:) ص: ۴۱۸ - ۴۷۶

آسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیّقوا علیھن۔ (آیت ؛ ٦)
ص ؛ ۲۱۹ - ۲٦۲ - ۲٦۲ - ۲۷۰ - ۲۸۸ - ۵۰۱ - ۵۰۲

وَاشھدوا ذوی عدل منکم ۔ (آیت ؛ ۲) ص ؛ ۲۲۵

وَاولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔ (آیت ؛ ۴) ص؛ ۲۲۵ - ۵۰۸

فَطلقوھن لعدتھن ۔ (آیت ؛ ۱) ص ؛ ۲۷۷

فعدتھن ثلٰثۃ اشھر والّٰئ لم یحضن۔ (آیت ؛ ۴) ص ؛ ۲۷۸

وَمن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ۔ (آیت ؛ ۲) ص ؛ ۲۸۲

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجد و لا تضاروھن لتضیقوا علیھن و ان کن اولات
حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن ۔ (آیت ؛ ٦) ص ؛ ۵۰۷

وَمن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا، ویرزقہ من حیث لا یحتسب الخ۔ (آیت ؛ ۲ - ۳)
ص ؛ ۵۱۰ - ۵۱۴

لینفق ذوسعۃ من سعتہ (الیٰ قولہ تعالیٰ) سیجعل اللہ بعد عسر یسرا۔ (آیت ؛ ۷) ص ؛ ۵۱۳

مَن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا۔ (آیت ؛ ۴) ص ؛ ۵۱۴

لاَ تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الاّ ان یأتین بفاحشۃ مبیّنۃ۔ (آیت ؛ ۱) ص ؛ ۵۱۹

وَمن یؤمن باللہ و یعمل صالحا یدخلہ جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر خالدین فیھا
ابدا ط قد احسن اللہ لہ رزقا۔ (آیت ؛ ۱۱) ص ؛ ٦۸۳

سُورۃ التحریم

یٰاَیھا الذین اٰمنوا قُوا انفسکم و اھلیکم نارًا وقودھا الناس والحجارۃ ۔ (آیت ؛ ٦)
ص ؛ ۲۱۹ - ۲۲۹ - ۳۸۵ - ۳۹۲ - ۴۰٦ - ۴۲٦ - ۵۱۸ - ۵٦۲

تآئبات عابدات سائحات ۔ (آیت ؛ ۵) ص ؛ ۳۸۴

عَسٰی ربہ ان طلقکن ان یبد لہ ازواجا خیرا منکن (الیٰ قولہ تعالیٰ) ثیّبٰت و ابکارًا۔
(آیت ؛ ۵) ص ؛ ۳۰۳

یٰاَیھا النبی لم تحرّم ما احل اللہ لک (الیٰ قولہ تعالیٰ) قد فرض اللہ لکم تحلّۃ ایمانکم۔
(آیت ؛ ۱ - ۲) ص ؛ ۴۹۳

6

فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین والملٰئکۃ بعد ذٰلک ظہیر۔ (آیت: ۴) ص: ۶۷۶

سُورۃ القلم

انّ ربک ھو اعلم بالمھتدین۔ (آیت: ۷) ص: ۱۵۲

افنجعل المسلمین کالمجرمین ۵ ما لکم کیف تحکمون۔ (آیت: ۳۵-۳۶) ص: ۳۵۵

فلا تطع المکذبین۔ (آیت: ۸) ص: ۵۳۹

ودّوا لو تدھن فیدھنون۔ (آیت: ۹) ص: ۶۰۳

سُورۃ الحاقۃ

وتعیھا اذن واعیۃ۔ (آیت: ۱۲) ص: ۳۷۱

سُورۃ المعارج

والذین ھم علٰی صلٰوتھم یحافظون ۵ اولٰئک فی جنّٰت مکرمون۔ (آیت: ۳۴-۳۵) ص: ۱۴۴

سُورۃ نُوح

ربّ انی دعوت قومی لیلاً و نہاراً (الٰی قولہ تعالٰی) لتسلکوا منھا سبلاً فجاجا۔
(آیت: ۵ تا ۲۰) ص: ۱۰۶

فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفاراً یرسل السماء علیکم مدراراً۔
(آیت: ۱۰-۱۱) ص: ۱۵۴

سُورۃ الجن

انّا سمعنا قرآنا عجبا (الٰی قولہ تعالٰی) و اما القٰسطون فکانوا لجھنم حطبا۔ (آیت ۱ تا ۱۵) ص: ۱۰۶

قل اوحی الیّ انہ استمع نفر من الجن فقالوا انّا سمعنا قرآنا عجباً ۵ یھدی الی الرشد فاٰمنّا بہ۔ (آیت: ۱-۲) ص: ۱۳۳۔

انّ المسٰجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احداً۔ (آیت: ۱۸) ص: ۲۳۶-۲۴۶-۳۱۳-۳۱۵-

6/6

وانّہ لمّا قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدًا ۝ (آیت : ۱۹) ص : ۳۴۷-۵۹۵

سُورۃ المزّمّل

یٰایھا المزمل قم الّیل ۔ (آیت : ۱-۲) ص : ۱۳۱-۲۵۵

انّ ربک یعلم انک تقوم ادنٰی من ثلثی الّیل ونصفہ وثلثہ وطائفۃ من الذین معک ۔ (آیت : ۲۰) ص : ۱۳۱-۱۳۲

فاقرء وا ما تیسر من القراٰن ۔ (آیت : ۲۰) ص : ۱۳۱-۱۵۲-۱۶۰-۲۱۱

ورتّل القراٰن ترتیلا ۔ (آیت : ۴) ص : ۲۱۰

علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم (الیٰ قولہ تعالیٰ) علم ان سیکون منکم مرضٰی و اٰخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ ۔ (آیت : ۲۰) ص : ۲۵۶

فتاب علیکم فاقرء وا ما تیسر من القراٰن ۔ (آیت : ۲۰) ص : ۲۵۷

سُورۃ المدّثّر

وثیابک فطھّر ۔ (آیت : ۴) ص : ۱۳۰

وربک فکبّر ۔ (آیت : ۳) ص : ۱۳۰

ثمّ نظر ۝ ثم عبس وبسر ۝ ثم ادبر واستکبر ۝ (آیت : ۲۱ تا ۲۳) ص : ۲۱۳

ما سلککم فی سقر ۝ قالوا لم نک من المصلین ۝ ولم نک نطعم المسکین ۝ وکنّا نخوض مع الخائضین ۝ وکنّا نکذّب بیوم الدین ۝ حتی اتٰنا الیقین ۔ (آیت : ۴۲ تا ۴۷) ص : ۴۰۸

سُورۃ القیٰمۃ

ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ ۝ بلیٰ قادرین علیٰ ان نسوّی بنانہ ۝ بل یرید الانسان لیفجر امامہ ۝ یسئل ایّان یوم القیٰمۃ (الیٰ قول جل ذکرہ) یقول الانسان یومئذٍ این المفرّ ۔ (آیت : ۳ تا ۱۰) ص : ۳۷۳

ینبّؤا الانسان یومئذ بما قدّم و اخّر ۝ بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرۃ ۝

ولو القٰی معاذیرہ ○ (آیت : ۱۳ تا ۱۵) ص : ۳۷۴

سُورۃ الدّھر

اَنا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعًا بصیرا۔ (آیت : ۲) ص : ۳۷۱ - ۳۷۴

یوفون بالنذر۔ (آیت : ۷) ص : ۵۱۹

وَلا تطع منھم اٰثمًا اوکفورًا۔ (آیت : ۲۴) ص : ۵۳۹

سُورۃ المُرسَلٰت

وَاذا الرسل اقّتت ○ لایّ یوم اجّلت ○ (آیت : ۱۱ - ۱۲) ص : ۵۸۶

سُورۃ النّبا

یوم یقوم الروح والملٰئکۃ صفًا۔ (آیت : ۳۸) ص : ۳۴۵

سُورۃ عبس

قُتل الانسان ما اکفرہ (الیٰ قولہ عزوجل) ثم اماتہ فاقبرہ ○ (آیت : ۱۷ تا ۲۱) ص : ۳۷۶

سُورۃ التّکویر

وَما ھو علی الغیب بضنین۔ (آیت : ۲۴) ص : ۱۸۰

سُورۃ المطفّفین

کَلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون۔ (آیت : ۱۴) ص : ۵۴۲

سُورۃ البروج

آن الذین فتنوا المؤمنین و المؤمنٰت ثمّ لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم و لھم

عذاب الحریق ۔ (آیت: ۱۰) ص: ۲۱۶

سورۃ الطارق

مَآءٍ دافقٍ۝ یخرج من بین الصلب والترآئب۔ (آیت: ۶-۷) ص: ۸۸

سورۃ الاعلیٰ

وَذکر اسم ربّہ فصلّٰی۔ (آیت: ۱۵) ص: ۱۳۰

سورۃ البلد

لآ اقسم بھٰذا البلد۝ وانت حل بھٰذا البلد ۔ (آیت: ۱-۲) ص: ۱۵۳

سورۃ الشمس

فَقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیٰھا۔ (آیت: ۱۳) ص: ۲۱۱

وَنفس و ما سوّٰھا ۝ فالھمھا فجورھا و تقوٰیھا (آیت: ۷-۸) ص: ۳۷۴

سورۃ الضّحیٰ

وَلسوف یعطیک ربک فترضٰی ۔ (آیت: ۵) ص: ۵۶۹

وَالضحٰی ۝ والّیل اذا سجٰی ۝ ما ودّعک ربک وما قلٰی ۝ وللاٰخرۃ خیر لک من الاولٰی ۝ (آیت: ۱تا ۴) ص: ۶۷۵

سورۃ الانشراح

وَرفعنا لک ذکرک ۔ (آیت: ۴) ص: ۱۵۶

فَاذا فرغت فانصب۝ والٰی ربّک فارغب۔ (آیت: ۷ - ۸)

ص: ۱۶۰- ۳۳۱- ۳۳۲ - ۳۴۶ -

سُورۃ التّین

آحسن تقویم۔ (آیت : ۴) ص : ۵۹۱

سُورۃ العلق

وآسجد واقترب۔ (آیت : ۱۹) ص : ۱۳۲

آرأیت الذی ینھٰی عبداً اذا صلّٰی۔ (آیت : ۹-۱۰) ص : ۳۲۵-۳۲۷-۳۲۸

سُورۃ البیّنۃ

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکّین حتیٰ تأتیھم البیّنۃ۔ (آیت : ۱)

ص : ۵۳۱

آولٰئك ھم شرّ البریّة۔ (آیت : ۶) ص : ۵۷۳-۶۱۰-۶۴۵

سُورۃ الماعون

فویل للمصلین ۝ الذین ھم عن صلٰوتھم ساھون۔ (آیت : ۴-۵) ص : ۱۱۸-۱۴۶

سُورۃ الکٰفرون

لکم دینکم ولی دین۔ (آیت : ۶) ص : ۶۰۲

فتاوی رضویہ جلد ۱ (الف)

(۱) کسی قول کی حکایت اور اس قول پر فتوٰی کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرمایا:

انما الافتاء ان تعتمد علی شئ وتبین لسائلك ان ھذا حکم الشرع فی ماسألت، وھذا لایحل لاحد من دون ان یعرفه عن دلیل شرعی والاکان جزافا وافتراء علی الشرع ودخولا تحت قوله عزوجل "ام تقولون علی اللّٰہ مالا تعلمون"[1] وقوله تعالٰی قل اللّٰہ اذن لکم ام علی اللّٰہ تفترون[2]۔

اِفتاء یہ ہے کہ کسی بات پر اعتماد کرکے سائل کو بتایا جائے کہ تمھاری مسئولہ صورت میں حکم شریعت یہ ہے۔ یہ کام کسی کے لئے بھی اُس وقت تک حلال نہیں جب تک اُسے کسی دلیل شرعی سے اس حکم کا علم نہ ہو جائے، ورنہ جِزاف (اٹکل سے بتانا) اور شریعت پر افتراء ہوگا اور ان ارشادات کا مصداق بھی بننا ہوگا (۱) کیا تم خدا پر وُہ بولتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں (۲) فرماؤ کیا اللہ نے تمھیں اِذن دیا یا تم خدا پر افترا کہتے ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۱۱۴)

(۲) دلیل کی تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

الدلیل اما تفصیلی الخ۔ او اجمالی کقوله سبحٰنه "فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون"[3]، وقوله تعالٰی "اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم"[4]، فانھم

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۸۰ — [2] القرآن الکریم ۱۰ / ۵۹

[3] " " ۱۶ / ۴۳ — [4] " " ۴ / ۵۹

العلماء علی الاصح۔
دلیل تفصیلی ہوگی یا اجمالی — جیسے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے : ذکر والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔
اور ارشاد ہے : اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اُن کی جو تم میں صاحبِ امر ہیں۔
یہ اصحابِ امر برقولِ اصح حضرات علماء کرام ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۱۱۴ و ۱۱۵)

(۳) اور فرماتے ہیں :

ومجیئ النھی علی ھذا الاسلوب غیر مستنکر ان یتوجہ الی احد والمقصود بہ غیرہ قال اللہ تعالیٰ "فلا یصدنک عنھا من لا یؤمن بھا[۱]" وقال عز و جل "و لا یستخفنک الذین لا یوقنون[۲]" ای لا تقبل صدہ و لا تنفعل باستخفافہم واللہ تعالیٰ اعلم ھذا۔

اور اس طرز پر نہی آنا کہ توجہ کسی جانب ہو اور مقصود کوئی اور ہو، کوئی اجنبی و نامعروف چیز نہیں۔ باری تعالےٰ کا ارشاد ہے : "تو ہرگز تجھے اس کے (قیامت کے) ماننے سے وہ نہ روکے جو اس پر ایمان نہیں لاتا" — اور رب عزوجل کا فرمان ہے : "اور تمھیں سُبک نہ کر دیں وہ جو یقین نہیں رکھتے" — پہلی آیت میں کلمۂ نہی ان کے لئے ہے جو ایمان نہیں رکھتے مگر "مقصود یہ ہے کہ ان کی رکاوٹ تم قبول نہ کرو"۔ اسی طرح دوسری آیت میں ہے کہ "وہ سبک نہ کریں" اور مقصود یہ ہے کہ "تم ان کے استخفاف کا اثر نہ لو"۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۱۹۴)

(۴) عورت کی منی کی بابت فرماتے ہیں :

حاصلہ ان منی المرأۃ وان کان لہ دفق لشہادۃ قولہ تعالیٰ "ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب[۳]" لکن لا کمنی الرجل و ذٰلک لانہ ینزل من صلبہ الیٰ انثییہ الیٰ ذکرہ وھو طریق ذو عوج فلولم یندفع بقوۃ شدیدۃ لبقی فی بعض الطریق بخلاف منیھا فانہ ینزل من ترائبھا الیٰ رحمھا وھو طریق مستقیم فکان یکفیہ السیلان غیر ان نزولہ بحرارۃ فلزمہ نوع دفق ولا وجہ لانکارہ فانہ مشھود معلوم۔

---

[۱] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۶ — [۲] القرآن الکریم ۳۰/ ۶۰
[۳] " " ۸۶/ ۶ و ۷

اس کا حاصل یہ ہے کہ عورت کی منی میں اگرچہ کچھ دفق (جست) ہوتا ہے جس کی شہادت ارشادِ باری تعالیٰ: "اُچھلتا پانی جو پشت اور سینے کی پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے" ہے لیکن وہ مرد کی منی کی طرح نہیں ہے اس لئے کہ وہ اس کی پشت سے انثیین پھر ذکر کی جانب اُترتی ہے۔ یہ ایک پیچیدہ راستہ ہے۔ اس لئے وہ اگر شدید قوت کے ساتھ دفع نہ ہو تو راستے ہی میں رہ جائے بخلاف عورت کی منی کے۔ اس لئے کہ وہ اس کے سینے کی پسلیوں سے رحم کی جانب اُترتی ہے، یہ سیدھا راستہ ہے، تو اس کے لئے بہنا کافی ہے مگر یہ ہے کہ اس کا اترنا کچھ حرارت کے ساتھ ہوتا ہے تو یہ ایک طرح کا دفق اسے بھی لازم ہے اور اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں، اِس لئے کہ یہ معلوم و مشاہَد ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۷۱۹ و ۷۲۰)

(۵) لفظ "عند" کے معنیٰ کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

فلیست عند لجعل مدخولها ظرفا للموصوف بها بحیث یقع فیه، انما مفادها القرب والحضور حسًّا او معنًی فلا تقول زید عند الدار اذا کان فیها بل اذا کان قریبا منها والقرب المفهوم هو العرفی دون الحقیقی وله عرض عریض، الا تری الی قوله تعالیٰ "عند سدرة المنتهیٰ ۝ عندها جنة المأویٰ"[۱] مع ان السدرة فی السماء السادسة کما فی صحیح مسلم[۲] عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه والجنة فوق السمٰوٰت۔

کیونکہ لفظ "عند" یہ بتانے کے لئے نہیں کہ اس کا مدخول اس کے موصوف کا ایسا ظرف ہے کہ وہ اسی کے اندر واقع ہے جبکہ اس کا مفاد صرف قریب اور حاضر ہونا ہے حِسًّا یا معنًی ۔۔۔ زید عند الدار (زید گھر کے پاس ہے) اُس وقت نہیں بولتے جب زید گھر کے اندر ہو بلکہ اُس وقت بولتے ہیں جب گھر سے قریب ہو ۔۔۔ اور یہاں جو قریب سمجھا جاتا ہے وہ عُرفی ہوتا ہے حقیقی نہیں ہوتا۔ اور قرب عرفی کا میدان بہت وسیع ہے ۔۔۔ دیکھئے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: "سدرة المنتھیٰ کے پاس، اسی کے پاس جنة الماوٰی ہے" ۔۔۔ حالانکہ سدرہ چھٹے آسمان میں ہے ۔۔۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

---

[۱] القرآن الکریم ۵۳/ ۱۴ و ۱۵

[۲] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاسراء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۷

مروی ہے ــــ اور جنّت آسمانوں کے اُوپر ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۸۲۵)

(۶) فضول خرچی کی ممانعت کے بارے میں فرمایا:

اسراف بلاشبہہ ممنوع و ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولا تسرفوا انہ لایحب المسرفین[1]

بیہودہ صرف نہ کرو بیشک اللہ تعالٰی بیہودہ صرف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

قال اللہ تعالٰی:

ولا تبذر تبذیرا ○ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین و کان الشیطٰن لربہ کفورا[2] ○

مال بیجا نہ اُڑا بیشک مال بیجا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ا ص ۹۲۶)

(۷) حاتم طائی کی داد و دہش اور سخاوت میں اعتدال کے بارے میں فرمایا:

حاتم کا مقصود تو خدا نہ تھا نام تھا کما نص فی الحدیث (جیساکہ حدیث میں اس پر نص وارد ہے۔ ت) تو اس کی ساری داد و دہش اسراف ہی تھی مگر سخائے خیر میں بھی شرع مطہر اعتدال کا حکم فرماتی ہے، قال اللہ تعالٰی:

ولا تجعل یدك مغلولة الی عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا[3] ○

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہُوا نہ رکھ اور نہ پُورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذٰلك قواما[4] ○

اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پہ رہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱ و ۷/ ۳۱ [2] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶ و ۲۷

[3] " ۱۷/ ۲۹ [4] " ۲۵/ ۶۷

آیۂ کریمہ واٰتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا[1] (اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دو اور بیجا خرچ نہ کرو۔ ت) کی شانِ نزول میں ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قصہ معلوم و معروف ہے رواہا ابن جریر وابن ابی حاتم[2] عن ابن جریج۔ اُدھر صحاح کی حدیث جلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تصدق کا حکم فرمایا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خوش ہوئے کہ اگر میں کبھی ابوبکر صدیق پر سبقت لے جاؤں گا تو وہ یہی بار ہے کہ میرے پاس مال بسیار ہے اپنے جملہ اموال سے نصف حاضر خدمت لائے، حضور نے فرمایا: اہل وعیال کے لئے کیا رکھا؟ عرض کی: اتنا ہی۔ اتنے میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر ہوئے اور اپنا کل مال حاضر لائے گھر میں کچھ نہ چھوڑا۔ ارشاد ہوا: اہل وعیال کے لئے کیا رکھا؟ عرض کی: اللہ اور اللہ کا رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس پر حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں میں وہی فرق ہے جو تمھارے ان جوابوں میں۔

ع نیز ایک صاحب انڈے برابر سونا لے کر حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ! یہ میں نے ایک کان میں سے پایا میں اسے تصدق کرتا ہوں اس کے سوا میری مِلک میں کچھ نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اعراض فرمایا، انھوں نے پھر عرض کی، پھر اعراض فرمایا۔ پھر عرض کی، پھر اعراض فرمایا۔ پھر عرض کی، حضور (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) نے وہ سونا اُن سے لے کر ایسا پھینکا کہ ان کے لگتا تو درد پہنچاتا یا زخمی کرتا۔ اور فرمایا: تم میں ایک شخص اپنا پورا مال لاتا ہے کہ یہ صدقہ ہے پھر بیٹھا لوگوں سے بھیک مانگے گا خیر الصدقۃ ما کان عن ظھر غنی بہتر صدقہ وہ ہے جس کے بعد آدمی محتاج نہ ہوجائے، رواہ ابوداؤد[3] وغیرہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ (اس کو ابوداؤد وغیرہ نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱

[2] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۳۱
جامع البیان (تفسیر ابن جریر) " " " " " " ۸/ ۴۷

[3] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرجل یخرج من مالہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۵-۳۶

اور تحقیق یہ ہے کہ عام کے لئے وہی حکم میانہ روی ہے اور صدق توکل و کمال تبتّل والوں کی شان بڑی ہے۔

ع۵ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

انفق یا بلال ولا تخش من ذی العرش اقلا لا۔ رواہ البزار عن بلال و ابو یعلٰی والطبرانی فی الکبیر[1] والاوسط والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی ہریرۃ والطبرانی فی الکبیر کالبزار عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم باسانید حسان۔

اے بلال! خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔ (بزار نے حضرت بلال سے، اور ابو یعلی اور طبرانی نے کبیر میں، جبکہ بزار نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم سے حسن سندوں کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

اس حدیث کا مورد یُوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس ایک خرمنِ خُرمہ ملاحظہ فرمایا، ارشاد ہوا: بلال! یہ کیا ہے؟ عرض کی، حضور کے مہمانوں کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ فرمایا: اما تخشی ان یکون لك دخان فی نار جہنم[2] کیا ڈرتا نہیں کہ اس کے سبب آتشِ دوزخ میں تیرے لئے دُھواں ہو، خرچ کر اے بلال! اور عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہ کر۔ بلکہ خود انھیں بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے بلال! فقیر مرنا غنی نہ مرنا۔ عرض کی: اس کے لئے کیا طریقہ برتوں؟ فرمایا: ما رزقت فلا تخبأ و ما سئلت فلا تمنع جو تجھے ملے اُسے نہ چھپا اور جو کچھ تجھ سے مانگا جائے انکار نہ کر۔ عرض کی: یا رسول اللہ! میں یہ کیونکر کرسکوں؟ فرمایا: ھو ذاك او النار یا یہ یا نار۔ رواہ الطبرانی فی

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۲۰ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/ ۳۴۰
الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی وابی یعلٰی والبزار الترغیب فی الانفاق مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۵۱
کشف الخفاء حدیث ۶۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۹۰
کنز العمال حدیث ۱۶۱۸۵ و ۱۶۱۸۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۸۷

[2] الترغیب والترھیب الترغیب فی الانفاق الخ مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۵۱

حکمِ الٰہی کی حد سے بڑھنا ___ یہ تفسیر ایاس بن معٰویہ بن قرہ تابعی ابن تابعی ابن صحابی کی ہے،
ابن جریر وابو الشیخ عن سفیٰن بن حسین عن ابی بشر قال اطاف الناس بایاس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
الکبیر وابو الشیخ فی الثواب والحاکم وقال صحیح الاسناد[1] (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ابوالشیخ نے ثواب میں اور حاکم نے روایت کیا اور فرمایا یہ صحیح الاسناد ہے۔ ت)

اگر کہیے اُن پر تاکید اس لئے تھی کہ وہ اصحاب صُفّہ سے تھے اور ان حضرات کرام کا عہد تھا کہ کچھ پاس نہ رکھیں گے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں۔ ت) ہاں اور ہم بھی نہیں کہتے کہ ایسا کرنا ہر ایک پر لازم ہے مگر ان حضرات پر اُس کے لازم فرمانے ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام فی نفسہٖ محمود ہے اور ہر صادق التوکل کو اُس کی اجازت ورنہ اُن کو بھی منع کیا جاتا جیسے ایک صاحب نے عمر بھر رات کو نہ سونے کا عہد کیا، ایک نے عمر بھر روزے رکھنے کا، ایک نے کبھی نکاح نہ کرنے کا۔ اس پر ناراضی فرمائی اور ارشاد ہوا: میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور شب کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور نکاح کرتا ہوں فمن رغب عن سنتی فلیس منّی تو جو میری سنّت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں، رواہ عن انس[2] رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔ ایک شخص نے پیادہ حج کی منّت مانی، ضُعف سے دو آدمیوں پر تکیہ دیے چل رہا تھا اُسے سوار ہونے کا حکم دیا اور فرمایا:
ان اللہ تعالٰی عن تعذیب ھذا نفسہ لغنی۔ رواہ[3] عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔
اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنی جان کو عذاب میں ڈالے (اس کو شیخین نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ۔ ت)

ع وقع فی نسخۃ الدرالمنثور المطبوعۃ بمصر سعید بن جبیر و ھو تصحیف اھ منہ عفی عنہ
(درمنثور مطبوعہ مصر کے نسخہ میں سعید بن جبیر واقع ہوا ہے، یہ تصحیف ہے اھ منہ عفی عنہ۔ ت)

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۲۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۳۴۱
المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/ ۳۱۶
الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی وابی الشیخ والحاکم الخ الترغیب فی الانفاق مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۲
[2] صحیح البخاری کتاب النکاح ۲/ ۷۵۷ و صحیح مسلم کتاب النکاح ۱/ ۴۴۹
[3] صحیح البخاری ابواب العمرۃ ۱/ ۲۵۱ و صحیح مسلم کتاب النذر ۲/ ۴۵ قدیمی کتب خانہ کراچی

بن معٰویۃ فقالوا ماالسرف قال ماتجاوزت بہ امراللہ فہوسرف[1]

ابن جریر وابوالشیخ سفیان بن حسین سے راوی ہیں وہ ابولبشر سے، انھوں نے کہا: ایاس بن معٰویہ کے گرد جمع ہوکر لوگوں نے ان سے پوچھا، اسراف کیا ہے؟ فرمایا: جس خرچ میں تم امرِالٰہی سے تجاوز کرجاؤ وہ اسراف ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۹۲۷ تا ۹۳۱)

(۸) زیب وزینت میں خرچ کرنے کے بارے میں فرمایا:

مراتب خمسہ کہ ہم اوپر بیان کرآئے اُن میں حاجت کے بعد منفعت پھر زینت ہے اور شک نہیں کہ ان میں خرچ بھی اسراف نہیں جب تک حدِ اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔ قال اللہ تعالٰی:

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق[2]

اے نبی! تم فرمادو کہ اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی اور پاکیزہ رزق کس نے حرام کئے ہیں۔ (ت)

مگر یہ تاویل کریں کہ حاجت سے ہر بکار آمد بات مراد ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۹۳۴)

(۹) نہر سے وضو میں بھی اسراف ثابت ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

اتمامِ تقریب یہ کہ حدیث نے نہر جاری میں بھی اسراف ثابت فرمایا اور اسراف شرع میں مذموم ہی ہوکر آیا ہے۔ آیۂ کریمہ لاتسرفوا انہ لایحب المسرفین[3] (اسراف نہ کرو اللہ تعالٰی مسرفین کو محبوب نہیں رکھتا۔ ت) مطلق ہے تو یہ اسراف بھی مذموم وممنوع ہی ہوگا بلکہ خود اسراف فی الوضوء میں نہی وارد اور نہی حقیقۃً مفید تحریم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۹۸۴)

(۱۰) معنیٔ عبث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بلاشُبہہ فاعل سے دفعِ عبث کے لئے صرف فعل فی نفسہٖ مفید ہونا کافی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ یہ بھی اس سے فائدۂ معتدبہا بمعنیٰ مذکورہ کا قصد کرے ورنہ اس نے اگر کسی قصدِ فضول وبےمعنٰی سے کیا تو اس پر الزامِ عبث ضرور لازم،

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۶/۱۴۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/۷۴
الدر المنثور بحوالہ ابی الشیخ " " " " " ۳/۳۳۲

[2] القرآن الکریم ۷/۳۲

[3] " ۶/۱۴۱ و ۷/۳۱

فانما الاعمال بالنیات و انما لکل امریٔ ما نوی۔[1]

کیونکہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی (ت)

اور قصد کے لئے علم درکار کہ مجہول کا ارادہ نہیں ہوسکتا، زید سرِ راہ بیٹھا تھا ایک کھاتا پیتا ناشناسا گھوڑے پر سوار جا رہا تھا اس نے ہزار روپے اُٹھا کر اُسے دے دیئے کہ نہ صدقہ نہ صلۂ رحم نہ محتاج کی اعانت نہ دوست کی امداد، کوئی نیت صالحہ نہ تھی، نہ ریا یا نام وغیرہ کسی مقصد بد کا محل تھا تو اسے ضرور حرکت عبث کہیں گے اگرچہ واقع میں وہ اس کا کوئی ذی رحم ہو جسے یہ نہ پہچانتا تھا۔ مقاصدِ شرعیہ پر نظر کرنے سے یہ حکم خوب منجلی ہوتا ہے۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

وما اٰتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ ج وما اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولٰئک ھم المضعفون۔[2]

جو فزونی تم دو کہ لوگوں کے مال میں زیادت ہو وُہ خدا کے نزدیک نہ بڑھے گی اور جو صدقہ دو خدا کی رضا چاہتے تو انھیں لوگوں کے دُونے ہیں۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الم تر الی الرجل یقول للرجل لامولنك فیعطیہ فھذا لایربو عند اللہ، لانہ یعطیہ لغیر اللہ لیثری مالہ۔[3]

کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے میں تجھے مالدار کردوں گا، پھر اسے دیتا ہے کہ یہ دینا خدا کے یہاں نہ بڑھے گا کہ اس نے غیر خدا کے لئے صرف اس نیت سے دیا کہ اس کا مال بڑھا دوں۔

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

کان ھذا فی الجاھلیۃ یعطی احدھم ذا القرابۃ المال یکثر بہ مالہ۔[4]

یہ زمانۂ جاہلیت میں تھا اپنے عزیز کا مال بڑھانے کو اسے مال دیا کرتے۔

---

[1] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی الٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

[2] القرآن الکریم ۳۰/ ۳۹

[3] جامع البیان (تفسیر الطبری) عن ابن عباس تحت الآیۃ ۳۰/ ۳۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱/ ۵۵

[4] " بحوالہ ابراہیم النخعی " " " " " ۲۱/ ۵۵

رواھما ابن جریر (ان دونوں کو ابن جریر نے روایت کیا۔ ت)
دیکھو فعل فی نفسہٖ مثمر ثمرہ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلۂ رحم ومواسات پر مشتمل تھا مگر جب کہ اس نے اس کا قصد نہ کیا بے ثمر رہا۔ (فتاوی رضویہ ج اص ۱۰۰۰ تا ۱۰۰۲ ج)

(۱۱) حکمِ عبث کی تنقیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
بیان سابق سے واضح ہوا کہ عبث کا مناط فعل میں فائدہ معتد بہا مقصود نہ ہونے پر ہے اور وہ اپنے عموم سے قصد مضر وارادۂ شر کو بھی شامل، تو بظاہر مثل اسراف اس کی بھی دو صورتیں، ایک فعل بقصد شنیع، دوسری یہ کہ نہ کوئی بری نیت ہو نہ اچھی۔ رب عزوجل نے فرمایا:
افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون[1]
کیا تم اس گمان میں ہو کہ ہم نے تمھیں عبث بنایا اور تم ہماری طرف نہ پلٹو گے۔
علماء نے اس آیۂ کریمہ میں عبث کو معنی دوم پر لیا یعنی کیا ہم نے تم کو بیکار بنایا، تمھاری آفرینش میں کوئی حکمت نہ تھی، یونہی ہمیشہ پیدا ہوتے، بیہودہ مرجاؤ گے، نہ حساب نہ کتاب، نہ عذاب نہ ثواب۔ جیسے وہ خبیث کہا کرتے تھے:
ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیٰ وما نحن بمبعوثین[2]۔
یہ تو نہیں مگر یہی ہماری دنیا کی زندگی، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں، اور مرنے کے بعد دوبارہ ہم نہ اٹھائے جائیں گے۔ (ت)
اس پر رد کو یہ آیت اتری۔
کما تقدم بعض نقولہ وزعم العلامۃ الخفاجی بعد ما ذکر فی العبث ثلث عبارات تقدمت والظاھر ان المراد (ای فی ھذہ الکریمۃ) الاول[3] اھ
اقول اولاً علمت ان الکل واحد وثانیاً ان ابقینا التغایر فالظاھر الاخیران لان فی الھمزۃ انکار ما حسبوہ لایجاب ما سلبوہ ولیس المراد اثبات فائدۃ ما ولو غیر معتد بھا ولھذا قال فی الارشاد بغیر حکمۃ

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۱۵
[2] " ۲۳/ ۳۷
[3] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۶۱۱

7

بالغة[1] واطلق الجلال لان حکم اللہ تعالیٰ کلھا بالغة علی ان الحکمة نفسھا یستحیل ان لایعتدبھا۔

جیساکہ اس کی کچھ نقلیں گزرچکیں ـــــ اور علامہ خفاجی نے عبث سے متعلق وہ تین عبارتیں ذکرکیں جو گزرچکیں، پھر یہ کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں مراد پہلا معنی ہے اھ ـــــ

اقول اولاً یہ واضح ہوچکا کہ سب تعریفیں ایک ہی ہیں۔ ثانیاً اگرہم تغایر باقی رکھیں تو ظاہر آخری دو تعریفیں ہیں۔ اس لئے کہ ہمزہ میں ان کے گمان کا انکار ہے تاکہ اس کا اثبات ہو جس کی انھوں نے نفی کی۔ اور مراد یہ نہیں کہ کسی بھی فائدہ کا اثبات ہوجائے اگرچہ قابل لحاظ شمار نہ ہو۔ اور اس لئے ارشاد میں فرمایا: بغیر حکمتِ بالغہ کے۔ اور جلال نے مطلق رکھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم بالغ ہے، علاوہ ازیں بذاتِ خود حکمت ناممکن ہے کہ غیر معتد بہا ہو۔ (ت)

اور سیدنا ہود علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قوم عاد سے فرمایا:

اتبنون بکل ریع اٰیة تعبثون ○ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون[2] ○

کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو عبث کرتے یا عبث کے لئے، اور کارخانے بناتے ہو گویا تمھیں ہمیشہ رہنا ہے۔

اس آیۂ کریمہ میں بعض نے کہا، راستوں میں مسافروں کے لئے بے حاجت بھی جگہ جگہ علامتیں قائم کرتے تھے۔

ذکرہ فی الکبیر وتبعہ البیضاوی وابوالسعود والجمل قال فی الانوار (اٰیة) علما للمارة (تعبثون) ببنائھا اذ کانوا یھتدون بالنجوم فی اسفارھم فلا یحتاجون الیھا[3] اھ فاوردان لانجوم بالنھار وقد یحدث باللیل من الغیوم مایستر النجوم، واجاب فی العنایة بانھم لایحتاجون الیھا غالبا اذ مرالغیم نادر لاسیما فی دیار العرب[4] اھ۔

---

[1] الارشاد العقل السلیم تحت الآیة ۲۳/۱۱۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/۱۵۳
[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۲۸ و ۱۲۹
[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیة ۲۶/۱۲۸ و ۱۲۹ دارالفکر بیروت ۴/۲۴۷
[4] عنایة القاضی علٰی تفسیر البیضاوی ؍؍ ؍؍ ؍؍ دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/۱۹۹

7/7

اسے تفسیر کبیر میں ذکر کیا اور بیضاوی، ابو السعود اور جمل نے اس کا اتباع کیا۔ انوار التنزیل بیضاوی میں ہے (نشان) گزرنے والوں کے لئے علامت (عبث کرتے ہو) اسے بنا کر۔ اس لئے کہ وہ اپنے سفروں میں ستاروں سے راہ معلوم کرتے تھے تو انھیں نشانات کی حاجت نہ تھی اھ۔ اس پر اعتراض ہُوا کہ دن میں ستارے نہیں ہوتے اور رات کو کبھی اتنی بدلی ہو جاتی ہے کہ ستارے چُھپ جاتے ہیں — عنایۃ القاضی میں علامہ خفاجی نے اس کا یہ جواب دیا کہ زیادہ تر انھیں اس کی حاجت نہ تھی اس لئے کہ بدلی ہونا نادر ہے خصوصاً دیارِ عرب میں اھ۔ (ت)

اقول اولا لم یجب عن النھار وانما بہ اکثر الاسفار وثانیا ان سلم الندور فعمل ما یحتاج الیہ ولو احیانا لا یعد عبثا قال "مع انہ لو احتیج لھا لم یحتج الی ان یجعل فی کل ریع فان کثرتھا عبث اھ[1]"

اقول اولا دن والی صورت سے اعتراض کا جواب نہ دیا جب کہ زیادہ تر سفر دن ہی میں ہوتے ہیں۔ ثانیاً اگر بدلی کا نادراً ہی ہونا تسلیم کر لیا جائے تو بھی ایسی چیز بنانا جس کی ضرورت پڑتی ہو اگرچہ کبھی کبھی پڑتی ہو، عبث شمار نہ ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں: باوجودیکہ اگر اس کی ضرورت ہو تو بھی اس کی ضرورت نہیں کہ ہر بلندی پر بنائیں اس لئے کہ ان نشانات کی کثرت بلاشُبہہ عبث ہے اھ (ت)

اقول ھذا منزع اٰخر فلا یرفع الایراد عن القاضی قال وقال الفاضل الیمنی ان اماکنھا المرتفعۃ تغنی عنھا فھی عبث اھ[2]۔

اقول یہ ایک دوسرا رُخ ہے اس سے قاضی کا اعتراض نہیں اٹھتا آگے لکھتے ہیں فاضل یمنی نے کہا ان بلند جگہوں سے ان نشانات کا مقصد یُونہی پُورا ہو جاتا تھا تو یہ عبث ٹھہرے اھ۔

اقول اولا ارتفاع الاماکن لا یبلغ بحیث یراھا القاصد من ای مکان بعید قصد وثانیا ھو منزع ثالث وکلامنا فی کلام الانوار، وبالجملۃ ھو وجہ زیف ولا اعلم لہ سندا من السلف ولقد احسن النیسا بوری اذ اسقطہ من تلخیص الکبیر۔

اقول اولاً جگہوں کی اونچائی اس حد تک نہیں ہوتی کہ عازمِ سفر جس دُور جگہ سے بھی چاہے دیکھ لے۔

---

[1] و [2] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۸ و ۱۲۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۱۹۹

ثانیًا یہ ایک تیسرا رُخ ہوا۔ اور ہماری گفتگو کلامِ بیضاوی سے متعلق ہے۔ الحاصل یہ ایک کمزور درجہ ہے اور سلف سے اس کی کوئی سند میرے علم میں نہیں۔ اور نیشاپوری نے بہت اچھا کیا کہ تفسیر کبیر کی تلخیص سے اسے ساقط کردیا۔ (ت)

اقول وتعبیری اذ قلت یبنون من دون حاجۃ ایضا احسن من تعبیر الکبیر ومن تبعہ کما تری۔

اقول میری یہ تعبیر کہ "بے حاجت بھی بناتے تھے" تفسیر کبیر اور اس کے متبعین کی تعبیر سے بہتر ہے جیسا کہ پیشِ نظر ہے۔ (ت)

امام مجاہد وسعید بن جبیر نے فرمایا: جگہ جگہ کبوتروں کی کابکیں بناتے ہیں۔

رواہ عن الاول ابن جریر[1] فی (اٰیۃ) وھو والفریابی وسعید بن منصور وابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابنا المنذر وابی حاتم فی (مصانع)[2] وعزاہ للثانی فی المعالم[3]۔

اسے امام مجاہد سے ابن جریر نے "آیہ" کے معنی میں روایت کیا اور ابن جریر، فریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے ان سے "مصانع" کے معنی میں روایت کیا۔ اور معالم التنزیل میں اسے حضرت سعید بن جبیر کے حوالے سے بیان کیا۔ (ت)

ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی دوم ہوگا یعنی لغو ولہو۔ بعض نے کہا، ہر جگہ اونچے اونچے محل تکبّر وتفاخر کے لئے بناتے۔

ذکرہ الکبیر ومن بعدہ وللفریابی وابناء حمید وجریر والمنذر وابی حاتم عن مجاھد وتتخذون مصانع قال قصورا مشیّدۃ وبنیانا مخلدا[4] ولابن جریر عنہ قال اٰیۃ بنیان[5]۔

---

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹/ ۱۱۰
[2] الدرالمنثور بحوالہ الفریابی وغیرہ " " " " " ۶/ ۲۸۲
[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) " " دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۳۶
[4] الدرالمنثور بحوالہ الفریابی وغیرہ " ۲۶/ ۱۲۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۲۸۲
[5] جامع البیان (تفسیر الطبری) " " " " " ۱۹/ ۱۱۰

اسے تفسیر کبیر میں ذکر کیا اور اس کے بعد کے مفسرین نے بھی ۔ اور فریابی، ابن حمید، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد سے روایت کی "وتتخذون مصانع" انھوں نے کہا مضبوط محل اور دوامی عمارت ۔ اور ابن جریر نے ان سے روایت کی کہ آیۃ یعنی عمارت (ت) ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہوا جو راستے سیدنا ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جاتے اُن پر محل بنائے تھے کہ اُن میں بیٹھ کر خدمتِ رسالت میں حاضر ہونے والوں سے تمسخر کرتے۔ ذکرہ فی مفاتیح[1] الغیب و رغائب الفرقان (اسے مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) اور رغائب الفرقان (نیشاپوری) میں ذکر کیا۔ ت) یا سرِ راہ بناتے ہر راہ گیر سے ہنستے ذکرہ البغوی والبیضاوی[2] وابو السعود واقتصر علیہ الجلال[3] ملتزما للاقتصار علی اصح الاقوال (اسے بغوی، بیضاوی اور ابو السعود نے ذکر کیا، اور جلالین میں صرف اسی کو بیان کیا کہ اس میں یہ التزام کیا ہوا ہے کہ اس تفسیر میں صرف اصح اقوال پر اکتفا ہو گا۔ ت)

ان دونوں تفسیروں پر یہ عبث بمعنی اول ہو گا یعنی قصدِ شر وارادہ ضرر۔

بالجملہ دونوں معنے کا پتا قرآن عظیم سے چلتا ہے اگرچہ متعارف غالب میں اس کا استعمال معنی دوم پر ہی ہے، بیہودہ و بیمعنے کام ہی کو عبث کہتے ہیں نہ کہ معاصی و ظلم و غصب و زنا و ربا وغیرہا کو۔

(فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۱۰۱۲ تا ۱۰۱۷)

(۱۲) وسوسۂ شیاطین کے بارے میں فرماتے ہیں:

شیطان دو قسم کے ہوتے ہیں:

شیا[1]طین الجن کہ ابلیس لعین اور اس کی اولاد ملاعین ہیں اعاذنا اللہ والمسلمین من شرھم وشر الشیٰطین اجمعین (اللہ تعالٰی ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان کے شر اور تمام شیاطین کے شر سے پناہ دے۔ ت)

دوسرے[2] شیاطین الانس کہ کفار و مبتدعین کے داعی و منادی ہیں۔

۱؎ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر)	تحت الآیۃ ۲۶/ ۱۲۹	دار الکتب العلمیہ بیروت	۲۴/ ۱۳۵
غرائب القرآن و رغائب الفرقان)	״ ״ ״	مصطفی البابی مصر	۱۹/ ۶۵
۲؎ معالم التنزیل (تفسیر البغوی)	״ ״ ״	دار الکتب العلمیہ بیروت	۳/ ۳۳۷
انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی)	״ ״ ״	دار الفکر بیروت	۴/ ۲۴۸
۳؎ تفسیر جلالین	״ ۲۶/ ۱۲۸	اصح المطابع دہلی	ص ۳۱۴

لعنھم اللہ وخذلھم ابدا ونصرنا علیھم نصرا مؤبدا اٰمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم اجمعین، اٰمین!

خدا ان پر لعنت فرمائے اور ان کو ہمیشہ بے سہارا رکھے اور ان پر ہمیں دائمی نصرت عطا فرمائے، الٰہی بطفیل سیّد المرسلین قبول فرما، حضور پر اور تمام رسولوں پر خدائے برتر کا درود وسلام ہو۔ آمین۔(ت)

ہمارا رب عزوجل فرماتا ہے:

وکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا[1]

یُونہی ہم نے ہر نبی کا دشمن کیا شیطان آدمیوں اور شیطان جِنّوں کو کہ آپس میں ایک دوسرے کے دل میں بناوٹ کی بات ڈالتے ہیں دھوکا دینے کے لئے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے فرمایا، اللہ کی پناہ مانگ شیطان آدمیوں اور شیطان جِنّوں کے شر سے۔ عرض کی، کیا آدمیوں میں بھی شیطان ہیں؟ فرمایا، ہاں۔ رواہ احمد وابن ابی حاتم والطبرانی عن ابی امامۃ واحمد[2] وابن مردویہ والبیہقی فی الشعب عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہما (اس کی روایت احمد نے ابن ابی حاتم اور طبرانی نے ابی امامہ سے اور احمد نے ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب میں ابوذر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے کی۔ ت)

ائمہ دین فرمایا کرتے کہ شیطان آدمی شیطان جن سے سخت تر ہوتا ہے رواہ ابن جریر عن عبدالرحمٰن بن زید (اس کو ابن جریر نے عبدالرحمٰن بن زید سے روایت کیا۔ ت)

اقول آیہ کریمہ میں شیاطین الانس کی تقدیم بھی اسی طرف مشیر، اس حدیث کریم نے کہ جب شیطان وسوسہ ڈالے اتنا کہہ کر الگ ہو جاؤ کہ "تو جھوٹا ہے"۔ دونوں قسم کے شیطانوں کا علاج فرمادیا، شیطان آدمی ہو خواہ جن اس کا قابو اسی وقت چلتا ہے جب اس کی سُننے اور

---

[1] القرآن الکریم ۶ / ۱۱۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵ / ۱۷۸ و ۲۶۵

الدرالمنثور بحوالہ احمد وابن ابی حاتم وغیرہا تحت الآیۃ ۶ / ۱۱۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳ / ۳۰۷ و ۳۰۸

تنکا توڑ کر ہاتھ پر دھر دیجے کہ "تُو جھوٹا ہے" تو خبیث اپنا سا مُنہ لے کر رہ جاتا ہے۔

آج کل ہمارے عوام بھائیوں کی سخت جہالت یہ ہے کہ کسی آریہ نے اشتہار دیا کہ اسلام کے فلاں مضمون کے رَد میں فلاں وقت لکچر دیا جائے گا یہ سُننے کے لئے دوڑے جاتے ہیں، کسی پادری نے اعلان کیا کہ نصرانیت کے فلاں مضمون کے ثبوت میں فلاں وقت ندا ہو گی، یہ سُننے کے لئے دوڑے جاتے ہیں۔

بھائیو! تم اپنے نفع و نقصان کو زیادہ جانتے ہو یا تمھارا رب عزّ وجل تمھارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اُن کا حکم تو یہ ہے کہ شیطان تمھارے پاس وسوسہ ڈالنے آئے تو سیدھا جواب یہ دے دو کہ "تُو جھُوٹا ہے" نہ یہ کہ تم آپ دوڑ دوڑ کے اُن کے پاس جاؤ اور اپنے رب جل وعلا، اپنے قرآن، اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کلماتِ ملعونہ سُنو۔

اقول یہ آیت جو ابھی تلاوت ہوئی اسی کا تتمہ اور اس کے متصل کی آیات کریمہ تلاوت کرتے جاؤ دیکھو قرآن عظیم تمھاری اس حرکت کی کیسی کیسی شناعتیں بتاتا اور اُن ناپاک لکچروں، نداؤں کی نسبت تمھیں کیا کیا ہدایت فرماتا ہے، کریمہ مذکورہ کے تتمہ میں ارشاد ہوتا ہے:

ولو شاء ربك ما فعلوه فذرهم وما يفترون[1]

اور تیرا رب چاہتا تو وہ یہ دھوکے بناوٹ کی باتیں نہ بناتے پھرتے، تو تُو انھیں اور ان کے بہتانوں کو یک لخت چھوڑ دے۔

دیکھو اُنھیں اور اُن کی باتوں کو چھوڑنے کا حکم فرمایا یا اُن کے پاس سننے کے لئے دوڑنے کا۔ اور سنئے اس کے بعد کی آیت میں فرماتا ہے:

ولتصغى اليه افئدة الذين لا يؤمنون بالاٰخرة وليرضوه وليقترفوا ماهم مقترفون[2]

اور اس لئے کہ اُن کے دل اُس کی طرف کان لگائیں جنھیں آخرت پر ایمان نہیں اور اسے پسند کریں اور جو کچھ ناپاکیاں وہ کر رہے ہیں یہ بھی کرنے لگیں۔

دیکھو اُن کی باتوں کی طرف کان لگانا اُن کا کام بتایا جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اُس کا نتیجہ یہ فرمایا کہ وہ ملعون باتیں ان پر اثر کر جائیں اور یہ بھی اُن جیسے ہو جائیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ لوگ اپنی جہالت سے گمان کرتے ہیں کہ ہم اپنے دل سے مسلمان ہیں ہم پر ان کا کیا اثر ہو گا حالانکہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۲
[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۳

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں :

من سمع بالدجال فلینأ منہ فواللہ ان الرجل لیاتیہ وھو یحسب انہ مؤمن فیتبعہ مما یبعث بہ من الشبہات ۔ رواہ ابوداؤد[1] عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابۃ جمیعا۔

جو دجال کی خبر سُنے اُس پر واجب ہے کہ اُس سے دُور بھاگے کہ خدا کی قسم آدمی اس کے پاس جائے گا اور یہ خیال کرے گا کہ میں تو مسلمان ہوں یعنی مجھے اس سے کیا نقصان پہنچے گا وہاں اُس کے دھوکوں میں پڑکر اُس کا پیرو ہوجائے گا (اسے ابوداؤد نے عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام صحابہ سے روایت کیا۔ ت)

کیا دجال ایک اُسی دجال اخبث کو سمجھتے ہو جو آنے والا ہے، حاشا تمام گمراہوں کے داعی منادی سب دجال ہیں اور سب سے دور بھاگنے ہی کا حکم فرمایا اور اس میں یہی اندیشہ بتایا ہے۔
رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

یکون فی اٰخر الزمان دجّالون کذّابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اٰباءکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ۔ مسلم[2] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آخر زمانے میں دجّال کذّاب لوگ ہوں گے کہ وہ باتیں تمھارے پاس لائیں گے جو نہ تم نے سُنیں نہ تمھارے باپ دادا نے، تو اُن سے دُور رہو اور انھیں اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں (اسے مسلم نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور سُنئے اس کے بعد کی آیات میں فرماتا ہے :

افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم الکتٰب مفصلا ط والذین اٰتینٰھم الکتٰب یعلمون انہ منزل من ربک بالحق فلا تکونن من الممترین ○ وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمتہ وھو السمیع العلیم ○ وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۳۷
[2] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

سبیل اللّٰہ ان یتبعون الّا الظن وان ھم الا یخرصون ۝ ان ربّک ھو اعلم من یضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین[۱] ۝

تو کیا اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا ڈھونڈوں حالانکہ اس نے مفصل کتاب تمھاری طرف اتاری اور اہلِ کتاب خوب جانتے ہیں کہ وہ تیرے رب کے پاس سے حق کے ساتھ اُتری تو خبردار شک نہ کرنا اور تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں کامل ہے کوئی اس کی باتوں کا بدلنے والا نہیں اور وہ شنوا و دانا ہے اور زمین والوں میں زیادہ وہ ہیں کہ تو ان کی پیروی کرے تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں وہ تو گمان کے پیرو ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں بیشک تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بہکے گا اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔

یہ تمام آیاتِ کریمہ انھیں مطالب کے سلسلۂ بیان میں ہیں گویا ارشاد ہوتا ہے تم جو اُن شیطان آدمیوں کی باتیں سُننے جاؤ کیا تمھیں یہ تلاش ہے کہ دیکھیں اس مذہبی اختلاف میں یہ لکچرار یا یہ منادی کیا فیصلہ کرتا ہے، ارے خدا سے بہتر فیصلہ کس کا، اس نے مفصل کتاب قرآن عظیم تمھیں عطا فرمادی، اس کے بعد تم کو کسی لکچرر ندا کی کیا حاجت ہے لکچر والے جو کسی کتاب دینی کا نام نہیں لیتے کس گنتی شمار میں ہیں یہ کتاب والے دل میں خوب جانتے ہیں کہ قرآن حق ہے تعصب کی پٹی آنکھوں پر بندھی ہے کہ ہٹ دھرمی سے مکرے جاتے ہیں تو تجھے کیوں شک پیدا ہو کہ اُن کی سُننا چاہے تیرے رب کا کلام صدق و عدل میں بھرپور ہے کل تک جو اس پر تجھے کامل یقین تھا آج کیا اس میں فرق آیا کہ اس پر اعتراض سُننا چاہتا ہے کیا خدا کی باتیں کوئی بدل سکتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میرا کوئی مقال کوئی خیال خدا سے چھپ رہے گا وہ سُنتا جانتا ہے۔ دیکھ اگر تو نے اُن کی سُنی تو وہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں گے کیا یہ خیال کرتا ہے کہ ان کا علم دیکھوں کہاں تک ہے، یہ کیا کہتے ہیں۔ ارے ان کے پاس علم کہاں وہ تو اپنے اوہام کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں جن کا تحمل نہ بڑا، جب اللہ واحد قہار کی گواہی ہے کہ ان کے پاس نری مہمل اٹکلوں کے سوا کچھ نہیں تو اُن کو سننے کے کیا معنے، سننے سے پہلے وہی کہہ دے جو تیرے نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا کہ "کذبت" شیطان تو جھوٹا ہے، اور اس گھمنڈ میں نہ رہنا کہ مجھ کو کیا گمراہ کریں گے میں تو راہ پر ہوں، تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بہکے گا اور کون راہ پر ہے، تو پورا راہ پر ہوتا تو بے راہوں کی سُننے ہی کیوں

---

[۱] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۴ تا ۱۱۷

جاتا حالانکہ تیرا رب فرماچکا ذرھم وما یفترون[۱] چھوڑ دے انھیں اور اُن کے بہتانوں کو، تیرے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماچکے: ایاکم وایاھم[۲] اُن سے دُور رہو اور اُن کو اپنے سے دُور کرو، کہیں وہ تم کو بہکا نہ دیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ا ص ۱۰۵، ۱۰۶۲ تا ۱۰۶۲)

(۱۳) کفار کے جلسوں میں جاکر لیکچر سُننے کے گناہ اور وبال کے بارے میں فرماتے ہیں:

اگر مسلمان اپنا ایمان سنبھالیں اپنے ربّ و قرآن و رسول کی عزت و عظمت پیش نظر رکھیں اور ایکا کرلیں کہ وہ خبیث لکچر گندی ندائیں سُننے کوئی نہ جائے گا جو وہاں موجود ہو وہ بھی فورًا وہی مبارک ارشاد کا کلمہ کہہ کر کہ تُو جھُوٹا ہے چلا جائے گا تو کیا وہ دیواروں پتھروں سے اپنا سر پھوڑیں گے تو تم سُن سُن کر کھلواتے ہو نہ تم سُنو نہ وہ کہیں، پھر انصاف کیجئے کہ اس کہنے کا وبال کس پر رہا۔ علماء فرماتے ہیں ہٹے کٹّے جوان تندرست جو بھیک مانگنے کے عادی ہوتے ہیں اور اسی کو اپنا پیشہ کرلیتے ہیں انھیں دینا ناجائز ہے کہ اس میں گناہ پر شہ دینی ہے، لوگ نہ دیں تو جھک ماریں اور محنت مزدوری کریں۔

بھائیو! جب اس میں گناہ کی امداد ہے تو اس میں تو کفر کی مدد ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ قرآن عظیم کے نص قطعی نے ایسی جگہ سے فورًا ہٹ جانا فرض کردیا اور وہاں ٹھہرنا فقط حرام ہی نہ فرمایا بلکہ سُنو تو کیا ارشاد کیا۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جھنم جمیعا[۳]۔

یعنی بیشک اللہ تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب تم سنو کہ خدا کی آیتوں سے انکار ہوتا اور ان کی ہنسی کی جاتی ہے تو اُن لوگوں کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور باتوں میں مشغول نہ ہوں، اور تم نے نہ مانا اور جس وقت وہ آیات اللہ پر اعتراض کررہے ہیں وہاں بیٹھے رہے تو جب تو تم بھی انھیں جیسے ہو بیشک اللہ تعالٰی منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

آہ آہ حرام تو ہر گناہ ہے، یہاں تو اللہ واحد قہار یہ فرمارہا ہے کہ وہاں ٹھہرے تو تم بھی انھیں جیسے ہو۔ مسلمانو! کیا قرآن عظیم کی یہ آیات تم نے منسوخ کردیں یا اللہ عزوجل کی اس سخت وعید کو سچا نہ سمجھے یا کافروں جیسا ہونا قبول کرلیا۔ اور جب کچھ نہیں تو ان جمگھٹوں کے کیا معنٰی ہیں جو آریوں پادریوں کے لکچروں نداؤں پر ہوتے ہیں اُن جلسوں میں شرکت کیوں ہے جو خدا[۱] و رسول[۲] و قرآن پر اعتراض

---

[۱] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۲
[۲] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰
[۳] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰ [۱] و [۲] جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

کے لئے جاتے ہیں۔ بھائیو! میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے، انکم اذا مثلھم[1] (تم بھی انھیں جیسے ہو۔ ت) (فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۱۰۶۲ و ۱۰۶۳)

(۱۴) جنبی کے لئے قراءتِ قرآن کی ممانعت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ظاہر ہے کہ ان کے ماوراء مثل قصص وغیرہا میں نہ تو حاجت ہے نہ وہ دعا و ثنا کے معنی ہیں کہ ان سے ملحق ہو سکیں تو بعد قصد قرآن پھر تبدیل نیت وہی شہد کو دانستہ نمک ٹھہرا کر کھانا ہوگا تو حکم ممانعت ہی چاہئے جب تک شرع سے اجازت ثابت نہ ہو اور وہ کہیں ثابت نہیں معہذا اگر مطلقاً تبدیل نیت کی اجازت ہو تو جو کلام طویل قرآن عظیم نے اپنے محبوبوں مقبولوں یا دشمنوں سے نقل فرمائے اور دور تک ان کا سلسلہ چلا گیا ہے جیسے سورۂ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں قال چھوڑ کر رب انی دعوت قومی لیلا و نہارا ○ سے لتسلکوا منہا سبلا فجاجا ○[2] تک سولہ[16] آیتیں متواتر، اور سورۂ جن میں انا سمعنا قراٰنا عجبا ○ سے واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا ○[3] تک پندرہ[15] آیتیں، اور سورہ لقمان میں یٰبنیّ انہا ان تک سے ان انکر الاصوات لصوت الحمیر ○[4] تک چار طویل آیتیں کہ ہر ایک تین آیت کی مقدار سے زائد ہے، اور سورۂ اسرا میں "وقالوا" چھوڑ کر "لن نؤمن" سے "کتٰبا نقرؤہ"[5] تک اس نیت سے کہ یہ نوح و لقمان و جن و کفار کے کلام ہیں پڑھ سکے بلکہ تمام سورۂ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام شروع سورت کے اذ قال یوسف لابیہ سے گیارھویں رکوع کے اواخر والحقنی بالصّٰلحین ○[6] تک جس کی مقدار نصف پارۂ قرآن عظیم سے بھی زائد ہے بحالِ جنابت بہ نیت حکایتِ قصّہ پڑھ جائے اور جائز ہو صرف بیچ بیچ میں سے چند جملے جو قرآنیت کے لئے متعین ہیں ترک کر دے یعنی رکوع دوم میں واوحینا الیہ لتنبئنہم[7] نصف آیت، سوم میں وکذٰلک مکنا سے نجزی المحسنین ○[8] تک کچھ کم دو[2] آیتیں، پھر کذٰلک لنصرف[9] نصف آیت، ہفتم میں وکذٰلک مکنّا[10] ایک آیت، ہشتم میں وانہ لذو علم لما علمنٰہ[11] تہائی آیت، نہم میں کذٰلک کدنا لیوسف اور نرفع درجٰت من نشاء[12] چہارم آیت وبس جس کی مقدار

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰
[2] القرآن الکریم ۷۱/ ۵ تا ۲۰
[3] 〃 ۷۲/ ۱ تا ۱۵
[4] 〃 ۳۱/ ۱۶ تا ۱۹
[5] 〃 ۱۷/ ۹۰ تا ۹۳
[6] 〃 ۱۲/ ۴ تا ۱۰۱
[7] 〃 ۱۲/ ۱۵
[8] 〃 ۱۲/ ۲۱ و ۲۲
[9] 〃 ۱۲/ ۲۴
[10] 〃 ۱۲/ ۵۶
[11] 〃 ۱۲/ ۶۸
[12] 〃 ۱۲/ ۷۶

چورانوے[۹۴] آیت طویل ہوئی یہ کس قدر مستبعد اور قرآن عظیم کے ادب سے جدا و ابعد ہے تو سوا ان صور استثنا کے مطلقاً ممانعت چاہئے، اور حاصل حکم یہ ٹھہرا کہ بہ نیتِ قرآن ایک حرف بھی روا نہیں، اور جو الفاظ اپنے کلام میں زبان پر آجائیں اور بے قصد موافقت اتفاقاً کلماتِ قرآنیہ سے متفق ہوجائیں زیرِ حکم نہیں، اور قرآن عظیم کا خیال کرکے بے نیتِ قرآن ادا کرنا چاہے تو صرف دو صورتوں میں اجازت، ایک یہ کہ آیاتِ دعا وثنا بہ نیتِ دعا وثنا پڑھے، دوسرے یہ کہ بحاجتِ تعلیم ایک ایک کلمہ مثلاً اس نیت سے کہ یہ زبانِ عرب کے الفاظِ مفردہ ہیں کہتا جائے اور ہر دو لفظ میں فصل کرے متواتر نہ کہے کہ عبارت منتظم ہوجائے کما نصوا علیہ (جیسا کہ علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) ان کے سوا کسی صورت میں اجازت نہیں۔

ھذا ما ظھر لی وارجو انیکون صوابا و باللّٰہ التوفیق و للّٰہ الحمد ابدا۔

یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا اور امید رکھتا ہوں کہ درست ہو، اور خدا ہی سے توفیق ہے اور اللہ ہی کے لئے ہمیشہ حمد ہے۔ (ت)

تنبیہ: تمام کتب میں آیاتِ ثنا کو مطلق چھوڑا اور اس میں ایک قید ضروری ہے کہ ضروری یعنی بدیہی ہونے کے سبب علمائے ذکر نہ فرمائی وہ آیاتِ ثنا جن میں رب عزوجل نے بصیغۂ متکلم اپنی حمد فرمائی جیسے وانی لغفار لمن تاب[۱] اُن کو بہ نیتِ ثنا بھی پڑھنا حرام ہے کہ وہ قرآنیت کے لئے متعین ہیں بندہ اُنھیں میں انشائے ثنا کی نیت کرسکتا ہے جن میں ثنا بصیغۂ غیبت یا خطاب ہے۔

تنبیہ: اقول یہاں ایک اور نکتہ ہے بعض آیتیں یا سورتیں ایسی ہی دعا وثنا ہیں کہ بندہ اُن کی انشا کرسکتا ہے بلکہ بندہ کو اسی لئے تعلیم فرمائی گئی ہیں مگر اُن کے آغاز میں لفظ قل ہے جیسے تینوں قل اور کریمہ قل اللھم ملک الملک[۲] ان میں سے یہ لفظ چھوڑ کر پڑھے کہ اگر اس سے امرِ الٰہی مراد لیتا ہے تو وہ عین قراءت ہے اور اگر یہ تاویل کرے کہ خود اپنے نفس کی طرف خطاب کرکے کہتا ہے قل اس طرح کہہ، یُوں ثنا و دُعا کر، تو یہ امر بدعا وثنا ہوا نہ کہ دعا وثنا، اور شرع سے اجازت اِس کی ثابت ہوئی ہے نہ اُس کی۔

تنبیہ: اقول یُوں ہی وہ ادعیہ واذکار جن میں حروفِ مقطعات ہیں مثلاً صبح وشام کی دعاؤں میں آیۃ الکرسی کے ساتھ سورۂ غافر کا آغاز حٰمٓ ۝ تنزیل الکتٰب من اللّٰہ العزیز العلیم ۝ غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول ط لا الٰہ الا ھو ط الیہ المصیر[۳] ۝ تک

---

[۱] القرآن الکریم ۲۰/ ۸۲
[۲] القرآن الکریم ۳/ ۲۶
[۳] ؍؍ ۴۰/ ۱تا۳

پڑھنے کو حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جو صبح پڑھے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہے اور شام پڑھے تو صبح تک۔ رواہ الترمذی[1] والبزار وابن نصر ومردویۃ والبیھقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ بحالتِ جنابت اسے نہیں پڑھ سکتا کہ حروفِ مقطعات کے معنے اللہ ورسول ہی جانتے ہیں جل وعلا وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ کیا معلوم کہ وہ ایسا کلام ہو جس کے ساتھ غیر خدا بے حکایت کلامِ الٰہی تکلم نہ کرسکتا ہو، معہذا اجازت صرف دُعا وثنا کی ہے کیا معلوم کہ ان کے معنے میں کچھ اور بھی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

تنبیہ: اقول ہماری اس تقریر سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ جن آیات میں بندہ دعا وثنا کی نیت نہیں کرسکتا بحالِ جنابت وحیض انھیں بطورِ عمل بھی نہیں پڑھ سکتا مثلاً تفریقِ اعداء کے لئے سورۂ تبّت نہ کہ سورۂ کوثر کہ بوجہ ضمائر متکلم انّا اعطینا قرآنیت کے لئے متعین ہے۔ عمل میں تین نیتیں ہوتی ہیں: یا تو دُعا جیسے حزب البحر، حرزِ یمانی یا اللہ عزوجل کے نام وکلام سے کسی مطلب خاص میں استعانت جیسے عمل سورۂ یٰسٓ وسورۂ مزمل صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا اعداد معینہ خواہ ایام مقدرہ تک اس غرض سے اس کی تکرار کہ عمل میں آجائے حاکم ہوجائے اس کے موکلات تابع ہوجائیں، اس تیسری نیت والے تو بحالِ جنابت کیا معنے بے وضو پڑھنا بھی روا نہیں رکھتے، اور اگر بالفرض کوئی جرأت کرے بھی تو اس نیت سے وہ آیت و سورت بھی جائز نہیں ہوسکتی جس میں صرف معنی دعا وثنا ہی ہے کہ اوّلاً یہ نیت نیتِ دُعا وثنا نہیں، ثانیاً اس میں خود آیت وسورت ہی کی تکرار مقصود ہوتی ہے کہ اُس کے خدام مطیع ہوں تو نیتِ قرآنیت اُس میں لازم ہے۔ رہیں پہلی دو نیتیں جب وہ آیات معنی دعا سے خالی ہیں تو نیتِ اولٰے ناممکن اور نیتِ ثانیہ عین نیتِ قرآن ہے اور بقصدِ قرآن اُسے ایک حرف بھی روا نہیں۔

تنبیہ: یہی حکم دم کرنے کے لئے پڑھنے کا ہے کہ طلبِ شفا کی نیت تغیر قرآن نہیں کرسکتی آخر قرآن ہی سے تو شفا چاہ رہا ہے کون کہے گا کہ افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا[2] تا آخر سورت مصروع ومجنون کے کان میں جنب

ع‎ حدیث میں ہے کوئی آسیب زدہ یا مجنون تھا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے کان میں یہی آیتیں پڑھیں وہ فوراً اچھا ہوگیا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے دریافت فرمایا: تم نے اس کے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] الدر المنثور بحوالہ الترمذی والبزار ومحمد بن نصر الخ تحت الآیۃ ۲۸۵/ ۱ تا ۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۳
شعب الایمان حدیث ۲۴۷۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۴۸۳

[2] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۱۵

پڑھ سکتا ہے، ہاں جس آیت یا سورت میں خالص معنیٰ دعا و ثنا بصیغۂ غیبت و خطاب ہوں اور اس کے اول میں قُل بھی نہ ہو، نہ اس میں حروفِ مقطعات ہوں، اور اس سے قرآنِ عظیم کی نیت بھی نہ کرے بلکہ دعا و ثنا کی برکت سے طلبِ شفا کرنے کے لئے اس پر دَم کرے تو روا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۱۱۱۲ تا ۱۱۱۶)

(۱۵) بغیر تلاوتِ قرآن آدم علیہ السلام کی طرف نافرمانی اور گناہ کی نسبت کرنے کی ممانعت کے بارے میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالٰی کی رِیس کرکے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ایسے لفظ کا بکنے والا کیونکر سخت شدید و مدید عذابِ جہنم و غضبِ الٰہی کا مستحق نہ ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی۔

امام ابوعبداللہ قرطبی تفسیر میں زیرِ قولہ تعالٰی وطفقا یخصفان علیھما من ورق الجنۃ[1] (اور آدم و حوّا اپنے جسم پر جنّت کے پتّے چپکانے لگے۔ ت) فرماتے ہیں:

قال القاضی ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز لاحد منا الیوم ان یخبر بذلک عن اٰدم علیہ الصلوٰۃ والسلام الا اذا ذکرناہ فی اثناء قولہ تعالٰی عنہ او قول نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاما ان نبتدی ذٰلک من قبل انفسنا فلیس بجائز لنا فی اٰبائنا الادنین الینا المماثلین لنا فکیف بابینا الاقدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی جمیع الانبیاء والمرسلین[2]

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ آج ہم میں سے کسی کے لئے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق یہ کہنا جائز نہیں مگر صرف اس صورت میں کہ اسے باری تعالٰی کے کلام یا اس کے نبی صلی اللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کان میں کیا پڑھا؟ انھوں نے عرض کیا۔ فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سچّے یقین والا اگر ان آیتوں کو پہاڑ پر پڑھے تو اسے جگہ سے ہٹا دے گا۔ اخرجہ الامام الحکیم الترمذی[3] والبویعلی و ابن ابی حاتم وابن السنی وابونعیم فی الحلیۃ وابن مردویۃ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۱

[2] الجامع لاحکام القرآن تحت الآیۃ ۲۰/ ۱۲۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۱/ ۱۶۹
المدخل لابن الحاج بحوالہ القرطبی فصل فی مولد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۶

[3] الدرالمنثور بحوالہ الحکیم وابی یعلی وابن ابی حاتم وغیرہم تحت الآیۃ ۲۳/ ۱۱۵ داراحیاء التراث العربی ۶/ ۱۱۴

تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کے اثنا میں ذکر کریں۔ اسے ابتداءً اپنی طرف سے بتانا تو ہمارے لئے اپنے ان قریبی آباء کے حق میں بھی جائز نہیں جو ہماری ہی طرح ہیں پھر ان کے حق میں کیوں کر روا ہوگا جو ہمارے سب سے پہلے باپ ہیں جو بڑی عظمت وبزرگی والے اور سب سے پہلے نبی بھی ہیں، ان پر اور تمام انبیاء و مرسلین پر خدائے برتر کا درود و سلام ہو۔ (ت)

امام ابو عبداللہ محمد عبدری ابن الحاج مدخل میں فرماتے ہیں:

قد قال علماؤنا رحمھم اللہ تعالیٰ ان من قال عن نبی من الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام فی غیر التلاوۃ والحدیث انہ عصٰی او خالف فقد کفر نعوذ باللہ من ذٰلک[1]

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی نبی کے بارے میں بھی غیر تلاوت وحدیث میں یہ کہے کہ انہوں نے نافرمانی یا خلاف ورزی کی تو وہ کافر ہے، اس سے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ (ت)

ایسے امور میں سخت احتیاط فرض ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۱۱۱۹ و ۱۱۲۰)

فتاوٰی رضویہ جلد ۲

(۱) ماءِ مستعمل کی صورتوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انما المغیر تحول نجاسۃ حکمیۃ ومنھا نجاسۃ الاٰثام وھی تزول کلا او بعضا بکل قربۃ لعموم قولہ تعالیٰ "ان الحسنات یذھبن السیاٰت ط ذٰلک ذکرٰی للذاکرین[2]"

جبکہ پانی میں تغیر پیدا کرنے والی چیز اس کی طرف نجاست حکمیہ کا آنا ہے اور گناہوں کی نجاست بھی نجاست حکمیہ ہی ہے جو کُلاً یا بعضاً ہر قربت سے دُھل جاتی ہے جیسا کہ فرمان الٰہی "انّ الحسنٰت یذھبن السیّئٰت ذٰلک ذکرٰی للذاکرین (نیکیاں برائیوں کو ختم کردیتی ہیں یہ ذاکرین کے لئے نصیحت ہے) کے عموم کا تقاضا ہے۔ (ت)

اقول نعم ولوجہ اللہ الحمد ابدا تزول الاٰثام باذن اللہ بکل قربۃ رحمۃ

---

[1] المدخل لابن الحاج بحوالہ القرطبی فصل فی مولد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الخ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۵

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۴

منه جلت آلاؤه بهذه الامة المبارکة المرحومة دنیا و اخری بنبیها الکریم الرؤف الرحیم المرسل رحمة والمبعوث نعمة افضل صلوات ربه واجمل تسلیماته وانمی برکاته وادوم تحیاته علیه وعلٰی اٰله وصحبه وامته ابدا ولکن الزوال بقربة لا یوجب التحول الٰی اٰلتها التی اقیمت بها وما علمنا ذٰلك الا فی اٰلة عینها الشرع کالمال فی الزکوٰة والماء فی الطهر لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی الصدقات انما هی اوسخ الناس[1] رواه احمد ومسلم عن عبدالمطلب بن ربیعة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہاں یہ درست ہے کہ گناہ ہر عبادت سے اللہ کی رحمت سے زائل ہوجاتے ہیں مگر گناہوں کا کسی قربت کی وجہ سے زائل ہونا اس امر کا مقتضی نہیں کہ وہ آلہ تطہیر کی طرف منتقل ہوجائیں، یہ بات صرف اس آلہ میں ہے جس کو شریعت نے متعین کیا ہو جیسے زکوٰۃ میں مال اور طہارۃ میں پانی، کیونکہ حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زکوٰۃ لوگوں کا میل کچیل ہے، اس کو احمد و مسلم نے عبدالمطلب بن ربیعہ سے روایت کیا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۶۲)

(۲) مزید فرمایا:

للعبد الضعیف کلام فی توقف الثواب فی الطهارة علی الاتمام بل الثواب منوط بنیة الامتثال کما قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[2] فمن جلس یتوضأ ممتثلا لامر ربه ثم عرض له فی اثنائه ما منعه عن اتمامه فکیف یقال لا یثاب علی ما فعل ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین[3] نعم من نوی من بدء الامر انه لا یأتی الا بالبعض فهذا الذی یرد علیه انه لم یقصد الوضوء الشرعی بل هو عابث بقصد ما لا یعتبر شرعا والعابث لا یثاب بخلاف من قدمنا وصفه ویتراءی لی ان مثل ذٰلك العابث من قصد الوضوء الشرعی واتی ببعض الاعمال ثم قطع من دون عذر فان اللہ تعالٰی سمی القطع ابطالا اذ یقول عز من قائل ولا تبطلوا اعمالکم[4] والباطل لا حکم له واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح مسلم تحریم الزکوٰۃ علٰے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۵

[2] صحیح البخاری باب کیف بدء الوحی " " " ۱/ ۲

[3] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۰ [4] القرآن الکریم ۴۷/ ۳۳

عبد ضعیف کو اس امر میں کلام ہے کہ ثواب موقوف ہے طہارت کے مکمل ہونے پر بلکہ ثواب موقوف ہے حکم ماننے کی نیت پر، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے۔" تو جو شخص اپنے رب کے حکم کو ماننے کے لئے وضو کرنے بیٹھا پھر درمیان میں کوئی ایسا امر لاحق ہوا کہ وہ وضو مکمل نہ کرسکا تو اب یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ جو کچھ وہ کر چکا ہے اس پر اس کو ثواب نہیں ملے گا، اللہ اچھے کاموں کا اجر برباد نہیں کرتا، ہاں اگر کسی نے شروع سے ہی یہ نیت کی کہ وہ بعض اعضاء کو دھوئے گا، تو یہ وہ ہے جس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ اُس نے وضو شرعی کا ارادہ نہیں کیا ہے بلکہ وہ ایک ایسا کام کر کے جو شرعاً غیر معتبر ہے عبث کر رہا ہے، اور جو عبث کرتا ہو اس کو ثواب نہیں ملے گا بخلاف اس کے جس کا وصف ہم نے پہلے بیان کیا۔ اور مجھے لگتا ہے کہ اسی عبث کرنے والے کی طرح ہے وہ شخص جس نے شرعی وضو کا ارادہ کیا اور بعض اعمال کئے پھر وضو کو بلا عذر نامکمل چھوڑ دیا کیونکہ اللہ نے قطع کو ابطال قرار دیا ہے، اللہ فرماتا ہے: "تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو" اور باطل کا کوئی حکم نہیں۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۷۳، ۷۴)

(۳) مزید فرمایا:

ومعلوم ان الطھوریۃ صفۃ جرم الماء قال اللہ عزوجل وانزلنا من السماء ماء طھورا[1]، وقال تبارک وتعالیٰ وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ[2] لا صفۃ احد اطرافہ التی لا وجود لھا الا بالانتزاع علی فرض اتصال الاجسام ولا فی الغسل صفۃ طرف لا یتجزی لانہ اسالۃ ولا اسالۃ الا بالجسم والا فبم یمتاز عن المسح۔

اور یہ معلوم ہے کہ طہوریت پانی کے جسم کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی برسایا"، نیز فرمایا: "وہ آسمان سے تم پر پانی برساتا ہے تاکہ تم کو اسی سے پاک کرے" یہ اس کی کسی طرف کی صفت نہیں ہے جس کا وجود محض انتزاعی ہے جبکہ اجسام کا اتصال فرض کیا جائے، اور نہ ہی غسل میں کسی طرف کی صفت ہے جس میں تجزی نہ ہو، اس لئے کہ غسل کا معنی بہانا ہے اور بہانا جسم پر ہی ہوگا ورنہ غسل مسح سے کیونکر ممتاز ہوگا! (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۱۶۸، ۱۶۹)

(۴) ہنود و نصارٰی کے جھوٹے کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

انما المشرکون نجس[3] کافر نرے ناپاک ہیں۔ یہ ناپاکی ان کے باطن کی ہے، پھر اگر شراب وغیرہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۴۸ [2] القرآن الکریم ۸/ ۱۱ [3] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

نجاستوں کا اثر اُن کے منہ میں باقی ہو تو ناپاکی ظاہری بھی موجود ہے اور اس وقت ان کا جھوٹا ایسا ہی ناپاک ہے جیسا کُتّے کا بلکہ اُس سے بھی بدتر لخلاف مالك فی الکلب (کیونکہ کُتّے کے بارے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔ ت) اور حُقّے وغیرہ جس چیز کو اُن کا لعاب لگ جائے گا ضرور ناپاک ہو جائے گی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۳۱۶)

(۵) حُقّے کے پانی کی طہارت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اگر سفر میں ہو اور وضو کو پانی کم تھا کہ مثلاً ایک یا دونوں پاؤں دھونے سے رہ گئے اور حُقّے میں پانی ہے جس سے وہ کمی پوری ہو سکتی ہے تو اس صورت میں تیمم جائز نہ ہو گا نماز باطل ہو گی بلکہ اُسی پانی سے وضو کی تکمیل لازم ہو گی لانه یجد ماء وانما یقول اللہ تعالٰی فلم تجدوا ماء[1] (کیونکہ وہ پانی کو پا رہا ہے جبکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے، پس تم پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۳۲۰)

(۶) کیا مالِ صبی میں والدین تصرف کر سکتے ہیں؟ اس سلسلے میں فرمایا:

اس تقدیر پر ظاہر یہ ہوتا کہ جو مباح صبی نے فرمائش والدین سے لیا اس کے مالک والدین ہی ٹھہریں ورنہ بحالِ غنا ان کو تصرف ناروا ہوتا قال تعالٰی: من کان غنیا فلیستعفف[2] (جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے۔ ت) تو یہ روایت صورتِ ثانیہ استیلاء سے صورت سوم کے حکم میں والدین کا استثناء کرتی مگر امام محمد ہی سے ایسی ہی نادرہ روایت آئی ہے کہ اگر بچّہ کھانے پینے کی چیز اپنے ماں باپ کو ہدیۃً دے تو وہ والدین کے لئے مباح ہے تو یہ روایت بھی احکامِ مذکورہ پر کچھ اثر نہ ڈالے گی کہ مالک صبی ہی ٹھہرا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۵۰۹)

(۷) مزید فرمایا:

اقول وباللہ التوفیق مگر شک نہیں کہ عُرف وعادت اس کے خلاف ہے اور وہ بھی دلائل شرعیہ سے ہے تو مناسب کہ قلیل عفو قرار دیں جس پر قرآن وحدیث سے دلیل ہے، قال اللہ عزوجل:

ویسئلونك عن الیتٰمی قل اصلاح لھم خیر وان تخالطوھم فاخوانکم واللہ یعلم المفسد من المصلح[3]

---

[1] القرآن الکریم ۴/۴۳

[2] " " ۴/۶

[3] " " ۲/۲۲۰

اور وہ آپ سے یتیموں کی بابت پُوچھتے ہیں فرما دیجئے ان کی اصلاح بہتر ہے اور اگر تم ان کے ساتھ اپنا مال ملا کر کھاؤ وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ مفسد کو مصلح سے جانتا ہے۔(ت)

اس آیت میں احد التفسیرین پر یتیم کے ساتھ جواز مخالطت مال ہے اور ظاہر کہ بحال مخالطت کامل امتیاز قریب محال ہے۔ تفسیراتِ احمدیہ میں ہے:

وفی الزاھدی قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما المخالطۃ ان تأکل من ثمرہ ولبنہ وقصعتہ وھو یأکل من ثمرتك ولبنك وقصعتك والاٰیۃ تدل علی جواز المخالطۃ فی السفر والحضر یجعلون النفقۃ علی السواء ثم لایکرہ ان یأکل احدھما اکثر لانہ لما جاز فی اموال الصغار فجوازہ فی اموال الکبار اولٰی ھذا لفظہ فاحفظہ فانہ نافع جدا وحجۃ علی کثیر من المتعصبین فی زماننا اھ[1]۔

اور زاہدی میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ مخالطت یہ ہے کہ تم اس کے پھل اس کا دودھ اور اس کے پیالہ میں کھاؤ اور وہ بھی اُسی طرح تمہارے ساتھ تمہارے پھل کھائے اور تمہارا دُودھ پیئے اور تمہارے پیالے میں کھائے، اور یہ آیت مخالطت کے جواز پر دلالت کرتی ہے خواہ سفر میں ہو یا حضر میں ہو جبکہ نفقہ کو برابر کا رکھیں، پھر اس میں کوئی کراہت نہیں کہ ان میں سے کوئی زائد کھالے کیونکہ یہ چیز جب بچوں کے مال میں جائز ہے تو بڑوں کے اموال میں بطور اولٰی جائز ہے، یہ ان کے الفاظ ہیں ان کو بخوبی یاد رکھیں یہ مفید بھی ہیں اور ہمارے عہد کے بہت سے متعصبین پر حجت بھی ہیں اھ۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۵۱۹، ۵۲۰)

فتاوٰی رضویہ جلد ۳

(۱) سمندر کے پانی کی طبیعت میں انبات ہے یا عدمِ انبات۔ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

اقول وھذا وجیہ فان الاصل عدم العارض وان کان لایتم الاستدلال علیہ بقولہ عزوجل وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا[2]، فان المرج ھو الخلط والارسال ولایلزم ان

---

[1] التفسیرات الاحمدیۃ بیان اصلاح الیتامٰی کریمی کتب خانہ بمبئی ص ۱۰۳

[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۵۳

یکون فی بدء خلقهما بل بعد تغیر احدهما بعارض واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں یہ بات مدلّل ہے کہ اصل عارض کا نہ ہونا ہے اگرچہ اس پر استدلال اللہ تعالٰی کے قول وھوالذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا (اور اللہ وہی ہے جس نے ملے ہوئے رواں کئے دو سمندر یہ میٹھا ہے نہایت شیریں اور یہ کھاری ہے نہایت تلخ اور ان کے بیچ میں پردہ رکھا اور روکی ہوئی آڑ) سے تام نہیں ہوتا، کیونکہ مرج کے معنی ملانے اور چھوڑنے کے ہیں اور یہ لازم نہیں کہ یہ صورت ان کی ابتدائے تخلیق میں ہو بلکہ ان میں سے کسی ایک کو عارض کی وجہ سے متغیر ہونے کے باعث ہو۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۶)

(۲) اولیاء اللہ کے لئے ذبح کئے جانے والے جانوروں کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مسلمانان جانوران کہ برائے اولیاء کرام قدست اسرارہم ذبح مے کنند زنہار عبادت غیر نمی خواہند ایں بدگمانی شدید ست و بدگمانی از طریق اسلامی بعید قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1] وقال رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2] در درمختار فرمود لانسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الاٰدمی بھذا النحر[3]، در ردالمحتار ست ای علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وھذا بعید من حال المسلم[4] باز اگر گیریم کہ بعض آرندگان جہاں ہمچناں خواستہ باشد اگر ذابح برائے خدا ذبح کرد و نام او عزّ و علا گرفت حلال شد کہ اعتبار نیت و قول ذابح راست کما حققناہ فی رسالتنا الصغیرۃ حجما الکبیرۃ نفعا ان شاء اللہ تعالٰی سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء ومولٰی سبحنہ وتعالٰے در قرآن عظیم فرماید "ما لکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ[5]" شمارا چیست کہ نخورید از انچہ برآں نام خدا گرفتہ شدہ است۔

مسلمان جن جانوروں کو اولیاء اللہ کے لئے ذبح کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد یا نیت ہرگز غیر اللہ کی عبادت نہیں ہوتی۔ یہ بہت بڑا بہتان ہے جو مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے اور اسلام میں بدگمانی

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۱۲

[2] صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۴

[3] الدرالمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۰

[4] ردالمحتار " مصطفٰی البابی مصر ۵/۲۱۸

[5] القرآن الکریم ۶/۱۱۹

ناجائز ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے مومنو! بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی گناہ ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدگمانی سے بچو کیونکہ یہ جھوٹی بات ہے۔ اور درمختار میں فرمایا ہے کہ ہم مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی نہیں کرسکتے وہ اس ذبح سے غیر اللہ کے تقرب اور عبادت کی نیت کرتا ہے۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ عبادت کے طور پر گمان نہیں ہوسکتا کیونکہ اس گمان سے مسلمان کو کافر بنانا ہے اور مسلمان سے یہ بات بعید ہے۔ اور اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ دنیا میں کوئی ایسا واقعہ ہے تو بھی جب ذبح کرنے والے نے اس پر اللہ تعالٰی کا نام پڑھ لیا تو وہ جانور حلال ہوجاتا ہے کیونکہ ذبح کرنے والے کی نیت اور قول کا اعتبار ہوتا ہے، جیسا کہ ہم نے اس کو ایک چھوٹے رسالے میں ثابت کیا ہے اگرچہ وہ رسالہ فائدہ میں ان شاء اللہ بڑا ہے اس کا نام "سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیاء" ہے۔ اللہ تعالٰی نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: تمھیں کیا ہوا کہ جس پر اللہ تعالٰی کا نام ذکر کیا گیا تم اس کو نہیں کھاتے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۲۵۶، ۲۵۷)

(۳) تیمم میت کے بارے میں فرمایا:

اقول وربما یترجح بہ قول من قال ان الموت حدث وافاد فی طھارۃ البحر الرائق انہ الاصح فان التیمم لم یعرف الا مطھرا عن نجاسۃ حکمیۃ قال تعالٰی او جاء احد منکم من الغائط او لٰمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا[1] الاٰیۃ الا ان یقال ان المولٰی عــہ سبحٰنہ وتعالٰی جعل ھذا المسح بالصعید مزیلا للخبث عن جمیع

عــہ ولابد للقائلین بالحقیقۃ ایضا الالتجاء الٰی مثل ھذا فقد نصوا ان المیت تکفی فیہ غسلۃ واحدۃ وانما التثلیث سنۃ ولو کانت حقیقیۃ لوجب التثلیث فاجابوا بان ھذا من تکریم اللہ سبحٰنہ وتعالٰی عبدہ المسلم المیت جعل تطھیرہ بمرۃ واحدۃ ۱۲ منہ غفرلہ۔

نجاست حقیقیہ ماننے والوں کے لئے بھی اس طرح کی بات سے مفر نہیں کیونکہ انھوں نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ میت کے بدن کو ایک بار دھونا ہی کفایت کرتا ہے اور تین بار دھونا فقط سنت ہے

(باقی بر صفحہ آیندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۴۳

بدن المیت عند امتناع الغسل تفضلا منه وتکرما تعبدا غیر معقول المعنی کما جعل المسح بالحجر مزیلا له فی الاستنجاء، واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول اس سے ان حضرات کے قول کی ترجیح سمجھ میں آتی ہے جو یہ فرماتے ہیں کہ موت حدث ہے' اور البحرالرائق کے باب طہارت میں افادہ فرمایا ہے کہ یہی اصح ہے اس لئے کہ تیمم نجاستِ حکمیہ سے مطہر ہونے کی حیثیت سے ہی جانا پہچانا گیا ہے، ارشادِ باری تعالٰی ہے: "تم میں کا کوئی پاخانہ سے آئے یا تم نے عورتوں سے قربت کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو تیمم کرو" مگر یہ کہا جائے کہ مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے غسل نہ ہوسکنے کی صورت میں جنسِ زمین سے اس مسح کو پورے بدنِ میت سے خبث دُور کرنے والا قرار دیا ہے محض ازراہِ فضل وکرم، ایسا حکم تکلیفی جس کا معنٰی عقل کی دسترس میں نہیں، جیسے استنجاء میں پتھر سے مسح کو خبث دُور کرنے والا قرار دیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۰۸)

(۴) شریف زادی کے گھر میں پانی نہ رہے باہر جا نہیں سکتی تو کیا تیمم کرسکتی ہے۔ اس مسئلہ میں فرمایا:

وہ کہ گھر سے باہر قدم رکھنے کی مطلقاً عادی نہیں جس طرح بحمداللہ تعالٰی بریلی میں شریف زادیوں کا دستور ہے یہ ہر طرح معذور ہے اور کیونکر اُسے مجبور کیا جائے گا حالانکہ اُس نے کنواں دیکھا تک نہیں' نہ اُس تک راہ جانتی ہے، نہ کسی سے پُوچھ سکے گی، نہ اُس کے قدم اٹھیں گے، لایکلف اللہ نفسا الاوسعھا[1] (خدا کسی جان کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ت) عادت چھڑانے میں حرج ہے خصوصاً وہ نیک عادت کہ کمالِ حیا پر مبنی ہو اور حیا جتنی زائد ہو اُسی قدر بہتر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الحیاء خیر کلہ حیا سراسر بہتر ہے رواہ البخاری[2] ومسلم وابوداؤد والنسائی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اگر نجاست حقیقیہ ہوتی تو تین بار دھونا واجب ہوتا۔ اس کا انھوں نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کی جانب سے اپنے بندۂ مسلم کی میت کی تکریم ہے کہ ایک بار سے ہی اس کی تطہیر کا حکم فرمادیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[2] صحیح مسلم باب عدد شعب الایمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸

صحیح البخاری کتاب الادب باب الحیاء " " " ۲/ ۹۰۳

(اسے بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرات عمران بن حصین اور تمام صحابہ سے روایت کیا ہے خدا ان سے اور تمام صحابہ سے راضی ہو۔ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۱۸)

(۵) جو مریض بروقتِ نماز قیام اور پانی کے استعمال پر قادر نہیں مگر بعد از خروجِ وقتِ نماز اس پر قادر ہوجانے کا ظن غالب ہے تو وہ کیا کرے۔ اس بارے میں فرماتے ہیں:

فاقول لا اری انیکون المذھب فیہ الامر بتفویت الصلٰوۃ کیف وان الطاعۃ بحسب الاستطاعۃ۔ قال ربنا تبارك و تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[1] ولا ینظر فیھا الا الی الحالۃ الراھنۃ الا تری ان راجی الماء اٰخر الوقت لیس علیہ التاخیر بل لہ ان یصلی الاٰن متیمما۔

فاقول میں نہیں سمجھتا کہ اس صورتِ عجز میں نماز فوت کرنے کا حکم ہمارے مذہب میں ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ طاعت بقدر استطاعت ہی لازم ہوتی ہے۔ ہمارے رب تبارک و تعالٰی کا ارشاد ہے: "تو اللہ سے تم ڈرو جہاں تک تمہیں استطاعت ہو" اور استطاعت کے معاملہ میں موجودہ حالت پر ہی نظر کی جائے گی۔ دیکھئے اگر کسی کو آخر وقت میں پانی ملنے کی امید ہے تو اس پر یہ لازم نہیں کہ نماز مؤخر کرے بلکہ وہ اُسی وقت تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۵۶)

(۶) نماز وقت مقرر میں پڑھنے کی تاکید ہے، چنانچہ فرمایا:

نحن نعلم قطعا ان المولٰی سبحٰنہ و تعالٰی کما امرنا بالصلٰوۃ امرنا بایقاعھا فی وقتھا وحرم اخراجھا عنہ الا لعذر فالکل مقصود عینا قال سبحٰنہ و تعالٰی ان الصلٰوۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا[2] وقال عزوجل حافظوا علی الصلوات والصلٰوۃ الوسطٰی[3] وقال اللہ تعالٰی فویل للمصلین الذین ھم عن صلٰوتھم ساھون[4] و ھم الذین یؤخرونھا حتی یخرج وقتھا سماھم مصلین وجعل لھم الویل لاخراجھم ایاھا عن وقتھا فکان الوقت مقصودا عینا۔

ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ مولٰی سبحٰنہ و تعالٰی نے جس طرح ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اسی طرح ہمیں یہ بھی حکم دیا ہے کہ نماز کو اس کے مقررہ وقت کے اندر ادا کریں اور بغیر کسی عذر کے اس وقت سے باہر لانا حرام فرمایا ہے، تو سبھی مقصود بالذات ہے۔ ارشاد باری تعالٰی ہے: بیشک نماز ایمان والوں پر باندھا ہوا (مقررہ وقت میں) فرض ہے، اور ارشاد باری تعالٰی ہے: حفاظت کرو سب نمازوں کی اور بیچ والی نماز کی۔ نیز ارشاد فرمایا: تو خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو نماز کو اس حد تک مؤخر کرتے

[1] القرآن الکریم ۶۴/۱۶ [2] القرآن الکریم ۴/۱۰۳ [3] القرآن الکریم ۲/۲۳۸ [4] القرآن الکریم ۱۰۷/۴

ہیں کہ اس کا وقت نکل جاتا ہے، انھیں نمازی کہا، ساتھ ہی ان کے لئے ویل بھی قرار دیا اس لئے کہ وہ نماز وقت سے باہر ادا کرتے تو خود وقت بھی مقصود بالذات ہوا۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۴۵۸)

(۷) جنس ارض کی منفرد جامع و مانع تعریف پیش کرکے بطور تحدیث نعمت فرمایا:

بحمد اللہ یہاں تک تعریف رضوی کی شرح مبسوط تھی کہ نہ ایسی تعریف کہیں ملے نہ کوئی ایسی شرح پائے اور اسی کے ختم سے سوالِ اول کا جواب ختم ہوا جو بفضلہٖ تعالٰی ایسی تحقیقاتِ جلیلہ جزیلہ بدیعہ رفیعہ پر مشتمل ہے جن کی نظیر نظر نہ آئے۔

ذٰلك من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون[۱] رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلٰی والدیّ وان اعمل صالحا ترضٰہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین[۲]، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

وہ ہے خدا کا فضل ہم پر اور لوگوں پر، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے میرے رب! مجھے یہ توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر ادا کروں جو تُو نے مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر کیا، اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جس سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری نسل میں نیکی دے، بیشک میں تیری بارگاہ میں رجوع لایا اور میں مسلمانوں سے ہوں، اور خدائے پاک و برتر خوب جانتا ہے، اور اس کا علم کامل و محکم ہے اس کا مجد برتر ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ جلد ۳ ص ۷۱۶)

فتاوٰی رضویہ جلد ۴

(۱) مانع تیمم کے پیدا ہونے کی توقع تیمم سے مانع نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

وھذا ما قدمت فی الظفر لقول زفر انہ اذا ادرك الوقت فاراد الصلوٰۃ لاینھی عنھا ولا ینظر الا الی حالتہ الراھنۃ وقلت قبلہ فیہ ان الطاعۃ بحسب الاستطاعۃ قال ربنا تبارك وتعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[۳] ولا ینظر الا الی الحالۃ الراھنۃ واستشھدت علیہ بمسألۃ الراجی ھذہ ان لیس علیہ التاخیر۔

یہی بات میں رسالہ "الظفر لقول زفر" میں بیان کرچکا ہوں کہ جب وقت ہوگیا اور اس نے نماز ادا کرنی چاہی تو اُسے اس سے روکا نہ جائے گا اور صرف اس کی موجودہ حالت دیکھی جائے گی۔ اس سے پہلے اس رسالہ میں مَیں نے لکھا ہے کہ طاعت حسبِ استطاعت ہوتی ہے۔ ہمارے رب تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے، "تو تم خدا سے ڈرو جتنی تمھیں استطاعت ہو۔ اور موجودہ حالت ہی دیکھی جائے گی، اس پر

---

[۱] القرآن الکریم ۱۲/۳۸ [۲] القرآن الکریم ۴۶/۱۵ [۳] القرآن الکریم ۶۴/۱۶

میں نے پانی کی امید رکھنے والے کے اس مسئلہ سے استشہاد بھی کیا ہے کہ اس پر نماز مؤخر کرنا لازم نہیں۔(ت)
(فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۸۷، ۸۸)

(۲) کتابی کے ذبیحہ کی حلت کے بارے میں فرمایا:

طہارت شرطِ ذبح نہیں، جنب کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی درست ہے بلکہ وہ جن کا غسل فی الواقع کبھی نہیں اترتا یعنی کافرانِ کتابی، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ سب کتابوں بلکہ خود قرآنِ عظیم میں حلال فرمایا ہے:

طعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم[1]

کتابیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے۔(ت) (فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۳۲۴)

(۳) بواسیر کا جو مریض کپڑے پاک نہیں رکھ سکتا اس کے بارے میں فرمایا:

اگر سمجھتا ہے کہ پاک کپڑا بدل کر فرض پڑھے گا تو اس کے ایک درم سے زائد بھرنے سے پیشتر فرض ادا کرلے گا جب تو اُس پر لازم ہے کہ ہر وقت کپڑا بدلے اور اگر جانتا ہے کہ فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملے گی اور کپڑا پھر اتنا ہی ناپاک ہوجائے گا تو اُسے معافی ہے اُسی کپڑے سے پڑھے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[2] (اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم (فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۳۷۵)

(۴) نظرِ شارع میں تیسیر محبوب ہے۔ چنانچہ فرمایا:

لاسیما علی من ابتلی باقتنائہ لصید او زرع او ماشیۃ والتیسیر محبوب فی نظر الشارع یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[3]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الدین یسر الحدیث[4]۔ رواہ البخاری والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا رواہ احمد والشیخان[5] والنسائی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ

خصوصاً جو شخص شکار، کھیتی باڑی یا جانوروں کی حفاظت کے لئے اس کے رکھنے پر مجبور ہو اور شارع کی نظر میں آسانی محبوب ہے (ارشادِ خداوندی ہے) "اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا"۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک دین آسان ہے" (الحدیث) اسے امام بخاری اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: آسانی پیدا کرو تنگی پیدا نہ کرو۔ اس حدیث کو امام احمد، بخاری و مسلم اور نسائی نے حضرت انس

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵ [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶ [3] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵
[4] صحیح البخاری باب الدین یسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰
[5] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۴

بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۱۴۴)

(۵) احکامِ دینیہ میں خبرِ کافر معتبر نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

حلت وحرمت وطہارت ونجاست احکامِ دینیہ ہیں ان میں کافر کی خبر محض نامعتبر۔[ع]

قال اللہ تعالٰی لن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی ہرگز مسلمانوں پر کافروں کو راہ نہ دے گا۔ (ت)

بلکہ مسلمان فاسق بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں چہ جائے کہ کافر۔

قال اللہ تعالٰی یٰایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا[2] الاٰیۃ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کرو الاٰیۃ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ جلد ۴ ص ۴۸۱)

(۶) ہم فقط ایسی ہی چیز استعمال کرنے کے مکلف نہیں جو نفس الامر میں طاہر وحلال ہو۔ چنانچہ فرمایا:

حضرتِ حق جل وعلا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں جو واقع ونفس الامر میں طاہر وحلال ہو کہ اس کا علم ہمارے حیطۂ قدرت سے وراء ہے۔

قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3]

ارشادِ باری تعالٰی ہے: "اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"۔ (ت)

نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شے برتیں جسے ہم اپنے علم ویقین کی رُو سے طیب وطاہر جانتے ہیں کہ اس میں بھی حرج عظیم اور حرج مدفوع بالنص۔

قال اللہ تعالٰی ما جعل علیکم فی الدین من حرج[4] و قال تعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[5]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: "دین کے سلسلے میں تمہیں کسی حرج میں نہیں ڈالا"۔ اور فرمایا: "اللہ تعالٰی تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا"۔ (ت)

ع یعنی جب ضمن معاملات میں نہ ہو مثلاً کافر گوشت لایا اور کہا مسلمان سے خریدا ہے بات اس کی مقبول اور گوشت حلال، اور جو کہا مجوسی کا ذبیحہ ہے قول اس کا ماخوذ اور لحم حرام، وکم من شیئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا ۱۲ منہ (بہت سی چیزیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں اور قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱ [2] القرآن الکریم ۴۹/ ۶ [3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[4] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸ [5] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵

اے عزیز! یہ دین بحمد اللہ آسانی وسماحت کے ساتھ آیا جو اسے اس کے طور پر لے گا اس کے لئے ہمیشہ رفق و نرمی ہے اور جو تعمق و تشدّد کو راہ دے گا یہ دین اُس کے لئے سخت ہوتا جائے گا یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔ (فتاوی رضویہ جلد ۴ ص ۵۱۲)

(۷) مدارات خلق اہم امور سے ہے مگر جب تک مداہنت فی الدین نہ ہو اور گناہ لازم نہ آئے۔ فرمایا:

قال اللہ تعالٰی لایخافون لومۃ لائم[1] وقال تعالٰی لاتأخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ[2] وقال تعالٰی واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[3] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف[4] رواہ الشیخان و ابوداؤد والنسائی عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق رواہ الامام احمد ومحمد الحاکم عن عمران والحکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہم۔

اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: "وہ اللہ تعالٰی کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔" اور ارشادِ خداوندی ہے: "ان دونوں (زانی اور زانیہ) کے بارے میں تمہیں دینِ خداوندی میں نرمی نہیں کرنی چاہیے۔" ارشادِ باری تعالٰی ہے: "اور اللہ تعالٰی اور اس کا رسول اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ (لوگ) انھیں راضی کریں اگر وہ ایمان دار ہیں"۔ نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں فرمانبرداری صرف نیک امور میں ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی طاعت جائز نہیں۔ اس حدیث کو امام احمد اور محمد حاکم نے حضرات عمران اور حکم بن غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۲۷)

(۸) متورع ورع کی آڑ میں دوسروں پر طعن و تشنیع مت کرے، اس سلسلہ میں فرمایا:

اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے نہ کہ اس کے سبب اصل شے کو ممنوع کہنے لگے یا جو مسلمان اسے استعمال کرتے ہوں ان پر طعن و اعتراض کرے انھیں نظر میں حقیر سمجھے اس سے تو ورع کا ترک ہزار درجہ بہتر تھا کہ شرع پر افترا اور مسلمانوں کی تشنیع و تحقیر سے تو محفوظ رہتا۔

قال اللہ تبارک وتعالٰی ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلل وھذا حرام

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵۴ [2] القرآن الکریم ۲۴/۲ [3] القرآن الکریم ۹/۶۲

[4] صحیح البخاری کتاب اخبار الآحاد باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق ۲/۱۰۷۸

لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1] و قال جل مجدہ ولا تلمزوا انفسکم[2] ای لا یعیب بعضکم بعضا[3] واللمز ھو الطعن باللسان[4]۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور نہ کہو اُسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام کہ اللہ پر جھُوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھُوٹ باندھتے ہیں اُن کا بھلا نہ ہوگا۔" اور اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا، اپنے آپ پر طعن نہ کرو یعنی ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔ زبان سے طعنہ زنی کو "اللمز" کہتے ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ جلد ۴ ص ۵۴۹)

(۹) جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ انگلی پر لگی ہوئی نجاست چاٹ لینے سے منہ اور انگلی دونوں پاک ہو جاتے ہیں، اس کی مذمت میں فرمایا:

انگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک رُوح کا کام ہے اور اسے جائز جاننا شریعت پر افترا و اتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے، اور یہ کہنا محض جھُوٹ ہے کہ منہ بھی پاک رہے گا، نجاست چاٹنے سے قطعاً ناپاک ہو جائے گا اگرچہ بار بار وہ نجس ناپاک تھوک یہاں تک نگلنے سے کہ اثر نجاست کا مُنہ سے دُھل کر سب پیٹ میں چلا جائے پاک ہو جائے گا مگر اس چاٹنے نگلنے کو وہی جائز رکھے گا جو نجس کھانے والا ہے۔

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولٰئک مبرؤن مما یقولون[5]

ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے، اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے۔ پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے۔ وہ ان باتوں سے پاک ہیں جو لوگ کہتے ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۵۶۵)

(۱۰) ہنود کی اشیاء خوردنی اور آیہ کریمہ انما المشرکون نجس سے ان کی نجاست پر استدلال کے بارے میں فرمایا:

آیت کریمہ انما المشرکون نجس[6] اُن کے نجاست قلب و نجاست دین کے بارے میں ہے اجسام

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶ [2] القرآن الکریم ۴۹/۱۱
[3] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۴۹/۱۱ اصح المطابع کراچی نصف ثانی ص ۴۲۸
[4] تعلیقات جدیدہ من التفاسیر المعتبرۃ لحل الجلالین مع الجلالین اصح المطابع دہلی ۲/۴۲۸
[5] القرآن الکریم ۲۴/۲۶ [6] القرآن الکریم ۹/۲۸

اگر ملوث بہ نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں تمام کتبِ فقہ متون و شروح و فتاوی اس کی تصریحات سے مالامال ہیں، ان کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام ہے مگر اُس حالت میں کہ مسلمان نے اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا اور بنانے پکانے لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اُسے دیکھتا رہا تو اُس وقت حلال ہے ورنہ حرام، اور باقی اشیاء جن میں نجاست یا حرمت متحقق و ثابت ہو نجس و حرام ہیں ورنہ طاہر و حلال کہ اصل اشیا میں طہارت و حلت ہے۔ قال تعالٰی[1]:

خلق لکم ما فی الارض جمیعا[1]

زمین میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارے فائدے کے لئے پیدا فرمایا (ت)

جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لئے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ[2]

ہم اسی پر عمل کریں گے جب تک کسی معین چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو جائے۔ (ت)

مگر اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بہ نجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں ان کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں تو جہاں تک دشواری نہ ہو اُن سے بچنا اولٰی ہے غرض فتوی جواز اور تقوی احتراز۔ (فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۶۵، ۵۶۶)

(۱۱) کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی قباحتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

یہ نصاری سے تشبہ ہے اور ان کی سنتِ مذمومہ میں اُن کا اتباع ہے، آج کل جن کو یہاں یہ شوق جاگا ہے اس کی یہی علت اور موجبِ عذاب و عقوبت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لاتتبعوا خطوٰت الشیطٰن[3] شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۸۶)

فتاوی رضویہ جلد ۵

(۱) کیا صلوات خمسہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاصہ ہیں؟ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

اقول لك ان تقول بعد تسلیم لزوم الخصوص فی کل عطاء یعطی فی مقام الاختصاص، لایلزم الخصوص من کل وجہ، فقد کانت الصلوٰۃ فریضۃ علی الانبیاء صلوات اللہ وتعالٰی وسلامہ علیہم وفی کل دین الٰہی، کما قال تعالٰی فی سیدنا اسمٰعیل علی ابنہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم "وکان یأمر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہ مرضیا"[4]

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۹ [2] الفتاوی الہندیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۸ [4] القرآن الکریم ۱۹/ ۵۵

وقال عزوجل عن عبدہ عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام "واوصانی بالصلٰوۃ والزکٰوۃ مادمت حیا[۱]"

اقول (میں کہتا ہوں) تم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہو کہ اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ اختصاص کے موقعہ پر جو چیزیں دی جائیں ان میں ہر ایک کا خاص ہونا ضروری ہے، تاہم ہر لحاظ سے خاص ہونا تو کوئی ضروری نہیں ہے، کیونکہ نمازیں تمام انبیاء پر اور ہر دینِ الٰہی میں فرض تھیں جس طرح اللہ تعالٰی سیدنا اسمٰعیل — ان کے کریم بیٹے پر اور ان پر صلٰوۃ و سلام ہو — کے بارے میں فرماتا ہے: "وہ حکم دیا کرتا تھا اپنے اہل خانہ کو نماز اور زکٰوۃ کا، اور وہ اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھا۔" اور اللہ عزوجل نے اپنے بندے عیسٰی علیہ السلام کا یہ قول بیان کیا ہے "اور حکم دیا ہے مجھے اللہ تعالٰی نے نماز اور زکٰوۃ کا جب تک میں زندہ رہوں۔" (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۹)

(۲) اسی بحث مذکور میں مزید فرمایا:

اقول نعم، لابد للخصوص من وجہ، اما مطلقا فلا، فقد کان الجہاد فی الامم السابقۃ قال تعالٰی وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر[۲] الاتری الی قولہ، والامر بالمعروف والنہی عن المنکر، ویستحیل نفیہما عن الانبیاء السابقین علیہم الصلٰوۃ والسلام، فما کانوا یبعثون الا لہذا، وقد انجی اللہ تعالٰی قوما ینہون اصحاب السبت معذرۃ الٰی ربہم ولعلہم یرجعون، ولم تزل الصدقۃ فی الامم، وتقدم قولہ تعالٰی وکان یأمر اہلہ بالصلٰوۃ والزکٰوۃ[۳]، فانما المراد لم یعطوا علی صفۃ اعطی نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، احلت لہ الغنائم ولم تحل لاحد قبلہ، والصدقۃ تؤخذ من اغنیائنا وترد علٰی فقرائنا، وامرنا بالمعروف ونہینا عن المنکر یا علی وجوہ وہو الجہاد، وامر الجہاد فی شرعنا اقوی منہ فی سائر الشرائع۔ قالہ الرازی عن القفال، فکذلک خصصنا فی الصلٰوۃ باشیاء لم یعطہن احد قبلنا، وللہ الحمد۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہاں، خصوصیت کے لئے کوئی وجہ ضرور ہونی چاہئے ورنہ (مذکورہ آٹھ چیزیں) مطلقاً اس اُمت کے ساتھ خاص نہیں ہیں کیونکہ جہاد پہلی اُمتوں میں بھی تھا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے، "کتنے ہی نبی تھے کہ ان کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے لڑائی کی۔" کیا تم نہیں دیکھتے ہو حدیث میں

---

[۱] القرآن الکریم ۱۹/ ۳۱
[۲] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۶
[۳] القرآن الکریم ۱۹/ ۵۵

مذکور اسی قول کی طرف "اور اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا" حالاں کہ ان کاموں کا انبیاء سابقین میں نہ پایا جانا محال ہے کیونکہ وہ تو بھیجے ہی انہی کاموں کے لئے جاتے تھے اور (اسی نہی عن المنکر کی وجہ سے) اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کو نجات دے دی تھی جو اصحاب سبت کو شکار کرنے سے منع کرتے تھے تاکہ اپنے رب کے روبرو اپنا عذر پیش کرسکیں اور اس لئے کہ اس طرح شاید اصحاب سبت غلط کام سے باز آجائیں۔ تو درحقیقت مراد یہ ہے کہ (مذکورہ آٹھ چیزیں) اس طرح باقی انبیاء کو نہیں دی گئیں جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دی گئیں۔ مثلاً جہاد میں حاصل ہونے والی غنیمت رسول اللہ کے لئے حلال کردی گئی حالانکہ اس سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں کی گئی تھی، اسی طرح صدقہ ہمارے اغنیاء سے لیا جاتا ہے اور فقراء کو دیا جاتا ہے (حالانکہ اس سے پہلے اس کو آگ جلا دیا کرتی تھی) یونہی ہمارا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اعلٰی درجے کا ہے یعنی جہاد کے ذریعے سے، کیونکہ جہاد کا معاملہ ہماری شریعت میں بنسبت باقی شریعتوں کے زیادہ قوی ہے، یہ بات رازی نے قفال سے نقل کی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح ہمیں نماز میں بھی بعض اشیاء کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جو ہم سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں (یعنی اذان، اقامت وغیرہ) وللہ الحمد۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۵۱ و ۵۲)

(۳) کونسی نماز کس نبی نے سب سے پہلے پڑھی، اس مسئلہ میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد فرمایا:

معہذا ان سب اقوال میں کہیں نہ کہیں گرفت ضرور ہے، اول نے صاف تصریح کی کہ عشاء انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم میں کسی نے نہ پڑھی، اور سوم کا بھی یہی مفاد کہ صدر کلام میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا ہے اور امتوں سے موازنہ مقصود نہیں کما قدمنا (جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ ت) تو یہ اطلاق تخصیص اپنے عموم پر ہے جس طرح اشعہ وغیرہا کی عبارتوں میں تھا نہ بلحاظ امم، اور ہم اوپر بیان کرچکے کہ یہ ظاہر دلائل کے خلاف و قول مرجوح ہے۔ اول و دوم نے عصر کو عزیر و یونس علیہما الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت کیا حالانکہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔ قال تعالٰی:

ووھبنا لداؤد سلیمٰن نعم العبد انہ اوّاب ۝ اذ عرض علیہ بالعشی الصفنٰت الجیاد ۝ فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب[1] ۝

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا وہ بہت اچھا بندہ ہے اللہ کی طرف رجوع کرنے والا، جب اس کے سامنے اصیل اور عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو اس نے کہا کہ مجھے اچھی چیز کی محبت نے اپنے رب کی یاد سے غافل کردیا یہاں تک کہ وہ پردے میں چھپ گئے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/ ۳۰ تا ۳۲

علماء فرماتے ہیں یہ نماز نمازِ عصر تھی۔

جلالین میں ہے : عن ذکر ربی ای صلاۃ العصر[1]۔

"اپنے رب کی یاد" سے مراد نمازِ عصر ہے۔ (ت)

مدارک میں ہے :

غفل عن العصر وکانت فرضا فاغتم[2]۔

عصر سے غافل ہوگئے تھے اور وہ ان پر فرض تھی اس لئے غمزدہ ہوگئے تھے (ت)

اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ یونس وعزیر علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مقدم ہے تو اولیت صلاۃِ عصر ان دونوں صاحبوں کے لئے کیونکر ہوسکتی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۷۱)

(۴) قبل از معراج نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

قال والذی یظهر انها کانت من النفل المطلق، او کانت من الصلاۃ المفروضۃ علیه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قبل لیلۃ الاسراء، وفی فتاوی النووی مایؤید الثانی[3] اھ باختصار۔

شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفلی نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر شبِ معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاوٰی نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔ (ت)

اقول وفی الاستدلال بقوله عزاسمه وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها[4] نظر، فان تتمۃ الاٰیۃ ومن اٰناء اللیل فسبح واطراف النهار لعلك ترضی[5]، فان حمل التسبیح علی الصلاۃ لقول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما کل تسبیح فی القراٰن صلاۃ[6] اخرجه الفریابی عن سعید بن جبیر وان کان ربما یفید الاستثناء من کلیته علی ما **اقول** قوله جل ذکره، کل قد علم صلوته وتسبیحه[7]، وقوله تعالیٰ فلولا انه کان من المسبحین o للبث فی

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۳۸/ ۳۰ تا ۳۲ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۸۰

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " " دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۴۱

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس فی المعراج والاسراء دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۵۴

[4] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۳۰ [5] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۳۰

[6] الدر المنثور تحت الآیۃ ۲۱/ ۸۰ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۵۸۵

[7] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۱

بطنه الیٰ یوم یبعثون[1] ٥ فان الظاھر ان المراد به ماذکرعنه ربه عزوجل بقوله" فنادی فی الظلمٰت ان لا الٰه الا انت سبحٰنك انی کنت من الظّٰلمین[2] ٥ به فسرہ سعید بن جبیر ارشد تلامذۃ ابن عباس، الراوی عنه تلك الکلیة۔ وقد قال الحسن البصری، کما فی المعالم: ماکانت له صلٰوۃ فی بطن الحوت، ولکنه قدم عملا صالحا[3] اھ، بید ان ان ابن عباس ھٰھنا ایضا مشی علی اصله فقال رضی اللّٰه تعالٰی عنه، من المسبحین، من المصلین[4]۔ ویکون المعنی حینئذ ماقال الضحاك، انه شکراللّٰه تعالٰی له طاعته القدیمة[5]، کمافی المعالم ایضا۔ فعلی ھذا الحمل واخذ الامر للوجوب، تدل الاٰیة باٰخرھا علیٰ فریضة اکثر من صلاتین؛ الا ان یقال: لم یقصد الحصر، بدلیل ان قیام اللیل کان فریضة من قبل قطعا؛ ولکن یبقی قوله تعالٰی واطراف النھار؛ وحمله علی المذکورتین یستلزم التکرار۔

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ عزّ اسمہٗ کے اس فرمان سے استدلال کرنا کہ "تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے" محلِ نظر ہے کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوتی ہے: "اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کہو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہو جاؤ"۔ اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہا ہے کہ قرآن میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے۔ ابن عباس کا یہ قول فریابی نے سعید ابن جبیر سے روایت کیا ہے اگرچہ ابن عباس کے اس کلیے سے استثناء کا فائدہ دیتی ہیں وہ آیات جو میں بیان کر رہا ہوں، اللہ جل ذکرہ فرماتا ہے: "ہر (پرندہ) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے"۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "اگر وہ (یونس) تسبیح کہنے والوں میں سے نہ ہوتا تو یوم بعث تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا"، کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے جو اللہ تعالٰی نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت کی ہے: "پس پکارا اس نے اندھیروں میں کہ کوئی معبود نہیں ہے تیرے سوا، تُو پاک ہے، بیشک میں ظلم کرنے والوں میں تھا"۔ سعید ابن جبیر جو کہ ابن عباس کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں اور ان سے مندرجہ بالا

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۴۳ و ۱۴۴ [2] القرآن الکریم ۲۱/ ۸۷

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الاٰیۃ ۳۷/ ۱۴۳ و ۱۴۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۳۶

[4] " " " " " " " " " " "

[5] " " " " " " " " " " "

کلیہ کے راوی ہیں انھوں نے یہی تفسیر بیان کی ہے ۔حسن بصری نے کہا ہے جیسا کہ معالم میں ہے کہ انھوں نے مچھلی کے پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک صالح عمل کیا تھا اھ البتہ ابن عباس یہاں بھی اپنے اصول پر رواں ہیں اور تسبیح کہنے والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز پڑھنے والوں میں سے ہونا ——— اس صورت میں ——— جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے ———

اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالٰی نے یونس علیہ السلام کو اس اطاعت (اور نماز وغیرہ) کے صلے میں نجات دی تھی جو وہ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے کرتے رہے تھے۔ معالم میں بھی اسی طرح ہے۔ بہر حال اگر "فسبح بحمد ربك" میں تسبیح سے مراد نماز لی جائے اور امر کو وجوب کے لئے قرار دیا جائے تو آیت کا آخری حصہ دو سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا۔ اس کا یہ جواب تو دیا جا سکتا ہے کہ دو میں حصر مقصود نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی، لیکن اس صورت میں اللہ تعالٰے کا یہ فرمان "اور دن کے اطراف میں" بغیر کسی مفہوم کے رہ جاتا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے والی دو نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی (کیونکہ ان کا ذکر آیت کی ابتدا میں ہو چکا ہے)۔ (ت)

اما استدلال مقاتل بقوله تعالٰی وسبح بحمد ربك بالعشی والابکار[1]، فاقول: اضعف، واضعف؛ بل لیس بشیئ اصلا، فان الاٰیة من سورة حٰم المؤمن، وقد تأخر نزولها عن سورة بنی اسرائیل النازلة بخبر الاسراء، بزمان طویل، فقد روی ابن الضریس فی فضائل القراٰن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما، فی حدیث ترتیب نزول السور، قال: کان اول ما انزل من القراٰن اقرأ باسم ربك، ثم ن، فذکر الحدیث الٰی ان قال ثم بنی اسرائیل ثم یونس ثم هود، ثم یوسف، ثم الحجر، ثم الانعام، ثم الصافات، ثم لقمان، ثم سبا، ثم الزمر، ثم حٰم المؤمن الحدیث[2]۔ فکیف یستدل بها علی ایجاب صلاة قبل الاسراء؟ لاجرم ان فسرها ترجمان القراٰن رضی اللہ تعالٰی عنه بالصلوات الخمس، کما فی المعالم[3]۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۵۵

[2] الاتقان بحوالہ فضائل القرآن لابن ضریس النوع الاول فی معرفۃ المکی والمدنی دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۵۹

[3] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت الآیۃ ۴۰/ ۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۸۹

9/9

رہا مقاتل کا استدلال اللہ تعالٰی کے اس فرمان سے " اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور صبح سویرے ۔" تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف ہے اور بہت ہی ضعیف ہے ، بلکہ سرے سے بیکار ہے ، کیونکہ یہ آیت سورہ حٰم مومن کی ہے اور اس کا نزول سورہ بنی اسرائیل سے ، جس میں معراج کا ذکر ہے ، طویل زمانے کے بعد ہُوا ہے ۔ چنانچہ ابن ضریس نے فضائل قرآن میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سورتیں نازل ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ " قرآن میں سب سے پہلے سورۃ اقرأ باسم ربک نازل ہوئی ، پھر نٓ ۔ ابن ضریس نے یہ روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے " پھر بنی اسرائیل ، پھر یونس ، پھر ہود ، پھر یوسف ، پھر حجر ، پھر انعام ، پھر صٰفّٰت ، پھر لقمان ، پھر سبا ، پھر زمر ، پھر حٰم مومن — آخر تک ۔ تو پھر حٰم مومن کی آیت سے کس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ معراج سے پہلے ہی نماز فرض تھی ۔ جبکہ اس وقت تک وہ سورۃ نازل ہی نہیں ہوئی تھی) اسی لئے ترجمان القرآن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے ۔ جیسا کہ معالم میں ہے ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۷۸ تا ۸۱)

(۵) مزید فرمایا :

بالجملہ یہ سوال ضرور متوجہ ہے کہ معراج سے پہلے حضور اقدس صلّے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے — **اقول** ملاحظۂ آیات و احادیث سے ظاہر کہ وُہ نماز اُسی انداز کی تھی اس میں طہارتِ ثوب بھی تھی قال تعالٰی فی سورۃ المدثر ، وثیابك فطھر[۱] (اللہ تعالٰی نے سورۃ مدثر میں فرمایا ہے " اور اپنے کپڑوں کو پاک کرو " ۔ ت) وضو بھی تھا کما تقدم آنفا (جیسا کہ ابھی گزرا) تکبیرِ تحریمہ بھی تھی ۔ قال تعالٰی :

وربك فكبر[۲]

اور اپنے رب کی تکبیر کہو (ت)

وقال عز اسمه فی سورۃ الاعلٰی النازلة قدما " وذكر اسم ربه فصلّٰی "[۳]

اور اللہ تعالٰی نے سورۃ اعلٰی میں ، جو پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے ، کہا ہے " اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو پھر نماز پڑھی ۔ (ت)

قیام بھی تھا ، قال تعالٰی :

---

[۱] القرآن الکریم ۷۴ / ۴
[۲] القرآن الکریم ۷۴ / ۳
[۳] " " ۸۷ / ۱۵

یایها المزمل ہ قم الیل[1] الاٰیات الٰی قوله جل ذکره ان ربك یعلم انك تقوم ادنی من ثلثی الیل ونصفه وثلثه وطائفة من الذین معك[2]

"اے اوڑھنے والے! رات کو قیام کیا کرو" اور اس سے بعد کی آیتیں، اس آیت تک "بیشک تیرا رب جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتا ہے کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات۔ اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہے۔(ت)

قراءت بھی تھی۔

قال تعالٰی فی سورة المزمل فاقرءوا ما تیسر من القراٰن[3]، وقال الزرقانی تحت ما تقدم من قول مقاتل رکعتین بالغداة ورکعتین بالعشی، یحتمل انه کان یقرأ فیهما بما اتاه من سورة اقرأ، حتی نزلت الفاتحة۔[4]

اللہ تعالٰی نے سورۂ مزمل میں فرمایا ہے: "پس پڑھو جتنا قرآن میسر ہو سکے"۔ اور مقاتل کا جو قول پہلے گزرا ہے کہ دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں رات کی فرض تھیں، اس کے تحت زرقانی نے کہا ہے "ممکن ہے کہ نزولِ فاتحہ سے پہلے رسول اللہ ان رکعتوں میں سورۂ اقرأ کی وہ آیات پڑھتے ہوں جو نازل ہو چکی تھیں۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۸۶)

(۷) مزید فرمایا:

سجود بھی تھا،

کما فی حدیث ایذاء ابی جهل وغیرہ من الکفرة لعنهم اللہ تعالٰی، حین صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عند الکعبة، فرمقوا سجودہ، فالقوا علیه ما القوا به فی قلیب بدر ملعونین۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔ والحدیث معروف فی الصحیحین وغیرهما عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه، وفیه من قول الکفار یجئ به ثم یمهله حتی اذا سجد وضع بین کتفیه؛ قال: فانبعث اشقاهم فلما سجد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وضعه بین کتفیه، وثبت النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۷۳/ ۱ و ۲
[2] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰
[3] " ۷۳/ ۲۰
[4] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة المقصد الاول مراتب الوحی دار المعرفة بیروت ۱/ ۲۳۵

ساجدا[1]، الحدیث۔ وقد قال تعالٰی فی سورۃ اقرا، واسجد واقترب٥[2]

جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس میں ابوجہل اور دیگر کفار لعنھم اللہ کی ایذارسانی کا ذکر ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے تو کفار نے ان کے سجدے پر نگاہ رکھی اور آپ پر وہ کچھ ڈال دیا (یعنی اوجھڑیاں وغیرہ) جس کے بدلے میں بدر کے کنویں میں ملعون کرکے پھینک دیئے گئے۔ اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ سے معروف ہے اور اس میں ہے کہ کوئی جاکر اوجھڑیاں لائے پھر محمد کو اتنی مہلت دے کہ وہ سجدے میں چلا جائے، اس وقت اس کے شانوں کے درمیان اوجھڑیاں رکھ دے۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں سے جو بہت بدبخت تھا وہ اس کام کے لئے تیار ہوگیا، اور جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سجدے میں گئے تو اس نے اوجھڑیاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ سجدے میں پڑے رہے۔ الحدیث۔ اور اللہ تعالٰی نے سورۃ اقرا میں فرمایا ہے: "اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو"۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۸۷)

(۸) مزید فرمایا:

جماعت بھی تھی۔

کما تقدم من حدیث المبعث، ولفظہ عن ابن اسحٰق، ثم قام بہ جبرئیل فصلی بہ، وصلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بصلاتہ (الی ان قال فی خدیجۃ) صلی بھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما صلی بہ جبرئیل، فصلت بصلاتہ اھ[3] وقد قال تعالٰی وطائفۃ من الذین معك[4]۔

جیسا کہ بعثت والی حدیث گزری اور اس کے الفاظ ابن اسحٰق کے ہاں اس طرح ہیں: "پھر جبرئیل آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ نے جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے رسول اللہ کو پڑھائی تھی چنانچہ خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نماز کے مطابق پڑھی اھ، اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: "اور ایک جماعت اُن لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے۔" (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۸۸)

---

[1] صحیح البخاری باب المرأۃ تطرح علی المصلی شیئا من الاذٰی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۴
[2] القرآن الکریم ۹۶/ ۱۹
[3] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ابتداء فرض الصلوٰۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۰۶
[4] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰

(۹) مزید فرمایا،
جہر بھی تھا۔

قال تعالٰی قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قراٰنا عجبا یھدی الی الرشد فاٰمنا بہ[1]، وقد کانوا سمعوہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی صلٰوۃ الفجر۔
اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے "کہو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سنا تو کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سُنا ہے جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے" اور جنات نے رسول اللہ (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کی یہ قراءت نمازِ فجر میں سُنی تھی۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۸۸، ۸۹)

(۱۰) نماز میں رکوع امتِ محمدیہ کے خصائص سے ہے۔ چنانچہ فرمایا،
اور دعوی اختصاص امت پر آیۂ کریمہ وظن داوٗد انما فتنّٰہ فاستغفر ربہ وخرّ راکعا و اناب[2] (اور داوٗد نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انابت اختیار کی۔ ت) کے ورود میں اگر تامل بھی ہو فان کثیرا منھم فسروا ھھنا الرکوع بالسجود وان قال الحسین بن الفضل ان معناہ خر بعد ما کان راکعا ای سجد (کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجود مراد لیا ہے، اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ "گر گیا" کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدے میں چلا گیا۔ ت) تو آیۂ کریمہ یٰمریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین[3] (اے مریم! عاجزی اختیار کرو اپنے رب کے رُوبرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ ت) ظاہرۃ الورود ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۹۴)

(۱۱) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا،
ثم اقول الحدیث ان دلّ علٰی خلو صلاۃ بنی اسرائیل عن الرکوع، کان ادل علی خلو صلاۃ الامۃ الابرٰھیمیۃ عنہ، فان ملتنا ھذہ ھی الملۃ الابرٰھیمیۃ، مع ان اللہ تعالٰی یقول "وعھدنا الٰی ابرٰھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود[4]"، وقال تعالٰی "واذ بوأنا لابرٰھیم مکان البیت ان لا تشرك بی شیئا وطھر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود[5]"، وادعاء ان المراد بالرکع الامۃ المحمدیۃ خاصۃ

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۱، ۲ [2] القرآن الکریم ۳۸/ ۲۴
[3] " ۳/ ۴۳ [4] " ۲/ ۱۲۵
[5] " ۲۲/ ۲۶

واضح البعد، صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وآلہ وامتہ وبارك وسلّم۔

پھر میں کہتا ہوں کہ اگر (حضرت علی والی) حدیث اس پر دال ہے کہ بنی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں تو ملتِ ابراہیمیہ کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر بطریقِ اولٰی دال ہوگی کیونکہ ہماری ملت تو ملتِ ابراہیمی ہی ہے باوجودیکہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "اور عہد کیا ہم نے ابراہیم واسمٰعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے، اعتکاف کرنے والوں کے لئے اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھو۔" اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "اور جب ٹھکانا بنادیا ہم نے ابراہیم کے لئے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک ٹھہراؤ میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لئے، قیام کرنے والوں کے لئے اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے۔" اور یہ دعوٰی کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے مراد صرف اُمتِ محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے، صلی اللہ علی الحبیب وآلہ وامتہ وبارک وسلم۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۹۶، ۹۷)

(۱۲) مرتکبِ کبیرہ کے بارے میں فرمایا:

کافۂ اہلسنت وجماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکبِ کبیرہ کافر نہیں۔

قال اللہ عزوجل وان طائفتٰن من المؤمنین اقتتلوا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: "اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں لڑ پڑیں"۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۰۱)

(۱۳) نشہ آور اشیاء پی کر نماز پڑھنے کے بارے میں فرمایا:

وعیدات سب مقیّد بمشیّت ہیں ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء[2] (اس سے (یعنی شرک سے) کم تر گناہ، جس کے چاہے بخش دے۔ ت)

صورتِ مذکورہ میں صحتِ نماز وادائے فرض میں شبہہ نہیں رہا، قبول محلِ عدل میں اُس کی شرط عظیم ہے۔ انما یتقبل اللہ من المتقین[3] (اللہ تعالٰی متقین ہی سے قبول کرتا ہے۔ ت) اور مقامِ فضل حدث عن البحر بما شئت ولا حرج (سمندر کے جود وسخا کے بارے میں جو چاہو بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ت) ہے، یہاں رب العزۃ نے حدیہ مقرر فرمائی ہے حتی تعلموا ما تقولون[4] (یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ کہہ رہے ہو۔ ت) جب حالت یہ ہو اور شرائط مجتمع، تو زید سے عدمِ قبول پر جزم جہل وجرأت

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۹

[2] القرآن الکریم ۴/ ۴۸

[3] ؍؍ ۵/ ۲۷

[4] ؍؍ ۴/ ۴۳

علی اللہ ہے جیسے عمرو غیر شارب سے قبول پر اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون[1] (کیا تم اللہ پر وہ افترا کرتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ ت) ہاں اجمالاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ شارب کی نماز چالیس دن قبول نہیں، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا، خالص زید پر حکم باطل ہی ہے جیسے الا لعنۃ اللہ علی الظٰلمین[2] (گواہ رہو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) یوں کہنا جائز کہ ظالم ملعون ہیں اور یہ کہنا حرام کہ زید پر لعنت۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۱۴)

(۱۴) سود خور اور شرابی کے بارے میں فرمایا:

ربا و شراب دونوں حرام و گناہِ کبیرہ ہیں خمر اگرام الخبائث ہے کہ اسے پی کر جو بھی ہو تھوڑا ہے تو ربا میں حق العبد بھی ہے۔

لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[3]۔

باطل طریقہ سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۱۴، ۱۱۵)

(۱۵) تبلیغ حق کے لئے جانے والوں اور انھیں روکنے والوں کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ہدایت کو جانے کے لئے آتے جاتے جتنے قدم ان کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں، قال اللہ تعالٰی:

و نکتب ما قدموا و اٰثارھم[4]۔

ہم لکھتے ہیں ان کے کام اور اُن کے قدموں کے نشان۔

اور جو بغیر سواری نہ جا سکتا ہو اُس کا سواری مانگنا کچھ جرم نہیں، یوں ہی خرچ راہ بھی لے سکتا ہے مگر یہ کہنا کہ تم کیوں کوشش کرتے ہو شیطانی قول ہے، امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے، فرض سے روکنا شیطانی کام ہے۔ بنی اسرائیل میں جنھوں نے مچھلی کا شکار کیا تھا وہ بھی بندر کر دئے گئے اور جنھوں نے انھیں نصیحت کرنے کو منع کیا تھا کہ

لم تعظون قوما ن اللہ مھلکھم او معذبھم عذابا شدیدا[5]۔

کیوں ایسوں کو نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرے گا یا سخت عذاب دے گا۔

یہ بھی تباہ ہوئے اور نصیحت کرنے والوں نے نجات پائی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۱۷)

---

[1] القرآن الکریم ۷/۲۸
[2] القرآن الکریم ۱۱/۱۸
[3] 〃 ۲/۱۸۸
[4] 〃 ۳۶/۱۲
[5] 〃 ۷/۱۶۴

(۱۶) کیا تارکِ نماز کافر ہے؟ فرمایا:

بلاشبہہ صدہا صحابۂ کرام و تابعین عظام و مجتہدین اعلام و ائمۂ اسلام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے کہ قصداً تارکِ صلاۃ کافر ہے اور یہی متعدد صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآن کریم سے مستفاد:

واقیموا الصلوٰۃ ولاتکونوا من المشرکین[1]

نماز قائم کروں اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔

زمانۂ سلف صالح خصوصاً صدرِ اول کے مناسب یہی حکم تھا اُس زمانہ میں ترکِ نماز علامتِ کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے، جیسے اب زنّار باندھنا یا قشقہ لگانا علامتِ کفر ہے۔ جب وہ زمانۂ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہاون آیا وہ علامت ہونا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترکِ نماز فی نفسہٖ کفر نہیں جب تک اُسے ہلکا یا حلال نہ جانے یا فرضیتِ نماز سے منکر نہ ہو، یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۱۹)

(۱۷) وقت نماز مغرب کے بارے میں قرآن سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیۂ کریمہ تولج الیل فی النہار و تولج النہار فی الیل[2] (تو، رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ ت) کے مطالع رفیعہ سے اس مطلب کی شعاعیں صاف چمک رہی ہیں رات یعنی سایۂ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عزّ جلالہٗ دن میں داخل فرماتا ہے ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سوادِ مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمتِ شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی،

فان ایلاج شئ فی شئ یقتضی وجودھما، لاان یعدم احدھما فیعقبہ الاٰخر، واللیل والنہار بمعنی الملوین متضادان لایجتمعان، فلابد من التجوز، ومن اقرب وجوھہ ما ذکر العبد، من حمل اللیل علی السواد، فیبقی النہار علٰی حقیقتہ ویظھر الایلاج من دون کلفۃ، ولایتجاوز التجوز قدر الحاجۃ، ویمکن العکس ایضا، بان یحمل النہار علی الاشعۃ الشمسیۃ واللیل علٰی حقیقتہ، فیکون اشارۃ الٰی ظھور نور الشمس فی الافق الشرقی واللیل باق بعد، کما فی الصبح الاول، وان ارید اللیل العرفی فاظھر و اکمل، والی حصول اللیل مع بقاء الضوء الشمسی فی الافق الغربی من الشفقین الاحمر والابیض وان کان الامام الفخر الرازی رحمہ اللہ تعالٰی لایرضی ان یجعل تلک

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۳۱

[2] القرآن الکریم ۳/ ۲۷

الانوار من الشمس حتی الصبح الصادق ایضا، کما اطال الکلام فیہ فی سورۃ الانعام، تحت قولہ عزوجل فالق الاصباح[1] ولیس الامر کما ظن، واغتر بقولہ العلامۃ الزرقانی فظن ان ھذا مذھب منقول، فنسبہ لاھل السنۃ، مع انہ لیس الامن توسعات الامام فی البحث و الکلام ولو یستدل الابحث عقلی، لاتام ولاجلی، ومن البدیھی عند کل احد ان الشفق والصبح اختان، وما امرھما الاواحدا۔ وقد اخرج ابن ابی شیبۃ عن العوام بن حوشب قال: قلت لمجاھد، ما الشفق؟ قال: ان الشفق من الشمس، ذکرہ فی الدر المنثور[2] تحت قولہ تعالٰی فلا اقسم بالشفق، بل فی التفسیر الکبیر تحت الکریمۃ، اتفق العلماء علی انہ اسم للاثر الباقی من الشمس فی الافق بعد غروبھا[3]۔ اما دلیلہ العقلی فقد ردہ العبد الضعیف بکلام لطیف ذکرتہ علی ھامشہ۔ وباللہ التوفیق۔

کیونکہ ایک چیز دوسری میں تبھی داخل کی جاسکتی ہے جب دونوں موجود ہوں، نہ کہ ایک ختم ہوجائے اور اس کے بعد دوسری آئے۔ اور لیل ونہار یعنی رات دن، آپس میں متضاد ہیں، اکٹھے نہیں ہوسکتے، تو مجازی معنٰی مراد لینا ضروری ہے۔ اور اس کا اقرب طریقہ وہی ہے جو بندے نے بیان کیا ہے کہ لیل سے مراد تاریکی لی جائے اور نہار اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس طرح داخل کرنے کا مفہوم بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہوجائے گا اور مجاز کی طرف ضرورت سے زیادہ نہیں جانا پڑے گا۔ اور اس کا عکس بھی ممکن ہے، یعنی نہار سے مراد سورج کی شعاعیں لی جائیں اور لیل اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس صورت میں آیت کے اندر اشارہ ہوگا کہ مشرقی افق میں سورج کی روشنی نمودار ہوجاتی ہے اور رات ابھی باقی ہوتی ہے، جیسا کہ صبحِ کاذب کے وقت ہوتا ہے۔ اور اگر لیل سے مراد لیل عرفی لی جائے تو یہ مفہوم مزید واضح اور کامل ہوجاتا ہے۔ نیز اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہوگا کہ مغربی افق میں شفق احمر اور ابیض کے دوران سورج کی روشنی باقی ہوتی ہے، اس کے باوجود رات ہوجاتی ہے۔ اگرچہ امام فخر الرازی ان روشنیوں کو، حتّٰی کہ صبح صادق کی روشنی کو بھی سورج کی روشنی ماننے پر بھی راضی نہیں ہیں، جیسا کہ سورۂ انعام کی تفسیر میں اللہ تعالٰے کے فرمان "فالق الاصباح" کے تحت انھوں نے اس موضوع پر لمبی گفتگو کی ہے

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶/۹۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/۷۷ تا ۸۰
[2] الدر المنثور " ۸۴/۱۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۴۲۰
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳۱/۹۹

حالانکہ معاملہ اس طرح نہیں ہے جس طرح انھوں نے سمجھا ہے۔ ان کی گفتگو سے علامہ زرقانی کو دھوکا ہوا انھوں نے رازی کی رائے کو مذہبِ منقول سمجھ کر اہلسنت کی طرف منسوب کردیا حالانکہ یہ ان توسعات میں سے ہے جو امام رازی بحث اور کلام میں اختیار کرتے رہتے ہیں۔ امام رازی نے اس پر کوئی دلیل بھی پیش نہیں کی صرف ایک عقلی بحث کی ہے جو نہ تام ہے نہ واضح۔ اور یہ تو سب کے لئے بدیہی ہے کہ شفق اور صبح دونوں بہنیں ہیں اور ان کا معاملہ ایک جیسا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے عوام ابن حوشب سے تخریج کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے مجاہد سے پوچھا: "شفق کیا ہے؟" انھوں نے فرمایا: "شفق سورج سے ہے"۔ یہ روایت درمنثور میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "فلا اقسم بالشفق" کے تحت مذکور ہے، بلکہ تفسیر کبیر میں بھی اسی آیت کے تحت لکھا ہے علماء کا اتفاق ہے کہ شفق سورج کے اس اثر کو کہتے ہیں جو غروبِ آفتاب کے بعد افق پر باقی رہتا ہے۔ رہی امام رازی کی عقلی دلیل، تو اس کو عبدِ ضعیف نے ایک لطیف کلام کے ساتھ رد کردیا ہے جو تفسیر کبیر کے حاشیے پر مرقوم ہے، وباللہ التوفیق۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۱۴۰ تا ۱۴۲)

(۱۸) نمازِ جمعہ کے وقت سے متعلق اعلحضرت علیہ الرحمہ پر اعتراض کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا۔[1]

یونہی ہم نے ہر نبی کے دشمن کردیئے آدمیوں اور جن میں کے شیطان کہ اُن میں ایک دوسرے کے دل میں جھوٹی بات ڈالتا ہے دھوکے کی۔

جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ برتاؤ رہا تو ان کے ادنیٰ غلام کیوں اپنے آقایانِ کرام کے ترکہ سے محروم رہیں، جائے ہزاراں ہزار شکر ہے کہ ہم سے نالائقوں کو اُن کریموں کے ترکہ سے حصّہ ملے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: واعرض عن الجھلین[2] (جاہلوں سے منہ پھیرلو) اور فرماتا ہے جاہلوں کے جواب میں یوں کہو: لا نبتغی الجٰھلین[3] (جاہلوں کے منہ لگنا ہم نہیں چاہتے) نہ کہ وہ حضرات کہ جاہل بھی ہوں اور کذاب بھی، اور مفتری بے حجاب بھی، اور معاند تعصب مآب بھی۔ ایسوں کیلئے یہ مناسب ہے کہ "ذرھم فی طغیانھم یعمھون"[ع] (انھیں چھوڑدو کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں) ان تمام مسائل کے روشن بیان ہمارے فتاویٰ میں موجود

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۲ [2] القرآن الکریم ۷/ ۱۹۹

[3] ۲۸/ ۵۵

[ع] یہ قرآن پاک سے اقتباس ہے۔

ہیں مگر متعصب معاند کو علم دینا بے سُود اور کذب و افترا کا علاج مفقود۔ سائل ان کو ذی علم مولوی کہتا ہے اور جو باتیں اُن کی بیان کیں وہ تو ایسے جاہلوں کی ہیں جن کو کسی عالم کی صحبت بھی نصیب نہ ہوئی۔ سائل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ کسی کی ایسی بیہودہ باتیں پیش نہ کیا کرے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۵۷، ۱۵۸)

(۱۹) میاں نذیر حسین دہلوی نے سفر میں جمع صوری بین الصلوٰتین کو خلافِ عقل قرار دیا۔ اس کے رَدِ بلیغ میں ارشاد فرماتے ہیں:

اقول اوّلاً اللہ عزوجل نے نماز خواص وعوام سب پر یکساں فرض کی اور اُس کے لئے اوقات مقرر فرمائے اور اُن کے لئے اول و آخر بتائے اور ان پر واضح وعام فہم نشان بنائے کہ اُن کا ادراک ہر خاص وعام کو آسان ہو جائے ہمارے دین میں کوئی تنگی نہ رکھی اور ہم پر کسی طرح دشواری نہ چاہی ماجعل علیکم فی الدین من حرج[1] یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[2] (اس نے دین کے معاملہ میں تم پر تنگی نہیں فرمائی، اللہ تعالٰی تم پر آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔ ت) تو ہر وقت کے اول و آخر شرعی کا پہچاننا خواص وعوام سب کو آسان خصوصاً سفر میں جہاں افق سامنے اور صاف میدان، جو نہ سیکھے یا توجہ نہ کرے الزام اس پر ہے نہ کہ شرع مطہر پر۔ ہاں فصل مشترک حقیقی کہ آنِ واحد و جزء لایتجزی ہے اُس کا علم بے طرق مخصوصہ انبیاء و اولیاء عامۃ البشر کی طاقت سے وراء ہے مگر نہ اس کے ادراک کی تکلیف نہ اس پر جمع صوری کی توقیف۔

ثانیاً اول و آخر کا پہچاننا تو شاید تم بھی فرض جانتے ہو کہ تقدیم و تاخیر بے عذر بالاجماع مبطل و حرام ہے، کیا اللہ عزوجل نے امرِ محال کی تکلیف دی، لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3] (اللہ تعالٰی کسی کو اس بات کا حکم نہیں دیتا جو اس کی طاقت میں نہ ہو۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۱۸۸، ۱۸۹)

(۲۰) مزید فرمایا:

واو مطلق جمع کے لئے ہے نہ معیت وتعقیب کے واسطے، جمیعا بھی اُسی مطلق جمع کی تاکید کرتا ہے جو مفاد واو ہے اس کا منطوق صریح اجتماع فی الحکم ہے نہ[ع] خواہی نخواہی اجتماع فی الوقت، آیۂ کریمہ

ع بیضاوی شریف میں زیر آیہ کریمہ قلنا اھبطوا منھا جمیعا ہے:

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵ [3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

وتوبوا الی اللہ جمیعا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون[1] (اور توبہ کرو اللہ تعالٰے کی طرف تم سب اے اہلِ ایمان! تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ت) نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب مسلمان توبہ کریں حکمِ توبہ سب کو شامل ہو، یا یہ فرض کیا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک وقت ایک ساتھ مل کر معًا توبہ کریں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۲۶، ۲۲۷)

(۲۱) عربی وفارسی اور اردو کے محاورے میں قربِ وقت کو اس وقت کے ساتھ تعبیر کرنے کی مثالیں پیش کرتے ہوئے فرمایا:

بعینہٖ اسی طرح یہ محاورے زبان مبارک عرب میں خود قرآن عظیم واحادیث میں شائع و ذائع ہیں ــــ قال اللہ تعالٰے:

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف۔[2]

جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی میعاد کو پہنچ جائیں تو اب انھیں اچھی طرح اپنے نکاح میں روک لو یعنی رجعت کرلو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔ (ت)

کہ بے قصد مراجعت عدت بڑھانے کے لئے رجعت نہ کرو، وقال تعالٰے:

فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف[3]

جب طلاق والیاں اپنی عدت کو پہنچیں تو انھیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کردو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ عورت جب عدت کو پہنچ گئی نکاح سے نکل گئی اب رجعت کا کیا محل، اور اُسے روکنے چھوڑنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جمیعا، حال فی اللفظ، تاکید فی المعنی، کانہ قیل، اھبطوا انتم اجمعون، ولذلک لایستدعی اجتماعھم علی الھبوط فی زمان واحد کقولک جاؤوا جمیعا[4] اھ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

"جمیعا" لفظًا حال ہے معنًی تاکید ہے، گویا کہ کہا گیا، تم سب اُترو۔ اسی لئے اس کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ سب ایک ہی وقت میں اتریں، جیسا کہ تم کہتے ہو کہ سب آئے اھ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰے عنہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۱ — [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱

[3] " " ۶۵/ ۲

[4] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۲/ ۳۸ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۰۲

کا کیا اختیار، تو بالیقین قربِ وقت کو وقت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جب عدت کے قریب پہنچے اُس وقت تک تمھیں رجعت و ترک دونوں کا اختیار ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۳۴، ۲۳۵)

(۲۲) میاں نذیرحسین دہلوی کو الزام دیتے ہوئے فرمایا:

ثم اقول ہاں میں علماء سے کیوں نقل کروں خود مُلّاجی اپنے ہی لکھے کو تو روئیں،

اقرأ کتٰبک کفی بنفسک الیوم علیک شھیدًا۔ ؏

پڑھو اپنی کتاب کو، آج تم خود ہی اپنے آپ پر شہید کافی ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۵۱)

(۲۳) تقدیس باری تعالٰی میں فرمایا:

پاکی ہے اسے جس نے بہر تقدیر و تطہیر میں عجز و جہل لبشر کو ظاہر کیا اور ذرّہ ذرّۂ عالم سے اپنے کمال علم و قدرت کو جلوہ دیا۔

سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم[1]۔

تُو پاک ہے ہمیں علم نہیں مگر جتنے کی تُو نے تعلیم دی ہے تو ہی علیم حکیم ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۵۳)

(۲۴) نصوص نفی جمع بین الصلوٰتین و ہدایت التزام اوقات میں فرمایا:

یہ نصوص دو قسم ہیں:

اوّل عامہ جن میں تعیینِ اوقات کا بیان یا اُن کی محافظت کی ترغیب یا ان کی محافظت سے ترہیب ہے جس سے ثابت ہو کہ ہر نماز کے لئے شرع مطہر نے جُدا وقت مقرر کر دیا ہے کہ نہ اس سے پہلے ہو سکے نہ اسے کھو کر دوسرے وقت پر اٹھا رکھی جائے بلکہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہونی چاہیے۔

دوم خاصہ جن میں بالخصوص جمع بین الصلاتین کی نفی ہے۔

قسم اول نصوص عامہ (الاٰیات) رب العزۃ تبارک و تعالٰی نے محافظت و التزام اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا:

(۱) بقرہ (۲) نساء (۳) انعام (۴) مریم (۵) مومنون

(۶) معارج (۷) ماعون

؏ اقتباس وصناسب المقام ھٰھنا الشھادۃ لا الحساب (قرآن کریم سے اقتباس ہے اور مقام کے مناسب یہاں پر شہادت ہے نہ کہ حساب (اس لئے حسیبًا کی جگہ شہیدًا لایا گیا ہے)۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳۲

آیت ۱ قال بنا عز من قائل :

انّ الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا۔[1]

بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا۔

کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کے بعد تاخیر روا، بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔ میں یہاں معنیٔ آیت میں کلام علمائے کرام لاؤں اس سے بہتر یہی ہے کہ خود ملاجی کی شہادت دلاؤں، مسئلۂ وقتِ ظہر میں ایک مثل تک تمامی وقت بتانے کے لئے فرماتے ہیں کہا اللہ تعالٰی نے ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا یعنی ہر نماز کا وقت علیحدہ علیحدہ ہے، تفسیر مظہری میں ہے، قولہ تعالٰی: کتٰبا موقوتا، یقتضی الکون لکل الوقت صلوٰۃ وقتا علیحدۃ تو مقتضا آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہوسکتی۔[2] ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

آیت ۲ قال مولٰنا جل وعلا :

حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطٰی وقوموا للہ قانتین۔[3]

محافظت کرو سب نمازوں اور خاص بیچ والی نماز کی، اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

محافظت کرو کہ کوئی نماز اپنے وقت سے اِدھر اُدھر نہ ہونے پائے، بیچ والی نماز نمازِ عصر ہے

ع۵ ھذا، لاخلاف فیہ بین العلماء الاشئ روی عن ابی موسٰی الاشعری وعن بعض التابعین اجمع العلماء علٰی خلافہ، ولاوجہ لذکرہ ھٰھنا لانہ لایصح عنھم، وصح عن ابی موسی خلافہ مما وافق الجماعۃ، فصار اتفاقا صحیحا[4] اھ عمدۃ القاری ۱۲ منہ۔

اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابوموسٰی اشعری اور بعض تابعین سے جو کچھ مروی ہے اس کے خلاف علماء کا اجماع ہے اور اس کو یہاں ذکر کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ وہ ابوموسٰی سے بصحت منقول نہیں ہے بلکہ ابوموسٰی سے اس کے خلاف اور جمہور کے موافق قول صحیح طور پر ثابت ہے، اس لئے سب کا متفق ہونا ہی درست قرار پایا اھ عمدۃ القاری ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۰۳

[2] معیار الحق بحث آخر وقت ظہر و اول وقت عصر مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۶ و ۳۱۷

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۸

[4] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب مواقیت الصلوٰۃ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۸

اُس وقت لوگ بازار وغیرہ کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لئے اس کی خاص تاکید فرمائی۔

بیضاوی شریف علامہ ناصر الدین شافعی میں ہے:

حافظوا علی الصلوات، بالاداء لوقتها والمداومة علیها[1]

نمازوں کی محافظت کرو یعنی وقت پر ادا کرو اور ہمیشہ کرو۔ (ت)

مدارک شریف میں ہے:

حافظوا علی الصلوات، داوموا علیها لمواقیتها[2]

نمازوں پر محافظت کرو، یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو۔ (ت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے:

حافظوا علی الصلوات ای داوموا علی ادائها لاوقاتها من غیر اخلال بشیئ منها[3]

نمازوں پر محافظت کرو یعنی ہمیشہ بروقت پڑھو اور ان میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہونے دو۔ (ت)

آیت ۳ قال العلی الاعلی تبارک وتعالٰی:

والذین هم علٰی صلواتهم یحافظون ○ اولٰئك هم الوارثون ○ الذین یرثون الفردوس هم فیها خٰلدون ○[4]

اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں کہ اُسے وقت سے بے وقت نہیں ہونے دیتے وہی سچے وارث ہیں کہ جنّت کی وراثت پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

معالم شریف امام بغوی شافعی میں ہے:

یحافظون ای یداومون علی حفظها ویراعون اوقاتها، کرر ذکر الصلاة لیبین ان المحافظة علیها واجبة[5]

[1] انوار التنزیل المعروف تفسیر البیضاوی تحت الآیة ۲/۲۳۸ دار الفکر بیروت ۱/۵۳۶
[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 دار الکتاب العربیہ بیروت ۱/۱۲۱
[3] ارشاد العقل السلیم 〃 〃 〃 〃 〃 〃 دار احیاء التراث العربی ۱/۲۳۵
[4] القرآن الکریم ۲۳/۹ تا ۱۱
[5] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیة ۲۳/۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۲۵۶

وہ لوگ اوقاتِ نماز کا خیال رکھتے ہیں۔ نماز کا ذکر مکرر کیا ہے تاکہ واضح ہوجائے کہ اس کی محافظت واجب ہے۔(ت)

آیت ۴ قال المولی الاجل عزوجل:

والذین ھم علٰی صلاتھم یحافظون ۝ اولٰئك فی جنّٰت مکرمون ۝[1]

اور وہ لوگ کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرتے ہیں وہ جنتوں میں عزت کئے جائیں گے۔

جلالین شریف امام جلال الملّۃ والدّین شافعی میں ہے:

یحافظون، بادائھا فی اوقاتھا[2]

محافظت کرتے ہیں یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں۔(ت)

تفسیر نسفی شریف میں ہے:

المحافظۃ علیھا ان لا تضیع عن مواقیتھا۔[3]

نماز کی محافظت یہ ہے کہ اپنے اوقات سے ضائع نہ ہو۔(ت)

آیت ۵ قال المولٰی تقدس وتعالٰی:

والذین یؤمنون بالاٰخرۃ یؤمنون بہ وھم علٰی صلاتھم یحافظون[4]

اور جنھیں آخرت پر یقین ہے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ کہ وقت سے باہر نہ ہوجائیں۔

تفسیر کبیر[ع] میں ہے:

المراد بالمحافظۃ التعھد لشروطھا من وقت وطھارۃ وغیرھما والقیام علی

ع ذکرہ تحت اٰیۃ المؤمنون ۱۲ منہ۔ ع یہ انھوں نے سورۂ مومنون[۲۳] کی آیت ۹ کے تحت ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷۰/ ۳۴ و ۳۵

[2] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۷۰/ ۳۴ و ۳۵ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۷۲

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ دارالکتاب العربیہ بیروت ۴/ ۲۹۲

[4] القرآن الکریم ۶/ ۹۲

ارکانھا واتمامھا حتی یکون ذٰلك دابه فی کل وقت[1]

محافظت سے مراد یہ ہے کہ وقت اور طہارت وغیرہ تمام شروط کو ملحوظ رکھا جائے، اس کے ارکان کو قائم کیا جائے اور اسے مکمل کیا جائے یہاں تک کہ جب نماز کا وقت آئے تو آدمی ان کاموں کو بطور عادت کرنے لگے۔ (ت)

محافظتِ وقت کے یہ معنی جو ہم نے علمائے حنفیہ کے سوا ہر آیت میں علمائے شافعیہ سے نقل کئے کہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہو، خود احادیث میں ارشاد ہوئے جن کا ذکر عنقریب آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔

آیت ۶ قال رب العلی عزّ وعلا:

فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلٰوۃ[2]۔

پھر آئے ان کے بعد وہ بُرے پسماندے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اخروھا عن مواقیتھا وصلوھا لغیر وقتھا[3] (یہ لوگ جن کی مذمت اس آیۂ کریمہ میں فرمائی گئی وہ ہیں جو نمازوں کو اُن کے وقت سے ہٹاتے اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں) ذکرہ الامام البدر فی عمدۃ القاری باب تضییع الصلوات عن وقتھا والامام البغوی فی المعالم۔

افضل التابعین سید سعید بن المسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

ھو ان لایصلی الظھر حتی یاتی العصر[4] (نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا) اثرہ محی السنۃ۔

تفسیر انوار التنزیل میں ہے:

اضاعوا الصلٰوۃ ترکوھا او اخروھا عن وقتھا[5]۔

نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے یا وقت گزار کر پڑھنا۔ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲۳/ ۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۳/ ۷۲

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۵۹

[3] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب تضییع الصلٰوۃ حدیث ۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۲۴ و ۲۵

[4] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۳/ ۹ 〃 〃 ۳/ ۱۶۸

[5] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) 〃 ۱۹/ ۵۹ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۳

آیت ۷ قال سبحٰنہ ما اعظم شانہ :

فویل للمصلین ○ الذین ھم عن صلاتھم ساھون○[۱]

خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں کہ وقت نکال کر پڑھتے ہیں۔

تفسیر جلالین میں ہے :

ساھون غافلون یؤخرونھا عن وقتھا۔[۲]

ساھون غافل لوگ جو نمازوں کو ان کے وقت سے ہٹا کر پڑھتے ہیں۔ (ت)

تفسیر مفاتیح الغیب میں ہے :

ساھون یفید امرین اخراجھا عن الوقت وکون الانسان غافلا فیھا۔[۳]

ساھون سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں، ایک نماز کو وقت سے نکالنا، دوسری یہ کہ انسان کا ادائیگی نماز سے غافل ہونا۔

اس آیہ کریمہ کی یہ تفسیر خود حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۶۹ تا ۲۷۴)

(۲۵) میاں نذیر حسین دہلوی نے کہا انکار جمع اس سے بطور مفہوم نکلتا ہے اور حنفیہ قائل مفہوم نہیں۔ اس پر گرفت کرتے ہوئے اعلیحضرت نے فرمایا :

اقول اولاً اس کی نسبت اگر بعض اجلۂ شافعیہ کے قلم سے براہِ بشریت لفظ مفہوم نکل گیا مدعی اجتہاد و حرمت تقلید ابوحنیفہ و شافعی کو کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم رد کرنے کے لئے ایسی بدیہی غلطی میں ایک متاخر مقلد کی تقلید جامد کرتے شاید رَدِ احادیث صحیحہ میں یہ شرک صریح جائز و صحیح ہوگا اب نہ اس میں شائبۂ نصرانیت ہے نہ اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللّٰہ[۴] (انھوں نے اپنے عالموں اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنا لیا۔ ت) کی آفت کبر مقتا عند اللّٰہ ان تقولوا مالا تفعلون○[۵] (اللہ کے نزدیک بڑا جرم ہے کہ تم اس کام کا کہو جو خود نہیں کرتے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۹۳)

---

[۱] القرآن الکریم ۱۰۷/ ۴ و ۵

[۲] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۱۰۷/ ۴ و ۵ مطبع مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۵۰۵

[۳] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ؍ ۱۰۷/ ۶ و ۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳۲/ ۱۰۸

[۴] القرآن الکریم ۹/ ۳۱

[۵] ؍ ؍ ۶۱/ ۳

(۲۶) مزید فرمایا:

یہ کیا دھرم ہے کہ اوروں پر منہ آؤ اور اپنے لئے ایک رام پوری ملّا کی تقلید سے حلال بتاؤ "اتخذوا احبارھم ورھبانھم[1]" (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۹۴)

(۲۷) حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملّا مذکور کے غلط استدلال کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

انہی دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دیکھا انھیں دو کو صلوٰتین کہہ کر یہاں شمار فرمایا اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تامہ ایک کا نام لیا صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع، قال عزّ وجل:

وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر[2]

اور تمھارے لئے لباس بنائے جو تمھیں گرمی سے بچاتے ہیں۔ (ت)

خود انھیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ارشاد دیکھئے کہ پوچھا گیا، کیا عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے؛ فرمایا: لا الا بجمع (نہ مگر مزدلفہ میں) کما قد مناعن سنن النسائی[3]۔

ملّا جی! یہاں بھی کہہ دیجیو کہ جمع سفر کو شہرۃً چھوڑ دیا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۲۹۵، ۲۹۶)

(۲۸) عذر سفر سے جمع بین الصلوٰتین سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا:

ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتٰبا موقوتا[4]

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا۔ (ت)

کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کھو کر پڑھنا روا، بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۳۳۲)

(۲۹) زمین دور دور تک تر اور ناپاک ہے، کوئی ایسی چیز بھی موجود نہیں جو نیچے بچھا کر نماز پڑھی جائے تو نماز کیسے پڑھی جائے؛ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۱ [2] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۱

[3] سنن النسائی باب الوقت الذی یجمع فیہ المسافر الخ نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۹۹

[4] القرآن الکریم ۴/ ۱۰۳

شرع مطہر کسی وقت کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں مگر ایسی صورت میں قبل از وقوع بے اندیشہ صحیحہ وقوع فرض کرکے سوال کرنا وبال لاتا ہے اور کبھی اسے مشکل میں مبتلا کر دیتا ہے۔ حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن نقل المسائل[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بے ضرورت مسائل پوچھنے سے منع کیا ہے۔ (ت)

رہا سوال کا جواب، وہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ:

لا یکلف اللہ نفسا الّا وسعھا[2]

اللہ تعالےٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں بناتا۔ (ت)

فاتقوا اللہ ما استطعتم[3]

جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرو۔ (ت)

ما جعل علیکم فی الدین حرج[4]

اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ (ت)

نماز کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے۔ واللہ تعالےٰ اعلم (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۳۴۳، ۳۴۴)

(۳۰) نمازوں کے بعد صلاۃ صلاۃ پکارنے کے جواز پر دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

نماز جنازہ میں حرمین شریفین میں دستور ہے کہ مؤذن بآوازِ بلند کہتے ہیں:

الصلوٰۃ علی المیت یرحمکم اللہ (میّت پر نمازِ جنازہ ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت)

اور یہ سب اس آیۂ کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ:

من احسن قولا ممن دعا الی اللہ[5]

اس سے کس کی بات بہتر جو اللہ کی طرف بلائے۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب یکرہ من قیل وقال قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۵۸
[2] القرآن الکریم ۲/۲۸۶
[3] ؍؍ ۶۴/۱۶
[4] ؍؍ ۲۲/۷۸
[5] ؍؍ ۴۱/۳۳

من دعا الی الھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ فلہ اجرہ واجر من تبعہ[1]۔

جو کسی نیک بات کی طرف بلائے اس کے لئے اُس کا خود اپنا اجر ہے اور جتنے اس نیک فعل میں شریک ہوں اُن سب کا ثواب ہے اور اُن کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۳۸۵)

(۳۱) علمائے اہلِ سنت سے فرمایا:

حضرات! احیائے سنّت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمائیے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے، آپ کے رب کا حکم ہے:

تعاونوا علی البر والتقوٰی[2]

نیکی اور تقوٰی پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (ت)

اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں بے تکلف بیانِ حق فرمائیے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۰۳)

(۳۲) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے بارے میں فرمایا:

ازالۂ منکر پر قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کر دے اور اس میں بھی فتنہ وفساد ہو تو دل سے بُرا جانے، پھر اُن کے فعل کا اس سے مطالبہ نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

لا تزر وازرۃ وزر اخری[3]

کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (ت)

وقال تعالیٰ:

یٰایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[4]

اے اہلِ ایمان! تم پر اپنی جان لازم ہے تمھیں کوئی گمراہ نقصان نہیں پہنچا سکتا جب کہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم

نوٹ: صحیح مسلم میں الفاظ یوں ہیں، من دعا الی الھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ الخ۔

[1] صحیح مسلم — باب من سن سنۃ الخ — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۲/۳۴۱

[2] القرآن الکریم ۵/۲

[3] القرآن الکریم ۶/۱۶۴

[4] 〃 ۵/۱۰۵

یستطع فبقلبہ ، و ذٰلك اضعف الایمان[1]

تم میں سے جب کوئی برائی دیکھے تو ہاتھ سے اُسے روکنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے، اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ (ت)

اور جس طرح یہ دوسروں کو حکم شرع ماننے پر مجبور نہیں کرسکتا یونہی دوسرے حکم شرع کی مخالفت پر اسے مجبور نہیں کرسکتے یہ اپنے نزدیک جو طریقہ اپنے رب کی عبادت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اتباع سنت کا اپنی کتب دینیہ سے جانتا ہے دوسرا اگر اس میں مزاحمت کرے گا اور فتنہ وفساد اُٹھائے گا تو اس کا ذمہ دار وُہ دوسرا ہوگا حکومت ہر مفسد کا ہاتھ پکڑنے کو موجود ہے اُس کے ذریعہ سے بندوبست کرا سکتا ہے، ہاں اگر یہ صورت بھی ناممکن ہوتی اور مفسدوں کا خوف حدِ مجبوری تک پہنچاتا تو حالتِ اکراہ تھی اس وقت اس پر مؤاخذہ نہ ہوتا۔ قال تعالٰی :

الامن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[2]

مگر وہ شخص جس کو مجبور کردیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔ (ت)

بالجملہ دوسروں کو حکم کرنا اُن کی سرکشی وفتنہ پردازی کے وقت مطلقًا ساقط ہوجاتا ہے کما نص علیہ فی الھندیۃ وغیرھا اور خود عمل کرنا اُس وقت ساقط ہوگا جب یہ بذریعہ حکومت بھی بندوبست نہ کرسکے اور حقیقی مجبوری ہوکر استطاعت اصلاً نہ رہے۔ قال تعالٰی :

فاتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا[3]

تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہوسکے اور اس کا فرمان سنو اور حکم مانو۔ (ت)

باوصف قدرت بندوبست واستعانت بحکومت مجرد خوف یا کاہلی یا خودداری یا رو رعایت یا نئی تہذیب یا صلح کل کی پالیسی سے اتباع شرع چھوڑ بیٹھنا جائز نہیں ہوسکتا اسے یوں خیال کریں کہ مفسدین آج اس امر کے لئے کہتے ہیں کل کو اگر انھوں نے خود نماز پر فتنہ اٹھایا تو کیا نماز بھی چھوڑ دے گا؟ نہیں نہیں بلکہ اس پر خیال کرے کہ مفسدوں نے کہا کہ اپنا مکان خالی کردو ورنہ ہم فساد کرتے ہیں یا اپنی جائداد کا ہبہ نامہ لکھ دو

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب کون النہی عن المنکر من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱
سنن النسائی تفاضل اہل الایمان حدیث ۵۰۱۱ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/ ۲۶۵

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[3] " " ۱۶/ ۶۴

ورنہ ہم فتنہ اٹھاتے ہیں (تو) اُس وقت اُن کا کچھ بندوبست کرے گا استغاثہ کرے گا یا چپکے سے جائداد و مکان چھوڑ بیٹھے گا، جو جب کرے گا وہ اب کرے اور اتباع احکامِ شرع کو مکان و جائداد سے ہلکا نہ جانے، ہاں دوسروں کے سرچڑھنے اور فتنہ وفساد کے اٹھانے کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ قال تعالٰی:

والفتنۃ اشد من القتل[1]۔

فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ (ت)

وقال تعالٰی:

لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا[2]۔

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔ (ت)

وقال تعالٰی:

لہا ماکسبت ولکم ماکسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون[3]۔

اس امت کے لئے وہ ہے جو اس نے کیا اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے کیا، تم سے ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۰۶ تا ۴۰۸)

(۳۳) بعد اذان الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنے کو خلافِ شرع قرار دینے والے کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

مخالف جھوٹا ہے اور شریعتِ مطہرہ پر افترا کرتا ہے، ثبوت دے کہ شرع مطہر نے اسے کہاں منع فرمایا ہے کہ خلافِ شرع کہتا ہے، ہاں وہ فرداً مستحب ہے اور اصلاً فرد فرض ہے۔ قال تعالٰی:

ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایہا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما[4]۔

بے شک اللہ اور اس کے سب فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر، اے ایمان والو! درود بھیجو ان پر اور خوب سلام عرض کرو (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔

ربِ عزّوجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثنا فرمادیا ہے کہ مگر اذان کے بعد نہ بھیجو جب پڑھا جائے گا اسی حکمِ الٰہی کا امتثال ہوگا، فلہذا ہر بار درود پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا نظیر اس کی تلاوتِ قرآن کریم

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۹۱ [2] القرآن الکریم ۷/۵۶
[3] " ۲/۱۴۱ [4] " ۳۳/۵۶

ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک رکعت میں سارا قرآنِ عظیم تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب فاقرءوا ماتیسّر من القراٰن[1] (پس پڑھ قرآن سے جو تمھیں آسان ہے۔ ت) کے اطلاق میں ہے، آج کل ایسا کرنے والے کوئی نہیں مگر وہابیہ، اور وہابیہ کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۲۲)

(۳۴) احادیث اولیاء کرام کے بارے میں ایک نفیس فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عبا داللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی للہ واعلم باللہ واشد توقیا فی القول عن رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ خوف رکھنے والے، اللہ تعالٰے کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط کرنے والے۔ ت) تھے۔

ولکن کل حزب بما لدیھم فرحون[2] ۰ ان ربك ھو اعلم بالمھتدین[3]

اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے، اور تیرا رب ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۹۱)

(۳۵) فضائل اعمال سے متعلق حدیث ضعیف کے معتبر ہونے کے بارے میں فرمایا:

یہی حال ان فضائل اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرعِ مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا تو اب ہمیں تحقیقِ محدثانہ کیا ضرور ہے، اگر حدیث فی نفسہٖ صحیح ہے فبہا ورنہ ہم نے اپنی نیک کا اچھا پھل پایا، ھل تربصون بنا الا احدی الحسنیین[4] (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۴۹۴)

(۳۶) علماء و مشایخ کرام فضائل میں بلا سند حدیث کا بھی اعتبار کرلیتے ہیں، اس سلسلہ میں فرمایا:

مواہب شریف، نسیم الریاض اور مدارج النبوۃ وغیرہا میں علماء کرام نے اس حدیث (حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے وصال کے بعد جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کا آپ کو ندا کرتے ہوئے کہنا "یا بی انت وامی یا رسول اللہ") کو زیر بیان آیہ کریمہ لااقسم بھذا البلد ۰ وانت حل بھذا

---

[1] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰
[2] القرآن الکریم ۳۰/ ۳۲
[3] 〃 〃 ۶۸/ ۷
[4] 〃 〃 ۹/ ۵۲

البلد[1] (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں، اور اے محبوب! تُو اس میں جلوہ افروز ہے۔ ت) جس میں رب العزۃ جل وعلا نے شہر مصطفیٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محلِ استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پُرنور سید المحبوبین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی جانِ پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعمرك انھم لفی سکرتھم یعمھون[2] (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے نشہ میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسم بھذا البلد[3] مگر اس قسم میں اُس سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں؛ میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ! — اللہ عز وجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی لا اقسم بھذا البلد۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۵۵۶)

(۳۷) اپنے ایک رسالہ "الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء" کے بارے میں بطور تحدیث نعمت فرمایا:

یہ مختصر رسالہ کہ چار جز سے بھی کم ہے ایک سو تینتیس ۱۳۳ سے زیادہ فائدوں اور تینتیس ۳۳ آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے، بحمد اللہ اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صولت، اس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ذٰلك من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون[4] ○ رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلیٰ والدیّ وان اعمل صٰلحا ترضٰہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین[5] ○ والحمد للہ رب العٰلمین۔

یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، اے میرے رب! مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں ان نعمتوں پر تیرا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہیں، اور مجھے اچھے

---

[1] القرآن الکریم ۹۰/ ۱ و ۲
[2] " ۱۵/ ۷۲
[3] " ۹۰/ ۱
[4] " ۱۲/ ۳۸
[5] " ۴۶/ ۱۵

اعمال کی توفیق دے جس سے تو راضی ہوجائے، اور میری اولاد کی اصلاح فرما، میں تیری ہی طرف رجوع کرتا اور مسلمانوں میں سے ہوں، تمام تعریف اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۰۵، ۶۰۶)

(۳۸) ایک وہابی مولوی نے اذان واقامت میں تقبیلِ ابہامین کو بدعت و بے اصل کہا، اس کے رد میں فرمایا:

یہ وہی مرض غیر مقلدی ہے کہ فقہا اگرچہ صراحۃً مستحب فرمائیں مگر اُن کا قول مردود اور بدعت مذمومہ ہونا غیر مسدود۔

نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں بلکہ اجماعِ امت کا رد اور غیر سبیل المومنین کا اتباع بد ہے جس پر قرآن عظیم میں نصلہٖ جہنم وساءت مصیرا[۱] کی وعید مؤکد ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۳۷)

(۳۹) بندوں کی مختلف اقسام بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ ورسول جل وعلا و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں، اُن کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں ایک وہ عالی ہمت کہ اللہ ورسول جل وعلا و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اللہ ورسول کے لئے یاد کریں اپنی کوئی منفعت دُنیوی تو دُنیوی اُخروی بھی مقصود نہ رکھیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں اُن کے لئے وصلِ ذات ہے جن کو فرمایا:

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔[۲]

جو ہماری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لئے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔ (ت)

دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی اُبھارے مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش ہے قرآن وحدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔[۳]

اللہ تعالٰے نے مومنوں سے ان کی جان ومال کو جنّت کے عوض خرید لیا ہے۔ (ت)

تیسرے وہ جن کو نفع عاجل کی امید دلانا زیادہ مؤید ہے جن کو فرمایا:

فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا۔[۴]

---

[۱] القرآن الکریم ۴/۱۱۵
[۲] القرآن الکریم ۲۹/۶۹
[۳] " ۹/۱۱۱
[۴] " ۷۱/۱۰ و ۱۱

میں کہتا ہوں تم اپنے رب سے معافی مانگو وہ یقیناً معافی دینے والا ہے وہ آسمان سے تم پر زوردار بارش بھیجے گا۔ (ت)

اور فرمایا:

قل ھو للذین اٰمنوا ھدی وشفاء[1]

فرمادیجئے یہ مومنوں کے لئے ہدایت اور شفاء ہے۔ (ت)

اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اغزوا تغنموا وصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا[2] وفی حدیث حجوا تستغنوا[3]

روی الاول الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ والاخر عبدالرزاق عن صفوان بن سلیم مرسلا ووصلہ فی مسند الفردوس۔

جہاد کرو غنیمت پاؤ گے، اور روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے، اور سفر کرو غنی ہو جاؤ گے، اور ایک حدیث میں ہے حج کرو غنی ہو جاؤ گے۔ پہلی حدیث کو طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا اور دوسری کو عبدالرزاق نے صفوان بن سلیم سے مرسلاً روایت کیا، اور مسند الفردوس میں یہ متصلاً مروی ہے۔ (ت)

چوتھے وہ پست فطرت دون ہمت کہ امیدِ نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ کا ڈر نہ دلائیں قرآن وحدیث میں عذابِ نار کے بیان ان کی نظر سے ہیں جن کو فرمایا:

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطٰنا فھو لہ قرین ۝ وانھم لیصدونھم عن السبیل ویحسبون انھم مھتدون ۝ حتی اذا جاءنا قال یٰلیت بینی وبینک بعد المشرقین فبئس القرین ۝ ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون[4]

جسے رتوند آئے رحمان کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیں گے کہ وہ اس کا ساتھی رہے اور بیشک وہ شیطان ان کو راہ سے روکتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب کافر

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۴

[2] المعجم الاوسط حدیث ۸۳۰۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/ ۱۴۴

[3] المصنف لعبدالرزاق باب فضل الحج حدیث ۸۸۱۹ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۱۱

[4] القرآن الکریم ۴۳/ ۳۶ تا ۳۹

ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورب پچھم (مشرق ومغرب) کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی بُرا ساتھی ہے، اور ہرگز تمھارا اس (حسرت) سے بھلا نہ ہوگا آج جبکہ (دنیا میں) تم نے ظلم کیا تو تم عذاب میں شریک ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۴۴، ۶۴۵)

(۴۰) تعظیم رسول علیہ الصلٰوۃ والسلام کے بارے میں فرمایا:

اور تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقاً مامور بہ۔

قال اللہ تعالٰی لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[1]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ مبارک ہے: تم اللہ تعالٰی اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ہمیشہ ان کی تعظیم وتوقیر بجالاؤ۔ (ت)

اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا جب تک کسی خاص فرد سے منع شرعی نہ ثابت ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۵۰)

(۴۱) آیہ کریمہ "ورفعنالک ذکرک" کی تفسیر کے بارے میں فرمایا:

حضور کا ذکر عین ذکرِ خدا ہے امام ابن عطا پھر امام قاضی عیاض وغیرہما ائمہ کرام تفسیر قولہ تعالٰی ورفعنالک ذکرک[2] میں فرماتے ہیں:

جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی[3]

میں نے تمھیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا جو تمھارا ذکر کرے وہ میرا ذکر کرتا ہے۔

اور ذکرِ الٰہی بلاشبہ رحمت اُترنے کا باعث ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۶۶)

(۴۲) قبر پر اذان کے جواز میں دلیل دوازدہم میں فرمایا:

خود ظاہر اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ مُردے کو اُس نئے مکان تنگ وتاریک میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے الّا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم[4] (مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے یقیناً میرا رب بخشش فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ت) اور اذان دافع وحشت و باعث

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/۹

[2] 〃 ۹۴/۴

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الفصل الاول فیما جاء من ذالک مجیئ المدح والثناء الخ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۱

[4] القرآن الکریم ۱۲/۵۳

اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکرِ خدا ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[1]۔

سُن لو خدا کے ذکر سے چین پاتے ہیں دل۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۶۷)

(۴۳) دلیل چہاردہم میں فرمایا:

قال اللہ تعالٰی:

یٰایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا[2]۔

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بکثرت کرو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۶۹)

(۴۴) عالمِ نیت جب نماز کے لئے مسجد کو چلے تو متعدد نیتیں کرکے خوب نیکیاں کما سکتا ہے، اس سلسلہ میں اعلٰی حضرت نے چالیس نیتیں ذکر فرمائی ہیں جن میں سے نیت نمبر ۸ میں فرمایا:

امرِ الٰہی خذوا زینتکم عند کل مسجد[3] (اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔ ت) کے امتثال کو جاتا ہوں۔

اور نیت نمبر ۳۱ و ۳۲ میں فرمایا:

خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان و اقامت کہوں گا اب اگر یہ کہنے نہ پایا دوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان و اقامت کا ثواب پا چکا فقد وقع اجرہ علی اللہ (اللہ تعالٰی اسے اجر عطا فرمائے گا۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۵ ص ۶۷۴، ۶۷۵)

فتاوٰی رضویہ جلد ۶

(۱) مقتدیوں کے دروں میں کھڑے ہونے سے قطعِ صف لازم آتا ہے۔ اس کی کراہت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اگر بعض دروں میں کھڑے ہوئے بعض خالی چھوڑ دے جب بھی قطعِ صف ہے کہ صف ناقص چھوڑ دی، کاٹ دی پوری نہ کی، اور اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۲۸
[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۱
[3] " " ۷/ ۳۱

اتموا الصفوف[1] (صفوں کو مکمل کرو۔ ت)

اور اگر اس وقت اور زائد لوگ نہ ہوں تو آنے سے کون مانع ہے تو یہ ممنوع کا سامان مہیا کرنا ہے اور وہ بھی ممنوع ہے قال اللہ تعالیٰ:

تلک حدود اللہ فلا تقربوھا[2]۔

یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں پس ان کو توڑنے کے قریب مت جاؤ۔ (ت)

اور دروں میں مقتدیوں کے کھڑے ہونے کو قطع صف نہ سمجھنا محض خطا ہے۔ علماء کرام نے صاف تصریح فرمائی کہ اس میں قطع صف ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۱۳۴)

(۲) رفع یدین کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا:

آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں، غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امر مستحب ٹھہرے گا کہ کیا تو اچھا، نہ کیا تو کچھ بُرائی نہیں۔ مگر مسلمانوں میں فتنہ اٹھانا، دو گروہ کر دینا، نماز کے مقدمے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچانا شاید اہم واجبات سے ہوگا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والفتنۃ اشد من القتل[3] (فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۱۵۵)

(۳) فاتحہ خلف الامام کے بارے میں فرمایا:

مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا مطلقاً جائز نہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون[4]۔

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۱۸۳، ۱۸۴)

(۴) اٰمین جہراً کہنا ناجائز ہے، چنانچہ فرمایا:

اٰمین بآواز بلند کہنا نماز میں مکروہ و خلافِ سنّت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ[5]۔

تم اپنے رب کو عاجزی اور تواضع سے آہستہ پکارو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۱۸۴)

---

[1] صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۲

[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۷ [3] القرآن الکریم ۲/۱۹۱ [4] القرآن الکریم ۷/۲۰۴

[5] " ۷/۵۵

(۵) بدمذہبوں سے اجتناب کے بارے میں فرمایا:
مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ نہ ان سے ملنا جائز، نہ ان کی بات سُننی جائز، نہ اُن کے پاس بیٹھنا جائز۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]۔
اور جب کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۱۸۵، ۱۸۶)

(۶) تارکینِ نماز کی تہدید کے لئے کیا کارروائی کی جائے، اس کے بارے میں فرمایا:
بہ نرمی سمجھائیں ترکِ نماز و ترکِ جماعت و ترکِ مسجد پر قرآن عظیم و احادیث میں جو سخت وعیدیں ہیں بار بار سُنائیں، جن کے دلوں میں ایمان ہے اُنھیں ضرور نفع پہنچے گا، اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے:

و ذکّر فانّ الذکرٰی تنفع المؤمنین[2]
اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔ (ت)

اللہ کے کلام و احکام یاد دلاؤ کہ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔ اور جو کسی طرح نہ مانے اس پر اگر کسی کا دباؤ ہے اس کے ذریعے سے دباؤ ڈالیں اور یوں بھی باز نہ آئے تو اس سے سلام و کلام میل جول یک لخت ترک کردیں۔ قال اللہ تعالٰے:

واما ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[3]
اور جب کبھی تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۱۹۱، ۱۹۲)

(۷) زید نماز میں زبان سے قراءت نہیں کرتا، زبان کو تالو سے چپکا کر دلی خیال سے ادا کرتا ہے اور اسکو اصفیاء کا طریقہ بتاتا ہے، اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا:
زید نے شریعت پر افترا کیا، صوفیہ کرام پر افترا کیا، اپنی نمازیں سب برباد کیں، اس کی ایک نماز بھی نہیں ہوئی، نہ اس کے پیچھے دُوسروں کی ہوئی۔ اس پر فرض ہے کہ جتنی نمازیں ایسی پڑھی ہوں سب کی قضا کرے، اور جتنی نمازیں اوروں نے اس کے پیچھے پڑھی ہیں اُن پر فرض ہے کہ اُن کی قضا کریں۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸ [2] القرآن الکریم ۵۱/۵۵
[3] " " "

قرآن عظیم حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ضرور قلب مبارک پر نازل ہوا مگر پڑھنے کے لئے۔
قال اللہ تعالٰی :

وقرانا فرقنٰہ لتقرأہ علی الناس علی مکث[1]

اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے اُتارا کہ تم لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

نماز میں قرآن عظیم کا پڑھنا فرض ہے۔ قال اللہ تعالٰی :

فاقرأوا ما تیسر من القراٰن[2]

نماز میں قرآن پڑھو جتنا آسان ہو۔

اس کا نام پاک ہی قرآن ہے۔ قرآن قرارت سے اور قرارت پڑھنا، اور پڑھنا نہ ہوگا مگر زبان سے، دل سے تصور کرنے کو پڑھنا نہیں کہتے۔ حالتِ جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے اور تصور منع نہیں۔
نماز میں قرارتِ کلام مجید پر اجماعِ مسلمین کا خلاف، جہنم کا خیال ہے۔ قال اللہ تعالٰی :

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولّٰی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا[3]

جو شخص ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد رسول اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے اور مومنین کی راہ کے علاوہ راہ چلتا ہے ہم پھیردیں گے اسے اس راہ پر جس پر وُہ چلا اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۱۹۲، ۱۹۳)

(۸) ایک گمراہ فرقہ جو بعد از نماز دُعا کو بدعت کہتا ہے، اس کے رد میں فرمایا :

الحمد للہ سلسلۂ سخن دراز ست و در فیض الٰہی باز خامہ اگر بتفصیل گراید ہماناں نامہ گرد آوردن باید لاجرم یک آیت و ہفت حدیث بسند و می نماید آیہ قال اللہ عزوجل فاذا فرغت فانصب والٰی ربك فارغب[4] ○ قول اصح در تفسیر آیۃ کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ست کہ فراغ فراغ از نماز ونصب نصب در دُعا ست یعنی چوں از نماز فارغ شوی در دُعا جہد و مشقت نما و بسوئے پروردگار خود بزاری و تضرع گرا فی تفسیر الجلالین فاذا فرغت من الصلٰوۃ فانصب اتعب فی الدعاء والی

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۱۰۶
[2] القرآن الکریم ۷۳/۲۰
[3] " " ۴/۱۱۵
[4] " " ۹۴/۷ و ۸

ربك فارغب تضرع[1] ہمد رخطبہ اوست ھذا فی تکملة الامام جلال الدین المحلی علی نمطه من الاعتماد علی ارجح الاقوال وترك التطويل بذكر اقوال غير مرضية[2] اھ ملخصا علامہ زرقانی درشرح مواہب لدنیہ فرماید هو الصحیح فقد اقتصر علیه الجلال وقد التزم الاقتصار على ارجح الاقوال[3]

الحمد للہ اگر اس پر تفصیلی گفتگو کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بات بڑی طویل ہوگی، بہرحال اس سلسلہ میں یہاں ایک آیت اور سات احادیث مع سند ذکر کی جائیں گی، آیۃ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: پس جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے ہی رب کی طرف رغبت کرو۔ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں راجح قول حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچازاد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے کہ فراغ فراغ از نماز ونصب نصب در دعاست یعنی جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں خوب محنت کرو اور بارگاہِ خداوندی میں آہ وزاری کے ساتھ رغبت کرو۔ جلالین میں ہے: جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں کوشش کرو اور اپنے رب کی طرف آہ وزاری کرو۔ جلالین کے خطبہ میں یہ بھی ہے کہ جلال الدین محلی کی تفسیر کا تکملہ انہی کے طریقہ پر ہے اور ان کے ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مختار وراجح قول پر اعتماد کرتے ہیں اور غیر محتاط اقوال سے تطویل نہیں کرتے اھ تلخیصاً، علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا: یہی صحیح ہے کیونکہ اس پر جلال الدین نے اقتصار کیا اور انھوں نے مختار وراجح قول کے ذکر کا التزام کر رکھا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۲۲۴، ۲۲۵)

(۹) ض کو ظ یا ذ پڑھنے کے بارے میں مولانا عبدالحی لکھنوی کے ایک فتوٰی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

پس جزماً لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من عنداللہ ہی کی ادا کا قصد کریں اور اُسی کے مخرج سے اسے نکالنا چاہیں پھر بوجہ عسر حرف وقصور لسان اگر غلط ادا ہو تو مثل ض میں کہ اعسر الحروف ہے۔ تیسیرا علی الامۃ فتوٰی بعض متاخرین پر عمل کرکے صحتِ نماز کا حکم دینا معیوب نہیں بلکہ محبوب ہے کہ شارع علیہ السلام کو یسر وآسانی مطلوب ومرغوب ہے۔

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۹۴/ ۷، ۸ مطبع مجتبائی دہلی حصہ دوم ص ۵۰۰

[2] تفسیر جلالین خطبۂ کتاب " " " حصہ اول ص ۲

[3] شرح المواہب اللدنیہ للزرقانی المقصد الثانی کنیتہ صلے اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۷۱

قال المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر[1]، وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا[2] اخرجہ الائمۃ احمد والشیخان عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ سبحانہ، وتعالٰی کا ارشاد ہے: اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔ اور نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے کہ "آسانی پیدا کرو، مشکل وتنگی پیدا نہ کرو، خوشخبری دو، نفرت نہ پھیلاؤ"۔ اس حدیث کو امام احمد، امام بخاری اور مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

پھر ایسی حالت میں عندالانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباہ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہوسکتی کہ جو خلاف قصد ہے اختیاری نہیں اور جو اختیاری نہیں اس پر حکم جاری نہیں، اور اگر اپنی طرف سے خاص ارادہ احدالاغلاط کا حکم دیجئے تو یہ وہی تعمد غلط ہے کہ یقیناً ممنوع، ولہذا علامہ شامی قدس سرہ السامی نے عبارتِ تاتارخانیہ:

اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قربہ الا ان فیہ بلوی العامۃ کالذال مکان الضاد او الزاء المحض مکان الذال والظاء مکان الضاد لا تفسد عند بعض المشائخ اھ۔

جب دو حرفوں کے درمیان اتحاد مخرج اور قرب مخرج نہ ہو اس صورت میں جب عموم بلوٰی ہو مثلاً ذال ضاد کی جگہ یا زا ذال کی جگہ اور ظاء ضاد کی جگہ پڑھا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اھ (ت)

نقل کرکے فرمایا:

قلت فینبغی علی ھذا عدم الفساد فی ابدال الثاء سینا والقاف ھمزۃ کما ھو لغۃ عوام زماننا فانھم لایمیزون بینھما ویصعب علیھم جدا کالذال مع الزاء ولاسیما علی قول القاضی ابی عاصم وقول الصفار وھذا کلہ قول المتأخرین وقد علمت انہ اوسع وان قول المتقدمین احوط قال فی

---

[1] القرآن ۲/۱۸۵
[2] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسروا ولاتنفروا الخ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۴

شرح المنیۃ وھو الذی صححہ المحققون وفرعوا علیہ فاعمل بما تختار و الاحتیاط اولی سیما فی امر الصلٰوۃ التی ھی اول ما یحاسب العبد علیھا۔[1]

میں کہتا ہوں اس کے مطابق ان صورتوں میں فساد نہیں ہونا چاہئے جبکہ کوئی شخص ثاء کی سین، قاف کی جگہ ہمزہ پڑھے جیسا کہ ہمارے دور کے عوام کی زبان ہے وہ ان کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتے اور یہ ان پر نہایت دشوار ہے جیسا کہ ذال اور زاء میں فرق کرنا خصوصاً قاضی ابوعاصم اور صفار کے قول پر۔ اور یہ تمام متاخرین کا قول ہے۔ اور آپ جان چکے کہ اس میں کافی وسعت ہے اور متقدمین کا قول احوط ہے۔ شرح منیہ میں فرمایا اسی کو محققین نے صحیح کہا اور اسی پر انھوں نے تفریع بٹھائی پس مختار پر عمل کرو، اور احتیاط اولٰی ہے خصوصاً نماز کے معاملات میں، کیونکہ بندے سے اسی کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا۔ (ت)

اس تحقیق انیق سے ظاہر ہوا کہ تعمد نہ ظاد کا جائز نہ دُواد کا کہ نہ وہ ظاء ہے نہ دال مفخم، اور بعد قصد ض و ارادۂ حرف صحیح و استعمال مخرج معین براہ غلط جو کچھ ادا ہو تیسیراً صحت نماز پر فتوٰی لتعسر الامر وتکثر البلوی ھذا ما عندی فلتنظر نفس ما ذا تری (کیونکہ ادائیگی مشکل اور استعمال زیادہ ہے یہ میری رائے ہے پس تمہاری رائے اس میں کیا ہے اس پر غور وخوض کرو۔ ت)

ہندیہ و حلیہ و خزانۃ الاکمل میں ہے:

ان جری علی لسانہ اولا یعرف التمیز لا تفسد ھو المختار۔[2]

اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا امتیاز کی معرفت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مختار ہے (ت)

وجیز کردری میں ہے:

ھو اعدل الاقاویل و ھو المختار۔[3]

یہ سب سے معتدل قول ہے اور یہی مختار ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۲۶۴ تا ۲۶۶)

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۲۵ و ۴۲۶
[2] ردالمحتار بحوالہ خزانۃ الاکمل " " " ۱/ ۴۲۵
[3] ردالمحتار بحوالہ البزازیۃ " " " ۱/ ۴۲۵

(۱۰) حرف ضاد کے مخرج پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

ظا د اور دُوا د دونوں محض غلط ہیں اور اس کا مخرج بھی نہ زبان کو دانتوں سے لگاکر ہے نہ زبان کی نوک کو داڑھ سے لگاکر، بلکہ اس کا مخرج زبان کی ایک طرف کی کروٹ اُسی طرف کی بالائی داڑھوں سے مل کر درازی کے ساتھ ادا ہونا اور زبان اُوپر کو تالو سے ملنا اور ادا میں سختی و قوت ہونا ہے، اس کا مخرج سیکھنا مثل تمام حرفوں کے ضروری ہے، جو شخص سیکھ لے اور اپنی قدرت تک اس کا استعمال کرے اور ظ یا د کا قصد نہ کرے بلکہ اسی حرف کا جو عزوجل کی طرف سے اُترا ہے پھر جو کچھ نکلے بوجہ آسانی صحتِ نماز پر فتوٰی دیا جائے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۲۷۲)

(۱۱) مزید فرمایا:

یہ حرف دشوار ترین حرف ہے اور اس کی ادا خصوصاً عجم پر کہ اُن کی زبان کا حرف نہیں، سخت مشکل، مسلمانوں پر لازم کہ اُس کا مخرج صحیح سے ادا کرنا سیکھیں اور کوشش کریں کہ ٹھیک ادا ہو، اپنی طرف سے نہ ظا د کا قصد کریں نہ دُوا د کا، کہ دونوں محض غلط ہیں، اور جب اس نے حسبِ وسع و طاقت جہد کیا اور حرف صحیح ادا کرنے کا قصد کیا پھر کچھ نکلے اس پر مواخذہ نہیں، لا یکلف اللہ نفسًا الّا وسعھا[1] (اللہ تعالٰی کسی ذی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں ٹھہراتا۔ ت) خصوصاً ظاء سے اس حرف کا جُدا کرنا تو سخت مشکل ہے پھر ایسی جگہ ان سخت حکموں کی گنجائش نہیں تکفیر ایک امر عظیم ہے لا یخرج الانسان من الاسلام الاجحود ما ادخلہ فیہ (انسان کو اسلام سے خارج نہیں کرتی مگر جب اس چیز کا انکار کرے جو اسے دین میں داخل کرتی ہے۔ ت) اور جمہور متاخرین کے نزدیک فسادِ نماز کا بھی حکم نہیں۔

ردالمحتار ان کان الخطأ بابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینھما بلا کلفۃ کالصاد مع الطاء فاتفقوا علی انہ مفسد وان لم یکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد فاکثرھم علی عدم الفساد لعموم البلوٰی[2] اھ ملخصا، وفی الدر المختار الا ما یشق تمیزہ کالضاد والظاء فاکثرھم لم یفسدھا[3]۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[2] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۲۴

[3] دُرمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۱

ردالمحتار میں ہے اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر خطا کرے تو اگر ان دو کے درمیان بغیر مشقت کے امتیاز ممکن ہو جیسا صاد اور طاء کے درمیان تو سب کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد ہو جائیگی، اور اگر امتیاز کرنے میں مشقت ہو مثلاً ظاء اور ضاد، تو اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ عموم بلوی کے پیش نظر نماز فاسد نہ ہوگی اھ ملخصاً۔ اور درمختار میں ہے مگر جن حروف میں امتیاز مشکل ہو جیسے ضاد اور ظاء، تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

اور ائمۂ متقدمین بھی علی الاطلاق حکم فساد نہیں دیتے عجب کی بات ہے کہ ابنائے زمانہ ان باتوں میں بے طور جھگڑتے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں حالانکہ اصول ایمان و امہات عقائد میں جو فتنے طوائف جدید پھیلا رہے ہیں اُن سے کام نہیں رکھتے، اور لطف یہ ہے کہ وہ جہال جن سے سہل حرف بھی ٹھیک ادا نہیں ہوتے ضاد اور دُواد پر کٹے مرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم اہل اسلام کو نیک توفیق عطا فرمائے۔ ہاں اگر کوئی معاند بد باطن بقصد تغییر کلام اللہ و تبدیل وحی منزل من اللہ اس حرف خواہ کسی حرف کو بدلے گا تو وہ بے شک اپنے اس قصد خبیث کے سبب حکم کفر کا مستحق ہوگا۔ اس میں ظاد و دواد و سین صاد سب برابر ہیں وھذا ھو محمل التعمد المذکور فی کلام الامام الفضلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (امام فضلی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے کلام میں مذکورہ تعمد کا محل یہی ہے۔ ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۲۷۲ تا ۲۷۴)

(۱۲) مزید فرمایا:

ض و ظ کا قدرے مشتبہ الصوت ہونا یقینی ہے یہاں تک کہ تمیز دشوار، مگر نہ یہ ظ جو عامہ عوام نکالتے ہیں یہ ذ مفخم ہے، ظ جب اپنے مخرج سے صحیح طور پر برعایت استعلا و اطباق لسان ادا کی جائے گی ضرور مشابہ الصوت بض ہوگی یہاں تک کہ اگر استطالہ واقع ہو ض ہو جائے، ذواد نہ مستحسن ہے نہ مستہجن بلکہ محض غلط، اسی طرح دواد، اور صحیح ظواد بھی نہیں، فقہائے کرام سب کا ایک حکم دیتے ہیں کہ بحالت فساد معنیٰ، نماز فاسد جیسے مغظوب اور مغدوب، اور بحالت صحت معنیٰ، صحیح جیسے ظالین دوالین[1] کما فی الغنیۃ وغیرھا (جیسا کہ غنیہ وغیرہ میں ہے۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۲۷۵)

(۱۳) ترتیل کی اہمیت اور حد کے بارے میں فرمایا:

ترتیل کی تین حدیں ہیں، ہر حد اعلیٰ میں اس کے بعد کی حد ماخوذ و ملحوظ ہے۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۶

حدِ اوّل یہ کہ قرآن عظیم ٹھہر ٹھہر کر باآہستگی تلاوت کرے کہ سامع چاہے تو ہر کلمے کو جدا جدا گن سکے ،
کما قال تعالٰی ورتلناہ ترتیلا[1] ای انزلناہ نجما نجما علی حسب ما تجددت الیہ حاجات العباد و مثلہ قولہ تعالٰی وقرانا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا[2]

جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے ورتلناہ ترتیلا یعنی ہم نے اسے بندوں کی ضروریات کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا ہے) اسی طرح اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے ہم نے قرآن کو جدا جدا کرکے نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں پر پڑھیں ٹھہر ٹھہر کر' اور ہم نے اسے تدریجًا نازل فرمایا۔ (ت)

الفاظ بہ تفخیم ادا ہوں حروف کو اُن کی صفات شدت و جہر و امثالہا کے حقوق پورے دیے جائیں اظہار و اخفاء و تفخیم و ترقیق وغیرہا محسنات کا لحاظ رکھا جائے یہ مسنون ہے اور اس کا ترک مکروہ و ناپسند' اور اس کا اہتمام فرائض و واجبات میں تراویح سے زیادہ اور تراویح میں نفل مطلق سے زیادہ۔ جلالین میں ہے ؛

رتل القرأن تثبت فی تلاوتہ[3]

رتل القرأن کا معنٰی قرآن کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا ہے۔ (ت)

کمالین میں ہے ؛

ای تان واقرأ علٰی تؤدۃ من غیر تعجیل بحیث یتمکن السامع من عدأیاتہ وکلماتہ[4]

یعنی قرآن مجید کو اس طرح آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو کہ سُننے والا اس کی آیات و الفاظ گن سکے (ت)

اتقان امام سیوطی میں برہان امام زرکشی سے ہے ؛

کمال الترتیل تفخیم الفاظہ والابانۃ عن حروفہ وان لا یدغم حرف فی حرف وقیل ھذا اقلہ[5]

کمالِ ترتیل یہ ہے کہ الفاظ میں تفخیم (حرف کو پُر کرکے پڑھنا) اور حروف کو جُدا جُدا کرکے پڑھا جائے' ایک حرف کو دوسرے حرف میں نہ ملایا جائے۔ بعض نے کہا یہ ترتیل کا کم درجہ ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۳۲ [2] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۰۶
[3] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ورتل القرآن الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۴۷۶
[4] کمالین علی ہامش تفسیر جلالین " " " " " " " ۲/ ۴۷۶
[5] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ الخ داراحیاء التراث العربی ۱/ ۳۴۴

اُسی میں ہے :

یسن الترتیل فی قرأۃ القراٰن قال اللہ تعالٰی" ورتل القراٰن ترتیلا" وروی ابوداؤد وغیرہ عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا نعتت قرأۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قرأۃ مفسرۃ حرفا حرفا[1] الخ۔

قراءتِ قرآن میں ترتیل سنّت ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: قرآن کو خوب ترتیل کے ساتھ پڑھو۔ اور ابوداؤد وغیرہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قرأۃ کی صفت کے بارے میں یوں بیان کیا ہے کہ آپ اس طرح تلاوت فرماتے کہ قراءت مفسّر ہوتی اور ایک ایک حرف جدا معلوم ہوتا تھا الخ (ت)

حدیث میں ہے :

لا تنثروہ نثر الدقل ولا تھذوہ ھذ الشعر قفوا عند عجائبہ وحرکوا بہ القلوب ولا یکون ھم احدکم اٰخر السورۃ[2] الخ۔

یعنی قرآن کو سُوکھے چھوہاروں کی طرح نہ جھاڑو (جس طرح ڈالیاں ہلانے سے خشک کھجوریں جلد جلد جھڑ پڑتی ہیں) اور شعر کی طرح سے گھاس نہ کاٹو، عجائب کے پاس ٹھہرتے جاؤ اور اپنے دلوں کو اُس سے تدبر سے جنبش دو، اور یہ نہ ہو کہ سورت شروع کی تو اب دھیان اسی میں لگا ہے کہ کہیں جلد اسے ختم کریں۔

رواہ ابوبکر الاٰجری فی کتاب حملۃ القراٰن وعن طریقہ البغوی فی المعالم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ والدیلمی مثلہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ والعسکری فی المواعظ من حدیث امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ انہ سئل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قولہ ورتل القراٰن ترتیلا قال فذکرہ۔

اسے امام ابوبکر آجری نے کتاب "حملۃ القرآن" میں نقل کیا ہے، اور امام بغوی نے معالم میں اسے حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول اور دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، عسکری نے المواعظ میں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے حوالے سے بیان کیا

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۴۲

[2] " " " " " " " " " " " " " "

کہ نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی ورتل القرآن ترتیلا کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے مذکورہ الفاظ سے تشریح فرمائی۔(ت)

درمختار میں ہے:

یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفہم[1]

فرض نماز میں اس طرح تلاوت کرے کہ جدا جدا ہر حرف سمجھ آئے، تراویح میں متوسط طریقے پر اور رات کے نوافل میں اتنی تیز پڑھ سکتا ہے جیسے وہ سمجھ سکے۔(ت)

اُسی کے بیان تراویح میں ہے:

ویجتنب ھذرمۃ القراءۃ۔[2]

اور جلدی جلدی قراءت سے اجتناب کرے۔(ت)

دوم مد و وقف و وصل کے ضروریات اپنے اپنے مواقع پر ادا ہوں، کھڑے پڑے کا لحاظ رہے، حروف مذکورہ جن کے قبل نون یا میم ہو ان کے بعد غنہ نہ نکلے، انا کُنّا کو ان کن یا اناں کناں نہ پڑھا جائے، با و جیم ساکنین جن کے بعد "ت" ہو بشدت ادا کئے جائیں کہ پ اور چ کی آواز نہ دیں، جہال جلدی میں ابترا اور تجتنبوا کو اپترا اور تچتنبوا پڑھتے ہیں، حروف مطبقہ کا کسرہ ضمہ کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔ جہال جب صراط و قاطعہ میں ص و ط کو اطباق کرتے ہیں حرکت تابع حرف ہو کر کسرہ مشابہ ضمہ ہو جاتا ہے، کوئی حرف بے محل اپنے مجاور کی رنگت نہ پکڑے ت و ط کے اجتماع میں مثلاً "یستطیعون" "لا تطع" بے خیالی کرنے والوں سے حرف تا بھی مشابہ طا ادا ہوتا ہے بلکہ بعض سے "عتو" میں بھی بوجہ تفخیم عین و ضمہ تا آواز مشابہ طا پیدا ہوتی ہے، بالجملہ کوئی حرف و حرکت بے محل دوسرے کی شان اخذ نہ کرے نہ کوئی حرف چھوٹ جائے نہ کوئی اجنبی پیدا ہو، نہ محدود مقصور ہو نہ ممدود، اسی زیادت اجنبی کے قبیل سے ہے وہ الف جو بعض جُہّال "واستبقا الباب"، "دعوا اللہ"، "وقال الحمد للہ"، "ذاقا الشجرۃ" کے قیاس پر "کلتا الجنتین" "قیل ادخلوا النار" میں نکالتے ہیں حالانکہ یہ محض فاسد اور زیادت باطل و کاسد و واجب و اجماعی مد متصل ہے منفصل کا ترک جائز، ولہذا اس کا نام ہی مد جائز رکھا گیا

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | فصل و یجہر الامام | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۸۰

[2] " | باب الوتر والنوافل | " " " | ۱/ ۹۹

اور جس حرف مدہ کے بعد سکون لازم ہو جیسے ضآلّین ، الٓمّٓ ، وہاں بھی مد بالاجماع واجب۔ اور جس کے بعد سکون عارض ہو جیسے العالمین ، الرحیم ، العباد ، یوقنون بحالت وقف ، یا قَالَ اللّٰھُمَّ بحالتِ ادغام ، وہاں مد وقصر دونوں جائز۔ اس قدر ترتیل فرض و واجب ہے اور اس کا تارک گنہگار ، مگر فرائض نماز سے نہیں کہ ترک مفسدِ صلوٰۃ ہو۔ مدارک التنزیل میں ہے :

ورتل القراٰن ترتیلا ای اقرأ علی تؤدۃ بتبیین الحروف وحفظ الوقوف و اشباع الحرکات ترتیلا ھو تاکید فی ایجاب الامربہ وانہ لابد منہ للقاری[1]

قرآن کو آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو ، اس کا معنی یہ ہے کہ اطمینان کے ساتھ حروف جدا جدا ، وقف کی حفاظت اور تمام حرکات کی ادائیگی کا خاص خیال رکھنا ہے" ترتیلا " اس مسئلہ میں تاکید پیدا کر رہا ہے کہ یہ بات تلاوت کرنے والے کے لئے نہایت ہی ضروری ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

یمد اقل مد قال بہ القراء والاحرم لترك الترتیل المامور بہ شرعا ط[2]۔

اسے تھوڑا لمبا کرکے پڑھا جائے ، قرار کا یہی قول ہے ، ورنہ مامور بہ ترتیل کی خلاف ورزی ہوگی اور یہ شرعاً حرام ہے ط۔ (ت)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک شخص کو قرآن عظیم پڑھا رہے تھے اس نے انما الصدقٰت للفقراء کو بغیر مد کے پڑھا ، فرمایا : ماھکذا اقرأنیھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یُوں نہ پڑھایا) عرض کی : آپ کو کیا پڑھایا؟ فرمایا : انما الصدقٰت للفقراء مد کے ساتھ ادا کرکے بتایا رواہ سعید بن منصور فی سننہ والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح (اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔[3]

اتقان میں ہے :

قد اجمع القراء علی مد نوعی المتصل وذی الساکن اللازم وان اختلفوا

---

[1] مدارک التنزیل المعروف بتفسیر النسفی سورۃ مزمل زیرآیۃ ورتل القرآن الخ دارالکتاب العربیہ بیروت ۴/ ۳۰۳

[2] ردالمحتار فصل فی القراءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۶۳

[3] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ سعید بن منصور والطبرانی فی الکبیر النوع الثانی والثلاثون الخ ،، ،، ،، ۱/ ۳۱۵

فی مقدارہ واختلفوا فی مد النوعین الاٰخرین وھما المنفصل وذوا الساکن العارض وفی قصرھما۔[1]

تمام قراء مدِّ متصل کی دونوں انواع مدِّ متصل اور ساکن لازم پر متفق ہیں اگرچہ ان کی مقدار میں انھوں نے اختلاف کیا ہے، مد کی آخری دو انواع میں اور وہ مدِّ منفصل اور ساکن عارض ہیں اور ان دونوں کی قصر میں بھی ان کا اختلاف ہے (ت)

ہندیہ میں ہے:

اذا وقف فی غیر موضع الوقف اوابتدأ فی غیر موضع الابتداء ان لم یتغیر بہ المعنی تغیرا فاحشا نحوان یقرأ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت ووقف ثم ابتدأ بقولہ اولٰئک ھم خیر البریۃ، لاتفسد بالاجماع بین علمائنا ھٰکذا فی المحیط، وکذا ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لو لم یقف عند قولہ اصحٰب النار بل وصل بقولہ الذین یحملون العرش لاتفسد لکنہ قبیح ھٰکذا فی الخلاصۃ، وان تغیر بہ المعنی تغیرا فاحشا نحوان یقرأ اشھد اللّٰہ انہ لا الٰہ ووقف ثم قال الا ھو لاتفسد صلاتہ عند عامۃ علمائنا وعند البعض تفسد صلٰوتہ والفتوٰی علی عدم الفساد بکل حال ھکذا فی المحیط۔[2]

جب کسی نے غیر وقف کی جگہ وقف کیا یا مقام ابتدا کے غیر سے ابتدا کی تو اگر معنی میں فحش تبدیلی نہیں ہوتی، مثلاً پڑھنے والے نے ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت پڑھ کر وقف کیا پھر اولٰئک ھم خیر البریۃ سے ابتدا کی تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی، محیط میں اسی طرح ہے۔ اسی طرح اگر وصل کی جگہ کے علاوہ میں وصل کرلیا جیسا کہ اللہ تعالٰی کے قول اصحٰب النار پر وقف نہ کیا بلکہ اسے الذین یحملون العرش کے ساتھ ملالیا نماز فاسد نہ ہوئی، لیکن ایسا کرنا سخت ناپسند ہے۔ خلاصہ میں اسی طرح ہے۔ اور اگر معنٰی میں فحش تبدیلی ہو مثلاً کسی نے اشھد اللّٰہ انہ لا الٰہ پر وقف کرکے پڑھا "الا ھو" تو ہمارے اکثر علماء کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور بعض کے ہاں فاسد ہوجائے گی، اور فتوٰی اس پر ہے کہ ہر صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی، محیط میں

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثانی والثلاثون الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۱۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی زلۃ القاری نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۱

اسی طرح ہے۔ (ت)

جو شخص اس قسم ترتیل کی مخالفت کرے اُس کی امامت نہ چاہئے مگر نماز ہو جائے گی اگرچہ بکراہت۔ عالمگیریہ میں ہے:

من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لاینبغی لہ ان یؤم وکذا من یتنحنح عند القرأۃ کثیرا[1]۔

جو شخص مقاماتِ وقف میں وقف نہیں کرتا بلکہ مقاماتِ وقف کے غیر میں وقف کرتا ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے، اسی طرح اس کو امام نہ بنایا جائے جو اکثر کھانستا رہتا ہو۔ (ت)

سوم جو حروف و حرکات کی تصحیح ا ع، ت ط، ث س ص، ح ہ، ذ ز ظ وغیرہا میں تمیز کرے غرض ہر نقص و زیادت و تبدیل سے کہ مفسد معنیٰ ہو احتراز یہ بھی فرض ہے اور علی التفصیل فرائض نماز سے بھی ہے کہ اس کا ترک مفسد نماز ہے جو شخص قادر ہے اور بے خیالی یا بے پروائی یا جلدی کے باعث اسے چھوڑتا ہے یا سیکھے تو آجائے مگر نہیں سیکھتا۔ ہمارے ائمہ کرام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک اس کی نماز باطل، اور اس کی امامت کے بطلان اور اس کے پیچھے اوروں کی نماز فاسد ہونے میں تو کلام ہی نہیں۔ علمائے متاخرین نے بنظرِ تیسیر جو توسیعیں کیں وہ عند التحقیق صورت لغزش و خطا سے متعلق ہیں کہ صحیح جانتا ہے اور صحیح پڑھ سکتا ہے مگر زبان سے بہک کر غلط ادا ہو گیا نہ کہ معاذ اللہ فتوٰی بے پروائی و اجازت غلط خوانی و ترک تعلم و کوشش، جیسا کہ عوامِ زمانہ بلکہ اکثر خواص میں بھی وبائے عالمگیر کی طرح پھیلا ہوا ہے، اور نہ بھی سہی تو وہ عوام کی نمازیں ہیں نہ کہ غلط خوانوں کو امام بنانے کے لئے، وہی علماء جو وہ توسیعات لکھتے ہیں بطلانِ امامت کی تصریح فرماتے ہیں، اور جو قادر ہی نہیں کوشش کرتا ہے محنت کرتا ہے مگر نہیں نکلتا جیسے کچّی زبان والے گنوار کہ قاف کو کاف، ذال کو جیم پڑھیں۔ صحیح مذہب میں صحیح خواں کی نماز ان کے پیچھے بھی نہیں ہو سکتی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۲۷۵ تا ۲۸۱)

(۱۴) خلافِ شرع فیصلے کرنے والے کی امامت کے بارے میں فرمایا:

جو شخص خلافِ شریعتِ مطہرہ کے فیصلہ کرے اُسے امام بنانا جائز نہیں قال اللہ تعالٰی:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفٰسقون[2]۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۶

[2] القرآن الکریم ۵/۴۷

جو لوگوں کے درمیان اللہ تعالٰی کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ لوگ فاسق ہیں۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یاثمون[1]۔

اگر فاسق کو لوگوں نے امام بنایا تو وہ تمام گنہگار ہوں گے۔ (ت)

اور اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۲۸۲)

(۱۵) ضاد کے مخرج کے بارے میں اعلحضرت کا مستقل رسالہ:

نعم الزاد لروم الضاد (ضاد کے پڑھنے کا بہترین طریقہ)

مسئلہ از ریاست رامپور محلہ کنڈہ متصل مسجد میاں گاماں مرسلہ محمد یحیٰی صاحب ۲۴ شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرع متین دریں باب کہ در قرارت غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین درچند اشخاص نزاع مے مانند و اکثر رسائل و فتاوٰی دریں باب مختلف ہستند بعضے خواندن ضاد را بدال توراث بین الناس دلیل مے آرند و بعضے برائے تبدیل ظا و زا تشابہ صورت را دلیل مے گردانند و قاری عبدالرحمان مرحوم پانی پتی در رسائل و فتاوٰی خلاصہ تحقیق بدیں نہج رقم کردہ اند کہ بجائے ضاد دال یا حرفے خواندن محض غلط است ہر حرف خصوصًا ضاد را از مخرج خود مع صفاتش ادا کردن بر ہمہ شخص واجب است دریں ہنگام شور و شغب بعضے خواص عوام سند خواندن دال از شرح کبیر بیان کردہ اند از استماعش درچند امور غلجان واقع گردید نزصد از علمائے ماہرین و معتبرین کہ از جواب رافع غلجان احقاق حق و ابطال باطل فرمایند اجرکم اللہ تعالٰی فی الدارین امرے چند موجب اشتباہ و غلجان مخصوص ادائے ضاد شبیہ بدال مہملہ یا ظا معجمہ دریافت طلب از علمائے دین۔

علمائے شرع متین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کے پڑھنے میں کچھ لوگوں کا اختلاف ہے، اکثر رسائل اور فتاوے اس بارے میں مختلف ہیں بعض لوگ توارث بین الناس (معمول) کو دلیل بناتے ہوئے ضاد کو دال کے ساتھ پڑھنے کا کہتے ہیں اور بعض اسے ظا اور زا کے ساتھ تبدیلی کے قائل ہیں اور آواز میں مشابہ ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں قاری

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

عبدالرحمان مرحوم پانی پتی نے کہا کہ رسائل اور فتاویٰ میں اس بارے میں خلاصۂ تحقیق یوں بیان کیا گیا ہے کہ ضاد کی جگہ دال یا کوئی اور حرف پڑھنا محض غلط ہے، ہر حرف خصوصاً ضاد کو اپنے مخرج سے اس کی صفات کے ساتھ ادا کرنا ہر شخص پر لازم ہے، اس معاملہ میں بڑا اختلاف اور شور ہے بعض خواص اور عوام اسے دال پڑھنے پر شرح کبیر سے سند ذکر کرتے ہیں، اس معاملہ میں چند امور سے خلجان واقع ہو رہا ہے ماہرینِ شریعت اپنے جواب سے انھیں رفع کریں تاکہ حق ثابت ہو اور باطل کا بطلان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ دارین میں تجھے اجر سے نوازے، ضاد کو دال یا ظا پڑھنے کی صورت میں جن امور میں اشتباہ و خلجان واقع ہو رہا ہے وہ علماء سے دریافت طلب ہیں (وہ یہ ہیں:)

اوّل فصل زلّۃ قاری کہ در کتبِ فقہ علیحدہ ذیل حکم قرارت فی الصلوٰۃ موضوع شدہ آیا حکم مسائل آں مخصوص بداں صورت است کہ از قاری بلا قصد و ارادہ حرفے بجائے حرفے فجأۃً برزبان جاری شدہ باشد یا علی العموم است قاری و تالی بالقصد و ارادہ حرفے بجائے حرفے خواندہ باشد بر تقدیر تسلیم شق عموم ہرگاہ حکم قرارت بالارادہ نوشتہ شدہ باعث معنون کردن فصل بہ زلۃ القاری چیست حالانکہ در زلّۃ کہ معرب لغزش است ارادہ مفقود است۔

اوّل کتبِ فقہ میں نماز کی قرارت کے ضمن میں "زلۃ القاری" (قاری کا پھسلنا) کی جو فصل قائم کی گئی ہے اس کے مسائل کا حکم صرف اسی صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب قاری سے بلا قصد و ارادہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف اچانک زبان پر جاری ہو جائے، یا حکم عام ہے خواہ قاری اور تلاوت کرنے والا عمداً اور قصداً کسی حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دے اگر عموم حکم والی (شق) تسلیم کر لی جائے تو جب اس میں قصداً قرارت کا حکم بھی تحریر ہوا ہے تو پھر اس فصل کا عنوان زلۃ القاری کیوں رکھا گیا، حالانکہ لفظ زلّۃ لغزش سے معرب ہے جس میں قصد اور ارادہ مفقود ہوتا ہے (ت)

دوم درصورت عموم صرف بر اتحاد مخرج یا قربِ مخرج و تشابہ صوت عموم و سہولت ادا اکتفا کردہ خواہد شد یا لحاظ معنی ہم داشتہ خواہد شد و بصورتِ تبدیل معنی و فساد آں حکم فساد نماز دادہ خواہد شد و دریں صورت کسیکہ در ابدال ضاد بذال توارث بین الناس را مطلقاً دلیل گردانیدہ توجیہ صحت قولش چہ خواہد شد۔

دوم عموم کی صورت میں صرف اتحادِ مخرج یا قربِ مخرج اور تشابہ کی صورت میں عام و آسان ادائیگی پر اکتفا کر لیا جائے گا یا معنی کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے اور بصورتِ تبدیل معنی و فساد' حکم فساد نماز کا ہوگا اس صورت میں جو شخص ضاد کو ذال سے بدل کر پڑھنے پر مطلقاً لوگوں کے معمول کو

دلیل بناتا ہے اس کے قول کی صحت کی توجیہ کیسے ہوگی؟ (ت)

سوم چنانکہ صاحب غنیۃ المستملی شرح منیہ در فصل زلۃ قاری بمقام حکم ابدال حرفے بحرفے مدار بر صحت و فساد معنی داشتہ بصورتیکہ معنی صحیح از بدل مے شود حکم صحت نماز نگاشتہ وجائکہ از بدل فساد معنی شدہ حکم فساد نماز دادہ ہمیں حکم در ابدال ضاد بدال مہملہ ہم جاری خواہد ماند وبہر جاکہ ضاد بدال مہملہ فساد معنی لازم است حکم فساد نماز دادہ خواہد شد یا نہ، اگر شق اول مسلّم است پس ابدال ضاد بدال مہملہ وبصوت دال خواندن عموماً ومطلقاً چگونہ صحیح خواہد شد، واگر شق ثانی است مخصص آں وموجب تخصیص کدام دلیل است۔

سوم جس طرح صاحب غنیۃ المستملی نے شرح منیہ کی فصل زلۃ القاری میں ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے کی صورت میں مدار معنی کی صحت و فساد پر رکھا ہے تو جس صورت میں تبدیلی حرف کے باوجود معنی درست ہوگا نماز کی صحت کا حکم دیا جائے گا اور جہاں تبدیلی حرف کی وجہ سے معنی فاسد ہوگا وہاں نماز کے فاسد ہونے کا حکم جاری ہوگا اور جب ضاد کو دال پڑھا جائے تو پھر بھی یہی حکم جاری ہوگا جہاں ضاد کو دال پڑھنے سے فساد معنی لازم آئے وہاں نماز کے فساد کا حکم جاری ہوگا یا نہیں؟ اگر شق اول مسلّم ہے تو ضاد کو دال سے بدل کر دال کی آواز میں پڑھنا عموماً ومطلقاً کیسے صحیح ہوگا اور دوسری شق ہے تو اس کا مخصص اور موجبِ تخصیص کون ہے؟ (ت)

چہارم کسیکہ از عبارت شرح کبیر ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المھملۃ لاتفسد الخ خواندن دال بجائے ضاد بدون لحاظ تخالف وتباعد معنی علی العموم قیاس کردہ قیاس فاسد خواہد شد یا نہ زیراکہ دریں آیہ کریمہ ھل ندلکم علٰی رجل الخ صاحبِ شرح کبیر از بدل قرب معنی ثابت کردہ وحکم صحت نماز دادہ وممکن است کہ بدیگر مقام از ابدال ضاد بدال فساد معنی شود معنی آں خواہد شد تباہ شوند ودر "اکواب موضوعۃ" کہ معنی بہ ترتیب چیدہ شدہ است ہرگاہ مودوعۃ خواندہ شود معنی آں پدرود کردہ شدہ خواہد شد کہ مشعر بر انقطاع آنست علٰی ہذا بسیارے آیات ہستند کہ حالش بر متفتش خبیر پوشیدہ نخواہد ماند پس دراں صورت لامحالہ حکم فساد نماز دادہ خواہد شد وہرگاہ مدار حکم صحت و فسادِ نماز بصورتِ ابدال ضاد بظاء و دال خود حسبِ تحریر صاحب شرح کبیر بر صحت وفساد معنی بدل شد چگونہ قیاس مذکور بسبیل عموم بلوی بخصوص عدم فساد صلاۃ چنانکہ در حق عوام است کہ ہیچ امتیاز در صحت لفظ وفرق معنی نمیدارند ہمچناں در حق خواص کہ امتیاز ہرگونہ دارند جاری خواہد شد یا نہ۔

چہارم جس شخص نے شرح کبیر کی عبارت ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المھملۃ لاتفسد الخ سے ضاد کی جگہ دال پڑھنا بغیر لحاظ مخالفت تباعد معنی علے العموم قیاس کیا ہے وہ قیاس فاسد ہے یا

نہیں؛ کیونکہ آیۂ کریمہ ھل ندلکم علیٰ رجل الخ میں صاحبِ شرح کبیر نے تبدیلی سے قربِ معنیٰ ثابت کیا ہے اور صحتِ نماز کا حکم دیا ہے اور ممکن ہے کہ دوسرے مقام پر ضاد کو دال سے بدلنے سے فسادِ معنیٰ لازم آئے اور اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ وہ تباہ ہوگئے، یا "اکواب موضوعۃ" میں کہ اس کا معنیٰ ہے وہ برتن جو ترتیب سے رکھے گئے ہوں، اگر اسے "موودعۃ" پڑھا جائے جس کا معنیٰ یہ بنے گا رخصت کیا ہوا، یہ معنیٰ وہ ہے جو اس کے انقطاع کی طرف مشعر ہے علیٰ ھذا القیاس بہت سی آیاتِ قرآنی ہیں جن کا حال ہر صاحبِ مطالعہ اور باخبر شخص سے مخفی نہیں ہیں، پس اس صورت میں یقیناً نماز کے فساد کا حکم ہی دیا جائے گا، جب ضاد کو ظا اور دال سے بدل کر پڑھنے میں نماز کی صحت وفساد کے حکم کا مدار خود صاحبِ شرح کبیر کی تحریر کے مطابق صحتِ معنی وفسادِ معنی کی تبدیلی پر ہے، تو پھر عمومِ بلوی کی بنیاد پر عوام کے حق میں عدمِ فسادِ نماز کے قول کا کیا معنی جس کی وجہ یہ ہے کہ صحتِ لفظ اور تبدیلیِ معنی کا فرق عوام نہیں کرتے اسی طرح خواص جو ہر قسم کا فرق کرسکتے ہیں تو ان پر بھی یہ حکم جاری ہوگا یا نہ؟ (ت)

پنجم ہرگاہ از عبارت تمہید جزری وشرح شیخ الاسلام زکریا انصاری بر مقدمہ جزری وہم از شرح ملّا علی قاری برآں ثابت است کہ السنۂ ناس در ادائے ضاد مختلف است بعضے ظائے معجمہ وبعضے دال مہملہ وبعضے ذال معجمہ وبعضے باشمام زائے معجمہ مے خوانند وایں ہمہ حضرات از قرائے عرب معدود ند دریں صورت دعوٰی توارث ادائے ضاد بصوت دال مہملہ چگونہ قابل تسلیم خواہد شد۔ بیّنوا توجروا۔

پنجم جب امام جزری کی تمہیدی عبارت اور شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح مقدمہ جزری اور شرح ملّا علی قاری میں ہے کہ لوگوں کی زبانیں ضاد کی ادائیگی میں مختلف ہیں، بعض ظا، بعض دال، بعض زال اور بعض اسے زا کی بو دے کر پڑھتے ہیں اور یہ تمام حضرات قرائے عرب میں شمار ہوتے ہیں اس صورت میں ضاد کو دال مہملہ پڑھنے پر توارث کا دعوٰی کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا (ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل علی نبیہ صٓ والصلوٰۃ والسلام علی افصح من نطق بضٓ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہ الذین اقتدوھم لسفر الاٰخرۃ زاد صلی اللہ تعالٰی وبارك وسلم علیہ وعلیھم وزاد حق جل وعلا وتبارک قرآن عظیم بلسان عربی مبین بر نبی عربی قرشی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرستاد وبرائے تلاوت واستماع واستفاضہ و

انتفاع عباد آں صفت کریمہ قدیمہ خود را بکسوت حروف و اصوات تجلی داد سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما انزل الیہ بصحابہ کرام رسانید وصحابہ بتابعین وتابعین بہ تبع وہمچناں قرناً بقرنٍ وطبقۃ فطبقۃ ہر ہر حرف وحرکت وصفت وہیأت براقصے غایات تواتر کہ ما فوق آں متصور نیست بما رسید والحمد للہ العلی المجید و ذٰلک قولہ تعالٰی انّا نحن نزلنا الذکر وانّا لہ لحفظون[1]، پس بحمد اللہ چنانکہ در ہیچ کلمہ از کلمات کریمہ اش اصلاً محل توہمے نیست کہ شاید بجائے الحمد الشکر نازل شدہ باشد ہمچناں بمنّت مولٰی عزّ وجل در ہیچ حرفے از حروف طیبہ اش زنہار جائے ترددے نیست کہ شاید بجائے لام تعریف میم تعریف بودہ باشد پس بہمچنیں بیقین قاطع میدانیم کہ ا و ع و ق در زبان عربی جداگانہ است و در قرآن عظیم الا وعلا وفلا بر معانی مختلف بر ہماں وجہ بتیقن جازم می شناسیم کہ ض و ظ و د نیز در لسانِ عرب سہ حرف متباین است و در فرقان کریم ضل وظل ودل بمدلولات متخالفہ پس ض را ظ یا د خواندن بعینہ ہماں ماند کہ کسے "ا" را ع یا ف خواند ادعائے تواریث دراداے د بجائے ض سخنے است بس غلط وپر بیہودہ۔ تواریث اگر در علمائے معتمدین قرارت مقصود خود باطل ومردود، واگر در عوام ہند مراد، ازیں چہ کشاد سکتات سورۂ فاتحہ از صدہا سال درعامیاں رائج است و جہلہ برائے توجیہ آنہا ہفت نام شیطان در وے تراشیدہ اند دلل، ھرب، کیو، کنع، کنس، تعلی، یعلی، وبعض دیگر فرمودند مما ومصرا، وکذٰلک کان ینبغی علی مزعومھم شدت تحفظ ایشاں بریں سکتات بیشتر وفزود تر از تحفظ بر واجبات اجماعیۂ تجوید مے بینم، و ہر کہ مراعات آنہاں نکند ایں ناداناں او را از تجوید قرآن جاہل وغافل دانند فانظر کیف صار فیھم المعروف منکرا والمنکر معروفا۔ ایں اختراعات باطلہ را حقیقت بیش ازاں نیست کہ ان ھی الا اسماء سمیتموھا[2]۔ علماء ایں سکتاتِ باطلہ را تقبیح کردہ اند وبطلان آنہا تصریح، علامہ ابراہیم حلبی در غنیۃ المستملی فرماید قال فی فتاوی الحجۃ، المصلی اذا بلغ فی الفاتحۃ ایاک نعبد وایاک نستعین لاینبغی ان یقف علی قولہ ایاک ثم یقول نعبد وانما الاولی والاصح ان یصل ایاک نعبد وایاک نستعین انتھی فلا اعتبار بمن یفعل ذٰلک السکت من الجھال المتفقھین بغیر علم[3] اھ۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹
[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۳
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۱

تمام حمد اللہ کے لئے جس نے اپنے نبی پر حق (قرآن کریم روشن عربی زبان میں) نازل کیا اور صلوٰۃ وسلام اس ذات پر جس نے ض کو فصیح زبان سے ادا کیا (قرآن کی تلاوت سب سے اعلیٰ فرمائی) اور آپ کی آل واصحاب پر جنھوں نے آپ کی اقتداء کی جبکہ وہ آخرت کے سفر کے لئے سامان ہیں اللہ جل جلالہٗ رحمتیں، برکتیں اور سلامتی آپ پر اور ان سب پر نازل فرمائے اور زیادہ کرے، قرآن عظیم روشن عربی زبان میں اللہ عزوجل نے اپنے عربی قریشی نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اس کی تلاوت وسماعت اور اس سے استفاضہ و نفع کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کریمہ قدیمہ کو حروف وتجلیٔ اصوات کا لباس پہنا کر اپنے بندوں کو عنایت فرمایا۔ نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے صحابہ تک قرآن پاک کو اسی طرح پہنچا دیا جس طرح وہ نازل ہوا تھا پھر صحابہ نے تابعین تک، تابعین نے تبع تابعین تک، اور اسی طرح ہر دَور اور ہر طبقہ میں اس کا ہر حرف، ہر حرکت، ہر صفت اور ہیئت تواتر کے اعلیٰ درجہ کے ساتھ ہم تک منقول ہے کہ اس سے بڑھ کر تواتر کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ حمد ہے اللہ کے لئے جو بلند بزرگی والا ہے اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: "بلا شبہہ ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" الحمد للہ قرآن مجید کے کلمات میں سے کسی ایک کلمہ کے بارے میں بھی ہرگز کسی قسم کا وہم نہیں کیا جاسکتا کہ شاید الحمد کی جگہ اللہ کو نازل ہوا تھا، اسی طرح اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ قرآن کے کسی حرف کے بارے میں شک وتردّد نہیں کہ شاید الف لام کی جگہ تعریف کے لئے میم نازل ہوا تھا، جس طرح ہمیں قطعی یقین ہے کہ ا، ع، ق عربی زبان میں جُدا جُدا حروف ہیں اور قرآن میں الیٰ، علا اور فلا کے الگ الگ مختلف معانی ہیں، اسی طرح ہم اس پر بھی حتمی یقین رکھتے ہیں کہ ض، ظ اور د زبانِ عرب میں آپس میں متبائن تین حروف ہیں اور قرآن عظیم میں ضل، ظل اور دل کے معانی مختلف اور متبائن ہیں پس ض کو بعینہٖ ظ یا د پڑھنا اسی طرح ہے جیسے کوئی الف کو عین یا فا پڑھا کرے، باقی اس توارث کا دعویٰ کہ ض کی جگہ دال ہے سخت غلط ہے کیونکہ اس توارث سے مراد قابلِ اعتماد قرا کا مقصود ہو تو یہ از خود باطل و مردود ہے (وہ لوگ ایسی بات کیسے کرسکتے ہیں) اور اگر مراد عوامِ ہند کا توارث ہے تو اس سے مقصد کیسے حاصل ہوسکتا ہے! عوام کا حال تو یہ ہے کہ صدہا سال سے سورۃ فاتحہ میں سات سکتے رائج ہیں اور جاہل ان کی توجیہ میں سات شیاطین کا نام لیتے ہیں: دلل، ھرب، کیو، کنع، کنس، تعلی، بعلی، اور بعض ان دو ناموں مہما اور مصرا کا اضافہ کرتے ہیں ان کے زعم پر انھیں یونہی مناسب نظر آیا اپنے غلط زعم کے مطابق ان سات سکتات کا تحفظ تجوید کے اجماعی واجبات سے بڑھ کر کرتے ہیں، اور جو ان کی پابندی نہیں کرتا

فتاویٰ رضویہ جلد

یہ بیوقوف اسے تجویدِ قرآن سے جاہل اور غافل قرار دیتے ہیں، آپ غور سے دیکھیں گے عوام کے ہاں معروف منکر اور منکر معروف بن چکا ہے، ان خرافاتِ باطلہ کی کوئی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ یہ ان کے خود ساختہ نام اور تصورات ہیں، اہلِ علم نے ان باطل سکتوں کی سخت تقبیح کی ہے اور ان کے باطل ہونے کی تصریح کی ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی میں فرماتے ہیں، فتاوی الحجہ میں ہے کہ جب نمازی فاتحہ میں ایاك نعبد و ایاك نستعین پر پہنچے تو وہ یہ نہ کرے کہ ایاك پر رک جائے پھر نعبد کہے بلکہ اولیٰ اور اصح یہی ہے کہ ایاك نعبد و ایاك نستعین کو متصل کرکے پڑھے انتہی اگر بعض جاہل ان پڑھ لوگ بغیر کسی دلیل کے سکتہ کرتے ہیں تو ان کا ہرگز اعتبار نہیں کیا جائے گا اھ۔ (ت)

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری در منح الفکریہ بعد ایراد عبارت فتاوی الحجہ مے فرمایند اقول ومما اشتھر علی لسان بعض الجھلۃ من القراٰن فی سورۃ الفاتحۃ للشیطان کذا من الاسماء فی مثل ھذہ التراکیب من البناء فخطأ فاحش واطلاق قبیح ثم سکتھم عن نحو دال الحمد وکاف ایاك وامثالھا غلط صریح[1]۔ علامہ محمد بن خالد قرشی حنفی در رد ایں مزعوم رسالہ مستقلہ نوشت کما ذکرہ کشف الظنون فی ذکر الرسائل من فقیر در عنفوان امر خود م پیش از وقوف بریں کلمات ایں سکتات باطلہ را ابطال می کردم ومنشاء اختراع آنہا مے دانم کہ اگر غرابت سخن مانع نبودے بقلم می سپردم، علماء کہ اختلاف السنۃ ناس درادائے ض بیان فرمودہ اند حاشا مراد نہ آنست کہ ایں طریق ادا قراء عرب است بلکہ مقصود بیان غلط وخطائے عوام درادائے ایں حرف وتنبیہ بربطلان وتحذیر از آن ست۔ عبارت مولانا قاری درشرح مقدمہ جزریہ زیر قول ماتن، والضاد باستطالۃ ومخرج میز من الظاء وکلھا تجیٔ۔ فی الظعن ظل ظھر عظم الحفظ + ایقظ وأنظر عظم ظھر اللفظ چناں ست قد انفرد الضاد بالاستطالۃ حتی تتصل بمخرج اللام لما فیہ من قوۃ الجھر والاطباق والاستعلاء، ولیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثلہ وألسنۃ الناس فیہ مختلفۃ فمنھم من یخرجہ ظاء، ومنھم من یخرجہ ذالا مھملۃ اومعجمۃ ومنھم من یخرجہ طاء مھملۃ کالمصریین ومنھم من یشمہ ذالا ومنھم من یشیربھا بالظاء المعجمۃ لکن لما کان تمییزہ عن الظاء مشکلاً بالنسبۃ الی غیرہ امرالناظم بتمییزہ عنہ نطقا ثم بین ماجاء فی القراٰن بالظاء لفظا[2] الخ

---

[1] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب بیان ان الوقف علی رؤس الاٰیۃ سنۃ مصطفی البابی مصر ص ۶۳

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ مطلب ادغام المتجانسین ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۳۸

ایں شدت تحفظ علما آست بر تمایز حروف و آں چنانکہ امام ناظم رحمہ اللہ تعالیٰ کلمات قرآنیہ وارده بظائے معجمہ را ضبط فرموده تا بدانند کہ ایں حرف بقرآن عظیم در ہمیں مواد است و آنچہ غیر اینہاست ہمہ بضاد است ہمچناں فاضل ادیب حریری در مقامہ حلبیہ عامہ لغات عرب وارده بظاء را مضبوط نمود جائیکہ فرمود ایها السائلی عن الضاد والظاء، لکیلا تضله الالفاظ، إنّ حفظ الظاء آت یغنیك فاسمعها۔[1] استماع امرئٍ له استیقاظ[2] غیر طائعة فی مخارج هذه الحروف وفی ذٰلك حرج عظیم والظاهر ان هذا محمل مافی جمیع الفتاوی باز فرمود ثم فی الخزانة ایضا لوقرأ ولا الضآلین بالظاء فسدت صلٰوته وعلیه اکثر الائمة منهم ابو مطیع ومحمد بن مقاتل ومحمد بن سلام وعبد الله بن الازهری وعلٰی هٰذا القیاس فی جمیع القرآن ولوقرأ بالظاء مکان الضاد تفسد صلاته الّا فی قوله تعالٰی وماهو علی الغیب بضنین بالظاء والضاد فهما قرأتان[2] بیبیں چہ قدر نصوص روشن است کہ ایں تبدیلہا از کج مج زبانی ہائے کُردیاں وتُرکیاں ودہقانیانِ کوفہ وغیرہم عوام واعجام است ولہذا اکثر علمائے متاخرین کہ در محل مشقت رو بہ تیسیر کرده اند ایں ترخیص را ہم بحق عامیاں مقصور داشتند باز حکم جمہور ائمہ نظر کن کہ بریں ابدال ہنگام فساد معنی حکم بفساد نماز فرمودند وہمیں است مذہب ائمہ ثلاثہ سیدنا الامام الاعظم وامام ابی یوسف وامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین علی خلاف بینهم فی ما اذا کان مثله فی القرآن اولا کما فصله فی الغنیة باحسن تفصل فالله یجزیه الجزاء الجلیل در خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وغنیہ وحلیہ وخزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمده مذہب بکثرت فروع ایں تبدیلہا است کہ در وے حکم بفساد نماز داده اند من شاء فلیراجعها فان فی نقلها طولا کبیرا وخود علامہ قاری در شرح جزریہ فرمود (وان تلاقیا) ای الضاد والظاء (البیان) ای فبیان کل منهما لازم ولایجوز الادغام لبعد مخرجهما قال الیمنی فلوقرأ بالادغام تفسد الصلاۃ وقال ابن المصنف وتبعه الرومی ولیتحرز من عدم بیانهما فانه لو أبدل ضادا بظاء او بالعکس بطلت صلاته لفساد المعنی وقال المصری فلو ابدل ضادا بظاء فی الفاتحة لم تصح قراءته بتلك الکلمة[3] (ملخصًا) باز کلام ابن الہمام وکلام مذکوره منیہ آورده گفت قال الشارح وهذا معنی ماذکر فی فتاوی الحجة

---

[1] مقامات الحریری المقامۃ السادسۃ والاربعون الحلبیۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۵۰۵

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات مصطفی البابی مصر ص ۴۳

انه یفتی فی حق الفقهاء باعادۃ الصلاۃ وفی حق العوام بالجواز اقول وھذا تفصیل حسن فی ھذا الباب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، وفی فتاوی قاضی خان ان قرأ غیر المغضوب بالظاء او بالدال تفسد صلاتہ ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او الدال المھملۃ لاتفسد ولو بالذال المعجمۃ تفسد[1] (ملخصا) درشرح امام شیخ الاسلام زکریا انصاری است (وان تلاقیا) ای الضاد والظاء فقل (البیان) لاحدھما من الاخر لازم للقاری لئلا یختلط احدھما بالاخر فتبطل بہ صلاتہ[2] سبحٰن اللہ اگر ایں نہج ادا قرائے عرب را بودے حکم فساد راچہ گنجائش بود (بلکہ قطعاً ادغام روا بودے ونماز مطلقاً اجماعاً صحیح ماندے چنانکہ درماھو علی الغیب بضنین[3] وہمچنیں در قول او تعالیٰ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم[4]، حصب وحضب وحطب وحظب لصاد وضاد وطاء وظاء ہرچہ خواند نماز قطعاً صحیح است کہ ایں کلمہ بہر چہار حروف مطبقہ در قرات آمدہ است کما فی المنح الفکریۃ وغیرھا۔

علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری منح الفکریہ میں فتاوی الحجہ کی عبارت ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں میں کہتا ہوں بعض جاہل لوگوں کی زبان پر یہ جو مشہور ہے کہ قرآن کی سورۃ فاتحہ میں اس ترکیب سے شیطان کے نام ہیں، یہ بات صراحۃً غلط ہے اور اس کا قبیح پر اطلاق ہے ۔ اور پھر ان کے سکتوں سے مراد الحمد کی د اور ایاك کا کاف ہے اور ان کی مثل دوسرے حروف ہیں جو نہایت ہی غلط اور باطل ہیں، علامہ محمد بن عمر بن خالد قرشی حنفی نے اس باطل خیال کے رد میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا ذکر صاحب کشف الظنون نے رسائل میں کیا ہے۔ فقیر نے اپنے ابتدائی دور میں علماء کے مذکورہ ارشادات پر اطلاع نہ ہونے کے باوجود ان سکتوں کا رد کیا، اور ان خرافات کے منشاء سے بھی آگاہی حاصل ہے اگر غرابت سخن مانع نہ ہوتی تو میں اسے احاطۂ تحریر میں ضرور لاتا۔ علماء نے ضاد کی ادائیگی میں لوگوں کی مختلف زبانوں کا جو تذکرہ کیا ہے اس سے مراد یہ ہرگز نہیں ہے کہ قراءِ عرب کی ادائیگی کا یہ طریقہ ہے بلکہ اس سے مقصود صرف اسی حرف کی ادائیگی کے بارے میں عوام کی خطا اور غلطی کی نشان دہی کرنا ہے اور اس کے بطلان پر تنبیہ اور اس سے پرہیز پہ متوجہ کرنا ہے،

---

[1] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات مصطفی البابی مصر ص ۴۳
[2] شرح المقدمۃ الجزریۃ لابی زکریا الانصاری علی ہامش المنح الفکریۃ باب التحذیرات ر ص ۴۳
[3] القرآن الکریم ۸۱/ ۲۴ [4] القرآن الکریم ۲۱/ ۹۸

عبارت مُلّا علی قاری شرح مقدمہ جزریہ میں ماتن کے اس قول "ضاد میں استطالہ ہے اور اس کا مخرج ظاء سے الگ ہے اور ظاء ان تمام میں ہے ؛ ظعن ، ظل ، ظهر ، عظم الحفظ ؛ ایقظ ، انظر ، عظم ، ظهر اللفظ ؛ کے تحت یوں ہے کہ ضاد استطالہ میں منفرد ہے حتی کہ وہ لام کے مخرج کے ساتھ متصل ہے کیونکہ اس میں قوتِ جہر، اطباق اور استعلاء پایا جاتا ہے اور حروف میں کوئی حرف ایسا نہیں جس کی ادائیگی ضاد کی طرح مشکل ہو اس کی ادائیگی میں لوگوں کی زبان مختلف ہے بعض اسے ظاء اور بعض دال یا ذال کے مخرج سے پڑھتے ہیں اور بعض ظاء کے مخرج سے پڑھتے ہیں جیسے مصری لوگ ، اور بعض اسے ذال کی بو دیتے ہیں بعض ظاء سے ملا کر پڑھ دیتے ہیں لیکن چونکہ اس کا امتیاز دیگر حروف کی بنسبت ظاء سے مشکل ہے اس لئے ناظم (ماتن) نے صراحۃً اس سے ممتاز کرنے کی بات کی ، پھر وہ مقامات بیان کئے جہاں قرآن مجید میں ظاء لفظاً استعمال ہوا ہے الخ یہ شدّتِ حروف کے امتیاز کے تحفظ پر علماء کے کاربند ہونے کے لئے ہے اور وہ جو امام ناظم رحمہ اللہ تعالےٰ نے کلماتِ قرآنی ذکر کر دئے ہیں جن میں ظاء ہے تاکہ ہر کوئی جان لے کہ قرآن کریم میں ظاء کے ساتھ یہی کلمات ہیں اور ان کے علاوہ میں ضاد ہے ، اسی طرح فاضل ادیب حریری نے مقامہ حلبیہ میں ظاء کے الفاظ عربی ذکر کر کے کہا جس جگہ کہا اے ضاد اور ظا کے بارے میں پوچھنے والے "تاکہ الفاظ میں غلط ملط نہ ہو اگر تو ظاء کے تمام مقامات محفوظ کرے تو بے نیاز ہو جائے گا پس اب تو انھیں غور سے سُن جس طرح ایک بیدار آدمی سنتا ہے کرد لوگوں کی زبانیں ان حروف کی صحیح ادائیگی پر قادر نہیں ، اور اس میں حرج عظیم ہے اور ظاہر یہ ہے کہ تمام فتاوٰی کا محمل یہی ہے ۔ پھر فرمایا کہ خزانہ میں بھی ہے کہ اگر ولا الضالین میں ظاء پڑھی تو نماز فاسد ہو جائیگی ، اکثر ائمہ اسی پر ہیں ، ان میں سے ابو مطیع ، محمد بن مقاتل ، محمد بن سلام ، عبداللہ بن الازہری بھی ہیں اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا کہ تمام قرآن میں ضاد کی جگہ اگر ظاء پڑھی تو نماز فاسد ہو جائے گی البتہ اللہ تعالےٰ کا قول وما ھو علی الغیب بضنین مستثنیٰ ہے کیونکہ اس میں ظاء اور ضاد دونوں کے ساتھ دو قراءتیں آتی ہیں ، آپ نے دیکھا کہ کس قدر واضح تصریحات ہیں کہ یہ تبدیلی کرد ، تُرک اور کوفہ کے بادیہ نشین وغیرہ عام اور عجمی لوگوں کی زبانیں گڈ مڈ ہونے کی وجہ سے ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر علمائے متاخرین جو مشقت کے مقام پر آسانی کی طرف گئے ہیں انھوں نے بھی اس رخصت کو عوام کے حق میں جائز رکھا ہے پھر جمہور ائمہ کا حکم دیکھو انھوں نے اس تبدیلی پر فسادِ معنیٰ کے وقت فسادِ نماز کا حکم دیا ہے ، اور یہی مذہب ائمہ ثلاثہ سیدنا امام اعظم ، امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ہے اس اختلاف کے ساتھ کہ اس کی مثل قرآن مجید میں ہے یا نہیں ، اس کی پوری اور عمدہ تفصیل غنیہ میں ہے ،

پس اللہ تعالےٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، غنیہ، حلیہ، خزانۃ المفتین اور دیگر کتب معتمدہ مذہب میں ایسی تبدیلی کے متعدد جزئیات کا ذکر کرکے نماز کے فساد کا حکم بیان کیا گیا جو شخص تفصیل چاہتا ہے ان کی طرف رجوع کرے کیونکہ ان تمام کے نقل کرنے میں طوالت کا خدشہ ہے۔ خود علامہ علی قاری شرح جزریہ میں فرماتے ہیں (اور اگر یہ دونوں اکٹھے ہوں) یعنی ضاد اور ظاء تو ہر ایک کا امتیاز ضروری ہے، ان کے بعد مخرج کی وجہ سے ادغام جائز نہیں۔ یمنی نے کہا کہ اگر کسی نے مدغم کرکے پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ابن مصنف اور ان کی اتباع میں رومی نے کہا ان دونوں کے عدمِ امتیاز سے احتراز چاہئے کیونکہ اگر ضاد کو ظاء سے بدلا یا اس کا عکس کہا تو فسادِ معنیٰ کی وجہ سے نماز باطل ہو جائے گی۔ اور مصری نے کہا اگر کسی نے فاتحہ میں ضاد کو ظاء سے بدل کر پڑھا تو اس کلمہ کی قراءت درست نہ ہوگی۔ پھر ابن الہمام اور منیہ کی مذکورہ گفتگو کے بعد کہا شارح نے کہا فتاوٰی حجہ میں جو کچھ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ علماء وفقہاء کے حق میں نماز کے لوٹانے کا فتوٰی دیا جائے گا اور عوام کے حق میں جواز کا۔ میں کہتا ہوں اس معاملہ میں یہی تفصیل احسن ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے اگر کسی نے غیر المغضوب میں ظاء یا دال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد ہوگی اور ولا الضالین میں ظاء یا دال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ امام شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح میں ہے (اور اگر یہ دونوں متصل ہوں) یعنی ضاد اور ظاء، تو قاری کے لئے دونوں کو الگ الگ کرکے پڑھنا ضروری ہے تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ مختلط نہ ہو جائے ورنہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ سبحان اللہ اگر اس کی ادائیگی کا یہ طریقہ قراءِ عرب کا ہوتا تو فساد کے حکم کی یہاں کیا گنجائش تھی بلکہ ادغام جائز اور نماز مطلقًا بالاتفاق درست ہوتی جیسا کہ ما ھو علی الغیب بضنین میں ہے، یہی حکم اللہ تعالےٰ کے اس ارشادِ گرامی میں ہے، انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم۔ یہاں حصب، حضب، حطب اور حظب صاد، ضاد، طاء اور ظاء کے ساتھ جس طرح بھی پڑھ لیا جائے نماز درست ہوگی، کیونکہ اس کلمہ کی ان چاروں حروف کے ساتھ قراءت ثابت ہے جیسا کہ منح الفکریہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق بتحقیقنا ھذا ظھر لك انخساف ما زعم بعض النحاۃ وھو ابن الاعرابی الکوفی حیث کان یقول جائز فی کلام العرب ان یعاقبوا بین الضاد والظاء، فلا یخطئ من یجعل ھذہ فی موضع ھذہ، وینشد

الی اللہ اشکو من خلیلٍ اودّہ ثلث خلالٍ کلھا لی غائض

بالضاد ویقول: هکذا سمعته من فصحاء العرب نقله ابن خلکان فی وفیات الاعیان[1] وذلک لانه لوکان ما زعمه صحیحا لما حکم ائمة الفقه وهو ما هم فی جمیع فنون العربیة وغیرها من العلوم الدینیة بفساد الصلوٰة فی غیر المضوب وامثاله مما یفسد به المعنی، ولما فرقوا بینه وبین ضنین وظنین فاین هذا مما مر عن الحلیة عن الخزانة عن الائمة ان فی جمیع القراٰن تفسد به الصلوٰة ما خلا ضنین، ومن سوغ فانما نظر الی التیسیر علی العوام لانه صحیح فی فصیح الکلام، اما البیت فلا حجة له فیه فقد یکون من غاضه اذا القصة قال الاسود بن یعفر ؎

اما تریني قد فنیت وغاضني ما نیل من بصری ومن اجلادی

قال فی تاج العروس معناه نقصنی بعد تمامی وهذا ابن الاعرابی قد انشد بنفسه ؎

ولو قد عض معطسه جریری لقد لانت عریکته وغاضا

وفسره فقال اثر فی انفه حتی یذل[2] وقد قال ابن سیدة فی ذٰلک البیت یجوز عندی ان یکون غائض غیر بدل ولکنه من غاضه ای نقصه ویکون معناه حینئذ انه ینقصنی ویتهضمنی نقلها فی التاج[3] ایضا وعن هذا حکم علماؤنا بعدم الفساد فیما لو قرأ لیغیض بهم الکفار بالضاد مکان الظاء کما فی الخانیة[4] قال فی الغنیة لان معناه مناسب ای لینقص بهم الکفار اھ[5] وکذا قال فی قوله تعالیٰ قل موتوا بغیظکم[6] وبالجملة فالفقیه لا یؤخذ من قول نحوی خالف نصوص الائمة بل الانصاف عند من نور اللہ بصیرته تقدیم قوله علی اقوال النحاة فی العربیة ایضا فان

---

[1] وفیات الاعیان ترجمہ محمد بن زیاد ابن الاعرابی ۶۳۳ دار الثقافۃ بیروت ۴/۳۰۷
[2و3] تاج العروس فصل الغین من باب الضاد دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۶۴، ۶۵
[4] فتاویٰ قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطاء مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸
[5] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۷
[6] فتاویٰ قاضی خاں فصل فی قراءۃ القرآن خطاءً مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۶۹

الاجتہاد لایتاتی الا لمتصلح منہا مقذوف فی قلبہ نور الالٰہی فاعرف ذٰلک فانہ نفیس مہم، آرے مارا انکار نیست کہ در کلام عرب معاقبہ میان ض و ظ اصلاً نیامدہ، کلمات عدیدہ بہر دو حرف وارد شدہ چوں عض الحرب والزمان وعظ الزمان جنگ گزید وگزند رسانید وتماضوا وتماظوا باہم بجنگ افتادند وبریک دگر زبان گفتن کشادند وفاض فلاں و فاظ بمرد و بظ الضارب اوتارہ وبض چنگ زن اوتار را برائے زدن جنبانید ومہیا نمود وتقریظ وتقریض مدح کردن وبیض وبیظ خایہ مور وبظر وبضر خروسہ الی غیر ذٰلک مما رواہ ابن مالک فی کتاب الاعتضاد فی معرفۃ الظاء والضاد اما ایں معنی مستلزم آں نباشد کہ ہر جا ابدال روا بود چنانکہ میان لام و را جاہا معاقبہ است در مجمع بحار الانوار آورد فیہ کان یکرہ تعطر النساء وتشبھن بالرجال اراد عطر ایظھر ریحہ کما یظھر عطر الرجال وقیل اراد تعطل النساء باللام وھی من لاحلی علیھا ولاخضاب واللام والراء یتعاقبان[1] وزنہار جائز نبود کہ ہر جا خواہند یکے بجائے دیگرے خوانند، علماء تصریح فرمودہ اندکہ در "یوم تبلی السرائر" سرائل یا در یوم ترجف الارض والجبال بجائے جبال جبار خواند نماز فاسد شود کما فی الخانیۃ[2] والمنیۃ وغیرھما باز ایں جملہ کہ گفتہ آمدیم در خصوص ظائے معجمہ است وحاشا کہ جاہلے وکنیزے و دہقانے از عرب بجائے ض دیا طا مہملتین یا ذیا ز معجمتین بر زبان راند سخن من در عرب خالص است نہ در قومے کہ با عجم مخالطہ شدہ و در زبان نیز خالطو مالطشدند رجعت قہقہری را کھگری گویند وثلثہ عشر را تلتعشر وتغذ کذا را خدکدا خدکدا بکسر کاف و دال مہملہ الٰی غیر ذٰلک من التغیرات المہملۃ و با بعضے از اعراب داطراف یمن ملاقی شدم وہکذا را ہچا می گفتند ومنک خطاب بانثٰی را منچ بجیم فارسی وبعضے دیگر دیدم کہ جیم را کاف فارسی مسجد را مسگد وجمال را گمال مے گفتند قال الرضی والفاء کالباء قال السیرافی ھی کثیرۃ فی لغۃ العجم، واظن ان العرب انما اخذوا ذٰلک من العجم لمخالطتھم ایاھم[3] باز اخراج ز معجمہ بجائے ض خالصًا یا اشمامًا در کلام علماء نقلش از عوام جہال نیز بیاد نیست البتہ لبعض عامیان زماں کہ تشابہ صوت شنیدہ اند بجائے ض ظ بر آوردن می خواہند

---

[1] مجمع بحار الانوار | تحت لفظ عطر | مکتبۃ الایمان المدینۃ المنورۃ | ۶۲۱/۳

[2] فتاوٰی قاضی خاں | فصل فی قراءۃ القرآن خطاء | منشی نولکشور لکھنؤ | ۱/ ۶۸

[3] شرح شافیہ للرضی | مخارج الحروف الفرعیۃ | دار الکتب العلمیۃ بیروت | ۲۵۶/۳

وبعض دیگر کہ تحفظ کنند ونتواں چیزے بین الضاد والظاء برمی آرند واولٰئك امثلهم طریقا نسأل اللہ ان یرزقنا الحق فی کل باب تحقیقا۔

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی کی توفیق وعنایت سے جو ہم نے تحقیق کی ہے اس سے ایک نحوی ابن الاعرابی کوفی کے اس قول کی کمزوری بھی واضح ہوجاتی ہے جو اس نے کہا تھا کہ ضاد اور ظاء کو ایک دوسرے کی جگہ کلام عرب میں پڑھا جاسکتا ہے تو جو ایک کی جگہ دوسرے کو پڑھ دے اسے خطادار نہیں کہا جائے گا اور اس نے یہ شعر پڑھا :

اللہ کے ہاں یہی میری شکایت ہے اپنے محبوب دوست کی تین عادتوں کی، جو سب مجھے ناپسند ہیں۔

(اس شعر میں غائض ضاد کے ساتھ ہے)

اور یونہی میں نے فصحاءِ عرب سے سنا ہے، اسے ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں نقل کیا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اگر اُن کا قول درست ہوتا تو یہ تمام ائمۂ فقہ جو علوم دینیہ اور فنونِ عربیہ کے ماہر ہیں غیر المغضوب اور اس جیسے دیگر الفاظ جن میں فسادِ معنی لازم آتا ہے سے نماز کے فاسد ہونے کا حکم جاری نہ کرتے اور ضنین و ظنین اور مذکورہ لفظ کے درمیان فرق نہ کرتے، یہ اس میں سے کہاں ہے جو حلیہ سے خزانہ سے ائمہ کے حوالے سے گزرا کہ ضنین کے علاوہ تمام قرآن میں (جب فسادِ معنٰی ہو) تو نماز فاسد ہوجائے گی، اور جن لوگوں نے اسے جائز قرار دیا تھا انھوں نے عوام پر آسانی کی خاطر ایسا کیا ہے یہ نہیں کہ ایسا کرنا فی الواقع فصیح کلام میں صحیح ہے۔ رہا معاملہ شعر کا، وہ اس سلسلہ میں ان کی حجت نہیں بن سکتا تو کبھی یہ غاضہ سے آتا ہے اس وقت اس کا معنٰی نقص ہوتا ہے، چنانچہ اسود بن یعفر نے کہا :

کیا تُو دیکھتی نہیں کہ میں فنا ہوچکا ہُوں اور میری آنکھوں اور اعضاء کے عوارضات نے مجھے ناقص کردیا ہے۔

تاج العروس میں ہے : اس کا معنٰی یہ ہے کہ اس نے مجھے کمال تک پہنچنے کے بعد ناقص کردیا، اور اس ابن اعرابی نے خود یہ شعر کہا :

اگر جریری نے اس کی ناک کو کاٹا ہے تو ضرور اس کی ناک کی ہڈی نرم اور ناقص ہوگی۔

اور اس کی شرح کرتے ہُوئے کہا کہ اس نے اس کی ناک کو داغدار کردیا حتی کہ وُہ ذلیل ہوگیا۔ اور ابن سیدہ نے اس (پہلے) شعر کے متعلق کہا کہ اس میں "غائض" غاظ، ظ سے نہیں بدلا بلکہ وہ غاض سے ہے

جس کا معنیٰ نقص ہے، لہٰذا اب معنیٰ یوں ہوگا اس نے مجھے ناقص کر دیا۔ اس کو تاج العروس نے بھی نقل کیا ہے۔ اور اسی بناء پر ہمارے علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے لیغیظ بھم الکفار میں ظاء کی جگہ ضاد پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی، جیسا کہ خانیہ میں ہے۔ غنیہ میں ہے کہ اس کا معنیٰ مناسب ہی رہتا ہے یعنی ان سے کافروں میں نقص واضطراب ہوا اھ۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ارشادِ گرامی قل موتوا بغیظکم میں کہا، بالجملہ دین وفقہ کا مسئلہ نحوی کے ایسے قول سے نہیں لیا جا سکتا جو ائمہ کی تصریحات کے خلاف ہو، بلکہ ہر شخص جسے اللہ تعالیٰ نے نورِ بصیرت سے نوازا ہے وہ ائمہ کے اقوال کو فنونِ عربیہ میں بھی نحاۃ کے اقوال پر مقدم رکھے گا کیونکہ اجتہاد وہ کر سکتا ہے جس میں اس کی کامل صلاحیت ہو اور اس کا دل نورِ الٰہی سے پُر ہو، اسے اچھی طرح محفوظ کر لو کیونکہ یہ نہایت ہی اہم اور قیمتی تحقیق ہے۔ البتہ ہمیں اس بات سے ہرگز انکار نہیں کہ کلامِ عرب میں ضاد اور ظاء ایک دوسرے کی جگہ آ ہی نہیں سکتے، بہت سے کلمات ان دونوں حروف کے ساتھ وارد ہیں مثلاً عضّ الحرب والزمان وعظّ الزمان (دونوں کا معنیٰ یہ ہے کہ جنگ نے کاٹا اور تکلیف پہنچائی) تماضوا اور تماظوا آپس میں جنگ وغیرہ کرنا اور ایک دوسرے پر زبان کھولنا "فاض فلاں" اور "فاظ" فلاں فوت ہوا، بنظ الضارب اوتارہ بعض صاحبِ موسیقی کا تار کو بجانے کے لئے حرکت دینا۔ تقریظ اور تقریض تعریف کرنا۔ بیض اور بیظ مور کا انڈہ۔ بظر وبضر عورت اور شرمگاہ الیٰ غیر ذٰلک یہ وہ ہیں جنھیں ابن مالک نے "کتاب الاعتضاد فی معرفۃ الظاء والضاد" میں شمار کیا ہے لیکن یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ ابدال ہر جگہ جائز ہوگا مثلاً لام اور را کئی مقام پر ایک دوسرے کی جگہ آتے ہیں۔ مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواتین کے خوشبو لگانے اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔ یہاں عطر سے وہ خوشبو مراد ہے جو اس طرح مہک دار ہو جو مرد لگاتے ہیں۔ بعض نے کہا یہاں را کی جگہ لام ہے یعنی تعطل النساء لام کے ساتھ، یعنی عورت کا بغیر زیور اور مہندی کے ہونا مراد ہے کہ لام اور را ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہوتے ہیں (یہ اگرچہ جائز ہے) مگر یہ بعض مقام پر جائز نہیں ہوتا کہ جہاں چاہیں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ لیں۔ علماء نے تصریح کی ہے کہ یوم تبلی السرائر کی جگہ سرائل یا یوم ترجف الارض والجبال میں جبال کی جگہ جبار پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، جیسا کہ خانیہ اور غنیہ وغیرہا میں ہے۔ پھر یہ تمام گفتگو جو میں نے کی ہے یہ صرف ظاء معجمہ کے لئے خاص ہے، ہو سکتا ہے کوئی جاہل، لونڈی یا دیہاتی از عرب ضاد کی جگہ دال، طا، ذال یا زا اپنی زبان پر جاری کر دے کیونکہ ہماری گفتگو عرب خالص میں ہے نہ کہ اس قوم میں جو عجم کے ساتھ ملی ہو اور اس کی زبان غلط ملط

ہوگئی ہو مثلاً رجعت قہقری کی جگہ رجعت گہگری اور ثلثۃ عشر کی جگہ تلتعشر، خذکذا کو خذکدا، خذکدا کاف کے کسرہ اور دال کے ساتھ پڑھتے ہیں ان کے علاوہ دیگر بے مقصد لایعنی تغیرات یا بعض ایسے بدوی اور یمنی لوگوں سے ملا ہوں جو ہکذا کو ہجامی پڑھتے تھے مؤنث کو خطاب کرتے ہیں تو منك کی جگہ منچ پڑھتے ہیں۔ بعض دیگر ایسے لوگ بھی میں نے دیکھے کہ جیم کو کاف کے ساتھ مثلاً مسجد کو مسگد، جمال کو گمال بولتے ہیں۔ رضی نے کہا وہ باء جو فاء کی طرح ہے سیرفی کہتا ہے یہ لغتِ عجم میں کثرت کے ساتھ مستعمل ہے، اور میرا گمان ہے کہ عرب نے عجم سے اختلاط کی وجہ سے یہ اخذ کیا ہے پھر ضاد کی جگہ خالصًا یا اشمامًا زا پڑھنے کے بارے میں جاہل لوگوں نے علماء کے کلام سے جو کچھ نقل کیا ہے وہ بھی محفوظ نہیں، البتہ جن بعض عوام زماں سے متشابہ صوت سُنا گیا ہے کہ ض کی جگہ ظاء پڑھنا چاہتے ہیں اور بعض دوسرے لوگ ادائیگی کی طاقت نہ رکھتے ہوئے بھی کوشاں رہتے ہیں ضاد اور ظاء کے درمیان پڑھتے ہیں یہ لوگ بہتر اور اوسط راہ پر ہیں۔ ہم اللہ تعالٰی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر معاملہ تحقیقی میں حق پر چلنا نصیب کرے، آمین۔ (ت)

بالجملہ حق واضح ہمیں است کہ ایں ہمہ حروف باہم متبائن است و بر ہمہ مخرج جدا و ابدال ض با ہر حرفیکہ باشد مردود و نارو ا ایں حرفے است کہ حق جل وعلا او را تنہا آفرید و ہیچ حرفے را قرینش نگردانید و لہذا سیبویہ گفت و در صفت لو لا الاطباق فی الصاد لکان سینا وفی الظاء کان ذالا وفی الطاء کان دالا ولخرجت الضاد من الکلام لانہ لیس شیئ من الحروف من موضعہا غیرہا اھ[1] نقلہ الرضی و آنکہ از قاری پانی پت نقل کردند **اقول** تحقیق آنست کہ در صفات حروف بعضے لازمہ است کہ فقدانش مستلزم فقدان ذات باشد چنانچہ اطباق در ظ و انفتاح در ت او قطعاً واجب المراعات ست و بعضے نہ چنان ست اگر بجا نیارند ذات حرف برہم نخورد چوں تہوع در ہمزہ و تفشے در ش وھو کما فی المنح انتشار الصوت عند خروجہا حتی تتصل بحروف طرف اللسان منہا مخرج الظاء المثالۃ والحال ان مخرجہا حافۃ اللسان من محاذاۃ وسطہ[2] پس مراعات صفات مطلقاً واجب نیست بلکہ از صفات حروف آنست کہ ترکش واجب است و آں صفت تکریر در رائے مخفف مطلقاً و در مثقلہ بیش از یکبار معنی ایں صفت در را آنست کہ قابلِ تکرار است نہ آنکہ تکرارش باید باین معنی بتوفیق اللہ تعالٰی

---

[1] شرح شافیۃ للرضی صفات الحروف دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۶۲

[2] المنح الفکریۃ مطلب بیان ان الحروف المھموسۃ مجتمعۃ الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۹

بخاطرم خطور کردہ بود کہ تصریحش در کلام مولٰنا علی قاری چہرہ کشود حیث قال تحت قول الماتن والراء بتکریر جعل، معنی قولهم ان الراء مکرر هو ان الراء له قبول التکرار لارتعاد طرف اللسان به عند التلفظ کقولهم لغیر الضاحك انسان ضاحك یعنی انه قابل للضحك وفی الجعل اشارة الی ذٰلك، وتکریره لحن فیجب معرفة التحفظ عنه للتحفظ به کمعرفة السحر لیتجنب عن تضرره ولیعرف وجه رفعه قال الجعبری وطریقة السلامة انه یلصق اللافظ ظهر لسانه باعلی حنکه لصقا محکما مرة واحدة ومتی ارتعد حدث من کل مرة راء، وقال مکی لابد فی القراءة من اخفاء التکریر وقال واجب علی القاری ان یخفی تکریره ومتی اظهر فقد جعل من الحرف المشدد حروفا ومن المخفف حرفین[1] اھ ببعض اختصار، و در وجوب ادا از مخرج بر معنی کہ مسلم است جملہ حروف متساویۃ الاقدام است ہیچ خصوصیت ض را نیست بلکہ تواں گفت کہ چوں ادائے صادق در و اعسر از جملہ حروف است حکم وجوب بعارض مشقت در وے بنسبت سائر حروف رو بتخفیف است فان المشقة تجلب التیسیر وماضاق امر الا اتسع ولا یکلف اللّٰه نفسا الا وسعها[2]، وما جعل علیکم فی الدین من حرج[3]، یرید اللّٰه بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[4]، والحمد للّٰه رب العٰلمین آرے خصوصیت ض بوجہ عسر او در شدت احتیاج باہتمام در آں تحفظ و تیقظ در ادائے آنست۔

بالجملہ حق واضح یہی ہے کہ تمام حروف آپس میں متبائن اور ان کے مخارج الگ الگ ہیں لہٰذا ضاد کا کسی بھی حرف کے ساتھ بدل کر پڑھنا مردود اور ناجائز ہے۔ اس حرف (ضاد) کو اللہ تعالٰی نے اتنا جُدا پیدا کیا ہے کہ کوئی حرف بھی اس کا قریبی نہیں گردانا جاسکتا اُسی لئے سیبویہ نے کہا اور خوب کہا اگر صاد میں اطباق نہ ہو تو وہ سین بن جائے، اگر ظاء میں نہ ہو تو وہ ذال بن جائے، اگر طاء میں نہ ہو تو وہ دال بن جائے اور ضاد کلام سے ہی خارج ہوجائے کیونکہ اس کے متبادل کوئی حرف ہی نہیں اھ اسے رضی نے نقل کیا اور جو انھوں نے قاری پانی پتی سے نقل کیا ہے اس کے بارے میں میں کہتا ہوں تحقیقی بات

---

[1] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب بیان ان الحروف المهموسۃ مجتمعۃ الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶ [3] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸

[4] " " ۲/ ۱۸۵

یہ ہے کہ حروف کی صفات میں بعض ایسی صفات لازمہ ہیں جن کے فقدان سے حروف کی ذات کا فقدان لازم آتا ہے مثلاً "طار" میں اطباق اور "تار" میں انفتاح، اس کی رعایت نہایت ہی ضروری ہے۔ اور بعض حروف ایسے نہیں یعنی اگر انھیں ان صفات سے ادا نہ کیا جائے تو ان کی ذات ختم نہیں ہوتی مثلاً ہمزہ میں تہوع اور شین میں تفشی، یہ وہی ہے جو المنح میں ہے کہ اس کے خروج کے وقت آواز کا اس طرح انتشار یہاں تک ہو کہ حروف کے ساتھ طرف لسان متصل ہو جائے، ایسے حروف میں سے ظار کا مخرج بھی ہے حالانکہ اس کا اصل مخرج اس کے محاذاتِ وسط سے اور حافۂ زبان ہے۔ پس صفاتِ حروف کی رعایت ہر جگہ لازم نہیں بلکہ بعض حروف کی صفات ایسی ہیں جن کا ترک ضروری ہے اور وہ رائے مخففہ میں مطلقاً اور رار مثقلہ میں ایک بار سے زائد تکرار ہے یعنی را میں اس صفت کی موجودگی کا معنیٰ یہ ہے کہ را قابلِ تکرار ہے، یہ نہیں کہ اس میں تکرار ضروری ہے۔ یہ معنی اللہ تعالےٰ کی توفیق سے میرے ذہن میں آیا اور اس کی تصریح مولانا علی قاری کے اس کلام میں ظاہر ہوئی جو انھوں نے ماتن کے قول "والراء بتکریر جعل" کے تحت کی ہے کہ قرار کے قول "را میں تکرار ہے" کا معنی یہ ہے کہ را تکرار کو قبول کرتا ہے کیونکہ اس کے تلفظ کے وقت طرفِ زبان حرکت کرتی ہے جیسا کہ غیر ضاحک کو انسان ضاحک کہا جائے کہ وہ ضحک کے قابل ہے، اس جعل میں اسی طرف اشارہ ہے اور اس کا تکرار غلط ہے، پس اس کے ساتھ تلفظ کرتے ہوئے اس سے بچنے کی معرفت ضروری ہے تاکہ غلطی سے بچا جا سکے، جیسا کہ جادو کا علم اس لئے حاصل کیا جائے تاکہ اس کے نقصان سے بچا جائے اور اس سے دفاع کی معرفت ہو جائے اور اس کو اٹھایا جا سکے، جعبری نے کہا سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ تلفظ کرنے والا اپنی زبان کے اوپر والے حصے کو تالو کے بلند حصے کے ساتھ ایک دفعہ مضبوط طریقہ سے ملائے، اب جب وہ حرکت کرے گی تو ہر دفعہ را پیدا ہو گی۔ مکی نے کہا ہے قرارت میں اخفاءِ تکریر ضروری ہے اور فرمایا قاری پر لازم ہے کہ اس کے تکرار میں اخفاء کرے اور جب اظہار کرے گا تو حرفِ مشدّدہ میں کئی حروف پیدا کریگا اور مخففہ میں دو حروف پیدا کرے گا۔ اھ یہ عبارت کچھ اختصار کے ساتھ ہے اور ہر حرف کو اس کے مخرج سے اس طرح ادا کرنے کا وجوب اس معنی پر ہے کہ تمام حروف کا متساوی الاقدام ہونا مسلّم ہے اس میں ضاد ہی کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب اس کی صحیح ادائیگی دیگر حروف کی نسبت زیادہ مشکل ہے تو اس مشقت کے پیشِ نظر دیگر حروف کے اعتبار سے اس کے حکم وجوبی میں تخفیف ہو گی کیونکہ مشقت آسانی لاتی ہے۔ ہر مشکل معاملہ میں گنجائش ہے اللہ تعالےٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم تکلیف نہیں دیتا۔ اللہ تعالےٰ نے تم پر دین کے معاملے میں تنگی نہیں رکھی۔ اللہ تعالےٰ تم پر آسانی کا ارادہ رکھتا ہے

اور تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔ اور تمام خوبی اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ ہاں ضاد میں تنگی کی وجہ سے اس کی ادائیگی کے لئے خوب اہتمام اور تحفظ ہونا چاہئے اور ادائیگی میں ہوش سے کام لیا جائے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۲۸۳ تا ۳۰۱)

(۱۶) ضاد کے مخرج اور ادائیگی کے طریقوں سے متعلق رسالہ "الجام الصاد عن سنن الضاد"

(حرف ضاد کے احکام اور پڑھنے کا طریقہ)

مسئلہ از دربھنگہ محلہ اسمٰعیل گنج ڈاکخانہ لہریا سرائے مرسلہ مولوی محمد اسین صاحب ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان اطراف بنگالہ وغیرہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ ض معجمہ کو قصداً ظ یا ذ بلکہ ز معجمات پڑھتے ہیں اور اسی کا دوسروں کو امر کرتے ہیں اور عام عوام ہندوستان میں جس طرح یہ حرف ادا کیا جاتا ہے جس سے بُوئے دال مہملہ پیدا ہوتی ہے اُس سے نماز مطلقاً فاسد و باطل بتاتے ہیں اور اپنے دعووں کی سند میں اہلِ ندوہ وغیرہ ہندیانِ زمانہ کے چھ فتوے دکھاتے ہیں جن کا خلاصہ کلام و محصل مرام نماز میں ض کو مشابہ د مہملہ پڑھنے پر حکمِ فساد اور اُس پر ان دو وجہ سے استناد ہے:

اوّلاً فی فتاوی قاضی خان:

ولو قرأ الظالین بالظاء او بالذال لا تفسد صلاتہ ولو قرأ الدالین بالدال تفسد[1]

اگر الضالین کو الظالین یا الذالین پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر دالین دال کے ساتھ پڑھا تو فاسد ہو جائے گی۔ (ت)

ثانیاً ضاد مشابہ ظا کے، نہ دال کے، میان ضاد و دال کے صفتوں کا فرق ہے جب ضاد و دال میں صوتاً تغایر ہے تو فصل اُن میں بلا مشقت ممکن۔

فتویٰ مذکورہ کی عبارت یوں ہے، ایسی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی کہ ضاد و دال دو حرف متغایر المعنیٰ ہیں جن میں امتیاز بلا مشقت ممکن، اور ایسی صورت میں فقہاء فسادِ نماز کو لکھتے ہیں۔

شامی میں ہے:

---

[1] فتاویٰ قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطأً الخ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۶۹

اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان أمکن الفصل بینھما بلا مشقۃ تفسد والا یمکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد قال اکثرھم لا تفسد[1] (ملخصًا)

جب کسی حرف کی جگہ دوسرا بولا جائے اور معنی بدل جائے اگر ان کے درمیان امتیاز بغیر مشقت کے ممکن ہو تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بغیر مشقت ممکن نہ ہو جیسا کہ ظا اور ضاد کا معاملہ ہے، تو اکثر علماء نے کہا ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

پانچ فتووں کا حاصل تو صرف اس قدر ہے، اور ایک یعنی پانچویں میں اتنا بیان اور ہے کہ ظا آلین پڑھنا بھی غلط ہے لیکن چونکہ ان میں تشابہ صوتی ہے اور امتیاز متعسر، اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن تعمد یہاں بھی مفسد ہے، یہی مذہب مختار ہے کما فی البزازیۃ (جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔ ت) ان فتووں کا کیا حال ہے اور یہ ان لوگوں کے موافق ومؤید ہیں یا نہیں، اور جو لوگ ض ہی کا قصد کریں اور ض سمجھ کر پڑھیں مگر بوجہ عدم قدرت صاف ادا نہ ہو اور سننے میں دال سے مشابہ ہو تو اُن کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور جو قصدًا ض کو ز پڑھے اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اور ہنگام تغیر حرف وتفاوت معنی میں جو حکم فساد ہے وہ صرف ض و د و ظ ہی سے خاص ہے یا باقی حروف مثل ا، ع۔ ت، ط۔ س، ث، ص۔ ح، ہ کو بھی عام ہے، اگر عام ہے تو آج کل یہ جھگڑا اسی حرف میں کیوں ہے؟ جواب مختصر ہو کہ عوام مطول کو نہیں پڑھتے، بیّنوا توجروا (بیان کیجئے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نزہ سبیل الرشاد عن تحریف کل صاد، واوعد بالعذاب من حاد وضاد والصلوٰۃ والسلام علی الکریم الجواد علی مولی العباد مولی المراد واٰلہ الاسیاد وصحبہ الامجاد ما اھملت الصاد واعجمت الضاد، کشف صواب وایضاح جواب کو چند مجمل جملے ملحوظ ہیں:

اوّل ض ظ ذ ز معجمات سب حروف متباینہ متغایرہ ہیں ان میں کسی کو دوسرے سے تلاوتِ قرآن میں قصدًا بدلنا اس کی جگہ اُسے پڑھنا نماز میں ہو خواہ بیرونِ نماز حرامِ قطعی وگناہِ عظیم، افترا علی اللہ

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۲۵

وتحریفِ کتاب کریم ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ "نعم الزاد لروم الضاد" میں اس پر دلائل قاہرہ باہرہ قائم کئے ہیں یہاں تک کہ امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی وامام برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ وغیرہ و علامہ علی قاری مکی رحمہم اللہ تعالٰی تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصدًا ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے۔ محیط برہانی میں ہے:

سئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمۃ مکان الضاد المعجمۃ اوعلی العکس فقال لایجوز امامتہ ولو تعمد یکفر۔[1]

امام فضلی سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے ضاد کی ظا یا ظا کی جگہ پڑھا تو فرمایا اس کی امامت جائز نہیں، اور اگر اس نے قصدًا ایسا کیا تو یہ کفر ہے۔ (ت)

منح الروض میں ہے:

امّا کون تعمّدہ کفرا فلا کلام فیہ۔[2]

عمدًا ایسا کرنا کفر ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ (ت)

عالمگیری میں ض کی جگہ ز عمدًا پڑھنے کو کفر لکھا

حیث قال سئل عمّن یقرأ الزاء مقام الضاد وقرأ اصحاب الجنۃ مقام اصحاب النار قال لاتجوز امامتہ ولو تعمد یکفر[3] اھ فی النسخۃ الھندیۃ الضاد معجمۃ وفی المصریۃ الصاد وکلاھما محتمل والحکم واحد لایتبدل۔

عبارت یہ ہے سوال یہ کیا گیا کہ کوئی ضاد کی جگہ زا اور اصحاب النار کی جگہ اصحاب الجنۃ پڑھے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کی امامت جائز نہیں اور اگر اس نے ایسا عمدًا کیا تو اسے کافر قرار دیا جائیگا اھ اس فتاوٰی کے ہندوستانی نسخہ میں ضاد اور مصری میں صاد ہے اور ان دونوں کا احتمال ہے حکم ایک ہی ہوگا اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ (ت)

اس طائفہ حادثہ کا حکم تو یہیں سے ظاہر ہوگیا۔

دوم قاری سے بے قصد تبدیل اگرض مشابہ د بلکہ عین د ہوا تو اس پر مطلقًا فسادِ نماز کا حکم غلط وفاسد ہے، عبارتِ امام قاضی میں اگر ذکر ہے تو صرف ایک لفظ کا، نہ کہ بربنائے تباین صوت وسہولت

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ محیط فصل فی القراءۃ والصلوٰۃ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت ص ۴۵۷

[2] " " " " " " " " " " "

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۸۱

13

تمییز، حکم مطلق ،حنفیہ کرام کا اصل مذہب یعنی مذہب مہذب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ جماہیر محققین نے اُسی کی تصحیح کی، اس پر اعتماد فرمایا ، خود واضح و آشکار کہ اس میں صرف صلاح وفساد معنی پر بنائے کار ، توجہاں ض کی جگہ د پڑھ جانے سے معنی نہ بگڑیں فساد ہرگز نہ ہوگا ۔

مثل افید وابتضیین معنی المن والانعام فی قولہ تعالٰی افیضوا علینا من السماء ومثل اکواب موودعۃ موضع موضوعۃ و رادیۃ مردیۃ مکان راضیۃ مرضیۃ کما بیّناہ فی نعم الزاد ۔

جیساکہ اللہ تعالٰی کے ارشادگرامی افیضوا علینا من الماء میں افیضوا کی جگہ افیدوا جو احسان و انعام کے معنی پر مشتمل ہے اور اکواب موضوعۃ کی جگہ اکواب موودعۃ اور راضیۃ مرضیۃ کی جگہ رادیۃ مردیۃ پڑھنا جس پر تفصیلی گفتگو ہم "نعم الزاد" میں کرچکے ہیں ۔(ت)

یہ علمائے متاخرین کہ عوام کی ہرآسانی کے لئے عسرویسر تمیز کا لحاظ رکھتے ہیں کیا آسانی تمیز کی حالت میں مطلقاً حکم فساد دیں گے اگرچہ معنی معتبر نہ ہوں، یہ اصل مذہب سے آسانی ہُوئی یا اور شدت وگرانی نہیں، ان کا حکم قطعاً اس صورت میں مقصور، جہاں معنی بگڑیں اور ان حرفوں میں تمیز آسان ہو ، دیکھنے والے اگر اِن کلماتِ علماء پر نظر رکھتے اس امر کے نصوص واضح ملتے ۔ یہی امام اجل قاضی خان اپنے اس فتاوٰی میں فرماتے ہیں :

اذا اخطأ بذکر حرف مکان حرف فی کلمۃ ولم یتغیر المعنی بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون وما اشبہ ذٰلک لم تفسد صلٰوتہ لانہ لا یغیر المعنی ، وان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلٰوتہ عند الکل، وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ قال اکثرھم لا تفسد صلٰوتہ[1] اھ مختصراً ۔

جب خطاءً ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف ایک کلمہ میں پڑھ دیا لیکن معنی میں تبدیلی واقع نہ ہوئی مثلاً انّ المسلمون ، ان الظالمون ۔اسی کی طرح دیگر مقامات ، تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اس سے معنی متغیر نہیں ہوتا ، اور اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے معنی میں تبدیلی آجائے تو اگر دونوں حروف کے درمیان بغیر مشقّت کے امتیاز ممکن تھا جیسے طا اور صاد یعنی صالحات کی جگہ طالحات پڑھا تو تمام کے نزدیک

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطأ الخ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

اس کی نماز فاسد ہوجائے گی اور دونوں حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر امتیاز ممکن نہ تھا تو اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اھ اختصاراً (ت)

اسی طرح فتاوٰی ہندیہ میں فتاوٰی خانیہ سے منقول، ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

فی الخانیۃ والخلاصۃ انہ ان لم یتغیر المعنی جاز مطلقا وان تغیر المعنی فان لم یشق التمییز بین الحرفین فسدت عند الکل وان شق فاکثرھم لاتفسد[1]

خانیہ اور خلاصہ میں ہے اگر معنیٰ میں تبدیلی نہیں آئی تو نماز (مطلقاً) ہر حال میں جائز، اور اگر معنیٰ میں تبدیلی آجائے تو اب ان دونوں حروف کے درمیان امتیاز مشکل نہیں تو تمام کے نزدیک نماز فاسد، اور اگر امتیاز میں مشقت ہے تو اکثر کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

سوم قطع نظر اس سے کہ دال و مشابہ دال میں فرق بدیہی، دعوٰی میں یہ تھا اور سند میں وہ۔ اور قطع نظر اس عبارت سے کہ عبارتِ خلاصہ میں اگر دال مہملہ ہے تو مستدل کے صریح خلاف، اور معجمہ ہے تو مہملہ کا ذکر اصلاً نہیں، تو سند دعوٰی سے بے علاقہ صاف، ہمیں عبارتِ قاضی خاں سے بحث کرنی ہے جس سے فتوی ندوہ نے بھی استناد کیا، اس عبارت میں دال و ذال کے صرف اسماء لکھے ہیں انھیں صفت مہملہ و معجمہ سے مقید نہ فرمایا اور نقول خصوصاً مطابع میں نقاط کا تغیر کوئی نئی بات نہیں، مگر علامہ محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ اور علامہ محقق مولانا علی قاری مکی نے منح فکریہ شرح مقدمہ جزریہ میں یہی عبارت قاضی خاں بتصریح اہمال و اعجام نقل فرمائی جس میں صراحۃً مذکور کہ ضالین کی جگہ دالین بہ دال مہملہ پڑھے تو نماز نہ جائیگی، اوّل نے فرمایا ہے:

ھذا فصل وھو ابدال احد ھذہ الاحرف الثلٰثۃ اعنی الضاد والظاء والذال من غیرہ فلنورد ماذکرہ فی فتاوٰی قاضی خان من ھذہ القبیل قرأ ولا الضاٰلین بالظاء المعجمۃ اوالدال المھملۃ لاتفسد لوجود لفظھما فی القراٰن وقرب المعنی ولوقرأ بالذال المعجمۃ تفسد لبعد معناہ[2] (ملتقطا)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ان تین حروف یعنی ضاد، ظاء اور ذال کو کسی دوسرے حرف سے تبدیل کرکے پڑھنا اس سلسلہ میں فتاوٰی قاضی خان میں جو کچھ بیان ہوا اس کا عنقریب ہم تذکرہ کرتے ہیں اگر ضالین کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام زلۃ القاری سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۸

جگہ ظالین اعجاماً یا دالین اہمالاً پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ان دونوں کا وجود قرآن میں ہے اور معنی بھی قریب ہی ہے، اور اگر ذالین ذال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اس کے معنی میں بُعد ہے (ملتقطا) ۔ (ت)

ثانی نے فرمایا:

فی فتاوی قاضی خان ان قرأ غیر المغضوب بالظاء او بالدال تفسد صلوته ولاالضالین بالظاء المعجمة والدال المھملة لاتفسد ولو بالذال المعجمة تفسد[1]

فتاوی قاضی خان میں ہے اگر کسی نے غیر المغضوب کو ظاء یا دال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور ولاالضالین کو ظاء یا دال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اگر ذال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

اب اس سے استناد کرنے والے دیکھیں کہ عبارت قاضی خان ان دونوں اکابر کی نقل پر اُن کے صریح مخالف وعکس مراد ہے، ندوہ کا دارالافتاء اپنا مبلغ علم دکھائے ورنہ تحقیقِ بالغ وتنقیحِ بازغ کے لئے بحمداللہ تعالٰی فقیر کا رسالہ "نعم الزاد" ہے۔

چہارم ض و ظ میں دشواری تمیز اصلاً اس طائفہ حادثہ کو اصلاً مفید نہیں، وہ ایک گروہِ متاخرین کے نزدیک ہنگامِ لغزش وخطا سبیل آسانی ہے نہ کہ معاذاللہ قصداً تبدیل کلام اللہ کی دستاویز جو بالقصد مغضوب کی جگہ مغظوب، مغذوب، مغزوب پڑھے اس کی نماز بلاشبہہ فاسد اور وہ پڑھنے والے مغضوب ومفسد۔ تو یہ سب فتوٰی اس کے حق میں بیکار و نامؤید۔ علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

محل الاختلاف فی الخطأ والنسیان اما فی العمد فتفسد بہ مطلقا بالاتفاق اذا کان ممایفسد الصلوۃ اما اذا کان ثناء فلایفسد ولوتعمد ذٰلک افادہ ابن امیر الحاج[2]

محلِ اختلاف خطاء ونسیان کی صورت میں ہے۔ رہا عمداً کا معاملہ، تو اس صورت میں مطلقاً

---

[1] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات تجارت الکتب بمبئی ص ۴۲
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی باب مایفسد الصلوۃ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۸۶

بالاتفاق نماز فاسد ہوگی بشرطیکہ وُہ ایسی قراءت میں ہو جس سے نماز فاسد ہوسکتی ہو، اور اگر ایسا معاملہ ثناء میں ہوا تو نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ عمداً ہو۔ ابن امیر الحاج نے اس طرح بیان کیا ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

ثم ماسنذکر من الخلاف من المتقدمین والمتأخرین فی ھذا علی مافی الخانیۃ ینبغی ان یکون محلہ ما اذالم یتعمد فتنبہ لہ[1]

پھر اس مسئلہ میں ہم متقدمین و متاخرین کا جو اختلاف خانیہ کے حوالے سے بیان کریں گے اس کا محل و مقام اسی صورت میں ہے جو عمداً ہو، پس اسے محفوظ کرلو۔ (ت)

پانچویں فتوٰی کی عبارت سوال میں مذکور، اس میں تو صراحۃً تعمد ظ پر حکم فساد مسطور، پھر اُسے مفید سمجھنا کس قدر عقل و فہم سے دُور، اس خاص جزئیہ کی عبارتیں بکثرت ہیں، حلیہ میں خزانۃ الفتاوی وغیرہا سے منقول:

غیر المغضوب بالظاء والظّٰلمین بالذال او بالضاد قال بعضھم لاتفسد وھم ابوالقاسم الصفار ومحمد بن سلمۃ وکثیر من المشائخ افتوا بہ لعموم البلوی فان العوام لایعرفون مخارج الحروف وقال الامام ابوالمحسن والقاضی الامام ابوعاصم ان تعمد ذٰلک تفسد وان جری علٰی لسانہ اولم یکن ممن یمیز بین الحرفین لاتفسد وھوالمختار[2]

اگر غیر المغضوب کو ظاء کے ساتھ، الظالمین کو ذال یا ضاد کے ساتھ پڑھا تو بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی ان کے اسماء یہ ہیں ابوالقاسم الصفار، محمد بن سلمہ، اور متعدد مشائخ نے عموم بلوٰی کی وجہ سے اسی پر فتوٰی دیا ہے کیونکہ عوام مخارجِ حروف سے آگاہ نہیں ہوتے، اور امام ابوالمحسن اور قاضی امام ابوعاصم نے کہا اگر ایسا عمداً کیا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا ان دُونوں حروف میں امتیاز کرنے والا نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی اور یہی مختار ہے۔ (ت)

اسی میں خزانۃ الاکمل سے ہے:

اذاقرأ مکان الظاء ضادا او مکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ایضاً

الاحسن ان یقال ان تعمد ذٰلك تبطل صلاتہ عالما کان او جاھلا اما لو کان مخطئا اراد الصواب فجری ھذا علٰی لسانہ اولم یکن ممن یمیز بین الحرفین فظن انہ ادی الکلمۃ کما ھی فغلط جازت صلٰوتہ وھو قول محمد بن مقاتل وبہ کان یفتی الشیخ اسمٰعیل الزاھد وھو احسن لان السنۃ الاکراد واھل السواد والاتراك غیر طائعۃ فی مخارج ھذہٖ الحروف وفی ذٰلك حرج عظیم والظاھر ان ھذا محمل ما فی جمیع الفتاوٰی[1]

جب کسی نے ظاء کی جگہ ضاد یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو قاضی محسن نے کہا احسن یہ ہے کہ اگر اس نے عمدًا ایسا کیا تو کہا جائے گا کہ نماز باطل ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، لیکن اگر خطاءً ایسا ہوا یعنی درست پڑھنے کا ارادہ تھا مگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا وہ ان دونوں حرفوں میں امتیاز نہ کرنے والا ہو اور اس کا گمان یہی ہو کہ اس نے کلمہ صحیح ادا کیا ہے لیکن درحقیقت غلط تھا تو اس کی نماز ہوجائے گی، یہی محمد بن مقاتل کا قول ہے، اور شیخ اسمٰعیل الزاہد نے اسی پر فتوٰی دیا ہے اور یہی احسن ہے کیونکہ کُرد، عراقی اور ترکی لوگوں کی زبانیں ان حروف کی صحیح ادائیگی پر قادر نہیں اور اس میں بہت تنگی ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ تمام فتاوٰی جات کی گفتگو کا محمل بھی یہی ہے۔ (ت)

اقول انما یشیر الٰی اطلاق الفساد فی العمد انہ مطمح انظارھم جمیعا والا فاطلاق عدمہ فی الخطأ لا یمکن ان یحمل علیہ ما فی جمیع الفتاوٰی فان منھم من یفصل بعسر الفصل ومنھم من یفرق بقرب مخرج۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ جو مطلقاً فساد کی طرف اشارہ ہے یہ قصد کی صورت میں ہے کیونکہ ان تمام کی آراء کا مطمح یہی ہے ورنہ خطا کی صورت میں عدمِ فساد کا اطلاق ہوگا اور اس پر ان کے کلام کو محمول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بعض ان میں سے عسر و تنگی کے ساتھ اور بعض قربِ مخرج کی بنا پر فرق کرتے ہیں (ت)

منیہ میں ہے:

اما اذا قرأ مکان الذال ظاء او مکان الضاد ظاء او علی القلب فتفسد صلٰوتہ وعلیہ اکثر الائمۃ وروی عن محمد بن سلمۃ رحمہ اللہ تعالٰی انھا لا تفسد لان العجم لا یمیزون بین ھذہ الحروف وکان القاضی الامام الشھید المحسن یقول الاحسن فیہ ان یقول ان جری علٰی لسانہ ولم یکن ممیزا وفی زعمہ انہ ادی الکلمۃ علٰی وجھھا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

لاتفسد وکذا روی عن محمد بن مقاتل والشیخ الامام اسمٰعیل الزاھد[1]۔

جب کسی نے ذال کی جگہ ظاء یا ضاد کی جگہ ظاء یا اس کا عکس کیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اکثر ائمہ اسی پر ہیں۔ محمد بن سلمہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ عجمی لوگ ان حروف میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ اور قاضی امام الشہید المحسن فرمایا کرتے تھے کہ احسن یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر زبان پر اس طرح از خود جاری ہو گیا اور وہ امتیاز کرنے والا نہ تھا اور اس کا گمان یہی تھا کہ اس نے کلمہ کو صحیح طور پر ادا کیا ہے تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ محمد بن مقاتل اور شیخ امام اسمٰعیل الزاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (ت)

بزازیہ میں دربارۂ مغظوب و ذالین و ظالین ہے:

قال القاضی ابوالحسن والقاضی ابوعاصم ان تعمد فسد وان جری علی لسانہ اوکان لایعرف التمیز لایفسد وھواعدل الاقاویل وھوالمختار[2]۔

قاضی ابوالحسن اور قاضی ابوعاصم نے کہا کہ اگر ایسا عمدًا کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر زبان پر از خود اس طرح جاری ہو گیا یا وہ امتیاز نہ کر سکتا تھا تو نماز فاسد نہ ہو گی، اور یہ تمام اقوال میں معتدل قول ہے اور یہی مختار ہے۔ (ت)

اسی طرح ہندیہ میں اس سے منقول۔

اقول والظاھر ان ھذہ الاختیارات ترجع الٰی شق الجواز عند الخطاء اما الفساد عند العمد فینبغی الاتفاق علیہ کما تقدم مایفیدہ عن الحلیۃ والتصریح بہ عن الطحطاوی وھو معنی استظھار الاکمل انہ مجمل مافی جمیع الفتاوٰی کیف واذا جعلوا التعمد من الردۃ فما بقاء الصلوٰۃ ھذا واضح جدا۔

اقول (میں کہتا ہوں) ظاہر یہ ہے کہ تمام اختلافات میں مختار اقوال جواز کی طرف اسی صورت میں راجح ہوتے ہیں جب ایسا معاملہ خطاءً واقع ہو۔ رہا معاملہ عمدًا کا، تو اس صورت میں فسادِ نماز پر اتفاق ہے جیسا کہ حلیہ کے حوالے سے افادہ کے طور پر گزرا۔ اور طحطاوی کی تصریح گزری، اور اکمل کا بطور استظہار کہنا کہ "تمام فتاوٰی جات کا اجمال یہی ہے"، کا معنی بھی یہی ہے اور یہ کیسے نہ ہو

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۴۱

[2] فتاوٰی بزازیۃ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیہ " " نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۲

حالانکہ انھوں نے عمداً ایسا کرنے سے ارتداد کا حکم لگایا ہے تو نماز کے باقی رہنے کا کیا معنی! اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ (ت)

پنجم ضاد و دال میں فرق صفات کا ذکر لغو و فضول اور محل بحث سے یکسر معزول، متقدمین کا مسلک معلوم ہے کہ اُن کے یہاں تشابہ اور عدمِ تشابہ پر اصلاً نظر نہیں اور متاخرین قرب مخرج یا عسر تمیز پر لحاظ کرتے ہیں صفات سے انھیں بھی بحث نہیں، نہ صفات خواہی نہ خواہی آسانی تمیز کو مستلزم، نہ اُن کا تشارک دشواری پر حاکم ط مہملہ دال مہملہ سے سوائے اطباق کے کچھ فرق نہیں اور فرق تمیز کی آسانی مبین اور تائے مثناۃ سے متعدد صفات میں تباین تام اور دشواری یا فصل منصوص اعلام، ط مجہورہ و مستعلیہ مطبقہ قلقلہ ہے اور ت مہموسہ مستفلہ منفتحہ بے قلقلہ، خانیہ و خلاصہ و ہندیہ و ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

ان کان لایمکن الفصل بین الحرفین الابمشقۃ کالطاء مع التاء[1] الخ۔

اگر دو حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر امتیاز ممکن نہ ہو جیسے طاء اور تاء الخ (ت)

شرح جزریہ میں ہے:

قال الرمانی وغیرہ لولا الاطباق لصارت الطاء دالا لانہ لیس بینہما فرق الا الاطباق[2]

رمانی وغیرہ نے کہا کہ اگر اطباق نہ ہو تو طاء دال ہوجائے گی اس لئے کہ اطباق کے علاوہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں۔ (ت)

ششم فتوٰی ندوہ کا قول کہ ضاد و دال دو حرف متغایر المعنی عجیب، الفاظ متغایر المعنی ہیں اگر مسمّے مراد تو ان کے لئے معنی کہاں، بھلا بتائیے تو کہ مجرد حرف ض کے کیا معنی ہوئے، اور اگر اسماء مقصود یعنی حدود دال تو نہ وہ حرف نہ اُن میں مقال، شاید یہ کہنا چاہا اور کہنا نہ آیا کہ ض و د دو حرف جداگانہ ہیں، کسی کلمے میں اُن کا تغیر، معنی کے لئے مستلزم تغایر، یہ معنی فی البطن اگر مقصود بھی ہوں تو اوّلاً اطلاق ممنوع، ثانیاً ہر تغیر میں بجد فساد مدفوع، دیکھو ضالین و دالین میں کس قدر تغایر معنی ہے مگر محقق حلبی نے تغیر نہ مانا وھذا ابدا ھتہ غنی عن ابانۃ (یہ بات

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی قراءۃ القرآن خطأً نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

[2] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب بیان ان الاسنان علٰی اربعۃ اقسام مصطفی البابی مصر ص ۱۵

بدیہی ہونے کی وجہ سے محتاجِ بیان نہیں۔ت)

ہفتم دو حرفوں میں تغایرِ صوت ہرگز سب کے لئے سہولت تمیز کو مستلزم نہیں ح و خ کی آوازیں کتنی جدا ہیں مگر ترک کو اُن میں تمیز سخت دشوار۔ غنیہ میں ہے:

ذکر محمد بن الفضل فی فتاواہ ان الترك لا یمکنہ اقامۃ الحاء الا بمشقۃ الخ[1]۔

محمد بن فضل نے اپنے فتاوٰی میں تحریر کیا کہ ترک لوگوں کے لئے حاء کی ادائیگی مشقت کے بغیر ممکن نہیں الخ۔(ت)

ان سے زیادہ ہمزہ و ق کی آوازوں کا تباین ہے۔ مگر علامہ شامی فرماتے ہیں ہمارے زمانے کے عوام پر اُن میں تمیز کمال مشکل ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی التتارخانیۃ اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قربہ الا انہ فیہ بلوی العامۃ کالذال مکان الصاد والظاء مکان الضاد لا تفسد عند بعض المشائخ اھ قلت فینبغی علی ھذا عدم الفساد فی ابدال القاف ھمزۃ کما ھو لغۃ عوام زماننا فانھم لا یمیزون بینھما ویصعب علیھم جدا کالذال مع الزاء وھذا کلہ قول المتاخرین[2] اھ باختصار۔

تتارخانیہ میں ہے جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج نہ ہو اور نہ ہی قربِ مخرج ہو مگر اس صورت میں ضرورتِ عامہ ہو مثلاً صاد کی جگہ ذال یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اھ میں کہتا ہوں اس بنا پر قاف کو ہمزہ کے ساتھ بدلنے میں (جیسا کہ ہمارے زمانے کے عوام کی زبان ہے) بھی فساد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ ان دونوں کے درمیان امتیاز نہیں کرسکتے، ذال اور زاء کے درمیان فرق کرنا ان پر نہایت ہی دشوار و مشکل ہے، یہ تمام متاخرین کے قول پر ہے اھ باختصار (ت)

ان عبارات سے واضح ہُوا کہ دشواری تمیز میں ہر قوم کے لئے اس کا حال معتبر ہے۔ قربِ مخرج یا تشابہ وغیرہ کچھ ضرور نہیں، تو عوام ہند اگر ض و د میں تمیز پر قادر نہیں تو وہ اُن کے لئے اسی مشقت فصل کی فصل میں ہیں جس میں ض و ظ و ت و ط کا شمار ہوا، اب عبارت شامی منقولہ، فتوٰی ندوہ اور اس کے مثل تمام عبارات بحث سے محض بیگانہ، بلکہ استناد کرنے والوں کے صریح خلاف مراد ہوں گی اور دالین پر بطور متاخرین حکم جواز دیا جائے گا اور قصداً مغضوب پڑھنے والے پر باتفاق متقدمین و متاخرین حکم بطلان نماز۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام زلۃ القاری سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۱ و ۴۸۲

[2] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۲۵ و ۴۲۶

ہشتم یہاں تک مدارک ابنائے عصر پر کلام تھا مگر جانِ برادر! عربی عبارت میں مِنْ عَلٰی فِیْ کا ترجمہ سمجھ لینا اور بات ہے اور مقاصد و مراد و مرام علمائے اعلام تک رسائی اور ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مشقت جس سے فتوی ندوہ نے استناد کیا اس بحث سوال سے اصلاً متعلق ہی نہیں، علماء کا وہ قول صورتِ خطاء و زلّت میں ہے کہ لغزشِ زبان سے باوصفِ قدرت ایک حرف کی جگہ دوسرا نکل جائے اور یہاں صاف صورت عجز ہے کہ یہ ظالین یا اس کے مشابہ دالین پڑھنے والے ہرگز ادائے ض پر قادر نہیں، جس طرح خزانۃ الاکمل و حلیہ کی عبارت گزری کہ،

ان السنۃ الاکراد و اھل السواد والاتراک غیر طائعۃ فی مخارج ھذہ الحروف[1]

کرد، عراقی اور ترک لوگوں کی زبانیں ان حروف کی ادائیگی پر قادر نہیں۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضیخان وغیرہ کی عبارت اُوپر گزری کہ اس قول کو اذا اخطأ بذکر حرف مکان حرف[2] (یعنی اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف خطاءً زبان سے نکل گیا۔ ت) میں ذکر فرمایا، اب محقق علی الاطلاق کا ارشاد اجل و اجلی سنئے، فتح میں فرماتے ہیں:

اما الحروف فاذا وضع حرفا مکان غیرہ فاما خطأ واما عجزا فالاول ان لم یغیر المعنی لاتفسد وان غیر فسدت فالعبرۃ فی عدم الفساد عدم تغیر المعنی، وحاصل ھذا ان کان الفصل بلا مشقۃ تفسد وان کان بمشقۃ قیل تفسد واکثرھم لاتفسد ھذا علی رأی ھٰؤلاء المشائخ، ثم لم تنضبط فروعھم فاورد فی الخلاصۃ ما ظاھرہ التنافی للمتأمل فالاولی قول المتقدمین والثانی وھو الاقامۃ عجزا کالحمد للّٰہ الرحمٰن الرحیم بالھاء فیھا اعوذ بالمھملۃ الصمد بالسین ان کان یجھد اللیل والنھار فی تصحیحہ ولا یقدر فصلٰوتہ جائزۃ ولو ترک جھدہ ففاسدۃ ولایسعہ ان یترک فی باقی عمرہ[3] اھ مختصراً

رہا معاملہ حروف کا، تو جب ایک حرف کو کسی دوسرے حرف کی جگہ رکھ دیا جائے تو یہ خطاءً ہوگا یا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] فتاوٰی قاضی خان — فصل فی قراءۃ القرآن خطاءً الخ — نولکشور لکھنؤ — ۱/ ۶۸

[3] فتح القدیر شرح الہدایۃ — فصل فی القراءۃ — نوریہ رضویہ سکھر — ۱/ ۲۸۱

عجزاً، پہلی صورت میں اگر معنیٰ نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر معنیٰ بدل گیا ہو تو نماز فاسد ہو جائیگی، پس نماز کے عدمِ فساد میں معنی کے تبدیل نہ ہونے کا اعتبار ہے، اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ اگر حروف میں امتیاز بغیر مشقت کے ممکن ہو تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اس میں مشقت ہو تو بعض نے کہا نماز فاسد ہوگی لیکن اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی، یہ ان مشائخ کی رائے کے مطابق ہے، پھر ان کی تمام فروعات و جزئیات منضبط نہیں، پس خلاصہ میں ایسی چیز کو وارد کیا گیا ہے جو بظاہر صاحب غور و فکر کے ہاں منافی ہے۔ پس متقدمین کا قول اولیٰ ہے اور دوسری صورت کہ یہ عمل عجزاً ہو مثلاً الحمد للہ، الرحمٰن الرحیم میں ھا کے ساتھ، اعوذ میں دال کے ساتھ اور الصمد میں سین کے ساتھ پڑھتا ہے، اس صورت میں اگر اس نے تصحیح کے لئے شب و روز محنت کی اور قادر نہ ہو سکا تو اس کی نماز درست ہوگی اور اگر جد و جہد ترک کر دی تو نماز فاسد ہوگی اور اس کے لئے باقی عمر میں جد و جہد ترک کرنے کی گنجائش نہیں اھ اختصاراً (ت)

دیکھو خطا و عجز کو صاف دو صورتیں متقابل قرار دیا اور وہ فرق مشقت کا قول صرف صورت خطا میں ذکر کیا صورتِ عجز میں اس تفرقے کا اصلاً نام نہ لیا بلکہ س و ص و د و ذ کی مثالوں سے حروف متشابہ الصوت وغیر متشابہ دونوں کا یکساں حکم ہونا صراحۃً ظاہر فرما دیا تو بحالتِ عجز مغضوب مغدوب بلکہ بالفرض مغکوب مغموب سب کو قطعاً ایک حکم شامل اور حرف دو حرف کا فرق باطل۔

ثم ہم مانا کہ ظاء طائفہ جدیدہ کی قصدیت پر نظر ہوئی، نہ دال عوام پر، نہ اقوال علماء میں فرق عجز و خطا وغیرہ پر، اور باتباع بعض علمائے متاخرین ارشاد اقدس اصل ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصحح و مختار جمہور محققین بھی پسند نہ آیا، یہ سب مسلّم مگر متاخرین کا صرف ایک ہی قول تفرقہ مشقت نہ تھا، متعدد اقوال تھے از انجملہ امام قاضی ابو عاصم و امام محمد ابن مقاتل و امام اسمٰعیل زاہد وغیرہم اکابر اماجد کا قول بہت باقوت تھا جس پر امام زاہد نے فتوٰی دیا، امام محسن و صاحبِ خزانۃ الاکمل نے احسن کہا، خزانۃ الفتاوٰی و حلیہ وغیرہما میں مختار بتایا۔ وجیز کردری و ہندیہ وغیرہما میں اعدل الاقاویل فرمایا کہ یہ سب عبارات زیر امر چہارم گزریں یعنی اگر خطاءً ایک حرف کی جگہ دوسرا زبان سے نکل گیا یا تمیز نہیں جانتا تو نماز فاسد نہیں، اس قول میں مشقت وغیرہ کا کچھ تفرقہ نہ تھا صرف خطاءً یا عدم تمیز پر حکم ہے اس تقدیر پر واجب تھا کہ ظ و د کا ایک حال ہو اور بحال عدم تعمد صحتِ نماز پر فتوٰی دیا جائے کون سی فقہی نظر موجب ہوئی کہ قولِ متاخرین ہی لینا تھا تو یہ قولِ جلیل نہ لیا جائے حالانکہ اس کی قوت جلیلہ، شانے ارادہ پھر جس مصلحت کے لئے قول ائمہ متقدمین سے عدول ہوا یعنی عوام پر آسانی، وہ بھی اسی میں اتم و ازید،

ہاں اگر منظور یہی یہ ہو کہ وہابیہ غیر مقلدین ندوی کے برادران معظمین کی نمازیں درستی پائیں اور عوام اہلسنت کی نمازیں برباد جائیں، اس لئے وہ قول تفرقہ اختیار کیا تو اختیار ہے۔

دہم بلکہ یہاں ایک اور قول باقوت تھا جسے امام ابوالقاسم صفار و امام محمد بن سلمہ وغیرہما اجلہ ائمہ نے اختیار فرمایا اور بہت مشائخ نے اُس پر فتوٰی دیا کہ نظر عموم بلوی پر ہے جہاں ابتلائے عام ہو صحت پر فتوٰی دیں گے، اسی شامی میں یہیں تھا:

وفی التاتارخانیہ عن الحاوی حکی عن الصفار انہ کان یقول الخطأ اذا دخل فی الحروف لایفسد لان فیہ بلوی عامۃ الناس لانھم لایقیمون الحروف الابمشقۃ اھ وفیما اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قربہ الا ان فیہ بلوی العامۃ لاتفسد عند بعض المشائخ[1] اھ مختصرًا وقد مر تمامہ۔

تاتارخانیہ میں حاوی سے منقول ہے کہ امام صفار کہا کرتے تھے کہ حروف میں خطا ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ اس میں عوام الناس کو شدید ضرورت ہے کیونکہ وہ مشقت کے بغیر ان حروف کو ادا نہیں کرسکتے اھ، اسی میں ہے جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج اور قربِ مخرج نہ ہو البتہ اس میں عمومی بلوی ہو تو بعض مشائخ کے ہاں نماز فاسد نہ ہو گی اھ اختصارًا اور تمام عبارت پیچھے گزر چکی ہے (ت)

حلیہ میں ہے:

قال بعضھم لاتفسد منھم ابوالقاسم الصفار ومحمد بن سلمۃ وکثیر من المشائخ افتوا بہ لعموم البلوی فان العوام لایعرفون مخارج الحروف[2]

بعض علماء نے کہا کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، انہی میں سے شیخ ابوالقاسم الصفار اور محمد بن سلمہ ہیں، اور کثیر مشائخ نے ضروریاتِ عامہ کی بنا پر اسی پر فتوٰی دیا ہے کیونکہ عوام مخارج حروف سے واقفیت نہیں رکھتے۔ (ت)

اس قول پر تو صراحۃً عکس مراد ہوتا تھا۔ یہاں ظ خاص طائفہ قلیلہ ذلیلہ وہابیہ پڑھتے ہیں اور دیا مشابہ د میں عام ابتلاء، خود انھیں فتووں سے سائل نے نقل کیا کہ ایک بلاءِ عام اس زمانے میں یہ ہوگئی ہے کہ ض کو بصورتِ د پڑھتے ہیں، اب تو لازم تھا کہ ان ظائیوں ندویوں کے بھائیوں کی نماز

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۲۵
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فاسد کرتے اور عامہ عوام کی نماز صحیح، الحمد للہ تلك عشرۃ کاملۃ وقد بقی خبایا فی زوایا لولا ان السائل اوصی بالاجمال لاتینابہا (تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے یہ دس کامل دلائل مکمل ہیں، ابھی کچھ دلائل خفا کے گوشے میں رہ گئے ہیں اگر سائل نے اجمالاً لکھنے کا نہ کہا ہوتا تو ہم ان کا بھی تذکرہ کر دیتے۔ ت)

یہاں تک ان فتووں کی حالتیں ظاہر ہوگئیں اور یہ بھی کہ وہ اس طائفہ حادثہ کو مفید اصلاً نہیں، امورِ مسئولہ میں صرف اس کا جواب رہا کہ یہ نزاع خاص اس حرف میں کیوں ہے، جہل اور عوام اہلسنت کے جہلا کا علم، ض کا دشوار ترین حروف ہونا تو ظاہر، ادا نہ ہوسکنے میں وہ علماء اور یہ جہلا برابر، مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے عوام نے معاذ اللہ کلام اللہ وتحریف حرف منزل من اللہ کا قصد نہ کیا، وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو حرف یہاں اللہ عزوجل نے اتارا ہے اسی کو پڑھیں اسی کا ارادہ کرتے اسی کی نیت رکھتے اور اپنے زعم میں یہی سمجھتے ہیں کہ یہ حرف جہاں تک ہم سے ادا ہوسکتا ہے اس کی یہی آواز ہے، مگر علمائے وہابیہ کو کہاں تاب کہ عجز وجہل کے طعنے سمجھیں، دقتوں دشواریوں کی کشاکش میں رہیں وہاں تو مذہب کی بناء ہی آرام پروری پر ہے۔ تراویح کی آٹھ، وتر کی ایک رکعت میں قسمت سے انھیں اوروں کے قول مل گئے ورنہ اصل مقصود یہی آرام نفس ہے۔ جاڑا لگتا ہے تیمم کرلو، جماع میں انزال نہ ہو غسل نہ کرو، سال دو سال خاوند کی خبر نہ آئے عورت کا نکاح کردو، تین طلاقیں ایک جلسہ میں کہیں بے حلالے سمجھو، چھ چیز کے سوا سب میں سود روا، خون و مردار وغیرہ دو ایک چیزیں ناپاک، باقی تمام اشیاء حتی کہ شراب بھی طاہر۔ بے باک رفع ضرورت کو زنا سے خود اپنی بیٹی رضاعی، بھتیجی سوتیلی خالہ سب حلال بلکہ سگی پھوپھی کے لئے بھی یہی خیال۔ انتہائے آرام طلبی یہ کہ وضو میں سر سے عمامہ دشوار اوپر ہی سے مسح کرلو۔ مولٰی سبحنہ وتعالٰی نے وامسحوا برؤسکم[1] فرمایا تم بعمامتکم سمجھو۔ وہ تو وہ، مشکل یہ ہے کہ ہاتھوں کے لئے حکم غسل آیا اور ان کے دھونے سے آستینیں دھونا دشوار تر کہ پہنچے بھی بھیگے اور کپڑا بھی تر، ورنہ انھیں ایسی یکہ کی جگہ استینکم بنالینا کیا دشوار تھا۔ یہاں ایک غیر مقلد صاحب کا قول تھا، صاحبو تم نے تہجد میں آپ دشواریاں لگالی ہیں ہماری تو جاڑے میں جب آنکھ کھلی تکیے پر ہاتھ مار کر منہ پر پھیر لیے اور چارپائی پر بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں پڑھیں اور لحاف میں دبک رہے۔ مسلمانو! کریمہ "لم تجدوا ماء"[2] کے معنی سمجھے یعنی جب چارپائی پر رکھا ہوا گھڑا نہ ملے تو تکیہ پر ہاتھ مار لو اگرچہ نام کو مٹی نہ غبار، نہ تکیہ دار کو مرض نہ آزار، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الواحد القہار۔ یوں بھی جبکہ وہ قصدی تحریف ہے اور یہ عجز یا جہل یا خطا کی تصحیف، تو یہی احق بالانکار ہے، اور عوام کا ان کے علماء سے اعلم ہونا واضح وآشکار۔ اصل اس قدر ہے، آگے افراط و تفریط واجب الحذر۔ یہ جواب امور مسئولہ ہے اور اس مسئلہ خاص میں حق تحقیق حقیق بالقبول وعطر تنقیح اکابر فحول یہ ہے کہ مولٰی عزوجل وتبارک وتعالٰی نے قرآن عظیم اتارا اور ہمیں بحمد اللہ اس کے نظم ومعنی دونوں سے متعبد کیا،

---

[1] القرآن الکریم ۵/۶

[2] القرآن الکریم ۵/۶

ہرمسلمان پر حق ہے کہ اُسے جیسا اُترا ویسا ہی ادا کرے، حروف کی آواز بدلنے میں بیشمار جگہ الفاظ مہمل رہتے یا معنی کچھ سے کچھ ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ معاذاللہ کفرو اسلام کا فرق ہوجاتا ہے، آوازِ صحیح سے جو معنی تھے ایمان تھے اور بدلنے پر جو پیدا ہوئے اُن کا اعتقاد صریح کفر، تو معاذاللہ وہ کلام اللہ کیونکر ہوا، آج کل یہاں عوام بلکہ اکثر خواص نے اس امر خطیر میں مداہنت و بے پروائی اپنا شعار کرلی فقیر نے بگوشِ خود مولوی صاحبوں، اصحابِ وعظ و درس و فتوٰی کو خاص پنچایت میں برملا پڑھتے سنا قل ھو اللہ اھد، حالانکہ ہرگز نہ اللہ نے اھد فرمایا نہ امینِ وحی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اھد پہنچایا، نہ صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اھد پڑھایا، پھر یہ قرآن کیونکر ہوا۔ احد کے معنی ایک، اکیلا، شریک و نظیر سے پاک، نرالا۔ اور اھد کے معنی معاذاللہ بزدل کمزور، فی القاموس الاھد الجبان[1] زاد فی تاج العروس الضعیف[2] (قاموس میں ہے الاھد بزدل، تاج العروس میں کمزور کا اضافہ کیا ہے۔ ت)

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(ان میں بڑا فرق ہے یہ کہاں اور وہ کہاں۔ ت)

لاجرم اس قدر تجوید کہ ہر حرف دوسرے حرف سے ممتاز اور تبدیل و تلبیس سے احتراز ہو، ہر مسلمان پر لازم ہے تصحیح مخارج و اقامت حروف کا اہتمام فرضِ متحتم، علمائے متاخرین کا فتوٰی معاذاللہ پروانۂ بے پروائی نہیں کہ قرآن کو کھیل بنائے اور خلاف ما انزل اللہ جو جی میں آئے پڑھ لینا مناسب، باوصفِ قدرتِ تعلّم تعلّم نہ کرنا اور اس امر اہم کو ہلکا سمجھنا، غلط خوانیِ قرآن پر جمے رہنا، کون جائز کہے گا۔ اس سہل انگاری کی ایک نظیر سُن چکے، اللہ کو احد ماننا اسلام اور معاذاللہ اھد کہنا صریح دشنام، مانا کہ تمہیں قصدِ دشنام نہیں، پھر اس سے کیا ہوا کفر سے بچ گئے بات کی شناعت کیا جاتی رہے گی، تعریف کیجئے اور اسی کا قصد ہو مگر لفظ وہ نکلیں جو صریح ذم ہوں، کیا علمائے متاخرین اسے حلال بتا گئے ہیں؟ کلّا، واللہ، حاشا للہ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم فان احدکم اذا صلی وھو ناعس لایدری لعلہ یذھب یستغفر فیسب نفسہ[3]۔ رواہ مالک والبخاری

---

[1] القاموس المحیط فصل الھاء باب الدال مصطفی البابی مصر ۱/۳۶۱

[2] تاج العروس شرح قاموس فصل الھاء من باب الدال داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۴

[3] مؤطا الامام مالک باب ماجاء فی صلوٰۃ اللیل میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۰۰
صحیح البخاری باب الوضوء من النوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۴

ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن امّ المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

جب تم میں کسی کو نماز میں اُونگھ آئے تو سو جائے یہاں تک کہ نیند چلی جائے کہ اونگھتے میں پڑھے گا تو کیا معلوم شاید اپنے لئے دُعائے مغفرت کرنے چلے اور بجائے دُعا بد دعا نکلے (اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)

جب اونگھتے میں نماز سے منع کیا کہ احتمال ہے شاید اپنے لئے دعائے بد نکل جائے اگرچہ قصدِ دعا ہے، تو خود جاگتے میں خود اللہ عزوجل کی شان میں سخت گستاخی کا کلمہ نہ فقط احتمالاً بلکہ تجربۃً بارہا منہ سے نکالنا کیونکر گوارا ہو سکے اگرچہ قصدِ ثنا ہے۔ اتقان شریف میں ہے:

من المہمات تجوید القراٰن وھو اعطاء الحروف حقوقھا ورد الحرف الی مخرجہ واصلہ ولاشك ان الامۃ کما ھم متعبدون بفھم معانی القراٰن واقامۃ حدودہ ھم متعبدون بتصحیح الفاظہ واقامۃ حروفہ علی الصفۃ المتلقاۃ من ائمۃ القراءۃ المتصلۃ بالحضرۃ النبویۃ وقد عد العلماء القراءۃ بغیر تجوید لحنا[1] ملخصًا۔

تجویدِ قرآن اہم امور میں سے ہے اور وہ حروف کو اُن کے حقوق دینا اور ہر حرف کو اس کے مخرج اور اصل کی طرف لوٹانا ہے، بلاشبہہ امتِ مسلمہ جس طرح معانیِ قرآن کے فہم اور حدودِ قرآنی کے نفاذ میں پابند ہے اسی طرح وہ قرآن کے الفاظ کی تصحیح اور انھیں اسی طریقہ وصفت پر ادا کرنے کی بھی پابند ہے جس طرح ان کو قرارت کے ائمہ نے ادا کیا جن کا سلسلۂ سند نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تک متصل ہے اور علمائے نے بغیر تجوید کے قرآن پڑھنے کو لحن قرار دیا ہے ملخصًا (ت)

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ علماءِ کرام قراءت بے تجوید کو لحن بتاتے ہیں، اور احسن الفتاوٰی فتاوٰی بزازیہ میں فرمایا:

ان اللحن حرام بلاخلاف[2]

لحن سب کے نزدیک حرام ہے۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن فصل المؤلفات فی تجوید القرآن واھمیۃ التجوید دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۲۴

[2] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۵۳

ولہذا ائمۂ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہے تو اس کی تصحیح و تعلّم میں اُس پر کوشش واجب۔ اگر کوشش نہ کرے گا معذور نہ رکھیں گے اور نماز نہ ہوگی، بلکہ جمہور علماء نے اس سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ تا عمر شبانہ روز ہمیشہ جہد کئے جائے کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا، یہی قول امام ابراہیم ابن یوسف و امام حسین بن مطیع کا ہے، محیط میں اسی کو مختار الفتوٰی فرمایا، خانیہ و خلاصہ و فتح القدیر و مراقی الفلاح و فتاوی الحجہ و جامع الرموز و درمختار و ردالمحتار وغیرہا میں اسی پر جزم کیا، علامہ ابن الشحنہ نے اسی کو محرر بتایا، علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں اسی کو معتمد فرمایا، اگرچہ امام برہان محمود نے ذخیرہ میں اس کو مشکل بتایا، امام ابن امیر الحاج نے اسی پر تعویل کی، علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اسی طرف میل کیا کما بیّنّا کل ذٰلك فی فتاوٰنا (جیسا کہ یہ سارے کا سارا ہمارے فتاوٰی میں بیان کیا گیا ہے۔ ت) تو کیونکر جائز کہ جہد و سعی بالائے طاق، سرے سے حرف منزل من القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عملاً اسے متروک و مہجور اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کر دیں ھذا امما لایبیحه شرع ولا دین والعیاذ باللہ رب العالمین (شریعت اور دین اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتے اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت)

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہو چکا کہ قرآن نظم و معنی جمیعا بلکہ نظم دال علی المعنی کا نام ہے اور نظم یہ حروف بہ ترتیب معروف اور باہم متبائن اور تبدیل جزء مستلزم تبدیل کل فان المولف من مبائن مبائن للمولف من مبائن اٰخر (ایک مبائن حروف کا مجموعہ دوسرے مبائن حروف کے مجموعے کے مبائن ہوتا ہے۔ ت) میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل قصدی و تحریف کلام اللہ میں کیا تفاوت مانا جائے گا۔ یہی منشا ہے امام فضلی و امام محمود و علامہ قاری وغیرہم کے اُس حکم کا کہ جو قرآن مجید میں ض عمداً ظ سے بدلے کافر ہے۔

اقول ولاحاجة الی استثناء "وما ھو علی الغیب بضنین" فان ھھنا لیس اقامة الظاء مقام الضاد لان المکان لیس مکانھا خاصة بل مکانھما جمیعا علی التوارد حیث قرئ بھما فی القراٰن فکان مثل صراط وسراط و بسطه و بصطة و یبسط و یبصط و مصیطر و مسیطر الی اشباه ذٰلك بخلاف مغضوب و مغظوب و بخلاف سجیل و صجیل فانه تبدیل۔

اقول میری رائے یہ ہے کہ وما ھو علی الغیب بضنین کو مستثنٰی کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہاں ظاء کو ضاد کی جگہ رکھنا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ صرف ضاد ہی کا مقام نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے دونوں کی جگہ ہے کیونکہ ان دونوں حروف کے ساتھ قراءتِ قرآنی ثابت ہے جیسے صراط اور سراط، بسطۃ اور بصطۃ،

یبسط اور یبصط، مصیطر اور مسیطر اور ان کے ہم مثل دیگر الفاظ بخلاف مغضوب اور مغظوب اور بخلاف سجیل اور صجیل کے کیونکہ یہاں تبدیلی ہے۔ (ت)

پس جزماً لازم کہ ہر حرف میں خاص منزّل من اللہ ہی کا قصد کریں اور اسی کے مخرج سے اسے نکالنا چاہیے، **مخرج ضاد** زبان کی دہنی یا بائیں کروٹ ہے یوں کہ اکثر پہلوئے زبان حلق سے نوک کے قریب تک اُسی جانب کی اُن بالائی داڑھوں کی طرف جو وسط زبان کے محاذی ہیں قریب ملاصق ہوتا ہُوا کچلیوں کی طرف دراز ہو یہاں تک کہ شروع مخرج لام تک بڑھے، زبان کی کروٹ داڑھوں سے متصل ہوتی ہوئی باقی زبان اس حرکت میں اوپر کو میل کرکے تالو سے نزدیکی پائے" دانتوں یا زبان کی نوک کا اس میں کچھ حصہ نہیں" وہ ان قوی حرفوں میں ہے جو ادا ہوتے وقت اپنے مخرج پر اعتماد قوی مانگتے ہیں، جس قدر سانس ان کی آواز میں سینے سے باہر آتی ہے سب کو اپنی کیفیت میں رنگ لیتے ہیں کوئی پارہ سانس کا اُن کے ساتھ جُدا چلتا معلوم نہیں ہوتا جب تک اُن کی آواز ختم نہ ہولے سانس بند رہے گی ایسے حرفوں کو مجہورہ کہتے ہیں اور ان کے خلاف کو مہموسہ جن کا جامع فَحَثَّہٗ شَخْصٌ سَلَتَ ہے یا سَتَشْحَثُكَ خَصَفَہ مثلاً ثائے مثلثہ کو مکرر کرکے بولے ثثثث تو آواز ثا کے تحت ایک حصہ ساکن کا جُدا معلوم ہوگا نفس بند نہ ہُوا، مجہورہ میں ایسا نہیں بلکہ تمام سانس جو شروع تلفظ کے وقت موجود ہو اُنھیں کی آواز سے بھر جاتی ہے اور جب تک اس کا تلفظ ختم نہ ہو دوسری نہیں آتی جیسے ض ض ض ظ ظ ظ، یونہی ضضض، یہ امر قوتِ اعتماد کو لازم ہے کہ دہن یا حلق کے کسی حصے پر اعتماد قوی بے آواز بھی حابس دم ہے کما لا یخفی، جب اس جگہ سے اس طور پر حرف نکلے گا تو وہ ض ہی ہوگا نہ اُس کا غیر۔ فرق جو پڑتا ہے اس کا منشا انھیں سے کسی بات کا رہ جانا ہے مثلاً زبان اگلے دانتوں کو لگی یا زبان کی نوک سے کام لیا کہ وہ آغاز مخرج لام کی طرف جھکی، پہلوئے زبان کا وسط داڑھوں کی جانب خلاف کو چلا حالانکہ اُن کی طرف میل درکار تھا یا زبان تالو کی طرف نہ اٹھائی یا اٹھانا چاہی مگر حرف کی دشواری و غرابت آڑے آئی کہ زبان دب گئی کما ینبغی اطباق نہ ہوا جس طرح لڑائی میں ناتجربہ کار کا ہاتھ باوصف قصد جھجک کر اوچھا پڑتا ہے یا اعتماد میں ضعف رہا یا مخرج لام تک استطالہ نہ ہوا، یہ بیان دل پہ لکھنے اور عمل میں رکھنے کا ہے کہ اِن شاء اللہ تعالٰی صحت ادا میں بہت مددگار ہے و باللہ التوفیق، اب بعد اس کے کہ آدمی صرف منزّل من اللہ ہی کا قصد کرے اور اس کا مخرج و طریقۂ استعمال جان بھی لے، ادا کرنے والے مشابہت د سے تو اس تقریر آخری کا خیال کرکے بچ سکتے ہیں، اور اگر آدمی تا آخر جو کچھ ہم نے محررہ صفات میں بیان کیا اُس سب کے مراعات ٹھیک طور پر ہوجائے تو یقیناً اب جو حرف نکلے گا وہ خالص صحیح و فصیح ض ہوگا اگرچہ ناواقف سُننے والا ناشناسائی کے باعث اُسے کچھ سمجھے یا کچھ نہ سمجھے اور بقدرِ قدرت اس کے

برتنے میں کمی بھی نہ کرے، تو اب جو کچھ بھی ادا ہوگا صحتِ نماز کا فتوٰی دیں گے کہ عسر متحقق ہولیا اور عذر واضح ہوچکا اور عسر جانب یسر ہے،

قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1]، وقال اللہ تعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[2]، وقال تعالٰی ما جعل علیکم فی الدین من حرج[3]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا۔ رواہ الشیخان[4] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے اللہ تعالٰی کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ دوسرا فرمان ہے اللہ تعالٰی تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ تیسرے مقام پر فرمایا؛ اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ ڈالو، محبتیں پیدا کرو، نفرت نہ دلاؤ۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

پھر ایسی حالت میں عند الانصاف اشتراکِ صفات خواہ اشتباہِ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہوسکتی کہ تجراہِ عجز ہے اختیاری نہیں اور غیر اختیاری پر حکم جاری نہیں کما قدمنا فی جعل الاتراک الحاء خاءً وعوام عصر العلامۃ الشامی القاف ھمزۃ (جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کیا کہ ترک لوگ حاء کو خاء اور علامہ شامی کے زمانہ کے لوگ ق کو ہمزہ بنا دیتے ہیں۔ ت) اس تحقیق انیق سے واضح ہوا کہ یہ طائفہ جدیدہ جس نے قصدًا ضاد پڑھنا ٹھہرالیا ان کی نماز تو باجماع ائمہ متقدمین و اتفاق اقوال مذکورہ متاخرین کبھی ولا الضالین تک نہیں پہنچنے پاتی، پہلی ہی رکعت میں مغضوب کی جگہ مغظوب پڑھا اور نماز رخصت ہوئی اب افعال بے معنی کئے جاؤ۔ اسی طرح اگر کوئی جاہل حرف منزل ض کا قصد نہ کرے بلکہ عمدًا اس کو دال خواہ کوئی حرف پڑھنا ٹھہرالے اس کی نماز بھی مغضوب سے آگے نہ چلے گی، تعلم مخرج و طریق ادا و قصد صحیح بقدر قدرت ہر شخص پر لازم، پھر جو کچھ ادا ہوا فتوٰی تیسیر صحت پر حاکم۔

نسأل اللہ تیسیر کل عسیر انہ ولیہ وعلیہ قدیر وصلی اللہ تعالٰی علی البشیر و

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵

[3] ؍ ۲۲/ ۷۸

[4] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۴
صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب تامیر الامام الامراء علی البعوث الخ ؍ ؍ ۲/ ۸۲ و ۸۳

النذیر وآلہ وصحبہ ۔

ہم اللہ تعالٰی سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہر مشکل کو آسان فرمادے کیونکہ وہی مالک ہے اور اس پر وہ قادر ہے، اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اس ذاتِ اقدس پر جو بشیر و نذیر ہے آپ کی آل اور اصحاب پر بھی۔ (ت)

بالجملہ عمداً ظاد یا دواد دونوں حرام، جو قصد کرے کہ بجائے ض ظ یا د پڑھوں گا اس کی نماز کبھی تمام فاتحہ تک بھی نہ پہنچے گی، مغدوب و مغظوب کہتے ہی بلاشبہہ فاسد و باطل ہو جائے گی اور جو حرف منزل ہی کا قصد رکھتا اور اسی کو ادا کرنا چاہتا ہے پھر اگر ایسی جگہ غلطی پڑے جس سے معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی، اور اگر معنی بدل گئے تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو یہ شخص ادائے حرف پر قادر تھا براہِ لغزشِ زبان یا جہلاً یا سہواً زبان سے نکل گیا تو ہمارے مذہب سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی و محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک نماز مطلقاً فاسد، اور اگر یہ بدلا ہوا کلمہ قرآن مجید میں نہیں تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا بھی اتفاق ہو کر اجماع ائمۂ متقدمین کہ نماز باطل ہے اور متاخرین کے اقوال کثیرہ و مضطرب ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۰۲ تا ۳۲۲)

(۱۷) قواعد تجوید کا انکار کرنے والوں اور اس کو ناحق بتانے والوں کے بارے میں فرمایا:

تجوید بنصِ قطعی قرآن و اخبارِ متواترۂ سید الانس والجان علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والسلام و اجماعِ تمام صحابہ و تابعین و سائر ائمۂ کرام علیہم الرضوان المستدام حق و واجب، اور علم دین شرعِ الٰہی ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا[1]۔

اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ (ت)

اسے مطلقاً ناحق بتانا کلمۂ کفر ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ہاں جو اپنی ناواقفی سے کسی خاص قاعدے پر انکار کرے وہ اس کا جہل ہے اسے آگاہ و متنبہ کرنا چاہئے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۲۲ و ۳۲۳)

(۱۸) نماز میں دورانِ قراءۃ کسی نے کہا قال رسول اللہ، تو اس کی نماز فاسد ہوئی یا نہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا:

اگر یہ شخص حدیث خوانی کا عادی تھا اُس عادت کے مطابق زبان سے قال رسول اللہ نکلا تو نماز فاسد ہوگئی لانہ من کلامہ ولیس ثناء او دعاء بل اخبار (کیونکہ یہ اس کا اپنا

---

[1] القرآن الکریم ۷۳/۴

کلام ہے ثنا اور دُعا نہیں بلکہ خبر دینا ہے۔ت) اور اگر ایسا نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ جملہ آیۂ کریمہ کا ٹکڑا ہے، قال اللہ تعالیٰ :

فقال لهم رسول الله ناقة الله وسقيها[1]

تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۲۷)

(۱۹) نماز میں فرض قراءۃ کی مقدار بیان کرتے ہوئے فرمایا :

فرض صرف ایک آیت کی تلاوت ہے سورۂ فاتحہ سے ہو یا کسی سورت سے۔ قال اللہ تعالیٰ،

فاقرء وا ما تيسر من القرآن[2]

قرآن سے جو آسان ہو وہ پڑھو۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۳۳)

(۲۰) نفل پڑھنے والے نمازی کے پاس قرآن با آواز بلند پڑھنے کے بارے میں فرمایا :

حدیث صحیح میں قرآن مجید با آواز ایسی جگہ پڑھنے سے جہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں ممانعت فرمائی ہے اور قرآن عظیم نے حکم فرمایا ہے کہ "جب قرآن پڑھا جائے کان لگا کر سنو اور چپ رہو[3]" تو ایسی جگہ جہر سے پڑھنا ممنوع اور دو یا زیادہ آدمیوں کا با آواز پڑھنا اور شدید ممنوع کہ مخالف حکم قرآن اور قرآن عظیم کی بے حرمتی ہے، اُن لوگوں کو چاہیئے کہ آہستہ پڑھیں، اور نفل پڑھنے والے نفل سے نہیں روکے جاسکتے، نفل نماز مستحب تلاوت سے افضل ہے کہ اس میں تلاوت بھی ہے رکوع سجود بھی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۳۸)

(۲۱) اس قدر تجوید کہ ہر حرف اپنے غیر سے ممتاز رہے ضروری ہے۔ چنانچہ فرمایا :

تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتمد میں اور خطاءً ہو تو ہمارے ائمۂ مذہب کے نزدیک مفسد نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے نزدیک جبکہ وہ کلمہ قرآن میں نہ ہو، اور اس سے بچنا بے تعلم تمایز حروف ناممکن اور فساد نماز سے بچنا فرض عین ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "ولا تبطلوا اعمالكم[4]"

اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے : تم اپنے اعمال باطل نہ کرو۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹۱/ ۱۳
[2] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰
[3] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۵
[4] القرآن الکریم ۴۷/ ۳۳

مقدمہ امام جزری میں ہے :

اذ واجب علیهم محتم   قبل الشروع اولاً ان یعلموا
مخارج الحروف والصفات   لینطقوا بافصح اللغات[1]

قرآن پاک میں شروع ہونے سے پہلے اولاً قاریانِ قرآن پر حروف کے مخارج وصفات (ذاتیہ و عرضیہ) کا جاننا قطعاً ضروری ہے تاکہ قاریانِ قرآن صحیح ترین لغات کے ساتھ قرآن پاک کا نطق کرسکیں (یعنی پڑھ سکیں)۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۳۹)

(۲۲) لَمَا یتفجر الانھٰر میں اگر کسی نے لَمّا شدّ کے ساتھ پڑھ دیا تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں :

نماز درست باشد وبحال سہو وزلت کراہت نیست وحذف جزا برائے دلالت بر عظمت شانش شائع است قال اللہ تعالٰی "فلما اسلما وتلہ للجبین ونادینٰہ ان یا ابراھیم"[2] جزا ذکر نفرمود ہمچناں ایں جا تاویل شود کہ ان منھا ما یکون منہ شیٔ عجیب لمّا یتفجر منہ الانھٰر بالجملہ دریں صورت فسادِ معنٰی نیست۔

نماز درست ہوگی، بھول اور پھسل جانے کی صورت میں کراہت نہیں، اس کی عظمتِ شان کے پیشِ نظر جزا کا حذف مشہور ومعروف ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے : فلمّا اسلما وتلّہ للجبین ونادینٰہ ان یا ابراھیم یہاں جزا کو ذکر نہیں فرمایا اسی طرح مذکورہ مقام میں تاویل ہوسکتی ہے کہ ان میں سے بعض وُہ ہیں جن سے شئ عجیب صادر ہوتی ہے کہ جب وہ پھٹتے ہیں تو ان سے نہریں جاری ہوتی ہیں، الغرض اس صورت میں فسادِ معنٰی نہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۴۱، ۳۴۲)

(۲۳) کس قدر قراءۃ سے نماز ہوجاتی ہے۔ اس سلسلے میں فرمایا :

نماز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے، مثلاً الحمد للہ رب العٰلمین۔ اس کے ترک سے نماز نہ ہوگی، اور پوری سورۃ فاتحہ اور اس کے بعد متصلاً تین آیتیں چھوٹی چھوٹی یا ایک آیت کہ تین چھوٹی کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے، اگر اس میں کمی کرے گا نماز تو ہوجائے گی یعنی فرض ادا ہوجائے گا مکروہِ تحریمی

---

[1] مقدمہ جزریہ   خطبۃ الکتاب   سعیدیہ کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور   ص ۴
[2] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۰۳ و ۱۰۴

ہوگی، بھول کر ہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اور قصدًا ہے تو نماز پھیرنی واجب ہوگی، اور بلا عذر ہے تو گنہگار بھی ہوگا، مثلاً تین آیتیں یہ ہیں ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر[1] یا یہ الرحمٰن ۝ علم القرآن ۝ خلق الانسان ۝[2] ظاہر ہے کہ وُہ دو آیتیں وان یکاد الذین کفروا بلکہ اس میں کی پہلی ہی آیت ان تین چھوٹی آیتوں سے بڑی ہے تو نماز مع واجب ادا ہوگئی دُہرانے کی حاجت نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۴۷)

(۲۴) ایک جاہل واعظ کے بارے میں پُوچھا گیا جو کہتا ہے (۱) جو شخص مسجد کا دروازہ بعد نماز عشاء مقفل کرے اس مسجد میں نماز پڑھنی قطعی حرام اور وہ شخص سنگسار کیا جائے (۲) وہ بغیر علم کے ترجمۂ قرآن کرتا ہے (۳) وہ کتابوں کے جھوٹے حوالے دیتا ہے۔ (۴) اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ ان سوالات کے جواب میں فرمایا:

(۱) مسئلہ مسجد میں خدا و رسول پر دو افترا اور کئے، ایک یہ کہ اس مسجد میں نماز حرام، دوسرا یہ کہ وہ آدمی سنگسار کیا جائے۔ پہلے افترا سے وہ اُن لوگوں میں داخل ہوا جنھیں قرآن عظیم نے فرمایا:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہٗ وسعٰی فی خرابہا[3]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو ان میں یادِ الٰہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ (ت)

اور دوسرے سے وہ بے گناہ مسلم کے ناحق قتل کا فتوٰی دینے والا ہوا، علما صاف اجازت دیتے ہیں کہ حاجت کے وقت غیر اوقات نماز میں حفاظت کے لئے دروازۂ مسجد بند کرنا جائز ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۹۴)

(۲) بے علم و فہم ترجمۂ قرآن مجید میں دخل دینا گناہِ کبیرہ ہے، خود قرآن مجید فرماتا ہے:

ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون[4]

یا تم اللہ کے بارے میں وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۹۴)

(۳) کتابوں کے جھوٹے حوالے دینا کذب و افتراء اور وہ بھی علماء پر اور وہ بھی امورِ دین میں، یہ سب سخت گناہ ہیں، مسائل میں علماء پر افتراء، شرع پر افتراء، اور شرع پر افتراء خدا پر افتراء۔

---

[1] القرآن الکریم ۷۴/۲۱ تا ۲۳
[2] القرآن الکریم ۵۵/۱ تا ۳
[3] 〃 ۲/۱۱۴
[4] 〃 ۲/۸۰

قال اللہ تعالیٰ ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1]۔

ارشادِ ربّانی ہے، اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۹۵)

(۴) پس حتی الامکان ہرگز اس کی اقتدا نہ کریں اور جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھ چکے ہوں سب پھیریں اور ان باتوں پر جو اس کے مدد و معاون ہیں وہ بھی جرم و گناہ میں اُس کے شریک ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۹۷)

(۲۵) مسائل حنفیہ مثلاً آمین بالخفاء وغیرہ کو خرافات کہنے والا مولوی جو خود کو حنفی المذہب ظاہر کرتا ہے اور مقلدین کو ذریّۃ الشیطان بھی کہتا ہے، اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

جو ذریّۃ الشیطان، کتاب و سنت کا منکر حنفیہ کرام خصھم اللہ تعالیٰ باللطف والاکرام کا نام رکھتا ہے پُر ظاہر کہ وُہ گمراہ خود کا ہے کو حنفی ہونے لگا اگرچہ کسی مصلحتِ دنیوی سے براہ تقیہ شنیعہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہے کہ اُس کے افعال و اقوال مذکورۂ سوال اس کی صریح تکذیب پر دال۔ منافقین بھی تو زبان سے کہتے تھے: نشھد انک لرسول اللہ[3] ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ مگر ان ملاعنہ کے گفتار و کردار اس جھوٹے اقرار کے بالکل خلاف تھے، قرآن عظیم نے اُن کے اقرار کو ان کے منہ پہ مارا:

واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنفقین لکذبون[4]۔

اللہ خوب جانتا ہے کہ تم بیشک اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۹۸)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶ [2] القرآن الکریم ۵/۲
[3] " ۶۳/۱ [4] " ۶۳/۱

(۲۶) مزید فرمایا :

ہم چاروں (مقلدین ائمہ اربعہ) حقیقی بھائی ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، باپ ہمارا اسلام، ماں ہماری سنت سنیہ سید الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔ انکار تو ان گمراہوں پر ہے جو تقلیدِ ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو معاذ اللہ شرک وحرام بتاتے اور مذاہب حقہ راشدہ اہلِ حق کا نام چوراہہ رکھتے ہیں۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۲۱۵)

(۲۷) ایک فاسق وفاجر، عیار ومکار امام جو علماءِ اہلسنت کے وعظ کو ناپسند جانتے ہوئے مسجد میں وعظ کرنے سے روکتا ہے، بدعقیدہ لوگوں کے عقائد کی حمایت کرتا ہے، بار بار توبہ کرتا ہے اور توڑتا ہے، اس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

زید کے اکثر افعال مذکورہ فی السوال فسق وگناہِ کبیرہ ہیں اور خدا ورسول کی نافرمانی وناراضی کے باعث خلقِ خدا کو گمراہ کرنا، راہِ حق سے پھیرنا، علمائے اہلسنت کی اہانت وتحقیر، ان پر افترا و بہتان، خدا ورسول جن کی تعظیم کا حکم دیں خلقِ خدا کو ان کی عقیدت سے باز رکھنا فحش گالیاں خود کبیرہ ہیں موجب فسق مسقطِ شہادت خصوصًا جبکہ مسجد میں ہوں جہاں دنیا کا مباح کلام بھی نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو[2]۔ کما ورد فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (جیسا کہ حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہے۔ ت) وعظِ علماء سے ناخوش ہونا اور انھیں وعظ سے منع کرنا ظلم عظیم ہے۔ حق سبحانہ تعالٰی فرماتا ہے :

ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا[3]۔

کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو روکے خدا کی مسجدوں کو اس بات سے کہ ان میں ذکر کیا جائے

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ / ۲۲۷

[2] کشف الخفاء تحت حدیث ۱۱۱۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱ / ۳۱۵

احیاء علوم الدین فضیلۃ المسجد الخ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱ / ۱۵۲

[3] القرآن الکریم ۲ / ۱۱۴

اُس کا نام، اور کوشش کرے اُن کے ویران ہونے میں۔

اسی طرح وعظِ علما کو مکروہ سمجھ کے نہ سُننا اور وہاں سے چلا جانا، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن ذکر بآیات ربہ فاعرض عنہا ونسی ما قدمت یداہ انا جعلنا علٰی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ وفی اٰذانہم وقرا[1]

اور کون زیادہ ستمگار ہے اس سے جو نصیحت کیا گیا اپنے رب کی آیتوں سے تو ان سے منہ پھیر لیا اور بھول گیا جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے، بیشک ہم نے کر دیئے ان کے دلوں پر پردے اُس کے سمجھنے سے اور اُن کے کانوں میں ٹینٹ۔

مسلمانوں کے ساتھ عیاری و چالاکی اور انھیں دھوکے دینا فریب میں ڈالنا ایسے فعال کر کے جن کے سبب لوگوں کی نماز اُن کے پیچھے خراب ہو اُن کی تسکین کے لئے بظاہر توبہ کرنا اور انھیں باتوں کا مرتکب رہنا فتنہ ہے کہ اللہ کے نزدیک قتلِ ناحق سے زیادہ سخت ہے اور عذابِ جہنم کا موجب۔

قال اللہ تعالٰی والفتنۃ اکبر من القتل[2]، وقال اللہ تعالٰی ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلہم عذاب جہنم ولہم عذاب الحریق[3]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: اور فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ اور اللہ تعالٰی کا یہ بھی فرمان ہے: بلاشبہہ وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن خواتین کو فتنہ میں ڈالتے ہیں پھر توبہ نہیں کرتے ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلانے والا عذاب ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۴۵، ۴۴۶)

(۲۸) مزید فرمایا:

ذوالوجہین کو قیامت میں دو زبانیں آگ کی دی جائیں گی۔[4]

قرآن مجید اس حرکتِ شنیعہ کی مذمت سے مشحون ہے۔

قال اللہ عزّ وجل یخدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسہم وما یشعرون[5]

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵۷ — [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۷

[3] 〃 ۸۵/ ۱۰

[4] مجمع الزوائد باب فی ذی الوجہین واللسانین دار الکتاب العربیہ بیروت ۸/ ۹۵

[5] القرآن الکریم ۲/ ۹

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وُہ دھوکا دینا چاہتے ہیں خدا اور مسلمانوں کو، اور حقیقت میں نہیں فریب میں ڈالتے مگر اپنی جانوں کو، اور انھیں خبر نہیں۔

اور فرماتا ہے:

اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا واذا خلوا الیٰ شیٰطینھم قالوا انّا معکم انما نحن مستھزءون[1]

جب مسلمانوں سے ملیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمھارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ٹھٹھا کرتے ہیں۔

الغرض زید کے فاسق ہونے میں کوئی شبہہ نہیں، اور نماز فاسق کے پیچھے مکروہ ہے۔ علماء حکم دیتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے بلکہ دوسری مسجد میں چلا جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۴۷)

(۲۹) افیونی کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں فرمایا:

اگر افیونی پینک کے زور میں ہو جب تو اس کی خود نماز باطل اور اس کے پیچھے اوروں کی بھی محض باطل۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکٰری حتی تعلموا ما تقولون[2]

نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ (ت)

اور اگر ہوش میں ہو جب بھی اس کے پیچھے نماز ممنوع ہے۔

لان الصلوٰۃ خلف الفاسق تکرہ کراھۃ تحریم کما حققہ فی الغنیۃ[3] وغیرھا۔

کیونکہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے جیسا کہ اس مسئلہ کی تحقیق غنیہ وغیرہ میں کی ہے۔ (ت)

اگر پڑھ لی ہو تو نماز پھیرنی ضرور ہے اگرچہ فجر خواہ عصر خواہ مغرب کا وقت ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۶۴)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۴

[2] ۴/۴۳

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

(۳۰) عدت کے دوران عورت کا نکاح عمداً پڑھا دینے والے امام کے بارے میں فرمایا:

وہ نرا فاسق ہی نہیں بلکہ کھلا گمراہ بد دین ہے۔ عدت کے اندر نکاح ناجائز وحرام قطعی ہے جس کی حرمت پر خود قرآنِ عظیم ناطق۔

قال اللہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء[1]

اللہ تعالٰے کا فرمان ہے: وہ عورتیں جو مطلقہ ہو جائیں وہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ (ت)

مسلمانوں پر فرض ہے کہ اُس کو مسجد سے معزول کریں، اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز کم از کم سخت مکروہ ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۷۹، ۴۸۰)

(۳۱) حکام کے کہنے پر مسجد کو گرانے کے جواز کا فتوٰی دینے والے مولوی کے بارے میں فرمایا:

یہ شخص بنصِ قطعی قرآن شریف فاسق و فاجر ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[2]

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو باز رکھے خدا کی مسجدوں کو اُن میں نامِ خدا لئے جانے سے اور کوشش کرے ان کی ویرانی میں۔

عذر اکراہ محض جھوٹا ہے، جو کمیٹیاں رائے زنی کے لئے مقرر کی جاتی ہیں ہرگز حُکّام کی طرف سے گلے پر چھری نہیں رکھی جاتی کہ اگر تم نے یُوں رائے نہ دی یوں تو قتل کر دیئے جاؤ گے یا زبان کاٹ لی جائے گی یا ہاتھ قلم کر دیئے جائیں گے، بلکہ رائے زنی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہر شخص آزادانہ اپنی رائے ظاہر کرے، ہاں دُنیا پرست جیفہ خور خوشامد میں آکر دین و ایمان گنوا کر حکّام پر جبر و اکراہ کا طوفان اٹھا کر بحیلۂ کاذبہ اکراہ چاہے مسجد ڈھائیں، چاہے خدا و رسول کو گالیاں سنائیں، چاہے دو کے آتے تین گائیں۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3]

عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

ایسے لوگ نہ عند اللہ معذور ہو سکتے ہیں نہ عند الحکام مجبور۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۸۱، ۴۸۲)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴
[3] " " ۲۶/ ۲۲۷

(۳۲) جس شخص کی عورت اپنا سر اور ران ننگی رکھتی ہے اس کی امامت کے بارے میں فرمایا:
ران کھولنا حرام ہے، اور اس آزاد عورت کو سر کھولنا بھی حرام ہے۔ وہ عورتیں ان حرکات کی وجہ سے فاسقہ ہیں، اور شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:
یٰایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا [1]
اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔
اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:
کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ [2]
تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور ہر حاکم سے روزِ قیامت اس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا۔
تو یہ مرد کہ انھیں منع نہیں کرتے خود فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے۔ غنیہ میں ہے:
لو قدموا فاسقا یاثمون [3]
اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو وہ گنہ گار رہوں گے۔ (ت)
بلکہ جب اس کی عورت بازار میں ران کھولے پھرتی ہے اور وہ منع نہیں کرتا تو دیوث ہے۔
فی الدرالمختار دیوث من لا یغار علٰی امرأتہ او محرمہ [4]
درمختار میں ہے وہ شخص دیوث ہوتا ہے جو اپنی بیوی اور کسی محرم پر غیرت نہ کھائے۔ (ت)
ہاں اگر یہ منع کرے روکے جس قدر اپنی قدرت اس رسم شنیع کے مٹانے سے ہے صرف کرے اور پھر عورت نہ مانے تو مرد پر الزام نہ رہے گا۔ قال اللہ تعالٰی:
لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی [5]
کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی (ت) (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۴۸۴)

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/ ۶
[2] صحیح البخاری باب الجمعۃ فی القرٰی والمدن قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۲۲
[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈیمی لاہور ص ۵۱۳
[4] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۸
[5] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

(۳۳) مزید فرمایا:

عورت تو بے حجابی اسی طرح کرتی ہے مگر مرد اسے اپنی حدِ قدرت تک روکتا ہے منع کرتا ہے اور وہ نہیں مانتی، تو ان صورتوں میں شوہر پر کچھ الزام نہیں اور اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز میں کراہت نہیں ہوسکتی۔ قال اللہ تعالٰی:

لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[1]

کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۴۹۴، ۴۹۵)

(۳۴) یتیموں کا مال پوشیدہ لے جانے والے امام کے بارے میں فرمایا:

پرایا مال بے اذنِ شرعی خفیہ لینا چوری ہے اور چوری گناہِ کبیرہ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یسرق السارق حین یسرق وھو مومن[2]

چور چوری کرتے وقت ایمان سے الگ ہوجاتا ہے۔

اور یتیموں کا مال ناحق لینا سخت تر کبیرہ ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا[3]

جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں نری آگ کھاتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں جائیں گے۔

یتیموں کا حق کسی کے معاف کئے معاف نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ خود یتیم کا دادا یا ماں یا کسی نابالغ کے ماں باپ اس کا حق کسی کو معاف کر دیں ہرگز معاف نہ ہوگا فان الولایۃ للنظر لا للضرر (کیونکہ ولایت نگرانی کے لئے حاصل ہوتی ہے نقصان دینے کے لئے نہیں۔ ت) بلکہ خود یتیم نابالغ بھی معاف نہیں کرسکتے نہ ان کی معافی کا کچھ اعتبار ہے للحجر التام عما ھو ضرر (کیونکہ نقصان دہ معاملہ میں تصرف کرنے سے انھیں مکمل روک دیا گیا ہے۔ ت) محض یتیموں کا حق ضرور دینا پڑے گا اور جو نکلوا سکتا ہے اسے چاہئے کہ ضرور دلادے، ہاں یتیم بالغ ہونے کے بعد معاف کرے تو اس وقت معاف ہوسکے گا، مقتدیوں

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

[2] صحیح البخاری کتاب الاشربہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۶

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۰

نے کہ ایسی حرکات ناشائستہ کے باعث ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی بہت اچھا کیا انھیں اسی کا حکم تھا کما حققہ فی الغنیۃ عن فتاوی الحجۃ واقرہ فی رد المحتار وقد تکرر بیانہ فی فتاونا (جیسا کہ فتاوی حجہ کے حوالہ سے غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور رد المحتار میں اسے برقرار رکھا۔ اس مسئلہ کا بیان ہمارے فتاوی میں متعدد جگہ پر موجود ہے۔ت) جس شخص نے کچھ لے کر بعض ناحق باتیں امام کی طرفداری کے حق میں ملا دیں وہ ضرور آیۂ کریمہ ولا تشتروا بایتی ثمنا قلیلا[1] اور آیۂ کریمہ لا تلبسوا الحق بالباطل[2] کا مورد ہوا۔ (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۴۹۶، ۴۹۷)

(۳۵) فرقہ وہابیہ غیر مقلدین کے اہلسنت کی مساجد میں آنے کے بارے میں فرمایا:

فی الواقع فرقہ غیر مقلدین گمراہ بددین ضالین مفسدین ہیں، انھیں امام بنانا حرام ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے، ان سے مخالطت آگ ہے، انھیں مساجد میں ہرگز نہ آنے دیا جائے۔ قال اللہ تعالٰی:

وعہدنا الی ابراھیم واسمعیل ان طھرا بیتی[3]

اور ہم نے ابراہیم و اسمعیل سے یہ وعدہ لیا کہ وہ میرے گھر کو صاف رکھیں گے۔(ت)

(فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۴۹۹)

(۳۶) مزید فرمایا:

تو ایسے لوگوں کو خصوصاً بحال فتنہ و فساد کہ وہابیہ کی عادت قدیم ہے باوصف قدرت مساجد میں کیونکر آنے دیا جا سکتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

والفتنۃ اشد من القتل[4]

فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۵۰۰)

(۳۷) کیا امامت میں شرعاً وراثت ہوتی ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

امامت میں وراثت جاری نہیں ورنہ سہام فرائض پر تقسیم ہو اور بحکم آیۂ کریمہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[5] (اللہ تعالٰی تمھیں اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ دو بیٹیوں کے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۴۱ [2] القرآن الکریم ۲/۴۲
[3] " ۲/۱۲۵ [4] " ۲/۱۹۱
[5] " ۴/۱۱

برابر بیٹے کا حصہ ہوگا۔ت) دوہرا حصہ بیٹوں کو ملے اور اکہرا بیٹیوں کو، اور بحکم آیہ کریمہ فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم (اگر تمھاری اولاد ہو تو ان (یعنی بیویوں) کا تمھارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے۔ت) آٹھویں دن کی امامت بی بی کو ملے بلکہ پیٹ کے بچے بھی امامت کا حصہ پائیں کہ شرعاً وارث تو وہ بھی ہیں، عورات و اطفال کا اصلاً اہل امامت نہ ہونا ہی دلیل واضح کہ امامت میں وراثت نہیں کہ وراثت خاندانی اُسی شے میں جاری ہوسکتی ہے جو ہر وارث کو پہنچ سکے بلکہ سب کو معاً پہنچنا لازم، اور امامت میں تعدد محال، تو کس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ امام کے بعد اُس کے وارثوں ہی میں امامت ضرور ہے۔ یہ صریح جہل مبین ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۱۳)

(۳۸) امامت اصل حق علماءِ دین کا ہے یا جاہلوں کا؛ اس کے جواب میں فرمایا:

امامت اصل حق حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے کہ نبی اپنی امت کا امام ہوتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

انی جاعلك للناس اماما۔[2]

بلاشبہہ میں آپ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔(ت)

اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو نبی الانبیاء و امام الائمہ ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور ہر عاقل جانتا ہے جہاں اصل تشریف فرما نہ ہو وہاں اس کا نائب ہی قائم ہوگا نہ کہ غیر۔ اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علماءِ دین ہی نائبانِ حضور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں نہ کہ جہال، تو امامت خاص حقِ علماء ہے اس میں جہال کو اُن سے منازعت کا اصلاً حق نہیں، ولہذا علماءِ کرام نے تصریح فرمائی ہے احق بالامامۃ اعلم قوم ہے۔

تنویر الابصار و دُرِّ مختار وغیرہما میں ہے:

الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانھر الاعلم باحکام الصلوٰۃ۔[3]

امامت کے لئے مقدم ہونے بلکہ مقرر کرنے میں زیادہ حقدار وہ ہے مجمع الانہر جو شخص احکامِ نماز سے زیادہ آگاہ ہو۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۱۴، ۵۱۵)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲

[2] " " ۲/ ۱۲۴

[3] دُرِّ مختار باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۲

(۳۹) آیت کریمہ میں اولی الامر سے مراد کون ہیں، اس سلسلے میں فرمایا:

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔[1]

اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنوں میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو۔ (ت)

ائمہ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب وغیرہ فی غیرہ (اس پر علامہ زرقانی نے شرح المواہب اور دیگر علمائے نے اپنی کتب میں تصریح کی ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۱۶، ۵۱۷)

(۴۰) احق بالامامۃ کے مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

زمانہ خلافت میں سلاطین خود امامت کرتے اور حضور عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں فسّاق وفجّار بھی ہوں گے، فرمایا کہ:

ستکون علیکم امراء یؤخرون الصلوٰۃ عن وقتہا۔[2]

تم پر ایسے امراء وارد ہوں گے جو نمازوں کو وقت سے مؤخر کریں گے۔ (ت)

اور معلوم تھا کہ اہلِ اصلاح کے قلوب ان کی اقتداء سے تنفر کریں گے اور معلوم تھا کہ اُن سے اختلاف آتشِ فتنہ کو مشتعل کرنے والا ہوگا اور دفع فتنہ دفع اقتداء فاسق سے اہم واعظم تھا ــــــ قال اللہ تعالیٰ:

والفتنۃ اکبر من القتل۔[3]

فتنہ قتل سے بڑا اور بدتر ہوتا ہے۔ (ت)

لہٰذا دروازہ فتنہ بند کرنے کے لئے ارشاد ہوا:

صلوا خلف کل بر وفاجر۔[4]

ہر نیک وفاجر کے پیچھے نماز ادا کرو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۵۹

[2] مسند الامام احمد بن حنبل مروی عن عبادۃ بن الصامت دار الفکر بیروت ۵/۳۱۴

[3] القرآن الکریم ۲/۲۱۷

[4] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الجنائز دار صادر بیروت ۴/۱۹

یہ اس باب سے ہے :

من ابتلی ببلیتین اختیار اھونھما۔

جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے تو ان میں سے آسان کو اختیار کرے۔(ت)

اور فقہاء کا قول تجوز الصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر (ہر نیک و فاجر کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے۔ ت) اُسی معنی پر ہے جو اوپر گزرا کہ نماز فاسق کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اگرچہ غیر معلن کے پیچھے مکروہِ تنزیہی اور معلن کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر ان مدعیوں کے لئے اس حدیث و فلسفہ میں کوئی حجت و سند نہیں نفسِ جواز و صحت سے مساوات کیونکر نکلی کہ منافی ترجیح ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

ام نجعل المتقین کالفجار[1]

کیا ہم صاحبِ تقویٰ کو فاجر لوگوں کے برابر کر دیں گے۔(ت)

یہی فقہاء برابر تصریح فرماتے ہیں کہ امامت کا احق اعلم قوم کو ہے، اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ، پھر جواز بھی غیر نماز جمعہ و عیدین و کسوف میں ہے ان نمازوں کی شرط وہ تنگ ہے کہ بے امامت عامہ بمعنی مذکور کسی صالح متقی کے پیچھے بھی نہیں ہو سکتی کما تقدم بیانہ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۱۹)

(۱۴) اندھے کی امامت کے بارے میں مولانا رومی کے ایک شعر کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا :

حضرت مولوی قدس اللہ تعالیٰ اسرارنا بسرہ النوری اُن آنکھوں میں کلام فرماتے ہیں جن سے انھیں کام ہے جس کی چشمِ باطن روشن ہے اگرچہ علم بطور رسمی حاصل نہ کیا ہو علم رسمی کا عالم غیر عارف سے افضل و احق بالتقدیم ہے کہ علمِ لدنّی علمِ رسمی سے بدرجہا اجل و اکمل ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

واتقوا اللہ ط ویعلمکم اللہ ط[2]

اور اللہ سے تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ ہی تمھیں علم کی دولت سے نوازتا ہے۔

وقال تعالیٰ :

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[3]

فرمادیجئے کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۲۰، ۵۲۱)

---

[1] القرآن الکریم ۳۸ / ۲۸
[2] القرآن الکریم ۲ / ۲۸۲
[3] ؍؍ ؍؍ ۳۹ / ۹

15

(۴۲) حیات النبی اور زیارتِ مدینہ منورّہ کے منکر امام کے بارے میں فرمایا ؛

خالد گمراہ بددین ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں ، حضور پُر نور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بلکہ جمیع انبیائے کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی حیات قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہے اور زیارتِ مدینہ طیبہ سے انکار رکھنا مسلمانوں کو لوٹا لانا کارِ شیطان وخلافِ رائے مسلمانان ہے ــــ

قال اللہ تعالٰے ؛

ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولّٰی ونصلہ جہنم ط وساءت مصیرا۔[1]

جو مؤمنین کے علاوہ کسی کے راستے کی پیروی کرتا ہے ہم اسے اس طرف پھیر دیتے ہیں جس طرف وہ پھرتا ہے اور اُسے ہم جہنّم میں ڈال دیں گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۲۵)

(۴۳) فحش گوئی امام کے بارے میں فرمایا ؛

خصوصًا اگر اس فحش میں کسی مسلمان مرد یا عورت کو زنا کی طرف نسبت کرتا ہو جیسے آج کل فحش لوگوں کی گالیوں میں عام طور پر رائج ہے جب تو اشد کبیرہ ہے ۔ قال اللہ تعالٰے ؛

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین۔[2]

اللہ تمھیں حکم دیتا ہے تم آئندہ کبھی ایسی بات نہ کرو اگر تم اہلِ ایمان ہو ۔ (ت)

بالجملہ شخص مذکور فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی یعنی پڑھنی منع ہے اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۲۷)

(۴۴) ایسے سُنّی امام کے بارے میں فرمایا جس کی بیوی اور رشتہ دار روافض ہیں ؛

ایسی وجوہ سے کسی کے قلب وعقیدہ پر حکم نہیں لگا سکتے ، اور جب وہ اپنے آپ کو سُنّی کہتا ہے اور اس کی کوئی بات عقیدۂ اہلسنت کے خلاف نہیں تو بدگمانی کرکے رافضی ٹھہرا دینے کی اجازت نہیں ۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے ؛

ولا تقولوا لمن القٰی الیکم السلام لست مؤمنا۔[3]

اور جو تمھیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تُو مومن نہیں ہے ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۳۷)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۱۵   [2] القرآن الکریم ۲۴/۱۷

[3] القرآن الکریم ۴/۹۴

(۴۵) خرافاتِ وہابیہ کے رَد میں فرمایا:

اللہ عزوجل نے تو وجوب وممانعت کا معیار یہ بتایا تھا:

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[1]

رسول جس بات کا تمھیں حکم دیں وہ اختیار کرو اور جس بات سے منع فرمائیں باز رہو۔ (ت)

مگر وہابی صاحبوں نے معیارِ ممانعت یہ رکھا ہے کہ جسے ہم منع کر دیں اس سے بچو اگرچہ اللہ و رسول نے کہیں منع نہ فرمایا ہو، غرض یہ اس کا شرک فی الرسالت ہے، اس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۴۹)

(۴۶) قربانی کی کھال مدرسہ میں دینے کا وعدہ کرکے پھر نہ دینے والے کے بارے میں فرمایا:

اگر اپنی قربانی کی کھال مدرسہ میں دینے کو کہی تھی پھر نہ دی تو بیجا ہے مگر چنداں الزام نہیں جبکہ کسی عذرِ شرعی سے ایسا کیا ہو ورنہ اللہ عزوجل سے وعدہ خلافی ہے، چنانچہ نتیجہ بہت شدید ہے۔

قال اللہ تعالٰی فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الٰی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون[2]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: تو اس کے پیچھے اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انھوں نے اللہ تعالٰی سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۵۱)

(۴۷) مرتکبِ کبیرہ اگر توبہ کرے تو اس کی امامت جائز، اور اس پر اعتراض غلط ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اللہ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے۔

ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ[3]

وہ اللہ تعالٰی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (ت)

اور سچّی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۷

[2] " " ۹/۷۷

[3] " " ۴۲/۲۵

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[1]

گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے۔

توبہ کے بعد اُس کی امامت میں اصلاً حرج نہیں، بعد توبہ اس پر اس گناہ کا اعتراض جائز نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۵۲)

(۴۸) بدگمانی سے بچنے کے بارے میں فرمایا:

اتہام اور بدگمانی تو شرعاً جائز نہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

یایہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2]

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔[3]

بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہوتی ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۵۳)

(۴۹) ایسے امام کے بارے میں فرمایا جس کے والدین اس پر ناراض ہوں:

والدین اگر بلاوجہ شرعی ناحق ناراض ہوں اور یہ ان کی استرضا میں حدِ مقدور تک کمی نہیں کرتا تو اس پر الزام نہیں اور اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں، اور اگر یہ ان کو ایذا دیتا ہے اس وجہ سے ناراض ہیں تو عاق ہے اور عاق سخت مرتکب کبیرہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اور امام بنانا گناہ۔ اور اگر ناراضی تو اُن کی بلا وجہ شرعی تھی مگر اس نے اس کی پروا نہ کی وہ کھنچے تو یہ بھی کھنچ گیا جب بھی مخالفِ حکمِ خدا و رسول ہے اُسے حکم یہ نہیں دیا گیا کہ ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرے بلکہ یہ حکم فرمایا گیا:

واخفض لہما جناح الذل من الرحمۃ۔[4]

بچھا دے ماں اور باپ کے لئے ذلت و فروتنی کا بازو رحمت سے۔ (ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ | باب ذکر التوبہ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۳۲۳

[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[3] صحیح البخاری | کتاب الوصایا | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/ ۳۸۴

[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۴

اس کے خلاف واصرار سے بھی فاسق ہے، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۵۹)

(۵۰) زید وبکر آپس میں بدفعلی کے مرتکب ہوتے ہیں اوران کے پدر وبرادران انھیں منع نہیں کرتے بلکہ ان کی کمائی کھاتے ہیں ایسوں کی امامت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ سخت شدید گناہ کبیرہ ہے اور فاعل ومفعول بھی اگر بالغ وغیر مجبور ہوں فاسق ہیں، ان کی یہ حالت اگر صحیح طور پر معروف مشہور ہو یا وہ خود اقرار کرتے ہوں جس طرح یہاں زید کا اقرار مذکور ہے نہ صرف قیاسات و سوئے ظن جن کا شرع میں اعتبار نہیں بلکہ ان وجوہ پر کبیرہ کی نسبت کرنے والے خود ہی مرتکب کبیرہ ہوتے ہیں، اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے:

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیرا۔[1]

کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سنا کہ مومن مردوں اور عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔[2]

بدگمانی سے بچا کرو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ (ت)

اس پر لحاظ وکارروائی جائز نہیں بلکہ وجہ صحیح شرعی سے ثابت ومعروف ہو تو فاسق معلن ہیں، ان کو امام بنانا گناہ، اُن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب، اور اگر ثبوت شرعی واقرار معروف نہ ہو مگر لوگوں میں افواہ اُڑ گئی ہو جن کے سبب اُن سے نفرت اور اُن کی امامت میں جماعت کی قلت ہو تو اس حالت میں ان کی امامت مکروہ تنزیہی ہے،

وان لم یثبت الذنب بل لو لم یکن لان المناط النفرۃ کمن شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اگرچہ گناہ ثابت نہ ہو بلکہ ہو ہی نہ کیونکہ بنیاد تو نفرت ہے اس شخص کی طرح جس کا برص پھیل گیا ہو، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (ت)

پدر وبرادر اگر اس کے روکنے پر قادر ہیں اور نہیں روکتے یا اس فعل پر راضی ہیں تو وہ بھی

---

[1] القرآن ۲۴/ ۱۲

[2] صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بھا او دین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

فاسق ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ[1]، وقال تعالیٰ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ[2]۔

اللہ تعالےٰ کا فرمان مبارک ہے: اے اہلِ ایمان! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ اور اللہ تعالےٰ کا یہ بھی فرمان ہے: وہ اس بُرے کام سے منع نہیں کرتے تھے جو بُرا کام لوگ کرتے تھے۔ (ت)

اُن کی یہ حالت اگر معروف ہو تو اُن کا بھی وہی حکم ہے کہ انھیں امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یا ثمون[3]۔

اگر اُنھوں نے فاسق کو مقدم کر دیا تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ (ت)

اور اگر اس حرام کمائی سے اُن کا فائدہ لینا اُسی طرح بہ ثبوتِ شرعی ثابت ہو، نہ فقط اتنا کہا جاتا ہے یہ کوئی چیز نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بئس مطیۃ الرجل زعموا۔ رواہ احمد[4] و ابوداؤد[5] عن حذیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

شک اور تخمینہ کی بنیاد پر خبر دینا قبیح ہے۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ (ت)

تو حرام خور بھی ہیں، اور اوّل سے سخت تر دُور کرنے کے سزاوار، اور اگر بقدرِ قدرت منع کرتے ہوں اور وہ باز نہیں آتا اور یہ اس ملعون کمائی سے فائدہ نہیں لیتے تو ان پر الزام نہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/ ۶

[2] ۵/ ۷۹

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[4] مسند احمد بن حنبل عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۵/ ۴۰۱

[5] سنن ابی داؤد باب فی الرجل یقول زعموا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۳

قال اللہ تعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ [1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ (ت)

لیکن افواہِ عام کی بنا پر نفرت و تقلیلِ جماعت ہو تو ان کی امامت مکروہ تنزیہی اور نامناسب ہوگی اگرچہ پہلی صورت کی طرح مکروہِ تحریمی اور گناہ نہیں۔ یہاں بحمداللہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی، بفضلہ تعالیٰ تمام ہندوستان و دیگر ممالک مثل چین و افریقہ و امریکہ و خود عرب شریف و عراق سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہو جاتے ہیں، بحمداللہ تعالیٰ حضرت جدامجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے اکانوے [91] برس، اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے بعونہٖ تعالیٰ اکاون [51] برس ہونے کو آئے یعنی اس صفر کی ۱۴ تاریخ کو پچاس [50] برس چھ [6] مہینے گزرے، اس نوکم نَو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھے گئے، بارہ [12] مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاوے کے ہیں، بحمداللہ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا نہ لیا جائے گا بعونہٖ تعالیٰ ولہ الحمد، معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت و دنی ہمت ہیں جنھوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے جس کے باعث دُور دُور کے ناواقف مسلمان کئی بار پُوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی؟ بھائیو! ما اسئلکم علیہ من اجران اجری الا علی رب العلمین [2] میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار پر ہے اگر وہ چاہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۵۶۰ تا ۵۶۲)

(۵۱) مسلمانوں کو ناحق بدنام کرنے اور ان میں اشاعتِ فاحشہ کے مرتکب کے بارے میں فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ [3]

جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا پھیلے اُن کے لئے دُنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴
[2] " ۲۶/ ۱۲۷
[3] " ۲۴/ ۱۹

جب اس پر دونوں جہان میں عذابِ شدید کی وعید ہے تو یہ بھی کبیرہ ہوا اور مرتکبِ کبیرہ فاسق ہے اور یہ فسق بالاعلان برسرِ مجلس وعظ ہوا تو اس وجہ سے بھی وہ شخص فاسق معلن ہوا اور اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۷۰)

(۵۲) مزید فرمایا:
ایسی حالتوں میں جو اس کی حمایت کریں اس کی امامت قائم رکھنا چاہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں اور ان کی نمازوں کی خرابی بلکہ تباہی و بربادی چاہنے والے اور اللہ و رسول کے خائن۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ص ۵۷۱)

(۵۳) عالم اور سید میں زیادہ مستحقِ امامت کون ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:
عالم بہرحال زیادہ مستحقِ امامت ہے جبکہ مبتدع یا فاسق معلن نہ ہو، اور دونوں عالموں میں جسے علمِ نماز و طہارت میں ترجیح ہو وہ مقدم ہے، اور اس میں مساوی ہوں تو قراءت و ورع و سن وغیرہا مرجحات کے بعد شریف نسب سے ترجیح دی جائے گی، عالم رذیل کہنا بہت سخت لفظ ہے، عالم کسی قوم کا ہو اگر عالمِ دین ہے اللہ کے نزدیک ہر جاہل سے اگرچہ کتنا ہی شریف ہو افضل ہے۔

قال اللہ تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون[2]

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: تم فرماؤ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں) (ت)
مطلق فرمایا کہ جو عالم نہیں عالم کے برابر نہیں ہو سکتا، اس میں کوئی تخصیص نسب وغیرہ کی نہ فرمائی۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۷۶)

(۵۴) باجماعت نماز نہ پڑھنے والے مؤذن کے بارے میں فرمایا:
مؤذن کہ اتنی سی بات پر ترکِ جماعت کرتا ہے دوہرا گنہگار ہے، ایک جماعت چھوڑنے کا گناہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲
[2] ؍؍ ۳۹/۹

دوسرا سخت گناہ یہ کہ اوروں کو اذان دے کر بُلانا اور خود باز رہنا۔

قال اللہ تعالٰی یٰایہا الذین اٰمنوا لم تقولون مالا تفعلون ۝ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون[۱]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو (خود) نہیں کرتے، اللہ کو سخت ناپسند ہے یہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۷۷، ۵۷۸)

(۵۵) قیام ونعت کی وجہ سے محفلِ میلاد میں شریک نہ ہونے والے امام سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا:

"تجلی الیقین" کے کلمات سُن کر اثر نہ ہونا اور نعت شریف کے اُن سوالوں پر خاموش رہنا اُس کے دل کی دبی آگ کو اور ظاہر کر رہا ہے۔

قال اللہ تعالٰی قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون[۲]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: دشمنی اُن کے مُونہوں سے ظاہر ہوگئی اور وہ جو اُن کے سینوں میں (غیظ و عناد) چھُپا ہے اور زیادہ ہے ہم نے تم پر نشانیاں کھول دیں اگر تمھیں عقل ہو۔ (ت)

بالجملہ وہ یقیناً وہابی ہے اور وہابیہ قطعاً بے دین، اور بے دین کے پیچھے نماز محض ناجائز۔ فتح القدیر میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[۳]

امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ اہلِ بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ (ت)

نماز درکنار بنصِ قرآنِ عظیم اُن کے پاس بیٹھنا حرام۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکرٰی

---

[۱] القرآن الکریم ۶۱/ ۲ و ۳

[۲] " " ۳/ ۱۱۸

[۳] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

مع القوم الظالمین[1]

اللہ تعالٰی کا فرمانِ مبارک ہے: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۸۰، ۵۸۱)

(۵۶) براہِ تقیہ خود کو حنفی کہنے والے غیر مقلد کی امامت کے بارے میں فرمایا:

غیر مقلد کی امامت باطل ہے اور اس کے پیچھے نماز محض ناجائز، اور جب اس کا غیر مقلد ہونا ثابت وتحقیق ہے تو اس کا براہِ تقیہ اپنے آپ کو حنفی کہنا کچھ مفید نہیں۔

قال اللہ تعالٰی اذا جاءك المنٰفقون قالوا نشهد انك لرسول اللہ واللہ یعلم انك لرسولہ واللہ یشهد ان المنٰفقین لكٰذبون[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور ضرور اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

استغفار کا حقدار ہر مسلمان ہے۔

قال اللہ تعالٰی واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنات[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۸۸)

(۵۷) بیوۂ پسر سے زنا کرنے اور مسجد میں ناصحین کو گالیاں بکنے والے امام اور اس کی اعانت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

بیوۂ پسر کا جو واقعہ لکھا ہے اگر واقعی ہے اور حسبِ عادت زمانہ لوگوں کی بدگمانی نہیں جس پر وہ تہمت لگانے والے خود اِشّی اِشّی کوڑوں کے مستحق ہوں بلکہ ثبوت صحیح شرعی سے ثابت ہے تو ایسا شخص ہرگز میل جول کے قابل نہیں، مسلمانوں کو اس کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذكرٰی مع القوم الظٰلمین[4]

اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے: اور اے سننے والے! جب کہیں تجھے شیطان بھلادے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸ — [2] القرآن الکریم ۶۳/ ۱

[3] ″ ۴۷/ ۱۹ — [4] ″ ۶/ ۶۸

تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

اور اسے امام بنانا حرام، فتاوٰی حجہ میں ہے،

ولو قدموا فاسقا یاثمون[1]

اگر لوگوں نے فاسق کو امامت کے لئے مقدم کیا تو وہ گنہگار ہوں گے۔ (ت)

مسجد میں گالیاں سخت حرام اور بیت اللہ کی بے ادبی ہے، اور ناصحوں کو نصیحت پر گالیاں دینا اور بھی زیادہ خبیث اور شریعت مطہرہ سے سرتابی ہے، باطل پر اعانت حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر باہم تعاون نہ کرو۔ (ت)

ایسا شخص جس کی امامت شرعًا ممنوع ہے اگر جمعہ پڑھاتا ہو تو دوسری جگہ جمعہ پڑھیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۹۴، ۵۹۵)

(۵۸) داڑھی منڈے دعویداران خلافت اور وہابی مولویوں کو برا کہنے والے امام کے بارے میں فرمایا:

ان وجوہ سے امام مذکور کی امامت میں اصلًا کوئی خلل کیا کراہت بھی نہیں اور جو اس سبب سے اس کے پیچھے نماز حرام بتاتا ہے اللہ عزوجل و نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے اس پر توبہ فرض ہے ورنہ سخت عذاب نار و غضب جبار کا مستحق ہوگا۔ قال اللہ تعالٰی:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون ۝ متاع قلیل ولھم عذاب الیم[3]

وہ جو اللہ پر جھوٹا افترا اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا کا تھوڑا برت لینا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وقال تعالٰی:

ویلکم لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب[4]

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] القرآن الکریم ۵/۲

[3] " ۱۶/۱۱۶ و ۱۱۷

[4] " ۲۰/۶۱

تمھاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ تمھیں عذاب میں بھون ڈالے گا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۵۹۸)

(۵۹) زانی جب تائب ہوجائے تو اس کی امامت درست ہے اور اس کی توبہ کو نہ ماننا گناہ ہے۔ چنانچہ فرمایا:

جب بعد توبہ صلاحِ حال ظاہر ہوا اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو۔
اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ بخشتا ہے۔
ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیئات [1]
وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔ (ت)
جو لوگ توبہ نہیں مانتے گنہگار ہیں، ہاں اگر اس کی حالت تجربہ سے قابلِ اطمینان نہ ہو اور یہ کہیں کہ تُو نے توبہ کی اللہ تو بہ قبول کرے، ہم تجھے امام اُس وقت بنائیں گے جب تیری صلاحِ حال ظاہر ہو تو بجا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۰۵)

(۶۰) افیونی کی امامت کے بارے میں فرمایا:

افیونی اگر پینک میں ہو جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض۔
قال تعالٰی حتی تعلموا ما تقولون [2]
اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: حتی کہ تم جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۰۶)

(۶۱) دیّوث کی امامت کے بارے میں فرمایا:

زید اپنی زوجہ کے ایسے افعال پر اگر راضی ہے یا بقدرِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو بلاشبہہ دیّوث ہے اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ، اور اس کا پھیرنا لازم، اور اس کے حامی گنہ گار۔
قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان [3]
اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/۲۵ [2] القرآن الکریم ۴/۴۳
[3] " ۵/۲

اور اگر وہ ان افعال پر راضی نہیں اور جہاں تک اس کا امکان ہے بندوبست کرتا ہے تو عورت کے افعال پر اس کا الزام نہیں۔

قال اللہ تعالٰی لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[1]۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے، کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائیگی (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۰۹)

(۶۲) کسی کا یہ کہنا کہ مسجد ہماری ہے ہم جو چاہے کریں، اس سلسلے میں فرمایا:

مسجد ہماری ہے ہم جو چاہیں کریں، محض باطل ہے۔ مسجدیں اللہ عزوجل کی ہیں۔

ان المسٰجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا[2]۔

یقیناً مسجدیں اللہ تعالٰی ہی کی ہیں تو اس کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔ (ت)

اس میں وہی کیا جائے گا جو حکم شرع ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۱۵)

(۶۳) چھوٹی آستینوں والا کُرتا پہن کر نماز پڑھانے والے امام کے بارے میں فرمایا:

زید کے پیچھے نماز اگرچہ ہو جاتی ہے مگر کراہت سے خالی نہیں،

فانہ اذن من ثیاب مھنۃ والصلٰوۃ فیھا مکروھۃ۔

کیونکہ یہ اس کے کام کاج والے کپڑے ہوں گے اور ان کے ساتھ نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

جب وہ ذی علم ہے اور اسے سمجھایا جائے کہ دربارِ الٰہی بازار سے زیادہ قابلِ تعظیم و تذلل ہے۔

قال اللہ تعالٰی خذوا زینتکم عند کل مسجد[3]، وقال ابن عمر اللہ احق تتزین لہ۔

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: جب تم نماز کے لئے مسجد میں جاؤ اپنی زینت اختیار کرو۔ اور حضرت ابن عمر نے فرمایا: اللہ تعالٰی سب سے زیادہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس کی بارگاہ میں زینت اختیار کرے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۱۹)

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۶۴
[2] القرآن الکریم ۷۲/۱۸
[3] " " ۷/۳۱

(۶۴) جُوتے پہن کر نماز پڑھنے والے امام کے بارے میں فرمایا :

تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے، عرب میں باپ کو کاف اور انت سے خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ "تُو" ہے، اور یہاں جو باپ کو "تُو" کہے بیشک بے ادب، گستاخ اور اس آیۂ کریمہ کا مخالف ہے :

لا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما[1]

ماں باپ کو "ہُوں" نہ کہہ، نہ جھڑک، اور ان سے عزت کی بات کہہ۔ (ت)

صدہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جُوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں، ائمۂ دین نے اُس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۶۳۴)

(۶۵) شیخ ابن عربی، مولانا روم اور مولانا جامی کی تکفیر کرنے والے غیر مقلد مولوی کا رد کرتے ہوئے فرمایا :

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کو زید و عمرو کی ذات سے غرض نہیں اور حضرات اولیائے کرام قدست اسرارھم کی شان عظیم میں بعد وضوحِ حق اُس کلمۂ ملعونہ کہنے کا جواب جو روزِ قیامت ملے گا بس ہے، وہ حضرات جرأت شعار جسارت دثار جن کا مسلک عامۂ ائمہ و علمائے کبار کو عیاذاً باللہ مشرک بتائے اُن سے مدارک دقیقۂ حقائق اولیاء تک نہ پہنچنے کی کیا شکایت کی جائے، علاوہ بریں یہ مسئلہ خود اس قابل کہ اس میں ایک رسالۂ مستقلہ تصنیف میں آئے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۶۴۹)

پھر اس کے بعد فرمایا :

و آیت کریمہ :

ید اللہ فوق ایدیھم[2]

اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (ت)

و آیت :

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی[3]

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۲۳ [2] القرآن الکریم ۴۸/۱۰

[3] " ۸/۱۷

اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تھی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالٰی نے پھینکی (ت)

وآیت:

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔[1]

تو تم جدھر منہ کرو اُدھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔

وآیت:

قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔[2]

تم فرماؤ رُوح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں اس کا علم نہ ملا مگر تھوڑا۔ (ت)

وآیت:

اٰتینٰہ رحمۃ من عندنا وعلمنٰہ من لدنا علما۔[3]

(تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا) جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے علم لدنّی عطا کیا۔ (ت)

وآیت:

قال انک لن تستطیع معی صبرا ○ وکیف تصبر علٰی ما تحط بہ خُبرا ○[4]

کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں (ت)

وآیت:

قال فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شیئ حتی اُحدث لک منہ ذکرا ○[5]

کہا تو اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پُوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں۔ (ت)

وآیت:

فانطلقا حتّی اذا رکبا فی السفینۃ خرقھا قال اخرقتھا لتغرق اھلھا

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۵ [2] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۵

[3] " ۱۸/ ۶۵ [4] " ۱۸/ ۶۷ و ۶۸

[5] " ۱۸/ ۷۰

لقد جئت شیئا امرا ○ قال الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا[1]○

اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس بندہ نے اسے چیر ڈالا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تم نے اسے اس لئے چیرا ہے کہ اس کے سواروں کو ڈبو دو بیشک یہ تم نے بُری بات کی، کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے۔ (ت)

و آیت:

فانطلقا حتیٰ اذا لقیا غلما فقتله قال اقتلت نفسا زکیة بغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا ○ قال الم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرا[2]○

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا تو اس بندہ نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بے کسی جان کے بدلے قتل کر دی، بیشک تم نے بہت بُری بات کی، کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے (ت)

و آیت:

قال ھذا فراق بینی و بینک سانبئک بتاویل ما لم تستطع علیه صبرا[3]○

کہا یہ (وقت) میری اور آپ کی جُدائی کا ہے اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر (یعنی علت و وجہ) بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ (ت)

و آیت:

و ما فعلته عن امری ذلک تاویل ما لم تسطع علیه صبرا[4]○

اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا، یہ پھیر (علت و وجہ) ہے ان باتوں کا جس پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

وغیرہ ذلک آیات و احادیث سمجھ وال کے لئے علمِ باطن اور اُس کے رجال و مضائق مجال و حقائق اقوال و دقائق افعال کا پتا دینے کو بہت ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۷۱

[2] " ۱۸/ ۷۴

[3] " ۱۸/ ۷۸

[4] " ۱۸/ ۸۲

ومن لم یجعل اللہ له نورًا فماله من نور[1]

اور جسے اللہ تعالٰی نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ (ت)

یا ہذا اس بحر عمیق کے لئے ساحل نہ یہ حضرات اس کی سیر کے قابل نہ اس معنی سے اصل غرض سائل۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۵۴ تا ۶۵۶)

(۶۶) غیر مقلدین کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

بعینہٖ یہی حالت ان حضرات کی ہے۔ آیۂ کریمہ:

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ[2]

انھوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ تعالٰی کے سوا خدا بنالیا۔ (ت)

کہ کفار اہلِ کتاب اور اُن کے عمائد وارباب میں اُتری ہمیشہ یہ بیباک لوگ اہلِ سنت وائمۂ اہلِ سنت کو اس کا مصداق بناتے ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۵۷)

(۶۷) مزید فرمایا:

خبر صادق مخبرِ صادق صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے پسر واتباع نے بحکم آنکہ ؏

پدر اگر نتواند پسر تمام کند

(باپ اگر نہ کرسکا تو بیٹا تمام (مکمل) کردے گا)

تیرھویں صدی میں حرمینِ طیبین پر خروج کیا اور ناکردنی کاموں ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اٹھا نہ رکھا۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3]

اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۵۸)

(۶۸) مزید فرمایا:

بانی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا وہی رنگ آہنگ کفر وشرک پکڑا کہ ان

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰
[2] القرآن الکریم ۹/ ۳۱
[3] 〃 ۲۶/ ۲۲۷

معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک۔ یہاں یہ طائفہ بحکم الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعاً[1]
(وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین میں جُدا جُدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہو گئے۔ ت) خود متفرق ہو گیا،
ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلیدِ ائمہ کا نام لیتا رہا، دوسرے نے ع

قدمِ عشق پیشتر بہتر

(عشق کا قدم آگے بڑھانا ہی بہتر ہے)

کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا، چلئے آپس میں چل گئی وہ اِنھیں گمراہ یہ اُنھیں مشرک کہنے لگے مگر
مخالفتِ اہلسنت و عداوتِ اہلِ حق میں پھر ملّۃ واحدہ رہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۵۹)

(۶۹) مزید فرمایا:

اُن کے بعض مکلبین اپنی اس شذوذ و قلّت و مخالفت جماعت پر ناز کرتے اور احادیث
جماعت و سوادِ اعظم کے مقابل آیۂ ولو اعجبك كثرة الخبيث[2] (اگرچہ تجھے خبیث کی کثرت تعجب میں
ڈال دے۔ ت) پڑھتے ہیں۔ یہ کیدان صاحبوں نے کہ تمام مذاہب باطلہ کے عطر مجموعہ ہیں حضرات
روافض سے اڑایا وہ اپنی ذلّت و قلّت کو اپنی حقانیت کی حجت ٹھہراتے اور آیاتِ قرآنیہ میں یونہی
تحریفیں کر کے خواہی نخواہی مدعا پر جاتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۶۷)

(۷۰) مزید فرمایا:

ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی ہیں کہ اہلسنت کفار حربی ہیں، ان کے خون و مال حلال
بلکہ اس سے زائد شیطانی اقوال۔ موقع پائیں تو کیا کچھ نہ کر دکھائیں۔

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورھم اکبر[3]۔

بُغض و بَیر اُن کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ (غیظ و عناد) جو سینوں میں چھپائے ہیں اور
بڑا ہے۔ (ت)

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ ھو المستعان علیٰ کل ذی شر۔

اللہ کے سوا کوئی طاقت و قوت نہیں رکھتا جو ہر شر کے خلاف مددگار ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۶۹)

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۵۹
[2] القرآن الکریم ۵/۱۰۰
[3] 〃 ۳/۱۱۸

(۷۱) مزید فرمایا:

بدعتی مبغوضِ خدا ہے، اور مبغوضِ خدا سے نفرت و دُوری واجب۔ و لہذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

واِمّا ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اور اسی لئے احادیث میں فرقہ باطلہ سے قُرب و اختلاط کا منع آیا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۷۵)

(۷۲) مزید فرمایا:

فسق سوم، عداوت عامہ اہلِ عرب وحجاز انھیں جو تعصب اُن کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں،

قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر[2]

بیر اُن کی باتوں سے جھلک اُٹھا وہ (غیظ و عناد) جو سینوں میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے (ت)

اور اُس کی وجہ مخالفت مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علمائے عرب کے فتاوے ان کی تفصیل و تذلیل میں آنا اور رکبات و مرات ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پانا جس کی حکایات خواص و عوام میں مشہور و مذکور، کچھ مدت ہُوئی کہ ان کے پانچ مکلب مجاہر بنام مہاجر وہاں رہے اور اپنے دام بچھانے چاہے، حال کُھلتے ہی تعزیہ پاکر نکالے گئے جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہلِ حرمین نے مہاجروں کو نکال کر معاذاللہ سواد الوجہ فی الدارین (دونوں جہان میں کالا چہرہ۔ ت) حاصل کیا، حالانکہ علاوہ اور باتوں کے ان سفیہانِ گستاخ نے یہ بھی نہ جانا کہ دار الاسلام سے دار الاسلام کو جانا مہاجرت نہیں یہ صورت مجاورت ہے اور مجاورت خود مکروہِ تحریمی، مگر افراد اولیاء اللہ کے لئے، کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ (جیسا کہ اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوی "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" میں کی ہے۔ ت) تو وہ جُہال مدعیان فضل و کمال اس فعل میں بھی آثم تھے خصوصًا جبکہ وہاں جا کر اشاعتِ بدعات چاہی۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم[3]

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸
[3] " ۲۲/ ۲۵

جو مکہ معظمہ میں براہِ ظلم کسی بے اعتدالی کا ارادہ کرے گا اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۸۳، ۶۸۴)

(۷۳) مزید فرمایا:

اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ، اُن سے کہئے:

تعالوا الٰی کلمۃ سواء بیننا و بینکم[1]

ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ (ت)

ہم اور تم سب مل کر ٹھہرا لیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علمائے حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کا ہے فریقین کو مقبول ہوگا اگر بے تکلف اس پر راضی ہو جائیں فبہا، ورنہ جان لیجئے کہ یہ قطعاً اہلِ حرمین کے مخالف مذہب اور سُنیانِ ہندوغیرہ کے مثل اُن پاک مبارک شہروں کے علماء کو بھی معاذ اللہ مشرک و گمراہ و بددین جانتے ہیں پھر عداوت و بدخواہی نہ ہونا کیا معنے۔ اور خود اُن سے پُوچھنے کی حاجت کیا ہے، علمائے حرمین حفظہم اللہ تعالٰی کے فتاوے ان صاحبوں کے رَد میں بکثرت موجود، انھیں سے حال کُھل جائے گا کہ مخالفانِ مذہب میں جیسا ایک دوسرے کو کہتا ہے دوسرا بھی اس کی نسبت وہی گمان رکھتا ہے، عداوت ہو خواہ محبت دونوں ہی طرف سے ہوتی ہے، جب وہ اکابر ان کے عمائد کو لکھ چکے کہ:

اولٰئک حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون[2]۔

وہ شیطان کے گروہ ہیں، بیشک شیطان ہی کا گروہ گھاٹے میں ہے۔ (ت)

تو کیونکر معقول کہ یہ اُن کے دشمن نہ ہوں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۸۵ و ۶۸۶)

(۷۴) مزید فرمایا:

جس نے ان کے اصول و فروع پر نظر کی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب محبوبانِ خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت و تعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے یہاں تک اُن کے بانیِ مذہب نے تصریح کر دی کہ "اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ ماننے[3] انتہی"۔ اور چُھوٹے چمار اور ناکارے لوگ تو نوکِ زبان پر ہے، خود حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت صاف کہہ دیا کہ وہ بھی مر کر مٹی میں مل گئے،

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۶۴ [2] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹
[3] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۰

اشد مقت اللہ علیٰ کل من عادی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہ وآلہ وبارك وسلم۔

سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہر اس شخص پر ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم کے ساتھ عداوت رکھے۔ (ت)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[1]

جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو اُن کے لئے دُکھ کی مار ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدّ لھم عذابا مھینا[2]

اللہ نے اُن پر لعنت کی دُنیا و آخرت میں اور اُن کے لئے تیار رکھا ہے ذلّت کا عذاب۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۶۸۶، ۶۸۷)

(۷۵) مزید فرمایا:

اور رب العالمین جل مجدہٗ اُن کے غلاموں یعنی شہدائے کرام کی نسبت ارشاد فرمائے:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولکن لا تشعرون[3]

جو خدا کی راہ میں مارے جائیں اُنھیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمھیں خبر نہیں۔

اور فرمایا:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین[4]

خبردار شہیدوں کو مُردہ نہ جانیو بلکہ وُہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں شاد شاد ہیں۔

اور ایک سفیہ مغرور محبوبانِ خدا سے نفور، خود حضور پُرنور اکرم المحبوبین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین کی نسبت وہ ناپاک الفاظ کہے اور وہ بھی یُوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں[5]۔ قیامت میں ان شاء اللہ تعالیٰ مرکر مٹی میں

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۱ [2] القرآن کریم ۳۳/ ۵۷

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۴ [4] 〃 ۳/ ۱۶۹

[5] تقویۃ الایمان الفصل الخامس فی ردّ الاشراک فی العادات اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۲

ملنے کا مزا الگ کھلے گا اور یہ جُدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اس ناپاک معنی کی بُو تھی جو تو نے "یعنی" کہہ کر محبوبِ اعظم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم پر افترا کیا، حضور پر افترا خدا پر افترا ہے اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پُرلا سِرا۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون ٥ متاع قلیل ولھم عذاب الیم ٥

بیشک وُہ لوگ جو اللہ تعالےٰ پر جُھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ یہ دنیا متاعِ قلیل ہے اور ان کے لئے (آخرت میں) المناک عذاب ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ٦ ص ٦٨٧، ٦٨٨)

(٧٦) مزید فرمایا:

حدیث سے ثابت ہُوا کہ حقیقۃً یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چنیں و چناں کہتے ہیں خود ہلاکِ عظیم کے مستحق ہیں۔ اور اللہ جل جلالہ فرماتا ہے:

فھل یھلك الا القوم الفاسقون[۲]

کون ہلاک ہوا سوا فاسق لوگوں کے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ٦ ص ٦٨٩)

(٧٧) مزید فرمایا:

مصنف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہلِ حق و مبطلین کا فرق ظاہر، والحمد للہ ربّ العٰلمین ٥

قل کل یعمل علی شاکلتہٖ فربکم اعلم بمن ھو اھدٰی سبیلا[۳]

تم فرماؤ سب اپنے اپنے طریقے پر کام کرتے ہیں تو تمھارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ راہ پر ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ٦ ص ٦٩٠)

(٧٨) مزید فرمایا:

ثمّ اقول آیہ کریمہ قل لا اجد فیما اوحی الیّ محرما علی طاعم یطعمہٗ[۴] الآیۃ (محبوب فرما دیجئے میں اپنے اوپر نازل شدہ وحی میں نہیں پاتا کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام۔ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶ و ۱۱۷ [۲] القرآن الکریم ۴۶/۳۵
[۳] ؍؍ ؍؍ ۱۷/۸۴ [۴] ؍؍ ؍؍ ٦/۱۴۵

سند کافی موجود، اور جس طرح نجاست بے نقل صحیح غیر معارض ثابت نہیں ہوسکتی اور اصل اشیاء میں طہارت ہے، یوں ہی حرمت کا ثبوت بھی بے اس کے نہ ہوگا، اور اصل اشیاء میں اباحت تو غیر مقلد کو ان چیزوں کے نوش کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۳ ۶۹)

فتاوی رضویہ جلد ۷

(۱) ایک شخص قیلولہ ہمیشہ اس طرح کرتا ہے کہ اس کی ظہر کی جماعت اُولیٰ ترک ہوجاتی ہے، اور عذر اس کا خوفِ فوتِ تہجد ہے جائز ہے یا نہ۔ اس سوال کے جواب میں فرمایا،

اس مسئلہ میں جواب حق وحق جواب یہ ہے کہ عذر مذکور فی السوال سرے سے بیہودہ وسراپا اہمال ہے وہ زعم کرتا ہے کہ سنتِ تہجد کا حفظ و پاس اُسے تفویتِ جماعت پر باعث ہوتا ہے اگر تہجد بروجہ سنّت ادا کرتا تو وہ خود فوت واجب سے اس کی محافظت کرتا نہ کہ اُلٹا فوت کا سبب ہوتا۔

قال عزوجل ان الصلوٰة تنھٰی عن الفحشاء والمنکر[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک نماز بیحیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد ۷ ص ۸۵)

(۲) مسلمان جاروب کش کے شریک جماعت ہونے کے بارے میں فرمایا:

بے شک شریکِ جماعت ہوسکتا ہے اور بیشک سب سے مل کر کھڑا ہوگا اور بیشک صفِ اول یا ثانی میں جہاں جگہ پائیگا قیام کریگا، کوئی شخص بلاوجہ شرعی کسی کو مسجد میں آنے یا جماعت میں ملنے یا پہلی صف میں شامل ہونے سے ہرگز نہیں روک سکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان المسٰجد للہ[2] بیشک مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العباد عباد اللہ[3] بندے سب اللہ کے بندے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/۴۵ [2] القرآن الکریم ۷۲/۱۸

[3] مسند احمد بن حنبل از مسند الزبیر بن عوام رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۶۶

جب بندے سب اللہ کے، مسجدیں سب اللہ کی، تو پھر کسی بندے کو مسجد کی کسی جگہ سے بے حکم الٰہی کیونکر روک سکتا ہے۔ اللہ عزوجل نے کہ ارشاد فرمایا:

من اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ[1]

اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں خدا کا نام لینے سے۔

اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بادشاہ حقیقی عزجلالہ کا یہ عام دربار خاں صاحب، شیخ صاحب، مغل صاحب یا تجار زمیندار معافی دار ہی کے لئے ہے کم قوم یا ذلیل پیشہ والے نہ آنے پائیں۔

(فتاوٰی رضویہ جلد ۷ ص ۱۳۲، ۱۳۳)

(۳) مزید فرمایا:

اگر کوئی کپتان یا کلکٹر صاحب یا جنٹ مجسٹریٹ صاحب یا اسسٹنٹ کمشنر صاحب یا جج ماتحت صاحب آکر شامل ہوں تو اُن کے برابر کھڑے ہونے کو تو فخر سمجھیں گے حالانکہ اللہ و رسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی فعل مکروہ سے بدرجہا بدتر ہیں واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل[2] (اور اللہ تعالٰی حق فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ جلد ۷ ص ۱۳۵)

(۴) جماعت کے وقت حاضر ہونے کے باوجود جماعت میں شریک نہ ہونے والے کے بارے میں فرمایا:

اگر امام میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہو تو مثلاً قرآن عظیم غلط پڑھنا جس سے نماز میں فساد آئے یا وہابی رافضی یا غیر مقلد ہو یا کم از کم تفضیلیہ یا فاسق ہونا، تو زید پر الزام نہیں، اور اگر بلا وجہ شرعی جماعت ترک کرتا ہے تو سخت گنہگار فاسق ہے، اس پر توبہ واجب ہے۔

قال اللہ تعالٰی ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا[3]

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴
[2] " " ۳۳/۴
[3] " " ۴/۱۱۵

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو شخص ہدایت کے واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستہ کے علاوہ کوئی دوسری راہ چلے اُسے ہم اُس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے جو نہایت بُرا ٹھکانا ہے۔ (ت)

بحکم قرآن ایسا معلن شخص کہ بلا عذر شرعی جماعت ترک کرے مستحق جہنم ہے خصوصًا ترک بھی ایسا کہ جماعت ہوتی رہے اور یہ بیٹھا رہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۱۳۷)

(۵) قرب فعل حرام بھی ممنوع ہے، چنانچہ فرمایا:

جس طرح فعل حرام حرام ہے یونہی وہ کام کرنا جس سے فعل حرام کا سامان مہیا اور اُس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے ولہذا حدود اللہ میں فقط وقوع کو منع نہ فرمایا بلکہ اُن کے قُرب سے بھی ممانعت ہُوئی کہ:

تلك حدود الله فلا تقربوها[1]

یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۱۵۱)

(۶) حدیث "اذا جئت الصلوٰۃ فوجدت الناس فصل معھم وان کنت قد صلیت تکن لك نافلۃ وھذہ مکتوبۃ" کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ان وصلیہ کا آخر کلام ہی میں آنا اور اس کے بعد جملہ اور وہ بھی کلام مستانف ہی ہونا سب باطل و بے اصل ہے وہ کلام واحد کے وسط اجزا میں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

قولہ تعالٰی وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین[2]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے، اگرچہ آپ (ایمان پر) حریص ہیں مگر اکثر لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۱۷۴، ۱۷۵)

(۷) اسی بحث میں فرمایا:

کنت اور قد بھی منافی شرطیہ نہیں، قد کا دخول خود فعل شرط پر ممنوع ہے فعلی ھذا لا تقول ان قد فعلت وان قد تفعل[3] اھ "رضی"۔

یہاں فعل شرط کنت ہے جسے ابقائے معنی ماضی ہی کے لئے شرط کرتے ہیں کقولہ تعالٰی عن عبدہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام "ان کنت قلتہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۷ [2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۳

[3] شرح الکافیۃ لرضی الدین محمد بن الحسن بیان موضع دخول الفاء دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۶۲

فقد علمتہ[1] وقولہ تعالٰی عن شاھد یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام "وان کان قمیصہ قد من دبر"[2]

جس طرح اللہ تعالٰی نے اپنے بندے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول ذکر کیا " اگر میں نے یہ کہا ہے تو ضرور جانتا ہے "، اللہ تعالٰی نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گواہ کے حوالے سے فرمایا اگر ان کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہے۔ (ت)

یعنی وہ فعل ماضی جسے شرط کرنا اور معنی ماضی پر باقی رکھنا منظور ہو، اگر اس پر ان داخل کرتے مستقبل کر دیتا لہذا اسے خبر کان اور کان کو شرط کرتے ہیں اب وہ فعل اپنے معنی ماضی پر باقی رہتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۱۷۸، ۱۷۹)

(۸) اسی حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرمایا :

اگر یہی مانا جائے کہ نافلہ پہلی اور مکتوبہ دوسری کو فرمایا تو فقیر کے ذہن میں یہاں ایک نکتہ بدیعہ ہے کہ نماز تنہا ناقص اور جماعت میں کامل ہے، جس نے فرض اکیلے پڑھ لئے پھر نادم ہو کر جماعت میں ملا تو قضیہ اصل وحکم عدل یہ ہے کہ اس کے فرض ناقص اور نفل کامل ہوتے مگر اس کی ندامت اور جماعت کی برکت نے یہ کیا کہ سرکار فضل نے اس کامل کو اُس کی فہرست فرائض میں داخل فرمالیا اور ناقص کو نفل کی طرف پھیر دیا تو یہ نفل کامل فرض لکھے گئے اور وہ فرض ناقص نفل میں محسوب ہوئے کہ کمال فرض کا جمال فضل پائے اور یہ اس کی رحمت سے بعید نہیں جو فرماتا ہے :

اولٰئك یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت[3]

اللہ تعالٰی لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں کے ساتھ بدل دیتا ہے (ت)

جب اُس کا کرم گناہوں کو نیکیوں سے بدل لیتا ہے نفل کو فرض میں گن لینا کیا دشوار ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۱۸۳)

(۹) محض وسوسہ کی بنیاد پر امام کے بارے میں بدگمانی کرنے والے مقتدیوں سے متعلق فرمایا :

مقتدیوں کا یہ وسوسہ بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام،

قال تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۶
[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۲۷
[3] " ۲۵/ ۷۰

اثم[1]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2]۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! بہت زیادہ ظن سے بچا کرو کیونکہ بعض ظن گناہ ہوجاتے ہیں۔ اور نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۱۸۸)

(۱۰) صفوں میں مل کر کھڑے ہونے سے متعلق فرمایا:

تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانے سے شانہ چھلے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

صفا کانھم بنیان مرصوص[3]۔

ایسی صف کہ گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔

رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا۔ ایسی صف باندھنے والوں کو مولٰی سبحنہ وتعالٰی دوست رکھتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۲۲۲)

(۱۱) اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ جھگڑالو مقتدی کا جماعت میں امام کو انتظار کرنا کیسا ہے؟:

امام کو ایسے شخص کا اتباع اور اس کی اُن نفسانی خواہشوں کا لحاظ ہرگز نہ چاہیئے مگر جبکہ شریر و موذی ہو اور اس کے ترک انتظار میں مظنہ فتنہ ہو تو بمجبوری تا حدِ امکان کر سکتا ہے کہ فتنہ سے بچنا ضرور ہے۔ قال اللہ تعالٰے:

الفتنۃ اشد من القتل[4]۔

فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۲۲۹)

(۱۲) اگر کوئی حرج نہ ہو تو وقتِ جماعت ہوجانے کے باوجود آنے والے نمازیوں کا انتظار کرلینا چاہیئے۔ چنانچہ فرمایا:

اُس فضیلت کے ملنے میں مسلمانوں کی اعانت ہوئی اور اس کا اجرِ عظیم ہے۔

قال اللہ تعالٰی تعاونوا علی البر والتقوٰی[5]۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

[3] القرآن الکریم ۶۱/ ۴ [4] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱

[5] 〃 ۵/ ۲

اللہ تعالٰی نے فرمایا، نیکی اور تقوٰی پر لوگوں کے ساتھ تعاون کرو۔ (ت)

یہاں تک کہ عین نماز میں امام کو چاہیے کہ اگر رکوع میں کسی کی پہچل سُنے اور اُسے پہچانا نہیں تو دو ایک تسبیح زیادہ کہے کہ وہ شامل ہو جائے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۲۳۰)

(۱۳) امام جب ایسی غلطی کرے جو موجبِ فسادِ نماز ہو تو اس کا بتانا اور اصلاح کرانا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے، اس سلسلے میں فرمایا:

ان میں سے جو بتا دے گا سب پر سے فرض اُتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرتکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہو جائے گی۔

وذٰلك لان الغلط لما کان مفسدا کان السکوت عن اصلاحه ابطالا للصلٰوة وھو حرام بقوله تعالٰی ولا تبطلوا اعمالکم[1]

وجہ یہ ہے کہ غلطی جب مفسد ہو تو اس کی اصلاح کرنے پر خاموشی نماز کے بطلان کا سبب ہے اور یہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد مبارک کی وجہ سے حرام ہے کہ "تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو"۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۲۸۰)

(۱۴) مقرر کردہ سامع کے غیر کو لقمہ دینے سے روکنا اور کسی ایسے فعل کی وجہ سے دوسروں پر تشدد کرنا جس کا ارتکاب وہ خود بارہا کرتا ہو، اس سلسلے میں فرمایا:

حتی کہ بالغ مقتدیوں کی طرح تمیز دار بچہ کا بھی اس میں حق ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سب کو حاجت ہے۔ قنیہ پھر بحر پھر ہندیہ میں ہے:

وفتح المراھق کالبالغ[2]

تمیز دار بچے کا لقمہ دینا بالغ کے لقمہ کے حکم میں ہے۔ (ت)

قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں، اور اگر کوئی اپنے جاہلانہ خیال سے یہ قصد کرے بھی تو اس کی ممانعت سے وہ حق کہ شرع مطہر نے عام مقتدیوں کو دیا کیونکر سلب ہو سکتا ہے اور اس کے سبب کسی مسلمان پر تشدد یا مسجد میں آنے سے ممانعت یا معاذ اللہ مسجد سے نکلوا دینا سب حرام ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۷/ ۳۳

[2] الفتاوی الہندیۃ الباب السابع فیما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۹۹

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین[1]

زیادتی نہ کرو اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو۔

اور فرماتا ہے :

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ[2]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام خدا لینے سے روکے

رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اذی اللہ[3] رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی بیشک اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسندِ حسن روایت کیا۔ (ت)

اور دوسرے کو منع کرنا اور خود مرتکب ہونا دوسرا الزام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے :

یٰایہا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون ۰ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون[4]۔

اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے، اللہ کو سخت ناپسند ہے وہ بات کہ وہ بات کہو جو خود نہ کرو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۲۸۴، ۲۸۵)

(۱۵) قیامِ امام در محراب کے بارے میں کتاب الآثار کی عبارت "واما نحن فلا نری بأسا الخ" پر بحث کرتے ہوئے فرمایا :

فقیر گوید یغفر اللہ لہ امادفع تدافع میان حکم سنیت وتعبیر بلا باس بہ بنظر ظاہر خود آسان ست کلمۂ لا باس گاہے برائے دفع توہم باس آید گو آں کار سنت بلکہ واجب باشد قال اللہ تعالٰی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما خالہ اش ام المؤمنین محبوبۂ رب العالمین عائشہ صدیقہ بنت الصدیق

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۰ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[3] الترغیب والترہیب من تخطی الرقاب یوم الجمعۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۰۴

المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

[4] القرآن الکریم ۶۱/ ۲ و ۳

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ بعلہا الکریم وابیہا وعلیہا وسلم را ازیں آیت پرسید وگفت فواللہ ما علیٰ احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ ام المومنین فرمود بئس ما قلت یا ابن اخی ان ھذہ لو کانت کما اولتہا علیہ کانت لاجناح علیہ ان لا یطوف بہما ولکنہا انزلت فی الانصار کانوا قبل ان یسلموا یہلون لمناۃ الطاغیۃ التی کانوا یعبدونہا عند المشلل فکان من اھل یتحرج ان یطوف بالصفا والمروۃ فلما اسلموا سئلوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ذٰلک قالوا یا رسول اللہ انا کنا نتحرج ان نطوف بین الصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الآیۃ وقد سن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الطواف بینہما فلیس لاحد ان یترک الطواف بینہما۔[1]

فقیر (اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے) کہتا ہے کہ اسے سنّت قرار دینا اور "اس میں کوئی حرج نہیں" کہنا، اس پر منافات کا دور کرنا نہایت ہی آسان ہے کیونکہ "لاباس بہ" کے کلمات دفعِ وہم کے لئے بھی آجاتے ہیں اگرچہ وہ کام سنّت بلکہ واجب بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: "صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، پس جو بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے"۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی خالہ ام المومنین محبوبۂ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق (اللہ تعالیٰ ان کے مبارک خاوند، ان کے والد گرامی، خود ان کی ذات پر رحمت وسلام نازل فرمائے) سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں پوچھتے ہوئے کہا اللہ کی قسم صفا و مروہ کا طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں، تو ام المومنین نے فرمایا: اے بھتیجے! تُو نے بہتر قول نہیں کیا اگر اس کا معنیٰ یہی ہوتا جو تُو نے کیا ہے تو اس کے الفاظ یُوں ہوتے: "نہیں گناہ اس پر اگر وہ اُن کا طواف نہ کرے"۔ لیکن یہ تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام سے پہلے مقام "مشلّل" میں "مناۃ" کی عبادت کیا کرتے تھے تو ان میں سے جو شخص حج کے لئے آمادہ صفا و مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتا، جب انصار اسلام لائے تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم صفا و مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں" (الآیہ) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] صحیح البخاری باب وجوب الصفا والمروۃ وجعل من شعائر اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۲

علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان طواف کو سنّت قرار دیا، تو اب کوئی ان کے طواف کو ترک نہیں کرسکتا۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۳۲۸، ۳۲۹)

(۱۶) مسجد کی حقیقت وصورت پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

در آیۂ کریمہ انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ[۱] وکریمۂ ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المسٰجد[۲] وحدیث خیر البقاع المساجد وشر البقاع الاسواق[۳] رواہ الطبرانی وابن حبان والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر ومعناہ لمسلم عن ابی ھریرۃ ولاحمد والحاکم عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحدیث لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد[۴] رواہ الدارقطنی عن جابر وابی ھریرۃ وفی الباب عن الامیر المؤمنین علی وعن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم کلھم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واکثر احادیث واحکام فقہیہ متعلقہ بمساجد نظر اصلی یا کلی بہمیں حقیقت است واو را صورتے ست کہ عبارت از بنائے مخصوص بروجہ مخصوص باشد در آیۂ کریمہ لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا[۵] وکریمۂ والذین اتخذوا مسجدا ضرارا[۶]

آیت مبارکہ "اللہ کی مساجد وہی تعمیر کرتے ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں"۔ آیت کریمہ "جب تم مساجد میں معتکف ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو" اور یہ حدیث کہ "سب سے اعلیٰ جگہ مساجد ہیں اور بدتر جگہ بازار ہیں" اسے طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت

---

[۱] القرآن الکریم ۹/ ۱۸

[۲] " ۲/ ۱۸۷

[۳] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی عن ابن عمر باب فضل المسجد دار الکتاب بیروت ۲/ ۶
الجامع الصغیر بحوالہ طب ک حدیث ۴۰۰۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۴۴
کنز العمال فضائل المسجد حدیث ۲۰۷۲۰ و ۲۰۷۴۸ موسسۃ الرسالہ " ۷/ ۵۲-۶۴۸

[۴] سنن الدارقطنی کتاب الصلوٰۃ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۴۲۰

[۵] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۰

[۶] " ۹/ ۱۰۷

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور مسلم نے اسی معنی کی روایت کی حضرت ابوہریرہ سے اور امام احمد و حاکم نے حضرت جبیر بن مطعم سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کی ہے۔ اور حدیث کہ "مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے علاوہ نہیں"۔ اسے دارقطنی نے حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ اس سلسلہ میں امیر المومنین حضرت علی اور ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ یہ تمام اور دیگر احادیث اور احکام فقہیہ کا تعلق بنظر اصلی یا کلی مسجد کی حقیقت کے ساتھ ہے، البتہ مسجد کی ایک صورت ہوتی ہے جو بنائے مخصوص بروجہ مخصوص سے عبارت ہے، درج ذیل آیات میں یہی صورت مراد ہے: "اگر اللہ تعالٰی بعض کو بعض کے ذریعے دفع نہ کرتا تو یہود و نصارٰی کی عبادت گاہیں اور مساجد گرادی جاتیں جن میں اللہ کا ذکر کثیر کیا جاتا ہے"، "وہ لوگ جنھوں نے مسجد ضرار کو بنایا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۳۳۸، ۳۳۹)

(۱۷) تہجد کی شرعی حیثیت کے بارے میں بحث کے دوران فرمایا:

اب اس ملبنی کو دیکھئے تو اس میں بھی قول جمہور مذہب مختار و منصور حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں فرضیت ہے اسی پر ظاہر قرآن عظیم شاہد اور اسی طرف حدیث مرفوع وارد۔

قال اللہ تعالٰی یاایہا المزمل قم الیل[1] وقال تعالٰی ومن الیل فتہجد بہ[2]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اے چادر اوڑھنے والے! رات کو قیام کیا کرو۔ دوسرے مقام پر فرمایا، رات کو تہجد ادا کیا کرو۔ (ت)

ان آیتوں میں خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو امر الٰہی ہے اور امرِ الٰہی مفید وجوب۔

ولاینافیہ قولہ تعالٰی نافلۃ فالنافلۃ الزیادۃ ای زائدۃ فی فرائضك اوفی درجاتك بتخصیص ایجابہ بك فان الفرائض اعظم درجات واکبر تفضیلا بل مؤیدہ قولہ تعالٰی لك قال الامام ابن الھمام، ربما یعطی التقیید بالمجرور ذلك فانہ اذا کان النفل المتعارف یکون کذلك لہ ولغیرہ[3] اھ۔

---

[1] القرآن الکریم ۷۳/ ۱-۲ [2] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹

[3] فتح القدیر باب النوافل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۹۱

اللہ تعالیٰ کا نافلہ فرمانا اس وجوب کے منافی نہیں کیونکہ نافلہ کا معنیٰ زائدہ ہے، اب معنیٰ ہوگا کہ آپ کے فرائض یا درجات میں یہ اضافہ ہے کہ آپ پر یہ لازم و واجب ہے کیونکہ فرائض سب سے بڑے درجے و فضیلت پر فائز کرنے کا سبب بنتے ہیں بلکہ اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لک" سے ہو رہی ہے۔ امام ابن ہمام کہتے ہیں کہ لبعض اوقات مجرور "ک" کے ساتھ مقید کرنا اسی بات کا فائدہ دیتا ہے (یعنی یہ فرائض میں آپ کے لئے اضافہ ہے) کیونکہ متعارف نوافل صرف آپ ہی کے لئے نہیں بلکہ اس میں آپ اور دیگر لوگ مشترک ہیں۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۴۰۲، ۴۰۳)

(۱۸) مزید فرمایا:

ھذا لا یقنع بہ القائل بالفرضیۃ لانہ یقول لعل ام المؤمنین ارادت ان صلوٰۃ اللیل کانت فریضۃ علی الامۃ ثم نسخہا اللہ تعالیٰ عن الامۃ و صارت نفلا و اما علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فبقیت الفرضیۃ کما کانت یظھر من خاتمۃ سورۃ المزمل[1] اھ اقول کانہ یرید قولہ تعالیٰ "علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم"[2] وقولہ تعالیٰ علم ان سیکون منکم مرضی و اٰخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ[3] فان الظاھر ان الخطاب فیہ للامۃ۔

جو حضور پر فرضیتِ تہجد کا قائل ہے وہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان سے قانع نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے آپ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ پہلے قیامِ شب اُمت پر فرض تھا پھر منسوخ ہو کر نفل ہو گیا۔ رہا معاملہ سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا تو وہاں یہ فرض ہی باقی رہا جیسا کہ خاتمۂ سورۃ سے ظاہر ہو رہا ہے اھ اقول شاید اس سے ان کی مراد خاتمہ سورۃ کے یہ الفاظ ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: "وہ جانتا ہے اے مسلمانو! تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنے کرم سے تم پر رجوع فرمایا" اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "وہ جانتا ہے کہ عنقریب تم میں کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ زمین پر سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کریں گے" کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ یہاں خطاب اُمت کے لئے ہے۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۴۰۶)

---

[1] رسائل الارکان فصل فی صلوٰۃ اللیل مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۳۴

[2][3] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰

(۱۹) مزید فرمایا :

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہوں ۔ ت) بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آخر سورۃ نے مطلق قیامِ لیل نسخ نہ فرمایا بلکہ اوّل سورۃ میں جو نصف شب یا قریب بہ نصف کے تقدیر تھی اُسے منسوخ فرماکر مطلق قیام کی فرضیت باقی رکھی ،

لقولہ تعالیٰ فتاب علیکم فاقرؤا ما تیسر من القراٰن [1]

کیونکہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے : اللہ تعالےٰ نے تم پر اپنے کرم سے رجوع فرمایا ہے کہ اب تم اتنا قرآن پڑھو جو تم پر آسان ہو ۔ (ت)

اس کے بعد پھر دوبارہ نسخ مطلق ہو کر استحباب رہا ہے ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷ ، ص ۴۰۷)

(۲۰) سُنن مسجد یا گھر میں پڑھنے کے بارے میں فرمایا :

بالجملہ اصل حکمِ استحبابی یہی ہے کہ سُننِ قبلیہ مثل رکعتینِ فجر و رباعیِ ظہر و عصر و عشاء مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں ، اور سُننِ بعدیہ مثل رکعتینِ ظہر و مغرب و عشا میں جسے اپنے نفس پر اطمینانِ کامل حاصل ہو کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اُسے ادائے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہوگا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر پلٹ آئے اور سُنّتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر ، اور اس سے ایک زیادتِ ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادۂ ادائے سُنن گھر تک آئے گا وہ سب حسنات میں لکھے جائیں گے ۔

قال تبارك وتعالیٰ ونکتب ما قدّموا و اٰثارھم و کل شئ احصینٰہ فی امام مبین [2]

اللہ تبارک و تعالےٰ کا فرمان ہے : ہم لکھ رہے ہیں جو اُنھوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر شئی کو ہم نے کتابِ مبین میں شمار کر رکھا ہے ۔ (ت)

اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظِ افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۷ ، ص ۴۱۵ ، ۴۱۶)

(۲۱) قنوتِ نازلہ کے بارے میں بحث کے دوران فرمایا :

اور صحاح ستّہ میں بضمن حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہے کہ ترک کا سبب نزول آیۂ کریمہ

---

[1] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰ [2] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۲

لیس لك من الامر شیئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون[1] (آپ کے ہاتھ میں معاملہ نہیں چاہے تو اللہ تعالٰی ان کی توبہ قبول فرمائے یا انھیں عذاب دے کیونکہ یہ ظالم ہیں۔ت) ہے، یہاں نظر دو طرف جاتی ہے اگر معنی آیت مطلقاً ممانعت اور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترک فرمانا بربنائے ارتفاعِ شریعت ہو یعنی فجر میں قنوت اصلاً مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوتِ نازلہ بھی منسوخ ٹھہرے گی، اور اگر معنی آیت اُن خاص لوگوں پر دعائے ہلاکت سے ممانعت ہو کہ اُن میں بعض علمِ الٰہی میں مشرف باسلام ہونے والے تھے اور سیّد عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا ترک اُنھیں کے بارے ہو، نہ مطلقاً تو صرف نسخ عموم ہی ثابت ہوگا اور قنوت نازلہ مشروع رہے گی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۴۹۹، ۵۰۰)

(۲۲) جس امر کی ممانعت قرآن وحدیث میں نہ ہو وہ ممنوع نہیں۔ اس ضابطہ کی تائید میں فرمایا؛

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں؛

الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرّم اللہ فی کتابہ وماسکت عنہ فھو مما عفا عنہ[2]

حلال وُہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا، اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ عفو ہے۔

یعنی اس میں کچھ مواخذہ نہیں۔ اور اس کی تصدیق میں قرآن عظیم میں موجود کہ فرماتا ہے جلّ ذکرہٗ؛

یایھا الذین اٰمنوا لاتسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنہا حین ینزل القراٰن تبد لکم عفا اللہ عنہا واللہ غفور رحیم[3]

اے ایمان والو! وہ باتیں نہ پوچھو کہ تم پر کھول دی جائیں تو تمھیں بُرا لگے، اور اگر قرآن اُترتے وقت پُوچھو گے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ نے اُن سے معافی فرمائی ہے، اور اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۵۸۱)

---

[1] القرآن الکریم ۳/۱۲۸

[2] جامع الترمذی ابواب اللباس باب ما جاء فی لبس الفراء امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۶
سنن ابن ماجہ باب اکل الجبن والسمن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۹

[3] القرآن الکریم ۵/۱۰۱

(۲۳) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا :

بالجملہ یہ قاعدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بُری ہے، اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف وجائز ومباح و رَوا، اور اس کو حرام وگناہ و نادرست وممنوع کہنا شریعتِ مطہرہ پر افترا۔

قال ربنا تبارك وتعالٰى لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللّٰہ الکذبؕ ان الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لا یفلحون[1]

ہمارے رب تعالٰی نے فرمایا : اپنی زبانوں کا مَن گھڑت جھوٹ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالٰی پر جھوٹ افتراء کرو، بے شک جو لوگ اللہ تعالٰی پر افتراء کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۵۸۳)

(۲۴) محبوبانِ خدا سے توسّل کے جواز سے متعلق فرمایا :

ان سے توسّل قطعاً محمود اور ہرگز اخلاص وتوکل کے منافی نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون[2]

اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔

اور انبیاء وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فرماتا ہے :

اولٰئك الذین یدعون یبتغون الٰی ربھم الوسیلۃ[3]

وہ ہیں کہ دُعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۷ ص ۵۸۴)

(۲۵) اس بات پہ دلائل دیتے ہُوئے فرمایا کہ محبوبانِ خدا کی نفسِ تعظیم بے شک اہم واجبات و اعظم قربات سے ہے۔

قال اللّٰہ تعالٰی ومن یعظم حرمٰت اللّٰہ فھو خیر لہ عند ربہ[4]، وقال تعالٰی من یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب[5] ○ وقال تعالٰی انا ارسلنٰك

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶
[2] القرآن الکریم ۵/۳۵
[3] 〃 ۱۷/۵۷
[4] 〃 ۲۲/۳۰
[5] 〃 ۲۲/۳۲

شاهداو مبشرا ونذیرا ۝ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[1]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالٰی کی عزت والی چیزوں کی تعظیم کریگا تو یہ اس کے لئے اللہ تعالٰی کے ہاں بہتر ہے۔ اور نیز فرمایا: جو شخص اللہ تعالٰی کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا تو یہ قلبی تقوٰی ہوگا۔ اور نیز فرمایا: ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا، بشارت سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے مومنو! تم اللہ اور اس کے رسول کی تعظیم وتوقیر بجالاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۵۹۴، ۵۹۵)

(۲۶) حاجت برآری کے لئے آدابِ توسل کے سلسلہ میں فرمایا:

سوالِ حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

واستعینوا بالصبر والصلٰوۃ۔[2]

صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ (ت)

پھر کامل اکسیر یہ ہے کہ کسی محبوبِ خدا کے قریب جائیے، اسی طرف حق جل وعلا نے قرآن عظیم میں ہدایت فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے:

ولو انّھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توّابا رحیما[3] ۝

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہوکر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول اُن کے لئے استغفار کرے تو بیشک اللہ تعالٰے کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

سبحان اللہ! خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یُوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہوکر ہم سے دعائے بخشش کریں اور قدیماً وحدیثاً علماء وصلحاء اس آیۂ کریمہ کو زمانۂ حیات و وفاتِ سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزارِ مبارک کو حاضریٔ مجلسِ اقدس کی مثل سمجھا کئے اور اوقاتِ زیارت میں یہی آیۂ کریمہ تلاوت کرکے اللہ تعالٰے سے استغفار کرتے رہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۷، ص ۶۰۶)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/۸، ۹

[2] " ۲/۴۵

[3] " ۴/۶۴

(۲۷) نمازِ تراویح میں ہر سورۃ کے شروع میں بسملہ جہراً پڑھنے کے بارے میں مولوی رشید احمد گنگوہی، قاری عبد الرحمٰن پانی پتی اور ان دونوں کے ایک پیروکار کے رَد میں اعلیٰحضرت نے ایک مکمل رسالہ تحریر فرمایا جس میں مسئلہ مذکورہ اور بسملہ کے جزوِ قرآن ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں زوردار بحث فرمائی، وہ رسالہ یہ ہے:

وصّاف الرجیح فی بسملۃ التراویح (۱۳۱۲ھ)

(ختمِ تراویح میں ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنے کا بیان)

مسئلہ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی محمد یعقوب علی خاں صاحب

۲۶ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں تمام بلادِ ہندوستان میں کہ سب اہل سنت وجماعت بفضلہ تعالیٰ حنفی المذہب ہیں ہمیشہ سے یہی رواج دیکھا سُنا کہ تمام حفاظِ قرآن، تراویح میں بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں کسی نہ کسی سُورت پر بس ایک بار آواز سے پڑھ لیتے ہیں اب بعض لوگ پیدا ہوئے کہ اس میں بہت جھگڑا اٹھاتے ہیں، زید کہ اس کا رسالہ مرسل خدمت والا ہے باتباع دو مولویوں گنگوہی و پانی پتی کے دعوٰی کرتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ بالجہر ہر سورت کے سرے پر ماسوا سورت براءت کے از بس لازم ہے ورنہ ایک سو تیرہ [۱۱۳]، اور کبھی کہتا ہے ایک سو چودہ [۱۱۴] آیت کا نقصان لازم آئے گا، بسم اللہ کا جزویت اور غیر جزویت ہونا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آج تک تواتراً منقول ہے، حنفیہ کے نزدیک بھی علی سبیل القطع والتواتر ہے متفق علیہ، بلکہ اجماع امت متفق ہیں، عمرو نے اس جہر سے انکار کیا، اس پر زید نے اسے کہا بتسویل نفسانی منہمک سیئات کے ہوا اور تخریب دینِ محمدی میں کمر باندھ کر اصول وقواعدِ دینیہ سے برطرف ہوا۔ اس رسالہ میں ایک عبارت اور دو فتوے مولوین مذکور سے نقل کئے، صفحہ ۵ پر لکھا قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتی تبیین الضاد ترجمۂ تحفۂ نذریہ میں فرماتے ہیں: جان لو کہ جب اہلِ قراءت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے یا نہیں، پس تمام قرآن کو تراویح میں پڑھنے والے پر جو ان قاریوں کی قراءت پڑھے جو بسم اللہ کو ہر سورت کا جزو جانتے ہیں واجب ہے کہ بسم اللہ کو ہر سورت کے سرے پر پکار کر پڑھے ورنہ ختمِ قرآن مجید میں سے اس کو ایک سو چودہ آیتوں کا کم کرنا اور ترک کر دینا لازم آتا ہے اور جائز نہیں ہے اُن شہروں میں جہاں کے اکثر باشندے حنفی مذہب رکھتے ہیں اس کے خلاف دستور ہے، پس معلوم نہیں اس ترک وغفلت کا کیا سبب ہے فقط۔ صفحہ ۷ پر لکھا: "استفتائے مولوی رشید احمد گنگوہی، بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا تراویح میں مضائقہ نہیں اور نماز میں اس سے کوئی قباحت نہیں ہوتی،

یہ بھی قرار کا مذہب ہے، اگر حضرت حفص کی اقتدار کرو، درست و مقبول ہے اور جو حسب مذہب حنفیہ نہ پڑھو، تاہم کوئی عیب نہیں، سب حق پر ہیں سب کے مذاہب صحیح و درست ہیں لیکن حُفّاظِ قرآن مجید کو لازم ہے کہ پڑھا کریں ورنہ بموجب فرمان مولوی عبد الرحمان صاحب کے عند الحفص ختم میں نقصان رہے گا فقط واللہ اعلم کتبہ رشید احمد گنگوہی"۔ صفحہ ۱۰ پر لکھا: "استفتار قاری عبد الرحمن صاحب پانی پتی، زمانہ قرار سبعہ کا، زمانہ اجتہاد و عمل بالسنہ کا تھا، زمانہ تابعین کا تھا، اور مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ منقولہ میں، اور مدار قرار کا فقط روایت و صحت پر ہے اور قرار سب اپنی قرارت کی روایت صحیح رکھتے ہیں اس میں دخل مذہب کو نہیں ہے لہٰذا قرارت میں کسی اہلِ ہوا کا خلاف نہیں ہے۔ ائمہ مذہب تا زمانۂ قرار، محتاج الیہ و محصور نہ تھے بلکہ بعد قرار کے تھے، ائمہ قرارت کو پوچھنا کہ کیا مذہب رکھتے تھے حمق ہے، بعد صحت روایت کے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے پھر حاجت کسی مذہب اور کسی اجتہاد کی نہیں ہے اذا اصح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قول احناف کا ہے، جب مدار صحت روایت پر مذاہب اربعہ میں ہوا پھر جو کوئی کسی مذہب کا کسی قاری کی قرارت پڑھے گا اس کی قرارت میں جو ہو اس کی اتباع کرے، جو کہ امام عاصم کی قرارت میں بروایت حفص بسم اللہ درمیان ہر دو سورت کے ثابت ہے روایۃً، اور کہیں حنفیہ کی کتب میں ممانعت قرارت عاصم و حفص کی استیعاباً واقع نہیں ہے تو تراویح میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہوا و الّا پورا ختم روایت حفص میں نہ ہوا فقط واللہ اعلم بالصواب، العبد عبد الرحمان عفی عنہ۔" صفحہ ۱۲ پر لکھا: "صلوٰۃ مفروضہ میں ختم مقصود نہیں اس لئے وہاں جہر لازم نہیں وہاں اتباع ابوحنیفہ کا چاہیے اور تراویح میں مقصود ختم کامل قرآن ہے وہاں اتباع قرائے ملبسلین، بسم اللہ کو جہراً پڑھنا ساتھ تاکد کے جائز ہے ورنہ ختم میں نقصان لازم آتا ہے، چنانچہ یہی تحریر خاکسار نے بارہا قاری عبد الرحمان صاحب کی زبانی بھی سُنی ہے"۔

اب علمار سے عرض ہے کہ یہ بیانات و فتاوٰی صحیح ہیں یا غلط، اور یہاں مذہبِ حنفی میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ سرا و جہارا و لیلا و نہارا احمدا کبارا ادامۃ واکثارا والصلوات السامیۃ والتحیات النامیۃ علی من سن فی الصلوٰۃ اسرار التسمیۃ وعلٰی اٰلہ وصحبہ النفوس الحامیۃ لبیضۃ السنۃ من الغوغاء العامیۃ اٰمین اٰمین یاارحم الراحمین۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں آہستہ اور بلند، دن اور رات کو بڑی حمدیں اور زیادہ بلند درود اور اونچا سلام اس ذات پر جس نے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھنا سنّت فرمایا اور آپ کی آل واصحاب پر جو کہ خالص سنت کو عوام کے شورش سے محفوظ رکھنے والے ہیں آمین آمین یا ارحم الراحمین ۔ (ت)

بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جہر، مذہب حنفی میں لازم و واجب ہونا محض بے اصل و باطل صریح، اور حنفیہ کرام پر افترائے قبیح ہے تحصیل سنّت ختم فی التراویح کے لئے صرف ایک بار کسی سورت پر جہر کرنے کی ہماری کتب میں صاف تصریح ہے زید بے علم اور اس کے دونوں متبوعوں کی تحریر سراسر بے تحریر و غیر صحیح ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے ؛

البسملة من القراٰن اٰية فتقرأ فی الختم مرة [1]

یعنی بسم اللہ شریف قرآن عظیم کی ایک آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے ۔

ملک العلماء بحر العلوم اس کی شرح فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں ؛

علی ھذا ینبغی ان یقرأھا فی التراویح بالجھر مرة ولا تتأدی سنة الختم دونھا۔ [2]

یعنی اس بنا پر چاہئے کہ بسم اللہ شریف تراویح میں جہر سے ایک بار پڑھی جائے بے اس کے سنتِ ختم ادا نہ ہوگی۔

شرح مولانا ولی اللہ میں ہے ؛

من قال بکون البسملة جزء من القراٰن من غیر تعیین المحل او بجزئیتھا لہ فی اول کل سورة قال بوجوب قراءتھا فیما یختم فیہ القراٰن من الصلوٰة کالتراویح الا ان الجماعة الاولی تقول بوجوب قراءتھا جھرًا مرةً والثانیة تقول بوجوب قراءتھا جھرا فی اول کل سورة سوی البراءة۔ [3]

یعنی جو علماء بسم اللہ شریف کو جزوِ قرآن مجید مانتے ہیں خواہ بے تعیین محل (جیسے علماء حنفیہ وغیرہم) یا یوں کہ ہر سورة کی پہلی آیت ہے (جیسے علماء شافعیہ) ان سب کے نزدیک جس نماز میں قرآن مجید کا ختم کیا جائے جیسے تراویح، اس میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا ضرور ہے مگر ہمارے ائمہ و جمہور علماء کے نزدیک

---

[1] مسلم الثبوت کامل مسئلة البسملة من القرآن — مطبع انصاری دہلی — ص ۱۵۱

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی " " — مطبعہ امیریہ بولاق مصر — ۲/۱۴

[3] شرح مسلم الثبوت ولی اللہ

صرف ایک بار بآواز اور شافعی مذہب میں سورۂ براءت کے سوا ہر سورۃ کی ابتداء پر۔

قمرالاقمار مولانا عبدالحلیم انصاری میں ہے:

اعلم ان التسمیۃ اٰیۃ من القراٰن کلہ انزلت للفصل بین السور ولیست جزء من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ، فالقراٰن عبارۃ عن مائۃ واربعۃ عشر سورۃ و اٰیۃ وھی التسمیۃ فلابد فی ختم القراٰن من قراءۃ التسمیۃ مرۃ علی صدر اٰیۃ سورۃ کانت وھذا کلہ عندنا علی المختار[1] اھ مختصرًا۔

یعنی بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے کہ سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی، نہ وہ فاتحہ کی جُز ہے نہ ہر سورت کی، تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو۱۱۴ چودہ سورتوں اور ایک آیت کا کہ وہ بسم اللہ شریف ہے۔ پس ختمِ قرآن میں بسم اللہ شریف کا کسی سورت کے سرے پر ایک بار پڑھنا ضرور ہے، یہ سب ہمارے ائمہ کا مذہب مختار ہے اھ مختصراً۔

جوابِ مسئلہ تو اسی قدر سے ہوگیا مگر فقیر غفراللہ تعالٰی بعون رب قدیر جل جلالہ تحقیق حق نجیح وتلخیص قول رجیح کے لئے چند افاداتِ عالیہ لکھے جن سے بتوفیقہٖ تعالٰی احکامِ مسئلہ کو نورِ انکشاف اور اوہامِ باطلہ کو ظہورِ انکساف ملے واللہ المعین وبہ نستعین (اللہ تعالٰی مددگار ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ ت)

افادۂ اُولٰی: بسم اللہ شریف کے باب میں ہمارے ائمہ کرام بلکہ جمہور ائمہ صحابہ وتابعین وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہبِ حق ومحقق یہ ہے کہ وہ کسی سورتِ قرآن کی جُز نہیں، جداگانہ آیت واحدہ ہے کہ تبرک وفصل بین السور کے لئے مکرر نازل ہوئی۔ امام عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری علیہ رحمۃ الباری کہ اجلّہ ائمہ حنفیہ سے ہیں کتاب التحقیق شرح حسامی میں فرماتے ہیں:

الصحیح من المذھب انھا من القراٰن لکنھا لیست جزء من کل سورۃ عندنا بل ھی اٰیۃ منزلۃ للفصل بین السور کذا ذکرا ابوبکر الرازی و مثلہ روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی[2]۔

صحیح مذہب ہمارا یہ ہے کہ وہ قرآن کی جُز ہے مگر ہر سورت کی جُز نہیں بلکہ یہ ایسی آیۃ ہے جو سورتوں

---

[1] قمرالاقمار حاشیہ نورالانوار مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی دہلی ص ۹

[2] کتاب التحقیق شرح حسامی " منشی نولکشور لکھنؤ ص ۶

میں فاصلہ کے لئے نازل کی گئی ہے، یوں ابوبکر رازی نے ذکر کیا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔ (ت)

امام محقق ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

المشہور عن اصحابنا انہا لیست بآیۃ من الفاتحۃ ولا من غیرہا بل ھی آیۃ من القرآن مستقلۃ نزلت للفصل بین السور[1]

ہمارے اصحاب سے یہی مشہور ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کی مستقل آیۃ ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

ان مذھبنا ومذھب الجمھور علی انہا لیست آیۃ من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ[2]

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے (ت)

امام ابوالبرکات نسفی کنز الدقائق اور علامہ ابراہیم حلبی ملتقی الابحر اور علامہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی تنویر الابصار میں فرماتے ہیں:

ھی آیۃ من القرآن انزلت للفصل بین السور ولیست من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ[3]

یہ قرآن کی آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے۔ (ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قال اصحابنا البسملۃ آیۃ من القرآن انزلت للفصل بین السور ولیست من الفاتحۃ ولا من اول کل سورۃ[4]

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بیان صفۃ الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۰۶

[3] کنز الدقائق کتاب الصلوٰۃ فصل واذا اراد الدخول فی الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲ و ۳۳
ملتقی الابحر باب صفۃ الصلوٰۃ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۷۹
درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۷۵

[4] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب مایقول بعد التکبیر تحت الحدیث ۷۴۳/۱۳۱ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۱۵۴

ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے نہ تو یہ فاتحہ کی جزء ہے اور نہ ہی کسی سورۃ کا یہ اول ہے۔ (ت)

اسی طرح بہت کتب میں ہے۔

افادہ ثانیہ: مجرد تکرر نزول ہرگز موجب تعدد نہیں ورنہ قائلان تکرار نزول فاتحہ قرآن عظیم میں دو سورۃ فاتحہ مانتے کہ اُن کے نزدیک فاتحہ مکہ معظمہ میں نازل ہو کر مدینہ طیبہ میں دوبارہ اُتری۔ علامہ حسن چلپی حاشیہ تلویح میں فرماتے ہیں:

تعدد نزولها لا يقتضي تعدد قرأنيتها كيف وقد قيل بتكرار نزول الفاتحة ولم يقل احد بتعدد قرأنيتها[1]

بسم اللہ کے نزول کا تعدد اس بات کو لازم نہیں کہ وہ متعدد بار قرآن کا جزء بنے، یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ سورۃ فاتحہ کے نزول میں تعدد کا قول ہے لیکن فاتحہ کا قرآن کے متعدد جزء ہونے کا قول کسی نے نہیں کیا۔ (ت)

علامہ مولٰی خسرو کے حاشیہ تلویح میں ہے:

القول بتكرره لا يقتضي القول بتعددها كيف وقد قيل[2] الى اٰخر مامر۔

بسم اللہ کے تکرار نزول کا قول اس کے متعدد ہونے کو لازم نہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ سورۃ فاتحہ کے بارے، الٰی آخرہ۔ (ت)

ولہذا علامہ بحر نے بحر الرائق میں فرمایا:

انها في القراٰن اٰية واحدة يفتتح بها كل سورة وعند الشافعي اٰيات في السور[3]

یہ بسم اللہ قرآن کی ایک آیت ہے اس سے ہر سورۃ کا افتتاح کیا جاتا ہے، اور امام شافعی کے نزدیک یہ ہر سورۃ کی علیحدہ آیت ہے۔ (ت)

اسی طرح قمر الاقمار سے بھی گزرا کہ وہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک تمام قرآن میں صرف ایک آیت ہے

---

[1] تتمہ حاشیہ چلپی علی التوضیح والتلویح حاشیہ ۱۹ متعلق ص ۵۰ منشی نولکشور کانپور ص ۵۵

[2] حاشیہ تلویح لمنلا خسرو " " ص ۳۱

[3] بحر الرائق باب صفۃ الصلوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۱۳

نہ یہ کہ ایک سورتیرہ [۱۱۳] یا چودہ آیتیں ہوں اور جب آیت واحدہ ہے تراویح میں اس کی صرف ایک بار تلاوت ادائے سنّتِ ختم کے لئے آپ ہی کافی کما لایخفی علٰی کل عاقل فضلاً عن فاضل (یہ کسی عاقل سے مخفی نہیں چہ جائیکہ فاضل سے مخفی ہو۔ت) کون جاہل کہے گا کہ ایک آیت کو جب تک سو بار نہ پڑھو ختم پُورا نہ ہو۔

افادہ ثالثہ: بسم اللہ شریف کا جزءِ سُورت ہونا، ہرگز ہرگز حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر ہونا درکنار، ثابت کرنا دشوار، اس کے تواتر کا ادعا محض بہتان وافترا، بلکہ احادیثِ صحیحہ اس کلیہ کے نقض پر صاف گواہ،

لحدیث قسمۃ الصلٰوۃ وحدیث ثلثین اٰیۃ للملک وغیرھا کما فصلہ العلماء الکرام فی تصانیفھم ولاحاجۃ الٰی ایرادھا ھنا فان شھرۃ الکلام فیہ اغنتنا عن اعادتہ واطالۃ المقال بتذکارہ۔

جیسا کہ تقسیمِ نماز والی حدیث، اور وہ حدیث جس میں سورۃ ملک کی تیس [۳۰] آیتوں کا ذکر اور ان جیسی اور احادیث جن کو علماءِ کرام نے مفصّل طور پر اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے یہاں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس بات کی شہرت نے ہمیں یہاں ذکر کرنے سے مستغنی کردیا ہے نیز ان کے ذکر سے بات لمبی ہوگی۔(ت)

افادۂ رابعہ: یُونہی اُس پر اجماعِ اُمّت کا بیان افترا وبہتان، بلکہ علماء فرماتے ہیں صحابہ کرام وتابعین اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع تھا کہ بسم اللہ شریف جزءِ سور نہیں، قولِ جزئیت اُن کے بعد حادث ونو پیدا ہوا۔ سیدی فقیہ مقری علی نوری سفاقسی غیث النفع فی القراآت السبع میں فرماتے ہیں:

ھذا ان قلنا ان البسملۃ لیست باٰیۃ ولا بعض اٰیۃ من اول الفاتحۃ ولا من غیرھا وانما کتبت فی المصاحف للتیمن والتبرک اوانھا فی اول الفاتحۃ لابتداء الکتاب علٰی عادۃ اللہ جل وعزّ فی ابتداء کتبہ وفی غیر الفاتحۃ للفصل بین السور قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایعرف فصل السورۃ حتی ینزل علیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وھو مذھب مالک وابی حنیفۃ والثوری وحکی عن احمد وغیرہ وانتصر لہ مکی فی کشفہ وقال انہ الذی اجمع علیہ الصحابۃ والتابعون والقول بغیرہ محدث بعد اجماعھم وشنع القاضی ابوبکر بن الطیب بن الباقلانی المالکی البصری نزیل بغداد علٰی من خالفہ وکان

اعرف الناس بالمناظرة واد قهم فیہا نظرا[1]

یہ تب ہے جب ہم یہ کہیں کہ بسم اللہ آیت نہیں اور فاتحہ اور کسی سُورۃ کی جزء نہیں اور یہ صرف قرآن میں برکت کے طور پر لکھی گئی ہے یا اس لئے کہ اللہ تعالٰی کی عادت کریمہ ہے کہ اس نے اپنی تمام کتابوں میں بسم اللہ سے ابتداء فرمائی لہذا سورۂ فاتحہ کی ابتداء میں بھی ذکر فرمائی اور باقی سورتوں کی ابتداء میں صرف سورتوں کے درمیان فصل کے لئے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دُوسورتوں کا فصل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نازل ہونے پر معلوم کرتے تھے۔ یہی امام مالک، ابوحنیفہ، ثوری کا مذہب ہے، اور امام احمد وغیرہ سے یہی بیان کیا گیا ہے، اور امام مکی نے اسی کو اپنی کتاب کشف میں اپنایا ہے اور فرمایا کہ یہی وہ ہے جس پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے بسم اللہ کے بارے میں کوئی اور بات اس اجماع کے بعد نئی چیز ہوگی، اور قاضی ابوبکر بن طیب بن باقلانی مالکی بصری نیز بغدادی نے اس کی مخالفت کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے اور یہ قاضی ابوبکر خود بحث کے ماہر اس میں دقتِ نظر رکھتے ہیں۔ (ت)

امام زیلعی تبیین الحقائق پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں:

قال بعض اھل العلم ومن جعلھا من کل سورۃ فی غیر الفاتحۃ فقد خرق الاجماع لانھم لم یختلفوا فی غیر الفاتحۃ۔[2]

بعض علماء نے فرمایا کہ جو شخص بسم اللہ کو فاتحہ کے علاوہ کسی سُورۃ کا جزء مانتا ہے وہ اجماع کا خلاف کرتا ہے کیونکہ فاتحہ کے بغیر کسی سورۃ کے بارے میں اختلاف نہیں ہے۔ (ت)

امام بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

فان قیل نحن نقول انھا اٰیۃ فی غیر الفاتحۃ فکذٰلك انھا اٰیۃ من الفاتحۃ قلت ھذا قول لم یقل بہ احد ولھذا قالوا زعم الشافعی انھا اٰیۃ من کل سورۃ وما سبقہ الٰی ھذا القول احد لان الخلاف بین السلف انما ھو فی انھا من الفاتحۃ اولیست باٰیۃ منھا ولم یعدھا احد اٰیۃ من سائر السور۔[3]

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع باب البسملۃ مصطفی البابی مصر ص ۵۷

[2] فتح المعین علی شرح الکنز بحوالہ الزیلعی فصل واذا اراد الدخول الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۸۷

[3] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب مایقول بعد التکبیر دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۴۲۷

اگر اعتراض کیا جائے کہ ہم بسم اللہ کو آیت مانتے ہیں تو اس کا معنٰی یہ ہوا کہ فاتحہ کی آیت ہے اور کسی اور سورۃ کی بھی آیت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے اسی لئے جمہور نے کہا کہ صرف امام شافعی کا خیال ہے کہ یہ ہر سورہ کی آیت ہے جبکہ امام شافعی سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کی، کیونکہ اس سے پہلے اسلاف میں صرف یہ تھا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے یا نہیں، اور اس کو کسی نے باقی سورتوں کا جزء نہیں مانا۔ (ت)

افادۂ خامسہ: تمام مصاحف حنفیہ میں، ہر بسم اللہ شریف پر نشانِ آیت موجود ہے وہ بلاشبہہ ان کے نزدیک آیت تامہ ہے، اب سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ ناس تک تمام سور میں آیاتِ حنفیہ کی گنتی بنائیے، دیکھئے تو کہیں بھی بسم اللہ شریف گنتی میں آئی ہے، مثلاً سورۂ اخلاص چار آیت ہے بسم اللہ سے الگ ہی چار آیتیں ہیں، سورۂ کوثر میں تین آیتیں ہیں بسم اللہ سے جُدا ہی تین آیتیں ہیں وعلی ھذا القیاس بخلاف سورۂ فاتحہ کہ سات آیتیں ہیں اور ان کے نزدیک انعمت علیھم پر آیت نہیں ولہذا ہمارے مصاحف میں اُس پر نشانِ آیت، عند الغیر ۵ لکھتے ہیں نہ ○، یہ صاف دلیل واضح ہے کہ ہمارے قراء کے نزدیک بسم اللہ بقرہ سے ناس تک کسی سورۃ کی جُز نہیں بلکہ ایک انھیں قاریوں کی کیا تخصیص، سب کے نزدیک سوا فاتحہ کے کہ مختلف فیہا ہے باقی تمام سورتوں کے شمار آیات سے بسم اللہ شریف خارج ہے، یہ بھی اُس ارشادِ علماء کا پتا دیتا ہے کہ قولِ جزئیت حادث وخلافِ اجماع ہے۔ امام زیلعی تبیین پھر علامہ ازہری فتح المعین میں فرماتے ہیں:

ان کتاب المصاحف کلھم عدوا اٰیات السور فاخرجوھا من کل سورۃ وقال بعض اھل العلم[1] الٰی اٰخر ما مر۔

قرآن پاک کے تمام کاتبوں نے سُورتوں کی آیات کو شمار کیا ہے اور انھوں نے بسم اللہ کو کسی سُورت کی آیات میں شمار نہیں کیا اور بعض علماء نے گزشتہ قول کو آخر تک بیان کیا۔ (ت)

عمدہ میں امام عینی کا ارشاد گزرا:

لم یعدھا احد اٰیۃ من سائر السور[2]۔

اس کو کسی نے باقی سُورتوں کی آیت نہیں مانا۔ (ت)

---

[1] فتح المعین علی شرح الکنز فصل واذا اراد الدخول الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۸۷

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب ما یقول بعد التکبیر دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۴۲۷

تنبیہ: شمار سے اخراج تو عدمِ جزئیت میں صریح ظاہر ہے اور ادخال میں علمائے کرام نے جائز فرمایا کہ صرف ظن کی طرف مستند ہو تو مفید قطعیت جزئیت نہ ہو سکے گا۔ امام زیلعی نصب الرایۃ اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں:

لعل اباھریرۃ سمع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقرأھا فظنھا من الفاتحۃ فقال انھا احدی اٰیاتھا ونحن لاننکر انھا من القراٰن، ولکن النزاع وقع فی مسئلتین احدٰیھما انھا اٰیۃ من الفاتحۃ، والثانیۃ ان لھا حکم سائر اٰیات الفاتحۃ جھرا وسرا، ونحن نقول انھا اٰیۃ مستقلۃ قبل السورۃ ولیست منھا جمعا بین الادلۃ، وابوھریرۃ لم یخبر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال: ھی احدی اٰیاتھا، وقراءتھا قبل الفاتحۃ لایدل علی ذٰلک واذا جاز ان یکون مستند ابی ھریرۃ قراءۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لھا، وقد ظھر ان ذٰلک لیس بدلیل علی محل النزاع، فلایعارض بہ ادلتنا الصحیحۃ الثابتۃ اھ[1]۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پڑھتے ہوئے سُنا تو خیال فرمایا کہ بسم اللہ سُورۃ فاتحہ کی جزء ہے تو انھوں نے کہہ دیا کہ یہ فاتحہ کی آیات میں شامل ہے، بسم اللہ کا قرآن کی آیت ہونے سے ہمارا انکار نہیں ہے صرف بحث دو مسئلوں میں ہے، ایک یہ کہ کیا یہ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے اور دوسرا یہ کہ کیا بسم اللہ کا حکم فاتحہ کی دوسری آیت والا ہے کہ جہر و سر میں ان کی طرح پڑھی جائے گی یا نہیں، جبکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک مستقل آیت ہے یہ سورۃ فاتحہ کی آیات میں شمار نہیں، یہ بات دلائل کو مطابق بنانے کے لئے ہے حالانکہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ خبر نہیں دی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ سورۃ فاتحہ ایک آیت ہے جبکہ محض سورۃ فاتحہ سے پہلے پڑھنے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی اور جب صرف حضور کا پڑھنا ہی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی دلیل ہو تو یہ محلِ نزاع یعنی فاتحہ کا جزء ہونے پر دلیل نہیں ہوسکتی، لہذا یہ روایت ہمارے صحیح ثابت شدہ دلائل کے مقابل نہیں ہوسکتی۔ (ت)

افادۂ سادسہ: جزئیتِ بسم اللہ شریف کو قطعی کہنا محض جہالت اور تصریحاتِ ائمۂ کرام، علمائے عظام سے غفلت ہے بلکہ جزئیتِ سورت درکنار، جزئیتِ قرآن بھی خبرًا متواتر نہیں،

ولذا انکرھا الامام الاوزاعی والامام مالک وبعض مشایخنا ونسب للمتقدمین بل وقع فی التلویح وحواشی الکشاف وغیرھما انہ المشھور من مذھب ابی حنیفۃ

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری احادیث البسملۃ فی الصلوٰۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۱۸
نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ کتاب الصلوٰۃ النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱/ ۲۰

رضی اللہ تعالٰی عنہ[1]، قال القهستانی ان هذا لم یوجد[2]، قال الشامی فی رد المحتار ای بل هو قول ضعیف عندنا[3]۔

بسم اللہ کے قرآن کا جز ہونے کا امام اوزاعی، امام مالک اور ہمارے بعض مشائخ نے انکار کیا ہے اور متقدمین کی طرف منسوب کیا ہے بلکہ تلویح میں اور کشاف کے حواشی وغیرہ میں ہے کہ یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مشہور مذہب ہے۔ امام قہستانی نے فرمایا: اس قول کا وجود نہیں ہے۔ علامہ شامی نے ردالمحتار میں فرمایا ہے: بلکہ ہمارے نزدیک یہ قول ضعیف ہے۔ (ت)

علامہ حسن چلپی حاشیۂ تلویح میں فرماتے ہیں:

قال الجد المحقق فی تفسیر الفاتحة قال ابو حنیفة و مالک رحمهما الله تعالٰی المعتبر التواتر فی قرانیتها لا فی نقله فقط وهو الحق اذ من الظاهر ان النقل اذا لم یکن علی انه قراٰن لا یفید القراٰنیة و التواتر فی نقل البسملة لیس علی انه قراٰن و الا لم یخالف فیه بل کتب فی المصاحف للفصل و التبرک بها الخ[4]۔

بزرگ محقق نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے فرمایا ہے بسم اللہ کے قرآن ہونے کے لئے صرف نقل متواتر نہیں بلکہ اس کا قرآن ہونا متواتر چاہئے اور یہی معتبر اور حق ہے کیونکہ ظاہر بات ہے کہ اگر قرآن ہونا منقول نہ ہو تو پھر بسم اللہ کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوگا، اور بسم اللہ کے نقل میں جو تواتر ہے وہ اس کے قرآن ہونے کا تواتر نہیں ورنہ اس میں اختلاف نہ ہوتا بلکہ بسم اللہ کو قرآن میں سورتوں کے درمیان فصل اور تبرک کے لئے لکھا گیا ہے الخ (ت)

ہمارے ائمہ کہ اثبات فرماتے ہیں بوجہ اثبات فی المصاحف وامر بالتجرید، دلیل عقلی قائم فرماتے ہیں نہ تواتر سمعی، بالجملہ حق یہ کہ بسم اللہ شریف کا جز قرآن عظیم ہونا تو ہمارے نزدیک دلیل قطعی سے ثابت ہے مگر جزء سورہ ہونا ہرگز نقلاً عقلاً کسی طرح قطعی نہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام اسے دلیل قطعی سے باطل،

---

[1] التوضیح والتلویح مع حاشیۂ چلپی بیان ادلّہ اربعہ منشی نولکشور کانپور ص ۵۰
[2] جامع الرموز فصل صفۃ الصلٰوۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۵۱
[3] رد المحتار مطلب قراءۃ البسملۃ بین الفاتحۃ والسورۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۳۰
[4] تتمہ حاشیۂ چلپی علی التوضیح والتلویح بیان ادلہ اربعہ حاشیہ ۲۰ متعلق ص ۵۰ منشی نولکشور کانپور ص ۵۵

اور بعض اخبار احاد کو، کہ موہم جزئیت واقع ہوئے مخالف قاطع کے سبب نامقبول و مضمحل بتاتے ہیں، نہایت یہ کہ علمائے شافعیہ رحمہم اللہ تعالٰی کہ قائلین جزئیت ہیں خود منکرِ قطعیت ہیں۔ امام نووی شافعی فرماتے ہیں: یہی صحیح ہے۔ امام عبدالعزیز بن احمد بخاری تحقیق میں فرماتے ہیں:

النقل المتواتر لما لم یثبت انھا من السورۃ لم یثبت ذلک[1]

جب نقل متواتر بسم اللہ کو سورت کا جُز ہونا ثابت نہیں کرتا تو اس کا جُز ہونا ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

علامہ بہاری مسلم الثبوت اور علامہ بحر فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

(لم یتواتر انھا جزء منھا) فلا تثبت الجزئیۃ اذ قد سبق ان تواتر الجزئیۃ شرط لاثباتھا[2]

اس کا جُز ہونا تواتر سے ثابت نہیں، لہذا جزئیت ثابت نہ ہوگی کیونکہ پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ جزئیت کے اثبات کے لئے جزئیت کا تواتر شرط ہے۔ (ت)

انھیں میں ہے:

(عارضہ القاطع) وھو عدم تواتر الجزئیۃ الدال علٰی عدمھا فی الواقع فیضمحل المظنون وھذا ھو الجواب عن الاخبار الاحاد التی توھم الجزئیۃ بل یجب ان تکون ھذہ الاخبار مقطوع السھو والا لتواترات[3] الخ۔

بسم اللہ کے جُز ہونے کو ایک قطعی دلیل معارض ہے اور وہ جزئیت کے تواتر کا نہ ہونا جو کہ فی الواقع جُز نہ ہونے کی دلیل ہے پس ظنی امر کمزور قرار پائے گا، یہ جُزئیت کا وہم پیدا کرنے والی اخبارِ احاد کا جواب ہے بلکہ ان اخبار کا سہو قطعی ہے ورنہ اگر بسم اللہ سورۃ کا جُز ہوتی تو تواتر سے ثابت ہوتی۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

لایثبت کونھا اٰیۃ من کل سورۃ من السور بلا دلیل قطعی کما فی سائر الاٰیات

---

[1] کتاب التحقیق شرح الحسامی مقدمۃ الکتاب نولکشور لکھنؤ ص ۶

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۲/ ۱۴

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۱۵

واجماع الصحابة علی اثباتها فی المصحف لایلزم منه انها اٰیة من کل سورة بل اللازم منه مع الامر بالتجرید عن غیر القراٰن انها من القراٰن وبه نقول انها اٰیة منه نزلت للفصل بین السور[1]

قطعی دلیل کے بغیر اس کا تمام سورتوں میں سے کسی کا جزء ہونا اور آیت ہونا ثابت نہیں ہوسکتا جس طرح باقی آیات کے بارے میں ہے، اور صحابہ کرام کا اس کو مصحف میں لکھنے پر اجماع ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ یہ ہر سورۃ کی آیت ہے بلکہ قرآن کو غیر سے مبرّا رکھنے کے حکم سے اتنا لازم آتا ہے کہ یہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے جو کہ سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل کی گئی ہے۔ (ت)

علامہ بحر الفقہ زین بن نجیم مصری شرح منار پھر علامہ سید محمد آفندی شامی منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

ھی قراٰن لتواترفی محلها ولاکفر لعدم تواترکونها فی الاوائل قراٰنا[2]

بسم اللہ قرآن ہے کیونکہ تواتر سے قرآن میں شامل چلی آرہی ہے لیکن سورتوں کی ابتدائی آیت ہونے کے انکار سے کفر لازم نہیں آئے گا کیونکہ یہ بات تواتر سے ثابت نہیں۔

علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں:

ثبوت قراٰنیتها لاعلی سبیل التواتر ولهذا اعلل فی النهر عدم تکفیر جاحدها بعدم تواترکونها قراٰنا[3]

بسم اللہ کے قرآن ہونے پر تواتر نہ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی اس بات کا انکار کرے تو کفر نہ ہوگا، چنانچہ نہر میں عدمِ تکفیر کی یہی علت بیان کی گئی ہے۔ (ت)

علامہ سیدی احمد طحطاوی مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں:

لانها وان تواترکتابتها فی المصاحف لم یتواترکونها قراٰنا[4]

کیونکہ مصحف میں اس کو لکھنے کے تواتر سے اس کے قرآن ہونے کا تواتر ثابت نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی   صفۃ الصلوٰۃ   سہیل اکیڈمی لاہور   ص ۳۰۷

[2] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحر الرائق   فصل واذا اراد الدخول فی الصلوٰۃ   ایچ ایم سعید کمپنی کراچی   ۱/ ۳۱۲

[3] فتح اللہ المعین علی شرح الکنز   " " " " " " " "   ۱/ ۱۸۷

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح   فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ   نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی   ص ۱۴۱

علامہ شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں:

ولم یتواتر تسمیتہا قراٰنا او اٰیۃ بالنقل عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذ لو تواتر لکفر جاحدہا وھو لایکفر بالاتفاق[1]

بسم اللہ کا نام، قرآن یا سورۃ کی آیۃ، تواتر سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول نہیں اور اگر یہ بات تواتر سے ثابت ہوتی تو اس کا انکار کفر ہوتا حالانکہ بالاتفاق یہ کفر نہیں ہے۔ (ت)

اُسی سے امام قرطبی رحمہ اللہ سے ہے:

المسألۃ اجتہادیۃ ظنیۃ لاقطعیۃ کما ظنہ بعض الجہلۃ من المتفقہۃ[2]

یہ مسئلہ ظنی اور اجتہادی ہے قطعی نہیں ہے جیسا کہ بعض جاہل لوگوں کا خیال ہے۔ (ت)

اُسی میں تفسیر امام سمین مسمّی بالوجیز سے ہے:

المطلوب ھنا الظن لا القطع[3]

اس مسئلہ میں ظن مطلوب ہے یقین مطلوب نہیں۔ (ت)

اسی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی شافعی سے ہے:

و اقام الدلیل علی الاکتفاء بالظن فیما نحن فیہ[4]

ہماری بحث میں جو دلیل پیش کی گئی ہے وہ صرف ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

البسملۃ اٰیۃ من الفاتحۃ عملاً وظناً لا قطعاً[5] الخ نقلہ عنہ القاری فی المرقاۃ۔

بسم اللہ کا سورۃ فاتحہ کا جُز ہونا ظنی ہے قطعی اور یقینی نہیں ہے الخ اس کو مُلّا علی قاری نے مرقات میں ان سے نقل کیا ہے۔ (ت)

علامہ سفاقسی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں:

ان المحققین من الشافعیۃ وعزاہ الماوردی للجمہور علی انہ اٰیۃ حکما لا قطعا قال النووی والصحیح انہ قراٰن علی سبیل الحکم ولوکانت قراٰنا علی سبیل القطع لکفر نافیہا وھو خلاف الاجماع[6]

---

[1] تا [4] حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی مبحث البسملۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۸

[5] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب القراءۃ فی الصلوٰۃ الفصل الثانی تحت حدیث ۸۴۸ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۵۶۹

[6] غیث النفع فی القراءات السبع علی ہامش سراج القاری باب البسملۃ مصطفی البابی مصر ص ۵۹

محققین شافعیہ نے اور ماوردی کے بیان کے مطابق ان کے جمہور نے کہا ہے کہ بسم اللہ کا فاتحہ کی جُز ہونا حکمی بات ہے قطعی نہیں ہے۔ اور امام نووی نے فرمایا: صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ کا قرآن ہونا حکمی ہے اور اگر قطعی ہوتا تو ہم مخالف کو کافر کہتے جبکہ یہ بات اجماع کے خلاف ہے۔ (ت)

اُسی میں شرح منہاج النووی تصنیف امام جلال الدین محلی شافعی سے ہے:

البسملۃ منہا ای من الفاتحۃ عملا لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عدھا اٰیۃ منہا صححہ ابن خزیمۃ والحاکم ویکفی فی ثبوتہا من حیث العمل الظن[1]۔

بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا عملی حصہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو فاتحہ کی آیت شمار کیا ہے جس کی ابن خزیمہ اور حاکم نے تصحیح کی ہے اور اس کے عملی ثبوت کے لئے ظن ہی کافی ہے۔ (ت)

افادۂ سابعہ: اقول وباللہ التوفیق قرآن عظیم کے ختم میں لا اقل ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر تمام قراء کا اجماع قطعی ہے کہ ابتداء تلاوت[عـــہ] سورت غیر براءت میں اتیان بسملہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورت کے درمیان اثبات و حذف میں قراء مختلف ہیں، امام نافع مدنی بروایت قالون اور امام عبداللہ بن کثیر مکی وامام عاصم بن بہدلہ کوفی وامام علی بن حمزہ کسائی کوفی پڑھتے اور امام مدنی بروایت ورش اور امام عبداللہ بن عامر شامی وامام حمزہ بن حبیب زیات کوفی وامام ابوعمرو بن العلاء بصری حذف کرتے ہیں تو اگر جلسۂ واحدہ میں کوئی شخص قرآن عظیم با بتدائے واحد ختم کرے، تاہم ایک بار بسم اللہ شریف باجماع قراء پڑھے گا اور تکرار میں اختلاف رہے گا۔ غیث النفع میں ہے:

لاخلاف بینہم فی ان القارئ اذا افتتح قراءتہ باول سورۃ غیر براءۃ انہ یبسمل سواء کان ابتداءہ عن قطع او وقف (الٰی ان قال) واختلفوا فی اثباتہا بین السورتین سواء کانتا مرتبتین او غیر مرتبتین، فاثبتہما قالون والمکی وعاصم وعلی وحذفہا حمزۃ ووصل السورتین (الی قولہ) وانما اختلفوا فی الوصل ولم یختلفوا فی الابتداء

عـــہ شروع تلاوت اگر ابتدائے سورۃ کے علاوہ، کہیں وسط سے ہو، تو بسم اللہ کی حاجت نہیں بہتر ہے اور اگر ابتدائے سورت سوائے براءت سے تلاوت آغاز کرے تو بسم اللہ بالاجماع پڑھے، پھر اثنائے تلاوت میں جو سورتیں آتی جائیں اُن پر بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف ہے ۱۲ (م)

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع علٰی حاشیہ سراج القاری باب البسملۃ مصطفی البابی مصر ص ۵۹

لانها مرسومة فی المصاحف فمن یترکہا فی الوصل لو لم یأت بہا فی الابتداء لخالف المصاحف وخرق الاجماع[1] الخ۔

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ قاری کسی سورۃ کو ابتداء سے شروع کرے تو بسم اللہ پڑھے ماسوا سُورۃ براءۃ کے، خواہ قاری قطع کے بعد ابتداء کرے یا وقف کے بعد، ہر طرح بسم اللہ پڑھے (اس کے بعد یہاں تک فرمایا) اور تلاوت میں دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے میں انھوں نے اختلاف کیا ہے خواہ دونوں کو ترتیب سے پڑھے یا غیر ترتیب پر پڑھے، امام قالون، مکی، عاصم اور علی نے بسم اللہ کو ثابت مانا ہے اور امام حمزہ نے حذف کرنا قرار دیا ہے اور دونوں سورتوں میں وصل کا قول کیا ہے (اور پھر اس کو بیان کیا کہ) ان ائمہ نے دونوں سُورتوں کے وصل کے بارے میں اختلاف کیا ہے، اور ابتداء کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے میں اختلاف نہیں کیا کیونکہ بسم اللہ قرآن مجید میں لکھی ہے لہذا اگر کوئی دونوں صورتوں میں وصل کرتے وقت بسم اللہ کو ترک کرے اور سورۃ سے ابتداء کرتے وقت بھی ترک کرے تو مصاحف اور اجماع کے خلاف ارتکاب کریگا الخ (ت)

سراج القاری شرح شاطبیہ میں ہے:

اخبران رجالا بسملوا بین السورتین وھم قالون والکسائی وعاصم و ابن کثیر، والباقین لایبسلمون بین السورتین لان ھذا من قبیل الاثبات و الحذف اھ[2] ملخصاً۔

معلوم ہوا ہے کہ کئی لوگوں نے کوئی دو سُورتوں میں بسم اللہ پڑھنے کا قول کیا ہے اور وہ قالون، کسائی، عاصم اور ابن کثیر ہیں، اور باقی لوگوں نے ان دونوں سورتوں میں بسم اللہ نہ پڑھنے کا قول کیا ہے کیونکہ یہ معاملہ اثبات و حذف والا ہے اھ ملخصاً (ت)

اب نظر غائر کیجئے تو حذف صراحۃً نافی ومنافی جزئیت ہے کہ اگر جزء ہوتی تو حذف کیونکر ہو سکتی، اور اثبات اصلاً مفید جزئیت نہیں کہ اثبات اعوذ پر بھی اجماع قراء ہے اور وہ بھی مثل اثبات بسملہ متواتر، حالانکہ باجماع مسلمین قرآن نہیں۔ غیث النفع میں ہے:

لاخلاف بین العلماء ان القاری مطلوب منه فی اول قراءته ان یتعوذ[3] الخ۔

علماء میں یہ کوئی اختلاف نہیں کہ قاری قرآن کی تلاوت کے شروع میں اعوذ باللہ پڑھے الخ (ت)

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع علی حاشیہ سراج القاری باب البسملۃ مصطفی البابی مصر ص ۵۲

[2] سراج القاری شرح شاطبیہ لابن القاصح " " " " ص ۴۸

[3] غیث النفع فی القراءات السبع باب البسملۃ " " " "

شرح الشاطبیہ لابن القاصح میں ہے:

الاستعاذۃ قبل القراءۃ باجماع وقولہ مسجلا ای مطلقا لجمیع القراء وفی جمیع القرآن[1]

اعوذ باللہ قراءت شروع کرنے سے قبل بالاجماع پڑھی جائے اور اس کے قول مسجلا کا معنٰی تمام قراء کے نزدیک تمام قرآن کے شروع میں۔ (ت)

تو مجرد اثبات و روایت متواترۂ قراء سے عند التحقیق جزئیتِ قرآن پر بھی جزم نہیں ہو سکتا نہ کہ خاص جزئیت سورت پر، ولہذا علمائے عالم جیسا کہ اثبات و تواترِ تعوذ پر اجماع کرکے اس کی عدمِ قرآنیت پر اجماع رکھتے ہیں، یونہی اثبات و تواتر بسملہ ایک بار مطلقاً پر اجماع فرماکر اس کی قرآنیت میں اختلاف رکھتے ہیں تو مجرد اثباتِ قراء و تواترِ روایت سے جزئیت پر دلیل لانی محض باطل ہے، ہاں قرآنیتِ بسم اللہ پر اس کے سوا ایک دلیل قطعی قائم ہوئی جس کا ذکر اوپر گزرا۔ جمہور ائمہ قائلِ قرآنیت ہولئے اور جزئیتِ سورت پر کوئی دلیل قطعی نہیں لہذا جمہور ائمہ جانبِ جزئیت نہ گئے، بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر سے مثلِ آفتاب روشن ہوگیا کہ ائمہ قراءات کا اثبات متواتر اصلاً مفید جزئیت نہیں، اس بنا پر حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تواتر جزئیت کا ادعائے باطل درکنار قراء سے تواتر قول بالجزئیت بھی ثابت نہیں ہوسکتا، بالجملہ یہ کہنا حق ہے کہ اثبات و حذف دونوں متواتر قطعی، اور یہ کہنا باطل کہ جزئیت و عدم دونوں القطع مروی کہ اثبات و جزئیت میں شرق و غرب کا فرق ہے، اس پر ایک دلیل جلیل واضح و روشن یہ بھی ہے کہ قائلانِ جزئیت بعض احادیثِ احاد سے احتجاج و استناد کی طرف جُھکے اور اس بناء پر کہ ثبوت قطعی نہیں ظنیتِ مسئلہ کی تصریحیں کرگئے، دفعِ اعتراض کے لئے یہاں کفایت ظن کے قائل ہولئے جیسا کہ ابھی کلماتِ امام حجۃ الاسلام و امام ماوردی و امام نووی و امام محلی و امام ابن حجر وغیرہم سے مذکور ہوا، اگر اثبات قراء مثبتِ جزئیت ہوتا تو اسی پر تعویل کرتے قطعیت چھوڑ کر ظنیت کی طرف کیوں اُترتے

ھذا کلہ جلی واضح عند کل من لہ فھم وعقل فضلا عن اھل العلم والفضل (یہ تمام اہلِ فہم اور اہل عقل کے ہاں واضح ہے چہ جائیکہ اہلِ علم وفضل پر واضح نہ ہو۔ ت) اور یہیں سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اس مسئلہ میں مذہب کو دخل نہ ماننا محض جہالت و سخت سفاہت ہے بلکہ حقیقتاً روایت قراء نے جزئیت میں کچھ دخل نہ دیا واژگوں فہموں نے الٹا سمجھ لیا۔ آخر امام قرطبی وغیرہ کا ارشاد سُن چکے کہ مسئلہ

---

[1] تذکار المقری شرح شاطبیہ لابن القاصح باب البسملہ مصطفٰی البابی مصر ص ۲۶

اجتہادیہ ہے۔ علامہ بہاری و علامہ بحر فرماتے ہیں :

(ترکہا نصف القراء) وھم ابن عامر و نافع بروایۃ الورش وحمزۃ وابوعمرو قال مطلع الاسرار الالٰھیۃ قدس سرہ فی غیر الفاتحۃ (وتواترانہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ وسلم (ترکہا) عند قراءۃ السور لان قراءۃ القراء متواترۃ (ولامعنی عند قصد قراءۃ سورۃ ان یترک اولہا) فیجب أن لاتکون جزأ ویشہد علیہ ما روی فی الخبر الصحیح من عدم الجہر بہا فی الصلوۃ فان قلت قد قرأھا الباقون من القراء فتواتر قراءتہ علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ الصلوۃ والسلام فیجب ان تکون جزأ قال (وتواتر قراءتہا عنہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (بقراءۃ) القراء (الاٰخرین لایستلزم کونہا) جزأ (منہا) لجواز انیکون للتبرک کالاستعاذۃ[1]

اس کو نصف اہل علم اور قرّاء حضرات نے ترک کیا ہے اور وہ ابن عامر و نافع ہیں ورش کی روایت کے مطابق اور حمزہ اور ابوعمر ہیں، اور مطلع الاسرار الالٰہیہ قدس سرہٗ نے غیر فاتحہ کے بارے میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ سورتوں کو پڑھنے میں آپ نے بسم اللہ کو ترک فرمایا کیونکہ قرّاء حضرات کی قراءت متواترہ ہے اور یہ معنی نہیں کہ سورۃ کو پڑھتے وقت اس کے اول (بسم اللہ) کو چھوڑ دیں، لہٰذا ضروری ہے کہ بسم اللہ سورتوں کا جز نہیں۔ اور اس بات کی شہادت یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے نماز میں بسم اللہ کا جہر نہیں فرمایا۔ اگر تیرا یہ اعتراض ہو کہ باقی قرّاء حضرات نے بسم اللہ کو سورتوں کے ساتھ پڑھا ہے اور جب قرّاء حضرات کی قراءت متواتر ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ بسم اللہ کا سورتوں کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ سے متواتر ہوگا، اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورتوں کا جزء ہے، تو جواب میں کہا کہ باقی قرّاء حضرات کی قراءت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی قراءت کے متواتر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سورتوں کا جزء ہو جائے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبرک کے طور پر پڑھا ہو جیسا کہ اعوذ باللہ کا حکم ہے۔(ت)

اسی طرح اور کتب میں ہے مگر جُہّالِ زمانہ کو خبر نہیں۔

افادۂ ثامنہ : اقول روایت اثبات کا اثبات جزئیت عند المبسلمین سے

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلۃ البسملۃ من القرآن منشورات الرضی قم ایران ۲/ ۱۴

بھی بے علاقہ ہونا تو ظاہر ہو چکا اور ہم یہ بھی ثابت کر آئے کہ شمارِ آیات وسور دلیل واضح ہے کہ قرار ملبسلمین بھی جزئیتِ سور نہیں مانتے تاہم اب اگر بالفرض کسی طریقہ سے ثابت بلکہ متواتر بھی ہو کہ امام عاصم کا مذہب جزئیت تھا تو وہ جُدا بات ہے اس میں ہمیں کلام نہیں ، مذہب میں ہم اُن کے مقلد نہیں ، نہ اُن کی قراءت کا اختیار برخلافِ مذہب ان کے مذہب پر عمل لابد کر سکے ، امر واضح پر دلیل روشن درکار ہو تو سُننے، شک نہیں کہ ہمارے ائمہ نے قراءت عاصم وروایت حفص اختیار فرمائی، اور شک نہیں کہ بالاجماع نماز سِرّیہ جہریہ سب میں ہمارے یہاں اخفاءِ لبسملہ کا حکم اور شک نہیں کہ مذہبِ امام پر نمازِ جہریہ میں ایک آیت کے سہواً اخفاء پر بالاتفاق سجدہ اور عمداً پر اعادہ لازم، تو قطعاً ثابت کہ حفص وعاصم اگرچہ جزئیتِ فاتحہ کی طرح جزئیتِ ہر سُورت بھی مانتے ہوں، مگر ان کی قراءت اختیار کرنے نے ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور نہ کیا ورنہ ضرور جہریہ میں جہر تسمیہ علی الفاتحہ کا حکم ہوتا اور اُس کا ترک سجدۂ سہو یا اعادہ چاہتا، پھر بعد فاتحہ سَرِ سُورت پر اتیان لبسملہ میں، عامۂ متون مذہب مثل ہدایہ ووقایہ ونقایہ واصلاح وغرر وملتقی الابحر وتنویر وغیرہا انکار محض پر ہیں اور اسی پر بدائع وشرح وقایہ ودرر وجوہرہ نیرہ ومجمع الانہر وغیرہا شروح نے مشی فرمائی، محققین کے نزدیک اگرچہ اس کا حاصل کراہت نہیں صرف نفی سنیت ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوی "العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ" میں بیان کیا ہے۔ ت) تاہم اگر اختیارِ قراءتِ عاصم اختیارِ جزئیت لازم کرتا تو نفی سنیت اور التزام ترک لبسملہ میں نفی کراہت پر اجماعِ حنفیہ ناممکن تھا، ابھی مسلّم وفواتح سے سُن چکے کہ سُورت پڑھتے وقت اس کے اوّل سے ایک آیت چھوڑ دینا بے معنی ہے۔ سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

فیہ ھجر شیئ من القراٰن و ذٰلک لیس من اعمال المسلمین[1] اھ نقلہ الشامی عن النھر عن الامام فی باب سجود التلاوۃ۔

اس میں بعض قرآن کا ترک لازم آئے گا، حالانکہ یہ بات مسلمانوں کے عمل سے بعید ہے اھ اس کو علامہ شامی نے باب سجود التلاوۃ میں نہر کے حوالے سے امام صاحب سے نقل کیا ہے (ت)

پس آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور کرنا ہمارے ائمہ کرام کے اجماعِ تام کے خلاف اور محض اپنے ذہن کی تراشیدہ بات ہے قصد وعدم قصد ختم سے تفرقہ محض جہالت، اختیار قراءۃ عاصم

---

[1] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۲۳

موجب عمل بر جزئیت نہیں، تو ختم میں کیا نقصان، اور اگر ہے تو فرض میں وجوبِ جہر کیوں نہیں، کیا فرائض میں ہم قرآن بقراءتِ عاصم نہیں پڑھتے، بھلا ختم میں اتنا ہی ہے کہ سنت ناقص رہی، یہاں تو واجب ترک ہوتا ہے۔

افادۂ تاسعہ: اقول بطور مناظرہ علی التنزل اگر مان لیجئے کہ اختلافِ قراء روایت جزئیت و عدمِ جزئیت ہے تاہم جس نے ختم میں ایک بار بسم اللہ پڑھی اس نے یقیناً کلام اللہ ختم کیا، نقص اگر ہُوا تو روایت میں نہ کہ قرآن میں، تو پورے قرآن کا ثواب نہ ملنا کیا معنی، کیا سنت یہ ہے کہ مثلاً امام عاصم کی روایت تراویح میں پوری کی جائے یا یہ کہ قرآن عظیم کا ختم کامل ہو، اگر اول مانو تو محض باطل اور شرع مطہر پر کھلا افتراء، کس دلیل شرعی کا حکم ہے کہ خاص فلاں روایت کا اہتمام مسنون اور ثانی مانو، اور وہی حق ہے تو قرآن عظیم تو بالقطع والیقین یُوں بھی ختم ہوگیا، پھر کامل ثواب نہ ملنا یعنی چہ، کیا بعض روایات پر قرآن کامل ہے بعض پر معاذاللہ ناقص، حاش للہ ہر طرح تام وکامل ہے، ورنہ لازم آئے کہ بعض بلکہ ہر عرض میں حضور پُرنور سیّد العالمین وحضرت جبریل رُوح الامین صلے اللہ تعالٰی علیہما وسلم میں ناقص قرآن کا دَور ہُوا ہر قاری کے پاس ناقص قرآن رہا کہ ہر قراءت میں بہ نسبت دوسری کے کچھ نہ کچھ اثبات وحذف ہے، اپنے نزدیک تمامی عنداللہ تمامی کو مستلزم نہیں، اور جب عنداللہ تمامی تو نقص ثواب کا زعم رب العزت کی جناب میں سُوئے ظن ہے ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین[1] (بیشک اللہ تعالٰی نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ ت) اگر کہئے گو یہ قرآن فی نفسہٖ تام وکامل ہے مگر امام عاصم کے نزدیک پورا نہ ہوا۔

اقول دو حال سے خالی نہیں، یا تو قراء کے نزدیک روایات اُخر بھی متواترہ نہیں اور اُن میں ایک کا اعتبار اس بنا پر کہ اپنے اساتذہ پر یونہی پڑھا ان کے نزدیک اپنی ہی روایت متواتر ہوئی یا تواتر باقی پر اطلاع نہ ملی، علی الاول بلاشبہہ امام عاصم پر یہ اعتقاد فرض کہ کلامِ الٰہی پُورا ختم ہوگیا اگرچہ ان کی روایت پُوری نہ ہُوئی اور ثواب کامل اسی پر منوط تھا، نہ خاص ان کی روایت پر۔ وعلی الثانی جب ہم پر مہر نیمروز و ماہِ نیم ماہ کی طرح اُن روایات کا تواتر روشن ہوگیا تو امام عاصم کا نہ جاننا مطلع نہ ہونا کچھ حجت نہیں، غرض نہ عاصم کی روایت پر ثواب محصور نہ عاصم کے خیال کی تقلید ضرور جبکہ بالقطع والیقین حضور پرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُس کا خلاف بتواتر ماثور، کیا مزے کی بات

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۰

ہے کہ امام مذہب بلکہ انصافاً امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب تو محض اپنے اس زعمِ باطل پر چھوڑا جائے کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قولِ احناف ہے اور امام عاصم کا ایک خیال کہ عدمِ اطلاع پر مبنی ہو، اُس پر جمود ایسا ضرور کہ اس کے مقابل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تواتر قطعی بھی نامنظور۔

افادۂ عاشرہ: اگر بعد طلوع فجر ساطع و ظہور حق لامع، اپنی خطا پر مطلع ہو کر دعوی نقصانِ ثواب سے عدول کرکے اس راہ چلئے کہ بلاشبہہ قرآن بھی کامل ختم، ختمِ کامل کا ثواب بھی حاصل مگر جبکہ ہم قراءتِ امام عاصم اختیار کئے ہوئے ہیں تو ہم پر شرعاً یہی واجب کہ انھیں کی روایت پر قرآن ختم کریں۔

اقول یہ بھی محض باطل اتباع قراءت واحدہ صرف ہنگام روایت واجب ہے کہ روایت احد القراء کا نام کرکے بعض حروف روایت دیگر پڑھے تو کذب فی النسبۃ و تخلیط و تغلیط لازم آئے کہ اس تقدیر پر اس کا مفاد یوں ہوگا کہ یہ لفظ اسی طرح اس امام کی روایت ہے حالانکہ وہ اس کی روایت نہیں، تلاوت میں تعیینِ قراءت واجب نہیں کہ آخر سب قرآن اور سب حق منزل من عند الرحمٰن ہے تو تخصیصِ بعض و انکارِ بعض کے کیا معنی، اختلافِ قراءت مثل اختلافِ مذاہب نہیں کہ تعیین واجب یا تلفیق باطل ہو، یہاں اگر بعض سُور بلکہ ایک سُورت کی بعض آیات بلکہ ایک آیت کے بعض کلمات ایک قراءت کے مطابق پڑھے اور بعض دیگر بعض دیگر کے، تو عند التحقیق اصلاً ممانعت نہیں جب تک وہ تلفیق موجبِ اختلالِ نظم یا فسادِ معنی نہ ہو، اور اگر ایک کلام ختم ہوکر دوسری بات شروع ہو جب تو احق واولٰی بالجواز ہے خصوصاً جبکہ مجلس متبدل ہو۔ امام خاتم الحفاظ جلال الحق والدین سیوطی اتقان شریف میں امام سید القراء شیخ المقرئین شمس الملۃ والدین ابوالخیر ابن الجزری سے نقل فرماتے ہیں:

الصواب ان یقال ان کانت احدی القراءتین مرتبۃ علی الاخری منع ذٰلك منع تحریم کمن یقرأ "فتلقی ادم من ربہ کلمٰت" برفعھما او نصبھما اخذ ارفع ادم من قراءۃ غیر ابن کثیر و رفع کلمات من قراءتہ و نحو ذٰلك مما لا یجوز فی العربیۃ واللغۃ، و ما لم یکن کذٰلك فرق فیہ بین مقام الروایۃ وغیرھا فان کان علی سبیل الروایۃ حرم ایضا لانہ کذب فی الروایۃ و تخلیط، وان کان علی سبیل التلاوۃ جاز[1]

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۹ و ۲۶۰

یہ کہنا درست ہوگا کہ دونوں قراءات میں ایک دوسری پر مرتب ہے تو یہ ممنوع بطور تحریم ہے جیسا کہ فتلقی اٰدم من ربہ کلمٰت میں لفظ "اٰدم" اور "کلمٰت" دونوں پر پیش پڑھے یا دونوں پر زبر پڑھے یُوں کہ "اٰدم" پر پیش کو غیر ابن کثیر کی قراءت سے اور "کلمٰت" کی پیش ابن کثیر کی قراءت سے اخذ کرے اور اس طرح عربی میں اور لغت میں جائز نہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر روایت اور غیر روایت کے مقام میں فرق ہوگا، اور اگر روایت کے طور پر ہو تو بھی حرام ہے کیونکہ یہ روایت میں خلط اور کذب ہوگا، اور اگر بہ سبیلِ تلاوت ہو تو یہ جائز ہے۔ (ت)

ہاں ائمہ کرام نے حفظ دین عوام کو یہ وصیت فرمائی کہ جاہلوں کے سامنے قراءتِ غریبہ و وجوہِ عجیبہ نہ پڑھیں کہ مبادا وہ انکار یا طعن یا استہزاء کی آفت میں نہ پڑیں۔ دُرِ مختار میں ہے:

یجوز بالروایات السبع لکن الاولیٰ ان لا یقرء بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینھم۔[1]

قراءتِ سبعہ پڑھنا جائز ہے مگر عوام کے ہاں اجنبی قراءت کو نہ پڑھے تاکہ عوام کے دین میں خلل نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ یجوز بالروایات السبع، بل یجوز بالعشر ایضا کما نص علیہ اھل الاصول، قولہ بالغریبۃ والامالات، لان بعض السفہاء یقولون مالا یعلمون فیقعون فی الاثم و الشقاء، ولا ینبغی للائمۃ ان یحملوا العوام علی ما فیہ نقصان دینھم ولا یقرأ عندھم مثل قراءۃ ابی جعفر وابن عامر وعلی بن حمزۃ والکسائی صیانۃ لدینھم فلعلھم یستخفون او یضحکون وان کان کل القراءات والروایات صحیحۃ فصیحۃ و مشائخنا اختاروا قراءۃ ابی عمرو وحفص عن عاصم اھ من التتارخانیۃ عن فتاوی الحجۃ۔[2]

قولہ روایتِ سبعہ جائز ہے بلکہ عشرہ بھی جائز ہے جیسا کہ اہلِ اصول نے تصریح کی ہے، قولہ اجنبی یعنی روایات اور امالاتِ اجنبیہ کو نہ پڑھے کیونکہ بعض جاہل لوگ لاعلمی کی وجہ سے باتیں بنائیں گے اور گناہ اور بدی میں مبتلا ہوں گے، امامت کرانے والے حضرات کو مناسب نہیں کہ لوگوں کو دینی نقصان میں ڈالیں، اور ان کے سامنے امام ابوجعفر، ابن عامر، علی بن حمزہ اور کسائی جیسی قراءت نہ کریں۔ ہوسکتا ہے

---

[1] درمختار فصل فی القراءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۰

[2] ردالمحتار 〃 〃 〃 داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۶۳ و ۳۶۴

کہ عوام لاعلمی کی بنا پر ان کی قراءات کو حقیر جانتے ہُوئے ان پر ہنسنا شروع کر دیں اور ان کا دین محفوظ رکھنا ضروری ہے اگرچہ یہ تمام قراءات قطعی طور پر صحیح ہیں، جبکہ ہمارے مشائخ نے ابوعمرو کی عاصم سے روایت کردہ قراءت کو اپنایا ہے اھ یہ فتاوی الحجہ سے تتارخانیہ کی روایت ہے۔ (ت)

اسی طرح عالمگیریہ وغیرہا میں ہے۔

افادۂ حادیہ عشر: جس مصلحت کے لئے یہاں علماء نے پیش عوام روایت غریبہ کی تلاوت سے منع کیا، مسئلہ بسملہ میں انصافاً دیکھئے تو ہمارے بلاد میں خاص صورت اخفاء میں ہے کہ یہاں کے تمام حُفّاظ و قرّاء و سامعین عامۂ مسلمین کے کان ہر سورت پر جہر بسم اللہ سے آشنا نہیں وہ اسے سُن کر مخالفت کریں گے طعن و اعتراض سے پیش آئیں گے تمھارے زعم میں یہ اعتراض اُس امر پر ہوگا جو قرناً فقرناً حضور پر نور سیّد یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر ہے، اور دُوسرا امر جس کے وہ عادی ہیں یعنی اخفاء، تم خود بھی مقر ہو کہ وہ بھی حق و صحیح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایسا ہی متواتر ہے، تو اُسی کو کیوں نہ لیجئے اور عکس کرکے مسلمانوں میں فتنۂ عوام میں شورش کیوں پیدا کیجئے، اب اپنے زعمِ باطل پر تم خود اس کے باعث ہوتے ہو کہ امر متواتر عن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مسلمانوں سے انکار و اعتراض کراؤ کیا اسی کا شریعتِ مطہرہ نے حکم دیا ہے، کیا اسی پر قاری یا مُلّا ہونا رہ گیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک بات نئی، بیگانہ، تازی، جُدا اکثر مسلمین کے گوش ناآشنا نہ ہو شہرت تام کا ذریعہ نہیں ہوتی مگر مناہم بحذا کہ قاریانِ قرآن، قراءتِ قرآن سے شہرت تام کی نیت رکھیں، علمائے کرام ایسے محل پر ترک افضل کی رائے دیتے ہیں نہ کہ ترک مساوی۔ امام علامہ جلال الدین زیلعی نصب الرایہ میں نقل فرماتے ہیں:

یسوغ للانسان ان یترك الافضل لاجل تالیف القلوب واجتماع الکلمۃ خوفا من التنفیر، کما ترك النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بناء البیت علی قواعد ابراھیم لکون قریش کانوا حدیثی عھد بالجاھلیۃ، وخشی تنفیرھم بذلك، ورای تقدیم مصلحۃ الاجتماع علی ذلك، ولما انکر الربیع علی ابن مسعود اکمالہ الصلوۃ خلف عثمان قال الخلاف شر، وقد نص احمد وغیرہ علی ذلك فی البسملۃ وفی وصل الوتر وغیر ذلك مما فیہ العدول عن الافضل الی الجائز المفضول مراعاۃ لائتلاف المامومین اولتعریفھم السنۃ وامثال ذلك وھذا اصل کبیر فی سد الذرائع[1]

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ کتاب الصلوۃ اقوال العلماء فی البسملۃ النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱/۴۹۲-۴۹۳

لوگوں کی تالیفِ قلبی اور ان کو مجتمع رکھنے کے لئے افضل کو ترک کرنا انسان کے لئے جائز ہے تاکہ لوگوں کو نفرت نہ ہوجائے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی عمارت کو اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر قائم رکھا تاکہ قریشی نومسلم ہونے کی وجہ سے اس کی نئی بنیادوں پر تعمیر کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں، تو آپ نے اجتماع کو قائم رکھنے کی مصلحت کو مقدم سمجھا، اور جیسا کہ حضرت ربیع نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نماز میں اختلاف کی بنا پر روکا تو انھوں نے فرمایا کہ خلاف کرنے میں شر ہے، اسی لئے امام احمد وغیرہ نے بسم اللہ اور وتر کے وصل وغیرہ کے بارے میں اس کی تصریح کی ہے۔ یہ وُہ معاملات ہیں جن میں افضل سے عدول کرکے جائز مفضول کو اختیار کیا گیا ہے تاکہ مقتدی حضرات کی تالیفِ قلبی اور ان کی سنّت شناسی وغیرہ کا پاس کیا جاسکے، یہ بات فتنہ کے سدِّباب کے لئے بڑا ضابطہ ہے۔ (ت)

یہ سب اس تقدیر پر تھا کہ بفرض باطل قطعیت جزئیت مان لی جائے ورنہ حق و تحقیق کا ایضاح پہلے ہوچکا اس تقدیر پر قاری و ملّا اپنی اس تنفیر و اثارت فتنہ کی حدیں بتائیں یہاں تو بداہۃً اس غیر قصدی التزام سے بھی محفوظ اور یہ تنفیر و ایقاع اختلاف ویسے مستند معتمد سے نامحفوظ، کما لایخفی واللہ الھادی (جیسا کہ مخفی نہیں، اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

افادۂ ثانیہ عشر: یہاں تک دعوٰی قطعیت جزئیت و لزوم نقصان ختم کا رد تھا کہ بحمد اللہ باحسن وجوہ ظاہر ہوا، اب بعونہٖ تعالٰی جہر و اخفا کی طرف چلئے، تراویح میں جہر بسملہ کا حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر کہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افترا ہے تواتر درکنار، زنہار کسی حدیث احاد سے بھی اس کا ثبوت نہیں، جہر فی التراویح تو جُدا، مطلقاً کسی نماز میں حضور والا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا ہرگز ہرگز متواتر نہیں، تواتر کیسا نفس ثبوت میں سخت کلام و نزاع ہے۔ امام حافظ عقیلی کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں:

لایصح فی الجھر بالبسملۃ حدیث مسند[1]۔ ذکرہ فی عمدۃ القاری۔

بسم اللہ میں کوئی حدیث مسند صحیح نہیں۔ اسے عمدۃ القاری میں ذکر کیا گیا۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

---

[1] عمدۃ القاری باب مایقول بعد التکبیر دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۴۲۰

لم یصح فی الجهر حدیث ۔ ذکرہ فی عنایۃ القاضی[1] ۔

جہر تسمیہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہُوئی ۔ اسے عنایۃ القاضی میں ذکر کیا گیا ۔ (ت)

یہی امام دارقطنی جب مصر تشریف لے گئے کسی مصری کی درخواست سے دربارۂ جہر ایک جُز تصنیف فرمایا بعض مالکیہ نے قسم دے کر پُوچھا کہ اس میں کون سی حدیث صحیح ہے ، آخر براہِ انصاف اعتراف فرمایا کہ :

کل ماروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الجہر فلیس بصحیح[2] ۔ ذکرہ الامام الزیلعی عن التنقیح عن مشایخہ عن الدارقطنی والمحقق فی الفتح ۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جہر میں جو کچھ روایت کیا گیا ہے اس میں کچھ صحیح نہیں ۔ اس کو امام زیلعی نے اپنے مشائخ کی تنقیح قرار دے کر دارقطنی سے نقل کیا ہے اور محقق نے فتح القدیر میں ذکر کیا ۔

امام ابن الجوزی نے کہا :

لم یصح عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الجہر شئی[3] ۔ ذکرہ القاری فی المرقاۃ ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جہر بسم اللہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ۔ اسے ملّا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا ۔

یہاں تک کہ تنقیح میں احادیثِ جہر لکھ کر فرما گئے :

ھٰذہ الاحادیث فی الجملۃ لاتحسن بمن لہ علم بالنقل ان یعارض بہا الاحادیث الصحیحۃ ، ولولا ان یعرض للمتفقۃ شبہۃ عند سماعہا فیظنہا صحیحۃ لکان الاضراب عن ذکرہا اولی ، ویکفی فی ضعفہا اعراض المصنفین للمسانید والسنن عن جمہورہا[4] ۔

ان احادیث کو صحیح احادیث کے معارض قرار دینا نقل کے فن میں علم والے کو درست نہیں ۔ اگر

---

[1] حاشیۃ الشہاب عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی مبحث البسملۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۹

[2] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ کتاب الصلوٰۃ النوریۃ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱/ ۴۳۶

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب القراءۃ فی الصلوٰۃ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۵۵۲

[4] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ النوریہ رضویہ کمپنی لاہور ۱/ ۴۳۶

فقیہ کے لئے ان روایات کو سُن کر غلط فہمی کی بنا پر صحیح گمان کرنے کا خدشہ نہ ہوتا تو ان کو ذکر نہ کرنا مناسب تھا، اور ان روایات کے ضعف پر دلیل تمام مسانید وسنن کے مصنفین کا ان کو ذکر نہ کرنا ہی کافی ہے (ت)

خلاصہ یہ کہ وہ احادیث نہ احادیث صحیحہ کے مقابل نہ ذکر کے قابل، ولہذا مصنفانِ مسانید وسنن نے اُن کے ذکر سے اعراض کیا نقلہ فی نصب الرایۃ (اس کو نصب الرایہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) خود پیشوائے وہابیہ ابن القیم نے اپنی کتاب مسمی بالھدی میں لکھا:

فصحیحہ تلک الاحادیث غیر صریح وصریحہا غیر صحیح[1] نقلہ امام الوھابیۃ الشوکانی فی نیل الاوطار۔

ان حدیثوں میں جو صحیح ہے وہ جہر میں صریح نہیں اور جو جہر میں صریح ہے وہ صحیح نہیں۔ اس کو وہابیوں کے امام شوکانی نے نیل الاوطار میں ذکر کیا ہے۔

امام زیلعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں:

الحاصل ان احادیث الجھر لم تثبت[2] اثرہ السید الازھری فی الفتح۔

خلاصہ یہ کہ جہر کی حدیثیں ثابت نہ ہوئیں۔ سید ازھری نے اس کو فتح میں نقل کیا ہے۔

امام زیلعی نصب الرایہ میں فرماتے ہیں:

فھذہ الاحادیث کلھا لیس فیہا صریح صحیح، ولیست مخرجۃ فی شیئ من الصحیح ولا المسانید ولا السنن المشھورۃ وفی رواتھا الکذابون والضعفاء والمجاھیل الخ[3]

ان حدیثوں میں کوئی حدیث صریح وصحیح نہیں، نہ بہ صحاح ومسانید وسُننِ مشہورہ میں مروی ہوئیں، ان کی روایتوں میں کذّاب، ضعیف، مجہول لوگ ہیں الخ۔ (ت)

امام عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں:

احادیث الجھر لیس فیہا صحیح صریح بخلاف حدیث الاخفاء فانہ صحیح صریح ثابت مخرج فی الصحیح والمسانید المعروفۃ والسنن المشھورۃ۔[4]

---

[1] نیل الاوطار باب ماجاء فی بسم اللہ الخ مصطفی البابی مصر ۲/۲۲۸

[2] تبیین الحقائق فصل اذا اراد الدخول فی الصلوۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۹۲

[3] نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ کتاب الصلوۃ النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱/۳۲۴

[4] عمدۃ القاری النوع الرابع فی انہا یجھر بہا ام لا دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۴۲۵

جہر کی حدیثوں میں کوئی حدیث صحیح وصریح نہیں بخلاف حدیثِ اخفا کہ وہ صحیح وصریح اور صحاح ومسانید وسُننِ مشہورہ میں ثابت ہے۔

امام[1] اعظم ابوحنیفہ وامام[2] مالک وامام[3] شافعی وامام[4] احمد چاروں ائمہ مذہب اور بخاری[5] ومسلم[6] وابوداؤد[7] وترمذی[8] ونسائی[9] وابن ماجہ[10] چھٹوں ائمہ حدیث اور دارمی[11] وطحاوی[12] وابن خزیمہ[13] وابن حبان[14] ودارقطنی[15] وطبرانی[16] وابویعلی[17] وابن عدی[18] وبیہقی[19] وابونعیم[20] وابن عبدالبر[21] اکابر حفاظ واجلہ محدثین اپنی صحاح وسنن ومسانید ومعاجم میں باسانید کثیرہ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں:

صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلف ابی بکر وعمر وعثمٰن فلم اسمع احدا منھم یقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[1] ھذا لفظ مسلم وفی لفظ للامام احمد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ وغیرھم باسناد علی شرط الصحیح کما افادہ فی الفتح کانوا لایجھرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم[2] وفی لفظ لابن خزیمۃ والطبرانی وابی نعیم کانوا یسرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم[3] ولابن ماجۃ کلھم یخفون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[4]۔

میں نے حضور اقدس رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی کے پیچھے نماز پڑھی ان میں کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہ سُنا ـــــ یہ امام مسلم کے الفاظ ہیں ـــــ امام احمد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور دُوسروں نے اپنی صحیح سندوں کے ساتھ جیسا کہ فتح القدیر نے بیان کیا ہے، جن کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ حضرات بسم اللہ کا جہر نہ فرماتے تھے ـــــ اور ابن خزیمہ، طبرانی اور ابونعیم کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ بسم اللہ کو پوشیدہ پڑھتے تھے ـــــ اور ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ سب بسم اللہ کا اخفاء فرماتے تھے۔ (ت)

یہ وہ حدیث جلیل ہے جس کی تخریج پر چاروں ائمہ مذہب اور چھٹوں اصحاب صحاح متفق ہیں بلکہ طبرانی نے

---

[1] صحیح مسلم باب حجۃ من قال لایجہر بالبسملۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۷۹ و ۲۷۵
فتح القدیر باب صفۃ الصلٰوۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۵۴

[3] نصب الرایہ بحوالہ ابی نعیم والطبرانی وابن خزیمۃ باب صفۃ الصلٰوۃ النوریۃ الرضویہ لاہور ۱/۴۰۶
التعلیقات علی کتاب الآثار باب الجہر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۵۸

[4] سنن ابن ماجہ باب افتتاح القراءت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹

انھیں سے روایت کی :

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یسر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم و ابابکر وعمر وعثمٰن وعلیا۔[1]

بیشک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم و ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ تعالٰی عنہم بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے۔

امام الائمہ امام ابوحنیفہ و امام محمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہم ابن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی ، قال :

سمعنی ابی وانا اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال ای بنی ایاك والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ قال وصلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومع ابی بکر ومع عمر ومع عثمٰن فلم اسمع احدا منہم یقولہا فلا تقلہا ، انت اذا صلیت فقل الحمد للہ رب العٰلمین۔[2]

یعنی مجھے میرے باپ نے نماز میں بسم اللہ شریف پڑھتے سُنا ، فرمایا : اے میرے بیٹے ! بدعت سے بچ ۔ ابن عبداللہ کہتے ہیں ، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے صحابہ میں اُن سے زیادہ کسی کو اسلام میں نئی بات نکالنے کا دشمن نہ دیکھا ' انھوں نے فرمایا میں نے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالٰے عنہم کے ساتھ نماز پڑھی کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہیں سُنا تم بھی نہ کہو جب نماز پڑھو الحمد للہ رب العٰلمین سے شروع کرو۔

انہی عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کسی امام کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے سُنا ، پکار کر فرمایا :

یاعبداللہ انی صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہم فلم اسمع احدا منہم

---

[1] المعجم الکبیر عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۷۳۹ مکتبۃ فیصلیہ بیروت ۱/۲۵۵
صحیح ابن خزیمہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۵۰

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی ترک الجہر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۳۳
سنن ابن ماجہ باب افتتاح القراءۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹
التعلیقات علی کتاب الآثار باب الجہر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۵۵

یجهر بہا[1] - رواہ الامام الاعظم ذکرہ فی الفتح -

اے خدا کے بندے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان میں کسی کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے نہ سُنا - اس کو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی نے روایت کیا اسے فتح میں ذکر کیا گیا ہے۔

امام اعظم و امام محمد و امام احمد و امام طحاوی و امام ابوعمر ابن عبدالبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

الجھر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم قراءۃ الاعراب[2]۔

بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنی گنواروں کی قراءت ہے۔

نیز اسی جناب سے مروی ہوا:

لم یجھر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالبسملۃ حتی مات - ذکرہ المحقق فی الفتح[3]۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرمایا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اسے محقق نے فتح میں ذکر کیا۔

اثرم بسند صحیح عکرمہ تابعی شاگرد خاص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انا اعرابی ان جھرت ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم[4]۔

میں گنوار ہوں اگر بسم اللہ شریف جہر سے پڑھوں۔

سعید بن منصور اپنی سُنن میں راوی:

حدثنا حماد بن زید عن کثیر بن شنظیر ان الحسن سئل عن الجھر بالبسملۃ

---

[1] مسند الامام الاعظم — بیان عدم الجھر بالبسملۃ — نور محمد اصح المطابع کراچی — ص ۵۸
فتح القدیر — باب صفۃ الصلوٰۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۲۵۴
[2] شرح معانی الآثار — باب قراءت بسم اللہ الخ — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۴۰
المصنف لابن ابی شیبہ — من کان لایجھر ببسم اللہ الخ — حدیث ۴۳۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت — ۱/۳۶۱
[3] فتح القدیر — باب صفۃ الصلوٰۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۲۵۴
[4] نصب الرایۃ بحوالہ الاثرم کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ — النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور — ۱/۴۲۵

19/19

فقال انما یفعل ذٰلك الاعراب[1]

حماد بن زید نے کثیر بن شنظیر سے بیان کیا کہ امام حسن بصری سے جہر بسم اللہ کا حکم پوچھا گیا، فرمایا یہ گنواروں کا کام ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں امام ابراہیم نخعی تابعی سے راوی:

الجھر ببسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم بدعۃ[2]

بسم اللہ شریف جہر سے کہنا بدعت ہے۔

اثرم انھیں سے راوی:

ما ادرکت احدا یجھر بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم والجھر بھا بدعۃ[3]

میں نے صحابہ و تابعین میں کسی کو بسم اللہ شریف کا جہر کرتے نہ پایا اس کا جہر بدعت ہے۔

سُبحان اللہ! حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تواتر درکنار، ان حضرات عالیہ کے نزدیک کچھ بھی ثبوت ہوتا تو کیا یہ اجلہ صحابہ و تابعین معاذ اللہ اسے بدعت بتاتے یا گنواروں کا فعل کہہ سکتے تھے ولکن الجھلۃ یقولون مالا یعلمون (لیکن جاہل لوگ غیر معلوم باتیں کرتے ہیں۔ ت) نہایت کہ امام الفقہاء، امام المحدثین، اوحد الاولیاء، اوحد المجتہدین سیدنا امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اختیار جہر بسم اللہ کا قول سخت مہجور و مجور مانا اور اس کے اخفا کو افضل و اولٰی سمجھنا تتمۂ عقائد اہلسنت جانا، محدث لالکائی کتاب السنہ میں بسند صحیح راوی:

حدثنا المخلص نا ابو الفضل شعیب بن محمد نا علی بن حرب بن بسام سمعت شعیب بن جریر یقول قلت لسفیٰن الثوری حدث بحدیث السنۃ ینفعنی اللّٰہ بہ فاذا وقفت بین یدیہ وسألنی عنہ قلت یارب حدثنی بھذا سفیٰن فانجوانا وتؤخذ فقال اکتب بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم القراٰن کلام اللّٰہ غیر مخلوق منہ (وجعل یسرد الحدیث ان قال) یاشعیب لاینفعك ماکتبت حتی تری المسح علی الخفین و حتی تری ان اخفاء بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم افضل من الجھر بہ وحتی تؤمن بالقدر

---

[1] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ سنن سعید بن منصور کتاب الصلوٰۃ النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱/ ۴۳۶

[2] المصنف لابن ابی شیبۃ من کان لایجہر ببسم اللہ الخ حدیث ۴۱۳۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۶۰

[3] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ الاثرم کتاب الصلوٰۃ النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱/ ۴۳۵

(الی ان قال) اذا وقفت بین یدی اللہ فسألك عن هذا فقل یا رب حدثنی بهذا سفین الثوری ثم خل بینی و بین اللہ عز وجل[1]

یعنی شعیب بن جریر نے امام سفین ثوری سے کہا مجھے عقائدِ اہلسنّت بتا دیجئے کہ اللہ عزوجل مجھے نفع بخشے اور جب میں اس کے حضور کھڑا ہوں اور مجھ سے ان کے متعلق سوال ہو تو عرض کردوں کہ الٰہی! یہ مجھے سفیان نے بتائے تھے تو میں نجات پاؤں اور جو پُوچھ گچھ ہو آپ سے ہو تو فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں۔ اور اسی طرح اور عقائد و مسائل لکھوا کر فرمایا: اے شعیب! یہ جو تم نے لکھا تمہیں کام نہ دے گا جب تک مسحِ موزہ کا جواز نہ مانو اور جب تک یہ اعتقاد نہ رکھو کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا، بآواز پڑھنے سے افضل ہے اور جب تک تقدیرِ الٰہی پر ایمان نہ لاؤ، جب تم اللہ عزوجل کے حضور کھڑے ہو اور تم سے سوال ہو تو میرا نام لے دینا کہ یہ عقائد و مسائل مجھے سفیان ثوری نے بتائے پھر مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور چھوڑ کر الگ ہو جانا۔

امام ذہبی طبقات الحفاظ میں فرماتے ہیں:

هذا ثابت عن سفین و شیخ المخلص ثقة۔[2]

یہ روایت سفیان سے ثابت ہے اور راوی ثقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

افادہ ثالثہ عشر: اقول ہم آفتابِ روشن کی طرح ثابت کر آئے کہ اگر بفرضِ باطل مذہب عاصم جزئیت ہر سورت صحیح تاہم اختیارِ قراءت عاصم ہمیں اختیارِ جزئیت پر مجبور نہیں کرسکتا یونہی اگر بالفرض عاصم سے ثابت ہو حالانکہ ہرگز ثابت نہیں کہ ان کا طریقہ نماز میں ہر جگہ جہر بسم اللہ تھا تاہم ان کی قراءت اختیار کرنی ہرگز اسے مستلزم نہیں کہ نماز میں دربارۂ جہر و اخفاء اُن کی پیروی ضرور ہو کہ یہ مسئلہ فقہیہ ہے اور ہم فقہ میں اُن کے مقلد نہیں، آخر نہ دیکھا کہ ہمارے ائمۂ کرام نے اُن کی قراءت اختیار فرمائی اور نماز میں بسم اللہ شریف کے اخفاء کا حکم دیا، لاجرم ہمارے علمائے نے صاف صریح تصریح فرمائی کہ جہر و اخفائے بسم اللہ شریف میں امامِ قراءت کا اتباع بیرونِ نماز ہے نماز میں اخفاء ہی کرے، اور بیرونِ نماز بھی اتباعِ قاری خاص صرف بروجہ اولویت ہے، نہ بطور وجوب و لزوم و ضرورت۔

لما قدمنا ان القراءات کلها حقة بالیقین لا احتمال فیها للخطأ ولا ینافی بعضها بعضا فلا هجر فی شیئ منها لاجمعا ولا افرادا مالم یؤد التلفیق الی التغییر بخلاف المجتهدات الخلافیة فان المجتهد یخطئ و یصیب فلا نعم، وعما اعتقدنا انه صواب

---

[1] و [2] تذکرۃ الحفاظ للذہبی عنوان سفیان بن سعید ثوری ۱۶۵ بحوالہ اللالکائی دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۵۳

یحتمل الخطأ الی ما ظنناانه خطأ یحتمل الصواب ولئن لفقت لربما اتفق الاقوال علی فساد العمل۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کردیا ہے کہ تمام قراءات برحق ہیں، ان میں خطاء کا احتمال نہیں ہے اور ایک دوسرے کے منافی بھی نہیں ہیں، لہذا ان کو ملاکر پڑھنا یا علیحدہ علیحدہ پڑھنا اس وقت تک جائز ہے جب تک ان کا مختلف انداز معنی کی تبدیلی پیدا نہ کرے، اس کے برخلاف اجتہادی اختلافی مسائل میں چونکہ مجتہد کے اجتہاد میں درستی اور خطا دونوں کا احتمال موجود ہے اس لئے وہاں اپنے ظن میں درست کو اپنائیں گے اور جس کو ہم خطا سمجھیں گے اس کو نہیں اپنائیں گے کیونکہ ہم اعتقاد کے پابند ہیں اگرچہ فی الواقع اس کی خطاء کا احتمال ہے، اور یہاں اجتہادی مسائل میں مختلف مجتہدین کے اجتہاد کو اپنانا عمل میں فساد پیدا کردے گا۔ (ت)

مجتبٰی شرح قدوری پھر کفایہ شرح ہدایہ پھر ردالمحتار حاشیہ دُرمختار میں ہے:

لایجھربھا فی الصلٰوۃ عندنا خلافا للشافعی وفی خارج الصلٰوۃ اختلاف الروایات والمشائخ فی التعوذ والتسمیۃ قیل یخفی التعوذ دون التسمیۃ والصحیح انہ یتخیر فیھما ولکن یتبع امامہ من القراء وھم یجھرون بھما الاحمزۃ فانہ یخفیھما[1] اھ۔

ہمارے نزدیک نماز میں جہر نہیں ہے، امام شافعی اس کے خلاف ہیں، اور خارج از بسم اللہ اور اعوذ باللہ میں مشایخ اور روایات کا اختلاف ہے ایک قول میں اعوذ باللہ کو مخفی اور بسم اللہ کو جہر کے ساتھ لیکن صحیح یہ ہے قاری کو اختیار ہے کہ دونوں کو آہستہ پڑھے یا بلند پڑھے۔ لیکن ائمہ قراء میں سے اپنے امام کی اتباع بہتر ہے، امام حمزہ جہر کے قائل نہیں ہیں، باقی ائمہ جہر کے قائل ہیں اھ (ت)

بحمداللہ تعالٰی یہ خیالاتِ جدیدۂ وہابیہ کے رَد میں ہمارے علماء کا نص صریح ہے۔

افادۂ رابعہ عشر: اقول وباللہ التوفیق حقیقتِ امر یہ ہے کہ روایاتِ قراء طبقۃً فطبقۃً قرناً فقرناً بذریعہ تدریس وتعلیم وتلقی تلامذہ عن الشیوخ ہیں تو یہ جہر واخفاء اوقات تعلیم و اقرا کی خبر دیتے ہیں نہ خاص حال نماز کی، حضور پر نور سیدالعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تو طریقہ تعلیم قرآن عظیم معین رہا کہ تلامذہ پڑھتے استاذ سنتے بتاتے، نہ یہ کہ نمازوں میں سن سن کر سیکھتے جس میں سوال وجواب وتفہیم وتفہم کا کوئی موقع نہیں، بیرونِ نماز بھی قراءتِ شیوخ کا دستور نہ تھا بلکہ اسے ناکافی سمجھتے

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الکفایۃ عن المجتبٰی فصل واذا اراد الشروع فی الصلٰوۃ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲۹

اگرچہ یہاں ممکن تھا کہ جو طرز ادا تلمیذ کی سمجھ میں نہ آتا دریافت کرلیتا استاد اعادہ کردیتا۔ اتقان شریف میں ہے:

اوجه التحمل عند اھل الحدیث السماع من لفظ الشیخ والقراءة علیه، والسماع علیه بقراءة غیرہ، والمناولة والاجازة والمکاتبة والوصیة والاعلام والوجادة، فاما غیر الاولین فلا یاتی ھنا لما یعلم مما سنذکرہ، واما القراءة علی الشیخ فھی المستعملة سلفا وخلفا، واما السماع من لفظ الشیخ فیحتمل ان یقال به ھنا لان الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنھم انما اخذوا القراٰن من النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لکن لم یاخذ به احد من القراء والمنع فیه ظاھر لان المقصود ھٰھنا کیفیة الاداء ولیس کل من سمع من لفظ الشیخ یقدر علی الاداء کھیأته، بخلاف الحدیث فان المقصود فیه المعنی او اللفظ لا بالھیأت المعتبرة فی اداء القراٰن، واما الصحابة فکانت فصاحتھم وطباعھم السلیمة تقتضی قدرتھم علی الاداء کما سمعوہ من النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لانه نزل بلغتھم، ومما یدل للقراءة علی الشیخ عرض النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم القراٰن علٰی جبریل فی رمضان کل عام[1] اھ۔

محدثین کے ہاں اپنے شیخ سے حدیث اخذ کرنے کے کئی طریقے ہیں، شیخ کے الفاظ کو سننا، شیخ پر پڑھنا، دوسرے شاگرد کو پڑھتے ہوئے سننا، لکھے ہوئے کو لینا، مرویات کی اجازت لینا، لکھنا، وصیت کے طور اپنانا، اطلاع حاصل کرنا، شیخ کے لکھے ہوئے کو پہچان کر یاد کرنا، لیکن قرآن کی قرارت کے بارے میں پہلے دو طریقوں کے علاوہ دوسرے طریقے جائز نہیں جیسا کہ اس کی وجہ ہم بیان کریں گے، یہاں قرارت میں شیخ پر شاگرد کا پڑھنا ابتداء سے آج تک مروّج ہے اور شیخ سے سننا بھی یہاں جائز ہوسکتا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے قرآن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سن کر اخذ کیا ہے لیکن قراء حضرات نے اس طریقہ کو نہیں اپنایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرارۃ میں ادائیگی کی کیفیت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ استاذ کی ادائیگی کی کیفیت کو محض سننے پر اخذ کرلے، لہذا قرارت میں یہ طریقہ منع ہے مگر حدیث میں معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ یہاں معنی یا لفظ مقصود ہوتے ہیں لیکن ادائیگی والی کیفیت قرآن کی طرح یہاں معتبر نہیں، ہاں صحابہ کرام کا معاملہ الگ ہے کیونکہ وہ اپنی فصاحت اور سلامتی طبع کی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سن کر قرارۃ کو اسی کیفیت سے ادا کرنے پر

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الرابع والثلاثون الخ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۳۲۲

قدرت رکھتے تھے اور اس لئے بھی کہ قرآن ان کی لغت میں نازل ہوا ہے۔ اور قرآن کو اخذ کرنے میں شیخ کو سنانے والا طریقہ اس لئے بھی جائز ہے کہ ہر سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں جبرائیل علیہ السلام کو قرآن سُناتے تھے اھ (ت)

اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اگرچہ بسبب کمال افادۂ حضور فاعل کامل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونہایت استعداد نفوس قوابل رضی اللہ تعالٰی عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُن کر سیکھا مگر وہ بھی بطور تعلیم وتلقین ظاہر وباطن ونظم ومعنی وحکم وحکمت تھا نہ یوں کہ صرف نماز میں قراءت اقدس سے لفظ یاد کرلئے، صحابہ کرام دس دس آیتیں مع ان کے علم وعمل کے سیکھتے جب ان پر قادر ہوجاتے دس اور تعلم فرماتے۔ اسی طرح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بارہ برس میں سورۂ بقرہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پڑھی جب ختم فرمائی ایک اونٹ ذبح کیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے آٹھ سال میں پڑھی کہ جس قدر تدبر زائد دیر زائد۔ ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، قال:

كنّا اذا تعلمنا من النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم عشر اٰيات من القراٰن لو نتعلم من العشر التي نزلت بعدها حتى نعلم ما فيه، فقيل لشريك من العمل قال نعم[1]۔

ہم جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرآن کی دس آیات کا علم حاصل کرتے تو اس کے بعد والی دس آیات کی تعلیم حاصل نہ کرتے جب تک پہلی آیات میں بیان شدہ اعمال کو معلوم نہ کرلیتے۔ شریک سے پوچھا گیا کہ آیات کے بیان شدہ اعمال سیکھنا مراد ہے، تو انھوں نے کہا: ہاں۔ (ت)

ابوبکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ابوعبدالرحمٰن سلمی سے راوی، قال:

حدثنا من كان يقرئنا من اصحاب رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم انهم كانوا يقترئون من رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم عشر اٰيات ولا يأخذون في العشر الاخرٰى حتى يعلموا ما في هذه من العلم والعمل فانا علمنا العمل والعلم[2]

صحابۂ کرام میں سے جو حضرات ہمیں قراءت پڑھاتے انھوں نے فرمایا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دس آیات پڑھتے اور ان کے بعد دس آیات کو اس وقت تک اخذ نہ کرتے جب تک پہلی آیات کے

---

[1] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر عنوان عبداللہ بن مسعود بن غافل ۲۳ دار الفکر بیروت ۱۴/ ۵۹

[2] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب فضائل قرآن حدیث ۲۹۹۲۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۱۸

علم وعمل کو نہ سیکھ لیتے، یُوں ہم علم اور عمل دونوں کو حاصل کرتے ۔ (ت)

ابن سعد طبقات میں بطریق عبداللہ بن جعفر عن ابی الملیح عن میمون اور امام مالک موطا میں بلاغاً راوی،

ان ابن عمر تعلم البقرۃ فی ثمان سنین۔[1]

بیشک عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سورۂ بقرہ کو آٹھ سال میں سیکھا ۔ (ت)

خطیب بغدادی کتاب رواۃ مالک میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، قال:

تعلم عمر البقرۃ فی اثنتی عشرۃ سنۃ فلما ختمها نحر جزورا۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سورۂ بقرہ کو بارہ سال میں سیکھا، جب انھوں نے اسے ختم کیا تو ایک اونٹ ذبح کیا ۔ (ت)

تو ظاہر ہوا کہ یہ روایاتِ جہر و اخفا قراءات خارج از نماز کی نقل ہیں، اب بحمداللہ تعالٰی اُس ارشادِ علماء کا راز واضح ہوا کہ بیرونِ نماز اتباع امام قراءت مناسب ہے، اس کی نظیر منیر مسئلہ تعوّذ ہے عامہ قرّاء کا اس کے جہر پر اتفاق ہے ۔ امام اجل ابو عمرو دانی نے اس پر اجماع[ع] اہلِ ادا نقل فرمایا، امام عارف باللہ شاطبی نے باوصف حکایت خلاف، تصریح فرمائی کہ ہمارے حفاظ و رواۃ اس کا اخفا نہیں مانتے ۔ تیسیر باب ذکر الاستعاذہ میں ہے:

لا اعلم خلافا بین اھل الاداء فی الجھر بھا عند افتتاح القراٰن وعند الابتداء برؤس الاجزاء وغیرھا فی مذھب الجماعۃ اتباعا للنص واقتداء بالسنۃ۔[3]

قرآنی نص اور سنّت کی اتباع میں قرآن کی ابتداء میں اور پاروں وغیرہ کی ابتداء میں تلاوت شروع کرتے وقت جیسا کہ ایک جماعت کا مذہب ہے ۔ اعوذ باللہ کو جہر سے پڑھنے میں اہل ادا یعنی قراء حضرات کا اختلاف نہیں ہے ۔ (ت)

[ع] ای وان جاءت الروایۃ علی انحاء فصلھا ۱۲ منہ

اگرچہ تعوذ کے بارے میں مختلف صورتیں مروی ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] موطا امام مالک باب ماجاء فی القرآن میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۰

[2] رواۃ مالک للخطیب بغدادی

[3] تیسیر باب ذکر الاستعاذہ

حرز الامانی و وجہ التہانی میں ارشاد فرمایا : ؎

اذا ما اردت الدھر تقرأ فاستعذ　　جھارا من الشیطان باللہ مسجلا[1]

(تو زندگی بھر جب بھی قرآن کی قراءت کرے تو اعوذ باللہ کو بلند آواز سے پڑھ مسجّلاً۔ ت)

سراج القاری میں ہے :

قولہ مسجلا ای مطلقا لجمیع القراء وفی جمیع القراٰن[2]

اس کا قول مسجّلاً یعنی تمام قرا حضرات کے نزدیک اور تمام قرآن میں۔ (ت)

پھر فرمایا : ؎

واخفاؤہ فصل اٰباہ وعاتنا
وکم من فتی کالمھدوی فیہ اعملا[3]

اس کی شرح میں ہے :

ای روی اخفاء التعوذ عن حمزۃ و نافع اشار الی حمزۃ بالفاء من فصل والی نافع بالالف من اباہ وجھر بہ الباقون وھم ابن کثیر و ابو عمرو و ابن عامر و عاصم والکسائی ھذا ھو المقصود بھٰذا النظم بالباطن و نبہ بظاھرہ علی ان من ترجع قراءتہ الیھم من الامۃ ابوا الاخفاء ولم یاخذوا بہ بل اخذوا بالجھر للجمیع ولذٰلک امر بہ مطلقا فی اول الباب[4]، ملخصًا۔

یعنی امام حمزہ اور نافع سے اعوذ باللہ کا اخفاء مروی ہے " فصل " کی فاء سے حمزہ کی طرف " اٰباہ " کے الف سے نافع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور باقی قرا حضرات نے اعوذ باللہ کو جہر مانا ہے، اور باقی حضرات یہ ہیں : ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، عاصم اور امام کسائی۔ باطنی طور پر اس نظم کا یہ مقصد ہے اور ظاہر میں انھوں نے یہ تنبیہ کی ہے کہ جن ائمہ کی طرف قراءت منسوب ہے انھوں نے اخفاء کا انکار

---

[1] حرز الامانی و وجہ التہانی　باب الاستعاذہ　مصطفی البابی مصر　ص ۱۰
[2] سراج القاری المبتدی شرح منظومہ حرز الامانی　باب الاستعاذہ　مصطفی البابی مصر　ص ۳۱
[3] حرز الامانی و وجہ التہانی　باب الاستعاذہ　" 　" 　"　ص ۱۰
[4] سراج القاری المبتدی شرح منظومہ حرز الامانی　باب الاستعاذہ　" 　" 　"　ص ۳۲

کیا ہے اور اس پر عمل نہیں کیا بلکہ انھوں نے اعوذ باللہ کا جہر کیا ہے اور یہاں اوّل میں مطلقاً کہہ کر تمام قرآن میں تعوذ کے جہر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (ت)

اب کون عاقل کہے گا کہ یہ اطباق جمہور رواۃ و اتفاق جمیع اہلِ ادا، نماز و غیر نماز سب کو شامل، وہ سب تمام قراء کے طور پر نماز میں بھی اعوذ بجہر پڑھتے تھے، حاشا، بلکہ قطعاً یہ روایات و نقول سب محلِ روایت و تلاوت بیرونِ نماز سے متعلق ہیں، لاجرم شرح میں فرمایا:

قولہ فاستعذ جہارا ھو المختار لسائر القراء وھذا فی استعاذۃ القارئ علی المقرئ او بحضرۃ من یسمع قراءتہ اما من قرأ خالیا او فی الصلوۃ فالاخفاء اولٰی۔[1]

اس کا قول "جہارا" یہ تمام قراء حضرات کا قول ہے، یہ اس صورت میں ہے جب قاری استاذ کے سامنے یا مجمع میں پڑھے۔ لیکن اگر کوئی شخص خلوت میں یا نماز میں قراءت کرے تو پھر اخفاء کرنا اولٰی ہے۔ (ت)

امام جلیل جلال سیوطی اتقان میں کتاب النشر امام القراء محمد محمد ابن الجزری سے ناقل:

المختار عند ائمۃ القراءۃ الجھر بھا وقیل یسر مطلقا وقیل فیما عدا الفاتحۃ، وقد اطلقوا اختیار الجھر، وقیدہ ابوشامۃ بقید لابد منہ وھو ان یکون بحضرۃ من یسمعہ لان الجھر بالتعوذ اظھار شعار القراءۃ کالجھر بالتلبیۃ وتکبیرات العید، و من فوائدہ ان السامع ینصت للقراءۃ من اولھا لایفوتہ منھا شیئ، واذا اخفی التعوذ لم یعلم السامع بھا الابعد ان فاتہ من المقرؤ شیئ وھذا المعنی ھو الفارق بین القراءۃ فی الصلوۃ وخارجھا اھ۔[2]

قراءت کے ائمہ کے ہاں اعوذ باللہ کا جہر ہے اور ایک قول میں یہ ہے کہ اس کو مطلقاً آہستہ پڑھے، اور ایک قول میں ہے کہ سورۃ فاتحہ کے علاوہ باقی قرآن میں آہستہ پڑھے جبکہ جہر کا عموم راجح ہے۔ اور ابوشامہ نے اس جہر کو ایک ضروری قید سے مقید کیا ہے کہ جب مجلس میں سننے والے ہوں تو جہر کرے کیونکہ اعوذ باللہ کا جہر قراءۃ کا شعار ہے جیسے تلبیہ اور تکبیراتِ عید کا جہر اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ

---

[1] سراج القاری المبتدی شرح حرز الامانی باب الاستعاذہ مصطفی البابی مصر ص ۳۱

[2] الاتقان النوع الخامس والثلاثون فی آداب التلاوۃ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۱

جب قاری اعوذ باللہ کا جہر کرے گا تو سامع ابتداءً سے ہی خاموشی سے سننا شروع کرے گا اور اس کا سماع فوت نہ ہوگا، اور جب اعوذ باللہ کو آہستہ پڑھے گا تو سامع کو تلاوت کے شروع ہونے کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کچھ سماع ابتداءً فوت ہو جائے گا، نماز اور خارج نماز میں اعوذ باللہ پڑھنے کے بارے میں یہی وجہ فرق ہے۔ (ت)

افادۂ خامسہ عشر: قرآنیتِ بسم اللہ ضرور حق ہے مگر وہ ہرگز من حیث الروایہ ثابت نہیں بلکہ کتابت مصاحف واجماع علی التجرید سے۔ ولہذا جب امام ولی صالح قدس سرہ المجید نے قصیدہ میں فرمایا: ؎

وبسمل بین السورتین بسنة　　　رجال نموها دریة و تحملا[1]

(دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ سنتِ صحابہ سے ثابت ہے جس کو انھوں نے جاری رکھا عقل ونقل کے طور پر۔ ت)

شارح علامہ نے صاف تصریح فرمادی کہ:

اراد بالسنة التی نموها کتابة الصحابة لها فی المصحف[2] سنة التی نموها سے مراد صحابہ کرام کا بسم اللہ کو مصحف شریف میں لکھنا ہے۔

پھر اس کا حاصل بھی صرف اس قدر کہ بسم اللہ کلامِ الٰہی ہے نہ یہ کہ ہر سورت کی جزء ہے یا ختم میں ہر جگہ اُس کا جہر لازم، کما مر فی الافادۃ السادسة (جیسا کہ چھٹے افادہ میں گزرا۔ ت) اور جب اسے چھوڑ کر نفس روایت بمعنی متعارف کی راہ لیجئے اور صرف اس کی صحت کو مناط مان کر اثباتِ مدعا کا حوصلہ کیجئے تو یہ محض باطل وہوس عاطل، فقط صحتِ روایت پر مدارِ قراءت ہونے سے کیا مقصود ہے، آیا یہ کہ صرف اس قدر سے قرآنیت ثابت ہو جاتی ہے تو قطعاً مردود کہ قرآنیت بے دلیل قطعی یقیناً مفقود، افادۂ ششم میں اس کا بیان موجود۔

اقول ولا نسلم انه فی القرآن حتی عن السبعة ما لم یتواتر وان اشتهر بل القرآن متواتر قطعا بجمیع اجزائه وان لم تقف انت علی تواتر بعضه فلیس من شرط المتواتر تواتره عندك۔

اقول (میں کہتا ہوں) قرآن ہونا محض شہرت سے اگرچہ قراء سبعہ سے منقول ہو ثابت نہیں ہوگا جب تک قطعی تواتر سے تمام اجزاء منقول نہ ہوں، اگر تجھے تواتر کا بعض اجزاء کے بارے میں علم نہیں تو متواتر ہونے کے لئے تیرے ہاں تواتر ضروری بھی نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] حرز الامانی ووجہ التہانی باب البسملۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۱　[2] سراج القاری المبتدی

اتقان میں ہے:

لاخلاف ان کل ما ھو من القراٰن یجب ان یکون متواترا فی اصلہ واجزائہ، واما فی محلہ ووضعہ وترتیبہ فکذٰلک عند محققی اھل السنۃ للقطع بان العادۃ تقضی بالتواتر فی تفاصیل مثلہ، لان ھذا المعجز العظیم الذی ھو اصل الدین القویم والصراط المستقیم مما تتوفر الدواعی علی نقل جملہ وتفاصیلہ، فما نقل اٰحادا ولم یتواتر یقطع بانہ لیس من القراٰن قطعا[1] الخ۔

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو کچھ قرآن کا حصہ ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود اور اس کے تمام اجزاء متواتر ہوں، قرآنی حصہ کا محل، مقام اور ترتیب بھی اسی طرح متواتر ہونا اہلسنت کے محققین کے ہاں ضروری ہے کیونکہ اس معاملہ میں تفصیل عادتاً تواتر سے ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ یہ عظیم معجزہ جو کہ دینِ قویم اور صراطِ مستقیم کی بنیاد ہے اس کے اجمال وتفصیل کے دواعی وافر طور پر پائے جاتے ہیں، جو اجزاء خبرِ واحد یا غیر متواتر طور پر ثابت ہوں ان کے قطعی طور پر قرآن ہونے کا یقین نہیں کیا جاسکتا الخ (ت)

اور اگر یہ مراد کہ جب روایت صحیح ہو رَد نہ کریں گے، صرف اسی قدر پڑھنا جائز سمجھیں گے، تو اوّلاً یہ بھی چاروں مذہب میں باطل، جمہور محققین قراء ومحدثین وفقہا واصولیین اس کے بطلان کے قائل،

اقول کیف لا وانما الکلام فی قراءتہ قراٰنا وھی موقوفۃ علی ثبوت قراٰنیتہ الموقوف علٰی تواترھا والا فلا شک فی جواز قراءۃ الاحاد بل الشواذ للاحتجاج بھا فی حکم کخبر الواحد او الاستشھاد بھا علی مسئلۃ ادبیۃ مثلا اذا لم یعتقد قراٰنیتھا ولم یوھمھا والا حرم باجماع مسلمین کما نص علیہ فی غیث النفع عن ابی القاسم النویری فی شرح طیبۃ النشر عن الامام ابی عمر فی التمھید۔

اقول یہ کیسے نہ ہو جبکہ بحث قرآن ہونے کے لحاظ سے قرارت میں ہے، قرارت بطور قرآن کا ثبوت اس کے قرآن ہونے پر اور قرآن ہونا موقوف ہے اس کے تواتر پر، ورنہ محض قرارت کا جواز تو احاد بلکہ شاذ سے بھی ثابت ہوجاتا ہے جبکہ اس سے کسی حکم کا استدلال کرنا ہو جیسا کہ خبر واحد کا حکم ہے یا اس کو کسی ادب کے بارے مسئلہ پر شاہد بنانا مقصود ہو بشرطیکہ اسے قرآن نہ سمجھا جائے اور

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثانی والثالث دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۶۳

نہ ہی اس سے قرآن ہونے کا وہم پیدا ہو، ورنہ قرآن ہونے کا اعتقاد کرنا تمام مسلمانوں کے اجماع پر حرام ہے جیسا کہ اس کی تصریح غیث النفع میں ابوالقاسم نویری کے حوالہ سے منقول ہے کہ انھوں نے طیبۃ النشر کی شرح میں امام ابوعمر کے حوالہ سے کہ انھوں نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

غیث النفع میں ہے:

مذهب الاصوليين وفقهاء المذاهب الاربعة والمحدثين والقراء ات التواتر شرط فی صحة القراءة ولا تثبت بالسند الصحيح غير المتواتر ولو وافقت رسم المصاحف العثمانية والعربية، وقال الشيخ ابومحمد مكی القراءة الصحيحة ما صح سندها الى النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم، وساغ وجهها فی العربية ووافقت خط المصحف وتبعه علی ذٰلك بعض المتأخرين ومشی عليه ابن الجزری فی نشره وطيبته وهذا قول محدث لايعول عليه ويؤدی الی تسوية غير القراٰن بالقراٰن ولا يقدح فی ثبوت التواتر اختلاف القراء فقد تتواتر القراءة عند قوم دون قوم[1] الخ۔

اہلِ اصول، چاروں فقہاء کرام، محدثین اور قراء حضرات کا مذہب یہ ہے کہ قرآن کی قرأت کے طور پر متواتر ہونا ضروری ہے، اور محض صحیح سند سے ثابت ہونا کافی نہیں ہے اگرچہ وہ الفاظ مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط اور عربی کلام کے معیار پر کیوں نہ ہو۔ شیخ ابومحمد مکی نے فرمایا کہ قراءۃ صحیحہ وہ ہے کہ جس کی سند حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک صحیح ہو اور اس کا انداز عربی ہو اور قرآنی رسم الخط کے موافق ہو، اس کو بعض متاخرین نے معیار بنایا ہے، اور ابن جزری نے بھی اپنی کتاب طیبۃ النشر میں اس کی پیروی کی ہے اور اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس سے قرآن اور غیر قرآن مساوی ہوجائینگے، تواتر کے ثبوت میں قراء حضرات کا آپس کا اختلاف مانع نہیں ہے کیونکہ ہر ایک تواتر سے قرأت کرتا ہے اگرچہ ہر ایک کا تواتر مختلف ہے الخ۔ (ت)

اور بعض متاخرین کہ جائز رکھتے ہیں وہ بھی شہرت واستفاضہ وقبول قراء شرط کرتے ہیں، مجرد صحت روایت پر قناعت کسی معتمد فی الفن کا قول نہیں، خود امام ابن الجزری جنھوں نے نشر میں یہ ضابطہ باندھا کہ،

كل قراءة وافقت العربية ولو بوجه، ووافقت احدی المصاحف العثمانية

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع علی ہامش سراج القاری فوائد تشدید الحاجۃ الخ مصطفٰی البابی مصر ص ۶۰۵

ولو احتمالا وصح سندھا فھی القراءة الصحیحة [1]

ہروہ قراءت جو کسی طرح عربی معیار، مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی سے موافق ہونے کا احتمال اور اس کی سند صحیح ہو تو یہ قراءۃ صحیحہ ہے۔ (ت)

انھیں نے اس ضابطہ کی تشریح میں آپ ہی فرمایا:

اذاکانت القراءة مما شاع وذاع وتلقاہ الائمة بالاسناد الصحیح اذھو الاصل الاعظم والرکن الاقوم [2]

جب وہ قراءۃ مشہور و معروف ہو اور امت نے صحیح سند سے اس کو قبول کرلیا ہو، یہ اس لئے ضروری ہے کہ تلقی اُمت رکنِ اعظم اور مضبوط بنیاد ہے۔ (ت)

پھر فرمایا:

نعنی بہ ان یروی تلك القراءة العدل الضابط عن مثلہ وھکذا حتی ینتھی و تکون مع ذٰلك مشھورة عند ائمة ھذا الشان [3]

ہماری مراد یہ ہے کہ اس قراءۃ کو عادل کامل ضبط شخص نے اپنے ہی جیسے سے آخر تک سلسلہ وار روایت کیا ہو اور اس کے باوجود وہ ایسے ہی عظیم شخصیات کے ہاں مشہور بھی ہو۔ (ت)

امام جلیل جلال سیوطی جنھوں نے یہاں کلام امام القراء کی تعریف کی اگرچہ اس کے بعد وہ کلام مذکور سابق افادہ فرمایا جس نے اس کے مضمون کی تضعیف [عہ] کی:

اعنی لاخلاف ان کل ما ھو من القراٰن یجب ان یکون متواترا [4] الی اٰخر ما مر۔

یعنی جو بھی قرآن ہے اس کا متواتر ہونا واجب ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ت)

اس کلام کی تلخیص میں فرماتے ہیں:

عہ بلکہ یہاں بھی ایک لفظ سے اپنی براءت اس سے ظاہر فرمادی کما سیأتی ۱۲ منہ (م)

---

[1] الاتقان بحوالہ کتاب النشر لابن جزری النوع الثانی والثالث دارالکتاب العربی بیروت ۱/۲۵۷

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۲۵۸

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۲۵۹

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۲۶۳

اتقن الامام ابن الجزری هذا الفصل جدا وقد تحرر لی منہ ان القراءات انواع الاول المتواتر الثانی المشہور وھو ما صح سندہ ولم یبلغ درجۃ التواتر ووافق العربیۃ والرسم واشتھر عند القراء ویقرأ بہ علٰی ما ذکر ابن الجزری الثالث الاٰحاد وھو ما صح سندہ وخالف الرسم او العربیۃ او لم یشتہر الاشتہار المذکور ولا یقرأ بہ[1] اھ۔

امام ابن جزری نے اس بحث کو خوب مضبوط بنایا، مجھے ان کی بحث سے یہ واضح ہوا کہ قراءتیں کئی قسم ہیں، ایک متواترہ، دوسری مشہور، یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو مگر درجۂ تواتر کو نہ پہنچی ہو، اور عربی قواعد اور رسم الخط کے موافق ہو اور قرّاء حضرات کے ہاں مشہور ہو اور اس کی قراءت کی جاتی ہو، جیسا کہ ابن جزری نے ذکر کیا ہے۔ اور تیسری احاد ہے، اور یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو لیکن عربی رسم الخط یا قواعد کے خلاف ہو اور مذکورہ شہرت کے معیار کو نہ پائے اور نہ ہی اس کی قراءت کی جاتی ہو اھ (ت)

ثانیاً اگر بالفرض یہ مسلّم بھی ہو تو اس سے حاصل کتنا جواز قراءت نہ بروجہ قرآنیت، یہ محض ایک امر زائد و خارج ہے جس سے نہ لزوم و ضرورت ثابت ہو سکے نہ بحال ترک کسی عاقل کے نزدیک حکم نقصان ختم کی راہ ملے۔

اللّٰھم الا عند مجنون نابذ العقول لایسمع ما یقال ولا یدری ما یقول۔

اے اللہ! مگر جو مجنون بے عقل ہو جو بات کو نہ سُنے نہ سمجھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ (ت)

بالجملہ یہاں تین چیزیں اثبات مبطلین، کتابت مصاحف، روایت منصوصہ۔

اوّل تو اوّلاً بحث سے محض برکراں جس سے جزئیتِ سُوَر در کنار، قرآنیت کا اثبات بھی ظاہر البطلان۔

ثانیاً روایاتِ جہر و اثبات، سب بیرونِ نماز کی حکایات، اُس سے مطلق نماز یا خاص تراویح پر حکم ناقابل التفات۔

ثالثاً بفرض باطل بطور مناظرہ، ادعائے نقصان ختم میں یوں بھی کلام، کہ خلاف و اثبات دونوں

ع هذہ کلمۃ التبری ۱۲ منہ (م)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ کتاب النشر النوع الثانی والثالث دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۶۱ و ۲۶۲

طور پر قرآن تمام۔

دوم ثبوتِ قرآنیت پر ضرور دلیل مبین مگر حاشا جزئیت سور و جہر فی الصلوٰۃ سے علاقہ نہیں نہ تکرر نزول تعدد آیات پر دلیل معقول، تو ایک بار پر اقتصار میں نقصان ختم کا زعم مخذول۔

سوم کی دو صورتیں ہیں: تواتر یا مجرد صحت، اور ہر ایک دربارۂ جہر فی التراویح یا درباب جزئیت بسم اللہ شریف میں تواتر نص تو سرے سے دربارۂ قرآنیت ہی نہیں تا بجزئیت چہ رسد اور جہر مذکور و جزئیت سور میں نفسِ صحت معدوم، تا بتواتر چہ کشد، خود قائلانِ جزئیت، مصرحانِ ظنیت اور نافیانِ قطعیت اور عند التحقیق انتفائے قطعیت خود انتفائے جزئیت، ولہذا صحابہ و تابعین وجمہور ائمہ دین کو اس سے انکار اور قول جزئیت کے محدث ونوپیدا ہونے کا صاف اظہار، ہاں صرف دربارۂ فاتحہ، بعض اخبار آحاد مذکور، کہ عند المحققین مخالفت قاطع کے سبب مہجور اور مجرد صحت روایت پر اقتصار و قناعت باطل ومقہور، پھر علی التسلیم اُن سے ثابت ہوگا تو وہ امر جدید جو دعوے مخالف کے عموم و خصوص دونوں کا مخالف و رَدِّ شدید یعنی صرف جزئیت فاتحہ تو ہر سورت پر جہر کے لئے، یہ تعمیم سور کا رد ہوا اور فاتحہ کے ساتھ فرائض جہریہ میں اخفا کس وجہ سے، اس نے تخصیص تراویح کو باطل کیا، یہ تو امورِ ثابتہ تھے ولو بوجہ جن میں مخالف کے لئے اصلاً سند نہ کوئی صورت کسی پہلو پر اس کی مستند اور یہیں سے واضح کہ مسئلے کو منصوصہ قطعیہ اجماعیہ غیر اجتہادیہ ماننا، مذہب کو اس میں دخل نہ جاننا، محض جہل مسترد۔ اب نہ رہا مگر یہ جاہلانہ زعم زاعم کہ جزئیت سور یا جہر فی التراویح مذہب عاصم، اور اُن کی قرارت کے آخذ پر جہر واخفاء نماز میں اُن کا اتباع لازم، اول ائمہ قرارت پر افتراء و تہمت اور ثانی محض جہل و سفاہت، مخالفت تصریح ائمہ حنفیت۔ غرض حفاظِ حنفیہ پر سر ہر سورت پر جبر جہر، محض ظلم و قہر، نہ شرع سے اس پر دلیل قائم بلکہ دلائل شرعیہ اصلیہ وفرعیہ ہمارے قول پر حاکم، ہمارے ہی قول کی ناصر و راعی، مصالح شرعیہ ہمارے ہی قول کی طرف داعی وللہ الحمد والمنۃ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیّنا سید الانس والجنۃ و آلہٖ و صحبہ سادات الجنۃ، آمین!

تذییل

الحمد للہ آفتاب عالم تاب، حق وصواب، بے نقاب وحجاب شک وارتیاب، جلوہ فرمائے منظر احباب ہوا۔ اب کیا حاجت کہ حشویاتِ زائدہ ولغویاتِ بے فائدہ کے رَدّ و ابطال میں تضییع وقت کیجئے، زید بے قید اپنی شدتِ جہالت وقوتِ سفاہت کے باعث خود اس قابل نہیں کہ اُس کی بات

قابلِ التفات ہوا اُس نے کوئی مطلب روشن علم پر تحریر نہ کیا، زورِ تناقض وشورِ تعارض نے جا بجا اپنا ہی لکھا خود رَد کردیا، عناد واجترا ومکابرہ وافترا، سب وشتم علمائے کرام بیت اللہ الحرام کے ماورا جو باتیں اصل مقصد میں لکھیں اپنے دونوں متبوعوں ہی کے کلام سے اخذ کیں، متبوعین میں گنگوہی صاحب نے طرفہ تماشا کیا کہ اوّل تو اپنے پیشوا جناب قاری صاحب کا صاف رَد لکھا قاری صاحب نے فرمایا تھا اس مسئلے میں مذہب کو کچھ دخل نہیں، گنگوہی صاحب فرماتے ہیں قبلہ یہ باطل مبین، دخل نہ ہونا کیا معنی صریح اجتہادیہ ہے حفص کا مذہب جہر، امام اعظم کا مذہب اخفاء ہے جس کی پیروی کیجئے درست و بجا ہے۔ قاری صاحب: جہر فی الختم اگرچہ نماز میں ہو حفص کی روایت ہے، عاصم کی قرات ہے منقول عن الرسول بروجہ صحت ہے، گنگوہی صاحب حضرت نہیں بلکہ حفص کی رائے ہے عقلی اجتہاد سے، ہاں مذہب سب بجا ہیں یوں حق ورشاد ہے، قاری صاحب یہ ان امور سے جن میں نزاع کی گنجائش ہی نہیں یہاں تک کہ بدمذہب بھی خلاف سے کنارہ گزیں، گنگوہی صاحب قبلہ یہ لاف ہے صاف گزاف ہے، خود ائمہ سنّت نزاع کررہے ہیں، خود امام اعظم کا صریح خلاف ہے۔ قاری صاحب یہاں چاروں مذہب میں صرف صحتِ روایت پر مدارِ کار ہے، گنگوہی صاحب حضرت چاروں درکنار، خود اپنے مذہب میں اس سے انکار ہے۔ قاری صاحب جب مسئلہ بروایتِ صحیحہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہوچکا خلاف ابوحنیفہ باقی ہی کب رہا، اذا صح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قولِ احناف ہے، تو بعد صحت روایت خلاف وتخالف سے مطلع صاف ہے گنگوہی صاحب قبلہ یہ تو بداہۃً مردود، خلاف امام اعظم قطعًا موجود، قاری صاحب بعد صحتِ روایت کسی مذہب کی کیا حاجت یعنی کوئی خلاف کرے بھی تو کیا قابلِ سماعت، گنگوہی صاحب واہ حضرت سب حق وہدایت جس کی اقتداء کرو اہتداء کی بشارت، غرض اوّلاً قاری صاحب کے خیالات کا رَدِ کلی فرما کر اخیر میں سارا دھڑا قاری صاحب کے سر دھرا کہ یہ سب کچھ ہے مگر حافظوں پر وہی ضرور جو حضرت قبلہ قاری صاحب کو منظور، مُلک خدائے غالب کا حُکم جناب قاری صاحب کا جو ہر سورت پر جہرِ بسم اللہ نہ کرے گا ختم کامل کے ثواب سے محروم پھرے گا۔

اقول ان سب خرافاتوں کا رَدِ بالغ وطرزِ بازغ تو طرح طرح سے افادات میں گزرا، یہاں حضرت سے **اوّلاً** اتنا دریافت کرنا ہے کہ جب سب مذہب حق تھے سب کا اتباع ہدایت، سب کے اقتداء کی عام اجازت، تو اب حفاظ پر خاص ایک ہی کا اتباع کیوں لازم وضرور ہوگیا، حفص کا خلاف تو پہلے بھی معلوم ہی تھا اُس وقت تو آپ یہی فرمارہے تھے کہ اِس میں عیب نہ اُس میں حرج۔

اب قاری صاحب کے فرمان میں کیا کسی تازہ وحی نے نزول کیا جس نے ایک حق کو ناحق، ایک ہدایت کو ضلالت، ایک جائز کو ناجائز کر دیا۔

ثانیاً یہ آپ فتوٰی لکھ رہے ہیں یا کوئی اپنی خانگی پنچایت، قاری صاحب کا فرمان حدیث ہے یا آیت یا فقہی روایت، کون سی شرعی حجت۔

ثالثاً ثبوت تو دیجئے کہ مذہبِ حفص تمام سُوَر میں جزئیت بسامل تھا۔

رابعاً بلکہ پہلے اسی سے چلئے کہ امام حفص کو منصب اجتہاد حاصل تھا۔

خامساً مسئلہ اجتہادیہ ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اپنے فتوٰی میں ذکر فرمان پانی پت تک جو لکھا سب پر پانی پھیریئے اور اگر ہاں تو آپ اجتہادیات میں امام اعظم ملت امام ائمہ امت کے مقلد ہیں یا مجتہد العصر پانی پت کے باتباع ہوا تقلیدِ امام کو آگ دکھانا، پانی پت کی خاک پر دُھونی رمانا، کس نے مانا، اور یوں بھی سہی تو آپ کو اپنی ذات کا اختیار مسلم حنفیہ کو اُن کے خلافِ امام فتوٰی بتانا کیسا ستم، افسوس کہ آپ نے اول تو تقلیدِ شخصی کو ایسا چھوڑا کہ سب مذہب بجا، سب پر عمل روا، آخر میں پکڑا تو ایسا پکڑا کہ امام کا اتباع متروک و مہجور، اور تقلیدِ پانی پت کی پت رکھنی ضرور، اس شُترگربگی کی کیا سند۔ صُلتُ علی الاسد و بُلتُ عن النقد (شیر پر حملہ کیا اور بکری کے ڈر سے پیشاب آگیا۔ ت)۔ خیر انھوں نے تو سب ڈھلی بگڑی، قاری صاحب پر ڈھال کر اُن کی ڈھال پکڑی۔ قاری صاحب کی سُنئے تو اُن سے بہت کچھ کہنا ہے:

یکم وہ بھی کوئی سند نہ لاسکے، ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھا سکے، اور عاقل جانتا ہے کہ محلِ فتوٰی میں ادعائے بے دلیل، ذلیل و علیل۔

دوم سند دکھانا کہاں کا، خُوب جانتے تھے کہ یہ جُملے خلافِ مذہب کہے، لہٰذا وہ راہ چلے کہ اتباعِ مذہب کا جھگڑا ہی نہ رہے، اتنی عمر آئی غیر مقلدوں سے معرض ہیں، ترکِ تقلید پر معترض ہیں، انھیں گمراہ و مفسد بتایا کرتے ہیں، تحریراً و تقریراً جلی کٹی سُنایا کرتے ہیں، اب کہ اپنا اجتہاد گرمایا، وہ کچھ فرمایا کہ انھیں بھی شرمایا، بعد صحتِ روایت کسی مذہب کی کیا حاجت، عمل بالحدیث ہی طریقِ انصاف ہے، جب حدیث صحیح ہو پھر کیا خلاف ہے، فھو مذھبی (حدیث صحیح ہی میرا مذہب ہے۔ ت) خود قولِ احناف ہے، زمانہ قرار زمانہ اجتہاد و عمل بالسنہ گزرا، تخصیص دلیل ہے کہ جب دورِ تقلید آیا عمل بالسنہ نے منہ چھپایا، حالانکہ تقلیدِ ائمہ ہی عمل بالسنہ ہے اُس کا خلاف صریح فتنہ ہے، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سوم اذا صح الحدیث تو سُن لیا مگر صحتِ فقہی و صحتِ حدیثی میں فرق نہ کیا، خاص اس باب میں فقیر کا رسالہ "الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی" مطالعہ کیجئے کہ مطلب کھلے، شک و ریب کی ظلمت دُھلے۔

چہارم اگر تلقی و القائے بیرونِ نماز میں صحت روایت جہر مراد، چشم ما روشن دلِ ما شاد، اس سے تراویح پر حکم خرطا القتاد، اور اگر خود مطلق نماز یا خاص تراویح میں روایت جہر کی صحت مفقود تو ممنوع و مردود، افادہ ۱۲ و ۱۴ یاد کیجئے اور خدا انصاف دے اذا صح الحدیث سے اپنے عکس مراد کا ثمرہ لیجئے کہ حدیثِ صحیح ہمارے ہی ساتھ، اور خصوص تراویح میں تو آپ یک دست خالی ہاتھ۔

پنجم مذہب کو دخل نہ ہونے کی بھی ایک ہی کہی، مجرد کسی روایت صحیحہ کا وجود، مسئلے کو مجتہد فیہا نہ رکھے یہ تو بداہۃً مردود و کتب معللہ خلافیہ دیکھئے ہزاروں مسائل اجتہادیہ ہیں ہر فریق یا ایک ہی کے پاس ایک یا چند روایاتِ صحیحہ موجود، ہاں نص قطعی مشہور متواتر دکھا سکئے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے یا ختمِ تراویح میں ہر سورت پر اس کا جہر چاہئے تو یہ کہنا ٹھکانے سے ہو تا کہ مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ ان منقولہ میں، اور جب اس کی قدرت نہیں تو محض زبانی ادعاؤں سے مذہبِ حنفیہ رَد ہو جائے حاشا یہ ہوس ہی ہوس ہے۔

ششم جزئیت جمیع سور میں اختلاف ائمہ قرأت آپ نے کہیں دیکھا یا محض طبعی جودت، افادہ ۱۴ ملاحظہ ہو کہ ماورائے فاتحہ میں قول جزئیت حادث و بے اصل ہے، افادہ ۵ معلوم ہو کہ سورۂ بقرہ سے سورۂ ناس تک بسم اللہ باتفاق قرأ سورت سے خارج امارت فصل ہے۔

ہفتم ایک سو چودہ [۱۱۴] آیتوں کی گنتی کس حساب سے جمی، قرآن عظیم میں کل سورتیں اسی قدر ہیں اور برأت میں بالاجماع بسم اللہ نہیں تو بسملہ اوائل ایک سو تیرہ [۱۱۳] ہی رہیں، حفّاظ بالاتفاق ایک بار جہر کے عامل، تو آپ کے طور پر بھی صرف ایک سو بارہ [۱۱۲] ہی کا نقصان حاصل، چودہ کس گھر سے آئیں کیا حفد و خلع بھی دو [۲] سورتیں شمار فرمائیں، بالفرض کوئی جاہل حافظ مطلقاً تارکِ جہر ہی سہی تاہم کیا برأت مستثنیٰ ہو کر بھی گنتی چودہ [۱۴] کی چودہ [۱۴] ہی رہی، اس سے تو زید بیچارہ آپ کا مقلد ہی اچھا رہا جس نے کہیں اپنے خیال سے تیرہ [۱۳] کہا۔

ہشتم یہ تو اہل اہوا گمراہان باطغویٰ کی خوب ہی حمایتیں فرمائیں، قرأت امر منقول ہے نہ اجتہادی، لہٰذا اس میں کسی بد مذہب کا خلاف نہیں، سبحان اللہ، مگر گمراہوں کا خلاف فروعاتِ ظنیہ اجتہادیہ سے مخصوص یا وہ اشقیاء صراحۃً بداہۃً منکر صدہا قواطع و نصوص، ویحک یا مقری

كانك لا تدري ما على لسانك يجري ــ فاكنت لا تدري الخ (افسوس ہے اے استاذ! معلوم ہوتا ہے تجھے سمجھ نہیں جو تیری زبان پر جاری ہے، پس اگر تو سمجھ نہیں رکھتا الخ ـ ت)

نہم قرارت میں اہلِ ہوا کا خلاف نہ ماننا بھی عجب بے خبری ہے یا کوتاہ نظری ۔ خلاف کی دو صورتیں ہیں ہمارے ائمہ کی کسی قرارت پر طاعن و منکر ہوں یا کہیں اپنی نئی گھڑت کے مظہر اہل ہوا خذلہم اللہ تعالٰے دونوں راہ چل چکے، سرِدست تحفۂ اثنا عشریہ ہی کا تحفہ کافی جسے فارسی خواں بھی سمجھ سکے ۔ باب دوم مکائد روافض قتلہم اللہ تعالٰے میں فرماتے ہیں :

کید سیزدہم آنست کہ گویند عثمان ابن عفان بلکہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰے عنہم نیز قرآن را تحریف کردند و آیاتِ فضائل اہلبیت اسقاط نمودند از ان جملہ "وجعلنا علیا صھرك" کہ در الم نشرح بود[1] ملخصاً۔

تیرھواں مکر یہ ہے کہ کہتے ہیں عثمان بن عفان بلکہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم نے قرآن میں تحریف کر دی ہے، اور انھوں نے فضائل اہلِ بیت کی آیات کو ساقط کر دیا ہے اور ان میں سے ایک "الم نشرح" میں یہ آیت تھی کہ "علی کو ہم نے تیرا داماد بنایا ہے"۔ (ت)

ایک سُنّی نے اس پر ظرافۃً کہا، ہاں اس کے بعد ایک آیت اور تھی وہ رافضیوں نے گھٹا دی یعنی وعلی الروافض قھرك (رافضیوں پر تیرا قہر ہے ۔ ت)۔

تتمۃ باب چہارم میں اُن اشقیار کا زعم نقل کیا :

صحابہ بجائے من المرافق الی المرافق ساختند و بجائے ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم، امۃ ھی اربی من امۃ نوشتند و علٰی ھٰذا القیاس[2]۔

صحابہ نے من المرافق کی بجائے الی المرافق کر دیا اور ائمۃ ھی ازکٰی من ائمتکم کی بجائے امۃ ھی اربی من امۃ (یعنی تمھارے اماموں سے زیادہ پاکیزہ امام" کی جگہ "یہ گروہ دوسرے گروہ سے بڑا" کر دیا) وعلٰی ھٰذا القیاس ۔ (ت)

شرح حدیث الثقلین میں ذکر کیا کلینی رافضی نے کافی میں کہ روافض کے نزدیک اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے روایت کی کسی نے امام جعفر صادق کے حضور قرآن کے کچھ لفظ ایسے پڑھے کہ لوگوں کی

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم از باب دوم کید سیزدہم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸

[2] ؍؍ ؍؍ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ باب چہارم ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۲۵

قرارت میں نہ تھے امام نے فرمایا کیا ہے ان الفاظ کو نہ پڑھ جیسا لوگ پڑھ رہے ہیں اسی طرح پڑھ یہاں تک کہ مہدی آکر قرآن کو ٹھیک ٹھیک پڑھیں۔[1]

اُسی میں روایت ہے:

امام زین العابدین نے یہ آیت یوں پڑھی: وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث نہ بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہ نبی نہ محدث جس سے فرشتے باتیں کریں اور فرمایا مولٰی علی محدث تھے۔[2]

اسی میں روایت ہے:

امام جعفر صادق نے فرمایا: امة ھی اربی من امة (یہ اُمت دوسری اُمت سے بڑی۔ت) کلام اللہ نہیں اس میں تحریف ہوئی اللہ تعالٰی نے یوں اتارا تھا: ائمة ھی ازکی من ائمتکم[3] (یہ ائمہ تمھارے ائمہ سے زیادہ پاکیزہ ہیں۔ت)

یہیں شاہ صاحب نے ان ملاعنہ کا زعم نقل فرمایا کہ:

لفظ ویلك قبل از "لا تحزن ان اللہ معنا" نیز ساقط کردند و لفظ عن ولایۃ علی بعد ازیں آیت "وقفوھم انھم مسئولون ٥ ویملکہ بنو امیۃ بعد خیر من الف شھر و بعلی بن ابی طالب بعد "وکفی اللہ المومنین القتال" وال محمد ازیں لفظ "وسیعلم الذین ظلموا ال محمد ای منقلب ینقلبون" ولفظ "علی" بعداز "ولکل قوم ھاد" وذکر کل ذلك ابن شھر اشوب المازندرانی فی کتاب المثالب لہ وعلی ھذا القیاس کلمات بسیار و آیات بے شمار را شمردہ اند[4] ملخصًا۔

"نہ ڈر اللہ تعالٰی ہمارے ساتھ ہے" سے پہلے لفظ "ویلك" (تجھے ہلاکت ہو) کو ساقط کر دیا، "ان کو کھڑا کرو ان سے سوال کیا جائے گا" کے بعد "عن ولایۃ علی" (علی کی ولایت کے بارے میں) ساقط کر دیا۔ "اور بنو امیہ بادشاہ بنیں گے" کو "خیر من الف شھر" (ہزار مہینوں سے بہتر) کے بعد بڑھا دیا ہے، "وکفی اللہ المومنین القتال" کے بعد "بعلی بن ابی طالب" بڑھایا، یعنی "اللہ تعالٰی مومنوں کو جنگ میں کافی ہے" کے بعد رافضیوں نے "علی کی وجہ سے"،

---

[1] تا [3] تحفہ اثنا عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ باب چہارم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۰ و ۱۳۱

[4] ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ص ۱۳۰ و ۱۳۱

بڑھا دیا۔ "وسیعلمو االذین ظلموا" کے بعد "اٰل محمد" کا لفظ انھوں نے بڑھا دیا، یعنی عنقریب اللہ تعالٰی اپنے علم کو ظالموں کے بارے میں ظاہر فرمائے گا" کے بعد "آلِ محمد پر ظلم کرنے والے" بڑھا دیا۔ اور ہر قوم کے لئے ہادی" کے بعد لفظ "علی" بڑھا دیا۔ یہ سب کچھ ابن شہر آشوب المازندرانی نے اپنی کتاب "المثالب" میں ذکر کیا، اور اسی طرح انھوں نے بہت سے کلمات اور بہت سی آیات بڑھا دیں۔ (ت)

نیز کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی اُنھوں نے اُمۃ ھی اربی کی جگہ ائمۃ ھی ازکی پڑھا، راوی کہتا ہے میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں کیا ائمۃ ہے، فرمایا: ہاں خدا کی قسم۔ میں نے کہا لوگ تو اربی پڑھتے ہیں۔ حقارت سے ہاتھ جھٹک کر فرمایا: اربی کیا۔[1]

دہم آپ کے زعم میں بسم اللہ شریف کا جزءِ ہر سورت ہونا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایۃً صحیح ہوچکا اور آپ تصریح کرتے ہیں کہ باتفاق مذاہب اربعہ یہاں صرف صحتِ روایت پہ مدار ہے، ائمہ حنفیہ کا حال تو افادہ ۸ میں ظاہر ہولیا کہ انھوں نے کیونکر آپ کے اس مدار کا دمار نکالا، مالکیہ سے پُوچھئے وہ کیا فرماتے ہیں ہمارے یہاں تو باوصف جہر سُوَر اخفاہی کا حکم تھا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہبِ مشہور یہ کہ فرضوں میں بسم اللہ ہرگز پڑھے ہی نہیں، نہ آواز سے نہ آہستہ۔ روایتِ اباحت ضعیف ہے، پڑھے گا تو نماز مکروہ ہوگی، ہاں نفلوں میں اختیار ہے، کیا اُنھیں اپنے شہر مبارک مدینہ طیبہ کے امامِ قرارت حضرت نافع کا حال معلوم نہ تھا کہ بروایت قالون بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ علامہ زرقانی مالکی شرح موطائے امام مالک میں فرماتے ہیں:

المشھور من مذھب مالک کراھتھا فی الفرض۔[2]

امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی کا مشہور مذہب یہ ہے کہ فرضوں میں یہ مکروہ ہے۔ (ت)

مقدمہ عشماویہ علامہ عبدالباری منوفی رفاعی مالکی میں ہے:

المشھور فی البسملۃ والتعوذ الکراھۃ فی الفریضۃ دون النافلۃ وعن مالک القول بالاباحۃ۔[3]

---

[1] تحفہ اثناء عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ از باب چہارم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۲

[2] شرح الزرقانی علی المؤطا لامام مالک

[3] المقدمۃ فی الفروع المالکیۃ للعشماوی

بسم اللہ اور اعوذ باللہ کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ ان کا پڑھنا فرضوں میں مکروہ ہے نفلوں میں مکروہ نہیں، اور امام مالک سے ایک قول میں مباح ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

قال ابو عمر قال مالك لا تقرأوا البسملة فی الفرض سرا و جهرا وفی النافلة ان شاء فعل وان شاء ترك[1]

ابو عمر نے کہا کہ امام مالک نے فرمایا بسم اللہ کو فرضوں میں نہ بلند آواز سے پڑھو نہ پست آواز سے، اور نفلوں میں پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار ہے۔ (ت)

ذرا اس تفریق کو بھی اپنے مدار سے تطبیق دیجئے۔

یازدہم تا شانزدہم تقریر شریف میں یہ فقرات عجیب ہیں کہ زمانۂ قرائے سبعہ زمانۂ اجتہاد تھا، زمانۂ تابعین تھا، ائمۂ مذہب تا زمانۂ قراء محتاج الیہ و محصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے، قراء کا مذہب پوچھنا عبث ہے، ان فقرات کو مقصود میں بھی کچھ دخل ہے یا برائے بیت ہیں، جب آپ کے نزدیک اس مسئلے میں مذہب کو اصلاً دخل ہی نہیں تو زمانۂ قراء زمانۂ اجتہاد ہو یا عصرِ تقلید، عہدِ تابعین ہو یا وقتِ جدید، ائمۂ مذہب اس وقت محتاج الیہم ہوں یا بیکار، معدودے چند ہوں یا بے شمار، قراء سے سابق ہوں یا لاحق، قاری مجتہد ہوں یا مقلد۔ ان امور سے علاقہ ہی کیا رہا، اور ان کے خلاف بھی مانئے تو تفاوت کیا، فتوائے سامی میں اس سے پہلے تین چار سطر کی تقریر اسی کے متعلق کہ زمانۂ تبع تابعین و محدثین تک چار میں حصرِ مذاہب نہ تھا مجتہدین بکثرت تھے، جب اور مذہب مندرس ہو گئے مذہبِ اہلِ حق ان چار میں محصور ہو گیا، اور بھی ہے کہ وہ بھی محل سے یوں ہی بیگانہ و اجنبی ہے۔

ہفدہم ثبوت تو دیجئے کہ قرائے سبعہ سب مجتہد مطلق تھے، اگر مجتہد فی المذہب بھی ہوئے تو مذہب پوچھنا کیوں حماقت ہونے لگا۔

ہیجدہم اُس زمانہ میں عدمِ حصر و کثرتِ مجتہدین مسلّم مگر کیا اُس وقت کا ہر فرد بشر یا ہر عالم اگرچہ کسی فن کا ہو فقیہ و مجتہد تھا اس کا تو زعم نہ کرے گا مگر سخت احمق جاہل، یا انتساب گو عام نہ تھا اصلاً نہ تھا اس کا بھی مدعی نہ ہو گا مگر بے خبر غافل۔ کیا امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہما حنفیہ اور

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب مایقول بعد التکبیر دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/۱۵

امام اشہب و امام قاسم وغیرہما مالکیہ میں معدود نہیں (کتب طبقات ملاحظہ ہوں) اور جب یقیناً قطعاً تقلید بھی تھی اختصاص بھی تھا تو اس وقت کے قاریوں کا مذہب پوچھنا کیوں حمق ہوا۔

نوزدہم درفنِ تاریخ ہم کمالے دارند (فنِ تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ت) ائمۂ مذہب بعد قراء کے تھے، شُہب جانے دیجئے، بدورہی میں کلام کیجئے، سات میں چار ہمارے امام سے وفاۃً متاخر ہیں، امام ابوعمرو بن العلاء بصری نے ۱۵۴ھ یا ۱۵۵ھ، امام حمزہ زیات نے ۱۵۴ یا ۱۵۶ یا ۱۵۸ھ، امام نافع مدنی نے ۱۶۹ھ، امام علی کسائی نے ۱۸۹ھ، امام الائمہ ابوحنیفہ نے ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ اور یہ امام کسائی تو ہمارے امام سے چالیس پچاس برس چھوٹے ہیں، امام کی ولادت ۸۰ یا ۷۰ھ[عہ] میں ہے اور ان کی ۱۱۹ھ میں۔ یہ ہمارے امام کے صاحب صغیر سیدنا امام محمد کے اقران سے ہیں، دونوں صاحبوں نے ایک ہی سال انتقال فرمایا جس پر خلیفہ ہارون رشید نے کہا تھا میں نے رَے میں فقہ و ادب دونوں دفن کر دئے۔ اب کون جاہل کہے گا کہ امام اعظم امام محمد کے بعد ہوئے ہیں۔

بستم ائمۂ مذہب محتاج الیہ ومحصور نہ تھے یہ خاص ائمۂ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نسبت فرمایا یا مطلق، اول تو بداہۃً عقل سے عاطل، چار کبھی بھی نامحصور نہیں ہوسکتے اور ثانی اس سے بڑھ کر شنیع و باطل، زمانۂ صحابہ سے آج تک کوئی وقت ایسا نہ گزرا کہ ائمہ کی طرف احتیاج نہ ہو، ہر زمانے میں مقلدین کا عدد مجتہدین سے بدرجہا زائد رہا ہے تو ائمہ سے بے نیازی کیونکر ممکن، بلکہ علماء کی طرف حاجت تو جنت میں بھی ہوگی حالانکہ وہاں احکام تکلیفی نہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اهل الجنة ليحتاجون الى العلماء فی الجنة و ذٰلك انهم یزورون الله تعالٰی فی کل جمعة فیقول لهم تمنوا علی ماشئتم فیلتفتون الی العلماء فیقولون ماذا نتمنی فیقولون تمنوا علیه کذا وکذا فهم یحتاجون الیهم فی الجنة کما یحتاجون الیهم فی الدنیا[1]۔ رواه ابن عساکر عن جابر بن عبد الله رضی الله

عہ بلکہ ایک قول میں ولادتِ امام ۶۱ھ میں ہے کما فی وفیات الاعیان (جیساکہ وفیات الاعیان میں ہے۔ت) یوں تقریباً ۶۰ برس چھوٹے ہوں گے ۱۲ (م)

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ محمد بن احمد بن سہل الخ ۶۰۲۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۴/۴
تہذیب تاریخ ابن عساکر زیر عنوان صفوان ثقفی احیاء التراث العربی بیروت ص ۳۷۴
مختصر تاریخ ابن عساکر " " " دار الفکر بیروت ۹۹/۱۱

تعالیٰ عنہما۔

بیشک اہلِ جنت، جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے یُوں کہ ہر جمعہ کو اُنھیں اللہ تعالےٰ کا دیدار نصیب ہوگا، مولےٰ سبحانہ، تعالےٰ فرمائے گا جوجی میں آئے مجھ سے مانگو (اب جنت سے مکان میں جاکر کون سی حاجت باقی ہے کچھ سمجھ میں نہ آئے گا کہ کیا مانگیں) علماء کی طرف منہ کرکے کہیں گے ہم کیا تمنا کریں، وہ فرمائیں گے اپنے رب سے یہ مانگو، تو لوگ جنت میں بھی علماء کے محتاج ہوں گے جیسے دنیا میں لوگ علماء کے محتاج ہیں۔ اس کو ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ذکر کیا۔

اللھم انی اسألك بعلماء امة حبیبك محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ترحمنا بھم فی الدنیا والاٰخرۃ وترزقنا بجاھھم عندك العلم النافع والقلب الخاشع والعفو والعافیۃ والمغفرۃ وصل وسلم وبارك علی سیدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ اٰمین۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے حبیب پاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علماء کے وسیلے سے دُعا کرتا ہُوں کہ تُو ہم پر ان کے وسیلے سے دنیا و آخرت میں رحم فرما، اور اُن کو جو عزت و کرامت تیرے ہاں حاصل ہے اس کی برکت سے ہمیں نافع علم، خشوع والا دل، معافی، عافیت اور مغفرت عنایت فرما، اور درود و سلام اور برکت ہمارے آقا و مولےٰ محمد اوران کی آل اور صحابہ پر فرما، آمین، والحمد للہ رب العالمین۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ جلد ۷ ص ۶۵۹ تا ۷۰۶)

فتاوٰی رضویہ جلد ۸

(۱) صحن مسجد قطعاً جزءِ مسجد ہے۔ اُسے مسجد نہ سمجھنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

طرفہ یہ کہ انکار کرنے والے حلتِ دخولِ جنب میں بحث و نزاع کرتے ہیں اُن کے قول پر یہ معاذ اللہ صراحۃً بدعتِ شنیعہ مسلمانوں سے علی الدوام والالتزام واقع ہوتی ہے یعنی گرمی میں مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں جماعت پڑھنا اور حقِ مسجد تلف کرنا اس پر کیوں نہیں انکار کرتے بلکہ اس میں تو خود بھی شریک ہوتے ہیں کہ خلاف میں اپنی بھی تکلیف ہے۔ اب اگر وہ اپنے قولِ باطل پر اصرار کرکے اسی فکر میں پڑیں کہ نمازِ صحن مطلقاً بند کردی جائے اور ہمیشہ ہر موسم ہر وقت کی جماعت اندر ہی ہوا کرے، اور بالفرض اُن کی یہ بات خلق کو نمازِ صحن سے مانع آئے تو دیکھئے موسمِ گرما میں کتنی مسجدیں نماز و

جماعتِ تراویح و اعتکاف سے معطل محض ہوئی جاتی ہیں کہ لوگ جب صحن سے روکے جائیں گے اور اندر ان افعال کی بجاآوری سے بالطبع گھبرائیں گے، لاجرم مسجد کے آنے سے باز رہیں گے، اور اگر ایک دو نے یہ ناحق و بے سبب کی سخت مصیبت گوارا بھی کرلی تو عام خلائق کا تنفر قطعی یقینی، تو اس نزاع بیجا کا انجام معاذ اللہ مساجد کا ویران کرنا اور اُن میں ذکر و نماز سے بندگانِ خدا کو روکنا ہے۔

قال اللہ عزوجل ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ و سعٰی فی خرابہا۔[1]

اللہ عزوجل نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو اُن میں نامِ خدا یاد کئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

اب صحن کو مسجد نہ ماننے والے غور کریں کہ کس کا قول افساد فی الدین تھا ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۶۳)

(۲) کسی مسلمان کو ناحق مسجد سے روکنے کے بارے میں فرمایا:

بلاوجہ شرعی اپنی کسی رنجشِ دُنیوی کے باعث مسجد سے کسی مسلمان کو روکنا سخت گناہ ہے

لقولہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا۔[2]

اللہ تعالٰی کے اِس فرمان کے مطابق: اور کون اس سے بڑھ کر ظالم ہوسکتا ہے جو اللہ کی مساجد میں اللہ کے نام کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی میں کوشاں ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۷۲)

(۳) مزید فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انّ المسٰجد للہ[3] مساجد خاص اللہ کی ہیں۔

ان میں کسی کا کوئی دعوٰی نہ زمین والے کو نہ عملے والوں کا، اور بلاوجہ شرعی کسی سُنّی مسلمان کو مسجد سے منع کرنا حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا۔[4]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے اُن میں اللہ کا نام لئے جانے سے اور ان کی

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴ [2] القرآن الکریم ۲/۱۱۴
[3] ؍؍ ۷۲/۱۸ [4] ؍؍ ؍؍ ؍؍

کوشش کرے۔

مگر اس کے منع کرنے سے نہ مسجد میں کوئی نقصان آئے گا نہ وہ جسے منع کیا اُسے مسجد میں نماز پڑھنا منع ہو جائے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۷۴)

(۴) بدعقیدہ وہابیہ وغیر مقلدین سے قطع تعلق کرنا اور انھیں اپنی مساجد سے روکنا چاہیے۔ چنانچہ فرمایا:

تقلید کو بدعت کہنا، ائمۂ مجتہدین پر طعن کرنا اور بے تقلیدِ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ رفع یدین اور جہر سے اٰمین کہنا خباثات وعلاماتِ غیر مقلدی ہیں اور کراماتِ اولیاء سے انکار اور حضور سید الاولیا پر طعن گمراہی و بدنصیبی، اور مجلس میلادِ پاک اور یا رسول اللہ کہنے کو بدعت کہنا شعارِ وہابیت ہے اور وہابی لوگ وغیر مقلدینِ زمانہ پر حکمِ کفر ہے جس کی تفصیل الکوکبۃ الشہابیہ اور سل السیوف الہندیہ اور حسام الحرمین سے روشن۔ شخص مذکور کے پیچھے نماز باطل محض ہے، اور اس سے مجالست وموانست حرام۔

قال اللہ تعالٰی وامّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[۱]۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسّکم النار[۲]۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

دفعِ فتنہ وفساد بقدرِ قدرت فرض ہے، اور مفسدوں موذیوں کو بشرطِ استطاعت مسجد سے روکا جائے گا۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے پھر درمختار میں ہے:

ویمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ[۳]۔

اور ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے روکا جائے گا اگرچہ اس کی اذیت زبان سے ہو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۷۵)

---

[۱] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[۲] " ۱۱/ ۱۱۳

[۳] درمختار آخر باب مایفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

(۵) کچھ لوگ مسجد پر ناحق قبضہ جما کر ناجائز تصرفات روا رکھتے ہیں اور عام لوگوں کی مرضی کے خلاف امام مقرر کرتے ہیں ایسی مسجد اور ایسے قابضین کے بارے میں فرمایا:

اہلِ شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے اور اُن لوگوں کو مزاحمت کا کوئی حق نہیں، اگر وہ مانع آئیں گے سخت ظالم ہوں گے۔

قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ و سعٰی فی خرابھا[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی مساجد میں اللہ کے نام کے ذکر سے روکے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔ (ت)

اور ایسا امام کہ وہ مقرر کریں معتبر نہ ہوگا، امام وہی مانا جائے گا جسے عام مسلمانانِ شہر حسبِ شرائطِ شرعیہ مقرر کریں گے۔
(فتاوٰی رضویہ ۸ ص ۷۶)

(۶) ایک مسجد کا امام صرف اپنے گزرنے کی خاطر لوگوں کو محراب کی سیدھ میں نماز پڑھنے سے روکتا ہے اور بعض دفعہ نماز تڑوا دیتا ہے، اس کے بارے میں فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وان المسٰجد للہ[2] مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں ـ ان میں کسی کا ذاتی دعوٰی نہیں پہنچتا۔ اور فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ[3]

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں نامِ الٰہی لئے جانے سے روکے۔

یہ ظلمِ شدید ہے، اور بندھی ہوئی نیت تڑوا دینا اشد ظلم، ولا تبطلوا اعمالکم[4] (اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۷۶، ۷۷)

(۷) کسی مفسد و فتان شخص کی وجہ سے اگر لوگ پُرانی مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دیں تو اس مسجد کو مسجد ضرار کہنا جائز نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

مسجد کہنہ اُن کے جانے اور نماز پڑھنے پڑھانے سے مسجدِ ضرار نہیں ہوسکتی کہ مسجدِ ضرار وہ مسجد ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴ [2] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۸
[3] " ۲/ ۱۱۴ [4] " ۴۷/ ۳۳

جو ابتداءً افساد فی الدین وتفریق بین المومنین کے لئے بنائی گئی ہو۔

قال تعالٰی "والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفروا وتفریقا بین المومنین" الٰی قولہ تعالٰی" ام من اسس بنیانہ علٰی شفا جرف ھار[1] الاٰیۃ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: "وہ لوگ جنھوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب، اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو" (اللہ تعالٰی کے اس قول تک) "یا وہ جس نے اپنی نیو چُنی ایک گراؤ گڑھے کے کنارے"۔ الآیۃ (ت)

تعمیر شدہ مسجد میں مفسدین کا جانا خواہ اُن کا قبضہ وتسلّط ہو جانا اُسے مسجدِ ضرار نہیں کر سکتا، جیسے واقعۂ حرّہ میں لشکریانِ یزید یا حادثۂ نجد میں متبعانِ نجدی بلید کا مساجد طیبۂ حرمین محترمین میں مفسدانہ دخل، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۷۷، ۷۸)

(۸) ایک مسجد کے ہوتے ہوئے کچھ لوگوں نے الگ دوسری مسجد بنا کر اس میں نمازیں پڑھنا شروع کر دی ہیں اس سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اگر یہ مسجد انھوں نے بغرضِ نماز خالص اللہ عزوجل ہی کے لئے بنائی اگرچہ اُس پر باعث باہمی رنجش ہوئی کہ بسبب رنج ایک جگہ جمع ہونا مناسب نہ جانا اور نماز بے مسجد ادا کرنی نہ چاہی، لہذا یہ مسجد بہ نیت بجا آوری نماز ہی بنائی تو اس کے مسجد ہونے اور اس میں نماز جائز وثواب ہونے میں کوئی شبہہ نہیں لانہ وقف صدر عن اھلہ فی محلہ علی وجہہ (کیونکہ یہ وقف ہے اہلِ وقف سے محلِ وقف میں طریقِ وقف کے بمطابق وقف ہوئی ہے۔ ت) اور اس نیت کی حالت میں یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے بھی نہیں ٹھہر سکتے کہ اُن کا مقصود اپنی نماز باجماعت ادا کرنا ہے، نہ دوسروں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا، یہاں تک کہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اہلِ محلہ کو جائز ہے کہ بغرضِ نماز ایک مسجد کی دو مسجدیں کرلیں۔ درمختار میں ہے:

لاھل المحلۃ جعل المسجدین واحدا وعکسہ لصلٰوۃ لا لدرس اوذکر[2]

اہلِ محلہ دو مساجد کو ایک یا اس کا عکس کر سکتے ہیں مگر صرف نماز کے لئے، درس یا ذکر کے لئے ایسا نہیں کر سکتے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۷ و ۱۰۸ و ۱۰۹

[2] درمختار آخر باب ما یفسد الصلٰوۃ الخ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۴

اشباہ میں ہے :

لاهل المحلة جعل المسجد الواحد مسجدين و الاولی ان يكون لكل طائفة مؤذن[1]

اہل محلہ ایک مسجد کو دو مساجد بنا سکتے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ ہر گروہ کے لئے الگ مؤذن ہو۔ (ت)

اور اگر نیت یہ نہ تھی مسجد اللہ کے لئے نہ بنائی بلکہ اس سے مقصود اگلی مسجد کو ضرر پہنچانا اور اس کی جماعت کا متفرق کر دینا تھا تو بیشک یہ مسجد مسجد نہ ہوئی، نہ اس میں نماز کی اجازت، بلکہ نہ اس کے قائم رکھنے کی اجازت، اور اس صورت میں یہ لوگ ضرور تفریق جماعت مومنین کے وبال میں مبتلا ہوئے کہ حرام قطعی و گناہ عظیم ہے۔

قال الله تعالیٰ والذين اتخذوا مسجدا ضرارا و كفرا و تفريقا بين المؤمنين[2] الاٰية۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو الآیۃ۔ (ت)

مگر نیت امر باطن ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام و کبیرہ، اور ہرگز مسلمان سے متوقع نہیں کہ اس نے ایسی فاسد ملعون نیت سے مسجد بنائی ہو۔

قال الله تعالیٰ ولا تقف ما ليس لك به علم ان السمع والبصر و الفؤاد كل اولٰئك كان عنه مسئولا[3]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : نہ پیچھے لگ اس چیز کے جس کا تجھے علم نہیں کیونکہ سمع، بصر اور دل ہر ایک کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (ت)

تو بے ثبوت کافی شرعی ہرگز اس بری نیت کا گمان کرنا جائز نہیں بلکہ اسی پہلی نیت پر محمول کریں گے اور مسجد کو مسجد اور اس میں نماز کو جائز و ثواب اور اس کی آبادی کو بھی ضرور سمجھیں گے۔

(فتاوی رضویہ ج ۸ ص ۷۹، ۸۰)

(۹) کچھ لوگوں نے صرف اس خیال سے کہ مسجد کے قریب کسی کا بلند مکان ہے اس میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور پندرہ قدم کے فاصلہ پر دوسری مسجد بنالی، اس سلسلہ میں فرمایا :

---

[1] الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۳۴

[2] القرآن الکریم ۹/۱۰۷ [3] القرآن الکریم ۱۷/۳۶

اس بیہودہ خیال کی بناء پر دوسری مسجد پندرہ بیس قدم کے فاصلہ پر بنانا جس سے پہلی مسجد کی جماعت کو نقصان پہنچے خود ہی ممنوع تھا، ایک تو وہ خیال باطل، دوسرے جماعتِ مسجد میں تفریق کہ مسجد ضرار کے اغراضِ فاسدہ سے ایک غرض ہے،

قال اللہ تعالیٰ وتفریقا بین المؤمنین[1]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو۔ (ت)

یہاں کہ اس سے مقصود مسجد اوّل کا باطل و معطل کر دینا ہے، یہ سخت حرام اشد ظلم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا[2] واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون، جو اللہ کی مساجد سے اس کے نام کے ذکر کو روکتا ہے اور انھیں ویران کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۸۵)

(۱۰) توسیعِ مسجد کی خاطر نئی مسجد تعمیر کرکے مسجدِ کہنہ کی جگہ دکانیں وغیرہ بنانے کے بارے میں فرمایا:

جبکہ اس مسجد جدید کو بھی مسلمانوں نے مسجد کر لیا یہ بھی مسجد ہوگئی، مسجد اوّل کی اور اس کی دونوں کی حفاظت و آبادی فرض ہے، مسجد اول کو منہدم کرکے تعمیرِ دُنیوی نہیں تعمیرِ دینی ہی میں شامل کر دینا حرام حرام سخت حرام ہے، جنھوں نے ایسا کیا ہو اور جو اس میں مشیر ہوں اور جو اسے جائز رکھیں سب اس آیۂ کریمہ کے تحت میں ہیں:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزیٌ ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[3]

ان سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکیں اور ان کی ویرانی میں کوشاں ہوں، انھیں تو مسجدوں میں قدم رکھنا روا نہ تھا مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رُسوائی اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

فرض فرض قطعی فرض ہے کہ مسجد اول کو بھی بدستور مسجد رکھیں، اور اگر اُس کی دکانیں کر لی گئی ہوں فرضِ قطعی ہے کہ فوراً فوراً اُن دکانوں کو منہدم کرکے بدستور مسجد کا اعادہ کریں ورنہ عذاب عظیم کے مستحق ہونگے،

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۰۷
[2] القرآن الکریم ۲/۱۱۴
[3] ؍؍ ۲/۱۱۴

جو نہ مانیں اور قرآن عظیم کی مخالفت پر اڑے رہیں مسلمانوں کو اُن سے اجتناب لازم ہے، ان کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالیٰ و امّا ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کبھی شیطان بُھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجد ویران کر کے اس کی دُکانیں کرلے، وہ لوگ اگر مخالفتِ خدا سے باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کوشش کر کے مسجدِ منہدم کو پھر مسجد کرلیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۸۷، ۸۸)

(۱۱) تعمیرِ مسجد کی فضیلت سے متعلق فرمایا:

بنائے مسجد میں جو مال صَرف ہوتا ہے وہ گارے پتھر میں صَرف نہیں ہوتا بلکہ رضائے ربِّ اکرم میں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع[2]

مسجدوں کے بلند کرنے کا اللہ نے اذن دیا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بنیٰ للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ، زاد فی روایۃ من در و یاقوت[3]

جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ اس کے لئے جنت میں موتیوں اور یاقوت کا گھر بنائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۸۸، ۸۹)

(۱۲) مسجد میں مسند و تکیہ لگانے اور اس میں اگالدان اور زین وغیرہ رکھنے کے بارے میں فرمایا:

مسند لگانا اگر براہِ تکبّر ہے تو یہ خارج مسجد بھی حرام ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸

[2] القرآن الکریم ۲۴/۳۶

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد باب بناء المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۱

الکامل لابن عدی ترجمہ سلمان بن داؤد الیمامی دار الفکر بیروت ۳/۱۱۲۵

کنز العمال حدیث ۲۰۷۵۵ و ۲۰۷۵۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۶۵۴

قال اللہ تعالیٰ الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین[1]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ متکبرین کا۔ (ت)

اور اگر براہِ تکبر نہیں کسی دوسرے نے اس کے لئے رکھ دی یہ اس کی خاطر سے بدیں لحاظ کہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں :

لا یابی الکرامۃ الا حمار[2]

عزت و احترام کا انکار کوئی گدھا ہی کر سکتا ہے۔ (ت)

ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تو بھی یہ مسجد میں نہ ہونا چاہئے کہ ادبِ مسجد کے خلاف ہے، ہاں ضُعف یا درد کے سبب مجبور ہو تو معذور ہے۔

اگالدان اگر پیک کے لئے رکھا ہے تو غیر معتکف کو مسجد میں پان کھانا خود مکروہ ہے، اور اگر کھانسی ہے بلغم بار بار آتا ہے اس غرض کے لئے رکھا تو حرج نہیں۔

اور گھوڑے کا زین وغیرہ اسباب بھی بلا ضرورتِ شرعیہ مسجد میں رکھنا نہ چاہئے۔ مسجد کو گھر کے مشابہ بھی کرنا نہ چاہئے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان المساجد لم تبن لھذا[3]

مساجد ان چیزوں کی خاطر نہیں بنائی گئیں۔ (ت)

خصوصًا اگر چیزیں رکھے جن سے نماز کی جگہ رُکے تو سخت ناجائز و گناہ ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہٗ[4]

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے : اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے گھروں میں اللہ کا نام لینے سے روکے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۸ ص ۹۷)

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۰

[2] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ حدیث ۲۵۴۹۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۵۵

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن نشد الضالۃ فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۰

[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

(۱۳) شراب کشید کرنے والوں نے اپنے پیشے سے تائب ہونے کے بعد مسجد بنائی، اس کے بارے میں فرمایا:

وہ مسجد کہ ان لوگوں نے بعد توبہ مالِ حلال سے بنائی ہے بیشک مسجد شرعی ہے اور اس میں نماز فقط ہو سکتی ہی نہیں بلکہ اس کے قرب وجوار والوں اہلِ محلہ پر اس کا آباد رکھنا واجب ہے، اس میں اذان واقامت وجماعت وامامت کرنا ضرور ہے، اگر ایسا نہ کریں گے گنہگار ہوں گے، اور جو اس میں نماز سے روکے گا وہ ان سخت ظالموں میں داخل ہوگا جن کی نسبت اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا[1]۔

اس سے بڑھ کر کون ظالم جو اللہ کی مسجدوں سے روکے اُن میں خدا کا ذکر ہونے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۱۲۵)

(۱۴) فجر کی نماز رہ گئی تو طلوعِ آفتاب کے بعد بنیت قضا پڑھے نہ کہ بنیت ادا۔ چنانچہ فرمایا:

اس نماز کے قضا ہو جانے میں شک نہیں کہ نماز کے لئے شرعاً اوقات معین ہیں،

قال اللہ تعالٰی ان الصلٰوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہُوا فرض ہے۔

اور قضا ہو جانے کے یہی معنی ہیں کہ شرعاً جو وقت مقرر فرمایا گیا تھا وُہ جاتا رہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للصلٰوۃ اولا و اٰخرا و ان اول وقت الفجر حین یطلع الفجر و ان اٰخر وقتہا حین تطلع الشمس۔ رواہ الترمذی۔[3]

بیشک ہر نماز کے لئے اول وآخر ہے اور بیشک نمازِ صبح کا اول وقت طلوعِ فجر کے وقت ہے اور اس کا آخر طلوعِ شمس پر ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۱۵۸، ۱۵۹)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۴

[2] " " ۴/۱۰۳

[3] جامع الترمذی ابواب الصلٰوۃ باب منہ امین کمپنی دہلی ۱/۲۲

(۱۵) خطیب کے لئے عبارتِ خطبہ کا معنیٰ سمجھنا ضروری نہیں، اس سلسلہ میں فرمایا:

خطبۂ جمعہ کا ذکر و تذکیر کے لئے مشروع ہونا کما قال تعالیٰ فاسعوا الیٰ ذکراللہ[۱] (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس اللہ کے ذکر کی طرف جلدی چلو۔ ت) ہرگز اس دعویٰ کا مثبت نہیں ہوسکتا کہ جب الفاظ الفاظ ذکر ہیں اور اس نے بالقصد انھیں ادا کیا قطعاً ذکر متحقق ہوا تدبر معنی پر توقف نہیں، ورنہ واجب کہ نماز میں بھی فہم معنی فرض ہو، قال اللہ تعالیٰ اقم الصلوٰۃ لذکری[۲] (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ ت) علاوہ بریں تذکیر سے تذکر زیادہ محتاجِ فہم و تدبر ہے

مرد باید کہ گیرد اندر گوش　　　ور نوشت ست پند بر دیوار

(انسان کو چاہیئے کہ وہ محفوظ کرے اگرچہ نصیحت دیوار پر لکھی ہو۔ ت)

حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مقتدی اگر بہرے یا سوتے یا اس قدر دُور ہوں کہ آواز نہ جائے مگر وقتِ خطبہ حاضر ہوں کافی ہے شرط ادا ہوگئی فہم معنی جدا، نفسِ سماع کی بھی ضرورت نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۳۸۴)

(۱۶) خطبۂ جمعہ و عید میں محض اشعار پر قناعت کرنے کے بارے میں فرمایا:

قرآن عظیم شعر سے پاک و منزّہ اور اپنے شعر بننے کی گوارش سے متعالی وارفع ہے۔

وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ[۳]

اورہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم ہی نہیں دی اور نہ ہی یہ آپ کی شان کے لائق ہے۔ ت) تو اس طور پر قصدِ تلاوت صریح اسائتِ ادب ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۳۲۵)

(۱۷) دورانِ خطبہ جو شخص دُوسروں کو پنکھا جھلنے لگے اس کے بارے میں فرمایا:

اوروں کے اطمینان کو آپ صریح بے اطمینانی یؤثرون علیٰ انفسھم[۴] (وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ ت) میں شمول نہیں اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم[۵]

---

[۱] القرآن الکریم ۶۲/۹　　[۲] القرآن الکریم ۲۰/۱۴
[۳] 〃 ۳۶/۶۹　　[۴] 〃 ۵۹/۹
[۵] 〃 ۲/۴۴

(تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ت) میں دخول ہے یعنی دیگراں رانصیحت و خود را فضیحت (اوروں کو تو اچھے کام کی نصیحت کرنا اور خود بُرے کام کرنا۔ت) علمائے کرام تو ایثار قربت مین کلام رکھتے ہیں نہ کہ اَوروں کی قُربت کے لئے خود حرام کا ارتکاب، یہ ایثار نہیں صراحۃً اپنے دین کو اضرار ہے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۳۳۴، ۳۳۵)

(۱۸) قریہ کے معانی اور مصر و قریہ میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قریہ زبانِ عرب میں شہر کو بھی کہتے ہیں،

قال تعالٰی و ما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیھم من اھل القرٰی[1] (ای الامصار لعلمھم و حلمھم دون البوادی لغلظھم و جفائھم) وقال تعالٰی علٰی رجل من القریتین عظیم[2] (ای مکۃ و الطائف) وقال تعالٰی من قریتك التی اخرجتك[3]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: "اور ہم نے نہیں بھیجا آپ سے پہلے مگر مردوں کو جن پر ہم نے وحی کی اہلِ قرٰی میں سے" یعنی شہروں سے، کیونکہ شہری لوگ صاحبِ علم و حلم ہوتے ہیں جبکہ اہلِ بادیہ نہایت سخت اور صاحبِ جفا ہوتے ہیں۔ (دوسرے مقام پر) اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: "ان دو قریوں میں سے بڑے آدمی پر" یعنی مکّہ اور طائف۔ (تیسرے مقام پر) اللہ تعالٰی نے فرمایا: "تیرے اس قریہ سے جس سے تجھے نکالا"۔ (ت)

اور جب اُسے مصر کے مقابل بولیں تو اس میں اور دِہ میں کچھ فرق نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۳۶۶)

(۱۹) اِسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

ہاں اتنا ضرور ہے کہ جمعہ اسلامی حکم ہے اُس کے لئے اسلامی شہر ہونا ضرور ہے ولہذا دار الحرب میں اصلاً جمعہ نہیں اگرچہ کتنے ہی بڑے امصار عظام کبار ہوں جس میں دس دس لاکھ آدمیوں کی آبادی ہو، نہ اِس وجہ سے کہ وہ شرعاً شہر نہیں، اصطلاحِ شرع میں وہ گاؤں ہیں۔ حاشا یہ محض غلط ہے قیامت تک کوئی ثبوت نہیں دے سکتا کہ شرع مطہر نے کفار کے امصار کبار کو مصر و مدینہ سے خارج اور دِہ اور گاؤں بتایا ہو اس بنا پر کہ وہاں اقامتِ حدود و تنفیذِ احکامِ شرع نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۹
[2] القرآن الکریم ۴۳/ ۳۱
[3] 〃 〃 ۴۷/ ۱۳

تعالیٰ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی مکہ معظمہ بلکہ تمام دنیا میں جیسا کہ کفر و کافرین کا تسلط و غلبہ تھا ظاہر و عیاں ہے اور اکثر مرسلین کرام اصحابِ شرائع جدیدہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسے ہی شہروں میں پیدا ہوتے اور وہیں کے ساکن ہوکر انھیں پر مبعوث ہوتے، اب کیا معاذ اللہ یہ کہا جائے گا کہ شرعًا یہ مرسلین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم اجمعین دیہاتی تھے، حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیہم من اهل القری[1]

ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد اور شہری ہی تھے جنھیں ہم وحی کرتے۔ اُن میں کوئی عورت نہ تھی نہ کوئی گنوار تھا۔

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جس وقت غلبۂ کفار کے سبب مکہ معظمہ سے ہجرت کی ضرورت ہوئی اُس وقت بھی قرآن عظیم نے مکہ مکرمہ کو شہر ہی فرمایا،

وکاین من قریۃ هی اشد قوۃ من قریتك التی اخرجتك اهلکنٰهم فلا ناصر لهم[2]

بہتیرے شہر کہ تمھارے اس شہر سے جس نے تم کو نکالا زیادہ قوت والے تھے ہم نے ہلاک کر دیئے تو اُن کا کوئی مددگار نہیں۔

بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ دار الحرب کے شہر کفر کے شہر ہیں اور اقامتِ جمعہ کو اسلامی شہر درکار، اسی طرف نظر فرماکر کلامِ قدماء میں جبکہ اسلام کا دور دورہ تھا اور اسلامی شہر اسلامی احکام کے پابند تھے لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود (وہاں کوئی امیر یا قاضی ہو جو احکام نافذ اور حدود جاری کر سکے۔ ت) واقع ہوا اس سے مقصود وہی تھا کہ اسلامی شہر کہ اُس وقت اسلامی شہر ایسے ہی ہوتے تھے، یہ معنی نہ تھے کہ تنفیذ احکام و اقامتِ حدود سنخ حقیقت شہر میں داخل ہے، یہ نہ ہو تو شہر شرعًا شہر ہی نہ رہے گا گاؤں ہو جائے گا حالانکہ فتنۂ بلوائیان مصر میں خاص زمانۂ خلافت راشدہ میں چند روز تنفیذ احکام نہ ہوئی کیا اُس وقت مدینہ طیبہ گاؤں ہو گیا تھا اور اس میں جمعہ پڑھنا حرام و باطل ہوا تھا؟ حاشا ہرگز ایسا نہیں۔ خود علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایامِ فتنہ میں اقامتِ جمعہ ہوگی اور شہر شہریت سے خارج نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۳۶۸)

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۹
[2] 〃 ۴۷/ ۱۳

(۲۰) بحث مذکورہ بالا کو بامِ عروج تک پہنچانے کے بعد فرمایا :

یہ تحقیق مسئلہ ہے اور بحمد اللہ تعالٰی اہلِ انصاف و علم صاف جانیں گے کہ حق اس سے متجاوز نہیں، ہم نہ اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ زنہار زنہار مذہبِ ائمہ چھوڑ کر دوسری بات پر فتوٰی دے سکتے ہیں مگر در بارہ عوام فقیر کا طریقِ عمل یہ ہے کہ ابتداءً خود انھیں منع نہیں کرتا، نہ انھیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے، ایک روایت پر صحت اُن کے لئے بس ہے، وہ جس طرح خدا و رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے، مشاہدہ ہے کہ اس سے روکئے تو وہ وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

ارأیت الذی ینھٰی ٥ عبدا اذا صلّٰی ٥[1]

کیا تم نے اُسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز ادا کرتا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۳۷۴)

(۲۱) آیۂ کریمہ میں "اولی الامر" سے مراد علماء ہیں۔ چنانچہ فرمایا :

اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[2]

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں۔ (ت)

ائمۂ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیۂ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب وغیرہ فی غیرہ (علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں اس پر تصریح کی ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۳۸۶)

(۲۲) ایک غلط خطبہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا :

حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف اس فریاد کا انتساب کہ :

یا لیت رب محمد لم یخلق محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اے ربِّ محمد! کاش محمد کو پیدا ہی نہ کرتا۔ (ت)

جہّال کی نگاہ سے معاذ اللہ سقوطِ عظمت کا باعث ہوگا اور عیاذاً باللہ یہ عقیدہ ہو تو ایمان ہی گیا کہ ایمان تو صرف ان کی تعظیم و محبت کا نام ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۹۶ / ۹ و ۱۰

[2] 〃 〃 ۴ / ۵۹

قال اللہ تعالیٰ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر، اور ان کی خوب تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)

غرض کسی طرح گمان نہیں کیا جاتا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ الکریم نے یہ خطبہ تصنیف فرمایا ہو۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۳۹۰)

(۲۳) خطبہ جمعہ وعیدین عربی میں ہونا ضروری ہے اس بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

خطبہ ضرور وعظ و تذکیر کے لئے ہے جیسے نماز کہ ذکر کے لئے ہے۔

قال اللہ تعالیٰ اقم الصلٰوۃ لذکری[2]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : میری یاد کے لئے نماز قائم کر۔ (ت)

اور خود قرآن عظیم کہ اس کا تو نام ہی ذکر حکیم ہے اور اس کے نہ سمجھنے پر سخت انکار فرماتا ہے۔

افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالہا۔[3]

کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں۔ (ت)

پھر جس کی سمجھ میں عربی نہ آئے نہ اس کے لئے نماز و قرآن اردو یا بنگلہ یا انگریزی کر دئے جائیں گے نہ خطبہ واذان۔ یہ اس کا اپنا قصور ہے اس کا دین عربی، نبی عربی، کتاب عربی، پھر عربی اتنی بھی نہ سیکھی کہ اپنا دین سمجھ سکتا۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۴۰۱)

(۲۴) مولوی عبدالرحیم صاحب کے ایک غلط فتوے کا رد کرتے ہوئے فرمایا :

کسی فعل مسلمین کو بدعتِ شنیعہ و ناجائز کہنا ایک حکم اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ ورسول جل وعلا وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ ان کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے انھوں نے اس سے منع فرما دیا ہے، اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہ گار و مستحقِ عذاب و ناراضیِ رب الارباب ہیں۔ ہر خدا ترس مسلمان جس کے دل میں اللہ ورسول جل وعلا وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی کامل عزت وعظمت اور کلمۂ اسلام

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۹
[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۴
[3] " " ۴۷/ ۲۴

کامل عزّت وعظمت اور کلمۂ اسلام کی پوری توقیر ووقعت، اور اپنے بھائیوں کی سچّی خیر خواہی ومحبت ہے کبھی ایسے حکم پر جُرأت روا نہ رکھے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی ووافی نہ مل جائے۔

قال اللہ تعالٰی ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون[1]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: یا تم ایسی بات اللہ تعالٰی کی طرف سے کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۴۱۷)

(۲۵) ایک بستی میں جمعہ وعیدین کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اگر یہ دونوں صورتیں (مذکورہ فی الفتوٰی) نہیں تو مذہب حنفی میں وہاں جمعہ وعیدین نہیں پھر بھی جبکہ مدّت سے قائم ہے اُسے اکھاڑا نہ جائے گا، نہ لوگوں کو اس سے روکے گا مگر شہرت طلب۔

قال اللہ تعالٰی ارأیت الذی ینھی ○ عبدا اذا صلّٰی[2] ○ وفیہ عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: "بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔" اور اسی آیت کے تحت حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک روایت ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۴۴۳)

(۲۶) مجموعۂ خطب علمی کے مصنف کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

مولانا محمد حسن علمی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سُنّی صحیح العقیدہ اور واعظ وناصح اور حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مدّاح اور میرے حضرت جدّ امجد قدس سرہ العزیز کے شاگرد تھے انھیں رافضی نہ کہے گا مگر کوئی ناصبی یا خارجی۔ دکھنی صاحب نے اگر کسی کی سُنی سنائی بے تحقیق کہہ دی تو اِس آیۂ کریمہ کا خلاف کیا:

فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نٰدمین[3] ○

تحقیق کر لو کہیں جہالت کی وجہ سے کسی قوم پر حملہ آور نہ ہو جاؤ پھر تم اپنے کئے پر نادم ہو جاؤ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۴۴۷)

(۲۷) اخبار آحاد سے استدلال کرکے دیہات میں جمعہ کو ضروری قرار دینے والے کے رَد

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

[2] " " ۹۶/ ۹، ۱۰

[3] " " ۴۹/ ۶

میں فرمایا:

وہ احادیث سب خبرِ آحاد ہیں، اور خبرِ آحاد موجبِ ظن، تو ان سے استدلال کرنا اس کو حرام اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:

ان یتبعون الا الظن[1]۔

وہ نہیں اتباع کرتے مگر ظن کی۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

ان الظن لایغنی من الحق شیئا[2]۔

بلاشبہہ ظن، حق سے بے نیاز نہیں کرسکتا۔ (ت)

توان پر عمل خصوصاً عموم قرآن مجید کے خلاف کیونکر اس نے حلال کرلیا، اور یہ بھی اُس وقت ہے کہ ان احادیثِ آحاد کی صحت ثابت کرلے۔ ائمۂ مجتہدین کا اجتہاد نہ ماننا اور بخاری و مسلم کی تصحیح یا نسائی و دارقطنی کی تعدیل و تخریج پر اعتماد کرنا ظلمِ شدید و جہلِ بعید ہے۔ کون سی آیت یا حدیث میں آیا ہے کہ بخاری جس حدیث کو صحیح کہہ دیں اُسے مانو اور جسے ضعیف کہہ دیں اُسے نہ مانو، یا یحییٰ و شعبہ جسے ثقہ کہہ دیں اُسے معتمد جانو اور ضعیف کہہ دیں تو ضعیف جانو۔ قرآن و احادیثِ متواترہ اجماعِ اُمت کو حجت بتاتے ہیں، اور اجماعِ امت ہے کہ جمعہ کا حکم مطلق و عام نہیں مقید بقیود و مشروط بشرائط ہے، اور جو اجماعِ ائمہ کا خلاف کرتا ہے قرآن عظیم فرماتا ہے:

نصلہ جہنم وساءت مصیرا[3]۔

ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے وہ بہت ہی بُری پھرنے کی جگہ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۴۴۹، ۴۵۰)

(۲۸) دیہات میں جمعہ پڑھنے والوں کو کافر قرار دینے والے ایک شخص کے بارے میں فرمایا:

دیہات میں نمازِ جمعہ و عیدین مذہبِ حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اُسے بند کرنا جاہل کا کام ہے۔

قال اللہ تعالٰی ارایت الذی ینھی ۝ عبدا اذا صلی ۝[4]

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۶
[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۶
[3] 〃 ۴/ ۱۱۵
[4] 〃 ۹۶/ ۹، ۱۰

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ (ت)
اور جو انھیں کافر کہتا ہے گمراہ و بددین ہے، نہ وہ کبیرہ ہے لاختلاف الائمۃ (ائمہ کے درمیان اختلاف کی وجہ سے۔ ت) نہ کبیرہ پر اصرار اہلسنت کے نزدیک کفر۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۴۵۶)

(۲۹) ترکِ موالات میں جس خطیب نے گورنمنٹ کا خطاب واپس نہیں کیا اس کا خطبہ سُننا جائز ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

جو زمانہ شاہی سے منصبِ خطبہ و امامت پر منصوب ہے بلا وجہ شرعی اس کے خطبہ سننے کو ناجائز بتانے والا شریعتِ مطہرہ پر افترا کرتا ہے، خطاب واپس کرنا کوئی ایسا جُرم نہیں جس کے سبب اس کا خطبہ سُننا منع ہوجائے۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[1]۔

بلاشبہہ وہ لوگ جو اللہ تعالٰی پر افترا باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۴۶۸)

(۳۰) جمعہ کی اذان ثانی کو مسجد کے اندر جائز قرار دینے والے حضرات نے لفظ بین یدی المنبر اور بین یدی الامام سے جو استدلال کیا ہے، اس کے جواب میں فرمایا:

رہا لفظ بین یدی الامام یا بین یدی المنبر (امام کے سامنے یا منبر کے سامنے) سے استدلال مذکور فی السوال وہ محض ناواقفی ہے، ان عبارات کا حاصل صرف اس قدر کہ اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے مواجہہ میں ہو، اس سے یہ کہاں سے نکلا کہ امام کی گود میں منبر کی لگر پر ہو جس سے داخلِ مسجد ہونا استنباط کیا جائے بین یدی (یعنی سامنے) سمت مقابل میں منتہائے جہت تک صادق ہے جو وقت طلوع مواجہہ مشرق یا ہنگام غروب مستقبل مغرب کھڑا ہو وہ ضرور کہے گا کہ آفتاب میرے سامنے ہے، یا فارسی میں مہر رُو بروئے من است (سورج میرے چہرے کے سامنے ہے۔ ت)، یا عربی میں الشمس بین یدی (سورج میرے سامنے ہے۔ ت) حالانکہ آفتاب اس سے تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دُور ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم[2]۔

اللہ سبحانہ، جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ ان کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶ [2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۱۰

پیچھے یعنی گزر گیا۔

یہ ہرگز ماضی و مستقبل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اُس میں داخل ہے۔ یُوں ہی ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قول کہ قرآن عظیم نے ذکر فرمایا:

لہ ما بین ایدینا و ما خلفنا و ما بین ذٰلک[1]

اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

تمام ماضی و مستقبل و حال سب کو شامل ہے، ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظرِ قرآن حالیہ ایک نوع قرب ہر شَے کے لائق مستفاد ہوتا ہے، نہ اتصالِ حقیقی کہ خواہی نخواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو۔

قال اللہ تعالٰی:

وھو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقنٰہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء[2] الاٰیۃ۔

اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتیں بارانِ رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب انھوں نے ابھارے بوجھل بادل، ہم نے اسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف، تو اتارا اُس سے پانی۔

بین یدی (یعنی آگے) نے قربِ مطر کی طرف اشارہ فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معاً اُترے بلکہ چلیں اور بادل اُٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے ــــ

وقال تعالٰی:

ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید[3]

محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے نہیں جیسا کہ اے کافرو! تم گمان کرتے ہو، وہ تو نہیں مگر تمھیں ڈر سنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔

آیت نے قربِ قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے، پھر اُس کا قُرب اس کے لائق ہے، تیرہ سو تینتالیس ۱۳۴۳ برس گزر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے، پس جواذان درِ مسجد پر یا فنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذاتِ امام میں دی جائے اس پر ضرور بین یدیہ (اس کے رُوبرو) صادق ہے، بلاشُبہہ کہا جائے گا کہ امام کے سامنے خطیب کے روبرو منبر کے آگے اذان

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۴
[2] القرآن الکریم ۷/ ۵۷
[3] ؍؍ ؍؍ ۳۴/ ۴۶

ہوتی، اور اسی قدر درکار ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۴۹۹ تا ۵۰۱)

(۱۳۱) نمازِ عید کے بعد دعا مانگنے کا اثبات اور منکرین کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

قال المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی: فاذا فرغت فانصب ○ والٰی ربك فارغب[1] ○

مولٰی سبحانہ، وتعالٰے نے فرمایا: جب تُو فراغت پائے تو مشقت کر اور اپنے رب کی طرف راغب ہو۔

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں اصح الاقوال قول حضرت امام مجاہد تلمیذ رشید سلطان المفسرین حبر الامۃ عالم القرآن حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہم ہے کہ فراغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصب دُعا میں جد وجہد کرنا ہے یعنی باری عزوجل فرماتا ہے: جب تُو نماز پڑھ چکے تو اچھی طرح دُعا میں مشغول ہو اور اپنے رب کے حضور الحاح و زاری کر۔ تفسیر شریف جلالین میں ہے:

فاذا فرغت من الصلوٰۃ فانصب" اتعب فی الدعاء، والٰی ربك فارغب "تضرع"۔[2]

جب تُو نماز سے فارغ ہو تو دُعا میں تعب اور مشقت کر، اور اپنے رب کے سامنے تضرع و زاری بجالا۔

خطبۂ جلالین میں ہے:

ھذا تکملۃ تفسیر الامام جلال الدین المحلی علی نمطہ من الاعتماد علی ارجح الاقوال وترك التطویل بذکر اقوال غیر مرضیۃ[3] اھ ملخصًا۔

یہ تفسیر امام جلال الدین محلی کا تکملہ ہے جو انھیں کے طریقہ پر ہے یعنی راجح اقوال پر اعتماد اور اقوالِ ضعیفہ کے ذکر سے بچتے ہوئے اھ ملخصًا (ت)

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

ھو الصحیح فقد اقتصر علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال[4]

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/ ۷، ۸

[2] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۹۴/ ۷، ۸ اصح المطابع دہلی ہند ۲/ ۵۰۲

[3] " خطبۃ الکتاب " " " ۱/ ۴

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی فی اسمائہٖ کنیتہٖ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۷۱

یہی صحیح ہے اسی پر جلال نے اکتفاء کیا ہے حالانکہ انھوں نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ راجح اقوال ذکر کریں گے۔ (ت)

اور پُر ظاہر کہ آیۂ کریمہ مطلق ہے اور باطلاقہا نماز فرض و واجب و نفل سب کو شامل تو بلاشُبہہ نمازِ عیدین بھی اس پاک مبارک حکم میں داخل۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۱۵، ۵۱۶)

(۳۲) مزید فرمایا:

اصل یہ ہے کہ اعمال صالحہ وجہ رضائے مولٰے جل وعلا ہوتے ہیں اور رضائے مولٰی تبارک و تعالٰی موجب اجابتِ دُعا اور اس کا محل عمل صالح سے فراغ پاکر۔ کما قال تعالٰی فاذا فرغت فانصب[1] (جیساکہ اللہ تعالٰے کا فرمان ہے: پس جب آپ فارغ ہوں تو مشقت کرو۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۱۷)

(۳۳) مزید فرمایا:

دعا بنصِ قرآن وحدیث و اجماع ائمۂ قدیم وحدیث اعظم مندوباتِ شرع سے ہے اور اس کے مظانِ اجابت کی تحری مسنون ومحبوب۔ قال جل ذکرہٗ:

ھنالك دعا زکریا ربہٗ۔[2]

حضرت زکریا علیہ السلام نے یہاں اپنے رب سے دُعا کی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۲۲)

(۳۴) مزید فرمایا:

ان سب سے قطع نظر کیجئے تو دعا مطلقاً اعظم مندوباتِ دینیہ واجل مطلوباتِ شرعیہ سے ہے کہ شارع صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ہمیں بے تقییدِ وقت وتخصیصِ ہیأت مطلقاً اس کی اجازت دی اور اُس کی طرف دعوت فرمائی اور اس کی تکثیر کی رغبت دلائی اور اس کے ترک پر وعید آئی۔ مولٰی سبحانہٗ وتعالٰی فرماتا ہے:

وقال ربکم ادعونی استجب لکم[3] اور تمھارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کرونگا۔

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/ ۷

[2] ” ” ۳/ ۳۸

[3] ” ” ۴۰/ ۶۰

اور فرماتا ہے :

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان[1]

قبول کرتا ہوں دُعا کرنے والے کی دُعا جب مجھے پکارے ۔ (فتاوی رضویہ ج ص ۵۳۰)

(۳۵) مزید فرمایا :

خدا و رسول جل جلالہ و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جس چیز کو عام و مطلق رکھا دوسرا اسے مخصوص و مقید کرنے والا کون ؟ خدا و رسول عزّ مجدہٗ و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع نہ فرمایا دوسرا اسے منع کرنے والا کون ؟ قال تعالیٰ :

ولا تقولوا لما تصفُ السنتکم الکذب ھٰذا حلٰلٌ وھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[2]

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اُن کا بھلا نہ ہوگا ۔

اصل یہ ہے کہ اِنِ الحکم الّا للہ[3] حکم صرف خدا ہی کے لئے ہے ۔ جس چیز کو اس نے کسی ہیأتِ خاصہ محلِ معیّن سے مخصوص اور اس پر مقصور و محصور فرمایا اس سے تجاوز جائز نہیں ۔ (فتاوی رضویہ ج ۸ ص ۵۳۴ ، ۵۳۵)

(۳۶) ہر دُعا ذکرِ الٰہی ہے اور کثرتِ ذکرِ الٰہی کے بارے میں مصنف علیہ الرحمہ نے پانچ آیات اور ان کی تفسیر ذکر فرمائی :

آیت ۱ : قال جل ذکرہ :

فاذکروا اللہ قیامًا وقعودًا وعلی جنوبکم[4]

اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ۔

علمائے کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمیع احوال میں ذکرِ الٰہی و دُعا کی مداومت کرو ۔

بیضاوی میں ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۸۶ [2] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

[3] ؍؍ ۶/۵۷

[4] ؍؍ ۴/۱۰۳

داوموا علی الذکر فی جمیع الاحوال[1]۔ تمام احوال میں وہ ذکر پر مداومت کرتے ہیں۔
مدارک میں ہے:
ای داوموا علی ذکر اللہ تعالٰی فی جمیع الاحوال[2]
یعنی وہ تمام احوال میں اللہ تعالٰی کے ذکر پر دوام اختیار کرتے ہیں۔(ت)
ارشاد العقل السلیم میں ہے:
داوموا علی ذکر اللہ تعالٰی وحافظوا علی مراقبتہ ومناجاتہ ودعائہ فی جمیع الاحوال[3]۔
وہ تمام احوال میں اللہ تعالٰی کے ذکر پر مداومت کرتے ہیں اور مراقبہ، مناجات اور رب سے دعا کی محافظت کرتے ہیں۔(ت)

آیت ۲: قال عزّ اسمہٗ:
یایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا[4]
اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بکثرت کرو۔
علامۃ الوجود مفتی ابو السعود ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں: یعم الاوقات والاحوال[5] یہ آیت تمام اوقات و احوال کو عام ہے۔

آیت ۳: قال تعالٰی شانہٗ:
فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرًا[6]۔
اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ، دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔
امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

---

[1] انوار التنزیل المعروف بتفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۴/۱۰۳ دار الفکر بیروت ۲/۲۴۴
[2] تفسیر النسفی المعروف بتفسیر المدارک 〃 〃 دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۴۸
[3] تفسیر ارشاد العقل السلیم 〃 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۲۸
[4] القرآن الکریم ۳۳/۴۱
[5] تفسیر ارشاد العقل السلیم تحت الآیۃ ۳۳/۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۱۰۶
[6] القرآن الکریم ۲/۲۰۰

ارید به ذکر الله تعالیٰ فی الاوقات کلها[1]۔
اس آیت سے یہ مراد کہ ذکرِ الٰہی جمیع اوقات میں کرو۔

آیت ۴ : قال تبارك مجدہ :

واذکروا الله کثیرا[2] اور بکثرت خدا کا ذکر کرو۔

معالم میں ہے :

فی جمیع المواطن علی السراء والضراء[3]۔
تمام مواضع میں خوشی و تکلیف میں۔

آیت ۵ : قال تقدس اوصافہ :

والذاکرین الله کثیرا والذاکرات اعد الله لھم مغفرۃ واجرا عظیما[4]○
خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتوں کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

مولٰنا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ ماثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں :

لایخفی ان الذکر والتسبیح والتھلیل والدعاء لاباس بہ لانھا مشروعۃ فی کل الامکنۃ والازمان[5]
پوشیدہ نہیں کہ ذکر و تسبیح و تہلیل و دعا میں کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ چیزیں تو ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔

اللہ اللہ کیا ستم جری ہیں وہ لوگ کہ قرآن و حدیث کی ایسی عام مطلق اجازتوں کے بعد خواہی نخواہی بندگانِ خدا کو اس کی یاد و دعا سے روکتے ہیں حالانکہ اس نے ہرگز اس دعا سے ممانعت نہ فرمائی۔

---

[1] کافی شرح وافی
[2] القرآن الکریم ۸/۴۵ و ۶۲/۱۰
[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۳/۲۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۴۷۴
[4] القرآن الکریم ۳۳/۳۵
[5] ماثبت بالسنۃ ذکر شہر ذی الحجۃ ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور ص ۲۲۶

قل آللّٰہ اَذِن لکم ام علی اللّٰہ تفترون ۝[۱]

اے حبیب! ان سے پوچھئے کہ اللہ نے اس کی تمھیں اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ (ت)

ولاحول ولاقوۃ الّا باللّٰہ العلی العظیم۔

پس بحمد اللہ آفتابِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ دعائے مذکور فی السوال قطعاً جائز و مندوب، اوراس سے ممانعت محض بے اصل و باطل و معیوب۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۳۶ تا ۵۳۸)

(۳۷) مزید فرمایا:

نقلِ عدم بھی سہی پر وہ نقلِ منع نہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا۔[۲]

جو رسول دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

یہ نہیں فرمایا کہ:

مافعل الرسول فخذوہ ومالم یفعل فانتھوا۔

رسول جو کرے کرو اور جو نہ کرے اس سے بچو۔

کہ شرعاً یہ دونوں قاعدے منقوض ہیں۔ امام الوہابیہ کے عمِ نسب و پدرِ علم و جَدِّ طریقت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

نکردن چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگر۔[۳]

کسی چیز کا نہ کرنا اورشئی ہے اور منع کرنا اور شئی ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۵۱)

(۳۸) احکامِ شرع کے مطابق فیصلہ کرنے والے قاضی کے بارے میں فرمایا:

شرعی احکام اور عرفی خیالات میں بہت تفاوت ہے، شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ ہر حاکم پر فرض ہے کہ مطابق احکامِ الٰہیہ کے حکم کرے، اگر خلافِ حکمِ الٰہی کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک عمداً اور ایک خطاءً۔ عمداً کے لئے قرآن عظیم میں تین ارشاد ہوئے کہ:

۱ے القرآن الکریم ۱۰/۵۹

۲ے ۵۹/۷

۳ے تحفہ اثنا عشریہ مطاعن ابوبکر رضی اللہ عنہ طعن ہفتم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفٰسقون[۱] اولٰئک ھم الظّٰلمون[۲] اولٰئک ھم الکٰفرون[۳]

جو لوگ اللہ تعالٰے کی نازل کردہ تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ فاسق ہیں، وہ ظالم ہیں، وہ کافر ہیں۔ (ت)

قرآن مجید ایسے حکم کو فسق و ظلم و کفر فرماتا ہے یعنی اگر عناداً ہو کہ حکم کو حق نہیں مانتا تو کافر ہے ورنہ ظالم و فاسق۔ اور اگر خطاءً ہو تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ خطا بوجہ جہل ہو یعنی علم نہ رکھتا تھا کہ صحیح احکام سے واقف ہوتا۔ یہ صورت بھی حرام و فسق ہے۔
دوسری صورت خطا کی یہ ہے کہ عالم ہے احکامِ شرعیہ سے آگاہ ہے قابلیتِ قضا رکھتا ہے احکامِ الٰہیہ کے مطابق ہی فیصلہ کرنا چاہا اور براہِ بشریت غلط فہمی ہوئی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۶۸)

(۳۹) عیدین میں تکبیراتِ زائدہ کب شروع ہوئیں، اس سوال کے جواب میں فرمایا:

تشریعِ نمازِ عید در سال اول از ہجرت ست فی الدر شرع فی الاولیٰ من الھجرۃ و او معروف نہ شد در شرع مگر بہمیں نہج و وضع و حکمت در تکبیرات اظہار سرور دینی و امتثال قولِ او تعالٰی ست عزجلالہ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علٰی ما ھدٰکم[۴] ھذا فی عید الفطر، وقولہ عزوجل لتکبروا اللہ علٰی ما ھدٰکم وبشر المحسنین[۵] فی عید الاضحٰی۔

نمازِ عید ہجرت کے سالِ اول میں شروع ہوئی۔ دُر میں ہے کہ نمازِ عید ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی اور وہ شرع میں معروف نہ ہوئی تھی مگر اسی اسلوب و طریقہ پر۔ اور تکبیرات میں حکمت دینی سرور کا اظہار اور اللہ تعالٰے کے اس فرمان پر عمل ہے کہ تم اس مدت (رمضان) کو مکمل کرو اور اللہ کی عطا کردہ ہدایت پر اللہ کی بڑائی بیان کرو، یہ عید الفطر میں ہے۔ اور اللہ تعالٰے کا فرمان ہے تم اللہ تعالٰے کی عطا کردہ ہدایت پر تکبیر کہو اور محسنین کو بشارت دو، یہ عید الاضحٰی کے بارے میں ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۷۲)

---

[۱] القرآن الکریم ۵/۴۷ [۲] القرآن الکریم ۵/۴۵
[۳] ؍؍ ۵/۴۴ [۴] ؍؍ ۲/۱۸۵
[۵] ؍؍ ۲۲/۳۷

(۴۰) ایک عیدگاہ کے ہوتے ہوئے اپنی نفسانیت کی بناء پر دوسری عید گاہ بنانے والوں کے بارے میں فرمایا ؛

جنگل میں بے حاجت شرعی ایک عمارت بنا کر کھڑی کر دینا اسراف ہوا اور اسراف حرام ہے ۔

قال اللہ تعالیٰ "ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین"[1]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : اور اسراف نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ۔ (ت)

صورتِ مستفسرہ میں یہ سب شناعتیں خود اس فعلِ بے معنیٰ میں موجود تھیں اگرچہ اس کی تعمیر براہِ نفسانیت نہ ہو اور جبکہ یہ بناء براہِ نفسانیت ہے جیسا کہ بیانِ سوال سے ظاہر، تو اس کا مذموم و مردود ہونا خود واضح و روشن ہے کما لا یخفی ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۵۹۱، ۵۹۲)

(۴۱) احقاقِ حق کے بعد ایک صاحبِ علم کو قبولِ حق کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ؛

فقیر ہر سُنی مسلمان کو مستحقِ ادب جانتا ہے خصوصاً جناب تو اہلِ علم و سادات سے ہیں، مقصود صرف اتنا ہے کہ جناب بھی بمقتضائے بزرگیِ حسب ونسب وعمر وعلم ان گزارشوں کو بنظرِ غور وتحقیقِ حق استماع فرمائیں ، اگر حق واضح ہو تو قبول، مرجوح و ماموں کہ علماء کے لئے رجوع الی الحق عار نہیں بلکہ معاذ اللہ اصرار علی الباطل ۔ قال تعالیٰ ؛

فبشر عباد ○ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ[2]

تو خوشی سناؤ ان بندگان کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ۸ ص ۶۱۹)

(۴۲) نمازِ استسقاء کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ؛

نمازِ استسقاء صاحبین کے نزدیک سنّت ہے اور اسی پر عمل ہے اور اُس وقت ہونا چاہئے جبکہ حاجت شدید ہو اور امید منقطع ہو چکی ہو اور لوگ اس کے آداب کے طور پر اُسے بجا لائیں خشیت و خشوع اس کی اصل ہے ، اور وہ آج کل اکثر قلوب سے مرتفع الا ما شاء اللہ اس ملک میں ہمسایہ کفّار ہیں ہماری بے طوریوں کے باعث کہ نہ دعا کے طور پر دُعا کرتے ہیں نہ نماز کے طور پر نماز پڑھتے ، اگر اجابت نہ فرمائی جائے تو کفّار کے مضحکہ کا اندیشہ ہے اس لئے یہاں کی حالت کے مناسب تر اس عمل پر اقتصار رہے جو قرآن عظیم میں نزولِ بارانِ رحمت کے لئے ارشاد ہوا یعنی کثرتِ استغفار و توجہ بہ عزیز غفار

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱ و ۷/ ۳۱ [2] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۸

فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا[1] (تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے تم پر شراٹے کا مینہ بھیجے گا۔ ت)۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۶۴۰)

فتاوٰی رضویہ جلد ۹

(۱) جنازہ کے ساتھ ذکر جہر کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا:

حاشا للہ ذکرِ خدا و رسول نہ کسی وقت منع ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکر اللہ تعالٰی علٰی کل احیانہ[2]۔ رواہ مسلم واحمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ وعلقہ البخاری۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہر ایک وقت خدا کا ذکر کرتے۔ اسے مسلم، احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا، اور بخاری نے تعلیقاً روایت کیا۔ (ت)

نہ کوئی چیز اس سے بہتر،

قال اللہ عزوجل ولذکر اللہ اکبر[3]۔

اللہ عزوجل نے فرمایا: اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے۔ (ت)

اب کہ زمانہ منقلب ہوا، لوگ جنازہ کے ساتھ اور دفن کے وقت اور قبروں پر بیٹھ کر لغویات و فضولیات اور دنیوی تذکروں بلکہ خندہ و لہو میں مشغول ہوتے ہیں تو انھیں ذکرِ خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف مشغول کرنا عین صواب و کارِ ثواب ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۴۱)

(۲) مذکورہ بالا مسئلہ میں مزید فرمایا:

اللہ عزوجل کا ذکر اصل مقصود و اجل مقاصد و مغز جملہ عبادت ہے، اقم الصلوٰۃ لذکری[4] (میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ ت) وہ ہر حال میں مطلوب۔

یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلٰی جنوبہم[5] اھ، کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۷۱/۱۰ و ۱۱

[2] صحیح مسلم کتاب الحیض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۲

[3] القرآن الکریم ۲۹/۴۵ [4] القرآن الکریم ۲۰/۱۴ [5] القرآن الکریم ۳/۱۹۱

یذکراللہ فی کل احیانہ[1]

وہ کھڑے، بیٹھے، کروٹوں پر لیٹے اللہ تعالٰی کا ذکر کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبھی اوقات میں خدا کا ذکر کیا کرتے۔ (ت)

بلا تقیید اس کی تکثیر کا حکم،

واذکرو اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[2]

اللہ کا ذکر زیادہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ (ت)

اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون[3] (الحدیث)

خدا کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ مجنون ہے۔ (ت)

ذکر کے لئے انحاء کثیرہ ہیں، قلبی و لسانی، وخفی وجلی، وتلاوت وثناء، و درود ودعا، وعبادات و طاعات۔ باوصف اطلاق بعض مقامات کو بعض انحاء سے خصوصیت ہوتی ہے۔ محل جنازہ مقام تفکر ہے کہ ذکر قلبی ہے۔

تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الثقلین۔

گھڑی بھر کا تفکر انسانوں اور جنّوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ (ت)

ولہذا یہاں اُسے ذکر لسانی پر ترجیح دی گئی ورنہ ذکر پر تفضیل محال ہوتی وذکر اللہ اکبر (اور اللہ تعالٰی کا ذکر سب سے بڑا ہے۔ ت) اس نحو ذکر کے لئے صمت یعنی خاموشی بہتر ہوتی ہے، ولہذا فقہائے نے ینبغی ان یطیل الصمت (طویل سکوت اختیار کرنا چاہئے۔ ت) فرمایا، صدرِ اول میں غالباً یہی معمول تھا یہاں تک کہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں یہ نہ معلوم ہوتا کہ ہمارے دہنے ہاتھ پر کون اور بائیں ہاتھ پر کون، ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہوتا اور اپنے لئے یہ وقت آنا، اور پھر اس وقت کیا ہوگا، کیسے گزرے گی، اپنے اعمال کی حالت کیا ہے، اس دُھن میں مستغرق ہوتا، گویا ہر شخص اس جنازہ کو اپنا ہی جنازہ جانتا بلاشبہہ اُس وقت کے مناسب یہی حالت ہے اور اس حالت کے مناسب وہی صمتِ مطلق کہ سانس

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء دار الفکر بیروت ۱/۴۹۹

[2] القرآن الکریم ۶۲/۱۰

[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری دار الفکر بیروت ۳/۶۸ و ۷۱

کشف الخفاء حدیث ۴۹۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۵۰

کے سوا اصلاً آواز نہ ہو۔ جب زمانہ بدلا اور صدرِ اوّل کا سا خوف عام مسلمانوں میں نہ رہا، صمت محض بہتوں کو باعثِ پریشان خیالی ہُوا، اطبائے قلوب نے ذکر لسانی خفی کا اضافہ فرمایا کہ:

ان اراد ان یذکر اللہ تعالٰی یذکرہ فی نفسہ۔

اگر اللہ تعالٰی کا ذکر کرنا چاہے تو آہستہ کرے۔(ت)

اقول اس میں حکمت یہ تھی کہ صمت فی نفسہ کوئی شے مطلوب نہیں کہ قولِ خیر عدم قول مطلق سے قطعاً افضل ہے ولہذا ارشاد ہوا:

ان لایزال لسانك رطبا من ذکر اللہ[1]

ہمیشہ تمہاری زبان خدا کے ذکر سے تر رہے۔(ت)

اگر شرائع نے اُسے صوم میں رکھا تھا، ہماری شریعت عزا نے اُسے منسوخ فرمادیا۔ مجوس کے یہاں وقت اکل صمت ہے، ہماری شریعت میں وہ مکروہ ولازم الاحتراز ہے۔ یہاں ایک ذریعہ بعد معین مقصود ہو کر مطلوب ہوا تھا کہ عمل لسان وجہ انقسام توجہ نہ ہو۔ اب کہ دیکھا کہ زمانہ بدلا، اب وہ معین ہونے کے عوض بہتوں کے لئے مخل مقصود ہونے لگا، تحصیل اصل مقصود کے لئے ذکر لسانی بتایا اور خفی رکھا کہ سب تو ایسے پریشان خیال نہیں جہر سے اہلِ تفکر کا ذہن نہ ہٹے۔ جب زمانہ اور بدلا اور عامہ ناس غالباً اسی قسم کے رہ گئے اور فقہ میں اکثر ہی کا اعتبار ہے۔

النادر مستثنٰی ولایفرد بحکم[2] کما فی فتح القدیر ورد المحتار وغیرھما۔

نادر مستثنٰی ہے اور اس کا الگ حکم بیان نہیں ہوتا، جیسا کہ فتح القدیر اور رد المحتار وغیرہما میں ہے۔(ت)

اطبائے روحانی نے جہر بالذکر کی اجازت دی کہ وہ اوقع فی النفوس وادفع للوساوس وانفع للناس ہے ذاکرین کی زبانوں اور سامعین کے کانوں کو مشغول کرنا اور غافلین کو جگا کر لغویات سے باز رکھ کر ذکر وسماع کی طرف لاتا ہے، اور یہ سمجھ لینا کہ مسلمان ایسے ہو گئے کہ باوجود قرع وقوت قرع و

---

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل الذکر امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۳
مسند احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن بسر المازنی الخ دار الفکر بیروت ۴/۱۸۸

[2] رد المحتار کتاب الطلاق باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۶۲
منتقی شرح ملتقی علی ہامش مجمع الانہر کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۰۰

تکریمی متاثر نہ ہوں گے، جہل و سوئے ظن ہے، تو اب ذکر جہر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے افراد سے ہے جس سے منع عکس و نقیض مقصود شرع ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۵۱ تا ۱۵۳)

(۳) مسئلہ مذکورہ بالا میں بحث کرتے ہوئے جنازہ کے ساتھ حمد و نعت وغیرہ پر مشتمل اشعار پڑھنے کے بارے میں فرمایا:

ذکرِ موت و ذکرِ قبر و ذکرِ آخرت و ذکرِ انبیاء و ذکرِ اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ و الثناء سب ذکرِ الٰہی ہیں، ہم نے اپنی تعلیقات کتاب مستطاب اذاقۃ الاثام میں اس پر بارہ دلائل قائم کئے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں حضور سیدنا حسان ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے مشرکین کے اشعار کا اشعار میں جواب دینا اور اُن شعروں کو پڑھنا اور حضورِ انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا سُننا ثابت ہے اگر یہ اشعار ذکرِ الٰہی نہ ہوتے، مسجد میں ان کے لئے منبر بچھانے کی اجازت کیونکر ہوتی!

فانما بنیت المساجد لذکر اللہ والصلوٰۃ[1]

کہ مسجدیں خدا کے ذکر اور نماز ہی کے لئے بنائی گئی ہیں (ت)

اور جب یہ ذکر نہ ہوتا تو اس کے لئے اہتمام فرمانا معاذ اللہ غفلت کے لئے اہتمام ہوتا۔ اور یہ محال ہے، لاجرم اشعارِ حمد و نعت و ثناء و دُعا و وعظ و پند ذکرِ الٰہی ہیں، اور غناوہ کہ اُن سے جُدا ہو کہ غنا کو آیہ کریمہ ومن الناس من یشتری لہو الحدیث[2] (لوگوں میں کوئی ایسا ہے جو لہو کی بات خریدتا ہے۔ت) میں داخل کرتے ہیں اور بداہۃً معلوم کہ حمد و نعت و دُعا و وعظ ہرگز لہو الحدیث نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۵۶، ۱۵۷)

(۴) بے نماز شخص کی مذمت اور اس کی نماز جنازہ کے بارے میں فرمایا:

جس نے قصداً ایک وقت کی نماز چھوڑی ہزاروں برس جہنّم میں رہنے کا مستحق ہوا جب تک توبہ نہ کرے اور اس کی قضا نہ کر لے، مسلمان اگر اس کی زندگی میں اُسے یکلخت چھوڑ دیں اس سے بات نہ کریں، اُس کے پاس نہ بیٹھیں تو ضرور وہ اس کا سزاوار ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین[3]

---

[1] مسند احمد بن حنبل ۲/۵۰۳ و صحیح مسلم کتاب الطہارۃ وجوب غسل البول ۱/۱۳۸
سنن ابن ماجہ باب الارض یصیبہا البول کیف تغسل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴
کنز العمال حدیث ۲۰۷۹۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۶۶۲

[2] القرآن الکریم ۳۱/۶ [3] القرآن الکریم ۶/۶۸

اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھنا۔(ت)

مگر بعد موت ہر سُنّی صحیح العقیدہ کو غسل و کفن دینا، اس کے جنازے کی نماز پڑھنا الّا ما استثنیٰ و لیس ھٰذا منھم (مگر وہ جن کا استثناء کیا گیا ہے اور یہ ان میں سے نہیں۔ ت) فرض قطعی علی الکفایہ ہے اگر سب چھوڑ دیں جن جن کو اطلاع تھی سب گنہ گار و تارک فرض و مستحق عذاب ہوں گے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۵۸، ۱۵۹)

(۵) ایک بے نماز شخص کی بیوی کا جنازہ پڑھنے اور اٹھانے سے انکار کرنے والے اور اس پر آٹھ روپے جرمانہ کرنے والے لوگوں کے بارے میں فرمایا:

نماز نہ پڑھنا ضرور کبیرہ شدیدہ ہے مگر اس کا گناہ اُس کی بی بی کے سر باندھنا کون سی شریعت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[1]۔

کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھاتی۔(ت)

آٹھ روپے کہ انھوں نے لئے سخت حرام اور ان کے حق میں مثل سُوئر کے ہیں، اُن پر فرض ہے کہ اُسے واپس کر دیں۔

قال تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2]۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۶۷، ۱۶۸)

(۶) نصرانی کا جھوٹا کھانے والے شخص کے جنازے اور اس کے گھر والوں پر تعزیہ کے بارے میں فرمایا:

مسلمان کو نصرانی کا جھوٹا کھانا بہت شنیع و بد ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) لیکن اگر مذہب میں کچھ فرق نہ تھا تو اس بد حرکت سے کافر نہ ہوا مسلمانوں پر اس کی تجہیز و تکفین اور جنازہ کی نماز لازم تھی، مگر یہ کام فرض کفایہ ہے بعض نے کر لیا سب پر سے اُتر گیا ہر مسلمان کا اُن میں شریک ہونا ضروری نہیں، اگر کوئی نہ کرتا سب گنہگار ہوتے، آئندہ کے لئے بھی یہی احکام ہیں۔ اس فعل میں اس کے گھر والوں کا کوئی قصور نہ تھا اُن پر تعزیہ بیجا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۶۴ و ۱۷/۱۵ و ۳۵/۱۸ و ۳۹/۷

[2] ″ ″ ۲/۱۸۸

قال اللّٰہ تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی [1]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے، کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۶۹)

(۷) مذہب اسلام چھوڑ کر نصرانی ہوجانے والے شخص کا جنازہ پڑھنے والوں کے بارے میں فرمایا:

اگر بہ ثبوت شرعی ثابت ہو کہ میّت عیاذاً باللہ تبدیل مذہب کرکے عیسائی ہوچکا تھا تو بیشک اُس کے جنازہ کی نماز اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین سب حرام تھی۔

قال اللّٰہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہٖ [2]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ان میں سے جو بھی مرے نہ کبھی ان کی نمازِ جنازہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو۔(ت)

مگر نماز پڑھنے والے اگر اس کی نصرانیت پر مطلع نہ تھے اور بربنائے علم سابق اسے مسلمان سمجھتے تھے نہ اس تجہیز و تکفین و نماز تک اُن کے نزدیک اس شخص کا نصرانی ہوجانا ثابت ہوا، تو ان افعال میں وہ اب بھی معذور و بے قصور ہیں کہ جب ان کی دانست میں وہ مسلمان تھا اُن پر یہ افعال بجالانے بزعمِ خود شرعاً لازم تھے، ہاں اگر یہ بھی اس کی عیسائیت سے خبردار تھے پھر وہ نماز و تجہیز و تکفین کے مرتکب ہوئے قطعاً سخت گنہ گار اور وبالِ کبیر میں گرفتار ہوئے، جب تک توبہ نہ کریں نماز ان کے پیچھے مکروہ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۷۰)

(۸) ضروریاتِ دین کے منکر رافضی کی نمازِ جنازہ کے بارے میں فرمایا:

وہ کافر مرتد ہے اور اس کے جنازہ کی نماز حرام قطعی و گناہِ شدید ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہٖ انھم کفروا باللّٰہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون [3]

کبھی نماز نہ پڑھ اُن کے کسی مُردے پر، نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو، انھوں نے اللہ و رسول کے ساتھ کفر کیا اور مرتے دم تک بے حکم رہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۷۱)

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۶۴ و ۱۷/۱۵ و ۳۵/۱۸ و ۳۹/۷

[2] 〃 〃 ۹/۸۴ [3] القرآن الکریم ۹/۸۴

(۹) شیعہ کا جنازہ پڑھنے والے حنفی المذہب امام اور اس کی تعزیر کے بارے میں فرمایا:
وہ امام سخت اشد کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا، اس نے حکم قرآن عظیم کا خلاف کیا،
قال اللہ تعالٰی ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا[۱]
اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اُن کے کسی مُردے پر نماز جنازہ کبھی نہ پڑھو۔ (ت)
تعزیر یہاں کون دے سکتا ہے، اس کی سزا حاکمِ اسلام کی رائے پر ہے وہ چاہتا تو چھتّر کوڑے لگاتا اور چاہتا تو قتل کر سکتا تھا کہ اس نے مذہب کی توہین کی، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۱۷۳)

(۱۰) نمازِ جنازہ میں اکیلا شخص بھی صف کے حکم میں ہوگا۔ ایک مفتی نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ صف کم از کم دو شخصوں سے بنتی ہے۔ اعلٰحضرت اس پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
ہمیں مسلّم کہ فی نفسہٖ مستقل صف کم از کم دو کی ہوگی مگر صف یا صفوف کے ساتھ اگر ایک شخص صف جداگانہ کی جگہ ہو تو اس پر بھی ضرور اطلاق صف ہے اور یہی صورت ہمارے اس مسئلہ میں ہے، تو اصل مبنائے انکار ہی ساقط و باطل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:
یوم یقوم الروح والملٰئکۃ صفا[۲]
جس دن کھڑے ہوں گے رُوح اور ملائکہ صف باندھ کر۔ (ت)
ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:
الروح ملك فی السماء الرابعۃ وھو اعظم من السمٰوٰت ومن الجبال ومن الملٰئکۃ یسبح اللہ کل یوم اثنی عشر الف تسبیحۃ یخلق اللہ من کل تسبیحۃ ملکا من الملٰئکۃ یجیئ یوم القیٰمۃ صفا وحدہ[۳]
یہ روح فرشتہ آسمانِ رابع میں ہے وہ آسمانوں اور پہاڑوں اور سب فرشتوں سے اعظم ہے، وہ روزانہ بارہ ہزار تسبیحیں کرتا ہے۔ اللہ عزوجل ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بناتا ہے، یہ روح (فرشتہ) روزِ قیامت اکیلا ایک صف ہوگا۔

---

[۱] القرآن الکریم ۹/ ۸۴
[۲] ۷۸/ ۳۸
[۳] جامع البیان المعروف تفسیر ابن جریر تحت الآیۃ ۷۸/ ۳۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰/ ۳۰

معالم التنزیل میں بروایت عطاء ابن ابی رباح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں ہے:

الروح ملك من الملئکة ماخلق الله تعالٰی مخلوقا اعظم منه فاذاکان یوم القیٰمة قام وحدہ صفا وقامت الملئکة کلهم صفا واحدا فیکون عظم خلقه مثلهم[1]

روح ایک فرشتہ ہے اللہ تعالٰی نے کوئی مخلوق جسم میں اس سے بڑی نہ بنائی، جب قیامت کا دن ہوگا وہ اکیلا ایک صف ہو کر کھڑا ہوگا اور تمام فرشتے مل کر ایک صف، تو اس کی جسامت ان سب کے برابر ہوگی۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۲۰۲، ۲۰۳)

(۱۱) نماز جنازہ کے فوراً بعد صفیں توڑ کر دعا مانگنے کے جواز پر دلائل دیتے ہوئے فرمایا:

خود رب العزت عزّوجل ارشاد فرماتا ہے کہ

فاذا فرغت فانصبo والٰی ربك فارغب[2]

جب تو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں مشقت کر اور اپنے رب کی طرف زاری وتضرع کے ساتھ راغب ہو (ت)

جلالین میں ہے:

فاذا فرغت من الصلٰوة فانصب اتعب فی الدعاء والٰی ربك فارغب تضرع[3]

جب تو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں مشقت کر اور اپنے رب کی طرف زاری وتضرع کے ساتھ راغب ہو۔ (ت)

بالجملہ دعائے مذکور کے جواز میں شک نہیں، ہاں دفع احتمال زیادت کو نقض صفوف کرلیں، اسی قدر کافی ہے کہ اس کے بعد احتمال زیادت کا اصلاً محل نہیں ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۲۳۲)

(۱۲) بعض فتاوٰی میں ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کے لئے قیام نہ کرے۔ اس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

وانا اقول وبالله التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور یہ اللہ کی توفیق سے ہے۔ ت) قیام،

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۷۸/۳۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۴۰۸ و ۴۰۹

[2] القرآن الکریم ۹۴/ ۷، ۸

[3] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۹۴/ ۷ و ۸ اصح المطابع دہلی نصف ثانی ص ۵۰۲

ان کلماتِ علماء میں بمعنی توقف و درنگ ہے کہ ان معنیٰ میں بھی اس کا استعمال شائع،

قال تعالٰی حسنت مستقرا ومقاما[1] ای موضع قرار، لامحل انتصاب، اذلا محل له، وکذا قوله تعالٰی حاکیا عن الکفار، یا اھل یثرب لا مقام لکم[2] وقال تعالٰی یقیمون الصلوٰۃ[3] ای یواظبون علیھا۔

باری تعالٰی کا ارشاد ہے: جنّت کیا ہی عمدہ ٹھکانا اور ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ مقام کا معنیٰ ہے ٹھہرنے کی جگہ، کھڑے ہونے کی جگہ نہیں اس لئے کہ اس کا موقع نہیں۔ اسی طرح قولِ کفار کی حکایت فرماتے ہوئے ارشادِ باری ہے: اے اہلِ یثرب! تمھارے لئے مقام نہیں یعنی جائے قرار نہیں — اور ارشادِ باری ہے: نماز قائم کرتے ہیں یعنی اس پر مداومت کرتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۲۴۴)

(۱۳) دعا بعد جنازہ کے بارے میں مزید فرماتے ہیں:

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ ت) اب نظر بلند تدقیق پسند تنقیح مناط میں گرم جولاں ہوگی کہ وہ کیا قیام ہے جس کی قید سے فقہاء یہ حکم دے رہے ہیں۔ آخر نفسِ دعا اصلاً صالح ممانعت نہیں، نہ وہ خود اس کے نفس پر حکم کرتے ہیں، شاید کھڑے ہوکر دعا منع ہو، یہ غلط ہے۔

قال اللہ تعالٰی یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلٰی جنوبھم[4]۔ وقال تعالٰی وانه لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیه لبدا[5]۔

اللہ تعالٰے فرماتا ہے: وہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰے فرماتا ہے: بیشک جب وہ بندۂ خدا اس کی بندگی کرنے کھڑا ہو۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پر وہ جِن تہ بہ تہ ٹوٹ پڑیں گے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۲۴۴)

(۱۴) جگہ کی تنگی کی وجہ سے کچھ لوگ جنازہ میں شریک ہونے سے رہ گئے ان کے بارے میں فرمایا:

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جو مسلمان تنگیِ جا کے سبب نہ مل سکے اور ملنے کی خواہش رکھتے تھے انھیں ان شاء اللہ العزیز ملنے ہی کا ثواب ہے۔ حدیث میں ہے: جو جماعت کی نیت سے مسجد کو چلا،

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/۷۶
[2] القرآن الکریم ۳۳/۱۳
[3] 〃 〃 ۲/۳ و ۳۱/۴
[4] 〃 〃 ۳/۱۹۱
[5] 〃 〃 ۷۲/۱۹

نماز ہوچکی، اس کے لئے ثواب لکھ دیا گیا۔

قال اللہ تعالیٰ فقد وقع اجرہ علی اللہ۔[1]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، تو اس کا اجر خدا کے ذمۂ کرم پر ثابت ہے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۲۶۳)

(۱۵) کچھ لوگ کفن اور قبر اپنے مرنے سے پہلے ہی تیار کر لیتے ہیں، اس سلسلہ میں فرمایا:

کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں، اور قبر پہلے سے بنانا نہ چاہئے کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت)

قال اللہ تعالیٰ وما تدری نفس بای ارض تموت۔[2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کوئی جان نہیں جانتی کہ اس کی موت کس زمین میں ہوگی۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۲۶۵، ۲۶۶)

(۱۶) تکرارِ جنازہ کے عدمِ جواز کے حق میں دلائل دیتے ہوئے قائلینِ تکرار کے ایک استدلال کے رد میں فرمایا:

ثبوت دیجئے کہ اس واقعہ میں صلوٰۃ بمعنی ارکانِ مخصوصہ تھی، صلوٰۃ علیٰ فلان بمعنی دعا نصوص شرعیہ میں شائع و ذائع ہے۔

قال تعالیٰ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بہا و صل علیھم ان صلوتک سکن لھم۔[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی! مسلمانوں کے مال سے زکوٰۃ تحصیل فرما کر اس کے سبب اے نبی تو ان کو پاک اور ستھرا کرے اور ان پر صلاۃ کر، بیشک تیری صلاۃ اُن کے لئے چین ہے۔

اِسی آیت کے حکم سے جب لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس زکوٰۃ حاضر کرتے حضور ان کے حق میں دُعا فرماتے:

اللھم صل علیٰ فلان کما رواہ احمد والبخاری[4] و مسلم و ابوداؤد والترمذی

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۰۰ [2] القرآن الکریم ۳۱/۳۴

[3] " " ۹/۱۰۳

[4] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/۲۰۳ و کتاب الدعوات ۲/۹۳۷ و ۹۴۱ قدیمی کتب خانہ کراچی
الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی الاختلاف فی الصلوٰۃ علیٰ غیر النبی الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۵۲

وابن ماجۃ وغیرھم عن عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اے اللہ! فلاں پر رحمت نازل فرما۔ جیسا کہ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہم نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اسی طرح آیۂ کریمہ:

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبیؕ یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔[1]

بیشک خدا اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے رہتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھو اور خوب سلام بھیجو۔ (ت)

اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وکل منتم الیہ۔

اے اللہ! ان پر درود وسلام اور برکت نازل فرما اور ان کی آل واصحاب پر اور ان سے ہر نسبت و تعلق رکھنے والے پر بھی۔ (ت)

کریمہ ھو الذی یصلی علیکم وملٰئکتہ[2] (وہی ہے کہ درود بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے۔ ت) کریمہ ومن الاعراب من یؤمن باللہ والیوم الاٰخر ویتخذ ماینفق قربات عند اللہ وصلوات الرسول[3] (اور کچھ گاؤں والے وہ ہیں جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کریں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھیں۔ ت) وغیرہ میں صلوٰۃ بمعنی دُعا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۲۸۱، ۲۸۲)

(۱۷) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

اقول وباللہ التوفیق زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں تمام مسلمین کے ولی احق واقدم خود حضور پُرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم۔[4]

یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۵۶
[2] القرآن الکریم ۳۳/۴۳
[3] 〃 ۹/۹۹
[4] 〃 ۳۳/۶

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

انا اولی بالمؤمنین من انفسھم۔ رواہ احمد والشیخان[1] والنسائی و ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں ۔ اسے امام احمد، بخاری ، مسلم، نسائی ، ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

تو جو نماز قبل اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور لوگ پڑھ لیں پھر اگر حضور پرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اعادہ فرمائیں تو یہ وہی صورت ہے کہ نماز اول غیر ولی احق نے پڑھی، ولی احق اختیارِ ارادہ رکھتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۲۹۱)

(۱۸) مزید فرمایا :

اقول خود نظرِ ایمانی گواہ ہے کہ کروڑوں صلحاء و اتقیاء کسی جنازہ کی نماز پڑھیں مگر وہ بات کہاں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پڑھنے میں ہے ، وہ برکات وہ درجات و مثوبات دوسرے کی نماز میں حاصل نہیں ہوسکتیں ، اور حضور پرنور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بہ نص قطعی قرآن عظیم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم[2] ہیں کہ ہر مسلمان کی کلفت اُن پر گراں ، ایک ایک اُمتی کی بھلائی پر حریص ، ہر مومن پر نرم دل مہربان ۔ وہ کیونکر گوارا فرمائیں کہ دُنیا میں اُن کے تشریف رکھتے ہوئے مسلمان سخت منزل کا سفر کرے اور ان کی رحمت ان کی برکت کا توشہ اس کے ساتھ نہ ہو اوروں کی نماز ان کی نماز سے کیا مانع ہوسکتی ہے تو اس فعل کا وجہ خاص ہی ناشئی ہونا ظاہر ولامع ، و زید و عمرو کا مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قیاس باطل و ضائع۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۳۰۱ ، ۳۰۲)

(۱۹) مزید فرمایا :

نماز جنازہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں میت کی شفاعت ہے کما قدمنا عن الحدیث (جیسا کہ حدیث سے اس کو ہم پیش کر آئے۔ ت) اور اللہ عزوجل فرماتا ہے : من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ کون ہے جو اللہ کے یہاں شفاعت کرے مگر اس کے اذن سے ۔ اور اذن اللہ عزوجل کا

---

[1] صحیح البخاری کتاب الکفالۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۸

[2] القرآن الکریم ۹/۱۲۸

قرآن عظیم سے ثابت ہو یا سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اذن قولی یا فعلی یا تقریری سے اور صورتِ مذکورہ کا اذن کہیں ثابت نہیں، ومن ادعی فعلیہ البیان (جو دعوٰی کرے دلیل اس کے ذمّہ ہے۔ ت) لاجرم ان مجتہد صاحب نے بے ثبوت اذنِ الٰہی بارگاہِ عزت میں شفاعت پر جرأت و بیباکی کی اور اپنے ساتھ اور مسلمان کو بھی اس بلا میں ڈالا اور من یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منہا[1] (جو کوئی بری سفارش کرے اسے بھی اس کا حصہ ملے۔ ت) سے حصہ لیا دیا۔

وھذا دلیل ان استقصی ادی الی اثبات المذھب تادیۃ صریحۃ ونفی قول کل من خالف فعلیک بتطلیب الصریحۃ۔

یہ ایسی دلیل ہے کہ اگر اس کی تہ تک جائیں تو صراحۃً اثباتِ مذہب تک پہنچائے اور ہر مخالف کے قول کی تردید کر دے تو صریح کی تلاش تمہارے ذمے ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۳۰۴، ۳۰۵)

(۲۰) درود شریف مخفف لکھنے کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

درود شریف کی جگہ جو عوام و جہال صلعم یا ع یا م یا ص یا صلم لکھا کرتے ہیں محض مہمل و جہالت ہے، القلم احدی اللسانین (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔ ت) جیسے زبان سے درود شریف کے عوض یہ مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا، ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔ میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں ایسے لوگ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم[2] (تو ظالموں نے بدل ڈالی وہ بات جو ان سے کہی گئی تھی۔ ت) میں نہ داخل ہوں۔ نامِ پاک کے ساتھ ہمیشہ پورا درود لکھا جائے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۳۱۴)

(۲۱) غائبانہ نمازِ جنازہ کے مجوزین کی ایک دلیل کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

صلٰوۃ کے ساتھ جب علٰی فلان مذکور ہو ہرگز اس سے حقیقتِ شرعیہ مراد نہیں ہوتی، نہ ہو سکتی ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۵
[2] " ۲/ ۵۹

قال اللہ تعالیٰ یٰایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما[1]۔ اللّٰھم صل وسلم وبارك علیہ وعلیٰ اٰلہ کما تحب وترضٰی وقال وصل علیھم ط ان صلٰوتك سكن لھم[2]، وقال صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھم صل علیٰ اٰل ابی اوفی[3]۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اے ایمان والو! ان پر صلوٰۃ بھیجو۔ اے اللہ! اُن پر اور اُن کی آل پر رحمت وسلامتی وبرکت نازل فرما جیسی تجھے محبوب وپسندیدہ ہے۔ اور ارشادِ باری ہے: ان پر صلاۃ بھیج بیشک تیری صلوٰۃ ان کے لئے سکون ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! آلِ ابی اوفٰی پر صلوٰۃ فرما۔ (ت)

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ الٰہی! تو آلِ ابی اوفٰی پر نماز پڑھ یا اُن کا جنازہ پڑھ؟ کیا "صلوٰۃ علیہ" شرع میں بمعنی درود نہیں؟ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون (لیکن وہابیہ نادان قوم ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۳۶۳)

(۲۲) اگر میّت کو کسی کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر دفن کر دیا جائے تو اس کے بارے میں حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ میّت کو زمین سے نکال سکتا ہے تاہم اگر ایسا نہ کرے تو باعثِ اجر ہے۔ چنانچہ فرمایا:

یہ اصل حکمِ فقہی ہے (یعنی قبر سے نکال دینا) مگر مسلمان نرم دل اور دوسرے مسلمان خصوصًا میّت پر رحم دل ہوتا ہے۔

قال اللہ تعالٰی رحماء بینھم[4]۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وہ آپس میں رحم دل ہیں (ت)

اگر وہ درگزر کرے گا اللہ عزوجل اس کی خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔

الا تحبون ان یغفر اللہ لکم[5]۔

کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ خدا تمھیں بخشے۔ (ت)

اگر وہ اپنے مردہ بھائی پر احسان کرے گا اللہ اس پر احسان کرے گا کما تدین تدان[6] جیسا تم کروگے

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۶ [2] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۳

[3] صحیح البخاری باب ھل یصلی علٰی غیر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۴۱

[4] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۹ [5] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۲

[6] الاسرار المرفوعۃ حرف الجیم حدیث ۳۹۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۰۳

ویسا ہی تمھارے ساتھ کیا جائے گا۔ ت) اگروہ اپنے مردہ بھائی کا پردہ فاش نہ کرے گا اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گا من ستر ستره الله[1] (جو کسی کی پردہ پوشی کرے خدا اس کی پردہ پوشی کریگا۔ ت) اگروہ اپنے مُردہ بھائی کی قبر کا احترام کرے گا اللہ اس کی زندگی وموت میں اسے احترام بخشے گا۔

اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ[2]

اللہ بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۳۸۰)

(۲۳) کیا ولدالزنا۔ اپنی ماں اور زانی کے لئے فرط ہوگا؟ اس سوال کے محققانہ جواب کے آخر میں فرمایا:

بایں ہمہ اللہ عزوجل پر حکم نہیں کر سکتے،

یفعل اللہ ما یشاء[3]، ان اللہ یحکم ما یرید[4]۔

اللہ جو چاہے کرتا ہے، بیشک خدا جو چاہے حکم فرماتا ہے۔(ت)

ہاں صبر بجائے خود ایک حسنہ جمیلہ ہے ان اللہ لایضیع اجر المحسنین[5] (اور اللہ تعالٰی نیکی کرنے والوں کا اجر رائیگاں نہیں کرتا۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۰۳)

(۲۴) مسلمانوں کی قبور پر نجاست ڈالنے یا نجس پانی بہانے سے متعلق ایک سوال کے مفصل جواب کے ضمن میں فرمایا:

مردہ مسلمان کی ایذا ایسی ہے جیسے زندہ مسلمان کی، تو اس پر نجس پانی بہانا کس قدر باعثِ ایذا ہوگا۔ جب زندہ مردہ اس میں برابر ہیں تو کیا یہ شخص روا رکھے گا کہ پاخانے کے بدرو کا پانی اس پر بہایا جائے یا لوگ اس کے سینے اور منہ پر پیشاب کیا کریں یا دھوبی ناپاک کپڑے دھو کر وہ پانی اس کے منہ اور سر پر چھڑک دیا کریں، ہرگز کوئی مسلمان بلکہ کافر اسے اپنے لئے روا نہ رکھے گا، تو میّت مسلمانوں کے لئے ایسی

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب الشفقۃ علی الخلق قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۲۲
[2] صحیح مسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن " " " ۲/۳۴۵
[3] القرآن الکریم ۱۴/۲۷
[4] " ۵/۱
[5] " ۹/۱۲۰

سخت ایذا کس دل سے روا رکھی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذیٰ مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں بسندِ حسن حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

انّ الّذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدلھم عذاباً مھیناً[2]۔

بیشک جو لوگ اللہ ورسول کو ایذا دیتے ہیں اُن پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۱۱، ۴۱۲)

(۲۵) فرضی قبر بنا کر اُسے ولی اللہ کی قبر مشہور کرنے اور اس کی آمدنی کھانے والے شخص کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قبر بلا مقبور کی طرف بُلانا اور اس کے لئے وہ افعال (چادریں، مرغ، بکری، مٹھائیاں اور روپیہ پیسہ چڑھانا، مرادیں مانگنا، منتیں ماننا) کرانا گناہ ہے، اور جبکہ وہ اس پر مصر ہے اور باعلان اسے کر رہا ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور پھیرنی واجب۔ اس جلسہ زیارتِ قبر بےمقبور میں شرکت جائز نہیں، زید کے اس معاملہ سے جو خوش ہیں خصوصاً وہ جو ممد ومعاون ہیں سب گنہگار وفاسق ہیں، قال تعالٰی:

ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان[3]۔

گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

بلکہ وُہ بھی جو باوصفِ قدرت ساکت ہے۔ قال تعالٰی:

کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[4]۔

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳

[2] القرآن الکریم ۳۳/۵۷ [3] القرآن الکریم ۵/۲

[4] " " ۵/۷۹

وہ بُرے کام سے ایک دوسرے کو روکتے نہ تھے، کیا ہی بُرا کام وہ کرتے تھے۔(ت)

مگر ان میں سے کوئی بات کفر نہیں کہ اس سے نکاح باطل ہو سکے۔ قرابت اپنے اختیار کی نہیں کہ چاہے رکھی چاہے توڑ دی۔ یونہی مرد سے رشتہ کہ اختیاری رشتہ بذریعہ نکاح ہوتا ہے اس کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے، قال تعالٰی:

بیدہٖ عقدۃ النکاح[1]۔

اسی کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔(ت)

ہاں عزیزداری کا برتاؤ اگر یہ سمجھیں کہ اس کے چھوڑنے سے اُس پر اثر پڑے گا تو چھوڑ دیں یہاں تک کہ باز آئے، اور اگر سمجھیں کہ اسے قائم رکھ کر سمجھانا مؤثر ہوگا تو یُوں کریں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۲۶)

(۲۶) قبورِ مسلمین کو مٹا کر مسجد بنانے اور اس سلسلہ میں ایک حدیث سے استدلال کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

کہاں قبر کی بلندی کہ حدِ شرعی سے زائد ہو اس کے دُور کرنے کا حکم، اور کہاں یہ کہ قبورِ مسلمین مسمار کرکے ان پر چلیں پھریں اموات کو ایذا دیں، اس پر نماز پڑھ کر گناہ کے مرتکب ہوں، نماز خراب کریں، ارشادِ اقدس لا تصلوا علی قبر[2] (قبر پر نماز نہ پڑھو۔ت) کی مخالفت کریں اور کہاں قبورِ مشرکین کھود کر اُن کی نجاست سے زمین پاک کرکے مسجد اقدس کا اس پر بنا فرمانا اور کہاں قبورِ مسلمین کی توہین۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون[3]۔

کیا ہم مسلموں کو مجرموں کی طرح کردیں، تم کیسا حکم کرتے ہو۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۲۸)

(۲۷) قبورِ مسلمین کو منہدم کرتے دیکھ کر منع نہ کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

جو شخص ایسے جرمِ شدید کا مرتکب ہو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ بقدرِ قدرت اُسے روکے، جو اس میں پہلوتہی کرے گا اُسے فاسق کی طرح عذابِ نار ہوگا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۷

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ رشدین بن کریب دار الفکر بیروت ۳/ ۱۰۰۷

[3] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۵، ۳۶

قال تعالیٰ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[1]
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ ایک دوسرے کو بُرے کام سے روکتے نہ تھے، وہ کیا ہی بُرا کام کرتے تھے۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۸۰)

(۲۸) مرید نے مزارِ شیخ کے قریب اپنے کچھ مکانات اور زمین بنا رکھی ہے، فرزندِ شیخ اسے جبراً لینا چاہتے ہیں، اس سلسلہ میں حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:
فرزندِ شیخ کا دعوٰی باطل، اور اُسے جبر کا کوئی اختیار نہیں۔
قال تعالیٰ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[2]

باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اپنے مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمھاری باہمی رضامندی سے کوئی سودا ہو۔ (ت)

زمین و مکانات و مقبرہ سب ملکِ مرید ہیں اس کے ورثاء کے قبضے میں رہیں گے۔ مرید پر شیخ کا مالی استحقاق بمعنی وجوب شرعی بحیثیت شیخیت نہیں، اگرچہ طریقۃً وہ اور اس کا مال سب گویا اس کے شیخ کا ہے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۸۱)

(۲۹) کسی بزرگ کے مزار پر لوبان جلانے کو فسق و بدعت کہنے والے کے بارے میں فرمایا:
اگر بغرض حاضرینِ وقت فاتحہ خوانی یا تلاوتِ قرآن عظیم و ذکرِ الٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے۔
وقد عھد تعظیم التلاوۃ والذکر وتطییب مجالس المسلمین بہ قدیما وحدیثا۔
اور تلاوت و ذکر کی تعظیم اور اس سے مسلمانوں کی مجلسوں میں خوشبو پھیلانا زمانہ قدیم و جدید میں متعارف ہے۔ (ت)
جو اسے فسق و بدعت کہے محض جاہلانہ جرأت کرتا ہے یا اصولِ مردودۂ وہابیت پر مرتا ہے۔ بہرحال یہ شرع مطہر پر افترا ہے، اس کا جواب انھیں دو آیتوں کا پڑھنا ہے:
قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین[3]، قل اللہ اذن

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۷۹
[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۹
[3] " " ۲/ ۱۱۱

لکم ام علی اللہ تفترون[1]

تم کہو اپنی دلیل لاؤ اگر سچے ہو، تم کہو کیا خدا نے تمھیں اذن دیا ہے یا اللہ پر افترا کرتے ہو (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۸۳)

(۳۰) مزاراتِ اولیاء اللہ پر روشنی کرنے کے جواز پر دلائل دیتے ہوئے اور منکرین کا رد کرتے ہوئے فرمایا،

اقول ظاہر ہے کہ روشنی دلیلِ اعتناء ہے اور اعتناء دلیلِ تعظیم۔ اور تعظیمِ اہل اللہ دلیلِ ایمان و موجبِ رضائے رحمان عز جلالہٗ۔ قال اللہ عز وجل،

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[2]۔

جو الٰہی نشانیوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

وقال تبارک وتعالٰی؛

ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیر لہ عند ربہ[3]۔

جو الٰہی آداب کی چیزوں کی تعظیم کرے تو اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بہتری ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۹۱، ۴۹۲)

(۳۱) اسی سلسلہ میں مزید دلائل دیتے ہوئے اور الحدیقۃ الندیہ کی عبارت سے مخالفین و منکرین کے اعتراضات کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) امام ممدوح قدس سرہٗ نے جس طرح اصل مسئلہ کا فیصلہ فرمایا زید کے اس بے معنی اعتراض کی بھی کہ "اہل اللہ کے مزار پر کرتے ہیں معمولی آدمی کی قبر پر نہیں کرتے" غلطی ظاہر فرما دی کہ ان پہلے تین فوائدِ عامہ کے بعد چوتھے فائدہ میں خاص مزاراتِ اولیاءِ کرام کی تخصیص فرمائی، نیز اس کا جواب ائمۂ سلف دے چکے جن کا ارشاد مجمع بحار الانوار سے گزرا کہ مزاراتِ اولیاءِ کرام و علمائے عظام پر بنائے عمارت جائز ہے، عوام و فساق کی قبور پر کیوں نہ اجازت دی!

اقول آدمی اگر آیۂ کریمہ ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین[4] (وہ اس سے زیادہ قریب ہے

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۹

[2] ؍؍ ۲۲/ ۳۲

[3] ؍؍ ۲۲/ ۳۰

[4] ؍؍ ۳۳/ ۵۹

کہ ان کی پہچان ہوجائے تو انھیں ایذا نہ دی جائے۔ت) کی حکمتِ جلیلہ سے آگاہ ہو جس سے وجہ استنباط طوالع النور میں مذکور، تو ایسا مہمل اعتراض ہرگز خیال میں بھی نہ آئے۔

(۲) امامِ ممدوح قدس سرہٗ نے زید کے اس سوال کا کہ "بزرگوں کی قبروں پر کیوں کرتے ہیں، کسی فاسق و فاجر کی قبر پر کیوں نہیں کرتے" جواب ارشاد فرمایا کہ:

تعظیماللروحہ المشرقۃ علی تراب جسدہ[1] الخ

یعنی ان کی روح کی تعظیم کی جاتی ہے اور لوگوں کو دکھایا جاتا ہے کہ یہ مزار محبوب کا ہے اس سے تبرک و توسل کرو کہ تمھاری دعا مستجاب ہو۔

(۳) امام ممدوح قدس سرہٗ نے زید کے اس توہم و تعبد کا بھی علاج فرمادیا کہ تعظیما لروحہ (ان کی رُوح کی تعظیم کے لئے۔ت) معاذاللہ! یہ اُن کی عبادت نہیں ان کی روح پاک کی تعظیم ہے۔ ہر تعظیم عبادت ہو تو تعظیمِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو نصوصِ قطعیہ قرآن عظیم سے فرض ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالٰی:

لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ[2]ط

ہم نے اپنے رسول کو اس لئے بھیجا کہ اے لوگو! تم اللہ و رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

وقال اللہ تبارک وتعالٰی:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الٰی قولہ عزوجل فالذین اٰمنوا بہ و عزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ہم المفلحون[3]

وہ جو پیروی کریں گے اس رسول نبی اُمّی یعنی بے پڑھے غیب کے علوم جاننے بتانے والے کی تو جو اُس نبی پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس کے ساتھ جو نور اترا اس کے پیرو ہوں وہی لوگ مراد کو پہنچیں گے۔

وقال اللہ تبارک وتعالٰی:

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۹

[3] " ۷/ ۱۵۷

لئن اقمتم الصلٰوۃ واٰتیتم الزکٰوۃ واٰمنتم برسلی وعزرتموھم واقرضتم اللّٰہ قرضا حسنا لاکفرن عنکم سیاٰتکم ولادخلنکم جنّٰت تجری من تحتھا الانھر[1]

بیشک اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور میرے رسولوں کی تعظیم کرو اور اللہ کے لئے قرضِ حسن دو تو ضرور میں تمھارے گناہ تم پر سے اُتار دوں گا اور ضرور تمھیں بہشتوں میں داخل فرماؤں گا جن کے نیچے نہریں بہیں۔

بلکہ قرآن عظیم نے تو ماں باپ کی تعظیم بھی فرض کی۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ[2]

اور جُھکا دو تم اُن (ماں باپ) کے واسطے نرمی کے بازو رحمت سے۔

کیا معاذ اللہ قرآن عظیم نے انبیاء و والدین کی عبادت کا حکم فرمایا ہے!

(۴) امامِ ممدوح قدس سرہٗ نے شبہہِ تعظیمِ قبر کا بھی جواب فرما دیا کہ:

تعظیما لروحہ الیٰ قولہٖ قدس سرہٗ والاعمال بالنیات[3]

یعنی تعظیمِ خشت و گِل نہیں بلکہ رُوحِ محبوب کی تعظیم مقصود ہو جو بلاشبہہ محمود ہے اور اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔

اللہ اللہ! کیسے نفیس وجامع کلمات ارشاد فرمائے، گویا اپنے نورِ باطن سے ادراک فرمالیا تھا کہ زید و امثالہ کو یہ شبہات عارض ہوں گے، سب کا جواب ان ۲ لفظوں میں فرما دیا کہ تعظیما لروحہ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۹۶، ۴۹۷)

(۳۲) مزید فرمایا:

جب زید کے نزدیک وہ تعبد ہے تو قطعاً شرک ہوا، اور شرک ہرگز معاف نہ ہوگا ان اللہ لایغفر ان یشرك بہٖ[4] (بیشک اللہ شرک کو نہیں بخشتا۔) پھر اس جُملہ کا کیا محل رہا کہ "خدا معاف کرنے والا ہے۔" (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۴۹۸)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۲

[2] 〃 ۱۷/ ۲۴

[3] الحدیقۃ الندیۃ ایقاد الشموع فی القبور مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۳۰

[4] القرآن الکریم ۴/ ۴۸

(۳۳) مزید فرمایا:

سب سے زیادہ خوفناک تحریف یہ ہے تتخذون علیہم مساجد کو قرآن عظیم کا لفظ کریم بنالیا، حالانکہ یہ جملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں۔ یہ تینوں لفظ متفرق طور پر ضرور قرآن عظیم میں آئے ہیں مثلاً تتخذون مصانع[۱]، انعمت علیہم[۲]، ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ[۳]۔ مگر اس ترکیب و ترتیب سے کہیں نہیں۔ سورۂ کہف میں یوں ہے:

قال الذین غلبوا علیٰ امرہم لنتخذن علیہم مسجداً[۴]

وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے (ت)

پھر بھی دیوبندی صاحبوں کے حال سے غنیمت ہے کہ وہ تو انہونی کتابیں دل سے گھڑ لیتے ہیں، اُن کے صفحے بنالیتے ہیں، ان کی عبارتیں دل سے تراش لیتے ہیں، اور اکابر اولیائے کرام و علمائے عظام کی طرف نسبت کردیتے ہیں۔ دیکھو دیوبندیوں کی لال کتاب "سیف النقی" اور اس کے رد میں العذاب البئیس وغیرہ تحریرات کثیرہ۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۵۰۲، ۵۰۳)

(۳۴) آیت کریمہ لنتخذن علیہم مسجداً میں ضمیر جانب اصحاب کہف ہے اور آدمی کے جسم کے اوپر مسجد بنانے کے کوئی معنی نہیں تو مجاز متعین ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۵۱۴)

(۳۵) مزید فرمایا:

رہی تیسری وجہ کہ وہ آثار جہنم سے ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اقول اس کی غایت ایک تفاول ہے، وہ اس قابل نہیں جس کے لحاظ نہ کرنے پر مسلمان لعنت کا مستحق ہو، تو یہ اس کی توجیہ نہیں ہوسکتی، شرع کو ایسی فال کا اتنا عظیم لحاظ ہوتا تو میت کو گرم پانی سے نہلانے کا حکم نہ ہوتا کہ وہ بھی آثار جہنم سے ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

یصب من فوق رءوسہم الحمیم[۵]

اس (جہنمی) پر ان کے سروں کے اوپر سے گرم پانی بہایا جائے گا۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۲۹ — [۲] القرآن الکریم ۱/ ۷
[۳] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۰ — [۴] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۱
[۵] القرآن الکریم ۲۲/ ۱۹

حالانکہ وہ شرعاً مطلوب ہے۔ درمختار میں ہے:

یصب علیه ماء مغلی بسدر ان تیسر والا فماء خالص[1]

اس (میت) پر بیری میں جوش دیا ہوا پانی بہایا جائے اگر میسر ہو، ورنہ سادہ پانی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۵۱۸)

(۳۶) مزید فرمایا:

اگر ان کی روحِ کریم کی تعظیم و تکریم مقصود ہو، اب نہ اسراف ہے کہ نیتِ صالحہ موجود ہے۔ نہ تعظیمِ قبر، بلکہ تعظیمِ روحِ محبوب، اور وہ شرعاً بلاشبہہ مطلوب۔ امام اجل تقی الدین سبکی و امام نور الدین سمہودی و امام عبد الغنی نابلسی رحمہم اللہ تعالٰی اسی کو جائز بتاتے ہیں اور کسی کے قلب پر حکم لگانا کہ اُسے تعظیمِ قبر ہی مقصود ہے نہ کہ تعظیمِ روحِ ولی۔ محض خراف و بدگمانی و حرام بنصِّ قرآنی ہے۔

قال اللہ تبارک و تعالٰی:

ولا تقف ما لیس لك به علمٌ ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك کان عنه مسئولا[2]

اور اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ بیشک کان، آنکھ اور دل ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔ (ت)

وقال اللہ تبارک و تعالٰی:

یایها الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[3]

اے ایمان والو! زیادہ گمان سے بچو، بلاشبہہ بعض گمان گناہ ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۵۲۰)

(۳۷) مزار کے چوکھٹ کو چومنے اور دست بستہ اُلٹے پاؤں واپس آنے کے بارے میں فرمایا:

آستانہ بوسی میں حرج نہیں، اور آنکھوں سے لگانا بھی جائز کہ اس سے شرع میں ممانعت نہ آئی، اور جس چیز کو شرع نے منع نہ فرمایا منع نہیں ہوسکتی، قال اللہ تعالٰی ان

---

[1] درمختار | باب صلوٰۃ الجنائز | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۲۰
[2] القرآن الکریم ۱۷/۳۶
[3] 〃 ۴۹/۱۲

الحکم الا للہ[1] (اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: حکم نہیں مگر اللہ کا۔ ت) ہاتھ باندھے اُلٹے پاؤں واپس آنا ایک طرزِ ادب ہے، اور جس ادب سے شرع نے منع نہ فرمایا اس میں حرج نہیں، ہاں اگر اس میں اپنی یا دوسرے کی ایذا کا اندیشہ ہو تو اس سے احتراز کیا جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۵۲۸)

(۳۸) صاحبِ قبر کا حال معلوم نہ ہو تو اس کی زیارت کیسی؟ اس سلسلہ میں فرمایا:

جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی، اس کی زیارت کرنی، فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں کہ قبرِ مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب۔ اور قبرِ کافر کی زیارت حرام ہے اور اسے ایصالِ ثواب کا قصد کفر۔

قال اللہ تعالٰی ولا تقم علٰی قبرہٖ[2]، وقال تعالٰی ومالہ فی الاٰخرۃ من خلاق[3]، وقال تعالٰی ان اللہ حرمھما علی الکافرین[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہونا۔ اور فرمایا: اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور فرمایا: بیشک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا۔ (ت)

تو جو امر سنّت و حرام یا مستحب و کفر میں متردد ہو وہ ضرور ممنوع و حرام ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۵۳۳)

(۳۹) قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانے کی منّت ماننے کے بارے میں فرمایا:

یہ منّت کوئی شرعی نہیں اذ لیس فی جنسہ واجب (اس لئے کہ اس کی جنس سے کوئی واجب نہیں۔ ت) ہاں پھول چڑھانا حسن ہے کما تقدم (جیسا کہ گزر چکا۔ ت) اور قبورِ اولیائے کرام قدسنا اللہ باسرارہم پر چادر بقصدِ تبریک ڈالنا مستحسن ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین[5]

وہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچان ہو جائے تو انھیں ایذا نہ دی جائے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۵۳۳)

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/۴۰ [2] القرآن الکریم ۹/۸۴
[3] " ۲/۱۰۲ و ۲۰۰ [4] " ۷/۵۰
[5] " ۳۳/۵۹

(۴۰) مروّجہ فاتحہ دلانے کے بارے میں فرمایا:

کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دی جاتی ہے جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میّت کو پہنچاتے ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بیشک ہرگز نہیں دے سکتا، تو جس چیز سے اللہ و رسول نے منع نہ فرمایا دوسرا کہ منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گھڑے گا۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون ۝ متاع قلیل ولھم عذاب الیم[۱]

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اُن کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۵۹۳)

(۴۱) اہلِ میّت کی طرف سے ضیافت میں تیار کردہ کھانے کے بارے میں فرمایا:

جب علماء نے اسے غیر مشروع و بدعتِ قبیحہ کہا تو اس کا کھانا بھی غیر مشروع و بدعتِ قبیحہ ہوا کہ معصیت پر اعانت ہے اور معصیّت پر اعانت گناہ۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[۲]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۶۰۴)

(۴۲) جمعہ کے دن فوت ہونے والا جب عذابِ قبر سے مأمون ہے تو پھر اس کے لئے ایصالِ ثواب کی کیا ضرورت ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

یہ خیال کہ جب وہ بحکمِ حدیث ان شاء اللہ العزیز فتنۂ قبر سے مأمون ہے کہ اس مسلم کی موت روزِ جمعہ واقع ہوئی خصوصًا وہ خود ہی صالحین سے تھا تو اب ایصالِ ثواب کی کیا حاجت، محض غلط اور بے معنی ہے۔ ایصالِ ثواب جس طرح منعِ عذاب یا رفعِ عقاب میں باذن اللہ تعالٰی کام دیتا ہے یونہی رفعِ درجات و زیادتِ حسنات میں، اور حق سبحانہٗ و تعالٰی کے فضل اور اس کی زیادت و برکت سے کوئی غنی نہیں۔

قال تعالٰی للذین احسنوا الحسنٰی وزیادۃ[۳]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: نکوکاروں کے لئے بھلائی ہے اور مزید بھی ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۶۰۷)

---

[۱] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶، ۱۱۷ [۲] القرآن الکریم ۵/ ۲

[۳] " " ۱۰/ ۲۶

(۴۳) کھانے کو سامنے رکھ کر بزرگوں کی مشترکہ یا الگ الگ فاتحہ دلانے کے بارے میں فرمایا:
ایک جگہ سب کی فاتحہ دلائیں تو جائز، اور جُدا جُدا دلائیں تو جائز، جیسے حیاتِ دنیا میں۔
لیس علیکم جناح ان تأکلوا جمیعا او اشتاتا[1]
تم پر حرج نہیں کہ مل کر کھاؤ یا جُدا جُدا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۶۱۱)

(۴۴) حیاۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا:
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقۃً ایسے ہی زندہ ہیں جیسے رونق افروزیِ دنیا کے زمانہ میں تھے، اُن کی موت ایک آن کے لئے تصدیق وعدۂ الٰہیہ کل نفس ذائقۃ الموت[2] (ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ت) کے واسطے ہوتی ہے، پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ بحیاتِ حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۶۱۲)

(۴۵) متعدد افراد کو ایصال ثواب کیا جائے تو تقسیم ہو جاتا ہے یا سب کو پورا ملتا ہے نیز نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانۂ ثواب پیش کرنے کے بعد آپ کے طفیل تمام انبیاء واولیاء، مؤمنین ومومنات کو ایصال ثواب کرنا چاہے گزر گئے ہوں یا زندہ موجود ہوں جائز ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا:
بحر الرائق میں ہے:
لا فرق بین ان یکون المجعول لہ میتا او حیا[3]
اس میں کوئی فرق نہیں کہ جس دوسرے کے لئے اپنا ثواب ہدیہ کرے وہ وفات پا چکا ہو یا زندہ ہو (ت)
جو کچھ اللہ چاہے، قال اللہ تعالٰی:
ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا ومن یرد ثواب الاٰخرۃ نؤتہ منہا وسنجزی الشکرین[4]
جو کوئی دنیا کا عوض چاہے ہم اسے اس میں سے دیں گے، اور جو آخرت کا ثواب چاہے ہم اسے اس میں سے عطا فرمائیں گے اور قریب ہے کہ ہم شکر کرنے والوں کو جزا بخشیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۵
[3] بحر الرائق باب الحج عن الغیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۵۹
[4] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۵

اور فرماتا ہے عزوجل :

من کان یرید العاجلة عجّلنا له فیها ما نشاء لمن نرید ثم جعلنا له جهنم یصلیها مذموما مدحورا ○ ومن اراد الاٰخرة وسعی لها سعیها وهو مؤمن فاولٰئك کان سعیهم مشکورا [۱]

جو دُنیا چاہے ہم اس میں سے جتنا چاہیں جس کیلئے چاہیں یہاں دے دیں پھر اس کے لئے جہنم رکھیں اس میں بیٹھے مذمتیں ہوتا، دھکے دیا جاتا۔ اور جو آخرت چاہے اس کی سی کوشش کرے اور ہو مسلمان، تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۶۲۲، ۶۲۳)

(۴۶) سوال آیا کہ یہ کہنا شرعًا کیسا ہے جو شخص عرس کرے اور عرس کی شیرینی کھائے اس پر بلا شبہہ جنت مقام اور دوزخ حرام ہے؟ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا :

یہ کہنا جزاف اور یاوہ گوئی ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ کس کا جنت مقام اور کس پر دوزخ حرام۔ عرس کی شیرینی کھانے پر اللہ و رسول کا کوئی وعدہ ایسا ثابت نہیں جس کے بھروسا پر یہ حکم لگا سکیں، تو یہ تَقَوُّل علی اللہ (اللہ تعالیٰ پر اپنی طرف سے لگا کر کچھ بولنا۔ ت) ہوا اور وہ ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ :

اطلع الغیب ام اتخذ عند الرحمٰن عهدا [۲]

کیا اس نے غیب دیکھ لیا ہے یا رحمان کے یہاں کوئی عہد کر رکھا ہے۔ (ت)

قال تعالیٰ :

اتقولون علی اللہ مالا تعلمون [۳]

کیا تم خدا پر وہ بولتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ۶۴۲، ۶۴۳)

(۴۷) قرآن خوانی کی اُجرت کے طور پر کھانا کھلانے اور کھانے کے بارے میں فرمایا :

کھلانے والا جانتا ہو اُن کی تلاوت کے عوض مجھے کھانا دینا ہے، یہ جانتے ہوں ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے، تو آپ ہی حرام ہے، کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی حرام۔ لا تشتروا باٰیٰتی

---

[۱] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۸، ۱۹
[۲] " " ۱۹/ ۷۸
[۳] " " ۷/ ۲۸

ثمنا قلیلا[1] (میری آیتوں کے بدلے حقیر مالِ دُنیا نہ لو۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۶۴۴)

(۴۸) کافر و رافضی کو ایصالِ ثواب کیا جائے تو انھیں ثواب پہنچتا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں فرمایا:

کافر خواہ مشرک ہو یا غیر مشرک، جیسے آج کل کے عام رافضی کہ منکرانِ ضروریاتِ دین ہیں، اُسے ہرگز کسی طرح کسی فعلِ خیر کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔

قال اللہ تعالٰی وما لہ فی الاٰخرۃ من خلاق[2]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں۔ (ت)

اور انھیں ایصالِ ثواب کرنا معاذ اللہ خود راہِ کفر کی طرف جانا ہے کہ نصوصِ قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے ہاں جو تبرائی نہیں جیسے تفضیلی انھیں ثواب پہنچ سکتا ہے اور پہنچانا بھی حرام نہیں جبکہ ان سے دینی محبت یا ان کی بدعت کو سہل و آسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو ورنہ انکم اذا مثلھم یہ بھی انھیں میں شمار ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۶۴۸)

(۴۹) ایک نام کے دو آدمی ہوں تو کیا غلطی سے ایک کے بجائے فرشتے دوسرے کی روح قبض کر لیتے ہیں؟ اس کے بارے میں فرمایا:

یہ محض غلط ہے، اللہ کے فرشتے اُس کے حکم میں غلطی نہیں کرتے۔

قال اللہ تعالٰی ویفعلون ما یؤمرون[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: فرشتے وہ کرتے ہیں جو انھیں حکم ہوتا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۶۵۹)

(۵۰) میّت والوں کی طرف سے شادیوں کی مثل روزِ وفات اور اس کے بعد چہلم تک رشتہ دار عورتوں کی ضیافت کرنے کے بعد شناعتیں اور قباحتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ثانیاً غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے، یا اور ورثہ موجود نہیں ہوتے، نہ اُن سے اس کا اذن لیا جاتا ہے، جب تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا ط وسیصلون سعیرا[4]

بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہہ وہ اپنے پیٹوں میں انگارے بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۴۱ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۲ و ۲۰۰
[3] " ۱۶/ ۵۰ [4] " ۴/ ۱۰

مالِ غیر میں بے اذنِ غیر تصرف خود ناجائز ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۶۶۴، ۶۶۵)

(۵۱) منکرینِ سماعِ موتٰی آیت کریمہ "انك لا تسمع الموتٰی" سے جو استدلال کرتے ہیں اس کے جوابات دیتے ہوئے فرمایا:

جوابِ اوّل: آیت کا صریح منطوق نفیِ اسماع ہے، نہ نفیِ سماع۔ پھر اسے محلِ نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیر اس کی آیہ کریمہ انك لا تھدی من احببت[1] ہے۔ اسی لئے جس طرح وہاں فرمایا ولکن اللّٰہ یھدی من یشاء[2] یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے۔ یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا: انّ اللّٰہ یسمع من یشاء[3] (بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے۔ت) وہی حاصل ہوا کہ اہلِ قبور کا سُننا تمہاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

فالاٰیۃ من قبیل "انك لا تھدی من احببت ولکن اللّٰہ یھدی من یشاء"[4]

یہ آیت اس آیت کی قبیل سے ہے: بیشک تم ہدایت نہیں دیتے مگر خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ (ت)

جوابِ دوم: نفیِ سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سمعِ قبول و انتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے: وہ میری نہیں سُنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنٰی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی، بلکہ صاف یہی کہ سُنتا تو ہے مانتا نہیں۔ اور سننے سے اُسے نفع نہیں ہوتا۔ آیہ کریمہ میں اسی معنے کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفّار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ کہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیہ کریمہ لا تسمع الموتٰی کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل:

ان تسمع الّا من یؤمن باٰیٰتنا فھم المسلمون۔[5]

تم نہیں سناتے مگر اُنھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/۵۶ — [2] القرآن الکریم ۲۸/۵۶

[3] " ۳۵/۲۲

[4] مرقاۃ المصابیح باب حکم الاسراء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/۵۱۹

[5] القرآن الکریم ۲۷/۸۱

اور پُر ظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کرنے کا وقت یہی زندگی دنیا ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام، آٰلْئٰن وقد عصیت قبل[1] (کیا اب، جبکہ اس سے پہلے نافرمان رہے۔ ت) تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں۔ یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھائیے نہیں مانتے۔ علامہ حلبی نے سیرۃ انسان العیون میں فرمایا:

السماع المنفی فی الاٰیتین بمعنی السماع النافع وقد اشار الی ذلك الحافظ الجلال السیوطی بقولہ ؎

سماع موتی کلام الخلق قاطبة
جاءت بہ عندنا الاٰثار فی الکتب
واٰیة النفی معناھا سماع ھدی
لایقبلون ولایصغون للادب[2]

دونوں آیت میں جس سُننے کی نفی کی گئی ہے وہ سماعِ نافع کے معنیٰ میں ہے، اور اس کی طرف حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنے اس کلام سے اشارہ فرمایا ہے:

مُردوں کا کلامِ مخلوق سُننا حق ہے، اس سے متعلق ہمارے پاس کتابوں میں آثار وارد ہیں۔ اور آیتِ نفی کا معنیٰ سماعِ ہدایت ہے یعنی وہ قبول نہیں کرتے اور ادب کی بات پر کان نہیں کرتے۔ (ت)

امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیۂ سورۂ فاطر فرمایا:

شبہ الکفار بالموتی حیث لاینتفعون بمسموعھم[3]

کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وہ جو سنتے ہیں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے (ت)

مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

النفی منصب علی نفی النفع لاعلی مطلق السمع[4]

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۹۱

[2] السیرۃ الحلبیۃ باب غزوۃ بدر الکبرٰی المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۲/ ۱۸۲

[3] تفسیر مدارک التنزیل تحت الآیۃ ۳۵/ ۲۲ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۳/ ۳۳۹

[4] مرقاۃ المصابیح باب حکم الاسراء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/ ۵۱۹

مطلق سننے کی نفی نہیں بلکہ معنٰی یہ ہے کہ ان کا سُننا نفع بخش نہیں ہوتا۔ (ت)

جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی، مگر کس سے، مُوتٰی سے، موتٰی کون ہیں؟ ابدان کہ رُوح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ اہل سنت وجماعت کا یہی مذہب ہے، جس کی تصریحات بعونہٖ تعالٰی تمہید و فصل اول و دوم، نوع اول، مقصد سوم میں آئیں گی ــــ ہاں کس سے نفی فرمائی؛ من فی القبور سے، یعنی جو قبر میں ہے ــــ قبر میں کون ہے؟ ــــ جسم، کہ روحیں تو علیین یا جنت یا آسمان یا چاہِ زمزم وغیرہا مقاماتِ عزّ و اکرام میں ہیں جس طرح ارواحِ کفّار سجّین یا نار یا چاہِ وادیِ برہُوت وغیرہا مقاماتِ ذلّت و آلام میں۔ امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی و هو الروح[1]

ہم یہ دعوٰی نہیں کرتے کہ جو موت سے متصف ہے وہی سُننے سے بھی متصف ہے، مرنے کے بعد سُننا ایک ذی حیات کا کام ہے جو رُوح ہے۔ (ت)

شاہ عبدالقادر صاحب برادرِ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیر کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں:

حدیث میں آیا ہے کہ مُردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں، بہت جگہ مُردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مُردے کی رُوح سُنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سُن سکتا ہے[2]

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۷۰۰ تا ۷۰۲)

(۵۲) بعد از موت مومن کو تلقین کرنے کے بارے میں ایک شبہہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اور یہ کہنا کہ اب حاجت نہیں غیر مسلّم کہ وہ وقت ہول و دہشت کا ہے، ہماری تذکیر اور خدا کے ذکر سے دل میّت کا قوی ہوگا، ڈھارس بندھے گی، وحشت گھٹے گی۔

قال اللہ تعالٰی الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: سُن لو خدا کی یاد سے ٹھہر جاتے ہیں دل۔

---

[1] شفاء السقام الباب التاسع الفصل الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۰۹

[2] موضح القرآن تحت الآیۃ ۳۵/۲۲ ناشرانِ قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور ص ۶۹۷

[3] القرآن الکریم ۱۳/۲۸

اسی لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد دفن حکم دیتے میت کے لئے خدا سے تثبت مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔[۱]

(فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۷۸۵)

(۵۳) وہابیہ کا حدیث پر عمل کس نوعیت کا ہے، اس سلسلے میں فرمایا:

بات یہ ہے کہ منکر صاحبوں کے عمل بالحدیث کی وہی حالت ہے جو قرآن عظیم میں اصل اصول مذہب ذوالخویصرہ تمیمی کے دربارۂ صدقات ارشاد فرمائے کہ:

ومنهم من يلمزك فى الصدقات فان اعطوا منها رضوا و ان لم يعطوا منها اذا هم يسخطون[۲]

ان میں کوئی وہ ہے جو صدقات کے بارے میں تم پر عیب لگاتا ہے، اگر انھیں ان میں سے کچھ دے دیا جائے تو راضی ہوجائیں اور نہ دیا جائے تو ناراض ہوجائیں۔ (ت)

ارشاداتِ حبیب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کے زعم میں ان کے ہوسات کو جگہ دی تو خوش ہیں بڑے متبع حدیث ہیں، ورنہ خفا۔ حدیث کی طرف سے رو در قفا۔ اب لاکھ پکارا کیجئے تعالوا الی الرسول (رسول کی طرف آؤ۔ ت) کون سنتا ہے کسے قبول۔ (فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۸۴۲، ۸۴۳)

(۵۴) علم وادراک صفتِ جانِ پاک ہے نہ کہ وصفِ مشتِ خاک، اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے فرمایا:

قال اللہ عزّ وجل:

ما كذب الفؤاد ما راٰى[۳] على القول المختار ان المراد بالرؤية بحاسة البصر۔

دل نے غلط نہ کہا اُسے جو آنکھ نے دیکھا۔ یہ معنٰی قولِ مختار کی بنیاد پر ہے کہ یہاں رؤیت سے مراد حاسۂ نگاہ سے دیکھنا ہے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۸۴۷)

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ابی داوٗد باب اثبات عذاب القبر الفصل الثانی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۶
[۲] القرآن الکریم ۹/ ۵۸
[۳] " " ۵۳/ ۱۱

(۵۵) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

اقول اس معنٰی پر شرع سے بھی دلائل قاطعہ قائم، قرآن عظیم و اجماعِ عقلاء دو شاہد عدل ہیں کہ انسان سمیع و بصیر ہے۔

قال اللہ تعالٰی انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعا بصیرا۔[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک ہم نے آدمی کو ملے ہوئے نطفے سے پیدا کیا تاکہ اُسے جانچیں، پھر ہم نے اُسے سُننے دیکھنے والا بنا دیا۔ (ت)

اور عقلاً و نقلاً بدیہیات سے ہے کہ انسان کی آنکھ، کان انسان نہیں تو یقیناً ثابت کہ یہ جسے سمیع و بصیر فرمایا چشم و گوش نہیں اور باقی اعضاء کا سمع و بصر سے بے علاقہ ہونا واضح تر، تو وہ نہیں مگر رُوح۔ ولہذا قرآن مجید فرماتا ہے:

ألھم ارجل یمشون بھا، ام لھم اید یبطشون بھا، ام لھم اعین یبصرون بھا ام لھم اٰذان یسمعون بھا۔[2]

کیا اُن کے پاس پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں، یا ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، یا آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، یا کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں۔ (ت)

افعال و سمع و بصر کی اضافت صاحبِ جوارح کی طرف فرمائی اور جوارح پر بائے استعانت آئی، ثابت ہوا کہ فاعل و سامع و بصیر رُوح ہے اور بدن صرف آلہ۔ اسی طرح تمام نصوص احوالِ برزخ کہ بعد فنائے بدن بقائے ادراکات پر شاہد ہیں جن سے جملہ کثیرہ فصول سابقہ میں گزرا، سب سے ثابت کہ مدرک غیر بدن ہے، ہاں کبھی مجازاً بدن کی طرف بھی بوجہ آلیت نسبتِ ادراکات ہوتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی وتعیھا اذن واعیۃ ۝[3]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اور کوئی سمجھ والا کان اسے سمجھے۔ (ت)

معالم میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۷۶/ ۲

[2] 〃 ۷/ ۱۹۵

[3] 〃 ۶۹/ ۱۲

قال قتادۃ اذن سمعت و عقلت ما سمعت[1]۔

حضرت قتادہ نے فرمایا: کوئی کان جو سُنے اور سُنی ہوئی بات کو سمجھے۔(ت)

مدارک میں ہے:

قال قتادۃ وھی اذن عقلت من اللہ تعالٰی و انتفعت بما سمعت[2]۔

حضرت قتادہ نے فرمایا: وہ کان جس نے خدا تعالٰی سے کلام کو سمجھا اور سُنی ہوئی بات سے فائدہ اٹھایا۔(ت)

یہ بر تقدیر مجاز عقلی ہے اور محتمل کہ مجاز فی الطرف ہو یعنی رُوح پر اطلاقِ اذن، کما فی قولہ تعالٰی قل اذن خیرلکم[3] (جیسا کہ اس ارشادِ باری میں: فرماؤ تمھارے لئے وہ بھلائی کے کان ہیں۔ت)

نعمائے جنت کی حدیث میں ہے:

مالاعین رأت ولا اذن سمعت[4]۔

جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔(ت) (فتاوی رضویہ ج ۹ ص ۸۴۹، ۸۵۰)

(۵۶) رُوح وجسم دونوں کی صفات کی نسبت انسان کی طرف ہوتی ہے اس پہ دلائل دیتے ہوئے فرمایا:

قرآن واحادیث نصوص شرعیہ ومحاوراتِ عرفیہ سب میں انسان کی طرف صفات روح وجسم دونوں نسبت کی جاتی ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین ۵ ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین (الٰی قولہ سبحانہ) فتبارك اللہ احسن الخالقین[5] ۵، وقال عزوجل واذقال ربك للملٰئکۃ انی خالق بشرا من صلصال حما مسنون ۵ فاذا سویتہ

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۶۹/۱۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۳۵۶

[2] تفسیر النسفی المعروف بہ مدارک التنزیل " دارالکتاب العربی بیروت ۴/۲۸۶

[3] القرآن الکریم ۹/۶۱

[4] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۲/۳۱۳

[5] القرآن الکریم ۲۳/۱۲ و ۱۳ و ۱۴

ونفخت فیہ من روحی فقعوالہ سٰجدین[1] ۝ وقال تبارک اسمہٗ انا خلقنٰھم من طین لازب[2]، وقال جل جلالہ یٰایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنٰکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیرمخلقۃ لنبین لکم ونقر فی الارحام مانشاء الٰی اجل مسمّی[3] الاٰیۃ۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا فرمایا، پھر اسے ایک عزت والی قرارگاہ میں ٹھہرایا (تا ارشادِ ربانی) تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔ اور فرماتا ہے: یاد کرو جب تمھارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: بیشک میں بدبودار گارے کی بجتی ہُوئی مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں تو جب میں اُسے ٹھیک کرلُوں اور اس میں اپنی طرف کی معزّز رُوح پھونک دُوں تو تم اس کے لئے سجدے میں گرجانا۔ اور فرماتا ہے: بیشک ہم نے ان کو چپکتی ہوئی مٹی سے بنایا۔ اور فرماتا ہے: اے لوگو! اگر تمھیں بعث سے متعلق کچھ شک ہے تو بیشک ہم نے تم کو مٹی سے بنایا پھر پانی کی بُوند سے، پھر خونِ بستہ سے، پھر پارۂ گوشت سے مکمل اور نامکمل، تاکہ تم پر ہم روشن کردیں، اور جسے چاہیں ایک مقررہ میعاد تک رحموں میں ٹھہرائیں الآیۃ (ت)

پُرظاہر کہ کھنکھناتی چپکتی خمیر کی ہوئی مٹی، پھر پانی کے قطرے، پھر خون کی بُوند، پھر گوشت کے لوتھڑے سے بننا رحم میں ایک مدّتِ معیّن تک ٹھہرنا، ٹھیک ہونے کے بعد اس میں رُوح کا پھونکا جانا، یہ سب احوال[ع] واطوار بدن کے ہیں اور انسان کی طرف نسبت فرمائی۔

وقال عزمجدہ وحملھا الانسان[ط] انہ کان ظلوما جھولا[4]، وقال تعالٰی شانہ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ، بلٰی قٰدرین علٰی ان نسوی بنانہ، بل یرید الانسان لیفجر امامہ، یسئل ایان یوم القیٰمۃ" الٰی قولہ جل ذکرہ" یقول الانسان یومئذ این المفر[5]" الٰی قولہ جلت عظمتہ" ینبؤ الانسان

ع: خصوصًا اخیر کہ غیر بدن کے لئے کسی طرح محتمل نہیں ۱۲ منہ (م)

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۲۸ و ۲۹
[2] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۱
[3] " ۲۲/ ۵
[4] " ۳۳/ ۷۲
[5] " ۷۵/ ۳ تا ۱۰

یومئذ بما قدم واخر ۝ بل الانسان علیٰ نفسہ بصیرۃ ۝ ولو القی معاذیرہٗ ۝[1]
خدائے عزوجل فرماتا ہے : اور انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔ اور فرماتا ہے : کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے ، کیوں نہیں ، ہم قادر ہیں کہ اس کے پور برابر کر دیں ، بلکہ انسان چاہتا ہے کہ اس کے آگے بے حکمی کرے ، پوچھتا ہے کب ہے قیامت کا دن (تا ارشاد :) انسان کہتا ہے اس دن مفر کہاں (تا ارشاد ربانی :) اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو اس نے آگے کیا اور پیچھے کیا ، بلکہ انسان اپنے نفس کو خوب دیکھنے والا ہے اگرچہ اپنے عذر سامنے لائے۔ (ت)
واضح ہے کہ تکالیف شرعیہ سے مخاطب ہونا اور ظلم وجہل وحسبان وارادہ وسوال وکلام واعلام ومعرفت ومعذرت یہ سب صفات وافعال رُوح سے ہیں ، یُونہی فجور بھی۔
قال عز مجدہٗ ونفس وما سوّٰھا ۝ فالھمھا فجورھا وتقوٰھا ۝[2]
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا ، پھر اس کے دل میں اس کی نافرمانی اور پرہیزگاری ڈالی۔
انھیں بھی انسان کی جانب اضافت فرمایا بلکہ ایک ہی آیت میں دونوں قسم کے امور اس کے لئے مذکور۔
قال عزشانہ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلنٰہ سمیعا بصیرا۔[3]
باری تعالٰے فرماتا ہے : بیشک ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے بنایا کہ اسے آزمائیں ، پھر ہم نے اسے سُننے والا دیکھنے والا بنایا۔
مرد وزن کے ملے ہُوئے نطفے سے بدن بنا اور تکلیف وآزمائش رُوح کی ہے اور وہی شنوا وبینا۔
وقال تعالیٰ ذکرہٗ اولم یر الانسانُ انا خلقنٰہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین ۝ وضرب لنا مثلا ونسی خلقہٗ[4] الاٰیۃ

---

[1] القرآن الکریم ۷۵ / ۱۳ تا ۱۵
[2] القرآن الکریم ۹۱ / ۷ ، ۸
[3] ؍؍ ۷۶ / ۲
[4] ؍؍ ۳۶ / ۷۷ ، ۷۸

ارشادِ باری ہے، اور کیا انسان نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ کھلا جھگڑنے والا ہے اور اس نے ہمارے لئے مثل بنائی اور اپنی تخلیق کو بھول گیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۵۷ تا ۸۵۹)

(۵۷) مزید فرمایا:

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی فی سورۃ النحل خلق الانسان من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین[1] فرماتے ہیں:

اعلم ان الانسان مرکب من بدن و نفس فقولہ تعالٰی (خلق الانسان من نطفۃ) اشارۃ الی الاستدلال ببدنہ علی وجود الصانع الحکیم وقولہ تعالٰی (فاذا ھو خصیم مبین) اشارۃ الی الاستدلال باحوال نفسہ علی وجود الصانع الحکیم[2] الخ۔

معلوم ہو کہ انسان بدن اور روح سے مرکب ہے، تو ارشادِ باری (انسان کو نطفے سے پیدا کیا) بدنِ انسان سے صانع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب اشارہ ہے۔ اور ارشادِ باری (پھر جبھی وہ کھلا جھگڑنے والا ہے) روحِ انسان کے صانع حکیم کے وجود پر استدلال کی جانب اشارہ ہے الخ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۶۲، ۸۶۳)

(۵۸) امام ابو طاہر علیہ الرحمہ کی ایک عبارت پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

فاقول لیس یرید رحمہ اللہ تعالٰی ان الانسان یبطل بالموت وان الذی فی البرزخ من لدن الموت الٰی حین البعث لیس بانسان، و معاذ اللہ ان یریدہ وھو قول اھل البدع ومصادم للقواطع وکیف یجوز ان لا یکون الروح البرزخی المتصل بالبدن اتصالا فی فراق انسانا، ومعلوما قطعا ان الانسان ھو الذی کان اٰمن وکفر واحسن وفجر، وبدیھی ان غیر الانسان، غیر الانسان افینعم من لم یعمل ویعذب من لم یعص واللہ تعالٰی یقول عنھم یٰویلنا من بعثنا من مرقدنا[3] فافاد ان المبعوثین فی الحشر ھم الراقدون فی القبر ومعلوم ان المحشورین فی العقبٰی ھم الکائنون فی الدنیا فالانسان ھو ھو فی الدور الثلث لم یزل

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۴

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۱۶/ ۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹/ ۱۷۸

[3] القرآن الکریم ۳۶/ ۵۲

عن الانسانیة ولم ینسلخ عن حقیقتہ، وقال تعالٰی النار یعرضون علیہا[1]، وانما اعاد الضمیر الی الناس المذکورین فہم المعروضون علی النار لا غیرھم، وقال تعالٰی قتل الانسان مااکفرہ الی قولہ عزوجل ثم اماتہ فاقبرہ[2] فالاقبار بعد الاماتۃ وقد ارجع الکنایۃ فیہ الی الانسان فثبت ان المیت المقبور لیس الا انسانا، وبالجملۃ ففی الدلائل علی ھذا کثرۃ لا مطمع فی احاطتہا۔

وانما اراد التنبیہ علی ان الانسان لیس بمعزول اللحاظ عن شیئ من الروح والبدن فالجسد اذا بطلت صورتہ بالموت وزالت عنہ المعانی لخروج الروح عنہ لا یسمی ذٰلک الجسد الفارغ انسانا وقد کان یسمی قبلہ عن فالمکان الاتصال کما سیأتی وکذا الروح المجرد من حیث ھو مجرد لایسمی انسانا وانما الانسان المجموع اعنی الروح الملحوظ بلحاظ الاتصال اعم من ان یکون دنیویا او اخرویا او برزخیا ھکذا ینبغی ان یفہم ھذا المقام، واللہ سبحانہ ولی الانعام۔

فاقول (تو میں کہتا ہوں۔ ت) امام موصوف رحمہ اللہ تعالٰی کی مراد یہ نہیں کہ انسان موت سے نیست و نابود ہوجاتا ہے اور عالمِ برزخ میں از دمِ موت تا وقتِ بعث جو ہوتا ہے وہ انسان نہیں ــــ اللہ کی پناہ کہ یہ ان کی مراد ہو ــــ جبکہ یہ بد مذہبوں کا قول ہے اور قطعی دلائل سے متصادم ہے ــــ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ روحِ برزخی انسان نہ ہو جو بدن سے فراق کے ساتھ ایک اتصال بھی رکھتی ہے ــــ اور یہ قطعاً معلوم ہے کہ انسان وہی ہے جس سے ایمان و کفر اور نیکی و بدی کا صدور رہا ــــ اور بدیہی ہے کہ غیر انسان، غیر انسان ہے تو کیا انعام اُسے ہوتا ہے جس نے عمل نہ کیا، اور عذاب اُسے ہوتا ہے جس نے معصیت نہ کی؟ ــــ حالانکہ اللہ تعالٰی اُن کے متعلق بیان فرماتا ہے کہ وہ کہیں گے؛ ہائے ہماری خرابی! کس نے ہماری خواب گاہ سے ہمیں اٹھایا، اس سے افادہ ہوا کہ حشر میں جو اٹھائے جانے والے ہیں وہی قبر میں سونے والے ہیں ــــ اور معلوم ہے کہ آخرت میں جو اٹھائے جائیں گے وہ وہی ہیں جو دنیا میں تھے ــــ تو انسان تینوں مقامات میں وہی انسان ہے، کسی وقت وہ انسانیت سے جُدا اور اپنی حقیقت سے خارج نہ ہوا ــــ اور باری تعالٰی فرماتا ہے: وہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۴۶

[2] القرآن الکریم ۸۰/ ۱۷ تا ۲۱

ضمیر ان ہی لوگوں کی طرف لوٹائی جو مذکور ہوئے تو آگ پر پیش کئے جانے والے وہی ہیں، غیر نہیں۔ اور ارشادِ باری ہے: انسان مارا جائے کتنا بڑا ناشکرا ہے (تا ارشادِ باری:) پھر اسے موت دی پھر اسے قبر میں رکھا ــــ تو قبر میں رکھنا موت دینے کے بعد ہوا، اور ضمیر اس میں بھی انسان ہی کی طرف لوٹائی تو ثابت ہوا کہ میّت جو قبر میں ہوتا ہے وہ انسان ہی ہے ــــ بالجملہ دلائل اس بارے میں بہت ہیں جن کا احاطہ کرنے کی طمع نہیں۔

امام موصوف نے بس اس بات پر تنبیہ فرمانا چاہا ہے کہ رُوح اور بدن دونوں میں کسی سے بھی انسان لحاظ میں جُدا نہیں ــ تو جسم کی صورت جب موت کی وجہ سے باطل ہوجائے اور اس سے رُوح نکل جانے کے باعث معانی اس سے زائل ہوجائیں تو اُس خالی جسم کو انسان نہیں کہا جاتا، جبکہ اُس سے پہلے عرفاً کہا جاتا تھا کیونکہ اتصال تھا جیسا کہ آگے آرہا ہے ــــ اسی طرح روح مجرد کو اس حیثیت سے کہ وہ مجرد ہے انسان نہیں کہا جاتا ــــ انسان تو مجموعۂ روح و بدن ہے ــ یعنی وہ روح جس کے ساتھ بدن سے اتصال کا لحاظ ملحوظ ہے خواہ وہ اتصال دُنیوی ہو یا اُخروی یا برزخی ــــ اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہیئے، اور خدائے پاک ہی مالکِ انعام ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۶۶ تا ۸۶۸)

(۵۹) مزید فرمایا:

ہم سُنتا، دیکھتا، بولتا، چلتا پھرتا، کام کرتا بدن ہی دیکھتے ہیں حالانکہ مدرک و فاعل روح ہے اور بدن آلہ۔ لہذا بدن پر اطلاقِ انسان حقیقتِ عرفیہ[ع] قرار پایا، اور وہی تمام صفات و افعال کا منسوب الیہ ٹھہرا اور قرآنِ عظیم بھی مطابقتِ عرف پر اترا۔

قال تعالٰی انہ لحق مثل ما انکم تنطقون[۱]

ع عرف تو عرف اس شدّتِ اختلاط و عدمِ تمایز بحد اتحاد نے سفہائے فلاسفہ کو دھوکا دیا جو ہمیشہ تدقیق کے نام پر جان دیتے اور فضول تعمقات کو تحقیق جانتے ہیں، وہ بھی کہاں، خاص مقامِ تحدید میں انسان کی تعریف کر بیٹھے حیوانِ ناطق، حالانکہ حیوانیت بدن کے لئے ہے کہ وہی جسم نامی ہے اور ناطق و مدرک روح، بلکہ خود حیوان ہی کی تعریف میں خلط ہے، جسم نامی متحرک بدن ہے اور حساس و مرید روح ۱۲ منہ (م)

---

[۱] القرآن الکریم ۵۱/۲۳

باری تعالٰی فرماتا ہے: بیشک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔ (ت)
اب نہ تجوز ہے نہ استخدام۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۷۰)

(۶۰) ارشادِ خداوندی "من ایّ شیئ خلقہ من نطفۃ خلقہ" سے منکرین کا استدلال اور امام رازی کی طرف سے اس کا جواب ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

اقول وھذا الجواب احسن مما قدم قبلہ حیث قال، فان قالوا ھذہ الاٰیۃ حجۃ علیکم لانہ تعالٰی قال "ولقد خلقنا الانسان من سلٰلۃ من طین" وکلمۃ من للتبعیض وھذا یدل علی ان الانسان بعض من ابعاض الطین، قلنا کلمۃ "من" اصلھا لابتداء الغایۃ کقولك خرجت من البصرۃ الی الکوفۃ فقولہ تعالٰی ولقد خلقنا الانسان من سلٰلۃ من طین، یقتضی ان یکون ابتداء تخلیق الانسان حاصلا من ھٰذہ السلالۃ و نحن نقول بموجبہ لانہ تعالٰی یسوی المزاج اولا ثم ینفخ فیہ الروح فیکون ابتداء تخلیقہ من السلالۃ اھ[1] **قلت** وقد یستأنس لہ بقولہ تعالٰی و بدأ خلق الانسان من طین[2] فافہم۔

اقول یہ جواب اس سے بہتر ہے جو اس سے پہلے ذکر فرمایا ہے کہ اگر وہ کہیں کہ یہ آیت تمہارے خلاف حجت ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے، جو مٹی سے ہے۔ کلمۂ مِنْ (سے) تبعیض کے لئے ہے۔ اور یہ بتاتا ہے کہ انسان مٹی کا ایک جزء اور بعض ہے — ہم جواب دیں گے کہ کلمۂ مِنْ کی اصل ابتدائے غایت کیلئے ہے جیسے تم کہتے ہو میں بصرہ سے کوفہ گیا، تو ارشادِ باری (ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک خلاصہ سے جو مٹی سے ہے) اس کا مقتضی ہے کہ تخلیقِ انسان کی ابتداء اِس خلاصے سے ہو، اور ہم اس کے مقتضا کے قائل ہیں اس لئے کہ اللہ تعالٰی پہلے مزاج استوار فرماتا ہے پھر اس میں روح پھونکتا ہے تو تخلیقِ انسان کی ابتداء خلاصہ سے ہوتی ہے اھ **قلت** اس جواب کے لئے اس ارشاد سے استیناس ہوتا ہے: اور انسان کی تخلیق مٹی سے شروع کی۔ تو اسے سمجھو۔ (ت)

بالجملہ خلاصۂ مبحث یہ ہُوا کہ اطلاقِ انسان کے لئے دو حقیقتیں ہیں: ایک[1] حقیقتِ اصلیہ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۱۷/ ۸۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۱/ ۴۳
[2] القرآن الکریم ۳۲/ ۷

دقیقہ یعنی روح متعلق بالبدن اگرچہ تعلق برزخی، دوم[2] حقیقتِ مشہورہ عرفیہ یعنی بدن، اور اکثر متکلمین کے زعم میں یہی حقیقت اصلیہ ہے، اور غرابتِ فن سے قطع نظر کرکے اُن کا کلام لسانِ عرفی پر محمول کریں تو وہ بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۷۱)

(۶۱) مزید فرمایا:

آخر اس قدر سے منکرین بھی منکر نہیں کہ اموات جنت و نار و ملائکہ ثواب و عذاب کو دیکھتے، اُن کی بات سُنتے سمجھتے، قیامت کے آنے نہ آنے کی دُعائیں کرتے ہیں، تو اس کی تسلیم انھیں بھی ضرور کہ دیکھنا سننا بولنا انھیں آلاتِ جسمانیہ پر غیر مقصور۔

قال المولٰی تبارك وتعالٰی النار یعرضون علیها غدوًّا وعشیا و یوم تقوم الساعة ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب[1]۔

اللہ تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے، وہ آگ پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۷۳)

(۶۲) منکرینِ سماعِ موتی نے آیاتِ کریمہ "انك لا تسمع الموتی" اور "وما انت بمسمع من فی القبور" سے غیر مستند تفسیر کے حوالے سے استدلال کیا تو ان کا شدید رُد کرتے ہوئے آیاتِ مذکورہ کی صحیح تفسیر بیان فرمائی، چنانچہ فرمایا:

اقول اولاً صحاح جلیلہ مشہورہ بخاری و مسلم کے مقابل ایسی شواذ غریبہ و نوادر مجہولہ اجزائے خاملہ ذکر کرتے شرم نہ آئی، اور ایک کتاب میں رطب و یابس، مقبول و مردود جو ملے محض جمع کر دینا مقصود ہو، دوسری جگہ استدلال و تفریع و تحقیق و تنقیح موجود ہو، ان میں فرق کی تمیز بنائی۔

ثانیاً محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو مؤکد بقسم کرکے والذی نفس محمد بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم[2] (قسم ہے اس کی جس کے دستِ قدرت میں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان پاک ہے میں جو فرما رہا ہوں اُسے تم اُن سے کچھ زیادہ سُنتے) فرمائیں، اور تو ان آیتوں کو اس کے خلاف پر اُترا نا مانے۔ کیا معاذ اللہ قرآن عظیم اپنے رسول کی تکذیب کے لئے اُترا؟ ایسا لکھتے اللہ و رسول سے کچھ حیا نہ آئی۔ ام المومنین نے

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۴۶

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۶۶

جب حدیث کو مخالفِ آیت گمان کیا راوی کی طرف وہم وسہو نسبت فرمایا، تُو نے تو اس ایک حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یوں فرمانا اور قرآن عظیم کا معاذ اللہ اُس خبر کی تغلیط میں آنا مانا۔

ثالثًا لطف یہ کہ یہ آیتیں تین سورتوں میں واقع ہوئیں: نمل، ملائکہ، روم۔ تینوں مکیہ ہیں کہ قبلِ ہجرت نازل ہوئیں، اور واقعہ بدر ہجرت کے بعد ہے، کیا آیتیں پیشگی اُتر آئی تھیں؟ علماء نے ان آیات کو نہ مستثنیات من المکیات میں شمار فرمایا نہ مستثنیات فی النزول میں۔

رابعًا دیکھئے سباق وسیاقِ آیات صراحۃً کلامِ کفارِ احیاء میں ہے کہ سخنِ حق نہیں سُنتے، نہیں مانتے، نہ کافروں کی لاشوں میں۔ سورۂ روم میں فرماتا ہے:

ولئن ارسلنا ریحا فراوہ مصفرا لظلوا من بعدہ یکفرون ۝ فانك لا تسمع الموتٰی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین ۝ وما انت بھادی العمی عن ضللتھم ان تسمع الا من یؤمن باٰیٰتنا فھم مسلمون ۝[1]

اگر ہم ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں بیشک تم مُردوں کو نہ سُناؤ گے اور نہ بہروں کو پکار سناؤ گے جب وہ پیٹھ دے کر پھریں، اور نہ تم اندھوں کو اُن کی گمرہی سے راہ پر لانے والے ہو، تم ان ہی کو سناؤ گے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائیں پھر وہ فرمانبردار ہوں۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح انك لا تسمع الموتٰی سے آخر تک سورۂ نمل میں ہے۔ سورۂ فاطر میں ہے:

انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلوٰۃ ط ومن تزکی فانما یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیر ۝ وما یستوی الاعمٰی والبصیر ۝ ولا الظلمات ولا النور ۝ ولا الظل ولا الحرور ۝ وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ط ان اللہ یسمع من یشاء ط وما انت بمسمع من فی القبور ۝ ان انت الا نذیر ۝[2]

بیشک تمہارا ڈر سنانا ان ہی کو کام دیتا ہے جو اپنے رب سے بے دیکھے ڈریں اور نماز قائم کریں، اور جو ستھرا بنے تو وہ اپنے نفع ہی کے لئے ستھرا ہوگا اور اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے، اور برابر

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۵۱ تا ۵۳
[2] " " ۳۵/ ۱۸ تا ۲۳

نہیں نابینا اور بینا، نہ ہی تاریکیاں اور روشنی، نہ ہی سایہ اور تیز دھوپ، اور برابر نہیں زندے اور مُردے۔ بیشک اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے سناتا ہے، اور تم انھیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں، تم تو صرف ڈر سُنانے والے ہو۔ (ت)

ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں پہ کیوں پکار رہے ہو وہ مرنے کے بعد کیا سُنیں گے۔

خامسًا قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعہ میں اس افادے کے لئے یہ کلامِ پاک اُترتا تو فاطر والی آیت یا نمل و روم میں کی ایک کافی تھی۔ انك لا تسمع جُدا اور ما انت بمسمع الگ اُترنے کی کیا حاجت تھی؟ نمل و روم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں صرف زیادتِ فا کا فرق ہے۔ اس کے کیا معنی تھے کہ جبریل اس واقعہ پر انکار کے لئے ایک بار "انك لا تسمع" آخر تک سناتے پھر اسی وقت فانك لا تسمع" آخر تک سناتے۔ لاجرم ان میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محلِ سورت سے جُدا نہیں ہوسکتی، اور جب مکہ معظمہ میں پیشِ ہجرت انکار اتر چکا تھا تو اب سیدعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اس پر بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا!

سادسًا ظاہر حس و عقل یا لبداہتہ جسم میّت کے معطل و بے حس ہونے پر شاہد ہے، اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعًا امورِ غیبیہ سے ہے۔ اب سیدعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پر حکم فرمانا پھر قرآن عظیم کا معاذ اللہ اس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں، یا تو اوّلًا عیاذًا باللہ حضور پرنور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے رجمًا بالغیب کلام فرمادیا، یا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگادیا تھا یا یُوں کہ اول اسی طرف سے خبرِ غیب معاذ اللہ خلافِ واقع آئی، پھر اس کا رَد اُترا، تمھارا ایمان ان دونوں میں سے جسے قبول کرے مانو۔

سابعًا اگر بفرض غلط یہ روایت غریبہ خاملہ صحیح بھی ہو تو قطعًا یقینًا حتمًا جزمًا آیاتِ مذکورہ آیت کریمہ فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم، وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی[1] (تو انھیں تم نے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا، اور تم نے کنکریاں نہ پھینکیں جب پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکیں۔ ت) کے باب سے ہیں جن میں معاذ اللہ ہرگز اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی قسم پر رد انکار نہیں بلکہ یُوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو اجسامِ مُردہ تمھارا کلام سُن رہے ہیں یہ تم نے انھیں نہ سنایا بلکہ خدا

---

[1] القرآن الکریم ۸ /۱۷

نے سنایا ان اللہ یسمع من یشاء و ما انت بمسمع من فی القبور، اور یہ اسی کی قدرت سے ہوا کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش و حواس بدن کے پھر درست ہوگئے۔ اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے، اور تفہیمی مُلّا کے فہم خوار و ذلیل، والحمد للہ الہادی الٰی سواء السبیل (اور خدا ہی راہِ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۷۸ تا ۸۸۰)

(۶۳) مزید فرمایا:

انھی کتب میں کریمہ و ما انت بمسمع من فی القبور سے استدلال کیا اور پُر ظاہر کہ من فی القبور نہیں مگر بدن۔ خود صاحب تفہیم المسائل نے اسی بحث میں براہِ بد قسمتی خود انھیں امام عینی شارح کنز کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا:

فان قلت بعد فراغ الملکین من السوال ما تکون مایکون المیت قلت ان کان سعیدا کان روحه فی الجنة وان کان شقیا ففی سجین علٰی صخرة فی الارض السابعة۔[1]

یعنی بعد سوال نکیرین سعید کی رُوح جنت میں رہتی ہے اور شقی کی سجّین میں ساتویں زمین کی ایک چٹان پر۔

تو قبر میں نہیں مگر بدن، اسی سے آیت نفیِ اسماع فرماتی ہے اور اسی سے یہ علماء نفیِ سماع۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۹ ص ۸۸۴)

(۶۴) بعض مسائل میں سُنّی و غیر سُنّی متفق ہوتے ہیں مگر دونوں کے مآخذ مختلف ہوتے ہیں اس سلسلہ میں فرمایا:

اقول بعض مسائل میں اہلِ بدعت اور بعض یا کُل اہلسنت متفق ہوتے ہیں اور ان کے مآخذ حسبِ اختلاف مذہب مختلف مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نام پاک لے کر ندا کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے اور وہابیہ تو قاطبۃً شرک کہتے ہیں ان کا مآخذ ملوم وہی شرک موہوم، اور ہمارے منع کی وجہ آیہ کریمہ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا[2] رسول کو پکارنا اپنے میں

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب المیت یسمع خفق النعال دار الکتب العلمیۃ بیروت ۸/۲۱۳
[2] القرآن الکریم ۲۴/۶۳

ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ تو نام لے کر ندا ناجائز ہے بلکہ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا خلیفۃ اللہ وغیرہا اوصاف کریمہ کے ساتھ ندا چاہیے۔ (فتاوٰی رضویہ ۹ ص ۹۰۰، ۹۰۱)

فتاوٰی رضویہ جلد ۱۰

(۱) قرآن مجید میں نماز اور زکوٰۃ کا اکٹھا ذکر بتیس[۳۲] مقامات پر ہے۔ چنانچہ فرمایا:

طحطاوی و رد المحتار میں ہے:

واللفظ لط قوله فی اثنین و ثمانین موضعا تبع فیه صاحب النهر والمنح وتبعا صاحب البحر معزیا الی المناقب البزازیة وصوابه اثنین وثلاثین کما عدده شیخنا السید اھ حلبی بزیادة۔[۱]

عبارت ط کی ہے کہ ان کا قول بیاسی[۸۲] مقامات پر ایسا ہے، اس میں صاحبِ نہر اور منح نے اتباع کی ہے، اور ان دونوں نے صاحبِ بحر کی اتباع کی ہے، انھوں نے مناقبِ بزازیہ کی طرف نسبت کی ہے، اور درست یہ ہے کہ زکوٰۃ کو نماز سے متصل جن مقامات پر بیان کیا گیا ان کی تعداد بتیس[۳۲] ہے، جیسے کہ اس تعداد کو ہمارے شیخ سید نے شمار کیا ہے اھ حلبی مع اضافہ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۶۴)

(۲) قرآن مجید میں روزہ کی فرضیت اور فضیلت کے ذکر سے متعلق فرمایا:

اور فرضیتِ روزہ کا ذکر صرف ایک ہی جگہ ہے۔ ہاں عبارۃً واشارۃً اس کی فضیلت اور مواقع پر بھی ظاہر فرمائی گئی ہے،

کقوله تعالٰی فی سورة الاحزاب ان المسلمین والمسلمٰت (الٰی قوله تعالٰی) والصائمین والصائمات (الٰی ان قال تعالٰی) اعد الله لهم مغفرة واجرا عظیما[۲]○ وقوله تعالٰی فی سورة التوبة التائبون العابدون الحامدون السائحون[۳] الاٰیة وقوله تعالٰی فی سورة

---

[۱] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الزکوٰۃ المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۱/ ۳۸۸

[۲] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۵

[۳] 〃 ۹/ ۱۱۲

التحریم ، تائبات عابدات سائحات[1]، السائح ھو الصائم۔
مثلاً سورۂ احزاب میں اللہ تعالٰی کا قول ہے ؛ بلاشبہہ مسلمان مرد اور مسلمان خواتین (اللہ تعالٰی کے اس فرمان تک) روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی خواتین (یہاں تک کہ فرمایا) اللہ تعالٰی نے ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اور سورۂ توبہ میں ارشادِ باری تعالٰی ہے ؛ توبہ کرنے والے، عبادت کرنیوالے، حمد کرنیوالے اور روزہ رکھنے والے الآیۃ۔ اور سورۂ تحریم میں ارشادِ باری تعالٰی ہے ؛ توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں۔ السائح کا معنی روزہ رکھنے والا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۶۴ ، ۶۵)

(۳) قرآن مجید میں ذکرِ عشر سے متعلق فرمایا ؛
عشر کا ذکر بھی قرآنِ عظیم میں ہے ؛
قال تعالٰی فی سورۃ الانعام و اٰتوا حقہ یوم حصادہ[2] قالہ ابن عباس و طاؤس والحسن وجابر بن زید وسعید بن المسیب[3] رضی اللہ تعالٰی عنہم کما فی المعالم وغیرھا۔
اللہ تعالٰی نے سورۃ الانعام میں فرمایا : (کھیتی کٹنے کے دن اس کا حق ادا کرو) اکثر مفسرین کے نزدیک اس حق سے مراد عشر ہے (حضرت ابن عباس ، طاؤس ، حسن ، جابر بن زید اور سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہم ان تمام حضرات نے اس سے عشر مراد لیا ہے ، جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ میں ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۶۵)

(۴) وجوب کے بعد زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر درست نہیں۔ اس سلسلہ میں فرمایا :
پھر بعد وجوب ادا تدریج کی مضرت اظہر من الشمس کہ مذہبِ صحیح پر ترکِ فور کرتے ہی گنہ گار ہوگا اور مذہب تراخی پر بھی تدریج نامناسب کہ تاخیر میں آفات ہیں۔
وقال تعالٰی وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم[4] وقال تعالٰی فاستبقوا

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/۵
[2] " ۶/۱۴۱
[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۶/۱۴۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۱۲
[4] القرآن الکریم ۳/۱۳۳

الخیرات[1]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے : اپنے رب سے بخشش مانگنے میں جلدی کرو۔ اللہ تعالٰی کا ارشادگرامی ہے، نیکیوں میں آگے بڑھو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۸۳)

(۵) ادائیگیِ زکوٰۃ کی ایک صورت مکروہہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا :

مثلاً اُس پر دو ماشے سونا واجب الادا تھا اس نے اس کے بدلے ۲ ماشے نفیس کُندن کہ قیمت میں ۲ ماشے سونے کے برابر بلکہ زائد تھا ادا کیا تو عہدہ برآ نہ ہوا کہ واجب کا وزن پُورا نہ ہوا اور ہاں ناسونا ۲ ماشے دے دیا جو قیمت میں دو ہی ماشے کے برابر تھا تو ادا ہوگیا اگرچہ اس میں کراہت ہے لقولہ عزوجل :

لستم باٰخذیہ الا ان تغمضوا فیہ[2]

تمھیں ملے تو نہ لو گے جب تک اس میں چشم پوشی نہ کرو ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۱۲۰ ، ۱۲۱)

(۶) عورت کی ملکیت میں زیور ہے وہ اس کی زکوٰۃ نہ دے تو کیا خاوند پر کوئی وبال ہے ؟ اس کے جواب میں فرمایا :

زیور کہ مِلکِ زن ہے اس کی زکوٰۃ ذمۂ شوہر ہرگز نہیں اگرچہ اموالِ کثیرہ رکھتا ہو، نہ اس کے نہ دینے کا اس پر کچھ وبال،

لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[3]۔

کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی ۔ (ت)

اس پر تفہیم و ہدایت اور بقدر مناسب تنبیہ و تاکید (جس کی حالت اختلاف حالات مرد و زن سے مختلف ہوتی ہے) لازم ہے ،

قوا انفسکم واھلیکم نارًا[4]۔

اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۱۳۲ ، ۱۳۳)

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۱۴۸ [2] القرآن الکریم ۲ / ۲۶۷
[3] ؍؍ ۶ / ۱۶۴ [4] ؍؍ ۶۶ / ۶

25
25

(۷) ادائیگی زکوٰۃ کی برکات اور عدمِ ادائیگی پر وعیدات کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا:
زکوٰۃ اعظم فروضِ دین واہم ارکانِ اسلام سے ہے، ولہذا قرآن عظیم میں بتّیس ۳۲ جگہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس فرضِ اہم کی طرف بلایا۔ صاف فرمادیا کہ زنہار نہ سمجھنا کہ زکوٰۃ دی تو مال میں سے اتنا کم ہوگیا، بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے۔

یمحق اللہ الربٰو ویربی الصدقات[1]

اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۱۷۲)

(۸) مزید فرمایا:
مولٰی تعالٰی فرماتا ہے:

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولاینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ۝ یوم یحمٰی علیھا فی نار جھنم فتکوٰی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ماکنتم تکنزون[2] ۝

اور جو لوگ جوڑتے ہیں سونا چاندی اور اسے خدا کی راہ میں نہیں اٹھاتے یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے انھیں بشارت دے دُکھ کی مار کی، جس دن تپایا جائے گا وہ سونا چاندی جہنم کی آگ سے، پس داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں، یہ ہے جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۱۷۴)

(۹) مزید فرمایا:
مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:
جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے گا وہ مال روزِ قیامت گنجے اژدہے کی شکل بنے گا اور اس کے گلے میں طوق ہوکر پڑے گا۔ پھر سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کتاب اللہ سے اس کی تصدیق پڑھی کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیٰمۃ[3]۔ رواہ ابن ماجۃ والنسائی وابن خزیمۃ عن ابن مسعود۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۷۶
[2] 〃 ۹/۳۴و۳۵
[3] سنن ابن ماجہ ابواب الزکوٰۃ باب ماجاء فی منع الزکوٰۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۹
سنن النسائی باب التغلیظ فی حبس الزکوٰۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۳۳۳، ۳۳۴

جس چیز میں بخل کر رہے ہیں قریب ہے کہ طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالی جائے قیامت کے دن۔
اس کو ابن ماجہ، نسائی اور ابن خزیمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج۔۱۰ص ۱۷۵)

(۱۰) شرعی حیلوں کے جواز میں فرمایا:

حِیَلِ شرعیہ کا جواز خود قرآن و احادیثِ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم کھائی تھی کہ اپنی زوجۂ مقدسہ کو سو کوڑے ماریں گے۔ رب العزت عز جلالہٗ نے فرمایا:

وخذ بیدك ضغثاً فاضرب به ولا تحنث[۱]۔

یعنی سو تیلیوں کی ایک جھاڑو بنا کر اس سے ایک دفعہ مار لو اور قسم جھوٹی نہ کرو۔

(فتاوٰی رضویہ ج۔۱۰ ص ۱۹۷)

(۱۱) مسئلۂ عشر کے ضمن میں ایک ضابطہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وفی نزع الناس عن عاداتھم حرج والحرج مدفوع بالنص" لا یکلف اللہ نفسا الا ما اٰتاھا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا[۲]"۔

لوگوں کو ان کی عادات سے روکنا حرج ہے اور حرج کا مدفوع ہونا نص سے ثابت ہے۔ ارشادِ باری ہے: اللہ تعالٰی ہر نفس کو اتنی تکلیف دیتا ہے جتنا اسے عطا فرمایا ہے عنقریب اللہ تعالٰی دشواری کے بعد آسانی فرما دے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۲۱۷)

(۱۲) مقروض کو زکوٰۃ دینے کے بارے میں فرمایا:

مدیون پر چھپن ہزار دین ہو تو زکوٰۃ کے چھپن ہزار ایک ساتھ دے سکتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی والغارمین[۳]۔

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: اور مقروض لوگوں پر زکوٰۃ خرچ کی جائے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج۔۱۰ ص ۲۵۱)

(۱۳) پیشہ ور گداگر جو نصاب کے مالک نہیں مگر کسب پر قادر ہیں ان کو زکوٰۃ دینے کے بارے میں فرمایا:

---

[۱] القرآن الکریم ۳۸/ ۴۴ [۲] القرآن الکریم ۶۵/ ۷
[۳] ؍؍ ؍؍ ۹/ ۶۰

انھیں بھیک دینا منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے، لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ (ت)

مگر ان کے دیئے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو کہ فقیر ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ انما الصدقٰت للفقراء[2]

اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے: صدقات فقراء کے لئے ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ جلد ۱۰ ص ۲۵۴)

(۱۴) مسجد کے لئے تیل وغیرہ کی خاطر لوگوں سے پیسے منگوانے اور انھیں اپنے مصرف میں خرچ کرنے والے امام کے بارے میں فرمایا:

تیل وغیرہ کے لئے نقد منگا کر جو بچے اپنے صرف میں کرنا بھی حرام ہے مگر اس صورت میں کہ دینے والے اس بات سے آگاہ اور اس پر راضی ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں بقولہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق: تمھاری رضامندی سے ہو۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۲۹۲)

(۱۵) فاتحہ وغیرہ پر خرچ کرنے کے بجائے اگر کسی سید طالب علم کو تکمیلِ علم کے لئے دے دیا جائے تو کیا یہ فاتحہ وغیرہ کا بدل ہوگا؟ اس بارے میں فرمایا:

یہ اس کا نعم البدل ہوگا اور اس ثواب میں کمی کیا معنی، اس سے ستّر گنا ثواب کی زیادہ امید ہے بطور مذکور کھانا پکا کر کھلانے یا بانٹنے میں ایک کے دس ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا[3]

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: جو نیکی بجا لاتا ہے اس کے لئے اس کی دس مثل ہیں۔

اور طالبِ علمِ دین کی اعانت میں کم سے کم ایک کے سات سَو۔

قال اللہ مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ ط واللہ یضٰعف لمن یشاء ط واللہ واسع علیم[4]

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲
[2] القرآن الکریم ۹/۶۰
[3] القرآن الکریم ۶/۱۶۰
[4] القرآن الکریم ۲/۲۶۱

اللہ تعالٰی کا فرمانِ عالی ہے : ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُس دانہ کی طرح ہے جس نے اُگائیں سات بالیاں، ہر بالی میں سَو دانے، اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۰۵، ۳۰۶)

(۱۶) میلاد شریف، گیارھویں شریف اور فاتحہ اولیاء اللہ کی شیرینی کو زکوٰۃ کی طرح غیر مساکین کیلئے حرام قطعی بتانے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

اشیاءِ مذکورہ سے کوئی چیز نہ زکوٰۃ ہے نہ صدقہ واجبہ، اس کا کھانا غنی، فقیر، سیّد وغیرہ سب کو بالاتفاق حلال ہے، اُسے سوائے مساکین اوروں پر حرام بتانے والا اللہ عزوجل پر افتراء کرتا ہے اور سخت عذابِ شدید کا مستحق ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون o متاع قلیل ولھم عذاب الیم o[۱]

اور نہ کہو اپنی زبانی جھوٹ بناوٹوں سے کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے، دنیا میں تھوڑا سا کھا پہن لیں پھر آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۰۹)

(۱۷) مزید فرمایا:

اور اگر ذی علم ہے تو اس کا حکم اور سخت تر ہے کہ وہ دانستہ اللہ عزوجل پر افتراء کرتا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون[۲]

جھوٹے افتراء وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۱۰)

(۱۸) دو قسم کے لوگوں کو مال جمع رکھنا ممنوع ہے، اول وہ جنھوں نے رب تعالٰی سے اس کا عہد کر رکھا ہے، اور دوم وہ جو فقر و توکّل ظاہر کرکے لوگوں سے صدقات لیتے ہیں، انھی کے بارے میں وہ احادیث ہیں جن میں ایک اشرفی ترکہ چھوڑنے والے کو ایک داغ فرمایا، دو پر دو[۲] اور تین پر تین[۳]۔

---

[۱] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷

[۲] " " ۱۶/ ۱۰۵

اس مسئلہ پر مفصل بحث کرتے ہوئے فرمایا :

ظاہر ہے کہ ان حدیثوں کا محل وہ نہیں ہوسکتا جو آیتِ کریمہ :

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ○ یوم یحمی علیہا فی نارجہنم فتکوٰی بہا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ماکنزتم لانفسکم فذوقوا ماکنتم تکنزون[1]

جو لوگ سونا و چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی بشارت دیجئے کہ جس دن جہنم کی آگ میں انھیں پگھلایا جائے گا اور ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جسے تم اپنے لئے جمع کرتے تھے اب اپنے جمع کئے ہوئے کا عذاب چکھو۔ (ت)

وحدیث صحیح :

من اوکی علی ذھب او فضۃ و لم ینفقہ فی سبیل اللہ کان جمرا یوم القیامۃ یکوی بہ[2]۔ رواہ احمد والطبرانی واللفظ لہ کلاھما بسند صحیح عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جس نے سونا و چاندی جمع کیا اور اُسے راہِ خدا میں خرچ نہ کیا وہ روزِ قیامت اس کے لئے آگ کا انگارہ بن جائے گا اور اس سے مالک داغا جائے گا۔ اسے امام احمد اور طبرانی (الفاظ اسی کے ہیں) نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

کا محل ہے کہ جب زکوٰۃ دے دے حقوقِ واجبۂ شرعیہ ادا کردے کنز نہ رہا اور سبیل اللہ میں خرچ نہ کرنا صادق نہ آیا لہذا استحقاقِ داغ نہ رہا۔

فللبیھقی فی سننہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما موقوفاً و مرفوعاً الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلما ادی زکوتہ فلیس بکنز وان کان مدفونا تحت الارض و کلما لایؤدی زکوتہ فھو کنز وان کان ظاھرا[3]۔ ولابی داؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۴، ۳۵

[2] المعجم الکبیر عن ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ حدیث ۱۶۴۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۱۵۳ و ۱۵۴

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الزکوٰۃ باب تفسیر الکنز الخ دار صادر بیروت ۴/ ۸۳

عنہما قال لما نزلت ھٰذہ الاٰیۃ والذین یکنزون الذھب والفضۃ کبر ذٰلك علی المسلمین فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انا افرج عنکم فانطلق فقال یا نبی اللہ انہ کبر علی اصحابك ھذہ الاٰیۃ فقال ان اللہ لم یفرض الزکوٰۃ الا لیطیب ما بقی من اموالکم وانما فرض المواریث لتکون لمن بعدکم قال فکبر عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ[1]

بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موقوفاً اور مرفوعاً نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ کنز نہیں کہلاتا اگرچہ وہ زمین میں مدفون ہو اور ہر مال جس کی زکوٰۃ نہ دی گئی ہو وہ کنز ہے اگرچہ ظاہر ہو۔ ابوداؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ والذین یکنزون الذھب والفضۃ نازل ہوئی تو مسلمان پریشان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا: میں تمھاری یہ پریشانی دُور کرتا ہوں۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا نبی اللہ! اس آیہ مبارکہ نے آپ کے اصحاب کو پریشان کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالٰی نے زکوٰۃ فقط اسی لئے فرض فرمائی تاکہ تمھارا مال پاک ہو جائے اور وراثت اس لئے فرض کی ہے تاکہ بعد کے لوگوں کو مال ملے۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اللہ کی بڑائی بیان کی۔ (ت)

اور یہ اس لئے کہ بیس دینار سے کم پر نہ زکوٰۃ ہے نہ کوئی صدقہ واجبہ۔ لاجرم یہاں استحقاقِ داغ انھی دو وجہ سے ایک پر ہو۔

قال اللہ تعالٰی واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا[2]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: عہد پورا کرو عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (ت)

وفی قوت القلوب والترغیب وغیرھما انما کان کذٰلك لانہ ادخر مع تلبسہ بالفقر ظاھرا ومشارکتہ الفقراء فیما یاتیھم من الصدقۃ[3]

قوت القلوب اور ترغیب وغیرہ میں ہے یہ داغ اس لئے ہے کہ ذخیرہ کرنے کے ساتھ اس نے ظاہراً فقر کا اظہار کیا اور وہ صدقات میں فقراء کے ساتھ شریک ہو گیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج۔ ۱۰ ص ۳۱۳ تا ۳۱۵)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب حقوق المال آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۴

[2] القرآن ۱۷/۳۴

[3] الترغیب والترہیب کتاب الصدقات الترغیب فی الانفاق فی وجوہ الخیر الخ مصطفٰی البابی مصر ۲/۵۸

(۱۹) کچھ لوگوں کو مال جمع رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اصحاب نفوس مطمئنہ ہوں، نہ عدم مال سے اُن کا دل پریشان نہ وجودِ مال سے اُن کی نظر، وہ مختار ہیں۔ حق سبحانہٗ اپنے نبی سیدنا سلیمان علیہ السلام سے فرماتا ہے:

ھٰذا عطآؤنا فامنن او امسك بغیر حساب[۱]

یہ ہماری عطا ہے اب تُو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں۔ (ت)

اور کچھ نہ کہنا افضل کہ عباد اللہ کا فائدہ ہے۔ احیاء کتاب الزکوٰۃ وظیفہ سادسہ مزکی میں ہے:

المال کله لله عز وجل و بذل جمیعه هو الاحب عند الله سبحٰنهٗ و انما لم یأمر به عبده لانه یشق علیه بسبب بخله کما قال عز وجل "فیحفکم تبخلوا۔"[۲]

تمام مال اللہ عزوجل کے لئے ہے اور تمام کا تمام خرچ کر دینا اللہ سبحٰنہٗ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے ہاں تمام کو خرچ کر دینے کا اللہ تعالٰی نے اس لئے حکم نہیں دیا کہ بندے پر بخل کی وجہ سے ایسا کرنا مشکل تھا جیسا کہ باری تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تم سے زیادہ طلب کرے تو تم بخل کرو گے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۱۹، ۳۲۰)

(۲۰) کچھ لوگوں کو قدرِ حاجت مال جمع رکھنا واجب ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وہ جس کی عیال میں صورت چہارم کی طرح بے صبرا ہو اور بے شک بہت عوام ایسے نکلیں گے تو اس کے لحاظ سے تو اس پر دوہرا وجوب ہوگا کہ بقدر حاجت جمع رکھے۔

قال اللہ تعالٰی قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔[۳]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ مبارک ہے: اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۲۴)

(۲۱) حدیث مبارک ہے کہ تصدقوا علی اھل الادیان کلھا (درمختار، کتاب الزکوٰۃ) یعنی تمام دینوں والوں پر صدقہ کرو تو پھر ائمہ کرام اہلِ حرب سے سلوک کو کیوں منع کرتے ہیں۔ اس

---

[۱] القرآن الکریم ۳۸ / ۳۹

[۲] احیاء العلوم کتاب اسرار الزکوٰۃ بیان دقائق الآداب الباطنۃ الخ مکتبہ ومطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱ / ۲۱۸

[۳] القرآن الکریم ۶۶ / ۶

سوال کے جواب میں فرمایا:

کفار کی نسبت خود قرآن عظیم میں ہے:

واقتلوھم حیث ثقفتموھم[1]

اور ان کو جہاں پاؤ مارو۔(ت)

اور فرمایا:

اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا۔[2]

جہاں کہیں ملیں پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کئے جائیں۔(ت)

اور فرمایا: واغلظ علیھم[3] (ان پر سختی کرو۔ت) ، اور فرمایا: ولیجدوا فیکم غلظۃ[4] (وہ پائیں تمہارے اندر سختی۔ت) تو وہ اصلاً محلِ احسان نہیں۔ ابتدائے اسلام میں غیر محارب و محارب کفار میں فرق فرمایا تھا اُن سے نیک سلوک اور برابری کا برتاؤ جائز تھا اور اِن سے منع، اور اسی کو ان سے دوستی رکھنے سے تعبیر فرمایا ورنہ دوستی تو کسی کافر سے کبھی حلال نہ تھی۔

قال اللہ تعالٰی لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۝ انما ینھٰکم عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظٰھروا علٰی اخراجکم ان تولّوھم ج ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظّٰلمون ۝[5]

اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو، بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں، اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو، اور جو ان سے دوستی کریں تو وہی ستمگار ہیں۔(ت)

معالم شریف وغیرہ میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱ و ۴/ ۹۱ [2] القرآن الکریم ۳۳/ ۶۱
[3] ؍؍ ۹/ ۷۳ [4] ؍؍ ۹/ ۱۲۳
[5] ؍؍ ۶۰/ ۸ و ۹

ثم ذکر الذین نہاھم عن صلتہم فقال انما ینھٰکم اللہ[1] الاٰیۃ۔

پھر ان لوگوں کا ذکر کیا جن سے احسان سے منع فرمایا، تو فرمایا: انما ینھٰکم اللہ، الاٰیۃ (ت)

خازن میں ہے:

ثم ذکر اللہ الذی نھی عن صلتھم و برھم فقال تعالٰی انما ینھٰکم اللہ[2]

پھر اللہ تعالٰی نے اُن لوگوں کا ذکر کیا جن سے نیکی و احسان منع ہے تو فرمایا: انما ینھٰکم اللہ۔ (ت)

تو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک موالات ہے اور ان سے موالات مطلقاً کثیر آیات میں حرام فرمائی۔ اسی سورۂ کریمہ کے آخر میں ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتولّوا قوما غضب اللہ علیھم[3]۔

اے ایمان والو! اُن لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے۔ (ت)

لاجرم کبیر میں ہے:

قال قتادۃ نسختھا اٰیۃ القتال[4]۔

حضرت قتادہ نے فرمایا: اس آیت کو آیتِ قتال نے منسوخ کر دیا ہے۔ (ت)

تو اب کسی کافر حربی سے بِر و صِلہ جائز نہ رہا اگرچہ اس نے بالفعل محاربہ نہ کیا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۲۹، ۳۳۰)

(۲۲) تراویح میں قرآن سنانے کے بہانے روزہ چھوڑ دینے والے حُفّاظ کے رَد میں فرمایا:

قراءتِ قرآن مانع روزہ نیست، ہزاران ہزار حافظانِ قرآن در اقطارِ عالم و اکنافِ زمین از پیران و بچگان و کم طاقتان ہم بروز روزہ می دارند و ہم بہ شب قرآن می خوانند و بدیں معنی ہیچ مضرتے بچشمِ ایشاں نمی رسد و ہیچ گونہ رسد کہ ہم روزہ صحت ست و ہم قرآن شفا اما اعتقادے صحیح باید تا ازیں داد ہائے الٰہی نفع رو نماید۔

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۶۰/۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/۳۰۲

[2] لباب التاویل فی معانی التنزیل (التفسیر الخازن) " " " " " " ۴/۲۸۱

[3] القرآن الکریم ۶۰/۱۳

[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶۰/۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۹/۳۰

قال اللہ تعالٰی وننزل من القراٰن ما ھو شفاء و رحمۃ للمؤمنین و لا یزید الظٰلمین الا خسارا[1]

قرأتِ قرآن روزہ رکھنے سے مانع نہیں ہوسکتی۔ پوری دُنیا میں ہزار ہا حفاظِ قرآن جن میں بوڑھے، بچے اور کمزور شامل ہیں دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو قرآن سناتے ہیں اور کبھی کسی کو ایسا معاملہ نقصان دہ نہیں ہوا، اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ روزہ صحت بھی ہے اور قرآن سراپا شفاء ہے لیکن اعتقاد کا صحیح ہونا ضروری ہے تاکہ اللہ تعالٰی یہ نفع عطا فرمائے۔

اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے: ہم نے قرآن نازل کیا جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے خسارہ میں اضافہ ہی کرتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۳۲)

(۲۳) مسئلہ مذکورہ بالا میں مزید فرمایا:

غالب آنست کہ ایں کس بغایت پست ہمت و بدشوق در امورِ دینیہ است و خواندن قرآن در تراویح ہمیں بغرضِ تحصیل امامت و تقدم و تفاخر بر وجہ ریاء و سُمعہ اختیار کردہ است پس باید کہ غرضش را حاصل شدن نہ دہند و چوں کسے اقتدا نہ کند، لا جرم ایں فعل حرام را گزارد و ان شاء اللہ تعالٰی رجوع بروزہ آرد، قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2] ایں قرآن خوانی ازاں کس گناہِ عظیم ست و مقتدیان باقتدائے اعانت بر گناہ می کنند پس خود آثم باشند۔

غالب گمان یہ ہے کہ یہ شخص انتہائی درجہ کا کم ہمت اور امورِ دینیہ کے معاملے میں بد ذوق ہے اور وُہ تراویح میں قرآن محض حصولِ امامت کے لئے سنا رہا ہے اور ریا کاری کرتے ہوئے تقدم و تاخر پر عمل پیرا ہے لہذا اسے اس مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیں، جب کوئی اس کی اقتدار نہیں کرے گا تو ان شاء اللہ تعالٰی وہ اس فعلِ حرام سے رجوع کریگا اور روزہ رکھے گا، اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر ہرگز تعاون نہ کرو۔ ایسے شخص سے قرآن پڑھوانا گناہِ عظیم ہے، اور اقتدار کی صورت میں مقتدی گناہ پر اس کی اعانت کرنے والے ہوں گے، لہذا یہ بھی گنہ گار ہوں گے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۴۴)

(۲۴) چاند دیکھے بغیر محض تار برقی کی خبر پر اعتماد کرتے ہوئے روزہ توڑ کر عید کرنے والوں کے بارے

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۲
[2] 〃 ۵/ ۲

میں فرمایا:

انھوں نے بے ثبوتِ رؤیت عید کرلی اور حکم احکم حاکم اعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مخالفت کی، ہم نے فتوٰی مفصلہ میں ثابت کیا کہ تار کی خبر مجہولین و فساق بلکہ بعض کفار کی وساطت سے آتی ہے اور ایسی خبر میں شرع نے فرض کیا تھا کہ زنہار بے تحقیق عمل نہ کریں۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نٰدمین[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے اہلِ ایمان! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لو کہ کہیں تم کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو، پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہو۔ (ت)

اُنھوں نے صرف اُسی کے اعتماد پر کاربندی کرلی، شرعِ مطہر نے حکم دیا تھا تمھیں علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو۔

قال اللہ تعالٰی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[2]۔

اللہ تعالٰی کا مبارک فرمان ہے: اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔ (ت)

اُنھوں نے اہلِ علم سے بے پُوچھے کارروائی کی، قرآنِ عظیم نے ارشاد کیا تھا جو بات پیش آئے علماء سے عرض کرو وہ حقیقت کار تک پہنچ جائیں گے۔

قال اللہ تعالٰی واذا جاءھم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہٖ ط ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جب ان کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور اس کی حقیقت جان لیتے ان لوگوں سے جو ان میں سے اجتہاد کرتے ہیں۔ (ت)

انھوں نے اپنی رائے مستقل سمجھی، فرقانِ حکیم نے حکم فرمایا تھا جب تک شرع اجازت نہ دے آپ کچھ نہ کر بیٹھو۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ و

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۶
[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷
[3] 〃 〃 ۴/ ۸۳

واتقوا اللہ انّ اللہ سمیع علیم[1]۝

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ تعالٰی سے ڈرو، یقیناً اللہ سننے جاننے والا ہے۔ (ت)

اُنھوں نے بے ثبوت شرعی جسارت کی، رمضان شریف بالیقین ثابت تھا، اور مسلمانوں کو شرع مطہر نے بحکم:

فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ[2]۔

جو رمضان کو پائے وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔ (ت)

روزے پر جمع فرمایا تھا، واجب تھا کہ جب شرع اذن دیتی کہ اب وہ کام ختم ہوا اُس وقت روزہ چھوڑتے۔

قال اللہ تعالٰی انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بلاشبہہ ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب وہ حضور کے پاس کسی ایسے معاملہ میں حاضر ہوئے ہوں جس کے لئے جمع کئے گئے ہوں تو آپ کی اجازت کے بغیر وہاں سے نہیں جاتے۔ (ت)

انھوں نے بے اذن شرع کہ ہنوز اس تاریخ رمضان کا ختم ہو جانا دلیل شرعی سے ثابت نہ ہوا تھا اُس امر جامع سے جدائی کی، مانا کہ بعد کو عید ہی ظاہر مگر اُس وقت اُن کے شہر میں تو رمضان ہی معلوم تھا انھوں نے قطعاً امر دین میں ناواقفانہ جسارت اور احکام شرع سے جاہلانہ مخالفت کی تو یہ اگرچہ نفس الامر میں مصیب ہوں عند الشرع خطاوار ہوئے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۵۳، ۳۵۴)

(۲۵) مذکورہ بالا لوگوں کو تنبیہ فرمائی کہ فوراً صدقِ دل سے تائب ہوں اور جیسے یہ معصیت اعلانیہ کی توبہ بھی اعلانیہ کریں۔ چنانچہ فرمایا:

آئندہ کے لئے عہد واثق ہو کہ کبھی امورِ دین میں بیباکی وجرأت نہ کریں گے اور بے ارشاد علماء اپنی رائے سے قدم نہ رکھیں گے،

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۱

[2] " ۲/۱۸۵

[3] " ۲۴/۶۲

ویتوب اللہ علٰی من یشاء[1]، ویہدی الیہ من اناب[2]۔

اللہ تعالٰی جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے۔ اور اپنی طرف اسی کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع لائے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۵۶)

(۲۶) تیسواں روزہ چاند نظر آتے ہی کھول لیں یا غروبِ آفتاب کے بعد؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

کسی تاریخ کا روزہ دن سے افطار کرلینا ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام قطعی ہے، اللہ تعالٰی نے فرض کیا کہ روزہ رات تک پورا کرو یعنی جب آفتاب ڈوبے اور دن ختم اور رات شروع ہو اس وقت کھولو۔

قال اللہ تعالٰی ثم اتموا الصیام الی الیل[3]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: پھر روزہ کو شام تک پورا کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۸۸)

(۲۷) چند فاسق مسلمانوں نے ہلالِ رمضان یا عید دیکھا اور وہ معاملات میں ایسے ثقہ ہیں کہ مفتی کو ان کی شہادت پر یقین تام ہوتا ہے کہ اس امر خاص میں یہ لوگ کاذب نہیں تو کیا ایسی صورت میں ان کی شہادت پر روزۂ رمضان فرض اور نمازِ عید صحیح ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

صحیح یہ ہے کہ مسلمان اگرچہ فاسق ہو اہلِ شہادت ہے مگر اس کی شہادت قبول کرنی ناجائز ہے ماسوا اس حالت کے کہ اُس کے بارے میں کہ حاکم کو تحری صدق ہو کہ یہ بھی تبین میں داخل ہے۔

کما قال تعالٰی یایہا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نٰدمین[4]

جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جا ایذا نہ دے بیٹھو، پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ (ت)

جب مفتی اہلِ فتوٰی کو ان کے بارے میں تحرّی صدق ہو تو اس کا حکم حجتِ شرعیہ ہے رمضان و فطر واجب ہو جائیں گے اور اس کے بعد عوام میں کسی کو خلاف کی گنجائش نہ ہوگی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۴۴۶)

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۵
[2] القرآن الکریم ۱۳/۲۷
[3] 〃 ۲/۱۸۷
[4] 〃 ۴۹/۶

(۲۸) رمضان اور عید الفطر کا چاند دیکھ کر گواہی میں تاخیر کرنے والے کے بارے میں فرمایا:
اگر دیکھنے والے نے اسی شب گواہی نہ دی تو ہلالِ رمضان میں صبح کو لوگ بے روزہ اٹھیں گے اور ہلالِ فطر میں روزہ دار، اور یہ دونوں ناروا، جس کا الزام گواہی نہ دینے والے پر ہوگا،
فان تاخیر الحجۃ عن وقت الحاجۃ اثم، وقد قال تعالٰی ولا تکتموا الشہادۃ، ومن یکتمہا فانہ اٰثم قلبہ[1]
کیونکہ ضرورِ وقت سے گواہی میں تاخیر گناہ ہے، اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے: گواہی کو مت چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہ گار ہے۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۴۵۳)

(۲۹) ایسے شخص کی نظر چاند پر پڑی جس کی گواہی کافی نہیں تو وہ جلدی سے ایسے افراد کو دکھا دے جو گواہی کے قابل ہوں۔ چنانچہ فرمایا:
اگر مطلع صاف نہیں، دفعتًا ابر ہٹا اور اسے چاند نظر پڑا، اب یہ اس قابل نہیں کہ اس کی گواہی مسموع ہو، خواہ فاسق ہے یا مستور یا اکیلا، یا صرف عورتیں یا غلام ہیں اور ہلال ہلالِ عیدین، تو ان لوگوں کا دیکھنا کافی نہ ہوگا۔ اور عجب نہیں کہ ابر پھر آجائے، لہذا نہایت تعجیل کر کے ایسے معتمد مسلمانوں کو دکھادے جن کی گواہیاں کفایت کر جائیں۔
قال اللہ تعالٰی تعاونوا علی البر و التقوٰی[2]
اللہ تعالٰی کا فرمانِ مبارک ہے: نیکی اور تقوٰی پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۴۵۷)

(۳۰) شیخ فانی کے روزہ و نماز وغیرہ احکام شرعیہ سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
غرض شیخ فانی وہ ہے جسے بڑھاپے نے ایسا ضعیف کر دیا ہو اور جب اس ضعف کی علت بڑھاپا ہوگا تو اس کے زوال کی امید نہیں، اسے روزے کے عوض فدیہ کا حکم ہے، باقی نماز و طہارت کے بارے میں پیر و جوان سب کا ایک حکم ہے، جو جس وقت جس حالت میں جتنی بات سے معذور ہوگا بقدرِ ضرورت تا وقتِ ضرورت اسے تخفیف دی جائے گی، قال تعالٰی لا یکلف اللہ نفسًا

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۳
[2] 〃 〃 ۵/ ۲

الا وسعہا[1] (اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے: اللہ ہر کسی کو اس کی طاقت کے مطابق ہی حکم دیتا ہے۔ت)۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۵۴۹)

(۳۱) روزہ رکھ کر دن بھر جنابت کی حالت میں رہنے والے شخص کے روزہ کے بارے میں فرمایا:

وہ شخص نمازیں عمداً کھونے کے سبب سخت کبائر کا مرتکب اور عذابِ جہنم کا مستوجب ہوا، مگر اس سے روزے میں کوئی نقص وخلل نہ آیا، طہارت باجماعِ ائمہ اربعہ شرطِ صوم نہیں۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الیٰ نسائکم[2]

روزے کی راتوں میں تمہارے لئے بیویوں سے جماع حلال کیا گیا ہے۔ (ت)

آیۂ کریمہ نے ہر جزوِ شب میں جماع وتلبیس بالجماع حلال فرمایا اور محض تحلیل ہی نہیں بلکہ بصیغہ امر ارشادی ارشاد ہُوا:

فالٰئن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم[3]

اور اب ان سے مباشرت کرو اور تلاش کرو جو اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے (ت)

اور ظاہر ہے کہ جزو اخیرِ شب کو بھی "لیلۃ الصیام" شامل، اور وہ بھی اس "احل لکم" اور "باشروھن" کے امر میں داخل، اور اسے بحالتِ جنابت صبح کرنا اور تا تمامی غسل روزے میں جنب رہنا بداہۃً لازم، تو قرآن عظیم اس کی حلت و دخول زیر امر ارشادی پر حاکم۔ اگر اس سے روزے میں کوئی نقص و خلل آتا ضرور اتنے حصے کا استثناء فرما دیتا۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۵۵۴، ۵۵۵)

(۳۲) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

گناہ کے سبب روزے میں خلل آنا ظاہریہ کا مذہبِ فاسد ہے، اس کی نظیر ایسی ہے کہ کوئی ریشمیں کپڑے پہن کر قرآنِ عظیم کی تلاوت کرے اس سے نہ تلاوت میں کوئی نقص ہوا نہ اُس کے ثواب میں کمی، ہاں ظلمتِ گناہ ملنے کے باعث اس کے لئے نورانیتِ خالصہ نہ رہی۔ یہ اُن میں داخل ہوا جن کو فرماتا ہے:

واٰخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملاً صالحا واٰخر سیئا[4]

اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مقر ہوئے اور ملایا ایک اچھا کام اور دُوسرا بُرا۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۵۵۶، ۵۵۷)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۷
[3] " " ۲/ ۱۸۷
[4] " " ۹/ ۱۰۲

(۳۳) کیا کوئی عبادت بدنی ایسی بھی ہے جو بلا طہارت صحیح ہو ؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا :
افضل و اعلیٰ تمام عباداتِ بدنیہ جن کے لئے طہارتِ صغریٰ نہ کبریٰ کچھ شرط نہیں ، ذکرِ الٰہی ہے اور دعا و ذکر کا عبادت ہونا بدیہی ہے بلکہ ذکر ہی اصلِ جملہ عبادات ہے ۔

قال تعالیٰ اقم الصلٰوۃ لذکری[1] ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ ۔ (ت)

اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث ہے :

الدعاء مخ العبادۃ ۔ رواہ الترمذی[2] عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

دُعا مغزِ عبادت ہے (اسے ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۔ ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۵۵۸)

(۳۴) سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۷ (فالٰئن باشروھن الخ) سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا :

(۱) سب احکام مذکورہ کی طرف اشارہ ہے ، معالم میں ہے :

تلك حدود اللہ یعنی تلك الاحکام التی ذکرھا فی الصیام والاعتکاف[3] ۔

یہ اللہ کی حدود ہیں یعنی یہ وہ احکام ہیں جن کا ذکر اس نے روزے اور اعتکاف کے بارے میں فرمایا ہے ۔ (ت)

بیضاوی میں ہے :

ای الاحکام التی ذکرت[4] (یعنی وہ احکام جو پیچھے ذکر ہوئے ہیں ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس آیت (۲/۱۸۷) کا نزول من الفجر[5] کے طور پر نہیں سحری کی تاخیر مستحب و مسنون ہے ۔ احادیثِ صحیحہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعجیلِ افطار و تاخیرِ سحور کا حکم فرمایا

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/۱۴

[2] جامع للترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل الدعاء امین کمپنی دہلی ۲/۱۷۳

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/۱۸۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۱۳

[4] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " " دار الفکر بیروت ۱/۴۷۱

[5] القرآن الکریم ۲/۱۸۷

فتاویٰ تفسیر

اور ارشاد ہوا:

"میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک افطار میں جلدی اور سحر میں دیر کرے گی۔"[1]

مگر تعجیلِ افطار کے معنیٰ یہ ہیں کہ جب غروبِ آفتاب پر یقین ہو جائے فوراً افطار کرلے وہم و وسوسہ کو دخل نہ دے، نہ بلاوجہ رافضیوں کی طرح شب کا ایک حصہ داخل ہونے کا انتظار کرے، ایسی جلدی کہ ہنوز غروب میں شک ہو حرام و مفسدِ صوم ہے۔ اور تاخیرِ سحری کے معنیٰ یہ ہیں کہ اُس وقت تک کھائے جب تک طلوعِ فجر کا ظن غالب نہ ہو بخلاف افطار کے کہ وہاں بحالتِ شک روزہ جاتا رہتا ہے، وجہِ فرق یہ ہے کہ شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ ہے کہ الیقین لایزول بالشك یعنی شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔ رات میں طلوعِ فجر کا جب تک شک نہ ہوا تھا بقائے لیل پر یقین تھا وقوعِ شک سے بھی یہ یقین زائل نہ ہوگا اور رات ہی کا حکم رہے گا جب تک طلوعِ فجر کا ظن غالب نہ ہو۔ ولہذا ارشاد فرمایا:

حتی یتبین لکم الخیط الابیض[2] یہاں تک کہ سفید ڈورا تمھارے لئے خوب ظاہر ہو جائے۔

اور افطار میں غروبِ شمس جب تک مشکوک نہ ہوا تھا دن پر یقین تھا تو حالتِ شک میں بھی وہی یقین حاصل، اور دن باقی سمجھا جائے گا اور اُس وقت روزہ کھولنا دن میں کھولنا ٹھہرے گا۔ زمانۂ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اب تک انھیں قواعد پر عمل رہا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۵۶۲، ۵۶۳)

(۳۵) رؤیتِ ہلال میں نجومیوں کا قول معتبر نہیں، اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

اقول یہ شرع مطہر عالمِ ماکان و مایکون کے ارشادات ہیں، عالم اُمّی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ سیر نیرین ضرور اس عزیز علیم کے حساب مقدر پر ہے۔

ذٰلك تقدیر العزیز العلیم[3]

یہ سادھا ہے زبردست جاننے والے کا۔ (ت)

اور کیوں نہ معلوم ہوتا حالانکہ انھیں پر نازل ہوا کہ: الشمس والقمر بحسبان[4] (سورج اور چاند

---

[1] صحیح البخاری — باب تعجیل الافطار — قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۲۶۳
مسند احمد بن حنبل — مروی از ابوذر — دار الفکر بیروت — ۵/۱۴۷
[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۷ و ۳۶/۳۸
[3] " ۶/۹۶
[4] " ۵۵/۵

حساب سے ہیں۔ت) بااین ہمہ اس عالم حقائق عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے درباب رؤیت ہلال حساب کو یک لخت ابطال واہمال فرمایا کہ حضور جانتے تھے کہ یہ اُن محاسبات قطعیہ سے نہیں جن کا ذکر کریمۂ بحسبان میں ہے بلکہ ناقص و نامنضبط متاخرین اہلِ ہیئت کے تخمینات ہیں جن کا تخلف دشوار نہیں، و لہذا امام اہل ہیئت بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ ثوابت تک کے ظہور و اخفاء کے لئے فصل جداگانہ وضع کی رؤیتِ ہلال کا اصلاً ذکر نہ کیا کہ وہ اصلاً اس کے انضباط پر قادر نہ ہوا، اور متاخرین نے جو کچھ لکھا ان شدید باہمی اختلافات کے بعد (جو مطالعہ شرح مواقف و شرح زیج سلطان وغیرہ سے ظاہر ہیں) خود بھی کوئی ضابطہ صحیحہ نہ بتا سکے ان یتبعون الا الظن و ان ھم الا یخرصون[1] (وہ پیچھے نہیں جاتے مگر گمان کے اور وہ تو نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ت) کے مصداق رہے، ولہذا منجمین کے ان حسابات میں اکثر غلطی پڑتی ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۵۷۵)

(۳۶) کیا صبح صادق معلوم کرنے کا کوئی قاعدہ کلیہ ہے یا آنکھوں سے دیکھنے پر انحصار ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

شریعتِ مطہرہ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ نے نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و عدّت وفات و طلاق و مدّتِ حمل و ایلاء و تاجیل عنین و منتہائے حیض و نفاس وغیر ذٰلک امور کے لئے یہ اوقات مقرر فرمائے یعنی طلوعِ صبح و شمس و غروبِ شمس و شفق و نصف النہار و مثلین و روز و ماہ و سال ان سب کے ادراک کا مدار رؤیت و مشاہدہ پر ہے، ان میں کوئی ایسا نہیں جو بغیر مشاہدہ مجرد کسی حساب یا قانون عقلی سے مدرک ہو جاتا، ہاں رؤیت و مشاہدہ ان سب کے ادراک کا سبب کافی ہے اور یہی اس شریعت عامہ تامہ شاملہ کاملہ کے لائقِ شان تھا کہ تمام جہان کے لئے اُتری اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ دقائق محاسبات ہیأت و زیج کی تکلیف انھیں نہیں دی جا سکتی،

انا امۃ امیۃ لا نکتب و لا نحسب[2]۔

ہم اُمّی اُمّت ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں۔(ت)

فرما کر اپنے غلاموں کے لئے ایک آسان اور واضح راستہ کھول دیا اور ان تمام اوقات کے لئے

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۶

[2] سنن ابی داوٗد کتاب الصیام آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۱۷

حکیم رحیم عزجل جلالہ نے دو[۲] کھلی نشانیاں مقرر فرمادیں، چاند اور سورج، جن کے اختلافِ احوال پر نظر کرکے خواص و عوام سب اوقاتِ مطلوبہ شرعیہ کا ادراک کرسکیں،

کما قال تعالیٰ وجعلنا الیل والنھار اٰیتین فمحونا اٰیۃ الیل وجعلنا اٰیۃ النھار مبصرۃ لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب وکل شیئ فصلناہ تفصیلا[۱]۔ وقال تعالیٰ یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج[۲]۔ وقال تعالیٰ کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی الیل[۳]۔ وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ[۴]۔

جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی نشانی مٹی ہوئی رکھی اور دن کی نشانی دکھانے والی کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو، اور ہم نے ہر چیز خوب جُدا جُدا ظاہر فرمادی۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم سے چاند کو پُوچھتے ہیں تم فرمادو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہوجائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر، پھر رات آنے تک روزے پُورے کرو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشادِ اقدس ہے: تم چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر چھوڑ دو۔ (ت)

پھر ان میں بعض تو وُہ ہیں جن کا مدار صرف رؤیت پر ہی رہا وہ ہلال ہے کہ ان اللہ امدہ لرؤیتہ[۵] (بیشک اللہ تعالےٰ نے چاند کا مدار رؤیت پر رکھا ہے۔ ت) اس کے ظہور و خفاء کے وہ اسباب کثیرہ نامنضبط ہیں جن کے لئے آج تک کوئی قاعدہ منضبطہ نہ ہوسکا۔ ولہذا بطلیموس نے مجسطی میں باآنکہ متحیرہ خمسہ وکواکب ثوابت کے ظہور و خفا کے لئے باب وضع کئے مگر رؤیت ہلال سے اصلاً بحث نہ کی، وہ جانتا تھا کہ یہ قابو کی چیز نہیں، اس کا میں کوئی ضابطہ کلیہ نہیں دے سکتا۔

---

[۱] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۲ — [۲] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۹
[۳] 〃 〃 ۲/ ۱۸۷
[۴] صحیح البخاری کتاب الصوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۶
[۵] سنن الدارقطنی کتاب الصیام حدیث ۲۶/ ۲۱۲۴ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۳۶۲

بعد کے لوگوں نے اپنے تجارب کی بناء پر اگرچہ بلحاظ درجہ ارتفاع یا بعد سوائیا بعد معدل وقوس تعدیل الغروب وغیر ذلک کچھ باتیں کیں مگر وہ خود ان میں بشدّت مختلف ہیں اور باوصف اختلاف کوئی اپنے قرارداد پر جازم بھی نہیں جیساکہ واقفِ فن پر ظاہر ہے اُسی لئے اہلِ ہیئت جدیدہ با آنکہ محض فضول باتوں میں نہایت تدقیق و تعمق کرتے ہیں اور سالانہ المنک میں ہر روز کے لئے قمر کے ایک ایک گھنٹہ کا میلُ مطالع قمر اور ہر مہینہ میں آفتاب کے ساتھ اس کے جملہ انظار اجتماع و استقبال و تربیع ایمن و ایسر کے وقت دیتے ہیں اور ہر ہر تاریخ پر متحیرات و ثوابت کے ساتھ اس کے قرانات بیان کرتے ہیں مگر رؤیت ہلال کا وقت نہیں دیتے، وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے بوتے کا نہیں، و لہذا ہمارے علمائے نے تصریح فرمائی کہ اس بارہ میں قولِ اہلِ توقیت پر نظر نہ ہوگی۔ درمختار میں وہبانیہ سے ہے:

وقول اولی التوقیت لیس بموجب[1]

اہلِ توقیت کا قول سببِ وجوب نہیں بن سکتا۔(ت)

اور باقی وہ ہیں کہ اگرچہ اُن کا اصل مدار رؤیت پر تھا مگر رؤیت ہی کے تکرر سے تجربہ نے ان کے بارے میں ضوابطِ کلیہ دیئے جن کا ادراک بے رؤیت نہ ہوسکتا تھا مگر بعد ادراک وہ قاعدہ مقرر ہو کر وقت کو قوانین علم ہیأت و زیج کے ضابطہ میں لے آنا میسّر ہوا جس کے سبب ہم پیش از وقت حکم لگا سکتے ہیں کہ فلاں وقت مطلوب شرعی فلاں گھنٹے، منٹ، سیکنڈ پر ہوگا۔ واقفِ فن کا وہ حکم لگایا ہوا کبھی خطا نہ کرے گا کہ آخر مدارِ کار شمس و قمر کی چال پر ہے، اور ان کی چال عزیز علیم نے ایک حساب مضبوط پر منضبط فرمائی ہے۔

قال تعالٰی الشمس والقمر بحسبان[2]○ وقال تعالٰی ذٰلک تقدیر العزیز العلیم[3]۔

ارشاد باری تعالٰی ہے، سورج اور چاند حساب سے ہیں۔ اور ارشاد ربانی ہے: یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۶۱۷ تا ۶۱۹)

(۳۷) عورت چاہے عفیفہ اور ضعیفہ ہو محرم یا خاوند کے بغیر سفرِ حج پر نہیں جاسکتی۔ چنانچہ فرمایا:

عورت اگرچہ عفیفہ یا ضعیفہ ہو اُسے بے شوہر یا محرم سفر کو جانا حرام ہے۔ یہ عفیفہ ہے تو جن سے اس پر اندیشہ ہے وہ تو عفیف نہیں، اور یہ ضعیفہ ہے تو سفر خصوصاً سفرِ حج میں اور زیادہ محتاجِ محرم ہے

---

[1] دُرمختار کتاب الصوم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۴۸

[2] القرآن الکریم ۵۵/۵

[3] 〃 ۳۶/۳۸

کہ جہاز یا اونٹ پر چڑھانے اتارنے کے لئے ضعیفہ کو دوسرے شخص کی زیادہ حاجت ہے، ہاں اگر چلی جائے گی گنہ گار ہوگی، ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا مگر حج ہو جائے گا کہ معیتِ محرم شرطِ صحتِ حج نہیں۔ رہی واپسی، اگر اس کا شوہر یا محرم اس کے ساتھ حج کو جا سکتا ہے تو یہی مناسب ہے، اس صورت میں واپس کرنا مناسب نہیں۔ اگر زوج یا محرم کوئی نہیں، یا ہے مگر حج کو نہیں جا سکتا تو اگر ابھی مدتِ سفر تک نہیں گئی ہے واپسی لازم ہے، اور اگر مدتِ سفر تک قطع کر چکی تو شوہر یا محرم ہوں تو واپس لائیں کہ اس میں ازالۂ گناہ ہے اور ازالۂ گناہ فرض ہے۔

وقال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[1]۔

اللہ تعالٰے کا ارشاد گرامی ہے: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو آگ سے بچا لو (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۷۰۶، ۷۰۷)

(۳۸) راستہ پُر امن نہ ہونے کے خدشات ہوں تو کیا وجوبِ حج ساقط ہو جاتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

افواہ کا اعتبار نہیں اگر واقعی ثابت ہو کہ راستہ میں امن نہیں تو وجوب نہ ہوگا کہ من استطاع الیہ سبیلا[2] (جو اس تک چل سکے۔ت) صادق نہ آیا مگر یہ اس کے لئے ہے جس پر اسی سال وجوبِ حج ہوتا اور جن پر پہلے سے واجب ہو لیا ہے اور اپنی کاہلی سے اب تک ادا نہ کیا اُن پر سے وجوب ساقط نہیں ہو سکتا، غایت یہ کہ جس سال امن نہ ہونا ثابت ہو وجوبِ ادا نہ ہوگا، جب باذنہ تعالٰے امن ہو جائے واجب الادا ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۷۱۰، ۷۱۱)

(۳۹) زیارتِ روضۂ شریف حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا کیا حکم ہے اور باوجود قدرت اس کا تارک یا مانع و منکرِ فضل شرعاً کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

زیارت سراپا طہارت حضور پُر نور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بالقطع والیقین باجماعِ مسلمین افضل قربات و اعظم حسنات سے ہے جس کی فضیلت و خوبی کا انکار نہ کرے گا مگر گمراہ بددین یا کوئی سخت جاہل، سفیہ غافل، سخرۂ شیاطین، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ اس قدر پر تو اجماعِ قطعی قائم، اور کیوں نہ ہو، خود قرآن عظیم اس کی طرف بلاتا اور مسلمانوں کو رغبت دلاتا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۶ / ۶
[2] 〃 ۳ / ۹۷

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما[1]

یعنی اگر ایسا ہو کہ وہ جب اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ وجرم کریں تیری بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہوں پھر خدا سے مغفرت مانگیں اور مغفرت چاہے ان کے لئے رسول، تو بیشک اللہ عزوجل کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہیں۔

امام سبکی شفاء السقام اور شیخ محقق جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

"علماء نے اس آیت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حالِ حیات وحالِ وفات دونوں حالتوں کو شمول سمجھا اور ہر مذہب کے ائمۂ مصنفین مناسک نے وقت حاضری مزار پر انوار اس آیت کی تلاوت کو آدابِ زیارت سے گنا۔"[2] (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۷۱۸)

(۴۰) مزید فرمایا:

آفتاب سے زیادہ روشن کہ ایسا شخص گمراہ، بددین، خارقِ اجماعِ مسلمین، مستحقِ وعیدِ شدید نولّه ما تولّی ونصله جهنم وساءت مصیرا[3] (ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔ ت) ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ص ۷۲۳)

(۴۱) کفار پر ایمان کے سوا اور عبادات فرض ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ شافعیہ اور علماء عراقیین کا مذہب یہ ہے کہ عبادات فرض ہیں اور یہی معتمد وراجح تر ہے۔ اس کی تائید میں فرمایا:

علامہ ابن نجیم ومحقق علائی نے فرمایا:

وهو المعتمد لان ظاهر النصوص یشهد لهم وخلافه تاویل[4]

یہی معتمد علیہ ہے کیونکہ نصوص کا ظاہر اسی پر گواہ ہے اور اس کا خلاف تاویل ہے (ت)

قرآن مجید میں صاف ارشاد ہوا:

---

[1] القرآن الکریم ۴/۶۴

[2] جذب القلوب باب پانزدہم دربیان حکم زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم نولکشور لکھنؤ ص ۲۱۱

[3] القرآن الکریم ۴/۱۱۵

[4] کشف الاستار حاشیہ درمختار حاشیہ ۴ کتاب الحج مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۶۰

ما سلککم فی سقر ○ قالوا لم نك من المصلین ○ ولم نك نطعم المسکین ○ وکنا نخوض مع الخائضین ○ وکنا نکذب بیوم الدین ○ حتی اتٰنا الیقین ○[1]

تمھیں کس چیز نے جہنم میں پہنچایا، انھوں نے کہا ہم نمازی نہ تھے اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلاتے اور سازشیں کرنے والوں کے ساتھ شریک ہو کر ہم بھی حصہ لیتے، اور ہم یوم جزا کا انکار کرتے یہاں تک کہ موت آگئی ۱۲ منہ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۷۷۶، ۷۷۷) (حاشیہ)

(۴۲) لفظ عبد کا اطلاق غلام پر درست ہے۔ اس کی تائید میں فرمایا:

اطلاق عبد بمعنی غلام قطعًا جائز و شائع اور قرآن و حدیث میں واقع، فقیر غفر اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب "البارقۃ الشارقۃ علٰی مارقۃ المشارقۃ" میں اس کی تحقیق مشبع لکھی اور اپنے رسالہ "مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم" (۱۳۰۲ھ) میں بھی قدرے توضیح، اور گیارہ احادیث پر قناعت کی۔ یہاں اسی قدر کافی کہ رب الارباب عزّ جلالہ قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

انکحوا الایامٰی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم[2]

نکاح کر دو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق غلاموں اور کنیزوں کا۔ (ت)

دیکھو اللہ تعالٰی نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا اگرچہ ہمیں اپنے غلام کو یا عبدی نہ کہنا چاہیے کہ تواضع کے خلاف ہے، حدیث میں اس کی ممانعت آئی نہ یہ کہ غلام بھی اپنے آپ کو اپنے آقا کا عبد نہ کہے ۱۲ منہ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۸۲۵، ۸۲۶) (حاشیہ)

فتاوٰی رضویہ جلد ۱۱

(۱) ناچ اور باجے وغیرہ ممنوعات کے باوجود نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ ایسے نکاح کو ناجائز کہنے والے شخص کا رَدّ کرتے ہوئے فرمایا:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر عمدہ تمغائے مسلمانی ہے۔ اس نیک کام میں بہت لوگ حدودِ خداوندی کا خیال نہیں رکھتے اور تشدد و تعصب کو یہاں تک نباہتے ہیں کہ ان کا گناہ ان جاہلوں کے گناہ

---

[1] القرآن الکریم ۷۴/ ۴۲ تا ۴۷

[2] ؍؍ ؍؍ ۲۴/ ۳۲

سے بدرجہا زائد ہوجاتا ہے جن کے لئے یہ ناصح مشفق بنے تھے، اور یہ بلا حضراتِ وہابیہ میں بہت ہے ذرا ذرا سی بات کو کفر، شرک، بدعت ضلالت مخل اصل ایمان کہہ دیتے ہیں اور مطلق پاس و لحاظ اسلام و مسلمین دل میں نہیں لاتے۔ اسی طرح یہ قائل بھی اوروں کو ناچ گانے سے روکتا تھا اور خود اس سے اشد گناہ یعنی شریعتِ مطہرہ پر افتراء کیا معہذا اس پر لازم کہ اہلِ ہند اکثر عوام مسلمین مرد و زن کو معاذ اللہ زانی و زانیہ اور ان کی اولاد کو ولد الزنا ٹھہرائے حالانکہ حق سبحٰنہ و تعالےٰ فرماتا ہے؛

یعظکم اللّٰہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[1]

اللہ تعالےٰ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب کبھی ایسا نہ کہنا اگر تم مومن ہو۔ (ت)

غرض امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بھی ایک حد مقرر ہے کہ اس سے تجاوز آدمی کو خود ترک معروف و ارتکابِ منکر میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ومن یتعدّ حدود اللّٰہ فقد ظلم نفسہ[2]

جس نے حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ (ت)

ہاں اگر دُولہا دُلھن میں سے کسی کا یہ عقیدہ و مذہب ہو کہ رنڈیوں کا یہ ناچ حلال و مباح ہے تو وہاں اس حکم کی گنجائش ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۱۰۹، ۱۱۰)

(۲) کوئی عورت طوائف کسی مرد آشنا کے ساتھ پردہ میں خاوند بیوی کے طور پر رہتی ہے اور دوسرے مردوں سے اختلاط نہیں کرتی تو کیا شرعًا وہ اس مرد کی زوجہ تصور ہوگی؟ اس بارے میں فرمایا؛

اگر وہ مرد و زن مثل زوج و زوجہ رہتے، اور جو لوگ اُن کے حالاتِ خانگی سے واقف ہیں انھیں زوج و زوجہ تصور کرتے ہوں تو شرعًا زوج زوجہ قرار پائیں گے نہ کہ زانی و زانیہ کہ مسلمان کی طرف بدکاری کی نسبت بے ثبوتِ شرعی ہرگز جائز نہیں۔ شارع نے جس قدر احتیاط اس بارے میں فرمائی دوسرے معاملہ میں نہ آئی، یہاں حسنِ ظن واجب اور تکذیبِ قاذف لازم۔ قال عزّ اسمہ؛

لولا جاءوا علیہ باربعۃ شھداء[3] الآیۃ۔

اس پر اگر وہ چار گواہ پیش نہ کریں الآیۃ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۷

[2] 〃 ۶۵/ ۱

[3] 〃 ۲۴/ ۱۳

اور ارشاد ہوتا ہے :

ولولا اذ سمعتموہ قلتم[1] الآیۃ۔

اور کیوں نہیں تم کہتے جب تم اسے سنتے ہو الآیۃ۔ (ت)

اگر کوئی مسلمان حر عاقل بالغ عفیف کی طرف نسبتِ زنا کرے اور چار گواہوں سے ثابت نہ کرے تو بعد طلب مقذوف کے اُسے اَسّی کوڑے مارے جاتے ہیں اور گواہی اس کی کبھی قبول نہیں ہوتی۔ قال اللہ تعالٰی : والذین یرمون[2] الآیۃ (اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں الآیۃ۔ ت)

اسی طرح اگر تین گواہ معائنۂ زنا کی گواہی دیں اور چوتھا نہ ہو تو اُن گواہوں پر حدِ قذف لازم آتی ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۱۹۴، ۱۹۵)

(۳) جھوٹی گواہی کے بارے میں فرمایا :

جھوٹی گواہی دینے والے پر جو سخت ہولناک وعیدیں ارشاد ہوئی ہیں ہر مسلمان جانتا ہے یہاں تک کہ قرآن عظیم میں اسے بُت پُوجنے کے برابر شمار فرمایا۔ قال تعالٰی :

فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ غیر مشرکین بہ[3]۔

بُتوں کی نجاست سے بچو، جھوٹی بات سے پرہیز کرو شرک سے بچتے ہوئے اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۰۱)

(۴) زید ہندہ کو اس کے باپ کی عدم موجودگی میں جبراً اٹھا کر اپنے گھر لے گیا، پھر جبراً اس نے نکاح کرنے کا دعوٰی کیا جبکہ ہندہ کا کہنا ہے کہ باپ کی رضامندی کے بغیر مجھے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا :

ایسی ناپاک کارروائی کے ساتھ کسی کی بیٹی کو بلا نکاح رخصت کرا کر لے جانا اگرچہ اسی قصد پر ہو کہ گھر لے جا کر نکاح کرلیں گے سخت شدید کبیرہ عظیمہ ملعونہ ہے جس کا مرتکب کہ اشد ظلم میں گرفتار ہے مستحق عذابِ الیم نار ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

الا لعنۃ اللہ علی الظلمین[4]۔

سُن لو خدا کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۱۶ [2] القرآن الکریم ۲۴/۴

[3] 〃 ۲۲/۳۰

[4] 〃 ۱۱/۱۸

(۵) مزید فرمایا:

مگر کسی کی بیٹی کو جبراً بلا نکاح لے جانا پھر بالجبر نکاح کرنا ظلم پر ظلم اور مسلمان کو عار لاحق کرنا ہے قال اللہ تعالیٰ لا اکراہ فی الدین[1] (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دین میں جبر نہیں۔ ت)۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۲۰۳)

(۶) مزید فرمایا:

گواہ و وکیل و معین جتنے لوگ اس واقعہ پر آگاہ ہو کر زید کی اعانت کریں گے سب اس کی مثل ظلم و حرام و استحقاقِ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: گناہ و زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۲۰۴)

(۷) تعظیماً اللہ تعالیٰ کی شان میں جمع کا لفظ بولنے کے بارے میں فرمایا:

حرج نہیں، اور بہتر صیغہ واحد ہے کہ واحد احد کے لئے وہی انسب ہے، قرآن عظیم میں ایک جگہ رب عزوجل سے خطاب جمع ہے رب ارجعون[3]، وہ بھی زبانِ کافر سے ہے۔ اور تاج سے کہنا کہ تم یا آپ یا جناب نے قبول کی، اس میں بھی حرج نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۲۰۷)

(۸) دو بہنوں کے جسم کمر سے سُرین تک جُڑے ہوئے ہیں ان کے نکاح کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

شریعتِ مطہرہ نے کوئی مسئلہ لاجواب نہ چھوڑا، بھلا یہ صورت تو بہت بعید ہے، فرض کیجئے جو عورت ابتدائے بلوغ سے معاذ اللہ جذام و برص میں مبتلا ہو اور اس کے ساتھ ایسی کریہہ المنظر کہ اُسے کوئی قبول نہ کرتا نہ کہ بحالتِ جذام، اس کے لئے کیا صورت ہوگی، اسے شرع کیا حکم دے گی، ہاں اسے عفت و صبر کا حکم فرماتی ہے اور روزوں کی کثرت اس کا علاج بتاتی ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۶
[2] القرآن الکریم ۵/ ۲
[3] 〃 ۲۳/ ۹۹

ولیستعفف الذین لایجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ[1]۔
جو نکاح کی طرف کوئی راہ نہ پائیں وہ بچے رہیں جب تک اللہ اپنے فضل سے انھیں بے پرواہ کردے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۲۰)

(۹) جہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے وہاں روزے کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:
اگر حکماً صورت تقدیر واندازہ لیجئے بھی جس طرح دربارۂ ایامِ طوال دجّال نمازوں کے لئے ارشاد ہُوا تو وہی قرآن عظیم جس نے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ[2] (جو تم میں سے ماہِ رمضان کو پائے تو اس کا روزہ رکھے۔ت) فرمایا اُسی نے وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین[3] ارشاد کیا یعنی
جنھیں روزے کی قدرت نہ ہو اُن پر بدلہ ہے ہر روزے کے عوض ایک مسکین کا کھانا اور جن کو اس کی بھی استطاعت نہ ہو وہ حصولِ استطاعت کا انتظار کریں اور اپنے رب سے انابت واستغفار کہ وہی قرآن کریم فرماتا ہے:
لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا[4]۔
خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۲۲)

(۱۰) فاحشہ عورت سے نکاح کرنے والے کے بارے میں فرمایا:
زنِ فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوتی ہو، ہاں اگر اپنے افعالِ خبیثہ پر قائم رہے اور یہ تا قدرِ قدرت انسداد نہ کرے تو دیّوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب، مگر یہ حکم اس کی اس بے غیرتی پر ہے نفسِ نکاح پر اس سے اثر نہیں۔ حق سبحانہٗ وتعالٰی نے محرمات گِنا کر فرمایا:
واحل لکم ما وراء ذالکم[5]۔
اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمھیں حلال ہیں۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۳۳
[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۵
[3] " ۲/۱۸۴
[4] " ۲/۲۸۶
[5] " ۴/۲۴

رہی آیۂ کریمہ:

والزانیة لاینکحہا الا زان او مشرک وحرم ذٰلک علی المؤمنین[1]۔

زانیہ عورت سے صرف زانی یا مشرک نکاح کرے اور مومنین پر یہ حرام ہے۔ (ت)

اس کا حکم منسوخ ہے قالہ سعید بن مسیب وجماعة (یہ سعید بن مسیب اور ایک جماعت کا قول ہے۔ ت) یا نکاح سے یہاں جماع مراد ہے کما قال حبر الامة عبداللہ بن عباس و سعید بن جبیر ومجاھد والضحاک وعکرمة وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ویزید بن ھارون (جیساکہ امت کے ماہر عالم عبداللہ بن عباس اور سعید بن جبیر اور مجاہد، ضحاک، عکرمہ، عبدالرحمان بن زید بن اسلم، اور یزید بن ہارون کا قول ہے۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۳۵)

(۱۱) حُرمتِ مُتعہ کے بارے میں فرمایا:

متعہ کی حرمت صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے ارشادوں سے ثابت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اقوالِ شریفہ سے ثابت ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن عظیم سے ثابت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والذین ھم لفروجھم حٰفظون ○ الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ○ فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون[3]۔

جو لوگ اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے ماسوا سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں وہ ملامت سے محفوظ ہیں اور جو لوگ غیر کے متلاشی ہیں وہ حد سے متجاوز ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۳۶)

(۱۲) متعہ کرنے والے کی امامت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

متعہ بنصِ قطعی قرآنِ عظیم واجماعِ ائمۂ اہلسنت بلاشبہہ باطل وحرام قطعی ہے۔

قال تعالٰی فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون[4]۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۳

[2] الدر المنثور تحت الآیة ۲۴/۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/۱۲۲

[3] القرآن الکریم ۲۳/۵ تا ۷

[4] القرآن الکریم ۲۳/۷

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو شخص (بیویوں اور لونڈی مملوکہ) کے علاوہ غیر کی خواہش کرتا ہے وہ حد سے متجاوز ہے۔ (ت)

شخصِ مذکور اس کے ارتکاب اور کچہری میں اعلان سے فاسق معلن ہوا اس کی امامت ممنوع اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پھرنی واجب ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۳۹، ۲۴۰)

(۱۴۳) جمعہ کے دن نکاح کو ناجائز کہنے والے شخص کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

اُس شخص کا یہ کہنا محض غلط اور شریعت پر افترا ہے، نکاح ہر دن جائز ہے، ہاں اگر اذانِ جمعہ ہو گئی تو اس کے بعد جب تک نماز نہ پڑھ لی جائے نکاح کی اجازت نہیں کہ اذان ہوتے ہی جمعہ کی طرف سعی واجب ہو جاتی ہے۔

قال تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الٰی ذکر اللہ و ذروا البیع[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز اس کی اذان ہو تو اللہ تعالٰی کے ذکر کے لئے چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ (ت)

پھر بھی اگر کوئی بعد اذان نکاح کرے گا گناہ ہوگا مگر نکاح جائز و صحیح ہو جائے گا کما فی الہدایۃ فی البیع ان الکراھۃ للمجاور[2] (جیسا کہ ہدایہ میں بیع کے بارے میں ہے کہ کراہت مجاور یعنی ترکِ سعی کی وجہ سے ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۴۱، ۲۴۲)

(۱۴۴) خواص منکوحہ کی اولاد کے بارے میں فرمایا:

خواص و کنیزک میں کوئی فرق نہیں وہ عورت کہ بملک شرعی کسی کی مِلک ہو اس کی کنیز ہے، پھر اگر دوسرے کی کنیز سے اس کی اجازت سے اس نے نکاح کیا نکاح صحیح ہوا، اور باپ اگر شریف و نجیب ہے تو اولاد بھی شریف و نجیب ہے کہ شرعًا نسب باپ سے لیا جاتا ہے۔

قال اللہ تعالٰی وعلی المولود لہ رزقھن[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا خرچہ ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۴۲)

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۹

[2] الہدایۃ کتاب البیوع فصل فیما یکرہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۷۰

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۳

(۱۵) تن بخشی کرنے والوں کے بارے میں فرمایا :

تن بخشی پر قناعت صریح زنا ہے اور اگر اسے حلال جانے تو کافر،

انما کان ذٰلك من خصائصه صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم، قال تعالٰی خالصة لك من دون المؤمنین[1]

یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا : یہ خالص آپ کے لئے ہے مومنین کے لئے نہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۵۸)

(۱۶) زید نے اپنے سوتیلے بیٹے بکر کی مطلقہ سے بعد انقضائے عدت شادی کر لی، اس کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا :

جائز ہے، وہ اس کی بہو نہیں کہ بکر اس کا بیٹا نہیں، اس کی زوجہ کا بیٹا ہے۔

قال تعالٰی وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[2]، وقال تعالٰی واحل لکم ماوراء ذٰلکم[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی بننے والیوں سے (نکاح) حرام ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : ان مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۶۷)

(۱۷) سوتیلی ساس سے نکاح کے بارے میں فرمایا :

زوجہ کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے کہ سوتیلی ماں ماں نہیں ہوتی۔

قال اللّٰہ تعالٰی ان امھٰتھم الا الّٰئی ولدنھم[4] وقال تعالٰی واحل لکم ماوراء ذٰلکم[5]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : ان کی مائیں صرف وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : ان کے ماسوا عورتیں تمہارے لئے حلال قرار دی گئی ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۷۰)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۰
[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[3] " ۴/ ۲۴
[4] " ۵۸/ ۲
[5] " ۴/ ۲۴

(۱۸) ماں کی خالہ زاد سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

ماں کی خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے،

قال تعالٰی واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کے ماسوا عورتیں تمہارے لئے حلال قرار دی گئی ہیں۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۷۱)

(۱۹) حدیث لاتنکح المرأۃ علٰی عمتہا ولا علٰی خالتہا کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

لاتنکح المرأۃ علٰی عمتہا ولا علٰی خالتہا[2]

پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں ان کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔

حدیث صحیح مشہور ہے، مع ہذا وہ مخالفِ قرآن نہیں بلکہ آیۂ کریمہ وان تجمعوا بین الاختین[3] (حرام ہے کہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔ت) کی تفسیر ہے کہ اختیت سے ہر علاقۂ محرمیت مراد ہے علاوہ بریں کریمہ واحل لکم ماوراء ذٰلکم[4] (ان کے سوا تمہارے لئے حلال ہیں۔ت) عام مخصوص منہ البعض ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم[5]

مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو تاوقتیکہ وہ ایمان لائیں۔ اور مومن لونڈی، مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ مشرکہ تمھیں پسند ہو۔(ت)

حدیث کلامی لاینسخ کلام اللہ[6] (میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا۔ت) محض بے اصل ہے، خود صحاح احادیث کثیرہ میں ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

دیکھو ایسا نہ ہو کہ کوئی پیٹ بھرا بے فکرا اپنی مسند پر تکیہ لگائے یہ کہے کہ ہم نہیں جانتے جو قرآن میں حلال پائیں گے اُسے حلال کہیں گے اور جو قرآن میں حرام

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم الجمع بین المرأۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۳

[3] القرآن الکریم ۴/ ۲۳ [4] القرآن الکریم ۴/ ۲۴ [5] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۱

[6] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ جبرون بن واقد دارالفکر بیروت ۲/ ۶۰۲

پائیں گے اُسے حرام کہیں گے[1]

الا انّی اوتیت القرآن و مثلہ معہ[2] سُن لو میں قرآن دیا گیا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل۔

اور الا ان ما حرم رسول اللہ مثل ما حرم اللہ[3] سنو بیشک جسے رسول اللہ نے حرام کیا وہ ایسا ہی حرام ہے جیسے اللہ نے حرام کیا۔

خود رب العزت تبارک وتعالٰے قرآنِ عظیم میں کافروں کی حالت بیان فرماتا ہے:

ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ[4]

کافر حرام نہیں جانتے ان چیزوں کو جنھیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا۔

اور مسلمانوں سے فرماتا ہے:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا[5]

جو کچھ رسول تم کو عطا فرمائیں اس کو لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۷۲، ۲۷۳)

(۲۰) خاوند غریب ہے اور لڑکی کا والد سوا لاکھ مہر کی شرط لگاتا ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، مگر دونوں کی نیت ادائیگی کی ہونی چاہیئے۔ چنانچہ فرمایا:

البتہ یہ ضرور ہے کہ طرفین اُسے دَین سمجھیں اور شوہر نیتِ ادا رکھے۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی محض مفلس تھے، نکاح کیا، مہر کثیر کی درخواست کی گئی، قبول فرمالی اور فرمایا: علی اللہ وعلٰی رسولہ المعول اللہ اور اس کے رسول پر بھروسہ ہے یعنی وہ عطا فرمادیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خود قرآنِ عظیم فرماتا ہے:

ولو انّہم رضوا ما اٰتٰہم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ راغبون[6]

---

[1] سنن ابن ماجہ	باب اتباع سنۃ رسول اللہ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۳
[2] سنن ابی داؤد	باب لزوم السنۃ	آفتاب عالم پریس لاہور	۲/۲۷۶
[3] سنن ابن ماجہ	باب اتباع سنۃ رسول اللہ	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۳

[4] القرآن الکریم ۹/۲۹

[5] 〃 ۵۹/۷

[6] 〃 ۹/۵۹

اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہوتے اللہ و رسول کے دیے پر اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، اب ہمیں دیتے اللہ و رسول اپنے فضل سے، بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رُوئے نیاز لاتے ہیں۔

ایسی حالت میں کوئی الزام بھی نہیں بلکہ نکاح نیتِ صحیحہ اور حاجت صادقہ کے ساتھ کیا گیا ہے تو حسب وعدہ صادقہ حدیث صحیح اللہ عزوجل اس دین کا ضامن ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار خطبہ میں مغالاۃ فی المھور یعنی حیثیت سے زیادہ مہر باندھنے پر انکارِ شدید فرمایا، حاضرین میں سے ایک بی بی اٹھیں آیۂ کریمہ اٰتیتم احدٰھن قنطارا[1] (تم ان عورتوں کو ڈھیروں مال دیتے ہو) تلاوت کی جس میں سونے کا ڈھیر عورت کے مہر میں مقرر کرنا جائز فرمایا گیا۔ فوراً امیر المومنین نے انکار سے رجوع فرمائی اور بکمالِ تواضع فرمایا:

اللھم کل احد افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجال[2]

اے اللہ! عمر سے ہر ایک زیادہ فقیہ ہے حتی کہ پردہ دار عورتیں بھی۔ (ت)

ہاں یہ ناجائز ہے کہ مہر باندھے اور ادا کی نیت نہ ہو اگرچہ اس کی حیثیت سے کتنا ہی کم ہو۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۸۳)

(۲۱) عدت کے بارے میں فرمایا:

عدت زنِ شوہر دار پر ہوتی ہے، جب شوہر مرے یا طلاق دے، اور ذات زوج کا محل زوج ہی کا ٹھہرتا ہے۔ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الولد للفراش وللعاھر الحجر[3]

بچّے کا نسب نکاح والے کے لئے ہے زانی کو محرومی۔ (ت)

آیۂ کریمہ میں اولات الاحمال سے یہی مراد ہے، صدرِ کلام میں خاص صورتِ طلاق ارشاد ہوئی ہے اور اسی کی تفصیل فرمائی گئی ہے۔

یاایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ[4]

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۰
[2] السنن الکبرٰی للبیہقی لاوقت فی الصداق الخ دار صادر بیروت ۷/ ۲۳۳
[3] صحیح مسلم باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۰
[4] القرآن الکریم ۶۵/ ۱

اے نبی (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم)! عورتوں کو طلاق دیتے وقت ان کی عدّت کا پاس کرو اور عدّت کا شمار کرو۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۸۹)

(۲۲) قاضی نکاح خوانی شرعی قاضی نہیں، اس کے بغیر بھی نکاح ہوسکتا ہے اسے دعوت دینا ضروری نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

قاضی کوئی شرطِ نکاح نہیں، آدمی جس سے چاہے پڑھوائے، چاہے مرد و زن دو گواہوں کے سامنے خود ایجاب وقبول کرلیں، اس نام کے قاضی کے لئے شرعاً کچھ اختیارات نہیں، نہ وہ اجرت کا مستحق جبکہ نکاح دوسرے نے پڑھایا، نہ قاضی کو دعوت نہ دینے میں کوئی الزام، یہ نکاح خوانی کے قاضی اسماء سمّیتموھا انتم واٰباءکم ما انزل اللّٰہ بھا من سلطٰن[1] (یہ تمہارے اور تمہارے باپ دادا کے بنائے ہوئے نام ہیں اللہ تعالٰی نے ان پر کوئی دلیل نہیں اتاری۔) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۹۶، ۲۹۷)

(۲۳) نکاح و رخصتی کے بعد لڑکی کے باپ نے کہا کہ لڑکی کو تم اپنے وطن نہ لے جانے کا اسٹامپ لکھ کر دو ورنہ میں لڑکی کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا، لڑکی کے باپ کا یہ عذر کیسا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا:

اگر مہر کل یا بعض پیشگی دینا قرار نہ پایا تھا یا قرار پایا تھا اور وہ ادا ہوگیا تو لڑکی کے باپ کا یہ عذر بیجا ہے اور وہ اسے نہیں روک سکتا۔

قال اللہ تعالٰی واسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم[2]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: بیویوں کو اپنے ساتھ سکونت دو گنجائش کے مطابق۔(ت)

ہاں اگر کوئی صورت خاص ہو کہ سفر بہت طویل ہے اور وہاں تنہائی میں لڑکی کو ضرر رسانی کا ظن غالب ہے تو اس کے ثبوت پر بے بندوبست کافی وہاں لے جانے کی اجازت نہ دیں گے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[3]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاضرر ولاضرار فی الاسلام[4]۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/۷۱
[2] " " ۶۵/۶
[3] " " ۶۵/۶
[4] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۸۹ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/۹۱

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کو تنگی دینے کے لئے ضرر مت پہنچاؤ۔ اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام ضرر اور نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۲۹۹، ۳۰۰)

(۲۴) سوتیلی خوشدامن کے ساتھ نکاح کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

نکاح مذکور بیشک جائز ہے، قال عزوجل:

واحل لکم ماوراء ذٰلکم[1]

محرماتِ مذکورہ کے ماسوا تمھارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ (ت)

علماء قاطبۃً متون وشروح وفتاوٰی میں محرمات صہریہ زوجاتِ اصول وفروع، اصول وفروعِ زوجات بتاتے ہیں نہ زوجۂ اصول زوجہ وعدم الذکر فی امثال المقام ذکر العدم کمالایخفی (ایسے مقام میں ذکر نہ ہونا گویا نہ ہونے کا ذکر ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور سوتیلی ماں لفظِ امّہات میں ہرگز داخل نہیں، ورنہ آیۂ تحریم میں حرمت علیکم امہاتکم[2] (تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔ ت) کے بعد ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم[3] (جن سے تمھارے آباء نے نکاح کیا تم ان سے نکاح نہ کرو۔ ت) کیوں فرمایا جاتا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بہن سب حلال ہیں۔ اگر سوتیلی ماں بھی ماں ہوتی تو یہ عورتیں اس کی نانی، بہن، خالہ قرار پاتیں۔ علامہ خیرالدین رملی فرماتے ہیں:

لا تحرم بنت زوج الام ولا امہ ولا ام زوجۃ الاب ولا بنتہا[4]

ماں کے خاوند کی بیٹی اور اس کی ماں اور باپ کی دوسری بیوی کی ماں اور بیٹی حرام نہیں (ت)

اصل یہ ہے کہ ساس کی حُرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لئے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے، سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں لہٰذا اس کی حلت میں کوئی شبہہ نہیں۔ مسئلہ واضح ہے اور حکم ظاہر۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۱۲)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] " ۴/ ۲۳

[3] " ۴/ ۲۲

[4] فتاوٰی خیریہ فصل فی المحرمات دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۳

(۲۵) بلااذن خاوند گھر سے نکلنے والی عورت کے نکاح ٹوٹ جانے سے متعلق عوامی خیال کا رَد کرتے ہوئے فرمایا :

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ عورت بے اذنِ شوہر گھر سے نکل جائے تو نکاح سے نکل جائے محض غلط ہے۔ قال تعالٰی :

والّٰتی تخافون نشوزھن فعظوھن[1] الاٰیۃ۔

جن عورتوں کی نافرمانی کا احساس کرتے ہو ان کو نصیحت کرو الآیۃ۔

تخافون تعلمون ومن النشوز الخروج بلا اذن۔

یہاں تخافون بمعنی تعلمون اور نشوز سے مراد اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا ہے (ت)

معاذ اللہ اگر ایسا ہو تو نکاح کی گرہ زنان ناقصات العقل والدّین کے ہاتھ ہو جائے، جو عورت چاہے بے ارادۂ شوہر سہل طور پر قیدِ نکاح سے آزادی حاصل کرلے، حالانکہ اللہ عزوجل نے نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں رکھی ہے۔ قال عزوجل :

بیدہ عقدۃ النکاح[2] یعنی الزوج فی قول علی وسعید بن المسیّب وسعید بن جبیر وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اسی (خاوند) کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ، سعید بن مسیّب اور سعید بن جبیر وغیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس سے خاوند مراد لیا ہے۔ (ت)

اسی طرح عیاذاً باللہ عورت کے فسق و فجور سے بھی نکاح نہیں جاتا۔ قال تعالٰی :

واللاتی یأتین الفاحشۃ من نسائکم[3]۔ سماھن مع ذٰلک نساءھم، وقال جل وعلا والذین یرمون ازواجھم[4] الاٰیۃ الٰی قولہ تبارک وتعالٰی ویدرؤا عنھا العذاب[5] الاٰیۃ۔

تمہاری بیویوں میں سے جو فحش کاری کی مرتکب ہو اس میں اس کے باوجود ان کو بیویاں فرمایا گیا ہے۔ اللہ جل وعلا نے فرمایا : وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں الآیۃ، اور عورت

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۳۴
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۷
[3] " " ۴/ ۱۵
[4] " " ۲۴/ ۶
[5] " " ۲۴/ ۸

سے یوں منزائل جائے گی، آخر آیت تک۔ (ت)

پس جبکہ زید نے ہنوز طلاق نہ دی نصیبن بدستور اس کے نکاح میں باقی ہے اور بکر خواہ کسی کو، ہرگز اس سے نکاح حلال نہیں اگر کر بھی لیا، تاہم جیسے اب تک وہ دونوں مبتلائے زنا رہے یوں ہی اس نکاح بے معنی کے بعد بھی زانی وزانیہ رہیں گے اور یہ جھوٹا نام نکاح کا کچھ مفید نہ ہوگا۔ قال تعالٰی:

والمحصنٰت من النساء[1] (شادی شدہ پاکیزہ عورتیں۔ ت)

پس چارہ کار یہی ہے کہ بکر ونصیبن فورًا جُدا ہوجائیں اور اللہ عزوجل کے غضب سے ڈر کر اپنے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کریں۔ پھر نصیبن زید کے پاس نہ رہنا چاہے تو اُسے اختیار ہے کہ زید کو طلاق کے بدلے مال دے کر خواہ بغیر مال دیئے طلاق حاصل کرے۔ قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی:

فان خفتم الّا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ[2]

اگر تمھیں ڈر ہے کہ عدل کے طور پر وہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے (تو خلع کے طور پر عورت کی طرف سے) فدیہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ت)

جب زید طلاق دے دے تو اب تین حیض کامل گزرنے کے بعد نصیبن کو حلال ہوگا کہ بکر خواہ غیر بکر جس سے چاہے نکاح کرلے۔ قال سبحٰنہ وتعالٰی:

والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء[3]

طلاق شدہ عورتیں اپنے کو تین حیض تک روکے رہیں۔ (ت)

بکر ونصیبن اگر اس حکمِ الٰہی پر گردن رکھیں فبہا، اور اگر نہ مانیں اور اسی حالت پر رہیں یا بے طلاق حاصل کئے آپس میں نکاح کرلیں تو ایمان والے مرد اور ایمان والی بیبیاں انھیں یک لخت چھوڑ دیں، نہ اپنے پاس بیٹھنے دیں نہ خود ان کے پاس بیٹھیں۔ قال عزوجل:

واِمّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4]

اور کبھی شیطان تجھے بھول میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۱۳، ۳۱۴)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹
[3] " ۲/ ۲۲۸
[4] " ۶/ ۶۸

(۲۶) سالی سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

"تا حیاتِ زوجہ جب تک اسے طلاق ہو کر عدت نہ گزر جائے اس کی بہن سے جو اس کے باپ کے نطفے یا ماں کے پیٹ سے یا دودھ شریک ہے نکاح حرام ہے۔ قال تعالیٰ:

وان تجمعوا بین الاختین[1]۔

منع ہے کہ تم دو بہنوں کو جمع کرو۔ (ت)

اور ان کے سوا زوجہ کی رشتہ کی بہنیں مثلاً چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں اس کے شوہر پر ہر وقت حلال ہیں کل ذٰلک مصرح بہ فی کتب الفقہ (ان تمام مسائل کی تصریح کتبِ فقہ میں موجود ہے۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۱۴، ۳۱۵)

(۲۷) بھتیج بہو اور بھانج بہو سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

دونوں سے درست ہے، قال اللہ تعالیٰ:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2]

اور مذکورہ محرمات کے علاوہ تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۱۵)

(۲۸) زید کا بیٹا ہندہ سے اور خود زید ہندہ کی بیٹی سے نکاح کر سکتے ہیں، اس سلسلہ میں فرمایا:

یہ دونوں نکاح حلال ہیں، قال اللہ تعالٰے:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[3]

محرماتِ مذکورہ کے ماسوا تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ (ت)

ظاہر ہے کہ پسرِ زید کے لئے ہندہ اگر ہو گی تو باپ کی ساس ہو گی وذٰلک اذا تقدم نکاح زید (اور یہ جب ہے کہ زید کا نکاح پہلے ہوا ہو۔ ت) اور باپ کی ساس حلال ہے جبکہ وہ اپنی نانی نہ ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۱۶، ۳۱۷)

(۲۹) ہندہ منکوحہ کی ماں کو بحالتِ شہوت مَس کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا مگر دائمی حرمت لازم آتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳
[2] القرآن الکریم ۴/۲۴
[3] " " ۴/۲۴

ہندہ بکر پر حرام ابدی ہوگئی، بکر پر فرض کہ اُسے چھوڑ دے، اگر نہ چھوڑے گا سخت گنہ گار ہوگا اور ہندہ کے حق میں بھی گرفتار ہوگا۔ قال اللہ تعالٰی :

فامساك بمعروف او تسريح باحسان[1]، واذ قد فاته الامساك بالمعروف لزمه التسريح باحسان۔

بھلائی سے پاس رکھو یا اچھے انداز میں اس کو آزاد کردو۔ اس صورت میں پاس رکھنا ممکن نہیں رہا لہذا اس کو چاہئے کہ چھوڑ دے۔ (ت)

مگر جب تک[ع] وہ ترک نہ کرے یا حاکم شرع تفریق نہ کردے نکاح بیشک باقی ہے، دوسری جگہ ہرگز ہندہ کا نکاح جائز نہیں، ہاں بعد متارکہ یا تفریقِ حاکمِ شرع، پدرِ ہندہ کو اختیار ہوگا کہ بکر کے سوا جس سے چاہے نکاح کردے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۲۱، ۳۲۲)

(۳۰) فقط ایک عورت کے بیان سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔ اس سلسلہ میں فرمایا :

ع انظر ھھنا فان الدر خص المتارکة بالزوج وحقق الشامی انھا تکون من المرأة ایضا وان لا فرق بینھا وبین الفسخ، وقد تقرر ان حرمة المصاھرة تفسد النکاح وان فی النکاح الفاسد لکل منھما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بھا او لا، و انظر ان غیر البالغة ھل لھا او لولیھا فسخ نکاحھا الفاسد تحرزا عن المعصیة ام ینتظر بلوغھا اذ لا معصیة منھا قبله والظاھر الاول فلیحرر ۱۲ (م)

یہاں غور کرنا چاہئے کیونکہ دُر نے متارکہ کا حق خاوند کے لئے خاص کیا ہے، جبکہ علامہ شامی نے کہا کہ عورت کو بھی متارکہ کا حق ہے کیونکہ اس میں اور فسخ میں کوئی فرق نہیں، اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حرمت المصاہرة نکاح کو فاسد کردیتی ہے، جبکہ نکاح فاسد میں خاوند و بیوی دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی ہو یا نہ ہو، دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو فسخ کا حق ہے، اور یہ بھی قابل غور ہے کہ نابالغہ کے فاسد نکاح میں نابالغہ یا اس کے ولی کو فسخ کا اختیار ہے تاکہ گناہ سے بچایا جاسکے یا اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا اس بنا پر کہ اس سے قبل گناہ متصور نہیں، اور ظاہر پہلا احتمال ہے، اس کو واضح کرنا چاہئے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹

تنہا ایک عورت کا بیان اصلاً قابلِ سماعت نہیں۔ قال اللہ تعالٰے؛

واشھدوا ذوی عدل منکم[1]

اپنے دو عادل گواہ بناؤ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۲۳)

(۳۱) قبل وضع حمل حاملہ کے نکاح کے بارے میں فرمایا؛

حمل اگر حلال ہے (یعنی وہ جس میں شرعاً نسب ثابت ہو) تو قبل از وضع اس کا نکاح کسی غیر سے نہیں ہوسکتا۔ قال اللہ تعالٰی؛

واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن[2]

حاملہ عورتوں کی عدت بچّے کی پیدائش تک ہے۔ (ت)

ہاں شوہر سے جس کا حمل ہے نکاح جائز، اس کی صورت یہ کہ بعد حمل رہنے کے شوہر نے طلاق دے دی تو اگرچہ ہنوز وضعِ حمل نہ ہو اس سے نکاح ہوسکتا ہے بشرطیکہ طلاق مغلظہ ہو جس میں حلالہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۲۳)

(۳۲) کیا پیر اپنی مریدنی سے نکاح کرسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا؛

پیر کو اپنی مریدہ سے نکاح قطعاً حلال ہے، اسے ممنوع جاننا کتاب وسنّت واجماع امت و

ع اس سے صاف ظاہر ہے کہ مریدہ کو اپنے پیر کے سامنے بے پردہ آنا ناجائز ہے۔ غضب تو یہ ہے کہ اس زمانے کے بعض جاہل بیباک متصوف اس جھوٹے مسئلہ کو کہ مریدہ بیٹی ہے دستاویز بنالیتے ہیں اور تمام عورتوں کو جو اُن کی مریدی کے جال میں پھنسی ہوتی ہیں حکم قطعی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے بے پردہ وحجاب آیا کرو۔ بلکہ تنہائیوں میں انھیں لے کر بیٹھتے ہیں، حالانکہ یہ باتیں حرام قطعی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے زیادہ کوئی پیر نہیں وہ خود اپنے سامنے عورتوں کو بیباکانہ آنے سے منع فرماتے۔ اور کبھی حضورِ پُرنور نے نامحرم عورت کو ہاتھ نہ لگایا، جو بیبیاں کہ حاضرِ خدمت ہو کر بیعت چاہتیں آپ ان سے زبانی بیعت لیتے اور فرماتے، تمھاری بیعت ہوگئی۔ کبھی ہاتھ میں ہاتھ لے کر

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۲ [2] القرآن الکریم ۶۵/ ۴

قیاس چاروں دلائل شرع سے محض باطل و بے اصل ہے، قرآن عظیم سے یُوں کہ مولیٰ عزوجل نے حرام عورتیں گِنا کر فرمایا:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1]

ان محرمات کے سوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ (ت)

تولاجرم مریدہ بھی کہ ان محرمات میں ذکر نہ فرمائی اس حکمِ حلت میں داخل رہی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۲۵، ۳۲۶)

(۳۴۳) مزید فرمایا:

بلکہ پیری مریدی بھی خود ایک استادی وشاگردی ہے، اگر یہ خیالِ باطل ٹھیک ہوتا تو اپنی شاگرد عورت سے بھی نکاح حرام ہوتا اور عورت کو علم سکھانا نکاح جاتے رہنے کا باعث ہوتا کہ اب وہ اس کی بیٹی ہوگئی حالانکہ قرآن وحدیث سے زوجہ کو شاگرد کرنا اور اپنی شاگرد عورت کو نکاح میں لانا دونوں باتیں ثابت۔ قال اللہ تعالٰی:

یٰایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[2]۔

اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھروالوں کو دوزخ سے بچاؤ۔

ظاہر ہے کہ گھروالوں کو دوزخ سے بچانا بغیر مسائل سکھائے متصور نہیں کہ بچنا بے عمل اور عمل بے علم میسر نہیں، تو قرآن مجید صاف حکم فرماتا ہے کہ اپنی عورتوں کو علمِ دین سکھاؤ اور اس پر عمل کی ہدایت کرو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۲۷)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بیعت نہ لی۔ شیطان کے مکر سے اللہ سبحٰنہ محفوظ رکھے۔ اور بعض جاہل مردوں کو ابلیس پُرتلبیس نے یوں ورغلایا اور ان کے ذہن میں یہ سمایا کہ جب ہمارے حالات ہمارے مرشد پر پوشیدہ نہیں تو پھر ہم کیوں اپنی عورتوں کا پیر جی سے پردہ کرائیں، پس بے غل وغش پیر صاحب بحالتِ موجودگی و عدم موجودگی صاحب خانہ کے زنانے میں جاتے اور وہیں آرام کرتے ہیں۔ یہ رقم آثم کا چشم دید تھا جو بیان میں آیا، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (مولوی نواب) سلطان احمد خاں بریلوی۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴
[2] القرآن الکریم ۶۶/۶

(۳۴) زید نے اپنی منکوحہ ہندہ کی بہن سے نکاح کرلیا جبکہ ہندہ بھی اس کے نکاح میں ہے۔ اس مسئلہ میں فرمایا:

صورتِ مذکورہ میں زید کا اپنی سالی سے نکاح حرام قطعی ہوا۔

قال اللہ تعالٰی وان تجمعوا بین الاختین[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: منع ہے کہ تم نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو۔ (ت)

اُس پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے، پھر اگر ابھی سالی سے صحبت نہیں کی جب تو ہندہ اس کے لئے حلال ہے اور اگر اس سے صحبت کرلی تو اب اپنی منکوحہ ہندہ کے پاس بھی جانا حرام ہوگیا جب تک سالی کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے، جب اسے چھوڑے گا اور اس کی عدت گزر جائے گا اس وقت ہندہ کو ہاتھ لگانا جائز ہوگا۔

(فتاوٰی رضویہ جلد ۱۱ ص ۳۳۰)

(۳۵) کیا چچا کے مرنے کے بعد چچی سے نکاح درست ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

درست ہے، دلیل اس کی قول عزوجل؛ واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2] (ان محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ ت) ہے کہ حرام عورتوں کو شمار فرما کر ارشاد ہوا ان کے سوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ حرام عورتوں میں چچی کو نہ شمار فرمایا نہ شرع میں کہیں اس کی تحریم آئی تو ضرور وہ حلال عورتوں میں سے ہے۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۱ ص ۳۳۲)

(۳۶) باپ کی سالی سے نکاح کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں عمرو و سلمٰی کا نکاح جائز ہے کہ باپ کی سالی جبکہ اپنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سگی یا سوتیلی یا مادری یا رضاعی بہن نہ ہو حلال ہے خواہ نسبی ہو خواہ رضاعی۔ قال اللہ تعالٰی:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[3]

محرمات مذکورہ کے سوا تمہارے لئے حلال ہیں۔ (ت)

سوتیلی خالہ کہ حرام ہے اس کے معنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سوتیلی بہن، نہ کہ سوتیلی ماں کی حقیقی یا رضاعی بہن۔ واللہ تعالٰی اعلم (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۴۰)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳ — [2] القرآن الکریم ۴/۲۴

[3] القرآن الکریم ۴/۲۴

(۳۷) ایک شخص پانچ سال سے لاپتہ ہے کیا اس کی بیوی دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

ہرگز یوں نکاح نہیں کرسکتی، قال اللہ تعالٰی[1]:

والمحصنٰت من النساء[1]۔

شادی شدہ عورتیں حرام ہیں۔ (ت)

اس پر لازم ہے کہ وہ صبر و انتظار کرے یہاں تک کہ اس کے شوہر کی ولادت کو ستّر برس گزر جائیں اس کے بعد اس کی موت کا حکم کیا جائے۔

فی جواھر الاخلاطی یحکم بموتہ بعد سبعین سنۃ وعلیہ الفتوٰی[2]۔

جواہر الاخلاطی میں ہے گم شدہ کی عمر کے ستّر سال پورے ہونے کے بعد اس کی موت کا حکم کیا جائے گا۔ اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۴۴)

(۳۸) شیعہ عورت سے سُنّی کے نکاح کرنے کے بارے میں فرمایا:

حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر لعنت کرنے والے بلاشبہ لعنت الٰہی کے مورد ہیں،

اولٰئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون[3]۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان پہ اللہ تعالٰی لعنت فرماتا ہے اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ (ت)

احادیث صحیحہ کثیرہ اس معنٰی پر ناطق ہیں، تو ایک ملعونہ سے صحبت رکھنا کیونکر شرع مطہر کو گوارا ہوگا۔ واللہ الہادی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۴۶)

(۳۹) حرمتِ متعہ کو ثابت کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والذین ھم لفروجھم حٰفظون ۝ الا علٰی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ۝ فمن ابتغٰی وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون[4]۝

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] جواہر الاخلاطی مسائل مفقود قلمی نسخہ ص ۱۲۲

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۹ [4] القرآن الکریم ۲۳/ ۵ تا ۷

وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو بچائے ہوئے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا اپنی شرعی کنیزوں پر کہ ان پر کچھ ملامت نہیں تو جو اس کے سوا کوئی اور راہ طلب کرے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

ظاہر ہے کہ زنِ ممتوعہ نہ اُس کی بی بی ہے نہ کنیز شرعی، تو یہ وہی تیسری راہ ہے جو خدا کی باندھی ہوئی حد سے جدا اور حرام وگناہ ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ مردوں سے فرماتا ہے:

محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان[1]

نکاح کرو بی بی بناکر، قید میں رکھنے کو نہ پانی گرانے اور نہ آشنا بنانے کو۔

عورتوں سے فرماتا ہے:

محصنٰت غیر مسافحٰت ولا متخذات اخدان[2]

قید میں آتیاں نہ مستی نکالتیاں نہ یار بناتیاں۔

ظاہر ہے کہ متعہ بھی مستی نکالنے پانی گرانے کا صیغہ ہے، نہ قید میں رکھنے بی بی بنانے کا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۳۴۹، ۳۵۰)

(۴۰) بھائی کی بیوی سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

جائز است بالاتفاق بعد افتراق بموت یا طلاق برادر اصغر باشد یا اکبر، قال عزوجل، واحل لکم ماوراء ذٰلکم[3] واللہ تعالیٰ اعلم۔

چھوٹے یا بڑے بھائی کے طلاق دینے یا فوت ہونے کے سبب جدائی کے بعد بالاتفاق جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محرمات مذکورہ کے سوا تمھارے لئے حلال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۳۵۱)

(۴۱) زید نے ساس سے زنا کیا جس کا اس کی بیوی کو علم ہے، اس کے باوجود وہ اکٹھے رہ رہے ہیں، اس کے بارے میں حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

زوجۂ زید اس پر حرام ہوگئی اگرچہ اسے اس واقعہ شنیعہ کا علم بھی نہ ہوتا **اقول** وباللہ التوفیق اس کی دلیل جلیل قولِ مولےٰ عزوجل وتبارک وتعالےٰ سے ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵

[2] " ۴/۲۵

[3] " ۴/۲۴

وربائبکم التی فی حجورکم من نساءکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلاجناح علیکم[1]

تم پر حرام کی گئیں تمہاری گود کی پالیاں اُن عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم نے صحبت کی پھر اگر تم نے اُن سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

اس آیۂ کریمہ میں زنِ مدخولہ کی بیٹی حرام فرمائی اور جس طرح وصف التی فی حجورکم یعنی اس کی گود میں پلنا بالاجماع شرطِ حرمت نہیں، مثلاً زید کسی پچیس[۲۵] سال والی عمر کی عورت سے نکاح کرے اور اس کے پہلے شوہر سے اس کی ایک بیٹی چار[۱۴]دہ سالہ ہو جسے گود میں پالنا درکنار، زید نے آج سے پہلے کبھی دیکھا بھی نہ ہو تو کیا زید کو حلال ہو سکتا ہے کہ اس لڑکی سے بھی نکاح کر لے اور مادر و دختر دونوں کو تصرف میں لائے، لا الٰہ الا اللہ یہ ہرگز شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نہیں، اسی طرح وصف نسائکم یعنی اُن مدخولات کا زوجہ و منکوحہ ہونا بھی بالاتفاق شرط نہیں۔ کیا لیلیٰ و سلمیٰ ماں بیٹی دونوں جس کی کنیزِ شرعی ہوں اُسے حلال ہے کہ دونوں سے جماع کیا کرے، مادر و دختر دونوں ایک کے پلنگ پر، عیاذاً باللہ، یہ شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کس درجہ بعید ہے، حالانکہ ہرگز کنیزیں نساءکم میں داخل نہ ان کی بیٹیوں پر ربائبکم صادق، غالباً ان حراموں کو حلال بتاتے ہوئے غیر مقلد صاحب بھی شرم کریں۔ تو ثابت ہوا کہ نکاح جس طرح بحکم تتمۂ آیت فان لم تکونوا دخلتم بھن تحریمِ دختر کے لئے کافی نہیں یونہی شرط و ضروری بھی نہیں یعنی نہ وہ علت ہے نہ جزءِ علت۔ اب آیۂ کریمہ میں نہ رہا مگر التی دخلتم بھن یعنی اُن عورتوں کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم نے صحبت کی۔ معلوم ہوا صرف اسی قدر علتِ تحریم ہے اور یہ قطعاً مزنیہ میں بھی ثابت کہ وہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس نے صحبت کی، لاجرم بحکم آیت اس کی بیٹی اس پر حرام ہو گئی، نظیر اس کی اسی بیان محرّمات میں قولہ عزّ وشانہ:

وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[2] ہے۔

حرام کی گئیں تم پر تمہارے اُن بیٹوں کی جوروئیں جو تمہاری پشت سے ہیں۔

کہ جس طرح الذین من اصلابکم یعنی بیٹے کا اس کی پشت سے ہونا اخراج متبنی کے لئے ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] " " "

نہ اخراجِ نبیرہ وبلسہ کے واسطے، یونہی وصف حلائل یعنی بیٹے کی جورو ہونا بھی ملحوظ نہیں، بیٹے کی کنیز مدخولہ بھی ضرور حرام ہے اور وہ لفظ حلیلہ میں داخل نہیں، اور اگر اشتقاقی معنی لیجئے یعنی جو بیٹے پر حلال ہے، تو اب عمومِ تحریم صحیح نہ رہے گا کہ بیٹے کی کنیز مطلقاً حرام نہیں جب تک مدخولہ نہ ہو، یہی حال وامھات نسائکم[1] کا ہے کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری عورتوں کی مائیں، یہاں بھی وصفِ زوجیت کی قید نہیں کہ کنیز مدخولہ کی ماں بھی بدلیل مذکور بالاتفاق حرام، بعینہٖ اسی دلیل سے ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم من النساء[2] (اپنے باپوں کی منکوحہ بیویوں سے نکاح نہ کرو۔ ت) میں اگر بمعنی عقد لیجئے تو عقد غیر قید اور بمعنی وطی لیجئے تو وہ ہمارا عین مذہب، بالجملہ ان سب مواضع میں مطمحِ نظر صرف مدخولہ ہونا ہے اگرچہ بلا نکاح وبس۔ اب دخلتم بھن میں مولٰی عزوجل نے دخولِ حلال وحرام کی کوئی قید ذکر نہ فرمائی اور اس کے اطلاق میں دونوں داخل، تو جو مدعیِ تخصیص ہو دلیل پیش کرے اور دلیل کہاں بلکہ دلیل اس کے خلاف پر قائم، کیا جس نے اپنی منکوحہ سے صرف حالتِ حیض یا نفاس یا صوم یا اعتکاف یا احرام میں صحبت کی، اس کی بیٹی اس پر حرام نہ ہوئی قطعاً اجماعاً حرام ہوئی حالانکہ یہ دخول حرام تھا بلکہ علمائے کرام نے بہت وہ صورتیں ذکر فرمائیں جن میں دخول تو دخول، عورت ہی کو اس کے لئے حلال نہیں کہہ سکتے اور اس سے وطی بالاتفاق موجب تحریم دختر موطوءہ ہو جاتی ہے مثلاً ایک کنیز دو مولٰی میں مشترک ہے ان میں سے جو اس سے مقاربت کرے گا دخترِ کنیز اس پر حرام ہو جائے گی، یونہی اپنے پسر کی کنیز یا اپنی کنیز کافرہ غیر کتابیہ، یا اپنی اُس عورت سے مجامعت جس سے ظہار کیا اور کفارہ نہ دیا، یہ سب بالاتفاق ان عورتوں کی بنات کو حرام کر دیتی ہیں حالانکہ یہ عورات بھرے سے خود ہی حلال نہ تھیں۔

اقول ان مسائل سے مسئلۂ زن مظاہرہ تو استناد بالاتفاق کا بھی محتاج نہیں کہ اس پر خود قرآنِ عظیم دلیل شافی، ظہار بنص قرآن مزیل نکاح نہیں تو زن مظاہر بلاشبہہ نسائکم میں داخل، اور بعد وطی دخلتم بھن بھی حاصل، تو قطعاً اس کی دختر کو حکمِ حرمت شامل، زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور قبل صحبت ظہار کرلیا بعدہٗ مشغول بجماع ہوا اور کفارہ نہ دیا، کیا اس صورت میں اسے روا ہے کہ ہندہ کی بیٹی سے بھی نکاح کرلے۔ حاش للہ! یہ شریعتِ محمد رسول اللہ نہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم، حالانکہ بعد ظہار عورت بنصِ قرآن اس پر حرام ہو گئی اور جب تک کفارہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳ [2] القرآن الکریم ۴/ ۲۲

نہ دے اسے ہاتھ لگانا جائز نہ تھا۔ تو ثابت ہُوا کہ نہ نکاح شرط نہ وطی کا بوجہ حلال ہونا لازم بلکہ مناط حرمت صرف وطی ہے، اور حاصل آیت کریمہ یہ کہ جس عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی اگرچہ بلا نکاح اگرچہ بروجہ حرام، اس کی بیٹی تم پر حرام ہوگئی۔ یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب، اور یہی اکابر صحابہ کرام مثل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت علامہ صحابہ عبداللہ بن مسعود و حضرت عالم القرآن عبداللہ بن عباس و حضرت اقرؤ الصحابہ ابی بن کعب و حضرت عمران بن حصین و حضرت جابر بن عبداللہ و حضرت مفتیۂ چار خلافت صدیقہ بنت الصدیق محبوبۂ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین و جماہیر ائمہ تابعین مثل حضرات امام حسن بصری و افضل التابعین سعید بن المسیب و امام اجل ابراہیم نخعی و امام عامر شعبی و امام طاؤس و امام عطا بن ابی رباح و امام مجاہد و امام سلیمٰن بن لیسار و امام حماد اور اکابر مجتہدین مثل امام عبدالرحمٰن اوزاعی و امام احمد بن حنبل و امام اسحٰق بن راہویہ اور ایک روایت میں امام مالک بن انس کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۵۴ تا ۳۵۶)

(۴۲) شیعہ وغیرہ بد مذہبوں سے شادی کے بارے میں فرمایا:

جو ان میں کوئی عقیدۂ کفر رکھتا ہے جیسے آج کل کے عام رافضی، اس کے ساتھ تو کسی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا یہاں تک کہ خود اس کے ہم مذہب کا بھی، اور جو بد مذہب عقائد کفر سے بچا ہو اس کے ساتھ نکاح اگرچہ بایں معنی درست کہ کرلیں تو درست ہو جائے گا زنا نہ ہوگا مگر بد مذہبوں کے ساتھ ایسا بڑا علاقہ پیدا کرنے سے دُور بھاگنا لازم، زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم اُنس و محبت و الفت پیدا کرتا ہے۔ قال تعالیٰ:

ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ان فی ذٰلک لاٰیٰت لقوم یتفکرون[1]

اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے بنائیں تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوروئیں کہ تم ان کی طرف رغبت کرو ان سے مل کر چین پاؤ اور تمہارے آپس میں دوستی اور مہر رکھی، بیشک اس میں ٹھیک نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لئے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۶۸)

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/ ۲۱

(۴۳) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا :

اور اپنی بیٹی دینا تو سخت قہر، قاتل زہر ہے کہ عورتیں مغلوب و محکوم ہوتی ہیں ۔ قال اللہ تعالیٰ :

الرجال قوامون علی النساء[1]

مرد، عورتوں کے منتظم ہیں ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ۱۱ ص ۳۶۹)

(۴۴) **فائدہ :** آیۂ کریمہ واحل لکم ماوراء ذٰلکم میں حل بمعنی عدمِ حرمت وطی ہے جو گناہ کے منافی نہیں ۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۱ ص ۳۸۸)

(۴۵) سُنّیہ حنفیہ عورت کا کسی غیر مقلد سے نکاح کرنے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا :

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی سے ہے ۔ ت) اگر نظرِ تحقیق کو رخصت جولاں دیجئے تو بدمذہب سے سُنّیہ کی تزویج ممنوع ہونے پر شرع مطہر سے دلائل کثیرہ قائم ہیں، مثلاً :

دلیل اوّل : قال عزوجل :

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[2]

اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ ۔

بدمذہب سے زیادہ ظالم کون ہے اور نکاح کی صحبتِ دائمہ سے بڑھ کر کون سی صحبت، جب ہر وقت کا ساتھ ہے اور وہ بدمذہب تو ضرور اس سے نادیدنی دیکھے گی ناشنیدنی سُنے گی اور انکار پر قدرت نہ ہوگی ۔ اور اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں منکر ہو اور انکار نہ ہو سکے نہ کہ عمر بھر کے لئے اپنے یا اپنی قاصرہ مقسورہ عاجزہ مقہورہ کے واسطے اس فضیحہ شنیعہ کا سامان پیدا کرنا ۔

دلیل دوم : قال تبارك وتعالیٰ :

ومن اٰیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ[3]

---

[1] القرآن الکریم ۴/۳۴

[2] " ۶/۶۸

[3] " ۳۰/۲۱

28
28

اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمھیں میں سے تمھارے جوڑے بنائے کہ ان سے مل کر چین پاؤ اور تمھارے آپس میں دوستی و مہر رکھی۔

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان للزوج من المرأة لشعبة ما ھی لشئ۔ رواہ ابن ماجۃ[1] والحاکم[1] عن محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

عورت کے دل میں شوہر کے لئے جو راہ ہے کسی کے لئے نہیں (اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

آیت گواہ ہے کہ زن وشوئی وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم اُنس ومحبت والفت ورافت پیدا کرتا ہے۔ اور حدیث شاہد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی۔ اور بدمذہب کی محبت سمِ قاتل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2]

تم میں جو اُن سے دوستی رکھے گا وہ اُنھیں میں سے ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

المرء مع من احب[3]۔ رواہ الائمۃ احمد والستۃ الا ابن ماجۃ عن انس و الشیخان عن ابن مسعود واحمد ومسلم عن جابر وابوداؤد عن ابی ذر والترمذی عن صفوان بن عسال وفی الباب عن علی وابی ھریرۃ وابی موسٰی وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

آدمی کا حشر اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے (اس کو ابن ماجہ کے سوا امام احمد اور صحاح ستّہ کے ائمہ نے روایت کیا ہے حضرت انس سے اور بخاری ومسلم نے ابن مسعود سے، احمد ومسلم نے جابر سے، ابوداؤد نے ابوذر سے، اور ترمذی نے صفوان بن عسال سے، اور اس

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دارالفکر بیروت ۴/ ۶۲
سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ماجاء فی البکاء علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵

[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب آفتاب عالم پریس ۲/ ۳۴۳
صحیح البخاری باب علامۃ الحب فی اللہ ۲/ ۹۱۱ و صحیح مسلم باب المرء مع من احب ۲/ ۳۳۲
سنن ابی داؤد باب الرجل یحب الرجل الخ ۲/ ۳۴۳ و مسند احمد بن حنبل ۳/ ۱۰۴و۱۱۰و۱۵۹ و ۲۰۰

باب میں علی، ابوہریرہ، ابوموسٰی وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایت ہے۔ ت)

دلیل سوم: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[1]

اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

اور بد مذہبی ہلاک حقیقی ہے۔ قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

ولا تتبع الھوٰی فیضلك عن سبیل اللہ[2]

اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکاوے گی۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۹۰، ۳۹۱)

(۴۶) مزید فرمایا:

دلیل چہارم: قال المولٰی تبارك وتعالٰی (مولٰی تبارک وتعالٰی نے فرمایا):

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علٰی بعض[3]

مرد حاکم و مسلّط ہیں عورتوں پر بسبب اُس فضیلت کے جو اللہ نے ایک کو دوسرے پر دی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۹۵)

(۴۷) مزید فرمایا:

دلیل پنجم: قال العلی الاعلی جل وعلا (اللہ بلند و اعلٰی نے فرمایا):

والفیا سیدھا لدی الباب[4]۔

ان دونوں نے زلیخا کے سیّد و سردار یعنی شوہر کو پایا دروازے کے پاس۔

ردالمحتار باب الکفارۃ میں ہے:

النکاح رق للمرأۃ والزوج مالك[5]۔

نکاح سے عورت کنیز ہو جاتی ہے اور شوہر مالک۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵
[2] القرآن الکریم ۳۸/ ۲۶
[3] " " ۴/ ۳۴
[4] " " ۱۲/ ۲۵
[5] ردالمحتار باب الکفارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۷

اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا تقولوا للمنافق یا سید فانہ ان یك سیدا فقد اسخطتم ربکم عزوجل[1]۔ رواہ ابوداؤد والنسائی بسند صحیح عن بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

منافق کو "اے سردار" کہہ کرنہ پکارو کہ اگر وہ تمھارا سردار ہو تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا (اس کو ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۹۷)

(۴۸) مزید فرمایا :

دلیل ششم : (اللہ تعالیٰ نے فرمایا :)

یایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا لہ[2]، واللہ لا یستحیی من الحق[3]۔

اے لوگو ! ایک مثل کہی گئی اُسے کان لگا کر سُنو۔ بیشک اللہ عزوجل حق بات فرمانے میں نہیں شرماتا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

ایحب احدکم ان تکون کریمتہ فراش کلب فکرھتموہ[4]۔

کیا تم میں سے کسی کو پسند آتا ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی کتّے کے نیچے بچھے، تم اسے بہت بُرا جانو گے۔

رب جل وعلا نے غیبت کو حرام ہونا اسی طرزِ بلیغ سے ادا فرمایا :

ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ[5]۔

کیا تم میں سے کوئی پسند رکھتا ہے کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے، تو یہ تمھیں بُرا لگا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۳۹۸)

---

[1] سُنن ابی داؤد کتاب الادب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۴

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۳ [3] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۳

[4]

[5] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

(۴۹) بعض وہابی کہہ دیتے ہیں کہ ہم وہابی نہیں، اس کے بارے میں فرمایا:

ابھی امتحان کا مرحلہ باقی و دیدنی ہے، زبان سے کہہ دینا کہ ہم وہابی نہیں گنتی کے لفظ ہیں کچھ بھاری نہیں،

الٓمّٓ ○ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا وھم لا یفتنون[1]۔

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اس زبانی کہہ دینے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وحسبنا اللہ و نعم الوکیل، ولا حول ولا قوّۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالےٰ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے، کوئی حرکت اور کوئی قوت اللہ تعالےٰ عظیم و بلند کی مشیت کے بغیر نہیں ہے۔ (ت)

بہت اچھا جو صاحب مشتبہ الحال وہابیت سے انکار فرمائیں امورِ ذیل پر دستخط فرماتے جائیں ع

کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن میں الخ

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۰۳ و ۴۰۴)

(۵۰) حقیقی بہن کی نواسی سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

عقد مذکور زنائے محض ہے حرام قطعی ہے سخت عظیم شدید گناہِ کبیرہ ہے، نہ فقط حنفیہ بلکہ شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ تمام اُمتِ مرحومہ کے اجماع سے حرام ہے۔ نصِ قرآن عظیم سے حرام ہے، قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالےٰ نے فرمایا):

حرمت علیکم امھاتکم و بنٰتکم واخواتکم وعمّٰتکم وخالٰتکم وبنٰت الاخ و بنٰت الاخت[2]

تم پر تمھاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں حرام کی گئی ہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/ ۱ و ۲

[2] " " ۴/ ۲۳

اس آیۂ کریمہ میں رب عزوجل نے بنات کا لفظ تین جگہ ارشاد فرمایا کہ حرام کی گئیں تم پر تمہاری بیٹیاں، بھائی کی بیٹیاں، بہن کی بیٹیاں۔ اگر بنات یعنی بیٹیاں پوتی نواسی کو بھی شامل، تو ضرور بھائی بہن کی پوتی نواسی بھی اسی حکم میں داخل۔ اور اگر شامل نہیں تو خود اپنی پوتی نواسی بھی حکمِ آیت میں داخل نہیں تو اس جاہل بیباک کے طور پر وہ حلال ٹھہرے گی لقولہ تعالٰی:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1]

تمہارے لئے ان کے ماسوا عورتیں حلال قرار دی گئی ہیں۔ (ت)

لاجرم کُتب تفسیر میں اسی آیت کریمہ سے بھائی بہن کی پوتی نواسی کا حرام ابدی ہونا ثابت فرمایا، اور کتب فقہ میں انھیں بھتیجی بھانجی میں داخل مان کر محارم ابدیہ میں گنایا۔ معالم التنزیل میں ہے:

یدخل فیھن بنات اولاد الاخ والاخت وان سفلن[2]

ان محرماتِ ابدیہ میں بھائی اور بہن کی اولاد کی بیٹیاں خواہ نیچے تک ہوں، داخل ہیں۔ (ت)

تفسیر کبیر میں ہے:

النوع الثانی من المحرمات البنات کل انثی یرجع نسبھا الیک بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکور فھی بنتك النوع السادس والسابع بنات الاخ وبنات الاخت والقول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھٰذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب والارحام[3] اھ ملتقطا۔

محرمات کی دوسری قسم بیٹیاں ہیں وہ تمام لڑکیاں جن کا نسب ایک درجہ یا کئی درجوں کے مرد اور عورتوں کے واسطہ سے تیری طرف بطور ولادت لوٹتا ہے وہ سب کی سب تیری بیٹیاں ہیں۔ اور چھٹی اور ساتویں قسم بھائی اور بہن کی بیٹیاں ہیں، اور بھائی اور بہن کی بیٹیوں کا حکم بھی اپنی صُلبی بیٹیوں کی طرح ہے۔ تو یہ سات اقسام نسب اور ارحام کی وجہ سے قرآنی نص سے حرام ہیں اھ ملتقطاً (ت)

تفسیر بیضاوی و تفسیر ارشاد العقل میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۴/ ۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۲۵

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۰/ ۲۴ و ۲۵

بنات الاخ وبنات الاخت تتناول القربٰی والبعدی[1]

محرمات میں بھائی اور بہن کی بیٹیاں قریب ہوں یا بعید ہوں سب شامل ہیں۔ (ت)

تفسیر جلالین میں ہے:

وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت وتدخل فیھن بنات اولادھن[2]

بھائی اور بہن کی بیٹیوں میں ان بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہے۔ (ت)

فتوحاتِ الٰہیہ حاشیۂ جلالین میں ہے:

فشملت العبارۃ بنت ابن الاخ وان سفل وبنت ابن الاخت وان سفل[3]

یہ عبارت بھتیجوں اور بھانجی کی بیٹیوں کو بھی اگرچہ نیچے تک ہوں، شامل ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۰۶، ۴۰۷)

(۵۱) بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

جب ایک بہن نکاح میں ہو دُوسری سے نکاح حرام قطعی ہے۔

قال اللہ تعالٰی وان تجمعوا بین الاختین[4]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: حرام ہے دونوں بہنوں کو جمع کرنا۔ (ت)

تو یہ نکاح ضرور حرام ناجائز واقع ہوا اور پہلی زوجہ کو اس نکاحِ فاسد کے بعد پیش از خلوت خواہ بعد خلوت طلاق دے دینا اُس حرام کو حلال اُس فاسد کو صحیح اُس ناجائز کو جائز نہیں کرسکتا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر اوّلاً زوجہ کو طلاق دے اور ہنوز اس کی عدّت نہ گزری ہو کہ اس کی بہن سے نکاح کرلے یہ نکاح حرام ہوگا تو یہاں کہ پہلے اس کی خواہر سے نکاح کرلیا بعد کو طلاق دی کیونکر حلال ہوسکتا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۱۰)

(۵۲) خاوند نہ تو نفقہ دیتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے، کیا عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۴/۲۳ دارالفکر بیروت ص ۱۶۵

[2] تفسیر جلالین 〃 〃 〃 〃 اصح المطابع دہلی ص ۷۳

[3] الفتوحات الالٰہیۃ حاشیہ جلالین 〃 〃 〃 〃 دارالفکر بیروت ۲/۳۵

[4] القرآن الکریم ۴/۲۳

جب تک موت یا طلاق نہ ہو حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء[1]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: شادی شدہ عورتیں۔ (ت)

چارہ کار نالش ہے ورنہ صبر، ورنہ یہ نکاح خود کیا حرام نہ ہوگا تو وہم آئندہ سے بچنے کے لئے قصدًا حرام کاری کے کیا معنے! (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۱۳)

(۵۳) چند غیر محارم سے نکاح کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ان سب صورتوں میں یعنی اپنے حقیقی چچا کی بیٹی یا چچا زاد بھائی کی بیٹی یا غیر حقیقی دادا کی اگرچہ وہ حقیقی دادا کا حقیقی بھائی ہو، اور رشتے کی بہن جو ماں میں ایک نہ باپ میں شریک، نہ باہم علاقۂ رضاعت جیسے چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں۔ یہ سب عورتیں شرعًا حلال ہیں جبکہ کوئی مانع نکاح مثل رضاعت و مصاہرت قائم نہ ہو۔

قال اللہ تعالٰی: واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان محرمات کے علاوہ عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۱۳)

(۵۴) کیا محارمِ عورت کے شوہر سے اس عورت کے لئے پردہ لازم ہے؟ اس سلسلہ میں فرمایا:

پھوپھی یا خالہ یا بہن اور اسی طرح جتنی عورات عورت کی محارم ہیں ان کی زندگی میں ان کے شوہروں سے عورت کا نکاح اگرچہ حرام،

واصلہ قولہ عزوجل "وان تجمعوا بین الاختین[3]"، وفی الحدیث "لاتنکح المرأۃ علی عمتھا ولا علی خالتھا"[4]۔

اور اس کا اصل ـــ اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد "حرام ہے دو بہنوں کو جمع کرنا" ـــ اور حدیث میں

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴ [2] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[3] " ۴/ ۲۳

[4] صحیح مسلم باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۳

صحیح البخاری باب لاینکح المرأۃ علی عمتھا الخ " " " ۲/ ۷۶۶

ہے کہ "پھوپھی اور خالہ کے ہوتے ہوئے ان کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے"۔ (ت)

مگر وہ عورت کے محارم نہیں ہو جاتے کہ ان سے نکاح صرف اُس حالت تک حرام جب تک اُس کی پھوپھی یا خالہ یا بہن یا کوئی محرم عورت اُن کے نکاح میں ہے بعد افتراق بموت یا طلاق ان کے شوہروں سے عورت کا نکاح حلال ہے، اور محرم وہ ہوتا ہے جس سے کبھی کسی حال میں نکاح نہ ہو سکے اس کی حرمت ابدیہ ہو جیسے باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا، بھانجا وغیرہم۔ اور جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے اس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۱۴، ۴۱۵)

(۵۵) زید نے دو بہنوں سے نکاح کیا، سمجھانے کے باوجود باز نہیں آیا، مجبوراً مسلمانوں نے اس سے اجتناب کیا۔ اس کے بارے میں حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اولٰی و ثانیہ کہنے سے واضح ہوا کہ دونوں سے معاً نکاح نہ کیا تھا اس صورت میں ثانیہ سے نکاح حرام ہوا لقولہ تعالٰی: وان تجمعوا بین الاختین[1] (حرام ہے دو بہنوں کو جمع کرنا۔ ت) اور جب تک اسے ہاتھ نہ لگایا تھا زوجہ حلال تھی اسے ہاتھ لگاتے ہی وہ بھی حرام ہوگئی۔ اب جب تک اس دوسری کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے زوجہ کو بھی ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں۔ زید پر فرض ہے کہ اسے ترک کر دے۔ جب اس کی عدت بعد متارکہ گزر جائے گی اُس وقت زوجہ اس کے لئے حلال ہوگی۔

فی رد المحتار الثانی باطل ولہ وطئ الاولٰی الا ان یطأ الثانیۃ فتحرم الاولٰی الی انقضاء عدۃ الثانیۃ کما لو وطئ اخت امرأتہ بشبہۃ حیث تحرم امرأتہ ما لم تنقض عدۃ ذات الشبہۃ ح عن البحر[2]۔

رد المحتار میں ہے دُوسرا نکاح باطل ہے، اس کو پہلی سے وطی جائز ہے۔ لیکن اگر دوسری سے وطی کر لی تو پہلی، دُوسری کی عدت گزر جانے تک حرام ہوگی جیسا کہ شُبہ کے طور بیوی کی بہن سے وطی ہو جائے تو بیوی اُس وقت تک حرام رہتی ہے جب تک شُبہ والی کی عدت نہ گزر جائے، حلبی بحوالہ بحر۔ (ت)

مسلمانوں کا یہ اجتناب حق ہے، قال اللہ تعالٰی:

فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین[3]۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] رد المحتار باب المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۶

[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

زید سے، جب تک تائب نہ ہو، ابتدا بسلام ممنوع ہے کہ وہ فاسق معلن اور گناہِ کبیرہ پر مُصِر ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۱۷، ۴۱۸)

(۵۶) صورتِ مذکورہ بالا میں زید کا ساتھ دینے والوں کے بارے میں فرمایا:

زید کا ساتھ دینے والے اگر خاص اس گناہ میں اس کے ممد و معاون ہوئے جب تو ظاہر کہ وہ بھی زید کے مثل بلکہ اس سے بدتر ہیں، قال تعالٰی:

لا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ (ت)

حدیث میں ہے:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام[2]

جو کسی ظالم کے ساتھ مدد دینے کو چلے اور وہ جانتا ہو کہ یہ ظالم ہے وہ اسلام سے نکل جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۱۹)

(۵۷) عورت چاہتی ہے کہ اُس کا خاوند اُس کی بہن سے شادی کرلے۔ اس سلسلے میں حکمِ شرع بیان فرماتے ہیں:

جب زوجہ مر جائے یا اُسے طلاق دے اور عدت گزر جائے تو اُس وقت زوجہ کی بہن سے نکاح جائز ہوتا ہے بغیر اس کے حرام قطعی اور مثلِ زنا ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وان تجمعوا بین الاختین[3]

حرام ہے جمع کرنا دو بہنوں کو۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فلا تعرضن علی بناتکن ولا اخواتکن[4]

(اے میری ازواج!) اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو مجھ پر مت پیش کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۲۳)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

[2] المعجم الکبیر حدیث اوس بن شرحبیل حدیث ۶۱۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۷

[3] القرآن الکریم ۴/۲۳ [4] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ام سلمہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم دارالفکر بیروت ۶/۳۰۹

(۵۸) محض حمل کی بنیاد پر کسی کی منکوحہ کو زانیہ قرار دینے والوں کے بارے میں فرمایا:
لوگ محض قرائن وقیاسات پر اُڑا دیتے ہیں، اس پر اعتبار حلال نہیں، اور وہ سب شرعًا اسّی اسّی کوڑے کے مستحق ہوتے ہیں۔
یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدًا ان کنتم مؤمنین[1]۔
اللہ تعالےٰ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ ایمان رکھتے ہو تو پھر ایسی بات زبان سے نہ نکالنا۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۲۴)

(۵۹) کوئی عورت شوہر اوّل سے اپنی لڑکی کا نکاح شوہر ثانی کے بھائی سے کرنا چاہتی ہے، اس سلسلے میں فرمایا:
ماں کا شوہر ثانی نہ اپنا باپ ہے، نہ اس کا بھائی اپنا چچا نہ سگا نہ سوتیلا۔ سوتیلا چچا وُہ ہے کہ اپنے باپ کا سوتیلا بھائی ہو، نہ وہ کہ سوتیلے باپ کا بھائی ہو۔ یہ نکاح حلال ہے۔ قال تعالیٰ: واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2] (محرمات کے ماسوا عورتیں تمھارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ ت)
(فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۲۴، ۴۲۵)

(۶۰) نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنے والے امام کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا حرام قطعی ہے، اس کی حُرمت ایسی نہیں کہ کسی امام نے اپنے اجتہاد سے نکالی ہو جس میں دوسرے امام کو خلاف کی گنجائش ہو، نہ اُس کی حرمت کسی حدیث آحاد سے ہے کہ جسے وہ حدیث نہ پہنچے یا اس کی صحت اُسے ثابت نہ ہوئی وہ انکار کرسکے بلکہ اس کی حرمت قرآن عظیم نے خاص اپنی نص واضح صریح سے ارشاد فرمائی ہے کہ:
حرّمت علیکم امھاتکم وبنٰتکم واخوٰتکم (الیٰ قولہ عزوجل) وان تجمعوا بین الاختین[3] الاٰیۃ۔
حرام کی گئیں تم پر تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں اور تمھاری بہنیں (اللہ عزوجل کے اس قول تک) اور یہ کہ اکٹھی کرو دو بہنیں الآیۃ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۱۷
[2] " ۴/۲۴
[3] " ۴/۲۳

دیکھو جس طرح آدمی پر اس کی ماں بہن بیٹی حرام ہے اسی طرح دو۲ بہنوں کو جمع کرنا اس پر حرام ہے۔
زید نے امام شافعی پر سخت جھوٹ بہتان افترا کیا اور اب تک وہ اس ناپاک فعل سے فقط حرام کا مرتکب کبیرہ و مستحقِ عذابِ نار تھا، اب اُسے مسلمانوں کے اماموں میں مختلف فیہ مان کر اس کی حرمتِ قطعیہ کا منکر ہوا اور اس کا کام سرحدِ کفر تک پہنچا، اس کا معاملہ بہت سخت ہوگیا اسے امام بنانا حرام ہے اس کے پیچھے نماز محض باطل ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ جب تک وہ اپنے اس ناپاک فعل سے باز نہ آئے اس دوسری کو الگ کر کے جدا نہ کر دے، اپنے اس نجس تر قول سے توبہ نہ کرے، نئے سرے سے تجدیدِ اسلام نہ کرے، جب تک اس کے پاس نہ بیٹھیں اس سے میل جول نہ کریں ورنہ خوف کریں کہ اس کی آگ انھیں بھی نہ پھونک دے۔ قال اللہ تعالٰی:

واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔[1]

ایسے فتنہ سے بچو جو صرف ظالموں تک محدود نہ رہے گا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۲۷)

(۶۱) لیلٰی کی بیٹی سلمٰی اپنی ماں کے سوتیلے داداؤں کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

سلمٰی اپنی ماں لیلٰی کے ان سب سوتیلے داداؤں پر ایسے ہی حرام ہے جیسے اس کے سگے دادا عمرو پر۔ وہ ان سب کی بیٹی ہے، اُسے ان میں سے کسی کے لئے حلال جاننا نصِ قطعی و اجماعِ اُمت کا انکار اور موجبِ کفر ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

حرّمت علیکم امھٰتکم و بنٰتکم واخواتکم وعمّٰتکم وخالٰتکم وبنٰت الاخ و بنٰت الاخت۔[2]

تمھاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں تم پر حرام کی گئی ہیں۔ (ت)

اللہ تعالٰی بھائی کی بیٹیوں کو حرام فرماتا ہے بھائی عام ہے سگا ہو خواہ سوتیلا، ماں جدا ہو خواہ باپ جدا۔ اور بیٹیاں عام ہیں خواہ بھائی کی اپنی بیٹی ہو یا پوتی یا نواسی۔ یا اس کے بیٹے

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۲۵
[2] " ۴/ ۲۳

یا بیٹی کی بیٹی، پوتی، نواسی آخر تک۔ عالمگیریہ میں ہے:

اما الاخوات فالاخت لاب وام والاخت لاب والاخت لام وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن۔[1]

بہنوں کا حرام ہونا تینوں قسم، سگی، باپ یا ماں کی طرف سے بہن کو شامل ہے اور اسی طرح بھائی اور بہن کی بیٹیوں کے بارے میں نیچے تک۔ (ت)

تفسیر کبیر میں بیان بنت صلبی میں ہے:

کان انثی یرجع نسبہا الیک بالولادۃ بدرجۃ او بدرجات باناث او بذکور فھی بنتک۔[2]

ہر وہ عورت جس کا صلبی نسب ایک درجہ یا کئی درجات سے مرد عورت کے ذریعہ تیری طرف پلٹے وہ تیری بیٹی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

القول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب۔[3]

بھتیجیوں اور بھانجیوں کا حکم صلبی بیٹیوں کی طرح ہے، تو ساتۡ قسم کی یہ عورتیں نسب کی بنا پر قرآنی نص سے حرام ہیں۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۲۸)

(۶۲) چچا زاد و تایازاد بھائیوں میں سے ایک کے بیٹے کا دوسرے کی بیٹی سے نکاح کرنا اور لوگوں کا اس کی مخالفت کرتے ہوئے ان سے بائیکاٹ کرنا کیسا ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

دو بھائی حقیقی ہوں خواہ عم زاد، اُن میں ہر ایک کی اولاد دوسرے کی اولاد پر قطعاً یقیناً باجماعِ امت جائز و حلال ہے، چچا ماموں خالہ پھوپھی کی اولاد کو بہن بھائی کہنا ایک مجازی بات ہے جسے ہرگز آیہ کریمہ محارم کے کلمات اخواتکم یا بنٰت الاخ و بنٰت الاخت (تمھاری بہنیں یا تمھاری بھتیجیاں اور بھانجیاں) کسی اسلامی مذہب میں شامل نہیں بلکہ نصِ قطعی قرآن عظیم گواہ ہے کہ یہ عورتیں ہرگز بہنوں میں داخل نہیں۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ — الباب الثالث فی بیان المحرمات — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۲۷۳

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) — تحت الآیۃ ۴/۲۳ — دار الکتب العلمیۃ بیروت — ۱۰/۲۴

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 — ۱۰/۲۴ و ۲۵

یٰایھا النبی انا احللنا لك ازواجك التی اٰتیت اجورھن وما ملکت یمینك مما افاء اللہ علیك وبنٰت عمّك وبنٰت عمّٰتك وبنٰت خالك وبنٰت خٰلٰتك[1] الاٰیۃ۔

اے نبی! بیشک ہم نے حلال کیں تمہارے لئے تمہاری زوجات جن کے مہر تم نے دیئے اور تمہاری کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموؤں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں الآیۃ۔(ت)

ہاں ہنود عنود نے انھیں حقیقی بہن بھائی کی طرح سمجھا ہے جیسے متبنّی کو بزعمِ باطل بیٹا اور اس کی زوجہ کو حقیقی بہو کے مثل جانتے ہیں، مشرکانِ عرب اس پچھلے مسئلے میں مشرکانِ ہند کے ہم خیال تھے جس پر اُن سُفہاء نے نکاح حضرت اُمّ المومنین زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا پر طعن واعتراض کئے اور قرآن عظیم نے اُن کے شیطانی خیال اُن کے مُنہ پر مار دئے۔ قال اللہ تعالٰی:

فلما قضٰی زید منھا وطرا زوجنکھا لکی لا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھن وطرا[2]

جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کر لی تو اس کو ہم نے آپ سے بیاہ دیا تاکہ مومنین کو اپنے منہ بولے بیٹوں کی مدخولہ مطلقہ بیویوں سے نکاح کے بارے میں حرج نہ ہو۔(ت)

مگر عم وعمہ وخال وخالہ کی بیٹیوں کو مشرکین عرب بھی بہن نہ جانتے تھے ان سے مناکحت اُن میں بھی رائج تھی اور مسلمانوں میں بھی ہمیشہ رائج تھی اور اب تمام ممالک اسلامیہ میں شائع وذائع ہے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۳۰، ۴۳۱)

(۶۳) نکاحِ مذکور کو بُرا سمجھنے والوں کے بارے میں فرمایا:

یہ خیال ناپاک رسومِ کفر کا بقیہ ہے، ان پر فرض ہے کہ اسے دل سے دُور کریں اور پُورے پورے اسلام میں داخل ہوں ورنہ عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ○ فان زللتم من بعد ما جاءتکم البینٰت فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم ○ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملٰئکۃ وقضی الامر

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۰
[2] 〃 ۳۳/ ۳۷

والی اللہ ترجع الامور[1]

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے، پھر اگر لغزش کرو بعد اس کے کہ تمہارے پاس آچکیں روشن آیتیں تو جان رکھو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے، یہ لوگ کس انتظار میں ہیں مگر یہی کہ آئے ان پر اللہ کا عذاب بادل کی گھٹاؤں میں اور فرشتے اور ہوچکنے والی، اور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں سب کام۔

جلالین شریف میں ہے:

نزل فی عبد اللہ بن سلام و اصحابہ لما عظموا السبت[ع] وکرھوا الابل بعد الاسلام ادخلوا فی السلم الاسلام کافۃ ای جمیع شرائعہ[2] (ملخصًا)

جب عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں نے ہفتہ کا دن منانا چاہا اور سابقہ دین کے پیشِ نظر اونٹ کے گوشت کو ناپسند کیا تو آیہ کریمہ ادخلوا فی السلم کافۃ نازل ہوئی یعنی داخل ہوجاؤ سلم میں، سلم سے مراد اسلام ہے یعنی یہ کہ پوری شریعتِ اسلامیہ کو اپناؤ (ملخصًا)۔ (ت)

یعنی جب علمائے یہود مشرف باسلام ہوئے عادتِ قدیمہ کے باعث اونٹ کے گوشت سے کراہت کی کہ یہود کے یہاں اونٹ حرام تھا اور تعظیمِ شنبہ کا عزم کیا کہ یہود میں ہفتہ معظم تھا اس پر حق سبحٰنہ وتعالٰی نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اس کے سب احکام مانو ورنہ عذابِ الٰہی کے منتظر رہو، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اگر یہ لوگ نہ مانیں تو مسلمانوں کو چاہیے ان سے میل جول نہ کریں خصوصًا جن سُفہا نے وہ ناپاک کلمہ کہا کہ "گو یہ مسئلہ شرع کا ہے مگر ہم الخ" اور جنھوں نے ایسے نکاح کرنے والے کو برادری سے خارج کردیا وہ سخت ظالم اور شدید مجرم ہیں مسلمانوں کو ان سے احتراز ضرور ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ع مصدر منہ قولہ تعالٰی ویوم لایسبتون لا تأتیھم[3] والمعنی تعظیم السبت ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یہ مصدر ہے، اسی سے ہے اللہ تعالٰی کا قول "یوم لایسبتون لا تأتیھم" روز ہفتہ کے علاوہ دنوں میں مچھلیاں ان کے پاس نہ آتیں، اور اس سے مراد روزِ ہفتہ کی تعظیم ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸ تا ۲۱۰

[2] تفسیر جلالین زیر آیۃ ادخلوا فی السلم کافۃ اصح المطابع دہلی ص ۳۱

[3] القرآن الکریم ۷/ ۱۶۳

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1]۔
ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں چھوئے دوزخ کی آگ۔
ان کے پیچھے نماز ممنوع ہے کہ وہ اس تعصب و تشدد کے باعث فاسق معلن ہوئے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ، کما نص علیہ فی الغنیۃ وغیرھا وحققناہ فی النھی الاکید (جیسا کہ اس پر غنیہ وغیرہا میں نص کی ہے اور ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ النھی الاکید میں کی ہے۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۳۲، ۴۳۳)

(۶۴) حقیقی بھانجا کی بیٹی سے نکاح کے بارے میں فرمایا:
حرام قطعی ہے وہ خود اس کی بیٹی ہے،
قال اللہ تعالٰی وبنت الاخت[2] وھن یشتملن بناتھا من بطنھا ومن ابنھا ومن بنتھا وان سفلن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔
اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بھانجیاں۔ جبکہ یہ لفظ بھانجی کی بیٹیوں، پوتیوں اور نواسیوں کو نیچے تک شامل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۳۶)

(۶۵) سوتیلی خالہ سے نکاح کے بارے میں فرمایا:
خالہ سگی ہو یا سوتیلی مثل ماں کے حرام قطعی ہے۔ قال اللہ تعالٰی: وخالٰتکم (اور تمھاری خالائیں۔ ت)
درمختار میں ہے: الاشقاء وغیرھن[3] (سوتیلی وغیرہ۔ ت)
ہاں منکوحۂ پدر کہ اس کی ماں نہیں اس کی سگی بہن بھی حلال ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ قال تعالٰی:
واحل لکم ما وراء ذٰلکم[4]۔
(تمھارے لئے ان محرمات کے ما سوا عورتیں حلال کی گئی ہیں۔ ت)
مگر وہ اس کی خالہ نہیں کہ جس کی بہن ہے وہ اس کی ماں نہیں ہے مگر مجازاً اور ادعائے مجاز بے قرینہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳
[2] ؍؍ ۴/ ۲۳
[3] درمختار کتاب النکاح باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۷
[4] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

مدفوع ونامسموع، اور بفرضِ غلط اگر سوتیلی ماں کی بہن بھی سوتیلی خالہ ہو تو ماں کی سوتیلی بہن یقیناً سوتیلی خالہ ہے بلکہ وہی اطلاقاً اکثر اور فہماً اظہر، تو بعض عمائدِ غیر مقلدین سے تحلیل حرام وتضلیل عوام کے دونوں الزام مدفوع نہیں ہو سکتے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۳۷، ۴۳۸)

(۶۶) کیا کوئی بیوہ عورت اپنے داماد سے اور کوئی مرد اپنے سوتیلے بیٹے کی بیوہ سے جو حاملہ بھی ہے شادی کرسکتا ہے؟ ان دونوں سوالوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

(۱) ساس پر داماد مطلقاً حرام ہے اگرچہ اس کی بیٹی کی رخصت بھی نہ ہوئی ہو اور قبلِ رخصت مرگئی ہو۔ قال اللہ تعالٰی:

وامھات نسائکم[1] (اور تمھاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں۔ت)

یہ نکاح حرام محض ہوا، وہ بچہ ولدالحرام ہوا، ان دونوں پر کہ حقیقتاً ماں بیٹے ہیں فرض ہے کہ فوراً جدا ہوجائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) جبکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس بیوہ کا یہ حمل اپنے شوہر کا ہو، تو جب تک وضعِ حمل نہ ہو اس سے نکاح قطعی حرام ہے، بعد وضعِ حمل نکاح کرسکتا ہے لقولہ تعالٰی:

وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم[2]۔

اور تمھارے نسبی بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں۔(ت)

مع قولہ تعالٰی (اللہ تعالٰی کے اس قول کے پیشِ نظر)[3]:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم۔

(اور تمھارے لئے ان کے ماسوا عورتیں حلال کی گئی ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۳۹)

(۶۷) سوتیلی ماں سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

اللہ لاالٰہ الا اللہ، سوتیلی ماں حقیقی ماں کے برابر حرام قطعی ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں ماں کی حرمت سے پہلے سوتیلی ماں کی حرمت بیان فرمائی ہے، اذقال اللہ تعالٰی (جبکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا):

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[3] " " ۴/ ۲۴

ولاتنکحوا ما نکح اٰبائکم الٰی قولہ تعالٰی انہ فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا[1]۔
نہ نکاح کرو اُن عورتوں سے جن سے تمھارے باپ نکاح کرچکے، بیشک وہ بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بُری راہ ہے۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۳۹)

(۶۸) عدّت میں نکاح کو جائز قرار دینے اور یتربّصن کو فقط منع جماع پر محمول کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

عدّت میں نکاح حرام قطعی ہے بلکہ نکاح تو بڑی چیز ہے قرآن عظیم نے عدّت میں نکاح کے صریح پیام کو بھی حرام فرمایا، نکاح بعد عدّت کرلینے کے وعدہ کو بھی حرام فرمایا، صرف اس کی اجازت دی ہے کہ دل میں خیال رکھو یا کوئی پہلو دار بات ایسی کہو جس سے بعد عدّت ارادۂ نکاح کا اشارہ نکلتا ہو، صاف صاف یہ ذکر نہ ہو کہ میں بعد عدّت تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، یہاں تک کہنا بھی حرام ہے، تو پھر نکاح کرلینا کیونکہ حلال ہوگا، پھر پہلو دار بات بھی عدّتِ وفات والی سے کہنا جائز ہے، عدّتِ طلاق والی سے باجماعِ اُمت وہ بھی جائز نہیں۔ قال اللہ عزوجل (اللہ عزوجل نے فرمایا۔ت):

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلاجناح علیکم فی ما فعلن فی انفسھن بالمعروف والله بما تعملون خبیر○ ولاجناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونھن ولکن لا تواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ولاتعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتب اجلہ واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ واعلموا ان اللہ غفور حلیم[2]○

یعنی تم میں جو لوگ مریں اور عورتیں چھوڑیں وہ عورتیں چار مہینے دس دن اپنی جانوں کو روکے رہیں، جب عدّت پوری ہوجائے پھر جو کچھ اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اس کا تم پر الزام نہیں، اور خدا جانتا ہے کہ تمھیں ان سے نکاح کا خیال گزرے گا مگر باہم نکاح کا وعدہ خفیہ بھی نہ کر رکھو، ہاں اس طریقہ معلوم پر کنایۃً کچھ کہہ سکتے ہو اور جب تک عدت پوری نہ ہو نکاح کا قصد

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۲
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۴، ۲۳۵

بھی نہ کرو، اور جان لو کہ اللہ تمھارے دلوں کی بات جانتا ہے تو اس سے ڈرو، اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے یعنی عذاب نہ آنے پر مغرور نہ ہو کہ وہ حلیم ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

قوله لاباس بالتعریض فی الخطبة اراد المتوفی عنها زوجها اذا التعریض لایجوز فی المطلقة بالاجماع[1]

خاص وفات کی عدت والی عورت سے کنایہ کے طور پر نکاح میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ طلاق کی عدت والی سے بالاجماع کنایہ بھی جائز نہیں۔ (ت)

اگر کوئی شخص عدت میں نکاح پڑھا دیا کرتا اور اُسے حرام و زنا جانتا تو اتنا ہوتا کہ وہ سخت مرتکب کبائر اور زانی و زانیہ کا دلال ہوتا مگر وہ جو اُسے جائز بتاتا اور قرآن عظیم میں تحریف کر کے یتربصن کو فقط منعِ جماع پر حمل کرتا ہے وہ ضرور منکرِ قرآن مجید ہے اور اس پر یقیناً کفر لازم، اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اپنے اس قولِ ناپاک کو جھٹلائے اور نئے سرے سے اسلام لائے، اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح کرے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۴۰، ۴۴۱)

(۶۹) فاحشہ و زانیہ عورت سے نکاح اور آیت کریمہ "والزانیة لاینکحها الا زانٍ او مشرک" کی تفسیر کے بارے میں فرمایا:

زنِ فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوئی ہو، ہاں اگر اپنے افعالِ خبیثہ پر قائم رہے اور یہ تاقدر قدرت انسداد نہ کرے تو دیوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب، مگر یہ حکم اُس کی اس بے غیرتی پر ہے، نفسِ نکاح پر اس سے اثر نہیں، حق سبحٰنہ و تعالٰی نے محرمات گنا کر فرمایا:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[2]

اور تمھارے لئے محرمات کے سوا عورتیں حلال کی گئی ہیں۔ (ت)

رہی آیہ کریمہ:

والزانیة لاینکحها الا زان او مشرک وحرم ذٰلک علی المؤمنین[3]

---

[1] فتح القدیر باب فی العدة المکتبة النوریة الرضویة سکھر ۴/۱۶۵

[2] القرآن الکریم ۴/۲۴

[3] ؍؍ ۲۴/۳

زانیہ سے صرف زانی مرد یا مشرک نکاح کرے اور یہ مومنین کے لئے حرام ہے۔ (ت)

اس میں چار تاویلیں ماثور ہیں، ان میں سے اوّل کی دو فقیر کے اصح و احسن ہیں:

تاویل اوّل: نکاح سے عقد ہی مراد ہے، پہلے زانیہ سے نکاح حرام تھا، پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ یہ قول سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے، اور بغوی نے اسے ایک جماعت کی طرف منسوب کیا۔ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کی تصحیح کی۔ کتاب الام میں فرماتے ہیں:

اختلف اھل التفسیر فی ھذہ الاٰیۃ اختلافا متباینا فقیل ھی عامۃ ولکن نسخت بقولہ تعالٰی وانکحوا الایامٰی الخ وقد رویناہ عن سعید بن المسیب وھو کما قال وعلیہ دلائل من الکتاب والسنۃ فلا عبرۃ بما خالفہ اھ بمحصولہ، نقلہ فی عنایۃ القاضی[1]۔

اہل تفسیر نے اس آیہ کریمہ میں واضح اختلاف کیا ہے تو بعض نے کہا کہ یہ عام ہے لیکن اللہ تعالٰی کے قول وانکحوا الایامٰی الخ کے نازل ہونے پر منسوخ ہوگئی ہے، اور اس قول کو ہم نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے اور وہ ان کے قول کے مطابق درست ہے اور اس پر قرآن وحدیث سے دلائل ہیں، تو اس کے مخالف قول کا اعتبار نہ ہوگا۔ اس کا خلاصہ ختم ہوا جس کو عنایۃ القاضی میں نقل کیا ہے۔ (ت)

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

ھذا ھو الذی اختارہ الفقیہ ابو اللیث وقال ان الاٰیۃ منسوخۃ او معناھا الزانی لاینکح الازانیۃ او مثلھا اھ[2]۔

اسی کو فقیہ ابو اللیث نے مختار قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے یا اس کا معنٰی یہ ہے کہ زانی، زانیہ یا اس جیسی عورتوں سے نکاح نہ کرے اھ (ت)۔

اقول الذی رأیت من لفظ الفقیہ فی بستانہ "قال سعید بن جبیر والضحاک معناھا الزانی لایزنی الابزانیۃ مثلہ وھکذا روی عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما وقد قیل ان الاٰیۃ منسوخۃ لان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ان امرأتی لاترد ید لامس، فقال طلقھا، فقال انی احبھا، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فامسکھا[3] اھ فقولہ معناھا الزانی لاینکح صوابہ لایزنی وجزمہ

---

[1] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشھاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲۴/۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/۱۲،۱۳

[2] تفسیرات احمدیہ " " " مطبعہ کریمیہ بمبئی ص ۵۴۵

[3] بستان العارفین علی ہامش تنبیہ الغافلین الباب الحادی والسبعون فی تزویج الزانیۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۵۷

بان الفقیہ جزم بالنسخ غیرظاھر من کلام الفقیہ ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول (میں کہتا ہوں ۔ت) میں نے جو کچھ فقیہ مذکور کی کتاب "بستان" میں دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ سعید بن جبیر اور ضحاک نے فرمایا کہ اس آیت کا معنٰی یہ ہے کہ زانی صرف اپنے جیسی زانیہ سے زنا کرتا ہے، اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ آیۃ کریمہ منسوخ ہے کیونکہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا کہ میری بیوی کسی چھونے والے ہاتھ کو رَد نہیں کرتی، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کو طلاق دے دے۔ تو اس شخص نے کہا کہ مجھے اس سے محبت ہے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تو پھر طلاق نہ دے اھ۔ تو اس کا قول کہ ابواللیث نے کہا اس کا معنٰی "لاینکح" درست نہیں، مگر میرے حوالے کے مطابق صحیح یہ ہے کہ انھوں نے معنٰی "لایزنی" بتایا ہے، اور انھوں نے بطور اعتماد کہا کہ ابواللیث نے نسخ کو مختار قرار دیا، یہ بات ابواللیث کے کلام سے ظاہر نہیں ہوتی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

رغائب الفرقان میں ہے:

قیل انہ صار منسوخا امابالاجماع وھوقول سعید بن المسیّب، وزیف بان الاجماع لاینسخ ولاینسخ بہ، وامابعموم قولہ تعالٰی "وانکحواالایامٰی فانکحوا ما طاب لکم" وھوقول الجبائی وضعف بان ذٰلک العام مشروط بعدم الموانع السببیۃ والنسبیۃ، ولیکن ھذاالمانع ایضا من جملتھا[1] اھ **اقول** مانسب الی الجبائی فھو عہ

بعض نے کہا کہ منسوخ ہے یا اجماع کے ساتھ یہ قول سعید بن مسیّب کا ہے، یہ موقف کمزور ہے کیونکہ اجماع نہ منسوخ ہوتا اور نہ ناسخ ہوتا ہے۔ یا منسوخ ہے اللہ تعالٰی کے ارشاد "وانکحوا الایامٰی فانکحوا ماطاب لکم" کے ساتھ، اور یہ جبائی کا قول ہے، اور یہ بھی ضعیف قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس آیت میں بیان کردہ اباحت سببی یا نسبی مانع کے نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہے اور

عہ افسوس کہ یہ فتوٰی اسی قدر منقول ملا، آگے دستیاب نہ ہوسکا، جتنا ملا اُتنا چھاپ دیا، باقی اگر کبھی آئندہ کہیں مل سکا تو وہ بھی اِن شاء اللہ تعالٰی علیحدہ یا بطور تبرک چھاپ دیا جائیگا یا کسی حصہ آئندہ میں۔ (مرتب)

---

[1] رغائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری) تحت الآیۃ ۲۴/۳ مصطفی البابی مصر ۱۲/۵۸

زنا بھی ان موانع میں سے ایک مانع ہے اھ، **اقول** جو جبائی کی طرف منسوب ہے تو وہ۔ (اس سے آگے عبارت دستیاب نہیں ہوسکی)۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۴۴ تا ۴۴۳)

(۷۰) بھانجے، بھانجی، بھتیجے اور بھتیجی کی بیٹیوں سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

حرام قطعی ہے، یہ سب اس کی بیٹیاں ہیں۔ جیسے بھتیجی بھانجی ویسے ہی ان کی اور بھتیجوں اور بھانجوں کی اولاد، اور اولادِ اولاد کتنے ہی دُور سلسلہ جائے سب حرام ہیں، بنات پوتوں نواسیوں دُور تک کے سلسلے سب کو شامل ہے، جس طرح فرمایا گیا:

حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم[1]

تم پر حرام کی گئیں تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں۔

اور ماؤں میں دادی، نانی، پردادی، پرنانی جتنی اوپر ہوں سب داخل ہیں۔ اور بیٹیوں میں پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی جتنی ہوں نیچے سب داخل ہیں۔ یوں ہی فرمایا:

وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت[2]

تم پر حرام کی گئیں بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں۔

ان میں بھی بھائی بہن کی پوتی، نواسی، پرپوتی، پرنواسی جتنی دُور ہوں سب داخل ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۴۷)

(۷۱) سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سوتیلی ماں ماں نہیں، قال اللہ تعالٰی:

ان امھٰتھم الا الّٰئی ولدنھم[3]۔

تمھاری مائیں وہی ہیں جنھوں نے تمھیں جنم دیا ہے۔ (ت)

اس کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے۔ قال تعالٰی:

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[4]

محرمات کے علاوہ عورتیں تمھارے لئے حلال ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۵۲)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[3] ″ ۵۸/ ۲
[4] ″ ۴/ ۲۴

(۷۲) بیوی کے انتقال کے بعد اس کی بیٹی جو دوسرے خاوند سے ہے کے ساتھ نکاح کے بارے میں فرمایا:

اگر اس عورت سے خلوت نہ ہوئی تھی تو اُس کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے ورنہ حرام، اور اگر کر لیا تو جُدا کر دینا اور جُدا ہو جانا فرض قطعی۔ قال اللہ تعالٰی:

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم[1]

تمہاری مدخولہ بیویوں کی وُہ بیٹیاں جو تمہارے پاس زیرِ پرورش ہیں، اور اگر بیویوں سے دخول نہ کیا ہو تو تمھیں ممانعت نہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۵۵)

(۷۳) بیوی کی خالہ وعمّہ اور بیٹے کی بیوی سے نکاح کے بارے میں فرمایا:

زوجہ کے مرنے پر اس کی خالہ وعمّہ سے نکاح جائز ہے۔ قال تعالٰی:

واحلّ لکم ما وراء ذٰلکم[2]

اور محرمات کے سوا عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ (ت)

اور بیٹا مر جائے خواہ طلاق دے دے اس کی زوجہ سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہے۔ قال تعالٰی:

وحلائل ابنائکم[3] (اور تمہارے بیٹوں کی بیویاں۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۶۱)

(۷۴) بھائی کی نواسی سے نکاح کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

زید عمرو کا بھائی ہے، فاطمہ عمرو کی بھتیجی ہے، مریم عمرو کی بھتیجی کی بیٹی ہے۔ جیسے بھتیجی حرام ہے یونہی بھتیجی کی بیٹی حرام ہے۔ بھتیجی بیٹی ہے اور بھتیجی کی بیٹی نواسی۔ عمرو مریم کا نانا ہے۔ نانا کے لئے نواسی کیسے حلال ہوسکتی ہے۔ قال اللہ تعالٰی: وبنٰت الاخ[4] تم پر بھائی کی بیٹیاں حرام ہیں۔ بیٹیوں میں نواسیاں پوتیاں بھی داخل ہیں، جیسے فرمایا:

حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم[5] تم پر حرام ہیں تمہاری مائیں تمہاری بیٹیاں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳ [2] القرآن الکریم ۴/۲۴
[3] " ۴/۲۳ [4] " ۴/۲۳
[5] " ۴/۲۳

بیٹیوں میں نواسی، پوتی نہ داخل ہوں تو آدمی پر خود اس کی پوتی نواسی کہاں سے حرام ہوگی کہ قرآن مجید میں تو بیٹیاں حرام فرمائیں اور یہ محرمات گنا کر فرمایا :

واحل لکم ما وراء ذٰلکم[1]

ان کے سوا اور جو رہیں وہ تم پر حلال ہیں۔

بالجملہ بھائی کی نواسی حرام ہونے سے انکار قرآن و اسلام سے انکار ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۶۲)

(۷۵) بکر کے لڑکے نے اپنی خالہ جو کہ زید کی بیوی ہے کا دودھ پیا پھر تین اولادوں کے بعد بکر کی اسی خالہ کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی کیا بکر کا نکاح اس لڑکی سے جائز ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

ان دونوں کا نکاح حرام قطعی ہے، وہ آپس میں سگے بھائی بہن ہیں، تین یا تیس اولاد کے بعد اس لڑکی کا پیدا ہونا زید اور زید کی بی بی کو بکر کے بیٹے کے ماں باپ ہونے سے خارج نہ کرے گا، نہ ان کی کسی اولاد کو پسرِ بکر کے بھائی بہن ہونے سے۔ قال اللہ تعالٰی : واخواتکم من الرضاعۃ[2] (اور تمھاری رضاعی بہنیں۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۶۳)

(۷۶) ماں سے نکاح بیٹی کو اور بیٹی سے نکاح ماں کو حرام کرتا ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا :

شریعتِ مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ بیٹی سے مجرد نکاح ماں کو حرام ابدی کرتا ہے وطی کی شرط نہیں۔ قال تعالٰی : وامھٰت نسائکم[3] (تمھاری بیویوں کی مائیں۔ ت) اور وطی ہو تو بدرجۂ اولٰی، نکاحاً ہو تو بالاجماع، اور بلا نکاح ہو تو ہمارے نزدیک اور ماں سے مجرد نکاح بیٹی کو حرام نہیں کرتا جب تک وطی نہ ہو۔ قال تعالٰی :

وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلاجناح علیکم[4]

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴ [2] القرآن الکریم ۴/۲۳

[3] 〃 ۴/۲۳ [4] 〃 〃

تمھاری مدخولہ بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمھاری پرورش میں ہیں، اور اگر تم نے بیویوں سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر ممانعت نہیں۔ (ت)

ہاں اگر وطی ہو تو تحریم لائے گی اسی تفصیل پر کہ نکاح میں بالاجماع اور بلا نکاح ہمارے نزدیک تو وہ صغیرہ نابالغہ جس سے زید نے صحبت کی پھر طلاق دے دی اور اس نے دوسرے سے نکاح کیا اور اس سے اس عورت کے بیٹی پیدا ہوئی یہ بیٹی قطعاً شوہر اول پر حرام ہے کہ جب صحبت کی دخلتم بھن صادق آگیا بلوغ کی شرط نہیں، ہاں اگر صغیرہ چار پانچ برس کی بچی ہو جہاں ایلاج حشفہ ممکن نہ ہو تو البتہ حرمت نہ ہوگی کہ صحبت نہ ہوگی اور مدخولہ کی ماں مطلقاً حرام ہے خواہ مدخولہ بالحلال ہو یا بالحرام، اور زوجہ کی والدہ ابداً اپنی ماں کی طرح ہے زوجہ کے مرنے یا طلاق ہو کر عدت گزرنے کے بعد بھی کسی طرح حلال نہیں ہوسکتی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۶۴)

(۷۷) رضاعت کے ایک مسئلے میں وہابی مولویوں کے غلط فتوٰی پر گرفت کرتے ہوئے فرمایا:

نص ۱: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یحرم من الرضاعۃ مایحرم من النسب[1]۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ واحمد ومسلم والنسائی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

جو کچھ نسب سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے (اس کو ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اور امام احمد، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

بھانجا، بھانجی، بھتیجا، بھتیجی نسب سے حرام ہیں یا نہیں، ضرور ہیں، تو دودھ سے بھی قطعاً حرام ہیں۔ اور شک نہیں کہ اپنی نسبتی ماں کی رضاعی اولاد اپنی بہن بھائی ہے، تو اس اولاد کی نسبتی اولاد اپنے سے یہی رشتہ رکھتی ہے۔ اسے یوں سمجھئے مثلاً زید کی ماں ہندہ کا دودھ عمرو نے پیا، تو عمرو اور زید رضاعی بھائی ہوئے۔ اگر کہے نہ ہوئے تو ہندہ مرضعہ کی بیٹی لیلٰی بھی عمرو رضیع کی بہن نہ ہوگی کہ جب ہندہ کا بیٹا زید عمرو کا بھائی نہ ہوا تو ہندہ کی بیٹی لیلٰی کس رشتہ سے عمرو کی بہن ہوجائیگی حالانکہ وہ بہ نص قطعی قرآن عمرو کی بہن ہے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۷

قال اللہ تعالٰی و امھاتکم التی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعۃ۔[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمھاری مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا اور تمھاری رضاعی بہنیں (ت)

وعلٰی ہذا القیاس باقی صورتیں۔ اور جب مرضعہ کی سب اولاد رضیع کے بہن بھائی ہوگئے تو رضیع کی اولاد اولادِ مرضعہ کیلئے یقیناً اپنے بہن بھائی کی اولاد ہے، اور اپنے بہن بھائی کی اولاد یقیناً قطعاً اجماعاً حرام ہے، تو پھوپھی بھتیجے یا چچا بھتیجی یا خالہ بھانجے یا ماموں بھانجی کا زنا کیونکر حلال ہوسکتا ہے! ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۴۹۱)

(۷۸) مذکور وہابی مفتی نے اپنے فتوے کی تائید میں شرح وقایہ کا یہ شعر لکھا: ؎

از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند

وز جانب شیر خوارہ زوجان و فروع

اس کا جواب دیتے ہوئے اور مفتی مذکور کی جہالت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا:

ثانیاً کاش مفتی نے اپنی ہی عبارت کو شعر سے ملا کر دیکھا ہوتا تو بہ نگاہِ اوّلین کھل جاتا کہ دونوں طرفین نقیض پر ہیں۔ شعر تو صاف بتا رہا ہے کہ حرمت رضاعت رضیع کی طرف زوجین و فروع رضیع کو شامل ہوتی ہے اور آپ کہتے ہیں خاص رضیع کے لئے ہوتی ہے رضیع کے فروع کے لئے نہیں ہوتی صاف صاف نفی و اثبات کا خلاف ہے، اس کی نظیر اس سے بہتر کیا ہوسکتی ہے کہ زید کہے بیٹے کے لئے ماں حلال ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: حرمت علیکم امھٰتکم[2] (تم پر تمھاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۵۰۲)

(۷۹) زید کی بیوی لاپتہ ہوگئی ہے۔ اب زید بیوی کی حقیقی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں حکمِ شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

ناجائز۔ قال تعالٰی: وان تجمعوا بین الاختین[3] (دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ ت) زید اگر چاہتا ہے تو زوجہ کو طلاق دے اور تا انقضائے عدت انتظار کرے، اس کے بعد اس کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے، انقضائے عدت یہاں ظنِ غالب سے لیا جائے گا فانہ ملتحق فی الفقھیات بالیقین (فقہ میں یہ یقین سے ملحق ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۵۰۹، ۵۱۰)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳ [2] القرآن الکریم ۴/۲۳ [3] القرآن الکریم ۴/۲۳

(۸۰) کیا کسی مسلمان مرد یا عورت کا نکاح کسی کافر سے ہوسکتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

مسلمان عورت کا نکاح مطلقاً کسی کافر سے نہیں ہوسکتا، کتابی ہو یا مشرک یا دہریہ، یہاں تک کہ ان کی عورتیں جو مسلمان ہوں انھیں واپس دینا حرام ہے۔ قال تعالیٰ:

یٰایھا الذین اٰمنوا اذا جاءکم المؤمنٰت مھٰجرات فامتحنوھن ط اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن الی الکفار لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن[1]

اے ایمان والو! جب تمھارے پاس اسلام لانے والی عورتیں کافروں کا دیار چھوڑ کر آئیں تو ان کی آزمائش کرو، اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو، پھر اگر تمھیں آزمائش سے ان کا ایمان ثابت ہو تو انھیں کافروں کو واپس نہ دو، نہ مسلمان عورتیں کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ کافر مسلمان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔

مسلمان مرد کافرہ کتابیہ سے نکاح کرسکتا ہے۔ قال تعالیٰ:

الیوم احل لکم الطیبٰت ط وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن[2]

آج کے دن ستھری چیزیں تمھارے لئے حلال کی گئیں اور کتابیوں کا ذبیحہ تمھارے لئے حلال ہے اور تمھارا ذبیحہ ان کے لئے حلال ہے، اور تمھارے لئے حلال کی گئیں پارسا مسلمان عورتیں اور عفت والی کتابیہ عورتیں جب تم انھیں ان کے مہر دو۔

لیکن غیر کتابیہ سے مسلمان مرد کو نکاح حرام ہے۔ قال تعالیٰ:

لا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن ط ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم[3]۔

مشرکہ یعنی غیر کتابیہ سے نکاح نہ کرو جب تک ایمان نہ لائیں اور بیشک ایک مسلمان باندی کافرہ غیر کتابیہ سے اچھی ہے اگرچہ وہ کافرہ تمھیں پسند آئے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/۱۰
[2] القرآن الکریم ۵/۵
[3] ؍؍ ۲/۲۲۱

یہ حکم کافران اصلی کا ہے، مرتد و مرتدہ کا نکاح تمام عالم میں کسی سے نہیں ہوسکتا، نہ مسلم سے، نہ کافر سے، نہ اصلی سے، نہ مرتد سے۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذٰلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد، کذا فی المبسوط[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مرتد کو کسی مرتدہ، مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، اور یوں ہی مرتدہ کو بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں۔ مبسوط میں یونہی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۵۱۱، ۵۱۲)

(۸۱) کسی شخص نے اپنی بہو سے زنا کیا تو وہ مزنیّہ اپنے خاوند کے نکاح میں رہی یا نہیں؟ اس بارے میں فرمایا:

لوگ اپنی طرف سے خیالات باطلہ باندھ لیتے یا فقط دو ایک شخصوں یا صرف عورت کے کہنے پر اتہام لگاتے ہیں اس کا تو کچھ اعتبار نہیں بلکہ شہادت عادلہ شرعیہ ہو یا شوہر تصدیق کرے اس وقت حرمت کا حکم دیا جائے گا، عورت ہمیشہ کے لئے اپنے شوہر پر حرام ہوجائے گی کہ اس کے باپ کی مدخولہ ہوگئی، اور باپ کی مدخولہ بیٹے پر حرام ابدی ہے۔ قال تعالٰی:

ولا تنکحوا ما نکح اٰباؤکم[2]

جن سے تمہارے باپ نکاح کرلیں تم ان سے نکاح نہ کرو۔ (ت)

مگر طلاق نہ ہوئی، نہ نکاح سے خارج ہوئی جب تک شوہر متارکہ نہ کرے، مثلاً اس سے کہے میں نے تجھے چھوڑ دیا یا جدا کیا، جب یہ کہے گا اور عدت گزر جائے گی اس وقت عورت کسی تیسرے شخص سے نکاح کرسکے گی، ان دونوں باپ بیٹوں پر تو ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔ شوہر پر فرض ہے کہ اسے متارکہ کردے کہ اب اسے رکھ نہیں سکتا تو چھوڑنا لازم۔ قال تعالٰی:

فامساک بمعروف اوتسریح باحسان[3]

تو ہمدردی سے پاس رکھو یا اچھے طریقے سے چھوڑ دو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۵۱۲)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الثالث فی بیان المحرمات القسم السابع نوری کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۲ [3] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹

(۸۲) مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدّد وغیرہ ماننے والا کیسا ہے؟ اس سلسلہ میں فرمایا:

لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو وہ تو مطلقاً کافر مرتد ہے اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لئے مانے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیّین[1]

لیکن اللہ تعالٰی کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ت)

لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ:

من شك فی کفرہ فقد کفر[3]

جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ کافر ہوگیا۔ (ت)

اُسے معاذ اللہ مسیح موعود یا مہدی یا مجدّد یا ایک ادنٰی درجہ کا مسلمان جاننا درکنار جو اس کے اقوالِ ملعونہ پر مطلع ہو کر اُس کے کافر ہونے میں ادنٰی شک کرے وُہ خود کافر مرتد ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۵۱۴، ۵۱۵)

(۸۳) ہندہ بیوہ نے اپنا نکاح اپنے ایک شریف کفو کے ساتھ کرلیا، اس پر عمرو بکر و خالد نے اُسے اس کی ماں اور شوہر سمیت برادری سے نکال دیا اور ایذا دی۔ اس سلسلہ میں حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ہندہ اور اس کی ماں اور اس کے شوہر پر کچھ الزام نہیں خالد عمرو بکر صرف بوجہ نکاح ثانی انھیں ایذا دیتے ہیں ظالم و گنہ گار اور حق العبد میں گرفتار ہیں، ان پر توبہ فرض ہے، اگر نہ کریں تو خود یہی لوگ برادری سے نکال دینے کے قابل ہیں، جو لوگ ان خالد عمرو بکر کا ساتھ دیں گے وُہ بھی

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[2] جامع الترمذی ابواب الفتن باب ماجاء لاتقوم الساعۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۴۵

[3] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

مستحقِ عذاب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

گناہ اور زیادتی میں باہم مدد نہ کرو۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذٰی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اذی اللّٰہ[2]

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ستایا اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۲۴، ۶۲۵)

(۴۸) سعیدہ کے باپ نے برادری وغیرہ کے مجبور کرنے سے اس کا نکاح خالد سے کردیا، خالد کو لندن گئے ہوئے چھ سال ہو گئے وہاں فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا ہے، اب نہ تو سعیدہ کو نفقہ دیتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے، سعیدہ بوقتِ نکاح نابالغہ تھی۔ اب اس صورت میں کیا کرنا چاہئے۔ اس کے جواب میں فرمایا:

صورتِ مذکورہ میں عورت کا ضرر صریح ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف[3]

عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

اور فرماتا ہے:

وعاشروھن بالمعروف[4]

عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[5]

جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھو اپنے مقدور کے قابل اور انھیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی لاؤ۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۳۷۳

[3] القرآن الکریم ۲/۲۳۱

[4] القرآن الکریم ۴/۱۹

[5] القرآن الکریم ۶۵/۶

اور فرماتا ہے:

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة۔[1]

پُورے ایک طرف نہ جُھک جاؤ کہ عورت کو یُوں چھوڑو جیسے ادھر میں لٹکتی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاضرر ولاضرار فی الاسلام۔[2]

دینِ اسلام میں نہ ضرر ہے نہ مضرت پہنچانا۔

لہٰذا حاکم پر واجب ہے کہ خالد پر جبر کرے کہ یا تو ہندہ کو رخصت کرائے یا طلاق دے، اور اگر وہاں کی صحبت سے خالد کا دین فاسد ہوگیا کہ نیچریوں کی طرح ضروریاتِ دین پر ہنسنے لگا تو آپ ہی نکاح جاتا رہے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۲۸، ۶۲۹)

(۸۵) زید سے بحالتِ شدّتِ مرض اس کے بھائی نے اجازت لے کر زید کی کمسن لڑکی کا نکاح اپنے لڑکے سے کر دیا اور زید تین دن بعد وصال کر لیا، لڑکے کی ماں ذلیل نسل سے تعلق رکھتی ہے۔ اس نکاح کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

شدّتِ مرض صحتِ اجازت سے مانع نہیں،

ھذا القدر ما ذکرہ السائل فنجیب علیہ ولا نزید ما یکون تعلیما۔

یہ سائل کے ذکر کردہ پر ہم جواب دے رہے ہیں اور تعلیم کے طور پر ہم زیادہ بات نہیں کرتے۔ (ت)

ماں کا غیر کفو ہونا اولاد کو غیر کفو نہیں کر دیتا کہ نسب باپ سے ہے نہ کہ ماں سے۔

قال تعالٰی وعلی المولود لہ رزقھن۔[3]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور جس کا بچّہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا ہے۔ (ت)

اور بالفرض کفاءت نہ بھی ہو تو باپ ایک بار غیر کفو سے بھی نکاح کر سکتا ہے، لہٰذا صورتِ مستفسرہ میں وہ نکاح صحیح ولازم ہوگیا جس کے فسخ کا کسی کو بھی اختیار نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۵۴، ۶۵۵)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۹

[2] المعجم الاوسط حدیث ۵۱۸۹ مکتبۃ المعارف الریاض ۶/ ۹۱

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۳

(۸۶) کیا لڑکی اپنے شوہر کو طلاق دے سکتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

طلاق دینا عورت کے اختیار میں نہیں، نہ وہ شوہر کو طلاق دے سکتی ہے، نہ اس کے دیئے طلاق پڑ سکتی ہے۔ قرآن عظیم میں فرمایا: بیدہ عقدۃ النکاح[1] (اسی (خاوند) کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ ت)۔ حدیث شریف میں ہے:

الطلاق لمن اخذ بالساق[2]۔

یہ جماع سے کنایہ ہے یعنی طلاق وہی دے سکتا ہے جو جماع کا مالک ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۶۰، ۶۶۱)

(۸۷) کسی نے لڑکی کا نکاح اس شرط پر کیا کہ خاوند اسی بستی میں مکان بنائے گا۔ اب وہ اس بستی میں مکان نہیں بناتا بلکہ اپنی بیوی کو اپنے گھر لیجانا چاہتا ہے۔ اس سلسلہ میں حکم شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

اسی گاؤں میں مکان بنانے کی شرط شرطِ فاسد ہے، اور شرطِ فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بلکہ خود وہ شرط ہی باطل ہو جاتی ہے، اسے اختیار ہے کہ اپنی عورت کو اپنے گھر لے جائے ——— قال اللہ تعالٰی:

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم[3]۔

بیویوں کو اپنی سکونت کے ساتھ سکونت گنجائش کے مطابق دو۔ (ت)

ہاں اگر ظاہر ہو کہ شوہر عورت کو ضرر و ایذا دینے کے لئے دوسری جگہ لے جانا چاہتا ہے اور یہاں رکھنا نہیں چاہتا تو لے جانے کی اجازت نہ دیں گے۔

ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن[4] ھذا حاصل ما حط علیہ کلام المحققین وعلیك برد المحتار۔

بیویوں کو تنگ کرنے کے لئے ضرر مت دو۔ محققین کے کلام کا مصداق یہی ہے۔ آپ پر

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۳۷
[2] سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق باب طلاق العبد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۲
[3] القرآن الکریم ۶۵/۶
[4] " " "

ردالمحتار کی طرف رجوع ضروری ہے۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۷۳)

(۸۸) کیا رواج، عرفِ عام قانونِ شرع شریف پر کسی حالت میں مرجح ہوسکتا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

رواج، عرف و قانون کوئی چیز شرع مطہر پر مرجح نہیں۔

قال اللہ تعالٰی ان الحکم الا للہ[1]، وقال تعالٰی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك ھم الفاسقون[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: حکم صرف اللہ تعالٰی کا ہے۔ اور فرمایا: جو اللہ تعالٰی کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ فاسق ہے۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۷۸)

(۸۹) زنِ بازاری کا لڑکا سنِ بلوغ کو پہنچ کر مسلمان ہوگیا اب کسی مسلمان کا اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کردینا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

جائز ہے۔ قال اللہ عزجلالہ:

لا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا[3] الآیۃ۔

مشرکوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ مومن نہ ہوجائیں۔(ت)

مگر یہ نکاح غیر کفو کے ساتھ ہے دو وجہ سے الخ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۶۹۶)

(۹۰) عربی میں سوال آیا کہ کیا عجمی عالم سیّدزادی کا کفو ہوسکتا ہے؟ اس کا عربی میں جواب دیتے ہوئے فرمایا:

نعم اذا کان دینا متدینا لان فضل العلم فوق فضل النسب، قال اللہ تعالٰی یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات[4]، وقال تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[5]، فی وجیز الامام الکردری العجمی العالم کفؤ للعربی الجاھل لان شرف العلم اقوی وارفع، وکذا العالم الفقیر للغنی الجاھل، وکذا العالم الذی لیس بقرشی کفؤ للجاھل

---

[1] القرآن الکریم ۶/۵۷ [2] القرآن الکریم ۵/۴۷
[3] " " ۲/۲۲۱ [4] " " ۵۸/۱۱
[5] " " ۳۹/۹

القرشی و العلوی[۱] اھ۔
ہاں جب عجمی عالم دیندار عالم ہو، کیونکہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے فائق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم میں سے ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے بلندی دی اور ان لوگوں کو جو علم دیئے گئے ان کو کئی درجات دئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں۔ امام کردری کی وجیز میں ہے کہ عجمی عالم، جاہل عربی کا کفو ہوگا کیونکہ علمی شرافت اقویٰ وارفع ہے۔ اور یوں ہی عالم فقیر ہو تو وہ جاہل غنی کا کفو ہوگا اور یوں ہی غیر قرشی عالم جاہل علوی اور جاہل قرشی کا کفو بنے گا اھ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۷۱۲)

(۹۱) زید جو کہ ٹھاکر تھا اب مشرف بہ اسلام ہوگیا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اُسے عزّت دیں۔ چنانچہ فرمایا:

اسلام کی عزّت کے برابر اور کیا عزت ہے، اس نے تو اسے چار چاند نہیں بلکہ ہزار چاند لگا دئے۔ اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اُسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے، وہ ہمارا دینی بھائی ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انما المؤمنون اخوۃ[۲] (مسلمان مسلمان بھائی ہیں۔ ت)

اور فرماتا ہے:

فاخوانکم فی الدین[۳] (تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ ت)

پھر جو کسی معزز قوم کا اسلام لائے اسے کیونکر حقیر سمجھا جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۷۱۹)

(۹۲) زید مذکور کے بارے میں مزید فرمایا:

پنجم یہ شخص علمِ دین حاصل کرلے، مسلمانوں میں اس کی علمی فضیلت اوروں کی نسبی شرافت یا اسلامی قدامت کے ہم پلّہ ہوجائے، عار عرفی باقی نہ رہے، اُس وقت یہ شخص ہر قوم و قبیلہ کا کفو ہوسکتا ہے۔

(۳) اولاد ہمیشہ باپ کی قوم پر ہوتی ہے۔ قال تعالیٰ: وعلی المولودلہ

---

[۱] الفتاوی البزازیۃ علی ہامش فتاوٰی ہندیۃ الخامس فی الاکفاء نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۱۶
[۲] القرآن الکریم ۴۹/۱۰ [۳] القرآن الکریم ۳۳/۵

رزقهن[1] (جس کا بچہ ہے عورت کا نفقہ اس پر ہے۔ ت)

(۴) شرع شریف میں شرافت قوم پر منحصر نہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم[2]

تم میں زیادہ مرتبے والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقوٰی رکھتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ص ۷۲۲)

(۹۳) کیا اولادِ زنا کے بارے میں کوئی وعید وارد ہے؛ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

زنا کا عذاب صرف زانی وزانیہ پر ہے، اولادِ زنا پر اس کا وبال نہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[3] (ایک کا بوجھ دوسرے پر نہیں۔ ت)

حدیث میں ہے:

لیس علی ولد الزناء من وزر ابویہ شئ۔ رواہ الحاکم[4] عن الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا۔

ولدِ زنا پر اس کے والدین کا بوجھ کچھ نہیں ہے (اس کو حاکم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ص ۷۲۳)

فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲

(۱) شرعی مہر کے بارے میں ایک فارسی سوال کا فارسی میں جواب دیتے ہوئے فرمایا:

مہر را در شرع مطہر جانب کمی حدے معین ست یعنی دہ درہم اما جانب زیادت ہیچ تحدید نیست ہرچہ کہ بستہ شود ہماں قدر بحکم شرع محمدی لازم آید صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلم، قال اللہ تعالٰی و اٰتیتم احدٰھن قنطارا[5]، پس تعیین نتواں کرد کہ ہمیں قدر مقدار مہر شرعی است نہ غیر او۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۳ [2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

[3] 〃 ۶/ ۱۶۴ و ۳۵/ ۱۸

[4] المستدرک للحاکم کتاب الاحکام دارالفکر بیروت ۴/ ۱۰۰

[5] القرآن الکریم ۴/ ۲۰

شریعت پاک میں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم مقرر ہے لیکن زیادہ سے زیادہ مقدار مقرر نہیں بلکہ جتنا بھی مہر مقرر کردیا جائے وہ شریعتِ محمدی میں لازم ہوگا صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلم، اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تم ان عورتوں میں سے بعض کو بہت زیادہ مال دیتے ہو، اس لئے کوئی تعیین نہیں کی جاسکتی کہ یہ مقدارِ شرعی ہے اور یہ نہیں ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۲۳، ۱۲۴)

(۲) زوجین اگر سمجھیں کہ نباہ نہیں ہوسکے گا تو باہمی رضامندی سے علیحدگی اختیار کرسکتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

یہ معاملہ رضامندی پر ہے جبکہ وہ جانے کہ باہم نباہ نہ ہوگا تو زوجہ اپنی خلاصی کے لئے کُل مہر چھوڑ دے اور لیا ہوا واپس دے اور اُس کے سوا اور روپے بھی دے سب جائز ہے، قال تعالٰی:

فلاجناح علیھما فیما افتدت بہ[1]

عورت اگر فدیہ دے تو خاوند بیوی دونوں پر کوئی حرج نہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۷۴)

(۳) اقسامِ مہر اور اس میں دستاویز لکھنے کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

مہر معجّل وہ ہے جو پیشگی دینا ٹھہرے، اور مؤجّل وہ جس کی ایک میعاد معین قرار پائے کہ اتنے زمانے کے بعد ادا کیا جائے گا، اور مؤخر وہ کہ نہ پیشگی دینا ٹھہرا نہ اس کا کوئی وقت معیّن کیا گیا، مہر مثل کوئی ان کی مقابل قسم نہیں۔ مؤجل کی دستاویز لکھنا بہتر ہے۔ قال تعالٰی:

یاایھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الٰی اجل مسمّی فاکتبوہ[2]

اے ایمان والو! جب تم اُدھار لین دین مقررہ مدّت پر کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ (ت)

تفسیرِ احمدی میں ہے:

فی الزاھدی ان الاٰیۃ عامۃ فی السلم وکل دین یصح فیہ الاجل[3]

زاہدی میں ہے کہ یہ آیۃ کریمہ بیع سلم اور ہر ادھار سودا جس میں مدت مقرر کرنا صحیح ہو سب کو شامل ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹ [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۲

[3] التفسیرات الاحمدیۃ تحت الاٰیۃ ۲/ ۲۸۲ مطبعہ کریمیہ بمبئی بھارت ص ۱۷۵

مدارک التنزیل میں ہے، الامر للندب[1] (آیۂ کریمہ میں امر استحباب کے لئے ہے۔ ت)
لباب التاویل میں ہے، وھو قول جمھور العلماء[2] (یہی جمہور علماء کا قول ہے۔ ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۷۵)

(۴) کوئی عورت شوہر کی موت یا طلاق کے بغیر دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی۔ چنانچہ فرمایا:
یہ ناممکن ہے کہ ہندہ بغیر طلاق یا موتِ شوہر و انقضائے عدّت دوسرے سے نکاح کرسکے۔
قال تعالٰی:
والمحصنٰت من النساء[3] (شادی شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں۔ ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۸۲)

(۵) زید نے اپنی بیوی کی حیات میں اس کی چھوٹی بہن سے نکاح کیا، نکاح ثانی کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:
زوجہ جب تک زوجیت یا عدت میں ہے اس کی بہن سے نکاح حرام قطعی ہے۔ قال تعالٰی:
وان تجمعوا بین الاختین[4]۔
حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔ (ت)
اس سے جو اولاد ہوگی شرعاً اولاد حرام ہے مگر ولد الزنا نہیں اسے ولد حرام بمعنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۸۴)

(۶) ایک مستفتی نے استفتاء کے آخر میں لکھا بھیجا سند فقہاء مع عبارتِ کتب و اسمِ کتاب ارشاد ہو قیمتِ رقیمہ دی جائے گی۔ اس کے جواب میں تحریر فرمایا:
مسائل پر بفضل اللہ یہاں کبھی کوئی اجرت نہیں لی جاتی اور اس کو سخت عیب سمجھا جاتا ہے۔
ما اسئلکم علیه من اجران اجری الا علٰی رب العٰلمین[5]۔
تم سے کسی اجر کا سوال نہیں میرا اجر اللہ تعالٰی کے ہاں ہے۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۹۴، ۱۹۵)

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲/ ۲۸۲ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۳۹
[2] لباب التاویل (تفسیر الخازن) 〃 〃 دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۱۴
[3] القرآن الکریم ۴/ ۲۴ [4] القرآن الکریم ۴/ ۲۳
[5] 〃 ۲۶/ ۱۰۹

(۷) ایک شخص نے شادی کے وقت سسرال میں رہنے کا وعدہ کیا مگر اس کے باوجود وہ بیوی کو اپنے گھر لے جانے کا حق رکھتا ہے۔ سسرال میں رہنے کے لئے اس پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

معاہدہ بیکار ہے، سسرال میں رہنا ایک وعدہ ہے جس کی وفا پر جبر نہیں اور زوجہ کو اپنے پاس رکھنا ہی حقِ شوہر و حکمِ شرعی ہے۔ قال تعالٰی:

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۔[1]

ان کو سکونت دو جہاں تم ساکن ہو اپنی گنجائش کے مطابق۔ (ت)

شوہر جب چاہے اس حق کا مطالبہ کر سکتا ہے کمن ترکت قسمھا لھا ان تعود متی تشاء (جیساکہ بیوی اپنی باری چھوڑ دے تو اس کو واپس لینے کا حق ہے جب چاہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۹۵، ۱۹۶)

(۸) زید اپنی بیوی کو جائے ملازمت و سکونت پر ساتھ رکھتا ہے تو وہ یا اس کا باپ عذر نہیں کر سکتے۔ چنانچہ فرمایا:

اصل حکم ہے کہ مرد جہاں رہے اپنی عورت کو اپنے ساتھ رکھے۔ قال اللہ تعالٰی:

اسکنوھن من حیث سکنتم۔[2]

عورتوں کو وہیں ٹھہراؤ جہاں تم خود ٹھہرو۔ (ت)

اور ساتھ ہی یہ حکم ہے کہ عورت کو ضرر نہ پہنچائے، اس پر تنگی نہ کرے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن۔[3]

انھیں ضرر نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی کرو۔ (ت)

جبکہ مہر معجل نہ تھا یعنی پیش از رخصت دینا قرار نہ پایا تھا تو عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا کوئی اختیار نہیں، نہ اس کا باپ اُسے شوہر سے جدا کر سکتا ہے، ہاں اگر شوہر کی طرف سے عورت کو ضرر رسانی و بلا وجہ شرعی ایذا دہی بر وجہ کافی ثابت ہو تو اس کا بندوبست کیا جائے اگرچہ کچہری کے ذریعہ سے ضمانت داخل کرنے سے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۲۰۰)

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۶

[2] القرآن الکریم ۶۵/۶

[3] " " "

(۹) بلا وجہ شرعی عورت کو ایذا دینے، دو زوجہ میں مساوات ملحوظ رکھنے اور دونوں کو جبراً ایک ہی مکان میں رکھنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

ہر چند اللہ تعالٰی نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی،

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علٰی بعض و بما انفقوا من اموالھم[1]

مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر مال خرچ کئے۔ (ت)

یہاں تک کہ حدیث میں آیا اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم کرتا عورت کو حکم دیتا کہ مرد کو سجدہ کرے، مگر عورتوں کو بے وجہ شرعی ایذا دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ اُن کے ساتھ نرمی اور خوش خلقی اور اُن کی بدخوئی پر صبر اور ان کی دلجوئی اور جن باتوں میں مخالفتِ شرع نہیں اُن کی مراعات شارع کو پسند ہے، جناب رسالتمآب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کی دلجوئی کرتے اور فرماتے:

ان من اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ[2]

بیشک مومنوں میں سے زیادہ کامل ایمان والا وہ ہے جو ان میں سے زیادہ حُسنِ اخلاق والا اور اپنی اہل کے ساتھ زیادہ مہربان ہے۔ (ت)

اور فرماتے:

خیرکم خیرکم لاھلہ وانی خیرکم لاھلی[3]۔

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی اہل کے ساتھ زیادہ اچھا برتاؤ کرنے والا ہے اور میں اپنی اہل کے ساتھ حُسنِ سلوک میں تم سب سے بہتر ہوں۔ (ت)

اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وعاشروھن بالمعروف[4]

اور ان (اپنی بیویوں) کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۲۷۳، ۲۷۴)

---

[1] القرآن الکریم ۴/۳۴۔

[2] شعب الایمان حدیث ۸۷۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۴۱۵

[3] " " ۸۷۱۸ " " " ۶/۴۱۵

[4] القرآن ۴/۱۹

(۱۰) مزید فرمایا:

اور جس طرح اللہ تعالٰی نے مردوں کے حق اُن پر مقرر فرمائے اُن کے حق بھی مردوں پر مقرر کئے:

ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف[1]۔

اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق۔ (ت)

از انجملہ کھلانے پہنانے وغیرہما امور اختیاریہ میں انھیں برابر رکھنا واجب ہے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۷۴)

(۱۱) لڑکی کی نسبت کسی سے کر دی پھر معلوم ہوا کہ وہ وہابی یا رافضی ہے تو نسبت چھڑا لینا شرعاً لازم ہے۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

معلوم ہوا کہ جس سے نسبت قرار پائی رافضی وہابی یا اور کسی قسم کا بدمذہب ہے کہ اس صورت میں نسبت چھڑا لینا شرعاً لازم۔ قال تعالٰی:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]۔ وللعقیلی عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولا تناکحوهم[3]۔

اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے پاس مت بیٹھ۔ اور عقیلی میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ نہ ان کے ہم مجلس بنو، نہ کھانے پینے میں ان سے مشارکت کرو اور نہ ہی ان سے باہمی نکاح کرو۔ (ت)

لڑکی والوں کو تو لحاظ مصالح و احتراز مفاسد زیادہ اہم ہے، لڑکے والے بھی اگر ترک میں مصلحت سمجھیں ترک کر دیں۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ضباعہ بنت عامر بن قرط رضی اللہ تعالٰی عنہا کو نکاح کا پیغام دیا انھوں نے قبول کیا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مصلحت پیش آئی ترک فرمایا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۲۸۱، ۲۸۲)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

[2] 〃 ۶/ ۶۸

[3] الضعفاء الکبیر ترجمہ احمد بن عمران نمبر ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۶

(۱۲) دروازہ جنت حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کھلوائیں گے۔ اس سلسلہ میں فرمایا:
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جو اور بندگان خدا جائیں گے دروازہ کُھلا پائیں گے کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پہلے سے فتح باب فرما چکے ہوں۔
قال تعالٰی جنّٰت عدن مفتحۃ لھم الابواب[1]۔
اللہ تعالٰے نے فرمایا: بسنے کے باغ ان کے لئے سب کے دروازے کُھلے ہوئے۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۰۷)

(۱۳) اباحتِ نکاحِ ثانی کا ثبوت قرآنی آیات سے دیتے ہوئے فرمایا:
نکاحِ ثانی کی اباحت تو بیشک ضروریاتِ دین سے ہے کہ تمام مسلمین اس سے آگاہ، قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اس پر گواہ:
قال تعالٰی عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن (الٰی قولہٖ تعالٰی) ثیبٰت وابکارا[2]، وقال تعالٰی فلما قضی زید منھا وطرا زوجنکھا[3] وقال تعالٰی فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[4]۔
اللہ تعالٰے نے فرمایا: ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمھیں طلاق دے دیں کہ انھیں تم سے بہتر بیویاں بدل دے (اللہ تعالٰے کے قول) ثیبٰت وابکارا (بیاہیاں اور کنواریاں) تک۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی تو ہم نے وہ (زینب) تمھارے نکاح میں دے دی۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ آئے۔ (ت)
کریمہ وانکحوا الایامٰی[5] (اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہیں۔ ت) میں ایم کے نکاح کردینے کو فرمایا۔ ایم ہر زنِ بے شوہر کو کہتے ہیں جس کے اطلاق میں کنواری، مطلقہ، بیوہ سب داخل، اگرچہ ایم خاص بیوہ کا نام نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۰۸)

(۱۴) خاص بیوہ کے نکاح سے متعلق فرمایا:
بالخصوص بیوہ کے لئے یہ آیتیں ہیں قال اللہ تعالٰی:

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/ ۵۰
[2] القرآن الکریم ۶۶/ ۵
[3] 〃 ۳۳/ ۳۷
[4] 〃 ۲/ ۲۳۰
[5] 〃 ۲۴/ ۳۲

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف واللہ بما تعملون خبیر ○ ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونھن ولکن لا تواعدوھن سرا الا ان تقولوا قولا معروفا ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتب اجلہ[1]

اور جو تم میں مریں اور بیویاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں تو جب ان کی عدّت پوری ہوجائے تو اے والیو! تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافقِ شرع کریں اور اللہ تعالٰی کو تمھارے کاموں کی خبر ہے، اور تم پر گناہ نہیں اس بات میں جو پردہ رکھ کر تم عورتوں کے نکاح کا پیام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو۔ اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ اب تم ان کی یاد کروگے۔ ہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ رکھو مگر یہ کہ اتنی ہی بات کہو جو شرع میں معروف ہے اور نکاح کی گرہ پکّی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے۔ (ت)

وقال تعالٰی:

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن من معروف واللہ عزیز حکیم[2] ○

اور جو تم میں مریں اور بیویاں چھوڑجائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے وصیت کرجائیں سال بھر تک نان ونفقہ دینے کی بے نکالے، پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس کا مواخذہ نہیں جو انھوں نے اپنے معاملہ میں مناسب طور پر کیا، اور اللہ تعالٰی غالب حکمت والا ہے۔ (ت)

ان آیاتِ کریمہ کا جملہ جملہ جوازِ نکاحِ بیوہ پر نصِ صریح ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۰۸، ۳۰۹)

(۱۵) سوال ہوا کہ طلاق حق اللہ ہے یا حق العبد؟ اس کے جواب میں فرمایا:

طلاق بمعنی الایقاع یعنی اس کا احداث اصلاً منجملہ حقوق نہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳۵-۲۳۴

[2] ؍؍ ۲/ ۲۴۰

حیث لا مطالب لا من جہۃ العبد ولا من اللہ تعالٰی بل ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔

کیونکہ یہاں اللہ تعالٰی اور بندے کو طلاق کا کوئی مطالبہ نہیں پہنچتا بلکہ حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز اللہ تعالٰی کے ہاں طلاق ہے۔(ت)

البتہ جب ادائے حقِ زوجہ پر قادر نہ ہو جیسے عنین وغیرہ، تو طلاق حق العبد ہے حقِ زن کے لئے دیانۃً بھی واجب ہے اور ہر واجب دیانۃً حق اللہ سبحٰنہ، تو اس حالت خاص میں طلاق حق العبد بھی ہے اور حق اللہ بھی ہے لقولہ تعالٰی:

فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف۔[1]

انھیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی سے رخصت کرو۔(ت)

اور طلاق بمعنی الوقوع یعنی بعد حدوث اس کا ثمرہ کہ حالاً یا مآلاً تحریم فرج ہے جو حق اللہ عزوجل ہے ولہذا اس پر ادائے شہادت کے لئے کسی کا مدعی ہونا ضرور نہیں یہاں تک کہ زن و مرد دونوں منکر ہوں مگر دو شاہد شرعی شہادتِ طلاق دیں حکمِ طلاق دیا جائے گا اور دونوں کے انکار پر اصلاً التفات نہ ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ ص ۳۲۵، ۳۲۶)

(۱۶) حاملہ بیوی کو بوجہ نافرمانی طلاق دینے سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

حدیث میں ارشاد ہوا کہ مسلمان عورت سے اچھا برتاؤ رکھو کہ اگر تمھیں اس کی ایک عادت ناپسند ہوئی تو دوسری عادت پسند ہوگی۔"[2]

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

عسٰی ان تکرھوا شیئا و یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔[3]

قریب ہے کہ تم ایک بات کو مکروہ جانو گے اور اللہ عزوجل اس میں بہت بھلائی رکھے گا۔

اور اگر عورت کو طلاق دے کر پھر کبھی نکاح نہ چاہے تو خیر، ورنہ کیا معلوم کہ دوسری اس سے بھی بری ملے، اس لئے حتی الامکان عورت کے ساتھ نیک برتاؤ اور اس کی دلجوئی اور اسے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۶۵

[2] صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الوصیۃ بالنساء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۷۵

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۹

خوش کرکے اپنی اطاعت پر لانا اور اس کی کج خلقی پر صبر کرنا چاہئے۔ اور اصلاح ناممکن ہو تو طلاق دے سکتا ہے، مگر ایک طلاق رجعی سے زیادہ دینا گناہ ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۲۸)

(۱۷) بلاوجہ طلاق دینا مبغوض ہے مگر ہے حلال۔ اس سلسلے میں فرمایا:

حدیث میں ان دونوں جہتوں کے اجتماع کی طرف صاف اشارہ فرمایا گیا:

ابغض الحلال الی اللّٰہ الطلاق[1]

حلال چیزوں میں سے اللہ تعالٰی کے ہاں طلاق ناپسندیدہ ترین ہے۔ (ت)

حلال بھی فرمایا اور مبغوض بھی۔ آیۂ کریمہ میں مطلقاً ارشاد ہوا:

یٰایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتہن واحصوا العدۃ[2]

اے نبی (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) جب آپ عورتوں کو طلاق دیں تو عدت کو پیشِ نظر رکھ کر طلاق دیں اور عدت کو شمار کریں۔ (ت)

اور حدیث میں فرمایا:

لعن اللّٰہ الذواقین والذواقات[3]

نکاح کو شغل بنانے والے مردوں اور عورتوں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ جلد ۱۲ ص ۳۳۰، ۳۳۱)

(۱۸) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

بے حاجت بلا عذر شرعی طلاق دینا مکروہ و ممنوع ہے مگر دے گا تو پڑ ضرور جائے گی کہ وہ

ف غالباً حدیث کے الفاظ یوں ہیں: ان اللّٰہ لا یحب الذواقین والذواقات۔ تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو معجم اوسط ۸/۴۱۳، درمنثور ۱/۲۷۸، تفسیر القرطبی ۱۸/۱۴۹، کشف الاستار عن زوائد البزار ۲/۱۹۲ ان سب کتب میں "ان اللّٰہ لا یحب الذواقین" کے الفاظ ہیں، "لعن اللّٰہ الذواقین" کے الفاظ نہیں ملے۔ نذیر احمد

---

[1] سنن ابی داؤد — باب فی کراہیۃ الطلاق — آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/۲۹۶

[2] القرآن الکریم ۶۵/۱

[3] مجمع الزوائد — باب من یکثر الطلاق — دارالکتاب بیروت — ۴/۳۳۵

اس کی زبان پر رکھی گئی :

"بیدہ عقدۃ النکاح"[1] (نکاح کی گرہ اس کے ہاتھ میں ہے ۔ ت)

اس کا مرتکب مکروہ بلکہ گناہگار ہونا بھی اس کے وقوع کو نہیں روکتا جیسے حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکمِ الٰہی فطلقوھن لعدتھن[2] (عدت کو پیشِ نظر رکھ کر طلاق دو ۔ ت) کی نافرمانی ہے مگر دے گا تو ضرور ہو جائے گی اور یہ گناہگار ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۳۲)

(۱۹) لفظوں میں طلاق کی اضافت بیوی کی طرف نہیں اور حلفاً کہتا ہے کہ بیوی کی نیت نہیں تھی ۔ ایسے شخص کے بارے میں فرمایا :

اگر واقع میں اس نے نیت کی اور اس نے ظاہر نہ کی تو اس کا وبال اور اپنے اور عورت دونوں کے زنا کا عذاب شوہر پر ہوگا عورت پر الزام نہیں کہ دلوں کا مالک اللہ ہے جل وعلا ۔

ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[3]

اور کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۵۹)

(۲۰) کسی نے اپنی بیوی کو تین بار کہا میں نے تجھے طلاق دیا ۔ اس صورت میں حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا :

صورتِ مذکورہ میں تین طلاقیں ہوگئیں ، عورت بے حلالہ اُس کے نکاح میں آ سکتی ، یعنی اس کی عدت گزرے پھر عورت دوسرے شخص سے نکاح کرے اور اس سے ہمبستری بھی ہو ، پھر وہ اسے طلاق دے یا مر جائے اور عدت گزر جائے اس کے بعد اس شخص کو عورت سے نکاح جائز ہوگا ۔

قال اللہ تعالٰی فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[4] ، وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تحلین لزوجك الاول حتی یذوق الاٰخر عسیلتك وتذوقی عسیلتہ[5]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اگر تیسری طلاق دی تو اس کے لئے مطلقہ دوبارہ حلال نہیں ہوگی

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۳۷

[2] القرآن الکریم ۶۵/۱

[3] 〃 ۶/۱۶۴

[4] 〃 ۲/۲۳۰

[5] صحیح البخاری باب من قال لامرأتہ انت علیّ حرام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۹۲

تاوقتیکہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:
اے عورت! تو حلال نہ ہوگی پہلے شوہر کے لئے جب تک تو دوسرے خاوند کا مزہ اور وہ تیرا مزہ نہ لے لے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۷۶)

(۲۱) اسی نوعیت کی ایک اور صورت میں فرمایا:
جبکہ زید ان الفاظ سے طلاق دینے کا اقرار کرتا ہے، گنتی میں سہو بتاتا ہے، اگر ثابت ہو کہ بہ لفظ تین بار کہے تین طلاقیں ہوگئیں رجعت ناممکن ہے بے حلالہ نکاح نہیں کرسکتا۔
قال اللہ تعالٰی فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1]۔
اللہ تعالٰی نے فرمایا: تیسری طلاق کے بعد عورت حلال نہیں تاوقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۷۹)

(۲۲) مزید فرمایا:
جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں پھر وہ عورت اس کے لئے بے حلالہ کسی طرح حلال نہیں ہوسکتی،
قال تعالٰی فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[2]۔
اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: اگر تیسری طلاق دی تو مطلقہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۸۹)

(۲۳) غیر حائضہ کی عدت کے بارے میں فرمایا:
جسے حیض نہ آیا اس کی عدت تین مہینے ہے،
قال اللہ تعالٰی فعدتہن ثلثۃ اشہر و اللائی لم یحضن[3]۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۹۱)

(۲۴) تین بار طلاق دینے اور حلالہ کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
بلاشبہہ باجماعِ ائمۂ اربعہ تین طلاقیں ہوگئیں اور بے حلالہ وہ اس کے لئے حلال نہیں ہوسکتی،
قال تعالٰی:

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۲/۲۳۰
[3] القرآن الکریم ۶۵/۴

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1]۔

اگر تیسری طلاق دے دی تو بیوی اس کے بعد حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۹۷)

(۲۵) بصورت حلالہ شوہر ثانی خالد نے طلاق نہیں دی کہ کچھ لوگوں نے مطلقہ مغلظہ کا شوہر اول سے نکاح کرادیا۔ اس نکاح اور کرانے والوں کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بحالت صحت نکاح خالد ظاہر ہے کہ بے طلاق وہ کسی سے نکاح نہیں کرسکتی۔

قال تعالٰی: والمحصنٰت من النساء[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: شادی شدہ (منکوحہ) عورتیں دوسروں کے لئے حرام ہیں۔ (ت)

اور اگر خالد بے صحبت کئے طلاق دے بھی دے جب بھی ہرگز شوہر اوّل کے لئے حلال نہیں ہوسکتی۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تحلین لزوجك الاول حتی یذوق الاخر عسیلتك وتذوقی عسیلتہ[3]۔

حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: اے عورت! تو حلال نہیں پہلے شوہر کے لئے جب تک دوسرا خاوند تیرا اور تُو اس کا مزہ نہ چکھ لے (یعنی جماع نہ کرلو)۔ (ت)

جن لوگوں نے دانستہ یہ نکاح کرادیا سب زنا کے دلال ہوئے اور زید و ہندہ زانی وزانیہ۔ اور ان سب کے لئے عذابِ شدید و نارِ جہنم کی وعید ہے۔ یُونہی وہ جو اس سے نکاح پر راضی ہوئے، نکاح نہیں زنا پر راضی ہوئے۔

والرضا بالحرام حرام وقد یکون کفرا۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

حرام فعل پر رضا حرام ہے اور کبھی یہ رضا کفر ہوتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (ت)

ان سب سے مسلمانوں کو میل جول منع ہے۔ قال تعالٰی:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[4]۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[3] صحیح البخاری باب من قال لامرأتہ انت علیّ حرام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۹۲

[4] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

خبردار شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔(ت)
اُن سے میل جول کرنے والے اگر اس نکاح پر راضی یا اُسے ہلکا جانتے ہیں تو ان کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۹۸، ۳۹۹)

(۲۶) جھوٹ بول کر حق کو ناحق بنانے والوں کے بارے میں فرمایا:
جھوٹی باتیں کہہ کر حق کو ناحق یا ناحق کو حق بنانا یہودیوں کی خصلت ہے۔
قال اللہ تعالٰی ولاتلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون[۱]۔
اللہ تعالٰی نے فرمایا: حق کو باطل سے خلط ملط نہ کرو اور دیدہ و دانستہ حق کو نہ چھپاؤ۔(ت)
رسمِ باطل کی پیروی کے لئے حلال وحرام کی پروا نہ کرنا کافروں کی عادت ہے قالوا بل نتبع ماالفینا علیہ اٰباءنا[۲] (کفار نے کہا بلکہ ہم اپنے آباء واجداد کی پیروی کریں گے۔ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۹۹)

(۲۷) تین طلاقوں کے بعد بلا حلالہ شوہر اول کے لئے حرمت اور آیۂ کریمہ الطلاق مرتٰن الخ کے شانِ نزول کے بارے میں بزبانِ فارسی آمدہ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
حرام است بالنص والاجماع تا بنکاح شوہرے دیگر در آید وشہد اورا ذوق نماید واو طلاقش دہد یا میرد وعدتش فراغ پذیرد قال تعالٰی الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان الٰی قولہ عزوجل فان طلقھا فلاتحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ ط فان طلقھا فلاجناح علیھما ان یتراجعا[۳] الاٰیۃ، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتحلین لزوجك الاول حتی یذوق الاٰخر عسیلتك وتذوقی عسیلتہ[۴]، وفی المعالم عن عروۃ کان الناس فی الابتداء یطلقون من غیر حصر ولاعدد وکان الرجل یطلق امرأتہ فاذا قاربت انقضاء عدتھا راجعھا ثم طلقھا کذلك

---

[۱] القرآن الکریم ۲/۴۲
[۲] 〃 ۲/۱۷۰
[۳] 〃 ۲/۲۲۹ و ۲۳۰
[۴] 〃 ۲/۲۳۰
[۵] صحیح البخاری باب من قال لامرأتہ انت علی حرام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۹۲

ثم راجعها یقصد مضارتها فنزلت ھذہ الآیۃ الطلاق مرتٰن یعنی الطلاق الذی یملك الرجعۃ عقیبۃ مرتٰن فاذا طلق ثلثا فلا تحل لہ الا بعد نکاح زوج اٰخر[1] اھ والمسئلۃ اوضح من ان توضح۔

دوسرے شخص سے نکاح اور پھر جماع کے بعد طلاق ہو یا دوسرا شخص فوت ہوجائے اور اس کی عدت پوری ہوجانے کے بغیر دوبارہ زید کا مذکورہ بیوی سے نکاح حرام ہے، یہ حرمت نص قرآن اور اجماع سے ثابت ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: دو۲ طلاقیں دی ہیں تو بیوی کو بھلائی کرتے ہوئے روک لے یا احسان کرتے ہوئے چھوڑ دے۔تا۔ اگر تیسری طلاق دی تو مطلقہ بیوی اس کے بعد حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے، پس اگر اس نے طلاق دے دی تو دونوں پر رجوع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے الآیۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عورت! تو پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی حتی کہ تو دوسرے خاوند کا اور وہ تیرا مزہ نہ چکھ لے یعنی جماع نہ کرلے۔" اور معالم التنزیل میں عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ابتداء میں لوگ بے حساب اور لاتعداد طلاقیں دیا کرتے تھے، اور مرد بیوی کو طلاق دیتا تو جب عدت پورا ہونے کے قریب ہوتی تو پھر طلاق دیتا اور یونہی بار بار کرتا، اور مقصد بیوی کو پریشان کرنا ہوتا تھا، تو اس واقعہ پر قرآن پاک کی آیہ کریمہ الطلاق مرتٰن الآیۃ نازل ہوئی، یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند رجوع کرسکتا ہے دو۲ طلاقیں ہیں، تو جب تیسری طلاق دے دے تو اب دوسرے سے نکاح کے بغیر اس کے لئے حلال نہیں ہے اھ، اور مسئلہ وضاحت کا محتاج نہیں۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۰۵ تا ۴۰۷)

(۲۸) ایک شخص نے بلانکاح ایک عورت کو رکھا اب اس کی بیٹی کو رکھتا ہے، کچھ لوگ اس کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں ان کے بارے میں حکم شرعی بیان فرمایا:

وہ شخص جس نے عورت کو رکھا اب اس کی بیٹی کو رکھتا ہے وہ اس پر ضرور حرام ہے اگر نکاح نہ کرے جب تو زنا ہے ہی، اور نکاح کرے جب بھی حرام ہے کہ وہ اس کی بیٹی ہوچکی۔ برادری والوں کو چاہیے کہ وہ مرد وعورت جدا نہ ہوں تو ان کو برادری سے خارج کردیں، ان سے سلام کلام نہ کریں، اُن کے پاس نہ بیٹھیں، انھیں اپنے پاس نہ بیٹھنے دیں، اور وہ لوگ جو

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/۲۲۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۵۲

پہلے اُن سے جدا ہو گئے تھے اور اب مل گئے اور اُن کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں بیجا کرتے ہیں انھیں چاہیئے اس سے باز رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1]۔

شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۰۸، ۴۰۹)

(۲۹) تین طلاقیں دے کر بلا حلالہ اکٹھے رہنے والوں کے بارے میں فرمایا:

دونوں مبتلائے حرامکاری ہوں گے اور عمر بھر حرامکاری کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا[2]۔

جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ بنا دیتا ہے۔ (ت)

اس نے تقویٰ نہ کیا بلکہ خلافِ حکمِ خدا و رسول تین طلاقیں لگاتار دینے کا مرتکب ہوا اللہ عزوجل نے اس کے لئے مخرج نہ رکھا، اب حلالہ کے سخت تازیانے سے اسے ہرگز مفر نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۱۰)

(۳۰) زید نے کسی کو کہا میری بیوی کو طلاق لکھ دو اس نے تین طلاقیں لکھ دیں۔ زید نے مضمون طلاق سُن لیا پھر وہ تحریر رجسٹری بھیج دی۔ اس کے بارے میں فرمایا:

اُس نے اس کی درخواست سے لکھا اور اس نے لکھنے کے بعد سُن بھی لیا اور عورت کو بھیج دیا عورت پر تین طلاقیں ہو گئیں، اب بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ ذہن میں ہونے نہ ہونے وغیرہ کے عذر بیکار ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[3]۔

اگر تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد عورت حلال نہ ہو گی تاوقتیکہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۱۸)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸　[2] القرآن الکریم ۶۵/ ۲

[3] 〃 〃 ۲/ ۲۳۰

(۳۱) تین طلاقیں دے کر انکاری ہو جانے والے کے بارے میں فرمایا:

اگر واقع میں تین طلاقیں دی ہیں عند اللہ عورت اس پر حرام ہوگئی بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ قال اللہ تعالٰی:

فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1]۔

مطلقہ ثلاثہ عورت خاوند کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔(ت)

اور اس کا انکار اللہ عزّوجل کے یہاں کچھ نفع نہ دے گا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۲۳)

(۳۲) زید کے کاروباری شریک نے زید کی بیوی ہندہ کو زید کے خلاف بھڑکا کر فتنہ کھڑا کردیا، اس کے بارے میں فرمایا:

شریک زید پر اگر ہندہ کے اغوا کا ثبوت ہو تو اہلِ برادری ضرور اسے برادری سے خارج کریں اس سے میل جول چھوڑ دیں اس کے پاس نہ بیٹھیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[2]۔

اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۲۹)

(۳۳) بزبانِ فارسی یہ سوال آیا کہ بیک وقت تین طلاقیں کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کہاں سے یہ حکم لائے اور اس پر اجماع کیوں منعقد ہوا؟ اس کے جواب میں فرمایا:

خلافش نہ کند مگر مخالف سوادِ اعظم وحکمِ عمر حکمِ خداست قال اللہ تعالٰی ما اٰتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا[3]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین وعضوا علیہا

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

[2] ″ ″ ۶/ ۶۸

[3] ″ ″ ۵۹/ ۷

بالنواجذ[1]، وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر[2] اما آنکہ عمر از کجا آورد از انجا آوردہ کہ حق سبحنہ ہم در حق عمر فرمود لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم[3]۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فیصلہ اور اس پر اجماع کی مخالفت صرف سوادِ اعظم کا مخالف ہی کرے گا، کیونکہ عمر فاروق کا حکم اللہ تعالیٰ کے حکم کی ترجمانی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: "جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمھیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔" اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو اور اس پر مضبوطی سے قائم رہو۔" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی پیروی کرو۔" لیکن یہ کہ عمر فاروق حکم کہاں سے لائے، تو وہاں سے لائے جہاں اللہ تعالےٰ نے عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق فرمایا ہے: حکم کو معلوم کرلیں گے وہ لوگ جو استنباط کریں ان سے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۵۹)

(۳۴) جھوٹی طلاق مشہور کرکے زوجین میں تفریق کرانے والوں کے بارے میں فرمایا:

اگر واقع میں اس نے طلاق نہ دی اور یہ لوگ دانستہ جھوٹ باندھ کر طلاق مشہور کرتے ہیں تاکہ عورت کو اس کے شوہر سے چھڑالیں تو سخت عذاب ولعنتِ الٰہی کے مستحق ہیں والعیاذ باللہ تعالےٰ (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ ت) قال اللہ تعالیٰ:

فیتعلمون منہما مایفرقون بہ بین المرء وزوجہ[4]

تو سیکھتے ہیں ان دونوں سے وہ جس سے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی کرسکیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۶۰)

(۳۵) فاسق کو نکاح خواں نہ بنایا جائے، چنانچہ فرمایا:

یہ قضائے عرف یعنی نکاح خوانی جسے لوگ عہدۂ قضا بولتے ہیں یہ بھی فاسق کو تفویض نہ کرنا چاہیے کہ نکاح خاص امرِ دین ہے اور عمر بھر صدہا احکامِ دینیہ اس پر متفرع ہوتے رہتے ہیں اور فاسق کا

---

[1] سنن ابن ماجہ باب اتباع سنت الخلفاء الراشدین المہدیین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵
[2] مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۸۲
[3] القرآن الکریم ۴/ ۸۳
[4] " ۲/ ۱۰۲

امورِ دینیہ میں کچھ اعتبار نہیں، نہ اس پر کسی بات میں اطمینان، ولہذا قرآن عظیم میں ارشاد ہوا:

یاایہا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا[1] الاٰیۃ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی خوب چھان بین کر لو الاٰیۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت) (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ ص ۴۶۲)

(۳۶) ہندہ نے طلاقِ زید سے دو ماہ بعد بکر سے نکاح کیا پھر اٹھارہ سال بعد بے رضائے بکر خالد کے یہاں چلی گئی۔ اس صورت میں بکر اس کو جبراً واپس لانے کا حقدار ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

صورتِ مسؤلہ میں اگر طلاق کے بعد ہندہ کو تین حیض کامل گزر چکے تھے اس کے بعد نکاح ہوا یعنی حیض بعد طلاق شروع ہوئے ہوں اور قبل نکاحِ ثانی ختم ہو چکے ہوں یا وقتِ طلاقِ زید ہندہ حاملہ تھی اور بعد طلاق وضع حمل ہو گیا اگرچہ اُس دن ہوا ہو اس کے بعد اس نے بکر سے نکاح کیا تو ان دونوں صورتوں میں تو بیشک نکاح بکر کا صحیح تھا اور بکر اسے لینے کا دعوٰی کر سکتا ہے، عورت جبراً اسے دلائی جائے گی۔

قال اللہ تعالٰی الرجال قوامون علی النساء[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مردوں کو عورتوں پر غلبہ حاصل ہے۔

اور اگر ان دو مہینے میں نہ تین حیض کامل بعد طلاق گزرے تھے نہ وضع حمل ہوا کہ بکر سے نکاح کر لیا تو وہ نکاح ہرگز صحیح نہ ہوا۔

قال تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسہن ثلٰثۃ قروء[3]، وقال تعالٰی ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ[4]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک روکے رہیں۔ اور

ع امام اعظم کے نزدیک تین حیض کم سے کم ساٹھ دن اور صاحبین کے نزدیک اُنتالیس دن میں ہو سکتے ہیں ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۴۹ / ۶
[2] القرآن الکریم ۴ / ۳۴
[3] " ۲ / ۲۲۸
[4] " ۲ / ۲۳۵

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عدت مکمل ہونے تک مطلقہ عورتیں نئے نکاح کا عزم نہ کریں۔ (ت)

اس صورت میں عورت پر بکر کے پاس جانے کا جبر ہونا درکنار ان دونوں پر فرض ہے کہ باہم جُدا ہوجائیں اور ترکِ تعلق کریں، اور بکر نہ مانے تو عورت بطورِ خود جدا ہوسکتی ہے ورنہ حاکم بالجبر جُدا کردے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۶۶، ۴۶۷)

(۳۷) شوہر کو مرضِ جذام عارض ہوا اس کی بیوی بھاگ کر ماں کے پاس چلی گئی، شوہر اسی بیماری میں فوت ہوگیا تو کیا عورت کو مرحوم کے ترکہ سے حصہ ملے گا؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

یہاں جبکہ نہ حاکمِ شرع کی طرف مرافعہ ہوا نہ اُس نے فسخِ نکاح کا حکم دیا بلکہ عورت بطورِ خود اپنی ماں کے یہاں چلی گئی تھی تو باتفاقِ ائمہ نکاح قائم رہا، پس بنصِ قطعی قرآن عظیم وہ اس کے ترکہ میں مستحق فریضۃ اللہ ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا اودین[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم نے ترکہ چھوڑا اور تمہاری اولاد نہ ہو تو بیویوں کو ترکہ کا چوتھائی حصہ اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر بیویوں کو تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ملے گا۔ یہ تقسیم وراثت تمہاری وصیت اور قرضہ ادا کرنے کے بعد ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۷۱)

(۳۸) زید کی بیوی ہندہ نے کچہری سے طلاق کی ڈگری حاصل کرلی جبکہ زید طلاق دینے پر تیار نہیں تو اس صورت میں ہندہ کسی دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں۔ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

لا الٰہ الا اللہ بے شوہر کے طلاق دئے طلاق تحصیلدار کے دئے نہیں ہوسکتی۔

قال اللہ تعالٰی بیدہٖ عقدۃ النکاح[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نکاح کی گرہ صرف خاوند کے ہاتھ میں ہے۔ (ت)

دوسری جگہ نکاح کرے تو حرام قطعی و زنا ہوگا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲

[2] ؍؍ ۲/ ۲۳۷

قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء۔[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور حرام ہیں منکوحہ عورتیں ۔(ت)

ہاں شوہر پر فرض ہے کہ اُسے اچھی طرح رکھے اس کے حقوق ادا کرے ، اگر وہ اس پر قادر نہیں تو اس پر فرض ہے کہ اُسے طلاق دے دے ۔

قال اللہ تعالٰی فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : ایک یا دو طلاقوں کے بعد بیوی کو حُسنِ سلوک سے پاس رکھو یا اُن کو بھلائی کے ساتھ فارغ کردو ۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۷۶)

(۳۹) اسی نوعیت کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا :

اگر واقع میں زید نے طلاق دی تھی اور ہندہ نے سچّا دعوٰی کر کے ڈگری لی تو اگر طلاق بائن تھی تو بعد عدت مطلقاً اور اگر رجعی تھی تو اس شرط پر کہ زید نے عدت میں رجعت نہ کی ہو نکاح کر سکتی ہے اور اگر زید نے واقع میں طلاق نہ دی تھی ہندہ نے جھوٹے گواہ پیش کر کے ڈگری لے لی یا طلاق رجعی دی تھی اور ختمِ عدت سے پہلے زید نے رجعت کرلی تو ہندہ کو دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے ، اگر کرے گی زنا ہوگا ۔

قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء۔[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور منکوحہ عورتیں حرام ہیں ۔(ت)

حیض والی عورت کی عدت تین حیض ہیں جو طلاق کے بعد شروع ہو کر ختم ہوں ۔

والمطلّقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء۔[4]

طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رہیں ۔(ت)

اگر اس چار پانچ مہینے میں تین حیض شروع ہو کر ختم نہ ہوئے ہوں تو شوہر رجعت کر سکتا ہے ورنہ نہیں ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۷۷)

(۴۰) زانی و شرابی شخص کی بیوی اس کی بدکاریوں سے تنگ آ کر والدین کے گھر آ گئی اور شوہر کے گھر میں جان و عزت کا خطرہ سمجھتی ہے ۔ کیا اس کو شوہر کے جانے پر مجبور کیا جائے یا کوئی اور

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴
[2] القرآن الکریم ۶۵/ ۲
[3] ″ ″ ۴/ ۲۴
[4] ″ ″ ۲/ ۲۲۸

صورت اپنائی جائے گی ۔ اس سوال کے جواب میں فرمایا :

صورت مستفسرہ میں عورت پر ہرگز جبر نہ ہوگا کہ شوہر کے یہاں جائے کہ اس میں دینی دنیوی و جانی و جسمانی اس کا ہر طرح کا ضرر ہے ، جان جانے کا اندیشہ باقی و موجود اور ضرر شرعًا واجب الدفع ہے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولا تضاروھن[1] عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ ۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۷۸)

(۴۱) مزید فرمایا :

اگر اب اندیشہ صحیح ہو اور بندوبست کافی کی اُمید نہ ہو اور فی الواقع شرابی کا بندوبست ناممکن سا ہے تو حاکم شوہر پر جبر کرے کہ عورت کو طلاق دے ۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف[2]

عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو (ت)

جب اچھی طرح رکھنا نہیں تو اچھی طرح چھوڑنا اس پر واجب ہوا اور ترکِ واجب گناہ ہے ۔ اس گناہ پر حاکم سزا دے سکتا ہے ۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۷۹)

(۴۲) شوہر کو پاگل ظاہر کرکے عورت نے حاکم سے نکاحِ ثانی کی اجازت حاصل کر لی اور اس کے دس دن بعد دوسرے سے نکاح کر لیا ۔ اس سلسلہ میں حاکم شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا :

طرہ یہ کہ عورت عدت بھی نہ بیٹھی ، اجازت سے دس ہی دن بعد نکاحِ ثانی کر لیا ، اس کے حرام ہونے میں کیا شبہہ ہے ۔ ہم ابھی عالمگیری سے نقل کر آئے کہ یہ تفریق طلاق بائن ہوتی ہے اور طلاق میں تین حیض کی عدت فرض ۔

قال اللہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : عدت والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض کامل ہونے تک روکے رکھیں ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۶   [2] القرآن الکریم ۲/۲۳۱

[3] " " ۲/۲۲۸

بالجملہ یہ دوسرا نکاح بالیقین ناجائز۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ ص ۴۹۴)

(۴۳) کسی شوہر کے بارے میں ڈاکٹری سند ثبوتِ نامردی کے لئے کافی نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

سندِ ڈاکٹر محض ناکافی و نامعتبر ہے۔

قال اللہ تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا الاٰیۃ[1]۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلو الآیۃ۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۹۵)

(۴۴) کسی عورت کا نکاح کسی نامرد سے ہوئے چند سال گزر گئے، اب وہ عورت دوسرے سے نکاح کرنا چاہتی ہے، اس بارے میں فرمایا:

نکاح مذکور جائز و صحیح ہے، عورت کو ہرگز روا نہیں کہ بے طلاق یا فرقتِ شرعیہ کے بغیر دوسرے سے نکاح کرلے، اگر کرے گی محض حرام ہوگا۔ مرد جب ہمبستری میں عورت کا حق ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دے دے۔

قال اللہ تعالٰی فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف[2]۔

اللہ تعالٰے نے فرمایا: ایک یا دو طلاقوں کے بعد بیوی کو پاس رکھ لو یا بھلائی کے ساتھ آزاد کردو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۹۶)

(۴۵) مذکورہ بالا سوال جیسے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں نکاح قطعاً صحیح ہے لصدورھا عن اھلہ فی محلہ (کیونکہ یہ نکاح اپنے محل میں اپنے اہل سے صادر ہوا ہے۔ ت) اور جب تک زید کی طرف سے طلاق نہ ہو وہ اس کی زوجہ ہے، دوسرے سے نکاح ہرگز جائز نہیں۔

قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء[3]۔

اللہ تعالٰے نے فرمایا: عورتوں میں سے منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۶

[2] 〃 ۲/۲۳۱

[3] 〃 ۴/۲۴

عقود الدریہ میں ہے :

سئل فی بکر صغیرۃ زوّجہا ابوھا من رجل ودخل بہا ثم بلغت رشیدۃ وادعت بہ عنۃ وطلبت التفریق فما الحکم، الجواب لایفرق بینہما بمجرد دعواھا انہ عنین[1] الخ۔

ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی باکرہ نابالغہ بیٹی کا نکاح ایک شخص سے کیا اور خاوند نے جماع کر لیا اس کے بعد وہ بیٹی بالغ ہوئی تو اس نے عقل و فہم کے بعد خاوند کے خلاف نامرد ہونے کا دعوٰی کیا جس میں اس نے تفریق (فسخِ نکاح) کا مطالبہ کیا تو ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ تو جواب دیا کہ لڑکی کے محض اس دعوٰی پر کہ خاوند نامرد ہے تفریق نہ ہوگی الخ (ت)

البتہ جب زید اس پر غیر قادر اور اس کے ادائے حق سے قاصر ہے تو اس پر بنص قطعی قرآن طلاق دینا واجب، اگر یونہی رکھ چھوڑے گا گنہگار ہوگا۔

قال تعالٰی فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا، ایک یا دو طلاقوں کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک لو یا نیکی کے ساتھ آزاد کر دو۔ (ت)

پس اگر وہ طلاق نہ دے تو صورتِ خلاص یہ ہے کہ مریم و زید کسی عالمِ دین فقیہ متین کو پنچ کریں۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۴۹۶، ۴۹۷)

(۴۶) ایسے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا :

جبکہ زید نے ہندہ پر قدرت نہ پائی اور اس کے ادائے حق واجب میں قاصر رہا تو اس پر شرعاً فرض ہے کہ ہندہ کو طلاق دے دے، اگر نہ دے گا گنہگار ہے۔

قال اللہ تعالٰی فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : ایک طلاق یا دو طلاقوں کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک لو یا نیکی کے ساتھ اس کو آزادی دے دو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۵۰۶)

---

[1] العقود الدریۃ باب العنین حاجی عبد الغفار و پسران ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۳۲
[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۹
[3] " "

(۴۷) چند بار ہمبستری کرنے کے بعد شوہر نامرد ہوگیا تو کیا حکم ہے۔ اس بارے میں فرمایا:

طلاق لینا واجب نہیں، نہ اب بربنائے نامردی دعوٰی ہوسکتا ہے کہ ایک بار چھوڑ تین بار ہمبستری کرچکا ہے، ہاں اگر زید جانتا ہے کہ وہ اس کے ادائے حق سے قاصر ہے تو عنداللہ اس پر لازم ہے کہ اسے طلاق دے دے جبکہ وُہ اپنا حقِ جماع چھوڑنے پر راضی نہ ہو۔

قال تعالٰی فامساك بمعروف او تسریح باحسان[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک طلاق یا دو طلاق کے بعد بیوی کو بھلائی کے ساتھ پاس روک رکھو یا اسے نیکی کے ساتھ آزاد کردو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۵۰۸)

(۴۸) ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی جس کا اقرار اس نے ڈیڑھ دو سال بعد کیا۔ زید نے فتوٰی دیا کہ اس کی عدّت وقتِ طلاق سے پوری ہوچکی ہے لہذا اس نے دوسرا نکاح کرلیا، بکر کہتا ہے کہ عدت وقت اقرار سے ہوگی دوسرا نکاح ناجائز اور صحبت زنا ہے۔ اور بکر زید کو اقرار خطا کے لئے ترہیب وترغیب کرتا ہے کہ رجوع کرلو گے تو تمھاری عزت بڑھا دیں گے۔ اس سلسلہ میں حکمِ شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

بکر نے جو حکم لگایا تھا کہ یہ نکاح نہ ہوا اور تمتّع زنا ہوگا یہ شریعتِ مطہرہ پر اُس کا افترا تھا، اُسی پر اپنی خطا کا اقرار لازم ہے، اگر اصرار کرے تو وہی بدعتی ہے کہ احکامِ شریعت کو نہیں مانتا اور اپنے گھڑے حکم پر جما ہے اس وقت تک اگر اس کا افترا نادانستہ تھا اور اب جان کر مُصر ہوگا تو قصدًا مفتری علی اللہ ہوگا۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[2]

جھوٹا افترا وُہ لوگ بناتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[3]۔

بیشک جو لوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترا بازی کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹
[2] " ۱۶/ ۱۰۵
[3] " ۱۰/ ۶۹

اُس کا یہ طمع کی رشوت دینا کہ ہم تمہاری عزت بڑھا دیں گے ناپاک و مردود ہے، عزت سب اللہ کے ہاتھ ہے،

ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا۔[1]

کیا وہ ان کے ہاں عزت ڈھونڈتے ہیں تو عزت ساری کی ساری بیشک اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔ (ت)

دانستہ حق کو باطل کہنا اور حق سے رجوع کر کے اس میں اپنا شُبہہ بتانا موجبِ عزت نہیں دارین میں سخت ذلت کا باعث ہے، خلفائے راشدین و ائمۂ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کبھی رجوع عن الحق نہ فرمائی ان کا اس طرح ذکر بلاشبہہ توہین ہے بلکہ بے ادب مختل الدین ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۶۱۵)

(۴۹) دورانِ عدت بطلانِ نکاح کے بارے میں فرمایا:

پیش از مرورِ عدت نکاحی کہ با مرد دیگر کرد ناجائز و باطل و زنا و حرام بود ازو باز ماندن فرض ست قال اللہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء۔[2]

عدت پوری ہونے سے قبل دوسرے شخص سے اس کا نکاح حرام، ناجائز اور باطل بلکہ زنا ہے اس لئے مائتون کو اس دوسرے شخص سے علیحدہ ہو کر باز رہنا ضروری اور فرض ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور مطلقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۶۴۸، ۶۴۹)

فتاوٰی رضویہ جلد ۱۳

(۱) طلاق معلق وجود شرط کے وقت واقع ہو جاتی ہے اس کا ثبوت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

بلکہ وہ آیت کریمہ الطلاق مرتٰن وغیرہ سے ثابت ہے، فان الاٰیات ذکرت

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۹

[2] " ۲/ ۲۲۸

الطلاق فشمل المنجز والمعلق (کیونکہ آیات میں مطلق طلاق کا ذکر ہے جو مشروط اور غیر مشروط دونوں طلاقوں کو شامل ہے۔ ت)

اسے سوگند یعنی یمین کہنا ایک اصطلاح علمی ہے جس کا پتا آیۂ کریمہ:

یاایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لك الی قولہ قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم[1]

اے نبی صلے اللہ تعالٰے علیک وسلم! اللہ تعالٰے نے آپ کے لئے جو حلال فرمایا اسے آپ کیوں حرام فرماتے ہیں ـــ تا ـــ اللہ تعالٰے کے ارشاد: بے شک اللہ تعالٰے نے تمہارے لئے قسموں کو حلال فرمانا فرض فرمایا ہے۔ (ت)

سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہاں بھی تحریم حلال ہے اور آیت میں تحریم حلال ہی کو یمین فرمایا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۱۰۲)

(۲) بے تحکیم خود بخود حکم بن کر ایک بدعقیدہ مولوی نے فضل کریم کی بیوی حسینہ کو طلاق کا فیصلہ سنادیا۔ اسی سلسلہ میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

خامسًا حکم بننے میں اگر اس نے یہ زعم کیا کہ فضل کریم نے اسے حکم کیا اور وہ واقع میں ایسا نہ تھا تو اس نے ایک مسلمان پر افتراء کیا، اور شرع مطہر میں مفتری کی سزا سلطانِ اسلام کے یہاں اسّی کوڑے ہیں ولعذاب الاٰخرۃ اکبر[2] (اور بیشک آخرت کا عذاب اور سخت تر۔ ت) اور اگر یہ ٹھہرایا کہ گو فضل کریم نے مجھے حکم نہ کیا مگر شریعت نے بے رضا وتحکیم خود حکم بن بیٹھنا اور فیصلہ کر دینا جائز کیا ہے اور ایسا فیصلہ شرعًا صحیح ونافذ ہوتا ہے تو اس نے شریعتِ مطہرہ پر افترا کیا، اور شریعتِ مطہرہ پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے اور اللہ عزوجل پر افتراء بے ایمان ہی کرتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون[3]

جھوٹے افتراء وہی باندھتے ہیں جو مسلمان نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/ ۱ و ۲

[2] " " ۳۹/ ۲۶

[3] " " ۱۶/ ۱۰۵

سادساً وہ جانتا تھا کہ شرع مطہر سے اس صورت میں حکم طلاق نہیں ہوسکتا اور پھر دانستہ خلاف شرع حکم کیا جب تو ان آیات کریمہ سے اپنا حکم معلوم کرے کہ :

من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک هم الظّٰلمون[1]، من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک هم الفٰسقون[2]، من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک هم الکٰفرون[3]

جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ ظالم ہیں، جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں، جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ کافر ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۱۲۴)

(۳) مزید فرمایا :

سابعاً اس نے یہ ماانزل اللہ کا خلاف اپنی کسی خانگی بات میں نہ کیا بلکہ ایک مسلمان کی زوجہ کو ناحق ناروا اس کے نکاح سے خارج ٹھہرایا اور شوہر سے برگشتہ بنایا، اور یہ شیاطین کا کام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولٰکن الشیٰطین کفروا یعلمون الناس السحر الی قولہ تعالٰی فیتعلمون منهما مایفرقون بہ بین المرء وزوجہ[4]۔

شیاطین کافر ہیں لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں (الٰی قولہ تعالٰی) جس سے مرد اور اس کی عورت میں جدائی ڈالتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۱۲۵)

(۴) تین طلاقوں کے بعد بلا حلالہ محض تجدید نکاح سے بیوی حلال نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ فرمایا :

درصورت مستفسرہ زن احمد علی از حبالۂ نکاحش بدر رفت و نہ آنچناں کہ بمجرد تجدید نکاح باز زن او تواں شد بلکہ تحلیل لازم ست و بے توسط شوهر دیگر حکم حرمت جازم قال اللہ تعالٰی فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[5]۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۵
[2] القرآن الکریم ۵/۴۷
[3] " ۵/۴۴
[4] " ۲/۱۰۲
[5] " ۲/۲۳۰

مسئولہ صورت میں احمد علی کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی اور اب تجدید نکاح سے بھی حلال نہ ہوگی بلکہ حلالہ ضروری ہے اور دوسرے شخص سے نکاح کئے بغیر قطعی حرام رہے گی۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے، اگر تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد بیوی حلال حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۱۶۶)

(۵) آیہ کریمہ الطلاق مرتٰن الخ کے شانِ نزول اور مختلف اقوالِ مفسرین کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قال اللہ تعالٰی عزوجل الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف او تسریح باحسان الٰی قوله تبارك وتعالٰی فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1] یعنی طلاق کہ بعد وے اختیار رجعت است ہمیں تا دو بار ست کہ شوی را در ماندن زن بخوبی یا آزاد کردن بہ نیکوئی اختیار ست پس اگر بعد اینہا طلاق دگر دہد زن مراورا حلال نبود تا با شوئے دگر بخوابہ نشود ائمہ تفسیر وحدیث سبب نزول کریمہ چناں آوردہ اند کہ پیش ازیں طلاق را عددے معدود وحدے محدود نبود ہر قدر یار شوے خواستے طلاقہا دادے و رجعت ہا کردے و آنکہ اضرارِ زن خواستے طلاقش دادے تا آنکہ چوں عدتش بسر گزشتن آمدے رجعت کردے باز طلاق دادے باز در قرب انقضائے عدت رجعت نمودے وہمچناں کردے تا آنگاہ کہ دلش خواستے بیچارہ زن بایں کار معلقہ ماندے نہ رائے رفتن نہ روئے ماندن، زن ازیں معنی بحضور بارگاہِ رسالت فریاد آورد آنگاہ آیہ کریمہ نزول فرمود وبعد ؏ طلاق اختیارِ رجعت نماند وکارِ زن بدست زن شد، امام بغوی در معالم التنزیل فرمود قوله تعالٰی الطلاق مرتٰن روی عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کان الناس فی الابتداء یطلقون من غیر حصر ولا عدد وکان الرجل یطلق امرأته فاذا قاربت انقضاء عدتها راجعها ثم طلقها کذٰلك ثم راجعها یقصد مضارتها فنزلت ھٰذہ الاٰیة الطلاق مرتٰن یعنی الطلاق

؏ یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹، ۲۳۰

الذی یملك الرجعة عقیبة مرتان فاذا طلق ثلثا فلا تحل له الا بعد نکاح زوج اٰخر[1]، امام رازی در تفسیر کبیر فرمود المسئلة الاولٰی کان الرجل فی الجاھلیة یطلق امرأته ثم یراجعها قبل ان تنقضی عدتھا ولو طلقھا الف مرة کانت القدرة علی المراجعه ثابتة له فجاءت امرأة الی عائشة رضی اللّٰہ تعالٰی عنها فشکت ان زوجھا یطلقھا ویراجعھا یضارھا بذٰلك فذکرت عائشة رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا ذٰلك لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم فنزل قوله تعالٰی الطلاق مرتٰن[2]، در تفسیرات احمدیہ ست لما کان عدد الطلاق فی الجاھلیة غیر مقرر علی وتیرة واحدة حتی انه لو طلقھا عشرة یمکنه رجعتھا وکان یراجعھا وقت انقضاء العدة ثم یطلقھا ویراجعھا حتی ان جاءت امرأة الٰی عائشة رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا تشکو من مراجعة زوجھا ثم تطلیقھا ثم وثم ھٰکذا فعرضت الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم فنزل قوله تعالٰی "الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسریح باحسان" یعنی ان الطلاق الرجعی الذی یتعلق به الرجعة مرتان ای اثنتان لازائد تاب فبعد ذٰلك امساکھا بمعروف او تسریحھا کذٰلك وھذا امر بصیغة الخبر کانه قیل طلقوا الرجعی مرتین وھذا التوجیه المذکور فی الحسینی والزاھدی و البیضاوی والتلویح وھو الموافق لمذھب الشافعی و ابی حنیفة جمیعا[3]، ترمذی و ابن مردویہ وحاکم بافادۂ تصحیح وبیہقی در سنن از اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا روایت کنند قالت کان الناس والرجل یطلق امرأته ماشاء ان یطلقھا وھی امرأته اذا ارتجعھا وھی فی العدة وان طلقھا مائة مرة او اکثر حتی قال رجل لامرأته واللّٰہ لا اطلقك فتبینین منی ولا اٰویك ابدا قالت وکیف ذٰلك قال اطلقك فکلما ھمت عدتك ان تنقضی راجعتك، فذھبت المرأة حتی دخلت علی

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/ ۲۲۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۵۱

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) 〃 〃 〃 〃 〃 ۶/ ۸۲

[3] التفسیرات الاحمدیۃ 〃 〃 〃 مکتبہ کریمی واقع بمبئی ص ۱۲۳

عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فاخبرتہ فسکتت عائشۃ حتی جاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاخبرتہ فسکت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی نزل القراٰن الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[1] ونیز ابن مردویہ وبیہقی از ام المومنین روایت آرند، قالت لم یکن للطلاق وقت یطلق امرأتہ ثم یراجعہا مالم تنقض العدۃ وکان بین رجل و بین اہلہ بعض مایکون بین الناس فقال واللہ لاترکنك، لاایما ولاذات زوج فجعل یطلقہا حتی اذاکادت العدۃ ان تنقضی راجعہا ففعل ذٰلك مرارا فانزل اللہ فیہ "الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان" فوقت لہم الطلاق ثلٰثا یراجعہا فی الواحدۃ وفی الثنتین ولیس فی الثالثۃ رجعۃ حتی تنکح زوجا غیرہ[2]، ابوداؤد ونسائی وبیہقی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت دارند ان الرجل کان اذاطلق امرأتہ فہواحق برجعتہا وان طلقہا ثلاثا فنسخ ذٰلك فقال الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[3]، اجلہ ائمہ مالک وشافعی وعبدبن حمید وترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم وبیہقی از عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما آرند قال کان الرجل اذاطلق امرأتہ ثم ارتجعہا قبل ان تنقضی عدتہا کان ذٰلك لہ وان طلقہا الف مرۃ فعمد رجل الی امرأتہ فطلقہا حتی اذاماجاء وقت انقضاء عدتہا ارتجعہا ثم طلقہا ثم قال واللہ لااویك الی و لاتحلین لی ابدا فانزل اللہ تعالٰی الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسریح باحسان[4] مسلمان دمے انصاف دہید تعلیم دیوبندی چساں مقصود شریعت وحکم آیت را برہم میزند و ظلم وستم جاہلیت را از سرنو تازہ می کند اگر طلاق پیشین برجعت باطل شود وبعد ازاں شوئے را از سر اختیار سہ طلاق بدست ماند چنانکہ ایں کس زعم نمود پس لاجرم ہماں آتش جاہلیت بکاسہ اندرست وانسداد ظلم کہ خدائے خواست معاذاللہ باطل وبے اثر، ہرکہ خواہد ہزار بار طلاق دہد وہربار رجعت کند

---

[1] الدرالمنثور تحت الآیۃ ۲/۲۲۹ داراحیاء التراث العربی ۱/۶۲۷

جامع الترمذی ابواب الطلاق الثلاث امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۴۳

السنن الکبرٰی للبیہقی باب ماجاء فی امضاء الطلاق دارصادر بیروت ۷/۳۳۳

[2] الدرالمنثور بحوالہ ابن مردویہ والبیہقی تحت الآیۃ ۲/۲۲۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۲۷

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی باب من جعل الثلاث واحدۃ وماورد فی خلاف ذٰلک دارصادر بیروت ۷/۳۳۷

[4] مؤطا امام مالک جامع الطلاق میر محمد کتب خانہ مرکز علم کراچی ص ۵۲۹

الدرالمنثور بحوالہ مالک والشافعی الخ تحت الآیۃ ۲/۲۲۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۲۷

طلاق ہائے دادہ نادادہ شود و اختیارات نامتناہیہ بدست شوہر بود ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اینست مخالفت تعلیم دیوبندی با قرآن عظیم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دو طلاقیں ہوں تو پھر خوبصورتی سے رجوع کرکے روک لو یا نیکی کے طور پر آزاد کر دو۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے قول "پس اگر تیسری طلاق دے دی ہو تو بیوی اس کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے" تک یعنی جس طلاق کے بعد رجوع ہوسکتا ہے وہ دو بار طلاق ہے کہ جس میں خاوند کو اختیار ہے کہ بیوی کو روک رکھے یا نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہوئے طلاق دے دے، اس کے بعد اگر طلاق دے گا تو بیوی اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔ ائمہ تفسیر و حدیث نے اس آیہ کریمہ کا شانِ نزول یوں بیان فرمایا کہ اسلام سے قبل طلاق کی کوئی تعداد یا حد مقرر نہ تھی بلکہ خاوند جتنی بار بھی طلاق دے کر رجوع کرنا چاہتا کر لیتا، اور جب بیوی کو تنگ کرنا مقصود ہوتا تو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب وہ رجوع کر لیتا اور رجوع کے بعد پھر طلاق دیتا اور عدت کے خاتمہ کے قریب رجوع کر لیتا اور جتنی بار دل چاہتا کرتا، بیوی بیچاری لٹک کر رہ جاتی اس کے لئے آزادی یا آبادی کا کوئی طریقہ نہ رہتا۔ اسی پریشانی میں ایک عورت دربارِ رسالت میں حاضر ہوئی اور فریاد کی، تو اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی اور تین طلاقوں کے بعد رجوع کا اختیار ختم ہوگیا اور بیوی خود مختار ہوگئی۔

امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "الطلاق مرتٰن الخ" الآیۃ کا شانِ نزول یہ ہے جس کو عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ ابتداء میں بے شمار اور لاتعداد طلاقیں دیتے تھے اور کوئی بھی شخص بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کر لیتا اور پھر طلاق دے دیتا اور یوں بار بار کرتا رہتا جس کا مقصد بیوی کو تنگ کرنا تھا، تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند رجوع کر سکتا ہے وہ دو بار ہے، اور جب تین طلاقیں پوری کر دے تو اس کے لئے بیوی حلال نہ ہوگی مگر بیوی دوسرے شخص سے نکاح کرے تو اس کے بعد حلال ہوسکے گی۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا: مسئلہ اولیٰ یہ کہ جاہلیت میں مرد بیوی کو طلاق دے کر پھر عدت کے خاتمہ کے قریب رجوع کر لیتا اور اس طرح ہزار طلاق بھی ہوتی تب بھی خاوند کو رجوع کا اختیار رہتا، تو ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ کی خدمت میں آئی اور اس نے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ وہ طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کر لیتا ہے اور تنگ کر رہا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ واقعہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کو بیان کیا تو اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتان الآیۃ ۔ تفسیراتِ احمدیہ میں ہے کہ چونکہ جاہلیت میں طلاق کا کوئی قانون نہ تھا حتی کہ کوئی بھی شخص دس طلاقیں دے کر بھی پھر رجوع کر لیتا اور عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کر کے پھر طلاق دے دیتا ۔ حتیٰ کہ ایک عورت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آکر اپنے خاوند کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ وہ بار بار طلاق دیتا اور رجوع کر لیتا ہے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام سے عرض کی، تو اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، الطلاق مرتان الآیۃ، یعنی وہ طلاق جس کے بعد رجوع کرنا جائز ہے وہ دو بار طلاق ہے اس سے زائد نہیں ۔ اس کے بعد بھلائی سے بیوی کو پاس رکھنا ہوگا یا نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہوئے آخری طلاق دینا ہو گی۔

اور تفسیر حسینی، زاہدی، بیضاوی اور تلویح نے یہی تفسیر بیان کی جو امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں کے مذہب کے موافق ہے ۔ ترمذی، ابن مردویہ، حاکم بافادہ تصحیح اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا انھوں نے فرمایا کہ لوگ اپنی بیوی کو جتنی چاہتے طلاقیں دیتے اس کے باوجود وہ بیوی رہتی جبکہ وہ عدت کے دوران رجوع کر لیتا اگرچہ سو مرتبہ یا اس سے بھی زائد طلاقیں دے چکا ہوتا، حتیٰ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے طلاق نہ دوں کہ تو جدا ہو جائے اور نہ ہی تجھے پاس رکھوں تو ہمیشہ ایسے ہی رہے گی ۔ بیوی نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو اس نے کہا میں تجھے طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل جب عدت ختم ہونے والی ہوگی تو رجوع کروں گا ۔ تو اس عورت نے جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ شکایت کی ۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاموش ہوگئیں حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام تشریف لائے تو انھوں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو اس بات پر مطلع کیا جس پر آپ نے سکوت فرمایا حتیٰ کہ یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتٰن الخ، نیز ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، آپ نے بیان کیا کہ بیوی کو طلاق دینے اور پھر رجوع کرنے کا کوئی ضابطہ نہ تھا، کوئی بھی بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کر لیتا اور خاوند بیوی میں کوئی خانگی جھگڑا جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے ہوتا تو خاوند کہتا خدا کی قسم میں تجھے نہ خاوند والی اور نہ غیر خاوند والی بنا دوں گا، اس کے لئے وہ بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا اور بار بار ایسے کرتا ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی الطلاق مرتٰن الآیۃ، جس میں تین طلاقیں مقرر کر دی گئی ہیں، جس میں سے

ایک اور دو کے بعد رجوع کا حق دیا گیا ہے اور تیسری کے بعد رجوع نہیں ہوگا تا وقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ ابو داؤد، نسائی اور بیہقی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابتدا میں مرد کو طلاق دینے کے بعد حق باقی تھا اگرچہ تین یا تین سے زائد طلاقیں دے دیتا، تو اس کو منسوخ کرکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسريح باحسان، امام مالک، امام شافعی، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی ان اجلہ ائمہ کرام نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ابتدا میں مرد کو اختیار تھا کہ وہ طلاق کی عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلے اگرچہ وہ ہزار طلاقیں بھی دے دے۔ تو ایک مرد نے بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرلیا اور پھر طلاق دے دی پھر کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے نہ رکھوں گا نہ دوسرے کے لئے کبھی حلال ہوسکے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف اوتسريح باحسان۔ اب مسلمانوں کو انصاف سے غور کرنا چاہئے کہ دیوبندی کس طرح شریعت کے مقصد اور آیۂ کریمہ کے حکم کو پامال کرتے ہیں اور جاہلیت کے ظلم وستم کو دوبارہ تازہ کر رہے ہیں۔ اگر پہلی طلاقیں رجوع کرنے سے باطل ہوجائیں اور خاوند کو نئے سرے سے دوبارہ تین طلاقوں کا اختیار مل جائے جیسا کہ یہ شخص کہہ رہا ہے تو لازمی طور پر جاہلیت کی آگ محفوظ رہے گی اور اللہ تعالیٰ نے جس ظلم کو ختم کرنا چاہا ہے وہ سب باطل اور بے اثر ہوکر رہ جائے گا اور جاہلیت دوبارہ عود کر آئے گی اور جو شخص بھی ہزار طلاق دے کر رجوع کرتا رہے تو رجوع سے پہلی طلاق کا ہونا نہ ہونا برابر ہوجائے گا اور خاوند کو نہ ختم ہونے والا اختیار حاصل ہوجائے گا، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، دیوبندی کی یہ تعلیم قرآن کریم کے مخالف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۱۸۴ تا ۱۹۰)

(۶) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

قال اللہ تعالیٰ فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1]۔ در تفسیر جلالین ست فان طلقها الزوج بعد الثنتین[2]۔ در جمل فرمود ای سواء کان

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

[2] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۲/ ۲۳۰ اصح المطابع دہلی ص ۳۵

فقد راجعها ام لا[1] - ایں حکم کہ اطلاق آیت مراد و متناول ست ہیچکس از علمائے امت را در وخلاف نیست کتبِ فقہ بلا خلاف مطلقاً ثلاث را مثبت حرمت غلیظہ گویند و زنہار ہیچ کتابے بوئے ایں وسوسہ نجسہ نیست کہ بعد رجعت طلاق اول درحساب نمی ماند وشوہر از سرسہ طلاق را مالک می شود عباراتِ ہزار در ہزار بر بطلانِ ایں ضلالت شاہدست۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر خاوند تیسری طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح کرلے۔ تفسیر جلالین میں ہے، اگر خاوند دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق دے۔ اور تفسیر جمل میں مزید ہے کہ رجوع کرچکا ہو یا نہ۔ مطلب یہ ہے کہ تیسری طلاق کا یہ حکم مطلق ہے ہر صورت کو شامل ہے۔ اس میں علمائے امت میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ کتبِ فقہ بھی بلا اختلاف تین طلاقوں کو مطلقاً حرمتِ غلیظہ کے لئے مثبت بیان کرتی ہیں، اور ہرگز کسی کتاب میں بھی اس پلید وسوسہ کی بُو تک نہیں ہے کہ رجوع کے بعد پہلے دی ہوئی طلاق کالعدم ہوجاتی ہے اور خاوند نئے سرے سے پوری تین طلاقوں کا مالک ہوجاتا ہے، اور ہزارہا عبارات اس گمراہی کے بطلان پر شاہد ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۱۹۲)

(۷) مردود و باطل شرائط پر مشتمل ایک اقرارنامہ شوہر سے لکھوایا گیا تھا، اس کے بارے میں اعلیحضرت کی خدمت میں استفتاء بھیجا گیا جس کے جواب کے ضمن میں فرمایا:

بالجملہ صورتِ مستفسرہ میں طلاق ہوئی نہ عورت مالکِ اولاد ہوسکتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی وعلی المولود لہ رزقہن[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیوی کا نفقہ اولاد والے یعنی خاوند پر ہے۔ (ت)

ہاں بحقِ حضانت لڑکا سات برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے گا اور لڑکی نو برس کی عمر تک، پھر باپ لے گا۔ شوہر اگر اپنے پاس بلانا چاہے تو عورت کو باپ کے گھر رہنے کا کوئی اختیار نہیں۔

قال اللہ تعالٰی اسکنوھن من حیث سکنتم[3]

---

[1] الفتوحات الالٰہیہ (تفسیر جمل) تحت الآیۃ ۲/۲۳۰ دارالفکر بیروت ۱/۳۰۳

[2] القرآن الکریم ۲/۲۳۳ [3] القرآن الکریم ۶۵/۶

اللہ تعالٰی نے فرمایا : تم اپنی بیویوں کو وہاں رکھو جہاں تم سکونت پذیر ہو۔ (ت)

اگر شوہر کے پاس آنے سے انکار کردے گی نفقہ پانے کی مستحق نہ ہوگی۔ عامۂ کتب میں ہے :

لانفقة للناشزة[1] (نافرمان بیوی کے لئے نفقہ نہیں۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۲۱۶)

(۸) بوقتِ نکاح شوہر نے یہ شرط لکھی کہ اپنی بیوی کو مارپیٹ کر شہر جھالود سے باہر لیجاؤں تو بغیر طلاق کے طلاق طلاق طلاق واقع ہو۔ بعدازیں وُہ بیوی کو جھالود سے لے گیا۔ اس بارے میں فرمایا :

اگر گواہان یا اقرار سے مارپیٹ کر لیجانا ثابت ہو تو تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا۔

قال اللہ تعالٰی فان طلقها فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اگر خاوند تیسری طلاق دے دے تو عورت حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۲۴۱)

(۹) ایلاء کی صورت بیان کرتے ہوئے فرمایا :

اصل حکم یہ ہے کہ یہ شخص اپنی عورت سے قربت کی قسم کھائے رب عزوجل نے اسے چار مہینے کی مہلت دی ہے ، اگر چار مہینے کے اندر قربت کرلے گا تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی کفارہ دینا ہوگا ، اور اگر چار مہینے کامل گزر جائیں گے تو ایک طلاق بائن ہوجائے گی عورت نکاح سے نکل جائے گی ، پھر دوسرے یا تیسرے مہینے کوئی طلاق نہ ہوگی۔

قال اللہ تعالٰی للذین یؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر فان فاؤا فان اللہ غفور رحیم ○ وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم ○[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : وہ لوگ جو بیویوں سے ایلا کرتے ہیں ان کی قسم کی مدت چار ماہ ہے اگر اس دوران رجوع کرلیں تو اللہ تعالٰی بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے ، اور اگر وہ (رجوع نہ کرکے) طلاق کا عزم کئے ہوں تو اللہ تعالٰی سننے والا جاننے والا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۲۶۰ ، ۲۶۱)

---

[1] بحرالرائق باب النفقة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۷۹
ردالمحتار " دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰ [3] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۶ ، ۲۲۷

(۱۰) زید نے اپنی بیوی حمرا کے بارے میں یہ لفظ کہے کہ میں حمرا کو اپنی ماں بہن کی جگہ سمجھتا ہوں۔ اس مسئلہ کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

درصورت مستفسرہ زید با طلاق ہیچ کلمات فسّاق آثم وبزہ کار ست، قال اللہ تعالیٰ ما ھن امھاتھم ان امھاتھم الا الّٰئ ولدنھم وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا[1] ہیچ خواہہا مادران ایشان نیند، ہم مادران شان ہم آنان اند کہ ایشان را زائیدہ اند و بدرستی ہمچناں ست کہ ایشاں ہرزہ می لافند و دروغ می بافند، باز اگر زید بایں کلمہ ارادۂ طلاق حمرا داشت و دل براخراجش از قید نکاح گماشت حمرا بیک طلاق بائن مطلقہ شد اگرچہ نوبت تکلم بایں کلمہ لبسہ رسیدہ باشد طلاق مغلظ نشود لان البائن لا یلحق البائن کما صرحوا بہ فی عامۃ الکتب۔

مسئولہ صورت میں زید اپنے ان کلمات کی وجہ سے فاسق، گنہگار اور جھوٹا ہے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا: وہ (بیویاں) مائیں نہیں ہیں مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے اور بیشک یہ بُری اور جھُوٹی بات کہتے ہیں۔ پھر اگر زید نے ان کلمات سے بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا اور دل میں بیوی حمرا کو نکاح سے خارج کر دینے کا ارادہ کر رکھا تھا تو حمرا کو ایک بائنہ طلاق ہوگئی اگرچہ کلمات تین بار کہے ہوں ایک ہی طلاق ہوگی تین طلاقوں سے مغلظہ نہ ہوگی، کیونکہ بائنہ کے بعد بائنہ طلاق نہیں ہوتی، جیساکہ عام کتب میں اس کی تصریح ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۲۷۰، ۲۷۱)

(۱۱) مذکورہ بالا نوعیت کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

زوجہ کو ماں بہن کہنا (خواہ یُوں کہ اُسے ماں بہن کہہ کر پکارے، یا یُوں کہے تُو میری ماں بہن ہے) سخت گناہ و ناجائز ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ما ھن امھٰتھم ان امھٰتھم الا الّٰئ ولدنھم وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا[2]

جورُوئیں اُن کی مائیں نہیں اُن کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے انھیں جنا ہے اور وہ بیشک بُری اور جھُوٹی بات کہتے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲
[2] " " ۵۸/۲

مگراس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو، درمختار میں ہے:

الاینوشیئا اوحذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ[1]

اگر کوئی نیت نہ کی یا حرفِ تشبیہ (کاف) کو ذکر نہ کیا ہو تو یہ بات لغو ہے اور احتمالات میں سے ادنٰی احتمال یعنی عزت وکرامت متعین ہوگا اور یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے یا میری بہن ہے یا اس کی مثل الفاظ، مکروہ ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۲۸۰)

(۱۲) اسی طرح کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

صورتِ مذکورہ میں وہ اسے ماں اور یہ اسے بیٹا کہنے سے دونوں گنہگار ہوئے۔

قال اللہ تعالٰی وانھم لیقولون منکرا من القول و زورا[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ بیشک لوگوں کا (بیوی کو ماں بہن کہنا) بری بات اور جھوٹ ہے (ت)

مگر نکاح میں کچھ فرق نہ آیا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۲۸۸)

(۱۳) مزید فرمایا:

صورتِ مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں، نہ یہ ظہار، صرف برا کہا اور گنہگار ہوا، توبہ کرے وبس،

قال اللہ تعالٰی وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا ط وان اللہ لعفو غفور[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور وہ بیشک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں، اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۲۸۹)

(۱۴) ایک صاحب نے عدتِ وفات کو عدتِ طلاق پر قیاس کرتے ہوئے کہا کہ خلوت کے بغیر عدتِ وفات نہیں ہونی چاہئے۔ اس کا رد فرماتے ہوئے فرمایا:

غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے۔ مسلمان کی شان یہ ہے:

---

[1] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۹

[2] القرآن الکریم ۵۸/۲

[3] 〃 ۵۸/۲

سمعنا و اطعنا غفرانك ربّنا و اليك المصير[1]

ہم نے سنا اور اطاعت کی، تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۲۹۷)

(۱۵) عدّت کے احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا :

طلاق کی عدّت تین حیض کامل ہیں یعنی بعد طلاق کے ایک نیا حیض آئے، پھر دوسرا، پھر تیسرا، جب یہ تیسرا ختم ہوگا اُس وقت عدّت سے نکلے گی اور اسے جس سے نکاح کرنا روا ہوگا'

قال اللہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسهن ثلٰثة قروء[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : مطلقہ عورتیں تین حیض مکمّل ہونے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۰۳)

(۱۶) مزید فرمایا :

اربع من النساء لاعدّة علیهن المطلّقة قبل الدخول الخ[3]

چار عورتیں ہیں جن پر عدّت نہیں ان میں سے ایک قبل از دخول طلاق والی ہے الخ (ت)

اور کلام مجید میں ایک جگہ یُوں ہے :

اذا نکحتم المؤمنٰت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسّوهن، فمالکم علیهن من عدة تعتدونها[4]

جب تم مؤمن عورتوں سے قبل از دخول ان کو طلاق دے دو تو تمھارے حق میں ان عورتوں پر عدّت نہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۰۵)

(۱۷) مزید فرمایا :

مدارک شریف میں ہے :

من قبل ان تمسّوهن والخلوة الصحیحة کالمسّ[5] اھ ورأیتنی کتبت علی

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵ [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

[3] فتاوٰی ہندیۃ باب العدۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۲۶

[4] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۹

[5] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۳۳/ ۴۹ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۳۰۸

ھامشھا الاولی ان یقول قدس سرہ والخلوۃ فی النکاح الصحیح کالمس فیقید النکاح بالصحیح ویطلق الخلوۃ لان الخلوۃ وان فسدت توجب العدۃ اذا صح النکاح، امّا الفاسد فلاعدّۃ فیہ الّا بحقیقۃ الوطء کما فی الدر وغیرہ۔

قبل ازیں کہ تم ان کو مَس کرو (یعنی جماع کرو) اور خلوت صحیحہ بھی جماع کی طرح ہے اھ اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر یہ لکھا ہے کہ بہتر تھا کہ صاحبِ مدارک یوں کہتے اور خلوت نکاح صحیح میں جماع کی طرح ہے اس طرح نکاح کو صحیح کی قید سے مقید اور خلوت کو مطلق قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ جب نکاح صحیح ہو تو خلوت فاسدہ بھی عدّت کو لازم کرتی ہے لیکن نکاح فاسد میں صرف حقیقی وطی سے ہی عدّت لازم ہوتی ہے، جیساکہ درّ وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۰۶)

(۱۸) عورت دو برس شوہر سے جدا رہی پھر طلاق ہوئی، کیا اس پر عدّت ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ضرور، اور اس کا دو برس خواہ دس برس شوہر سے جُدا رہنا مسقطِ عدت نہیں ہوسکتا، لاطلاق قولہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروٓء[۱]، واللہ تعالٰی اعلم۔ کیونکہ اللہ تعالٰی کا قول کہ "مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک روک رکھیں" مطلق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۳۰۸)

(۱۹) قبلِ خلوت طلاق دے کر عدّت سے قبل مطلّقہ کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

واگر خلوت ہم نشدہ بود البتّہ از عدّت اثرے نیست واز بعد طلاقش خواہرش را بزنی تواں گرفت قال اللہ تعالٰی فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا[۲] درکتب مذکورہ حکم عدّت را مطلق نگزاشتہ اند بلکہ سابقًا ولاحقًا دوجا مقید بدخول یعنی ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ[۳]

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

[۲] " ۳۳/ ۴۹

[۳] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۶

داشتہ اند۔

اور اگر خلوت نہ ہُوئی ہو تو پھر زینب پر کوئی عدت نہیں ہے اور اس کو طلاق دینے کے بعد اس کی بہن سے نکاح جائز ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمھارے حق میں دخول سے قبل مطلقہ بیویوں پر عدت نہیں ہے جس کو تم شمار کرو۔ کتبِ مذکورہ میں نابالغہ کی عدّت کو عام قرار نہیں دیا گیا بلکہ اُس سے قبل اور بعد دونوں جگہ عبارت دخول کی قید سے مقید ہے اگرچہ وہ دخول حکمی ہو جیسے خلوت خواہ فاسد ہی کیوں نہ ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۰۹، ۳۱۰)

(۲۰) حاملہ بیوی کو ایک ہی جلسہ میں تین مرتبہ طلاق دی، اس کی عدّت کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

تین طلاقیں ہوگئیں، چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے، اب وہ بغیر حلالے اس سے نکاح نہیں کر سکتا، یہی حکم قرآن وحدیث کا ہے، وہ عدت تک یعنی بچّہ ہونے تک گھر میں رہے گی اور روٹی کپڑا زید کو دینا ہوگا مگر بالکل غیر و اجنبی عورت کی طرح رہے اس سے پردہ کرے۔

قال اللہ تعالٰی اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم، ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن، وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: عدّت والی عورتوں کو وہاں رہائش دو جہاں تم خود رہائش رکھتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق، اور ان کو تنگی دے کر ضرر مت پہنچاؤ، پھر اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو خرچہ دو تاوقتیکہ وہ بچّے کو جنم دیں۔ (ت)

صورتِ حمل میں یہی مذہب چاروں ائمہ کا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۱۲)

(۲۱) زنا سے حاملہ ہونے والی عورت کا خاوند فوت ہوگیا تو کیا وہ دورانِ عدت نکاح کر سکتی ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے، اور جب یہ حمل حیاتِ شوہر سے ہے شرعاً شوہر کا ہے اور جب تک وضع نہ ہو عدّت ہی میں ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر[2]، وقال

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۶

[2] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۹

مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/۴۰۹

تعالٰی واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن[1]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ نکاح والے کی طرف ہی منسوب ہوگا اور زانی نسب سے محروم ہوگا۔ اور اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا: حمل والی عورتوں کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۱۹)

(۲۲) نکاح معتدہ کے بارے میں فرمایا:

بیان سائل سے ظاہر ہوا کہ شوہر اول اس عورت سے خلوت کرچکا تھا کئی سال کے بعد طلاق دی اور عورت کو حمل نہ تھا، پس یہ نکاح کہ قبل گزرنے عدت کے دوسرے شخص سے ہوا اصلاً صحیح نہیں، ان دونوں پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں،

قال اللہ تعالٰی والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء[2]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: مطلقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۲۰)

(۲۳) بیوی کو ماں کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا:

زوجہ کو ماں کہنا گناہ ہے مگر اس سے طلاق نہیں ہوتی،

کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ثم العلامۃ الشامی فی رد المحتار وقد قال تعالٰی وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا[3] و فی الحدیث اختک ھی فکرہ ذٰلک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ ونھی عنہ[4]۔

جیسا کہ اس کو محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں، پھر علامہ شامی نے رد المحتار میں ذکر کیا ہے، اور اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ یہ لوگ غلط اور جھوٹی بات کہتے ہیں، اور حدیث شریف میں بہن کہنے پر فرمایا: کیا یہ تیری بہن ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ناپسند فرماتے ہوئے یہی فرمایا اور اس سے منع فرمایا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۲۲)

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/۴
[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۸
[3] 〃 ۵۸/۲
[4] سنن ابی داؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۰۱
السنن الکبرٰی باب مایکرہ من ذٰلک دار صادر بیروت ۷/۳۶۶

(۲۴) عبداللہ کا بھائی دوامی طور پر قید ہے اور بیوی کو طلاق نہیں دے رہا جبکہ بیوی کا بغیر شوہر گزارہ نہیں ہوسکتا، تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

درصورتِ اولٰے برادرِ عبداللہ فرمان آں چنان ست کہ زن را طلاق دہد قال اللہ تعالٰی فامساك بمعروف او تسریح باحسان[1] مرد چوں از داشتن بخوبی عاجز آمد گزاشتن بہ نیکی واجب گشت و در ادائے ایں واجب اگر طلاق بالفعل ندہد تفویض طلاق نیز کافی ست زیرا کہ مقصود آنست کہ زن از مضرت فتذروھا کالمعلقۃ[2] محفوظ ماند وایں بہ سپردن طلاق بدست بدست زن نیز حاصل ست یعنی زن را بنویسد کہ طلاق تو بدست تو نہادم ہرگاہ کہ خواہی خود را طلاق دہی واز قید من بدر آئی، نفعش آنست کہ زن مصلحت خود دیدہ کار خواہد کرد خواہ بوفاداری شوہر صبر پیش گرفتن خواہ بناچاری خواہش چارۂ دگر جستن اما تا از شوئے افتراق نشود نکاح با دیگرے حرام بود قال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من النساء[3]

پہلی صورت میں عبداللہ کے بھائی کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ بیوی کو بھلائی سے پاس رکھو یا نیکی کے ساتھ آزاد کردو۔ خاوند چونکہ بخوبی پاس رکھنے سے عاجز ہے تو نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا اس پر واجب ہے، اس واجب کی ادائیگی میں اگر بالفعل طلاق نہیں دیتا تو بیوی کو طلاق کا اختیار سونپ دے تو بھی کافی ہے کیونکہ مقصد یہ ہے کہ عورت کو معلّق کر کے رکھنے کے ضرر سے بچایا جائے تو یہ مقصد عورت کو اختیار تفویض کرنے سے حاصل ہوجاتا ہے یعنی بیوی کو لکھ دے کہ تیری طلاق تیرے ہاتھ دیتا ہوں تو جب چاہے طلاق اختیار کرلے اور میری قید سے آزاد ہوجا۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ بیوی اپنی مصلحت کے مطابق فیصلہ کرے گی خواہ خاوند کی وفاداری میں صبر کرے خواہ مجبوریِ خواہشات کی بنا پر کوئی دوسرا راستہ اپنا لے۔ تاہم جب تک خاوند سے مفارقت نہ ہوجائے کسی اور سے نکاح حرام ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ نکاح والی عورتیں دوسروں کے لئے حرام ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۴۲)

(۲۵) زنِ مفقود کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

رزق اللہ پر ہے نہ کہ شوہر پر، علی اللہ رزقھا نہ کہ علی الزوج،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹ [2] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۹

[3] ؍؍ ۴/ ۲۴ [4] ؍؍ ۱۱/ ۶

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب[1]

اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے روزی پہنچائے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۴۴ و ۳۴۵)

(۲۶) اسی نوعیت کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

اگر تحقیق ہوجائے کہ وہ ہسپتال میں یا کہیں اور مرگیا تو عدت کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر موت ثابت نہ ہو تو جب اس شخص کی پیدائش سے ستر برس گزر جائیں یا زندہ ہوتا تو جس وقت وہ ستر برس کا ہوجاتا اس وقت تک اگر اس کی موت وحیات کا پتا نہ چلے تو اس وقت اس کی موت کا حکم دیا جائے اور عدت کے بعد عورت نکاح کرسکے گی ورنہ حرام حرام حرام۔ اللہ عزّوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے:

والمحصنٰت من النساء[2]

اور خاوند والی عورتیں تم پر حرام ہیں۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۴۵، ۳۴۶)

(۲۷) عدتِ وفات کے دوران نکاح کرنے والوں کی اولاد کے نسب کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اگر حاملہ ہے تو وضعِ حمل تک، ورنہ چار مہینے دس دن تک نکاح نہیں کرسکتی کما ھو منصوص فی القرآن العزیز (جیسا کہ اس کے بارے میں قرآن کریم میں نص وارد ہوئی ہے۔ت)،

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا[3]

اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں (ت)

عدت کے اندر نکاح مطلقًا ناجائز ہے، ہاں اگر شوہر کو معلوم نہ تھا کہ دوسرے کی عدت میں ہے نادانستگی میں نکاح کرلیا تو اولاد صحیح النسب سمجھی جائے گی اور دانستہ اس حرام خالص کا مرتکب ہوا، تو قنیہ و مجتبٰی و بحر الرائق وغیرہا کا مقتضٰی یہ ہے کہ اولاد ولد الزنا ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۳۵۷، ۳۵۸)

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۲ و ۳
[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۴
[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۴

(۲۸) بیوی خاوند کی اجازت سے کہیں گئی پھر اسی کو بنیاد بنا کر شوہر نے نان ونفقہ روک دیا۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

صورت مستفسرہ میں عورت کو نان ونفقہ نہ دینا اس شخص کا محض ظلم ہے جس کے سبب وہ ظالم وگنہگار اور عورت کے حق میں گرفتار ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وعلی المولود لہ رزقھن وکسوتھن بالمعروف[1]

بیویوں کا نفقہ اور لباس بھلائی کے ساتھ اس کے ذمّہ ہے جس کے لئے اولاد ہے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۳۰)

(۲۹) زید نے اپنی بیوی کو تہمتِ زنا لگا کر نکال دیا ہے اور نان ونفقہ نہیں دیتا۔ اس کے بارے میں فرمایا:

جاہلوں میں جو یہ بات مشہور ہے کہ عورت اگر معاذ اللہ بدوصفی کرے تو نکاح جاتا رہتا ہے محض غلط بات ہے، اور جب نکاح باقی ہے تو اس صورت میں زید پر فرض ہے کہ یا تو اُسے طلاق دے دے یا اس کے نان نفقہ کی خبرگیری کرے، ورنہ یُوں معلق رکھنے میں زید بیشک گنہگار ہے اور صریح حکمِ قرآن کا خلاف کرنے والا۔

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ[2]۔

اور ایک کی طرف کلّی میلان نہ ہو کہ دوسری بیوی کو معلق کر چھوڑو۔ (ت) (فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۳۵)

(۳۰) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

زنائے زناں موجبِ بطلان نکاح آناں نیست قال تعالی بیدہ عقدۃ النکاح[3] تا آنکہ اگر با پدر یا پسر شوہر ایں چنیں وقاحت رُوئے دہد ہم نکاح باطل نشود اگرچہ زن حرام ابدی گردد و متارکہ فی الفور فرض شود۔

بیوی کے زنا سے نکاح باطل نہیں ہوتا، اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیدہ عقدۃ النکاح (نکاح کی گرہ صرف خاوند کے ہاتھ میں ہے) یہی وجہ ہے کہ اگر بیوی اپنے خاوند کے باپ یا

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۲۳۳
[2] " ۴ / ۱۲۹
[3] " ۲ / ۲۳۷

بیٹے سے بدفعلی کرے تو بھی نکاح باطل نہیں ہوتا اگرچہ بیوی ہمیشہ کے لئے خاوند پر حرام ہوجاتی ہے، اور فوری طور پر دونوں میں متارکہ فرض ہوجاتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۴۲)

(۳۱) عورت کو شرارتاً معلقہ رکھنے والے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

قال اللہ سبحٰنہٗ وتعالٰی فامسکوھن بمعروف اوسرحوھن بمعروف[1]

(اللہ سبحانہٗ وتعالٰی نے فرمایا:) عورتوں کو یا تو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑ دو۔

وقال تعالٰی فامساکٌ بمعروف اوتسریحٌ باحسان[2]

(اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:) یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

وقال تعالٰی وعاشروھن بالمعروف[3]

(اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:) عورتوں سے اچھے برتاؤ کے ساتھ زندگانی کرو۔

وقال تعالٰی اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولاتضاروھن لتضیقوا علیھن[4]

(اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:) جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھو اپنے مقدور کے قابل اور انھیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی لاؤ۔

وقال تعالٰی فلاتمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ[5]

(اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:) پورے ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو یوں کر چھوڑو جیسی ادھر میں لٹکتی۔

بالجملہ عورت کو نان ونفقہ دینا بھی واجب، اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب، اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو، اور اسے معلّق کردینا حرام۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۴۶)

(۳۲) خاوند پر بیوی کے لئے کس قدر نفقہ لازم ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۳۱ — [2] القرآن الکریم ۲/۲۲۹

[3] 〃 ۴/۱۹ — [4] 〃 ۶۵/۶

[5] 〃 ۴/۱۲۹

اس کے ساتھ عورت کا خود اپنا حال بھی دیکھا جائے گا کہ غنیہ مفرطہ فی الغنا ہے یا فقیرہ یا متوسطۃ الحال۔ اگر زن وشو دونوں ایک طرح کے ہیں تو اُسی طرح کا نفقہ لازم آئے گا اور مختلف ہیں تو دونوں کے حال کا اوسط مثلاً ایک کے اعتبار سے عورت کا نفقہ دس روپے ماہوار ہونا چاہیے اور دوسرے کے لحاظ سے چار روپے، تو سات روپے ماہوار واجب کریں گے، پھر اگر شوہر فی الحال اس کی ادا پر قادر ہے فبہا، ورنہ جس قدر پر قادر ہے دے گا، باقی وقتِ فراخی تک اُس پر دَین رہے گا۔

قال اللہ تعالٰی لینفق ذوسعۃ من سعتہٖ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما اٰتاہ اللہ لا یکلف اللہ نفسا الا ما اٰتٰھا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر خرچ مقدر کیا گیا ہو وہ اللہ تعالٰی کے دیئے سے خرچ کرے، اللہ تعالٰی کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کی جو اس نے اسے عطا کیا ہے عنقریب اللہ تعالٰی تنگی کے بعد آسانی پیدا فرمائے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

فتستحق النفقۃ بقدر حالھما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ۔[2]

دونوں کے حال کے مطابق وہ نفقہ برداشت کرے گا، اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، اور جتنی توفیق ہو اسی کے مطابق ادائیگی کا حکم ہوگا اور باقی اس کے ذمہ ہوگا اس کو آسانی کے وقت ادا کرے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۶۸)

(۳۳) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

امام سراج الدین قاری الہدایہ نے فرمایا: غنی کے لئے دونوں وقت گیہوں کی روٹی اور گوشت ہے، متوسط کے لئے روٹی اور روغن، فقیر کے لئے روٹی اور پنیر و سرکہ۔ اقضیہ نے فرمایا: غنی کی نانخورش گوشت، متوسط کی دودھ، فقیر کی روغن یعنی زیتون۔ وقال تعالٰی وصبغ للاٰکلین[3]

---

[1] القرآن ۶۵/ ۷

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۷

[3] القرآن الکریم ۲۳/ ۲۰

(اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور کھانے والوں کے لئے سالن ہے۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۷۱)

(۴۳) ایک نادار عورت کا خاوند نہ تو اسے نفقہ دیتا ہے اور نہ ہی طلاق، اس کی خلاصی کی کوئی صورت ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

چارۂ کار نالش ہے کہ روٹی کپڑا دے یا طلاق۔ اور یہ بھی نہ ہو سکے تو سوائے صبر کے کچھ علاج نہیں، اور جو اللہ کے لئے صبر کرتا ہے اللہ اس کی مشکل کھول دیتا ہے۔ رزق اللہ پر ہے، شوہر رزاق نہیں، محنت مزدوری کرے اور غلبۂ خواہش کے لئے روزے رکھے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء[1]۔

اور جو شادی کے خرچے کی استطاعت نہیں رکھتا اس پر لازم ہے کہ وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کے لئے شہوت کا توڑ ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ۞ ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ[2]۔

جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے رزق پہنچائیگا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا، جو اللہ پہ بھروسہ کرے تو اللہ اُسے کافی ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ من امرہ یسرا[3]۔

اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان کردے گا۔

اللہ سچا اور اس کے وعدے سچے، اور شیطان جھوٹا اور اس کے ڈراوے جھوٹے، اللہ سے ڈرے اور اس پہ بھروسا کرے، یقیناً اللہ اس کے لئے آسانی کردے گا اور اس کے لئے راہ نکال دے گا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۷۴، ۴۷۵)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ ابن عباس دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۲۴ و ۴۳۲

[2] القرآن الکریم ۶۵/ ۲، ۳ [3] القرآن الکریم ۶۵/ ۴

(۳۵) ایک معلقہ عورت اپنے خاوند کے رویّے سے تنگ ہوکر نصرانی ہونا چاہتی ہے اُسے مرتدہ ہونے سے بچانے کی صورت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

جس نے مرتدہ ہونے کا قصد کیا وہ اُسی وقت مرتدہ ہوگئی ، بچائی کاہے سے جائے ، اور شوہر کی زندگی میں بلا طلاق دوسرے سے نکاح کی کوئی صورت نہیں ،

قال تعالٰی والمحصنٰت من النساء[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : نکاح والی عورتیں (تم پر حرام ہیں) ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۷۶)

(۳۶) نفقہ نہ دینے والے شوہر کے بارے میں فرمایا :

نفقہ نہ دینے پر حاکم اسے مجبور کرے گا کہ نفقہ دے یا طلاق ۔

لقولہ تعالٰی فامساك بمعروف او تسریح باحسان[2]

کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے : بھلائی کے ساتھ پاس رکھو یا نیکی کرتے ہوئے چھوڑ دو ۔ (ت)

لیکن قاضی بطورِ خود اس وجہ سے تفریق نہیں کرسکتا ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۸۰)

(۳۷) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا :

فلا سبیل للمرأۃ الا الاشتکاء الی الحکام لیجبروہ علی الانفاق وان لم یرضہ فعلی الطلاق لقولہ تعالٰی فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف[3]

لہٰذا خاوند جب قادر ہو اور امیر ہو تو پھر مقصد برآری کی یہی صورت ہے کہ حکام سے بیوی شکایت کرے تاکہ وُہ خاوند کو نفقہ دینے پر مجبور کریں ، اگر نفقہ دینے پر راضی نہ ہو تو پھر اس کو طلاق دینے پر مجبور کریں کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے : بیویوں کو اچھی طرح رکھو یا اُن سے بھلائی کے ساتھ جُدائی کرلو ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۸۸)

(۳۸) زید نے قسم کھائی کہ بکر سے کلام کروں تو میری زوجہ کو طلاق ہے ، پھر بکر کے مرنے کے بعد قبر پر جاکر سلام کہا اور بکر کے لئے فاتحہ پڑھی تو اس صورت میں طلاق نہیں ہوگی ۔ چنانچہ فرمایا :

وجہ اس کی یہ ہے کہ بنائے یمین عرف پر ہے اور عرف میں اس سے کلام بعد الموت مقصود

---

[1] القرآن الکریم ۴ / ۲۴
[2] القرآن الکریم ۲ / ۲۲۹
[3] القرآن الکریم ۲ / ۶۵

ومفہوم نہیں ہوتا، نہ بعد موت کلام وسلام کو یہ کہتے ہیں کہ زائر میّت سے باتیں کر رہا ہے اگرچہ وہ حقیقۃً وشرعًا کلام وسلام ہے جیسے قسم کھانے والا کہ گوشت نہ کھائے گا مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ حقیقۃً وشرعًا گوشت اس پر بھی صادق،

قال اللہ تعالٰی لتأکلوا منہ لحما طریا[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ تم دریا سے تازہ گوشت کھاؤ۔ (ت)

ولہذا اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کرے گا اور قرآن پڑھا، تسبیح وتہلیل کی، حانث نہ ہوگا، حالانکہ حقیقۃً وشرعًا یہ بھی کلام ہے۔

قال اللہ تعالٰی الیہ یصعد الکلم الطیب[2]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن، خفیفتان علی اللسان، ثقیلتان فی المیزان، سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ رواہ البخاری[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اسی کی طرف طیب کلمات اُٹھتے ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، دو کلمے اللہ تعالٰی کے ہاں محبوب ہیں، زبان پر خفیف، ترازو میں بھاری، سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ اس کو بخاری نے روایت کیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۴۹۶)

(۳۹) قسم توڑنے کے بارے میں فرمایا:

اگر خلاف کرنے میں شرعًا خیر دیکھے تو خلاف کرے اور کفّارہ دے ورنہ بلا وجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی واحفظوا ایمانکم[4]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اپنی قسموں کو پورا کرو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۵۰۷)

(۴۰) سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کے قسم کھانے اور اس سے خلاصی کے حیلہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۴ [2] القرآن الکریم ۳۵/۱۰
[3] صحیح البخاری کتاب الرد علی الجہمیۃ باب قول اللہ ونضع الموازین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۲۹
[4] القرآن الکریم ۵/۸۹

واین ست نبی اللہ سیدنا ایوب علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام در ایام بلا زوجۂ مقدسہ اش رحمہ بنت آفرائیم یا میشابنت یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم بمزدوری ومحنت نان پیدا کردے وبرائے نبی اللہ آوردے روزے نان بسیارے آورد نبی اللہ گمان برو مبادا مال کسے بخیانت گرفت خشم کرد سوگند خورد صد چوب زند باو خشم رفت و باعلام الٰہی براءتِ خاتون ظاہر گشت فاما یمین برجا ماند تا آنکہ حضرت عزت جل جلالہ راہ خلاص ازاں تعلیم فرمود کہ خذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث[1] دستہ بدست گیر دزن را زن وسوگند مشکن پیدا شد کہ بزوال حامل وانتفائے سبب یمین باطل شود اخرج ابن المنذر عن سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ بلغہ ان ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام حلف لیضربن امرأتہ مائۃ فی ان جاءتہ فی زیادۃ علی ماکانت تأتی بہ من الخبز الذی کانت تعمل علیہ وخشی ان تکون قارفت من الخیانۃ فلما رحمہ اللہ وکشف عنہ الضر علم براءۃ امرأتہ مما اتہمہا بہ فقال اللہ عزّ و جل" وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث" فاخذ ضغثا من ثمام وھو مائۃ عود فضرب بہ کما امرہ اللہ تعالٰی اھ۔[1]

دیکھئے حضرت سیدنا ایوب علیہ وعلٰی نبینا الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالٰی کے پیارے نبی ہیں کہ آزمائش وابتلاء کے دور میں آپ کی پاکیزہ بیوی جن کا نام رحمہ بنت آفرائیم یا میشابنت یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم الصّلوٰۃ والسّلام تھا، وہ آپ کے لئے محنت ومزدوری کر کے خوراک مہیا فرماتی تھیں، ایک دن انھوں نے حضرت ایوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں زیادہ کھانا پیش کیا تو حضرت ایوب علیہ السلام کو گمان ہُوا کہ شاید وہ کسی کا مال خیانت کے ذریعہ حاصل کرلائی ہیں، اس پر آپ کو غصّہ آیا تو آپ نے قسم کھائی کہ اس کو ایک سَو چھڑی ماروں گا۔ اس کے بعد اللہ تعالٰی کی طرف سے بیوی کی براءت معلوم ہوئی تو آپ کا غصّہ ختم ہُوا مگر قسم باقی تھی اسی لئے اللہ تعالٰی نے آپ کو اس قسم سے خلاصی کی تعلیم دی کہ سَو چھڑیوں کا مُٹھا ہاتھ میں لے کر ایک دفعہ مار دیں اور قسم نہ توڑیں۔ تو اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ قسم کا سبب اور داعی ختم ہونے کے باوجود قسم باقی رہتی ہے اور اس کے خاتمہ سے قسم ختم نہیں ہوتی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۵۲۵ تا ۵۲۷)

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابن منذر تحت الآیۃ ۳۸/۴۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/۱۶۹

(۴۱) ترک کے معانی بیان کرتے ہُوئے فرمایا :

ترک گاہے بمعنی ابقاء آید قال اللہ تعالیٰ وترکنا علیہ فی الاٰخرین ○ سلام علی نوح فی العٰلمین[1] ای ابقینالہ ثناء جمیلا، کمافی مجمع البحار وغیرہ[2] وابقاء وجودی ست کہ بقاء وجودی ست۔

چھوڑنا کبھی باقی رکھنے کے معنیٰ میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وترکنا علیہ فی الاٰخرین سلامٌ علیٰ نوح فی العٰلمین یعنی بعد والوں میں ہم نے ان کی ثناء باقی رکھی ، جیساکہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے ، چھوڑنا باقی رکھنے کے معنیٰ میں وجودی چیز ہے کیونکہ بقاء وجودی ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۵۶۶ ، ۵۶۷)

(۴۲) کچھ لوگوں نے شادی کی تقریب میں اپنی عورتوں کو نہ بھیجنے کی قسم کھائی ، پھر انھیں بھیج دیا۔ اس مسئلہ کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا :

وہ شادی جس میں ان لوگوں نے اپنی عورتوں کو بعد قسم کے بھیجا اگر رسم خلاف شرع پر مشتمل تھی توان پر دوہرا گناہ ہُوا ، ایک ایسی جگہ اپنی عورتوں کو بھیجنے کا ، دُوسرا قسم توڑنے کا۔

واحفظوا ایمانکم[3] ، وقال اللہ تعالیٰ قوا انفسکم واھلیکم نارا[4]

اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے : اپنی جانوں اور اہل کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

اُن پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہیں اور قسم کا کفارہ دیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۵۷۸ ، ۵۷۹)

(۴۳) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی نے یُوں کہا کہ میرا یہ کام ہوجائے تو اس قدر خیرات فی سبیل اللہ یا رواحِ رسولِ کریم یا پیر دستگیر یا ولی اللہ کردوں گا ، تو یہ نذر جائز ہے یا نہیں ؟ اس کے جواب میں فرمایا :

بلاشُبہہ جائز ہے ، اور نذر کا پُورا کرنا واجب۔

لہ القرآن الکریم ۳۷ / ۷۸ ، ۷۹

لہ مجمع البحار تحت لفظ "ترک" مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورۃ ۱ / ۲۶۴

لہ القرآن الکریم ۵ / ۸۹ لہ القرآن الکریم ۶۶ / ۶

قال اللہ تعالیٰ ولیوفوا نذورھم[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنی نذروں کو پورا کرو۔(ت)
(فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۵۸۳)

(۴۴) نذر کے بارے میں ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:
نذر کہ بر جانور معین واقع شد تبدیلش روا نیست۔ قال تعالیٰ ولیوفوا نذورھم[2]
نذر میں جو جانور معین کیا جائے اس کو تبدیل کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی نذریں پوری کریں۔ (ت)
(فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۵۸۵)

(۴۵) ایک مولوی کے نذر کے بارے میں غلط فتوے کا رد کرتے ہوئے فرمایا:
اُس مولوی نے غلط کہا، اللہ عزوجل نے پورا کرنے کا قرآن مجید میں حکم دیا ہے:
ولیوفوا نذورھم[3] یعنی مسلمانوں پر لازم کہ اپنی نذریں پوری کریں۔
نذر پوری کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے:
یوفون بالنذر[4] نذریں پوری کرتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۵۸۷)

(۴۶) زانیہ عورت نے اپنے خاوند سے خود طلاق مانگی تو کیا مہر و نفقہ و سکنی کی حقدار ہوگی؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:
مہر بہرحال دینا ہوگا اور عورت پر فرض ہے کہ عدت اُسی مکان میں پوری کرے۔
قال اللہ تعالیٰ لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یأتین بفاحشۃ مبینۃ۔[5]
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم بیویوں کو گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں اِلّا یہ کہ وہ کھلے بندوں فحش کاری کریں۔(ت)
اس حالت میں تا ختمِ عدت شوہر پر لازم ہوگا کہ اُسے نفقہ دے۔
(فتاوی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۱۸)

(۴۷) زانی و زانیہ کو شرعی سزا دینا ممکن نہ ہو تو کوئی اور سزا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے

---

[1] و [2] و [3] القرآن الکریم ۲۲/۲۹ [4] القرآن الکریم ۷۶/۷
[5] القرآن الکریم ۶۵/۱

جواب میں فرمایا :

ہرگز نہیں ، سزا وہی ہے جو مطابق شرع ہے اور اس کے خلاف کی خواستگاری ناجائز ۔

قال اللہ تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الظٰلمون[1]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اور جو اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہُوئے پر حکم نہ کریں تو وہ لوگ ظالم ہیں ۔ (ت)

وقال اللہ تعالیٰ وقد امروا ان یکفروا بہ[2]۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ان کو حکم دیا گیا کہ اس سے انکار کریں ۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۱۸)

(۴۸) بدعقیدہ لوگوں سے میل جول رکھنے کے بارے میں فرمایا :

دیو بندی عقیدے والے خود مرتد ہیں اور ان سے میل جول مطلق حرام ۔ اس واقعہ پر اس کو بنا کرنا اور یہ نہ ہوتا تو اُن سے میل جول رکھنا جہل وضلالت ہے ۔ یونہی وہ جو دیوبندیہ سے میل جول رکھتا ہو اگرچہ اپنے آپ کو سُنّی کہتا ہو سخت فاسق ہے اور مسلمانوں کو اس سے قطع تعلق لازم ۔

قال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ، تم ظالموں کی طرف میلان نہ کرو ورنہ تمھیں آگ چھُوئے گی (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۱۹)

(۴۹) زانیہ کے شوہر کی سزا کے بارے میں فرمایا :

یہاں ترک تعلق کے سوا کوئی سزا جاری نہیں ہوسکتی اور زنائے زن سے شوہر پر کچھ الزام نہیں جبکہ وہ اس پر راضی نہ ہو ۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[4]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : کوئی جان دوسرے کا بوجھ (گناہ) نہ اٹھائے گی ۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۱۹)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۵ [2] القرآن الکریم ۴/۶۰
[3] " ۱۱/۱۱۳
[4] " ۶/۱۶۴ و ۳۵/۱۸

(۵۰) ایک شخص اپنی بھاوج سے بیہودہ مزاح کرتا ہے اور اس عورت کا شوہر اور دیگر اقربا منع نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

یہ حرکات حرام ہیں اور ایسا مزاح ابلیسی مزاح ہے، اور اگر شوہر واقعی دیکھتا اور اس پر راضی ہوتا ہے یا بقدرِ قدرت منع نہیں کرتا تو دیوث ہے، اور دیوث پر جنت حرام ہے، نیز اقاربِ فریقین جو منع نہیں کرتے شریکِ گناہ و مستحقِ عذاب ہیں۔

قال اللہ تعالٰی "کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[1]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرائی سے منع نہ کرتے تھے ضرور جو وہ کرتے تھے بہت بُرا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۲۶، ۶۲۷)

(۵۱) اپنی زانیہ بہن بھانجی کو گھر سے نہ نکالنے والے شخص کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اس شخص پر اتنا واجب ہے کہ اس عورت کو سمجھائے فہمائش کرے، اگر کسی سختی جائز پر قدرت رکھتا ہو اُسے بجالائے، جو بندوبست اس کے ہاتھ میں ہو اس میں کوتاہی نہ کرے، اگر یہ شخص یہ باتیں کرتا ہے اور وُہ باز نہیں آتی تو اس کا وبال اُسی پر ہے اس پر کچھ نہیں کہ اللہ تعالٰی ایک کے گناہ میں دوسرے کو نہیں پکڑتا۔

قال اللہ تعالٰی ولا تزر وازرۃ وزر اخرٰی[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی جان دوسرے کا بوجھ (گناہ) نہیں اٹھائے گی۔ (ت)

اور اگر یہ شخص اُس کی اس حرکت پر ناراض ہے مگر فہمائش وغیرہ میں کمی کرتا ہے تو گنہگار ہوگا کہ نیک بات کا حکم دینا اور بُری بات سے روکنا جہاں تک اپنی قدرت میں ہو مسلمان پر ضرور ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہٖ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان[3]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے کسی بُرائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے، اور اگر ہاتھ سے طاقت نہ ہو تو زبان سے، اگر اس سے بھی طاقت نہ رکھے تو پھر دل سے بُرا

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۷۹ [2] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴ و ۳۵/ ۱۸

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب کون النہی عن المنکر من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱

جانے، اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔ (ت)

مسلمان اسے فہمائش کریں، اور اگر یہ شخص ان حرکات پر راضی ہو تو معاذ اللہ دیوّث ہے، مسلمان اُسے سمجھائیں، اگر باز نہ آئے تو اس سے میل جول چھوڑ دیں۔

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین [1]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) نصیحت یاد آنے کے بعد پھر ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۲۸)

(۵۲) فقط اولادِ آدم ہونے کی وجہ سے کافر مسلمانوں کے بہن بھائی نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ فرمایا:

فقط اولادِ آدم علیہ السلام ہونا کافی نہیں کہ کافروں کا نسب خود حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقطع ہے۔

قال اللہ تعالیٰ انما المؤمنون اخوۃ [2]، وقال تعالیٰ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح [3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک تمام مومن بھائی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے پیارے نوح (علیہ السلام)! وُہ آپ کی اہل میں نہیں وہ تو اچھے عمل والا نہیں ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۴۷)

(۵۳) ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر کہا نہ معلوم تجھے فلاں کے مکان سے کیا عشق ہے، شوہر نے کہا خدا جانے۔ اس پر عورت نے کہا کچھ بھی خدا جانتے نہیں ہے۔ اس عورت کے قول مذکور کے بارے میں فرمایا:

قائلہ کا ہرگز یہ مقصود نہیں کہ باری تعالیٰ عزوجل سے معاذ اللہ نفیِ علم کرے نہ زنہار اس کے کلام سے سامع کا ذہن اس طرف جا سکتا ہے، بلکہ شوہر نے کہا تھا خدا جانے یعنی کوئی چیز مخفی ہے جو مجھے معلوم نہیں یا جسے میں بتانا نہیں چاہتا، اس نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں، اسے اُس ہولناک حکم سے کوئی تعلق نہیں، نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے بغرضِ غلط نفیِ علم ہی مراد لیں تو معاذ اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] " ۴۹/ ۱۰

[3] " ۱۱/ ۴۶

نفیِ مطلق کی ہرگز بُو بھی نہیں بلکہ اس امرِ خاص سے یعنی اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا اور علمِ الٰہی سے کسی شَے کی نفی اُس کے علم سے نفی ہے کہ واقع ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا،

فکان من باب قولہ تعالٰی وجعلوا للہ شرکاء ط قل سمّوھم ام تنبئونہ بما لم یعلم فی الارض[1]

تو یہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے باب سے ہوگا کہ انھوں نے اللہ تعالٰی کے شریک بنائے فرما دیجئے ان کا نام تو بتائیے یا تم وہ خبر اس کو دیتے ہو جس کو اس نے رُوئے زمین نہ جانا۔ (ت)

ہاں ارسالِ لسان ہے جس سے احتیاط درکار، اور خود شوہر کے ساتھ بدزبانی بھی تکفرن العشیر[2] (عورتیں خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ ت) میں داخل کرنے کو بس ہے تو یہ چاہیئے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۴۹)

(۵۴) زید نے متعدد بار بکر کو مردود و ابلیس و کافر کہا۔ ایک بار دورانِ خطبہ بکر نے آیت میں غلطی کی زید نے بتایا جس پر بکر نے تصحیح کرلی مگر اس کے باوجود مسلسل زید چیختا رہا اور کہا کہ یہ ابلیس ہمیشہ غلط پڑھتا ہے۔ اس بارے میں حکمِ شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

مسلمانوں کو بلا وجہ شرعی مردود یا ابلیس کہنا سخت حرام ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا[3]

وہ لوگ جو مومن مردوں اور عورتوں کو بلا وجہ اذیت دیتے ہیں تو بیشک انھوں نے بہتان اور واضح گناہ کا ارتکاب کیا۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[4]

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۳۳

[2] صحیح البخاری کتاب الحیض ۱/ ۴۴ و کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۱۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۸

[4] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۳۷۳

اور مسلمان کو کافر کہنا تو ایسا سخت ہے کہ احادیثِ کثیرہ صحیحہ میں فرمایا: فقد باء به احدھما[1] یہ بلا دونوں میں سے ایک پر ضرور پڑے گی، جسے کافر کہا اگر وہ واقع میں کافر ہے تو خیر، ورنہ یہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا۔ ولہذا امام اعمش وائمۂ بلخ وغیرہم کثیر فقہائے کرام کا فتوٰی یہی ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہو جاتا ہے والصحیح فیه تفصیل اوردناھا فی فتاوٰینا (اور صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے جس کو ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے۔ ت) عین حالتِ خطبہ میں نصیحتِ بکر کے بعد بھی جو زید بار بار اپنی قراءت کرتا رہا یہ بھی حرام تھا،

قال الله تعالٰی "واذا قرئ القراٰن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون[2]۔"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب قرآن پڑھا جائے تو تم اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

زید اگر بلا وجہِ شرعی ان الفاظ کا مرتکب ہوا ہے تو اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور بکر سے معافی چاہے ورنہ وہ فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۵۲)

(۵۵) ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی جس مشرک کو چاہے بخش دیتا ہے اور قرآن وحدیث کے بارے میں اس نے کہا یہ کوئی شے نہیں، اس کے بارے میں فرمایا:

اما قوله ان الله یغفر لمن یشرك به لمن یشاء فمخالف للقراٰن العظیم قال الله عزوجل "ان الله لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذٰلك لمن یشاء[3]" واما قوله لاٰیات القراٰن العظیم والاحادیث ھذا لیس بشئ فھذا لیس بشئ الا الکفر الجلی تجری به علیه احکام المرتدین فعلیه ان یسلم واذا اسلم فلیجدد نکاحه برضاء المرأة وان لم ترض فلها الخیار تعتد وتنکح من تشاء۔

تاہم اس کا یہ کہنا کہ "اللہ تعالٰی جس مشرک کو چاہے بخش دیتا ہے" تو یہ قرآن عظیم کے مخالف ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی شریک بنانے والے کو نہیں بخشتا، اس کے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۱

[2] القرآن الکریم ۷/۲۰۴

[3] " ۴/۴۸ و ۱۱۶

علاوہ جس کو چاہے بخشتا ہے۔ اور اس کا قرآن و حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ "یہ کوئی چیز نہیں ہے" یہ تو خالص ایسا کفر ہے جس پر مرتدوں والے احکام جاری ہوتے ہیں، لہٰذا اس پر تجدیدِ اسلام ضروری ہے اور مسلمان ہو کر عورت کی رضامندی سے دوبارہ اس سے نکاح کرے، اگر عورت اس سے نکاح پر راضی نہ ہو تو بیوی کو اختیار ہے کہ وہ عدّت پوری کر کے کسی اور سے اپنی مرضی کے مطابق نکاح کرے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۳ ص ۶۵۴)

(۵۶) کیا بشیر و نذیر القاب سیّد العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں یا کسی اور کو بھی کہہ سکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تمام صفاتِ کریمہ بایں معنی خصائصِ حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور کا مماثل و شریک نہیں۔ امام ابو محمد بوصیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

منزہ عن شریك فی محاسنه فجوهر الحسن فیه غیر منقسم[1]

(آپ اپنے محاسن میں کسی شریک سے پاک ہیں، تو آپ کے حُسن کا مادہ منقسم نہیں ہے۔ ت)

مگر حضور نے اپنی بعض صفاتِ کریمہ کا اپنے مستفیضوں، اپنے خادموں اور اپنے غلاموں پر بھی تو پرتَو ڈال دیا جیسے علیم، حلیم، کریم کہ اُن صفات کی تجلّی جس میں متحقق ہو اُس پر اُن کے اطلاق میں حرج نہیں، بشیر و نذیر بھی انھیں صفات میں ہیں۔

قال تعالٰی "مبشرین و منذرین"[2]، وقال تعالٰی "وان من امة الا خلا فیها نذیر"[3]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "بشّروا و لا تنفّروا"[4]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے۔ اور فرمایا: ہر امّت میں ڈر سنانے والا گزرا ہے۔ اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا: بشارت دو نفرت پیدا نہ کرو۔ (ت)

---

[1] قصیدہ بُردہ الفصل الثالث تاج کمپنی لاہور ص ۱۰

[2] القرآن الکریم ۴/۱۶۵ و ۶/۴۸ و ۱۸/۵۶

[3] " ۳۵/۲۴

[4] صحیح البخاری کتاب العلم باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

(۱) ہجرت کے احکام و شرائط کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:
دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت فرض ہے۔

قال اللّٰہ تعالٰی ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم ط قالوا کنا مستضعفین فی الارض ط قالوا الم تکن ارض اللّٰہ واسعۃ فتھاجروا فیھا ط فاولٰئک ماوٰھم جھنّم ط وساءت مصیرا ہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے، کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے، کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے، تو ایسوں کا ٹھکانا جہنّم ہے اور بہت بُری جگہ پلٹنے کی۔ (ت)

ہاں اگر حقیقۃً مجبور ہو تو معذور ہے،

قال اللّٰہ تعالٰی الّا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا ہ فاولٰئک عسی اللّٰہ ان یعفو عنھم وکان اللّٰہ عفوّا غفورا ہ[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مگر وہ جو دبا لئے گئے مرد اور عورتیں اور بچّے جنھیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے اور نہ راستہ جانیں، تو قریب ہے اللہ ایسوں کو معاف فرمائے، اور اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔ (ت)

اور دار الاسلام سے ہجرت کا حکم نہیں۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لا ھجرۃ بعد الفتح[3]

حضور اکرم صلّے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: فتح مکّہ کے بعد ہجرت نہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۹۷ [2] القرآن الکریم ۴/ ۹۸، ۹۹
[3] کنز العمال حدیث ۱۵۰۵۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/ ۱۰۹

ہاں اگر کسی جگہ کسی عذرِ خاص کے سبب کوئی شخص اقامتِ فرائض سے مجبور ہو تو اسے اس جگہ کا بدلنا واجب ہے، اس مکان میں معذوری ہو تو مکان بدلے، محلہ میں معذوری ہو تو دوسرے محلہ میں چلا جائے بستی میں معذوری ہو تو دوسری بستی میں جائے۔ مدارک التنزیل میں ہے:

والآية تدل على ان من لم يتمكن من اقامة دينه في بلد كما يجب وعلم انه يتمكن من اقامته في غيره حقت عليه المهاجرة وفي الحديث "من فر بدينه من ارض الى ارض وان كان شبرا من الارض استوجبت له الجنة وكان رفيق ابيه ابراهيم ونبيه محمد صلى الله تعالى عليه وسلم."[1]

یہ آیت مبارکہ اس پر دال ہے کہ جب کوئی شخص کسی شہر میں اقامتِ دین پر اس طرح قادر و متمکن نہیں جیسا کہ لازم ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ دوسرے شہر میں اقامتِ دین پر قادر ہو جائے گا تو اس پر وہاں ہجرت کرنا لازم ہو جائے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ "جو شخص دین کی خاطر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگا خواہ وہ ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو اس کے لئے جنّت لازم ہو جاتی اور وہ اپنے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنگت پائے گا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۰۲، ۱۰۳)

(۲) ہندوستان دار الاسلام ہے۔ چنانچہ فرمایا:

الحاصل ہندوستان کے دار الاسلام ہونے میں شک نہیں عجب ان سے جو تحلیلِ ربٰو کے لئے (جس کی حُرمت نصوص قاطعۂ قرآنیہ سے ثابت، اور کیسی کیسی سخت وعیدیں اس پر وارد) اس ملک کو دار الحرب ٹھہرائیں اور باوجود قدرت و استطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں گویا یہ بلاد اسی دن کے لئے دار الحرب ہُوئے تھے کہ مزے سے سُود کے لطف اڑائیے اور بآرام تمام وطن مالوف میں بسر فرمائیے، استغفر اللہ۔ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض[2] (تو کیا بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ ت) اللہ سبحٰنہ و تعالٰی فرماتا ہے، سُود کھانے والے قیامت کو آسیب زدہ کی طرح اٹھیں گے[3]، یعنی مجنونانہ گرتے پڑتے بدحواس۔

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۴/۹۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۴۶

[2] القرآن الکریم ۲/۸۵

[3] القرآن الکریم ۲/۲۷۵

اور حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں: "میں نے کچھ لوگ ملاحظہ فرمائے کہ پیٹ ان کے پھُول کر مکانوں کے برابر ہو گئے ہیں اور مثل شیشہ کے ہیں کہ اندر کی چیز نظر آتی ہے سانپ بچھّو ان میں بھرے ہُوئے ہیں میں نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے عرض کیا، سُود کھانے والے"۔[1]

جب تحریم ربٰو کی آیت نازل ہوئی بعض مسلمانوں نے کہا: جو سُود ہمارا نزولِ آیت سے پہلے کا رہ گیا ہے وہ لے لیں آئندہ باز رہیں گے، حکم آیا اگر نہیں مانتے تو اعلان کردو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا"۔[2]

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۱۴)

(۳) موجودہ زمانہ کے یہود و نصارٰی کا حکم اور اس میں علماء کا اختلاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

نصارٰی باعتبار حقیقت لغویہ ازانجا کہ قیام مبدء مستلزم صدق مشتق ہے بلا شُبہہ مشرکین ہیں کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث و بنوت ہیں، اسی طرح وُہ یہود جو الوہیت و ابنیتِ عزیر علیہ الصّلٰوۃ والسلام کے قائل تھے، مگر کلام اس میں ہے کہ حق تبارک نے کتب آسمانی کا اجلال فرماکر یہود و نصارٰی کے احکام کو احکامِ مشرکین سے جُدا کیا اور ان کا نام اہلِ کتاب رکھا اور ان کے نساء و ذبائح کو حلال و مباح ٹھہرایا آیا نصارٰی زمانہ بھی کہ الوہیت عبداللہ مسیح بن مریم علیہ الصّلٰوۃ والسّلام کی علی الاعلان تصریح اور وہ یہود جو مثل بعض طوائف ماضیہ الوہیت بندۂ خدا عزیر علیہ الصلٰوۃ والسلام کے قائل ہوں انھیں بھی داخل اور اس تفرقہ کے مستحق ہیں یا ان پر شرعًا یہی احکام مشرکین جاری ہوں گے اور ان کی نساء سے تزوّج اور ذبائح کا تناول ناروا ہوگا۔ کلماتِ علماء کرام رحمۃ اللہ تعالٰے علیہم اجمعین اس بارے میں مختلف، بہت مشائخ نے قولِ اخیر کی طرف میل فرمایا، بعض علماء نے تصریح کی کہ اسی پر فتوٰی ہے، مستصفٰی میں ہے:

قالوا ھذا یعنی الحل اذا لم یعتقدوا المسیح الٰھا اما اذا اعتقدوہ فلا وفی مبسوط شیخ الاسلام ویجب ان لایاکلوا ذبائح اھل الکتاب اذا اعتقدوا ان المسیح الٰہ وان عزیرا الٰہ ولا یتزوّجوا نساءھم وقیل علیہ الفتوٰی۔[3]

---

[1] سنن ابن ماجہ باب التغلیظ فی الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۹

[3] فتح القدیر بحوالہ المستصفٰی کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۳۵

علماء نے فرمایا کہ ان کا ذبیحہ تب حلال ہوگا کہ وہ عیسٰی علیہ السلام کو اللہ نہ مانتے ہوں، لیکن اگر وہ ان کو اللہ مانتے ہوں تو پھر حلال نہ ہوگا۔ اور شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اہلِ کتاب کا ذبیحہ اس صورت میں نہ کھائیں جب وہ مسیح علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو اللہ مانتے ہوں اور اندریں صورت ان کی عورتوں سے نکاح بھی نہ کریں۔ بعض علماء نے کہا فتوٰی اسی پر ہے۔ (ت)

ان علماء کا استدلال آیۂ کریمہ:

قالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصٰرٰی المسیح ابن اللہ[1]۔

یہود نے کہا عزیر ابن اللہ اور نصارٰی نے کہا مسیح ابن اللہ۔ (ت)

سے ہے کہ اس کے آخر میں ارشاد پایا:

"سُبحٰنہ عمّا یشرکون[2]"

وہ پاک ذات ہے اور جو انھوں نے اس کا شریک بنایا اللہ تعالٰی اس سے بلند و بالا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی المعراج ان اشتراط ما ذکر فی النصاری مخالف لعامۃ الروایات[3]۔

معراج میں ہے کہ نصارٰی کے مذکورہ شرائط عام روایات کے مخالف ہیں۔ (ت)

امام محقق علی الاطلاق مولٰسنا کمال الملّۃ والدّین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں اس مذہب کی ترجیح اور دلیل مذکور مذہب اول کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

مطلق لفظ المشرك اذا ذکر فی لسان الشارع لاینصرف الی اھل الکتاب وان صح لغۃ فی طائفۃ بل طوائف واطلق لفظ الفعل اعنی یشرکون علی فعلھم کما ان من رأی بعلمہ من المسلمین فلم یعمل الا لاجل زید یصح فی حقہ انہ مشرك لغۃ ولایتبادر عند اطلاق الشارع لفظ المشرك ارادتہ لما عھد من ارادتہ بہ من عبد مع اللہ غیرہ ممن لایدعی اتباع نبی وکتاب ولذلك عطفھم علیہ فی قولہ تعالٰی لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۰

[2] " ۹/ ۳۱

[3] ردالمحتار کتاب الذبائح داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۸۸

34
―
34

ونص علی حلہم بقولہ تعالٰی والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم ای العفائف منھن[1] الٰی اٰخر ما اطال واطاب کما ھو دابہ رحمہ اللہ تعالٰی۔

لفظِ مشرک جب مطلق ذکر کیا جائے تو شرعی اصطلاح میں اہلِ کتاب کو شامل نہ ہوگا اگرچہ لغت کے لحاظ سے اہلِ کتاب کے کسی گروہ یا کئی گروہوں پر اس کا اطلاق صحیح ہے، اہلِ کتاب کے فعل پر صیغہ یشرکون کا اطلاق ایسے ہے جیسے کسی مسلمان ریاکار کے اس عمل پر جس کو مثلاً زید کی خوشنودی کے لئے کررہا ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ لغت کے لحاظ سے مشرک ہے، شرعی اصطلاح میں مطلقاً لفظ مشرک کا استعمال صرف اس شخص کے لئے متبادر ہوتا ہے جو کسی نبی اور کتاب کی اتباع کے دعوٰی کے بغیر اللہ تعالٰی کی عبادت میں غیر کو شریک کرے اسی لئے اہلِ کتاب پر مشرکین کا عطف اللہ تعالٰی کے اس قول "لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکّین" میں کیا گیا ہے اور اللہ تعالٰی کے اس قول "والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم" میں کتابیہ عورتوں کے حلال ہونے پر صراحتاً نص فرمائی گئی ہے یعنی اہلِ کتاب کی عفیف عورتیں حلال ہیں، ابن ہمام کے طویل اور طیب قول کے آخر تک، جیسا کہ ان کی عادت ہے، اللہ تعالٰی ان پر رحمت فرمائے۔(ت)

بالجملہ محققین کے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہود ونصارٰی مطلقاً اہلِ کتاب ہیں اور ان پر احکام مشرکین جاری نہیں۔

اقول وکیف لا وقد علم اللہ سبحٰنہ وتعالٰی انھم یقولون بثالث ثلثۃ حتی نھاھم عن ذٰلک وقال انتھوا خیرا لکم[2] وانّ ھم یقولون ان المسیح الٰہ حتی قال لقد کفر الذین قالوا انّ اللہ ھو المسیح ابن مریم[3] بل بالوھیۃ امہ ایضا حتی یسألہ علیہ الصلٰوۃ والسلام یوم القیٰمۃ یٰعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامّی الٰھین من دون اللہ[4] وانھم مصرحون بالبنوۃ حتی نقل عنھم "قالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصٰرٰی المسیح ابن اللہ"[5] ومع ذٰلک فرق بینھم وبین المشرکین فقال

---

[1] فتح القدیر کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۳۵
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۷۱
[3] القرآن الکریم ۵/ ۱۷ و ۷۲
[4] 〃 ۵/ ۱۱۶
[5] 〃 ۹/ ۳۰

والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم[1]، وقال "طعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم"[2] وقال "لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البیّنۃ"[3] فارشد بالعطف الی التغایر فالمولٰی سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بمذاھبھم واعلم بمایشرع من الاحکام فلہ الحکم ولہ الحجۃ السامیۃ "لا الٰہ الا ھو سبحٰنہ وتعالٰی عما یشرکون"۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ کیسے مراد نہ ہو جبکہ اللہ تعالٰی علیم ہے کہ نصارٰی ثالث ثلٰثۃ کہتے ہیں حتی کہ ان کو اس سے منع بھی فرمایا اور فرمایا اس سے باز آؤ تمھارے لئے بہتر ہے اور وہ علیم ہے کہ نصارٰی کہتے ہیں مسیح الٰہ ہے، حتی کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم، بلکہ وہ ان کی والدہ کو بھی الٰہ کہتے ہیں، حتی کہ قیامت کے روز اللہ تعالٰی عیسٰی علیہ السلام سے سوال فرمائے گا "یا عیسٰی انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ"، اور وہ علیم ہے کہ یہ لوگ عیسٰی علیہ السلام کے بیٹا ہونے کی تصریح کرتے ہیں حتی کہ ان سے نقل فرمایا "قالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصارٰی المسیح ابن اللہ"، اس کے باوجود اللہ تعالٰی نے اہل کتاب اور مشرکین میں فرق بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا: تمھارے لئے حلال ہیں پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی۔ اور فرمایا: جن کو کتاب دی گئی (اہل کتاب) ان کا طعام تمھارے لئے حلال ہے جس کو یوں فرمایا "طعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم"، اور فرمایا: "لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البیّنۃ"۔ واضح دلیل آنے تک کافر لوگوں میں سے اہل کتاب اور مشرک جدا نہ ہوں گے، تو اس آیۃ کریمہ میں دونوں میں عطف کے ذریعہ تغایر کی رہنمائی فرمائی، تو اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ان کے مذاہب کو بہتر جانتا ہے اور احکام کی مشروعیت کو بہتر جانتا ہے، تو حکم اسی کا ہے اور بلند و بالا حجت اسی کی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس کو انھوں نے شریک بنایا اللہ تعالٰی اس سے بلند و بالا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۱۶ تا ۱۱۹)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵
[2] القرآن الکریم ۵/۵
[3] " ۹۸/۱

(۴) ہجرت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ہجرت دو قسم ہے: عامہ و خاصہ۔ عامہ یہ کہ تمام اہلِ وطن ترکِ وطن کرکے چلے جائیں۔ اور خاصہ یہ کہ خاص اشخاص۔ پہلے ہجرت دار الحرب سے ہر مسلمان پر فرض ہے، جس کا بیان آیۂ کریمہ ان الذین توفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم[1] الاٰیۃ (وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے الآیۃ۔ ت) میں ہے، اس میں صرف عورتیں اور بچّے اور عاجز مرد جو نکل نہیں سکتے مستثنٰی ہیں جس کا ذکر اس کے متصل دوسری آیۂ کریمہ الّا المستضعفین[2] الاٰیۃ میں ہے، باقی سب پر فرض ہے جو باوصفِ قدرت دار الحرب میں سکونت رکھے اور ہجرت نہ کرے مستحقِ عذاب ہے ——

رہا دار الاسلام، اس سے ہجرتِ عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی و بے حرمتی، قبورِ مسلمین کی بربادی، عورتوں، بچّوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۳۱)

(۵) سلطنت اسلامیہ عثمانیہ سے ہمدردی اور اس کو تباہ کرنے والوں سے نفرت کرنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ہر سلطنتِ اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعتِ اسلام نہ صرف جماعت ہر فردِ اسلام کی خیر خواہی مسلمان پر فرض ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الدین النصح لکل مسلم[3]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: دینِ اسلام ہر مسلمان کی خیر خواہی کا نام ہے۔ (ت)

مگر ہر تکلیف بقدرِ استطاعت اور ہر فرض بقدرِ قدرت ہے نامقدور بات پر مسلمان کو اُبھارنا جو نہ ہو سکے اور ضرر دے اور اسے فرض ٹھہرانا شریعت پر افترا اور مسلمانوں کی بدخواہی ہے۔

قال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسًا الّا وسعھا[4]، وقال تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[5]۔

اللہ تعالٰے نے فرمایا: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اللہ تعالٰے سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔ (ت)

پھر خیر خواہیِ اسلام حدودِ اسلام میں رہ کر ہے، مشرکین سے اتحاد و موالات اور ان کو راضی کرنے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۹۷ — [2] القرآن الکریم ۴/ ۹۸
[3] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳
[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶ — [5] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۶

کو شعارِ اسلام کی بندش، مشرک لیڈر کو اپنے دین کا ہادی و رہبر بنانا، مشرک لکچرار کو مسلمانوں کا واعظ ٹھہرانا، اسے مسجد میں لے جا کر جماعت مسلمین سے اُونچا کھڑا کرکے لکچر دلوانا، اپنے ماتھوں پر مشرکوں سے قشقے لگوانا، مشرکوں کے مجمع میں مشرک لیڈروں کی جے پکارنا، مشرک لیڈروں کی ٹکٹکی اپنے کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو مشرک کا ماتم گاہ ٹھہرانا، اس کے ماتم کے لئے مساجد میں سر برہنہ ہونا، اس کے لئے نماز و دعائے مغفرت کا اشتہار دینا، قرآن مجید اور رامائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر دونوں کی پوجا کراتے ہوئے مندر میں لے جانا۔ مشرکوں نے قربانی گاؤ پر مسلمانوں کو بے دریغ ذبح کیا، آگ سے پھونکا، اُن میں کے جو بعض گرفتار ہوئے اور ان پر ثبوت کامل پہنچ گیا ان کے لئے رحم کی درخواست کرنا، ان کی رہائی کی ریزولیوشن پاس کرنا، صاف لکھ دینا کہ ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بُت پرستی پر نثار کردی۔ صاف لکھ دینا کہ آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا۔ صاف لکھ دینا کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو کفر و اسلام کا امتیاز اٹھا دے گا۔ صاف لکھ دینا کہ ہم ایسا مذہب بنانا چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ (بتوں کی پرستشگاہوں) کو مقدس مقام ٹھہرائے گا۔ یہ امور خیر خواہیِ اسلام نہیں کُند چھُری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے۔ یہ سب افعال و اقوال ضلالِ بعید و کفرِ شدید ہیں اور ان کے فاعل و قائل و قابل اعدائے دینِ حمید و دشمنانِ ربِّ مجید ہیں۔

الذین اتخذوا دینهم لهوا ولعبا[1]، بدلوا نعمت الله کفرا[2]، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3]

جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا، اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی، اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

نفرتِ دینیہ، مکروہِ تنزیہی و اسارت و مکروہ تحریمی و حرام صغیرہ و کبیرہ و مراتب بدعت و ضلال و انواع کفر و ارتداد سب سے حسبِ مرتبہ ہے جس کے درجات مستحب سے فرض اعظم بلکہ ضروریاتِ دین تک ہوں گے لیکن جو اخبث مراتب سے نفرت نہ کرے ادون سے ادعائے نفرت میں جھوٹا ہے، مکروہِ تنزیہی سے اسارت بُری ہے، اسارت سے مکروہِ تحریمی بدتر ہے۔ اس سے

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۵۱
[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۸
[3] ؍؍ ۲۶/ ۲۲۷

کبائر اپنے اپنے مرتبہ پر بدتر ہیں اور ان سب سے بدعت و ضلال بدتر ہیں اور ان کے بھی مدارج مختلف ہیں اور ان سب سے کفر بدتر ہے اور اس میں بھی مراتب ہیں کفر اصلی سے ارتداد بدتر اور اس میں بھی ترتیب ہے۔ کفرِ اصلی کی ایک سخت قسم نصرانیت ہے اور اس سے بدتر مجوسیت، اس سے بھی بدتر بُت پرستی، اس سے بدتر وہابیت، ان سب سے بدتر اور خبیث تر دیوبندیت، افعال کیسے ہی شنیع ہوں کسی کفر کی شناعت کو نہیں پہنچ سکتے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بدتر از بدتر سے بدتر کافروں بُت پرستوں سے اتحاد و وداد منایا جاتا ہے، کیسا وداد، کہاں کا اتحاد، بلکہ غلامی و انقیاد، اور ان سے بھی بدتر کفار وہابیہ کو اپنی مجلسوں کی صدائیں دی جاتی ہیں اور ان تمام بدتر از بدتر سے بدتر دیوبندیت کے سر مشیخیتِ ہند کی پگڑی باندھنے کی فکر کی جاتی ہے۔ جب مشرکین و مرتدین سے یہ کچھ اتحاد ہے تو کسی فعل و معصیت سے نفرت کا ادعا محض سفید جھوٹ ہے اگر تمھاری نفرت اللہ کے لئے ہوتی تو افعال سے ایک درجہ ہی بُت پرستوں سے لاکھ درجہ ہوتی اگر بُت پرستوں سے لاکھ درجہ ہوتی دیوبندیوں سے کروڑ درجہ ہوتی، تو نفرت کے دعوے محض مکر و فریب ہیں،

یخٰدعون اللّٰہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الّا انفسھم وما یشعرون[1]۔

فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انھیں شعور نہیں۔ (ت)

آیۂ کریمہ:

لا تجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللّٰہ ورسولہ[2]۔

تم نہ پاؤ گے اُن لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اُن سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ (ت)

کی تلاوت اس جدید پارٹی کے لئے رب تالی القراٰن والقراٰن یلعنہ[3] (بہت سے قرآن پڑھنے والوں پر قرآن لعنت کرتا ہے۔ ت) کی پوری مصداق ہے، کیا بُت پرست و وہابیہ و دیوبندیہ من حاد اللہ ورسولہ میں داخل نہیں، ضرور ہیں۔ کیا یہ پارٹی ان سے وداد و اتحاد کرکے یوادون من حاد اللہ ورسولہ میں داخل نہ ہوئے، ضرور ہوئے۔ اور یہی آیۂ کریمہ فرما رہی ہے کہ جو

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۹ [2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲
[3] المدخل لابن الحاج الجزء الاول ص ۸۵ و الجزء الثانی ص ۳۰۴ دار الکتاب العربی بیروت

یوادون من حاد اللہ ورسولہ ہیں وہ یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر نہیں، لاجرم ؛
شھدوا علٰی انفسھم انھم کانوا کافرین[1]، یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المؤمنین فاعتبروا یااولی الابصار[2]۔
خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے، اپنے گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں، تو عبرت لو اے نگاہ والو!۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۳۳ تا ۱۳۵)

(۶) سلطنت ترکی کو عظیم اسلامی سلطنت سمجھنے والے مگر اغراض فاسدہ کے لئے بنائی جانے والی خلافت کمیٹیوں کی مخالفت کرنے والے عالم دین پر لگائے جانے والے فتوٰی سے متعلق سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے رسالہ نابغ النور میں فرمایا ؛

صُورتِ مستفسرہ میں عالم موصوف سراسر حق پر ہے اور اس کے مخالفین گمراہ وضال۔
قال اللہ تعالٰی "فماذا بعد الحق الا الضلال[3]"
اللہ تعالٰی نے فرمایا ؛ پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔(ت)

بلاشبہہ حمایت سلطنت اسلامیہ و حفاظت اماکن مقدسہ میں، وسعت و استطاعت کی شرط قرآن عظیم سے ہے، اور اس کے طرق میں جائز و ممکن و مفید کی تحدید شرع قویم و عقل سلیم سے۔
قال اللہ تعالٰی ؛
لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا[4]۔
اللہ تعالٰی کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔(ت)
وقال اللہ تعالٰی ؛
فاتقوا اللہ ما استطعتم[5]
تو اللہ تعالٰی سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔(ت)

شرع الٰہی عزّوجلّ منزّہ ہے اس سے کہ ناجائز و حرام یا ناممکن و غیر مقدور یا نامفید و عبث کا حکم دے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۰ و ۷/ ۳۷ [2] القرآن الکریم ۵۹/ ۲
[3] 〃 ۱۰/ ۳۲ [4] 〃 ۲/ ۲۸۶
[5] 〃 ۶۴/ ۱۶

قال اللہ تعالٰی :

ان اللہ لایأمر بالفحشاء[1]

بیشک اللہ تعالٰی بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ (ت)

وقال تعالٰی :

وینھٰی عن الفحشاء والمنکر[2]

وہ منع فرماتا ہے بے حیائی اور بُری بات سے۔ (ت)

وقال تعالٰی :

لا نکلف نفسا الّا وسعھا[3]

اور ہم کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتے مگر اس کی طاقت بھر۔ (ت)

وقال تعالٰی :

وما خلقنا السماء والارض وما بینھما لٰعبین[4]

اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔ (ت)

(۳) در بارۂ خلافت جس عقیدۂ اہل سنّت کا عالم نے اشعار کیا خود خلافت کمیٹی کے مفتی اعظم مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہانپوری اور اس کے لیڈر معظم و ناظم انجمن علماء، صدر شعبۂ تبلیغ عبدالماجد بدایونی نے ایک مطبوعہ فتوٰی میں (کہ شخصین مذکورین جس کے مفتی و مستفتی ہیں) اس کا صاف اقرار و اظہار کیا جو عبارات ائمہ و علماء اس فتوٰی نے سنداً پیش کیں وضوح حق کو ان میں سے یہ دو ہی بہت ہیں مقاصد و شرح مقاصد سے (کہ عقائد اہلسنّت کی معتمد کتابیں ہیں) سند دکھائی کہ لنا قولہ علیہ السلام "الائمۃ من قریش" واجمعوا علیہ فصار دلیلا قاطعا یفید الیقین باشتراط القرشیۃ[5] یعنی ہم اہلسنت کی دلیل حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد جلیل ہے کہ تمام خلفاء قریش سے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس پر اجماع کیا تو دلیل قطعی ہوگئی جس سے یقین حاصل ہوا کہ خلافت کے لئے قرشی ہونا بیشک شرط ہے۔ علامہ سید محمد ابن عابدین شامی

---

[1] القرآن الکریم ۷ /۲۸ — [2] القرآن الکریم ۱۶ /۹۰

[3] " ۲۳ /۶۲ — [4] " ۲۱ /۱۶

[5] شرح المقاصد، المقصد السادس الفصل الرابع المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲ /۲۷۷

رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ردالمحتار علی الدرالمختار سے سند پیش کی کہ فرماتے ہیں :

وقد یکون بالتغلب مع المبایعۃ وھوالواقع فی سلاطین الزمان نصرھم الرحمٰن[1]

یعنی تغلب کی امامت کبھی بیعت کے ساتھ بھی ہوتی ہے کہ ہے تو متغلب مگر لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، ہمارے زمانے کے سلاطین کا یہی واقعہ ہے، رحمان عزوجل ان کی مدد فرمائے۔ (ہم کہتے ہیں آمین)۔

علامہ سید موصوف جن کی کتاب ممدوح آج تمام عالم میں مذہب حنفی کے اعلٰی درجہ معتمد سے ہے سلطان عبدالمجید خاں مرحوم کے والد سلطان محمود خاں مرحوم کے زمانے میں انھیں کے قلمرو ملک شام میں انھیں کی طرف سے شہر دمشق و تمام دیار شامیہ کے مفتی اجل تھے (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) مفتی و مستفتی مذکورین کی ان شہادتوں کے بعد زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں،

قال اللہ تعالٰی شھدوا علٰی انفسھم[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : وہ خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے۔ (ت)

خلافت کمیٹی کو اس بارے میں اگر پوچھنا ہو انھیں اپنے مفتیِ اعظم و لیڈر معظم سے پوچھے، کمیٹی کہے : لم شھدتم علینا[3] (تم نے ہم پر کیوں گواہی دی۔ ت)، وہ کہیں : انطقنا اللہ الذی انطق کل شیئ[4] (وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔ ت)

مشرکوں سے اتحاد و وداد قطعی حرام اور ان سے اخلاص دلی یقیناً کفر ہے۔

قال تعالٰی ترٰی کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ما قدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خٰلدون ○ ولو کانوا یؤمنون باللہ و النبی و ماانزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء ولٰکن کثیرا منھم فسقون○[5]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : تم ان میں بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، بیشک کیا ہی بُری ہے وہ چیز جو خود انھوں نے اپنے لئے آگے بھیجی کہ ان پر اللہ کا غضب ہوا اور انھیں

---

[1] ردالمحتار باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۱۱

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۰ و ۷/ ۳۷ [3] القرآن الکریم ۴۱/ ۲۱

[4] 〃 ۴۱/ ۲۱ [5] 〃 ۵/ ۸۰، ۸۱

ہمیشہ ہمیشہ عذاب ہوگا اور اگر انھیں اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں سے اتحاد، وداد، محبت، موالات نہ مناتے مگر ہے یہ کہ ان میں بہت سے فرمانِ الٰہی سے نکلے ہوئے ہیں۔ (ت)

یہ اور بیس سے زائد اور آیاتِ کریمہ ہیں جن میں مطلقاً کفار سے اتحاد و وداد کو حرام و کفر فرمایا ہے، مسلمان کی شان نہیں کہ واحد قہار کے ارشادات سُنے اور ان میں مشرکین یا خاص ہندوؤں کے استثناء کی پخّر گھڑلے۔ قال اللہ تعالٰی،

آٰللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[1]۔

کیا اللہ نے اس کی تمھیں اجازت دی (کہ مثلاً میرے کلام میں مگر ہندو کا پیوند لگالو) یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔

وقال تعالٰی،

اتقولون علی اللہ مالا تعلمون[2]۔

کیا بے جانے بُوجھے اللہ پر کسی بات کا چھٹارکھتے ہو کہ مثلاً اس نے ہندوؤں کو جُدا کرلیا ہے۔

وقال تعالٰی:

یحرفون الکلم من بعد مواضعہ (الی قولہ عزوجل) لھم فی الدنیا خزی و لھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[3]۔

اللہ تعالٰی کے ارشادات کو ان کے ٹھکانے سے ہٹاتے ہیں (کہ مثلاً اگرچہ اللہ نے یہاں ہر جگہ عام لفظ فرمائے جو سب کفار کو شامل ہیں مگر ان سے ہندو مراد نہ رکھے ان سے اتحاد و وداد کو حرام و کفر نہ فرمایا) ایسوں کے لئے دُنیا میں رُسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

مشرکوں کا غلام و منقاد بننا، ان کا پس رو بننا، جو کہیں وہی کرنا، خصوصاً جسے امرِ دینی سمجھا ہو اس میں ان کی اطاعت کرنا یہ سب حرام حرام ہے، سخت مخالفتِ ذوالجلال والاکرام ہے، گمراہی و کفر اس کا انجام ہے۔ قال اللہ تعالٰی،

ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین[4]۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۵۹
[2] القرآن الکریم ۱۰/۶۸
[3] ؍؍ ۵/۴۱
[4] ؍؍ ۲/۱۶۸ و ۲۰۸

شیطان کے پس رو نہ بنو بیشک وُہ تمھارا کُھلا دشمن ہے۔

وقال تعالٰے:

فلا تطع المکذبین[1]۔ جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کر۔

وقال تعالٰے:

ولا تطع منھم اٰثما او کفورا[2]۔ ان میں سے کسی مجرم یا کافر کی اطاعت نہ کر۔

وقال تعالٰے:

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوك عن سبیل اللہ[3]۔

یہ جو زمین میں ہیں ان میں اکثر وہ ہیں کہ اگر تُو نے ان کی اطاعت کی تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے گُمراہ کردیں گے۔

وقال تعالٰے:

یٰایھا الذین اٰمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردّوکم علٰی اعقابکم فتنقلبوا خاسرین[4]۔

اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمھیں تمھاری ایڑیوں کے بل (اسلام سے) پھیر دیں گے تو پورے ٹوٹے میں پلٹو گے۔

حلال کو حرام، حرام کو حلال ٹھہرانا ائمہ حنفیہ کے مذہب راجح میں مطلقاً کفر ہے جبکہ ان کی حلت و حُرمت قطعی ہو جیسے جائز کسب و تجارت و اجارت کی حلت مشرکین سے وداد و انقیاد و اتحاد کی حرمت، ان حلالوں کو وہ لوگ حرام بلکہ کُفر اور ان حراموں کو حلال بلکہ فرض کر رہے ہیں، اور اگر وہ حرام قطعی حرام لعینہٖ ہے جیسے مذکورات جب تو اسے حلال ٹھہرانا باجماعِ ائمہ حنفیہ کفر ہے۔ اللہ عزوجل کفار کا بیان فرماتا ہے:

لایحرمون ما حرّم اللہ ورسولہ[5]۔

جسے اللہ و رسول نے حرام فرمایا کافر اسے حرام نہیں ٹھہراتے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/۸ [2] القرآن الکریم ۷۶/۲۴
[3] " ۶/۱۱۶ [4] " ۳/۱۴۹
[5] " ۹/۲۹

متن عقائد میں مسئلہ مصرحہ ہے، نیز فتاوٰی خلاصہ وغیرہا میں ہے:

من اعتقد الحرام حلالا او على القلب يكفر هذا اذا كان حراما بعينه والحرمة قامت بدليل مقطوع به اما اذا كانت باخبار الاحاد لا يكفر[1] (ملخصًا)۔

جس نے کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام مان لیا تو وہ کافر ہو جائے گا، یہ اس صورت میں ہے کہ وہ حرام لذاتہ ہو اور اس کی حُرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو، اگر ثبوت خبرِ واحد سے ہو تو کافر نہیں ہوگا (ملخصا)۔ (ت)

بزازیہ وشرح وہبانیہ و درمختار میں ہے:

يكفر اذا تصدق بالحرام القطعي[2]

حرام قطعی کے تصدّق سے کافر ہو جائے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حاصله ان شرط الكفر على القول الاول شيئان قطعية الدليل وكونه حراما لعينه وعلى الثاني يشترط الشرط الاول فقط، وعلمت ترجيحه وما في البزازية مبني عليه[3]

حاصل یہ ہے کہ قولِ اوّل پر کفر کے لئے دو شرائط ہوں گی: اوّل دلیل کا قطعی ہونا، ثانی اس کا حرام لذاتہ ہونا، اور دوسرے قول پر پہلی شرط ہے اور آپ اس کی ترجیح سے آگاہ ہیں، اور بزازیہ کا مدار اسی پر ہے۔ (ت)

حالات دائرہ میں دونوں شرطیں موجود ہیں تو یہ باجماعِ ائمہ حنفیہ کُفر ہیں۔ کفّار ومشرکین کی ایسی تعظیمیں کفر ہیں، ان کی جے پکارنا، اُن کے مرنے یا جیل جانے پر ہڑتال، اور اس پر وُہ اصرار، اور جو مسلمان نہ مانے اس پر وہ ظلم واضطراب، کمال تعظیم کفّار اور باعثِ دخولِ نار وغضبِ جبار، وحسبِ تصریحاتِ ائمہ موجب کفرِ واکفار۔ فتاوٰی ظہیریہ واشباہ والنظائر وتنویرالابصار ودرمختار میں ہے:

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثانی فی الفاظ الکفر الخ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۳

[2] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۴

[3] ردالمحتار " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷

لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر[۱]
اگر کسی نے ذمی کو احتراماً سلام کہہ دیا تو یہ کفر ہے کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہوتی ہے۔ (ت)
فتاوٰی امام ظہیر الدین و مختصر علامہ زین مصری و شرح تنویر مدقق علائی میں ہے:
لو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر[۲]
اگر کسی نے مجوسی کو تعظیماً "یا استاد" کہا تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا۔ (ت)

رب عزوجل فرماتا ہے:
وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولٰکن المنافقین لایعلمون[۳]۔
عزت تو خاص اللہ و رسول اور مسلمین ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام، رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن بسر وابن عساکر وابن عدی عن ام المؤمنین الصدیقۃ وابونعیم فی الحلیۃ والحسن بن سفین فی مسندہ عن معاذ بن جبل والسجزی فی الابانۃ عن ابن عمر وکابن عدی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین والبیھقی فی شعب الایمان[۴] عن ابراھیم بن میسرۃ مرسلا۔
جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی بیشک اس نے دین اسلام کے ڈھا دینے پر مدد دی۔ (اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبد اللہ بن بسر، ابن عساکر اور ابن عدی نے ام المومنین سیدہ صدیقہ سے، ابونعیم نے حلیہ میں اور حسن بن سفیان نے مسند میں حضرت معاذ بن جبل سے، سجزی نے ابانہ میں حضرت ابن عمر سے اور ابن عدی کی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابراہیم بن میسرہ سے اسے مرسلاً روایت کیا ہے۔ (ت)
بدمذہب کی توقیر پر یہ حکم ہے مشرک کی تعظیم پر کیا ہوگا۔ ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں جابر بن عبد اللہ

---

[۱] و [۲] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱
[۳] القرآن الکریم ۶۳/ ۸
[۴] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۶۱

رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ؛

نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یصافح المشرکون او یکنوا او یرحب بھم[1]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کسی مشرک سے ہاتھ ملائیں یا اسے کنیت سے ذکر کریں یا اس کے آتے وقت مرحبا کہیں۔

یہ باتیں کچھ ایسی تعظیم بھی نہیں ادنٰی درجہ تکریم میں ہیں کہ نام لے کر نہ پکارا' فلاں کا باپ کہا' یا آتے وقت جگہ دینے کو آئیے کہہ دیا، حدیث نے اس سے بھی منع فرمایا، نہ کہ معاذ اللہ اس کی جے پکارنی اور وہ افعال شیطانی، اور یہ عذر بارد کہ یہ اقوال عوام کے ہیں کسی ذمہ دار کے نہیں، محض کاذب و پادر ہوا ہے، تمھیں نے عوام کالہوام کو اس اتحاد مشرکین حرام ولعین پر ابھارا اور ان حرکات ملعونہ سے نہ روکا بلکہ اپنے مقاصد مفاسد کا مؤید سمجھا تمھارے دلوں میں ایمان یا ایمان کی قدر ہوتی تو اس اتحاد حرام وکفر کے لئے جیسی زمین سروں پر اٹھالی ہے، رات دن، مشرق مغرب ٹاپتے پھرتے ہو، ہزاروں دھواں دھار ریزولیوشن پاس کرتے ہو اس کے مخالف بلکہ اس میں ساتھ نہ دینے والوں پر فتوٰی کفر لگاتے ہو، صدہا اخبارات کے کالم ان کی بدگوئی سے گندے کرتے ہو، اس سے سو حصے ہزار ان کفروں، ضلالوں کی آگ بجھانے میں دکھاتے کہ یہ تمھاری ہی لگائی تھی اور اپنی داڑھی بچانے کے لئے اس کا بجھانا تم پر فرض عین تھا مگر سب دیکھ رہے ہیں کہ ہرگز ہرگز ان شیطنتوں کی روک تھام میں اس بولاہٹ والی جان توڑ کوشش کا دسواں، بیسواں، سوواں حصہ بھی نہ دکھایا پھر جھوٹے بہانے بنانے سے کیا حاصل۔ معہذا خود ذمہ داروں نے جو کچھ کیا وہ جاہلوں کی حرکات مذکورہ سے کہیں بدتر وخبیث تر ہے، اور کیوں نہ ہو کہ شملہ بمقدار علم، ابوالکلام آزاد صاحب نے کمپ ناگپور میں جمعہ پڑھایا اور خطبہ میں مدح خلفائے راشدین وحضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہم کی جگہ گاندھی کی حمد کی اسے مقدس ذات ستودہ صفات کہا، میاں عبدالماجد بدایونی نے ہزاروں کے مجمع میں گاندھی کو مذکر مبعوث من اللہ کہا کہ اللہ نے ان کو تمھارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے، کہاں یہ کلمات ملعونہ اور کہاں بے تمیز احمق جاہلوں کا جے پکارنا،

فانّٰی تؤفکون[2] ○ افلا تعقلون[3] ○ کلّا بل ران علٰی قلوبھم ما کانوا یکسبون[4]۔

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۴۴۴ اسحاق بن ابراہیم حدیث ۱۳۷۹۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۹/ ۲۴۸

[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۴ [3] القرآن الکریم ۲/ ۴۴

[4] " " ۸۳/ ۱۴

تم کہاں اوندھے جاتے ہو، تو کیا تمھیں عقل نہیں، کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔ (ت)

ترکی ٹوپیاں جلانا صرف تضییعِ مال ہوتا کہ حرام ہے اور گاندھی ٹوپی پہننا مشرک کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا ہوتا کہ اس سے سخت تر، اشد حرام ہے، مگر وہ لوگ ترکی ٹوپیوں کو شعارِ اسلام جان کر پہنتے تھے اب انھیں جلا دیا اور ان کے بدلے گاندھی ٹوپی پہن لینا مشعر ہوا کہ انھوں نے نشانِ اسلام سے عدول اور کافر کا چیلا بننا قبول کیا، بئس للظلمین بدلا[1] (ظالموں کو کیا ہی برا بدلہ ملا۔ ت)

بالجملہ ایسے اقوال و افعال کفر و ضلال پر عالم موصوف کا انکار عین حق و صواب و سبب ثواب و رضائے رب الارباب تھا اور رہے ان کے شرعی احکام اہل اسلام پر ظاہر فرمانا اور ان کو "ذیاب فی ثیاب" کے شر سے بچا کر راہِ حق کی طرف بلانا، سُنّی عالم کا جلیل فرض مذہبی و کارِ منصبی و بجا آوریِ حکمِ خدا و نبی تھا اور ہے جل و علا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس کی طرف نفس خلافت کا انکار نسبت کرنا بہتان ہی نہیں چیزے دیگر است۔ اس کی تہ میں اور اشد خباثت ہے، مسلمان تو مسلمان نفس خلافت کا منکر جملہ مدعیان کلمہ گو میں کون ہے جس سے سائل سوال کرتا اور مجیب جواب دیتا اہل سنت حضرات خلفائے اربعہ کو خلیفہ جانتے ہیں، غیر مقلد و دیوبندی بھی اس میں نزاع نہیں کرتے۔ روافض حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو خلیفہ و وصی مانتے ہیں، مرزائی اپنے مرزا تک اُترتے ہیں، بلکہ خلافت سے مراد مسئلہ دائرہ ہے اسی سے سوال اسی کا تذکرہ ہے تو اُسے یُوں مطلق لفظ نفس خلافت سے تعبیر تلبیس ابلیس ہے اور دل میں جو مراد ہے اس کا حال خود خلافت کمیٹی کے مفتیِ اعظم اور مستفتی اس کے لیڈر معظم کے فتوے سے ظاہر ہوگیا کہ عالم موصوف نے وہی فرمایا جو متواتر حدیثوں میں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس پر اجماعِ صحابۂ امجاد ہے جو جمیع اہلسنت کا اعتقاد ہے۔ اہلسنت سے خروج، قرآن کا انکار، کفر، ارتداد، ان کے یہ چار احکام ملعونہ کاش اسی عالم دین پر محدود رہتے تو اس فتوٰی کے مفتی اور اس کے مصدقین بحکم ظواہر احادیث صحیحہ و نصوص کتب معتمدہ فقہیہ ایک ہی بلائے کفر سہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء احدھما فان کان کما قال والا رجعت علیہ[2]۔ رواہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵۰

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷
صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل " " ۲/ ۹۰۱

مسلم والترمذی ونحوہ البخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔
جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے، جسے کہا اگر وہ کافر تھا خیر ورنہ یہ تکفیر اسی قائل پر پلٹ آئے گی یہ کافر ہو جائے گا (اسے مسلم، ترمذی اور اس کی مثل بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

درمختار میں ہے:

عزر الشاتم بیا کافر وھل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم والالابہ یفتی[1]۔
کسی مسلمان کو "اے کافر" کہنے والے شخص پر تعزیر نافذ کی جائے گی، کیا اگر کوئی شخص مسلمان کو کافر سمجھتا ہے تو وہ کافر ہو گا؟ ہاں وہ کافر ہے، اور اگر کافر نہیں سمجھتا تو پھر کافر نہیں، اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

شرح وہبانیہ، ذخیرہ، نہر الفائق ورد المحتار میں ہے:

لانہ لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین الاسلام کفرا[2]۔
کیونکہ جب مسلمان کو کافر مانا تو اس نے دین اسلام کو کفر جانا۔ (ت)

اس کی تفصیل جلیل وتحقیق جمیل ہماری کتابوں الکوکبۃ الشہابیۃ اور النہی الاکید وغیرہما میں ہے مگر یہاں تو خود خلافت کمیٹی کے لیڈروں مفتیوں کے فتوے نے روشن کر دیا کہ یہ تکفیر صرف اس سُنّی عالم کی نہیں بلکہ تمام ائمہ اہلسنّت اور جملہ صحابہ کرام اور خود ارشاد اقدس حضور سید الانام علیہ وعلیہم الصلٰوۃ والسلام کی ہے، اب کون مسلمان ہے کہ اس تکفیری فتوے اور اس کی ناپاک تصدیق کو کلمات کفر نہ کہے گا۔ فقہائے کرام ائمہ وصحابہ درکنار خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلام پاک پر کفر کا حکم لگانے والوں کو کافر نہ کہیں گے تو اور کسے کافر کہیں گے، اب ان سے پوچھئے کہ یہ کتنے کروڑ کفر اخبث واشد ہوئے خصوصًا وہ کفر اخیر سب سے خبیث ترنسب ہے لعین، وذٰلک جزاء الظٰلمین[3]○ (اور ظالموں کی یہی جزا ہے۔ ت) سُنّی عالم کو اس کی پروا نہ کرنی چاہئے، ہر قوم کی ایک اصطلاح ہوتی ہے، ان لوگوں کی اصطلاح جدید میں ملّت ملّتِ گاندھی ہے اور سنت

---

[1] درمختار | باب التعزیر | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۳۲۷
[2] ردالمحتار | | داراحیاء التراث العربی بیروت | ۳/۱۸۳
[3] القرآن الکریم ۵۹/۱۷

سنت کا مذھی، اس کی روش سے جُدا چلنے والوں کو اہل سنت وجماعت سے خارج اور اس کی ملّتِ مخترعہ کے مخالفوں کو کافر مرتد کہتے ہیں، جس طرح فرعون ملعون نے معاذ اللہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر کی تھی کہ:

فعلت فعلتك التی فعلت وانت من الکافرین[1]

تم نے کیا اپنا وہ کام جو تم نے کیا اور تم ناشکر تھے۔(ت)

اور مشرکین مکہ ملاعنہ نے خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ ابتداع کی تہمت رکھی تھی کہ:

ماسمعنا بھٰذا فی الملۃ الاٰخرۃ ان ھٰذا الا اختلاق[2]

یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سُنی یہ تو نری نئی گھڑت ہے۔(ت)

بلکہ یہ حضرات تو فرعون ومشرکین سے بھی بڑھ کر کوئی نرالی انوکھی اصطلاح رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے دشمنوں خدا کے محبوبوں کو کہا یہ خود اپنوں کو بلکہ اپنی ہی زبانوں سے اپنی ہی جانوں کو کہتے ہیں، آخر نہ دیکھا کہ مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہانپوری وعبدالماجد صاحب بدایونی نے فتوٰی شاہجہانپور میں کس شدومد سے نفسِ خلافت کی جڑ کاٹ دی اور فتوٰی جبلپور نے اپنے ان دونوں لیڈروں مفتیوں عالموں پر کافر مرتد کی چھانٹ دی بلکہ خود مولوی ریاست علی خاں وعبدالماجد نے اسی فتوٰی شاہجہانپور کے آخر میں اپنے ہی اوپر فاسد ومفسد کی بانٹ دی، پھر فتوٰی جبلپور میں علمائے دین کو کہنے کی کیا شکایت، آخر نہ دیکھا کہ حق بہ حقدار رسید رجعت علیہ ان کا کفرا نھیں پر پلٹا وویل للکٰفرین من عذاب شدید[3] (اور کافروں کی خرابی ہے ایک سخت عذاب سے۔ ت) مستفتی اگر واقع میں اس گروہ سے نہ ہوتا ایک بات صاف دل سے معلوم کرنا چاہتا اور جب یہ ناپاک کفر دیکھتا اسے ردی میں پھینک دیتا تو اس پر الزام نہ آتا مگر وہ تو اول سے اسی خباثت پر اعتقاد لاتے اور اغوائے عوام کو اس کی تائید ہی کے لئے فتوے گھڑواتے، ولہذا اسی گروہ ناحق پژدہ کے پاس لے جاتے اور پھر اسے مانتے اس سے احتجاج کرکے اس کی نجاست پھیلاتے ہیں تو وہ اور اس کے پھیلانے والے سب

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۹

[2] " " ۳۸/ ۷

[3] " " ۱۴/ ۲

کفر کے ماننے والے ہیں ان کا وبال ان پر سے کم نہ ہوگا لاینقص من اوزارھم شیئ[1] (ان کے بوجھ میں کمی نہ ہوگی۔ت) اگرچہ ان کے مفتی و مصدقین پر اپنے وبال کے علاوہ ان سب کا بھی پڑے گا

علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا الی یوم القیامۃ۔[2]

اس کا بوجھ اس پر ہوگا اور جو قیامت تک اس پر عمل پیرا ہوگا اس کا بوجھ بھی اس پر آئے گا۔ (ت)

ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم۔[3]

اور بیشک ضرور وہ اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۴۳ تا ۱۵۲)

(۷) موالات صرف یہود و نصارٰی سے نہیں بلکہ ہر کافر و مشرک و مبتدع و وہابی و بے دین سے حرام ہے۔ اس پر مفصل گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

موالات ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے، اوپر واضح ہو چکا کہ رب عزوجل نے عام کفار کے نسبت یہ احکام فرمائے تو بزورِ زبان ان میں سے کسی کافر کا استثنا ماننا اللہ عزوجل پر افترائے بعید اور قرآن کریم کی تحریفِ شدید ہے بلکہ عالم الغیب عزجلالہ نے یہ حکم یہود و نصارٰی سے خاص ماننے والوں کے منہ میں اپنے قہرِ عظیم کا پتھر دے دیا، ایک آیت میں صراحۃً کتابیوں کے ساتھ باقی کفار کو جُدا ذکر فرمایا کہ کتابی و غیر کتابی سب کو تعمیم حکم مفسّر منور ہو جائے جاہلان ضلیل کی تاویل ذلیل راہ نہ پائے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین۔[4]

اے ایمان والو! وہ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی (یہود و نصارٰی) اور باقی سب کافر ان میں کسی سے اتحاد و وداد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو

---

[1] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۱
[2] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ " " ۱/۳۲۷
[3] القرآن الکریم ۲۹/۱۳
[4] " " ۵/۵۷

اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اب تو کسی مفتری کے اس بکنے کی گنجائش نہ رہی کہ یہ حکم صرف یہود و نصارٰی کے لئے ہے، نیز آیۂ کریمہ میں کھلا اشارہ فرماتا ہے کہ کسی قسم کے کافروں سے اتحاد منانے والا ایمان نہیں رکھتا اور اوپر آیت میں صریح تصریح گزر چکی کہ انھیں اللہ و رسول و قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں سے اتحاد نہ کرتے، نیز صاف فرمایا:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوآدون من حآد اللہ و رسولہ و لوکانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[1]

نہ پاؤ گے انھیں جو اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان سے دوستی کریں جنھوں نے اللہ و رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں۔

سبحان اللہ! مگر مشرکین یا وہابیہ نے اللہ و رسول کی مخالفت نہ کی، صرف یہود و نصارٰی نے کی ہے، قرآن کریم جابجا شاہد ہے کہ مطلقاً موالات حرام ہونے کی علت کفر و مخالفت و عداوتِ اللہ و رسول ہے جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، یہ معنی انھیں آیات سے کہ یہاں تلاوت ہوئیں روشن اور نہایت صریح تر الفاظ سے اس کا علت ہونا اس آیۂ کریمہ میں بیان فرمایا کہ:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظالمون ۝[2]

اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں سے بھی محبت نہ کرو اگر وہ ایمان پر کفر کو اختیار کریں اور تم میں جو ان سے محبت کرے گا وہی پکا ظالم ہے۔

اللہ اکبر، یہ ہے وہ اسلام جس پر ان کے بڑے لیڈر ابوالکلام آزاد کا مسئلۂ خلافت و جزیرۂ عرب میں یہ اہتمام کہ وہ بعض اقسامِ کفار سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ عالمگیر محبت اس کی دعوتِ حق اصل الاصول ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، کیا اللہ عزوجل نے نہ فرمایا:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۝ متاع قلیل ولھم

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[2] ؍؍ ؍؍ ۹/ ۲۳

عذاب الیم[1]○

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا میں تھوڑا سا برت لیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

کیا نہ فرمایا:

قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون ○ متاع فی الدنیا ثم الینا مرجعھم ثم نذیقھم العذاب الشدید بما کانوا یکفرون[2]○

اے محبوب! تم فرمادو کہ بیشک وہ جو اللہ پر افترا کرتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا میں کچھ برت لیں پھر انھیں ہماری طرف پلٹنا ہے پھر ہم ان کو سخت عذاب چکھائیں گے بدلہ ان کے کفر کا۔

کیا نہ فرمایا:

ویلکم لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افتری[3]○

تمھاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمھیں عذاب میں بھون ڈالے گا اور بیشک نامراد رہا مفتری۔

کیا نہ فرمایا:

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[4]○

بیشک ایسے افترا وہی باندھتے ہیں جو کافر ہیں۔

یہ ہے قرآن عظیم کا فتوٰی جس نے کفر کا حکم جما دیا،

وخسر ھنالک المبطلون[5]○ وقیل بعدا للقوم الظالمین[6]○

اور باطل والوں کا وہاں خسارہ ہے اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ۔ (ت)

حاشا للہ کسی قسم کفار سے محبت کرنے کا اسلام نے حکم نہ دیا، باپ بیٹے بھائی کافر ہوں تو ان سے بھی محبت کو صریح حرام فرمادیا اور دلی محبت و اخلاص و اتحاد کرنے والوں کو تو جابجا صاف صاف ارشاد و اعلام فرمادیا کہ وہ انھیں کافروں میں سے ہیں، انھیں اللہ و قیامت پر ایمان نہیں، انھیں اللہ و رسول و

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷
[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۹ و ۷۰
[3] " " ۲۰/ ۶۱
[4] " " ۱۶/ ۱۰۵
[5] " " ۴۰/ ۷۸
[6] " " ۱۱/ ۴۴

قرآن پر ایمان نہیں، بالجملہ وہ کسی طرح مسلمان نہیں، ہاں کافروں میں فرق ہوگا تو یہ کہ جس کا کفر اشد اس سے معاملات کا حرام و کفر ہونا اشد و زائد کہ علتِ حرمت کفر ہے، علت جتنی زیادہ حکم سخت تر۔ یہ ان کذابوں، مفتریوں پر اور الٹا پڑے گا کہ کفر میں یہود و نصارٰی سے مجوس بدتر ہیں، مجوس سے ہنود بدتر ہیں، ہنود سے وہابیہ و سائر مرتدین عنود بدتر ہیں و لہذا ان کے احکام اسی ترتیب پر سخت تر ہیں۔

کما لایخفی علی من لہ اعلام باحکام الفقہین ولکن الظالمین بایٰت اللہ یجحدون[1] ⁵ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] ⁵

جیسا کہ یہ ہر اس شخص پر واضح ہے جو احکامِ فقہاء سے آگاہ ہے لیکن ظالم آیاتِ الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں، اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۵۳ تا ۱۵۵)

(۸) کیا صرف ترک موالات من الیہود والنصارٰی کو فرض بتانے والے اور دوسرے کفار و مشرکین و مرتدین و ہنود و وہابیہ سے موالات کرنے والے، اسے فرض جاننے والے محرف و مکذب قرآن عظیم نہیں، اگر ہیں تو ان کی نسبت شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ضرور وہ لوگ مکذب و محرفِ قرآن ہیں اور خود بحکمِ قرآن کافر و نامسلمان، جس کا بیان بقدر وافی ہو چکا، تکذیبِ قرآن عظیم ان کی نئی نہیں ان کے اعظم لیڈران ابوالکلام آزاد نے "الہلال" میں سیدنا عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی صاحبِ شریعت ہونے کا صاف انکار کیا اور منہ بھر کر قرآن عظیم کو جھٹلا دیا۔ "الہلال" ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء میں کہا:

"مسیح ناصری کا تذکرہ بیکار ہے، وہ شریعتِ موسوی کا ایک مصلح تھا جو خود کوئی صاحبِ شریعت نہ تھا، اس کی مثال مجدد کی سی تھی، وہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا، اس نے خود تصریح کر دی کہ میں توریت کو مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔"[3] (یوحنا ۱۳ : ۵)

مسلمانو! اول تو روح اللہ کلمۃ اللہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہنا کہ اس کا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۳۳ [2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[3] الہلال ابوالکلام آزاد ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء

تذکرہ بیکار ہے۔

دوم بار بار مؤکد فقروں سے جتانا کہ وہ نبی صاحبِ شریعت نہ تھے۔

سوم نصارٰی کی انجیل محرف سے سند لانا، اور وُہ بھی محض بر بنائے جہالت وضلالت، کیا صاحبِ شریعت انبیاء، اللہ کے اگلے کلاموں کو مٹانے آتے ہیں، حاشا بلکہ پُورا ہی فرمانے کو۔ نسخ کے یہی معنی ہیں کہ اگلے حکم کی مدت پُوری ہوگئی۔ خیر یہاں کہنا یہ ہے کہ ان فقروں میں آزاد صاحب نے پیٹ بھر کر قرآن عظیم کی تکذیب کی۔ قرآن کریم قطعاً ارشاد فرماتا ہے کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحبِ شریعت تھے۔

اوّلاً اس نے پہلے توراۃِ مقدس کا ذکر فرمایا:

وعندھم التورٰىۃ فیھا حکم اللہ[1]

ان کے پاس توراۃ ہے اس میں اللہ کے حکم ہیں۔

اور فرمایا:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکٰفرون[2]

جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی کافر ہیں۔

پھر مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انجیل دینا بیان کرکے فرمایا:

ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیہ ط ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفٰسقون[3]

انجیل والے اللہ کے اتارے پر حکم کریں اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی فاسق ہیں۔

ثانیاً اور صاف فرمادیا کہ دونوں کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قرآن مجید اترنے کا ذکر کرکے فرمایا:

لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا ولوشاء اللہ لجعلکم اُمّۃ واحدۃ[4]

اے توراۃ وانجیل وقرآن والو! ہم نے تم میں ہر ایک کے لئے ایک شریعت و راہ رکھی اور اللہ چاہتا تو تم سب کو گروہِ واحد کر دیتا۔

ثالثاً کج فہم بلیدوں یا ہٹ دھرم عنیدوں کی اس سے بھی تسکین نہ ہو تو قرآن عظیم جھوٹوں کو

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۴۳
[2] القرآن الکریم ۵/ ۴۴
[3] " ۵/ ۴۷
[4] " ۵/ ۴۸

راہ نہیں دیتا، اس نے نہایت روشن لفظوں میں بعض احکامِ توراۃ مقدس کا احکامِ انجیل مبارک سے منسوخ ہونا بتا دیا، اپنے نبی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ذکر فرماتا ہے؛

ومصدقا لما بین یدی من التوراۃ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم۔[1]

میں تمہارے پاس آیا ہوں سچ بتاتا اپنے آگے اُتری کتاب توراۃ کو اور اس لئے کہ میں تمہارے واسطے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو تم پر توراۃ نے حرام فرمائی تھیں۔

اب بھی کسی مسلمان کو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبِ شریعت ہونے میں شک ہو سکتا ہے یا منکرِ بجہنم اس میں شک کرنے والا مسلمان رہ سکتا ہے، انجیل میں کئی جگہ ان احکام کی تفصیل بھی ہے کہ پہلے تم سے یہ فرمایا گیا تھا اور اب میں یہ کہتا ہوں آزاد صاحب خاص اپنا اطمینان چاہیں تو اپنی معتمد بائبل ہی کو دیکھ لیں، آزاد صاحب تو ابو الکلام ہیں، مواقع سخن سے خوب آگاہ ہیں۔ یہ تین آیاتِ کریمہ تھیں ولیحکم اھل الانجیل، لکل جعلنا منکم، ولاحل لکم۔ بلیغ الدہر نے جب اُن کی تکذیب کی اور منہ پھاڑ کر کہہ دیا کہ مسیح صاحبِ شریعت نہ تھا تو اُسے بھی تین فقروں سے مؤکد کیا: اس کی مثال مجدد کی سی تھی، وُہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا" تاکہ ہر آیت کے مقابلے کو ایک فقرہ تیار رہے، آیاتِ قرآن پر وار کرنے کو یہ ان کی ذوالفقار ہے۔ بالجملہ ایک تکذیب وہ تھی کہ اسلام نے کچھ کافروں سے محبت کا حکم دیا، دوسری تکذیب وہ کہ مسلمین و کافرین سب سے محبت اسلام کی اصل الاصول ہے، اور چار تکذیبیں ان چار فقروں سے، یہاں تک چھ تکذیبیں ہوئیں، ان چار پر کوئی گمان کر سکتا ہے کہ آزاد صاحب اب ترکِ موالات میں ہیں، نصارٰی سے بائیکاٹ اس زور سے کیا کہ ان کے نبی کو بھی بائیکاٹ کر دیا۔ اگر مسلمان اس پر معترضانہ کہیں کہ یہ تو سب انبیاء اور خود حضور سید الانبیاء علیہم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کا بائیکاٹ ہو گیا کہ ایک نبی سے مقاطعہ تمام انبیاء سے مقاطعہ اور خود رب عزوجل سے مقاطعہ ہے۔ اب آپ کے ماننے کو اللہ کا کوئی نبی نہیں مل سکتا، پھر بھی وہ اس کی کیا پروا کرتے جب تک کمیٹی کے نبی بالقوہ خواہ بالفعل گاندھی صاحب مذکر مبعوث من اللہ سلامت ہیں، یک درگیر و محکم گیر، لیکن اسی الہلال کی جلد تین کی چار اور تکذیبیں اس بائیکاٹ کے بالکل خلاف ہیں، صفحہ ۲۳۸ پر مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کہا:

"یہودیوں نے ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا تاکہ وہ صلیب[ع] پر لٹائے جائیں اور

ع صلیب پر لٹانا بھی عجیب، شاید صلیب زمین پر بچھی ہوئی مسہری سمجھی ۱۲

[1] القرآن الکریم ۳/ ۵۰

جو لکھا ہے پورا ہوا[1]

یہ قرآن عظیم کی ساتویں تکذیب کی، وہ فرماتا ہے:

وما صلبوہ[2] انھوں نے مسیح کو سُولی نہ دی۔

نیز اسی صفحہ پر کہا:

"مسیح نے اپنی عظیم قربانی کی"[3]

اور صفحہ ۳۳۹ پر دو لفظ اور لکھے:

"مظلومانہ قربانی" اور "خونِ شہادت"![4]

یہ تینوں لفظ بھی قرآن عظیم کی تکذیب بتاتے ہیں، وُہ فرماتا ہے:

وما قتلوہ[5] انھوں نے مسیح کو قتل نہ کیا۔

یہاں تک پُوری دسوں تکذیبیں ہُوئیں، تلك عشرة كاملة[6]۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۵۶ تا ۱۵۸)

(۹) مزید فرمایا:

نیچری تہذیب اور ساختہ تادیب کے خوابِ غفلت سے جاگو جس سے کلمۂ تکذیب و توہینِ خدا و رسول سُنو، تمھارا کیسا ہی معظم یا پیارا ہو دور کرو، دُور بھاگو، خدا کے دشمن کو دشمن مانو، اس سے تعلق کو آگ جانو، ورنہ عنقریب دیکھ لوگے کہ تمھارے قلوب مسخ ہو گئے، تمھارے ایمان نسخ ہوگئے، تمھارے نکاح فسخ ہوگئے۔

فستذكرون ما اقول لكم وافوض امرى الى الله ان الله بصير بالعباد[7] ○ من يضلل الله فماله من هاد ○ ومن يهد الله فماله من مضل[8]۔

تو جلد وہ وقت آتا ہے کہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اُسے یاد کرو اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں، بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کی کوئی ہدایت کرنے والا نہیں، اور جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی بھکانے والا نہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۶۰، ۱۶۱)

---

[1] الہلال ابوالکلام آزاد ۳/۳۳۸ [2] القرآن الکریم ۴/۱۵۷
[3] " " [4] الہلال ۳/۳۳۹
[5] القرآن الکریم ۴/۱۵۷ [6] القرآن الکریم ۲/۱۹۶
[7] " ۴۰/۴۴ [8] " ۳۹/۳۶، ۳۷

(۱۰) جماعت اہلسنّت میں تفرقہ ڈالنا، مشرکوں کے کہنے سے عیدگاہ چھوڑ کر جماعتِ اہلسنت سے منہ موڑ کر مسجدِ الٰہی کو ویران کرنے کے لئے کافروں کے زیرِ سایہ نماز ادا کرنا کیسا ہے، اور ایسا کرنے والوں کا حکمِ شرعی کیا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا:

جماعت اہلِ سنّت میں (کہ محاورۂ قرآن وحدیث میں وہی مومنین ہیں کما بینہ الامام صدر الشریعۃ فی التوضیح والملا علی القاری فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ (جیسا کہ اسے امام صدر الشریعہ نے توضیح میں اور ملّا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بیان کیا ہے۔ت) تفرقہ ڈالنا حرام ہے۔ رب عزوجل نے منافقین کی بنائی مسجد پر جو سخت غضب فرمایا اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حکم دیا کہ لا تقم فیہ ابدا[1] کبھی اس میں کھڑے نہ ہونا، اور اس کے بنانے والوں کو فرمایا:

اسس بنیانہ علٰی شفا جرف ھار فانھار بہ فی نار جہنم[2]

اس نے اس کی بنیاد رکھی گراؤ گڑھے کے کنارے پر تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں ڈھے پڑا۔

اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بھیج کر اس کو ڈھوادیا، جلوادیا۔ پھر حکم دیا کہ اس جگہ کو گھورا بنایا جائے جس میں نجاستیں اور کوڑا ڈالا جائے۔ رب عزوجل نے اس کی چار علتیں ارشاد فرمائیں، تیسری علت یہی تفریقا بین المومنین[3] (مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو۔ت) ہے کہ انھوں نے اس کے سبب جماعت میں تفرقہ ڈالنا چاہا تھا۔ معالم شریف میں ہے:

لانھم کانوا جمیعا یصلون فی مسجد قباء فبنوا مسجد الضرار لیصلی فیہ بعضھم فیؤدی ذٰلک الی الاختلاف وافتراق الکلمۃ[4]

یعنی ساری جماعت مسجدِ قبا شریف میں ہوتی تھی، خبثاء نے وہ نقصان رسانی کی مسجد اس لئے بنائی کہ کچھ مسلمان اس میں پڑھیں، جس کا نتیجہ یہ ہو کہ پھوٹ پڑے اور تفرقہ ہوجائے۔

بلکہ ان خبیثوں نے جو عذرِ تفریق ظاہر کیا تھا یہ تفریقِ جبلپور اس سے ہزاروں درجے بدتر ہے۔ انھوں نے کہا تھا:

اناقد بنینا مسجدا للذی العلۃ والحاجۃ واللیلۃ المطیرۃ واللیلۃ الشاتیۃ۔[5]

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۸ [2] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۹
[3] ۹/ ۱۰۷
[4] و [5] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹/ ۱۰۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۷۴

ہم نے مسجد بنائی ہے بیمار اور کاہلی اور بارش کی رات اور جاڑے کی شب کے لئے۔
اور ان کا عذر تفریق یہ ہُوا کہ عالم دین معاذ اللہ کا فرو بد مذہب و ناقابلِ امامت ہے، جھُوٹے وہ بھی تھے اور جھُوٹے یہ بھی، مگر ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا
(راستے کا تفاوت دیکھ کہاں سے کہاں تک ہے۔ ت)

مسلمانوں کو مسجدِ الٰہی میں جانے سے منع کرنے اور اس کی ویرانی میں کوشاں ہونے کا حکم تو یہ ہے جو قرآن عظیم میں فرمایا:

ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ماکان لھم ان ید خلوھا الا خائفین ۵ لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم ۵ [1]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نامِ الٰہی لینے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ایسوں کو نہیں پہنچتا تھا کہ ان میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رُسوائی ہے اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

مگر یہاں اُن کا عذر یہ ہوگا کہ ہمیں مسجد ویران کرنا اور اس میں نماز سے روکنا مقصود نہ تھا بلکہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی کہ امام کے پیچھے مسلمانوں کی نماز خراب نہ ہو، یہ بھلائی چاہنے کا عذر بھی ان منافقوں مسجد ضرار بنانے والوں نے پیش کیا تھا اور خالی زبانی نہیں بلکہ قسم کے ساتھ مؤکد کرکے:

قال اللہ تعالٰی ولیحلفن ان اردنا الا الحسنٰی۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ضرور ضرور اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم نے تو تفریق جماعت سے بھلائی ہی چاہی۔

اس پر جواب فرمایا:

واللہ یشھد انھم لکٰذبون [3] اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ جھُوٹے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴
[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۷
[3] " ۹/ ۱۰۷

جبکہ وہ وجہ جو یہ ظاہر کرتے ہیں قطعاً کذب و باطل ہے، محض معاندانہ اس کا جھوٹا حیلہ گھڑ کہ مسلمانوں کو مسجد سے روکنا اور جماعت میں پھوٹ ڈالنا چاہا تو وہ نہ ہوا مگر مسجد الٰہی کو یادِ الٰہی سے روکنا، مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور انھیں مسجد سے روکنے میں کافروں سے مدد لینا اور انھیں اغوائے مسلمین کے لئے راستوں پر مقرر کرنا نظر بحقیقت تو ٹھیک مناسبت پر واقع ہُوا، کافروں سے زیادہ اس کا اہل کون تھا' ایسے کام لینے والوں کے ایسے کام کو ایسے ہی کام کرنے والے مناسب تھے،

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت۔[1]

گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کے لئے۔ (ت)

مگر ان کے زعم پر یہ کافروں سے استمداد اسی قسم میں واقع ہوا جو ان کے ادعا میں دینی کام تھا اور دینی کام میں کافروں سے استعانت حرام۔

قال اللہ عزوجل لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیئ۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا؛ مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اُسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

تفسیر ارشاد العقل و تفسیر فتوحاتِ الٰہیہ میں اسی آیۂ کریمہ کی تفسیر میں ہے:

نھوا عن الاستعانۃ بھم فی الامور الدینیۃ۔[3]

اس آیۂ کریمہ میں مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا کہ کافروں سے کسی دینی کام میں مدد لیں۔

یونہی ایسی نماز قائم کرنے کے لئے جس کی بنا پر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور سُنّی عالم کی اقتدا سے روک کر غالباً کسی منھم کے پیچھے پڑھوانے پر ہو، زمینِ کفار ہی مناسب تھی کہ قطعیۂ زمین بر سرِ زمین' ورنہ فقہائے کرام نے تو کافر کی زمین میں نماز پڑھنے سے اتنا روکا ہے کہ مسلمان کی زمین میں بے اس کے اذن کے پڑھے اور کافر کی زمین سے بچے، اور اگر مسلمان کی زمین میں کھیتی ہے کہ اس میں نہیں پڑھ سکتا تو راستے میں پڑھے اور کافر کی زمین میں نہ پڑھے اگرچہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۶ [2] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

[3] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت الآیۃ ۳/ ۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳

الفتوحات الالٰہیہ " " " دار الفکر بیروت ۱/ ۴۲۶

راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر یہ کراہت کافر کی زمین میں پڑھنے کی کراہت سے ہلکی ہے۔ حاوی قدسی میں ہے :

ان اضطر بین ارض مسلم وکافر یصلی فی ارض المسلم اذلم تکن مزروعۃ فلو مزروعۃ او لکافر یصلی فی الطریق [1]

اگر مسلمان اور کافر کی زمین کے درمیان اضطراب آگیا تو مسلمان کی زمین میں نماز ادا کیجائیگی بشرطیکہ وہ کاشت نہ ہو، اگروہ زیرِ کاشت ہے یا کافر ہی کی زمین ہے تو راستے میں نماز ادا کر لی جائے ۔(ت)

ہاں ظاہراً یہاں اس کافر مالکِ زمین کا اِذن ہوگا، اب ایمانی نگاہ سے یہ فرق دیکھنا چاہیئے کہ کہاں تو کافر کی بے خبری میں اس کی زمین میں وہ نماز پڑھنی جس سے رضائے الٰہی مقصود ہو اور کہاں مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنے اور بندگانِ الٰہی کو مسجدِ الٰہی سے روکنے کے لئے کافر کی دلی خوشی کہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑے پوری کرنے کو اس کی زمین میں نماز قائم کرنی، کافر کی وہ کراہت بدتر تھی جو اس کی زمین میں نماز پڑھنے سے ہوتی یا کافر کی یہ خوشی بدرجہا بدتر ہے جو اس کی کراہتِ قلب پر غالب آگئی اور جس کے سبب خود اس نے اپنی زمین خوش خوش نماز کے لئے دی، اوّل کا مقصود رضائے الٰہی ہے اور کافر کو اس سے غیظ و نفرت، اور دوم کا مقصود مسلمانوں میں تفرقہ ہے کہ نامرضیِ خدا ہے اور کافر کو اس سے سرور و فرحت، فاعتبروا یاولی الابصار [2] (اے اہلِ بصارت ! عبرت حاصل کرو۔ت)

بلاشبہہ ایسا کرنے والے مسجد ضرار والے منافقوں کے وارث اور مسلمانوں کے بدخواہ اور ایذائے مسلمین کے لئے مشرکین کے آلے اور ان کے مسخرے یعنی ان کے ہاتھوں میں ضررِ اسلام کے لئے مسخر ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۶۱ تا ۱۶۵)

(۱۱) بُت پرستوں کو خوش کرنے کے لئے گائے کی قربانی سے لوگوں کو جبراً روکنا کیسا ہے اور ایسا کرنے والوں نیز مشرکوں کے دامِ شیطنت میں پھنس کر گائے کی قربانی چھوڑ دینے والوں کا کیا حکم ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا :

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الحاوی القدسی کتاب الصلوٰۃ مطلب فی الصلوٰۃ فی الارض المغصوبۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۵۵

[2] القرآن الکریم ۵۹/۲

گائے کی قربانی بیشک شعارِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالیٰ والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ [1]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا، ہم نے اونٹ اور گائے کی قربانی کو تمہارے لئے دینِ الٰہی کی نشانیوں سے کیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۶۵)

(۱۲) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

توجو لوگ خوشنودیٔ مشرکین کے لئے اِس شعارِ اسلام کو مٹانا چاہتے اور مسلمانوں کو اس کے چھوڑنے پر زور دیتے ہیں سخت فاسق، مفسد، آمر بالحرام، بدخواہ اسلام، مسلمانوں کے رہزن ہیں۔ مشرکین کے گرگے، شیطان کے بھائی، ابلیس کے کارندے، حق کے دشمن ہیں، منافقوں کے وارث ہیں، جن کو حق سبحانہٗ فرماتا ہے:

المنٰفقون والمنٰفقٰت بعضھم من بعض یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف و یقبضون ایدیھم نسوا اللہ فنسیھم ان المنٰفقین ھم الفٰسقون ○ وعد اللہ المنٰفقین والمنٰفقٰت والکفار نار جھنم خٰلدین فیھا ھی حسبھم ولعنھم اللہ ولھم عذاب مقیم ○ [2]

منافق مرد عورت آپس میں ایک ہیں برائی (مثلاً شعارِ اسلام بند کرنے) کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی (شعارِ اسلام جاری رکھنے) سے روکتے ہیں، اور (نیک کام خصوصاً شعائرِ اسلام) سے ہاتھ کھینچتے ہیں وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے اُنھیں چھوڑ دیا، بیشک منافق ہی پکّے فاسق ہیں، اللہ نے منافق مردوں عورتوں اور ان کافروں سے (جن کی طرف یہ منافق جھکتے اور ان کی خوشنودی چاہتے ہیں) جہنم کی آگ کا وعدہ فرمایا ہے جس میں وہ سب ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کے عذاب کو بہت ہے اور اللہ نے ان سب پر لعنت کی اور ان کے لئے دائم عذاب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۶۷)

(۱۳) بہار اور اڑیسہ کے علماء نے ابوالکلام آزاد کی تحریک پر حضرت شاہ بدرالدین پھلواروی کو امیرِ اسلام مقرر کر کے لوگوں کو ان کی بیعت کا کہا۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ سے اس سلسلہ میں استفتاء کے

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[2] ″ ″ ۹/ ۶۷، ۶۸

ذریعے امیر کے احکام و شرائط پوچھے گئے، جس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

امیرِ شریعت دو۲ قسم ہے: اختیاری و قہری۔

اختیاری وہ جو کسی پر اپنے احکام کی تنفیذ میں جبر کا اختیار نہیں رکھتا، احکام شریعت بتا دینا اس کا کام ہے، ماننا نہ ماننا لوگوں کے اختیار، یہ امیرِ شریعت متدیّن فقہائے اہلسنت ہیں۔

قال اللہ تعالٰی یایہا الذین اٰمنوا اطیعوا اللّٰہ" واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[1]، اولوا الامر ھم العلماء علی اصح الاقوال کما قال تعالٰی" ولو ردّوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم[2]"

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اے اہلِ ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں ان کی۔ اصح قول کے مطابق اولوا الامر سے مراد علماء ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے، اور کاش وہ اُسے لوٹائیں رسول کی طرف اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف، تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیں گے وہ جس کو استنباط کرتے ہیں ان میں سے۔ (ت)

عدمِ سلطان کی حالت میں مسلمانوں پر اپنے امورِ دینیہ میں متدیّن معتمد علمائے اہلسنت کی طرف رجوع کرنا اور بھی لازم تر ہو جاتا ہے کہ بعض بعض خاص دینی کام جنھیں ولاۃ وقضاۃ اٹھائے ہوتے ہیں، ان میں تا حدِ ممکن انھیں کے حکم سے تکمیل کرنی ہوتی ہے، جیسے معاملۂ عنین وتنفیذ انکحہ و خیارات بلوغ وغیرہا سوائے حدود وتعزیر وقصاص جس کا اختیار غیر سلطان کو نہیں۔

فاذا عسر جمعھم علٰی واحد استقل کل قطرٍ باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم۔ کما فی الحدیقۃ الندیۃ[3] عن الفتاوی العتابیۃ۔

جب ایک پر اتفاق دشوار ہو تو ہر علاقہ کے لوگ اپنے عالم کی اتباع کرلیں، اگر علماء کثیر ہوں تو سب سے بڑے عالم کا اتباع کیا جائے، اگر علم میں برابر ہوں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کرلی جائے۔ جیسا کہ حدیقہ ندیہ میں فتاوٰی عتابیہ سے ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[2] " " ۴/ ۸۳

[3] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

یہ امیر شرعی کسی کے انتخاب پر نہیں بلکہ خود بانتخابِ الٰہی منتخب ہے، دیانت و فقاہت میں اس کا تفرد و تفوق خود ہی اسے متعین کرتا ہے یہاں تک کہ لوگ اگر اس کے غیر کو منتخب کریں گے خطا کریں گے اور اسی کا اتباع لازم ہوگا کہ وہی اہل ہے اور طبائع خود ہی دینی امور میں اس کی طرف رجوع پر مجبور ہوتی ہیں کہ دوسری جگہ ویسا حل شافی نہیں پاتیں یہاں تک کہ اس کے اکابر اعداکہ بوجہ بد دینی یا حسد شیاطینی اس کے سخت دشمن ہوتے ہیں، اور زبردستی اس پر اپنی تعلّی چاہتے ہیں، مسائل مشکلہ کے حل کرنے میں اس کے محتاج رہتے ہیں، اپنے گمنام جاہلوں کے ذریعہ سے اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں یوں اپنے لاحل مسئلوں کی گرہ کھُلواتے ہیں۔

ذٰلك فضل اللّٰه یؤتیه من یشاء ط واللّٰه ذوالفضل العظیم[1]

یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے عطا کرتا ہے جسے وہ چاہے، اور اللہ فضلِ عظیم کا مالک ہے۔(ت)

اس امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت نہ کچھ ضرور نہ اس کا دستور، نہ اس کا ترک گناہ و محذور، بلکہ اس کا معیار وہی ہے جو اوپر مذکور۔ اس کے فیصلے کو بہار و اڑیسہ کے جملہ علماء پر نظر تفصیلی صحیح شرعی نے جو فیصلہ ہو آپ ہی منظور۔

واللّٰه علیم بذات الصدور[2] ۝ الا الی اللّٰه تصیر الامور[3] ۝

اور اللہ سینوں کے رازوں کو جانتا ہے، اور سنو تمام امور اللہ کی بارگاہ میں لوٹتے ہیں۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۶۸، ۱۶۹)

(۱۴) سلطنتِ عثمانیہ کی اعانت کی فرضیت اور خلافت شرعیہ کے لئے شرط قرشیت کے بارے میں ایک سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام ہے "دوام العیش فی الائمہ من قریش"، اس میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور ابوالکلام آزاد کے موقف کا رَدّ کرتے ہوئے ثابت کیا کہ خلافتِ شرعیہ کے لئے قرشیت شرط ہے۔ مگر اعانتِ سلطنتِ اسلام اور اعانتِ مسلمین کے لئے سلطان کا قرشی ہونا شرط نہیں، چنانچہ اس سلسلے میں فرمایا:

سلطنتِ علیہ عثمانیہ ایدہا اللہ تعالٰی نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنتِ اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعتِ اسلام نہ صرف جماعت ہر فردِ اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے اس میں قرشیت شرط ہونا

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۱
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۴
[3] " " ۴۲/ ۵۳

کیا معنی، دل سے خیر خواہی مطلقاً فرضِ عین ہے اور وقت حاجت دُعا سے امداد و اعانت بھی ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس سے کوئی عاجز نہیں اور مال یا اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے اور ہر فرض بقدرِ قدرت ہر حکم بشرطِ استطاعت۔

قال تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1]۔ وقال تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۱۷۴)

(۱۵) رسالہ مذکورہ بالا میں ہی فرمایا:

تنبیہ: امامتِ متغلب صحتِ خلافت بالائے طاق۔ حکمِ اتباع بھی نہیں لاتی جہاں تک اثارتِ فتنہ یا ضرر و تأذی نہ ہو جس کا بیان مقدمہ میں گزرا، حیف ان پر جو مسلمان کہلا کر امر دینی میں مشرک کے پس رو بنتے اور اسے اپنا رہنما بتاتے ہیں۔

وقد امروا ان یکفروا بہ ط ویرید الشیطٰن ان یضلہم ضللا بعیدا[3]۔

اور حکم یہ تھا کہ اُسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دُور بہکا دے۔ (ت)

کیا خوف نہیں کرتے کہ روزِ قیامت انھیں کے گروہ میں محشور ہوں جن کو قرآن عظیم نے فرمایا:

وقاتلوا ائمۃ الکفر کفر کے اماموں سے لڑو۔

اور فرمایا:

وجعلنٰہم ائمۃ یدعون الی النار[4]۔

ہم نے انھیں ایسے امام کیا کہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔

وقال اللہ تعالٰی یوم ندعوا کل اناس بامامہم[5]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

یعنی جس کو انھوں نے امرِ دین میں رہنما بنایا اور اس کے لئے پس رو ہوئے اگرچہ مشرک ہو کہ آگے تفصیل میں دونوں ہی قسموں کا بیان فرمایا ہے فمن اُوتی کتٰبہ بیمینہ[6] (جن کا اعمال نامہ داہنے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶
[2] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۶
[3] " ۴/ ۶۰
[4] " ۲۸/ ۴۱
[5] " ۱۷/ ۷۱
[6] " ۱۷/ ۷۱

ہاتھ میں دیا گیا) اور من کان فی ھذہٖ اعمٰی[1] (جو یہاں راہِ حق سے اندھے تھے) نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۲۱)

(۱۶) اسی میں فرمایا:

مسٹر آزاد نے بڑا زور اس پر دیا ہے کہ "اسلام تو قومی امتیاز کے اُٹھانے کو آیا ہے پھر وہ خلافت کو قریش کے لئے کیسے خاص کر سکتا ہے" یہ اعتراض مسٹر آزاد کا طبعزاد نہیں خارجی خبیثوں سے سیکھا ہے۔

کذٰلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم[2]۔

یونہی ان کے اگلوں نے انھیں کی سی کہی تھی ان کے دل ایک سے ہیں۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۲۶)

(۱۷) ایک ہندو عورت نے اسلام قبول کیا اور مسلمان مرد سے نکاح کر لیا، ان کے ایک بیٹی پیدا ہوئی، اب نو مسلمہ کے ہندو رشتہ دار انھیں مجبور کر رہے ہیں کہ وہ اپنی بیٹی ان کے حوالے کریں اور کچھ مسلمان بھی اغراضِ فاسدہ کی بنیاد پر ہنود کی حمایت کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں ایک سوال بھیجا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) کیا وُہ میاں بیوی دنیاوی ذلت و رسوائی سے بچنے کے لئے اپنی بیٹی ہنود کے حوالے کر دیں کہ وُہ اسے کافرہ بنائیں۔

(۲) یا جان توڑ کوشش کر کے اس کی حفاظت کریں۔

(۳) کیا مسلمانانِ شہر کو ان کی مدد کرنا لازم ہے؟

(۴) جو مسلمان اس سلسلے میں کفار کی حمایت کر رہے ہیں ان کا حکم شرعًا کیا ہے۔

اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے اس سوال کا شافی وار جواب دیا جو حسب ذیل ہے:

(۱) حرام حرام حرام جب تک حالت اکراہ شرعی کی نہ ہو۔

قال اللہ تعالٰی "الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۷۲ [2] القرآن الکریم ۲/۱۱۸ [3] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۶

36/36

(۲) فرض فرض ہے کہ ہر جائز کوشش کو حدِ امکان تک پہنچا دیں اور کسی طرح اس میں سُستی یا کم ہمتی کو کام نہ دیں۔

قال اللہ تعالیٰ یایہا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم ناراً[1]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

(۳) فرض فرض ہے کہ ہر مسلمان بقدرِ قدرت اس مسلمان لڑکی کو اس سخت تر آفت سے بچائے اور کوئی کوشش جس حد تک جائز اور ممکن ہے اسے اٹھا نہ رکھے۔

قال اللہ تعالیٰ "تعاونوا علی البرّ والتقویٰ"[2]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ (ت)

یہ فرض کفایہ ہے جتنے مسلمانوں کی کوشش سے کام چل جائے کافی ہے سب پر سے فرض اتر جائیگا' ورنہ سب گنہ گار اور سخت وبال میں گرفتار رہیں گے، والعیاذ باللہ۔

(۴) اس کے لئے نار ہے نار، اس پر غضب ہے غضبِ جبّار۔

قال اللہ تعالیٰ "لا تعاونوا علی الاثم والعدوان"[3]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔ (ت)

علمائے نے دوسرے کے کفر پر راضی ہونے کو کفر لکھا ہے الرضا بالکفر کفر' نہ کہ دوسرے کو کافر بنانے میں کوشش، یہ بلا شُبہہ بحکمِ فقہاء کفر ہے، بحکمِ فقہائے کرام ایسے شخص کی عورت اس کے نکاح سے نکل جائیگی اور وُہ ان تمام امور کا سزاوار ہوگا جو ایک مرتد کے ساتھ کئے جانے کا حکم کہ اس کے پاس بیٹھنا، بات چیت' میل جول، شادی بیاہت، بیمار پرُسی، جنازہ پر جانا، اسے غسل دینا، کفن دینا، نماز جنازہ پڑھنا، جنازہ بہ تکریم اٹھانا، مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا سب یک قلم ناجائز و گناہ ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۳۹، ۲۴۰)

(۱۸) سادات کرام کو گالیاں دینے والوں اور اس کے مددگاروں اور حامیوں کے بارے میں فرمایا:

رہے اس کے معاونین خواہ مولوی کہلاتے ہوں یا سیٹھ، اگر خود ان کلمات ملعونہ میں اس کے معاون ہیں یا ان کو جائز رکھتے ہیں یا ہلکا جانتے ہیں تو ان سب کا بھی یہی حکم ہے جو اس کا ہے، اور

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/۶
[2] القرآن الکریم ۵/۲
[3] " ۵/۲

اگر ایسا نہیں جب بھی ایسے شخص کے ساتھ میل جول کے سبب عاصی و مخالف حکم شرع ہیں۔

قال اللہ عزوجل و امّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

قال اللہ عزوجل ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۴۱)

(۱۹) انگریزی پڑھنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے دین کی توہین دل میں آئے' انگریزی ہو خواہ کچھ ہو ایسی چیز پڑھنا حرام ہے، اور یہ لفظ کہ "مولوی لوگ کیا جانتے ہیں" اس سے ضرور علماء کی تحقیر نکلتی ہے' اور علمائے دین کی تحقیر کفر ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ وایاتہ ورسولہ کنتم تستھزءون، لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[3]۔ اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم و ابو الشیخ و ابن مردویہ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما وابن جریر عن زید بن اسلم وعن محمد بن کعب وغیرھما "قال رجل فی غزوۃ تبوك فی مجلس یوما' ما رأینا مثل قرائنا ھؤلاء ولا ارغب بطونا ولا اکذب السنۃ ولا اجبن عند اللقاء فقال رجل فی المجلس کذبت ولکنك منافق لاخبرن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فبلغ ذٰلك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل القراٰن قال عبد اللہ فانا رأیتہ متعلقا بحقب ناقۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والحجارۃ تنکیہ وھو یقول یارسول اللہ انما کنا نخوض ونلعب والنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول اباللہ وایاتہ ورسولہ کنتم تستھزءون[4]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸ [2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[3] " ۹/ ۶۵ و ۶۶

[4] الدر المنثور بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن ابی الشیخ الخ تحت الآیۃ ۹/ ۶۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۰۹ و ۲۱۰

جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۹/ ۶۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۹۵ و ۱۹۶

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہیں گے ہم تو دلچسپی اور کھیل کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کیا اللہ تعالٰی، اس کی نشانیوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے ہو۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور ابن جریر نے حضرت زید بن اسلم اور محمد بن کعب وغیرہما رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حدیث کی تخریج کی کہ ایک شخص نے ایک دن میں ایک مجلس میں غزوۂ تبوک کے موقعہ پر کہا کہ ہم نے اپنے ان قاریوں کی مانند اور نہ دیکھے نہ کھانے کے لالچی اور نہ زبان کے جھوٹے، اور نہ دشمن کے مقابلہ میں بزدل۔ تو اس مجلس میں ایک شخص نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے تو منافق معلوم ہوتا ہے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ضرور اس بات کی خبر دوں گا، تو اس کی یہ بات حضور اکرم کو معلوم ہوئی اور قرآن نازل ہوا۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: تو میں نے اس شخص کو حضور اکرم کی اونٹنی کے تنگ کے ساتھ لٹکا ہوا دیکھا پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا: یارسول اللہ! ہم تو دلچسپی اور کھیل کر رہے تھے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو فرما رہے تھے: کیا اللہ تعالٰی، اس کی آیات اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۴۴، ۲۴۵)

(۲۰) رسالہ "ردّ الرفضہ" میں روافض کے کفریہ اعتقادات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

کفر اوّل: قرآنِ عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کہتا ہے اس میں سے کچھ سورتیں امیر المومنین عثمانِ غنی ذو النورین یا دیگر صحابہ یا اہلسنت رضی اللہ تعالٰی عنہم نے گھٹا دیں۔ کوئی کہتا ہے کچھ لفظ بدل دیئے۔ کوئی کہتا ہے یہ نقص و تبدیل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے، اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت یا نقص یا تبدیل کسی طرح کے تصرفِ بشری کا دخل مانے یا اسے محتمل جانے بالاجماع کافر مرتد ہے کہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے۔ اللہ عزّ وجلّ سورۂ حجر میں فرماتا ہے:

انّا نحن نزّلنا الذکر وانّا لہ لحافظون[1]

بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور بیشک بالیقین ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

بیضاوی شریف مطبع لکھنؤ صفحہ ۴۲۸ میں ہے:

لحفظون ای من التحریف والزیادۃ والنقص[2]

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/۹

[2] انوار التنزیل المعروف بالبیضاوی تحت الآیۃ ۱۵/۹ دار الفکر بیروت ۳/۳۶۲

یعنی تبدیل و تحریف اور کمی بیشی سے حفاظت کرنے والے ہیں۔ (ت)

جلالین شریف میں ہے :

لحٰفظون من التبدیل والتحریف والزیادۃ والنقص[1]

یعنی حق تعالٰی فرماتا ہے ہم خود اس کے نگہبان ہیں اس سے کہ کوئی اسے بدل دے یا الٹ پلٹ کردے یا کچھ بڑھادے یا گھٹادے۔

جمل مطبع مصر جلد ۲ ص ۵۶۱ میں ہے :

بخلاف سائر الکتب المنزلۃ فقد دخل فیھا التحریف والتبدیل بخلاف القراٰن فانہ محفوظ عن ذٰلك لایقدر احد من جمیع الخلق الانس والجن ان یزید فیہ او ینقص منہ حرفا واحد او کلمۃ واحدۃ۔[2]

یعنی بخلاف اور کتبِ آسمانی کے کہ اُن میں تحریف و تبدیل نے دخل پایا، اور قرآن اس سے محفوظ ہے۔ تمام مخلوق جن و انس کسی کی جان نہیں کہ اس میں ایک لفظ یا ایک حرف بڑھادیں یا کم کردیں۔

اللہ تعالٰی سورہ حٰمٓ السجدۃ میں فرماتا ہے :

وانہ لکتٰب عزیز ○ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہٖ تنزیل من حکیم حمید ○[3]

بیشک یہ قرآن شریف معزز کتاب ہے، باطل کو اس کی طرف اصلاً راہ نہیں نہ سامنے سے نہ پیچھے سے، یہ اتارا ہوا ہے حکمت والے سراہے ہُوئے کا۔

تفسیر معالم التنزیل شریف مطبوعہ بمبئی جلد ۴ ص ۳۵ میں ہے :

قال قتادۃ والسدی "الباطل ھو الشیطان" لایستطیع ان یغیرہ او یزید فیہ او ینقص منہ، قال الزجاج معناہ انہ محفوظ من ان ینقص منہ فیأتیہ الباطل من بین یدیہ او یزاد فیہ فیأتیہ الباطل من خلفہ

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۱۵/ ۹ اصح المطابع دہلی ص ۲۱۱

[2] الفتوحات الالٰہیۃ " " " دار الفکر بیروت ۴/ ۱۸۱

[3] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۱ و ۴۲

وعلیٰ ھٰذا معنی الباطل الزیادۃ والنقصان[1]۔

یعنی قتادہ وسُدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہے قرآن میں کچھ گھٹا بڑھا بدل نہیں سکتا۔ زجاج نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ باطل زیادت ونقصان ہیں قرآن اس سے محفوظ ہے کہ کچھ کم ہوجائے تو باطل سامنے سے آئے، بڑھ جائے تو پس پشت سے آئے اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے۔

کشف الاسرار امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری شرح اصول امام ہمام فخر الاسلام بزدوی مطبوع قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۸۸ و ۸۹ میں ہے:

کان نسخ التلاوۃ والحکم جمیعا جائزا فی حیاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاما بعد وفاتہ فلایجوز قال بعض الرافضۃ والملحدۃ ممن یتستر باظہار الاسلام وھو قاصد الیٰ افسادہ، ھذا جائز بعد وفاتہ ایضا وزعموا ان فی القراٰن کانت اٰیات فی امامۃ علی وفی فضائل اھل البیت فکتمھا الصحابۃ فلم تبق باندراس زمانھم، والدلیل علیٰ بطلان ھذا القول قولہ تعالیٰ انّا نحن نزلنا الذکر وانّا لہ لحافظون، کذا فی اصول الفقہ لشمس الائمۃ ملتقطا[2]۔

قرآن عظیم سے کسی چیز کی تلاوت وحکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جائز تھا، بعد وفات اقدس ممکن نہیں، بعض وہ لوگ کہ رافضی اور نرے زندیق ہیں بظاہر مسلمانی کا نام لے کر اپنا پردہ ڈھانکتے ہیں اور حقیقۃً انھیں اسلام کو تباہ کرنا مقصود ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے، وہ بکتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں امامت مولا علی اور فضائل اہل بیت میں تھیں کہ صحابہ نے چھپا ڈالیں جب وہ زمانہ مٹ گیا باقی نہ رہیں اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ ایسا ہی امام شمس الائمہ کی کتاب اصول الفقہ میں ہے، ملتقطاً۔

امام قاضی عیاض شفا شریف مطبع صدیقی ص ۳۶۴ میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کرکے فرماتے ہیں:

وکذٰلک ومن انکر القراٰن او حرفا منہ او غیر شیئا منہ اوزاد فیہ[3]۔

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۴۱/۴۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/۱۰۳

[2] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تفصیل المنسوخ دارالکتاب العربی بیروت ۳/۱۸۸، ۱۸۹

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ما ھو من مقالات الکفر دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۶۳ و ۲۶۴

یعنی اسی طرح وہ بھی قطعاً اجماعاً کافر ہے جو قرآن عظیم یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اس میں سے کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجودہ سے کچھ زیادہ بتائے۔

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنؤ ص ۶۱۷ میں ہے:

اعلم انی رأیت فی مجمع البیان تفسیر الشیعۃ انہ ذھب بعض اصحابھم الی ان القرأن العیاذ باللہ کان زائدا علی ھذا المکتوب المقروء قد ذھب بتقصیر من الصحابۃ الجامعین العیاذ باللہ لم یختر صاحب ذلک التفسیر ھذا القول فمن قال بھذا القول فھو کافر لانکارہ الضروری[1]

یعنی میں نے طبرسی رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذاً باللہ اُن کے قصور سے جاتا رہا اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا، جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریاتِ دین کا منکر ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۵۹ تا ۲۶۲)

(۲۱) زید نے کہا تمام عبادات اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں اگرچہ وہ اس سے بے نیاز ہے۔ اس پر بکر نے کہا زید کا دماغ خشک ہوگیا ہے بلکہ جو کچھ ہم کرتے ہیں سب اپنی ذات کے لئے کرتے ہیں۔ ان دونوں کا حکمِ شرعی کیا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

زید و بکر اپنی اپنی مراد پر دونوں سچے ہیں۔ بیشک نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب اللہ عزوجل ہی کے لئے ہیں یعنی ان سے اسی کی عبادت و نجابت تعظیم مقصود ہے۔

انّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ ربّ العٰلمین ۝ لاشریک لہ[2]

بیشک میری نماز اور قربانی اور جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو مالک ہے سارے جہان کا، اس کا کوئی شریک نہیں۔

اور بیشک تمام عبادات و اعمالِ حسنہ اپنے ہی لئے ہیں یعنی اپنے فائدے کو ہیں من عمل صالحا فلنفسہ[3] جو نیک کام کرے وہ اپنے لئے کرتا ہے۔ دونوں قول قرآن عظیم میں موجود ہیں، ہاں

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی مسئلہ کل مجتہد فی مسئلۃ الاجتہاد الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۳۸۸

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۲ و ۱۶۳

[3] 〃 〃 ۴۱/ ۴۶

بحجہ کا یہ کہنا کہ زید کا دماغ خشک ہوگیا ہے، مفت ایذائے مسلم ہے اس سے معافی چاہے اور اس کا کہنا کہ یہ سب غلط ہے بہت سخت کلمہ ہے اسے تجدید اسلام چاہئے کہ اس نے ایسے واضح دینی، قرآنی قول کی تغلیط کی۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۷۰)

(۲۲) علماء کی عیب جوئی اور اہانت کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

عیب جوئی ہر مسلمان کی حرام ہے نہ کہ علماء کی۔

قال تعالیٰ لا تجسسوا[۱] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: عیب نہ ڈھونڈو۔ ت)

اور علمائے دین کی اہانت کفر ہے کما فی مجمع الانھر وغیرہ (جیسا کہ مجمع الانہر وغیرہ میں ہے۔ ت)۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۷۱)

(۲۳) حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے کے والد ماجد کے ایمان کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

مذہب صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس سیّد عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالٰے عنہما اہلِ توحید و اسلام و نجات تھے، بلکہ حضور کے آباء و امہات حضرت عبداللہ و آمنہ سے حضرت آدم و حوا تک مذہب ارجح میں سب اہلِ اسلام و توحید ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ الذی یرٰک حین تقوم ٥ و تقلبك فی السٰجدین[۲]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: جو تمھیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمھارے دَورے کو۔ (ت)

اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں سیّدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نور ایک نمازی سے دوسرے نمازی کی طرف منتقل ہوتا آیا[۳] اور حدیث میں ہے کہ رب عزّوجل نے نور اقدس کی نسبت فرمایا کہ اسے اصلاب طیبہ و ارحام طاہرہ میں رکھوں گا[۴] اور رب عزوجل کبھی کسی کافر کو طیّب و طاہر نہ فرمائے گا، انما

---

[۱] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲ [۲] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۱۸، ۲۱۹
[۳] معالم التنزیل تحت الآیۃ ۲۶/ ۲۱۸، ۲۱۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۳۴۳
[۴] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰے فصل واما شرف نسبہ " " ۱/ ۶۰

المشرکون نجس[1] (بیشک مشرکین نجس ہیں۔ ت) اس بارے میں ہمارا ایک خاص رسالہ ہے شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام۔ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس باب میں چھ رسالے لکھے فشکر اللہ سعیہ واجزل ثوابہ (اللہ تعالٰی ان کی کاوش قبول فرمائے اور انھیں اجرِ عظیم سے نوازے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۷۳)

(۴۲) اللہ تعالٰی رضا جوئے محمدی ہے۔ اس کے اثبات اور اس کو قول بعض جہلاء کہنے والے کی تردید میں فرمایا:

قائل کا کہنا کہ جب ہی تو بعض جہلا الخ بہت سخت قبیح و شنیع واقع ہوا اور جو معنی اس نے بعد کو قرار دیئے اس میں بھی وہ حقیقت کو نہ پہنچا بلاشبہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تابع مرضی الٰہی ہیں اور بلاشبہہ کوئی بات اس کے خلافِ حکم نہیں فرماتے اور بلاشبہہ اللہ عزّوجل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔

ولسوف یعطیك ربك فترضی[2]، قد نری تقلب وجهك فی السماء فلنولینك قبلة ترضٰها فول وجهك شطر المسجد الحرام[3]۔

اور بیشک قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمھارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمھیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمھاری خوشی ہے پس ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔ (ت)

حکمِ الٰہی بیت المقدس کی طرف استقبال تھا حضور تابع فرمان تھے یہ حضور کی طرف سے رضا جوئیِ الٰہی تھی مگر قلبِ اقدس کعبہ کی طرف استقبال چاہتا تھا، مولٰی عزّوجل نے مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم منسوخ فرما دیا اور حضور جو چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وُہ ہی قبلہ مقرر فرما دیا، یہ اللہ عزّوجل کی طرف سے رضا جوئی محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۸
[2] " ۹۳/ ۵
[3] " ۲/ ۱۴۴

ما ارٰی ربّك الا یسارع فی ھوٰك۔ رواہ البخاری۔[1]

میں حضور کے رب کو دیکھتی ہُوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

یہ ہے وُہ کلمہ کہ بعض ازواجِ مطہرات نے عرض کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا، تو قائل کا کہنا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواجِ مطہرات یہ کہنے لگی تھیں دراصل بات یہ ہے الخ یہ بتارہا ہے کہ ان بعض ازواجِ مطہرات نے خلافِ اصل بات کہی اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مقرر رکھی، حدیثِ روزِ محشر میں ہے: رب عزوجل اولین و آخرین کو جمع کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمائے گا:

کلّھم یطلبون رضائی وانا اطلبك رضاك یا محمد۔[2]

یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب! میں تمھاری رضا چاہتا ہُوں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بالجملہ کلمہ بہت سخت وشنیع تھا اور بعد تاویل بھی شناعت سے بری نہ ہوا، تو بہ لازم ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۷۵، ۲۷۶)

(۲۵) حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خدا کہنے والے اور سجدۂ تعظیمی کرانے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

کسی بات کی طرف نظر کرنے کی حاجت نہیں بعد اس کے کہ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہے یقیناً کافر مرتد ہے،

من شك فی عذابہ وکفرہ فقد کفر۔[3]

جس نے اس کے کفر و عذاب میں شک کیا وُہ کافر ہوگیا۔ (ت)

جو اس کے قول پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے خود کافر۔ مسلمانوں کو اس کے پاس بیٹھنا، اس سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب باب قولہ ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۶
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/ ۱۴۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۸۷
[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

میل جول، سلام کلام سب قطعاً حرام۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

وقال تعالٰی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

وقال تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم[3]۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے (ت)

ان آیاتِ کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ، ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی، جو تم میں اُن سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے اگر وُہ علانیہ تائب ہو اور از سرِ نو مسلمان ہو فبہا ورنہ اگر وہ بیمار پڑے اس کی عیادت حرام، اگر مرجائے اُسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس کے جنازہ کی نماز سخت حرام، جنازہ کے ساتھ جانا حرام، مقابرِ مسلمین میں اسے دفن کرنا حرام، اسے ایصالِ ثواب سخت حرام بلکہ کفر، کوئی تنگ گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیں اور بغیر کسی فاصلہ کے اُوپر سے اینٹ پتھر خاک بلا جو کچھ ہو پاٹ دیں۔ و ذٰلک جزاء الظالمین[4] (اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۷۷، ۲۷۸)

(۲۰۶) امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی توہین کرنے والے غیر مقلد وہابیہ کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بالیقین امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم اعاظم سرارانِ اولیاء اللہ عزوجل سے ہیں، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

من عادٰی لی ولیًّا فقد اٰذنتہ بالحرب۔ رواہ البخاری فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ عزوجل۔[5]

جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان فرمادیا اس سے لڑائی کا۔ (اسے بخاری نے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸ [2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[3] ؍؍ ۵/ ۵۱ [4] ؍؍ ۵/ ۲۹

[5] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳

اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اُنھوں نے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آپ نے اللہ عزّوجل سے روایت کیا۔ ت)

ڈاکوؤں کی بابت فرمایا ؛

انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ[1] الاٰیۃ۔

یہ جو اللہ و رسول سے لڑتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سُولی دیئے جائیں الآیۃ (ت)

سُود کے بارے میں فرمایا ؛

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ[2]

اگر سُود نہ چھوڑو تو اعلان کرو اللہ و رسول سے لڑائی کا۔

لیکن یہاں فرمایا جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے خود میں نے اس سے لڑائی کا اعلان فرما دیا۔ خود ابتداء فرمانا دلیل واضح ہے کہ عداوت ولی سخت باعثِ ایذائے رب عزوجل ہے۔ اور رب عزوجل فرماتا ہے ؛

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا[3]

بیشک وُہ جو اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے لعنت فرمائی دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ظاہر ہے کہ مسلمان اگرچہ عاصی اگرچہ معاذ اللہ معذّب ہو آخرت میں اپنے رب کا ملعون نہیں ورنہ بالآخر رحمت و نعمت و جنتِ ابدی نہ پاتا اس کی نار نارِ تطہیر ہے، نہ نارِ لعنت و ابعاد و تذلیل و تحقیر، تو جسے اللہ عزوجل دُنیا و آخرت میں ملعون کرے گا مگر کافر۔ اور یہ وہاں ہے کہ بعد وضوحِ حق براہِ عناد ہو جس طرح اب وہابیہ ماردین اعدائے دین کا حال ہے۔

قاتلھم اللہ انی یؤفکون[4]

اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ (ت)

ان کے وصف کو ایک حدیث بس ہے کہ دارقطنی و ابوحاتم خزاعی نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۳۳
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۹
[3] ؍؍ ۳۳/ ۵۷
[4] ؍؍ ۹/ ۳۰

سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے فرمایا :

اھل البدع کلاب اھل النار[1]

گمراہ لوگ دوزخیوں کے کتّے ہیں۔

کُتّا اور وُہ بھی بدترین خلائق دوزخیوں کا جن کے متعلق فرمایا :

اولٰئك ھم شرّ البریۃ[2]

وہ تمام مخلوقِ الٰہی سے بدتر ہیں۔

کُتّے سے بدتر، سور سے بدتر، سور کے لئے اگر کوئی کُتّا فرض کیا جائے تو ایسے لوگ سور سے بدتروں کے کُتّے ہیں، الا لعنۃ اللہ علی الظّالمین[3] ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۲۸۷، ۲۸۸)

(۲۷) علماء وسادات کی توہین کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا :

ایسا شخص گمراہ، بددین، مسخرۂ شیاطین ہے بلکہ اس پر حکمِ کفر کا لزوم ہے۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے میل جول، مناکحت درکنار ان کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالٰی واماّ ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّالمین[4]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا : اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۰۸)

(۲۸) ایک ایسے مولوی کے بارے میں سوال آیا جو حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور ازواجِ مطہرات کے بارے میں گستاخانہ کلمات کہنے والے پادری کے ہاں نشست وبرخاست رکھتا اور اس کے ہاں کھاتا پیتا ہے۔ منع کرنے والے مسلمانوں کو کہتا ہے قرآن وحدیث سے ثبوت پیش کرو۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا :

اس نام کے مولوی کے ایمان میں اگر فرق نہ ہوتا تو وہ ایسے جلسوں میں شریک نہ ہوسکتا جن میں اللہ ورسول کے ساتھ یہ استہزا وطعن کئے جاتے ہیں وہ ثبوت مانگتا ہے اسے اگر ایمان احکام کی

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۱۲۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۲۳

[2] القرآن الکریم ۹۸/۶ [3] القرآن الکریم ۱۱/۱۸

[4] القرآن الکریم ۶/۶۸

خبر ہوتی تو جانتا کہ قرآن عظیم اس صورت میں اس کے مثل نصاریٰ ہونے کا فتویٰ دے رہا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ بشر المنفقین بان لھم عذابا الیما ٥ الذین یتخذون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا ٥ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بھا ویستھزا بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم ط ان اللہ جامع المنفقین والکفرین فی جھنم جمیعا ٥[1]

خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے، وہ جو کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کے سوا، کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں، عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے، اور بیشک وہ تم پر کتاب میں حکم اتار چکا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سُنو کہ اُن کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں نہ پڑیں اگر تم ان کے پاس بیٹھے تو تم بھی انھیں کی مثل ہو، بیشک اللہ کافروں اور منافقوں سب کو جہنم میں ایک ساتھ اکٹھا کرے گا۔

اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور وہ سخت اشد کبیرہ کا مرتکب ہے بلکہ اس کا ایمان ہی ٹھیک نہیں جیساکہ قرآن عظیم صاف ارشاد فرماچکا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۳۱۱، ۳۱۲)

(۳۰) ایک منکر حدیث مولوی کے بارے میں سوال جو سنّت نماز، تشہد اور نماز جنازہ وغیرہ کے لئے قرآن سے ثبوت کا مطالبہ کرتا ہے، اس کے جواب میں فرمایا:

جو شخص حدیث کا منکر ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منکر ہے، اور جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منکر ہے وہ قرآن مجید کا منکر ہے، اور جو قرآن مجید کا منکر ہے وہ اللہ واحد قہار کا منکر ہے اور جو اللہ کا منکر ہے صریح مرتد کافر ہے، اور جو مرتد کافر ہے اسے اسلامی مسائل میں دخل دینے کا کیا حق۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[2]۔

رسول جو کچھ تمھیں دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۸ تا ۱۴۰

[2] " " ۵۹/ ۷

اور فرماتا ہے:

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فی انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما[1]

اے نبی! تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تجھے اپنی ہر اختلافی بات میں حاکم نہ بنائیں پھر اپنے دلوں میں تیرے فیصلہ سے کچھ تنگی نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔

نماز سنت و جنازہ اور التحیات و درود سب کا حکم کلام اللہ شریف میں صراحۃً موجود مگر:

من لم يجعل الله له نورا فما له من نور[2]

جسے اللہ نے نور نہ دیا اس کے لئے کہیں نور نہیں۔

پہلے یہ منکر بتائے کہ پانچ نمازوں کا ثبوت کلام اللہ شریف میں کہاں ہے، اور صبح کی دو رکعتیں، مغرب کی تین رکعتیں، باقی کی چار چار، ان کا ذکر کلام اللہ شریف میں کہاں ہے، اور نمازوں کی ترتیب کہ پہلے قیام اور اس میں قراءت پھر رکوع پھر سجود پھر قعود قرآن مجید میں کہاں ہے، وقتوں کی ابتداء و انتہا کہ فجر کا وقت طلوع صبح سے شروع ہو کر طلوع شمس پر ختم ہوتا ہے اور ظہر کا زوال شمس سے سایہ اصلی کے سوا ایک مثل یا دو مثل سایہ ہونے تک اس کا ذکر قرآن مجید میں کہاں ہے، وضو کی ناقض یہ یہ چیزیں ہیں اور غسل کی یہ یہ، اور نماز ان چیزوں سے فاسد ہوتی ہے ان کی تفصیل قرآن مجید میں کہاں ہے؟ —— جب وہ ان سوالوں سے عاجز ہوگا اور اپنے کفر و جہل کا اقرار کر کے تائب ہوگا اس وقت ہم اسے بتادیں گے کہ جن چیزوں کا وہ منکر ہے وہ سب قرآن مجید سے ثابت ہے، اور ساتھ ہی یہ بتائے کہ اس نے اس قرآن موجود کو بے کم و بیش قرآن منزل من اللہ کیونکر مانا، کیا اللہ خود اس کے ہاتھ میں قرآن مجید دے گیا؟ اور جب نہیں تو دلیل دے اور سمجھ رکھے کہ اس دلیل سے جو کچھ ثابت ہوگا سب ماننا پڑے گا ورنہ قرآن بھی ہاتھ سے کھوئے گا، کھویا تو ہے ہی جھوٹے زبانی اقرار سے بھی ہاتھ دھوئیگا۔

ان الله لا يهدى القوم الفسقين[3] (بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ت) ——

یہ مسائل جن کا ثبوت ہم نے قرآن عظیم سے دینا اس کے ذمہ لازم کیا ہے اس طرح لکھے جس طرح

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۵

[2] " ۲۴/ ۴۰

[3] " ۶۳/ ۶

ہم مسلمانوں میں ہے، اس کے نزدیک اگر او رطور پر ہوں تو جس طرح اس کے اعتقاد میں ہیں انھیں کا ثبوت قرآن مجید سے دے کہ نماز ہر روز کے وقت کی فرض ہے، ہر وقت کی ابتدا انتہا کیا ہے، نماز میں کیا کیا فرائض ہیں، ان کی ترتیب اور پڑھنے کی ترکیب کیا ہے، وضو و غسل کی ناقض کیا کیا ہیں، ہر وقت کی نمازیں کے رکعتیں ہیں، کس کس چیز سے فاسد ہوتی ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۱۲، ۳۱۳)

(۱۳۱) زید ارکانِ شریعت کا منکر اور تمام رسوماتِ ہندوانہ کا مرتکب ہے۔ عمر نے زید سے توبہ کرائے بغیر اپنی بیٹی کا نکاح زید کے بیٹے سے کر دیا اور مسلمانوں کے منع کرنے کی کوئی پروا نہ کی، ان کے بارے میں فرمایا:

صورتِ مذکورہ میں زید کافر مرتد ہے۔ اس سے سلام، کلام مسلمانوں کو حرام۔ اس کی شادی غمی میں شرکت حرام۔

قال اللّٰہ تعالٰی واما ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(ت)

بیمار پڑے تو اُسے پُوچھنے جانا حرام، اس کے جنازہ کی نماز حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔

قال اللّٰہ تعالٰی ولا تصلّ علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان میں سے کسی کی میّت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پہ کھڑے ہونا۔(ت)

عمر اس کے سب افعال پر آگاہ ہے اور اس نے توبہ بھی لینا نہ چاہی اور ایسی قرابت اس کے ساتھ کی، مبتلائے گناہِ عظیم و مستحقِ عذابِ الیم ہوا۔

قال اللّٰہ تعالٰی انکم اذا مثلھم[3]، وقال اللّٰہ تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] " ۹/ ۸۴

[3] " ۴/ ۱۴۰

منہم[1]، وقال اللہ تعالٰی ولاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ورنہ تم بھی انھیں جیسے ہو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

زید وعمر اگر توبہ نہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ انھیں یک لخت چھوڑ دیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۲۰)

(۳۲) مرزائی کے بیٹے کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

اگر وہ لڑکا اپنے باپ کے مذہب پر تھا اور اسے یہ معلوم تھا کہ اس کا یہ مذہب ہے اور دانستہ لڑکی اس کے نکاح میں دی تو یہ لڑکی کو زنا کے لئے پیش کرنا اور پرلے سرے کی دیوثی ہے۔ ایسا شخص سخت فاسق ہے اور اس کے پاس بیٹھنا تک منع ہے۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

ورنہ اس کے سخت بے احتیاط اور دین میں بے پروا ہونے میں کوئی شبہہ نہیں، اور اگر ثابت ہو کہ وہ واقعی مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے اس بنا پر یہ تقریب کی تو خود کافر مرتد ہے۔ علمائے کرام حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ:

من شك فی عذابه وکفره فقد کفر[4]۔

جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔

اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت حیات کے سب علاقے اس سے قطع کردیں، بیمار

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱
[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳
[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[4] حسام الحرمین باب المعتمد والمستند مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۱۳

پڑے پُوچھنے کو جانا حرام، مرجائے تو اُس کے جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اُس کی قبر پر جانا حرام۔

قال اللہ تعالٰی ولا تصلّ علٰی احد منھم مات ابدًا ولا تقم علٰی قبرہٖ[۱]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان میں سے کسی کی میّت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۲۱)

(۳۳) بکر شرکت عبادت گاہ کفار کو فرض و سنت و مستحب ٹھہراتا ہے۔ اس کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

شرکت عبادت گاہ کفار صریح کفر ہے کیونکہ ہدایت یا رَد کو جانا شرکت نہیں ہوسکتا۔ کتبِ دینیہ میں تصریح ہے کہ معابدِ کفار میں جانا مکروہ ہے کہ ماوائے شیاطین ہیں کما فی ردالمحتار وغیرہٖ (جیسا کہ ردّالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت) نہ کہ شرکت کہ صریح کفر ہے اور کفر کو ہلکا جاننا بھی کفر ہے نہ کہ معاذ اللہ مستحب بلکہ سنّت بلکہ فرض ٹھہرانا۔

اباللہ و اٰیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[۲]۔

کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۲۴)

(۳۴) حنفیوں کے لباس میں وہابیوں کی حمایت کرنے والے گستاخ مفسرین و فقہائے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

عجب ہے کہ سائل اس سے وُہ کلمات نقل کرکے پھر اس کا مقلد ہونا پُوچھتا ہے وہ مقلد ضرور ہے مگر ابلیس کا۔

قال اللہ تعالٰی "استحوذ علیھم الشیطٰن فانسٰھم ذکر اللہ ط اولٰئک حزب الشیطٰن ط الا انّ حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون[۳]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان پر شیطان غالب آگیا تو انھیں اللہ کی یاد بُھلادی، وہ شیطان کے گروہ ہیں۔ سنتا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۲۴)

---

[۱] القرآن الکریم ۹/ ۸۴
[۲] القرآن الکریم ۹/ ۶۵، ۶۶
[۳] " ۵۸/ ۱۹

(۳۵) کراماتِ اولیاء کے منکر اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گستاخ کے بارے میں فرمایا:
کراماتِ اولیاء کا انکار گمراہی ہے،

قال اللہ تعالیٰ کلما دخل علیھا زکریا المحراب وجد عندھا رزقا قال یمریم انی لک ھذا ط قالت ھو من عند اللہ ط ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب[1] ○

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب زکریا اس کے پاس اسکی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اسکے پاس نیا رزق پاتے، کہا اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا، بولیں، وہ اللہ کے پاس سے ہے بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے گنتی دے۔ (ت)

وقال اللہ تعالیٰ "قال الذی عندہ علم من الکتب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک[2]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔ (ت)

اور حضور ولی الاولیاء، غوث الاقطاب، ملاذ الابدال والافراد رضی اللہ عنہ وعنہم کی شانِ اقدس میں زبان درازی نہ کرے گا مگر رافضی تبرائی۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3]۔

اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۲۴، ۳۲۵)

(۳۶) آیت میں خاتم النبیین کے معنی مشہور میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کفر ہے۔ چنانچہ فرمایا:
حضور پُر نور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیہ وعلیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک و شبہہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے، آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[4] (لیکن آپ اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں۔ ت) وحدیث متواتر لا نبی بعدی[5] (میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ت) سے تمام امتِ مرحومہ نے سلفاً و خلفاً یہی معنی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۳۷ [2] القرآن الکریم ۲۷/ ۴۰
[3] 〃 ۲۶/ ۲۲۷ [4] 〃 ۳۳/ ۴۰
[5] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۱
جامع الترمذی کتاب الفتن امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۸

سمجھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم بلاتخصیص تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیامِ قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔ فتاوٰی یتیمۃ الدہر و اشباہ والنظائر و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

اذا لم یعرف الرجل ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات[1]

جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تمام انبیاء میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیاء ہونا ضروریاتِ دین سے ہے۔ (ت)

شفاء شریف امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں ہے:

کذٰلك (یکفر) من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او بعدہ (الٰی قولہ) فھٰؤلاء کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخبرانہ خاتم النبیین ولا نبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالٰی انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس واجمعت الامۃ علی حمل ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص فلا شك فی کفر ھٰؤلاء الطوائف کلھا قطعا اجماعا وسمعا[2]

یعنی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی کی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے (اس قول تک) یہ سب نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں کہ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ تعالٰے کی جانب سے یہ خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے، اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا و رسول کی مراد ہے، نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص، تو جو لوگ اس کا خلاف کریں وہ بحکمِ اجماعِ امت وبحکم قرآن وحدیث سب یقیناً کافر ہیں۔

---

[1] الاشباہ والنظائر باب الردۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۲۹۶
فتاوٰی ہندیۃ باب احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۳
[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۷۱ و ۱۷۲

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں :

ان الامۃ فہمت من ھذا اللفظ انہ افہم عدم نبی بعدہ ابدا وعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص ومن اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الہذیانات لایمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لہذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول ولا مخصوص [1]

یعنی تمام اُمتِ مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں تو جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نصِ قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی شرح الفرائد میں فرماتے ہیں :

تجویز نبی مع نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او بعدہ یستلزم تکذیب القراٰن اذ قد نص علٰی انہ خاتم النبیین واٰخر المرسلین وفی السنۃ انا العاقب لانبی بعدی واجمعت الامۃ علٰی ابقاء ھذا الکلام علٰی ظاھرہ وھذہ احدی المسائل المشہورۃ التی کفرنا بہا الفلاسفۃ لعنہم اللہ تعالٰی [2]

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ یا بعد کسی کو نبوت ملنی جائز ماننا تکذیبِ قرآن کو مستلزم ہے کہ قرآن عظیم تصریح فرماچکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین و آخر المرسلین ہیں، اور حدیث میں فرمایا: میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے یعنی عموم و استغراق بلا تاویل و تخصیص، اور یہ ان مشہور مسئلوں سے ہے جن کے سبب ہم اہلِ اسلام نے کافر کہا فلاسفہ کو۔ اللہ تعالٰی ان پر لعنت کرے۔

امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی کتاب المعتمد فی المعتقد

---

[1] الاقتصاد فی الاعتقاد امام غزالی المکتبۃ الادبیہ مصر ص ۱۱۴

[2] المعتقد المنتقد بحوالہ المطالب الوفیہ شرح الفرائد السنیہ تجویز نبی بعدہ کفر مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۱۱۵

میں فرماتے ہیں :

بحمدہ اللہ تعالٰی ایں مسئلہ درمیان اسلامیان روشن تر ازاں ست کہ آں را بکشف وبیان حاجت افتد، خدائے تعالٰی خبر داد کہ بعد از وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی دیگر نباشد و منکر ایں مسئلہ کسے تواند بود کہ اصلاً در نبوت او صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم معتقد نباشد کہ اگر بر رسالت او معترف بودے وے را در ہر چہ ازاں خبر داد صادق دانستے و بہماں حجتہا کہ از طریق تواتر رسالت او بیش ما درست شدہ ایں نیز درست شد کہ وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باز پسیں پیغمبران ست در زمانِ او وتا قیامت بعد از وے ہیچ نبی نباشد و ہر کہ دریں بہ شک ست دراں نیز بہ شک ست و نہ آں کس کہ گوید کہ بعد او وے نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود آں کس نیز کہ گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافر ست اینست شرط درستیٔ ایمان بخاتم انبیاء محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]

بحمداللہ تعالٰی یہ مسئلہ اہلِ اسلام کے ہاں اتنا واضح اور آشکار ہے کہ اسے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں، اللہ تعالٰی نے خود اطلاع فرمادی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص اس کا منکر ہے تو وہ تو اصلاً آپ کی نبوت کا معتقد نہیں کیونکہ اگر آپ کی رسالت کو تسلیم کرتا تو جو کچھ آپ نے بتایا ہے اس کو حق جانتا جس طرح آپ کی رسالت و نبوت تواتر سے ثابت ہے اسی طرح یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ حضور تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائے ہیں اور اب تا قیامت آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جس کو اس بارے میں شک ہے اسے پہلی بات کے بارے میں شک ہوگا، صرف وہی شخص کافر نہیں جو یہ کہے کہ آپ کے بعد کسی نبی کی آمد کو ممکن تصور کرے۔ خاتم الانبیاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان درست ہونے کی شرط ہی یہ ہے۔ (ت)

بالجملہ آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[2] مثل حدیث متواتر لا نبی بعدی[3] قطعاً عام اور اس میں مراد استغراقِ تام اور اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص نہ ہونے پر اجماعِ امت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام، یہ ضروریاتِ دین سے ہے اور ضروریاتِ دین میں کوئی تاویل یا اس کے عموم میں کچھ قال و قیل اصلاً مسموع نہیں، جیسے آج کل دجال قادیانی بک رہا ہے کہ "خاتم النبیین سے ختم نبوت شریعت جدیدہ مراد ہے اگر حضور کے بعد کوئی نبی اسی شریعتِ مطہرہ کا مروج و تابع ہو کر آئے

---

[1] المعتمد فی المعتقد
[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰
[3] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۱
جامع الترمذی کتاب الفتن امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۸

کچھ حرج نہیں" اور وہ خبیث اس سے اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے، یا ایک اور دجال نے کہا تھا کہ "تقدم[1] و تاخر زمانی میں کچھ فضیلت نہیں خاتم بمعنی آخر لینا خیالِ جُہال ہے بلکہ خاتم النبیین بمعنی نبی بالذات ہے"۔ اور اسی مضمون ملعون کو دجال اوّل نے یُوں[2] ادا کیا کہ "خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین ہے"۔ ایک اور مرتد نے لکھا "خاتم النبیین[3] ہونا حضرت رسالت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا بہ نسبت اس سلسلہ محدودہ کے ہے نہ بہ نسبت جمیع سلاسل عوالم کے، پس اور مخلوقات کا اور زمینوں میں نبی ہونا ہرگز منافی خاتم النبیین کے نہیں جموع محلے باللام امثال اس مقام پر مخصوص ہوتی ہیں"۔ چند اور خبیثوں نے لکھا کہ "الف[4] لام خاتم النبیین میں جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو اور بر تقدیر تسلیم استغراق جائز ہے کہ استغراق عرفی کے لئے ہو اور بر تقدیر حقیقی جائز ہے کہ مخصوص البعض ہو اور رہی عام کے قطعی ہونے میں بڑا اختلاف ہے کہ اکثر علما ظنی ہونے کے قائل ہیں"۔ ان شیاطین سے بڑھ کر اور بعض ابلیسیوں نے لکھا کہ "اہلِ اسلام[5] کے بعض فرقے ختمِ نبوت کے ہی قائل نہیں اور بعض قائل ختم نبوت تشریعی کے ہیں نہ مطلق نبوت کے۔"

الٰی غیر ذٰلك من الکفریات الملعونۃ والارتدادات المشحونۃ بنجاسات ابلیس و قاذورات التدلیس لعن اللہ قائلھا و قاتل اللہ قابلیھا۔

ان کے علاوہ دیگر کفریات ملعونہ اور ارتدادات جو ابلیس کی نجاستوں اور جھوٹ کی پلیدیوں کو متضمن ہے، اس کے قائل پر اللہ تعالٰے کی لعنت ہو اور اسے قبول کرنے والے کو اللہ تعالٰے برباد فرمائے۔ (ت)

یہ سب تاویل رکیک ہیں یا عموم و استغراق "النبیین" میں تشویش و تشکیک سب کفر صریح و ارتداد قبیح، اللہ و رسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی، شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر بتایا، متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰے علیہم اجمعین سے اب تک تمام اُمتِ مرحوم نے اسی معنی ظاہر و متبادر و عموم و استغراق حقیقی تام

---

[1] تحذیر الناس نانوتی ۱۲

[2] مواہب الرحمٰن قادیانی ۱۲

[3] مناظرہ احمدیہ ۱۲

[4] ناصر المومنین سہسوانی ۱۲

[5] تحریر اسمی زندیق پشاوری ۱۲

پر اجماع کیا اور اسی بنا پر سلفاً و خلفاً ائمۂ مذاہب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعیِ نبوت کو کافر کہا، کتبِ احادیث و تفسیر و عقائد و فقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۳۳۳ تا ۳۳۷)

(۳۷) قرآن مجید میں انبیاء و رسل کا ذکر متعدد و مختلف وجوہ سے وارد ہے۔ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قرآن عظیم میں حضرات انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کا ذکرِ پاک بہت وجوہِ مختلفہ سے وارد:

(۱) فرداً فرداً خواہ بتصریح اسماء یہ صرف چھبیس[۲۶] کے لئے ہے:

آدم[۱]، ادریس[۲]، نوح[۳]، ہود[۴]، صالح[۵]، ابراہیم[۶]، اسحٰق[۷]، اسمٰعیل[۸]، لوط[۹]، یعقوب[۱۰]، یوسف[۱۱]، ایوب[۱۲]، شعیب[۱۳]، موسیٰ[۱۴]، ہارون[۱۵]، الیاس[۱۶]، الیسع[۱۷]، ذوالکفل[۱۸]، داوٗد[۱۹]، سلیمان[۲۰]، عزیر[۲۱]، یونس[۲۲]، زکریا[۲۳]، یحیٰی[۲۴]، عیسیٰ[۲۵]، محمد[۲۶] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم۔

یا بر سبیل ابہام مثل قال لھم نبیھم[۱] (اشمویل) (ان کو ان کے نبی (شمویل) نے کہا) واذ قال موسٰی لفتٰہ (یوشع) فوجدا عبدا من عبادنا[۲] (خضر) علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جس وقت موسیٰ علیہ السلام نے نوجوان (یوشع) سے کہا تو پایا حضرت موسیٰ اور یوشع نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ حضرت حضرت خضر علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ت)

(۲) یا بر سبیل عموم و استغراق، اور یہی اوفر و اکثر ہے، مثل قولہ تعالیٰ:

قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا (الیٰ قولہٖ تعالیٰ) وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم[۳]، وقال تعالیٰ ولٰکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیین[۴]، وقال تعالیٰ تلک الرسل فضلنا بعضھم علٰی بعض[۵]، وقال تعالیٰ کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ[۶]، وقال تعالیٰ لا نفرق بین احد من رسلہ[۷]، وقال تعالیٰ وما اوتی موسٰی وعیسٰی والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم[۸]، و

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۲۴۷ و ۲۴۸ [۲] القرآن الکریم ۱۸/ ۶۰ تا ۶۵
[۳] " ۲/ ۱۳۶ [۴] " ۲/ ۱۷۷
[۵] " ۲/ ۲۵۳ [۶] " ۲/ ۲۸۵
[۷] " ۲/ ۲۸۵ [۸] " ۳/ ۸۴

قال تعالیٰ اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین[1]، وقال تعالیٰ
والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منہم اولٰئک سوف یؤتیہم اجورہم[2]،
وقال تعالیٰ فاٰمنوا باللہ ورسولہ[3]، وقال تعالیٰ لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ و
اٰمنتم برسلی وعزرتموہم[4]، وقال تعالیٰ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم[5]،
وقال تعالیٰ وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین[6]، وقال تعالیٰ فلنسئلن الذین
ارسل الیہم ولنسئلن المرسلین[7]، وقال تعالیٰ عن المؤمنین لقد جاءت رسل ربنا
بالحق[8]، وقال تعالیٰ عن الکافرین قد جاءت رسل ربنا بالحق فھل لنا من شفعاء[9]،
وقال تعالیٰ ثم ننجی رسلنا والذین اٰمنوا[10]، وقال تعالیٰ واتخذوا اٰیٰتی ورسلی
ھزوا[11]، وقال تعالیٰ اولٰئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین[12]، وقال تعالیٰ انی
لایخاف لدی المرسلون[13]، وقال تعالیٰ واذ اخذنا من النبیین میثاقہم ومنک ومن
نوح[14]، وقال تعالیٰ ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون[15]، وقال تعالیٰ ولقد
سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین[16]، وقال تعالیٰ وسلٰم علی المرسلین[17]، و
قال تعالیٰ وجایٔ بالنبیین والشھداء[18]، وقال تعالیٰ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا[19]،
وقال تعالیٰ والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون[20]، وقال تعالیٰ

۱؎ القرآن الکریم	۴/۶۹	۲؎ القرآن الکریم	۴/۱۵۲
۳؎ 〃	۴/۸	۴؎ 〃	۵/۱۲
۵؎ 〃	۵/۱۰۹	۶؎ 〃	۶/۴۸
۷؎ 〃	۷/۶	۸؎ 〃	۷/۴۳
۹؎ 〃	۷/۵۳	۱۰؎ 〃	۱۰/۱۰۳
۱۱؎ 〃	۱۸/۱۰۶	۱۲؎ 〃	۱۹/۵۸
۱۳؎ 〃	۲۷/۱۰	۱۴؎ 〃	۳۳/۷
۱۵؎ 〃	۳۶/۵۲	۱۶؎ 〃	۳۷/۱۷۱
۱۷؎ 〃	۳۷/۱۸۱	۱۸؎ 〃	۳۹/۶۹
۱۹؎ 〃	۴۰/۵۱	۲۰؎ 〃	۵۷/۱۹

اعدّت للذین اٰمنوا باللہ ورسلہ[1]، وقال تعالٰی لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت[2]، وقال تعالٰی کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی[3]، وقال تعالٰی واذا الرسل اقّتت ۝ لای یوم اجلت[4]۔ الٰی غیر ذٰلك من اٰیات کثیرۃ۔

یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا (الٰی قولہ تعالٰی) اور جو عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ہاں اصل نیکی یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کچھ ملا موسٰی اور عیسٰی اور انبیاء کو ان کے رب سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور وُہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انھیں عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمھارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمھیں کیا جواب ملا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشی اور ڈر سناتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو بیشک ضرور ہمیں پُوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے اور بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے رسولوں سے۔ اور اللہ تعالٰی نے مومنین سے فرمایا: بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے۔ اور اللہ تعالٰی نے کفار سے فرمایا: بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے تھے تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی جو ہماری شفاعت کریں۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات دیں گے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور انھوں نے میری آیتوں اور میرے رسولوں کی ہنسی بنائی۔ اور اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۱ — [2] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۵

[3] 〃 ۵۸/ ۲۱ — [4] 〃 ۷۷/ ۱۱، ۱۲

فرمایا: یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا غیب کی خبریں بتانے والوں میں سے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ ہے وُہ جس کا رحمان نے وعدہ دیا تھا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بیشک ہمارا کلام گزرچکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور سلام ہے پیغمبروں پر۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور لائے جائیں گے انبیاء۔ اور یہ نبی اور اس کی امت کے ان پر گواہ ہوں گے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ایمان والوں کی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تیار ہوئی ہے ان کے لئے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جب رسولوں کا وقت آئے کس دن کے لئے ٹھہرائے گئے تھے۔ اسی طرح دیگر کثیر آیات ہیں۔ (ت)

(۳) یا ملحوظ بوصف قبلیت یعنی انبیائے سابقین علٰی نبینا وعلیہم الصلٰوۃ والسلام مثل قولہ تعالٰی: وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیہم من اھل القرٰی[1]، وقال تعالٰی وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم لیاکلون الطعام[2]، وقال تعالٰی سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللہ قدرا مقدورا۝ الذین یبلغون رسٰلٰت اللہ[3]، وقال تعالٰی ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک[4]، وقال تعالٰی مایقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک[5]، وقال تعالٰی کذٰلک یوحی الیک والی الذین من قبلک اللہ العزیز الحکیم[6]، وقال تعالٰی وسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا[7] وغیر ذٰلک۔

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنھیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۹ — [2] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۰
[3] " ۳۳/ ۳۸-۳۹ — [4] " ۳۹/ ۶۵
[5] " ۴۱/ ۴۳ — [6] " ۴۲/ ۳
[7] " ۴۳/ ۴۵

کھاتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقدیر ہے وہ جو اللہ کے پیام پہنچاتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بیشک وحی کی گئی تمھاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم سے نہ فرمایا جائے گا مگر وہی جو تم سے اگلے رسولوں کو فرمایا گیا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: یونہی وحی فرماتا ہے تمھاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف اللہ عزت و حکمت والا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے وغیر ذٰلک۔

(۴) یا بر سبیل معنی جنسی شامل فرد و جمع بے لحاظ خاص خصوص و شمول مثل قولہ تعالٰی:

من کان عدوا للہ وملئکتہ ورسلہ[1]، وقولہ تعالٰی ان الذین یکفرون بایٰت اللہ ویقتلون النبیین بغیر حق ویقتلون الذین یأمرون بالقسط من الناس فبشرھم بعذاب الیم[2]، وقولہ تعالٰی ولا یأمرکم ان تتخذوا الملئکۃ والنبیین اربابا[3]، وقولہ تعالٰی ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضللا بعیدا[4]، وقولہ تعالٰی ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ (الٰی قولہ تعالٰی) اولٰئک ھم الکٰفرون حقا[5] وغیرھا۔

جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں انھیں خوشخبری دو دردناک عذاب کی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور نہ تمھیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھہرا لو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کو اور قیامت کو تو وہ ضرور دُور کی گمراہی میں پڑا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں (الٰی قولہٖ تعالٰی) یہی ہیں ٹھیک ٹھیک کافر وغیرہا۔

(۵) یا خاص خاص جماعت خواہ اس کا خصوص کسی وصف یا اضافت یا اور وجوہ بیان

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۹۸ [2] القرآن الکریم ۳/ ۲۱
[3] 〃 ۳/ ۸۰ [4] 〃 ۴/ ۱۳۶
[5] 〃 ۴/ ۱۵۰ و ۱۵۱

سے نفس کلام میں مذکور اور اس سے مستفاد ہو مثل قولہ تعالیٰ :

ولقد اٰتینا موسی الکتٰب وقفینا من بعدہ بالرسل[1]، وقال تعالیٰ فی بنی اسرائیل : ولقد جاءتھم رسلنا بالبینٰت[2]، وقال تعالیٰ فی التوراۃ : یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا[3]، وقال تعالیٰ بعد ما ذکر نوحا ثم رسولا اٰخر : ثم ارسلنا رسلنا تترا، ثم قال ثم ارسلنا موسٰی[4]، وقال تعالیٰ : انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ[5]، فالمراد من بین ھود وموسٰی علیھم الصلوٰۃ والسلام، وقال تعالیٰ : فقل انذرتکم صعقۃ مثل صعقۃ عاد وثمود اذ جاءتھم الرسل من بین ایدیھم ومن خلفھم[6]، وقال تعالیٰ بعد ذکر نوح وابراھیم : ثم قفینا علیٰ اٰثارھم برسلنا[7]۔

اور بیشک ہم نے موسٰی کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا : اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے توراۃ میں فرمایا : اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی۔ اور اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام پھر ایک رسول کے ذکر کے بعد فرمایا : پھر ہم نے اپنے رسول بھیجے ایک کے پیچھے دوسرا۔ پھر فرمایا : پھر ہم نے موسٰی کو بھیجا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : بیشک اے محبوب ! ہم نے تمھاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی ان سے ہود اور موسٰی کے درمیان والے نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا : تو تم فرماؤ کہ میں تمھیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد وثمود پر آئی تھی جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے نوح اور ابراہیم کے ذکر کے بعد فرمایا : پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے اور رسول بھیجے۔ (ت)

یا بوجہ عہد حضوری مثل قولہ تعالیٰ :

قال یقوم اتبعوا المرسلین[8]۔ (بولا اے میری قوم بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۷ [2] القرآن الکریم ۵/ ۳۲
[3] " ۵/ ۴۴ [4] " ۲۳/ ۴۴ و ۴۵
[5] " ۴/ ۱۶۳ [6] " ۴۱/ ۱۳ و ۱۴
[7] " ۵۷/ ۲۷ [8] " ۳۶/ ۲۰

یا ذکری مثل قولہ تعالٰی :

فی قوم نوح وھود وصالح ولوط وشعیب بعد ما ذکرھم علیھم الصلٰوۃ والسلام تلک القرٰی نقص علیک من انباءھا ولقد جاءتھم رسلھم بالبینٰت[1]۔

نوح ، ہود ، صالح ، لوط اور شعیب علیہم الصلٰوۃ والسلام کی قوم کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا : یہ بستیاں ہیں جن کے احوال ہم تمھیں سناتے ہیں اور بیشک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے۔ (ت)

یا علمی مثل قولہ تعالٰی :

واضرب لھم مثلا اصحٰب القریۃ اذ جاءھا المرسلون[2] ، وقال تعالٰی ستکتب ما قالوا وقتلھم الانبیاء بغیر حق[3] ، وغیر ذٰلک۔

اور ان سے نشانیاں بیان کرو اس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادے آئے ۔ اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا وغیر ذٰلک ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۴۲ تا ۳۴۸)

(۳۸) آیۂ کریمہ "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" میں النبیین پر الف لام استغراقی نہ ماننے سے آیۂ کریمہ کے معانی کیا ہوتے ہیں ۔ اس پر تفسیری بحث کرتے ہوئے فرمایا :

اب اولاً اگر آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[4] (اور ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے ۔ ت) میں لام عہد خارجی کے لئے ہو جیسا کہ یہ طائفہ خارجیہ گمان کرتا ہے اور وہ یہاں نہیں مگر ذکری ، اور ذکر کو دیکھ کر کہ اتنے وجوہ مختلفہ پر ہے اور ان میں صرف ایک وجہ وہ ہے جو بداہتًہ کلام کریم میں مراد ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی ، یعنی وجہ سوم کہ جب انبیاء موصوف بوصف قبلیت ومفید بقید سبقت لئے گئے یعنی وہ انبیاء جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے ہیں تو اب حضور کو ان کا خاتم ان کا آخر ان سے زمانے میں متاخر کہنا محض لغو وفضول وکلام مہمل و معطل ومغسول ہوگا جس کا حاصل حمل اولٰے بدیہی مثل زید زید سے زائد نہ ہوگا کہ جب ان کو حضور سے اگلا کہہ دیا حضور کا ان سے پچھلا ہونا آپ ہی معلوم ہوا اسے بالخصوص مقصود بالافادہ رکھنا قرآن عظیم تو قرآن عظیم اصلاً کسی عاقل انسان کے کلام کے لائق نہیں ، نہ کہ وہ بھی مقام مدح میں کہ :

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۰۱
[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۳
[3] ؍؍ ۳/ ۱۸۱
[4] ؍؍ ۳۳/ ۴۰

چشمانِ تو زیرِ ابروانند دندانِ تو جملہ در دہانند

(تمھاری آنکھیں زیرِ ابرو ہیں اور تمام دانت منہ کے اندر ہیں۔ت)

سے بھی بدتر حالت میں ہے کہ شعر نے کسی افادہ کی عبث تکرار نہ کی اور بات جو کہی وہ بھی واقعی تعریف کی تھی، احسن تقویم[1] (اچھی صورت۔ت) سے بعض اوضاع کا بیان ہے اسے مقامِ مدح میں یُوں مہمل جانا گیا ہے کہ ایک عام مشترک بات کا ذکر کیا ہے بخلاف اس معنی کے کہ اس میں صراحۃً عبث موجود اور معنیٰ مدح بھی مفقود، اور پھر عموم و اشتراک بھی نقد وقت کہ ہر شئے اپنے اگلے سے پچھلی ہوتی ہے، غرض یہ وجہ تو یوں مندفع ہوجائے گی کہ اصلاً محلِ افادہ وصالح ارادہ نہیں، اور اس طائفہ خارجیہ کے طور پر وجہِ دوم کو بھی نامحتمل مان لیجئے پھر بھی اول وچہارم و پنجم میں خود وجوہِ کثیرہ ہیں، کہیں من بعد موسٰی، کہیں من بعد نوح، کہیں انبیاءِ بنی اسرائیل، کہیں من بعد ھود و موسٰی، کہیں صرف انبیائے عاد و ثمود، کہیں انبیائے قومِ نوح و عاد و ثمود، کہیں من بعد ابراھیم قوم لوط و مدین وغیر ذالک۔ بہرحال ذکر وجوہ کثیرہ مختلفہ پر آیا ہے اور یہاں کوئی قرینہ و بینہ نہیں کہ ان میں ایک وجہ کی تعیین کرے تو معلوم نہیں ہوسکتا کہ کون سے مذکور کی طرف اشارہ ہوا، پھر عہد کہاں رہا، سرے سے عہد کا مبنیٰ ہی کہ تعیین ہے منہدم ہوگیا کہ اختلاف و تنوع مطلقاً منافی تعین، نہ کہ اتنا کثیر، پھر عہدیت کیونکر ممکن۔

ثانیاً جب کہ اتنی وجوہ کثیرہ محتمل اور قرآنِ عظیم نے کوئی وجہ بیان نہ فرمائی۔ حدیث کا بیان صحیح تو وہی عموم و استغراق ہے کہ لانبی بعدی[2] (میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ت) کما سیأتی۔ اس تقدیر پر جب اشارہ ذکر استغراق کی طرف ٹھہرا عہد و استغراق کا حاصل ایک ہوگیا اور وہی احاطہ تامہ کہ معتقد اہلِ اسلام تھا ظاہر ہوا مگر یہ اس طائفے کو منظور نہیں، لاجرم آیت کہ بر تقدیر عہدیت مجمل تھی بے بیان رہی اور وہی منقطع ہوکر متشابہات سے ہوگئی، اب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہنا محض اقرار لفظ بے فہم معنی رہ گیا جس کی مراد کچھ معلوم نہیں، کوئی کافر خود زمانۂ اقدس حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کتنے ہی انبیاء مانے، حضور کے بعد ہر قرن و طبقہ و شہر و قریہ میں ہزار ہزار اشخاص کو نبی جانے خود اپنے آپ کو رسول اللہ کہے، اپنے استاذوں کو مرسلین اولوالعزم بتائے، آیۂ کریمہ اس کا بال بیکا نہیں کرسکتی کہ

---

[1] القرآن الکریم ۹۵ /۴

[2] صحیح البخاری باب ما ذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۴۹۱
جامع الترمذی کتاب الفتن امین کمپنی دہلی ۲ /۴۸

آیت کے معنیٰ ہی معلوم نہیں جس سے حجت قائم ہو سکے، کیا کوئی مسلمان ایسا خیال کرے گا، حاشا وکلاّ۔

ثالثاً میں نکثرہ تزاحم معانی پر کیوں بنا کروں سوائے استغراق کوئی معنی لے لیجئے سب پر یہی آتش در کاسہ رہے گی کہ پچھلی جھوٹی کاذبہ ملعونہ نبوتوں کا در آیت بند نہ کر سکے گی، معنی اول یعنی افراد مخصوصہ معینہ مراد لئے تو نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم انھیں معدود انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاتم ٹھہرے جن کا نام یا ذکر معیّن علیٰ وجہ الابہام قرآن مجید میں آگیا ہے جن کا شمار تیس چالیس نبی تک بھی نہ پہنچے گا، یونہی بر تقدیر معنی پنجم یعنی جماعات خاصہ خاص اپنی جماعت کے خاتم ٹھہریں گے، باقی جماعات صادقہ سابقہ کے لئے بھی خاتمیت ثابت نہ ہوگی، چہ جائے جماعات کاذبہ آئندہ اور معنی سوم میں صاف تخصیص انبیائے سابقین کی ہو جائے گی کہ جو نبی پہلے گزر چکے ان کے خاتم ہیں تو پچھلوں کی کیا بندش ہوئی بلکہ پیچھے اور آئے تو وہ ان کے بھی خاتم ہوں گے، رہے معنی چہارم جنسی اس میں جمیع مراد لینا اس طائفہ کو منظور نہیں ورنہ وہی ختم الشیَٔ لنفسہ لازم آئے، لاجرم مطلقاً کسی ایک فرد کے اختتام سے بھی خاتمیت صادق مانے گا کہ صدق علی الجنس کے لئے ایک فرد پر صدق کافی ہے تو یہ سب معانی سے اخس وارذل ہوا اور حاصل وہی ٹھہرا کہ آیت بہر نہج فقط ایک دو یا چند یا کل گزشتہ پیغمبروں کی نسبت صرف اتنا تاریخی واقعہ بتاتی ہے کہ ان کا زمانہ ان کے زمانے سے پہلے تھا، اس سے زیادہ آئندہ نبوتوں کا وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتی، نہ ان سے اصلاً بحث کرتی ہے، طوائف ملعونہ مہدویہ و قادیانیہ و امیریہ و نذیریہ و نانوتویہ وامثالہم لعنہم اللہ تعالےٰ کا یہی تو مقصود تھا، وہ اس طائفہ خارجیہ نے جی کھول کر اُمنایہ کرلیا، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) اصل بات یہ ہے کہ معانی قطعیہ جو تمام مسلمین میں ضروریاتِ دین سے ہوں جب ان پر نصوص قطعیہ پیش نہ کئے جائیں تو مسلمانوں[1] کو احمق بنا لینا اور معتقداتِ اسلام کو مخیلاتِ عوام[2] ٹھہرا دینا ایسے خبثاء کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور نصوص میں احادیث پر نہ عام لوگوں کی نظر نہ ان کے جمع طرق و ادراک تواتر پر دسترس، وہاں ایک ہش میں کام نکل جاتا ہے کہ یہ باب عقائد ہے، اس میں بخاری و مسلم[2] کی بھی صحیح احاد حدیثیں

ع[1] دیکھو تحذیر الناس

ع[2] دیکھو براہین قاطعہ گنگوہی

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

مردود ہیں۔ ہاں ایسی جگہ ان ہیبے کے اندھوں کی کچھ کور دبتی ہے تو قرآن عظیم سے کہ بغرض تلبیسِ عوام، برائے نام اسلام کا ادعا ہو کر، قرآن پر صراحۃً انکار کا ٹٹو خر در گل ہے، لہذا وہاں تحریفِ معنوی کے چال چلتے اور کلام اللہ کو اُلٹتے بدلتے ہیں کہ جب آیت سے مسلمانوں کو ہاتھ خالی کرلیں پھر گونہ وحیِ شیطانی کا راستہ کُھل جائے گا "واللہ متم نورہ ولوکرہ الکفرون"[1] (اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے اگرچہ بُرا مانیں کافر۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۴۸ تا ۳۵۱)

(۳۹) آیت کریمہ میں النبیین پر الف عہد خارجی کا ہونا محال ہے۔ اگر اُسے عہد خارجی کا فرض کر بھی لیں تب بھی استغراق ہی ثابت ہوگا۔ چنانچہ فرمایا:

اقول اوّلاً اگر یہ مدعیانِ عقل اسی اپنی ہی نقل کی ہوئی عبارت کو سمجھتے اور قرآن عظیم میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وجوہ ذکر کو دیکھتے تو یقین کرتے کہ آیۂ کریمہ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین[2] (اور لیکن آپ اللہ کے رسول اور انبیاء میں سے آخری ہیں۔ ت) میں لام عہد خارجی کے لئے ہونا محال ہے کہ بوجہ تنوع وجوہ ذکر و عدمِ اولویت و ترجیح جس کا بیان مشرعًا گزرا، کمال تمیز جدا سرے سے کسی وجہ معین کا امتیاز ہی نہ رہا تو یہی عبارت شاہد ہے کہ یہاں "عہد خارجی" ناممکن، کاش مکر کے لئے بھی کچھ عقل ہوتی تو اس کی جگہ توضیح ہی کی گول عبارت العھد ھوالاصل ثم الاستغراق ثم تعریف الطبیعۃ[3] (عہد اصلی ہے پھر استغراق اور پھر جنس۔ ت) کی نقل ہوتی کہ خود نفس عبارت تو ان کی جہالت سفاہت پر شہادت نہ دیتی اگرچہ اس سے دو ہی سطر پہلے اسی توضیح میں متن تنقیح کی عبارت ولا لبعض الافراد لعدم الاولویۃ[4] (اور نہ بعض افراد کیونکہ اولیٰ نہیں۔ ت) اس کی صفرا شکنی کو بس ہوتی مگر یہ کیونکر کھلتا کہ طائفہ حائفہ کو دوست و دشمن میں تمیز نہیں صریح مضر کو نافع سمجھتا ہے لہذا نام تو لیا توضیح کا اور براہِ

ع۱ دیکھو تحذیر الناس

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۸

[2] " " ۳۳/ ۴۰

[3] التلویح والتوضیح علی التنقیح من الفاظ العام الجمع المعرف باللام المکتبۃ الرحیمیہ دیوبند سہارنپور بھارت ۱/ ۱۴۵

[4] " " " المکتبۃ الرحیمیہ دیوبند سہارنپور بھارت ۱/ ۱۴۷

بدقسمتی عبارت نقل کر دی تلویح کی، جس میں صاف صریح ان عقلاء کی تسفیہ اور ان کے وہم کا سد کی تقلیع تھی۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثانیاً توضیح کا مطلب سمجھنا تو بڑی بات، خود اپنا ہی لکھا نہ سمجھا کہ جب عہد خارجی سے معنی درست ہو تو استغراق وغیرہ معتبر نہ ہوگا۔ ہم اوپر واضح کر آئے کہ عہد خارجی مزعوم طائفہ خارجیہ سے معنی درست نہیں ہو سکتے۔ آیہ کریمہ قطعاً آئندہ نبوتوں کا دروازہ بند فرماتی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہی معنی اس کے بیان فرمائے۔ تمام اُمت نے سلفاً خلفاً اس کے یہی معنی سمجھے اور اس عہد خارجی پر آیت کو اس سے کچھ مس نہیں رہتا، تو واجب ہے کہ استغراق مراد ہو، اسی تلویح میں اسی عبارت منقولہ طائفہ کے متصل ہے:

ثم الاستغراق (الٰی ان قال) فالاستغراق ھو المفھوم من الاطلاق حیث لا عھد فی الخارج خصوصا فی الجمع (الٰی قولہ) ھذا ما علیہ المحققون[1]۔

پھر استغراق (تا) اطلاق سے استغراق مفہوم ہوتا ہے جہاں عہد خارجی نہ ہو خصوصاً جمع میں (تا) محققین کی یہی رائے ہے۔ (ت)

ثالثاً بہت اچھا اگر فرض کریں کہ لام عہد خارجی کے لئے ہے تو اس سے بھی قطعاً یقیناً استغراق ہی ثابت ہوگا کہ وجوہ خمسہ سے اول و سوم و پنجم کا بطلان تو دلائل قاہرہ سے اوپر ثابت ہو لیا اور واضح ہو چکا کہ خود جن سے کلامِ الٰہی کا اوّلاً و اصالۃً خطاب تھا یعنی حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، انھوں نے ہرگز اس آیت سے صرف بعض افراد معیّنہ یا کسی جماعتِ خاصہ کو نہ سمجھا اب نہ رہیں، مگر وجہ دوم و چہارم یعنی وہ جو قرآن عظیم میں بروجہ اکثر و افرد ذکر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بروجہ عموم و استغراق تام ہے اسی وجہ معہود کی طرف لام النبیین مشیر ہے تو اس عہد کا حاصل بحمد اللہ تعالٰی وہی استغراق کامل جو مسلمانوں کا عقیدہ ایمانیہ ہے یا ذکر جنسی کی طرف اشارہ ہے اور ختم کا حاصل نفی معیت و بعدیت ہے، جیسے اولیت بمعنی نفی معیت و قبلیت تعریفات علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف میں ہے،

الاول فرد لا یکون غیرہ من جنسہ سابقا علیہ ولا مقارنا لہ[2]۔

اول فرد ہے کیونکہ اس کا کوئی ہم جنس اس سے پہلے نہیں اور نہ اسکے ساتھ متصل ہے۔ (ت)

---

[1] التلویح والتوضیح علی التنقیح الفاظ العام الجمع المعرّف باللام المکتبۃ الرحیمیہ دیوبند سہارنپور بھارت ۱/ ۱۵۰

[2] التعریفات باب الالف دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۸

حدیث شریف میں ہے:

انت الاول فلیس قبلك شئ وانت الأخر فلیس بعدك شئ[1]۔ رواہ مسلم فی صحیحه والترمذی واحمد وابن ابی شیبة وغیرھم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وللبیھقی فی الاسماء والصفات عن ام سلمة رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انه کان یدعو بھٰؤلاء الکلمات اللھم انت الاول فلا قبلك شئ وانت الأخر فلا شئ بعدك[2] الحدیث۔

تُو اوّل ہے تجھ سے پہلے کوئی شَے نہیں اور تُو آخر میں ہے تیرے بعد کوئی شَے نہیں۔ اسے مسلم نے اپنی صحیح میں، ترمذی، امام احمد اور ابن ابی شیبہ وغیرہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے الاسماء و الصفات میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دُعا فرمایا کرتے: اے اللہ! تُو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شَے نہیں اور تُو آخر ہے تیرے بعد کوئی شَے نہیں۔ (ت)

تو خاتم النبیین کا حاصل ہمارے حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ اور بعد جنس نبی کی نفی ہوئی اور جنس کی نفی عرفاً و لغۃً و شرعاً جملہ افراد ہی سے ہوتی ہے ولہذا لائے نفی جنس صیغ عموم سے ہے جیسے لا رجل فی الدار، ولہذا لا الٰہ الا اللہ ہر غیر خدا سے نفیِ الوہیت کرتا ہے، یوں بھی استغراق ہی ثابت ہوا، وللہ الحمد۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۵۳ تا ۳۵۵)

(۴۰) نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے عبدیت و بشریت کی نفی کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے بندے نہیں وہ قطعاً کافر ہے۔

اشھد ان محمدا عبدہ ورسوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، قال اللہ تعالٰی وانه لمّا قام عبد اللہ یدعوہ[3]، وقال تعالٰی تبارك الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا[4]، وقال تعالٰی سبحٰن الذی اسرٰی

---

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب الدعاء عند النوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۸
المصنّف لابن ابی شیبہ کتاب الدعا حدیث ۲۹۳۰۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۰
[2] الاسماء والصفات للبیہقی باب ذکر الاسماء التی تتبع اثبات الباری عزوجل المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۱/ ۱۲
[3] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۹
[4] القرآن الکریم ۲۵/ ۱

بعبدہٖ[۳]، وقال تعالٰی وان کنتم فی ریب مما نزلنا علٰی عبدنا[۴]، وقال تعالٰی الحمد للہ الذی انزل علٰی عبدہ الکتٰب[۵]، وقال تعالٰی فاوحٰی الٰی عبدہٖ ما اوحٰی[۶]

میں گواہی دیتا ہُوں بلاشُبہہ حضرت محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اللہ تعالٰے کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا: اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: بڑی برکت والا ہے جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈرسنانے والا ہو۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اگر تمھیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اتارا۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (ت)

اور جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی صورت ظاہری بشری ہے حقیقت باطنی بشریت سے ارفع و اعلٰی ہے یا یہ کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں وُہ سچ کہتا ہے اور جو مطلقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے۔

قال تعالٰی قُل سبحٰن ربی ھل کنت الّا بشراً رسولاً۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۵۷، ۳۵۸)

(۴۱) ایک مسلمان کہلوانے والے شخص نے دفعِ مرض کے لئے تین بار بُت پرستی کا ارتکاب کیا اور بار بار توبہ کرکے توڑ دیتا رہا اور کہتا ہے کہ میں نے مولوی سے معلوم کر لیا ہے کہ ضرورتاً ایسا کرنا جائز ہے، ایسے شخص کے بارے میں حکمِ شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں وہ کافر ہے، اور وہ مولویوں پر افترا کرتا ہے، کوئی مولوی ایسا نہیں کہہ سکتا، اور اگر کسی نام کے مولوی نے مرض سے شفا کے واسطے غیر خدا کی پُوجا جائز کر دی ہو تو وُہ بھی کافر ہے، اور یہ شخص جب کہ تین بار ایسا کر چکا اب مسلمان اسے ہرگز نہ ملائیں اگرچہ توبہ ظاہر کرے کہ

---

[۱] القرآن الکریم ۱۷/۱ [۲] القرآن الکریم ۲/۲۳
[۳] " ۱۸/۱ [۴] " ۵۳/۱۰
[۵] " ۱۷/۹۳

وُہ جھُوٹا ہے اور فریب دیتا ہے۔ اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے:

ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا[1] لن تقبل توبتھم و اولٰئك ھم الضالون[2]

بیشک وُہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے، پھر اور کفر میں بڑھے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور وہی ہیں بہکے ہوئے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۶۳)

(۴۲) ایک شخص نے آیت کریمہ فلا و ربك لایؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما سے غلط استدلال کرتے ہوئے ملکی قانون سے اپنے اختلاف طے کرانے پر عامۂ مسلمین حتّٰی کہ خود اپنی بھی تکفیر کر دی۔ اس کے غلط استدلال کا رَد کرتے ہُوئے فرمایا:

جو مدعی حق پر ہیں وہ تحکیم نہیں کرتے بلکہ اپنا حق کہ بے زورِ حکومت نہیں مل سکتا نکلوانا چاہتے ہیں اور مدعا علیہ کہ حق پر ہے وہ مجبور ہی ہے جوابدہی نہ کرے تو یک طرفہ ڈگری ہو جائے، ان دونوں فریقوں پر اگر آیۂ کریمہ وارد ہو تو ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں آج سے نہیں صدہا سال سے مدعی، مدعا علیہ، وکیل، گواہ سب کافر ہوں کہ عام سلطنتوں نے شرع مطہر سے جدا اپنے بہت سے قانون نکال لئے ہیں، اور جو مدعی جھُوٹا ہے وہ ناحق دوسروں کا مال مثلاً چھیننا چاہتا ہے جس پر اپنی چرب زبانی یا مقدمہ سازی یا جھُوٹے گواہوں کے ذریعہ حکومت سے مدد لیتا ہے، یونہی جھُوٹا مدعا علیہ مثلاً دُوسرے کا دیا ہوا مال دینا نہیں چاہتا اور وہی مدد ان ذرائع کاذبہ سے لیتا ہے، یہ باتیں گناہ ہیں مگر گناہ کو کفر کہنا خارجیوں کا مذہب ہے۔ آیت اس کے بارے میں ہے جو حکمِ شریعت کو باطل جانے اور غیر شرعی حکم کو حق یا شرعی حکم جب اس کے خلاف ہو تو نہ نفسِ امّارہ کی ناگواری بلکہ واقعی دل سے اس حکم کو بُرا جانے، یہ لوگ کافر ہیں۔ یہ نہ فقط مقدمات بلکہ عبادات میں بھی جاری ہے۔ رمضان خصوصًا گرمیوں کے روزے، نماز خصوصًا جاڑوں میں صبح و عشاء کی نفسِ امّارہ پر شاق ہوتی ہے اس سے کافر نہیں ہوتا جبکہ دل سے احکام کو حق و نافع جانتا ہے، ہاں اگر دل سے نماز کو بیگار اور روزے کو مفت کا فاقہ جانے تو ضرور کافر ہے۔ اگلی آیۂ کریمہ اس معنٰی کو خوب واضح

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۷ [2] القرآن الکریم ۳/ ۹۰

فرماتی ہے :

قال اللہ تعالیٰ ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منھم[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اگر ہم انھیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اسے نہ کرتے مگر ان میں تھوڑے ۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہ نہ کرنا ان احکام کے نفس پر شاق ہونے ہی کے سبب ہے تو ثابت ہوا کہ حکم کا نفس پر شاق ہونا یہاں تک کہ اس کے سبب بجا آوریِ حکم سے باز رہنا کفر نہیں ورنہ معاذ اللہ یہ ٹھہرے گا کہ صحابہ کرام بھی گنتی ہی کے مسلمان تھے کہ فرماتا ہے :

ما فعلوہ الا قلیل منھم[2]

اسے نہ کرتے مگر ان میں تھوڑے ۔ (ت)

حالانکہ رب عزوجل جا بجا ان کے سچے پکے مومن ہونے کی شہادت دیتا ہے یہاں تک کہ فرماتا ہے :

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئك ھم الراشدون ۝ فضلا من اللہ ونعمۃ واللہ علیم حکیم[3]

اے محبوب کے صحابیو ! اللہ نے تمھیں ایمان پیارا کردیا اور اسے تمھارے دلوں میں زینت دی اور کفر و بے حکمی و نافرمانی تمھیں ناگوار کردی ، یہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کا فضل اور اس کی نعمت اور اللہ جانتا ہے حکمت والا ہے ۔

یہ دل کی محبت ہے کہ مدارِ ایمان و کمالِ ایمان ہے اور وہ نفس کی ناگواری جس پر زیادت ثواب کی بناء ہے ۔ حدیث میں فرمایا :

افضل العبادات احمزھا[4]

سب میں زیادہ ثواب اس عبادت کا ہے جو نفس پر زیادہ شاق ہو ۔

بہرحال یہ شخص جو اپنے کفر کا مقر ہے قطعاً کافر ہے ۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۴ /۶۶

[3] ؍؍ ۴۹ /۷ و ۸

[4] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حدیث ۲۰۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۶۱

کشف الخفاء حدیث ۴۵۹ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱ /۱۴۱

مسلم قال انا ملحد یکفر ولو قال ماعلمت انه کفر لایعذر بھذا۔

اگر کسی مسلمان نے کہا میں ملحد ہوں، تو وہ کافر ہوجائے گا۔ اور کہا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کہنا کفر ہے تو اس کا عذر قابلِ قبول نہ ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ۱۴ ص ۳۶۵، ۳۶۶)

(۴۲۴) مسجد کے محراب میں یا محمد (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) لکھا گیا، ایک وہابی نے کہا یہ بُت کیوں لکھا ہے۔ مزید کہا کہ گوروگوبند سنگھ کا نام لکھ دو، یا بُت کھڑا کردو تو بہتر ہے۔ اس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

شخص مذکور کافر کافر، مرتد مرتد مرتد ہے،

من شك فی کفرہ فقد کفر[۲]

جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔

مسلمانوں کو اس سے میل جول حرام، اس سے سلام وکلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اسے اپنے پاس بیٹھنے دینا حرام، بیمار پڑے تو اُسے پوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اسے مسلمانوں کی طرح غسل و کفن دینا حرام، اس کے جنازہ پر نماز حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پہ جانا حرام۔

قال اللہ تعالیٰ واِمّا ینسینّك الشیطٰن فلاتقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[۳]، وقال تعالیٰ ولاترکنوا الی الّذین ظلموا فتمسکم النار[۴]، وقال تعالیٰ ولاتصل علیٰ احد منھم مات ابدا ولاتقم علیٰ قبرہ[۵]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جُھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اور ان میں سے کسی کی میّت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پہ کھڑے ہونا۔ (ت)

---

۱ فتاوٰی ہندیہ باب موجبات الکفر انواع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۹
۲ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب احکام الجزیہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۷۷
الدرالمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶
۳ القرآن الکریم ۶/۶۸ ۴ القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳
۵ " ۹/۸۴

مسلمان دیکھیں وہابیہ کو یہ دشمنی ہے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے۔ اور بھیسہ سادہ لوح ان کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھتے ہیں لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ایک یہ بات یاد رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامِ پاک لے کر ندا نہ چاہیئے بلکہ اس کی جگہ یا رسول اللہ ہو۔ اور دیوار پر کندہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ آئینہ میں لکھ کر نصب کریں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۳۶۸ ، ۳۶۹)

(۴۴) ایک شخص کہتا ہے کہ نبی اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نہ مردوں میں سے کسی کے باپ ہیں اور نہ ہی عورتوں میں سے۔ اس کے بارے میں فرمایا:

یہ صراحۃً آیت کریمہ یاایھا النبی قل لازواجك وبناتك[1] (اے نبی! اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں سے فرمادو۔ ت) کی تکذیب ہے اور آیت کی تکذیب کفر۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۳۷۵)

(۴۵) احکامِ شرع میں مَن مانی کرنے والے اور اپنی بیٹی کی حرام کی کمائی کھانے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

ایسا شخص سخت خبیث ومردود و دیُّوث ہے، بحکمِ حدیث اس پر جنّت حرام ہے ، اور بحکمِ قرآنِ عظیم اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[2]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بُھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

مسلمان اسے یک لخت چھوڑ دیں اور اس سے سلام، کلام، میل جول سب ترک کر دیں جب تک صدقِ دل سے توبہ نہ کرلے۔ اس سے زیادہ یہاں کیا سزا ہوسکتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۳۷۷ ، ۳۷۸)

(۴۶) ایک شخص کھلم کُھلا سُود کھاتا ہے، اس کو جائز کہتا ہے اور لوگوں کو کہتا ہے تم سود کے معنی نہیں جانتے۔ اس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۹ [2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

سُود مطلقاً حرام ہے بہت ہو یا تھوڑا۔

قال اللہ تعالٰی وحرّم الرّبٰو[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور حرام کیا سُود کو۔(ت)

زید کا اسے حلال کہنا اس کی حلّت پر اصرار کرنا موجبِ کفر ہے، اس پر توبہ فرض ہے، از سرِ نو مسلمان ہو، پھر اگر عورت راضی ہو تو اس سے نکاحِ جدید کرے، اور اگر نہ مانے تو مسلمان اسے قطعاً چھوڑ دیں، اس کے پاس بیٹھنا اُٹھنا حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۷۸)

(۷۴) ایک شخص حلفاً کہتا ہے میں مسلمان ہوں، حنفی ہوں وہابی نہیں ہوں، کچھ لوگ پھر بھی اعتبار نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

اگر اس میں کوئی بات وہابیت کی نہ دیکھی، نہ کوئی قوی وجہ شبہہ کی ہے تو بلا وجہ شبہہ نہ کیا جائے بدگمانی حرام ہے، اور اگر اس میں وہابیت پائی تو ثابت شدہ بات اس کی قسموں سے دفع نہ ہو جائے گی، وہابی اکثر ایسی قسمیں کھایا کرتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی یحلفون باللہ ما قالوا ط ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر بعد میں کافر ہو گئے۔(ت)

نہ ان کی قسموں کا اعتبار،

قال اللہ تعالٰی انھم لا ایمان لھم[4]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں۔(ت)

اور اگر کسی وجہ سے شبہہ ہے تو صرف ان قسموں پر قناعت نہ کریں بلکہ اس سے دریافت کریں کہ تو اسمٰعیل دہلوی و

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵
[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[3] ؍؍ ۹/ ۷۴
[4] ؍؍ ۹/ ۱۲

نذیر حسین دہلوی و رشید احمد گنگوہی و قاسم نانوتوی و اشرف علی تھانوی اور ان کی کتابوں تقویۃ الایمان و معیار الحق و براہین قاطعہ و تحذیر الناس و حفظ الایمان و بہشتی زیور وغیرہا کو کیسا جانتا ہے، اگر صاف کہے کہ یہ لوگ بے دین گمراہ ہیں اور یہ کتابیں کفر و ضلالت سے بھری ہوئی ہیں، تو ظاہر یہی ہے کہ وہابی نہیں ورنہ ضرور وہابی ہے، جھوٹوں کی قسم پر اعتبار نہ کرنا قرآن اور اللہ پر اعتبار نہ کرنا نہیں،

اذا جاءك المنٰفقون قالوا نشهد انك لرسول الله و الله يعلم انك لرسوله ط والله يشهد ان المنٰفقين لكٰذبون ○ اتخذوا ايمانهم جُنّة فصدّوا عن سبيل الله ط انّهم ساء ما كانوا يعملون ○[1]

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں، اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرالیا تو اللہ کی راہ سے روکا، بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں۔ (ت) (فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۸۰، ۳۸۱)

(۴۸) ایک شخص نے لکھ دیا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے ایک سفر میں کافر کو راہنما بنایا تھا لہٰذا ہم نے مسٹر گاندھی کو اپنا راہنما بنالیا ہے۔ اس کے بارے میں حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

پھر یہ بھی اس وقت کا واقعہ ہے کہ ہنوز حکم جہاد نازل نہ ہوا، لكم دينكم ولى دين[2] (تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔ ت) پر عمل تھا، پھر بتدریج کفار پر تغلیظ بڑھتی گئی اور اخیر حکم ابدی ناطق وہ نازل ہوا کہ:

يايها النبى جاهد الكفار والمنٰفقين واغلظ عليهم وماوٰىهم جهنم ط وبئس المصير[3]

اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی)! جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر، اور ان پر سختی کرو، اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ (ت)

پہلے کے واقعات سے سند لانا اگر جاہل سے ہو تو جہل شدید ہے اور ذی علم سے تو مکر خبیث و ضلال بعید۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۸۸)

(۴۹) کچھ لوگوں نے کہا نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے عرب کے کافر قبائل سے موالات کی تھی لہٰذا

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۱، ۲ [2] القرآن الکریم ۱۰۹/ ۶
[3] ؍؍ ۹/ ۷۳ و ۶۶/ ۹

ہم کفّارِ ہند سے موالات کرتے ہیں، اس کے رَد میں فرمایا:

یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر افترائے محض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے کبھی کسی کافر سے موالات نہیں فرمائی، اور کیونکر فرماسکتے حالانکہ ان کا رب عزّ وجل فرماتا ہے:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[۱]

تم میں جو ان سے موالات کرے وہ بیشک انھیں میں سے ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ان کے رب کا ابتدائی حکم یہ تھا:

فاصدع بما تؤمر و اعرض عن المشرکین[۲]

اعلان کے ساتھ فرمادو جو تمھیں حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیرلو۔

اور انتہائی حکم یہ ہوا:

یایھا النبی جاھد الکفار و المنافقین و اغلظ علیھم[۳]

اے نبی! تمام کافروں اور منافقوں سے جہاد فرما اور ان پر سختی و درشتی کر۔

معاذ اللہ موالات کا وقت کون سا تھا، سورہ نٓ شریف مکیہ ہے اس میں فرماتا ہے:

ودّوا لو تدھن فیدھنون[۴]

کافر اس تمنا میں ہیں کہ کہیں تم کچھ نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑیں۔

اس وقت میں مداہنت تو روا رکھی نہ گئی نہ کہ معاذ اللہ موالات۔ ائمہ دین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف نسبتِ مداہنت کرنے والے کی تکفیر فرمائی ہے چہ جائے مفتری موالات۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۳۸۸، ۳۸۹)

(۵۰) مسجد میں ہندوؤں کے لیکچر کے جواز میں کچھ لوگوں نے کہا کہ مسجدِ نبوی میں وفودِ کفار قیام کرتے تھے اور کفار کا داخلہ مخصوص بمسجد الحرام ایک خاص وقت کے لئے منع تھا۔ ایسے لوگوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

یہ کہنا کہ مسجد الحرام شریف سے کفار کا منع ایک خاص وقت کے واسطے تھا اگر یہ مراد کہ اب نہ رہا تو اللہ عزّ وجل پر صریح افتراء ہے:

قال اللہ تعالٰی انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد

---

۱ القرآن الکریم ۵/ ۵۱ ۲ القرآن الکریم ۱۵/ ۹۴

۳ " " ۹/ ۷۳ و ۶۶/ ۹ ۴ " " ۶۸/ ۹

عامهم ھذا۔[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجدِ حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔ (ت)

یُونہی یہ کہنا کہ وفودِ کفّار مسجدِ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اپنے طریقے پر عبادت کرتے تھے، محض جھُوٹ ہے۔ اور نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسے جائز رکھنے کا اشعار حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم پر افترائے فجّار۔ حاشا کہ اللہ کا رسول گوبار بار فرمائے کہ کسی مسجد، نہ کہ خاص مسجدِ مدینۂ کریمہ میں نہ کہ خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے بُتوں یا مسیح کی عبادت کی جائے۔ جانتے ہو کہ اس سے ان کا مقصود کیا ہے، یہ کہ مسلمان تو اسی قدر پر ناراض ہوئے ہیں کہ مشرک کو مسجد میں مسلمانوں سے اُونچا کھڑا کرکے ان کو واعظ بنایا وہ تو اس تہیّہ میں ہیں کہ ہندوؤں کو حق دیں کہ مسجد میں بُت نصب کرکے ان کی ڈنڈوت کریں، گھنٹے بجائیں، سنکھ پھُونکیں کیونکہ ان مفتریوں کے نزدیک خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مسجد میں خود حضور کے سامنے کفّار اپنے طریقہ کی عبادت کرتے تھے،

ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب۔[2]

تمھیں خرابی ہو اللہ پر جھُوٹ نہ باندھو کہ وہ تمھیں عذاب سے ہلاک کردے۔ (ت)

حضورِ اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے مسجدِ کریمہ کے سوا کوئی نشست گاہ نہ تھی جو حاضر ہوتا یہیں حاضر ہوتا، کسی کافر کی حاضری معاذ اللہ بطورِ استیلا و استعلا نہ تھی بلکہ ذلیل وخوار ہو کر یا اسلام لانے کے لئے یا تبلیغِ اسلام سُننے کے واسطے، کہاں یہ اور کہاں وہ جو بدخواہانِ اسلام نے کیا کہ مشرک کو بروجہِ تعظیم مسجد میں لے گئے اسے مسلمانوں سے اُونچا کھڑا کیا' اسے مسلمانوں کا واعظ وہادی بنایا' اس میں مسجد کی توہین ہُوئی اور توہینِ مسجد حرام، مسلمانوں کی تذلیل ہوئی اور تذلیلِ مسلمین حرام، مشرک کی تعظیم ہوئی اور تعظیمِ مشرک حرام، بدخواہیِ مسلمین ہوئی بلکہ بدخواہیِ اسلام، پھر اسے اُس پر قیاس کرنا کیسی سخت ضلالت وگمراہی ہے، طرفہ یہ کہ زبانی کہتے جاتے ہیں کہ مشرک کا بطورِ استعلا مسجد میں آنا ضرور حرام ہے، اور نہیں دیکھتے کہ یہ آنا بطورِ استعلا ہی تھا۔

فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔[3]

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۶۱

[3] 〃 ۲۲/ ۴۶

تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ۱۴ ص ۳۹۰، ۳۹۱)

(۵۱) بیگم شاہی مسجد لاہور سے صوفی احمد دین صاحب نے اقوال وعقائد وہابیہ پر مشتمل ایک طویل استفتاء اعلحضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

یہ سوال کیا محتاجِ جواب ہے خود ہی اپنا جواب باصواب ہے، سائل فاضل سلّمہ نے جو اقوالِ ملعونہ ان خبثائے سے نقل کئے ہیں ان سب کا ضلال مبین اور اکثر کا کفر وارتداد مہین ہونا خود ضروری فی الدین و بدیہی عند المسلمین۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[2] ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ و اٰیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون o لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[3] یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم[4]، لعنھم اللہ بکفرھم فقلیلا ما یؤمنون[5]، والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[6] ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لھم عذابا مھینا[7]

اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ اور اے محبوب! اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے اپنے ایمان کے بعد۔ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/۲۲۷ [2] القرآن الکریم ۱۱/۱۸
[3] " ۹/۶۵، ۶۶ [4] " ۹/۷۴
[5] " ۲/۸۸ [6] ۹/۶۱
[7] " ۳۳/۵۷

ان آیاتِ کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ جو عام مسلمانوں پر ظلم کریں ان کے لئے بری بازگشت ہے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے، ان پر اللہ کی لعنت ہے، نہ کہ وہ جو اولیاء پر ظلم کریں نہ کہ انبیاء پر، نہ کہ خود حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و علوِ شان اقدس پر، ان پر کیسی اشد لعنتِ الٰہی ہوگی اور ان کا ٹھکانا دوزخ کا اخبث طبقہ۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ یہ کیسے کفریاتِ ملعونہ تم نے بکے تو حیلے گھڑیں گے، بے سروپا جھوٹی تاویلیں کریں گے، اور کچھ نہ بنے تو یوں کہیں گے کہ ہماری مراد توہین نہ تھی ہم نے یونہی ہنسی کھیل میں کہہ دیا تھا۔ واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے: اے محبوب! ان سے فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔ جب کوئی حیلہ نہ چلے گا تو کذاب خبیثوں کا پچھلا داؤ چلیں گے کہ خدا کی قسم ہم نے تو یہ باتیں نہ کہیں، نہ ہماری کتابوں میں ہیں، ہم پر افترا ہے۔ ناواقف کے سامنے یہی جل کھیلتے ہیں۔ اللہ واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے: بیشک ضرور وہ کفر کا بول بولے اور اسلام کے بعد کافر ہو گئے یعنی ان کا قسموں کا اعتبار نہ کرو۔ وانھم لا ایمان لھم[۱] ان پیشوایانِ کفر کی قسمیں کچھ نہیں، اتخذوا ایمانھم جُنّۃ فصدّوا عن سبیل اللہ فلھم عذاب مھین[۲] وہ اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، لاجرم ان کے لئے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہے۔ ان کفر کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی تو بہت کم ایمان لاتے ہیں، وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بیشک جو اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے دنیا و آخرت میں ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت دینے والا عذاب۔ طوائف مذکورین وہابیہ و نیچریہ و قادیانیہ و غیر مقلدین و دیوبندیہ و چکڑالویہ خذلھم اللہ تعالیٰ اجمعین ان آیاتِ کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں، ان میں ایک آدھ اگرچہ کافر فقہی تھا اور صدہا کفر اس پر لازم تھے جیسے نمبر۲ والا دہلوی، مگر اب اتباع و اذناب میں اصلاً کوئی ایسا نہیں جو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر کلامی نہ ہو ایسا کہ من شك فی کفرہ فقد کفر[۳] جو ان کے اقوالِ ملعونہ پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ۱۴ ص ۴۰۰ تا ۴۰۲)

(۵۲) مزید فرمایا:

ان سب کی کتب کا مطالعہ حرام ہے مگر عالم کو بغرضِ رد۔ ان سے میل جول قطعی حرام، ان سے

۱؎ القرآن الکریم ۹/ ۱۲ ۲؎ القرآن الکریم ۵۸/ ۱۶

۳؎ درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

سلام و کلام حرام، انھیں پاس بٹھانا حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام، مرجائیں تو مسلمانوں کا سا انھیں غسل وکفن دینا حرام، ان کا جنازہ اٹھانا حرام، ان پر نماز پڑھنا حرام، انھیں مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا حرام، انکی قبر پر جانا حرام، انھیں ایصالِ ثواب کرنا حرام، مثل نماز جنازہ کفر۔ قال اللہ تعالٰی:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1]۔

اور اگر تجھے شیطان بُھلادے تو یاد آئے پر ان ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اور فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]۔

اور نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمھیں دوزخ کی آگ چھُوئے گی۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[3]۔

ان سے دُور بھاگو اور انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

لا تجالسوھم ولا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم[4]۔

نہ ان کے پاس بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ، نہ ان کے ساتھ پیو، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ، نہ ان پر نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

رب عزوجل فرماتا ہے:

ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ[5]۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] " ۱۱/ ۱۱۳

[3] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[4] کنزالعمال باب فضائل صحابہ حدیث ۳۲۵۲۹، ۳۲۵۴۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۰ و ۵۴۲

[5] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

ان میں کبھی کسی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنا، نہ اس کی قبر پہ کھڑا ہونا۔
جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر ان سے محبت رکھے وُہ انھیں کی طرح کافر ہے۔ قال تعالیٰ:
ومن یتولھم منکم فانہ منھم[1]
تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے وہ بیشک انھیں میں سے ہے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۰۲، ۴۰۳)

(۵۳) مشرکین سے اتحاد و وداد کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
مشرکین سے اتحاد درکنار وداد حرام قطعی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:
لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ[2]
تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جنھیں اللہ اور قیامت پر ایمان ہے کہ اللہ و رسول کے مخالف سے دوستی کریں اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں، یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان اللہ نے لکھ دیا ہے اور اپنی طرف کی رُوح سے ان کی مدد فرمائی۔
اور فرماتا ہے جل وعلا:
ومن یتولھم منکم فانہ منھم[3]۔
تم میں جو ان سے دوستی کرے گا وہ بیشک انھیں میں سے ہے۔
یہ ہیں قرآن عظیم کی شہادتیں کہ ان سے وداد و اتحاد کفر ہے اور یہ کہ اس کے مرتکب نہ ہوں گے مگر کافر۔ مسلمانو! قرآن کریم سے بڑھ کر کس کا فتوٰی ہے" ومن اصدق من اللہ حدیثا[4] اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۰۵)

(۵۴) مشرک کو اپنی حاجت دینیہ میں امام و راہنما بنانا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:
مشرک کو حاجت دینیہ میں ہادی بنانا امام ٹھہرانا قرآن عظیم کی صریح تکذیب ہے۔ قرآن عظیم میں ہزارہا آیتیں گونج رہی ہیں کہ وہ گمراہ ہیں، ہدایت سے بالکل بیگانہ ہیں، یہاں تک کہ فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۵/۵۱ [2] القرآن الکریم ۵۸/۲۲
[3] " ۵/۵۱ [4] " ۴/۸۷

ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا[1]

وہ چوپایوں کی طرح نرے بے عقل ہی ہیں بلکہ ان سے بھی سخت تر گمراہ۔

توجو انھیں ہادی و امام بنائے گا قطعاً قرآن عظیم کو جھٹلائے گا اور قطعاً راہِ ہلاک پائے گا۔

اذا کان الغراب دلیل قوم سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب کسی قوم کا راہنما کوّا ہو تو وہ ان کو ہلاکت کی راہ چلائے گا۔ ت)

اور روزِ قیامت ایسا گروہ اس مشرک ہی کے نام سے پکارا جائے گا۔

قال اللہ تعالٰی یوم ندعوا کل اناس بامامھم[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جس دن ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ پکاریں گے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۰۵، ۴۰۶)

(۵۵) مشرک کے بارے میں کہنا کہ وہ ہمارے شہر کی خاک کو پاک کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں، اس کے متعلق فرمایا:

لا الٰہ الا اللہ عجب ان سے کہ مدعیِ اسلام ہوں اور اسلام کے پورے مدعی بن بیٹھیں، کیا قرآنِ عظیم کے رَد ہی پر کمر باندھی ہے، واحد قہار فرماتا ہے: انما المشرکون نجس[3] مشرک تو نہیں مگر نرے گندے، بلکہ عین نجاست عجب کہ نجاست اور مطہر۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۰۶)

(۵۶) مشرک کے لئے بڑا مرتبہ و عزت ماننے والوں کے بارے میں فرمایا:

کیا قسم کھائی ہے کہ قرآنِ عظیم کا کوئی جملہ سلامت نہ رکھیں، مشرک کے لئے ہرگز کوئی عزت نہیں اور بڑا درکنار، ادنٰی سے ادنٰی چھوٹے سے چھوٹا کوئی رتبہ نہیں۔ واحد قہار جلّ وعلا فرماتا ہے:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لایعلمون[4]

عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

عزیز مقتدر جلّ وعلا فرماتا ہے:

ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولٰئک فی الاذلین[5]

---

[1] القرآن الکریم ۲۵ /۴۴
[2] القرآن الکریم ۱۷ /۷۱
[3] " ۹ /۲۸
[4] " ۶۳ /۸
[5] " ۵۸ /۲۰

بیشک اللہ و رسول کے جتنے مخالف ہیں سب ہر ذلیل سے بدتر ذلیلوں میں ہیں۔

عزیز منتقم عزجلالہ فرماتا ہے:

ھم شرّ البریۃ[1] وہ تمام مخلوقِ الٰہی سے بدتر ہیں۔

مخلوق میں کتا بھی ہے سور بھی ہے۔ قرآنِ عظیم شہادت دیتا ہے کہ مشرکین ان سے بھی بدتر ہیں۔ پھر رتبہ و عزت کے کیا معنی! (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۰۶، ۴۰۷)

(۵۷) مشرک کے استقبال و تعظیم کے لئے مسلمانوں کو جانا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

اس کی تعظیم سخت سے سخت کبیرہ اور قرآنِ عظیم کی مخالفتِ شدیدہ ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام[2]

جو کسی بدعتی بدمذہب کی تعظیم کرے اس نے اسلام کے ڈھا دینے پر مدد دی۔

مبتدع کی تعظیم پر حکم یہ ہے مشرک کی تعظیم کس درجہ بیخ کنیِ اسلام ہوگی ولکن المنٰفقین لا یعلمون[3] (مگر منافقوں کو خبر نہیں۔ ت) استقبال کو شاندار بنانے کے لئے جانا تو عین تعظیم ہے جو صریح مخالفت قرآن عظیم ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۰۷)

(۵۸) کیا ولایت میں کوئی ایسا مقام ہے جہاں نماز روزہ وغیرہ احکام شرعیہ ساقط ہو جاتے ہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

کوئی شخص ایسے مقام تک نہیں پہنچ سکتا جس سے نماز روزہ وغیرہ احکامِ شرعیہ ساقط ہو جائیں جب تک عقل باقی ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واعبد ربك حتی یاتیك الیقین[4]

مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کر۔

---

[1] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

[2] کنز العمال حدیث ۱۱۰۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۱۹
المعجم الاوسط حدیث ۶۷۶۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۳۹۶

[3] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

[4] ؍؍ ۱۵/ ۹۹

سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی: کچھ لوگ پیدا ہوئے کہ نماز وغیرہ عبادات چھوڑ دی ہیں اور کہتے ہیں کہ شریعت تو راستہ ہے ہم پہنچ گئے ہیں ہمیں راہ کی حاجت نہیں۔
فرمایا:

صدقوا لقد وصلوا ولکن الیٰ این الی النار۔
وُہ سچ کہتے ہیں ضرور پہنچ گئے مگر کہاں تک، جہنّم تک۔

پھر فرمایا:

اگر مجھے صدہا برس کی عمر دی جائے تو فرض تو فرض جو نفل مقرر کر لئے ہیں ہرگز نہ چھوڑوں۔

اس مسئلہ کا کامل بیان ہمارے رسالہ "مقال عرفاء" میں ہے۔ حالتِ جذب میں مثل جنون عقل سلامت نہیں رہتی، اُس وقت وہ مکلّف نہیں۔ جو باوصف بقائے عقل و استطاعت قصدًا نماز یا روزہ ترک کرے ہرگز ولی اللہ نہیں ولی الشیطان ہے۔ قرآن و حدیث میں اسے مشرک و کافر تک فرمایا۔

قال اللہ تعالیٰ اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین۔[1]
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو جاؤ۔
(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۶۰۹)

(۵۹) روافضِ زمانہ سے میل جول رکھنے کے بارے میں فرمایا:

روافضِ زمانہ علی العموم مرتد ہیں کما بیّناہ فی رد الرفضۃ (جیسا کہ ہم نے اسے رَدّ الرفضہ میں بیان کیا ہے۔ ت) ان سے کوئی معاملہ اہلِ اسلام کا سا کرنا حلال نہیں، ان سے میل جول نشست و برخاست، سلام کلام سب حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ واما ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین۔[2]
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)
(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۰)

(۶۰) کیا یہ حدیث درست ہے کہ جس میں ننانوے باتیں کفر کی اور ایک بات اسلام کی ہو اس کو کافر نہیں کہنا چاہئے۔ اس کے جواب میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/۳۱
[2] القرآن الکریم ۶/۶۸

وُہ حدیث جو سوال میں لکھی محض جھوٹ اور نری بناوٹ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افترائے ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور قرآن حکیم کا حکم یہ ہے کہ ہزار باتیں اسلام کی کرتا ہو اور ایک کلمہ کفر کا کہے وُہ کافر ہو جائے گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامھم۔[1]

اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے یہ بات نہ کہی اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کا لفظ کہا اور اس کے سبب مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔

دین وعقل دونوں کا مقتضٰی تو یہ ہے کہ ننانوے ۹۹ قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب کی ڈال دو سب پیشاب ہو جائے گا، مگر ان خبیثوں کا مذہب یہ ہے کہ ننانوے تولے پیشاب میں تولہ بھر گلاب ڈال دو سب گلاب ہو جائے گا، پاک ہے، حلال ہے، چڑھا جاؤ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۱۲)

(٦١) لشکرِ اسلام کے مقابلے میں کفّار کو فتح ہونے پر انھیں مبارک دینے اور خوش ہونے والوں کے بارے میں فرمایا:

اگر یہ بات واقعی ہے کہ وہ معاذ اللہ کفر کی فتح اور اسلام کی شکست چاہتا تھا تو اس کے کفر میں شک نہیں۔

قال اللہ تعالٰی" ان تمسسکم حسنة تسؤھم وان تصبکم سیّئة یفرحوا بھا۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمھیں کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں بُرا لگے اور اگر تمھیں کوئی برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں۔ (ت)

ورنہ مرتکب اشد کبیرہ ہونے میں شک نہیں اور تجدیدِ اسلام لازم۔ اس کے بعد تجدیدِ نکاح کا حکم۔ عالمگیریہ میں ہے:

ولد فاسق شرب الخمر فجاء اقاربہ ونثروا الدراھم علیہ کفروا ولولم ینثروا لکن قالوا مبارکباد کفروا ایضا۔[3]

اگر کسی فاسق کے بیٹے نے شراب پی اس کے رشتہ دار آئے اور انھوں نے اس پر روپے وارے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۴ — [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۲۰

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۳

تو وہ کافر ہو جائیں گے اور اگر پیسے نہ وارے مگر مبارکباد دی تب بھی کافر ہو جائیں گے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۱۳)

(۶۲) تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کی آڑ میں ہندو مسلم اتحاد و وداد کی گہری سازش کی گئی۔ مسٹر گاندھی کو مسلمانوں کا امام بنا کر مسجدوں میں منبر پر بٹھایا جانے لگا۔ اور سورۃ ممتحنہ کی آیت کریمہ "لاینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین" سے غلط استدلال کرکے لوگوں کو گمراہ کیا گیا۔ اعلیٰحضرت نے اس سازش کا بروقت ادراک کیا اور لوگوں کی راہنمائی کے لئے رسالہ "المحجۃ المؤتمنہ فی اٰیۃ الممتحنہ" تحریر فرمایا اس آیت مذکورہ کی اقوالِ مفسرین کی روشنی میں صحیح تفسیر فرمائی اور مخالفین کے استدلالِ باطل کا ردِّ بلیغ فرمایا۔ چنانچہ آیت کریمہ مذکورہ کی مراد کے بارے میں مفسرینِ کرام کے اقوال ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

ایک آیت کریمہ کے بیان پر اقتصار کروں کہ وہی ان سب چھوٹے بڑے لیڈروں کی نقل مجلس ہے یعنی کریمہ ممتحنہ لاینھٰکم اللہ الاٰیۃ اس میں اکثر اہلِ تاویل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی ہیں فرماتے ہیں : اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمھیں ممانعت نہیں۔

امام مجاہد تلمیذ اکبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ ان کی تفسیر بھی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس ہی سمجھی جاتی ہے، فرماتے ہیں : اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جنھوں نے مکہ مکرمہ سے ابھی ہجرت نہ کی تھی۔ رب عزّوجل فرماتا ہے ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔

بعض مفسرین نے کہا : مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت ہی نہیں۔

قولِ اکثر کی حجت حدیثِ بخاری و مسلم و احمد وغیرہ میں ہے کہ سیدتنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس ان کی والدہ قتیلہ بحالت کفر آئی اور کچھ ہدایا لائی، انھوں نے نہ اس کے ہدیے قبول کئے نہ آنے دیا کہ تم کافرہ ہو، جب تک سرکار سے اذن نہ ملے تم میرے پاس نہیں آسکتیں۔ حضور میں عرض کی، اس پر آیۂ کریمہ اُتری کہ اُن سے ممانعت نہیں، یہ واقعہ زمانۂ صلح و معاہدہ کا ہے خصوصًا یہ تو ماں کا معاملہ تھا، ماں باپ کے لئے مطلقًا ارشاد ہے :

وصاحبھما فی الدنیا معروفا[1]۔ دنیوی معاملوں میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/۱۵

ظاہر ہے کہ قولِ امام مجاہد پر تو آیۂ کریمہ کو کفار سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے اور اب نہ وہ کسی طرح قابلِ نسخ، اور قولِ سوم یعنی ارادۂ نساء وصبیان پر بھی اگر منسوخ نہ ہو ان دوستانِ ہنود کو نافع نہیں کہ یہ جن سے وداد و اتحاد مناد منار ہے ہیں وہ عورتیں اور بچّے نہیں۔ قولِ اوّل پر بھی کہ آیت اہلِ عہد و ذمّہ کے لئے ہے۔ اور یہی قولِ اکثر جمہور ہے آیۂ کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں، لاجرم اکثر اہلِ تاویل اُسے محکم مانتے ہیں۔

اور اسی پر ہمارے ائمہ حنفیہ نے اعتماد فرمایا کہ آیۂ لاینھٰکم دربارۂ اہلِ ذمّہ اور آیۂ ینھٰکم اللہ حربیوں کے بارے میں ہے۔ اسی بناء پر ہدایہ و درر وغیرہما کتبِ معتمدہ میں فرمایا: کافر ذمّی کے لئے وصیّت جائز ہے اور حربی کے لئے باطل و حرام۔ آیۂ لاینھٰکم اللہ نے ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا اور آیۂ انما ینھٰکم اللہ نے حربی کے ساتھ احسان حرام۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۳۶، ۴۳۷)

(۶۳) مزید فرمایا:

تفسیر احمدی میں ہے:

والحاصل ان الآیۃ الاولیٰ ان کانت فی الذمی والثانیۃ فی الحربی کما ھو الظاھر وعلیہ الاکثرون کان دالا علی جواز الاحسان الی الذمی دون الحربی، ولھذا تمسک صاحب الھدایۃ فی باب الوصیۃ ان الوصیۃ للذمی جائزۃ دون الحربی لانہ نوع احسان ولھذا المعنی قال فی باب الزکوٰۃ ان الصدقۃ النافلۃ یجوز اعطاءھا للذمی دون الحربی[1]۔

حاصل یہ کہ پہلی آیت جس میں نیک سلوک کی رخصت ہے اگر دربارۂ ذمی ہو، اور دوسری جس میں مقاتلین سے ممانعت ہے دربارۂ حربی ہو جیسا کہ یہی ظاہر ہے اور یہی مذہبِ اکثر ائمہ ہے تو آیتیں دلیل ہوں گی کہ ذمّی کے ساتھ نیک سلوک جائز ہے اور حربی کے ساتھ حرام۔ ولہٰذا صاحبِ ہدایہ نے باب الوصیۃ میں انھیں آیتوں کی سند سے فرمایا کہ ذمّی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے حرام کہ وہ ایک طرح کا احسان ہے اور اسی کے سبب باب الزکوٰۃ میں فرمایا کہ نفلی صدقہ ذمی کو دینا حلال اور حربی کو دینا حرام ۱۲۔ (فتاوٰی رضویۃ ج ۱۴ ص ۴۳۸، ۴۳۹)

---

[1] التفسیرات الاحمدیۃ سورۃ الممتحنہ المطبع الکریمی بمبئی ص ۶۹۹، ۷۰۰

(۶۴) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

آیت کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑے ان کے نزدیک وہ ضرور آیاتِ قتال وغلظت سے منسوخ ہے، اجلّہ ائمہ تابعین مثل امام عطا بن ابی رباح استاذِ امام اعظم ابوحنیفہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے: مارأیت افضل من عطا میں نے امام عطا سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔ و عبدالرحمن بن زید بن اسلم مولیٰ امیرالمومنین عمر فاروق اعظم و قتادہ تلمیذ خاص حضرت انس خادمِ خاص حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح فرمائی۔ تفسیر کبیر میں ہے:

اختلفوا فی المراد من "الذین لم یقاتلوکم" فالاکثر علی انهم اهل العهد الذین عاهدوا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی ترك القتال والمظاهرة فی العداوة، وهم خزاعة کانوا عاهدوا الرسول علیٰ ان یقاتلوه ولا یخرجوه، فامر الرسول علیه الصلٰوة والسلام بالبر والوفاء الی مدة اجلهم، وهذا قول ابن عباس ومقاتل ابن حیان ومقاتل ابن سلیمٰن ومحمد ابن سائب الکلبی، وقال مجاهد الذین اٰمنوا بمکة ولم یهاجروا وقیل هم النساء والصبیان، وعن عبدالله بن الزبیر انها نزلت فی اسماء بنت ابی بکر قدمت امها قتیله علیها وهی مشرکة بهدایا فلم تقبلها ولم تأذن لها بالدخول فامرها النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ان تدخلها وتقبل منها وتکرمها وتحسن الیها، وقیل الاٰیة فی المشرکین وقال قتادة نسختها اٰیة القتال۔[1]

اس میں اختلاف ہوا کہ "وہ جو تم سے دین میں نہ لڑیں" ان سے کون لوگ مراد ہیں، اکثر اہلِ تاویل اس پر ہیں کہ اُن سے اہلِ عہد مراد ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ حضور سے لڑیں گے نہ دشمن کی مدد کریں گے، اور وہ بنی خزاعہ ہیں انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ لڑیں گے نہ مسلمانوں کو مکہ معظمہ سے نکالیں گے۔ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو علم ہوا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک فرمائیں اور ان کا عہد مدّت موعود تک پورا کریں۔ حضرت عبداللہ بن عباس و مقاتل بن حیان و مقاتل بن سلیمان و محمد بن سائب کلبی کا یہی

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ لاینھٰکم اللہ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۹/۲۶۳

قول ہے، اور امام مجاہد نے فرمایا: وہ مسلمانانِ مکّہ مراد ہیں جنھوں نے ابھی ہجرت نہ کی تھی۔ اور بعض نے کہا: عورتیں اور بچّے مراد ہیں۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیۂ کریمہ حضرت اسماء بنتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں اُتری اُن کی ماں قتیلہ بحالتِ کفر اُن کے پاس کچھ ہدیے لے کر آئیں اُنھوں نے نہ ہدیے قبول کئے نہ انھیں آنے کی اجازت دی، تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُنھیں حکم فرمایا کہ اُسے آنے دیں اور اس کے ہدیے قبول کریں اور اس کی خاطر اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں۔ اور بعض نے کہا: آیت در بارۂ مشرکین ہے۔ قتادہ نے کہا: وہ آیت جہاد سے منسوخ ہوگئی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ١٤ ص ٤٤١، ٤٤٢)

(٦٥) مزید فرمایا:

جمل میں قرطبی سے ہے:

ھی مخصوصة بالذین اٰمنوا ولم یھاجروا وقیل یعنی به النساء و الصبیان لانھم ممن لایقاتل فاذن الله فی برھم حکاہ بعض المفسرین وقال اکثر اھل التاویل ھی محکمة واحتجوا بان اسماء بنت ابی بکر سألت النبی صلی الله تعالٰی علیه و سلم ھل تصل امھا حین قدمت علیھا مشرکة قال نعم، اخرجه البخاری و مسلم[1] اھ۔

یہ آیت خاص ہے ان کے بارے میں جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی، اور بعض نے کہا اس سے عورتیں اور بچّے مراد ہیں اس لئے کہ وہ لڑنے کے قابل نہیں، تو اللہ تعالٰی نے ان کے ساتھ مالی نیک سلوک کی اجازت دی، اسے بعض مفسرین نے نقل کیا۔ اور اکثر اہلِ تاویل نے کہا آیت محکم ہے، اور اس سے سند لائے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال کیا اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کرے جب وہ ان کے پاس بحالتِ شرک آئی تھیں، فرمایا: ہاں۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

تفسیر دُرِ منثور میں ہے:

اخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن مجاھد فی قوله لاینھٰکم الله عن الذین لم یقاتلوکم الاٰیة قال ان تستغفروا و تبروھم و تقسطوا الیھم ھم الذین اٰمنوا

---

[1] الفتوحات الالٰہیہ (الشہیر بالجمل) تحت الآیہ لاینھٰکم اللہ الخ دار الفکر بیروت ٧/ ٤٩٦

بمکة ولم یہاجروا[1]

عبد بن حمید اور ابن المنذر نے امام مجاہد سے تفسیر کریمہ لا ینھٰکم الخ میں روایت کیا فرمایا: معنیٔ آیت یہ ہیں کہ اللہ تمہیں منع نہیں فرماتا کہ تم ان کی مغفرت کی دُعا کرو اور ان سے نیک سلوک و انصاف کا برتاؤ برتو، اس سے مراد کون لوگ ہیں وہ جو مکّہ میں ایمان لائے تھے اور ہجرت نہ کی۔

تفسیر جامع البیان میں بسند صحیح ہے:

حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وھب قال قال ابن زید وسألته عن قول اللہ عزوجل لاینھٰکم اللہ الاٰیة فقال ھذا قد نسخ نسخه القتال[2]

مجھ سے یونس نے حدیث بیان کی کہ مجھ کو ابنِ وہب نے خبر دی کہا جب میں نے امام ابن زید سے کریمہ لاینھٰکم اللہ کے بارے میں پوچھا، فرمایا: یہ منسوخ ہے حکمِ جہاد نے اسے نسخ فرمادیا۔

تفسیر درمنثور میں ہے:

اخرج ابوداؤد فی تاریخه وابن المنذر عن قتادة لاینھٰکم اللہ الاٰیة نسختھا فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم[3]

ابوداؤد نے اپنی تاریخ اور ابن المنذر نے تفسیر میں قتادہ سے روایت کیا کہ کریمہ لاینھٰکم اللہ کو اس آیت نے منسوخ فرمادیا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔

اسی میں ہے:

اخرج ابن ابی حاتم وابوالشیخ عن مقاتل فی قوله تعالٰی "وقاتلوا المشرکین کافة" قال نسخت ھذه الاٰیة کل اٰیة فیھا رخصة[4]

ابن ابی حاتم و ابوالشیخ نے اپنی تفسیروں میں مقاتل سے روایت کیا کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد نے کہ سب مشرکوں سے قتال کرو، اس سے پہلے جتنی آیتوں میں کچھ رخصتیں

---

[1] الدرالمنثور تحت الآیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ٨/ ١٢٤

[2] جامع البیان لابن جریر الطبری " " " " " " " ٢٨/ ٧٧

[3] الدرالمنثور " " " " " " " ٨/ ١٢٤

[4] " " آیۃ وقاتلوا المشرکین کافۃ الخ " " " ٤/ ١٧٢

تھیں سب منسوخ فرمادیں۔

تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیرِ کریمہ یاایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم ہے:

قال عطاء نسخت عـــــہ ھذہ الاٰیۃ کل شیئ من العفو والصفح[1]۔

امام عطا رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: کافروں کے ساتھ معافی و درگزر کی جتنی اجازتیں تھیں سب آیۂ کریمہ نے منسوخ فرمادیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں زیرِ کریمہ لاینھٰکم اللہ ہے:

ھذہ الاٰیۃ منسوخۃ بقولہ تعالٰی اقتلوا المشرکین الاٰیۃ[2]۔

یہ آیت اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے منسوخ ہے کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ تلوار کے گھاٹ اتاردو۔

تفسیر خطیب شربینی پھر فتوحات الالٰہیہ میں ہے:

کان ھذا الحکم وھو جواز موالاۃ الکفار الذین لم یقاتلوا فی اول الاسلام عند الموادعۃ وترک الامر بالقتال ثم نسخ بقولہ تعالٰی فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم[3]۔

یہ حکم کہ "جو کفار مسلمانوں سے نہ لڑیں اُن کے ساتھ کچھ نیک سلوک کیا جائے" ابتداء میں تھا کہ لڑائی موقوف تھی اور جہاد کا حکم نہ تھا، پھر یہ حکم اس آیۂ کریمہ سے منسوخ ہوگیا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ گردن مارو۔

جلالین شریف میں ہے:

عـــــہ یہاں سے اُس جاہل مفتی کی جہالت ظاہر ہوگئی جس نے آیۂ کریمہ لا ینھٰکم کو کہا کہ واغلظ علیھم سے اس کو کسی نے منسوخ نہیں بتایا۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[1] ارشاد العقل السلیم تحت الآیۃ یاایھا النبی جاھد الکفار دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۸۴

[2] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ لا ینھٰکم اللہ عن الذین دار الکتب العلمیۃ بیروت ۹/ ۱۵۸

[3] الفتوحات الالٰہیۃ (الشھیر بالجمل) ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ دار الفکر بیروت ۷/ ۴۹۶

هذا قبل الامر بالجهاد۔[1]

یہ اجازت اس وقت تھی کہ جہاد کا حکم نہیں ہوا تھا۔

اُسی کے خطبہ میں ہے:

هذا تکملة تفسیر القرآن الکریم الذی الفه الامام جلال الدین المحلی علی نمطه من ذکر ما یفهم به کلام الله تعالٰی والاعتماد علی ارجح الاقوال[2] (ملخصًا)۔

یہ امام جلال الدین محلی کی تفسیر کا تکملہ اُسی کے انداز پر ہے کہ اتنی بات بیان کی جائے جس سے کلام اللہ سمجھ میں آجائے اور جو قول سب سے راجح ہے اس پر اعتماد کیا جائے (ملخصًا)۔

جمل میں ہے:

ای الاقتصار علی ارجح الاقوال[3]۔

یعنی صرف وہ قول بیان کریں گے جو سب سے راجح ہے۔

زرقانی علی المواہب میں ہے:

الجلال قد التزم الاقتصار علی الاصح[4]۔

امام جلال نے التزام فرمایا ہے کہ صرف وہ قول لکھیں گے جو سب سے زیادہ صحیح ہے۔

تنبیہ ضروری: یہ آیہ کریمہ کہ یہاں علماء و ائمہ نے بیان ناسخ کے لئے تلاوت کی کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور اس مضمون کی اور آیات نیز وہ عبارات ہدایہ وغیرہا قریب آنے والیاں کہ جہاد میں پہل واجب ہے ان کا تعلق سلاطینِ اسلام و عساکرِ اسلام اصحابِ خزائن و اسلحہ و استطاعت سے ہے نہ کہ ان کے غیر سے۔ قال تعالٰی:

لا یکلف الله نفسا الا وسعها[5]۔

اللہ تعالٰی کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت بھر۔

---

[1] تفسیر جلالین آیۃ لاینھٰکم اللہ عن الذین اصح المطابع دہلی نصف ثانی ص ۴۵۷

[2] ” ” خطبۂ کتاب ” ” ” نصف اول ۲

[3] الفتوحات الالٰہیہ (الشہیر بالجمل) خطبۂ کتاب دار الفکر بیروت ۱/۱۵

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۳/۱۷۱

[5] القرآن الکریم ۲/۲۸۶

وقال تعالیٰ:

لا یکلّف اللہ نفسًا الّا ما اٰتٰھا[1]

اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُتنے کی جس قدر کی استطاعت اُسے دی ہے۔

وقال تعالیٰ:

لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[2]

اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

مجتبٰی وجامع الرموز و ردالمحتار میں ہے:

یجب علی الامام ان یبعث سریۃ الی دار الحرب کل سنۃ مرّۃ اومرتین وعلی الرعیۃ اعانتہ الا اذا اخذ الخراج فان لم یبعث کان کل الاثم علیہ، وھذا اذا غلب علی ظنہ انہ یکافیھم والا فلایباح قتالھم[3]

سلطانِ اعظم اسلام پر فرض ہے کہ ایک یا دو بار دارالحرب پر لشکر بھیجے اور رعیت پر اس کی مدد فرض ہے اگر اس نے ان سے خراج نہ لیا ہو تو سلطان اگر لشکر نہ بھیجے تو سارا گناہ اسی کے سر ہے، یہ سب اس صورت میں ہے کہ اسے غالب گمان ہو کہ طاقت میں کافروں سے کم نہ رہے گا ورنہ اُسے ان سے لڑائی کی پہل ناجائز ہے۔

خصوصًا ہندوستان میں جہاں اگر دس مسلمان ایک مشرک کو قتل کریں تو معاذ اللہ دسوں کو پھانسی ہو، ایسی جگہ مسلمانوں پر جہاد فرض بتانے والا شریعت پر مفتری اور مسلمانوں کا بدخواہ ہے، ہمارا مقصود اس قدر تھا کہ کریمہ ممتحنہ اگر جملہ مشرکین غیر محاربین کو عام ہے تو ضرور منسوخ ہے وہ بحمدہٖ تعالیٰ بروجہ احسن ثابت ہوگیا۔

وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اگر وہ اکابر تابعین اس کے نسخ کی تصریح اور یہ امام جلیل اس کی ترجیح و تصحیح نہ فرماتے تو قرآن عظیم خود شاہد تھا کہ آیۂ لاینھٰکم اگر جملہ مشرکین غیر محاربین بالفعل کو عام ہے تو قطعًا منسوخ ہے۔ ممتحنہ کا نزول سورۂ براءت سے یقینًا پہلے ہے تصریحِ ائمہ نہ ہوتی تو خود اس کی آیاتِ کریمہ بتارہی

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۷
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵
[3] جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۵

ہیں کہ اُس کے نزول تک مکہ معظمہ قبضۂ کفار میں تھا اور سورۂ توبہ شریف کے ارشادات جگمگا رہے ہیں کہ اُس کا نزول بعد فتح بلد الحرام و تسلّطِ تام دینِ اسلام ہے وللہ الحمد۔ سورۂ برارت میں ارشاد فرمایا:

یاایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم ط ومأوٰھم جھنم ط وبئس المصیر[1]

اے نبی! کافروں اور منافقوں پر جہاد فرمائیے اور اُن کے ساتھ سختی سے پیش آئیے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی بُری پھرنے کی جگہ ہے۔

پھر اُسی سورۃ میں ارشاد فرمایا:

یٰایھا الذین اٰمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ ط[2]

اے ایمان والو! اپنے پاس کے کافروں سے لڑو اور تم پر فرض ہے کہ وہ تم میں درشتی پائیں۔

یہ حکم بھی جمیع کفار کو عام ہے، حکمت یہی ہے کہ پہلے پاس والوں کو زیر کیا جائے جب وہاں اسلام کا تسلّط ہوجائے تو اب جو اس سے نزدیک ہیں وہ پاس والے ہوئے وہ زیر ہوجائیں تو اب جو ان سے قریب ہیں یونہی یہ سلسلہ شرقاً غرباً منتہائے زمین تک پہنچے، اور بحمد اللہ تعالٰی ایسا ہی ہوا اور بعونہٖ تعالٰی ایسا ہی بروجہ اتم وکمال زمانۂ امام موعود رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہونے والا ہے۔

حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلّہ للّٰہ[3]

یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لئے ہوجائے۔

یہاں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کفار پر درشتی کرو، مومنین کو حکم ہوا کافروں پر سختی کرو، اس میں نہ کوئی تقسیم ہے نہ تردید، نہ تخصیص نہ تقلید۔ اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نیک سلوک اور سختی و درشتی باہم متنافی ہیں، پہلے نیک سلوک کی اجازت تھی اب درشتی و

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۳
[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۳
[3] ؍؍ ۸/ ۳۹

سختی کا حکم ہوا تو وہ اجازت ضرور منسوخ ہوگئی۔ اجماعِ اُمّت ہے کہ جہاد کفار محاربین بالفعل سے مخصوص نہیں مدافعانہ وجارحانہ قطعاً دونوں طرح کا حکم ہے اجازت کا مدا فعانہ میں حصر پہلے تھا پھر قطعاً منسوخ ہوگیا۔ مبسوط شمس الائمہ سرخسی وکفایہ وعنایہ وتبیین وبحرالرائق وردالمحتار وغیرہا میں ہے:

واللفظ للبابرتی قوله تعالٰی فان قاتلوکم فاقتلوهم منسوخ وبیانه ان رسول الله صلّی الله تعالٰی علیه وسلم کان فی الابتداء مأمورا بالصفح والاعراض عن المشرکین بقوله "فاصفح الصفح الجمیل"، واعرض عن المشرکین الاٰیة ثم امر بالدعاء الی الدین بالموعظة والمجادلة بالاحسن بقوله تعالٰی ادع الٰی سبیل ربك بالحکمة الاٰیة، ثم اذن بالقتال اذا کانت البداءة منهم بقوله تعالٰی اذن للذین یقاتلون الاٰیة وبقوله فان قاتلوکم فاقتلوهم ثم امر بالقتال ابتداء فی بعض الازمان بقوله تعالٰی فاذا انسلخ الاشهر الحرام فاقتلوا المشرکین الاٰیة، ثم امر بالبداءة بالقتال مطلقا فی الازمان کلها وفی الاماکن باسرها فقال تعالٰی وقاتلوهم حتی لاتکون فتنة الاٰیة وقاتلوا الذین لایؤمنون بالله ولا بالیوم الاٰخر الاٰیة [1]

بابرتی کے الفاظ ہیں کہ اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد کہ "اگر وہ تم سے لڑیں تو اُن کو قتل کرو" منسوخ ہے، بیان اس کا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ابتداء میں یہ حکم تھا کہ مشرکوں سے درگزر اور رُوگردانی فرمائیں، ارشاد تھا اچھی طرح درگزر کرو اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔ پھر حضور کو حکم ہُوا کہ سمجھانے اور خُوبی کے ساتھ دلیل قائم فرمانے سے دین کی طرف بلاؤ کہ ارشاد تھا اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ بلاؤ، پھر اجازت فرمائی گئی کہ ان کی طرف سے قتال کی ابتدا ہو تو لڑو۔ ارشاد تھا کہ جن سے قتال کیا جائے انھیں پروانگی ہے۔ اور ارشاد تھا کہ اگر وہ تم سے لڑو تو انھیں قتل کرو۔ پھر بعض اوقات ابتداءً قتال کا حکم ہوا ارشاد فرمایا جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو۔ پھر مطلقاً ابتداءً بالقتال کا حکم ہوا سب زمانوں اور سب مکانوں میں، ارشاد ہوا ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے۔ اور فرمایا ان سے

---

[1] کفایہ وعنایہ مع فتح القدیر کتاب السیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۱۹۳

لڑو جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان نہیں لاتے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۴۳ تا ۴۴۹)

(۶۶) تحریک خلافت اور ہندو مسلم اتحاد کے لیڈروں نے کہا کہ بعض کفار و مشرکینِ ہند نے مسلمانوں پر مظالم ڈھائے ہیں تمام نے نہیں، لہذا ان سے موالات اور دوستی جائز ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا:

اور بے ایمان اور پکا بے ایمان ہوگا وہ جو واحد قہار کو یکسر پیٹھ دے کر کہے کہ یہ ملعون مظالم تو بعض بعض شہر کے بعض بعض کفار نے کئے اس سبب تو قاتلوکم فی الدین نہیں ہو گئے۔ بدعقلو بدمنشو! کوئی قوم ساری کی ساری نہیں لڑتی۔ کفارِ زمانہ رسالت جن کی نسبت حکم ہوا: واقتلوھم حیث ثقفتموھم[1] انھیں جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور حکم ہوا:

قاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ۔[2]

سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔

کیا ان کا ہر ہر فرد میدانِ جنگ میں آیا تھا، لڑائی دیکھی جاتی ہے اگر جو لڑے اُن کی خاص کوئی ذاتی غرض ہے جس میں ساری قوم شریک نہیں تو وہ لڑائی خاص انھیں کی طرف منسوب ہوگی جو اس کے مرتکب ہوئے مثلاً کسی گاؤں کے دھرے مینڈھے پر بعض لوگوں سے جنگ ہو تو وہ انھیں کی ہے، نہ تمام قوم کی۔ اور اگر لڑائی مذہبی ہے تو ان سب اہلِ مذہب کی ہے کہ باقی دامے درمے قلمے قدمے معین ہونگے اور کچھ نہ ہو تو راضی ہوں گے اور اپنے مذہب کی فتح ہو تو خوش ہوں گے اور دوسرے کی ہو تو رنجیدہ ہوں گے۔ قال تعالٰی:

ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا۔[3]

اگر تمھیں بھلائی پہنچے تو انھیں بُری لگے اور تمھیں برائی پہنچے تو اس پر شاد ہوں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۵۳)

(۶۷) مزعوماتِ لیڈران کا رد کرتے ہوئے آیت کریمہ "وقاتلوا المشرکین کافۃ الخ" کی تفسیر میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۹۱ و ۴/۹۱ [2] القرآن الکریم ۹/۳۶

[3] " " ۳/۱۲۰

تنبیہ جلیل: **اقول** کریمۂ وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ[1] (اور مشرکوں سے ہروقت لڑو جیسا وہ تم سے ہروقت لڑتے ہیں۔ ت) کہ ابھی ہم نے تلاوت کی قطعاً اپنی ہر وجہ ہر پہلو پر لیڈرانِ عنود پس روانِ ہنود پر ردِّ شدید ہے، ان کا مزعوم دو فقرے ہیں:

اوّل یہ کہ ہنود میں مقاتل فی الدین صرف وہی ہیں جنھوں نے وہ مظالم کئے، تو مقاتل نہیں مگر مقاتل بالفعل جس نے ہتھیار اٹھایا اور قتال کو آیا تاکہ عامۂ ہنود کو قاتلوکم فی الدین سے بچالیں۔

دوم یہ کہ جو مقاتل بالفعل نہیں اس سے اظہارِ عداوت فرض نہیں تاکہ بزورِ زبان اُن سے وداد و اتحاد کی راہ نکالیں۔

اب آیۂ کریمہ میں چار احتمال ہیں:

اوّل، دونوں کافۃ مسلمانوں سے حال ہوں یعنی تم سب مسلمان مشرکوں سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔

دوم، دونوں کافۃ مشرکین سے حال ہوں یعنی سب مشرکین سے لڑو جس طرح وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔

سوم، پہلا کافۃ مشرکین سے حال ہو اور دوسرا مومنین سے یعنی تم بھی سب مشرکین سے لڑو جس طرح وہ تم سے لڑتے ہیں۔ یہ قول عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہے۔

چہارم، اس کا عکس یعنی سب مسلمان مشرکوں سے لڑیں جس طرح سب مشرک مسلمانوں سے لڑتے ہیں۔ کبیر میں اسی کو ترجیح دی اور لباب میں اسی پر اقتصار کیا، اور امام نسفی نے چاروں احتمالوں کا اشعار کیا۔ مفاتیح الغیب میں ہے:

فی قولہ تعالٰی کافۃ قولان، الاول ان یکون المراد قاتلوھم باجمعکم مجتمعین علی قتالھم کما انھم یقاتلونکم علی ھذہ الصفۃ یرید تعاونوا و تناصروا علٰی ذٰلک ولا تتخاذلوا ولا تتقاطعوا وکونوا عباداللہ مجتمعین متوافقین فی مقاتلۃ الاعداء، والثانی قال ابن عباس قاتلوھم بکلیتھم ولا تحابوا بعضھم بترک القتال کما انھم یستحلون قتال جمیعکم، والقول الاول اقرب حتی یصح قیاس

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۶

احد الجانبین علی الاٰخر[1]

ارشادِ الٰہی کافۃ میں دو قول ہیں : اوّل مراد یہ ہے کہ تم سب ان کے قتال پر اتفاق کرکے اُن سے لڑو جس طرح وہ تم سے یونہی لڑتے ہیں، فرماتا ہے قتالِ مشرکین میں سب آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور ایک دوسرے کو بے یار نہ چھوڑو نہ باہم علاقہ قطع کرو اور سب اللہ کے بندے ہو جاؤ دشمنوں کے قتال پر یک دل و یک رائے ہوکر۔ دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا کہ سب مشرکوں سے لڑو اور ان میں سے کسی سے ترکِ قتال میں محابہ نہ کرو جس طرح وہ تم سب سے قتال روا رکھتے ہیں، اور پہلا قول زیادہ قریب ہے تاکہ ایک فریق کا دوسرے پر قیاس صحیح ہو۔

خازن میں ہے :

یعنی قاتلوا المشرکین باجمعکم مجتمعین علی قتالھم کما انھم یقاتلونکم علی ھٰذہ الصفۃ[2]

یعنی سب مل کر قتالِ مشرکین پر متفق الرائے ہوکر اُن سے لڑو جس طرح وہ تم سے یُونہی لڑتے ہیں۔

مدارک میں ہے : کافۃ حال من الفاعل او المفعول[3] ـــــ کافۃ فاعل سے حال ہے یا مفعول سے۔

اس احتمالِ چہارم پر آیۂ کریمہ کے دونوں جملے لیڈروں کے پہلے فقرے کا رَد ہیں، ظاہر ہے کہ سب مشرک میدان میں نہ آئے سب نے ہتھیار نہ اٹھائے بلکہ کچھ ساعی تھے کچھ معاون کچھ راضی۔ اور آیت میں فرمایا کہ وُہ سب تم سے لڑتے ہیں تو معلوم ہوا کہ جمیع اقسام مقاتل فی الدین ہیں یونہی قطعاً تمام ہنود کہ ملشا مظالم گئو رکھشا ہے اور اس میں سب شریک۔ پھر مسلمانوں کو فرمایا تم سب لڑو اگر قتال قتال بالید سے خالص ہو تو جہاد مطلقاً فرضِ عین ہو جائے اور یہ بالاجماع باطل ہے نیز اس تقدیر پر یہ حکم صحابۂ کرام سے آج تک کبھی بجا نہ لایا گیا، کون سے دن دنیا

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ قاتلوا المشرکین الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۶/۴۴

[2] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۳۵۸

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) 〃 〃 〃 دار الکتاب العربی بیروت ۲/۲۵

کے سب مسلمان ہتھیار لے کر میدان میں آئے، تو معاذ اللہ صحابۂ کرام و جمیع امت کا اجماع ضلالت و معصیت پر ہوا، اور یہ اول سے بڑھ کر باطل و کفر ہائل (سخت) ہے، لاجرم قتال معاونت و رضا سب کو عام ہے، اب بیشک اس کا حکم شامل جملہ اہلِ اسلام ہے، اسی طرح احتمال اول پر آیہ کریمہ کے دونوں جملے فقرۂ اولٰے کے رَد ہیں، پہلے کا ابھی بیان ہُوا، اور دوسرا یوں کہ جب مشرکین سب مسلمانوں سے مقاتل ہیں تو سب مسلمان مشرکوں کے مقاتل کہ مفاعلۃ جانبین سے ہے اور وہ نہیں مگر اسی طور پر کہ فاعل و معاون و راضی سب مقاتل ہوں، بعینہٖ اسی تقریر سے احتمال دوم وسوم بھی، جیسا کہ فہیم پر مخفی نہیں، بالجملہ ہر پہلو پر آیہ کریمہ کا ہر جملہ ان کے فقرۂ اولٰے کا رَد ہے اور احتمال دوم وسوم پر کریمہ کا پہلا جملہ لیڈروں کے فقرۂ دوم کا بھی رد ہے کہ عام فرمایا گیا سب مشرکوں سے قتال کرو، اور قتل و قتال سے بڑھ کر اور اظہارِ عداوت کیا ہے، تو ثابت ہوا کہ مشرک مقاتل بالید ہو یا نہ ہو ہر ایک سے اظہارِ عداوت فرض اور وداد و اتحاد حرام۔

قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا[1] بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق ولکم الویل مما تصفون[2]

کہو حق آیا باطل کا دم ٹوٹا، بیشک باطل تو دم توڑنے ہی کو تھا بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں کہ وہ باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے جبھی وہ فنا ہو جاتا ہے اور تمھارے لئے خرابی ہے اُن باتوں سے جو بناتے ہو۔

تنبیہ دوم: اقول یہاں سے روشن ہُوا کہ آیۂ ممتحنہ میں قولِ اکثر ہی ارجح و اصح ہے لم یقاتلوکم فی الدین وہی ہو سکتے ہیں جو اہلِ عہد و ذمہ ہیں کہ اُن کے عہد نے صراحۃً انھیں مقاتلین سے جُدا کر لیا، والصریح یفوق الدلالۃ تصریح دلالت پر مرجح ہے۔ باقی تمام حربی کفار مقاتل فی الدین ہیں اگرچہ ہتھیار نہ اٹھائے ہوئے ہوں۔ قولِ آخر کے اصح ہونے کی وجہ یہی ہُوئی کہ لفظ عام ہے، اور جب ثابت ہوا کہ وہ اہل عہد و ذمہ ہی پر صادق ہے تو حربیوں کی تعمیم ناموجہ ہے، یونہی نساء و صبیان سے تخصیص کی وجہ نہیں، اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوصِ سبب کا، ورنہ صرف صلۂ مادر و پدر یا غایت درجہ صلۂ رحم کی اجازت نکلے، نہ جملہ نساء و

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۱
[2] ؍؍ ۲۱/ ۱۸

صبیان کو تعمیم مقبول کہ اگرچہ وہ حکمِ قتال سے مستثنیٰ ہیں مگر حکمِ غلظت سے مستثنیٰ نہیں، اہلِ عہد و ذمہ کی عورتیں بچے ان کے حکم میں رہیں گے اور غیر معاہد حربیوں کے زنان و اطفال ان کے حکم میں، قال تعالیٰ من ذکر او انثٰی بعضکم من بعض[1] مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۴۵۵ تا ۴۵۷)

(۶۸) موالات کی تقسیم کرتے ہوئے اس کے اقسام کا حکمِ شرعی بیان فرمایا۔ چنانچہ فرمایا:

تحقیقِ مقام یہ ہے کہ موالات دو قسم ہے:

اوّل حقیقیہ جس کا ادنیٰ رکون[1] یعنی میلانِ قلب ہے، پھر وداد[2] پھر اتحاد[3] پھر اپنی خواہش سے بے خوف و طمع انقیاد[4] پھر تبتل[5] یہ بجمیع وجوہ ہر کافر سے مطلقاً ہر حال میں حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]ع

ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے۔

مگر میل طبعی جیسے ماں باپ اولاد یا زنِ حسینہ کی طرف کہ جس طرح بے اختیار ہو زیرِ حکم نہیں پھر بھی اس تصور سے کہ یہ اللہ و رسول کے دشمن ہیں ان سے دوستی حرام ہے، بقدرِ قدرت اس کا دبانا یہاں تک کہ بن پڑے تو فنا کر دینا لازم ہے کہ شئے مستمر میں بقاء کے لئے حکم ابتداء ہے کہ اعراض ہر آن متجدد ہیں، آنا بے اختیار تھا اور جانا یعنی ازالہ قدرت میں ہے تو رکھنا اختیار موالات ہوا اور یہ حرام قطعی ہے ولہذا جس غیر اختیاری کے مبادی اس نے باختیار پیدا کئے اس میں معذور نہ ہوگا جیسے شراب کہ اس سے زوال عقل اس کا اختیاری نہیں مگر جبکہ اختیار سے پی تو زوال عقل اور اس پر جو کچھ مرتب ہو سب اسی کے اختیار سے ہوا۔ قال تعالیٰ:

یایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی

ع جب مجرد میلانِ قلب کو حرام و موجبِ عذابِ نار فرمایا تو وداد و اتحاد و انقیاد و تبتل کس قدر سخت کبیرہ موجب عذاب اشد ہوں گے، لیڈر وداد و اتحاد و انقیاد سب خود قبول کر رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۵ [2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

الایمان ومن یتولہم منکم فاولٰئک ہم الظالمون[1]

اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو اُن سے دوستی رکھے گا وہی پکّا ظالم ہوگا۔

تفسیر کبیر و نیشاپوری و خازن وجمل وغیرہا میں ہے:

انہ تعالٰی لما امر المؤمنین بالتبری عن المشرکین وبالغ فی ایجابہ، قالوا کیف تمکن ھذہ المقاطعۃ التامۃ بین الرجل وبین ابیہ وامہ واخیہ، فذکر اللہ تعالٰی ان الانقطاع عن الاٰباء والاولاد والاخوان واجب بسبب الکفر[2]

جب اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو مشرکوں سے بیزاری کا حکم دیا اور بتاکیدِ شدید واجب فرمایا تو بعض مسلمانوں نے کہا آدمی کا اس کے باپ اور ماں اور بھائی سے یہ پورا انقطاع کیونکر ممکن ہے، اس پر رب عزوجل نے فرمایا کہ باپ اور اولاد اور بھائیوں سے ان کے کفر کے سبب پورا انقطاع ہی لازم ہے۔

دوم صوری یہ کہ دل اس کی طرف اصلاً مائل نہ ہو مگر برتاؤ وہ کرے جو بظاہر محبت ومیلان کا پتا دیتا ہو، یہ بحالتِ ضرورت ومجبوری صرف بقدرِ ضرورت ومجبوری مطلقاً جائز ہے۔ قال تعالٰی:

الّا ان تتقوا منہم تقٰۃ[3] مگر یہ کہ تمھیں اُن سے پورا واقعی خوف ہو۔

بقدرِ ضرورت یہ کہ مثلاً عدمِ اظہارِ عداوت میں کام نکلتا ہو تو اسی قدر پر اکتفا کرے اور اظہارِ محبت کی ضرورت ہو تو حتی الامکان پہلو دار بات کہے صریح کی اجازت نہیں، اور بے اس کے نجات نہ ملے اور قلب ایمان پر مطمئن ہو تو اس کی بھی رخصت اور اب بھی ترکِ عزیمت۔ ابنائے جریر ومنذر وابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی:

نہی اللہ المؤمنین ان یلاطفوا الکفار ویتخذوھم ولیجۃ من دون المؤمنین الا ان یکون الکفار علیہم ظاھرین اولیاء فیظھرون لہم اللطف ویخالفونہم فی الدین وذٰلک قولہ تعالٰی الا ان تتقوا منہم تقٰۃ[4]

---

[1] القرآن الکریم ۹/۲۳

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹/۲۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۶/۱۵ و ۱۶

[3] القرآن الکریم ۳/۲۸

[4] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۳/۲۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۶۷
الدر المنثور 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۱۷۰ و ۱۷۱

اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ کافروں سے نرمی کریں اور مسلمانوں کے سوا اُن میں سے کسی کو رازدار نہ بنائیں مگر یہ کہ کافران پر غالب و والیانِ ملک ہوں تو اس وقت اُن سے نرمی کا اظہار کریں اور دین میں مخالفت رکھیں اور یہ ہے مولیٰ تعالےٰ کا ارشاد: مگر یہ کہ تم کو ان سے واقعی پورا خوف ہو۔

مدارک میں ہے:

ای الا ان یکون للکافر علیك سلطان فتخافه علی نفسك و مالك فحینئذ یجوز لك اظهار الموالاة وابطان المعاداة۔[1]

یعنی مگر یہ کہ کافر کی تجھ پر سلطنت ہو تو تجھے اس سے اپنے جان و مال کا خوف ہو اس وقت تجھے جائز ہے کہ اس سے دوستی ظاہر کرے اور دشمنی چھپائے۔

کبیر میں ہے:

وذلك بان لا یظهر العداوة باللسان، بل یجوز ایضا ان یظهر الکلام الموهم للمحبة والموالاة، ولکن بشرط ان یضمر خلافه وان یعرض فی کل ما یقول۔[2]

یہ یوں ہے کہ زبان سے دشمنی ظاہر نہ کرے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ ایسا کلام کہے جو محبت و دوستی کا وہم دلائے مگر شرط یہ ہے کہ دل میں اس کے خلاف ہو اور جو کچھ کہے پہلو دار بات کہے۔

صوریہ کی اعلیٰ قسم مداہنت ہے اس کی رخصت صرف بحالتِ مجبوری و اکراہ ہی ہے اور ادنیٰ قسم مدارات یہ مصلحتاً بھی جائز۔ قال تعالیٰ:

وان احد من المشرکین استجارك فاجره حتی یسمع کلام الله ثم ابلغه مأمنه۔[3]

اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اسے پناہ دو تاکہ کلامِ الٰہی سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔

ظاہر ہے کہ اس وقت غلظت و خشونت منافی مقصود ہوگی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۶۵ تا ۴۶۸)

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیہ ۳/۲۸ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۱۵۲

[2] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۸/۱۲

[3] القرآن الکریم ۹/۶

(۶۹) کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنا کبھی پسندیدہ بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنا کیسا اشد حرام وکبیرہ ہے لیکن اگر مثلاً اس لئے ہو کہ وہ تعاقب کرتے چلے آئیں گے اور آگے اسلامی کمین ہے جب اس سے گزریں ان کے پیچھے سے کمین کا لشکر نکلے اور آگے سے یہ لوٹ پڑیں اور کافر گھر جائیں تو ایسا فرار بہت پسندیدہ ہے کہ صورۃً فرار معنیً کرار ہیں۔ قال تعالیٰ:

ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الیٰ فئۃ فقد باء بغضب من اللہ ومأوٰہ جھنم وبئس المصیر[1]

جہاد کے دن جو کوئی کافروں کو پیٹھ دکھائے گا سوا اس کے جو لڑائی کے لئے کنارہ کرنے یا اپنے جتھے میں جگہ لینے کو جائے وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی بُری پھرنے کی جگہ ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۶۸، ۴۶۹)

(۷۰) آیاتِ ممتحنہ میں بِر و معاملات سے کیا مراد ہے۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

اس تحقیق سے روشن ہوا کہ کریمہ لاینھٰکم میں بِر سے صرف صورت اوسط مراد ہے کہ اعلیٰ معاہد سے بھی حرام اور ادنیٰ غیر معاہد سے بھی جائز، اور آیت فرق کے لئے اُتری ہے نیز ظاہر ہوا کہ کریمہ انما ینھٰکم میں تولوھم سے یہی بِر وصلہ مراد ہے تاکہ مقابلہ وفرق فریقین ظاہر ہو۔ لاجرم تفسیر معالم وتفسیر کبیر میں ہے:

ثم ذکر الذین ینھاھم عن صلتھم فقال انما ینھٰکم اللہ الاٰیۃ۔[2]

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا بیان فرمایا جن سے نیک سلوک کی ممانعت ہے کہ فرمایا اللہ تمھیں ان سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں۔

تنویر المقباس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

(انما ینھٰکم اللہ عن الذین) عن صلۃ الذین (ان تولوھم) ان تصلوھم[3] (ملخصا)

اللہ تعالیٰ تمھیں ان سے منع فرماتا ہے یعنی ان کے ساتھ نیک سلوک سے کہ ان سے موالات یعنی نیک سلوک کرو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۶۹)

(۷۱) آیت ممتحنہ میں معنیٰ اقساط کی تحقیق میں مفسرین کے اقوال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۱۶

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶۰/ ۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۹/ ۲۶۳
معالم التنزیل " " " " ۴/ ۳۰۲

[3] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس " " ۶۰/ ۹ المکتبۃ العصریۃ " ص ۶۱۰

معنی اقساط میں مفسرین تین وجہ پر مختلف ہوئے :

اوّل کشاف و مدارک و بیضاوی و ابوالسعود و جلالین میں اسے بمعنی عدل ہی لیا، اولین میں اور واضح کردیا کہ ولا تظلموھم[1]، امام ابوبکر ابن العربی نے اس پر ایراد کیا کہ عدل و منع ظلم کا حکم معاہد سے خاص نہیں حربی محارب کو بھی قطعاً عام ہے اور وہ صرف رخصت نہیں بلکہ قطعاً واجب۔ قال تعالٰی :

ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی[2]۔

کسی قوم کی عداوت تمھیں عدل نہ کرنے پر باعث نہ ہو عدل کرو وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔

یہ تقریر ایراد ہے اور اسے قرطبی و خطیب شربینی پھر جمل نے مقرر رکھا۔

دوم عدل سے صرف وفائے عہد مراد ہے اسے کبیر میں مقاتل سے نقل کیا اور یہی تنویر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی :

(ان تقسطوا علیھم) تعدلوا بینھم بوفاء العھد (ان اللہ یحب المقسطین) العادلین بوفاء العھد[3]۔

اُن کے ساتھ اقساط کی اجازت فرماتا ہے یعنی جو معاہدہ اُن کے ساتھ ہوا اُسے پورا کرو یہ عدل ہے بیشک اللہ تعالٰی اقساط والوں کو دوست رکھتا ہے جو وفائے عہد سے عدل کرتے ہیں۔

اگر کہیے معاہد سے وفائے عہد بھی واجب ہے نہ صرف رخصت **اقول** وفا واجب ہے اتمامِ مدت واجب نہیں، مصلحت ہو تو نبذ جائز۔ قال تعالٰی :

فانبذ الیھم علی سواء[4] ان کی طرف یکساں حالت پر نبذ کردو[ع]۔

ع جن کفار سے ایک مدت تک معاہدہ ہو اور مصلحتِ اسلام اس کا ترک چاہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] مدارک التنزیل (التفسیر النسفی) تحت الآیۃ و تقسطوا الیھم دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۲۴۸

[2] القرآن الکریم ۵/ ۸

[3] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس تحت الآیۃ ۶۰/ ۸ المکتبۃ العصریۃ بیروت ص ۶۱۰

[4] القرآن الکریم ۸/ ۵۸

اب ایرا دبھی نہ رہا، اور بِرّ و قسط دو چیزیں ہوگئیں اور ان اللہ یحب المقسطین یہاں بھی بلا تکلف ہے اور اسے ماثور ہونے کا بھی شرف حاصل، اگرچہ سند ضعیف ہے، تو یہی اسلم و اقوی ہے۔

سوم عدل سے مراد صرف عدل بالبِرّ ہے۔ ابن جریر و معالم و خازن میں ہے:

تعدلوا فیھم بالاحسان والبر[1]

ان سے انصاف کا برتاؤ کرو بھلائی اور نیکی کے ساتھ۔(ت)

ابن عربی، قرطبی و شربینی و نیشاپوری و جمل نے اس کی یوں توجیہ کی: اقساط قسط بمعنی حصہ سے یعنی اپنے مال سے کچھ دینا۔

اقول یعنی اب تخصیص عدل کی حاجت نہ ہوئی کہ معنی عدل ہی سے عدول ہوگیا مگر بہرحال اقساط، بِرّ سے جُدا چیز نہ ہوا اور ظاہر عطف مغایرت چاہتا ہے۔

وانا **اقول** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) ممکن کہ عدل سے عدل فی البر مراد ہو نہ کہ بالبر۔ اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی ماں عہدِ معاہدہ میں آتی ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صلہ کا مسئلہ پوچھتی ہیں، اس پر یہ آیہ کریمہ اترتی ہے، وہ اگر کچھ ہدیہ نہ لاتی یہ اپنی طرف سے صلہ کرتیں، یا جتنا وہ لاتی اس سے زائد یہ دیتیں تو کل یا قدر زائد ان کی طرف احسان ہوتا، یہ بِر ہے۔ اُتنا ہی دیتیں تو دینے میں عدل یعنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فرض ہے کہ ان کو اطلاع کر دی جائے ہوشیار ہو جاؤ اب ہم تم سے معاہدہ رکھنا نہیں چاہتے اس کا نام نبذ ہے، اس میں فرض ہے کہ اگر اس وقت وہ امن کی جگہ نہ ہوں تو اتنی مہلت دی جائے کہ وہ اپنی امان کی جگہ پہنچ جائیں، اور اگر باطمینان معاہدہ وہ اپنے قلعے خراب کر چکے ہوں تو فرض ہے کہ اتنی مدت دی جائے جس میں وہ اپنے قلعے درست کرلیں یہاں سے یکساں حالت کے معنی کھل گئے یعنی یہ نہ ہو کہ اپنا سامان ٹھیک کرکے اُن کی غفلت میں نبذ کر دو، اور انھیں درستیِ سامان کی مہلت نہ دو، یہ ہے اسلام کا انصاف، والحمدللہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۶۰/ ۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۸/ ۷۶
معالم التنزیل (تفسیر البغوی) 〃 〃 〃 دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۳۰۲

مساوات ہوتی، یہ اقساط ہے۔ آیہ کریمہ نے معاہد سے دونوں صورتوں کی اجازت فرمائی، اب یہ آیت زیادت و مساوات دونوں کی اجازت اور ان میں تقدیم ذکر زیادت میں آیت تحیت کی نظیر ہوگی اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوھا[1] جب تمھیں سلام کیا جائے تو اس سے زیادہ الفاظ جواب میں کہو یا اُتنے ہی، واللہ تعالٰی اعلم بمرادہ، یہ ہے بتوفیق اللہ تعالٰی تفسیر کریمہ ممتحنہ میں تمام کلام کہ ان اوراق کے غیر میں نہ ملے گا والحمد للہ حمداً کثیرا طیبا مبارکا فیہ، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا والہ و ذویہ اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔ بالجملہ عطار ارشادات ائمہ و نتیجہ مہمہ یہ ہوا کہ کریمہ ممتحنہ میں اگر قتال سے قتال بالفعل مراد ہو تو یقیناً آیات کثیرہ سے منسوخ جس کے نسخ پر تصریحات جلیلہ مذکورہ کے علاوہ مبسوط و عنایہ و کفایہ و تبیین و بحر الرائق و ردالمحتار کے نصوص کا اور اضافہ ہوا، یہ جواب اول تھا اور اگر مطلق قتال مقصود کہ ہر حربی غیر معاہد میں موجود، تو ضرور آیت محکم، اور مشرکین ہند کو اس میں داخل نہ کرنا شدید ظلم و ستم، یہ جواب دوم ہوا۔ اور یہی مذہب جمہور مشرب منصور و مسلک ائمہ حنفیہ صدور ہے مسلم حنفی بننے والی ہندو پرستی نے نہ حنفیت قائم رکھی نہ حنیفیت، نہ مذہب ہی برقرار رکھا نہ شریعت۔ ذٰلک ھو الخسران المبین۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۷۰ تا ۴۷۲)

(۷۲) تحریک خلافت و ترکِ موالات کے لیڈروں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ تمھیں آیہ ممتحنہ پڑھنے کا کیا منہ ہے تمھارا پڑھنا یقیناً مصداق رب تالی القراٰن والقراٰن یلعنہ[2] (بہتیرے وہ ہیں کہ وہ تو قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن انھیں لعنت فرما رہا ہے) ہے کیا اسی آیت کا تتمہ نہیں:

ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظّٰلمون[3]۔

تم میں جو ان سے دوستی رکھے تو وہی پکے ظالم ہیں۔

جو اُن سے موالات کرے وہی ظالم ہے تم نے خاص محاربین بالفعل مقاتلین فی الدین سے موالات کی تو تم بحکم قرآن ظالمین ہوئے یا نہیں۔ اور یہی قرآن فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۶

[2] المدخل لابن الحاج الکلام علی جمع القرآن دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۸۵ و ۲/ ۳۰۴

[3] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

الالعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[1]

سُن لو ظالموں پر اللہ کی لعنت ۔

تو بحکمِ قرآن ایسے لوگ لعین ہوئے یا نہیں، اب دو فتوے، اب کرو آیۂ ممتحنہ کا دعوٰی۔

واللہ لایہدی القوم الظّٰلمین[2] ومن الناس من یقول اٰمنّا باللہ وبالیوم الاٰخر وماھم بمؤمنین ○ یخدعون اللہ والذین اٰمنوا ومایخدعون الّا انفسھم وما یشعرون ○ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ولھم عذاب الیم بماکانوا یکذبون[3]۔

اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا، کچھ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور انھیں ایمان نہیں، اللہ اور مسلمانوں سے فریب کرتے ہیں اور حقیقت میں وہ اپنی ہی جانوں کو فریب میں ڈالتے ہیں، اور انھیں خبر نہیں، ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی اُن کیلئے دردناک عذاب ہے اُن کے جھوٹ کا بدلہ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۷۳)

(۴۷) تحریک مذکور کے لیڈروں سے سوال کرتے ہوئے فرمایا:

سوال ضروری لیڈران اور پارٹی کو اب تو کھلا کہ اُنھوں نے یقیناً دشمنانِ خدا و رسول سے وداد و اتحاد منایا اور اُن کا کوئی عذرِ بارد اُنھیں کام نہ آیا، اب قرآن کریم سے اپنا حکم بتائیں، اوپر آیۂ کریمہ تلاوت ہوئی:

لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ[4]۔

تم نہ پاؤ گے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ مخالفانِ خدا و رسول سے وداد کریں۔

دوسری آیت میں فرماتا ہے:

تریٰ کثیرا منھم یتولون الذین کفروا لبئس ماقدمت لھم انفسھم ان سخط اللہ علیھم وفی العذاب ھم خٰلدون ○ ولوکانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ مااتخذوھم اولیاء ولٰکن کثیرا منھم فٰسقون[5]

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۱۸
[2] القرآن الکریم ۹/۱۰۹
[3] ″ ۲/۸ تا ۱۰
[4] ″ ۵۸/۲۲
[5] ″ ۵/۸۰ و ۸۱

تم اُن میں بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں بیشک کیا ہی بُری چیز ہے جو خود اُنھوں نے اپنے لئے تیار کی یہ کہ اُن پر اللہ کا غضب اُترا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے، اور اگر انھیں اللہ و نبی و قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں کو دوست نہ بناتے مگر یہ ہے کہ ان میں بہت سے فاسق ہیں۔

فرمائیے اللہ واحد قہار سچا کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد منانے والے ہرگز مسلمان نہیں انھیں اللہ و نبی و قرآن پر ایمان نہیں، یا معاذ اللہ یہ سچے کہ ہم تو ٹکسالی مسلمان ہیں ہم تو قوم کے لیڈران و ریفارمران ہیں، مسلمان تو یہی کہے گا کہ اللہ سچا ومن اصدق من اللہ حدیثا۔

غرض ترکِ موالات میں افراط کی تو وہ کہ مجرد معاملت حرام قطعی اور تفریط کی تو یہ کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد واجب بلکہ ان کی غلامی و انقیاد فرض بلکہ مدارِ ایمان۔

فسبحٰن مقلب القلوب والابصار۔

پاکی ہے اسے جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتا ہے۔

اوّل میں تحریم حلال کی، دوم میں تحلیل حرام بلکہ افتراض حرام، اور ان دونوں کے حکم ظاہر و طشت از بام۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۷۶، ۴۷۷)

(۴۷) مشرکوں سے بھائی چارہ، اتحاد اور حلیف بننا حرام ہے۔ چنانچہ فرمایا:

یکم، مشرکین سے عقدِ مواخات بھائی چارہ کہ برادرانِ وطن ہندو بھائی، اللہ عز وجل فرمائے انما المؤمنون اخوۃ[2] مسلمان آپس میں بھائی ہیں، تم کہو نحن والمشرکون ہم اور مشرکین آپس میں بھائی ہیں، جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

الم ترالی الذین نافقوا یقولون لاخوانھم الذین کفروا[3]۔

کیا تم نے نہ دیکھا منافقوں کو کہ اپنے بھائی کافروں سے کہتے ہیں۔

وہاں من اھل الکتاب تھا یہاں اس سے بڑھ کر من المشرکین ہوا۔

دوم، ان سے اتحاد، حالانکہ قرآن عظیم بیس[۲۰] سے زیادہ آیات میں اسے مردود و ملعون فرما چکا اور جابجا صاف ارشاد فرما دیا کہ ایسا کرنے والے اُنھیں میں سے ہیں ومن یتولھم

---

[1] القرآن الکریم ۵/۸۰ [2] القرآن کریم ۴۹/۱۰

[3] " " ۵۹/۱۱

منکم فانہ منھم[1]، ایسا کرنے والے مسلمان نہیں، لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ[2]، ایسا کرنے والوں کو اللہ و رسول و قرآن پر ایمان نہیں، ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء[3]۔

سوم، مشرکین کے حلیف بننا انھیں اپنا حلیف بنانا، حالانکہ حلیف بنانا منسوخ ہو چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تحدثوا فی الاسلام حلفا۔ رواہ الامام احمد فی المسند و محمد بن عیسٰی[4] فی الجامع عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

اب اسلام میں کوئی حلف پیدا نہ کرو۔ یہ حدیث امام احمد نے مسند اور امام محمد بن عیسٰی نے جامع میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کی۔

یہ منسوخات ہی کے عمل پر ہیں، کل کو شراب بھی حلال کرلیں گے اور خدا جانے کہاں کہاں تک بڑھیں گے۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا و لعبا من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین[5]۔

اے ایمان والو! وہ جو تمھارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور باقی سب کافران میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔

تفسیر ابن جریر میں اس آیہ کریمہ کے تحت میں ہے:

یقول لا تتخذوھم ایھا المؤمنون انصارا او اخوانا او حلفاء فانھم لا یألونکم خبالا وان اظھروا لکم مودۃ وصداقۃ[6]۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱ [2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲
[3] ؍؍ ۵/ ۸۱
[4] جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی الحلف امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۹۲
مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص دار الفکر بیروت ۲/ ۲۰۷، ۲۱۳
[5] القرآن الکریم ۵/ ۵۷
[6] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۵/ ۵۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۳۴۵

رب عزوجل فرماتا ہے اے مسلمانو! کافروں کو مددگار یا بھائی اور حلیف نہ بناؤ وہ تمھاری ضرر رسانی میں کمی نہ کریں گے اگرچہ تم سے دوستی و یارانہ ظاہر کریں۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۸۶ تا ۴۸۸)

(۷۵) استعانت مشرکین پر آیات قرآنیہ اور ان کی تفاسیر ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

آیت نمبر ۱:

یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون۝[۱]

اے ایمان والو! اپنے غیروں کو رازدار بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے ان کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مونھوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبی ہے اور بڑی ہے بیشک ہم نے تمھارے سامنے نشانیاں صاف بیان فرما دیں اگر تمھیں عقل ہو۔

یہ آیہ کریمہ اپنے ایک ایک جملے سے اس طوفان بدتمیزی کو جو آج مشرکین ہند سے لیڈران برت رہے ہیں رد فرماتی ہے:

ا۔ حالت کمزوری و عجز میں مدد کے لئے جس کسی کی طرف التجالائی جائے ضرور ہے کہ اُسے اپنا رازدار بنایا جائے اور رب عزوجل فرماتا ہے، کسی کافر کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ یہ واحد قہار کی نافرمانی ہوئی۔

ب۔ ظاہر ہے کہ اُسے اپنا خیرخواہ سمجھا گیا کہ بدخواہ کے دامن میں کوئی نہ چھپے گا۔ اور رب عزوجل فرماتا ہے: وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی تکذیب ہوئی۔

ج۔ مصیبت میں التجا و استمداد اسی سے ہوگی جسے جانا جائے کہ ہمیں مشقت سے بچائے گا' اور رب عزوجل فرماتا ہے: ان کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا یہ دوسری تکذیب ہوئی۔

د۔ چھپا دشمن جس سے اثر عداوت کبھی ظاہر نہ ہوا آدمی اس کے دھوکے میں آسکتا ہے اور

---

[۱] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

جس کے منہ سے بغض کھل چکا اس سے قطعی احتراز کرے گا۔ رب عزوجل نے فرما دیا تھا کہ دشمنی اُن کے منہ سے ظاہر ہو چکی پھر بھی ان کی محبت نے وہ اندھا بہرا کر دیا کہ نہ اللہ تعالیٰ کی سُنی نہ ان کے منہ سے جھلکی یاد رہی۔

۵۔ اگر ایک خفیف حد کی مخالفت ورنجش ظاہر ہوتی اور اطمینان ہوتا کہ دل میں اس سے زائد نہیں تو کچھ گنجائش ہو سکتی کہ یہ ہمارا اس حد کا بدخواہ نہیں جو ایسی بھاری مصیبت میں ساتھ نہ دے۔ اس خیال ارذل کو رب عزوجل نے ان تینوں جملوں سے رُد فرمادیا کہ وہ کوئی ہلکے مخالف نہیں تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، یہ گمان نہ کرنا کہ وہ کسی سخت سے سخت مصیبت میں تم پر کچھ ترس کریں گے اُن کی دلی تمنّا ہے کہ تم مشقت میں پڑو، کوئی خفیف رنجش اُن کے منہ سے ظاہر نہ ہوئی بلکہ بُغض اور پُوری دشمنی بَرعداوت، اور اس پر چوتھا جملہ یہ ارشاد فرمادیا کہ اُس پر بس نہ جانو کہ اُن کے دلوں کی دبی اور سخت تر ہے، مگر انھوں نے اس واحد قہار کریم مہربان پروردگار کی ایک نہ مانی اور جملے جملے کی تکذیب ہی ٹھانی ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

آیت نمبر ۲:

بشّر المنٰفقین بان لھم عذابا الیما ۝ الذین یتخذون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ط ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا۔[1]

اے محبوب! خوشخبری دو منافقوں کو کہ اُن کے لئے دردناک عذاب ہے، وہ جو مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار بناتے ہیں کیا اُن کے پاس عزّت ڈھونڈتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے قبضے میں ہے۔

ظاہر ہے کہ کمزوری میں کسی کی مدد چاہنے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے بل بازو سے ہمیں قوت ملے گی، ہماری کمزوری و ذلت غلبہ وعزت سے بدلے گی۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے: یہ اُن کی بدعقلی ہے کافروں کی مدد سے غلبہ وعزّت کی تمنّا ہوس باطل ہے۔ اور فرماتا ہے کہ ایسا کرنے والے منافق ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ تفسیر ارشاد العقل السلیم میں اسی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۸ و ۱۳۹

آیۂ کریمہ کے تحت ہے:

بیان لخیبة رجائهم، ایطلبون بموالاة الکفر القوة والغلبة (فان العزّة لله جمیعا) تعلیل لبطلان رأیهم، فان انحصار جمیع افراد العزة فی جنابه عزّ وعلا بحیث لاینالها الا اولیاءه قال تعالیٰ ولله العزة ولرسوله وللمؤمنین یقضی ببطلان التعزز بغیره استحالة الانتفاع به[1] (مختصرًا)۔

اس آیت میں ان کی نامرادی کا بیان ہے جو کافروں سے استعانت کرتے ہیں، فرماتا ہے کیا کافروں کی دوستی سے غلبہ وقوت چاہتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے۔ اس میں ان کی رائے فاسد ہونے پر دلیل فرمائی کہ جب تمام عزتیں حضرت عزت کے لئے خاص ہیں کہ اس کے دوستوں کے سوا کسی کو نہیں مل سکتیں کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے عزت صرف اللہ ورسول اور مسلمانوں کے لئے ہے، تو اس سے واجب ہوا کہ غیروں سے عزت چاہنا باطل اور ان سے نفع پہنچنا محال (مختصرًا)۔

آیت نمبر ۳:

لایتخذ المؤمنین الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلك فلیس من الله فی شیئ[2]

مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

تفسیر لباب التاویل میں ہے:

ان عبادة بن الصامت کان له حلفاء من الیهود فقال یوم الاحزاب یارسول الله ان معی خمسمائة من الیهود وقد رأیت ان استظهر بهم علی العدو فنزلت هٰذه الاٰیة وقوله (لایتخذ المؤمنون) الاٰیة یعنی انصارا او اعوانا (من دون المؤمنین یعنی من غیر المؤمنین والمعنی لایجعل المؤمن ولایته لمن هو غیر مؤمن نهی الله المؤمنین ان یوالوا الکفار او یلاطفوهم لقرابة بینهم او محبة او معاشرة والمحبة

---

[1] ارشاد العقل السلیم تفسیر ابی السعود تحت آیۃ ۴/ ۱۳۸، ۱۳۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۴۴
[2] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

فی اللہ والبغض فی اللہ باب عظیم واصل من اصول الایمان[1]

یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کچھ یہودی حلیف تھے غزوۂ احزاب میں انھوں نے عرض کی، یارسول اللہ! میرے ساتھ پانسو ۵۰۰ یہودی ہیں میری رائے ہوتی ہے کہ دشمن پر اُن سے مدد لوں۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ اُتری کہ مسلمان غیر مسلم کو مددگار نہ بنائیں کہ یہ مسلمانوں کو حلال نہیں، اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ رشتے، خواہ یارانے، خواہ نرے میل کے باعث کافروں سے دوستانہ برتیں یا اُن سے لطف ونرمی کے ساتھ پیش آئیں اور اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے عداوت ایک عظیم باب اور ایمان کی جڑ ہے۔

مدارک شریف پارہ ۶ میں ہے:

ای لاتتخذوھم اولیاء تنصرونھم وتستنصرونھم وتؤاخونھم وتعاشرونھم معاشرۃ المؤمنین[2]

یعنی رب عزّوجل فرماتا ہے کافروں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کے معاون بنو، اور ان سے اپنے لئے مدد چاہو، انھیں بھائی بناؤ، دُنیوی برتاؤ اُن کے ساتھ مسلمانوں کا سا رکھو، اس سب سے منع فرماتا ہے۔

تفسیر کبیر پارہ ۶ میں ہے:

المراد ان اللہ تعالٰی امر المسلم ان لایتخذ الحبیب والناصر الامن المسلمین[3]

یعنی مرادِ آیت ہے کہ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ صرف مسلمانوں ہی کو اپنا دوست ومددگار بنائیں۔

اسی میں ہے:

یعنی لاتتخذوھم اولیاء ای لاتعتمدوا علی الاستنصار بھم ولاتتوددوا الیھم[4]

---

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۳/ ۲۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۳۷

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ لاتتخذوا الیھود الخ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۸۷

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) ″ ″ انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۲/ ۲۶

[4] ″ ″ ″ ″ ″ ″ لاتتخذوا الیھود الخ ″ ″ ″ ۱۲/ ۱۵

یعنی مرادِ آیت یہ ہے کہ کافروں کی مدد و یاری پر اعتماد نہ کرو۔
تفسیر ابی السعود و تفسیر فتوحاتِ الٰہیہ میں زیر آیۂ مذکورہ ہے:۔

نھوا عن موالاتھم لقرابة اوصداقة جاھلیة ونحوھما من اسباب المصادقة والمعاشرة وعن الاستعانة بھم فی الغزو وسائر الامور الدینیة۔[1]

یعنی مسلمان منع کئے گئے کافروں کی دوستی سے خواہ وہ رشتہ داری ہو یا اسلام سے پہلے کا یارانہ یا کسی سبب یاری خواہ میل جول کے سبب اور منع کئے گئے اس سے کہ جہاد یا کسی دینی کام میں کافروں سے استعانت کریں۔

آیت نمبر ۴:

فان تولوا فخذوھم واقتلوھم حیث وجدتموھم ولا تتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا۔[2]

اور اگر کافر ایمان لانے سے منہ پھیریں تو انھیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو دوست نہ بناؤ۔

اس آیۂ کریمہ میں ولی کے ساتھ لفظ نصیر خود ہی صاف ارشاد ہے کہ انھیں دوست ٹھہرانا بھی حرام اور مددگار بنانا بھی حرام۔

تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

(فان تولوا) عن الایمان (فخذوھم واقتلوھم حیث وجدتموھم ولا تتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا) وان بذلوا لکم الولایة والنصرة فلا تقبلوا منھم (الا الذین یصلون الٰی قوم) ویتصلون بھم والاستثناء من قولہ فخذوھم واقتلوھم دون الموالاة۔[3]

اگر وہ ایمان لانے سے منہ پھیریں تو انھیں پکڑو اور جہاں پاؤ مارو اور ان میں کسی کو نہ دوست بناؤ نہ مددگار، اور اگر وہ بلامعاوضہ بھی تمھاری دوستداری و مددگاری بگھاریں جب بھی قبول نہ کرو مگر جو اہل معاہدہ سے ملیں یہ پکڑنے اور قتل کرنے سے استثناء ہے نہ دوستی

---

[1] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت الآیۃ لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۹

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) زیر آیہ ۴/ ۸۹ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۲

سے کہ وہ تو ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے:

ای جانبوھم رأسا ولا تقبلوا منھم ولایۃ ولا نصرۃ[1]۔

یعنی ان سے بالکل دُور رہو اور ان کی دوستی و مدد کچھ نہ قبول کرو۔

تفسیر ابی السعود میں ہے:

ای جانبوھم مجانبۃ کلیۃ ولا تقبلوا منھم ولایۃ ولا نصرۃ ابدا[2]۔

یعنی کافروں سے بالکل کنارہ کش رہو اور کبھی ان کی دوستی و مدد قبول نہ کرو۔

تفسیر فتوحاتِ الٰہیہ میں ہے:

ھذا مستثنٰی من الاخذ والقتل واما الموالاۃ فحرام مطلقا لاتجوز بحال[3]۔

یہ استثناء گرفتاری وقتل سے ہے، رہی کافر سے موالات وہ تو مطلقاً حرام ہے کسی حال میں جائز نہیں۔

تفسیر خازن میں ہے:

ھذا الاستثناء یرجع الی القتل لا الی الموالاۃ الکفار والمنافقین لاتجوز بحال[4]۔

یہ استثناء قتل کی طرف پھرتا ہے نہ موالات کی جانب اس لئے کہ کافروں اور منافقوں سے موالات تو کسی حال میں جائز نہیں۔

تفسیر کرخی میں ہے:

استثناء من مفعول فاقتلوھم لا من قولہ ولا تتخذوا منھم (ولیا ولا نصیرا) وان کان اقرب مذکورات لاتخاذ الولی منھم حرام بلا استثناء بخلاف قتلھم[5]۔

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۴/۸۹ دار الفکر بیروت ۲/۲۳۱
[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) 〃 〃 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۱۳
[3] الفتوحات الٰہیہ (الشہیر بالجمل) 〃 〃 〃 دار الفکر بیروت ۲/۱۰۲
[4] لباب التاویل (تفسیر الخازن) 〃 〃 〃 دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۴۰۷ و ۴۰۸
[5] تفسیر کرخی

معاہدوں سے ملنے والوں کا استثناء ان سے ہے جن کی بابت حکم فرمایا تھا کہ انھیں قتل کرو، اس ارشاد سے استثناء نہیں کہ ان میں نہ کسی کو دوست بناؤ نہ مددگار اگرچہ ذکر میں یہی قریب تر ہے اس واسطے کہ کافروں سے کسی کو دوست بنانا بلا استثناء حرام ہے بخلاف ان کے قتل کے کہ اس سے معاہدین مستثنیٰ ہیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

قال الطیبی لا من الضمیر فی ولا تتخذوا وان کان اقرب لان اتخاذ الولی منھم حرام مطلقا[1]

طیبی نے کہا دوست یا مددگار بنانے کی ممانعت سے استثناء نہیں اگرچہ وہ قریب تر ہے اس لئے کہ کافروں میں سے کسی کو دوست بنانا مطلقاً حرام ہے اگرچہ معاہد ہو۔

اقول اس پر خود سیاقِ کریمہ دال کہ قتل و قتال ہی کے منع و رخصت کا ذکر ہے یونہی عموم حکم نفس استثناء کا مفاد کہ مجاہرین متصلین بالمعاہدین و معاہدین غیر جانبدار طرفین مستثنیٰ فرمائے۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۴۹۰ تا ۴۹۶)

(۷۶) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

اس سے ایسی استعانت جس میں وہ ہمارا رازدار و دخیلِ کار بنے یہ مطلقاً حرام ہے جس کے لئے پہلی آیۂ کریمہ بس ہے، نیز فرماتا ہے جل و علا:

ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃ ط واللہ خبیر بما تعملون[2]

کیا اس گھمنڈ میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی وہ لوگ علانیہ ظاہر نہ ہوئے جو تم میں سے جہاد کریں اور اللہ و رسول و مسلمین کے سوا کسی کو اپنا رازدار و دخیل کار نہ بنائیں اور اللہ تمھارے کاموں سے خبردار ہے۔

ولہذا حدیث چہارم میں اُن سے مشورہ لینا ناجائز فرمایا، تفسیر کبیر میں کریمۂ اولیٰ کے تحت میں ہے:

---

[1] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۴/ ۸۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۵

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۶

ان المسلمین کانوا یشاورونھم فی امورھم ویؤانسوھم لما کان بینھم من الرضاع والحلف، ظنا منھم انھم وان خالفوھم فی الدین فھم ینصحون لھم فی اسباب المعاش، فنھاھم اللہ تعالٰی بھٰذہ الاٰیۃ عنہ، فمنع المؤمنین ان یتخذوا بطانۃ من غیر المؤمنین فیکون ذٰلک نھیا عن جمیع الکفار، وقال تعالٰی "یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء" ومما یؤکد ذٰلک ماروی انہ قیل لعمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ھٰھنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لا یعرف اقوی حفظا و احسن خطا منہ، فان رأیت ان تتخذہ کاتبا، فامتنع عمر من ذٰلک وقال اذن اتخذت بطانۃ من غیر المؤمنین[1]۔

یعنی کچھ مسلمان بعض یہود سے اپنے معاملات میں مشورہ کرتے اور باہم دل بہلاتے کہ کسی سے دودھ کی شرکت تھی کوئی کسی کا حلیف تھا یہ گمان کرتے تھے کہ وہ اگرچہ دین میں ہمارے خلاف ہیں دُنیوی باتوں میں تو ہماری خیر خواہی کریں گے، اس آیہ کریمہ میں رب العزت جل و علا نے اُنھیں منع فرمادیا اور حکم دیا کہ کسی غیر مسلم کو اپنا رازدار نہ بناؤ، تو یہ نہ صرف یہود بلکہ جملہ کفار سے ممانعت ہوئی اور اللہ عزوجل نے فرمایا: "اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو یار نہ بناؤ"۔ اور اس کی تائید اُس حدیث سے ہوتی ہے جو امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوئی کہ اُن سے عرض کی گئی کہ شہر حیرہ میں ایک نصرانی ہے اُس کا سا حافظہ اور عمدہ خط کسی کو معلوم نہیں، حضور کی رائے ہو تو ہم اسے محرر بنالیں، امیر المومنین نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ایسا ہو تو میں غیر مسلم کو رازدار بنانے والا ٹھہروں گا۔

تفسیر لباب التاویل وغیرہ پارہ ٦ میں ہے:

روی ان ابا موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قلت لعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لی کاتبا نصرانیا، فقال مالک ولہ قاتلک اللہ الا اتخذت حنیفا؟ یعنی مسلما اما سمعت قول اللہ عزوجل "یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیھود والنصٰری اولیاء" قلت لہ دینہ ولی کتابتہ فقال لا اکرمھم اذ اھانھم اللہ، ولا اعزھم اذ اذلھم اللہ ولا ادنیھم اذ ابعدھم اللہ، قلت انہ لا یتم

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ٨/١٧٢

امر البصرۃ الابہ فقال مات النصرانی والسلام یعنی ھب انہ مات فما تصنع بعدہ فما تعملہ بعد موتہ فاعملہ الاٰن واستغن عنہ بغیرہ من المسلمین[1]

یعنی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہوا کہ میں نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم سے عرض کی میرا ایک محرر نصرانی ہے۔ فرمایا تمھیں اس سے کیا علاقہ خدا تمھیں سمجھائے کیوں نہ کسی نکھرے مسلمان کو محرر بنایا، کیا تم نے یہ ارشادِ الٰہی نہ سُنا کہ اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو یار نہ بناؤ۔ میں نے عرض کی اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے تو اس کی محرری سے کام ہے۔ فرمایا میں کافروں کو گرامی نہ کروں گا جبکہ انھیں اللہ نے خوار کیا، نہ انھیں عزت دوں گا جبکہ اللہ نے انھیں ذلیل کیا، نہ ان کو قُرب دُوں گا جبکہ اللہ نے انھیں دُور کیا۔ میں نے عرض کی بصرہ کا کام بے اس کے پورا نہ ہوگا۔ فرمایا مرگیا نصرانی والسلام یعنی فرض کرلو کہ وہ مرگیا تو اس کے بعد کیا کرو گے جو جب کرو گے اب کرو اور کسی مسلمان کو مقرر کرکے اس سے بے پروا ہوجا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۱۱ تا ۵۱۳)

(۷۷) خطبۂ جمعہ میں گاندھی کی تعریف کرنے والوں کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

دوسرا جمعہ کا خطبہ اُردو میں پڑھتا ہے،[ع1] نہیں نہیں خطبہ کی جگہ لکچر دیتا ہے اور اس میں خلفائے راشدین وحسن وحسین رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے بدلے گاندھی کی مدح مقدس ذات ستودہ صفات[ع2] وغیرہا لفاظیوں کے ساتھ گاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے: انما المشرکون نجس[2] مشرک تو نہیں مگر ناپاک، یہ کہیں مقدس ذات۔ اللہ فرمائے: اولٰئک ھم شر البریۃ[3] وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں، یہ کہیں ستودہ صفات۔ غرض خطبۂ جمعہ کیا تھا قرآن عظیم کا رَد تھا۔ آج خطبۂ جمعہ میں یہ ہوا کل نماز میں اھدنا الصراط المستقیم کی جگہ

ع1 اخبار مشرق گورکھپور ۱۳ جنوری ۲۱ء وعینی شہادت مولوی احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی رکن خلافت کمیٹی ۱۲ حشمت علی

ع2 یہ مولوی صاحب شاہد عینی کا بیان ہے اور اخبار مشرق میں "مقدس ذات پاکیزہ خیالات" ہے ۱۲ حشمت علی

---

[1] لباب التاویل تفسیر الخازن تحت الآیۃ ۵/۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۵۳

[2] القرآن الکریم ۹/۲۸

[3] القرآن الکریم ۹۸/۶

اھدنا الصراط الگاندھی پڑھیں گے، اور کیوں نہ پڑھیں جبسے جانیں کہ اس مقدس ذات ستودہ صفات کو اللہ تعالٰے نے مذکِّر بنا کر مبعوث فرمایا ہے اس کی راہ آپ ہی طلب کیا چاہیں اور بالفرض یہ تبدیل نہ کریں تو صراط الذین انعمت علیھم میں تو گاندھی کو ضرور داخل مان چکے، اللہ جسے مقدس ذات ستودہ صفات کرے اور خلق کے لئے مذکّر بنا کر بھیجے اس پر انعامِ الٰہی تام و کامل ہے،

الذین انعم اللہ علیھم[1] (وہ جن پر اللہ نے احسان کیا) کا بیان قرآن کریم نے من النبیین والصدیقین والشھداء والصّٰلحین[2] (وہ کون ہیں نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ) فرمایا ہے، یہ سب مقدس ذات ستودہ صفات ہیں مگر لاکھوں شہداء وصالحین کو اللہ تعالٰے نے مذکِّر بنا کر مبعوث نہ فرمایا، تو گاندھی جی اوّل نمبر کے انعمت علیھم ہوئے مگر قرآن تو کفّار پر اپنا غضب اور لعنت بتاتا اور انھیں ہر مخلوق سے بدتر ہر ذلیل سے ذلیل تر فرماتا ہے، اگر اس کا نام انعام ہے تو ضرور کفّار سے بڑھ کر کوئی انعمت علیھم نہیں۔ قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون[3] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) مشرک کو مسجد جامع میں مسلمانوں کا واعظ بنایا جاتا ہے ہزارہا مسلمانوں سے اونچا کھڑا کر کے مسندِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جمایا جاتا ہے کیا مسئلہ استعانت کا یہ مطلب تھا، کیا درمختار میں اس کا جواز لکھا تھا، اجازت تھی تو استخدام کی، وہ بھی ایسا جیسے کتّے سے جو پورا مسخّر ہو لیا، تم نے الٹی خدمتگاری بلکہ غلامی کی، وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون[4] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

مشرکوں پر اعتماد حرام قطعی بلکہ تکذیبِ الٰہی تھا جس کا بیان زیر آیت اولٰی گزرا انھوں نے اعتماد درکنار قطعاً التجا کی، التجاء و اعتماد کے جو معنی گزرے اُن کے آئینہ میں ان کی صورتیں منقوش دیکھ لیجئے ۲۳ کروڑ ہندوؤں کو اپنا یار و یاور بنانا کیا دلی خیر خواہی پر پورے اعتماد کے بغیر ممکن ہے، بداہت عقل کو مکرائیے تو لیڈران کے گیت سُن لیجئے جو مشرکین کو اپنا دلی خیر خواہ سمجھنے کے گائے ہیں "اُن کی ہمدردی ہماری مصیبت کے وقت ظاہر ہوئی جس وقت کلمہ گو بھی معاونتِ حق سے گریزاں

ع؎ خطبۂ صدارت مولوی عبد الباری صاحب ص ۵ و ۶۔ ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۹ [2] القرآن الکریم ۴/ ۶۹
[3] " ۹/ ۳۰ و ۶۳/ ۴ [4] " ۲۶/ ۲۲۷

تھے اُن کا دستِ اتحاد ہماری طرف بڑھا جب یار اغیار ہو گئے ہیں برادرانِ وطن کو اُن کی ہمدردی کی اُجرت دے کر اُن کے مرتبہ کو گھٹانا نہیں چاہتا وہ بہادر قوم ہماری مصیبت کے وقت خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے ہم کو اپنا دلی دوست بنانا چاہتی ہے، نہ ہماری لفظی شکر گزاری کی محتاج ہے ہمارے دل میں اُن کے اخلاص[عہ] نے گھر کر لیا ہے"۔

دیکھئے کیسی دل کھول کر تکذیبیں کیں، اب اتنا مسلمان دیکھ لیں گے کہ یہ سچے یا اللہ واحد قہار سچا کہ لا یالونکم خبالا[1] وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے قل صدق اللہ[2] وما للظلمین من انصار[3] (فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۱۸، ۵۱۹)

(۷۸) مزید فرمایا:

سب جانے دو اتنا تو مفتی لیڈران کو بھی مسلّم کہ اگر ان کی طرف حاجت پڑے اور ان سے غدر کا امن ہو تو استعانت درست یعنی حاجت نہ ہو تو حرام اور اُن کے غدر سے امن نہ ہو تو حرام، حاجت کا انکار خود لیڈران کو ہے اور اُن کے غدر سے امن پر کیا دلیل قائم کر لی، کیا نرا وعدہ۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما یعدھم الشیطن الا غرورا[4]۔

شیطان تو انھیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔

یا انھوں نے تمہارے خیر خواہ بنے رہنے کی قسمیں کھائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انھم لا ایمان لھم[5] ان کی قسمیں کچھ نہیں۔

یا تمھیں وحی آئی کہ یہ جانی دشمن یہ دینی اعدا یہ خونخوار بدخواہ یہ کبھی دغا نہ کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئ[6]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی حالانکہ اُسے کچھ بھی وحی نہ ہوئی۔

عہ رسالہ قربانی گاؤ مولوی عبدالباری ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸ — [2] القرآن الکریم ۳/ ۹۵
[3] " ۲/ ۲۷۰ — [4] " ۴/ ۱۲۰
[5] " ۹/ ۱۲ — [6] " ۶/ ۹۳

اُن کے غدر سے امن کی تو ایک وہی صورت تھی کہ وہ ایسے ذلیل و قلیل ہمارے ہاتھ میں مجبور و مقہور ہوں کہ سرتابی کی قدرت ہی نہ رکھیں، کیا یہ ۲۳ کروڑ ہندو تمھارے ہاتھ میں ایسے ہی ہیں، جھوٹ جھوٹ اور پورے ۲۳ کروڑ جھوٹ۔ دیکھو تمھارے ہی شائع کردہ فتوے نے تمھیں گھر تک پہنچادیا، اور اس استعانت میں تم پر فرد قرارداد جرم لگا کر مرتکب حرام ٹھہرادیا، احمق اسے شائع کرواتے اور اپنی سند ٹھہراتے ہیں، اور نہیں جانتے کہ وہ انھیں پر زد ہے انھیں کا رد ہے، ہمارے دوست مفتی صاحب نے مروان کے خفیہ خط کی طرح متلمس کا سا صحیفہ اُن کے ہاتھ میں دے دیا جس میں اُن کی موت ہے اور یہ خوشی خوشی لئے پھرتے ہیں، نہیں نہیں نرے ناشخص، نہیں سمجھتے ہیں، مگر مقصود ہی دین کو بدلنا، احکام کو کچلنا، عوام کو چھلنا ہے، جاہل بیچارے اتنا دیکھ لیں گے کہ دیکھو جائز لکھا ہے اب اتنی سمجھ کسے کہ جسے جائز لکھا ہے لیڈران کی استعانت کو اُس سے مس نہیں اور اُن کی جو استعانت ہے فتوے میں ہرگز اُسے جائز نہ لکھا بلکہ صاف عدم جواز کا اشعار کیا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۱۹، ۵۲۰)

(۷۹) مستامن و حربی کے حکم میں فرق ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اقول مستامن کے لئے خود قرآن عظیم سے اشارہ نکال سکتے ہیں کہ:

ان احد من المشرکین استجارك فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مأمنہ[1]

اے محبوب! اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اسے پناہ دو کہ اللہ کا کلام سُنے پھر اُسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔

حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے کوئی مجلس نہ تھی سوا مسجد کریم کے، ولہذا وفود یہیں حاضر ہوتے اور اس میں متون کا خلاف نہیں۔ ہدایہ سے گزرا کہ مستامن جب تک دارالاسلام میں ہے بمنزلہ ذمی ہے ذمہ مؤبدہ و موقتہ دونوں طرح ہوتا ہے۔ کافی امام نسفی فصل امان میں ہے:

المراد بالذمۃ العھد مؤقتا کان او مؤبدا و ذلك الامان وعقد الذمۃ[2]

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶

[2] الکافی شرح الوافی للنسفی

ذمہ سے عہد مراد ہے ایک میعاد معیّن تک ہو یا ہمیشہ کے لئے، یہ امان و عقد ذمّہ ہے۔
یہیں کہہ سکتے ہیں کہ ذمی و حربی برابر ہیں یعنی مستامن کہ اس کے لئے بھی ایک وقت تک ذمہ ہے بالجملہ جواز خاص ذمی کے لئے تھا اور حربی لے دوڑے۔ (فتاوٰی رضویہ ۱۴ ص ۵۲۲ ؛ ۵۲۳)

(۸۰) مزید فرمایا:

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) للہ الحمد اس حدیث حسن نے صاف ارشاد فرمادیا کہ اس سے پہلے جو کسی مشرک یا کافر غیر ذمّی کے لئے اجازت تھی منسوخ ہوگئی کہ فرمایا "بعد عامنا ھذا" (اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد میں نہ آنے پائے سوائے ذمیوں کے)۔ مخالفین جتنی روایات پیش کریں اُن کے ذمہ لازم ہے کہ اُس واقعہ کے اس ارشاد کے بعد ہونے کا ثبوت دیں ورنہ سب جوابوں سے قطع نظر ایک سیدھا سا یہی جواب بس ہے کہ وہ منسوخ ہوچکا اور ہرگز اس کا ثبوت نہیں دے سکتے خصوصاً بعد عامنا ھذا کا لفظ ارشاد فرما رہا ہے کہ یہ ارشاد بعد نزول سورۂ برا٫ت ہے غالباً اُس کا یہ لفظ پاک ارشادِ الٰہی:

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا[1]۔

مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔ (ت)

سے ماخوذ ہے، تو پہلے کے وقائع پیش کرنا محض نادانی لیکن لیڈران تو ڈھونڈھ ڈھونڈ کر منسوخات ہی پر عمل کر رہے ہیں کہ اس میں اپنا بچاؤ دیکھتے ہیں، و خسر ھنالك المبطلون[2] (اور باطل والوں کا وہاں خسارہ۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ۱۴ ص ۵۲۶)

(۸۱) ہنود کی مسلمانوں سے رغبت و دوستی کا راز بیان کرتے ہوئے فرمایا:

میں نے اپنی ایک تقریر میں اس ہندو الفت و گاندھوی رغبت کا راز بیان کیا تھا جسے بعض احباب نے تحریر میں لیا اُس کا اعادہ موجبِ افادہ۔ مسلمانوں کا رب جل و علا فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایألونکم خبالا ط ودّوا ماعنتّم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر ط قد بیّنّا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[3]

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۸
[2] القرآن الکریم ۴۰/ ۷۸
[3] " " ۳/ ۱۱۸

اے ایمان والو! کسی کافر کو اپنا ہم راز نہ بناؤ وہ تمھارے نقصان رسانی میں گئی نہ کریں گے اُن کی دلی تمنّا ہے تمھارا مشقّت میں پڑنا، دشمنی اُن کے مُونہوں سے کھل چکی ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبی ہے بہت بڑی ہے بیشک ہم نے تمھیں صاف صاف نشانیاں بنا دیں اگر عقل رکھتے ہو۔

قرآن عظیم گواہ ہے اور اس سے بہتر کون گواہ، ومن اصدق من اللہ قیلا[1] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچّی۔ ت) کہ مشرکین ہرگز ہماری خیر خواہی نہ کریں گے، خیر خواہی درکنار کبھی بدخواہی میں گئی نہ کریں گے، پھر انھیں یار و انصار بنانا اُن سے وداد و اتحاد منانا، اُن کے میل سے نفع کی امید رکھنا صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب ہے یا نہیں ہے، اور ضرور ہے، ولکن لا تبصرون[2] (مگر تمھیں نگاہ نہیں۔ ت) آؤ اب ہم تمھیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں اور اُن کی طرف سے اس میل اور مَیل کا راز بتائیں۔ دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے:

اوّل اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

دوم یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

سوم یہ بھی نہ ہو سکے تو اخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔

مخالف نے یہ تینوں درجے اُن پر طے کر دئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں، خیر خواہی سمجھے جاتے ہیں۔ **اوّلاً** جہاد کے اشارے ہُوئے اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔
ثانیاً جب یہ نہ بنی ہجرت کا بھرا دیا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں مُلک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول بیچیں یا یُوں ہی چھوڑ جائیں، بہرحال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد و مزاراتِ اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں۔

ثالثاً جب یہ بھی نہ نبھی تو ترکِ موالات کا جھُوٹا حیلہ کر کے ترکِ معاملت پر اُبھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑ دو، کسی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو، مالگزاری ٹیکس کچھ نہ ہو، خطابات واپس کر دو، امر اخیر تو صرف اس لئے ہے کہ ظاہری نام کا دُنیوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے، اور پہلے تین اس لئے کہ ہر صیغہ و ہر محکمہ میں صرف ہنود رہ جائیں، جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے حقوقِ اسلام

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲

[2] " ۵۶/ ۸۵

پر جو گزرتی ہے ظاہر ہے، جب تنہا وہی رہ جائیں گے تو اس وقت کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے، مالگزاری وغیرہ نہ دینے پر کیا انگریز چپ بیٹھے رہیں گے؟ ہرگز نہیں، قرقیاں ہوں گی، تعلیقے ہوں گے، جائدادیں نیلام ہوں گی اور ہنود خریدیں گے۔ نتیجہ یہ کہ مسلمان صرف قلی بن کر رہ جائیں، یہ تیسرا درجہ ہے۔ دیکھا تم نے قرآن عظیم کا ارشاد کہ "وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے" ان کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۳۵ تا ۵۳۷)

(۸۲) ایک استفتا آیا کہ گاؤکشی واجب ہے یا مباح، قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا گائے کی، جہاں فتنہ کا اندیشہ ہو وہاں گاؤکشی سے باز رہا جائے یا نہ؟ اس کے جواب میں اعلٰحضرت نے رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" تحریر فرمایا، اس میں فرماتے ہیں،

سائل لفظ ترک لکھتا ہے، یہ صرف مغالطہ اور دھوکا ہے، اس نے "ترک" اور "کف" میں فرق نہ کیا، کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات، ہم پوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صدہا منافع ہیں یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہو گا، اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پوری کرنا، اور مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسبابِ معیشت میں کمی و تنگی کر دینا، ہم اہلِ اسلام کی ابتدائے عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبیعتیں اصل خلقت میں راغب اور اس میں ہمارے لئے ہزاروں منافع اور اس سے ہمارے خالق تبارک و تعالٰی نے قرآن عزیز میں جا بجا ہم پر منت رکھی، گوشت ہے۔

قال ربنا تبارك و تعالٰی ومن الابل ومن البقر اثنين ط قل ءالذكرين حرم ام الانثيين اما اشتملت عليه ارحام الانثيين[1]

ہمارے رب تبارک و تعالٰی نے فرمایا: اس نے تمھارے لئے بنائے اونٹ میں سے دو (نر و مادہ) اور گائے میں سے دو (ان کافروں سے) فرما دو اللہ تعالٰی نے دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ جو دونوں مادہ کے پیٹ میں ہے۔

وقال تعالٰی اولم يروا انا خلقنا لهم مما عملت ايدينا انعاما فهم لها مالكون ○ و ذللنها لهم فمنها ركوبهم و منها ياكلون ○ ولهم فيها منافع و مشارب افلا يشكرون ○[2]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا انھیں نہیں سوجھتا کہ ہم نے اپنی قدرتی بنائی ہوئی چیزوں میں سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۴   [2] القرآن الکریم ۳۶/ ۷۱ تا ۷۳

ان کے لئے چوپائے پیدا فرمائے تو وہ ان کے مالک ہیں اور ہم نے ان چوپاؤں کو ان کا مسخر کر دیا تو ان میں کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کا گوشت کھاتے ہیں، اور اُن کے لئے اُن میں منافع ہیں اور پینے کی چیز، تو کیا شکر نہ کریں گے الٰی غیر ذٰلک من الاٰیات۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث میں گوشت کو دُنیا و آخرت کے سب کھانوں کا سردار اور سب سے افضل و بہتر فرمایا۔[1]

والحدیث مخرج بطریق عدیدۃ عن عدۃ من الصحابۃ الکرام رضوان اللہ تعالٰی علیھم اجمعین۔

یہ حدیث متعدد صحابہ کرام رضوان تعالٰی علیہم اجمعین سے متعدد طرق سے تخریج شدہ ہے (ت)

اور بیشک بکری کا گوشت دواماً ہمارے ہر امیر و فقیر کو دستیاب نہیں ہو سکتا خصوصاً مسلمانانِ ہندوستان کہ ان میں ثروت بہت کم اور افلاس غالب ہے، غریبوں کی گزربے گوشت گاؤ کے نہیں، اور کتبِ حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا انسان کی گوشت ہے۔ عناصر غذائے نباتات، نباتات غذائے حیوانات، حیوانات غذائے انسان، اور بیشک اس کے کھانے میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قوٰی کی افزائشیں ہیں اس کے غیر سے حاصل نہیں، اور مرغوبی کی یہ کیفیت کہ ہر شخص اپنے وجدان سے جان سکتا ہے کہ کیسا ہی لذیذ کھانا ہو چند روز متواتر کھانے سے طبیعت اس سے سیر ہو جاتی ہے، اور زیادہ دن گزریں، تو نفرت کرنے لگتی ہے بخلاف نانِ گندم و گوشت کہ عمر بھر کھائے تو اس سے تنفّر نہیں ہوتا، مع ھذا گائے کی کھال وغیرہ سے جو ہزار قسم کے منافع ملتے اور ان منفعتوں میں ہنود بھی ہمارے شریک ہوتے ہیں، اور چند اقوام کی تجارتیں اور ان کے رزق کے ظاہری سامان اُسی گاؤکشی کا نتیجہ ہیں۔

تو سائل کا یہ قول کہ "کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو" محض تصویر غلط ہے، اور گائے کی قربانی خاص ہمارے شعائرِ دین سے ہے، ہمارا مالک و مولٰی تبارک و تعالٰی صریح ارشاد فرماتا ہے:

والبُدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ۔[2]

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب اللحم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۵

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

اور اونٹ اور گائے کو کیا ہم نے تمہارے لئے خدا کے شعاروں میں سے۔

اور یقیناً معلوم کہ ہمارے ملک میں اونٹ ہماری غذا و ادائے واجب قربانی کے لئے کفایت نہیں کر سکتے، اوّل تو سخت گراں، دوسرے بہ نسبت گاؤ نہایت قلیل الوجود، اور اگر گاؤ کشی موقوف کر کے اونٹ پر کفایت کی جائے تو چند روز میں اونٹ کی قیمت دہ چند ہو جائے گی، اور یہ نفع عام جو ہمارے غرباء کو پہنچتا ہے ہرگز متصور نہ رہے گا۔ اور عجب نہیں کہ رفتہ رفتہ بوجہ قلت اونٹ حکم عنقا کا پیدا کرے، تو رفع حاجت دائمہ اس سے متوقع نہیں، اور بکری کا گوشت کھانے کے لئے بھی تھوڑے لوگوں کو ملتا ہے، اور قربانی کے واسطے بھی ہر شخص ایک بکری جداگانہ کرے کہ سال بھر سے کم کی نہ ہو، اور اس کے اعضاء بھی عیب و نقصان سے پاک ہوں بخلاف اس غریب پرور جانور یعنی گائے کے کہ ہمارے مسئلہ شرعیہ سے اس میں سات شخص شریک ہو سکتے ہیں، اور بیشک سات بکریاں ایک گائے سے ہمیشہ گراں رہتی ہیں۔

معہذا ہمارے مذہب میں اس کا جواز اور ہنود کے یہاں ممانعت ایک پلہ میں نہیں، ہماری اصل شریعت میں اس کا جواز موجود، قرآن مجید میں ہے:

ان اللہ یأمرکم ان تذبحوا بقرۃ[1]

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔ (ت)

وشرائع من قبلنا اذا قصّہا اللہ تعالٰی علینا من دون انکار شرائع لنا (ملتقطا) کما نص علیہ فی کتب الاصول[2]۔

ہم سے پہلی شریعتوں کو جب اللہ تعالٰے بیان فرما کر منع نہ فرمائے تو وہ ہماری شریعت ہو جاتی ہے (ملتقطا) جیسا کہ کتبِ اصول میں منصوص ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۵۳ تا ۵۵۵)

(۸۳) مجلس داد خواہی مسلمانان بریلی کی طرف سے سوال آیا کہ دعوئ قربانی کے جواب میں ہنود نے اپنا یہ بیان پیش کیا ہے کہ قرآن شریف میں اس فعل کی اجازت نہیں۔ اس کے جواب میں قرآنی آیات سے گائے کی قربانی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۶۷

[2] اصول البزدوی باب شرائع من قبلنا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۳۲

بیانِ ہنود سراسر غلط ہے، مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید اور ہمارے سچّے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشادات سے قربانیِ گاؤ کی اجازت بخوبی ثابت ہے:

(۱) اللہ تعالےٰ قرآن مجید کے سترھویں پارہ، بائیسویں سورہ حج کے پانچویں رکوع میں فرماتا ہے:

والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر ق فاذکروا اسم اللہ علیھا صواف ج فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر ط کذٰلک سخرنٰھا لکم لعلکم تشکرون[1]

اور قربانی کے ڈیل دار جانوروں کو کیا ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیاں، تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے تو اللہ کا نام لو اُن پر کھڑے ہوئے، پھر جب اُن کی کروٹیں گر جائیں تو خود کھاؤ، اور صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے کو کھلاؤ، یونہی ہم نے ان جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے کہ تم احسان مانو۔

قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہیں۔ تفسیر قادری جو ہنود کے ایک معزز رئیس منشی نولکشور سی آئی ای نے اپنی فرمائش سے منجانب مطبع تصنیف کرائی اور داخل رجسٹری کرا کر اپنے مطبع میں چھ بار چھاپی، یہی، اس کی جلد دوم طبع ششم سطر اخیر صفحہ ۹۷، وسطر اول ص ۸۰ میں آیت کے ان لفظوں کا ترجمہ یوں لکھا:

"والبدن اور اونٹ گائے جو قربانی کے واسطے ہانکے لئے جاتے ہیں جعلنٰھا لکم کر دیا ہم نے انھیں، یعنی ان کے ذبح کو تمہارے واسطے من شعائر اللہ دین الٰہی کی نشانیوں میں سے"۔[2]

اور بیشک ہم حنفی مذہب والوں کے تینوں امام یعنی امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور اُن کے سب پیروؤں کا یہی مذہب ہے کہ بُدنہ یعنی قربانی کے ڈیل دار جانور میں اونٹ اور گائے دونوں داخل ہیں، انھیں اماموں کا مذہب ہندوستان کے تمام شہروں میں رائج ہے، اور یہاں انھیں کے مذہب پر فتوٰی و عمل ہوتا ہے۔ ہدایہ، درمختار، قاضیخاں، عالمگیری وغیرہا مشہور کتابیں اسی مذہب کی ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[2] تفسیر قادری تحت الآیۃ والبدن جعلنٰھا لکم نولکشور لکھنؤ ۲/ ۷۹، ۸۰

درمختار میں ہے :

بُدنۃ ھی الابل والبقر سمیت بہ لضخامتہا[1]

بُدنہ اُونٹ اور گائے ہے اُن کے ڈیل دار ہونے کے سبب اُن کا یہ نام ہُوا۔

ہدایہ میں ہے :

البدن من الابل والبقر، قال الشافعی من الابل لنا ان البدنۃ تنبئ عن البدانۃ وھی الضخامۃ وقد اشترکا فی ھذا المعنی ولہذا یجزئ کل واحد منہما عن سبعۃ اھ[2] ملخصًا۔

اُونٹ اور گائے دونوں بُدنہ ہیں۔ شافعی نے کہا : اُونٹ۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ بُدنہ ڈیل دار ہونے سے خبر دیتا ہے۔ اور اس بات میں اُونٹ اور گائے برابر ہیں، اس لئے وہ دونوں سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کرتے ہیں۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

البُدن من الابل والبقر[3]۔

بُدنہ اونٹ اور گائے دونوں سے ہے۔

اور یہ مضمون حدیث سے بھی ثابت ہے کہ عنقریب مذکور ہوگی۔

(۲) اللہ تعالٰی اسی رکوع کے شروع میں فرماتا ہے :

ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علٰی ما رزقہم من بہیمۃ الانعام[4]۔

اور ہر گروہ کے لئے ہم نے مقرر کر دی قربانی کہ اللہ کا نام لیں چوپایوں کے ذبح پر جو اللہ نے اُنھیں دئے۔

یہاں فرمایا کہ چوپایوں کو اللہ تعالٰی نے قربانی کے لئے بنایا ہے، اور آٹھویں پارہ چھٹی سورہ انعام کے سترھویں رکوع میں چوپایوں کی تفصیل یہ بیان فرمائی :

---

[1] درمختار | کتاب الاضحیۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۲/ ۲۳۱

[2] الہدایۃ کتاب الحج | فصل فی ما یتعلق بالوقوف | المکتبۃ العربیۃ کراچی | ۱/ ۲۳۶، ۲۳۷

[3] فتاوٰی ہندیۃ | الباب السادس عشر فی الہدی | نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/ ۲۶۱

[4] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۴

ثمٰنیة ازواج ۚ من الضان اثنین ومن المعز اثنین ؕ (الیٰ قوله تعالیٰ) ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین ؕ قل ءٰالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیه ارحام الانثیین[1]۔

چوپائے آٹھ نر و مادہ میں بھیڑ سے دو، اور بکری سے دو، اور اونٹ سے دو، اور گائے سے دو، تم فرماؤ کیا اللہ نے دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ، یا وہ جسے اپنے پیٹ میں رکھا دونوں مادہ نے۔

ان آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری سب کی قربانی اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے، اسی لئے تفسیر مذکور فرمائشی منشی نولکشور کی جلد دوم ص ۷۰، سطر ۱۱ و ۱۲ میں "چوپایوں پر اللہ کا نام لینے" کی تفسیر میں لکھا:

"بے زبان چوپایوں میں سے یعنی اونٹ گائے بکرا" اس سے قربانی مراد ہے کہ خدا کے نام پر ذبح کریں۔"[2]

اور پچھلی آیت سے یہ بھی کھل گیا کہ گائے، بیل، بچھیا، بچھڑا اس کا کھانا حلال ہے جس کی حلت خود قرآن شریف میں صراحۃً مذکور ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ پہلے پارے، دوسری سورت سورۃ بقر کے آٹھویں رکوع میں فرماتا ہے:

واذ قال موسٰی لقومه ان اللہ یأمرکم ان تذبحوا بقرۃ[3]۔

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے بیشک اللہ تمھیں حکم فرماتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔

اور ساتویں پارے چھٹی سورت سورۃ انعام کے دسویں رکوع میں موسیٰ و ہارون وغیرہما انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرکے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے:

اولٰئك الذین ھدی اللہ فبھدٰھم اقتدہ[4]۔

یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ٹھیک راستے پر چلایا تو انھیں کی راہ چل۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگلے انبیاء کی شریعت میں جو کچھ تھا وہی ہمارے لئے بھی ہے جب تک

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۳، ۱۴۴

[2] تفسیر قادری تحت الآیۃ ۲۲/ ۲۸ نولکشور لکھنؤ ۲/ ۷۸

[3] القرآن الکریم ۲/ ۶۷

[4] 〃 〃 ۶/ ۹۰

ہماری شریعت اسے منسوخ نہ فرمادے۔ تو گائے قربانی کرنے کی ہمیں اجازت یوں بھی ثابت ہوئی،
اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے حکم سے گائے کا ذبح کیا جانا آج کا نہیں بلکہ اگلی شریعتوں سے چلا آتا ہے۔
تفسیر مذکور فرمائشی نولکشور یہ جلد اول کے ص۱۷ سطر اخیر و ص۱۸ سطر اول میں اس حکمِ الٰہی
ذبح گاؤ کی حکمت یوں لکھی:

"اُسے ذبح کرنے میں نکتہ یہ تھا کہ گوسالہ پرستوں کی سرزنش ہو، انھیں دکھا دیا کہ جسے تم نے
پُوجا وُہ ذبح کرنے کے قابل ہے عبادت اور مدح کے لائق نہیں"۔[1]

(۴) ان سب کے علاوہ اگر فرض کیجئے کہ قرآن مجید میں گائے اور قربانی کا نام تک نہ آیا ہوتا
جب بھی گائے کی قربانی قرآن مجید سے بخوبی ثابت تھی۔ قرآن مجید نے مذہبِ اسلام کی بنیاد صرف
انھیں احکام پر نہیں رکھی جس کا خاص خاص بیان قرآن مجید میں آچکا، بلکہ خود قرآن مجید نے اپنے احکام
اور نبی کے ارشادات دونوں پر بنائے اسلام رکھی۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنه فانتھوا۔[2]

جو کچھ رسول تمھیں دے وہ لے لو اور جس سے روکے اس سے بچو۔

اور فرماتا ہے:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔[3]

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور فرماتا ہے:

وما ینطق عن الھوٰی ۝ ان ھو الّا وحی یوحٰی۔[4]

یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ صرف خدا کا حکم ہے جو اسے بھیجا جاتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود گائے کی قربانی کی اور مسلمانوں کو ایک ایک گائے کی
قربانی میں سات سات آدمیوں کے شریک ہونے کا حکم فرمایا۔ مذہبِ اسلام میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] تفسیر قادری تحت الآیۃ ۲/ ۶۷ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۷ و ۱۸
[2] القرآن الکریم ۵۹/ ۷
[3] ؍؍ ۴/ ۸۰
[4] ؍؍ ۵۳/ ۳ و ۴

کے احکام کی چھ کتابیں زیادہ مشہور ہیں جنھیں صحاح ستّہ کہتے ہیں، ان سب کتابوں میں یہ مضمون صراحۃً موجود ہے، صحیح بخاری شریف میں حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

ضحی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن نسائہ بالبقر[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۶۰ تا ۵۶۴)

(۸۴) ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

گائے کی قربانی ہندوستان میں اعظم شعائرِ اسلام سے ہے:

قال اللہ تعالٰی والبُدن جعلنٰہا لکم من شعائر اللہ[2]

اللہ تعالٰے نے فرمایا، اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمھارے لئے اللہ کی نشانیوں سے کئے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۶۶)

(۸۵) ہنود کی خوشنودی کے لئے مسلمانوں کے ایک گروہ نے ان سے معاہدہ کرلیا کہ ہم گائے کی قربانی نہیں کریں گے کیونکہ اس کا حکم کہیں نہیں آیا ہے، ان کے بارے میں فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں وہ لوگ سخت اشد اخبث اشنع کبیرہ کے مرتکب ہیں، گائے کی قربانی بلاشبہہ قرآنِ عظیم سے ثابت ہے، جواز کے لئے تو آیات کثیرہ ہیں، مثلاً:

قال اللہ تعالٰی ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ۔[3]

اللہ تعالٰے کا ارشاد مبارک ہے: بیشک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔

اور فرماتا ہے:

من الابل اثنین ومن البقر اثنین ط قل ءٰالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین[4]

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب من ذبح ضحیۃ غیرہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۴
[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶
[3] " " ۲/ ۶۷
[4] " " ۶/ ۱۴۴

اونٹ میں سے دو، اور گائے میں سے دو، تم فرماؤ کیا اللہ نے اونٹ اور بیل حرام کئے ہیں یا اونٹنی اور گائے یا بوتا اور بچھڑا۔

یعنی ان میں سے کچھ حرام نہ فرمایا، سب تمہارے لئے حلال ہیں، اور خاص عبادت قربانی کے لئے فرماتا ہے:

والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[1]

قربانی کے اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے بنائے۔

خصوصاً ہندوستان میں کہ یہاں تو بالخصوص گائے کی قربانی واجباتِ شرعیہ سے ہے، جیسے ہم نے اپنے رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" میں بدلائلِ واضحہ ثابت کیا ہے۔ خوشیِ ہنود کے لئے اس سے باز رہنے والا بلاشبہہ بدخواہِ اسلام و مسلمین ہے، دشمنانِ دین سے دوستی کرنیوالا دشمنِ دین ہوتا ہے اور روزِ قیامت ان کے ساتھ ایک رسّی میں باندھا جاتا ہے۔

قال تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو تم میں ان سے دوستی رکھے وہ انھیں میں سے ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۶۸، ۵۶۹)

(۸۶) اتحادِ ہنود کی خاطر گائے کی قربانی ترک کرنا کیسا ہے، اس کے جواب میں فرمایا:

گائے کی قربانی شعارِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالٰی والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: قربانی کے اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے بنائے۔(ت)

دشمنانِ دین سے اتحاد منانے کو شعارِ اسلام بند کرنا بدخواہیِ اسلام ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۷۱، ۵۷۲)

(۸۷) ہنود کے حمائتیوں نے وعدہ کیا ہے کہ گائے کی بجائے بکرے کی قربانی کرو ہم مالی مدد کرینگے،

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۳۶

[2] " ۵/۵۱

[3] " ۲۲/۳۶

اس کے بارے میں فرمایا :

ان صاحبوں کا وعدہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ القائے شیطان ہے ،

وقال اللہ تعالٰی وما یعدھم الشیطٰن الا غرورا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : شیطان تو وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے ۔

ان سے چندہ سے مدد لے کہ گائے کی قربانی چھوڑنا شیطان کا داؤں چلا لینا ہے ، دو چار کو شیطان نے دھوکا دے لیا ، اور مسلمان تو اپنی آنکھیں کھلی رکھیں ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۷۲)

(۸۸) وعدہ مذکورہ بالا کے ایفا میں ہنود کی طرف سے بھی مدد شامل ہو تو مسلمانوں کو وہ قبول کرنا کیسا ہے ؟ اس کے جواب میں فرمایا :

اس سے اور بھی کھل گیا کہ یہ شیطان کا فریب ہے ہرگز کفار تمھارے دین کی خیر خواہی نہ کریں گے

قال اللہ تعالٰی لایالونکم خبالا۔[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا ، وہ تمھاری برائی میں کمی نہیں کرتے ۔(ت)

ضرور ہے کہ جس میں وہ ساعی ہیں اس میں تمھارے دین کا ضرر ہے ۔

قال اللہ تعالٰی ودوا ماعنتم[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمھیں پہنچے ۔(ت)

ان کے زبانی اتحاد پر پھولنا قرآن عظیم کو بھولنا ہے ،

قال اللہ تعالٰی قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر۔[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : بیر اُن کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے ۔(ت)

اس اتحاد کی یک طرفہ نالی تو دیکھو ، تم اپنا شعار دین بند کرو جسے تم ان سے بالکل مخفی کرتے ہو اور وہ اتنا بھی نہ کریں کہ اتنے گھنٹے سنکھ اُن مندروں سے بند کر دیں جہاں سے تمھیں یا کم از کم کسی مسجد کو وہ مکروہ و دلخراش آوازیں جائیں وہ اعلان نہ چھوڑیں ، اور تم مخفی سے بھی باز آؤ ۔ یہ انھیں لیڈروں سے اسلام دوستی ہے ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۷۲)

(۸۹) ترک گاؤکشی کے معاہدہ کے محرکین اور ان کی کمیٹی میں شرکت کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا :

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۰ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[3] " " ۳/ ۱۱۸ [4] " "

محرکین کا حال قرآن عظیم کی آیتوں سے اُوپر ظاہر ہوچکا کہ شیطان کے فریب میں ہیں، نادانستہ خواہ ان میں بعضے دانستہ بدخواہیِ اسلام کر رہے ہیں، اس کمیٹی میں شرکت حرام ہے کہ قرآنِ عظیم کو پیٹھ دینے کا مجمع ہے۔

قال اللہ تعالیٰ و امّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[1]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بُھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

وقال تعالیٰ فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذاً مثلھم۔[2]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انھیں جیسے ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۷۳)

(۹۰) گائے، بھیڑ، بکری، اونٹ وغیرہ کی قربانی میں منجانب شرع مختار ہونے کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قربانی کا تمھیں اختیار ہے مگر مخالفانِ اسلام کی خاطر سے شعائرِ اسلام بند کرنے کا کسی وقت تم کو اختیار نہیں،

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔[3]

اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۷۳)

(۹۱) گائے کی قربانی کے بارے میں مزید فرمایا:

ہندوستان میں قربانیِ گاؤ جاری رکھنا واجب ہے اور خوشنودیِ ہنود کے لئے اس کا بند کرنا حرام ہے۔

واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین۔[4]

اللہ و رسول زیادہ اس سے مستحق ہیں کہ انھیں راضی کرو اگر تم مسلمان ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۷۶)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰
[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴
[4] القرآن الکریم ۹/ ۶۲

(۹۲) آیت کریمہ "من یشفع شفاعة حسنة" کی توضیح اور اس سلسلہ میں ایک وسوسہ کارد کرتے ہوئے فرمایا:

آیت کریمہ کی نسبت ایسا وسوسہ محض القائے شیطان رجیم ہے، قرآنِ عظیم میں اعمالِ حسنہ وسیّئہ کی ایک عام میزان ومعیار مقرر فرمائی ہے کہ تمام فروع میں ملحوظ ومرعی ہے، اللہ جل وعلا ارشاد فرماتا ہے:

ومن اراد الاٰخرة وسعی لها سعیها وهو مؤمن فاولٰئك كان سعیهم مشكورا[1]۔

جو آخرت چاہے اور اس کے قابل کوشش کرے اور شرط یہ ہے کہ ہو مسلمان، تو ان لوگوں کی کوشش مشکور ہوگی۔

اور کافروں کی نسبت فرماتا ہے:

وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰه هباءً منثورا[2]۔

یعنی کافر کچھ بھی عمل کرے ہم نے اسے تباہ وبرباد کردیا۔

کافر سے اصلاً کوئی حسنہ مقبول نہیں بلکہ اس سے کوئی حسنہ متصور ومعقول نہیں، امور ثواب کے عمومات میں ہمیشہ صرف اہلِ اسلام مراد ہیں۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

من ذا الذی یقرض الله قرضا حسنا فیضٰعفه له وله اجر کریم[3]۔

کون ایسا ہے جو اللہ کے لئے قرضِ حسن دے اللہ اُسے دُونا دُون عطا فرمائے اور اس کے لئے عزّت والا ثواب ہے۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کافر اگر کسی کو دو ایک روپے بے سُود قرض دے دے وہ اس آیت میں داخل ہے اور اس کے لئے عزّت کا ثواب ہے۔ صورتِ دائرہ نہ صورتِ شفاعت نہ شفاعتِ حسنہ بلکہ بداہۃً سخت شناعت سیئہ ہے، مسلمان کہلانے والوں نے مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد اختیار کیا، شعائرِ اسلام کی بندش میں کوشاں ہیں اور شعارِ کفر قبول کرنے پر نازاں، مشرکوں کی تعظیم کہ سخت مخالفتِ قرآنِ عظیم ہے اعلان کے ساتھ ہو رہی ہے، ان کی جے پکاری جاتی ہے انھیں اپنی مزعوم حاجتِ دینیہ میں پیشوا ورہنما بنایا جاتا ہے، آیات واحادیث کی تمام عمر

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۹
[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳
[3] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۱

بُت پرستی پر نثار کی جاتی ہے، مشرکوں کو مساجد میں لے جا کر مسلمانوں کا واعظ بنایا جاتا ہے، مشرک کی ٹکٹکی کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ تک لے گئے اس کے لئے دعائے مغفرت و نماز جنازہ کے اشتہار دیئے جو صریح کفر ہے، صاف کہہ دیا کہ آج تم نے اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا تو اپنے خدا کو راضی کر لیا اور یہ کہ خدا کی رسّی مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین نہ ملے دُنیا تو ضرور ملے گی، علانیہ چھاپ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز موقوف کر دے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس علامت بنائے گا، یہاں اس قول کے معنی کھلے جو خدا کی رسّی کی نسبت کہا تھا، حبل اللہ قرآن عظیم ہے محال ہے کہ اسے مضبوط تھامنے سے دین نہ ملے، مگر یہ دین جو معابد کفار کو مقدس بنائے اور مسلم و کافر کا امتیاز اٹھائے، البتہ قرآن عظیم سے نہیں مل سکتا، قرآن عظیم تو اس کا بیخ کن ہے:

ان الدین عند اللہ الاسلام[1]

بیشک اللہ کے نزدیک سچا دین صرف اسلام ہے۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین[2]

اور جو اسلام کے سوا کوئی بھی دوسرا دین چاہے وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ شخص آخرت میں زیاں کار رہے گا۔

لہذا تصریح کر دی کہ قرآن عظیم کو مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین نہ ملے، اور کہاں تک ان کے افعال و اقوال ذکر کئے جائیں جن کے دل اللہ نے اُلٹ دئے اور آنکھیں پلٹ دیں فسبحٰن مقلب القلوب والابصار (پاک و منزّہ ہے وہ ذات جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتی ہے۔ ت) باقی امور تحریم تعظیم مشرکین وغیرہ بارہا بیان ہو چکے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۷۹، ۵۸۰)

(۹۳) کیا کوئی شخص مشروع و مباحِ شرعی کو حرام شرعی اور حرام شرعی کو حلال شرعی بنا سکتا ہے؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ دین پاک، اللہ واحد قہار نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تمام جہان کے لئے قیامت تک کے واسطے اتارا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۹
[2] " " ۳/ ۸۵

تبارك الذی نزل الفرقان علٰی عبدہٖ لیکون للعٰلمین نذیراً[1]
بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈرسنانے والا ہو۔ (ت)

قل یایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا[2]۔ (ت)
تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

اور ان سے نبوت کا دروازہ بند فرمادیا، محال ہے کہ ابدالآباد تک اب کوئی جدید نبی ہو۔
ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیئ علیما[3]۔ (ت)
ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (ت)

محال ہے کہ ان کی کتاب کا ایک حرف یا ان کی شریعت کا کوئی حکم کبھی بدل سکے،
لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ ط تنزیل من حکیم حمید[4]۔
باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔

ان کی شریعت کے کسی حلال کو جو حرام بتائے یا کسی حرام کو حلال بتائے وہ حلال حرام یا حلال حرام تو نہ ہوجائے گا بلکہ یہی کہنے والا الٹا کافر ہوجائے گا۔

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[5] ۝ متاع قلیل ثم ماوٰھم جھنم وبئس المھاد[6] ۝ قل ءاللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون[7] ۝ ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من افترٰی[8] ۝

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے پھر ان کا ٹھکانا

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/۱
[2] القرآن الکریم ۷/۱۵۸
[3] " ۳۳/۴۰
[4] " ۴۱/۴۲
[5] " ۱۶/۱۱۶
[6] " ۳/۱۹۷
[7] " ۱۰/۵۹
[8] " ۲۰/۶۱

دوزخ ہے اور کیا ہی بُرا بچھونا۔ کیا اللہ نے اس کی تمھیں اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ تمھیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو وہ تمھیں عذاب سے ہلاک کردے اور بیشک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا۔ (ت)

قربانیِ گاؤ کی حلّت اور مجالس اعیادِ ہنود میں شرکت کی حرمت دونوں ضروریاتِ دین میں سے ہیں جو اسے حرام یا حلال کہے وہ اللہ و رسول پر افتراء کرتا ہے اور بحکمِ قرآن اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور حکمِ کفر اس پر لازم والزم۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون [1]

اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۸۱، ۵۸۲)

(۹۴) ایک شخص نے کہا یزید فاسق نہ تھا امام حسین کو اس سے لڑنا نہیں چاہئے تھا اور یہ لڑائی مُلکی تھی، نیز بعد نماز مصافحہ کو بدعت کہا۔ اس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماعِ اہلسنّت فاسق و فاجر وجری علی الکبائر تھا اس قدر پر ائمہ اہلسنّت کا اطباق و اتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیہ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں:

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم ○ اولٰئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمٰی ابصارھم [2]

کیا قریب ہے کہ اگر والیِ ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انھیں بہرا کردیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

شک نہیں کہ یزید نے والیِ مُلک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین و خود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حُرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبوی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بے اذان و نماز رہی، مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کئے، کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[2] القرآن الکریم ۴۷/ ۲۲، ۲۳

پاکدامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کردیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی گود کے پالے ہوئے تنِ نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوانِ مبارک چُور ہوگئے۔ سرِ انور کہ محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزے پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مُخدّراتِ مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حُرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا۔ ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے۔ قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر لعنهم اللّٰه[1] (ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) فرمایا۔ لہٰذا امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) اور ان کے موافقین ان پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ نے لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت فرمایا کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبتِ کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر، اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالٰی فسوف یلقون غیا الا من تاب[2] (توعنقریب دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے مگر جو تائب ہوئے۔ ت) اور توبہ تادمِ غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے، مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امامِ مظلوم پر الزام رکھنا ضروریاتِ مذہبِ اہلسنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بدمذہبی صاف ہے، بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبتِ سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا شمّہ ہو، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[3] (اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہلِ سنّت عدو و عنود ہے، ایسے گمراہ بددین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سُود ہے، اس کی غایت اسی قدر کہ اس نے قولِ صحیح کا خلاف کیا اور بلا وجہ شرعی دست کشی کرکے ایک مسلمان کا دل دُکھایا مگر وُہ تو ان کلماتِ ملعونہ سے حضرت بتول زہرا و علی مرتضٰے اور خود حضور سید الانبیاء علیہ و افضل الصلوٰۃ والسلام کا دل دکھا چکا ہے، اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے۔

والذین یؤذون رسول اللّٰه لهم عذاب الیم[4] ان الذین یؤذون اللّٰه ورسوله لعنهم اللّٰه فی الدنیا والاٰخرة واعد لهم عذابا مهینا۔[5]

---

[1] القرآن الکریم ۴۷/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۵۹ و ۶۰
[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[4] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[5] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۹۱ تا ۵۹۳)

(۹۵) اختیاری طور پر بغیر کسی مجبوری کے کلمۂ کفر کہنا کفر ہے اگرچہ دل سے نہ ہو۔ چنانچہ فرمایا:

کیا بلا ضرورت باختیار خود کفر بکنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جب کہ دل سے نہ ہو، اس دل سے نہ ہونے کا عذر منافقین پیش کر چکے اور اس پر واحد قہار سے فتوائے کفر پا چکے،

ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب ط قل اباللّٰه وايٰته ورسوله كنتم تستهزءون لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم[۱]

اور اے محبوب! اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۵۹۹)

(۹۶) ایک عورت نے یہ کہا "اللہ میاں کو خبر نہیں فرشتہ آئے روح قبض کرنے کو" اس کے بارے میں فرمایا:

یہ لفظ بہر حال کلمۂ کفر ہے بلکہ صریح کفر ہے، اس کے صاف معنی نفیٔ علم ہیں اور اس کا کفر خالص ہونا ظاہر، اور تاویل کہ اس نے بیان کی وہ ان لفظوں سے علاقہ نہیں رکھتی وہ بھی یونہی بنے گی کہ جس کی روح قبض کرنے آئے اس کا علم تو تھا یہ اپنی غلطی سے دوسرے کے پاس گئے جس کی اسے خبر نہیں، تو اب دوہرا کفر ہو گیا، ایک نفیِ علمِ مولٰے عزوجل، دوسرا ملائک کی طرف براہِ غلط خلافِ حکم کرنے کی نسبت۔ اور اگر بالفرض اس سے قطع نظر بھی ہو تو اس دوم کا تو وہ خود اپنی تاویل میں اقرار کرتی ہے، یہ کیا کفر نہیں۔

قال اللّٰه تعالٰى ويفعلون ما يؤمرون[۲] وقال تعالٰى لا يسبقونه بالقول وهم بامره يعملون[۳]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور وہ وہی کرتے ہیں جو انھیں حکم ہو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: بات

---

[۱] القرآن الکریم ۹/ ۶۵، ۶۶ [۲] القرآن الکریم ۱۶/ ۵۰

[۳] " ۲۱/ ۲۷

میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کاربند ہوتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۶۰۲ ، ۶۰۳)

(۹۷) ایک شخص کے کسی عورت سے ناجائز تعلقات تھے بعدازاں اس نے مجمع عام میں توبہ کا اعلان کر دیا جس پر مسلمانوں نے اس کے ساتھ مواکلت و مشاربت شروع کر دی مگر متعدد لوگ اس کی توبہ قبول کرنے کو تیار نہیں اور اس سے میل جول رکھنے والوں کو بھی خارج از اسلام کہتے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمایا:

یہ متعدد لوگ محض خطا و ظلم پر ہیں، مسلمان بھائی کی توبہ قبول کرنی واجب ہے۔ اللہ عزوجل خود اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، قرآن عظیم میں ہے:

هوالذی یقبل التوبة عن عباده ویعفوا عن السیئٰت[1]

اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

الم یعلموا ان اللہ هو یقبل التوبة عن عباده[2]

کیا انھیں خبر نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتاه اخوه متنصلا فلیقبل ذٰلك منه محقا کان او مبطلا فان لم یفعل لم یرد علی الحوض۔ رواه الحاکم[3] عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔

جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت کرتا ہوا آئے اس پر لازم ہے کہ اس کا عذر قبول کرے چاہے وہ حق پر ہو یا ناحق پر، اگر قبول نہ کرے گا تو روزِ قیامت حوضِ کوثر پر میرے حضور حاضر ہونا نصیب نہ ہوگا۔ (اسے حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ان لوگوں کا کہنا کہ توبہ کوئی چیز نہیں اگر اس سے خاص گلزار کی یہ توبہ مقصود ہے یعنی اس نے

---

[1] القرآن الکریم ۴۲ / ۲۵

[2] " " ۹ / ۱۰۴

[3] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلة دار الفکر بیروت ۴ / ۱۵۴

دل سے توبہ نہیں کی تو مسلمان پر بدگمانی ہے اور وہ سخت حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۰۸، ۶۰۹)

(۹۸) توہینِ شریعت کے مرتکب کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

شریعت کی توہین کرنے والا کافر ہے،

قال اللہ تعالٰی "قل اباللہ و اٰیتہ و رسولہ کنتم تستھزءون ○ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم فرماؤ کیا تم اللہ سے اور اس کے کلام اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے مت بناؤ، تحقیق تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۱)

(۹۹) قبولیتِ توبہ کا منکر مفتری بر شریعت ہے۔ چنانچہ فرمایا:

حق سبحٰنہ وتعالٰی فرماتا ہے:

ھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفوا عن السیاٰت[3]

اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر کرتا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۲)

(۱۰۰) دین محمدی کو نقلی کہنے والے کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ان الدین عند اللہ الاسلام[4]

بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (ت)

اللہ کے یہاں یہی دین دین ہے، اس کے سوا کوئی دین مقبول نہیں۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] 〃 ۹/ ۶۵، ۶۶

[3] 〃 ۴۲/ ۲۵

[4] 〃 ۳/ ۱۹

من الخاسرین[1]۔

اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔ (ت)

تو یہی دین اصلی ہے اور یہ نقلی بھی ہے بایں معنیٰ کہ اس کے احکام شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں، فلاسفہ وغیرہم کی طرح عقلی ڈھکو سلے نہیں۔ اس معنیٰ پر اگر نقلی کہا تو صحیح کہا، اور اگر نقلی بمقابلہ اصلی کہا، یعنی معاذ اللہ واقعی دین نہیں بلکہ کسی کی نقل اتاری گئی، تو ایسا کہنے والا کافر۔ یہ بات اس وقت کے باہم محاورات سے واضح ہوگی، اور اگر واضح نہ ہو تو معنیٰ صحیح بنتے ہوئے خواہی نخواہی معنیٰ باطل پر حمل نہ کریں گے اور تکفیر جائز نہ ہوگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۳)

(۱۰۱) حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے لفظ "صاحب" کے استعمال سے متعلق فرمایا:

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر اطلاقِ صاحب خود قرآن عظیم میں وارد ہے:

والنجم اذا ھوٰی ۝ ما ضل صاحبکم وما غوٰی[2]

اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اُترے، تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔ (ت)

مگر نامِ اقدس کے ساتھ اس طور پر لفظِ صاحب کا ملانا یہ آریوں اور پادریوں کا شعار ہے، وہ اسے معروف تعظیم میں لاتے ہیں جو زید و عمرو کے لئے رائج ہے کہ شیخ صاحب، مرزا صاحب، پادری صاحب، پنڈت صاحب، لہٰذا اس سے احتراز چاہیے، ہاں یوں کہا جائے کہ حضور صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہمارے صاحب ہیں، آقا ہیں، مالک ہیں، مولےٰ ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۴)

(۱۰۲) نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نورِ عرشِ الٰہی کہنے کو ناجائز قرار دینے والے کے بارے میں فرمایا:

جو اسے ناجائز بتاتا ہے شریعت پر افتراء کرتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[3]"

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۵
[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۱، ۲
[3] " " ۱۶/ ۱۱۶

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور نہ کہو اُسے جو تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ (ت)

بلاشُبہہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورِ عرش اللہ ہیں عرش انھیں کے نُور سے بنا اور انھیں کے نور سے منور ہے[1]،

کما فی حدیث رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جیساکہ حدیث میں ہے اسے امام عبدالرزاق نے اپنی مصنّف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیاکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۴، ۶۱۵)

(۱۰۳) آیت کریمہ" یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہٗ الف سنۃ مما تعدون[2]" کے شانِ نزول اور ناسخ یا منسوخ ہونے کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

آیۂ کریمہ حمدِ الٰہی میں ہے، شانِ نزول وہاں ذکر ہوتا ہے جوکسی حادثہ خاصہ میں اُترے، خبر منسوخ نہیں ہوسکتی۔ واللہ تعالٰی اعلم (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۶)

(۱۰۴) حنفی المذہب عالم کسی غیر مقلد کی اقتدائیں نمازِ جنازہ ادا کرے اور اس کو جائز سمجھے، اس کے بارے میں حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا :

جسے عالم ہونے کا دعوٰی ہو اور ان کے عقائد پر مطلع ہو لوگوں کو ان سے منع کرتا ہو اور خود انھیں اچھا جان کر ان کے جنازہ کی نماز پڑھے اور ان کی اقتدا کرے توضرور اس کے عقیدے میں فساد اور اس کے ایمان میں خلل آیا اور وہ بھی منھم شمار کیا جائے گا،

قال اللہ تعالٰی ومن یتولھم منکم فانہ منھم[3]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور تم میں جوکوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔ (ت)

---

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ عبدالرزاق المقصد الاول اول المخلوقات المکتبۃ الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱، ۷۲

[2] القرآن الکریم ۳۲/ ۵

[3] " " ۵/ ۵۱

اب اس شخص کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں اور اس پر توبہ و تجدیدِ اسلام لازم ہے اور اگر عورت رکھتا ہے تو بعد توبہ و تجدیدِ اسلام تجدیدِ نکاح کرے۔

واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم[1] ومن یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید[2]، ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین[3]، نسأل العفو والعافیۃ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے، اور جو ناشکری کرے تو بیشک اللہ بے پروا ہے سب خوبیوں سراہا، اور جو منکر ہو تو اللہ تعالٰی تمام جہانوں سے مستغنی ہے، ہم اللہ تعالٰی سے عفو اور عافیت مانگتے ہیں کہ بلند و عظیم اللہ تعالٰی کی قوت اور توفیق کے بغیر نہ بُرائی سے بچا جا سکتا ہے اور نہ ہی نیکی کو بجا لایا جا سکتا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۶، ۶۱۷)

(۱۰۵) وحدۃ الوجود کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

توحید ایمان ہے لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ت) اور وحدت حق "کل شیئ ھالک الا وجھہ[4]" (اس کی ذات کے سوا ہر کوئی ہلاک ہونے والا ہے۔ ت) سواد بن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

فاشھد ان اللہ لا رب غیرہ
وانک مامون علٰی کل غائب[5]

(میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ تعالٰی کے سوا کوئی رب نہیں اور بیشک (یارسول اللہ) آپ ہر غیب پر امین ہیں۔ ت)

اور اتحاد باطل اور اس کا ماننا الحاد۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۳
[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۴ و ۶۰/ ۶
[3] " " ۳/ ۹۷
[4] " " ۲۸/ ۸۸
[5] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ قصہ اسلام سواد بن قارب دار الفکر بیروت ۳/ ۶۰۹
عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب اسلام عمر رضی اللہ عنہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۷/ ۱۱
مختصر سیرۃ الرسول از عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۶۹

ان کل من فی السمٰوٰت والارض الّا اٰتی الرحمٰن عبدا ۝[1]

آسمانوں اور زمینوں میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہوکر حاضر ہوں گے۔(ت)

وجود واحد ہے اور موجود واحد، باقی سب ظل وعکوس،

ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم۔[2]

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن، اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۱۷، ۶۱۸)

(۱۰۶) آیاتِ متشابہات کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

رب (انی) اعوذبک من ھمزات الشیٰطین واعوذبک رب ان یحضرون۔[3]

اے میرے رب! تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب! تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔(ت)

آیاتِ متشابہات میں اہل سنت حفظہم اللہ تعالٰی کے دو مسلک ہیں:

اوّل تفویض کہ ہم ان کے معنی کچھ نہیں جانتے اللہ و رسول جانتے ہیں جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو معنی مراد الٰہی ہیں ہم اس پر ایمان لائے،

اٰمنّا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب۔[4]

ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔(ت)

یہی مسلکِ سلف ہے اور یہی صحیح و معتمد، اس تقدیر پر تو نہ احاطہ ذاتی کہا جائے نہ صفاتی کہا جائے، معنی سے کچھ بحث ہی نہ کی جائے۔ حضرت اُمّ المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے الرحمٰن علی العرش استوٰی[5] (رحمان نے عرش پر استواء فرمایا۔ ت) کے معنی دریافت کئے گئے۔ فرمایا:

الاستوی معلوم والکیف مجہول والایمان بہ واجب والسوال

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۹۳ — [2] القرآن الکریم ۵۷/ ۳

[3] 〃 ۲۳/ ۹۷، ۹۸ — [4] 〃 ۳/ ۷

[5] 〃 ۲۰/ ۵

عنه بدعة[1]۔

استوار معلوم ہے اور کیف مجہول اور اس پر ایمان فرض اور اس کی تفتیش بدعت۔

یہی جواب سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دیا، یہی مسلک ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ اور سائر ائمۂ سلف کا ہے، ہاں ہم ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالٰی جسم وجہت ومکان سے پاک ومنزّہ ہے کسی مکان میں نہیں ہوسکتا، کسی جگہ نہیں ہوسکتا، کسی طرف نہیں ہوسکتا، جگہ اور طرف سب اس کے بنائے ہوئے ہیں اور حادث ہیں اور وہ قدیم ازلی، ازل میں کسی جگہ کسی طرف نہ تھا کہ جگہ اور طرف تھے ہی نہیں، تو اب بھی کسی جگہ اور طرف میں نہیں، جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہے، جگہ اور طرف کو بنا کر بدل نہ گیا، جگہ اور طرف بدلیں گے اور وہ بدلنے سے پاک ہے۔

دوم تاویل کہ ایسی آیات کو حسبِ محاورہ معنیٔ جائز پر حمل کریں جس سے نہ چین لینے والی طبیعتوں کو تسکین ہو اور ایمان سلامت رہے، یہ مسلک خلف کا ہے۔ (فتاوی رضویہ ۱۴ ص ۶۱۹، ۶۲۰)

(۱۰۷) منکرِ فقہ کے بارے میں فرمایا:

جو مسلمان کہلا کر فقہ کو اصلاً نہ مانے نہ کتابی ہے نہ خارجی بلکہ مرتد ہے اسلام سے خارج، اور اگر تاویل کرتا ہے تو کم از کم بدترین گمراہ۔

قال اللہ تعالٰی فلولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ لیتفقھوا فی الدین[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ (ت) (فتاوی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۲۲ و ۶۲۳)

(۱۰۸) دیوتاؤں کو عزت دینا کفر ہے، چنانچہ فرمایا:

کفّار کے مذہبی جذبات اور ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں کو عزت دینا صریح کلمۂ کفر ہے،

قال اللہ تعالٰی وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون[3]۔

---

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) ۷/۵۴ تحت ثم استوٰی علی العرش دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۰۸
درمنثور بحوالہ مردویہ عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۴۲۹
مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) ۲۰/۵ سورۂ طٰہٰ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۴۸

[2] القرآن الکریم ۹/۱۲۲

[3] " ۶۳/۸

اللہ تعالٰی نے فرمایا: عزّت تو خاص اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں اور مذہبی جذبات کا اعزاز درکنار جوان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاقِ ائمہ کافر ہے۔ غمز العیون والبصائر میں ہے:

اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر[1]

جس نے کسی کافر کے عمل کو اچھا گمان کیا وُہ باتفاقِ مشائخ کافر ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۲۵)

(۱۰۹) حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے لفظ "بے چارہ" استعمال کرنیوالے کے بارے میں فرمایا:

رہا لفظ "بے چارہ" وہ ان سب سے سخت تر، بے چارہ وہ کہ کسی بلا میں گرفتار اور بیکس، بےبس، بے یاور، بے یار ہو جو اس سے خلاص کا کوئی حیلہ نہ پائے۔ یہ ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کے رب عزوجل پر افترا اور قرآنِ عظیم کی تکذیب اور کفار ملاعنہ کی تصدیق ہے جنھوں نے بکا تھا: ان محمدا ودعہ ربہ[2] محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا، جس پر سورۂ والضحٰی شریف نازل ہوئی:

والضّحٰی ○ والّیل اذا سجٰی ○ ماودعك ربك وماقلٰی ○ وللاٰخرۃ خیرلك من الاولٰی ○[3]

اے پیارے! تمھارے رُوئے درخشاں کی قسم، تمھاری زلفِ مُشکیں کی قسم، نہ تمھیں تمھارے رب نے چھوڑا نہ بیزار ہوا، جو آن آگے آتی ہے تمھارے لئے گزشتہ آن سے بہتر ہے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

کیا معاذ اللہ ان کو اس ناپاک لفظ سے تعبیر کیا جائے گا جن کا رب فرماتا ہے:

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ[4]

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۵

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ والضحٰی امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۰

الدرالمنثور تحت الآیۃ ۹۳/۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/۴۹۶

[3] القرآن الکریم ۹۳/۱تا۴ [4] القرآن الکریم ۹/۴۰

اگر تم ان کی مدد نہ کرو تو اللہ واحد قہار ان کا مددگار۔

کیا معاذاللہ ان کو کہا جائے گا جن کے لئے ان کا مولیٰ عزوجل فرماتا ہے:

فان اللّٰہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین والملٰئکۃ بعد ذٰلک ظہیر[1]

بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد فرشتوں کی فوجیں ان کی مدد کو حاضر ہیں۔

کیا معاذاللہ ان کو کہا جائے گا جو اس ظاہری تنہائی اور ایک جہان برسرِ عداوت و پرخاش ہونے کی حالت میں اپنے یارِ غار سے فرماتے تھے:

لاتحزن ان اللّٰہ معنا۔[2]

غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

تو یہ ملعون کلمہ ان پہلوں سے بھی ملعون و خبیث تر ہے۔ زید بے قید خود بھی جانتا تھا کہ یہ سب سے بدتر ہے، ولہذا ایک بار کہہ بناوٹ پر آیا اسی کو سوچ بچار بنایا اور اس سے بھی ہزار درجہ ملعون تر اس کا وہ ناپاک نجس گندا خبیث قول ہے کہ میں نے تو یہی کہا ہے اللہ تعالٰی یوں فرما رہا ہے، اس سے کھل گیا کہ وہ ضرور بددین گمراہ فاسد العقیدہ مختل الایمان بلکہ ظاہراً بالقصد مرتکب توہینِ حضور سید الانس والجان ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس کا وعظ سننا حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس سے ملنا جلنا حرام، اسے سلام علیک کرنا حرام، اپنی تقریب میں اسے بلانا حرام، اپنا کوئی دینی کام اگرچہ صرف نکاح خوانی ہو اسے سپرد کرنا حرام۔

قال اللّٰہ تعالٰی "واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین۔[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

اس حالت میں شر و ضلالت جو اس کے معاون ہیں سب اسی کی مثل ہیں اور ان سب کے یہی احکام،

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/۴
[2] ؎ " ۹/۴۰
[3] ؎ " ۶/۶۸

قال اللہ تعالٰی ومن یتولهم منکم فانه منهم[۱]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۳۳ تا ۶۳۵)

(۱۱۰) شہید کو نبی پر فضیلت دینے والے کے بارے میں فرمایا :

غیر نبی را بر نبی تفضیل کفر است اگر فضل جزئی مراد دارد نیز بے ادب و بدزبان و بدخواہ مسلمانان و برہم زن دین و ایمان ست و تجاوز از حد ظلم ست و بغض او کفر و سائرش حرام۔ قال تعالٰی ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسه[۲]

غیر نبی کو نبی پر فضیلت دینا کفر ہے اگر جزئی فضیلت مراد ہو تو یہ بے ادبی ، بدزبانی اور مسلمانوں کی بدخواہی اور دین و ایمان کو جلانا ہے اور حد سے تجاوز کرنا ظلم ہے ، ان کا بغض وغیرہ کفر و حرام ہے ، اللہ تعالٰی کا فرمان ہے : جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۴۰)

(۱۱۱) یہ کہنے والا کہ میرا فقہ پر ایمان نہیں، کیسا ہے ۔ اس کے بارے میں فرمایا :

فقہ کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے۔

قال اللہ تعالٰی فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین[۳]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : توکیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں ۔(ت)

اور قرآن مجید کا انکار کفر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۴۵)

(۱۱۲) نورِ محمدی کو غیر مخلوق کہنے والے کا رد کرتے ہوئے فرمایا :

جو حضور کے نور کو غیر مخلوق کہے منکرِ قرآنِ عظیم ہے۔

قال اللہ تعالٰی خالق کل شئ فاعبدوه[۴] واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[۱] القرآن الکریم ۵/ ۵۱
[۲] " ۶۵/ ۱
[۳] " ۹/ ۱۲۲
[۴] " ۶/ ۱۰۲

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے : وہ ہر شے کا خالق ہے تو اسی کی عبادت کرو ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۵۵)

(۱۱۳) زید ٹوٹکے کرواتا ہے ، کافرانہ رسومات ادا کرتا ہے ، کفار و مشرکین سے دوستانہ مراسم رکھتا ہے ، اور اس کے کچھ پیروکار کہتے ہیں کہ ہم تو زید پر ایمان لائے ہیں ۔ اس کے بارے میں فرمایا :

اس کے پیچھے نماز ممنوع و گناہ اور اس کا پھیرنا لازم ۔ اور جو اس پر اس کی حمایت کرتے ہیں مورد عذاب و مستحق عقاب ہوتے ہیں خصوصًا وہ کہنے والے کہ ہم تو زید پر ایمان لائے ہیں انھیں تجدید اسلام و نکاح چاہیے اور زید کو بھی جبکہ قولًا یا فعلًا کوئی کفر صریح اس سے ثابت نہ ہو ورنہ خود ہی اس کا نکاح باطل اور اسلام زائل ، والعیاذ باللہ ، کافر سے دوستانہ رکھنا مسلمان کو شایاں نہیں ۔

قال اللہ تعالٰی " یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق "[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے ایمان والو ! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انھیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمھارے پاس آیا ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۵۶)

(۱۱۴) زید کہتا ہے حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہماری طرح ایک بشر تھے جبکہ عمرو کہتا ہے کہ آپ کی بشریت ہماری مثل نہیں تھی ۔ ان کے بارے میں ارشاد فرمایا :

عمرو کا قول مسلمانوں کا قول ہے اور زید نے وہی کہا جو کافر کہا کرتے تھے :

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا[2]

کافر بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی ۔

بلکہ زید مدعی اسلام کا قول ان کافروں کے قول سے بعید تر ہے وہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لئے ان کی رسالت سے منکر تھے کہ :

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/۱

[2] " " ۳۶/۱۵

ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شیٔ ان انتم الا تکذبون[1]

تم تو نہیں مگر ہماری مثل بشر، اور رحمان نے کچھ نہیں اتارا تم نرا جھوٹ کہتے ہو۔(ت)

واقعی جب ان خبثائے کے نزدیک وحی نبوت باطل تھی تو انھیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا، لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انھیں اپنا ہی سا بشر جانیں، زید کو قل انما انا بشر مثلکم[2] سوجھا اور "یوحیٰ الیّ" نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا، زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بشریت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت سے اعلیٰ ہے وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا ان سے انس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا، ولہٰذا ارشاد فرماتا ہے:

ولو جعلناہ ملکا لجعلنٰہ رجلا وللبسنا علیھم ما یلبسون[3]

اور اگر ہم فرشتے کو رسول کرکے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے اور ضرور انھیں اسی شبہہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں۔

ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری صورت دیکھ کر انھیں اوروں کی مثل سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا ظاہر بینوں کور باطنوں کا دھوکا ہے شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۶۲ و ۶۶۳)

(۱۱۵) کسی مدرس نے کہا کہ "کافر افسر کے حکم کی تعمیل کرنے کی ہمارے مذہب میں تاکید ہے" اس کے بارے میں فرمایا:

مسلمانوں کے دینی مذہبی کام میں کسی کا افسر بننا دو طرح ہے،

اول قہری کہ کوئی شخص مذہبی دست اندازی کرکے بالجبر افسر بن بیٹھے جیسے فساق و ظلماء امراء امامتِ نماز کیا کرتے تھے۔

دوم ارادی کہ مسلمانوں کی جماعت خود اسے اپنے مذہبی کام میں پیشوا بنائے۔

اول نہ زیر بحث ہے نہ یہاں اس کلام و مکالمہ کا مفاد نہ محلِ اضطرار پر احکام اختیار،

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/۱۵

[2] 〃 ۱۸/۱۱۰

[3] 〃 ۶/۹

لاجرم دوم مراد، اور وہی مفہوم و مستفاد یعنی باختیار خود کسی ہندو یا رافضی یا وہابی یا قادیانی کو مدرسہ دینیہ اسلامیہ پر افسر مقرر کیا گیا ہو اس کی نسبت مدرس کہتا ہے کہ اس کا حکم ماننے کی ہمارے مذہب میں تاکید ہے، ہمارے مذہب سے اس نے اپنا کوئی خاص اختراعی مذہب دینِ اسلام سے جدا مراد لیا ہو تو :

ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ماتولّی ونصلہ جھنم ط وساءت مصیرا ہ[1]

اور جو مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔ (ت)

کا مصداق ہے، اور اگر دینِ اسلام مراد لیا تو شریعتِ مطہرہ پر محض افتراء کیا اور :

انّ الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ہ متاع قلیل و لھم عذاب الیم[2]

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اُن کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے، اور ان کیلئے دردناک عذاب۔ (ت)

کا استحقاق ہے، شریعتِ مطہرہ نے اسلامی کام پر باختیار خود ایسوں کو افسر مقرر کرنا ہی کب جائز رکھا ہے نہ کہ ان کے احکام کی تصویب اور ان کے ماننے کی "تاکید" ان ھو الّا ضلال بعید (یہ واضح گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں۔ ت) اللہ عزوجل فرماتا ہے :

یایھا الذین لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ط ودّوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر ط قد بیّنا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون ہ ھاانتم اولاء تحبونھم ولا یحبونکم وتؤمنون بالکتاب کلہ واذا لقوکم قالوا اٰمنّا واذا خلوا عضّوا علیکم الانامل من الغیظ ط قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[3]

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہارے نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے وہ جی سے چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑو، بَیر ان کے مُونہوں سے ظاہر ہوچکا ہے اور وہ جو ان کے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵
[2] " " ۱۶/ ۱۱۶، ۱۱۷
[3] " " ۳/ ۱۱۸ و ۱۱۹

سینوں میں دبا ہے اور بھی بڑا ہے ہم نے تمھارے سامنے نشانیاں کھول دیں اگر تم میں عقل ہے ارے یہ جو تم ہو تم ان سے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت نہیں کرتے، اور تم پوری کتاب پر ایمان لائے ہو تم سے ملیں تو کہیں ہم مسلمان ہیں اور اکیلے ہوں تو تم پر جلن سے اپنی انگلیاں چبائیں۔ اے محبوب! تم ان سے فرمادو کہ اپنی جلن میں مرجاؤ، بیشک اللہ دلوں کی جانتا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۷۰، ۶۷۱)

(۱۱۶) زید نماز روزے وغیرہ احکامِ شرع کا تمسخر اڑاتا ہے اور کچھ لوگ اس پر خوش ہوتے ہیں' ان لوگوں کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں زید پر حکمِ کفر ہے اور وہ لوگ جو اس کی ان باتوں سے خوش ہوتے ہیں ان پر بھی یہی حکم ہے، ان کے جمعہ وعیدین باطل ہیں، ان کے عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں، مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام ہے، نہ اُن کے پاس بیٹھنا جائز۔

قال اللہ تعالٰی واِمّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۸۴)

(۱۱۷) ایک شخص کے بارے میں سوال آیا جو کہتا ہے کہ اعمال صالحہ کرنے والا کبھی نہ کبھی جنت میں پہنچ جائیگا اگرچہ کسی نبی پر ایمان نہ لائے، اس پر یہ آیت کریمہ پیش کرتا ہے: ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والنصارٰی من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحا فلا خوف علیھم ولاھم یحزنون۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے متعدد آیاتِ قرآنیہ سے انبیاء کرام علیھم الصلوات والتسلیمات پر ایمان لانے کا تاکیدی حکم ثابت فرمایا۔ چنانچہ فرمایا:

اللہ عزوجل اپنے غضب سے بچائے اور شیطان لعین کے دھوکوں سے پناہ دے۔ قرآن عظیم اوّل تا آخر انبیاء پر عموماً اور حضور پُر نور سیّد الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصّلوٰۃ والثناء پر خصوصاً ایمان لانے کا حکم دے رہا ہے، ان کی تکذیب کرنے والوں پر لعنت وعذاب اتار رہا ہے، اور یہ کہ دین صرف دینِ اسلام ہے، اور یہ کہ کافر کا کوئی عمل صالح نہیں سب باطل وناکام ہے۔ جیسے دن کو آفتاب

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

نظر نہ آئے وہ اپنی آنکھوں کو روئے، ہم صدہا آیاتِ کریمہ سے بعض کی تلاوت سے شرف لیں گے نہ اس لئے کہ جو دیدہ و دانستہ اندھا بنا ہو اس کی آنکھیں کھلیں اس کی تو قیامت کے دن بھی پٹ ہی ہوں گی،

ونحشرھم یوم القیٰمۃ علیٰ وجوھھم عمیا و بکما و صما[1]

اور ہم انھیں قیامت کے دن اُن کے منہ کے بل اُٹھائیں گے اندھے اور گونگے اور بہرے۔ (ت)

بلکہ اس لئے کہ کوئی جاہل سا جاہل مسلمان کسی ملعون کے دھوکے میں نہ آجائے۔

آیت ۱: سب سے پہلے یہی آیت جو اس کج فہم نے اپنے ثبوت میں پیش کی یہی اس کے زعم پر لعنت برسا رہی ہے، اس میں اللہ پر ایمان لانا تو شرطِ نجات فرمایا ہے، اس قدر تو وہ شخص بھی جانتا ہے مگر اللہ پر ایمان ہونا تو اللہ پر ایمان کے معنی جاننا، اللہ پر ایمان یہ نہیں کہ لفظ اللہ مان لیا بلکہ ایمان تصدیق کا نام ہے، جو اللہ عزوجل کے ہر ہر کلام کی تصدیق قطعی سچے دل سے کرتا ہو وہ اللہ عزوجل پر ایمان رکھتا ہو اور جو اس کے کسی کلام میں شبہہ بھی لائے اسے ہرگز اللہ پر ایمان نہیں کہ اس کی سب باتوں کی تصدیق نہیں کرتا۔ اب کلام اللہ کو دیکھئے روشن تصریحوں سے انبیائے کرام و حضور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کا بیان ہے، ازاں جملہ محمد رسول اللہ[2] محمد اللہ کے رسول ہیں، یٰس ۰ والقراٰن الحکیم ۰ انک لمن المرسلین ۰[3] اے سردار! مجھے حکمت والے قرآن کی قسم بیشک تم رسولوں سے ہو، واللہ یعلم انک لرسولہ[4] اللہ خوب جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔ یونہی نوح و ابراہیم و موسٰی و عیسٰی و ہارون و یعقوب و ادریس و الیاس و لوط و یونس و اسمٰعیل و اسحٰق و داؤد و سلیمٰن و زکریا و یحیٰی و ہود و شعیب و صالح وغیرہم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کی نسبت، تو جو ان میں کسی کی نبوت میں شک کرے اللہ تعالٰی کی تصدیق نہیں کرتا تو ہرگز ہرگز اللہ ہی پر ایمان نہیں رکھتا کسی طرح اس آیت کے حکم میں نہیں آسکتا۔ اصل یہ ہے کہ ایمان باللہ میں جملہ ضروریاتِ دین پر ایمان داخل ہے کہ ان میں سے کسی بات کی تکذیب رب کی تکذیب ہے اور رب کی تکذیب رب کے ساتھ کفر ہے، پھر رب پر ایمان کہاں، یومِ آخر بھی انھیں میں داخل ہے جسے مہتم بالشان ہونے کے سبب جدا ذکر فرمایا، جس طرح آیۃ کریمہ:

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۹۷
[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۹
[3] القرآن الکریم ۳۶/ ۱ تا ۳
[4] القرآن الکریم ۶۳/ ۱

ھم یوقنون[1]

اور وُہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب! تمھاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اُترا اور آخرت پر یقین رکھیں ۔ (ت)

میں اسے تین بار ذکر فرمایا کہ وُہ جو قرآن عظیم پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے پہلی کتابوں پر بھی اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں، آخرت پر ایمان قرآن عظیم پر ایمان میں آگیا، پھر اگلی کتابوں پر ایمان میں آیا کہ سب میں اس کا ذکر ہے، تیسری بار اسے پھر جُدا ذکر فرمایا یونہی یہاں، ولہذا جابجا صرف ایمان باللہ و عمل صالح پر ایسے وعدے فرمائے یوم آخر کا ذکر نہ فرمایا مثلاً سورۂ طلاق میں:

ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا یدخلہ جنٰت تجری من تحتہا الانہر خالدین فیہا ابدا ط قد احسن اللہ لہ رزقا[2]

جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک کام کرے اللہ انھیں جنّتوں میں لے جائے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہیں، بیشک اللہ نے ان کے لئے اچھا رزق لکھا ہے ۔ (ت)

اسی طرح سورۂ تغابن میں بالجملہ ایمان باللہ میں سب ضروریات کتابوں، رسولوں، فرشتوں، قیامت وغیرہا پر ایمان لانا داخل ہے، تو آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان، یہود، نصرانی، صابی کوئی بھی ہو جو تمام ضروریاتِ دین پر اسلام لائے (قرآن عظیم کو کلام اللہ، محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سچا رسول اللہ اور خاتم النبیین مانے کہ سب ضروریاتِ دین اس میں آگئے جب تک وہ کوئی قول یا فعل منافی تصدیق نہ کرے) اور نیک کام کرے (یعنی شریعتِ مطہرہ محمدیہ کے مطابق کیونکہ ان کو خاتم النبیین مان چکا تو جو کام ان کی شریعت کے خلاف ہے منسوخ یا مردود ہے) اس پر کچھ خوف وغم نہیں ۔ خلاصہ یہ کہ نعمت کچھ انھیں اشخاص مسلمین کے لئے خاص نہیں بلکہ کوئی بھی ہو کسی بھی مذہب وملّت کا ہو جو اسلامی عقیدے مانے اور شریعتِ محمدی پر چلے اس پر کچھ خوف وغم نہیں، تو آیۂ کریمہ اس آیت کی نظیر ہے کہ:

فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہ فقد اھتدوا[3]

اے مسلمانو! اگر یہود ونصارٰی بھی ان تمام باتوں پر ایمان لے آئیں جن پر تمھارا ایمان ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۴ [2] القرآن الکریم ۶۵/ ۱۱
[3] " ۲/ ۱۳۷

تو وہ بھی راہ پا جائیں۔

یہی مطلب ہے اس آیت کا، منکر سوچے کہ اب اس کا باطل شبہہ کدھر گیا، مسلمان دیکھیں کہ جو آیت اس کا رد ہے اسی کو اپنی سند بنایا، یہ اگر تعصب نہیں تو ابلیس لعین کا کیسا سخت دھوکا ہے، والعیاذ برب العالمین۔

آیت ۲: ایک سخت چالاکی بلکہ کلام اللہ میں تحریف کے قبیل سے ہے اس آیت کو دکھانا اور اس سے متصل اوپر کی آیت کا چھپانا جو مطلب صاف فرما رہی ہے وہ آیہ کریمہ یہ ہے:

قل یاھل الکتب لستم علی شیئ حتی تقیموا التورٰىة والانجیل وما انزل الیکم من ربکم ولیزیدن کثیرا منھم ما انزل الیک من ربک طغیانا وکفرا فلا تأس علی القوم الکافرین[1]

اے محبوب! ان یہود و نصاریٰ سے فرما دو کہ اے کتاب والو! تم نرے باطل پر ہو جب تک توریت و انجیل اور جو کچھ تمہارے رب سے تمہاری طرف اترا تھا اسے قائم نہ کرو، اور اے محبوب! بیشک ان میں بہتوں کو اس قرآن سے سرکشی اور کفر بڑھے گا تو تم ان کافروں کا غم نہ کھاؤ۔

قرآن عظیم فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ جب تک توریت و انجیل کو قائم نہ کریں نرے باطل پر ہیں اور قرآن سے سرکشی کرکے کافر، جو شخص محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نہ مانے اس کا قرآن عظیم سے سرکشی کرنا تو ظاہر و واضح، اور اس نے توریت و انجیل بھی قائم نہ کی کہ ان میں بھی حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بشارتیں تھیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندھم فی التورٰىة والانجیل[2]

میں اپنی رحمت ان کے لئے لکھوں گا جو پیروی کریں گے رسول نبی اُمّی کی جسے اپنے پاس لکھا ہوا پائیں گے توریت و انجیل میں۔

اور فرماتا ہے:

محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینھم (الی)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۶۸
[2] ؍؍ ۷/ ۱۵۷

قولہ تعالٰی) ذٰلك مثلهم فی التورٰاة ومثلهم فی الانجیل[1]

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل (الٰی قولہ تعالٰی) یہ ان کا وصف ہے توریت میں، اور ان کی ثناء ہے انجیل میں۔ (ت)

اور عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کا قول ذکر فرماتا ہے:

مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمه احمد[2]۔

میں بشارت دیتا آیا ہوں ان رسول کی جن کا نام پاک احمد ہے۔

توجس نے احمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو نہ مانا اس نے توریت وانجیل قائم نہ کی بلکہ پھینک دی اور قرآن عظیم سے سرکش ہوا، اور اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ وہ کافر ہے پھر ایمان میں کیونکر شامل ہوسکتا ہے، انصاف والے کے لئے تو وہی آیت کہ منکر نے پڑھی اور برابر کی آیت کہ اس نے چھوڑ دی، کفایت کرتی ہیں، صدہا میں سے تبرکًا دو چار اور سُن لیجئے۔

آیت ۳: آیہ کریمہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی[3] میں حضور کے اوصاف کریمہ ذکر کرکے فرماتا ہے:

فالذین اٰمنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولٰئك هم المفلحون[4]

توجو اس نبی اُمّی پر ایمان لائے اور اس کی تعظیم و مدد کی اور اس نور کے پیرو ہوئے جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

ثابت ہوا کہ جب تک محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور ان کی تعظیم نہ کرے ہرگز فلاح نہ پائے گا اگرچہ اپنے زعم میں کیسے ہی نیک عمل رکھتا ہو۔

آیت ۴: اس کے متصل فرماتا ہے:

قل یٰایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا الذی له ملك السمٰوٰت والارض ط لا اله الا هو یحیی ویمیت فاٰمنوا بالله ورسوله النبی الامی الذی یؤمن بالله وکلمته واتبعوه لعلکم تهتدون[5]۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۸ / ۲۹
[2] القرآن الکریم ۶۱ / ۶
[3] و[4] " ۷ / ۱۵۷
[5] " ۷ / ۱۵۸

اے محبوب! تم فرمادو کہ اے لوگو! میں تمام آدمیوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ کہ زمین وآسمان میں اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہی جلائے اور مارے، تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول نبی اُمّی پر کہ اللہ اور اس کے کلاموں پر ایمان لاتا ہے اور اس کی پیروی کرو کہ تمھیں ہدایت ہو۔

معلوم ہوا کہ ہدایت تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ماننے پر موقوف ہے جو ان کو نہ مانے اسے ہدایت نہیں، اور جب ہدایت نہیں ایمان کہاں، تو من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر[1] (جو کوئی سچے دل سے اللہ اور قیامت پر ایمان لائے۔ت) میں کیونکر آسکتا ہے۔

آیت ۵:

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذٰلک سبیلا ۝ اولٰئک ھم الکٰفرون حقا ۚ واعتدنا للکٰفرین عذابا مھینا ۝ والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولٰئک سوف یؤتیھم اجورھم وکان اللہ غفورا رحیما۔[2]

بیشک جو انکار کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسولوں کا، اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں جُدائی ڈال دیں، اور کہتے ہیں کہ ہم کسی پر ایمان لائیں گے اور کسی کے منکر ہوں گے، اور چاہتے ہیں کہ ایمان اور کفر کے بیچ میں کوئی راستہ نکالیں وہی پورے پکّے کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں کسی کے انکار اور باقی پر ایمان سے ان میں جُدائی نہ ڈالی عنقریب اللہ ان کو ان کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیہ کریمہ نے صاف فرمادیا کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان میں جُدائی ڈالنے والا پکّا کافر ہے، اور یہ کہ جو ان سب کو مانے اور ایک ہی کا منکر ہو وہ اللہ اور سب رسولوں کا منکر اور ویسا ہی پکّا کُھلا کافر ہے، یہ نہیں کہ جو سب کو مانیں وہ مسلمان اور جو سب سے منکر وہ کافر، اور یہ جو بعض کو مانتے ہیں اور بعض کے منکر ہیں کچھ اور رہوں، نہیں نہیں یہ بھی کُل کے منکر کی طرح پورے کافر ہیں بیچ میں کوئی اور راہ نکل ہی نہیں سکتی۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۶۹

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۰ تا ۱۵۲

آیت ۶:

ان الدین عند اللہ الاسلام وما اختلف الذین اوتوا الکتٰب الا من بعد ما جاءھم العلم بغیا بینھم ط ومن یکفر بایٰت اللہ فان اللہ سریع الحساب ٥ فان حاجوك فقل اسلمت وجھی للہ ومن اتبعن ط وقل للذین اوتوا الکتٰب والامیٖن ء اسلمتم ط فان اسلموا فقد اھتدوا وان تولوا فانما علیك البلاغ واللہ بصیر بالعباد ٥[۱]

بیشک اللہ کے نزدیک دین یہی اسلام ہے یہود و نصاریٰ نے دانستہ براہِ سرکشی اس کا خلاف کیا، اور جو اللہ کی آیتوں سے کافر ہوا بے غم نہ ہو اللہ جلد حساب لینے والا ہے، اور اگر وہ تم سے جھگڑیں تو فرما دو کہ میں اور میرے پیرو تو سب اللہ کے لئے اسلام لائے اور یہود و نصاریٰ و مشرکین سب سے کہو کیا تم مسلمان ہوتے ہو، اگر اسلام لائیں تو راہ پا جائیں اور منہ پھیریں تو تم پر صرف پہنچا دینا ہے، اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

آیت ۷:

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین ٥[۲]

جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے وہ ہرگز قبول نہ فرمایا جائے گا اور اسے آخرت میں خسارہ رہے گا۔

آیت ۸:

الذین اٰتینٰھم الکتٰب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون ٥[۳]

یہود و نصاریٰ محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور ان میں ایک گروہ دانستہ حق کو چھپاتا ہے۔

اور ساتویں پارہ میں اس کے بعد یوں فرمایا:

---

[۱] القرآن الکریم ۳/ ۱۹، ۲۰

[۲] " ۳/ ۸۵

[۳] " ۲/ ۱۴۶

الذین خسروا انفسھم فھم لا یؤمنون[1]

وہ جنھوں نے اپنی جان خسارہ میں ڈالی وہ ان پہچانے ہوئے نبی پر ایمان نہیں لاتے۔

اور پہلے پارے میں صاف ترارشاد ہُوا:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین[2]

اس سے پہلے اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے جب وہ جانا پہچانا تشریف لایا اس سے منکر ہو بیٹھے، تو اللہ کی لعنت کافروں پر۔

آیت ۹ :

وقدمنا الٰی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا[3]

اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرماکر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

اذھبتم طیبٰتکم فی حیاتکم الدنیا[4]

ان سے فرمایا جائے گا کہ تم اپنے حصّہ کی پاک چیزیں اپنی دنیا ہی کی زندگی میں فنا کرچکے (ت)

اور فرماتا ہے:

مالہ فی الاٰخرۃ من خلاق[5]

آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

لا یقدرون علٰی شیئ مما کسبوا ط واللہ لا یھدی القوم الکٰفرین[6]

اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۲ — [2] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

[3] " ۲۵/ ۲۳ — [4] " ۴۶/ ۲۰

[5] " ۲/ ۱۰۲

[6] " ۲/ ۲۶۴

اور فرماتا ہے :

ان اللہ حرّمھما علی الکافرین[1]۔

بیشک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے ۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

قل من حرّم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیّبٰت من الرزق ط قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا خالصۃ یوم القیٰمۃ ط[2]

تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق، تم فرماؤ کہ وہ ایمان والوں کے لئے ہے دنیا میں اور قیامت میں تو خاص انھی کی ہے ۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف لا یقدرون ممّا کسبوا علٰی شیئ ط ذٰلک ھو الضلال البعید[3]۔

اپنے رب سے منکروں کا حال ایسا ہے کہ ان کے کام ہیں جیسے راکھ کہ اس پر ہوا کا سخت جھونکا آیا آندھی کے دن میں ساری کمائی میں سے کچھ ہاتھ نہ لگا ، یہی ہے دُور کی گمراہی ۔ (ت)

ان نو آیتوں کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ کافر اگر کوئی بظاہر نیک کام مثل تصدق وغیرہ کرے بھی تو اس کا بدلہ اسے دُنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے آخرت میں اس کا کچھ نہیں وہاں انھیں کچھ ہاتھ نہ آئے گا ، جنّت کا کھانا پینا کافروں کے لئے حرام ہے ، پاکیزہ رزق اور زینت کے سامان آخرت میں خاص مسلمانوں کے لئے ہیں ، کافروں کے اعمال کو اللہ تعالٰی برباد کرکے ایسا کر دیتا ہے کہ جیسے روزن میں سے دُھوپ آئے تو اس کے اندر ریزے سے اُڑتے نظر آتے ہیں اور ہاتھ میں لو تو کچھ نہیں، کافروں کے اعمال کی یہ مثال ہے کہ سخت شدید آندھی کے دن میں کہیں کچھ راکھ پڑی ہو جسے آندھی کے جھونکے اُڑا لے گئے کہ اب وہ ذرّے بھی نہیں دکھائی دیتے کچھ ہاتھ آنا تو بڑی بات ہے ۔

نسأل اللہ العفو والعافیۃ ، "ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب[4]"

---

[1] القرآن الکریم ۷ / ۵۰
[2] القرآن الکریم ۷ / ۳۲
[3] القرآن الکریم ۱۴ / ۱۸
[4] القرآن الکریم ۳ / ۸

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا ہی سوال کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! نہ ٹیڑھا فرما ہمارے دلوں کو بعد اس کے کہ تُو نے ہمیں ہدایت سے نوازا اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما بلاشُبہہ تُو ہی عطا فرمانے والا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۴ ص ۶۹۹ تا ۷۰۷)

افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
فوائد تفسیریہ
و
علوم قرآنیہ
فتاوی رضویہ کی روشنی میں
جلد دوم
ترتیب
علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
0321-9415309, 0300-9475300

افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
فوائدِ تفسیریہ و علومِ قرآنیہ
فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں
ترتیب
علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

افاداتِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

فوائدِ تفسیریہ
و
علومِ قرآنیہ

فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں

جلد دوم

ترتیب

علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

0321-9415300 0300-9415300

نام کتاب ——— فوائدِ تفسیریہ وعلومِ قرآنیہ فتاوٰی رضویہ کی روشنی میں جلد ۲

ترتیب ——— حافظ محمد عبد الستار سعیدی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

فیضانِ کرامت ——— مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سرپرستی ——— صاحبزادہ مولانا محمد عبد المصطفٰی ہزاروی ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخوپورہ

اہتمام ——— صاحبزادہ مولانا محمد عبد المجتبٰی ہزاروی ناظم شعبہ نشر واشاعت " " " "

تخریج وتصحیح ——— مولانا نذیر احمد سعیدی ۔ حافظ محمد شہزاد ہاشمی

کتابت ——— محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

صفحات ——— ۶۳۴

اشاعت ——— رجب المرجب ۱۴۲۹ھ / جولائی ۲۰۰۸ء

ناشر ——— رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

مطبع ———

قیمت ———

ملنے کے پتے

(۱) رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲

(۲) مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

(۳) ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

(۴) شبیر برادرز ۔ ۴۰ بی اردو بازار، لاہور

(۵) مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی

۰۲۱-۴۲۱۹۳۲۴

فہرست مضامین

جلد ۱۵

جلد ۱۶

جلد ۱۷

جلد ۱۸

جلد ۱۹

جلد ٢٠

جلد ۲۱

2

جلد ۲۲

جلد ۲۳

جلد ۲۴

جلد ۲۵

فہرست آیاتِ قرآنی

سُورۃ الفاتحۃ

سُورۃ البقرۃ

ءَاَنذَرتہم ام لم تنذرھم لایؤمنون۔ (آیت: ۶) ص: ۹۶-۱۰۶

آمن الرسول بما انزل الیہ والمؤمنون ط کل اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ۔ (آیت: ۲۸۵) ص: ۹۷ - ۱۰۶

ولاتقولوالمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولٰکن لا تشعرون۔ (آیت: ۱۵۴) ص: ۹۸ - ۲۰۴

واذقلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس۔ (آیت: ۳۴) ص: ۱۰۴ - ۴۳۹

وھوبکل شئ علیم۔ (آیت: ۲۹) والانعام (آیت: ۱۰۱) ص: ۱۲۳ - ۱۴۹

ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر۔ (آیت: ۲۰) ص: ۱۲۵ - ۱۴۹ - ۳۹۲

فلن یخلف اللہ عھدہ۔ (آیت: ۸۰) ص: ۱۲۹

لایکلف اللہ نفسا الاوسعھا (آیت: ۲۸۶) ص: ۱۳۰ - ۲۵۰ - ۲۷۹ - ۳۵۵

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ (آیت: ۱۸۵) ص: ۱۳۰ - ۳۵۴ - ۳۵۶

ومن احسن من اللہ صبغۃ۔ (آیت: ۱۳۸) ص: ۱۳۵

اذا تبرأ الذین اتبعوا۔ (آیت: ۱۶۶) ص: ۱۴۳

کذٰلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم۔ (آیت: ۱۱۸) ص: ۱۴۶

انّاللہ و انّا الیہ راجعون۔ (آیت: ۱۵۶) ص: ۱۵۰ - ۱۷۳

للہ ما فی السمٰوٰت ومافی الارض۔ (آیت: ۲۸۴) ص: ۱۵۴

وماللہ بغافل عما تعملون۔ (آیت: ۸۵-۱۴۰-۱۴۹) و آل عمران (آیت: ۹۹) ص: ۱۵۷ - ۳۰۹

واذاقیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جھنم ولبئس المھاد۔ (آیت: ۲۰۶) ص: ۱۶۷ - ۵۸۴ - ۵۹۹

لایعقلون شیئا ولا یھتدون۔ (آیت: ۱۷۰) ص: ۱۶۹ - ۴۵۰

لایحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء۔ (آیت: ۲۵۵) ص: ۱۷۰

او کلما عٰھدوا عھدًا نبذہ فریق منھم بل اکثرھم لایؤمنون۔ (آیت: ۱۰۰) ص: ۱۷۶

یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ (آیت: ۱۴۶) والانعام: (آیت: ۲۰) ص: ۱۷۷

فلماجاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین۔ (آیت: ۸۹) ص: ۱۷۷

فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا

یایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربٰوا ان کنتم مؤمنین ۝ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ (آیت: ۲۷۸ - ۲۷۹)

ص: ۲۴۱ - ۲۵۴ - ۲۵۵ - ۲۹۶۔

وحیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ (المسجد الحرام)۔ (آیت: ۱۴۴-۱۵۰)

ص: ۲۵۳ - ۳۸۰ - ۴۶۹

واقتلوھم حیث ثقفتموھم۔ (آیت: ۱۹۱) والنساء (آیت: ۹۱)

ص: ۲۴۳

یایہا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمّی فاکتبوہ۔ (آیت: ۲۸۲) ص: ۲۴۴

یمحق اللہ الربٰو ویربی الصدقات۔ (آیت: ۲۷۶) ص: ۲۴۸

لا تظلمون ولا تظلمون۔ (آیت: ۲۷۹) ص: ۲۵۵

والفتنۃ اکبر من القتل۔ (آیت: ۲۱۷) ص: ۲۵۶ - ۴۲۶

فرھٰن مقبوضۃ۔ (آیت: ۲۸۳) ص: ۲۶۳ - ۶۲۸

ممن ترضون من الشھداء۔ (آیت: ۲۸۲) ص: ۲۶۴

الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف اوتسریح باحسان۔ (آیت: ۲۲۹) ص: ۲۶۵

فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ (آیت: ۲۳۰) ص: ۲۶۵

ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن۔ (آیت: ۱۶۸) ص: ۲۶۷

ومن حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام۔ (آیت: ۱۴۹) ص: ۲۶۸

ان تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخرٰی۔ (آیت: ۲۸۲) ص: ۲۶۸

الحج اشھر معلومات۔ (آیت: ۱۹۷) ص: ۲۷۰

تلک عشرۃ کاملۃ۔ (آیت: ۱۹۶) ص: ۲۷۱

یایہا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین۔ (آیت: ۲۰۸) ص: ۲۷۳ - ۳۴۶ - ۶۱۵

الذی بیدہ عقدۃ النکاح۔ (آیت: ۲۳۷) ص: ۲۷۷

لا نفرق بین احد من رسلہ۔ (آیت: ۲۸۵) ص: ۲۸۷

یسئلونک عن الاھلۃ ط قل ھی مواقیت للناس والحج۔ (آیت: ۱۸۹) ص: ۲۹۲

ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین۔ (آیت: ۱۱۱) ص: ۴۵۱-۴۵۲-۴۵۶

ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون۔ (آیت: ۸۰) ص: ۴۵۶

قل بل ملۃ ابراھیم حنیفا۔ (آیت: ۱۳۵) ص: ۴۹۶

ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم الا من سفہ نفسہ۔ (آیت: ۱۳۰) ص: ۴۹۶

الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم
(الیٰ قولہ تعالیٰ) رئاء الناس۔ (آیت: ۲۶۲ تا ۲۶۴) ص: ۵۰۷

ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق۔ (آیت: ۴۲) ص: ۵۵۳

یحرفونہ من بعد ما عقلوہ۔ (آیت: ۷۵) ص: ۵۵۳

شھر رمضان الذی انزل فیہ القراٰن۔ (آیت: ۱۸۵) ص: ۵۶۵

فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ والذین
کفروا وکذبوا بایٰتنا اولٰئک اصحٰب النار ھم فیھا خٰلدون۔ (آیت: ۳۸-۳۹) ص: ۵۷۲

تلک حدود اللہ فلا تقربوھا۔ (آیت: ۱۸۷) ص: ۵۷۶

فاعفوا واصفحوا۔ (آیت: ۱۰۹) ص: ۶۰۱

اولٰئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولٰئک ھم المھتدون۔ (آیت: ۱۵۷) ص: ۶۰۸

فمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بینھم فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم (آیت ۱۸۲)
ص: ۶۳۱

فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم۔ (آیت: ۱۸۱) ص: ۶۳۲

سورۃ اٰل عمران

حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ (آیت: ۱۷۳) ص: ۸۲ - ۱۱۷

وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ (آیت: ۱۳۹) ص: ۸۳

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یألونکم خبالا ودوا ما عنتم (الیٰ قولہ
تعالیٰ) بذات الصدور۔ (آیت: ۱۱۸ - ۱۱۹) ص: ۹۳ - ۶۲۳

ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب۔ (آیت: ۱۷۹) ص: ۹۴

لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون ○ فرحین بما اٰتٰھم اللہ
من فضلہ (الیٰ قولہ تعالیٰ) ولا ھم یحزنون۔ (آیت: ۱۶۹-۱۷۰) ص: ۹۸ - ۲۰۴

سُورۃ النّساء

فعلیهن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب۔ (آیت: ۲۵) ص: ۱۶۰

ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ فقد احتمل بہتانا و اثما مبینا۔ (آیت: ۱۱۲) ص: ۱۶۱

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء۔ (آیت: ۴۸-۱۱۶)

ص: ۱۶۲ - ۱۶۵ - ۳۱۹ - ۶۰۲ - ۶۲۶

یٰایہا الذین اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ (آیت: ۵۹)

ص: ۱۸۰ - ۲۷۷ - ۴۰۰ - ۴۴۱ - ۴۵۴ - ۴۹۰

فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول۔ (آیت: ۵۹) ص: ۱۸۲

فان العزۃ للہ جمیعا۔ (آیت: ۱۳۹) ص: ۱۸۴

یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسولہ۔ (آیت: ۱۵۰) ص: ۱۸۴

اولٰئک ہم الکٰفرون حقا۔ (آیت: ۱۵۱) ص: ۱۸۴

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین

نولہ ما تولّٰی ونصلہٖ جہنم وساءت مصیرا۔ (آیت: ۱۱۵) ص: ۱۹۷ - ۴۹۸

قتلہم الانبیاء بغیر حق۔ (آیت: ۱۵۵) ص: ۲۰۶

ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول

لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ (آیت: ۱۵۵) ص: ۲۰۷ - ۳۸۲

من کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف۔ (آیت: ۶)

ص: ۲۱۳ - ۲۸۹

ان الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون

سعیرا۔ (آیت: ۱۰) ص: ۲۱۳ - ۲۱۵ - ۲۲۷ - ۵۹۴ - ۶۳۲

یٰایہا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم۔ (آیت: ۱۳۵)

ص: ۲۲۰ - ۶۳۳

یٰایہا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ (آیت: ۲۹)

۲۲۸ - ۲۳۷ - ۲۳۸ - ۲۳۹ - ۲۴۰ - ۲۴۷ - ۲۵۰ - ۲۶۰ - ۲۶۱ - ۲۶۲ - ۲۸۷ - ۳۰۰ - ۳۰۴ - ۵۴۳ - ۶۲۲

ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا۔ (آیت: ۱۴۱)

ص: ۲۳۱ - ۲۳۶ - ۲۶۴ - ۲۶۷ - ۲۷۴ - ۲۷۸ - ۲۸۳ -

سُورۃ المائدۃ

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم ط قال والاعلم لنا۔ (آیت: ۱۰۹) ص: ۳۸۶

یایها الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلة وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ (آیت: ۳۵) ص: ۴۰۳

انا انزلنا التورٰىة فیها ھدی ونور یحکم بها النبیون الذین اسلموا ھادوا (الیٰ قولہ تعالیٰ) و کانوا علیہ شهداء۔ (آیت: ۴۴) ص: ۴۰۸

اذا حللتم فاصطادوا۔ (آیت: ۲) ص: ۴۱۶

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم (آیت: ۷۲) ص: ۴۱۸

بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء۔ (آیت: ۶۴) ص: ۴۲۹

وذٰلک جزاء الظّٰلمین۔ (آیت: ۱۷) ص: ۴۵۸

یایها الذین اٰمنوا لا تحلوا شعائر اللہ۔ (آیت: ۲) ص: ۴۹۵

لولا ینهٰهم الربانیون والاحبار عن قولهم الاثم واکلهم السحت ط لبئس ما کانوا یصنعون۔ (آیت: ۶۳) ص: ۵۴۶

لعن الذین کفروا من بنی اسراءیل علیٰ لسان داؤد وعیسیٰ ابن مریم (الیٰ قولہ تعالیٰ) لبئس ما کانوا یفعلون۔ (آیت: ۷۸-۷۹) ص: ۵۷۸

لا یجرمنکم شنئان قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ۔ (آیت: ۸) ص: ۶۳۳

سورة الانعام

واما ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظّٰلمین۔ (آیت: ۶۸)

ص: ۷۷ - ۷۹ - ۸۲ - ۱۰۹ - ۲۱۵ - ۲۲۳ - ۲۵۷ - ۳۰۱ - ۳۱۵ - ۳۳۳ - ۳۳۶ - ۳۴۰ - ۳۴۲ - ۳۴۵ - ۳۵۱ - ۳۵۲ - ۳۵۲ - ۳۷۵ - ۳۷۸ - ۴۱۱ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۵۰۴ - ۵۳۳ - ۵۵۴ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۵ - ۵۹۸ - ۶۲۴۔

واذا جاءک الذین یؤمنون باٰیٰتنا فقل سلٰم علیکم۔ (آیت: ۵۴) ص: ۹۷

خالق کل شیٔ فاعبدوہ۔ (آیت: ۱۰۲) ص: ۱۱۸

قل ای شیٔ اکبر شهادة ط قل اللہ۔ (آیت: ۱۹) ص: ۱۲۴ - ۱۳۹

وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا ط لا مبدل لکلمٰتہ ج وھو السمیع العلیم۔ (آیت: ۱۱۵) ص: ۱۲۶ - ۱۴۰

سُورۃ الاعراف

سورۃ الانفال

سورۃ التوبۃ

لَا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة (الیٰ قوله تعالیٰ) الا کتب لھم به عمل صالح۔ (آیت: ۱۲۰) ص: ۲۱۲

ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابدا ولا تقم علیٰ قبرہ۔ (آیت ۸۴، ۸۰) ص: ۲۱۴۔۳۴۰۔۳۵۹

انّما یعمر مسٰجد الله من اٰمن بالله والیوم الاٰخر واقام الصلوٰة واٰتی الزکوٰة ولم یخش الّا الله۔ (آیت: ۱۸) ص: ۲۱۴۔۲۲۵

انّ الله لا یضیع اجر المحسنین۔ (آیت ۱۲۰) وھود (آیت: ۱۱۵) و یوسف (آیت: ۹۰) ص: ۲۲۰

مَاکان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد الله شٰھدین علیٰ انفسھم بالکفر (الیٰ قوله تعالیٰ) انما یعمر مسٰجد الله من اٰمن بالله والیوم الاٰخر الخ۔ (آیت: ۱۷ - ۱۸) ص: ۲۲۱ - ۳۷۴

فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الیٰ یوم یلقونه بما اخلفوا الله ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون۔ (آیت: ۷۷) ص: ۲۲۶ - ۲۴۰ - ۵۴۵

مَا علی المحسنین من سبیل۔ (آیت: ۹۱) ص: ۳۳۱-۲۵۴

اَم حسبتم ان تترکوا ولمّا یعلم الله الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون الله ولا رسوله ولا المؤمنین ولیجة والله خبیر بما تعملون۔ (آیت: ۱۶) (آیت: ۱۶) ص: ۲۳۳-۳۶۸

انّ عدّة الشھور عند الله اثنا عشر شھرا فی کتاب الله یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعة حرم۔ (آیت: ۳۶) ص: ۲۹۲

والعاملین علیھا۔ (آیت: ۶۰) ص: ۳۳۲

انّما الصدقٰت للفقراء الخ (آیت: ۶۰) ص: ۳۳۲

لن یصیبنا الّا ما کتب الله لنا ھو مولٰنا وعلی الله فلیتوکل المؤمنون۔ (آیت: ۵۱) ص: ۳۳۵

قاتلھم الله انّٰی یؤفکون۔ (آیت: ۳۰) ص: ۳۳۵-۳۶۰-۴۰۰

لَا یاتون الصلوٰة الّا وھم کسالیٰ۔ (آیت: ۵۴) ص: ۳۴۳

واغلظ علیھم۔ (آیت: ۷۳) ص: ۳۶۶

یٰایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم وماوٰھم جھنم وبئس المصیر۔ (آیت: ۷۳) ص ۳۶۷

یاایّھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان۔
(آیت : ۲۳) ص : ۳۷۲

یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم ۔ (آیت : ۷۴)

ص : ۳۷۷

یعطوا الجزیۃ عن ید وھو صٰغرون ۔ (آیت : ۲۹) ص : ۴۰۳

فاجرہ حتیٰ یسمع کلام اللہ ۔ (آیت : ۶) ص : ۵۳۶

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ۔ (آیت : ۱۲۲) ص : ۵۵۰

اَلمنٰفقون والمنٰفقٰت بعضھم من بعض یأمرون بالمنکر وینھون عن المعروف (الیٰ قولہ تعالیٰ) والمؤمنین والمؤمنٰت بعضھم اولیاء بعض الخ ۔ (آیت : ۶۷ تا ۷۱)

ص : ۵۸۸

الا الذین عٰھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا (الیٰ قولہ تعالیٰ) ان اللہ یحب المتقین ۔ (آیت : ۴) ص : ۵۹۳

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم ۔ (آیت : ۱۲۸) ص : ۶۲۰

سورۃ یونس

فماذا بعد الحق الا الضلٰل ۔ (آیت : ۳۲) ص : ۱۳۵

وما یتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ۔ (آیت : ۳۶) ص : ۱۷۷ - ۱۸۱

قل آٰللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون ۔ (ص : ۵۹) ص : ۲۴۶ - ۴۲۱

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ (آیت : ۶۲) ص : ۴۰۲ - ۱۶۰۷

بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یأتھم تأویلہ ط کذٰلک کذب الذین من قبلھم فانظر کیف کان عاقبۃ الظٰلمین ۔ (آیت : ۳۹) ص : ۴۸۸

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۔ (آیت : ۶۹) والنحل (آیت : ۱۱۶)

ص : ۵۵۸ - ۶۰۹

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا ۔ (آیت : ۵۸) ص : ۵۶۶ - ۵۶۷

سُورۃ ھُود

وَلَا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ۔ (آیت : ۱۱۳) ص : ۹۷ - ۳۱۵ - ۳۲۱ - ۳۵۲
۳۶۰ - ۳۶۹ - ۳۷۱ - ۳۷۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۷ - ۵۵۵ - ۵۶۴ - ۵۹۵ -

وَھی تجری بھم فی موج کالجبال ۔ (آیت : ۴۲) ص : ۸۵

ھٰذا یوم عصیب ۔ (آیت : ۷۷) ص : ۱۴۲

انّ موعدھم الصبح ط الیس الصبح بقریب ۔ (آیت : ۸۱) ص : ۱۴۲

الیس منکم رجل رشید ۔ (آیت : ۷۸) ص : ۱۶۷

اولٰئک یعرضون علیٰ ربھم ویقول الاشھاد ھٰؤلاء الذین کذبوا علیٰ ربھم
الا لعنة اللہ علی الظّٰلمین ۔ (آیت : ۱۸) ص : ۱۶۸ - ۱۷۴ - ۴۵۹ - ۵۹۷ -

انّہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح ۔ (آیت : ۴۶) ص : ۲۱۱ - ۲۳۰ - ۴۴۰ - ۴۴۱

انّ الحسنٰت یذھبن السیّاٰت ط ذٰلک ذکریٰ للذاکرین ۔ (آیت : ۱۱۴) ص : ۳۰۱ - ۴۰۱

بعجل حنیذ ۔ (آیت : ۶۹) ص : ۳۱۹

تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک ۔ (آیت : ۴۹) ص : ۳۹۰

انّ ربّی علیٰ صراط مستقیم ۔ (آیت : ۵۶) ص : ۴۰۶

سُورۃ یُوسف

لا تایئسوا من روح اللہ ط انہ لا یایئس من روح اللہ الّا القوم الکٰفرون ۔
(آیت : ۸۷) ص : ۸۳

قال لا تثریب علیکم الیوم ط یغفر اللہ لکم وھو ارحم الرّاحمین ۔ (آیت : ۹۲) ص : ۸۷

سوف استغفر لکم ربّی ط انہ ھو الغفور الرحیم ط (آیت : ۹۸) ص : ۸۷

ورفع ابویہ علی العرش وخرّوا لہ سجّدا ۔ (آیت : ۱۰۰) ص : ۱۰۴ - ۴۳۹

وانّ اللہ لا یھدی کید الخائنین ۔ (آیت : ۵۲) ص : ۱۴۶

الّا ما رحم ربّی ط انّ ربّی غفور رحیم ۔ (آیت : ۵۳) ص : ۲۴۹

سُورۃ الرّعد

سُورۃ ابرٰھیم

سُورۃ الحجر

سورۃ النحل

ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا۔ (آیت: ۱۲۳) ص: ۶۹۶

وعلٰمٰت ط وبالنجم ھم یھتدون۔ (آیت: ۱۶) ص: ۵۵۷

سورۃ بنی اسرائیل

سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ۔ (آیت: ۱) ص: ۷۷

انّ عبادی لیس لک علیھم سلطٰن ط وکفٰی بربک وکیلا۔ (آیت: ۶۵) ص: ۸۵-۳۹۲

لم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذّل۔ (آیت: ۱۱۱) ص: ۹۵

قل کل یعمل علٰی شاکلتہ ط فربکم اعلم بمن ھو اھدٰی سبیلا۔ (آیت: ۸۴)

ص: ۱۱۷-۲۵۶

وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً۔ (آیت: ۱۱۱) ص: ۱۵۵

ومن کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضلّ سبیلا۔ (آیت: ۷۲) ص: ۱۶۸

ولا تقف مالیس لک بہ علم ط ان السمع والبصر والفؤاد وکل اولٰئک کان عنہ مسئولا۔ (آیت: ۳۶) ص: ۱۸۱، ۳۰۸-۳۱۴-۳۸۴-۴۳۷-۵۷۵-۶۱۲

واخفض لھما جناح الذّل من الرحمۃ۔ (آیت: ۲۴) ص: ۱۸۷

وننزل من القراٰن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید الظّٰلمین الّا خسارا۔ (آیت: ۸۲) ص: ۲۰۹-۵۰۵

ولا تبذر تبذیرا ○ انّ المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیٰطن لربہ کفورا۔ (آیت: ۲۶-۲۷) ص: ۲۱۴-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۸۔

وما کان عطاء ربک محظورا ○ (آیت: ۲۰) ص: ۳۹۲

یوم ندعوا کل اناس بامامھم۔ (آیت: ۷۱) ص: ۳۹۹

واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا۔ (آیت: ۳۴) ص: ۴۱۲-۵۹۳

واستفزز من استطعت منھم بصوتک۔ (آیت: ۶۴) ص: ۴۸۰-۵۷۶

قال اذھب فمن تبعک منھم فان جھنم جزاء کم جزاء موفورا (الٰی قولہ تعالٰی)

انّ عبادی لیس لک علیھم من سلطان۔ (آیت: ۶۳ تا ۶۵) ص: ۵۲۴

وجعلنا الیل والنھار اٰیتین فمحونا اٰیۃ الیل وجعلنا اٰیۃ النھار مبصرۃ

(الیٰ قولہ تعالیٰ) وکل شئ فصّلنٰہ تفصیلا۔ (آیت ۱۲) ص: ۵۵۶
اولٰئك الذین یدعون یبتغون الیٰ ربھم الوسیلۃ۔ (آیت ۵۷) ص: ۶۰۹
وما اوتیتم من العلم الّا قلیلا۔ (آیت: ۸۵) ص: ۶۲۳
قل لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربّی اذا لامسکتم خشیۃ الانفاق وکان
الانسان قتورا ۝ (آیت: ۱۰۰) ص: ۶۲۷

سُورۃ الکہف

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الّا کذبا۔ (آیت: ۵) ص: ۱۴۸۰-۴۵۹
لا یظلم ربك احدًا۔ (آیت: ۴۹) ص: ۱۵۲
مالھم من دونہ من ولی۔ (آیت: ۲۶) ص: ۲۷۶
وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انّا اعتدنا للظّلمین نارا
احاط بھم سرادقھا۔ (آیت: ۲۹) ص: ۳۶۶
واما الجدار فکان لغلٰمین یتیمین فی المدینۃ وکان تحتہ کنزلھما وکان ابوھما
صالحا فاراد ربك ان یبلغا اشدھما ویستخرجا کنزھما رحمۃ من ربّك۔ (آیت: ۸۲) ص: ۵۱۰

سُورۃ مریم

اولا یذکر الانسان انّا خلقنٰہ من قبل ولم یك شیئا۔ (آیت: ۶۷) ص: ۱۲۴
ما کان للہ ان یتخذ من ولد سبحٰنہ۔ (آیت: ۳۵) ص: ۱۲۶
لقد جئتم شیئا ادّا ۝ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخرّ الجبال ھدّا ۝ ان
دعوا للرحمٰن ولدا ۝ وما ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولدا ۝ (آیت: ۸۹ تا ۹۲) ص: ۱۴۶
وما کان ربّك نسیّا۔ (آیت: ۶۴) ص: ۱۵۶
انّما انا رسول ربّك لاھب لك غلٰما زکیّا۔ (آیت: ۱۹) ص: ۱۷۹-۶۱۸
قالت انّٰی یکون لی غلٰم ولم یمسسنی بشر ولم اك بغیا، قال کذٰلك، قال ربك
ھو علیّ ھیّن (الیٰ قولہ تعالیٰ) وکان امرًا مقضیا۔ (آیت: ۲۰-۲۱) ص: ۱۹۹
فنادٰھا من تحتھا الّا تحزنی قد جعل ربّك تحتك سریّا۔ (آیت: ۲۴) ص: ۱۹۹
قال انّی عبد اللہ اٰتٰنی الکتٰب وجعلنی نبیا۔ (آیت: ۳۰) ص: ۱۹۹

سُورۃ طٰـہٰ

سُورۃ الانبیاء

سُورة الحج

سورۃ المؤمنون

سورۃ النور

وَمن یکرہھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم ۔ (آیت : ۳۳)　　　ص: ۲۲۸
فاذ لم یأتوا بالشھداء فاولٰئک عند اللہ ھم الکٰذبون ۔ (آیت : ۱۳)　　　ص: ۲۸۳-۶۳۳
فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابداً ج واولٰئک ھم الفٰسقون ۔
(آیت : ۴)　　　ص: ۲۸۳-۲۸۴-۵۳۰

لیس علیکم جناح ان تأکلوا جمیعا او اشتاتا ۔ (آیت : ۶۱)　　　ص: ۳۲۰-۵۰۴
الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت ۔
اُولٰئک مبرءون مما یقولون ۔ (آیت : ۲۶)　　　ص: ۳۳۰-۳۳۴

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسھم خیرا (آیت : ۱۲)　　　ص: ۳۵۳-۳۸۵
یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین ۔ (آیت : ۱۷)　　　ص: ۳۸۵-۶۰۳-۶۳۳
نور علیٰ نور ط یھدی اللہ لنورہ من یشاء ۔ (آیت : ۳۵)　　　ص: ۴۰۶
ظلمٰت بعضھا فوق بعض ط اذا اخرج یدہ لم یکد یرٰھا ط ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ
من نور ۔ (آیت : ۴۰)　　　ص: ۴۰۷-۴۲۹-۵۲۵
ولیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن (آیت : ۳۱)　　　ص: ۴۲۰-۵۲۵
ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن ط وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ
المؤمنون لعلکم تفلحون ۔ (آیت : ۳۱)　　　ص: ۴۲۰-۵۲۵
فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علیٰ انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبٰرکۃ طیبۃ ۔ (آیت : ۶۱)
ص: ۴۳۱

طوّافون علیکم بعضکم علیٰ بعض ۔ (آیت : ۵۸)　　　ص: ۴۳۵
یاایھا الذین اٰمنوا لا تتبعوا خطوات الشیطٰن ط ومن یتبع خطوات الشیطٰن فانہ یأمر
بالفحشاء والمنکر ۔ (آیت : ۲۱)　　　ص: ۵۰۱
شجرۃ مبٰرکۃ زیتونۃ ۔ (آیت : ۳۵)　　　ص: ۵۰۵
لیس علی الاعمیٰ حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج (الیٰ قولہ تعالیٰ)
او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم ۔ (آیت : ۶۱)　　　ص: ۵۲۱

سُورۃ الفرقان

سُورۃ الشعراء

سورۃ النمل

سورۃ القصص

سورۃ العنكبوت

سُورۃ الرّوم

سُورۃ لقمٰن

سُورۃ الاحزاب

سورۃ سبا

سورۃ فاطر

سُورۃ یٰسٓ

سُورۃ الصّٰفّٰت

سُورۃ صٓ

سورۃ الزمر

الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین ۔ (آیت : ٦٠) ص : ١١٠ ۔ ٤١٣ ۔ ٥٥١

یستمعون القول فیتبعون احسنه ۔ (آیت : ١٨) ص : ١٤٢

فبشر عباد ٥ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه ط اولئك الذین ھدٰھم اللہ

واولئك ھم اولوا الالباب ۔ (آیت : ١٧ ۔ ١٨) ص : ٢٨٠ ۔ ٥٨١

الیس اللہ بکاف عبدہ ۔ (آیت : ٣٦) ص : ٣٩٧

رجلا سلما لرجل ۔ (آیت : ٢٩) ص : ٣٩٨

ھل یستوین مثلاً ط الحمد للہ ج بل اکثرھم لا یعلمون ۔ (آیت : ٢٩) ص : ٣٩٨

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ۔ (آیت : ٩) ص : ٥٥٣ ۔ ٥٥٩

فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق اذ جاءہ ط الیس فی جہنم

مثوی للکفرین ۔ (آیت : ٣٢) ص : ٥٩٠

ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا ط انه ھو الغفور الرحیم ۔ (آیت : ٥٣) ص : ٦٠٠

انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب ۔ (آیت : ١٠) ص : ٦٠٨

سورۃ المؤمن

کذٰلك یطبع اللہ علیٰ کل قلب متکبر جبار ۔ (آیت : ٣٥) ص : ١٥٠ ۔ ٢١٠

فستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللہ ط بصیر بالعباد ۔ (آیت : ٤٤)

ص : ٢٨٢

واللہ یقضی بالحق ط والذین یدعون من دونه لا یقضون بشیء ط ان اللہ ھو

السمیع البصیر ۔ (آیت : ٢٠) ص : ٣٨٥

لمن الملك الیوم ۔ (آیت : ١٦) ص : ٣٨٦

ان یك کاذبا فعلیه کذبه وان یك صادقا یصبکم بعض الذی

یعدکم ط (آیت : ٢٨) ص : ٣٩٦

سُورۃ حٰمٓ السّجدۃ

سُورۃ الشّورٰی

سُورۃ الزّخرف

5

سُورۃ الجاثیۃ

لہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض ۔ (آیت: ۳۷) ص: ۱۶۰

افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ ۔ (آیت: ۲۳) ص: ۱۷۵ - ۱۸۳ - ۴۰۰

سُورۃ الاحقاف

وحملہ وفصٰلہ ثلٰثون شھرا ۔ (آیت: ۱۵) ص: ۱۳۷

اولم یروا انّ اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض ولم یعی بخلقھن الآیۃ ۔ (آیت: ۳۳)

ص: ۱۵۷

ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا ط حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا ۵ وحملہ وفصٰلہ ثلٰثون شھرا ۔ (آیت: ۱۵) ص: ۶۰۳

سُورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت ۔ (آیت: ۱۹) ص: ۶۲۰

سُورۃ الفتح

لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزّروہ وتوقّروہ ۔ (آیت: ۹) ص: ۸۸ - ۳۴۱ - ۵۶۴

انّ الذین یبایعونک انّما یبایعون اللہ ط ید اللہ فوق ایدیھم ۔ (آیت: ۱۰) ص: ۸۹

وکان اللہ بکل شیء علیما ۔ (آیت: ۲۶) ص: ۱۷۱

انّا ارسلنٰک شاھدًا ومبشّرًا ونذیرا ۵ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ ۔ (آیت: ۸ - ۹) ص: ۱۸۵ - ۵۷۰

سُورۃ الحُجرات

یایھا الذین اٰمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ۔ (آیت: ۲) ص: ۸۸

سُورۃ ق

سُورۃ الذّٰرِیٰت

وذکرفان الذکریٰ تنفع المؤمنین ۔ (آیت : ۵۵) ص : ۲۸۲ - ۵۸۱ - ۵۸۳

ھَل اتٰک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین ۞ اذا دخلوا علیه فقالوا سلٰماً قال سلٰم

قوم منکرون ۞ فراغ الیٰ اھله فجاء بعجل سمین ۔ (آیت : ۲۴ تا ۲۶) ص : ۳۱۹

وما خلقت الجن والانس لیعبدون ۔ (آیت : ۵۶) ص : ۹ - ۴

قُتل الخرّاصون ۔ (آیت : ۱۰) ص : ۵۹۹

سُورۃ الطّور

والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التتھم من

عملھم من شئ ۔ (آیت : ۲۱) ص : ۵۱۳ - ۵۱۶

واقبل بعضھم علیٰ بعض یتساءلون ۔ (آیت : ۲۵) ص : ۵۱۶

ویطوف علیھم غلمان لھم کانّھم لؤلؤ مکنون ۔ (آیت : ۲۴) ص : ۵۲۱

سُورۃ النّجم

اِن ھی الّا اسماء سمّیتموھا انتم و اٰباءکم ما انزل الله بھا من سلطٰن ۔ (آیت : ۲۳)

ص : ۱۷۶ - ۵۵۷

اِن یتبعون الا الظن وان الظن لایغنی من الحق شیئا ۔ (آیت : ۲۸) ص : ۱۸۱

ویجزی الذین احسنوا بالحسنیٰ ۞ والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ط

ان ربك واسع المغفرۃ ط (آیت : ۳۱ - ۳۲) ص : ۴۰۱

وما ینطق عن الھویٰ ۞ ان ھو الّا وحیٌ یوحیٰ ۔ (آیت : ۳ - ۴) ص : ۴۵۲ - ۴۸۸

انه ھو رب الشعریٰ ۔ (آیت : ۴۹) ص : ۴۵۷

انّ الیٰ ربك المنتھیٰ ۔ (آیت : ۴۲) ص : ۴۸۸

افمن ھٰذا الحدیث تعجبون ۞ وتضحکون ولا تبکون وانتم سٰمدون ۔ (آیت : ۵۹ تا ۶۱)

ص : ۵۳۹

هُواعلم بکم اذ انشأکم من الارض و اذ انتم اجنّۃ فی بطون امّھٰتکم فلا تزکوا انفسکم ط ھو اعلم بمن اتقٰی ۔ (آیت : ۳۲) ص : ۵۶۰ - ۶۱۷ - ۶۱۸

سُورۃ القمر

ولقد یسّرنا القراٰن للذکر فھل من مدکر ۔ (آیت : ۱۷) ص : ۵۳۷

وکل صغیر وکبیر مستطر ۔ (آیت : ۵۳) ص : ۵۸۷

سُورۃ الرّحمٰن

ھل جزاء الاحسان الّا الاحسان ۔ (آیت : ۶۰) ص : ۲۹۵

یطوفون بینھا وبین حمیم اٰن ۔ (آیت : ۴۴) ص : ۴۳۵

ربّ المشرقین و رب المغربین ۔ (آیت : ۱۷) ص : ۴۵۷

الشمس والقمر بحسبان ۔ (آیت : ۵) ص : ۵۵۵

سُورۃ الواقعۃ

یطوف علیھم ولدان مخلدون ۔ (آیت : ۱۷) ص : ۴۳۵

انّہ لقراٰن کریم ۝ فی کتٰب مکنون ۝ لایمسّہٗ الّا المطھرون ۔ (آیت : ۷۷ تا ۷۹) ص : ۵۳۷

سُورۃ الحدید

یاایّھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ و اٰمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نورا تمشون بہ ویغفر لکم ط واللہ غفور رحیم ۔ (آیت : ۶۸) ص : ۱۱۱

سُورۃ المجادلۃ

لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادّون من حادّ اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم (الٰی قولہ تعالٰی) و ایّدھم بروح منہ ۔ (آیت : ۲۲) ص : ۹۰ - ۱۰۱ - ۱۱۰ - ۱۷۴ - ۳۴۴ - ۳۷۶ -

اَستحوذ علیھم الشیطٰن فانساھم ذکر اللہ ط اولٰئک حزب الشیطٰن ط اَلا انّ حزب الشیطٰن ھم الخٰسرون ۔ (آیت ۱۹) ص: ۹۴ - ۴۰۳

وللکٰفرین عذاب مھین ۔ (آیت ۵) ص: ۱۱۰

انّ الذین یحادّون اللہ و رسولہ اولٰئک فی الاذلّین ۔ (آیت ۲۰) ص: ۱۸۶

انّ امّھٰتھم الّا الّٰئی ولدنھم ۔ (آیت ۲) ص: ۲۴۲

وانّھم لیقولون منکرا من القول و زورا ۔ (آیت ۲) ص: ۲۴۳

الّذین یظھرون منکم من نسائھم ماھن امّھٰتھم ط ان امّھٰتھم الّا الّٰئی ولدنھم و انھم یقولون منکرا من القول و زورا ط و انّ اللہ لعفو غفور ۔ (آیت ۲)

ص: ۲۶۰

الا انّ حزب اللہ ھم المفلحون ۔ (آیت ۲۲) ص: ۴۰۴

سورۃ الحشر

ماقطعتم من لینۃ او ترکتموھا قائمۃ علٰی اصولھا فباذن اللہ ۔ (آیت ۵) ص: ۳۱۸

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ و ما نھٰکم عنہ فانتھوا و اتقوا اللہ شدید العقاب ۔ (آیت ۷)

ص: ۴۳۰ - ۴۵۴ - ۴۸۰ - ۴۹۰

یخربون بیوتھم بایدیھم و ایدی المؤمنین فاعتبروا یاولی الابصار ۔ (آیت ۲)

ص: ۴۷۱

سورۃ الممتحنۃ

ان کنتم خرجتم جھادا فی سبیلی و ابتغاء مرضاتی ۔ (آیت ۱) ص: ۲۶۸

یاَیھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء ۔ (آیت ۱) ص: ۳۴۴

لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ۔ (آیت ۸) ص: ۳۶۵ - ۴۱۳

انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین ۔ (آیت ۹) ص: ۳۶۵

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابرٰهیم والذین معه ۔ (آیت: ۴) ص: ۴۹۶
لقد کان لکم فیهم اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللّٰه والیوم الاٰخرط ومن یتول فان اللّٰه
هو الغنی الحمید ۔ (آیت: ۶) ص: ۴۹۷

سُورۃ الجُمعۃ

کمثل الحمار یحمل اسفارا ۔ (آیت: ۵) ص: ۸۵ - ۱۶۹
هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیٰته و یزکیهم و یعلمهم الکتٰب
والحکمۃ ۔ (آیت: ۲) ص: ۱۰۲
قل یٰایها الذین هادوا الخ (آیت: ۶) ص: ۱۱۱
واذکروا اللّٰه کثیرا لعلکم تفلحون ۔ (آیت: ۱۰) ص: ۵۰۸
فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰه واذکروا اللّٰه کثیرا
لعلکم تفلحون ۔ (آیت: ۱۰) ص: ۵۰۹ - ۵۳۳

سُورۃ المنٰفقین

نشهد انک لرسول اللّٰه ۔ (آیت: ۱) ص: ۱۷۴
واللّٰه یعلم انک لرسوله ط واللّٰه یشهد ان المنٰفقین لکٰذبون ۔ (آیت: ۱) ص: ۱۷۴
لئن رجعنا الی المدینۃ ۔ (آیت: ۸) ص: ۱۷۴
وللّٰه العزۃ ولرسوله وللمؤمنین ولٰکن المنٰفقین لا یعلمون ۔ (آیت: ۸) ص: ۱۸۴ - ۳۸۸
اذا جاءک المنٰفقون قالوا نشهد انک لرسول اللّٰه م واللّٰه یعلم انک لرسوله ط واللّٰه
یشهد ان المنٰفقین لکٰذبون ۔ (آیت: ۱) ص: ۳۸۳

سُورۃ التّغابن

فاتقوا اللّٰه ما استطعتم واسمعوا واطیعوا ۔ (آیت: ۱۶) ص: ۲۵۰ - ۲۷۷ - ۲۷۹ - ۳۵۵
هو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن ۔ (آیت: ۲) ص: ۳۷۷
له الملک وله الحمد ۔ (آیت: ۱) ص: ۳۸۶

وَاَن تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان اللہ غفور رحیم ۔ (آیت ۱۴) ص: ۶۱۹

سُورۃ الطلاق

وَاَشھدوا ذوی عدل منکم ۔ (آیت ۲) ص: ۲۷۳، ۳۰۴

فَاَمسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف ۔ (آیت ۲) ص: ۲۸۳

وَمَن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ۵ ویرزقہ من حیث لا یحتسبؕ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ۔ (آیت ۲ - ۳) ص: ۳۵۸-۵۴۴

سُورۃ التحریم

وَھو العلیم الحکیم ۔ (آیت ۲) ص: ۳۸۵

فَاَن اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین ۔ (آیت ۴) ص: ۳۸۷

یٰاَیھا الذین اٰمنوا قُوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملٰئکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون ۔ (آیت ۶)

ص: ۴۲۶ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۶۰۱

سُورۃ الملک

انہ بکل شئ بصیر ۔ (آیت ۱۹) ص: ۱۱۹ - ۱۲۰

لَوکنّا نسمع او نعقل ۔ (آیت ۱۰) ص: ۱۴۲

اَلَم یأتکم نذیر ۔ (آیت ۸) ص: ۱۴۲

الَا یعلم من خلقؕ وھو اللطیف الخبیر ۔ (آیت ۱۴) ص: ۱۷۱

سُورۃ القلم

مَنّاع للخیر معتد اثیم ۔ (آیت ۱۲) ص: ۲۱۷

اَفنجعل المسلمین کالمجرمین ۵ ما لکم کیف تحکمون ۔ (آیت ۳۵-۳۶) ص: ۲۸۰

فَتنادوا مصبحین ۵ ان اغدوا علٰی حرثکم ان کنتم صٰرمین ۵ فانطلقوا وھم

يتخافتون ٥ ان لابد خلنها اليوم عليكم مسكين ٥ (آيت: ۲۱ تا ۲۴) ص: ۵۱۹

سُورة الحَاقّة

وجاء فرعون ومن قبله والمؤتفكت بالخاطئة ٥ (آيت: ۹) ص: ۲۷۰

سُورة المعارج

فلا اقسم بربّ المشارق والمغارب۔ (آيت: ۴۰) ص: ۴۵۷

سُورة نُوح

وقالوا لا تذرن الهتكم ولا تذرن ودًّا ولا سواعًا ولا يغوث ويعوق ونسرا۔ (آيت: ۲۳) ص: ۶۱۳

سُورة الجن

وانّه تعالیٰ جدّ ربّنا ما اتّخذ صاحبة ولا ولدا۔ (آيت: ۳) ص: ۹۵ - ۱۵۶

عٰلم الغيب فلا يظهر علیٰ غيبه احدًا ٥ الّا من ارتضٰی من رسول۔ (آيت: ۲۶ - ۲۷)

ص: ۲۰۰ - ۳۹۰

وانّ المسٰجد للّٰہ۔ (آيت: ۱۸) ص: ۲۲۲ - ۲۲۷ - ۳۷۴

ومن يعص اللّٰہ ورسوله فانّ لهٗ نار جهنّم۔ (آيت: ۲۳) ص: ۴۵۴

سُورة المزّمّل

فاقرء وا ما تيسّر من القراٰن۔ (آيت: ۲۰) ص: ۵۳۷

سُورة المدّثّر

كانّهم حمر مستنفرة۔ (آيت: ۵۰) ص: ۱۶۹

يتساء لون٥ عن المجرمين ٥ ما سلككم فی سقر ٥ قالوا لم نك من المصلّين ٥ و لم نك نطعم المسكين وكنّا نخوض مع الخائضين٥ وكنّا نكذّب بيوم الدين۔ (آيت: ۴۰ تا ۴۶)

ص: ۲۲۰ - ۶۲۵

فما لهم عن التذكرة معرضين ٥ كانهم حمر مستنفرة ٥ فرت من قسورة (آيت: ۴۹ تا ۵۱)

ص: ۵۳۳ - ۵۸۱

سورۃ الدّھر

يطاف عليهم بآنية من فضّة واكواب - (آیت ۱۵) — ص: ۴۳۶

سورۃ عبس

فی صحف مکرمۃ ٥ مرفوعۃ مطھرۃ - (آیت ۱۳ - ۱۴) — ص: ۵۳۷

سورۃ التّکویر

وما تشاءون الّا ان یشاء اللہ ربّ العٰلمین - (آیت ۲۹) — ص: ۱۴۴

فلا اقسم بالخنّس ٥ الجوار الکنّس - (آیت ۱۵ - ۱۶) — ص: ۵۵۶

سورۃ الانشقاق

لترکبنّ طبقا عن طبق - (آیت ۱۹) — ص: ۴۸۲

سورۃ البروج

انّ الّذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم و لھم عذاب الحریق - (آیت ۱۰) — ص: ص: ۴۱۴ - ۵۹۶

بل ھو قراٰن مجید٥ فی لوح محفوظ - (آیت ۲۱ - ۲۲) — ص: ۵۳۷

والسّماء ذات البروج - (آیت ۱) — ص: ۵۵۶

سورۃ الاعلیٰ

سیذکر من یخشٰی و یتجنبھا الاشقٰی (آیت ۱۰ - ۱۱)

ص: ۱۶۷

سُورۃ الفجر

فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی ۔ (آیت : ۲۹ ۔ ۳۰) ص : ۶۱۶

سُورۃ الشمس

ولا یخاف عقبٰہا ۔ (آیت : ۱۵) ص : ۹۵

سُورۃ الضّحیٰ

ووجدک عائلاً فاغنیٰ ۔ (آیت : ۸) ص : ۲۸۶

واَمّا بنعمۃ ربّک فحدّث ۔ (آیت : ۱۱) ص : ۵۶۷ - ۵۶۸

سُورۃ الانشراح

ورفعنا لک ذکرک ۔ (آیت : ۴) ص : ۵۶۵ - ۵۶۹

سُورۃ البیّنۃ

اِنّ الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین فی نار جھنّم خٰلدین فیہا اولٰئک ھم شرالبریۃ ۝ اِن الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئک ھم خیرالبریّۃ ۔

(آیت : ۶ - ۷) ص : ۱۸۶ - ۲۰۲ - ۴۱۸

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین حتیٰ تاتیھم البیّنۃ ۔

(آیت : ۱) ص : ۲۰۲

سُورۃ القریش

فلیعبدوا ربّ ھٰذا البیت ۔ (آیت : ۳) ص : ۱۱۱ - ۳۷۷

سُورۃ الکفرون

قُلْ یایہا الکفرون۔ (آیت: ۱) ص: ۱۱۱ - ۳۷۷

سُورۃ النّاس

یوسوس فی صدور الناس ○ من الجنّۃ والناس ○ (آیت: ۵ - ۶) ص: ۳۹۳

فتاوی رضویہ جلد ۱۵

(۱) معراج جسمانی کے بارے میں فرمایا:

معراج شریف یقیناً قطعاً اسی جسم مبارک کے ساتھ ہوا نہ کہ فقط روحانی جو ان کی عطا سے ان کے غلاموں کو بھی ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ[1] پاکی ہے اسے جو رات میں لے گیا اپنے بندہ کو۔ یہ نہ فرمایا کہ لے گیا اپنے بندہ کی روح کو۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۷۴)

(۲) مہاتما گاندھی وغیرہ کے جلسہ وجلوس میں شریک ہونا، اس کا تماشہ دیکھنا، اس کا وعظ سننا اور اس میں چندہ دینا مسلمانوں کے لئے کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

تعظیم مشرک کے جلوس میں شرکت حرام ہے اور حرام فعل کا تماشہ دیکھنا بھی حرام ہے۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

الفرجة علی المحرّم حرام[2]

حرام پر خوشی بھی حرام ہے۔ (ت)

ایسے جلسوں میں شرکت گناہِ کبیرہ ہے۔

قال اللہ تعالٰی فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین[3]

اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: پس نصیحت و یاددہانی کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

۱ القرآن الکریم ۱۷/۱

۲ حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار خطبۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/۳۱

۳ القرآن الکریم ۶/۶۸

من سود مع قوم فھو منھم[1]

جس نے جس قوم کی کثرت بنائی وہ انھی میں سے ہے۔(ت)

حرام کام میں چندہ دینا بھی حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]

اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے، گناہ اور زیادتی پر ایک دُوسرے کی مدد نہ کرو۔(ت)

اور نامسلم کو واعظِ مسلمین بنا کر اس کا بیان سُننا اشد سے اشد کبیرہ و بدخواہیِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالٰی "یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطٰن ان یضلھم ضلٰلا بعیدا[3]"

اللہ تعالٰی کا مقدس فرمان ہے: پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اُسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دُور بہکا دے۔(ت)

سائل نے مہاتما لکھا یہ حرام ہے۔ مہاتما بمعنی روحِ اعظم ہے کہ خالص لقب افضل الملائکہ ہے علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام، یُونہی جو لوگ ایسا مذہب نکالنا چاہیں کہ مسلم و کافر کا فرق اٹھادے، سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرادے، جو لوگ کہیں کہ آج تم نے اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا، جو لوگ کہیں کہ خدا کی رسّی مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین ہاتھ سے جاتا رہے مگر دنیا تو ضرور ملے گی ایسوں کو مولانا کہنا حرام ہے۔ حدیث میں فرمایا:

لا تقولوا للمنافق یا سیدنا فانہ ان یکن سیدکم فقد اسخطتم ربکم[4]

منافق کو یا سیدنا (اے ہمارے سردار) نہ کہو کیونکہ اگر وہ تمھارا سردار ہے تو تم نے اپنے رب کو یقیناً اپنے سے ناراض کرلیا۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۰۰، ۱۰۱)

(۳) "کاٹھیاوار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس" کے نام سے بننے والی مجلس کے بارے میں سوال آیا کہ اس مجلس کا ممبر بلا رعایت سُنّی ہر کلمہ گو رافضی، وہابی، مرزائی، نیچری، چکڑالوی اور قادیانی

---

[1] تاریخ بغداد حدیث ۵۱۶۷ عبداللہ بن عتاب دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۴۱

[2] القرآن الکریم ۵/ ۲ [3] القرآن الکریم ۴/ ۶۰

[4] مسند امام احمد بن حنبل حدیث بریدہ الاسلمی دارالفکر بیروت ۵/ ۳۴۶، ۳۴۷

کنز العمال حدیث ۸۲۰۶ ۱/ ۱۷۰ و کشف الخفاء حدیث ۳۰۴۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۲۸

وغیرہ ہوسکتا ہے اور بانیانِ مجلس کا کہنا ہے کہ یہ دینی کانفرنس نہیں بلکہ دنیوی ترقی کے لئے قائم کی گئی ہے، سُنیوں کو ایسی کانفرنس کا قائم کرنا اور جان و مال سے اس کی مدد کرنا، اس کے جلسے میں شریک ہونا، بدترین مرتدوں کو مسلمان سمجھنا، ان سے میل جول پیدا کرنا اور ان سے ترقی کی امید رکھنا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں حکم شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

ایسی مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے اور اس میں شرکت حرام، اور بدمذہبوں سے میل جول آگ ہے اور اُس بڑی آگ کی طرف کھینچ کرلے جانے والا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1]۔

اور اگر تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

تفسیراتِ احمدیہ میں ہے:

دخل فیه الکافر والمبتدع والفاسق والقعود مع کلهم ممتنع[2]۔

اس آیت کے حکم میں ہر کافر و مبتدع اور فاسق داخل ہیں ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]۔

ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاهم لا یضلّونکم ولا یفتنونکم[4]۔

اُن سے دُور رہو اور انہیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ و رسول سے زیادہ کوئی ہماری بھلائی چاہنے والا نہیں جل وعلا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] التفسیرات الاحمدیۃ تحت آیۃ ۶/ ۶۸ مطبع کریمی بمبئی، انڈیا ص ۳۸۸

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[4] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جس بات کی طرف بلائیں یقیناً ہمارے دونوں جہان کا اس میں بھلا ہے، اور جس بات سے منع فرمائیں بلاشبہہ سراسر ضرر و بلا ہے، مسلمان صورت میں ظاہر ہو کر جو اُن کے خلاف کی طرف بلائے یقین جان لو کہ یہ ڈاکو ہے اس کی تاویلوں پر ہرگز کان نہ رکھو، رہزن جو جماعت سے باہر نکال کر کسی کو لیجانا چاہتا ہے ضرور چکنی چکنی باتیں کرے گا اور جب دھوکے میں آیا اور ساتھ ہو لیا تو گردن مارے گا مال لُوٹے گا؛ شامت اُس بکری کی کہ اپنے راعی کا ارشاد نہ سُنے اور بھیڑیا جو کسی بھیڑ کی اُون پہن کر آیا اس کے ساتھ ہو لے۔ ارے! مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمھیں منع فرماتے ہیں وہ تمھاری جان سے بڑھ کر تمھارے خیر خواہ ہیں حریصٌ علیکم[1] تمھارا مشقت میں پڑنا ان کے قلبِ اقدس پر گراں ہے عزیزٌ علیہ ماعنتم[2] واللہ وہ تم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جیسے نہایت چہیتی ماں اکلوتے بیٹے پر بالمؤمنین رءوف رحیم[3]، ارے! ان کی سنو، ان کا دامن تھام لو، ان کے قدم سے لپٹ جاؤ، وہ فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[4]۔

ان سے دُور رہو اور انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

ابن حبان وطبرانی وعقیلی کی حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتؤاکلوھم ولاتشاربوھم ولاتجالسوھم ولاتناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولاتصلوا علیھم ولاتصلوا معھم[5]۔

ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، اُن کے پاس نہ بیٹھو، ان سے رشتہ نہ کرو، وہ بیمار پڑیں تو پُوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ، نہ اُن کی نماز پڑھو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۸ [2] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۸

[3] ۹/ ۱۲۸

[4] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[5] کنز العمال حدیث ۳۲۵۲۸، ۳۲۵۲۹، ۳۲۵۴۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۰، ۵۴۲

الضعفاء الکبیر حدیث ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۶

العلل المتناھیۃ ؍؍ ۲۶۰ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۶۲

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجدِ اقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نماز مغرب کے بعد کسی مسافر کو بھوکا پایا اپنے ساتھ کاشانۂ خلافت میں لے آئے اس کے لئے کھانا منگایا، جب وہ کھانے بیٹھا کوئی بات بد مذہبی کی اس سے ظاہر ہوئی فوراً حکم ہوا کہ کھانا اٹھالیا جائے اور اسے نکال دیا جائے۔ سامنے سے کھانا اٹھوا لیا اور اُسے نکلوا دیا۔ سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے آکر عرض کی، فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے۔ فرمایا، لا تقرأه منی السلام فانی سمعت انه احدث میری طرف سے اُسے سلام نہ کہنا کہ میں نے سُنا ہے کہ اس نے کچھ بد مذہبی نکالی۔

سیدنا سعید بن جبیر شاگرد عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو راستہ میں ایک بد مذہب ملا، کہا، کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا، میں سُننا نہیں چاہتا۔ عرض کی، ایک کلمہ۔ اپنا انگوٹھا چھنگلیا کے سرے پر رکھ کر فرمایا، ولا نصف کلمة آدھا لفظ بھی نہیں۔ لوگوں نے عرض کی، اس کا کیا سبب ہے۔ فرمایا: از ایشاں منہم ہے۔

امام محمد سیرین شاگرد انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دو۲ بد مذہب آئے، عرض کی، کچھ آیات کلام اللہ آپ کو سُنائیں۔ فرمایا، میں سُننا نہیں چاہتا۔ عرض کی، کچھ احادیث نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنائیں۔ فرمایا، میں سُننا نہیں چاہتا۔ انھوں نے اصرار کیا۔ فرمایا، تم دونوں اُٹھ جاؤ یا میں اٹھا جاتا ہوں۔ آخر وہ خائب و خاسر چلے گئے۔ لوگوں نے عرض کی، اے امام! آپ کا کیا حرج تھا اگر وہ کچھ آیتیں یا حدیثیں سُناتے۔ فرمایا، میں نے خوف کیا کہ وہ آیات و احادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویلیں لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے تو ہلاک ہو جاؤں۔

ائمہ کو یہ خوف تھا اور اب عوام کو یہ جرأت ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور ایسی جگہ مالِ دنیا وہی پسند کرے گا جو دین نہیں رکھتا جو عقل سے بہرہ نہیں۔ یکے نقصان مایہ دگر شماتت ہمسایہ (ایک تو مال کا نقصان اور دوسرے ہمسایہ کی خوشی۔ ت) ہمسایہ کون؟ وہ بئس القرین شیطان لعین کیسا خوش ہوگا کہ ایک ہی کرشمے میں دونوں جہان کا نقصان پہنچایا، مال بھی گیا اور آخرت میں عذاب کا بھی مستحق ہوا،

خسر الدنیا والاٰخرة ذٰلك هو الخسران المبين[1]

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۱۱

دُنیا و آخرت دونوں کا گھاٹا، یہی ہے صریح نقصان۔ (ت)

دیکھو امان کی راہ وہی ہے جو تمھیں تمھارے پیارے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بتائی:

ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔[1]

ان سے دُور رہو اور انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وُہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

دیکھو نجات کی راہ وہی ہے جو تمھارے رب عزّوجل نے بتائی:

فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[2]

بھولے سے ان میں سے کسی کے پاس بیٹھ گئے ہو تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو جاؤ۔ ان مضامین کی تفصیل میں تمام اکابر علمائے حرمین شریفین کا فتوٰی مسمّٰی بہ فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین اور عامۂ علمائے ہند کا فتوٰی مسمّٰی بہ فتاوی السنۃ لالجام اھل الفتنۃ اور فتاوی القدوۃ اور النذیر الاحمد اور النذیر المبین وغیرہا پچاس۵۰ سے زائد کتابیں چھپ کر شائع ہوچکیں، اور ہدایت اللہ عزّوجل کے ہاتھ۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل[3]، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔[4]

اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے، اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۰۴ تا ۱۰۷)

(۴) مسلمانوں کو فلاح ونجات کے لئے کیا کرنا چاہئے اور ترکوں کی امداد کا کیا طریقہ ہو؟ حاجی منشی لعل خاں کے ارسال کردہ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

بملاحظہ مکرمی حامیِ سنّت ماحیِ بدعت برادرِ طریقت حاجی لعل خان صاحب دام مجدہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، المؤید کے چھ۶ پرچے آئے انھیں بالاستیعاب دیکھا، گمان یہ تھا کہ شاید کوئی خبر خوشی کی ہوگی مگر اس کے برعکس اس میں رنج وملال کی خبریں تھیں، بے گناہ مسلمانوں پر جو

---

[1] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰
[2] القرآن الکریم ۶/۶۸
[3] ؍؍ ۳۳/۴
[4] ؍؍ ۳/۱۷۳

مظالم گزر رہے ہیں اور سلطنت ان کی حمایت نہیں کرسکتی صدمہ کے لئے کیا کم تھے، کہ اس سے بھی بڑھ کر ترکوں کی اس تازہ تبدیل روش کا ذکر تھا جس نے میرے خیال کی تصدیق کردی،

انّ اللہ لا یغیّر ما بقومٍ حتّٰی یغیّروا ما بانفسھم[1]

بیشک اللہ تعالٰی کسی قوم کو گردش میں نہیں ڈالتا جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدل ڈالیں۔

اللہ اکرم الاکرمین اپنے حبیب کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل سے ہماری اور ہمارے اسلامی بھائیوں کی آنکھیں کھولے، اصلاحِ قلوب و احوال فرمائے، خطاؤں سے درگزر کرے، غیب سے اپنی مدد اتارے، اسلام و مسلمین کو غلبۂ قاہر دے، آمین الٰہ الحق آمین، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ مگر بے دلی نہ چاہیے۔

لا تایئسوا من روح اللہ ط انہ لا یایئس من روح اللہ الّا القوم الکٰفرون[2]۔

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ (ت)

اللہ واحد قہار غالب علٰی کل غالب اس دین کا حافظ و ناصر ہے،

وکان حقًّا علینا نصر المؤمنین[3]۝ وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین[4]۔

اور ہمارے ذمۂ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا، تمھیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔ (ت)

حضور سیّدنا سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تزال طائفۃ من امّتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتّٰی یاتی امر اللہ وھم علٰی ذٰلک غالبًا[5]

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا، ان کی مخالفت اور رسوائی کرنے والا ان کو ضرر نہ پہنچا سکے گا حتی کہ وہ گروہ اس کا حکم آنے تک اس پر غالب رہے گا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۱۱ — [2] القرآن الکریم ۱۲/ ۸۷

[3] " ۳۰/ ۴۷ — [4] " ۳/ ۱۳۹

[5] صحیح البخاری کتاب المناقب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۴

صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تزال امتی الخ " " ۲/ ۱۴۳

سنن ابی داؤد کتاب الفتن آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۲۸

یہاں امر اللہ وہ وعدۂ صادقہ ہے جس میں سلطانِ اسلام شہید ہوں گے اور رُوئے زمین پر اسلامی سلطنت کا نام نہ رہے گا، تمام دنیا میں نصاریٰ کی سلطنت ہوگی، اگر معاذ اللہ وہ وقت آگیا ہے جب تو کوئی چارۂ کار نہیں، شُدنی ہو کر رہے گی، مگر وہ چند ہی روز کے واسطے ہے، اس کے متصل ہی حضرت امام کا ظہور ہوگا، پھر سیدنا رُوح اللہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نزولِ اجلال فرمائیں گے اور کفر تمام دُنیا سے کافور ہوگا، تمام رُوئے زمین پر ملت ایک ملتِ اسلام ہوگی اور مذہب ایک مذہبِ اہلسنت۔ غیب کا علم اللہ عزّوجل کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ مگر فقیر جہاں تک نظر کرتا ہے ابھی ان شاء اللہ وہ وقت نہیں آیا اگر ایسا ہے تو ضرور نصرتِ الٰہیہ نزول فرمائے گی اور کفار ملاعنہ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچیں گے، بہرحال بندگی بیچارگی دُعا کے سوا کیا چارہ ہے، وہی جو ہمارا رب ہے ہماری حالتِ زار پر رحم فرمائے اور اپنی نصرت اتارے یہی جھٹکے جو پہنچ گئے ہیں انھیں پر زلزلوا زلزالا شدیدا[1] (خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔ ت) کو ختم فرما دے اور الا ان نصر اللہ قریب[2] (سُن لو بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔ ت) کی بشارت سنا دے، حسبنا ونعم الوکیل۔

آپ پُوچھتے ہیں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے، اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں، اللہ عزّوجل نے تو مسلمانوں کے جان و مال جنت کے عوض خرید ے ہیں،

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ[3]۔

بیشک اللہ نے مسلمانوں کے جان اور مال خرید لئے ہیں اس بدلے پہ کہ ان کے لئے جنت ہے۔ (ت)

مگر ہم ہیں کہ بیع دینے سے انکار اور ثمن کے خواستگار ہندی مسلمانوں میں یہ طاقت کہاں کہ وطن و مال و اہل و عیال چھوڑ کر ہزاروں کوس دُور جائیں اور میدانِ جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں مگر مال تو دے سکتے ہیں، اس کی حالت بھی سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں وہاں مسلمانوں پر یہ کچھ گزر رہی ہے یہاں وہی جلسے ہیں وہی رنگ، وہی ٹھیٹر وہی امنگ، وہی تماشے وہی بازیاں، وہی غفلتیں وہی فضول خرچیاں، ایک بات کی بھی کمی نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۴۱ تا ۱۴۳)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۱۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۴

[3] 〃 〃 ۹/ ۱۱۱

(۵) اصلاحِ مسلمین کے لئے چار باتوں پر عمل کی تلقین کے بعد فرمایا :

اہل الرائے ان وجوہ پر نظر فرمائیں، اگر میرا خیال صحیح ہو تو ہر شہر و قصبہ میں جلسے کریں اور مسلمانوں کو ان چار باتوں پر قائم کر دیں پھر آپ کی حالت خوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجئے، یہ خیال نہ کیجئے کہ ایک ہمارے کئے کیا ہوتا ہے ہر ایک نے یونہی سمجھا تو کوئی کچھ نہ کرے گا، بلکہ ہر شخص یہی تصور کرے کہ مجھی کو کرنا ہے، یوں ان شاء اللہ تعالٰی سب کریں گے، چند جگہ جاری کیجئے پھر خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، خدا نے چاہا تو عام بھی ہو جائے گا، اس وقت آپ کو اس کی برکات نظر آئیں گی، وہی آیۂ کریمہ کہ ابتداءِ سخن میں تلاوت ہوئی انّ اللہ لایغیر[1] الآیۃ جس طرح بُرے رویّہ کی طرف اپنی حالت بدلنے پر تازیانہ ہے یُوں ہی نیک روش کی طرف تبدیلی پر بشارت ہے کہ اپنے کئے تب چھوڑو گے تو ہم تمھاری اس رَدّی حالت کو بدل دیں گے، ذلّت کے بدلے عزّت دیں گے ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۴۶ ، ۱۴۷)

(۶) تشبیہ و تمثیل میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا :

تشبیہ میں اگر وجہِ شبہ امورِ متعددہ سے منتزع ہو تمثیل ہے جیسے کریمہ کمثل الحمار یحمل اسفارا[2] (گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے ۔ ت) ورنہ نہیں، اور کبھی تشبیہ مرکب کو تمثیل کہتے ہیں جس کے معنی میں مفرد کی مفرد سے تشبیہ ملحوظ نہیں بلکہ ہیأت مجموعی سے کریمہ وھی تجری بھم فی موج کالجبال[3] (اور وہی انھیں لئے جا رہی ہے ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ ۔ ت) میں تشبیہ ہے، اور کریمہ مثلھم کمثل الذی استوقد نارا[4] الآیۃ (ان کی کہاوت اس کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی الآیۃ ۔ ت) میں تمثیل ہے ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۵۲)

(۷) انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو احتلام ہوتا ہے یا نہیں ؟ اس کے جواب میں فرمایا :

فی الواقع حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام احتلام سے پاک و منزّہ ہیں ۔

قال اللہ تعالٰی ان عبادی لیس لک علیھم سلطٰن وکفٰی بربک وکیلا[5] ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا : بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام

---

[1] القرآن الکریم ۱۳ / ۱۱
[2] القرآن الکریم ۶۲ / ۵
[3] 〃 ۱۱ / ۴۲
[4] 〃 ۲ / ۱۷
[5] 〃 ۱۷ / ۶۵

بنانے کو۔(ت)

طبرانی، معجم کبیر میں بطریق عکرمہ اور دینوری مجالس میں بطریق مجاہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ فرمایا:

مااحتلم نبی قط وانما الاحتلام من الشیطٰن۔[1]

کبھی کسی نبی کو احتلام نہ ہوا، احتلام تو نہیں مگر شیطان کی طرف سے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۵۵)

(۸) برادرانِ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کلمۂ توہین کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

ان کی نسبت کلمات ناشائستہ لانا بہرحال حرام ہے، ایک قول ان کی نبوّت کا ہے کما فی شرح الھمزیۃ للامام ابن حجر المکی رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ امام ابن حجر مکّی کی شرح ہمزیہ میں ہے۔ت) اور ظاہر قرآن عظیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

قال اللہ تعالٰی قولوا اٰمنّا باللہ وما انزل الینا وما انزل الٰی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اُوتی موسٰی وعیسٰی وما اُوتی النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون۔[2]

اللہ تعالٰی کا ارشادگرامی ہے: یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اُترا اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق ویعقوب اور ان کی اولاد پر، اور جو عطا کئے گئے موسٰی وعیسٰی اور عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں۔(ت)

اسباط یہی ابنائے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اس تقدیر پر تو ان کی توہین کفر ہوگی ورنہ اس قدر میں شک نہیں کہ وہ اولیائے کرام سے ہیں اور جو کچھ ان سے واقع ہوا اپنے باپ نبی اللہ کے ساتھ محبتِ شدیدہ کی غیرت سے تھا پھر وہ بھی رب العزت نے معاف کردیا، اور یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود عفو فرمایا:

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۵۶۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۱/۱۷۰

[2] القرآن الکریم ۲/۱۳۶

قال لاتثریب علیکم الیوم ط یغفر اللہ لکم وھو ارحم الرّاحمین[1]۔
کہا، آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمھیں معاف کرے، اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (ت)
اور یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:
سوف استغفر لکم ربّی ط انہ ھو الغفور الرحیم[2]۔
جلد میں تمھاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)
بہر حال ان کی توہین سخت حرام اور باعثِ غضبِ ذوالجلال والاکرام ہے۔ رب عزّ وجل نے کوئی کلمہ ان کی مذمّت کا نہ فرمایا دوسرے کو کیا حق ہے، مناسب ہے کہ توہین کرنے والا تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کرے کہ جب ان کی نبوّت میں اختلاف ہے اس کے کفر میں اختلاف ہوگا اور کفرِ اختلافی کا یہی حکم ہے کما فی الدر المختار و رد المحتار وغیرھما (جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار وغیرہما میں ہے۔ ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۶۴، ۱۶۵)

(۹) آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل رسالہ "الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ" کے خطبہ جلیلہ عہ میں ارشاد فرمایا:
الحمد للہ الذی ارسل رسولہ شاھدا و مبشرا و نذیرا

عہ یہ خطبہ قرآنی آیتوں اور ایمانی ہدایتوں پر مشتمل ہے، تعمیمِ فائدہ کے لئے اُن آیات اور زبانِ اردو میں اُن ہدایات کی طرف اشارہ مناسب،
آیت ۱: انّا ارسلنٰک شاھدًا و مبشّرًا و نذیرًا ہ[3]
بیشک ہم نے تمھیں بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سناتا۔
کہ جو تمھاری تعظیم کرے اسے فضلِ عظیم کی بشارت دو اور جو معاذ اللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذابِ الیم کا
(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۹۲
[2] " ۱۲/ ۹۸
[3] " ۳۳/ ۴۵ و ۴۸/ ۸

لتؤمنوا[ع۱] باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ بجنانکم ولسانکم ؛ فجعل تعظیمہ و توقیرہ ھوالرکن الرکین لدینکم الحق وایمانکم ؛ وحرم[ع۲] علیکم ان ترفعوا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
ڈرسناؤ۔ اور جب وہ شاہد وگواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار، تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال واقوال واعمال ان کے سامنے ہوں۔ طبرانی کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والٰی ماھو کائن فیہا الٰی یوم القیٰمۃ کانما انظر الٰی کفی ھٰذہ[۱]۔

بیشک اللہ تعالٰی نے میرے سامنے دنیا اٹھالی تو میں دیکھ رہا ہوں اُسے اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے جیسے میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ مدظلہ۔

ع۱ آیت ۲: لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ[سہ] وتوقروہ[۲]۔

(یہ رسول کا بھیجنا کس لئے ہے خود فرماتا ہے اس لئے کہ) تم اللہ ورسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

معلوم ہوا کہ دین وایمان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کا نام ہے جو ان کی تعظیم میں کلام کرے اصل رسالت کو باطل وبیکار کیا چاہتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ۱۲۔

ع۲ آیت ۳: یایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون[۳] ۝

اے ایمان والو! نہ بلند کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اور اس کے حضور چلّا کر نہ بولو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روضۂ انور کے پاس کسی کو اونچی آواز سے بولتے دیکھا، فرمایا کیا اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند کرتا ہے۔ اور یہی آیت تلاوت کی ۱۲۔

سہ قرئ تعززوہ بزائین معجمین ۱۲ منہ

آیہ کی تعززوہ دو زاء کے ساتھ بھی قراءۃ ہے ۱۲ منہ (ت)

[۱] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عمر حدیث ۳۱۹۷۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۲۰

[۲] القرآن الکریم ۴۸/ ۹

[۳] القرآن الکریم ۴۹/ ۲

اصواتکم فوق صوت النبی او تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض فتحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون بخسرانکم ‪÷‬ وجعل[1] طاعتہ طاعتہ و بیعتہ[2] بیعتہ فان بایعتم نبیکم فانما فوق ایدیکم ید رحمانکم ‪÷‬ و قرن[3] اسمہ الکریم باسمہ العظیم فی الاغناء[4] والایتاء[5] ورجاء العطاء

ع۱ آیت ۴ : من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[1]

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ۱۲

ع۲ آیت ۵ : انّ الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم[2]

بیشک جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں، اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر ۱۲۔

ع۳ اللہ عزوجل نے بے شمار امور میں اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک اپنے نام اقدس سے ملایا، کہیں اصل شان اپنی تھی اس میں حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر بھی شامل فرمایا، کہیں اصل معاملہ حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا اُن کے ساتھ اپنے ذکرِ والا سے اعزاز بڑھایا۔ آئندہ کی آٹھ آیتیں اسی کے بیان میں ہیں ۱۲ منہ مدظلہ۔

ع۴ آیت ۶ : اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ[3]

انھیں دولتمند کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے ۱۲۔

ع۵ آیت ۷ : ولو انھم رضوا ما اٰتٰھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ[4]

اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے اس پر جو انھیں دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے، اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول ۱۲۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۰

[2] " ۴۸/ ۱۰

[3] " ۹/ ۷۴

[4] " ۹/ ۵۹

والتقدیم[1] و القضاء[2] و المحادۃ[3] و الارضاء[4] و النصح[5]

عـ[1] آیت ۸ : یایھا الذین اٰمنوا لاتقدموا بین یدی اللّٰہ ورسولہ[1]

اے ایمان والو ! اللہ و رسول سے آگے نہ بڑھو ۱۲

عـ[2] آیت ۹ : ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ط ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ضلٰلاً مبینا ٥[2]

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ عورت کو جب اللہ و رسول کوئی بات ان کے معاملہ میں ٹھہرا دیں تو انھیں اپنے کام کا کچھ اختیار باقی رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا وہ صریح گمراہ ہوا بہک کر ۱۲

عـ[3] آیت ۱۰ : لا تجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الاٰخر یوادّون من حادّ اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[3]

تُو نہ پائے گا انھیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اللہ و رسول کے مخالف سے چاہے وہ اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی ہوں ۱۲

عـ[4] آیت ۱۱ : واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین ٥ الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خالدًا فیھا ذٰلک الخزی العظیم ٥[4]

اللہ و رسول زیادہ مستحق ہیں اس کے کہ یہ لوگ انھیں راضی کریں اگر ایمان رکھتے ہیں کیا انھیں خبر نہیں کہ جو مقابلہ کرے اللہ و رسول سے تو اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں ہمیشہ رہے گا اور وہی بڑی رسوائی ہے ۱۲۔

عـ[5] آیت ۱۲ : اذا نصحوا اللہ ورسولہ[5]۔

جب خلوص رکھیں اللہ و رسول کے ساتھ۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹ /۱

[2] القرآن الکریم ۳۳ /۳۶

[3] " ۵۸ /۲۲

[4] " ۹ /۶۲ و ۶۳

[5] " ۹ /۹۱

والاٰبآء[۱] فی قرانکم ؛ ورفع شانہ وعظم مکانہ فمیز امرہ عن امور عداہ فما کان لیوزن بمیزانکم ؛ اتجعلون[۲] الحصی کالدر او المدر کالمسك ام تجعلون العصف کریحانکم ؛ فقد ھداکم ربکم ان "لا تجعلوا[۳] دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً"[۱] من اب او مولٰی او سلطانکم ؛ وقال الذین ارسلوا السنتہم فی شانہ العظیم

ع[۱] آیت ۱۳: ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدّ لہم عذابا مھینا[۲]

بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ و رسول کو، اللہ نے ان پر لعنت کی دنیا و آخرت میں اور ان کیلئے تیار کر رکھی ہے ذلت کی مار۔

یہ معاملہ خاص حبیب کا ہے، اللہ کو کون ایذا دے سکتا ہے مگر وہاں تو جو معاملہ رسول کے ساتھ برتا جائے اپنے ہی ساتھ قرار پایا ہے۔

ع[۲] یعنی جب تم خود کنکر کو موتی، خون کو مُشک، بھُس کو پھُول کی طرح نہیں سمجھتے تو رسول کے معاملہ کا اوروں پر کیا قیاس کرتے ہو، یہاں تو کوئی نسبت ہی نہیں ہوسکتی، جب ان کے ابنِ مکرم حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لا تقیسونی باحد ولا تقیسوا علیّ احداً[۳]

مجھے کسی پر قیاس نہ کرو نہ کسی کو مجھ سے نسبت دو۔

تو خود حضورِ اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے واللہ اکبر ۱۲۔

ع[۳] یہ آیت ۴ اہے کہ رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اب ایک دوسرے میں باپ اور مولا اور بادشاہ سب آگئے، اسی لئے علماء فرماتے ہیں نام پاک لے کر ندا کرنا حرام ہے۔ اگر روایت میں مثلاً یا محمّد آیا ہو تو اس کی جگہ بھی یا رسول اللہ کہے۔ اس مسئلہ کا بیانِ عظیم الشان فقیر کے رسالہ تجلّی الیقین بان نبیّنا سیّد المرسلین میں دیکھئے ۱۲ منہ۔

---

[۱] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۳

[۲] " ۳۳/ ۵۷

[۳] بہجۃ الاسرار ذکر کلمات اخبر بہا عن نفسہ الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۵۲

اباللّٰہ و اٰیٰتہ و رسولہ کنتم تستھزءون ۵ لاتعتذروا قدکفرتم بعد ایمانکم[1] ؎[1]

؎[1] یہ آیت ۱۵ ھ غزوۂ تبوک کو جاتے وقت منافقوں نے تخلیہ میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلافِ شان کچھ کہا، جب سوال ہوا تو عذر کرنے لگے اور بولے، ہم تو یونہی آپس میں ہنستے تھے۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا: قل اباللّٰہ و اٰیٰتہ و رسولہ[2] الاٰیۃ اے نبی! ان سے فرمادے کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے معاملہ میں ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے ایمان لاکر۔

اقول اس آیت کے تین فائدے حاصل ہوئے:

اوّل یہ کہ جو رسول کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر ہوجاتا ہے اگرچہ کیسا ہی کلمہ پڑھتا اور ایمان کا دعوٰی رکھتا ہو کلمہ گوئی اسے ہرگز کفر سے نہ بچائے گی۔

دوم یہ جو بعض جاہل کہنے لگتے ہیں کہ کفر کا تو دل سے تعلق ہے نہ کہ زبان سے، جب وہ کلمہ پڑھتا ہے اور اس کے دل میں کفر ہونا معلوم نہیں تو ہم کسی بات کے سبب اسے کیونکر کافر کہیں، محض خبط اور نری جھوٹی بات ہے، جس طرح کفر دل سے متعلق ہے یوں ہی ایمان بھی۔ زبان سے کلمہ پڑھنے پر مسلمان کہا، یونہی زبان سے گستاخی کرنے پر کافر کہا جائے گا، اور جب بغیر اکراہِ شرعی کے ہے تو اللہ کے نزدیک بھی کافر ہوجائے گا اگرچہ دل میں اس گستاخی کا معتقد نہ ہو کہ بے اعتقاد کہنا ہزل و سخریہ ہے، اور اسی پر ربّ العزّت فرماچکا کہ تم کافر ہوگئے اپنے ایمان کے بعد۔ اس کی تحقیق ہمارے رسالہ البارقۃ اللمعا علی سامد نطق بالکفر طوعا (۱۳۰۴ھ) میں ہے۔

سوم کھلے ہوئے لفظوں میں عذرِ تاویل مسموع نہیں، آیت فرماچکی کہ حیلہ نہ گھڑو تم کافر ہوگئے۔

تنبیہ: یہاں اللہ عزوجل نے انھیں کلماتِ گستاخی کو وجہِ کفر بتایا اور ان کے مقابل کلمہ گوئی و عذر جوئی کو مردود ٹھہرایا یہاں ان کے کفر سابق مخفی کی بحث نہیں کہ قد کفرتم بعد ایمانکم[3] فرمایا ہے تم مسلمان ہوکر کافر ہوگئے، نہ کہ قد کنتم کافرین تم پہلے ہی سے کافر تھے۔ یہ فائدے خوب یاد رکھنے کے ہیں وباللہ التوفیق ۱۲ منہ مدظلہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵ و ۶۶
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۵
[3] " ۹/ ۶۶

فیاایّہا المنافقون[ع۱] المردۃ الفاسقون الزاعم کبیرکم ان مدح[ع۲] الرسول کمدح بعضکم بعضا بل اقل منہ فی حسبانکم قد بدت البغضاء من افواھکم وما تخفی صدورکم اکبر و اللہ مخرج اضغانکم ؛

ع۱ نفاق دو قسم ہے : عقدی[۱] و عملی[۲] ۔ نفاق عملی کے بیان میں فقیر نے ایک رسالہ حافلہ مسمّٰی بہ ابناء الحذاق بمسالک النفاق (۱۳۰۹ھ) لکھا اور آیات و احادیث کثیرہ وغزیرہ سے اس کے وجوہ وصور کو ظاہر کیا جو اس رسالہ کے غیر میں مجموعًا نہ ملیں گی وہاں سے ان حضرات کے نفاق کا ثبوت لیجئے ۱۲ منہ ۔

ع۲ اللہ تو فرمائے رسول کے حضور چلّا کر نہ بولو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو ، اللہ فرمائے رسول کا پکارنا ایک دوسرے کا سا پکارنا نہ ٹھہرالو ۔ تقویۃ الایمان والا کہے رسول کی ایسی ہی تعریف کرو جیسی باہم ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس میں بھی کمی کرو ۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون ۔

ع۳ قال اللہ تعالٰی ؛

قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بیّنا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون ○ ھاانتم اولاء تحبونھم ولا یحبونکم وتؤمنون بالکتٰب کلّہ واذا لقوکم قالوا اٰمنّا واذا خلوا عضّوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[۱] ۔

ظاہر ہو چکی ہے دشمنی ان کی باتوں سے اور وہ جو ان کے دلوں میں دبی ہے اس سے بھی زیادہ ہے ہم نے صاف بیان فرمادیں تمھارے لئے نشانیاں اگر تمھیں سمجھ ہو ، دیکھو یہ جو تم ہو تم انھیں چاہتے ہو اور وہ تمھیں نہیں چاہتے اور تم پوری کتاب پر ایمان لاتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب تنہا ہوتے ہیں تو تم پر غصّے میں اپنی انگلیاں چباتے ہیں ، تو فرمادے مرجاؤ گھٹ گھٹ کر ، خدا خوب جانتا ہے دلوں کی بات ۔

اقول اس آیت سے بھی دو فائدے ملے ؛

ایک یہ کہ دل کے بخار کے ساتھ زبانی اقرارِ کلمہ گوئی کی پکار کوئی چیز نہیں ۔

دوسرے یہ کہ دل کا بخار زبانی باتوں سے ظاہر ہو جاتا ہے ۱۲ منہ ۔

---

[۱] القرآن الکریم ۳ / ۱۱۸ و ۱۱۹

استحوذ علیکم الشیطن[1] فانساکم ذکراللہ وتعظیم الرسول وقد نطق القرآن بخذلانکم ؛ زاد فاءکم الشیطن نقطا من شینہ وتاءکم التدویر من دائرۃ نونہ فاراکم تقویۃ الایمان فی تفویت ایمانکم ؛ ماکان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب[1] وما اللہ بغافل عن کفرانکم ؛ فلا ورب محمد لا تؤمنون[2] حتی یکون احب الیکم من والدکم وولدکم والناس اجمعین والروح الذی بین جسمانکم ؛ صلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علیہ وآلہ الکرام وصحبہ العظام وخادمی سنۃ القیام بردزیغکم وطغیانکم ؛ ورزقنا حبہ الصادق فی غایۃ الاعظام وادامۃ ذکرہ الی یوم القیام، وان کان فیہ رغم انوفکم واسخان اعیانکم ؛ اٰمین یا ارحم الراحمین ؛ والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین ؛

---

[1] قال اللہ تعالٰی :

استحوذ علیھم الشیطن فانساھم ذکر اللہ ط اولٰئک حزب الشیطن ط الا ان حزب الشیطن ھم الخٰسرون[2]

غالب آگیا اُن پر شیطان، سو بھلادی اُن کو خدا کی یاد، وہ شیطان کے گروہ ہیں، سُن لو شیطان ہی کے گروہ نقصان میں ہیں۔

علمائے مدینہ طیبہ نے وہابیہ کے حق میں یہی آیت لکھی اور خود حدیث بخاری سے ان کا قرن الشیطان ہونا ثابت ہے ۱۲ منہ

[2] صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد و سنن نسائی و ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[3]

تم میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اور سارے جہان سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اللھم بحبہ لک وحبک اجعل حبہ الینا من حب الظمآن للماء البارد ومن احبنا انفسنا یا ارحم الراحمین، اٰمین ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳ /۱۷۹ [2] القرآن الکریم ۵۸ /۱۹

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلے اللہ علیہ وسلم من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۶

صحیح مسلم 〃 باب وجوب محبۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الخ 〃 〃 ۱ /۴۹

(۱۰) کفریاتِ وہابیہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

کفریہ ۱۱ تا ۱۹: اسی قول میں صاف بتایا کہ جن چیزوں کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی مدح کی جاتی ہے وہ سب باتیں اللہ عزوجل کے لئے ہوسکتی ہیں ورنہ تعریف نہ ہوتی، تو اللہ تعالےٰ کے لئے سونا، اونگھنا، بھکنا، بھولنا، جورو، بیٹا، بندوں سے ڈرنا، کسی کو اپنی بادشاہی کا شریک کرلینا، ذلت وخواری کے باعث دوسرے کو اپنا بازو بنانا وغیرہ سب کچھ روا ٹھہرا کہ ان سب باتوں کی نفی سے اللہ تعالےٰ کی مدح کی جاتی ہے **آیت** لا تاخذہٗ سنۃ ولا نوم[1] نہ اُسے اُونگھ آتی ہے نہ نیند۔ **آیت** لا یضل ربی ولا ینسی[2] نہ میرا رب بھکے نہ بھولے۔ **آیت** ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا[3] اللہ نے نہ کسی کو اپنی جورو بنایا نہ بیٹا۔ **آیت** ولا یخاف عقبٰہا[4] اللہ کو ثمود کا پیچھا کرنے کا خوف نہیں۔ **آیت** لم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل[5] نہ کوئی بادشاہی میں اس کا ساجھی نہ کوئی دباؤ کے سبب اس کا حمایتی — یہ سب صریح کفر ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۸۳، ۱۸۴)

(۱۱) مزید فرمایا:

کفریہ ۲۳: تقویۃ الایمان ص ۱۴:

"جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لاتے ہیں کہ اللہ کو مانئے اس کے سوا کسی کو نہ مانئے۔"[6]

ص ۱۶ و ۱۷:

"اللہ صاحب نے فرمایا: کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔"[7]

ص ۱۸:

"اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔"[8]

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۵ [2] القرآن الکریم ۲۰/ ۵۲

[3] 〃 ۷۲/ ۳ [4] 〃 ۹۱/ ۱۵

[5] 〃 ۱۷/ ۱۱۱

[6] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۰

[7] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۲

[8] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۲

ص ۷ :

"اوروں کو ماننا محض خبط ہے[1]"

یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہا تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا اور اُس کا افتراء اللہ تعالٰے اور اس کے رسولوں پر رکھ دیا، یہ کفر یہ بھی صدہا کفریات کا مجموعہ ہے، مسلمانوں کے مذہب میں جس طرح اللہ عزوجل کا ماننا ضرور ہے یونہی ان سب کا ماننا جزءِ ایمان ہے ان میں جسے نہ مانے گا کافر ہے - ہر اُردو زبان والا جانتا ہے کہ ماننا تسلیم و قبول و اعتقاد کو کہتے ہیں ولہذا اہلِ زبان ایمان کا ترجمہ "ماننا" اور کفر کا ترجمہ "نہ ماننا" کرتے ہیں۔

آیت (بقرۃ) : ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون[2]

موضح القرآن ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب: تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وے نہ مانیں گے۔[3]

آیت (یٰس) : لقد حق القول علیٰ اکثرھم فھم لا یؤمنون[4]

موضح القرآن : ثابت ہو چکی بات اُن بہتوں پر سو وے نہ مانیں گے[5]

آیت (نساء) : یؤمنون بما انزل الیك[6]

موضح القرآن : سو مانتے ہیں جو اُترا تجھ پر[7]

آیت (اعراف) : وقطعنا دابر الذین کذبوا بایٰتنا وما کانوا مؤمنین[8]

موضح القرآن : اور پچھاڑی کاٹی اُن کی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتیں اور نہ تھے ماننے والے[9]

---

۱ تقویۃ الایمان پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۵
۲ القرآن الکریم ۲/ ۶
۳ موضح القرآن ترجمہ شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۴
۴ القرآن الکریم ۳۶/ ۷
۵ موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۵۳۰
۶ القرآن الکریم ۴/ ۱۶۲
۷ موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۲۶
۸ القرآن الکریم ۷/ ۷۲
۹ موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۹۳

آیت (انعام) ، واذا جاءك الذين يؤمنون بأيٰتنا فقل سلٰم عليكم[1]

موضح القرآن : اور جب آویں تیرے پاس ہماری آیتیں ماننے والے تو کہہ سلام ہے تم پر[2]

آیت (بقرۃ) : اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللّٰہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ[3]

موضح القرآن : مانا رسول نے جو کچھ اُترا اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور کتابوں کو اور رسولوں کو[4]

دیکھو اللہ تعالٰی تو یہ فرماتا ہے کہ ایمان والوں نے اللہ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں سب کو مانا، یہ شخص کہتا ہے اللہ نے فرمایا میرے سوا کسی کو نہ مانو۔

آیت (اعراف) : قال الذین استکبروا انّا بالذی اٰمنتم بہ کفرون[5]

موضح القرآن ، کہنے لگے بڑائی والے جو تم نے یقین کیا سو ہم نہیں مانتے[6]

تو اقوال مذکورہ کے صاف یہ معنٰی ہوئے کہ اللہ تعالٰی کے سوا انبیاء ملائکہ کسی پر ایمان نہ لائے سب کے

ع اگر اس کے کلام کے کچھ نئے معنے اپنے جی سے گھڑیئے بھی تو اوّلاً تو صریح لفظ میں تاویل کیا معنی، شفاء شریف صفحہ ۳۲۲ : والتاویل فی لفظ صراح لایقبل[7] صریح لفظ میں تاویل کا دعوٰی مقبول نہیں۔ ثانیاً وہ آپ سب تاویلوں کا دروازہ بند کر چکا تو اس کے کلام میں بناوٹ نہ رہی گھڑت ہے جو اسے خود قبول نہیں۔ تقویۃ الایمان ص ۸۵ : "یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولئے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لیجئے، معمّا اور پہیلی بولنے کی اور بہت جگہ ہیں، کوئی شخص اپنے باپ یا بادشاہ سے جگت نہیں بولتا اس کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ باپ اور بادشاہ۔"[8]

یہ نفیس فائدہ ہر جگہ ملحوظِ خاطر رہے کہ اکثر حرکاتِ مذبوحی کا جواب شافی ہے ۱۲ سل السیوف

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۵۴

[2] موضح القرآن ترجمہ تفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۶۲

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

[4] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۶۱

[5] القرآن الکریم ۷/ ۷۶

[6] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۹۴

[7] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع الباب الاول دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۳۵

[8] تقویۃ الایمان الفصل الخامس علیمی کتب خانہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۹

7/7

ساتھ کفر کرے اس سے بڑھ کر اور کفر کیا ہوگا۔ لطف یہ ہے کہ اسی تقویۃ الایمان کے دوسرے حصے تذکیر الاخوان مترجمہ سلطان خاں مطبع فاروقی ص ۳۷ میں ہے:

"اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے جو ان کو نہ مانے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔"[1]

سبحان اللہ! دوسرے حصے والا کہتا ہے جو صحابہ کو نہ مانے وہ بدعتی جہنمی، پہلے والا کہتا ہے صحابہ تو صحابہ جو انبیاء کو مانے وہ مشرک دوزخی، کفی اللہ المؤمنین القتال (مومنوں کو اللہ تعالیٰ کافی ہے لڑائی میں۔ت) (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۵ ص ۱۸۷ تا ۱۸۹)

(۱۲) مزید فرمایا:

زیادت جلیلہ: سبحان اللہ! رب العالمین جل مجدہٗ ان کے غلاموں یعنی شہدائے کرام کی نسبت ارشاد فرمائے:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولکن لا تشعرون[2]

جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمھیں خبر نہیں۔

اور فرمائے:

لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ط بل احیاء عند ربھم یرزقون ۝ فرحین[3]۔

خبردار، شہیدوں کو مُردہ نہ جانیو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں شاد شاد۔

اور ایک سفیہ مغرور محبوبانِ خدا سے نفور خود حضور پرنور اکرم المحبوبین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کی نسبت وہ ناپاک لفظ کہے اور وہ بھی یوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں، قیامت میں ان شاء اللہ تعالیٰ مر کر مٹی میں ملنے کا مزہ الگ کھلے گا اور یہ جدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ ہیں اس ناپاک معنی کی بُو تھی جو تُو نے "یعنی" کہہ کر محبوبِ اعظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کر دیا۔ حضور پر افتراء خدا پر افتراء ہے اور خدا پر

---

[1] تذکیر الاخوان حصہ دوم تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر الصحابہ علیمی کتب خانہ لاہور ص ۱۰۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۴

[3] " ۳/ ۱۶۹ و ۱۷۰

افتراء جہنم کی راہ کا براسرا۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۝ متاع قلیل ولہم عذاب الیم[1]

بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۹۷، ۱۹۸)

(۱۳) مزید فرمایا:

کفریہ ۲۸ و ۲۹: یہ کفریہ اٹھائیس سب سے بدتر خبیث ۔ صراطِ نامستقیم ص ۹۵:

بمقتضائے ظلمات بعضہا فوق بعض از وسوسۂ زنا خیالِ مجامعت زوجۂ خود بہتر ست و صرفِ ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورتِ گاؤ خرِ خود ست کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان مے چسپید بخیال خیال و خر کہ نہ آں قدر چسپیدگی میبود و نہ تعظیم، بلکہ مہان و محقر میبود و ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود مے شود بشرک میکشد۔[2]

ظلمات بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ (اندھیرے ہیں جو درجے میں بعض سے بعض اوپر ہیں) کی بنا پر زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی سے مجامعت کا خیال بہتر ہے اور اپنی ہمت کو شیخ اور ان جیسے معظم لوگوں خواہ جناب رسالتمآب (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ہی ہوں کی طرف مبذول کرنا اپنے گائے اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے کئی گنا بدتر ہے کیونکہ ان کا خیال تعظیم اور اجلال کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائی میں چپک جاتا ہے بخلاف گدھے اور گائے کے خیال میں نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ ہی تعظیم بلکہ ان کا خیال بے تعظیم اور حقیر ہوتا ہے اور یہ غیر کی تعظیم و اجلال نماز میں ملحوظ و مقصود ہو تو شرک کی طرف کھینچ لیتی ہے۔

مسلمانو، مسلمانو! خدا را ان ناپاک ملعون شیطانی کلموں کو غور کرو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمات بالائے ظلمت ہے کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی برا ہے اپنے بیل یا گدھے کے تصور میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے، ہاں واقعی رنڈی نے تو دل نہ دکھایا گدھے نے تو کوئی اندرونی صدمہ نہ پہنچایا، نیچا تو

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶، ۱۱۷

[2] صراطِ مستقیم ہدایت ثانیہ در ذکر مخلات عبادات الخ افادہ ۱ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۸۶

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دکھایا کہ قرآن عظیم میں وخاتم النبیین پڑھ کر تازی نبوتوں کا دربار جلایا، اُن کا خیال آنا کیوں نہ قہر ہو، ان کی طرف سے دل میں کیوں نہ زہر ہو!

مسلمانو! للہ انصاف، کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان وقلم سے نکلنے کا ہے! حاش للہ! پادریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کتابیں دیکھو جو انھوں نے بزعم خود اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی ہیں، شاید ان میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے کہ ایسے کھلے ناپاک لفظ تمھارے پیارے نبی تمھارے سچے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت لکھے ہوں کہ انھیں مواخذۂ دنیا کا اندیشہ ہے، مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس جگرے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک صریح سب ودشنام کے لفظ لکھ دئے اور روزِ آخر اللہ عزیز غالب قہار کے غضبِ عظیم وعذابِ الیم کا اصلاً اندیشہ نہ کیا۔

مسلمانو! کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ان سے انھیں ایذا نہ پہنچی، ہاں ہاں، واللہ واللہ انھیں اطلاع ہوئی، واللہ واللہ انھیں ایذا پہنچی، واللہ واللہ جو انھیں ایذا دے اس پر دنیا وآخرت میں اللہ جبار وقہار کی لعنت، اس کے لئے سختی کا عذاب شدت کی عقوبت۔

آیت: ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعد لہم عذاباً مہینا۔[1]

بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو، ان پر اللہ نے لعنت فرمائی دنیا وآخرت میں، اور ان کے لئے بنا رکھا ہے ذلت والا عذاب۔

آیت: والذین یؤذون رسول اللہ لہم عذاب الیم۔[2]

جو ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو اُن کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

ع اور ان کی شان میں ادنٰی گستاخی کفر جس کی مبارک مقدس منور تفصیل شفا شریف اور اس کی شرح میں ہے ۱۲ سل السیوف

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

[2] ؍؍ ؍؍ ۹/ ۶۱

مسلمانو! پھران مقتدیوں کا ایمان دیکھئے، ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر اسلام کے کان میں انگلیاں دے کر یہ کچھ دیکھتے یہ کچھ سنتے ہیں اور پھر وہ ویسا ہی امام کا امام، یہ اس کے چیلے بیدام کے غلام۔ سبحان اللہ! یہ حرکات اور اسلام کا نام۔ مسلمان وہ ہیں جنھیں قرآن عظیم فرماتا ہے:

آیت: لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادّون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولٰئك کتب فی قلوبھم الایمان وایّدھم بروح منہ[1]

تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو مانتے ہیں اللہ اور پچھلے دن کو کہ محبت رکھیں اس سے جس نے ضد باندھی اللہ اور اس کے رسول سے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ لوگ ہیں کہ نقش کر دیا اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان اور مدد فرمائی ان کی اپنی روح کی طرف سے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۰۰ تا ۲۰۲)

(۱۴) مزید فرمایا:

مسلمانو! ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھنا ہمارے نزدیک امام و منفرد پر واجب، اور ان غیر مقلد وہابیوں کے یہاں سب پر فرض ہے، ان سے کہو اس میں سے صراط الذین انعمت علیھم[2] نکال ڈالیں یعنی راہ ان کی جن پر تو نے انعام کیا، جانتے ہو وہ کون ہیں؟ ہاں قرآن سے پوچھو وہ کون ہیں:

اولٰئك مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیّن والصدیقین والشھداء والصّٰلحین[3]

جن پر خدا نے انعام کیا وہ انبیاء اور صدیق اور شہداء اور نیک لوگ ہیں۔

جب صراط الذین انعمت علیھم[4] پڑھ کر ان کی راہ مانگی جائے گی ضرور عظمت کے ساتھ ان کا خیال آئے گا اور وہ اس کے نزدیک شرک ہے تو الحمد میں سے اس شرک کے دور کرنے کی کوشش کریں صرف غیر المغضوب علیھم ولا الضالین[5] رکھیں کہ انبیاء

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲
[2] القرآن الکریم ۱/ ۶
[3] 〃 ۴/ ۶۹
[4] 〃 ۱/ ۶
[5] 〃 ۱/ ۷

وصدیقین کی جگہ نمازمیں یہود ونصارٰی کی یادگاری رہے، بلکہ اھدنا الصراط المستقیم[1] بھی رکھنے کے قابل نہیں کہ حدیث میں اس سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم و صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہما مراد لئے گئے ہیں۔ فتح الخبیر شاہ ولی اللہ دہلوی مطبوع مصر ۹۵ھ ص ۳:

الصراط المستقیم کتاب اللہ وقیل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصاحباہ۔[2]

الصراط المستقیم سے مراد قرآن ہے اور بعض نے کہا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور ابوبکر صدّیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہما مراد ہیں۔ ت

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۰۸، ۲۰۹)

(۱۵) مزید فرمایا:

کفریہ ۳۰: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

تلك الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون[3]

ہم یہ کہاوتیں بیان کرتے ہیں لوگوں کے لئے اور ان کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو۔

یہ شخص غیر مقلدی اور دینِ الٰہی میں ہرگونہ آزادی کا پھاٹک کھولنے کے لئے کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے قرآن سمجھنے کو علم ہرگز درکار نہیں۔ تقویۃ الایمان ص ۳:

"عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ ورسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہیے، سو یہ بات بہت غلط ہے[3] اھ ملخصاً۔"

لطف یہ کہ اپنے اِس گھڑے مطلب پر دلیل لایا آیۂ کریمہ:

ھوالذی بعث فی الامیّین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیّھم و یعلّمھم الکتٰب والحکمۃ[4]

---

[1] فتح الخبیر مع الفوز الکبیر الباب الخامس تکملہ الفوز الکبیر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۸۷

[2] القرآن الکریم ۲۹/۴۳

[3] تقویۃ الایمان مقدمۂ کتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۲

[4] القرآن الکریم ۶۲/۲

سے ، اور خود ہی اس کا ترجمہ کیا کہ ؛

"وہ اللہ ایسا ہے کہ جس نے کھڑا کیا نادانوں میں ایک رسول ان میں سے کہ پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے اُن کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور عقل کی باتیں "۔[۱]

کیوں حضرت ! جب قرآن کے سمجھنے کو علم درکار نہیں ہر جاہل نادان سمجھ سکتا ہے تو نبی کے سکھانے کی کیا حاجت تھی۔ سبحان اللہ ! ردوا سدوا تو خود سمجھ لیں اور صحابہ کرام سکھانے کے محتاج۔

کفریہ ۳۱ و ۳۲ : تقویۃ الایمان ص ۱۰ :

"روزی کی کشائش اور تنگی کرنی ، اور تندرست اور بیمار کر دینا ، اقبال و ادبار دینا ، حاجتیں بر لانی ، بلائیں ٹالنی ، مشکل میں دستگیری کرنی ، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے ، پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت اُن کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے"[۲] اھ ملخصاً

کاش ! یہ ظالم صرف اس قدر کہتا کہ جو کسی کو قادر بالذات و متصرف بالاستقلال سمجھے مشرک ہے تو بیشک حق تھا مگر یوں مطلب کیا نکلتا کہ یہ معنی تو کسی کی نسبت کسی مسلمان کے خیال میں ہر گز نہیں تو تمام مسلمانوں کو مشرک کیونکر بنایا جاتا اور وہ کیونکر صادق آتا کہ ص ۵ :

"شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب"[۳]۔

صفحہ ۴۵ :

"سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا"[۴] کہ تمام دنیا میں کوئی مسلمان نہ رہا لہذا یہ عام جبروتی حکم لگایا کہ "پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں کہ اللہ نے انکو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے"[۵]

---

[۱] تقویۃ الایمان مقدمۂ کتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۳
[۲] " پہلا باب " " " " ص ۷
[۳] " " " " " " ص ۴
[۴] " الفصل الرابع " " " " ص ۳۰
[۵] " پہلا باب " " " " ص ۷

اب غور کیجئے کہ اِس ناپاک وملعون قول پر انبیاء و ملائکہ سے لے کر اللہ ورسول تک اور اس کے پیشواؤں سے لے کر خود اس ظلوم وجہول تک کوئی بھی حکمِ شرک سے بچا۔

آیت: اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ[1]

انھیں دولتمند کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔

آیت: وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی[2]

اے عیسٰی! تُو تندرست کرتا ہے مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے۔

یہ معاذ اللہ قرآن عظیم کے شرک ہیں اور "میرے حکم سے" کا لفظ بڑھا دینا شرک سے نجات نہ دے گا کہ تندرست کر دینے کی قدرت اللہ ہی کے حکم سے سمجھے جب بھی تو اس شرک پسند کے نزدیک شرک ہے۔

کفریہ ۳۳: آیت: ابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ[3]

(عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہوں اور میں مُردے جِلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

یہ معاذ اللہ عیسٰی مسیح کلمۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شرک ہوا۔

کفریہ ۳۴ تا ۳۸: واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الّا ابلیس[4]

اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا آدم کو سجدہ کرو، سب سجدے میں گرے سوا ابلیس کے۔

آیت: ورفع ابویہ علی العرش وخرّوا لہٗ سُجّدا[5]

یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بلند کیا اور وُہ سب یوسف کے لئے سجدے میں گرے۔

یہ (خاک بدہن گستاخان) اللہ تعالٰی اور ملائکہ و آدم و یعقوب و یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کا شرک ہوا، اللہ نے حکم دیا، ملائکہ نے سجدہ کیا، آدم راضی ہوئے، یعقوب ساجد، یوسف رضامند۔

تقویۃ الایمان ص ۱۱:

"جو کوئی کسی پیغمبر کو سجدہ کرے اس پر شرکت ثابت ہے، خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اِس تعظیم کے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۴ [2] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۰
[3] " ۳/ ۴۹ [4] " ۲/ ۳۴
[5] " ۱۲/ ۱۰۰

لائق ہیں یا یُوں سمجھے کہ اُن کی اِس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ہے[1]" اھ ملخصًا۔

صفحہ ۸ :

"شرک جیسے سجدہ کرنا گو کہ پھر اس کو اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اُسی کا مخلوق اور بندہ ، اور اس بات میں انبیاء ، اور شیطان اور بھوت میں کچھ فرق نہیں[2]" اھ ملخصًا

یُوں تو اِس گمراہ کا استادِ شفیق شیطان لعین ہی اچھا رہا کہ خود کو بہتر فرمایا کیا مگر وہ شرک کے پاس نہ گیا اور یہاں نسخ کا جھگڑا پیش کرنا محض جہالت ، شرک کسی شریعت میں حلال نہیں ہو سکتا ، کبھی ممکن نہیں کہ اللہ تعالٰے شرک کا حکم دے اگرچہ اُسے پھر کبھی منسوخ بھی فرما دے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۱۱ تا ۲۱۴)

(۱۶) مزید فرمایا :

کفریہ چہارم : تقویۃ الایمان ص ۱۴ :

"جتنے پیغمبر آئے وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے۔[3]"

ص ۱۶ و ۱۷ :

"اللہ صاحب نے فرمایا میرے سوا کسی کو نمانیو۔[4]"

ص ۱۸ :

"اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔[5]"

ص ۷ :

"اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔[6]"

مسلمانوں کے مذہب میں جس طرح اللہ عزوجل کا ماننا رکنِ ایمان ہے یُونہی اس کے انبیاء ، ملائکہ ، کتابوں ، جنّت ، نار وغیرہا ایمانیات کا ماننا ان میں سے ہے جسے نہ مانے گا کافر ہوگا۔ ماننا

---

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۸

[2] " " " " " " ص ۶

[3] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۰

[4 و 5] " " " " " " " " " " ص ۱۲

[6] " " مقدمۃ کتاب " " " " ص ۵

ترجمہ ایمان کا ہے اور نہ ماننا کفر کا، تو یہ صراحۃً انبیاء وغیرہم کے ساتھ کفر کا حکم ہوا کہ خود کفر ہے اور اللہ و رسول پر اس کے حکم کا افتراء دُوسرا کفر۔

آیتِ بقرۃ:

ءانذرتھم ام لم تنذرھم لایؤمنون[1]

موضح القرآن: تُو ڈراوے یا نہ ڈراوے وُے نہ مانیں گے۔[2]

آیتِ اعراف:

قال الذین استکبروا انا بالذی اٰمنتم بہ کفرون[3]

موضح القرآن: کہنے لگے بڑائی والے جو تم نے یقین کیا سو ہم نہیں مانتے۔[4]

آیت آخر بقرۃ:

اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ[5]

موضح القرآن: مانا رسول نے جو کچھ اُترا اُس کو اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے سب مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور کتابوں کو اور رسولوں کو۔[6]

دیکھو اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے کہ ایمان والوں نے اللہ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، نبیوں سب کو مانا۔ یہ کہتا ہے "اللہ نے فرمایا میرے سوا کسی کو نہ مانیو"۔ اگر اس کے کلام کے کچھ نئے معنے اپنے جی سے گھڑ لیے بھی تو اوّل تو صریح لفظ میں تاویل کیا معنی!

شفاء شریف ص ۳۲۳:

ادعاء التاویل فی لفظ صراح لایقبل[7] صریح لفظ میں تاویل کا دعوٰی مقبول نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۶

[2] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۴

[3] القرآن الکریم ۷/۷۶

[4] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۹۴

[5] القرآن الکریم ۲/۲۸۵

[6] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۶۱

[7] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۳۵

ثانیاً وہ آپ سب تاویلوں کا دروازہ بند کرچکا تو اس کے کلام میں بناوٹ نری گھڑت ہے جو اسے خود قبول نہیں۔ تقویۃ الایمان ص ۸۵:

"یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولئے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لیجئے، معمّا اور پہیلی بولنے کی اور جگہ ہیں، کوئی شخص اپنے باپ یا بادشاہ سے جُگت نہیں بولتا، اس کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ باپ اور بادشاہ"۔[1]

یہ نفیس فائدہ ہے ہر جگہ ملحوظ خاطر رہے کہ اکثر حرکاتِ مذبوحی کا جواب شافی رہے۔

تذکیر الاخوان حصّہ دوم تقویۃ الایمان مترجمہ سلطان خان مطبع فاروقی ص ۴۳:

"اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے جو اُن کو نہ مانے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے"۔[2]

سبحٰن اللہ! دوسرے حصّے والا کہتا ہے جو صحابہ کو نہ مانے وہ بدعتی جہنّمی، پہلے والا کہتا ہے صحابہ تو صحابہ جو انبیا کو مانے وہ بھی کافر دوزخی، کفی اللہ المؤمنین القتال[3] (اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفایت فرمادی۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۴۵، ۲۴۶)

(۱۷) کافر و منافق اور گستاخِ اولیاء کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اسلام کی کوئی خدمت اسے سپرد کردینا جس میں وہ مسلمانوں کا رازدار یا بعض مسلمانوں کا سردار بنے سخت حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم۔[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔

ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب ایک کافر کو اپنا محرر بنانا چاہا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں فرمان بھیجا:

لااکرمھم اذا اھانھم اللہ ولا اعزھم اذا اذلھم اللہ ولا ادنیھم اذا ابعدھم

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۳۹

[2] تذکیر الاخوان حصہ دوم تقویۃ الایمان الفصل الرابع " " " " " ص ۱۰۵

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۲۵

[4] " " ۳/ ۱۱۸

اللہ[1] وفی اخرٰی لیس لنا ان ناتمنھم وقد خونھم اللہ ولا ان نرفعھم و قد وضعھم اللہ[2]

میں کافر کو گرامی نہ کروں گا جبکہ انھیں اللہ نے خوار کیا، نہ انھیں عزت دوں گا جبکہ انھیں اللہ نے ذلیل کیا، نہ انھیں قرب دوں گا جبکہ انھیں اللہ نے دُور کیا۔ دُوسری روایت میں ہے ہمیں روا نہیں کہ کافروں کو امین بنائیں حالانکہ اللہ تعالٰی انھیں خائن بتاتا ہے، یا ہم انھیں رفعت دیں حالانکہ اللہ سُبحانہ وتعالٰی نے انھیں پستی دی۔

درمختار میں ہے:

یمنع من استکتاب و مباشرۃ یکون بھا معظما عند المسلمین[3]۔

اسے کتابت اور ایسے کام سے روک دیا جائے گا جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے ہاں معظم ٹھہرے۔ (ت)

اس کی تائید واعانت حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[4]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور حد سے بڑھنے پر مدد نہ دو۔

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشٰی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خلع من عنقہ ربقۃ الاسلام[5]۔

---

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۵/ ۵۱ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۳

[2] الجامع لاحکام القرآن تحت الآیۃ ۳/ ۱۱۷ حدیث ۱۷۸۰ دارالکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۷۵

[3] درمختار باب فصل فی الجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۲

[4] القرآن الکریم ۵/ ۲

[5] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/ ۲۲۷

شعب الایمان " ۷۶۷۵ دار الکتب العلمیہ " ۶/ ۱۲۲

کنز العمال " ۱۹۵۵۴ مؤسسۃ الرسالہ " ۶/ ۸۵

الفردوس بماثور الخطاب " ۵۷۰۹ دار الکتب العلمیہ " ۳/ ۵۴۷

جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اسے مدد دینے چلے بیشک اس نے اسلام کی رسّی اپنی گردن سے نکال دی۔

اس سے راہ و رسم، میل و جول رکھنا حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

ایّاکم وایّاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[2]

ان سے دُور رہو اور انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وُہ تم کو گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اس کا اخبار بطور پسند خریدنا ہرگز جائز نہیں جب کہ وہ ایسی ناپاک و مخالفِ دین باتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

قال اللہ تعالٰی "ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اُولٰئك لھم عذاب مھین"[3]

اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے: کچھ لوگ لغو باتیں خریدتے ہیں کہ ان کے سبب براہِ جہالت خدا کی راہ سے بہکا دیں اور اسے ہنسی بنالیں ان کے لئے ہے ذلت دینے والا عذاب۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۶۱، ۲۶۲)

(۱۸) خلافتِ اسلامیہ کی تباہی پر خوش ہونے والے اور قاتلانِ مسلمین کی تحسین کرنے والے شخص کی امامت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اگر یہ باتیں واقعی ہیں کہ وُہ معاذ اللہ شکستِ اسلام پر مسرّت کرتا ہے اور قاتلانِ مسلمین کی تحسین، تو اس کی قابلیتِ امامت درکنار اس کے اسلام ہی میں کلام ہے، باقی وہ ناجائز طریقے جو مدعیانِ حمایت نے نکال رکھے ہیں اور جس میں مشرکین سے محبت و وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی و انقیاد

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸

[2] صحیح مسلم باب نہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[3] القرآن الکریم ۳۱/۶

برت رہے ہیں وہ سب مخالفِ قرآن ہیں، مسلمانوں کو ان سے جُدائی فرض ہے،

قال اللہ تعالیٰ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولوکانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[1]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا، تم نہ پاؤ گے انھیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ و قیامت پر کہ اللہ و رسول کے مخالفوں سے دوستی کریں اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں۔

اور فرماتا ہے؛

ولوکانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء[2]

اور اگر انھیں اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں کو اپنا دوست یا مددگار نہ بناتے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۶۴)

(۱۹) غلام معین الدین نامی شخص اپنے نام سے لفظ غلام کو بالالتزام حذف کرتا ہے اس کے بارے میں فرمایا؛

اپنے نام سے لفظ غلام کا حذف اگر اس بناء پر ہے کہ حضور خواجۂ خواجگان رضی اللہ تعالےٰ عنہ وعنہم کا غلام بننے سے انکار و استکبار رکھتا ہے تو بدستور گمراہ اور بحکمِ حدیث مذکورہ عدو اللہ ہے اور اس کا ٹھکانا جہنّم،

قال اللہ تعالیٰ "الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین"[3]

اللہ تعالےٰ کا ارشادِ گرامی ہے: کیا نہیں جہنّم میں ٹھکانا متکبرین کا۔ (ت)

اور اگر بربنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیائے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام محی الدین و غلام معین الدین کو شرک جانتا ہے تو وہابیہ خود زندیق، بے دین، کفار و مرتدین ہیں وللکٰفرین عذاب مھین[4] (اور کفّار کے لئے رُسوا کرنے والا عذاب ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۶۶)

(۲۰) آیتِ کریمہ یٰایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ الخ کے بارے میں سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲۲
[2] القرآن الکریم ۵/۸۱
[3] 〃 ۳۹/۶۰
[4] 〃 ۵۸/۵

ضمیر منکم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پھر تی کچھ ضرور نہیں، التفات بھی ہو سکتا ہے، اور پھرے بھی تو حرج نہیں، بعض کہ اس وقت الذین اٰمنوا اور بظاہر صحابہ میں داخل تھے معاذ اللہ بعد کو مرتد ہو گئے جن سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قتال فرمایا جس کا ذکر اس آیۂ کریمہ میں ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکٰفرین یجٰھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم[1]

اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اسے پیارے اور اللہ انھیں پیارا، مسلمانوں پر نرم دل، کافروں پر سخت، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، اور کسی کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ اور اللہ وسعت والا جاننے والا ہے۔

یہاں بھی یاایھا الذین اٰمنوا سے خطاب فرمایا اور انھیں میں سے بعض معاذ اللہ مرتد ہوئے، اور وہ اللہ کے پیارے صدیق اکبر اور ان کے پیرو ہوئے۔ زید کا یہ کہنا کہ خطابِ الٰہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے اور ہم بالتبع داخل ہیں بہت صحیح ہے، اور واقعی قرآن کریم کفار سے زجر کے سوا خطاب کم فرماتا ہے، غالباً اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ ان سے یوں فرما دو:

قُل یٰایھا الکٰفرون[2]، قل یاھل الکتٰب[3]، قُل یٰایھا الذین ھادوا[4]، قُل للذین کفروا[5] وغیر ذٰلک۔

پھر بھی بعض جگہ سوائے زجر بھی قرآنِ عظیم نے بنفسِ نفیس ان سے خطاب فرمایا ہے۔

قال تعالٰی یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ واٰمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ و یجعل لکم نورا تمشون بہ و یغفر لکم واللہ غفور رحیم[6]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے وہ لوگو جو موسٰی و عیسٰی پر ایمان کا نام لیتے ہو یعنی یہود و

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۴
[2] القرآن الکریم ۱۰۹/ ۱
[3] 〃 ۳/ ۹۸
[4] 〃 ۶۲/ ۶
[5] 〃 ۳/ ۱۲
[6] 〃 ۵۷/ ۲۸

نصاری! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تمھیں اپنی رحمت کا دوہرا حصّہ دے گا اور تمھارے لئے نور کردے گا جس سے صراط پر چلو اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

معالم شریف میں ہے:

یاایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ الخطاب لاھل الکتابین من الیہود والنصاری یقول یاایہا الذین اٰمنوا بموسٰی وعیسٰی اتقوا اللہ فی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[۱]

اے اہلِ ایمان! اللہ کا تقوٰی اختیار کرو، یہ خطاب یہود ونصارٰی اہلِ کتاب کو ہے۔ فرمایا: اے وہ لوگو جو موسٰی وعیسٰی پر ایمان لائے! تمھیں حضرت محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بارے میں ڈرنا چاہیے۔ (ت)

زید نے جو کچھ مدح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم میں کہا سب حق ہے اور سچی محبت صحابہ سے ناشی ہے اور وہ لفظ احسان کہ اس کی زبان سے نکلا اس کی توجیہ نہایت صاف وآسان ہے، قرآن مصحف کریم کو بھی کہتے ہیں، اس قرآن مجید کا ہدیہ کیا ہے، فلاں نے قرآن عظیم فلاں کو ہبہ کیا، یا فلاں مسجد پر وقف کیا، یا قرآن کریم کی جلد بندھواؤ، یا چولی چڑھادو، یا غلاف سی دو۔ ان تمام محاورات میں قرآن سے مصحف ہی مراد ہے، اور بلاشبہہ یہ محاورۂ عام شائع متعارف ہے اور مصحف یعنی یہ اوراق اور ان پر یہ نقوش بنائی روشنائی ضرور حادث وجنس مخلوق ہے، اور اجلّہ صحابہ کا اس سے افضل ہونا ممکن نہ ہو یہ کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ جب جنگِ صفین میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کے حضور قرآنِ عظیم بلند کیا گیا، فرمایا:

ھذا مصحف صامت وانا مصحف ناطق[۲]

یہ خاموش قرآن ہے اور میں قرآن ناطق ہوں۔

اگر قرآن سے زید کی یہی مراد تھی تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اس کا وہ بیان کہ میں قرآن کو ایسا جانتا ہوں، استدراک ودفعِ وہم ہوگا، یعنی قرآن حقیقی کی نسبت تو میرا یہ اعتقاد ہے جو حرف بحرف ہے، مگر

---

[۱] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۵۷/ ۲۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۲۷۵

[۲]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اکرم الاکرمین کہنے کی اجازت نہیں، یہ نام پاک عرف میں رب العزت کے لئے ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکرم الاولین والآخرین ہیں، غرض زید کی نسبت حکمِ فتوٰی تو یہ تھا کہ اس کا کلام معنی صحیح رکھتا ہے، اور وہ کسی سخت الزام کا مورد نہیں، لیکن وہ اپنی نیت کو خوب جانتا ہے اور اس کا رب اس سے اعلم۔ اگر یہ کلمہ اس نے قرآن حقیقی قدیم ہی کی نسبت کہا ہو تو اس صورت میں ضرور حکم سخت ہوا، اس تقدیر پر تجدیدِ اسلام ہو گی پھر اس کے بعد تجدیدِ نکاح وبیعت وحج کے احکام، قرآن عظیم غنی عن العٰلمین ہے۔ وہ اس سے پاک ومنزّہ ہے کہ تمام عالم میں کسی کا اس پر کچھ احسان ہو، اگر سارا جہاں کفر کرتا اس کی عظمت میں ذرّہ بھر فرق نہ آتا اور اگر سارا جہاں ایمان لے آئے اس کی عظمت میں ذرّہ بھر اضافہ نہ ہو کہ اس کی عظمت نامحدود ہے اور نامحدود پر اضافہ محال، بالجملہ یہ معاملہ زید اور اس کے رب میں ہے شرعاً اس پر کوئی الزام نہیں کہ صاف تاویل موجود ہے، ہاں حفظِ زبان کی احتیاط لازم، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۵ اص ۲۶۸ تا ۲۷۰)

(۲۱) فرعون کو مسلمان اور ترکِ موالات کو پانچ بنائے اسلام سے بڑھ کر ماننے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

اس کی دونوں باتیں کفر ہیں، فرعون بالاجماع وبنصِ قطعی قرآن کافر تھا،

قال اللہ تعالیٰ کذبت قبلھم قوم نوح واصحاب الرس وثمود ○ وعاد وفرعون واخوان لوط ○ واصحاب الایکۃ وقوم تبع ط کل کذب الرسل فحق وعید[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کافروں سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا نوح کی قوم اور رس والوں اور ثمود نے اور فرعون اور قومِ لوط نے اور ایکہ والوں اور تبّع کی قوم نے ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو تکذیبِ رسل پر ہم نے جو وعید فرمائی تھی ان سب پر ثابت ہو گئی۔

مسلمانوں کے ایمان کو اس کافر اکفر کے ایمان سے کم کہنا صریح کفر ہے، یہ کفر کو ایمان پر تفضیل دینا ہے، کافر میں ایمان کہاں اور وہ بھی مسلمانوں کے ایمان سے افضل، جس کا نام ان لوگوں نے ترکِ موالات رکھا ہے اول تو وہ ہرگز ترکِ موالات نہیں، مشرکوں سے صراحۃً موالات کر رہے ہیں بلکہ ان کے غلام بن رہے ہیں، ان میں جذب ہو چکے، ان میں فنا ہو رہے ہیں، مشرک کے پس رو ہوئے اسے

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۲ تا ۱۴

اپنا رہنما بنالیا، جو وہ کہتا ہے وہی مانتے ہیں، ان کے سب سے بڑے عالم مولوی عبدالباری فرنگی محلی نے صاف صاف ان باتوں کا اقرار کیا اور صراحۃً لکھ دیا کہ میں نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پرنثار کردی، قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائی، مجوس ہوں خواہ یہود و نصارٰی ہوں خواہ ہنود، اور سب سے بدتر مرتدانِ عنود، اور یہ مدعیان ترک موالات، مشرکین مرتدین سے یہ کچھ موالات برت رہے ہیں، پھر ترکِ موالات کا دعوٰی، اس کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی مشرک مہادیو کو پوجتا جائے اور کہے دیکھو شرک بہت بری چیز ہے سوا خدا کے کسی کو نہ پوجنا غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا، نصارٰی سے ترکِ معاملت جائز دنیویہ جس کا نام انھوں نے ترکِ موالات رکھا ہے اور اسے فرض بلکہ مدارِ ایمان بتاتے ہیں ہرگز شریعت نے اسے واجب نہ کیا، یہ ان کا شریعت پر افترا اور ان کا بلکہ ان کے رہنما گاندھی کی اختراع ہے۔ ان سب امور کی تفصیل ہماری کتاب المحجۃ المؤتمنۃ میں ہے، اور بالفرضِ غلط اگر یہ واجب بھی ہوتی تو اسے اسلام کی پانچوں بناؤں سے بڑھ کر کہنا صریح کفر تھا، اللہ عزوجل کو ایک اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کا رسول برحق ماننے کے برابر بھی کوئی فرض نہیں ہوسکتا سب فرض اس کے نیچے ہیں اور اس کے سبب مقبول، یہ نہ ہو تو سب مردود۔

قال اللہ تعالٰی "وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباءً منثورا"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرماکر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کردیا۔(ت)

وقال تعالٰی "ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین"[2]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔(ت)

بالجملہ واعظ مذکور کے کفر میں کوئی شک نہیں اور اس کے پیچھے نماز ایسی ہے جیسی گاندھی کے پیچھے، اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، اسے واعظ بنانا یا اس کا وعظ سننا درکنار مسلمانوں کو اس سے میل جول، اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا، اس سے سلام کلام، اس کی موت وحیات میں کوئی معاملہ

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۳/ ۸۵

اہلِ اسلام سب یکسر حرام، جب تک وہ اپنے کلماتِ ملعونہ سے توبہ کرکے اسلام نہ لائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۷۲ تا ۲۷۴)

(۲۲) وہابیہ کی عادت ہے کہ ذرا ذراسی بات پر مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دے دیتے ہیں۔ اس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا؛

اب وہابیہ بولیں کس کس کو کافر کہیں گے، مگر ان کو اس پر تنبیہ بیکار، ان کے مذہب کی بناء ہی اس پر ہے کہ اللہ و رسول تک کو مشرک بتاتے ہیں، پھر اور کسی کی کیا گنتی، ان کے امام نے تقویت الایمان میں صاف لکھ دیا؛

"جو کہے اللہ و رسول نے دولتمند کر دیا وہ مشرک ہے"[1]

حالانکہ بعینہٖ یہی کلمہ خود اللہ عزوجل و سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن عظیم و حدیث صحیح میں فرمایا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ و ما نقموا الا ان اغنٰھم اللہ و رسولہ من فضلہ۔[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور انھیں کیا بُرا لگا یہی نا کہ اللہ و رسول نے انھیں دولتمند کر دیا اپنے فضل سے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛

ماینقم ابن جمیل الا انہ ان کان فقیرا فاغناہ اللہ و رسولہ۔[3]

ابن جمیل کو کیا بُرا لگا آخر یہی کہ وہ محتاج تھا اللہ و رسول نے اس کو دولتمند کر دیا۔

مسلمان دیکھیں کہ وہ بات جو اللہ جل جلالہٗ نے فرمائی اللہ کے رسول کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی وہابیہ کا امام منہ بھر کر کہہ رہا ہے کہ جو ایسا کرے مشرک ہے۔ پھر بھلا جس مذہب میں اللہ و رسول تک معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اس سے مسلمانوں کو کافر کہنے کی کیا شکایت!

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ وسیعلم الذین ظلموا ای متقلب

---

[1] تقویۃ الایمان

[2] القرآن الکریم ۹/۷۴

[3] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب فی قول اللہ تعالیٰ و فی الرقاب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۸

ینقلبون[1]

اللہ تعالٰی عظیم کی توفیق وتوانائی کے بغیر نہ بُرائی سے پھرنے کی قوت اور نہ نیکی بجالانے کی طاقت۔ اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۹۰، ۲۹۱)

(۴۳) ایک سُنی المذہب کا نعتیہ شعر ہے:

"پھر روضۂ حضرت کی زیارت کو چل اخلاص
پھر چھوڑ دے تُو بہرِ خدا حبِ وطن کو"

ایک شیعہ نے "حب الوطن من الایمان" کے حوالے سے اس پر اعتراض کیا۔ اس کا جواب دیتے ہُوئے فرمایا:

اسی طرح بکر سُنّی کے شعر مذکور پر اعتراض جہل فاضح یا عناد واضح ہے حب الوطن من الایمان[2] (وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ ت) نہ حدیث سے ثابت نہ ہرگز اس کے یہ معنی۔ امام بدرالدین زرکشی نے اپنی جزء اور امام شمس الدین محمد سخاوی نے مقاصدِ حسنہ اور امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے الدرر المنتشرۃ میں بالاتفاق اس روایت کو فرمایا: لم اقف علیہ[3] (میں اس سے آگاہ نہیں ہوسکا۔ ت) امام سخاوی نے اس کی اصل ایک اعرابی بدوی اور حکیمانِ ہند کے کلام میں بتائی کما یظھر بالرجوع الیہ (جیساکہ اس کی طرف رجوع سے ظاہر ہے۔ ت)، اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اپنے ان بندوں کی کمال مدح فرمائی جو اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت میں اپنا وطن چھوڑ دیں یا رو دیار سے منہ موڑیں، اور ان کی سخت مذمت فرمائی جو حُبِ وطن لئے بیٹھے رہے اور اللہ ورسول کی طرف مہاجر نہ ہوئے۔

قال اللہ تعالٰی انّ الذین توفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنّا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولٰئک ماوٰھم جھنم وساءت مصیرا ○ الا المستضعفین من الرجال والنساء

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ / ۲۲۷
[2] الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ حرف الحاء حدیث ۱۸۹ المکتب الاسلامی بیروت ص ۱۰۰
[3] المقاصد الحسنۃ للسخاوی حدیث ۳۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۰۹
الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ حرف الحاء حدیث ۱۸۹ المکتب الاسلامی بیروت ص ۱۰۰

والولدان لا یستطیعون حیلة ولا یھتدون سبیلا ○ فاولٰئك عسی اللہ ان یعفو عنھم ط
وکان اللہ عفواً غفوراً ○ ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعة ط
ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ
علی اللہ ط وکان اللہ غفوراً رحیما ○[1]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: بیشک ملائکہ جن کی جان نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کررہے تھے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے، کہتے ہیں ہم اس بستی میں کمزور دبائے ہوئے تھے، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین (مدینہ طیبہ) گنجائش والی نہ تھی کہ تم وطن چھوڑ کر اس میں جا رہتے ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی بُری پلٹنے کی جگہ، مگر کمزور اور عورتیں بچے جنھیں کچھ بنائے نہ بنی نہ راہ ملی، قریب ہے کہ اللہ تعالٰی ان کو معاف فرمائے، اللہ تعالٰے معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے، اور جو اللہ کی راہ میں وطن چھوڑ کر اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا اپنے گھر سے نکلے پھر اسے موت آجائے اس کا اجر اللہ کے ذمۂ کرم پر ثابت ہولیا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جو مدینہ طیبہ کی حاضری پر حُبِّ وطن کو ترجیح دیں وہ ظالموں کی طرح ہیں اور جو حُبِّ وطن کو خاک بوسی آستانِ عرش نشان پر تصدق کریں وہ ان مقبولوں میں ہیں۔

قل کل یعمل علی شاکلتہ ط فربکم اعلم بمن ھو اھدٰی سبیلا۔[2]

تم فرماؤ سب اپنے کینڈے (طریقے) پر کام کرتے ہیں تو تمھارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ راہ پر ہے۔

وہ وطن جس کی محبت ایمان سے ہے وطنِ اصلی ہے جہاں سے آدمی آیا اور جہاں جانا ہے، دنیا تو مسافر خانہ ہے۔

کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل[3]، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل[4]، و اللہ تعالٰی اعلم۔

دنیا میں اس طرح رہو جیسے اجنبی یا مسافر، اور ہمارے لئے اللہ تعالٰے کافی ہے اور وہی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۹۷ تا ۱۰۰
[2] " " ۱۷/ ۸۴
[3] کنز العمال حدیث ۶۱۲۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۱۹۶
[4] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۳

سب کا کارساز ہے ، واللہ تعالےٰ اعلم ۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۹۶ ، ۲۹۷)

(۲۴) ؎ شبِ وصل خدا نے نبی سے کہا تُو اور نہیں میں اور نہیں
ہے میم کا پردہ کیا پردہ تُو اور نہیں میں اور نہیں

شعر مذکور کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

یہ اللہ عزّوجل پر افترا ء ہے اور اس کا ظاہر کفر ،

وقد قال اللہ تعالٰی انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[1] ۔

اللہ تعالےٰ کا ارشادِ گرامی ہے : جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے ۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۰۰)

(۲۵) وہابی مولویوں نے تقریر و تحریر میں کہا کہ اللہ تعالےٰ جل مجدہٗ جھوٹ بول سکتا ہے ۔ اعلحضرت علیہ الرحمۃ نے ان کا رَدِّ بلیغ کرنے کے لئے رسالہ "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" تحریر فرمایا جو ایک مقدمہ ، چار تنزیہات اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے ، اس کے مقدمہ میں فرماتے ہیں :

مسلمان کا ایمان ہے کہ مولٰی سبحانہٗ و تعالےٰ کے سب صفات صفاتِ کمال و بروجہ کمال ، جس طرح کسی صفتِ کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں یُونہی معاذاللہ کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا اور صفت کا بروجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں ان کا کوئی ذرّہ اس کے احاطۂ دائرہ سے خارج نہ ہو نہ یہ کہ موجود و معدوم و باطل و موہوم میں کوئی شئے و مفہوم بے اس کے تعلق کے نہ رہے اگرچہ وہ اصلاً صلاحیتِ تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرہ سے محض اجنبی ہو ۔

اب احاطہ و دائرہ کا تفرقہ دیکھئے :

(۱) خالقِ کبیر جل وعلا فرماتا ہے :

خالق کل شئ فاعبدوہ[2] ۔

وہ ہر چیز کا بنانے والا ہے تو اُسے پُوجو ۔

یہاں صرف حوادث مراد ہیں کہ قدیم یعنی ذات و صفات باری تعالےٰ عزّ مجدہٗ مخلوقیت سے پاک ۔

(۲) سمیع و بصیر جل مجدہٗ فرماتا ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵
[2] ؍؍ ؍؍ ۶/ ۱۰۲

انہٗ بکل شیٔ بصیر۔[1]

وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

یہ تمام موجودات قدیمہ وحادثہ سب کو شامل مگر معدومات خارج یعنی مطلقاً یا جس چیز نے ازل سے اب تک

ع۔ فائدہ: اعلم انہ ربما یلمح کلام القاری فی منح الروض الی تخصیص بصرہٖ تعالٰی بالاشکال والالوان وسمعہ بالاصوات والکلام، وقد صرح العلامۃ اللاقانی فی شرح جوہرۃ التوحید بعمومہما کل موجود، وتبعہ سیدی عبد الغنی فی الحدیقۃ وھذا کلام اللاقانی قال "لیس سمعہ تعالٰی خاصًا بالاصوات بل یعم سائر الموجودات ذواتٍ کانت او صفات فیسمع ذاتہ العلیۃ وجمیع صفاتہ الازلیۃ کما یسمع ذواتنا وما قام بنا من صفاتنا کعلومنا والواننا وھکذا بصرہ سبحانہ وتعالٰی لایختص بالالوان ولا بالاشکال والاکوان فحکمہ حکم السمع سواء بسواء فمتعلقھما واحد"[2] انتھی، اما ما قال اللاقانی قبل ذٰلک حیث عرف السمع "بانہ صفۃ ازلیۃ قائمۃ بذاتہ تعالٰی تتعلق بالمسموعات او بالموجودات"[3] الخ والبصر بانہ صفۃ ازلیۃ تتعلق بالمبصرات او بالموجودات[4] الخ فاقول لایجب ان یکون اشارۃ الی الخلاف بل اتی اوّلًا بالمبصرات معتمدا علی بداھۃ تصورہ ثم اردف بالموجودات فرارا عن صورۃ الدور، ولیس فی التعبیرین تناف اصلا، فان المبصر ما یتعلق بہ الابصار ولیس فیہ دلالۃ علی خصوصیۃ شیئ دون شیئ فاذا کان الابصار یتعلق بکل شیئ کان المبصر والموجود متساویین، نعم لما کان ابصارنا الدنیوی العادی مختصا باللون ونحوہ ربما یسبق الذھن الی ھذا الخصوص فازال الوھم بقولہ اوبالموجودات آتیا بکلمۃ او للتخییر فی التعبیر، وھذہ نکتۃ اخرٰی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۶۷ / ۱۹

[2] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ اللاقانی ھی ای الصفات یعنی صفات المعانی الحیاۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱ / ۲۵۵

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

کسوت وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ ابصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے جو اصلاً ہے ہی نہیں، وہ نظر کیا آئے گا تو نقصان جانب قابل ہے نہ کہ جانبِ فاعل۔ شرح فقہ اکبر میں ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

للارداف وانما لم یکتف بہ لان ذکر المبصرات ادخل فی التمییز۔

ثم اقول، تحقیق المقام ان الابصار لاشك انہ لیس کالارادۃ والقدرۃ والتکوین التی لایجب فعلیۃ جمیع التعلقات الممکنۃ لہا بل ہو من الصفات التی یجب ان تتعلق بالفعل بکل مایصلح لتعلقہا کالعلم فعدم ابصار بعض مایصح ان یبصرہ نقص فیجب تنزیہہ تعالٰی عنہ کعدم العلم ببعض مایصح ان یعلم، وھذا مما لایجوز ان یتناطح فیہ عنزان انما الشان فی تعبیر ما یصح تعلق الابصار بہ فان ثبت القصر علی الاشکال و الالوان والاکوان فذاك، وان ثبت عموم الصحۃ بکل موجود وجب القول بتحقق عموم الابصار ازلًا وابدًا لجمیع الکائنات القدیمۃ والحادثۃ الموجودۃ فی ان منتہا المحققۃ او المقدارۃ لما عرف من انہ لایجوز ھٰھنا شیئ منتظر، لکن الاول باطل للاجماع علی رؤیۃ المؤمنین ربہم تبارك وتعالٰی فی الدار الاٰخرۃ فکان اجماعا علی ان صحۃ الابصار لاتختص بما ذکر وقد صرح اصحابنا فی ھذا المبحث ان مصحح الرؤیۃ ھو الوجود وقد اجمعوا کما فی المواقف انہ تعالٰی یرٰی نفسہ فتبین ان الحق ھو التعمیم وان قولہ تعالٰی انہ بکل شیئ بصیر[1] جارعلٰی صرافۃ عمومہ من دون تطرق تخصیص الیہ اصلا ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق ومن اتقن ھذا تیسرلہ اجراءہ فی السمع بدلیل کلام اللہ سبحانہ وتعالٰی فافہم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

فائدہ: واضح ہو کہ "منح الروض" میں ملّا علی قاری کے کلام سے اللہ تعالٰی کی بصارت کا اشکال والوان اور اس کی سمع کا اصوات وکلام کے ساتھ اختصاص کا اشارہ معلوم ہوتا ہے حالانکہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۶۷ / ۱۹

قد افتی ائمۃ سمرقند و بخارا علی انہ (یعنی المعدوم) غیر مرئی ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علامہ لاقانی نے "جوھرۃ التوحید" کی شرح میں اللہ تعالٰی کی مذکورہ دونوں صفات کو تمام موجودات میں عام ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ میں ان کی اتباع کی ہے، اور علامہ لاقانی کا کلام یہ ہے انھوں نے فرمایا اللہ تعالٰی کی سمع صرف اصوات کے ساتھ مختص نہیں کی بلکہ تمام موجودات کو عام ہے خواہ ذوات ہوں یا صفات، تو باری تعالٰی اپنی ذات وصفات کا سامع ہے جس طرح وہ ہماری ذوات اور ہماری صفات مثلاً ہمارے علوم اور الوان کا سامع ہے یونہی سبحانہ وتعالٰی کی بصر کا معاملہ ہے کہ وہ بھی اکوان والوان واشکال کے ساتھ مختص نہیں اس کا معاملہ بھی سمع جیسا ہے اور دونوں صفات برابر ہیں تو دونوں کے متعلقات بھی ایک جیسے ہیں انتہی (اور اس پر علامہ نابلسی کا کلام یہ ہے) لیکن علامہ لاقانی نے جو اس سے قبل فرمایا جہاں سمع کی تعریف یوں کی ہے کہ اللہ تعالٰی کی ازلی صفت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے اور تمام مسموعات یا موجودات سے متعلق ہے الخ اور اللہ تعالٰی کی بصر کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ اس کی ازلی صفت ہے جو تمام مبصرات یا موجودات سے متعلق ہے الخ اقول (اس سے متعلق میں کہتا ہوں) اَو یعنی "یا" سے تعبیر میں ضروری نہیں کہ یہ اختلاف کا اشارہ ہو بلکہ مبصرات کو پہلے ذکر کرکے اس کے تصور کی بداہت کو ظاہر کیا پھر موجودات کو ساتھ ذکر کیا تاکہ دَور لازم نہ آئے جبکہ مبصرات وموجودات دونوں تعبیرات میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ مبصر وہ چیز ہے جس سے ابصار کا تعلق ہوسکے جبکہ کسی شئے سے خصوصیت پر کوئی دلالت نہیں ہے تو جب ابصار کا تعلق ہر چیز سے ہے تو مبصر اور موجود دونوں مساوی ہوئے، ہاں ہماری دنیاوی عادی ابصار چونکہ الوان وغیرہ سے مختص ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ ذہن اس خصوصیت کو اپنائے، اس لئے انھوں نے مذکورہ وہم کے ازالہ کے لئے "اوبالموجودات" کلمہ "او" کو تعبیر میں اختیار دینے کے لئے لائے، تو مبصرات کے بعد موجودات کو ذکر کرنے کا دوسرا نکتہ ہوا، اور صرف موجودات پر اکتفاء اس لئے نہ کیا کہ مبصرات کو امتیاز میں زیادہ دخل ہے پھر میں کہتا ہوں مقام کی تحقیق یہ ہے کہ ابصار بیشک ارادہ اور تکوین صفات جیسی نہیں، جن کا تمام ممکنہ تعلقات سے بالفعل متعلق ہونا واجب نہیں بلکہ ابصار ان صفات میں سے ہے جن کا ممکن التعلق سے متعلق ہونا

(باقی برصفحہ آئندہ)

وقد ذکر الامام الزاھد الصفار فی اٰخر کتاب التلخیص ان المعدوم مستحیل الرؤیۃ، وکذا المفسرون ذکروا ان المعدوم لا یصلح ان یکون مرئی اللہ تعالٰی وکذا قول السلف من الاشعریۃ والماتریدیۃ ان الوجود علۃ جواز الرؤیۃ مع الاتفاق علی ان المعدوم الذی یستحیل وجودہ لا یتعلق بہ برؤیتہ سبحٰنہ[۱] اھ۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۱۴ تا ۳۱۸)

(۲۶) مزید فرمایا:

(۳) قوی قدیر تبارک وتعالٰی فرماتا ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بالفعل واجب ہے جیساکہ علم کا معاملہ ہے تو بعض وہ چیزیں جن کا ابصار ممکن اور صحیح ہوسکتا ہے ان کا عدم ابصار نقص ہوگا لہٰذا اللہ تعالٰی کا اس نقص سے پاک ہونا ضروری ہے جیسے علم سے متعلق بعض اشیاء کا علم نہ ہونا نقص ہے جس سے وہ پاک ومنزّہ ہے، یہ وہ معاملہ ہے جس میں دو آراء نہیں ہوسکتیں۔ اب صرف یہ بحث ہے کہ ابصار کا تعلق کن چیزوں سے ہوسکتا ہے، اگر یہ ثابت ہوجائے کہ ابصار صرف اشکال و الوان و اکوان سے ہی متعلق ہوسکتی ہے تو یہی ہوگا، اور اگر ثابت ہوجائے کہ اس کا تعلق تمام موجودات سے صحیح ہوسکتا ہے تو پھر ازلاً وابداً تمام کائنات وحادثہ خواہ وہ اپنے زمانوں میں محقق ہوں یا مقدر ہوں سب سے ابصار کا تعلق ماننا اور بیان کرنا واجب ہوگا جیساکہ واضح ہے کہ اب کوئی چیز انتظار کے مرحلہ میں نہ ہوگی، لیکن پہلی شق باطل ہے کیونکہ آخرت میں مومنین کے لئے اللہ تعالٰی کی رؤیت پر اجماع ہے (حالانکہ اللہ تعالٰی اشکال والوان سے پاک ہے) تو ثابت ہوا کہ ابصار کا تعلق اشکال والوان سے مختص نہیں ہے جبکہ ہمارے اصحاب نے اس بحث میں تصریح کردی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالٰی کی رؤیت کا مدار صرف وجود پر ہے جبکہ ان کا اجماع ہے کہ اللہ تعالٰی اپنی ذات کو دیکھتا ہے جیساکہ مواقف میں ہے تو ابصار میں تعمیم ہی حق ہے اور اللہ تعالٰی کا ارشاد "انہ بکل شیئ بصیر" کا اجراء اپنے خالص عموم پر ہوگا جس میں کسی قسم کی تخصیص کا شائبہ نہ ہو۔ یوں تحقیق ہونی چاہئے جبکہ اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے، جو بھی اس تحقیق پر یقین رکھے گا اس کے لئے صفت سمع میں بھی عموم کا اجراء آسان ہوگا جس کی دلیل اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "لیس کمثلہ شیئ وھو السمیع البصیر" پس سمجھو۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

[۱] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب یری اللہ تعالٰی فی الآخرۃ بلا کیف دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۲۴۵

وھو علیٰ کل شئ قدیر[1]

وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

یہ موجود و معدوم سب کو شامل بشرطِ حدوث و امکان کہ واجب و محال اصلاً لائقِ مقدوریت نہیں۔

مواقف میں ہے :

القدیم لا یستند الی القادر[2]

قدیم کو قادر کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ (ت)

شرح مقاصد میں ہے :

لا شئ من الممتنع بمقدور[3]

کوئی ممتنع مقدور نہیں ہوتا۔ (ت)　　　(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۲۰)

(۲۷) مزید فرمایا :

(۴) علیم و خبیر عزّ شانہٗ فرماتا ہے :

وھو بکل شئ علیم[4]

وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

یہ کلیہ واجب و ممکن و قدیم و حادث و موجود و معدوم و مفروض و موہوم غرض ہر شئے و مفہوم کو قطعاً محیط جس کے دائرے سے اصلاً کچھ خارج نہیں۔ یہ ان عمومات سے ہے جو عموم قضیہ "ما من عام الا وقد خص منہ البعض" (ہر عام سے کچھ افراد مخصوص ہوتے ہیں۔ ت) سے مخصوص ہیں ،

شرح مواقف میں فرمایا :

علمہ تعالیٰ یعم المفہومات کلہا الممکنۃ والواجبۃ والممتنعۃ فھو اعم من القدرۃ لانہا تختص بالممکنات دون الواجبات والممتنعات[5]

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱۲۰ و ۱۱/۴

[2] مواقف مع شرح المواقف　المقصد الخامس　منشورات الرضی قم ایران　۳/۱۷۸

[3] شرح المقاصد　المبحث الثانی　دار المعارف نعمانیہ لاہور　۱/۲۴۰

[4] القرآن الکریم ۲/۲۹ و ۶/۱۰۱

[5] شرح المواقف　المرصد الرابع　المقصد الثالث　منشورات الشریف الرضی قم ایران　۸/۷۰

اللہ تعالٰی کا علم تمام مفہومات کو شامل ہے خواہ وہ ممکن ہیں یا واجب یا ممتنع، اور وہ قدرت سے عام ہے کیونکہ قدرت کا تعلق فقط ممکنات سے ہے واجبات اور ممتنعات کے ساتھ وہ متعلق نہ ہو۔ (ت)

اب دیکھئے لفظ چاروں جگہ ایک ہے یعنی کل شیئ، مگر ہر صفت نے اپنے ہی دائرے کی چیزوں کو احاطہ فرمایا[عہ۱] جو اس کے قابل اور اس کے احاطہ میں داخل تھیں، تو جس طرح ذات وصفات خالق کا دائرہ خلق میں نہ آنا معاذ اللہ عموم خالقیت میں نقصان نہ لایا، نقصان جب تھا کہ کوئی مخلوق احاطہ سے باہر رہتا یا معدومات کا دائرہ ابصار سے مہجور رہنا عیاذًا باللہ احاطہ بصر الٰہی میں باعث فتور نہ ہوا، فتور جب ہوتا کہ کوئی مبصر خارج رہ جاتا، اسی طرح صفت قدرت کا کمال یہ ہے کہ جو شے اپنی حد ذات[عہ۲] میں ہونے کے قابل ہے اس پر قادر ہو، کوئی ممکن احاطۂ قدرت سے جدا نہ رہے، نہ یہ کہ واجبات ومحالات عقلیہ کو بھی شامل ہو جو اصلاً تعلق قدرت کی صلاحیت نہیں رکھتے، سبحان اللہ، محال کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی طرح موجود نہ ہو سکے، اور مقدور وہ کہ قادر چاہے تو موجود ہو جائے، پھر دونوں کیونکر جمع ہو سکتے ہیں، اور

عہ۱: ای شملت ما فی دائرتها وان لم یشمله اللفظ کما فی العلم ولم تشمل ما لیس فیها وان شمله اللفظ کما فی الخلق وذلک ان الشیئ عندنا یخص بالموجود قال تعالٰی اولا یذکر الانسان انا خلقنٰه من قبل ولم یك شیئا[1] ویعم الواجب، قال تعالٰی قل ای شیئ اکبر شهادة قل الله[2] فافهم ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

یعنی اپنے دائرہ کی ہر شیئ کو شامل ہے اگرچہ اس کو لفظ شامل نہ ہو جیسے علم میں، اور جو دائرہ میں نہ ہو اس کو شامل نہیں اگرچہ لفظ اس کو شامل ہو جیسے خلق میں، یہ اس لئے کہ ہمارے نزدیک صرف موجود ہی شیئ کہلاتی ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا انسان کو یاد نہیں کہ ہم نے اسے پیدا کیا جبکہ اس سے قبل کوئی شے نہ تھا، اور شیئ واجب کو بھی شامل ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا، فرما دیجئے کون سی شے شہادت میں بڑی ہے؟ فرما دو اللہ۔ اسے سمجھو ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (ت)

عہ۲: یشیر الی ان مصحح المقدوریة نفس الامکان الذاتی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اشارہ کیا کہ مقدوریت کی صحت کا مدار نفس امکان ذاتی پر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۹ /۶۷

[2] " " ۶ /۱۹

اس کے سبب یہ سمجھنا کہ کوئی شئے دائرۂ قدرت سے خارج رہ گئی محض جہالت کہ محالات مصداق وذات سے بہرہ ہی نہیں رکھتے حتّٰی کہ فرض وتجویز[ع] عقلی میں بھی تو اصلاً یہاں کوئی شیئ تھی ہی نہیں جسے قدرت شامل نہ ہوئی یا انّ اللہ علٰی کل شیئ قدیر[1] کے عموم سے رہ گئی۔

یہاں سے ظاہر ہوگیا کہ مغویانِ تازہ جو اِسی مسئلۂ کذب و دیگر نقائص وغیرہا کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں کہ مثلاً کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو معاذ اللہ عاجز ٹھہرا اور انّ اللہ علٰی کل شیئ قدیر[2] کا انکار ہوا۔ یہ اُن ہوشیاروں کی محض عیاری و تزویر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ۱۵ ص ۳۲۰ تا ۳۲۲)

(۲۸) رسالہ مذکورہ کی تنزیہ اوّل میں فرمایا:

نص ۱۲: امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قولہ تعالٰی فلن یخلف اللہ عھدہ یدل علی انہ سبحانہ وتعالٰی منزہ عن الکذب وعدہ وعیدہ، قال اصحابنا لان الکذب صفۃ نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال، وقالت المعتزلۃ لان الکذب قبیح لانہ کذب فیستحیل ان یفعلہ فدل علی ان الکذب منہ محال[3] اھ ملحضا۔

اللہ عزوجل کا فرمانا کہ "اللہ ہرگز اپنا عہد جھوٹا نہ کرے گا" دلالت کرتا ہے کہ مولٰی تعالٰی سبحانہ، وعدہ و وعید میں جھوٹ سے منزّہ ہے، ہمارے اصحاب اہلسنّت وجماعت اس دلیل سے کذبِ الٰہی کو ناممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ عزّوجل پر نقص محال، اور معتزلہ اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہ ہے تو باری عزّوجل سے صادر ہونا محال، غرض ثابت ہوا کہ کذبِ الٰہی اصلاً امکان نہیں رکھتا اھ (ملخصاً)۔

ع اوردہ تفسیر المراد بالفرض ۱۲ منہ

فرض سے مراد کی تفسیر کے لئے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

[2] "

[3] مفاتیح الغیب تحت الآیۃ ۲/ ۸۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۳۱

نص ۱۳: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وتمت کلمت ربك صدقا وعدلا ط لا مبدل لکلمٰتہ ج وھو السمیع العلیم[1]

پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں، کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سنتا جانتا۔

امام ممدوح اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں:

اعلم ان ھذہ الاٰیۃ تدل علی ان کلمۃ اللہ موصوفۃ بصفات کثیرۃ (الی ان قال) الصفۃ الثانیۃ من صفات کلمۃ اللہ کونھا صدقا والدلیل علیہ ان الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال[2]

یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ تعالٰی کی بات بہت صفتوں سے موصوف ہے، از انجملہ اس کا سچا ہونا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

نص ۱۴: یہیں فرماتے ہیں:

صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللہ تعالٰی محال[3]

دلائل قرآن وحدیث کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ کذبِ الٰہی محال مانا جائے۔

نص ۱۵: زیر قولہ تعالٰی: ماکان للہ ان یتخذ من ولد سبحٰنہ[4] (اللہ تعالٰی کی شان نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بچہ ٹھہرائے وہ پاک ہے۔ ت) بعض تمسکاتِ معتزلہ کے رد میں فرماتے ہیں:

اجاب اصحابنا عنہ بان الکذب محال علی اللہ تعالٰی[5]

اہلسنت نے جواب دیا کہ کذبِ الٰہی محال ہے۔

نص ۱۶: علامہ سعد تفتازانی شرح مقاصد میں انھیں امام ہمام سے ناقل:

صدق کلامہ تعالٰی لما کان عندنا ازلیا امتنع کذبہ لان ما ثبت قدمہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۵

[2] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت الآیۃ ۶/ ۱۱۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/ ۱۳۱

[3] " " " " " " " " ۱۳/ ۱۶۰، ۱۶۱

[4] القرآن الکریم ۱۹/ ۳۵

[5] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت الآیۃ ۱۹/ ۳۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۱/ ۱۰۶

امتنع عدمہ[1]

کلامِ خدا کا صدق جب کہ ہم اہلسنت کے نزدیک ازلی ہے تو اس کا کذب محال ہوا کہ جس چیز کا قِدم ثابت ہے اس کا عدم محال ہے۔

تنبیہ: انھیں امام علام کا ارشاد کہ "کذبِ الٰہی کا جواز ماننا قریب بکفر ہے"، ان شاء اللہ تنزیہ چہارم میں آئے گا۔

نص ۱۷: تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ○ انکار ان یکون احد اکثر صدقا منہ فانہ لا یتطرق الکذب الی خبرہ بوجہ لانہ نقص وھو علی اللہ تعالٰی محال[2]۔

اللہ تعالٰی اس آیت میں انکار فرماتا اس سے کہ کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا ہو کہ اس کی خبر تک تو کسی کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں ـــــــــــــ کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰے پر محال۔

نص ۱۸: تفسیر مدارک شریف میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ○ تمییز وھو استفہام بمعنی النفی ای لا احد اصدق منہ فی اخبارہ ووعدہ ووعیدہ لاستحالۃ الکذب علیہ تعالٰی لقبحہ[ع] لکونہ

ع: اقول استدل قدس سرہ بالقبح اما فی نظر الظاھر فلانہ رحمہ اللہ تعالٰی من ائمتنا الماتریدیۃ ولذا عدلت عنہ الاشاعرۃ کصاحب المواقف وصاحب المفاتیح کما سمعت نصھما واما عند التحقیق فلان عقلیۃ القبح بھذا المعنی من المجمع علیہ بین العقلاء وھٰؤلاء الاشاعرۃ رحمھم اللہ تعالٰی انفسھم ناصون بذٰلک فلا علیک من ذھول من ذھل کما اومأنا الیہ فی صدر البحث واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی العشر دار المعارف نعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۷

[2] انوار التنزیل واسرار التاویل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۴/ ۸۷ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۲۹

اخبار عن الشیٔ بخلاف ماھو علیہ[1]

آیت میں استفہام انکاری ہے یعنی خبر و وعدہ و وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب تو محال بالذات ہے کہ خود اپنے معنی ہی کی رُو سے قبیح ہے کہ خلافِ واقع خبر دینے کا نام ہے۔

نص ۱۹: تفسیر علامۃ الوجود سیدی ابی السعود عمادی میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ○ انکار لان یکون احد اصدق منہ تعالٰی فی وعدہ وسائر اخبارہ وبیان لاستحالتہ کیف لا والکذب محال علیہ سبحٰنہ دون غیرہ[2]

آیت میں انکار ہے اس کا کہ کوئی شخص اللہ تعالٰی سے زیادہ سچا ہو وعدہ میں یا کسی اور خبر میں، اور بیان ہے اس زیادت کے محال ہونے کا، اور کیوں نہ محال ہو کہ اللہ تعالٰی کا کذب تو ممکن ہی نہیں بخلاف اوروں کے۔

نص ۲۰: تفسیر روح البیان میں ہے:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ○ انکار لان یکون احد اکثر صدقا منہ فان الکذب نقص وھو علی اللہ محال دون غیرہ[3] اھ ملخصًا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقول علامہ قدس سرہ نے قبح سے استدلال کیا ظاہر نظر میں تو اس لئے کہ آپ رحمہ اللہ تعالٰی ہمارے ائمہ ماتریدیہ میں سے ہیں اسی لئے اشاعرہ نے قبح سے استدلال نہ کیا جیسا کہ آپ نے صاحبِ مواقف اور صاحبِ مفاتیح کی نصوص سُنیں، اور عند التحقیق اس لئے کہ اس معنٰی میں قبح عقلی ہونا عقلاء اور اشاعرہ میں متفقہ چیز ہے جس کو خود اشاعرہ رحمہم اللہ تعالٰی نے بیان فرمایا جیسا کہ ہم نے بحث کی ابتداء میں اشارہ کیا ہے کسی کے ذہول سے تجھ پر کوئی اعتراض نہیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ومن اصدق الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۱
[2] ارشاد العقل السلیم " " " " دار احیاء التراث العربی " ۲/ ۲۱۱، ۲۱۲
[3] تفسیر روح البیان " " " " المکتبۃ الاسلامیہ الریاض ۲/ ۲۵۵

آیت اس امر کا انکار فرماتی ہے کہ کوئی شخص صدق میں اللہ سے زائد ہو کہ کذب عیب ہے اور
وُہ خدا پر محال ہے، نہ اس کے غیر پر اھ ملخصاً۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۲۶ تا ۳۲۹)

(۲۹) مزید فرمایا:

نص ۳۰: افسوس کہ امام الوہابیہ کے نسباً چچا اور علماً باپ اور طریقۃً دادا یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بھی اس پسر نامور کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالٰی فلن یخلف اللہ عھدہٗ[1] (اللہ تعالٰی ہرگز اپنے عہد کے خلاف نہیں فرماتا۔ ت) یوں تصریح کی ٹھہرائی:

خبر او تعالٰی کلام ازلی اوست و کذب در کلام نقصانے ست عظیم کہ ہرگز بصفات او راہ نمی یابد، در حق او تعالٰی کہ مبرّا از جمیع عیوب و نقائص ست خلاف خبر مطلقاً نقصان ست[2] اھ ملخصاً

اللہ تعالٰی کی خبر ازلی ہے، کلام میں جھُوٹ ہونا عظیم نقص ہے لہٰذا وُہ اللہ تعالٰی کی صفات میں ہرگز راہ نہیں پاسکتا اللہ تعالٰی کہ تمام نقائص و عیوب سے پاک ہے اس کے حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے اھ ملخصاً (ت)

مدعیانِ جدید سے پوچھا جائے جنابِ باری میں کہاں تک نقصان مانتے ہیں، ولا حول و لا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم، اللہ تعالٰی سچّا ایمان سچّا ادب نصیب فرمائے، آمین!

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۳۱)

(۳۰) تنزیہ دوم میں فرمایا:

دلیل دوم: العظمۃ للہ اگر کذبِ الٰہی ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن لازم آئیں کہ اُٹھائے نہ اُٹھیں، کافروں ملحدوں کو اعتراض و مقال و عناد و جدال کی وہ مجالیں ملیں کہ مٹائے نہ مٹیں۔ دلائل قرآن عظیم و وحی حکیم یک دست ہاتھ سے جائیں، حشر و نشر و حساب و کتاب و جنت و نار و ثواب و عذاب کسی پر یقین کی کوئی راہ نہ پائیں کہ آخر ان امور پر ایمان صرف اخبارِ الٰہی سے ہے جب معاذ اللہ کذبِ الٰہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبرِ الٰہی میں احتمال رہے گا، شاید یُونہی فرمادی ہو، شاید ٹھیک نہ پڑے۔ سبحٰنہ وتعالٰی عمّا یصفون (پاک اور بلند ہے اللہ تعالٰی کی ذات اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ ت) لاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ یہ دلیل شرح مقاصد میں افادہ فرمائی جس کی عبارت

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

[2] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیۃ فلن یخلف اللہ عھدہٗ دار الکتب لال کنواں دہلی ص ۳۰۷

نص چہارم میں گزری، اور امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی وتمّت کلمت ربك صدقا وعدلا (پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں۔ ت) اس کی طرف اشعار کیا کذبِ الٰہی کے محال ہونے پر دلیل عقلی قائم کرکے فرماتے ہیں:

ولایجوز اثبات ان الکذب علی اللہ محال بالدلائل السمعیۃ لان صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللہ محال فلو اثبتنا امتناع الکذب علی اللہ تعالٰی بالدلائل السمعیۃ لزم الدور وھو باطل[1]

اللہ تعالٰی سے کذب کے محال ہونے کو دلائل سمعیہ سے ثابت کرنا جائز ہی نہیں کیونکہ خود ان دلائل سمعیہ کی صحت اس پر موقوف ہے کہ کذب اللہ تعالٰی سے محال ہے اگر ہم اللہ تعالٰی سے امتناعِ کذب کو دلائل سمعیہ سے ثابت کریں گے تو دور لازم آجائے گا جو باطل ہے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق تنویر دلیل یہ ہے کہ عقل جس امر کو ممکن جانے گی اور ممکن وہی جسے وجود و عدم دونوں سے یکساں نسبت ہو تو چاہے وہ امر کیسا ہی مستبعد ہو مگر عقل از پیشِ خویش اس کے ازلاً ابداً عدمِ وقوع پر جزم نہیں کرسکتی کہ ہر ممکن مقدور، اور ہر مقدور صالح تعلق ارادہ اور ارادہ الٰہیہ امر غیب ہے جس تک عقل کی اصلاً رسائی نہیں، پھر وہ بطورِ خود کیونکر کہہ سکتی ہے کہ اگرچہ کذبِ الٰہی زیرِ قدرت ہے مگر مجھے اس کے ارادہ پر خبر ہے کہ ازل سے ابد تک بولا نہ بولے، ارادہ پر حکم وہیں کرسکتے ہیں جہاں خود صاحبِ ارادہ جل مجدہٗ خبر دے کہ فلاں امر ہم کبھی صادر نہ فرمائیں گے، کقولہٖ تعالٰی:

لایکلف اللہ نفسا الاوسعہا[2]۔

اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ (ت)

وقولہٖ تعالٰی:

یرید اللہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر[3]

اللہ تعالٰی تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے تم پر تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔ (ت)

امام فخر الدین رازی تفسیر سورۂ بقرۃ میں زیر آیۂ کریمہ ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون

---

[1] مفاتیح الغیب تحت الآیۃ ۶/ ۱۱۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/ ۱۳۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[3] " " ۲/ ۱۸۵

(یا تم اللہ تعالٰی کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ ت) فرماتے ہیں:

الاٰیۃ تدل علٰی فوائد (الٰی ان قال) ثانیہا ان کل ما جاز وجودہ وعدمہ عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات او الی النفی الابدلیل سمعی[1]۔

یہ آیت مبارکہ کئی فوائد پر دال ہے (آگے چل کر کہا) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جس شیئ کا وجود و عدم عقلاً جائز ہو اس کے اثبات و نفی کے لئے دلیل سمعی کی طرف رجوع ضروری ہے۔ (ت)

اور تفسیر سُورۂ انعام میں زیر قولہ تعالٰی قل اللّٰہ شہید بینی و بینکم (فرما دیجئے اللہ تعالٰی میرے اور تمھارے درمیان گواہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں:

المطالب علی اقسام ثلٰثۃ منہا ما یمتنع اثباتہ بالدلائل السمعیۃ، فان کل ما یتوقف صحۃ السمع علی صحتہ امتنع اثباتہ بالسمع والالزم الدور و منہا ما یمتنع اثباتہ بالعقل وھو کل شیئ یصح وجودہ ویصح عدمہ عقلا فلا امتناع فی احد الطرفین اصلا فالقطع علی احد الطرفین بعینہ لا یمکن الابالدلیل السمعی[2] الخ۔

مطالب کی تین اقسام ہیں: ایک جن کا اثبات دلائل سمعیہ سے ممتنع ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس کا اثبات صحتِ سمع پر موقوف ہے اس کا اثبات سمع سے نہیں ہوسکتا ورنہ دور لازم آئے گا، دوسرا جن کا اثبات عقل سے ممتنع ہے اور وہ ہر وہ شَے ہے جس کا وجود و عدم عقلاً صحیح ہو دونوں میں سے کوئی ممتنع نہ ہو تو اب ایک جانب میں لقین دلیل سمعی کے بغیر ممکن نہیں الخ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۳۵، ۳۳۶)

(۱۳۱) مزید فرمایا:

دلیل چہارم، جس کی طرف امام فخر الدین رازی نے نص ۱۶ میں اشارہ فرمایا کہ جب اہلسنت کے نزدیک اللہ و جل کا صدق ازلی تو کذب محال کہ ہر ازلی ممتنع الزوال۔

اقول وباللّٰہ التوفیق تصویر دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر اسم صادق کا اطلاق قطع نظر اس سے کہ قرآن عہ و حدیث و اجماع سے ثابت، مخالفان عنید یعنی طائفہ جدیدہ کو بھی

عہ اما القراٰن فقولہ تعالٰی ذٰلک جزینٰہم ببغیہم وانا لصٰدقون[3] وقولہ تعالٰی

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مفاتیح الغیب تحت الاٰیۃ ۲/ ۸۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۳۲

[2] " " ۵/ ۱۹ " " " ۱۲/ ۱۴۶

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۶

مقبول کہ وہ بھی اللہ عزوجل کو صادق بالفعل تو مانتے ہیں اگرچہ صادق بالضرورۃ ہونے سے صاف انکار کرتے ہیں کہ جب کذب ممکن جانا اور امکان نہیں مگر جانبِ مخالف سے سلبِ ضرورت، تو لاجرم باری تعالٰی کے صادق ہونے کو ضروری نہ مانا، مگر جاہل کہ صادق بالفعل ماننا ہی ان کے مذہب نامہذب کا استیصال کر گیا کہ جب وہ صادق ہے اور صدق مشتق قیام مبدء کو مستلزم، تو واجب کہ صدق اس کی ذات پاک سے قائم اور ذاتِ الٰہی سے قیام حوادث محال، تو ثابت کہ صدقِ الٰہی ازلی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ۱۵ ص ۳۳۹، ۳۴۰)

(۳۲) مزید فرمایا:

دلیل پنجم اگر باری عزوجل اگر کذب سے متصف ہو سکے تو اس کا کذب اگر ہوگا تو قدیم ہی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ومن اصدق من اللہ قیلا[1] فان المعنی ان اللہ تعالٰی اصدق قائل وحمل الاصدق حمل الصادق مع زیادۃ، واما الحدیث فقد عد الصادق من الاسماء الحسنٰی فی حدیث ابن ماجۃ[2] وحدیث الحاکم فی المستدرک وابی الشیخ وابن مردویۃ فی تفسیریھما وابی نعیم فی کتاب الاسماء الحسنی کلھم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واما الاجماع فظاھر لاینکر ۱۲ منہ۔

قرآن میں اللہ تعالٰی کا فرمان ہے یہ ہم نے ان کو بغاوت کی سزا دی اور ہم یقیناً سچے ہیں، دوسرے مقام پر فرمایا: اللہ تعالٰی سے بڑھ کر کون زیادہ سچا ہے۔ معنٰی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی سب سے بڑھ کر صادق ہے۔ اور اصدق کا حمل صادق مع زیادۃ کا حمل ہے۔ رہی حدیث تو حدیث میں اسماءِ حسنٰی میں صادق کو شمار و شامل کیا گیا ہے، اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور اسے ابن ماجہ، حاکم نے مستدرک میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے اپنی تفاسیر اور امام ابونعیم نے "کتاب الاسماء الحسنٰی" میں ذکر کیا، رہا اجماع تو وہ واضح ہے اس کا انکار کیا ہی نہیں جا سکتا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الدعاء باب اسماء اللہ عزوجل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۳

ہوگا کہ اس کی کوئی صفت حادثہ نہیں، اور جو قدیم ہے معدوم نہیں ہوسکتا، تو لازم کہ صدق الٰہی محال ہوجائے حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل، تو کذب سے اتصاف ناممکن، یہ دلیل تفسیر کبیر و مواقف و شرح مقاصد میں افادہ فرمائی، امام کی عبارت یہ ہے زیر قولہ تعالٰی ومن اصدق من اللہ حدیثا[1] (اللہ تعالٰی سے بڑھ کر کون ہے سچی بات فرمانے والا۔ ت) امتناعِ کذبِ الٰہی پر اہلسنت کی دلیل بیان کرتے ہیں:

اما اصحابنا فدلیلھم انہ لوکان کاذبا لکان کذبہ قدیما، ولوکان کذبہ قدیما لامتنع زوال کذبہ لامتناع العدم علی القدیم، ولو امتنع زوال کذبہ قدیما لامتنع کونہ صادقا، لان وجود احد الضدین یمنع وجود الضد الاٰخر فلوکان کاذبا لامتنع ان یصدق لکنہ غیر ممتنع، لانا نعلم بالضرورۃ ان کل من علم شیئا فانہ لایمتنع علیہ ان یحکم علیہ بحکم مطابق للمحکوم علیہ، والعلم بھذہ الصحۃ ضروری، فاذا کان امکان الصدق قائما کان امتناع الکذب حاصلا لامحالۃ[2]۔

ہمارے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ کاذب ہے تو اس کا کذب قدیم ہوگا، اگر اس کا کذب قدیم ہے، تو اس کے کذب کا زوال ممتنع ہوگا کیونکہ قدیم پر عدم ممتنع ہوتا ہے۔ اور اگر اس کے کذب کا زوال قدیماً ممتنع ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا کیونکہ ضدین میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کے لئے امتناع کا سبب ہوتا ہے، تو اگر وہ کاذب ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا لیکن یہ تو ممتنع نہیں کیونکہ ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ جو شخص کسی شئ کے بارے میں علم رکھتا ہو اس کے لئے اس شئے پر محکوم علیہ کے مطابق حکم لگانے میں کوئی امتناع نہیں اور اس ضابطہ کی صحت کا علم و یقین ضروری ہے جب امکانِ صدق قائم ہے تو کذب کا حصول ہر صورت میں ممتنع ہوگا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۴۱، ۳۴۲)

(۳۳) مزید فرمایا:

دلیل ششم، **اقول** وبحول اللہ اصول (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے بیان کرتا ہوں۔ ت) کلامِ الٰہی ازل میں بایجابِ کلی حق تھا، معاذ اللہ اس کا بعض باطل یا نہ حق نہ باطل،

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۷

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۴/ ۸۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۰/ ۱۷۳

شق ثانی تو کفرصریح[ع۱] اور ثالث میں مطابقت ولامطابقت دونوں کا ارتفاع اور وہ قطعاً محال ، اوّلاً[ع۲] بالبداہۃ ،

فان ارتفاع محمولی الانفصال الحقیقی عن الموضوع کارتفاع النقیضین۔
کیونکہ انفصالِ حقیقی کے دونوں محمول کا موضوع سے ارتفاع نقیضین کے ارتفاع کی طرح ہوتا ہے۔ (ت)

ثانیاً باجماع عقلاً ،
حتی الجاحظ المعتزلی وانما نزاعہ[ع۳] فی مجرد التسمیۃ۔
حتی کہ جاحظ معتزلی بھی قائل ہے نزاع محض نام میں ہے۔ (ت)

ع۱ ای فلا یرضی بہ المخالف ایضا فلا ینافی عقلیۃ البرھان وانما اکتفی بہ قصرا للمسافۃ والا فلہ طریق قد عرفت وھو وجوب الکذب و امتناع الصدق الباطل ببداھۃ العقل ۱۲ منہ۔
یعنی اس پر مخالف بھی راضی نہ ہوگا اور یہ عقلی برہان کے منافی نہیں، اختصاراً اس پر اکتفاء کرلیا گیا ورنہ اس کے لئے وہ طریق جو تو جان چکا کہ وہ کذب کا وجوب اور صدق کا امتناع ہے جو بداہۃ عقل سے باطل ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ فیہ المقنع وحدیث الاجماع والنص تبرعی ۱۲ منہ۔
یہی کافی ہے اجماع اور نص کی بات بطور تبرع ونفل ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۳ الخبر عند الجمھور اما صادق او کاذب لانہ اما مطابق للواقع الذی ھو المخبر عنہ وھو الصادق ، اولا مطابق وھو الکاذب وھذہ المنفصلۃ حقیقیۃ دائرۃ بین النفی والاثبات ، ونزاع من نازع لیس الا فی اطلاق لفظ الصدق والکذب لغۃ ھل ھما لھذین المعنیین لا فی صدق ھذہ المنفصلۃ[۱] اھ مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سرہٗ ۱۲ منہ۔
جمہور کے نزدیک خبر صادق ہے یا کاذب ، کیونکہ اگر وہ واقع کے مطابق ہے (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[۱] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی السنہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/۱۰۷

ثالثاً خود قرآن عظیم نفی واسطہ پر ناطق،

قال مولانا ذوالجلال "فماذا بعد الحق الا الضلل"[1]

ہمارے مالک صاحبِ جلال کا فرمان ہے: پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔(ت)

تو لاجرم شق اوّل متعین، اور شاید مخالف بھی اس سے انکار نہ رکھتا ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ۱۵ ص ۳۴۲ تا ۳۴۴)

(۳۴) مزید فرمایا:

دلیل بست و ہشتم: قال عزوجل:

ومن اصدق من اللہ قیلا[2]

(اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔ت)

اقول وباللہ التوفیق آیۂ کریمہ نص جلی کہ کذبِ الٰہی محال عقلی ہے، وجہِ دلالت سنئے خادمِ تفسیر وحدیث و واقف کلماتِ فقہاء پر روشن کہ امثال عبارات اگرچہ بظاہر نفی مزیت غیر کرتی ہیں مگر حقیقۃً تفضیل مطلق و نفی برتر وہمسر کے لئے مسوق ہوتی ہیں۔ سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے افضل کوئی نہیں یعنی سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں۔

ومن احسن من اللہ صبغۃ[3]

یعنی صبغۃ اللہ سب سے احسن ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تو صادق، اگر مطابق نہیں تو کاذب، اور یہ منفصلہ حقیقیہ ہے جو نفی و اثبات کے درمیان دائر ہے اور جس نے بھی اس میں نزاع کیا ہے وہ صرف لغۃً لفظ صدق وکذب کے اطلاق میں کیا ہے کہ کیا وہ ان دونوں معنی کے لئے ہیں منفصلہ حقیقیہ جس کے دونوں محمول مرتفع ہوں، صدق میں نہیں اھ مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سرہٗ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۲

[2] " " ۴/ ۱۲۲

[3] " " ۲/ ۱۳۸

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللّٰه[1]، ای ھو احسن قولا من کل من عداہ۔
اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے، یعنی وہ دوسرے تمام سے قول میں اچھا ہے۔(ت)

علامۃ الوجود سیدی ابو السعود علیہ رحمۃ الودود تفسیر ارشاد میں زیر قولہ تعالٰی عزوجل ومن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذبا[2] (اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترا بولنے والے سے کون بڑا ظالم ہے۔ت) فرماتے ہیں:

ھو انکار واستبعاد لان یکون احد اظلم ممن فعل ذٰلک او مساویا لہ وان کان سبک الترکیب غیر متعرض لانکار المساواۃ ونفیھا یشھد بہ العرف الفاشی والاستعمال المطرد، فانہ اذا قیل من اکرم من فلان اولا افضل من فلان فالمراد بہ حتما انہ اکرم من کل کریم وافضل من کل فاضل، الا یری الی قولہ عزوجل لاجرم انھم فی الاٰخرۃ ھم الاخسرون ٥ بعد قولہ تعالٰی ومن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذبا الخ والسرفی ذٰلک ان النسبۃ بین الشیئین انما تتصور غالبا لاسیما فی باب المغالبۃ بالتفاوت زیادۃ ونقصانا فاذا لم یکن احدھما ازید یتحقق النقصان لامحالۃ۔[3]

یہ انکار واستبعاد ہے کہ اس سے بڑھ کر یا اس کے مساوی کوئی ظالم نہیں ہوسکتا اگرچہ بظاہر ترکیب انکار ونفی مساوات پر ضرب نہیں لیکن اس پر مشہور عرف اور مسلمہ استعمال شاہد ہے مثلاً جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں، فلاں سے زیادہ بزرگ ہے یا فلاں سے کوئی افضل نہیں، تو اس سے یقیناً یہ مراد ہے کہ ہر کریم سے اکرم اور ہر فاضل سے افضل ہے، کیا رائے ہے اللہ تعالٰی کے اس فرمان مبارک میں "وہ یقیناً آخرت میں خسارے میں ہیں" جس کے بعد فرمایا "اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے"۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ نسبت غالباً دو چیزوں کے درمیان خصوصاً غلبہ میں تفاوت کے باب میں زیادتی اور نقصان میں متصور ہوتی ہے جب ان میں سے کوئی ایک زیادہ نہ ہو تو

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۳

[2] " " ۶/ ۲۱

[3] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت آیۃ ۶/ ۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۱۹

بہرحال نقصان کا ہی تحقق ہوگا۔(ت)

تولاجرم معنیٔ آیت یہ ہیں کہ مولٰی عزوجل کی بات سب کی باتوں سے زیادہ صادق ہے جس کے صدق کو کسی کلام کا صدق نہیں پہنچتا، اور پُرظاہر کہ صدق[1] کلام فی نفسہٖ اصلاً قابلِ تشکیک نہیں کہ باعتبار ذواتِ قضایا خواہ اختلاف قدم وحدوث کلام یا بقا و فنائے سخن یا کمال ونقصان متکلم خواہ کسی وجہ سے اس میں تفاوت مان سکیں، سچی سچی باتیں مطابقت واقع میں سب یکساں، اگر ذرا بھی فرق ہوا تو سرے سے سچ ہی نہ رہا، اصدق وصادق کہاں سے صادق آئے گا، یہ معنی اگرچہ فی نفسہٖ بدیہی ہیں مگر کلام واحد میں لحاظ کرنے سے ان اغبیاء پر بھی انکشافِ تام پائیں گے جنھیں بدیہیات میں بھی حاجت شانہ جنبانہ تنبیہ ہوتی ہے، قرآن عظیم نے فرمایا: محمد رسول اللہ، ہم بھی کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ کیا وہ جملہ محمد رسول اللہ کہ قرآن میں آیا زیادہ مطابق واقع ہے اور ہم نے جو محمد رسول اللہ کہا کم مطابق ہے، حاشا کوئی مجنون بھی اس میں تفاوت گمان نہ کرے گا یا متعدد باتوں میں دیکھئے تو یوں نظر کیجئے، فرقان عزیز نے فرمایا:

وحملہ وفصالہ ثلٰثون شھرا[1]۔

اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔(ت)

ہم کہتے ہیں:

لا الٰہ الا اللہ الملك الحق المبین۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہی مالک حق واضح ہے۔(ت)

کیا وہ ارشاد کہ "بچّے کا پیٹ میں رہنا اور دُودھ چھوٹنا تیس مہینے میں ہے" زیادہ سچّا ہے اور اس قول کے صدق میں کہ "اللہ کے سوا کوئی سچّا معبود نہیں" معاذ اللہ کچھ کمی ہے، تو ثابت ہوا کہ اصدقیت

---

[1] الصدق تارۃ ینسب الی القول واخرٰی الی القائل والکلام ھٰھنا فی المعنی الاول فلا یذھبن ھذا عنك ۱۲ منہ۔

صدق کبھی قول کی طرف منسوب ہوتا ہے اور کبھی قائل کی طرف۔ واضح رہے یہاں گفتگو معنیٔ اوّل میں ہے، یہ بات ذہن نشین رہے ۱۲ منہ(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۶/ ۱۵

بمعنی اشد مطابقۃً للواقع غیر معقول ہے، ہاں نظر سامع میں ایک تفاوت متصور اور اس تشکیک اصدق وصادق میں وہی مقصود ومعتبر جسے دو عبارتوں سے تعبیر کرسکتے ہیں، ایک یہ کہ وقعت وقبول میں زائد ہے مثلاً رسول کی بات ولی کی بات سے زیادہ سچی ہے یعنی ایک کلام کہ ولی سے منقول اگر وہی بعینہٖ رسول سے ثابت ہوجائے قلوب میں وقعت اور قبول کی قوت اور دلوں میں سکون وطمانیت ہی اور پیدا کرے گا کہ ولی سے ثبوت تک اس کا عشر نہ تھا اگرچہ بات حرف بحرف ایک ہے۔ دوسرے احتمال کذب سے ابعد ہونا مثلاً مستور کی بات سے عادل کی بات صادق تر ہے یعنی بہ نسبت اس کے احتمال کذب سے زیادہ دور ہے اور حقیقۃً تعبیر اول اسی تعبیر دوم کی طرف راجع کہ سامع کے نزدیک جس قدر احتمالِ کذب سے دُوری ہوگی اسی درجہ وقعت ومقبولیت پُوری ہوگی، جب یہ امر ممہد ہوگیا تو آیۂ کریمہ کا مفاد یہ قرار پایا کہ اللہ عزوجل کی بات ہر بات سے زیادہ احتمالِ کذب سے پاک ومنزّہ ہے، کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اس کے مساوی نہیں ہوسکتی اور شاید حضرات مخالفین بھی اس سے انکار کرتے کچھ خوفِ خدا دل میں لائیں۔ اب جو ہم خبر اہل تواتر کو دیکھتے ہیں تو وہ بالبداہۃ بروجہ عادت دائمہ ابدیہ غیر متخلفہ علم قطعی یقینی جازم ثابت غیر محتمل النقیض کو مفید ہوتی ہے جس میں عقل کسی طرح تجویز خلاف روا نہیں رکھتی اگرچہ بنظرِ نفس ذات خبر ومخبر امکان ذاتی باقی ہے کہ ان کا جمع علی الکذب قدرتِ الٰہیہ سے خارج نہیں۔ تلویح میں ہے:

المتواتر یوجب علم الیقین بمعنی ان العقل یحکم حکما قطعیا بانھم لم یتواطؤا علی الکذب وان ما اتفقوا علیہ حق ثابت فی نفس الامر غیر محتمل للنقیض، لابمعنی سلب الامکان العقلی عن تواطئہم علی الکذب[1] اھ ملخصًا۔

متواتر سے علم الیقین حاصل ہونے کا معنٰی یہ ہے کہ عقل یہ حکم لگاتی ہے کہ ایسے لوگوں کا اتفاق کذب پر یقیناً نہیں ہوسکتا اور جس پر ان کا اتفاق ہوا ہے وہ حق اور نفس الامر میں ثابت ہے اس میں نقیض کا احتمال نہیں ہے، اس کا یہ معنی نہیں کہ ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کے امکان عقلی کا سلب ہوگیا ہے اھ ملخصا۔ (ت)

مگر ایسا امکان منافی قطع بالمعنی الاخص بھی نہیں ہوتا کما حققہ فی المواقف وشرحہا واشار الیہ فی شرح المقاصد وشرح العقائد وغیرہما (جیسا کہ مواقف اور

---

[1] التلویح والتوضیح لمتن التنقیح الرکن الثانی فی السنۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳

اس کی شرح میں ہے اور اسی کی طرف شرح مقاصد اور شرح عقائد وغیرہ میں اشارہ ہے۔ ت) اسے پیشِ نظر رکھ کر کلام باری تعالٰی کی طرف چلئے، امکانِ کذب ماننے کے بعد مباحث مذکورہ دلیل دوم وفرق امور عادیہ وارادۂ غیبیہ سے قطع نظر بھی ہو تو غایت درجہ اس قدر کہ کلام ربانی وخبر اہل تواتر کانٹے کی تول ہم پلّہ ہوں گے، جیسا کہ احتمالِ کذب یعنی نافی قطع ومنافی جزم اس کلام پاک میں نہیں اس سے خبر تواتر کا بھی دامن پاک اور بنظرِ امکان ذاتی جو احتمالِ عقلی خبرِ تواتر میں ناشی وہ بعینہٖ کلامِ الٰہی میں بھی باقی، پھر کلامِ الٰہی کا سب کلاموں سے اصدق ہونا اور کسی کی بات اس سے صدقاً بھی ہمسری نہ کرسکنا کہ مفادِ آیۂ کریمہ تھا معاذ اللہ کب درست آیا بخلاف عقیدہ مجیدہ اہلسنّت وقایۃ اللہ لھم دامت (ان کو اللہ تعالٰی کی حفاظت دائمی ہو۔ ت) یعنی امتناع عقلی کذب الٰہی کہ اس تقریر پر کلامِ مولٰی جل وعلا میں کسی طرح احتمالِ کذب کا امکان نہیں بخلاف خبر تواتر کہ احتمال امکانی رکھتی ہے اور یہ بات قطعاً صرف اسی کے کلامِ پاک سے خاص، محال ہے کہ کوئی شخص ایسی صورت نکال سکے کہ کسی غیرِ خدا پر کذب محال عقلی ہوجائے۔ عصمت اگر بمعنی امتناع صدور وعدم قدرت ہی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیرِ قدرت۔ اب بحمد اللہ شمس تابندہ کی طرح روشن درخشندہ صادق آیا کہ من اصدق من اللہ قیلاً[1] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) اور العزۃ للہ کیوں نہ صادق آئے کہ آخر من اصدق من اللہ حدیثاً[2] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ ت) یہ دیکھو یہ منشا تھا علماء کے اس ارشاد کا کہ زیر آیت کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیونکر اصدق ہوسکے کہ اس پر تو کذب محال اوروں پر ممکن، والحمد للہ ربّ العٰلمین۔

دلیل بست ونہم: قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی:

قل ایّ شیئ اکبر شھادۃ ط قل اللہ[3]۔

اے نبی! تُو کافروں سے پُوچھ کون ہے جس کی گواہی سب سے بڑی ہے، تُو خود ہی فرمایا کہ اللہ۔ (ت)

اقول اللہ کے لئے حمد ومنت کہ یہ آیۂ کریمہ آیۂ سابقہ سے بھی جلی واظہر، اور افادۂ مراد میں اجلٰی وازہر، وہاں ظاہر نظم نفی اصدقیتِ غیر تھا اور اثبات اصدقیتِ کلام اللہ بحوالۂ عرف یہاں صراحۃً

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲

[2] " " ۴/ ۸۷

[3] " " ۶/ ۱۹

ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی گواہی سب گواہیوں سے اکبر و اعظم و اعلیٰ ہے۔ اب اگر معاذ اللہ امکانِ کذب کو دخل دیجئے تو ہرگز شہادتِ الٰہی کو شہادت اہل تواتر پر تفوق نہیں کہ جو یقین اس سے ملے گا اس سے بھی مہیا اور جو احتمال اس میں بھی باقی اس میں بھی پیدا، تو قرآن پر ایمان لانے والے کو یہی چارہ کہ مذہب مہذب اہلسنّت کی طرف رجوع کرے اور جناب عزت کے امکانِ کذب سے براءت پر ایمان لائے۔ باقی تقریر دلیل مثل دلیل سابق ہے، فافھم واعلم واللہ اعلم۔

دلیل نہم: قال ربنا عز من قائل:

وتمت کلمت ربك صدقا وعدلا ط لا مبدل لکلمٰتہ ج وھو السمیع العلیم[1]

اور پورا ہے تیرے رب کا کلام صدق و انصاف میں، کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سننے والا جاننے والا۔

علماء فرماتے ہیں یعنی باری عزوجل کا کلام انتہا درجہ صدق و عدل پر ہے جس کا مثل ان امور میں متصور نہیں۔ بیضاوی میں ہے:

بلغت الغایۃ اخبارہ واحکامہ ومواعیدہ (صدقا) فی الاخبار والمواعید وعدلا فی الاقضیۃ والاحکام[2]

اللہ تعالٰی کی اخبار، احکام اور مواعید انتہائی کامل ہیں، اخبار و مواعید صدق کے اعتبار سے اور قضایا و احکام عدل کے اعتبار سے۔ (ت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے:

المعنی انہا بلغت الغایۃ القاصیۃ صدقا فی الاخبار والمواعید وعدلا فی الاقضیۃ والاحکام لا احد یبدل شیئا من ذٰلك بما ھو اصدق واعدل ولا بما ھو مثلہ[3]

مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے کلمات اخبار و مواعید میں صدق کے اعتبار سے اور قضایا و احکام میں عدل کے اعتبار سے انتہائی درجہ پر ہیں اس سے بڑھ کر کوئی اصدق و اعدل نہیں جو ان میں سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۵

[2] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۶/ ۱۱۵ دارالفکر بیروت ۲/ ۴۴۵

[3] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۷۸

کسی حکم کو بدل ڈالے بلکہ اس کے مماثل بھی کوئی نہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ۱۵ ص ۳۵۱ تا ۳۵۶)

(۳۵) صدقِ قائل کے درجات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

درجہ ۲: ان لغو وعبث جھوٹوں سے بھی بچے مگر نثر یا نظم میں خیالات شاعرانہ ظاہر کرتا ہو جس طرح قصائد کی تشبیہیں ع

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول[1]

(سعاد کی جدائی پر آج میرا دل مضطرب ہے۔ ت)

سب جانتے ہیں کہ وہاں نہ کوئی عورت سعاد نامی تھی نہ حضرت کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ اس پر مفتون، نہ وہ ان سے جدا ہوئی نہ یہ اس کے فراق میں مجروح، محض خیالات شاعرانہ ہیں، مگر نہ فضول بحث کہ تشحید خاطر وتشویق سامع وترقیق قلب وتزئین سخن کا فائدہ رکھتے ہیں تاہم ازانجا کہ حکایت بے محکی عنہ ہے۔ ارشاد فرمایا گیا:

وما علمنٰہ الشعر وماینبغی لہ[2]

نہ ہم نے اسے شعر سکھایا نہ وہ اس کی شان کے لائق۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

درجہ ۳: ان سے بھی تحرز کرے مگر مواعظ وامثال میں ان امور کا استعمال کرتا ہو جن کے لئے حقیقت واقعہ نہیں جیسے کلیلہ ودمنہ کی حکایتیں، منطق الطیر کی روایتیں، اگرچہ کلامِ قائل بظاہر حکایت واقع ہے مگر تغلیط سامع نہیں کہ سب جانتے ہیں وعظ ونصیحت کے لئے یہ تمثیلی باتیں بیان کی گئی ہیں جن سے دینی منفعت مقصود، پھر بھی انعدام مصداق موجود، ولہذا قرآن عظیم کو اساطیر الاولین[3] (پہلوں کے قصے۔ ت) کہنا کفر ہوا جیسے آج کل کے بعض کفار لئام، مدعیانِ اسلام، نئی روشنی کے پرانے غلام دعوٰی کرتے ہیں کہ کلامِ عزیز میں آدم وحوا کے قصے، شیطان وملک کے افسانے سب تمثیلی کہانیاں ہیں جن کی حقیقت مقصود نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۵۷)

(۳۶) رسالہ مذکورہ کی تنزیہ سوم میں نجدیوں وہابیوں کی ہٹ دھرمی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ہاں اے وہ سوراخو جو سر کے دونوں جانب گوہرِ سماعت کے کان بنے ہو، جن پر ہوا کی موجیں نیسانِ سخن سے بار ور ہو کر مہین مہین پھوہار سے آوازوں کا جھالا برساتی اور ان قدرتی

---

[1] المجموعۃ النبہانیۃ فی المدائح النبویۃ قافیۃ اللام قال کعب بن زہیر دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۵

[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۶۹

[3] ؍؍ ۶/ ۲۵

سیپوں میں ان ننھّی ننھّی بوندیوں سے سننے کے موتی بناتی ہیں کیا کوئی تم میں القی السمع وھو شھید[1] (کان لگائے اور متوجہ ہو۔ت) کے قابل نہیں۔ ہاں اے گوشت کے وہ صنوبری ٹکڑو جو سینوں کے بائیں پہلوؤں میں ملک بدن کے تخت نشیں ہو جن کی سرکار میں آنکھوں کے عرض بیگی کانوں کے جاسوس بیرونی اخبار کے پرچے سناتے اور خرد کے وزیر فہم کے مشیر اپنی روشن تدبیر سے نظم و نسق کے بیڑے اٹھاتے ہیں، کیا تم میں کوئی یستمعون القول فیتبعون احسنہ[2] (کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ت) کا قابل نہیں؟ جان برادر! یقین جان تعصب باطل واصرار عاطل کا وبال شدید ہے، آج نہ کھلا تو کل کیا بعید ہے شب درمیان فردا لوکنا نسمع او نعقل[3] (اگر ہم سنتے یا سمجھتے۔ت) کا، یوم عصیب[4] (یہ بڑی سختی کا دن ہے۔ت) ان موعدھم الصبح الیس الصبح بقریب[5] (بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے کیا صبح قریب نہیں۔ت) اس دن رب ارجعون ۵ لعلّی اعمل صالحاً[6] (اے میرے رب! مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں۔ت) کا جواب کلّا[7] (ہرگز نہیں۔ت) ہوگا اور طعن بے امان الم یاتکم نذیر[8] (کیا تمھارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا۔ت) کے جگر دوز تیر میں بلا کا پلّا، ابھی سویرا ہے ہوش سنبھالو، آنکھیں مل ڈالو، راستہ سوجھنے کی راہ نکالو، چل تو دئے، یہ بھی دیکھتے ہو کہ اس جھکی اندھیری میں کس کے پیچھے ہو، جس نے صرف ایک مسئلہ کذب باری بلکہ خوارج، روافض، معتزلہ، مرجیہ، ظاہریہ، کرامیہ وغیرہم طوائف ضالہ کی بدعات شنیعہ اور ان کے علاوہ صدہا ضلالات قبیحہ قطعیہ کی خندقیں جھنکائیں، اور تمھیں ان قہر ٹھوکروں ستم لغزشوں کی خبر تک نہ ہوئی، چشم فہم میں وہ بلا کی نیندیں جھک آئیں اور پھر گمان یہ کہ اس بیہڑ راہ کا ہدایت مآل، ہیہات ہیہات کہاں ہدایت اور کہاں یہ چال ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم   سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب کوّا کسی قوم کا رہبر ہو تو وہ انھیں ہلاکت کی راہ پر ہی لے جائے گا۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۳۷
[2] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۸
[3] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۰
[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۷۷
[5] القرآن الکریم ۱۱/ ۸۱
[6] القرآن الکریم ۲۳/ ۹۹، ۱۰۰
[7] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۰۰
[8] القرآن الکریم ۶۷/ ۸

للہ اپنی حالت پر رحم کرو قبل اس کے کہ پھر معذرت ربنا ھٰؤلاء اضلونا[1] (اے ہمارے رب! انھوں نے ہم کو بہکایا تھا۔ ت) کام نہ آئے اور لا تختصموا لدی[2] (میرے پاس نہ جھگڑو۔ ت) کی غضب جھنجلاہٹ اذ تبرأ الذین اتبعوا[3] (جب بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیروؤں سے۔ ت) کا رنگ دکھائے ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین[4] (اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۶۰، ۳۶۱)

(۳۷) امام وہابیہ کے ہذیانات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اگر کذب الٰہی محال ہو اور محال پر قدرت نہیں تو اللہ تعالٰی جھوٹ بولنے پر قادر نہ ہوگا حالانکہ

عہ علمائے دین نے جو ارشاد فرمایا کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال، حضرت اس کے رد میں یوں اپنا خبث ظاہر کرتے ہیں:

قولہ وھو محال لانہ نقص والنقص علیہ تعالٰی محال، اقول اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرتِ الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملائکہ وانبیاء خارج از قدرتِ الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرتِ ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی ست، کذب مذکور آرے منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر ست، ولہذا عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ میشمارند الخ[5]

قولہ یہ محال ہے کیونکہ یہ نقص ہے اور نقص اللہ تعالٰی پر محال ہے اقول اگر محال سے مراد ممتنع لذاتہ ہے جو قدرتِ الٰہیہ کے تحت داخل تو ہم نہیں مانتے کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور ہوگا کیونکہ یہ قضیہ غیر مطابق للواقع ہے اور اس کا القاء ملائکہ وانبیاء پر قدرتِ الٰہیہ سے خارج نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ قدرت انسانی قدرتِ ربانی سے زائد ہوجائے کیونکہ یہ قضیہ غیر مطابق للواقع ہے اور اس کا القاء مخاطبین پر اکثر افراد انسانی کی قوت میں ہے، ہاں کذب مذکور اس حکمت کے منافی ہے لہذا یہ ممتنع بالغیر ہے اور اسی لئے عدم کذب کو اللہ تعالٰی کے کمالات سے شمار کرتے ہیں الخ (ت)

بقیہ عبارت سراپا شرارت زیر ہذیان دوم آئے گی ۱۲ عفا اللہ تعالٰی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۳۸ [2] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۸ [3] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۶
[4] ۷/ ۸۹
[5] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ص ۱۷

اگر آدمی اس پر قادر ہیں، تو آدمی کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ گئی، یہ محال ہے تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو۔

اِیّھا المسلمون اِحماکم اللہ شر المجون (اے اہل اسلام! اللہ تعالٰی تمھیں اس خطرناک شر سے محفوظ فرمائے۔ ت) للہ! بنظرِ انصاف اس اغوائے عوام وطغوائے تمام کو غور کرو کہ اس بس کی گانٹھ میں کیا کیا زہر کی پڑیاں بندھی ہیں،

اولاً دھوکا دیا کہ آدمی تو جھوٹ بولتے ہیں خدا نہ بول سکے تو قدرتِ انسانی اس کی قدرت سے زائد ہو حالانکہ اہل سنّت کے ایمان میں انسان اور اس کے تمام اعمال واقوال واوصاف و احوال سب جناب باری عزوجل کے مخلوق ہیں، قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی:

واللہ خلقکم وما تعملون[1]

تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

انسان کو فقط کسب پر ایک گونہ اختیار ملا ہے، اس کے سارے افعال مولٰی عزوجل ہی کی سچی قدرت سے واقع ہوتے ہیں، آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادہ وتکوین کے پلک مار سکے۔ انسان کا صدق وکذب، کفر، ایمان، طاعت، عصیان جو کچھ ہے سب اسی قدیر مقتدر جل وعلا نے پیدا کیا اور اسی کی عمیم قدرت عظیم ارادت سے واقع ہوتا ہے،

وما تشاءون الا ان یشاء اللہ رب العلمین[2]

تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا۔

ع اس کا چاہا ہوا ہمارا نہ ہوا

ماشئت کان وما تشاء یکون لا ما یشاء الدھر والافلاک
(جو تُو نے چاہا ہوگیا، جو آپ چاہیں گے ہو جائے گا، نہیں ہوگا جو دہر اور افلاک چاہیں گے۔ ت)

پھر کتنا بڑا فریب دیا ہے کہ آدمی کا فعل قدرتِ الٰہی سے جُدا ہے یہ خاص اشقیائے معتزلہ کا مذہب نامہذب ہے قرآن عظیم کا مردود ومکذب۔

ثانیاً اقول اس ذی ہوش سے پوچھو انسان کو اپنا جھوٹ بولنے پر قدرت ہے یا

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۹۶
[2] القرآن الکریم ۸۱/ ۲۹

معاذاللہ اللہ عزوجل سے بلوانے پر، پھر قدرت بڑھنا[عہ] توجیب ہو تاکہ اللہ تعالٰی آدمی سے جھوٹ بلوانے پر قابو نہ رکھتا، اپنے کذب پر قادر نہ ہو تو انسان کو اس عزیز جلیل کے کذب پر کب قدرت تھی کہ قدرتِ الٰہی سے اس کی قدرت زائد ہوگئی ولکن "من لم یجعل اللّٰہ لہ نورا فما لہ من نور[1]" (لیکن "جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں"۔ ت)

ثالثًا حضرت کو اسی "یکروزی" میں یہ تسلیم روزی کہ کذب عیب ومنقصت ہے اور بیشک باری عزوجل میں عیب ونقصان آنا محال عقلی، اور ہم اس رسالہ کے مقدمے میں روشن کرچکے کہ محال پر قدرت ماننا اللہ عزوجل کو سخت عیب لگانا بلکہ اس کی خدائی سے منکر ہوجانا ہے۔ حضرات مبتدعین کے معلم شفیق ابلیس خبیث علیہ اللعن نے یہ عجز وقدرت کا نیا شگوفہ ان دہلوی بہادر سے پہلے ان کے مقتدا ابن حزم فاسد العزم فاقد الجزم ظاہری المذہب ردی المشرب کو بھی سکھایا تھا کہ اپنے رب کا ادب و اجلال یکسر پس پشت ڈال کتاب الملل والنحل میں بک گیا کہ انہ تعالٰی قادر ان یتخذ ولدا اذ لو لم یقدر لکان عاجزا[2] یعنی اللہ تعالٰی اپنے لئے بیٹے بنانے پر قادر ہے کہ قدرت نہ مانو تو عاجز ہوگا۔

[عہ] **فائدہ عائدہ ضروری الملاحظہ:** ایہا المسلمون پُرظاہر کہ قدرت بڑھنے کے یہ معنی کہ ایک شَے پر اسے قدرت ہے اسے نہیں، نہ یہ کہ اِسے جس شَے پر قدرت ہے وہ تو اُس کی قدرت میں بھی داخل، مگر ایک اور چیز اس کی قدرت سے خارج جو ہرگز اس کی قدرت میں بھی داخل نہ تھی اسے قدرت بڑھنا کوئی مجنون ہی سمجھے گا۔ یہاں بھی دو چیزیں ہیں، ایک کذب انسانی، وہ قدرتِ انسانی میں مجازًا ہے اور قدرتِ ربانی میں حقیقۃً۔ دوم کذبِ ربانی، اس پر قدرتِ انسانی نہ قدرتِ ربانی، تو انسان کی قدرت کس بات میں معاذاللہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی کی قدرت سے بڑھ گئی۔ ہُوا یُوں کہ مُلاجی بغایت سفاہت وغباوت کہ تمغائے عامۂ اہلِ بدعت ہے، یُوں خیال کیا کہ انسان کو اپنے کذب پر قدرت ہے اور بعینہٖ یہی لفظ جناب عزت میں بول کر دیکھا کہ اسے بھی اپنے کذب پر قدرت چاہیئے ورنہ جو چیز مقدورِ انسان تھی مقدورِ رحمٰن نہ ہوئی، ختمِ الٰہی کا ثمرہ کہ دونوں جگہ اپنے اپنے کا لفظ دیکھ لیا اور فرقِ معنیٰ اصلاً نہ جانا، ایک جگہ اپنے سے مراد ذاتِ انسان ہے دوسری جگہ ذاتِ رحمٰن جل وعلا، پھر جو شَے قدرتِ انسانی میں تھی قدرتِ ربانی سے کب خارج ہُوئی۔ کذٰلک یطبع اللّٰہ علٰی کل قلب متکبر جبار[3] ۱۲ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[2] الملل والنحل لابن حزم

[3] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

10/10

تعالی اللہ عما یقولون الظالمون علوا کبیرا "لقد جئتم شیئا ادا ۵ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ۵ ان دعوا للرحمٰن ولدا ۵ وما ینبغی للرحمٰن ان یتخذ ولدا ۵"[1]

ظالم جو کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے۔ بیشک تم حد کی بھاری بات لائے، قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ گرجائیں ڈھے کر اس پر کہ انھوں نے رحمٰن کے لئے اولاد بتائی اور رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۶۲ تا ۳۶۵)

(۳۸) مزید فرمایا:

مسلمان انصاف کرے کہ یہ تشنیعیں جو علمائے اس بدمذہب ابن حزم پر کیں اس بدمشرب عدیم الحزم سے کتنی بچ رہیں،

کذٰلک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم[2] ط وان اللہ لا یھدی کید الخائنین[3]

ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان سی بات اِن کے اُن کے دل ایک سے ہیں اور اللہ تعالٰی دغابازوں کا مکر چلنے نہیں دیتا۔ (ت)

رابعاً **اقول** العزۃ للہ، اگر دہلوی مُلّا کی یہ دلیل سچّی ہو تو دو خدا، دس خدا، ہزار خدا، بے شمار خدا ممکن ہو جائیں، وجہ سُنئے جب یہ قرار پایا کہ آدمی جو کچھ کر سکے خدا بھی اپنی ذات کے لئے کر سکتا ہے، اور معلوم کہ نکاح کرنا، عورت سے ہم بستر ہونا، اس کے رحم میں نطفہ پہنچانا قدرت انسانی میں ہے تو واجب کہ مُلّاجی کا موہوم خدا بھی یہ باتیں کر سکے ورنہ آدمی کی قدرت تو اس سے بھی بڑھ جائیگی، اور جب اتنا ہو چکا تو وہ آفتیں جن کے سبب اہلِ اسلام اتخاذ ولد کو محال جانتے تھے امام الوہابیہ نے قطعاً جائز مان لیں۔ آگے نطفہ ٹھہرنے اور بچّہ ہونے میں کیا زہر گھُل گیا ہے، وہ کون سی ذلت خواری باقی رہی ہے جس کے باعث انھیں ماننے جھجکنا ہوگا بلکہ یہاں آکر خدا کا عاجز رہ جانا تو سخت تعجب ہے کہ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دُنیا بھر میں بزعم مُلّاجی سب کے لئے اس کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائے گا آخر بچہ نہ ہونا یوں ہوتا ہے کہ نطفہ استقرار

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۸۹ تا ۹۲ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۸ [3] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۲

نہ کرے اور خدا استقرار پر قادر ہے، یا یُوں کہ منی ناقابل عقد و انعقاد، یا مزاجِ رحم میں کوئی فساد، یا خللِ آسیب مانع اولاد، تو جب خدائی ہے، کیا ان موانع کا ازالہ نہ کر سکے گا، بہرحال جب امورِ سابقہ ممکن ٹھہرے تو بچہ ہونا قطعاً ممکن، اور خدا کا بچہ خدا ہی ہوگا۔ قال اللہ تعالٰی:

قل ان کان للرحمٰن ولدٌ فانا اول العابدین[1]

تم فرماؤ بفرضِ محال رحمٰن کے لئے بچہ ہو تو سب سے پہلے میں پُوجتا۔ (ت)

تو قطعاً دُو خدا کا امکان ہُوا اگرچہ منافیِ غیرت ہو کر امتناع بالغیر ٹھہرے اور جب ایک ممکن تو کروڑوں ممکن کہ قدرتِ خدا کو انتہا نہیں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خامساً مُلّائے دہلی کا خدائے موہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا، آدمی کھانا کھاتا ہے پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے، پیشاب کرتا ہے، آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کرلے، سُننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے۔ آدمی قادر ہے کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دے، آگ سے جلالے، خاک پر لیٹے، کانٹوں پر لوٹے، رافضی ہو جائے، وہابی بن جائے، مگر مُلّائے ملوم کا مولائے موہوم یہ سب باتیں اپنے لئے کر سکتا ہوگا ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمالِ قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا۔

اقول غرض خدائی سے ہر طرح ہاتھ دھو بیٹھنا ہے نہ کر سکا تو حضرت کے زعم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں، کر سکا تو ناقص ہوا ناقص خدا نہیں، محتاج ہوا محتاج خدا نہیں، ملوث ہوا ملوث خدا نہیں، تو شمس و امس کی طرح اظہر و ازہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قول ابتر حقیقۃً انکار خدا کی طرف منجر۔

ماقدروا اللہ حق قدرہٖ[2]۔ والعیاذ باللہ من اضلال الشیطٰن۔

انھوں نے اللہ تعالٰی کی صحیح قدر نہیں کی۔ اور شیطان کی گمراہی سے اللہ تعالٰی کی پناہ (ت)

مگر "سُبحان ربّنا" ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علی المحال کی تہمت سراپا ضلال سے کمال منزہ عالم اور عالم کے اعیان، اعراض، ذوات، صفات، اعمال، اقوال، خیر، شر، صدق، کذب، حسن، قبح، سب اسی کی قدرتِ کاملہ و ارادۂ ازلیہ سے ہوتے ہیں، نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر، نہ اپنے لئے کسی عیب و منقصت پر قادر

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۱

[2] " ۲۲/ ۷۴

ہونا اس کی شانِ قدوسی کے لائق و درخور،

تعالی اللہ عمّا یقول الظّالمون علوا کبیرا ○ وسبحٰن اللہ بکرۃ واصیلا، والحمد للہ حمدا کثیرا۔

اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں، صبح و شام اللہ تعالٰی کی تقدیس و پاکیزگی ہے اور تمام اور کثیر حمد اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۶۷، ۳۶۸)

(۳۹) امام وہابیہ کے ہذیان دوم کے شنائع و مفاسد پر تازیانوں کے عنوان سے رَدِّ بلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

تازیانہ ۱: اقول العزۃ للہ والعظمۃ للہ واللہ الذی لا الٰہ الا ھو (عزت اللہ تعالٰی کے لئے اور عظمت اللہ تعالٰی کے ہے، اللہ تعالٰی کی وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ت) کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ط ان یقولون الا کذبا[1] (کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ ت) للہ! یہ ظلم شدید و ضلال بعید تماشا کردنی کہ جابجا خود اپنی زبان سے کذب کو عیب ولوث کہتا جاتا ہے پھر اسے باری عزوجل کے لئے ممکن بتاتا اور اللہ کے جھوٹ نہ بولنے کی وجہ یہ ٹھہراتا ہے کہ حکیم ہے اور مصلحت کی رعایت کرتا ہے پھر ترفعاً عن عیب الکذب وتنزہا عن التلوث بہ یعنی اس لحاظ سے کہ کہیں عیب دلوث سے آلودہ نہ ہوجاؤں کذب سے بچتا ہے۔ دیکھو صاف صریح مان لیا کہ باری عزوجل کا عیب دار وملوث ہونا ممکن، وہ چاہے تو ابھی عیبی وملوث بن جائے، مگر یہ امر حکمت و مصلحت کے خلاف ہے اس لئے قصداً پرہیز کرتا ہے تعالی اللہ عمّا یقولون علوّا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے جو یہ کہتے ہیں۔ ت) اور خود سرے سے اصل مبنائے خود سری دیکھئے، مُلّائے مقبوح کا یہ املائے مقدوح اس کلام ائمہ کے رَد میں ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص باری تعالٰی پر محال، اس کے جواب میں فرماتے ہیں محال بالذات ہونا ہمیں تسلیم نہیں بلکہ ان دلیلوں (یعنی دونوں ہذیانوں) سے ممکن ہے تو کیسی صاف روشن تصریح ہے کہ نہ صرف کذب بلکہ ہر عیب و آلائش کا خدا میں آنا ممکن، واہ بہادر! کیا نیم گردش چشم میں تمام عقائد تنزیہ و تقدیس کی جڑ کاٹ گیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵

عاجز، جاہل، احمق، کاہل، اندھا، بہرا، ہکلا، گونگا سب کچھ ہونا ممکن ٹھہرا۔ کھانا، پینا، پاخانہ پھرنا پیشاب کرنا، بیمار پڑنا، بچہ جننا، اونگھنا، سونا بلکہ مرجانا، مرکے پھر پیدا ہونا سب جائز ہوگیا۔ غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولٰی عزّوجل پر نقص وعیب محال بالذات ہیں، دفعۃً سب باطل و بے دلیل ہوکر رہ گئے۔ فقیر تنزیہ دوم میں زیر دلیل ذکر کر آیا کہ یہ مسئلہ کیسی عظمت والا اصل دینی تھا جس پر ہزارہا مسئلہ ذات وصفات باری عزوجل متفرع ومبنی، اس ایک کے انکار کرتے ہی وہ سب اُڑ گئے، وہیں شرح مواقف سے گزرا کہ ہمارے لئے معرفت صفات باری کی طرف کوئی راستہ نہیں مگر افعالِ الٰہی سے استدلال یا یہ کہ اس پر عیوب و نقائص محال، اب یہ دوسرا راستہ تو تم نے خود بند کردیا، رہا پہلا یعنی افعال سے دلیل لانا کہ اس نے ایسی عظیم چیزیں پیدا کردیں اور ان میں یہ حکمتیں ودیعت رکھیں، تو لاجرم ان کا خالق بالبداہۃ علیم و قدیر وحکیم ومرید ہے۔

اقول اوّلاً یہ استدلال صرف انھیں صفات کمال میں جاری جن سے خلق وتکوین کو علاقہ داری باقی ہزارہا مسائل ثبوتیہ وسلبیہ پر دلیل کہاں سے آئے گی، مثلاً مصنوعات کا ایسا بدیع ورفیع ہونا ہرگز دلالت نہیں کرتا کہ ان کا صانع صفتِ کلام یا صفتِ صدق سے بھی متصف یا نوم واکل وشرب سے بھی منزّہ ہے۔

ثانیاً جن صفات پر دلالت افعال وہاں بھی صرف ان کے حصول پر دال، نہ یہ کہ ان کا حدوث ممنوع یا زوال محال، مثلاً اس نظم حکیم وعظیم بنانے کے لئے بیشک علم وقدرت وارادہ و حکومت درکار، مگر اس سے صرف بناتے وقت ان کا ہونا ثابت، ہمیشہ سے ہونے اور ہمیشہ رہنے سے دلیل ساکت، اگر دلائل سمعیہ کی طرف چلئے۔

اقول اوّلاً بعض صفات سمع پر متقدم تو ان کا سمع سے اثبات دور کو مستلزم۔

ثانیاً سمع بھی صرف گنتی کے سلوب وایجابات میں وارد، ان کے سوا ہزاروں مسائل کس گھر آئیں گے مثلاً نصوص شرعیہ میں کہیں تصریح نہیں کہ باری عزوجل اعراض و امراض و بول وبراز سے پاک ہے، اس کا ثبوت کیا ہوگا۔

ثالثاً نصوص بھی فقط وقوع وعدم پر دلیل دیں گے، وجوب واستحالہ وازلیت وابدیت کا پتا کہاں چلے گا مثلاً بکل شیئ علیم[1]○ علٰی کل شیئ قدیر[2]○ (سب کچھ جانتا ہے، ہر شے پر

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۹

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

قادر ہے۔ت) سے بیشک ثابت کہ اس کے لئے علم وقدرت ثابت، یہ کب نکلا کہ ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گے، اور ان کا زوال اس سے محال، یونہی وھو یطعم ولا یطعم[1] (اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے۔ت) اور لاتاخذہ سنۃ ولانوم[2] (اُسے نہ اُونگھ آئے نہ نیند۔ت) کا اتنا حاصل کہ کھاتا پیتا سوتا اونگھتا نہیں، نہ یہ کہ یہ باتیں اس پر ممتنع، ہاں ہاں ان سب امور پر دلالت قطعی کرنے والا ان تمام دعوائے ازلیت وابدیت ووجوب وامتناع پر بوجہ کامل ٹھیک اُترنے والا ہزاروں ہزار مسائل صفات ثبوتیہ وسلبیہ کے اثبات کا یکبارگی سچا ذمہ لینے والا، مخالف ذی ہوش غیر مجنون ومدہوش کے منہ میں دفعۃً بھاری پتھر دے دینے والا نہ تھا مگر وہی دینی یقینی عقلی بدیہی اجماعی ایمانی مسئلہ کہ باری تعالٰی پر عیب ومنقصت محال بالذات، جب یہی ہاتھ سے گیا سب کچھ جاتا رہا، اب نہ دین ہے نہ نقل نہ ایمان نہ عقل،

انا للہ وانا الیہ راجعون[3] ○ کذلک یطبع اللہ علٰی کل قلب متکبر جبار[4] ○

ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے، اللہ یونہی مُہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔(ت)

ہاں وہابیہ نجدیہ کو دعوتِ عام ہے اپنے مولائے مسلم وامام مقدم کا یہ ہذیان امکان ثابت مان کر ذرا بتائیں تو کہ ان کا معبود بول وبراز سے بھی پاک ہے یا نہیں، حاش للہ! امتناع تو امتناع عدم وقوع کے بھی لالے پڑیں گے، آخر قرآن وحدیث میں تو کہیں اس کا ذکر نہیں، نہ افعالِ الٰہی اس نفی پر دلیل، اگر اجماعِ مسلمین کی طرف رجوع لائیں اور بیشک اجماع ہے، مگر جانِ برادر! یہ بیشک ہم نے یُوں ہی کہا کہ یہ عیب ہیں اور عیب سے تنزیہ ہر مسلمان کا ایمان، تو قطعاً کوئی مسلم ان امور کو روا نہ رکھے گا، جب عیب سے تلوث ممکن ٹھہرا تو اب ثبوتِ اجماع کا کیا ذریعہ رہا، کیا نقل وروایت سے ثابت کرو گے؟ حاشا نقلِ اجماع درکنار سلفاً وخلفاً کتابوں اس مسئلے کا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴
[2] " ۲/ ۲۵۵
[3] " ۲/ ۱۵۶
[4] " ۴۰/ ۳۵

ذکر ہی نہیں، اگر کہئے بول و براز کا وقوع ایسے آلاتِ جسمانیہ پر موقوف جن سے جنابِ باری منزّہ، تو اولاً ان آلات کے بطورِ آلات نہ اجزائے ذات ہونے کے استحالہ پر سوا اس وجوب تنزّہ کے کیا دلیل ہے جسے تمہارا امام و مولٰی رو بیٹھا۔

ثانیاً توقف ممنوع آخر بے آلات زبان و مردمک و پردۂ گوش کلام و بصر و سمع ثابت، یونہی بے آلات بول و براز سے کون مانع، اسی طرح لاکھوں کفریات لازم آئیں گے کہ تمہارے امام کا وہ بہتان امکان تسلیم ہو کر قیامت تک ان سے مفر نہ ملے گی،

کذٰلک "لیحق الحق ویبطل الباطل ولوکرہ المجرمون"[1]

اسی طرح کہ اللہ سچ کو سچ کرے اور جھوٹ کو جھوٹا اگرچہ بُرا مانیں مجرم۔ (ت)

مسلمانوں نے دیکھا کہ اس طائفہ تالفہ کے سردار و امام مدعی اسلام نے کیا بس بویا اور کیا کچھ کھویا اور لاکھوں عقائد اسلام کو کیسے ڈبویا، ہزاروں کفر شنیع و ضلال قطیع کا دروازہ کیسا کھولا کہ اس کا مذہب مان کر کبھی بند نہ ہوگا، پھر دعوٰی یہ ہے کہ دنیا بھر میں ہمیں موحد ہیں باقی سب مشرک، سُبحان اللہ! یہ منہ اور یہ دعوی۔ او ناقص و عیبی و ملوث خدا کے پُوجنے والے! کس منہ سے اس اپنے تراشیدہ باطل موہوم کو حضرت حق سبحانہ کہتا ہے، سبحان اللہ وہی تو سبحانہ کے قابل جس میں دنیا بھر کے عیبوں آلائشوں کا امکان حاصل، العزۃ للہ میں اپنے رب ملک سبوح قدوس عزیز مجید عظیم جلیل کی طرف بہزار جان و صد ہزار جان برا‌ءت کرتا ہوں تیرے اس عیبی آلائشی تراشیدہ معبود اور اس کے سب پُوجنے والوں سے۔ مسلمانو! تمہارے رب کی عزت و جلال کی قسم کہ تمہارا سچا معبود جل وعلا، وہ پاک و منزہ و سبّوح قدوس ہے جس کے لئے تمام صفاتِ کمالیہ ازلاً ابداً واجب للذات اور اصلاً کسی عیب و لوث سے ملوث ہونا جزماً قطعاً محال بالذات اُس کی پاک قدرت اس ناپاک شناعت سے بری و منزّہ کہ معاذ اللہ اپنے عیبی و ناقص بنانے پر حاصل ہو، نعم المولٰی ونعم النصیر[2] (کیا ہی اچھا مولا اور کیا ہی اچھا مددگار۔ ت)

یہ مُلّائے ملوم کا مولائے موہوم تھا جو اپنے لئے عیوب و فواحش پر قدرت تو رکھتا ہے مگر لوگوں کے شرم و لحاظ یا ہمارے سچے خدا کے قہر و غضب سے ڈر کر باز رہتا ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۸

[2] " ۲۲/ ۷۸

ضعف الطالب والمطلوب[1]، لبئس المولٰی ولبئس العشیر[2]

کتنا کمزور چاہنے والا اور جس کو چاہا، بیشک کیا ہی بُرا مولٰی اور بیشک کیا ہی بُرا رفیق۔ (ت)

او سفیہ ملوم کذوب ظلوم! الوہیت و منقصت باہم اعلٰی درجۂ تنافی پر ہیں، الٰہ وہی ہے جس کے لئے جمیع صفات کمال واجب لذاتہ ہوں تو کسی عیب سے اتصاف ممکن ماننا زوال الوہیت کو ممکن جاننا ہے پھر خدا کب رہا، ولکن الظالمین بایٰت اللہ یجحدون[3] (بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔ ت) عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی تفسیر کبیر سے منقول ہوگا کہ باری تعالٰی کے لئے امکانِ ظلم ماننے کا یہی مطلب کہ اس کی خدائی ممکن الزوال ہے، میں گمان نہیں کرتا کہ اس بیباک کی طرح (مسلمانوں کی تو خدا امان کرے) کسی سمجھ وال کافر نے بھی بے دھڑک تصریح کر دی ہو کہ عیب و لوث خدا میں تو آسکتے ہیں مگر بطور ترفع یعنی مشیخت بنی رکھنے کے لئے ان سے دُور رہتا ہے صدق اللہ (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا۔ ت):

ومن اصدق من اللہ قیلا[4] ○ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[5] ○

اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (ت)

والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۷۰ تا ۳۷۴)

(۴۰) مزید فرمایا:

تازیانہ ۵: رب عزوجل فرماتا ہے:

وما انا بظلام للعبید[6]، میں بندوں کے حق میں ستمگر نہیں۔

اور فرماتا ہے:

لا یظلم ربک احدا[7]، تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۷۳
[2] القرآن الکریم ۲۲/۱۳
[3] 〃 ۶/۳۳
[4] 〃 ۴/۱۲۲
[5] 〃 ۲۲/۴۶
[6] 〃 ۵۰/۲۹
[7] 〃 ۱۸/۴۹

اور فرماتا ہے :

ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ[1] بیشک اللہ تعالیٰ ایک ذرے برابر ظلم نہیں فرماتا۔

اقول ان آیات میں مولیٰ عزوجل نے عدم ظلم سے اپنی مدح فرمائی، کیوں[ع] ملاجی! بھلا جو ظلم پر قدرت ہی نہ رکھے اس کی بے ظلمی کی کیا تعریف، یوں تو پتھر کی بھی ثنا کیجئے کہ ظلم نہیں کرتا۔ اسی طرح جو صوبہ ظلم چاہے مگر حاکم بالا کا خوف مانع آئے عقلاً اس کی بھی مدح نہ کریں گے، تو لاجرم باری عزوجل کو ظلم پر قادر رکھئے گا۔ سبحان اللہ! تم سے کیا دور جب کذب وغیرہ ہر عیب وآلائش پر قدرت مان چکے تو ظلم میں کیا ستم رکھا ہے، مگر اتنا سمجھ لیجئے کہ ظلم کہتے ہیں ملکِ غیر میں تصرف بے جا کو۔ جب باری سبحانہ وتعالیٰ کو اس پر قادر مانئے گا تو پہلے بعض اشیاء کو اس کی ملک سے خارج اور غیر کی ملکِ مستقل مان لیجئے۔ مسلمانوں کو

ع بحمد اللہ یہ نقض رفیع بدیع ملائے شنیع کی ساری تقریر فظیع کو سراپا حاوی جس سے اس کے ہذیانوں کا ایک حرف نہ بچ سکے، اس تقریر پریشاں کو پیش نظر رکھ لیجئے اور یوں کہہ چلئے ظلم الٰہی محال نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرتِ انسانی قدرتِ ربانی سے زائد ہو کہ ظلم وستم اکثر آدمیوں کی قدرت میں ہے، ہاں ظلم خلافِ حکمت ہے تو ممتنع بالغیر ہُوا۔ اسی لئے عدمِ ظلم کو کمالاتِ حضرتِ حق سبحانہ سے گنتے اور اس سے اس کی تعریف کرتے ہیں بخلاف شجر وحجر کہ انھیں کوئی عدم ظلم سے ستائش نہیں کرتا، اور ظاہر ہے کہ صفتِ کمال یہی ہے کہ ظلم پر قدرت تو ہو مگر برعایت مصلحت ومقتضائے حکمت آلائش ستمگاری سے بچنے کو ظلم نہ کرے، ایسا ہی شخص سلب عیب ظلم واتصال کمال عدل سے ممدوح ہوگا بخلاف اس کے جس کے اعضاء وجوارح بیکار ہوگئے ہوں کہ ظلم کر ہی نہیں سکتا یا قوت متفکرہ فاسد ہوگئی ہے کہ معنی ظلم سمجھنے اور اس کا قصد کرنے ہی سے عاجز ہے یا وہ شخص کہ جب عدل وانصاف کا حکم دے تو یہ حکم اس سے صادر ہو اور جب ظلم کا حکم چاہے آواز بند ہوجائے یا زبان نہ چلے یا کوئی منہ بند کرلے یا گلا دبادے یا ایک شخص کسی سے سیکھ کر حکم کرتا ہے آپ حکم دینا جانتا ہی نہیں اور وہ بتانے والا اسے احکام عدل وانصاف ہی بتاتا ہے اس وجہ سے ظلم صادر نہیں ہوتا، یہ لوگ عقلاء کے نزدیک قابلِ مدح نہیں، بالجملہ عیب ظلم سے ترفع اور اس کی آلائش سے تنزہ کے لئے ظلم نہ کرنا ہی صفت مدح ہے اور عجز ہو تو کچھ مدح نہیں، یا اس کی مدح پہلے کی مدح سے بہت کم ہے انتہی ملاحظہ کیجئے، نقض اسے کہتے ہیں کہ نام کو لگی نہ رکھے۔ واللہ الموفق ۱۲ منہ سلمہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/۴۰

توبزورِ زبان زور و بہتان مشرک کہتے ہو خود سچّے پکّے کافر مشرک بن جائیے۔
قال تعالٰے:
للہ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض[۱]
اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔
وقال تعالٰے:
قل لمن ما فی السمٰوٰت والارض قل للہ[۲]
تو فرما کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تو فرما اللہ تعالٰے کا ہے۔
وقال تعالٰے:
ام لھم شرک فی السمٰوٰت والارض[۳]۔
کیا ان کا ساجھا ہے آسمانوں اور زمین میں۔
ولہذا اہل سنت وجماعت کا اجماع قطعی قائم کہ باری جل مجدہٗ سے ظلم ممکن ہی نہیں۔
شرح فقہ اکبر میں ہے:
لا یوصف اللہ تعالٰی بالقدرۃ علی الظلم لان المحال لا یدخل تحت القدرۃ وعند المعتزلۃ انہ یقدر ولکن لا یفعل[۴]
باری تعالٰے کو ظلم پر قادر نہ کہا جائے گا کہ محال زیرِ قدرت نہیں آتا، اور معتزلہ کے نزدیک قادر ہے اور کرتا نہیں۔
بیضاوی وعمادی وغیرہما تفاسیر میں ہے:
الظلم یستحیل صدورہ عنہ تعالٰی[۵] اھ ملخصاً۔
اللہ تعالٰے سے ظلم صادر ہونا محال ہے۔

۱ے القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴
۲ے " ۶/ ۱۲
۳ے " ۳۵/ ۴۰ و ۴۶/ ۴
۴ے منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب لا یوصف اللہ تعالٰی بالقدرۃ علی الظلم دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۳۹۲
۵ے انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۳/ ۱۰۸ دار الفکر بیروت ۲/ ۷۷
ارشاد العقل السلیم " ۵۰/ ۲۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۱۳۲

تفسیر روح البیان میں ہے:

الظلم المحال منه تعالیٰ[1] اللہ تعالیٰ سے ظلم محال ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

الذی یدل علی ان الظلم محال من الله تعالیٰ ان الظلم عبارۃ عن التصرف فی ملك الغیر، والحق سبحانه لایتصرف الا فی ملك نفسه فیمتنع کونه ظالماً، وایضاً الظالم لایکون الٰھا والشیٔ لایصح الا اذا کانت لوازمه صحیحة فلوصح منه الظلم لکان زوال الالٰھیة صحیحا و ذٰلك محال[2] اھ ملخصًا۔

ظلمِ الٰہی محال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ظلم مِلکِ غیر میں تصرف[ع۱] سے ہوتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ جو تصرف کرے اپنی ہی مِلک میں کرتا ہے تو اس کا ظالم ہونا محال اور نیز ظالم[ع۲] خدا نہیں ہوتا اور شئے جبھی ممکن ہوتی ہے کہ اس کے سب لوازم ذاتیہ ممکن ہوں، تو اگر ظلمِ الٰہی ممکن ہو تو لازم ظلم یعنی زوالِ الوہیت بھی ممکن ہو یہ محال ہے اھ ملخصًا۔

اسی میں زیرِ قولہ تعالیٰ ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمة[3] الآیة لکھتے ہیں:

الظالم سفیه خارج عن الالٰھیة فلوصح منه الظلم لصح خروجه عن الالٰھیة۔[4]

ظالم بیوقوف ہے خدائی سے خارج تو اگر خدا سے ظلم ممکن ہو تو اس کا خدائی سے نکل جانا ممکن ہو۔

تفسیر کبیر کی وہی عبارت ہے جس کا ہم تازیانہ اوّل میں وعدہ کر آئے تھے۔

تازیانہ ۶: قال ربنا تبارك وتعالیٰ:

وقل الحمد لله الذی لم یتخذ ولدا[5]

تو کہہ سب تعریفیں اُس خدا کو جس نے اپنے لئے بیٹا نہ بنایا۔

ع۱ لایخفی علی الفطن الفاھم فرق بین تعبیر الاصل وعبارۃ العبد المترجم۔

ع۲ یعنی ظلم والوہیت کا جمع ہونا ناممکن کہ ظلم عیب ہے، اور الوہیت ہر عیب کو منافی تو صدورِ ظلم کو عدم الوہیت لازم ۱۲ منہ

[1] روح البیان تحت الآیة ۵۰/۲۹ المکتبة الاسلامیہ لصاحبہا الریاض ۹/۱۲۶

[2] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) ″ ۴/۴۰ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۰/۸۳

[3] القرآن الکریم ۲۱/۴۷

[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیة ۲۱/۴۷ دار الکتب العلمیة بیروت ۲۲/۱۵۳

[5] القرآن الکریم ۱۷/۱۱۱

وقال تعالےٰ حاکیا عن الجن :

وانه تعالیٰ جد ربنا ما اتخذ صاحبة ولا ولدا[1]۔

بے شک بڑی شان ہے ہمارے رب کی جس نے اپنے لئے نہ عورت اختیار کی نہ بچہ۔

اقول ان آیات میں سبوح قدوس جل جلالہٗ نے یوں اپنی تعریف فرمائی۔ اب بھلا میاں جی کہیں اپنی دلیل سے چوکتے ہیں، ضرور کہیں گے کہ ان کا خدائے موہوم چاہے تو بیاہ کرے، بچے جنائے مگر عیب ولوث سے بچنے کو فرد رہتا ہے، جب توصفت مدح ٹھہری ورنہ سرے سے قدرت ہی نہ ہو تو خوبی ہی کیا ہے۔ یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا گیا :

سیدا وحصورا[2] سردار اور عورتوں سے پرہیز رکھنے والا۔

احیز نامرد کی کون تعریف کرے گا کہ عورتوں سے بچتا ہے۔

تازیانہ ۷ : قال المولیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ :

وما کان ربك نسیا[3] تیرا رب بھولنے والا نہیں۔

اقول اب دہلوی ملا اپنی ہذیانی دلیل کو آیۂ کریمہ میں جاری کر دیکھے " رب تعالیٰ ذکرہٗ نے عدمِ نسیان سے اپنی مدح فرمائی اور صفت کمال و قابلِ مدح یہی ہے کہ باوجود امکان نسیان عیب ولوث سے بچنے کو اپنے علوم حاضر رکھے، پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ یہ بات نہیں بھولتا حالانکہ عدمِ نسیان قطعاً اُسے بھی حاصل۔ یُونہی اگر ایک شخص بالقصد کسی مسئلہ کو بُھلا دینا چاہتا اور عمداً اپنے دل کو اس کی یاد سے پھیرتا ہے، مگر جب بھُولنے پر آتا ہے کوئی یاد دلاتا ہے یوں بھلانے پر قدرت نہیں پاتا عقلاً ایسے شخص کو بھی عدمِ نسیان سے مدح نہ کریں گے تو لاجرم واجب کہ باری سبحانہٗ کا نسیان ممکن ہو اور وہ اپنے علوم بُھلا دینے پر قادر" تعالی اللہ عن ذٰلك علوا کبیرا (اللہ تعالےٰ اس سے بہت بلند ہے۔ ت)

تازیانہ ۸ : آیۂ کریمہ لا یضل ربی ولا ینسی[4] میرا رب نہ بہکے نہ بھولے۔

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۳

[2] 〃 ۳/ ۳۹

[3] 〃 ۱۹/ ۶۴

[4] 〃 ۲۰/ ۵۲

اقول موسیٰ کلیم علیٰ سیدہ وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عدم ضلال سے اپنے رب کی ثنا کی، "اگر دہلوی میاں جی کی دلیل سچی ہو تو لازم کہ باری عزّوجل کا بہکنا ممکن ہو کہ مدح اسی میں ہے کہ باوصف امکان عیب ولوث سے بچنے کو ضلال میں نہ پڑے، اگر ضلالت پر قدرت ہی نہ پائی تو مجبوری کی بات میں تعریف کاہے کی، پتھر کو کوئی نہ کہے گا کہ یہ راہ نہیں بھولتا یا جب پھینکتے ہیں تو سیدھا زمین ہی پر آتا ہے، کبھی بہک کر آسمان کو نہیں چلا جاتا، اسی طرح جب کوئی شخص بہکنے کو ہو تو راہ بتا دی جائے، یوں بہکنے نہ پائے، اس میں بھی کوئی تعریف نہیں"، یہ چار تازیانے نقض کے لئے بس ہیں، اور جو شخص طرزِ تقریر سمجھ گیا اس پر اور نقوضِ کثیرہ کا استخراج آسان، مگر انصاف یہ ہے کہ جو گستاخ دہن دریدہ حیا پریدہ اپنے رب کے لئے دُنیا بھر کے عیب و آلائش روا کر چکا اس سے ان استحالوں کا ذکر بے حاصل کہ وہ سہو و ضلالت وجماع وولادت سب کچھ گوارا کرلے گا ؎

تیر بر جاہِ انبیا انداز	طعن در حضرت الٰہی کن
بے ادب شو وآنچہ دانی گوے	بیحیا باش وہرچہ خواہی کن

(انبیاء علیہم السلام کے رتبہ پر تیر برسا، بارگاہِ الٰہی میں طعن کر، بے ادب ہوجا پھر جو چاہے کہہ، بے حیا ہوجا پھر جو چاہے کر۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۸۵ تا ۳۸۹)

ع مثلاً قال اللہ تعالٰی:

وما اللہ بغافل عمّا تعملون[1]

اللہ غافل نہیں تمہارے کاموں سے۔

تو ملّاجی کے مسلک پر لازم کہ اس کی غفلت ممکن ہو۔ وقال اللہ تعالٰی:

اولم یروا ان اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض ولم یعی بخلقھن[2] الاٰیۃ۔

کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور نہ تھکا ان کے بنانے سے اب ملّاجی کہیں گے کہ خدا کا تھکنا بھی ممکن، وعلیٰ ہذا القیاس ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۸۵ و ۱۴۰ و ۱۴۹ و ۳/۹۹

[2] " ۴۶/۳۳

(۴۱) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

اب یہ نفیس دلیل جو حضرت نے امکانِ کذبِ باری عزّ وجل پر قائم کی حاشا ان کی اپنی تراشی نہیں کہ وہ دین میں نئی بات نکالنے کو بُرا جانتے تھے بلکہ اپنے اساتذۂ کاملہ حضرات معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی سے سیکھ کر لکھی ہے، ان خبیثوں نے بعینہٖ حرف بحرف اسی دلیل سے مولٰی تعالٰی کا امکانِ ظلم نکالا تھا اور جو نقض فقیر نے ان حضرت پر کئے بعینہٖ ایسے ہی نقضوں سے ائمۂ اہلسنت نے ان ناپاکوں کا رد فرمایا۔ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہٖ عزّ وجل ان اللّٰہ لا یظلم مثقال ذرّۃ فرماتے ہیں:

قالت المعتزلة الاٰیة تدل علٰی انه قادر علی الظلم لانه تمدح بترکه ومن تمدح بترك فعل قبیح لم یصح منه ذٰلك التمدح الا اذا کان هو قادرًا علیه، الا ترٰی ان الزمن لا یصح منه ان یتمدح بانه لا یذهب فی اللیالی الی السرقة، والجواب انه تعالٰی تمدح بانه لا تأخذه سنة و لا نوم ولم یلزم ان یصح ذٰلك علیه، وتمدح بانه لا تدرکه الابصار و لم یدل ذٰلك عند المعتزلة علٰی انه یصح ان تدرکه الابصار[1]

یعنی معتزلہ نے کہا آیتِ مذکورہ دلالت فرماتی ہے کہ اللہ تعالٰی ظلم پر قادر ہے، اس لئے کہ رب عزّ وجل نے اس میں ترکِ ظلم سے اپنی مدح فرمائی اور کسی فعل قبیح کے ترک پر مدح جب ہی صحیح ہوگی کہ اسے اس کے کرنے پر قدرت ہو آخر نہ دیکھا کہ لنجھا اپنی تعریف نہیں کرسکتا کہ میں راتوں کو چوری کے لئے نہیں جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنی مدح میں فرمایا کہ اسے نیند آئے نہ غنودگی، حالانکہ معتزلہ کے ہاں بھی اللہ تعالٰی کے لئے یہ ممکن نہیں۔ اور اپنی مدح میں یہ بھی فرمایا کہ ابصار اس کا احاطہ نہ کرسکیں، حالانکہ یہ بھی ان کے ہاں ممکن نہیں۔ (ت)

مسلمان دیکھیں کہ معتزلی ذلیل کی یہ بیہودہ دلیل بعینہٖ وہی ہذیان مُلّائے ضلیل ہے یا نہیں، فرق یہ ہے کہ انھوں نے اس قدیم العدل پر تہمتِ ظلم رکھی، انھوں نے اس واجب الصدق پر افترائے کذب اٹھایا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۹۰)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۴/۴۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۰/۸۳

(۴۲) مزید فرمایا:

اسی رسالہ یکروزی میں عبارت مذکورہ سے دو سطر اوپر جو نظر کروں تو وہاں تو خُوب ہی سانچے میں ڈھلے ہیں یہاں عروس مذہب کے جمال پر پردۂ تقیہ تھا وہاں حضرت بے نقاب چلے ہیں، اعتراض تھا کہ اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل یعنی تمام اوصافِ کمالیہ میں حضور کا شریک من حیث ھو شریک ممکن ہو تو خبرِ الٰہی کا کذب لازم آئے کہ وہ فرماتا ہے:

ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین[1]

لیکن اللہ کے رسول اور انبیاء کے آخری ہیں۔ (ت)

اور وصفِ خاتمیت میں شرکت ناممکن، حضرت اس کا ایک جواب یُوں دیتے ہیں:

بعد اختیار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول با مکان وجود مثل اصلاً منجر بتکذیب نص از نصوص نگردد و سلب قرآن مجید بوصف انزال ممکن ست داخل قدرت الٰہیہ، کما قال اللہ تعالیٰ ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیك ثم لا تجد لك به علینا وکیلا۔[2]

اختیار کے بعد یہ ممکن ہے کہ اس آیۂ کریمہ کی بھول ہوجائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مثل کے وجود کے امکان والی بات نصوص میں سے کسی نص کی تکذیب بالکل نہ ہوگی جبکہ نازل شدہ قرآن کا سلب ممکن ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ہم چاہیں تو آپ کی طرف کی ہوئی وحی کو اٹھالیں پھر آپ ہمارے پاس کوئی دلالت کرنے والا نہ پاتے۔ (ت)

حاصل یہ کہ امکانِ کذب ماننا تکذیبِ قرآن کو اسی صورت میں مستلزم کہ آیاتِ قرآن بھی محفوظ رہیں حالانکہ ممکن کہ اللہ تعالیٰ قرآن ہی کو فنا کردے، پھر تکذیب کاہے کی لازم آئے۔

اقول ایھا المؤمنون! دیکھو صاف صریح مان لیا کہ خدا کی بات واقع میں جھوٹی ہوجائے تو ہوجائے اس میں کچھ حرج نہیں، حرج تو اس میں ہے کہ بندے اُسے جھوٹا جانیں، یہ اسی تقدیر پر ہوگا کہ آیات باقی رہیں جن کے ذریعہ سے ہم جان لیں کہ خدا کی فلانی بات جھوٹی ہوئی اور جب قرآن ہی محو ہوگیا پھر جھوٹی پڑی تو کسی کو جھوٹ کی خبر بھی نہ ہوگی تکذیب کون کرے گا، غرض سارا ڈر اس کا ہے کہ بندوں کے سامنے کہیں جھوٹا نہ پڑے واقع میں جھوٹا ہوجائے تو کیا پروا، انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت)۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[2] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

اے سفیہ ملوم! یہ تیرا خدائے موہوم ہوگا جو بندوں کے طعنوں سے ڈر کر جھوٹ سے بچے اور ان سے چرا چھپا بہلا بھلا کر خوب پیٹ بھر کر بولے ہمارا سچا خدا بالذات ہر عیب و منقصت سے پاک ہے کہ کذب وغیرہ کسی نقصان کو اس کے سراپردۂ عزت تک بار ممکن نہیں، اور جو افعال اس کے ہیں حاشا وہ ان میں کسی سے نہیں ڈرتا یفعل اللہ ما یشاء[1] (اللہ جو چاہے کرے۔ ت)، یحکم ما یرید[2] (وہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔ ت) اس کی شان ہے، اور لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون[3] (اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ ت)۔ اس کے جلالِ عظیم کا بیان لہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض[4] سبحانہ وتعالٰی عما یصفون[5] (اور اسی کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں، پاکی اور برتری ہے اس کو ان کی باتوں سے۔ ت)۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۰۰، ۴۰۱)

(۴۳) مزید فرمایا:
الحمد للہ! یہ حضرت کی چند سطری تحریر پر بالفعل پینتیس[35] کوڑے ہیں اور پانچ ہذیان اول پر گزرے تو پورے چالیس[40] تازیانے ہوئے، واقعی معلم طائفہ نے بغلامی معلم الملکوت ہمارے مولٰی پر کذب وعیوب کا افترائے ممقوت کیا اور شرع میں افترا کی سزا اسی[80] کوڑے مگر غلام کے حق میں آدھی حد،

فعلیھن نصف ما علی المحصنٰت من العذاب[6]۔

تو ان پر اس سزا کی آدھی ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔ (ت)

تو چالیس[40] کوڑے نہایت بجا واقع ہوئے، اللہ عزوجل سے آرزو کہ قبول فرمائے اور ان تازیانوں کو متبوع کے حق میں نکال و عقوبت، تابع کے لئے ہدایت و عبرت، اہل سنت کے واسطے قوت و استقامت بنائے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۰۳)

(۴۴) رسالہ مذکورہ کی تنزیہ چہارم میں مجوزین امکان کذب کے خلفِ وعید سے استدلال کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۷
[2] القرآن الکریم ۵/ ۱
[3] 〃 ۲۱/ ۲۳
[4] 〃 ۴۵/ ۳۷
[5] 〃 ۶/ ۱۰۰
[6] 〃 ۴/ ۲۵

11

وجہ ۲: فرماتے ہیں آیاتِ وعید آیاتِ عفو سے مخصوص و مقید ہیں یعنی آیتیں عفو و وعید دونوں میں وارد، تو ان کے ملانے سے آیاتِ وعید کے یہ معنی ٹھہرے کہ جنھیں معاف نہ فرمائے گا وہ سزا پائیں گے، جب یہ معنی خود قرآن عظیم ہی نے ارشاد فرمائے تو جوازِ خلف کو معاذ اللہ امکانِ کذب سے کیا علاقہ رہا، امکان کذب تو جب نکلتا کہ جزماً حتماً وعید فرمائی جاتی، اور جب خود متکلم جل وعلا نے اسے مقید بعدم عفو فرما دیا ہے تو چاہے وعید واقع ہو یا نہ ہو ہر طرح اس کا کلام یقیناً صادق جس میں احتمالِ کذب کو اصلاً دخل نہیں، یہ وجہ اکثر کتبِ علماء مثل تفسیر بیضاوی انوار التنزیل و تفسیر عمادی ارشاد العقل السلیم و تفسیر حقی روح البیان و شرح مقاصد وغیرہا میں اختیار فرمائی۔ لطف یہ ہے کہ خود وہی رد المحتار جس سے مدعی جدید غیر مہتدی ورشید نے مسئلہ خلف میں خلاف نقل کیا۔ اسی ردّ المحتار میں اسی جگہ اسی قول جواز کے بیان میں فرمایا:

حاصل ھذا القول جواز التخصیص لما دل علیہ اللفظ بوضعہ اللغوی من العموم فی نصوص الوعید[1]

اس قول کا حاصل یہ ہے کہ نصوصِ وعید میں جو ظاہر لفظ اپنے معنوی لغوی کی رُو سے عموم پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا یہ سزا پائے گا اس میں تخصیص جائز ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۰۷)

(۴۵) مزید فرمایا:

مسلمانو! دیکھا کہ خلفِ وعید جائز ماننے والے اس تفریع ناپاک سے جو مدعی بیباک نے گھڑی کس قدر دُور بھاگتے اور کس کس وجہ سے اسے علانیہ رَد کرتے ہیں، پھر اپنی جھوٹی بات بنانے کے لئے ناکردہ گناہ ان کے سر ایسا الزام شدید باندھنا کس درجہ جراٰت و بے حیائی ہے۔ قال اللہ سبحٰنہ وتعالٰی:

ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بھتانا واثما مبینا[2]۔

اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۰۸)

---

[1] رد المحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب فی خلف الوعید الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۵۱

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۲

(۴۶) مزید فرمایا:

حجّتِ خامسہ، اقول مجوزین خلفِ وعید اپنے مذہب پر بڑی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ باری عزّ اسمہٗ نے فرمایا:

ان اللہ لایغفر ان یشرك بہ ویغفر مادون ذٰلك لمن یشاء[1]

بیشک اللہ تعالٰی شرک کو معاف نہیں فرماتا اور شرک سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دے گا۔

اسی ردالمحتار میں اسی مقام پر اسی مسئلہ کے بیان میں آپ کی منقولہ عبارت سے چار ہی سطر بعد فرمایا:

ادلۃ المثبتین التی من انصھا قولہ تعالٰی ان اللہ لایغفر ان یشرك بہ ویغفر مادون ذٰلك[2]

اثبات کرنے والوں کی مضبوط ترین دلیل اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے، بے شک اللہ تعالٰی شرک کو معاف نہیں فرماتا اور شرک سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دے گا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۰۸، ۴۰۹)

(۴۷) مزید فرمایا:

اقول امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قال ابوعمرو بن العلاء لعمرو بن عبید، ماتقول فی اصحاب الکبائر؟ قال اقول ان اللہ منجز ایعادہ کما ھو منجز وعدہ، قال ابوعمرو انك رجل اعجم، لا اقول اعجم اللسان ولکن اعجم القلب، ان العرب تعد الرجوع عن الوعد لؤما وعن الایعاد کرما، والمعتزلۃ حکوا ان اباعمرو بن العلاء لماقال ھذا الکلام قال لہ عمرو بن عبید یا اباعمرو فھل یسمی اللہ مکذب نفسہ؟ فقال لا، فقال عمرو بن عبید فقد سقطت حجتك، قالوا فانقطع ابوعمرو بن العلاء، وعندی انہ کان لابی عمرو ان یجیب عن ھذا السؤال ان ھذا انما یلزم لوکان الوعید ثابتا جزمًا من غیر شرط، وعندی جمیع الوعیدات مشروطۃ بعدم العفو، فلایلزم من ترکہ دخول

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۶

[2] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطلب فی خلف الوعید الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

الکذب فی کلام اللہ تعالٰی اھ[1] ملخصًا۔

یعنی امام ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ تعالٰی نے عمرو بن عبید پیشوائے معتزلہ سے فرمایا اہل کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ کہا میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی اپنی وعید ضرور پوری کرے گا جیسا کہ اپنا وعدہ بیشک پورا فرمائے گا۔ امام نے فرمایا تو عجمی ہے میں نہیں کہتا کہ زبان کا عجمی بلکہ دل کا عجمی ہے، عرب وعدہ سے رجوع کو نالائق جانتے ہیں اور وعید سے درگزر کو کرم، معتزلہ حکایت کرتے ہیں۔ اس پر عمرو نے جواب دیا کیا خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہرائیے گا۔ امام نے فرمایا نہ۔ عمرو نے کہا تو آپ کی حجت ساقط ہوئی، اس پر امام بند ہو گئے۔ امام رازی فرماتے ہیں میرے نزدیک امام یہ جواب دے سکتے تھے کہ اعتراض تو جب لازم آئے کہ وعید یقینی بلا شرط ہو اور میرے مذہب میں تو سب وعیدیں عدم عفو سے مشروط ہیں تو خلف وعید سے معاذ اللہ کلام الٰہی میں کذب کہاں سے لازم آیا۔

اب عاقل بنظرِ انصاف غور کرے، **اوّلاً** اگر تجویز خلف امکان کذب ماننا ہوتی تو بر تقدیر صدق حکایت امام کا بند ہونا کیا معنی، انہیں صاف کہنا تھا میں جوازِ خلف مانتا ہوں تو امکانِ کذب میرا عین مذہب، اور بر تقدیر کذب معتزلہ علمائے اہلسنت کیوں نہیں فرماتے کہ تم نے وہ حکایت گھڑی جو آپ ہی اپنے کذب کی دلیل ہے، مجوزینِ خلف تو امکانِ کذب مانتے ہی ہیں پھر امام اس الزام پر بند کیوں ہو جاتے۔

ثانیًا آگے چل کر امام رازی امام ابن العلاء کی طرف سے اچھا جواب دیتے ہیں کہ میرے مذہب میں سب وعیدیں مقید ہیں، سبحان اللہ! جب وعیدیں مقید ہوں گی تو امکان کذب کدھر جائے گا، کیوں نہیں کہتے کہ میرے مذہب میں کذب ممکن تو الزام ساقط، غرض بے شمار وجوہ سے ثابت کہ مدعی جدید غیر مہتدی ورشید نے علماء کرام پر جیتا طوفان باندھا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۱۰، ۴۱۱)

(۴۸) اسی مبحث میں مزید فرمایا:

ثانیًا محققین کہ جوازِ خلف نہیں مانتے، آیہ کریمہ مایبدل القول لدی[2] (میرے ہاں قول میں تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ ت) سے استدلال کرتے ہیں کما فی شرح عقائد النسفی و شرح الفقہ الاکبر وغیرھما (جیسا کہ شرح عقائد النسفی، شرح فقہ اکبر اور دیگر کتب میں ہے۔ ت)، اور

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳/۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/۱۵۹ و ۱۶۰

[2] القرآن الکریم ۵۰/۲۹

پُر ظاہر کہ آیت میں نفی وقوع صرف استحالہ شرعی پر دلیل ہوگی نہ کہ امتناع عقلی پر، تو لازم کہ وہ علماء جواز شرعی مانتے ہوں ورنہ محققین کی دلیل محلِ نزاع سے محض اجنبی اور امر نزاعی کی نافہمی پر مبتنی ہوگی، وہ نہ کہہ دیں گے کہ اس سے صرف استحالۂ شرعی ثابت ہوا وہ امکانِ عقلی کے کب خلاف ہے جس کے ہم قائل ہیں۔

ثالثاً واحدی نے بسیط میں آیۂ کریمہ انّك لا تخلف المیعاد[1] (بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ ت) سے صرف وعدہ مراد لیا اور وعید پر عمل کرنے سے انکار کیا کہ اس میں تو خلف جائز ہے۔

تفسیر کبیر میں فرمایا:

احتج الجبائی بھٰذہ الاٰیة علی القطع بوعید الفساق (ثم ذکر احتجاجه و الاجوبة عنه الٰی ان قال) وذکر الواحدی فی البسیط طریقة اخرٰی، فقال لم لایجوز ان یحمل ھذا علٰی میعاد الاولیاء دون وعید الاعداء، لان خلف الوعید کرم عند العرب[2] الخ۔

جبائی نے وعید فساق کی قطعیت پر اسی آیہ مبارکہ سے استدلال کیا (پھر اس کا استدلال اور اس کے جوابات ذکر کئے پھر کہا) اور واحدی نے بسیط میں ایک اور طریقہ ذکر کرتے ہوئے کہا یہ کیوں جائز نہیں کہ اسے وعدۂ اولیاء پر محمول کرلیا جائے نہ کہ وعیدِ اعداء پر، کیونکہ خلفِ وعید عربوں کے ہاں سراپا کرم ہوتا ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ علمائے مجوزین اگر صرف امکانِ عقلی مانتے تو آیت میں اس حمل کی انھیں کیا حاجت تھی کہ انتفائے شرعی جواز عقلی کے کچھ منافی نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۱۷، ۴۱۸)

(۴۹) مزید فرمایا:

روح البیان میں ہے:

فاللہ تعالٰی لایغفر ان یشرك به فینجز وعیدہ فی حق المشرکین ویغفر مادون ذٰلك لمن یشاء فیجوز ان یخلف وعیدہ فی حق المؤمنین[3]۔

اللہ تعالٰی شرک کو معاف نہیں فرماتا تو مشرکین کے حق میں وعید جاری وساری رہے گی اور اس سے نیچے کو معاف فرمادیتا ہے جس کو چاہے، تو اہلِ ایمان کے حق میں خلفِ وعید جائز

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۴

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳/ ۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۱۵۹

[3] روح البیان الجزء السادس والعشرون " " " المکتبۃ الاسلامیۃ ریاض ۹/ ۱۲۵

ہو گی (ت) -

سبحان اللہ! اگر صرف امکانِ عقلی میں کلام ہوتا تو وہ باجماعِ اشاعرہ بلکہ جماہیرِ اہلسنت حق کفار میں بھی حاصل۔ وھو التحقیق یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید (اور یہی تحقیق ہے اللہ تعالٰی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۱۹)

(۵۰) مزید فرمایا:

ثابت ہوا کہ وہ علماء جسے خلفِ وعید کہتے ہیں یقیناً واقع، اب تم خلف کو اس معنیٔ ناپاک پر حمل کرتے ہو تو معاذ اللہ کذبِ الٰہی کے بالیقین واقع و موجود ہونے میں کیا کلام رہا، صدق اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا۔ ت):

فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[1]۔

بے شک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی (اللہ سبحانہٗ وتعالٰی کی پناہ۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۲۱)

(۵۱) مزید فرمایا:

ثانیاً تعیین تساوی سے قطع نظر بھی کیجئے تاہم آیۂ کریمہ ویغفر مادون ذٰلک[2] (شرک سے نیچے گناہ معاف فرمادے گا۔ ت) سے ان کا استدلال دلیل قاطع کہ خلف عفو سے خاص یا مباین نہیں، لاجرم مساوی نہ سہی تو عام ہوگا، بہرحال وقوعِ مغفرت وقوعِ خلف اور تمہارے طور پر وقوع خلف وقوعِ کذب کو مستلزم ہو کر کذبِ الٰہی یقینی الوقوع ٹھہرے گا، اور کیا گمراہوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۲۱)

(۵۲) اسی سلسلہ میں فرمایا:

یونہی امام فخر الدین نے تفسیر کبیر میں باآنکہ کلام امام ابوعمرو ابن العلاء قائل جواز خلف کی وہ کچھ تائید کی جو اوپر گزر چکی، جب معنی تبدیل کی نوبت آئی جس پر ان حضرات نے تفریع کی ٹھہرائی اس پر

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

[2] " " ۴/ ۱۱۶

وہ شدید وعظیم نکیر فرماتی کہ کج فہمی جاہل پر قیامت ڈھاتی۔ اسی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الخبر اذا جوز علی اللہ الخلف فیہ فقد جوز الکذب علی اللہ تعالٰی وھذا خطاء عظیم بل یقرب من ان یکون کفرا، فان العقلاء اجمعوا علی انہ تعالٰی منزہ عن الکذب، ومعلوم ان فتح ھذا الباب یفضی الی الطعن فی القراٰن وکل الشریعۃ[1] اھ ملخصاً

یعنی جب خبر میں خلف اللہ تعالٰی پر جائز رکھا جائے تو بیشک کذب الٰہی کو جائز ماننا ہوگا، اور یہ سخت خطا ہے بلکہ قریب ہے کہ کفر ہوجائے اس لئے کہ تمام عقلاء (یعنی صرف اہل اسلام بلکہ سمجھ والے کافر بھی) اتفاق کئے ہوئے ہیں کہ باری تعالٰی کذب سے منزّہ ہے، اور معلوم ہے کہ اس دروازے کا کھولنا قرآن مجید اور تمام شریعت میں طعن تک لے جائے گا اھ ملخصاً۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۲۳)

(۵۳) مزید فرمایا:

اے حضرت! سب کچھ جانے دیجئے مگر یہ آیۂ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[2] (ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ ت) بھی معاذ اللہ کوئی وعید ہے جس کے امکان کذب کو جواز خلف پر متفرع کیجئے گا، یہ تو وعدہ ہے یعنی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بشارت عظیمہ کہ تمھیں اس فضل جلیل سے مشرف کیا گیا تمھاری شریعت مطہرہ کو شرف افضلیت بخشا تم ناسخ ادیان ہوئے تمھارے دین متین کا ناسخ کوئی نہ آئے گا تم سب سے بلند و برتر رہے تم سے بالا کوئی ہوا نہ ہوگا، اس میں خلف تو ہر طرح بالاجماع محال ہے پھر تمھارے امام کا کیا کام نکلا اور مخالف اجماع مسلمین واحداث بدعت ضالہ فی الدّین کا داغ کیونکر مٹا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۲۸، ۴۲۹)

(۵۴) رسالہ مذکورہ کے آخر میں فرمایا:

التماس ہدایت اساس، میں جانتا ہوں کہ فقیر کے اس رسالے پر حسب معمول سخن پروری بحکم دستور تعصب وخودسری اگر بعض سلیم خاطریں شرمائیں گی، قبول وانصاف کو کام فرمائیں گی تو بہت عنادی طبیعتیں گرمائیں گی، جبلّی نزاکتیں غصہ لائیں گی، جاہلی حمیتیں جوش دکھائیں گی، تعصبی حمایتیں ہمت پر آئیں گی، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، نعم المولٰی ونعم الکفیل (ہمارے لئے اللہ کافی اور وہ سب سے بڑا کارساز، سب سے بہتر آقا اور سب سے بہتر

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۴/۹۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۰/۱۹۰

[2] القرآن الکریم ۳۳/۴۰

کفالت فرمانے والا ہے۔ت) یہ سب کچھ قبول، کھسیانا عاجزوں کا قدیمی معمول، مگر انما اعظکم بواحدۃ[1] (میں تمھیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔ت) حقِ اسلام یاد دلا کر اتنا مامول کہ چند ساعت کے لئے تعصب ونفسانیت کو راہ بتائیں، مثنٰی وفرادٰی، تنہا یا دو دو صاحب بیٹھ کر غور فرمائیں اگر کلام خصم حق وصواب ہو تو للہ! حق سے کیوں اجتناب ہو، کیا قرآن نے نہ سُنایا کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا:

سیذکر من یخشٰی ۝ ویتجنبہا الاشقی ۝[2]

عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بدبخت دُور رہے گا۔(ت)

اے میرے پیارے بھائیو! کلمۂ اسلام کے ہمراہیو! اگرچہ نفسِ امّارہ رہزن عیارہ اور شیطان لعین اس کا معین، ولہذا خطا کا اقرار آدمی کو ناگوار، مگر واللہ! واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم[3] (اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی۔ت) کی آفت سخت شدید، الیس منکم رجل رشید[4] (کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔ت) خدارا ذرا انصاف کو کام فرماؤ، خلق کا کیا پاس خالق سے شرماؤ، کچھ دیکھا بھی کس پر امکانِ کذب کی تہمت دھرتے ہو، کس پاک بے عیب میں عیب آنے کا احتمال کرتے ہو۔ العظمۃ للہ! اے وُہ خدا ہے سب خُوبیوں والا ہر عیب ونقصان سے پاک نرالا۔ ذرا تو گریبان میں منہ ڈالو جس نے زبان عطا فرمائی اس کے بارے میں تو زبان سنبھالو۔ وائے بے انصافی! تمھیں کوئی جھوٹا کہے تو آپے میں نہ رہو اور ملک جبّار واحد قہار کا جھوٹا ہونا یوں ممکن کہو، یہ کون سی دیانت ہے، کیا انصاف ہے، اس پر یہ قہر اصرار یہ بلا اعتساف ہے۔ اے طائفہ حائفہ! اے قوم مفتون! مانو تو ایک تدبیر تمھیں بتاؤں، میرا رسالہ تنہائی میں بیٹھ کر بغور دیکھو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۴۷، ۴۴۸)

(۵۵) مسایرہ، شرح مواقف اور حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی عبارات سے قائلین امکانِ کذب کے استدلال کا رَد کرتے ہوئے اعلٰحضرت علیہ الرحمہ نے رسالہ "القمع المبین لآمال المکذبین" تحریر فرمایا جس کے خطبے میں فرمایا:

الحمد للہ الواجب الصدق المستحیل الکذب المحال علیہ بذاتہ لذاتہ کل نقص وشین، فمن تقول علیہ بامکان کذبہ وتطرق علیہ بخلف

---

[1] القرآن الکریم ۳۴/۴۶
[2] القرآن الکریم ۸۷/۱۰، ۱۱
[3] " ۲/۲۰۶
[4] " ۱۱/۷۸

وعیدہ فقد استوجب لعنۃ اللہ علیہ فی الدارین ، قل صدق اللہ[1] و من اصدق من اللہ قیلا[2] ○ ومن کان فی ھذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی و اضل سبیلا[3] ○ ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب[4] ○ ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون ○ متاع قلیل ولھم عذاب الیم[5] ○ ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا اوکذب باٰیٰتہٖ[6] اولٰئك یعرضون علی ربھم ویقول الاشھاد ھٰؤلاء الذین کذبوا علی ربھم الا لعنۃ اللہ علی الظٰلمین[7] ○ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون[8] ○ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہ وصحبہ وبارك وکرم کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون ، والحمد للہ رب العٰلمین۔

سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے جو واجب ، صادق ، کذب جس کے لئے محال بذاتہ ہے ، جس کی ذات کے لئے ہر نقص اور عیب محال بذاتہ ہے ، اور جو شخص اس کے لئے امکانِ کذب کا قول کرے اور خلفِ وعید کے ذریعہ اس کا راستہ بنائے تو بیشک وہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالےٰ کی لعنت کا مستحق ہوا ، فرما دیجئے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ، اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ، جو یہاں اندھا ہو آخرت میں اندھا اور زیادہ گمراہ ہے ، تمھاری خرابی اللہ پر کذب کی تہمت نہ باندھو کہ تمھیں عذاب سے پیس ڈالے گا ، بیشک جو اللہ پر کذب کی تہمت رکھتے ہیں انھیں چھٹکارا نہ ملے گا دنیا میں تھوڑا برتنا ہے اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ، اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر کذب کی تہمت رکھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے یہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا ، سنتا ہے اللہ کی لعنت ان ظالموں پر ، اور اللہ تعالیٰ

ع[۱] آیۃ ہذا سے جناب گنگوہی کا فوٹو ملا دیکھئے ۱۲ اس عفا عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۹۵
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲
[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۲
[4] القرآن الکریم ۲۰/ ۶۱
[5] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷
[6] القرآن الکریم ۶/ ۲۱
[7] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸
[8] القرآن الکریم ۹/ ۳۳

وہ ذات ہے جس نے اپنا رسول ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کردے، اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کریں۔ اللہ تعالٰی اپنی رحمت فرمائے اس رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور ان کے صحابہ پر، اور ان پر برکتیں اور کرامتیں نازل فرمائے جب تک اس کو یاد کرنے والے یاد کرتے رہیں اور جب تک اس کے ذکر سے غافل لوگ غفلت کرتے رہیں، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی سب جہانوں کے پالنے والے کے لئے۔(ت)

اللہ عزّوجل کے غضب سے اسی کی پناہ، پھر اس کے حبیب اکرم رحمتِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پناہ، جب غضب الٰہی کسی قوم سے دین لیتا ہے عقل پہلے چھین لیتا ہے کہ عقل سلیم بفضلِ کریم باطل کو قبول نہیں کرتی، اور اگر کبھی شیطان نے کچھ دھوکا دینا چاہا تذکروا فاذا ھم مبصرون[1] (یاد دلاؤ تو جلد ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں) مگر جب عقل نہ رہی یعنی دین متین کی سمجھ اگرچہ دنیا و دیگر علوم وفنون کی کتنی ہی دانش ہو لا یعقلون شیئا ولا یھتدون[2] (نہ کسی چیز کو سمجھتے ہیں اور نہ ہدایت پاتے ہیں ت) اس وقت انسان شیطان کا مسخرہ ہوجاتا ہے کہ صورت میں آدمی اور باطن میں گدھا ہے کمثل الحمار یحمل اسفارا[3]، کانھم حمر مستنفرۃ[4] (گدھے کی مثل کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں، گویا بھاگتے ہوئے گدھے ہیں۔ ت) اپنی اغراضِ فاسدہ کے لئے اس کی کتاب بینی کی مثال بالکل سوئر اور سیرِ باغ کی ہوتی ہے، پھول مہکیں، کلیاں چٹکیں، تختے لہکیں، فوارے چھلکیں، بلبلیں چہکیں، اسے کسی لطف وسرور سے کام نہیں وہ اس تلاش میں پھرتا ہے کہ کہیں نجاست پڑی ہو تو نوشِ جان کرے بعینہٖ یہی حالت گمراہ بددین کی ہوتی ہے ہزار ورق کی کتاب میں لاکھ باتیں نفیس وجلیل فوائد کی ہوں ان سے اسے بحث نہ ہوگی، کتاب بھر میں اگر کوئی غلط وباطل وخطا جملہ اپنے مطلب کا سمجھے گا اسی کو پکڑ لے گا اگرچہ واقع میں وہ اس کے مطلب کا بھی نہ ہو اتنی بات اس میں خنزیر سے بھی بڑھ کر ہوئی کہ وہ نجاست لے گا تو اپنے مطلب کی اور اسے اس کی بھی تمیز نہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے سوا کوئی بشر معصوم نہیں اور غیر معصوم سے کوئی نہ کوئی کلمہ غلط یا بیجا صادر ہونا کچھ نادر کالعدم نہیں پھر سلف صالحین ائمہ دین سے آج تک اہلِ حق کا یہ معمول رہا ہے،

کل ماخوذ من قولہ و مردود علیہ الاصاحب ھذا القبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[5]

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۱ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۰
[3] ؍؍ ۶۲/ ۵ [4] ؍؍ ۷۴/ ۵۰
[5] الیواقیت والجواھر المبحث التاسع والاربعون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۷۸

اس روضہ پاک والے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سوا ہر ایک کا قول لیا جا سکتا ہے اور اس پر رَد بھی کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

جس کی جو بات خلافِ اہلِ حق وجمہور دیکھی وہ اسی پر چھوڑی اور اعتقاد وہی رکھا جو جماعت کا ہے کہ ید اللہ علی الجماعۃ اتبعوا السواد الاعظم[1] (اللہ تعالٰی کی حمایت جماعت کو حاصل ہے سوادِ اعظم کی پیروی کرو۔ ت) نہ کہ اجماعِ اُمت کے خلاف کسی نے محض بطور بحث منطقی کوئی شگوفہ چھوڑ دیا اور دل کی میچ کر اس کے پیچھے ہولئے یا اندھے ملاعین کا طریقہ ہوتا ہے یا اندھے شیاطین کا کہ رب عزّ وجل فرماتا ہے :

وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا ذٰلک بانھم کذبوا باٰیٰتنا وکانوا عنھا غٰفلین[2]

اگر ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں یہ اس لئے کہ وہ ہمارے کلام کی طرف کذب کی نسبت کرتے اور ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۶۶ تا ۴۶۸)

(۵۶) ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی کے قول "اللہ تعالٰے کو امورِ غیر متناہیہ کا علم تفصیلی حاصل نہیں" کا رَد کرتے ہوئے فرمایا :

ثانیاً جو حد مقرر کیجئے وہاں وُہ فارق بتائیے کہ حد بندی کرے ، کیا سبب کہ یہاں تک کا علم ہوا بعد کا نہیں ، علم کے لئے معلوم کا وجود خارجی درکار ہو تو آخرت درکنار معاذ اللہ کل آئندہ کا علم نہ ہو بلکہ ازل میں جملہ ماوراسے عیاذاً باللہ جہل مطلق ہو پھر خلق کیونکر ہو اور جب وجود ضروری نہیں تو معدوم ، معدوم سب یکساں ، کسی حدِ خاص پر رُکنا ترجیح بلا مرجح ہے بخلاف علوم عالم کہ وہاں مرجح ارادۂ الٰہیہ ہے ، جسے جتنا دیا اُتنا ملا لا یحیطون بشیئ من علمہ الا بما شاء[3] (اللہ تعالٰے کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر صرف اُتنا جتنا اللہ تعالٰی چاہے۔ ت)

ثالثاً جو حد مقرر کیجئے یقیناً معلوم کہ ایام و ایلام و انعام اس سے آگے بڑھیں گے کہ "لاتقف عند حدٍ" ہیں ، اب جو بعد کو آئے ان کا علم باری عزّ وجل کو ہو گا یا نہیں ، اگر نہیں تو جہل موجود ، اور جو

---

[1] المستدرک کتاب العلم دار الفکر بیروت ۱/ ۱۱۵
[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۶
[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۵

عذر کیا تھا زاہق ومردود کہ اب تو وہ خود عباد کو معلوم ومشہود، معہذا انھیں پیدا کون کرے گا، وہی خبیر شہید، تو نہ جاننا کیا معنی!

الا یعلم من خلق ط وھو اللطیف الخبیر[1]

کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار۔ (ت)

اور اگر ہاں تم نے اور مانا کہ ان کا علم پہلے نہ تھا تو اس کا علم معاذ اللہ حادث ہُوا، متجدد ہوا، کیا یہ عقیدہ اہلسنت کا ہے جو ہمارے رب عزوجل نے فرمایا:

وکان اللہ بکل شیئ علیما[2]

اللہ تعالٰی ہرشی کا عالم ہے۔ (ت)

عقیدہ وُہ ہے جو خود سیالکوٹی نے حاشیہ شرح عقائد جلالی میں لکھا:

المعلومات فی انفسہا غیر متناھیۃ لشمولہا الموجودات والمعدومات[3]

معلوماتِ باری تعالٰی اپنی ذات میں غیر متناہی ہیں کیونکہ وُہ موجودات اور معدومات سب کو شامل ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۷۴، ۴۷۵)

(۵۷) ابنِ ہمام کی اپنے قول سے رجوع کے لئے اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ کی امید اور پھر رجوع کی تحریر کی دستیابی پر ارشاد فرمایا:

فبحمد اللہ تعالٰی قد حقق اللہ رجائی وظھر رجوع المحقق عن اختیار ما بحثہ اذ علقہ ھٰھنا علٰی تعذر التفرقۃ بین الخلق والکسب وصرح ببطلان التعذر فاذا بطل المبنی وجب نھدم البناء وللہ الحمد وتصنیف التحریر متأخر عن تالیف المسایرۃ کما لا یخفٰی علٰی من طالعہ وذٰلک قولہ تعالٰی یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ[4] والحمد للہ رب العٰلمین۔

اللہ تعالٰی کا شکر ہے کہ اس نے میری امید کو پورا فرما دیا اور محقق مذکور نے اپنی بحث کو مختار

---

[1] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۴
[2] " ۴۸/ ۲۶
[3] حاشیہ شرح عقائد جلالی مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۱
[4] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۷

قرار دینے سے رجوع فرمالیا جب انھوں نے خلق اور کسب میں فرق کے متعذر ہونے پر حاشیہ لکھ کر اس تعذر کو باطل قرار دیا، تو جب مبنیٰ باطل ہوگیا تو اس پر بنی ہوئی عمارت بھی گرگئی، وللہ الحمد، اور ان کی کتاب التحریر مسایرہ سے بعد کی تصنیف ہے جیسا کہ مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کہ "اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا و آخرت میں حق پر ثابت قدمی عطا فرماتا ہے"، کا مظہر ہے، الحمد للہ رب العالمین۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۴۹۹)

(۵۸) خالق کے بارے میں عقیدۂ اہلسنت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عقیدہ وہی ہے جو خود ہمارے رب عزوجل نے فرمایا:

هل من خالق غير الله[۱]

کیا اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی خالق ہے۔ (ت)

اور فرمایا: الا له الخلق والامر[۲]

صرف اسی کے لئے خلق اور امر ہے۔ (ت)

اور فرمایا:

افمن يخلق كمن لا يخلق[۳]

تو کیا پیدا کرنے والا اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا۔ (ت)

اور فرمایا:

لا يخلقون شيئا وهم يخلقون[۴]

وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے جبکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۵۱۲)

(۵۹) بوقت ذکر دلائل و ابحاث و مناظرہ جو کچھ علماء ضمناً لکھ جاتے ہیں وہ معتمد و معتقد نہیں ہوتا بلکہ عقیدہ چیزے دیگر ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں فرمایا:

عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون یا تراجم ابواب و فصول یا فہرست و فذلکہ عقائد میں لکھتے ہیں وہی اہلسنت کا معتقد ہوتا ہے وہ ہی خود ان علما کا دین معتمد ہوتا ہے۔ ہنگام ذکر دلائل و ابحاث و مناظرہ جو کچھ ضمناً لکھ جاتے ہیں اس پر نہ اعتماد ہے نہ خود ان کا اعتقاد ہے، اور تو اور خود سب سے اعلیٰ و اجلیٰ مسئلہ توحید

---

[۱] القرآن الکریم ۳۵/۳
[۲] القرآن الکریم ۷/۵۴
[۳] " " ۱۶/۱۷
[۴] " " ۱۶/۲۰

میں فرمائیے۔ اس کلام محدث میں اس کے دلائل پر کیا کیا نقض وارد کئے ہیں، دلائل عقلیہ بالائے طاق رکھئے خود برہان قطعی یقینی ایمانی قرآنی :

لوکان فیھما الٰھۃ الا اللّٰہ لفسدتا[1]

اگر زمین و آسمان میں اللہ تعالٰی کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ آسمان و زمین تباہ ہوجاتے (ت)

پر کیا کچھ شور و شغب نہ ہوا، حتی کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے اسے محض اقناعی لکھ دیا جس پر نوبت کہاں تک پہنچی، کیا معاذ اللہ اس کے یہ معنے ہیں کہ ان کو توحید پر ایمان نہیں یا اس میں کچھ شک ہے، نہیں یہ صرف طبع آزمائیاں اور بحث و مباحثہ کی خامہ فرسائیاں ہیں جو گمراہوں کے لئے باعث ضلال و دستاویز اضلال ہوجاتی ہیں، اور اہل متانت و استقامت جانتے ہیں کہ :

ماضربوہ لک الا جدلاً بل ھم قوم خصمون[2]

انھوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق جھگڑنے کو بلکہ وہ ہیں جھگڑالو لوگ۔ (ت)

ولہذا ائمہ دین و کبرائے ناصحین ہمیشہ سے اس کلام محدث کی مذمت اور اس میں اشتغال سے ممانعت فرماتے آئے یہاں تک کہ سیدنا امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا :

من طلب العلم بالکلام تزندق[3]

جس نے علم کلام حاصل کیا وہ زندیق ہوگیا۔ (ت)

فقہائے کرام نے فرمایا جو وصیت علماء کے لئے کی جائے متکلمین اس سے کچھ حصہ نہ پائیں گے، میں نے القمع المبین میں متعدد نظائر اس کے ذکر کئے ہیں کہ ایمان و عقیدہ کچھ ہے، اور بحث و مباحثہ میں کچھ کا کچھ، حتی کہ کفر صریح تک لکھتے ہیں، مولوی نے حاشیہ خیالی میں خود خیالی سے کیسا ناپاک خیال نقل کیا اور خود اسے مسلّم و مقرر رکھا کہ باری عزوجل کا علم متناہی ہے، انا للّٰہ و انا الیہ راجعون[4] (ہم اللہ کے مال ہیں ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت) یہ صریح مناقض ایمان ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۱۴، ۵۱۵)

(۶۰) بدعقیدہ وہابیہ کی تردید میں فرمایا :

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۲

[2] " " ۴۳/ ۵۸

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر عن ابی یوسف فصل علم التوحید الخ دارالبشائر الاسلامیۃ بیروت ص ۲۹

[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۶

ان مرتدین سے کیا شکایت، عجب اُن سے جو مسلمان کہلاتے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسی شدید ناپاک گالیاں سُنتے اور پھر اُن کی تاویل کرتے یا قائل کو کافر کہتے ہچکچاتے ہیں، لاواللہ وہ خود اپنا ایمان اُس دشنام دہندہ پر لٹاتے ہیں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادّون من حادّ اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[1]

تو نہ پائے گا اُن لوگوں کو جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ دوستی کریں اُن سے جنھوں نے اللہ و رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۲۵، ۵۲۶)

(۶۱) مزید فرمایا:

تقیہ کی اجازت بلکہ حکم دینے کی کیا شکایت کہ آخر اُن بڑوں کی وراثت ہے جو بارگاہِ اقدس میں حاضر آکر شدید غلیظ قسمیں کھا کر کہتے:

نشھد انک لرسول اللہ[2]

ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔

رب العزت نے اس پر ارشاد فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے بیشک تم اس کے رسول ہو، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ خبیث جھوٹے ہیں[3]

زبانی ادعا یہ تھا اور دل کی خباثت وہ کہ لئن رجعنا الی المدینۃ[4] الاٰیۃ (کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے الاٰیۃ۔ ت)، یہی حال ان صاحبوں کا ہے مسلمانوں کے دکھاوے کو، حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعریفیں کریں گے، بات بات پر" بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کہیں گے اور دلی خباثتیں وہ کہ چوڑھا چمار ہر ذرّہ ناچیز سے کمتر، ان کی سرداری ایسی جیسے گاؤں کا چودھری، عاجز، ناکارے، مر کر مٹّی میں مل گئے وغیرہ وغیرہ۔

الا لعنۃ اللہ علی الظٰلمین[5]۔ ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲
[2] القرآن الکریم ۶۳/ ۱
[3] ر ۶۳/ ۱
[4] ر ۶۳/ ۸
[5] ر ۱۱/ ۱۸

فی الدنیا والاٰخرۃ واعدّ لھم عذاباً مھینا[1]۔

خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت۔ بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کو، ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالٰی کی لعنت ہے اور اللہ تعالٰی نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۲۶)

(۶۲) رسالہ "باب العقائد والکلام" میں ناواقفوں کے ایک شبہہ کا جواب دیتے ہوئے ثابت فرمایا کہ کوئی کافر اللہ تعالٰی کو نہیں پہچانتا۔ چنانچہ فرمایا:

مولٰی عزوجل کو جمیع صفات کمال لازم ذات، اور جمیع عیوب ونقائص اس پر محال بالذات کہ اس کے کمال ذاتی کے منافی ہیں، کفّار میں ہرگز کوئی نہ ملے گا جو اس کی کسی صفتِ کمالیہ کا منکر یا معاذاللہ اس کے لئے عیب ونقص کا مثبت نہ ہو، تو دہریے اگر قسمِ اوّل کے منکر ہیں کہ نفسِ وجود سے انکار رکھتے ہیں، باقی سب کفار دو قسمِ اخیر کے منکر ہیں کہ کسی کمالِ لازم ذات کے نافی یا کسی عیب منافی ذات کے مثبت ہیں، بہر حال اللہ عزوجل کو جاننے میں وہ اور دہریے برابر ہوئے وہی لفظ اور طرز ادا کا فرق ہے، دہریوں نے سرے سے انکار کیا اور ان قہریوں نے اپنے اوہام تراشیدہ کا نام خدا رکھ کر لفظ کا اقرار کیا۔ مولٰی سبحٰنہٗ وتعالٰی فرماتا ہے:

افرأیت من اتخذ الٰھہ ھوٰہ[2]۔

دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا۔

ولہٰذا کریمہ لیقولن اللہ کے تتمہ میں ارشاد ہوا:

قل الحمد للہ ط بل اکثرھم لا یعلمون[3]۔ اگر ان سے پوچھو کہ آسمان وزمین کا خالق کون ہے؟ کہیں گے اللہ، قل الحمد للہ تم کہو حمد اللہ کو کہ اس کے منکر بھی ان صفات میں اُسی کا نام لیتے ہیں اپنے معبودانِ باطل کو اس لائق نہیں جانتے، مگر کیا اس سے کوئی یہ سمجھے کہ وہ اللہ کو جانتے ہیں، نہیں نہیں بل اکثرھم لا یعلمون بلکہ اکثر اسے جانتے ہی نہیں، ان ھم الا یخرصون[4] وہ تو یوں ہی اپنی سی اٹکلیں دوڑاتے ہیں، جیسے اور بہتیرے معبود گھڑ لئے کہ:

---

[1] القرآن الکریم ۳۳ / ۵۷ — [2] القرآن الکریم ۴۵ / ۲۳

[3] " ۳۱ / ۲۵ — [4] " ۴۳ / ۲۰

ان ھی الّا اسماء سمّیتموھا انتم واٰباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطٰن[1]

وہ تو نِرے نام ہیں کہ تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے دھر لئے اللہ نے اُن کی کوئی سند نہ اتاری۔

یُونہی اپنی اندھی اٹکل سے ایک سب سے بڑی ہستی خیال کرکے اس کا نام اللہ رکھ لیا ہے حالانکہ وہ اللہ نہیں کہ جن صفات کی اسے بتاتے ہیں اللہ عزوجل اُن سے بہت بلند و بالا ہے تعالی اللہ عمّا یقول الظّٰلمون علوا کبیرا ○ سبحٰن ربك ربّ العرش عما یصفون ○

رہا یہ کہ یہاں اکثر سے نفیِ علم فرمائی **اقول اولاً** دفعِ شبہہ کو اتنا ہی کافی کہ آخر یہ ان کے اکثر سے نفی ہے جو اقرار کرتے تھے کہ آسمان اور زمین کا خالق اللہ ہی ہے، معلوم ہُوا کہ اُن کا اقرار باللہ منافیِ جہل باللہ نہیں اور ہمارے سالبہ کلیہ کی نفی نہ فرمائے گا کہ یہ مفہوم لقب سے استدلال ہُوا اور وہ صحیح نہیں اکثر سے نفی سلب جزئی ہوئی اور سلب جزئی سلب کلّی کو لازم ہے نہ کہ اُس کا منافی۔

ثانیاً ایسی جگہ اکثر پر حکم فرمانا قرآن عظیم کی سنّتِ کریمہ ہے حالانکہ وہ احکام یقیناً سب کفار پر ہیں۔

اوکلما عٰھدوا عھدا نبذہ فریق منھم بل اکثرھم لایؤمنون[2] ○ وان اکثرکم فٰسقون[3] ○ ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب[ط] واکثرھم لا یعقلون[4] ○ ولکن اکثرھم یجھلون[5] ○ یرضونکم بافواھھم وتأبٰی قلوبھم واکثرھم فٰسقون[6] ○ یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونھا واکثرھم الکٰفرون[7]

کافروں کو فرمایا ان میں اکثر ایمان نہیں رکھتے، ان کے اکثر فاسق ہیں، ان کے اکثر بے عقل ہیں، اُن کے اکثر جاہل ہیں، ان کے اکثر کافر ہیں، حالانکہ وہ سب ایسے ہی ہیں۔ یُونہی یہاں فرمایا کہ ان کے اکثر نہیں جانتے حالانکہ اُن میں کوئی بھی نہیں جانتا یہاں تک کہ شیاطین کے بارے میں فرمایا: یلقون السمع واکثرھم کٰذبون[8] ان میں اکثر جھوٹے ہیں، حالانکہ یقیناً وہ سب جھوٹے ہیں، اور ان کے

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۰
[3] القرآن الکریم ۵/ ۵۹
[4] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۳
[5] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۱
[6] القرآن الکریم ۹/ ۸
[7] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۳
[8] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۳

سوا اور آیات کثیرہ۔ اب یا تو یہ کہ اکثر سے کُل مراد ہے جیسے کبھی کُل سے اکثر مراد ہوتا ہے کریمۂ وما یتبع اکثرھم الا ظنا[1] کے تحت میں مدارک التنزیل میں ہے :

المراد بالاکثر الجمیع[2]۔ اکثر سے مراد کُل ہے۔(ت)

معالم التنزیل میں ہے :

اراد بالاکثر جمیع من یقول ذٰلک[3]

اکثر سے مراد وہ سب ہیں جو یہ کہتے ہیں۔(ت)

شہاب علی البیضاوی میں ہے :

یعنی ان الاکثر یستعمل بمعنی الجمیع کما یرد القلیل بمعنی العدم، وحمل النقیض علی النقیض حسن وطریقۃ مسلوکۃ[4] اقول لکن لا شك ان منھم من لا یتبع ظنا و لا وھما ولا ادنی شبھۃ انما یتبع ھوی نفسہ عنادا و استکبارا یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم[5]، فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین[6]○ وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا[7] وقد سلفت الاٰیۃ یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونھا[8]، نعمۃ اللہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قالہ ابن عباس[9] رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

یعنی اکثر بمعنی کُل ہے جیسے قلیل بمعنی معدوم استعمال ہوتا ہے اور ایک نقیض کی مراد پر دوسری نقیض کو مراد لینا اچھا اور مروّج طریقہ ہے اھ میں کہتا ہوں لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کے بعض ظن اور وہم اور کسی ادنٰی شبہہ میں مبتلا نہیں وہ تو قطعاً عناد اور تکبر کی بناء پر نفسانی خواہش کے پیروکار ہیں (جس کو قرآن میں ہم نے یوں بیان فرمایا) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو وہ خوب جانتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۶

[2] مدارک التنزیل تحت الآیۃ ۱۰/ ۳۶ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۶۳

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) 〃 〃 〃 دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۹۹

[4] حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۵/ ۴۸

[5] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۶ و ۶/ ۲۰

[6] 〃 ۲/ ۸۹

[7] 〃 ۲۷/ ۱۴ [8] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۳

[9] الجامع لاحکام القرآن بحوالہ السدی تحت الآیۃ ۱۶/ ۸۳ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۱۴۴

جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (اور فرمایا) جب ان کی پہچان کے مطابق وہ تشریف لائے تو انھوں نے ان کا انکار کردیا تو کافروں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے (نیز فرمایا) انھوں نے ان کا انکار کردیا باوجودیکہ دلی طور پر وہ یقینی سمجھتے تھے یہ انکار ظلم اور تکبر کی بناء پر کیا۔ پہلے آیہ کریمہ گزری کہ اللہ تعالٰی کی نعمت کو پہچانتے ہیں اور پھر اس کا انکار کردیتے ہیں۔ ابن عباس کے قول کے مطابق نعمۃ اللہ سے مراد محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) یا یہ کہ ان میں سے جو علمِ الٰہی میں ایمان لانے والے ہیں ان کا استثناء فرمایا جاتا ہے۔

وھو مسلك حسن نفیس ذھب الیہ خاطری بحمد اللہ تعالٰی اول وھلۃ ثم رأیت العلامۃ ابا السعود اشار الیہ فی "ارشاد العقل السلیم" حیث قال تخصیص باکثرھم للتلویح بما سیکون من بعضھم من اتباع الحق والتوبۃ[1]

یہ نفیس اور خوب مسلک ہے، ابتداءً ہی میرا دل اس کی طرف مائل ہُوا، پھر میں نے علامہ ابوالسعود کو "ارشاد العقل السلیم" میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پایا جہاں انھوں نے فرمایا کہ خصوصیت سے اکثر کفار کا ذکر اس لئے کہ ان میں سے بعض حق کی اتباع اور توبہ کو پالیں گے۔ (ت)

مشرکین کا جہل باللہ تو اُسی کریمہ سے ثابت جس سے اُن کے جاننے پر شبہہ میں استدلال تھا مدعیانِ توحید پر کلام کیجئے جن میں نصارٰی بھی باوصفِ تثلیث اپنے آپ کو شریک کرتے ہیں اور شرع مطہر نے بھی ان کے احکام کو احکامِ مشرکین سے جدا فرمایا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۳۱ تا ۵۳۴)

(۶۳) وہابیوں کے خدا کے بارے میں عقائد ان ہی کی کتابوں سے اخذ کرکے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جس کی خدائی کی اتنی حقیقت کہ جو شخص ایک پیڑ کے پتے گن دے اس کا شریک ہو جائے، جس نے اپنا سب سے بڑھ کر مقرب الیسوں کو بنایا جو اس کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو چوڑھوں چماروں سے لائق تمثیل ہیں، ایسے کو جس نے اپنے کلام میں خود شرک بولے اور جابجا بندوں کو شرک کا حکم دیا۔ قرآن عظیم تو فرمائے: اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ[2] انھیں اللہ و رسول نے اپنے فضل سے

---

[1] ارشاد العقل السلیم تحت الآیۃ ۱۰/ ۳۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۵

[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

دولتمند کردیا — اور مسلمانوں کو اس کہنے کی ترغیب دے کہ حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ و رسولہ[1] ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتے ہیں اللہ و رسول اپنے فضل سے — اور وہابیہ کا خدا اسمٰعیل دہلوی کے کان میں پھونک جائے کہ ایسا کہنے والا مشرک ہے۔ قرآن عظیم تو جبریل امین کو بیٹا دینے والا فرمائے کہ انھوں نے حضرت مریم سے کہا:

انما انا رسول ربك لاھب لك غلما زكيا[2]

میں تو تیرے رب کا رسول ہوں اس لئے کہ میں تجھے ستھرا بیٹا دوں۔

یعنی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول بخش ہیں، اور وہابیہ کا خدا ان کے کان میں ڈال جائے کہ رسول بخش کہنا شرک ہے۔ قرآن عظیم تو اس گستاخ پر جس نے کہا تھا رسول غیب کیا جانے حکم کفر فرمائے کہ:

لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[3]

بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

اور وہابیہ کا خدا اسمٰعیل دہلوی کو یہی ایمان سجھائے کہ رسول غیب کیا جانے، اور وہ بھی اس تصریح کے ساتھ کہ اللہ کے دیئے سے مانے جب بھی شرک ہے۔ اب کہئے اگر رسول کو غیب کی خبر مانے تو وہابی خدا کے حکم سے مشرک، نہ مانے تو قرآن عظیم کے حکم سے کافر، پھر مفر کدھر، یہی مانتے بنے گی کہ یہ مسلمانوں کے خدا کے احکام ہیں جس نے قرآن کریم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر اتارا اور وہ وہابیہ کے خدا کے جس نے تقویۃ الایمان اسمٰعیل دہلوی پر اتاری، ہاں وہابیہ کا خدا وہ ہے جس کے سب سے اعلیٰ رسول کی شان اتنی ہے جیسے قوم کا چودھری یا گاؤں کا پردھان جس نے حکم دیا ہے کہ رسولوں کو ہرگز نہ ماننا رسولوں کا ماننا نرا خبط ہے وغیرہ وغیرہ خرافاتِ ملعونہ۔ یہ ہے وہابیوں کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے لا الہ الا اللہ کیا وُہ خدا کو جانتے ہیں، حاشَ للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۴۶، ۵۴۷)

(۶۴) غیر مقلدین کے جھوٹے خدا کے بارے میں فرمایا:

غیر مقلد کا خدا یہ سب کچھ ہے جو دیوبندی وہابی کا۔ قال اللہ تعالیٰ بعضھم من بعض[4]

---

[1] القرآن الکریم ۹/۵۹
[2] القرآن الکریم ۱۹/۱۹
[3] 〃 ۹/۶۶
[4] 〃 ۹/۶۷

اور وہ بعض نزاکتیں اور زیادہ رکھتا ہے ایسا کہ جس[1] کے دین میں کتا حلال، سوئر کی چربی حلال، سوئر کے گردے حلال، سوئر کی تلی حلال، سوئر کی کلیجی حلال، سوئر کی اوجھڑی حلال، سوئر کی کھال کا ڈول بنا کر اس سے پانی پینا حلال وضو کرنا حلال، گندی خبیث[2] شراب سے نہا کر سارے کپڑے اس میں رنگ کر نماز پڑھنا حلال، ایک وقت میں ایک عورت[3] متعدد مردوں پر حلال، وہ جس نے آپ ہی[4] تو حکم دیا کہ خود نہ جانو تو جاننے والوں سے پوچھو، اپنے علماء کی اطاعت کرو، اپنے نیکوں کی پیروی کرو، جب پوچھا اور اطاعت و پیروی کی تو شرک کی جڑ دی، وہ جس نے ائمۂ دین کی تقلید حرام و شرک ٹھہرائی اور پوربی[5] بنگالی پنجابی بھوپالی کی فرض۔ وہ جس نے اپنے اور رسولوں کے سوا کسی کی بات حجت نہ رکھی اور ربیح میں چند محدثوں[6] اور جارحوں معدلوں کو

ع[1] آیہ کریمہ قل لا اجد فی ما[1] اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه میں کھانے کی صرف چار چیزوں میں حرمت کا حصر ہے جن میں کتا نہیں، اور سوئر کا گوشت ہے چربی گردے تلی کلیجی کھال نہیں، اور ان کی حرمت میں کوئی صحیح صریح حدیث بھی نہیں، اور ہو تو آیت کا رد نہیں کر سکتی لہذا غیر مقلدی دھرم میں یہ سب چیزیں حلال و شیر مادر ہیں۔

ع[2] روضہ ندیہ صدیق حسن بھوپالی ص ۱۲ ع[3] دیکھو ضمیمہ النیر الشہابی ص ۳۴ تا ۳۶۔

ع[4] قال اللہ تعالٰی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں۔ (ت)

وقال تعالٰی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اطاعت کرو اللہ تعالٰی کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور ان کی جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (ت)

وقال تعالٰی واتبع سبیل من اناب الی[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

ع[5] کہ جو کچھ یہ کہہ دیں کہ قرآن حدیث سے ثابت ہے ان کے جاہلوں پر اس کا ماننا فرض ۱۲

ع[6] بخاری و مسلم فلاں فلاں نے حدیث روایت کردی صحیح ہوگئی، یحیٰی، نسائی، دارقطنی فلاں فلاں نے راوی کو ثقہ کہہ دیا ثقہ ہے، ضعیف کہہ دیا ضعیف ہے، اگرچہ یحیٰی وغیرہ تک سند خود مقطوع ہو۔ ذہبی وابن حجر نے قال کہہ دیا سند صحیح ہے مُدی کہا ضعیف ہے۔ یہ سب نری تقلید جامد ہے جس پر اللہ نے کوئی سند نہ اتاری، قرآن وحدیث سے اس کا کہیں ثبوت نہیں ۱۲۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۵ [2] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳

[3] " ۴/ ۵۹

[4] " ۳۱/ ۱۵

کھڑا کرکے اُن کے قول کو کتاب وسنت کے برابر ٹھہرا کر حجت دی یعنی یہ شریکِ الوہیت نہیں تو شریکِ رسالت ضرور ہیں، نہیں نہیں بلکہ شریکِ الوہیت ہی ہیں کہ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ[1] (انھوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا۔ ت) نہ کہ رسلا من دون النبی (نبی کے سوا اور رسول۔ ت) ہاں وہ جس نے آپ ہی تو اتباع ظن حرام اور افادہٗ حق میں محض ناکام کیا پھران چند کی ظنی روایات ظنی جرح وتعدیلات کا اتباع عین دین کر دیا، تو بات کیا وہی کہ یہ مثل انبیاء معصوم ہیں، نہیں نہیں بلکہ دین غیر مقلدی کے ارباباً من دون اللہ جھوٹے خدا ہیں، وہ جس نے چند جاہلان عالم نما کے سوا جو ابوحنیفہ وشافعی کے منہ پر آتے اور اُن کے احکام پرکھنے کی اپنے میں طاقت بتاتے ہیں تمام عالم کو بے نتھا بیل کیا ہے، کیونکہ وُہ آپ دلیل سمجھ نہیں سکتے اور دوسرے کی کہی ہوئی اگرچہ بنگالی بھوپالی، دہلوی، امرتسری کی مان لیں کہ دلیل سے یہ ثابت ہے تو یہ وُہی تقلید ہوئی جو شرک ہے، لہذا ضرور بے نتھے بیل ہیں وہ کہ عام جہاں پرجس کے لئے کوئی حجت قائم نہیں ہوسکتی کہ حجت قائم ہو دلیل سے دلیل وہ خود سمجھ نہیں سکتے اور دوسرے کی سمجھ پر اعتماد شرک۔ وہ جس نے (خاک بدہن خبثا) کھُلے مشرکوں کو خیر امۃ کہا اور ان کے تین قرنوں کو خیر القرون کہلوایا جن کا روزِ اوّل سے آج تک یہی معمول کہ عامی کو جو مسئلہ پوچھنا ہوا عالم سے پوچھا، عالم نے حکم بتا دیا سائل نے مانا اور کاربند ہوا، صحابہ سے آج تک کبھی دلیل بتانے اور اُسے عامی کے اس قدر ذہن نشین کرنے کا کہ وہ خود سمجھ لے کہ واقعی یہ حکم قرآن وحدیث سے ثابت بروجہ صحیح غیر معارض وغیر منسوخ ہے ہرگز نہ دستور تھا نہ ہوا ہے،

ع قال اللہ وما یتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان میں اکثر تو نہیں چلتے مگر گمان پر، بیشک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا۔ (ت)

قال تعالٰی ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئا[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں اور بیشک گمان یقین کی جگہ کچھ کام نہیں دیتا۔ (ت)

وقال تعالٰی لا تقف مالیس لک بہ علم[4] ۱۲

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۱
[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۶
[3] " " ۵۳/ ۲۸
[4] " " ۱۷/ ۳۶

تو پوچھنے والے بے علم دلیل تفصیلی اُن کا فتوی مانا کئے اور یہی تقلید ہے۔ اور تقلید شرک تو عہد صحابہ سے آج تک سب عامی مشرک ہوئے اور وہ مفتی بے القائے دلیل اسی لئے فتوے دیتے رہے کہ یہ مانیں اور عمل کریں، تو صحابہ سے آج تک سب مفتیان و علماء مشرک گر و شرک دوست ہوئے اور ہر مشرک گر خود مشرک اور مشرکوں سے بدتر، تو غیر مقلد کے دھرم میں صحابہ سے اب تک تمام امت مشرک۔ لیکن غیر مقلد کا خدا انھیں کو خیر الامۃ اور خیر القرون کہتا کہلواتا ہے، پھر اس کی کیا شکایت کہ ایسوں کو کہا جو غیر مقلدی دھرم میں فرقوا دینھم و کانوا شیعا[1] تھے جنھوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور جدا جدا گروہ ہوگئے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اتباع اُن سے فتوٰی لیتے اور اس پر چلتے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اتباع انکی طرف تھے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اتباع ان کے ساتھ تھے اور وہ اختلاف آج تک برابر قائم رہے، سب فریق مشورہ کرکے ایک بات پر عامل نہ ہونے تھے نہ ہوئے، قرآن عظیم میں ہمیشہ پڑھا کئے:

فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ و الرسول[2]

جب تم میں کسی بات میں اختلاف ہو تو اُسے اللہ و رسول کی طرف رجوع کرو۔

اس پر نہ عمل کرنا تھا نہ کیا، اس پر عمل کرتے تو سب ایک نہ ہو جاتے کہ اللہ و رسول کا حکم ایک ہی تھا، مگر وہ اپنے ہی عالموں کے قول پر اڑے رہے مسعودی عمری عباسی نام نہ کہلانا کوئی چیز نہیں، کام وہی رہا جو حنفی شافعی مالکی حنبلی نے کیا، کام کام سے ہے نہ کہ نام سے۔ دین کے ایسے ٹکڑے کرنے والوں کو خیر امۃ و خیر القرون ٹھہرایا وغیرہ وغیرہ خرافاتِ ملعونہ، کیا انھوں نے خدا کو جانا، حاش للہ مالھم بذٰلک من علم ان ھم الا یخرصون[3] ○ فسبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون[4] ○ (انھیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں یونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں، پاکی ہے عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔ ت)

تنبیہ: مسلمانو! تم نے دیکھا یہ ہیں گمراہ فرقے، اور یہ ہیں ان کے ساختہ خدا؛ ماقدروا اللہ حق قدرہ[5] (اور یہود نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہئے تھی۔ ت) اور ایک عام بات

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۵۹
[2] القرآن الکریم ۴/ ۵۹
[3] ؍؍ ۴۳/ ۲۰
[4] ؍؍ ۲۱/ ۲۲
[5] ؍؍ ۶/ ۹۱

یہ ہے کہ کفر کیا ہے اس بات کی تکذیب جو بالقطع والیقین ارشادِ الٰہی عزوجل ہے اب یہ تکذیب کرنے والا اگر اُسے ارشادِ الٰہی عزوجل نہیں مانتا تو ایسے کو خدا سمجھا ہے جس کا یہ ارشاد نہیں حالانکہ خدا وہ ہے جس کا یہ ارشاد ہے اُس نے خدا کو کہاں جانا اور اگر اس کا ارشاد مان کر تکذیب کرتا ہے تو ایسے کو خدا سمجھا ہے جس کی بات جھٹلانا روا ہے اور خدا اس سے پاک و وراء وبلند و بالا ہے تو اس نے خدا کو کب جانا، حاصل وہی ہوا کہ اتخذ الٰھہ ھوٰہ[1] (اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا۔ ت) اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ اس جہل باللہ میں نرے دہریوں کے بعد جو سرے سے وجودِ خدا کے منکر ہیں سب سے بھاری حصہ ان وہابیوں اسمٰعیلیوں خصوصًا دیوبندیوں کا ہے کہ کافر تو اس سے کافر ہوئے کہ انھوں نے خدا کو جھٹلایا خدا کو عیب لگایا مگر ان میں ایسا کھلا بیباک مشکل سے نکلے گا جو جو اپنی زبان سے خود ہی کہے کہ ہاں ہاں اس کا خدا جھوٹا ہونے اور نہ صرف جھوٹ بلکہ ہر سڑے سے سڑے عیب ہر ناپاک سے ناپاک گندگی میں سننے کے قابل ہے یہودی نصرانی بھی شاید اسے کہتے جھجکیں گے، یہ دھوئی دھائی دیدے کی صفائی' انھی صاحبوں کے حصہ میں آئی، کہ اپنے معبود کے کذاب عیبی آلودہ ہونے کو دھڑلتے سے جائز کریں اور اس پر تحریر کریں لکھیں چھاپیں، اسی پر کمالِ اسلام کا مدار جانیں، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۴۹ تا ۵۵۳)

(۶۵) عظمت دینی رکھنے والوں کے مراتب کا فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وہ کہ عظمت دینی رکھتے ہیں جن کے سرو سرورِ مطلق حضور سید المرسلین ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وعلیہم وبارک وسلم، پھر باقی حضرات انبیاء وملائکہ واولیاء واہلبیت وصحابہ، پھر دیگر علماء وصلحاء واتقیاء، پھر سلاطینِ اسلام، پھر عام مومنین، نیز صحائف دینیہ مثل مصحف شریف وکتبِ فقہ وحدیث، صفاتِ جمیلہ مثل ایمان وعلم، اعمالِ صالحہ مثل نماز وحج، اخلاقِ فاضلہ مثل زہد وتواضع۔ اماکن مقدسہ مثل کعبۂ مکرمہ وروضۂ منورہ، غرض جملہ اشخاص واشیاء جن کو مولٰے عزوجل سے علاقۂ قرب ہے، اس علاقہ کے سبب ان کی تعظیم اللہ عزوجل ہی کی تعظیم ہے اور ان کی عزت اسی کی عزت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳

[2] " " ۲۶/ ۲۲۷

ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم وحامل القراٰن غیر الغالی فیہ والجافی عنہ واکرام ذا السلطان المقسط۔ رواہ ابوداؤد[1] بسند حسن عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک اللہ کی تعظیم سے ہے بوڑھے مسلمان کی عزت کرنی، اور حافظ قرآن کی کہ نہ اس میں حد سے بڑھے نہ اس سے دوری کرے، اور حاکم عادل کی (اسے ابوداؤد نے سندِ حسن کے ساتھ ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

مولٰی عزوجل فرماتا ہے:

فان العزۃ للہ جمیعا۔[2]

عزت ساری اللہ ہی کے لئے ہے۔

اور خود فرماتا ہے:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لایعلمون۔[3]

عزت اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

رسول اور مسلمانوں کی عزت اگر عزتِ الٰہی سے جُدا ہوتی تو عزت کے حصے ہوجاتے، ایک حصہ اللہ کے لئے، ایک رسول کا، ایک مومنین کا۔ حالانکہ رب عزوجل فرماچکا کہ عزت ساری اللہ ہی کے لئے ہے، تو قطعًا ان کی عزت اللہ ہی کی عزت سے ہے اور ان کی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم۔ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفرقہ کرنے والوں کو قرآن عظیم کافر فرماتا ہے، ایک قوم کا حال ارشاد فرمایا:

یریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ۔[4]

اللہ اور اس کے رسولوں میں جُدائی ڈالنی چاہتے ہیں۔

پھر فرمایا:

اولٰئک ھم الکٰفرون حقا۔[5]

یہی پکے کافر ہیں۔

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلھم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۹ [3] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

[4] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۰ [5] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۱

رسولوں کی عزت رسولوں کی عظمت اللہ عزوجل کی عزت وعظمت سے جُدا ماننی، اللہ اور اس کے رسولوں میں جُدائی ڈالنی ہے ؎

خاصانِ خُدا خدا نباشند لیکن ز خدا جُدا نباشند

(اللہ تعالٰی کے خاص بندے خدا نہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں۔ت)

ولہذا ان کی تعظیم مدارِ ایمان ہوئی، اور ان کی ادنٰی توہین کفر۔ ارسالِ رسول کا ایک مقصدِ اعلٰی تعظیم و توقیرِ رسول ہے۔

قال اللہ تعالٰی انا ارسلناك شاهدًا ومبشرًا و نذيرا ۵ لتؤمنوا بالله و رسوله وتعزروه وتوقروه[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے نبی! ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۶۱، ۵۶۲)

(۶۶) عظمت دینی نہ رکھنے والوں کے درجات میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وُہ کہ عظمت دینی سے اصلاً بہرہ نہیں رکھتے کہ اللہ عزوجل سے انھیں کوئی علاقہ قرب نہیں، ہے تو بعد ہی ہے، ان کے بدتر و ذلیل تر کفار و مشرکین و مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ وغیر مقلدین ہیں، پھر باقی ضالین، نیز صفاتِ رذیلہ مثل کفر و ضلال، اعمال خبیثہ مثل زنا و شرب خمر، اخلاقِ رذیلہ مثل تکبر و عجب۔ اماکن نجسہ مثل معابدِ کفار، غرض دنیا و مافیہا جس کو اللہ عزوجل سے علاقہ قرب نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدنيا ملعونة ملعون ما فيها الا ما كان منها لله عزوجل[2]۔ رواه ابونعيم فى الحلية والضياء فى المختارة عن جابر بن عبد الله رضى الله تعالٰى عنهما بسند حسن۔

دنیا ملعون ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے ملعون ہے مگر وہ جو اس میں سے اللہ عزوجل کے لئے ہو۔ (اسے ابونعیم نے حلیہ میں اور ضیاء نے مختارہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۸، ۹

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۳۰ محمد بن المنکدر حدیث ۳۶۳۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۸۳

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالما او متعلما۔[1] رواہ ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الاوسط عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

دنیا پر لعنت ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے سب پر لعنت ہے مگر اللہ کا ذکر اور جسے اس سے علاقہ قرب ہے اور عالم یا طالب علم دین (اس کو ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور طبرانی نے اوسط میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الدنیا ملعونۃ وملعون ما فیہا الا ما ابتغی بہ وجہ اللہ تعالٰی۔[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دنیا لعینہ ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب لعین ہے مگر جس سے رضائے الٰہی مطلوب ہو (اس نے طبرانی نے کبیر میں ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

رب عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولئک فی الاذلین۔[3]

بیشک اللہ ورسول کے مخالف وہی سب ذلیلوں سے ذلیل تروں میں ہیں۔

اور فرماتا ہے تبارک وتعالٰی:

ان الذین کفروا من اھل الکتب والمشرکین فی نار جھنم خلدین فیھا اولئک ھم شر البریۃ ○ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریۃ ○[4]

بیشک تمام کافر کتابی ومشرک جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہ تمام مخلوق الٰہی سے بدتر ہیں (اونٹ کی مینگنی سے بدتر، کتے سؤر کے غلیظ سے بدتر) بیشک جو ایمان لائے اور اچھے

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب مثل الدنیا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۱۲، ۳۱۳

[2] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الکبیر کتاب الزہد باب ماجاء فی الریاء دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۲۲۲

[3] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۰

[4] " " ۹۸/ ۶، ۷

کام کئے وہ تمام مخلوقِ الٰہی سے بہتر ہیں (کعبہ وعرش سے بہتر، ملائکہ سے بہتر)۔

جب یہ دونوں قسمیں معلوم ہوگئیں اور واضح ہوا کہ قسمِ اول کی تعظیم تعظیمِ الٰہی سے جُدا نہیں بلکہ بعینہٖ اسی کی تعظیم، تو محلِ تحقیر میں غیر اللہ یا خلق سے یقیناً وہی مراد ہوتا ہے جسے مولٰی عزوجل سے علاقۂ قرب نہیں، علاقۂ قرب والے تو جانبِ خالق میں ہیں نہ کہ جانبِ غیر میں۔ دیکھو علماء فرماتے ہیں، غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے، ملتقط پھر درمختار میں قبیل فصل فی البیع نیز فتاوٰی عالمگیریہ باب ۲۸ میں ہے،

التواضع لغیر اللّٰہ حرام۔[1]

غیر اللہ کے لئے تواضع حرام ہے۔ (ت)

حالانکہ ماں باپ کے لئے تواضع کا قرآنِ عظیم میں حکم ہے،

واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ۔[2]

ماں باپ کے لئے نرم دلی سے ذلت کا بازو بچھا۔

اپنے استاد بلکہ شاگردوں کے لئے بھی تواضع کا حدیث میں حکم ہے،

تواضعوا لمن تعلمون منہ وتواضعوا لمن تعلمونہ ولا تکونوا جبابرۃ العلماء۔[3] رواہ الخطیب عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور جسے سکھاتے ہو اس کے لئے تواضع کرو اور گردن کش عالم نہ بنو۔ (اسے خطیب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

بلکہ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رب عزوجل نے صحابہ کی تواضع فرمانے کا حکم دیا ہے:

واخفض جناحك للمؤمنین۔[4]

مومنوں کے لئے اپنا پہلو جھکائیے۔

اور فرمایا:

---

[1] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۵

[2] القرآن الکریم ۱۷/۲۴

[3] الجامع لاخلاق الراوی عن عمر باب ذکر ما ینبغی للراوی والسامع دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۹
اتحاف السادۃ المتقین عن ابی ہریرۃ فضیلۃ الحلم دارالفکر بیروت ۸/۲۷

[4] القرآن الکریم ۱۵/۸۸

واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنین[1]

اپنے پیرو ایمان والوں کے لئے اپنا بازو نرم فرمائیے۔

بات وہی ہے کہ ایسی جگہ غیر اللہ سے وہی مراد جسے اللہ سے علاقہ نہ ہو، ولہذا ردالمحتار میں اس عبارتِ درمختار کی شرح کی:

ای اذلال النفس لنیل الدنیا۔[2]

یعنی تواضع لغیر اللہ کا یہ مطلب ہے کہ دنیا ملنے کے لئے اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلیل کرنا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۶۳ تا ۵۶۵)

(۶۷) مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد و نظریات کفریہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ان اقوال خبیثہ میں **اوّلاً** کلامِ الٰہی کے معنی میں صریح تحریف کی کہ معاذ اللہ آیۂ کریمہ میں یہ شخص مراد ہے نہ کہ حضور علیے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

ثانیاً نبی اللہ و رسول اللہ و کلمۃ اللہ عیسٰے روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افتراء کیا وہ اس کی بشارت دینے کو اپنا تشریف لانا بیان فرماتے تھے۔

ثالثاً اللہ عزوجل پر افتراء کیا کہ اس نے عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس شخص کی بشارت دینے کے لئے بھیجا، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔[3]

بیشک جو لوگ اللہ عزوجل پر جھوٹ بہتان اُٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔

اور فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون۔[4]

ایسے افتراء وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔

رابعاً اپنی گھڑی ہوئی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ عزوجل کا کلام ٹھہرایا کہ خدائے تعالیٰ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۱۵

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۶

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[4] " " ۱۶/ ۱۰۵

نے براہینِ احمدیہ میں یوں فرمایا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلاط فویل لھم مما کتبت ایدیھم و ویل لھم مما یکسبون[1]

خرابی ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھیں پھر کہہ دیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تاکہ اس کے بدلے کچھ ذلیل قیمت حاصل کریں، سو خرابی ہے ان کے لئے ان کے لکھے ہاتھوں سے اور خرابی ہے ان کے لئے اس کمائی سے۔

ان سب سے قطع نظر ان کلماتِ ملعونہ میں صراحۃً اپنے لئے نبوت و رسالت کا ادعائے قبیحہ ہے اور وہ باجماعِ قطعی کفر صریح ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۵۷۷)

(۶۸) مزید فرمایا:

کفر ہشتم: ازالہ صفحہ ۳۰۹ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو جن کا ذکر خداوند تعالٰی بطور احسان فرماتا ہے مسمریزم لکھ کر کہتا ہے: "اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابنِ مریم سے کم نہ رہتا۔"[2] یہ کفر متعدد کفروں کا خمیرہ ہے معجزات کو مسمریزم کہنا ایک کفر کہ اس تقدیر پر وہ معجزہ نہ ہوئے بلکہ معاذ اللہ ایک کسبی کرشمے ٹھہرے، اگلے کافروں نے بھی ایسا ہی کہا تھا،

اذ قال اللہ یٰعیسی بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلٰی والدتک، اذ ایدتک بروح القدس قف تکلم الناس فی المھد وکھلا ج واذ علمتک الکتٰب والحکمۃ و التوراۃ والانجیل ج واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرا باذنی و تبریٔ الاکمہ والابرص باذنی ج واذ تخرج الموتٰی باذنی ج و اذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبینٰت فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبین[3]

جب فرمایا اللہ سبحانہ نے اے مریم کے بیٹے! یاد کر میری نعمتیں اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تجھے قوت بخشی لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہو کر اور

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۷۹

[2] ازالۂ اوہام ص ۱۱۶ ریاض الہند امرتسر بھارت

[3] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۰

جب میں نے تجھے سکھایا لکھنا اور علم کی تحقیقی باتیں اور توریت اور انجیل، اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی سی شکل میری پروانگی سے، پھر تو اس میں پھونکتا تو وہ پرند ہو جاتی میرے حکم سے، اور تو چنگا کرتا مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری اجازت سے، اور جب تو قبروں سے جیتا نکالتا مُردوں کو میرے اذن سے، اور جب میں نے یہود کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس یہ روشن معجزے لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

مسمریزم بتایا یا جادو کہا، بات ایک ہی ہوئی یعنی الٰہی معجزے نہیں کسبی ڈھکوسلے ہیں، ایسے ہی منکروں کے خیال ضلال کو حضرت مسیح کلمۃ اللہ صلے اللہ تعالٰی علٰی سیدہ وعلیہ وسلم نے بار بار بتاکید رد فرما دیا تھا اپنے معجزات مذکورہ ارشاد کرنے سے پہلے فرمایا:

انی قد جئتکم باٰیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر[1] الاٰیۃ۔

میں تمہارے پاس رب کی طرف سے معجزے لایا کہ میں مٹی سے پرند بناتا اور پھونک مار کر اُسے جِلاتا اور اندھے اور بدن بگڑے کو شفا دیتا اور خدا کے حکم سے مُردے جِلاتا اور جو کچھ گھر سے کھا کر آؤ اور جو کچھ گھر میں اٹھا رکھو وہ سب تمہیں بتاتا ہوں۔

اور اس کے بعد فرمایا:

ان فی ذٰلک لاٰیۃ لکم ان کنتم مؤمنین[2]

بیشک ان میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لاؤ۔

پھر مکرر فرمایا:

جئتکم باٰیۃ من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون[3]

میں تمہارے رب کے پاس سے معجزہ لایا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

مگر جو عیسٰی کے رب کی نہ مانے وہ عیسٰی کی کیوں ماننے لگا، یہاں تو اُسے صاف گنجائش ہے کہ اپنی بڑائی سبھی کرتے ہیں ع

کس نہ گوید کہ دوغ من ترش ست

(کوئی نہیں کہتا کہ میری لسی ترش ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۴۹

[2] القرآن الکریم ۳/ ۴۹

[3] القرآن الکریم ۳/ ۵۰

پھران معجزات کو مکروہ جاننا دوسرا کفر یہ کہ کراہت اگر اس بنا پر ہے کہ وہ فی نفسہٖ مذموم کام تھے جب تو کفر ظاہر ہے، قال اللہ تعالٰی:

تلك الرسل فضلنا بعضھم علٰی بعض[1]

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔

اور اسی فضیلت کے بیان میں ارشاد ہوا:

واٰتینا عیسی ابن مریم البیّنٰت وایّدنٰہ بروح القدس[2]

اور ہم نے عیسٰی بن مریم کو معجزے دیئے اور جبریل سے اس کی تائید فرمائی۔ (ت)

اور اگر اس بنا پر ہے کہ وہ کام اگرچہ فضیلت کے تھے مگر میرے منصب اعلٰی کے لائق نہیں تو یہ وہی نبی پر اپنی تفضیل ہے ہر طرح کفر وارتداد قطعی سے مفر نہیں، پھر ان کلمات شیطانیہ میں مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالٰی علٰی سیدہ وعلیہ وسلم کی تحقیر تیسرا کفر ہے اور ایسی ہی تحقیر اس کلام ملعون کفر ششم میں تھی اور سب سے بڑھ کر اس کفر نہم میں ہے کہ ازالہ صفحہ ۱۶۱ پر حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت لکھا: "بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ قریب ناکام رہے"[3]

انّا للہ وانّا الیہ راجعون، الا لعنۃ اللہ علٰی اعداء انبیاء اللہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی انبیائہ وبارك وسلم۔

ہم اللہ کی ملکیت اور ہم اسی کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں، انبیاء اللہ کے دشمنوں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہو، اللہ تعالٰی کی رحمتیں ہوں اس کے انبیاء علیہم السلام پر، اور برکتیں اور سلام (ت)

ہر نبی کی تحقیر مطلقاً کفر قطعی ہے جس کی تفصیل سے شفاء شریف وشروح شفاء وسیف مسلول امام تقی الملۃ والدین سبکی وروضۂ امام نووی ووجیز امام کردری و اعلام امام حجر مکی وغیرہا تصانیف ائمۂ کرام کے دفتر گونج رہے ہیں، نہ کہ نبی بھی کون نبی مرسل نہ کہ مرسل بھی کیسا مرسل اولوالعزم نہ کہ تحقیر بھی کتنی کہ مسمریزم کے سبب نور باطن نہ نور باطن[5] بلکہ دینی استقامت، نہ دینی[6] استقامت بلکہ نفس توحید میں، نہ کم درجہ بلکہ ناکام رہے اس ملعون قول لعن اللہ قائلہ وقابلہ (اسے کہنے والے اور قبول کرنے والے پر اللہ کی لعنت۔ ت) نے اولوالعزمی ورسالت ونبوت درکنار اس عبداللہ و

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۳

[2] " ۲/ ۲۵۳

[3] ازالہ اوہام ریاض الھند امرتسر بھارت ص ۱۱۶

کلمۃ اللہ و روح اللہ علیہ وصلوات اللہ وسلام وتحیات اللہ کے نفس ایمان میں کلام کر دیا اس کا جواب ہمارے ہاتھ میں کیا ہے سوا اس کے کہ:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدّ لھم عذابا مھینا[1]

بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ نے لعنت کی دنیا و آخرت میں اور ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلّت کا عذاب۔

کفر دہم: ازالہ صفحہ ۶۲۹ پر لکھتا ہے:

"ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیشگوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے"[2]

یہ صراحۃً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب ہے، عام اقوامِ کفار لعنھم اللہ کا کفر، حضرت عزت عزجلالہ نے یوں ہی تو بیان فرمایا:

کذبت قوم نوحِ المرسلین[3] ہ کذبت عادُ المرسلین[4] ہ کذبت ثمود المرسلین[5] ہ کذبت قوم لوطِ المرسلین[6] ہ کذب اصحٰب الایکۃ المرسلین[7] ہ

نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا، عاد نے رسولوں کو جھٹلایا، ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا، لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا، بَن والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ (ت)

ائمہ کرام فرماتے ہیں: جو نبی پر اس کی لائی ہوئی بات میں کذب جائز ہی مانے اگرچہ وقوع نہ جانے باجماع کفر ہے نہ کہ معاذ اللہ چار سو انبیاء کا اپنے اخبار بالغیب میں کہ وہ ضرور اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے واقع میں جھوٹا ہو جانا، شفا شریف میں ہے:

من دان بالوحدانیۃ وصحۃ النبوۃ ونبوۃ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوابہ ادعی فی ذٰلک المصلحۃ بزعمہ او لم یدعھا فھو کافر باجماع[8]

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷
[2] ازالہ اوہام ریاض الھند امرتسر بھارت ص ۶۲۹
[3] " ۲۶/ ۱۰۵
[4] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۲۳
[5] " ۲۶/ ۱۴۱
[6] " ۲۶/ ۱۶۰
[7] " ۲۶/ ۱۷۶
[8] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۷۱

یعنی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبوت کی حقانیت، ہمارے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو یا نہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ان کی باتوں میں کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔

ظالم نے چارسو کہہ کر گمان کیا کہ اس نے باقی انبیاء کو تکذیب سے بچا لیا حالانکہ یہی آیتیں جو ابھی تلاوت کی گئی ہیں شہادت دے رہی ہیں کہ اس نے آدم نبی اللہ سے محمد رسول اللہ تک تمام انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کو کاذب کہہ دیا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام مرسلین کی تکذیب ہے۔ دیکھو قوم نوح وہود وصالح ولوط وشعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک ہی نبی کی تکذیب کی تھی مگر قرآن نے فرمایا؛ قوم نوح نے سب رسولوں کی تکذیب کی، عاد نے کل پیغمبروں کو جھٹلایا، ثمود نے جمیع انبیاء کو کاذب کہا، قوم لوط نے تمام رسل کو جھوٹا بتایا، ایکہ والوں نے سارے نبیوں کو دروغ گو کہا، یونہی واللہ اس قائل نے نہ صرف چارسو بلکہ جملہ انبیاء ومرسلین کو کذاب مانا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۵۸۵ تا ۵۸۹)

(۶۹) رسالہ "قہر الدیان علی مرتد بقادیان" میں فرمایا:

غرض اپنی مسیحیت قائم رکھنے کو نہایت کھلے طور پر تمام معجزاتِ مسیح وتصریحاتِ قرآن عظیم سے صاف منکر ہے اور پھر مہدی ورسول ونبی ہونے کا ادعاء، مسلمان تو مکذبِ قرآن کو مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے، قطعاً کافر مرتد زندیق بے دین ہے نہ کہ نبی ورسول بن کر اور کفر پر کفر چڑھے الا لعنۃ اللہ علی الکٰفرین (خبردار! کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) اور اس کذاب کا کہنا کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اپنے معجزے سے منکر تھے، رسول اللہ پر محض افتراء اور قرآنِ عظیم کی صاف تکذیب ہے، قرآن عظیم تو مسیحِ صادق سے یہ نقل فرماتا ہے کہ:

انی قد جئتکم باٰیۃ من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذٰلک لاٰیۃ لکم ان کنتم مؤمنین [1]

بیشک میں تمھارے پاس تمھارے رب سے یہ معجزے لے کر آیا ہوں کہ میں تمھارے لئے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۴۹

مٹی سے پرند کی سی صورت بناکر اس میں پھونک مارتا ہوں وہ خدا کے حکم سے پرند ہو جاتی ہے اور میں بحکم خدا مادرزاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا اور مُردے زندہ کرتا ہوں اور تمھیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں اٹھار کھتے ہو، بیشک اس میں تمھارے لئے بڑا معجزہ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

پھر مکرر فرمایا:

وجئتکم بایة من ربکم فاتقوا الله واطیعون[1]

میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے بڑے معجزات لے کر آیا تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

اور یہ قرآن کا جھٹلانے والا ہے کہ انھیں اپنے معجزات سے انکار تھا۔

کیوں مسلمانو! قرآن سچا یا قادیانی؟ ضرور قرآن سچا ہے اور قادیانی کذاب جھوٹا۔ کیوں مسلمانو! جو قرآن کی تکذیب کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ ضرور کافر ہے، ضرور کافر بخدا۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۰۴، ۶۰۵)

(۷۰) مزید فرمایا:

مسلمانو! دیکھا کہ اس دشمنِ اسلام نے اللہ عزوجل کے سچے رسول کو کیسی مغلظ گالیاں دیں، کونسی ناگفتنی اس ناشدنی نے ان کے حق میں اٹھار کھی، ان کے معجزوں کو کیسا صاف صاف کھیل اور لہو ولعب شعبدہ وسحر ٹھہرایا، ابرائے اکمہ وابرص کو مسمریزم پہ ڈھالا اور معجزۂ پرند میں تین احتمال پیدا کئے، بڑھئی کی کل یا مسمریزم یا کراماتی تالاب کا اثر، اور اسے صاف سامری کا بچھڑا بتادیا بلکہ اس سے بدتر کہ سامری نے جو اسپِ جبریل کی خاکِ سُم اٹھائی وہ اُسی کو نظر آئی دوسرے نے اطلاع نہ پائی۔ قال اللہ تعالٰی:

قال بصرت بما لم یبصروا به فقبضت قبضة من اثر الرسول فنبذتها وکذلك سوّلت لی نفسی[2]

سامری نے کہا میں نے وہ دیکھا جو انھیں نظر نہ آیا تو میں نے اسپِ رسول کی خاکِ قدم سے ایک مُٹھی لے کر گوسالے میں ڈال دی کہ وہ بولنے لگا۔ نفسِ امارہ کی تعلیم سے مجھے یونہی بھلا معلوم ہوا۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۰۷)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۵۰

[2] ؍؍ ۲۰/ ۹۶

(۷۱) مزید فرمایا:

مرزا کو ادعا ہے کہ اگرچہ اس پر وحی آتی ہے مگر کوئی نیا حکم جو شریعتِ محمدیہ سے باہر ہو، نہیں آسکتا، ہم تو قرآنِ عظیم میں یہ حکم پاتے ہیں کہ:

لا تسبّوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم[1]

کافروں کے جھوٹے معبودوں کو گالی نہ دو کہ وہ اس کے جواب میں بے جانے بوجھے دشمنی کی راہ سے اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخی کریں گے۔

مرزا اپنی وہ وحی بتائے جس نے قرآن کے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۰۹)

(۷۲) آیاتِ کریمہ نمبر ۱۶/ ۲۰، ۲۱ اور بخاری شریف کی ایک حدیث سے حیاتِ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں پیدا شدہ وہم پر مشتمل استفتاء کے جواب میں اعلٰحضرت علیہ الرحمہ نے رسالہ "الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی" تحریر فرمایا جس میں تمہیداً ارشاد فرمایا:

(۱) قبلِ جواب ایک امر ضروری کہ اِس سوال وجواب سے ہزار درجہ اہم ہے، معلوم کرنا لازم، بے دینوں کی بڑی راہِ فرار یہ ہے کہ انکار کریں ضروریاتِ دین کا، اور بحث چاہیں کسی ہلکے مسئلے میں جس میں کچھ گنجائشِ دست و پا زدن ہو۔

قادیانی صدہا وجہ سے منکرِ ضروریاتِ دین تھا اور اس کے پس ماندے حیات و وفاتِ سیّدنا عیسٰی رسول اللہ علٰی نبیّنا الکریم وعلیہ صلوات اللہ وتسلیمات اللہ کی بحث چھیڑتے ہیں جو ایک فرعی مسئلہ خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے جس کا اقرار یا انکار کفر تو درکنار ضلال بھی نہیں (فائدہ نمبر ۴ میں آئے گا کہ نزولِ حضرت عیسٰی علیہ السلام اہلِ سنّت کا اجماعی عقیدہ ہے) نہ ہرگز وفاتِ مسیح ان مرتدین کو مفید، فرض کردم کہ رب عزّ وجل نے اُن کو اُس وقت وفات ہی دی پھر اس سے ان کا نزول کیونکر ممتنع ہوگیا؟ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام کی موت محض ایک آن کو تصدیقِ وعدۂ الٰہیہ کیلئے ہوتی ہے، پھر وہ ویسے ہی حیاتِ حقیقی دنیاوی وجسمانی سے زندہ ہوتے ہیں جیسے اس سے پہلے تھے زندہ کا دوبارہ تشریف لانا کیا دشوار؟ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون[2]

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۸

[2] مسند ابو یعلٰی عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۴۱۲ مؤسسہ علوم القرآن بیروت ۳/ ۳۷۹

انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔(ت)

(۲) معاذاللہ کوئی گمراہ بددین یہی مانے کہ اُن کی وفات اوروں کی طرح ہے جب بھی ان کا دوبارہ تشریف لانا کیوں محال ہوگیا؟ وعدہ وحرام علٰی قریۃ اھلکنٰھا انّھم لا یرجعون[۱] (اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کردیا کہ پھر لوٹ کر آئیں۔ ت) ایک شہر کے لئے ہے، بعض افراد کا بعد موت دُنیا میں پھر آنا خود قرآن کریم سے ثابت ہے جیسے سیّدنا عزیر علیہ السلام۔ قال اللہ تعالٰی:

فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ[۲]

تو اللہ نے اسے مُردہ رکھا سو برس، پھر زندہ کردیا۔(ت)

چاروں طائرانِ خلیل علیہ السلام، قال اللہ تعالٰی:

ثم اجعل علٰی کل جبل منھن جزءًا ثم ادعھن یاتینک سعیًا[۳]

پھر اُن کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے، پھر انھیں بُلا، وہ تیرے پاس چلے آئیں گے دوڑتے ہوئے۔(ت)

ہاں مشرکین ملاعنہ منکرینِ بعث اِسے محال جانتے ہیں اور دربارہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیانی بھی اُس قادر مطلق عزّ جلالہ کو معاذاللہ صراحۃً عاجز مانتا اور دافع البلاء کے صفحہ ۳۴ پر یُوں کُفر بکتا ہے:

"خدا ایسے شخص کو پھر دنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے فتنے ہی نے دُنیا کو تباہ کردیا ہے"[۴]

مشرک و قادیانی دونوں کے رَد میں اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

افعیینا بالخلق الاول بل ھم فی لبس من خلق جدید[۵]

توکیا ہم پہلی بار بناکر تھک گئے بلکہ وہ نئے بننے سے شبہہ میں ہیں۔(ت)

جب صادق ومصدوق صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اُن کے نزول کی خبر دی اور وہ اپنی حقیقت پر

---

[۱] القرآن الکریم ۲۱/ ۹۵
[۲] " ۲/ ۲۵۹
[۳] " ۲/ ۲۶۰
[۴] دافع البلاء مطبوعہ ربوہ ص ۳۴
[۵] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۵

ممکن و داخلِ زیرِ قدرت و جائز، تو انکار نہ کرے گا مگر گمراہ۔

(۳) اگر وہ حکم افراد کو بھی عام مانا جائے تو موت بعد استیفائے اجل کے لئے ہے، اس سے پہلے اگر کسی وجہ خاص سے اماتت ہو تو مانع اعادت نہیں بلکہ استیفائے اجل کے لئے ضرور اور ہزاروں کے لئے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم[1]

اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا انھیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے، تو اللہ نے اُن سے فرمایا مرجاؤ، پھر انھیں زندہ فرمادیا۔ (ت)

قتادہ نے کہا:

اماتھم اللہ عقوبۃ ثم بعثوا لیتوفوا مدۃ اٰجالھم ولوجاءت اٰجالھم مابعثوا[2] (معنًا)۔

اللہ تعالٰی نے ان کو سزا کے طور پر موت دی پھر زندہ کردیئے گئے تاکہ اپنی مقررہ عمر کو پورا کریں، اگر ان کی مقررہ عمر پوری ہوجاتی تو دوبارہ نہ اٹھائے جاتے۔ (ت)

(۴) اس وقت حیات و وفاتِ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسئلہ قدیم سے مختلف چلا آتا ہے مگر آخر زمانے میں ان کے تشریف لانے اور دجّال لعین کو قتل فرمانے میں کسی کو کلام نہیں، یہ بلاشبہہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے تو وفاتِ مسیح نے قادیانی کو کیا فائدہ دیا اور مغل بچہ، عیسٰی رسول اللہ بے باپ سے پیدا ابن مریم کیونکر ہوسکا؟ قادیانی اُس اختلاف کو پیش کرتے ہیں، کہیں اس کا بھی ثبوت رکھتے ہیں کہ اس پنجابی کے ابتداع فی الدین سے پہلے مسلمانوں کا یہ اعتقاد تھا کہ عیسٰی آپ تو نہ اتریں گے کوئی ان کا مثیل پیدا ہوگا، اسے نزولِ عیسٰی فرمایا گیا اور اس کو ابن مریم کہا گیا؟ اور جب یہ عام مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہے تو آیہ:

یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولّٰی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا[3]۔

جو مسلمانوں کی راہ سے جُدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۴۳

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر طبری) القول فی تاویل قولہ تعالٰی الم تر الی الذین خرجوا الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۷۰۴
الدر المنثور تحت الآیۃ ۲/ ۲۴۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۰۷

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵

میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔ (ت)

کا صاف حکم ہے۔

(۵) مسیح سے مثیلِ مسیح مراد لینا تحریفِ نصوص ہے کہ عادتِ یہود ہے، بے دینی کی بڑی ڈھال یہی ہے کہ نصوص کے معنٰی بدل دیں،

یحرّفون الکلم عن مواضعہ[1]۔

اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدل دیتے ہیں۔ (ت)

ایسی تاویل گھڑنی نصوصِ شریعت سے استہزاء اور احکام و ارشادات کو درہم برہم کر دینا ہے، جس جگہ جس شیئ کا ذکر آیا کہہ سکتے ہیں وہ شیئ خود مراد نہیں اس کا مثیل مقصود ہے، کیا یہ اس کی نظیر نہیں جو اباحیہ ملاعنہ کہا کرتے ہیں کہ نماز و روزہ فرض ہے نہ شراب و زنا حرام بلکہ وہ کچھ اچھے لوگوں کے نام ہیں جن سے محبت کا ہمیں حکم دیا گیا، اور یہ کچھ بدوں کے جن سے عداوت کا۔

(۶) بفرضِ باطل اینہم برعلم، پھر اس سے قادیان کا مرتد، رسول اللہ کا مثیل کیونکر بن بیٹھا؟ کیا اس کے کفر، اس کے کذب، اس کی وقاحتیں، اس کی فضیحتیں، اس کی خباثتیں، اس کی ناپاکیاں، اس کی بیباکیاں کہ عالم آشکار ہیں، چھپ سکیں گی؟ اور جہان میں کوئی عقل و دین والا ابلیس کو جبریل کا مثیل مان لے گا؟ اس کے خروارِ ہزارہا کفریات سے مشتے نمونہ رسائل السوء والعقاب علی المسیح الکذاب و قہر الدیّان علیٰ مرتدٍّ بقادیان و نور الفرقان و باب العقائد والکلام وغیرہا میں ملاحظہ ہوں کہ یہ نبیوں کی علانیہ تکذیب کرنے والا، یہ رسولوں کو فحش گالیاں دینے والا، یہ قرآن مجید کو طرح طرح رُد کرنے والا، مسلمان بھی ہونا محال، نہ کہ رسول اللہ کی مثال، قادیانیوں کی چالاکی کہ اپنے مسیلمہ کے نامسلم ہونے سے یوں گریز کرتے اور اُس کے اُن صریح ملعون کفروں کی بحث چھوڑ کر حیات و وفاتِ مسیح کا مسئلہ چھیڑتے ہیں۔

(۷) مسیح رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور اوصافِ جلیلہ اور وہ کہ قرآن عظیم نے بیان کئے یہ تھے کہ اللہ عزّوجل نے اُن کو بے باپ کے کنواری بتول کے پیٹ سے پیدا کیا نشانی سارے جہان کے لئے:

قالت انّٰی یکون لی غلٰم و لم یمسسنی بشر و لم اَکُ بغیًا o قال کذٰلکِ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۳

قال ربكِ هو علیّ ھیّن ط ولنجعله اٰیة للناس و رحمة منا وکان امرًا مقضیا[1]

بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا' مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا، نہ میں بدکار ہوں۔ کہا یونہی ہے' تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لئے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت، اور یہ امر ٹھہر چکا ہے۔(ت)

انھوں نے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا،

فناداٰها من تحتِها الّا تحزنی قد جعل ربك تحتك سریّا[2]، الاٰیة

تو اس کے نیچے والے نے اسے آواز دی کہ تو غم نہ کر' تیرے رب نے تیرے نیچے نہر بہا دی ہے۔(ت)

علی قراءة مِن تحتَها بالفتح فیهما وتفسیره بالمسیح علیه الصلوٰة والسلام[3] (معنًا).

اس قرارت پر جس میں من کی میم مفتوح اور تحتها کی دوسری تار مفتوح ہے اور اسکی ایک تفسیر حضرت عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کی گئی ہے۔(ت)

انھوں نے گہوارے میں لوگوں کو ہدایت فرمائی،

یکلم الناس فی المھد وکھلا[4]

لوگوں سے باتیں کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں۔(ت)

انھیں ماں کے پیٹ یا گود میں کتاب عطا ہوئی، نبوت دی گئی،

قال انی عبد الله اٰتٰنی الکتٰب وجعلنی نبیا[5]

بچے نے فرمایا: میں ہوں اللہ کا بندہ، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں دینے والا (نبی) کیا۔(ت)

وہ جہاں تشریف لے جائیں برکتیں اُن کے قدم کے ساتھ رکھی گئیں،

وجعلنی مبٰرکًا اینما کنت[6] اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۲۰ و ۲۱   [2] القرآن الکریم ۱۹/ ۲۴

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر طبری) القول فی تاویل قولہ تعالٰی فناداٰھا من تحتھا الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۶/ ۸۰

[4] القرآن الکریم ۳/ ۴۶   [5] القرآن الکریم ۱۹/ ۳۰

[6] " ۱۹/ ۳۱

برخلاف کفر طاغیۂ قادیان کہ کہتا ہے جس کے پہلے فتنے ہی نے دنیا کو برباد کردیا۔

اُنھیں اپنے غیبوں پر مسلط کیا،

عٰلم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احدا ۵ الّا من ارتضٰی من رسول۔[1]

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (ت)

جس کا ایک نمونہ یہ تھا کہ لوگ جو کچھ کھاتے اگرچہ سات کوٹھڑیوں میں چھپ کر، اور جو کچھ گھروں میں ذخیرہ رکھتے اگرچہ سات تہ خانوں کے اندر، وہ سب اُن پر آئینہ تھا،

وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم۔[2]

اور تمھیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔ (ت)

انھیں توراتِ مقدس کے بعض احکام کا ناسخ کیا،

ومصدقا لما بین یدی من التورٰىة ولاُحل لکم بعض الذی حرّم علیکم۔[3]

اور تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی اور اس لئے کہ حلال کروں تمھارے لئے کچھ وُہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔ (ت)

انھیں قدرت دی کہ مادرزاد اندھے اور لاعلاج برص کو شفا دیتے،

وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی۔[4]

اور تُو مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا۔ (ت)

انھیں قدرت دی کہ مُردے زندہ کرتے،

واذ تخرج الموتٰی باذنی۔[5]

اور جب تو مُردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا۔ (ت)

واُحی الموتٰی باذن اللہ۔[6]

اور میں مُردے جِلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ (ت)

اُن پر اپنے وصفِ خالقیت کا پرتو ڈالا کہ مٹّی سے پرند کی صورت خَلق فرماتے اور اپنی پھونک سے اس میں جان ڈالتے کہ اڑتا چلا جاتا،

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶، ۲۷
[2] القرآن الکریم ۳/ ۴۹
[3] 〃 ۳/ ۵۰
[4] 〃 ۵/ ۱۱۰
[5] 〃 ۵/ ۱۱۰
[6] 〃 ۳/ ۴۹

واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیہا فتکون طیرًا باذنی[1]
اور جب تُو مٹی سے پرند کی سی مُورت میرے حکم سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اُڑنے لگتا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ قادیانی میں اِن میں سے کچھ نہ تھا پھر وہ کیونکر مثیلِ مسیح ہو گیا؟
اخیر کی چار یعنی مادرزاد اندھے اور ابرص کو شفا دینا، مُردے جلانا، مٹی کی مورت میں پھونک سے جان ڈال دینا، یہ قادیانی کے دل میں بھی کھٹکے کہ اگر کوئی پوچھ بیٹھا کہ تُو مثیلِ مسیح بنتا ہے اِن میں سے کچھ کر دکھا، اور وہ اپنا حال خوب جانتا تھا کہ سخت جھوٹا مُلوم ہے اور الٰہی برکات سے پورا محروم، لہذا اس کی یُوں پیش بندی کی کہ قرآن عظیم کو پسِ پشت پھینک کر، رسول اللہ کے روشن معجزوں کو پاؤں تلے مَل کر صاف کہہ دیا کہ معجزے نہ تھے مسمریزم کے شعبدے تھے، میں ایسی باتیں مکروہ نہ جانتا تو کر دکھاتا۔ وہی ملاعنہ مشرکین کا طریقہ اپنے عجز پر یوں پردہ ڈالنا کہ لونشاء لقلنا مثل ھذا[2]
ہم چاہتے تو اس قرآن کا مثل تصنیف کر دیتے، ہم خود ہی ایسا نہیں کرتے۔
الالعنۃ اللہ علی الکٰفرین۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۱۲ تا ۶۱۸)

(۳۷) استفتاء مذکور میں جس شبہہ کا تذکرہ ہوا اس کے جواب میں فرمایا:
اس کے بعد ہمیں حق تھا کہ ان ناپاک و بے اصل و پا در ہوا شُبہوں کی طرف التفات بھی نہ کرتے جو اُنھوں نے حیاتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش کئے۔ ایسی مہمل عیاریوں کیّادیوں کا بہتر جواب یہی تھا کہ ہشت پہلے قادیانی کے کفر اٹھاؤ یا اُسے کافر مان کر توبہ کرو، اسلام لاؤ، اس کے بعد یہ فرعی مسئلہ بھی پُوچھ لینا مگر ہم ان مرتدین سے قطع نظر کر کے اپنے دوست سائل سُنّی المذہب سے جوابِ شبہات گزارش کرتے ہیں و باللہ التوفیق۔

پہلا شُبہہ: کریمہ والذین یدعون من دون اللہ الآیۃ۔[3]

اقول اوّلاً یہ شبہہ مرتدانِ حال نے کافرانِ ماضی سے ترکہ میں پایا ہے، جب آیہ کریمہ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم انتم لہا واردون[4] نازل ہوئی کہ بیشک تم اور جو کچھ تم اللہ کے سوا پُوجتے ہو سب دوزخ کے ایندھن ہو تمھیں اس میں جانا ہے۔ مشرکین نے کہا کہ ملائکہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۰
[2] القرآن الکریم ۸/ ۳۱
[3] " ۱۶/ ۲۰
[4] " ۲۱/ ۹۸

اور عیسٰی اور عزیر بھی تو اللہ کے سوا پُوجے جاتے ہیں۔ اس پر رب عزوجل نے ان جھگڑالو کافروں کو قرآن کریم کی مراد بتائی کہ آیت بُتوں کے حق میں ہے۔

ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولٰئک عنھا مبعدون ○ لا یسمعون حسیسھا[1] وہ جن کے لئے ہم بھلائی کا وعدہ فرما چکے وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سنیں گے۔

قرآن کریم نے خود اپنا محاورہ بتایا جب بھی مرتدوں نے وہی راگ گایا۔

ابوداؤد کتاب الناسخ والمنسوخ میں اور فریابی وعبدبن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم وطبرانی وابن مردویہ اور حاکم مع تصحیح مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

لما نزلت انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم انتم لھا واردون فقال المشرکون الملٰئکۃ وعیسٰی وعزیر یعبدون من دون اللہ فنزلت ان الذین سبقت لھم منّا الحسنٰی اولٰئک عنھا مبعدون[2]

جب یہ آیت نازل ہوئی انکم وما تعبدون الاٰیۃ تو مشرکین نے کہا ملائکہ، حضرت عیسٰی اور حضرت عزیر کو بھی اللہ تعالٰی کے سوا پُوجا جاتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی ان الذین سبقت الاٰیۃ بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہوچکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں۔

ثانیًا یدعون من دون اللہ یقینًا مشرکین ہیں اور قرآن عظیم نے اہل کتاب کو مشرکین سے جُدا کیا، اُن کے احکام اُن سے جدا رکھے، اُن کی عورتوں سے نکاح صحیح ہے مشرکہ سے باطل، اِن کا ذبیحہ حلال ہوجائے گا اُن کا مردار۔ قال اللہ تعالٰی:

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین حتی تاتیھم البیّنۃ۔[3]

کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس دلیل نہ آئے۔ (ت)

وقال تعالٰی:

ان الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین فی نار جھنم خٰلدین فیھا اولٰئک ھم شرالبریّۃ[4]

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱، ۱۰۲

[2] المستدرک کتاب التفسیر تفسیر سورۃ انبیاء دارالفکر بیروت ۲/ ۳۸۵

[3] القرآن الکریم ۹۸/ ۱

[4] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

بیشک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہی تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ (ت)

وقال تعالٰی:

مایود الذین کفروا من اھل الکتٰب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم[1]

وہ جو کافر ہیں کتابی یا مشرک، وہ نہیں چاہتے کہ تم پر کوئی بھلائی اُترے تمہارے رب کے پاس سے۔ (ت)

وقال تعالٰی:

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین اٰمنوا الذین قالوا انا نصٰرٰی[2]

ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جنھوں نے کہا کہ بیشک ہم نصارٰی ہیں۔

وقال تعالٰی:

الیوم احل لکم الطیبٰت ط وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم[3]

آج تمہارے لئے پاک چیز حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی۔ (ت)

وقال تعالٰی: — ولا تنکحوا المشرکٰت حتی یؤمن[4]

اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں۔ (ت)

جب قرآن عظیم یدعون من دون اللہ میں نصارٰی کو داخل نہیں فرماتا اس الذین میں مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کیونکر داخل ہوسکیں گے؟

ثالثاً سورت مکیہ ہے اور سوائے عاصم قراءِ سبعہ کی قراءت تدعون بہ تائے خطاب،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۵
[2] القرآن الکریم ۵/ ۸۲
[3] القرآن الکریم ۵/ ۵
[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۱

تو بُت پرست ہی مراد ہیں اور الذین یدعون اصنام ہُ (جنھیں وُہ پوجتے ہیں وہ بُت ہیں۔ت)۔

رابعًا خود آیۂ کریمہ طرح طرح دلیل ناطق کہ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء عموماً اور حضرتِ مسیح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خصوصاً مراد نہیں، جہاں فرمایا امواتٌ غیرُ احیاءٍ[1] (مُردے ہیں زندہ نہیں۔ت) اموات سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ پہلے زندہ تھے پھر موت لاحق ہوئی لہذا ارشاد ہوا غیرُ احیاءٍ یہ وہ مُردے ہیں کہ نہ اب تک زندہ ہیں نہ کبھی تھے نِرے جماد ہیں، یہ بُتوں ہی پر صادق ہے۔ تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے:

حیث کان بعض الاموات مما یعتریہ الحیاۃ سابقا اولاحقا کاجساد الحیوان والنطف التی ینشئہا اللہ تعالٰی حیوانا احترز عن ذٰلک فقیل غیر احیاءٍ ای لایعتریہا الحیٰوۃ اصلا فھی امواتٌ علی الاطلاق[2]

بعض اموات وہ تھے جنھیں زندگی حاصل تھی جیسے مُردہ حیوان کا جسم، اور بعض وہ ہیں جنھیں زندگی ملنے والی ہے مثلاً نطفہ جسے اللہ تعالٰی مستقبل میں حیوان بنائے گا اس لئے ایسے اموات سے احتراز کیا اور فرمایا غیر احیاء یعنی یہ وہ اموات ہیں جنھیں زندگانی (ماضی یا مستقبل میں) بالکل حاصل نہیں لہذا یہ علی الاطلاق اموات ہیں۔

خامسًا رب عزّوجل فرماتا ہے:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ط بل احیاء عند ربھم یرزقون ○ فرحین بما اٰتٰھم اللہ من فضلہ[3]

خبردار! شہیدوں کو ہرگز مُردہ نہ جانیو بلکہ وہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں، اللہ نے جو اپنے فضل سے دیا اس پر خوش ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولکن لا تشعرون ○[4]

جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انھیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں ہاں تمھیں خبر نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۲۱

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت الآیۃ ۱۶/ ۲۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۰۶

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۹ و ۱۷۰

[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۴

محال ہے کہ شہید کو تو مردہ کہنا حرام، مردہ سمجھنا حرام، اور انبیاء معاذ اللہ مُردے کہے سمجھے جائیں، یقیناً قطعاً ایماناً وہ احیاءٌ غیرُ امواتٍ (زندہ ہیں مُردے نہیں۔ ت) ہیں نہ کہ عیاذاً باللہ امواتٌ غیرُ احیاءٍ[1] (مُردے ہیں زندہ نہیں۔ ت)، جس وعدۂ الٰہیہ کی تصدیق کے لئے اُن کو عروضِ موت ایک آن کے لئے لازم ہے قطعاً شہداء کو بھی لازم ہے کل نفس ذائقۃ الموت[2] (ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ ت) پھر جب یہ احیاءٌ غیرُ امواتٍ ہیں تو وہ یقیناً ان سے لاکھوں درجے زائد اَحیاءٌ غیرُ امواتٍ ہیں نہ کہ امواتٌ غیرُ اَحیاءٍ۔

سادسًا آیہ کریمہ میں وَهُمْ قَدْ خُلِقُوْا بصیغۂ ماضی نہیں بلکہ وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ[3] بصیغۂ مضارع ہے کہ دلیلِ تجدّد و استمرار ہو یعنی بنائے گھڑے جاتے ہیں اور نئے نئے بنائے گھڑے جائیں گے، یہ یقیناً بُت ہیں۔

سابعًا آیہ کریمہ میں اُن سے کسی چیز کی خلق کا سلبِ کُلّی فرمایا کہ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا[4] (وہ کوئی چیز نہیں بناتے۔ ت) اور قرآن عظیم نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بعض اشیاء کی خلق ثابت فرمائی، وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ[5] (اور جب تو مٹی سے پرند کی مورت بناتا۔ ت) اور ایجاب جزئی نقیض سلبِ کُلّی ہے تو عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صادق نہیں، نامناسب سے قطع نظر ہو تو اَمْوَاتٌ قضیۂ مطلقہ عامہ ہے یا دائمہ، برتقدیر ثانی یقیناً انس و جن و ملک سے کوئی مراد نہیں ہوسکتا کہ ان کے لئے حیات بالفعل ثابت ہے نہ کہ ازل سے ابد تک دائم موت، برتقدیر اول قضیہ کا اتنا مفاد کہ کسی نہ کسی زمانے میں ان کو موت عارض ہو، یہ ضرور عیسٰی و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کے لئے ثابت، بیشک ایک وقت وہ آئے گا کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پائیں گے اور روزِ قیامت ملائکہ کو بھی موت ہے، اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ موت ہوچکی، ورنہ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ[6] میں ملائکہ بھی داخل ہیں، لازم کہ وہ بھی مر چکے ہوں، اور یہ باطل ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۲۱
[2] القرآن الکریم ۳/۱۸۵ و ۲۱/۳۵
[3] " ۱۶/۲۰
[4] " ۱۶/۲۰
[5] " ۵/۱۱۰
[6] " ۱۶/۲۰

تفسیر انوار التنزیل میں ہے :

(اَمْوَاتٌ) حالًا او مالًا غیرُ اَحْیَاءٍ بالذات لیتناول کُلَّ معبودٍ[1]۔

مُردے حال میں یا آئندہ زمانہ میں غیر زندے بالذات تاکہ ہر معبود کو شامل ہو ۔(ت)

تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے :

فالمراد مالاحیٰوۃ لہ سواءٌ کان لہ حیٰوۃ ثم مات کعزیر او سیموت کعیسٰی والملٰئکۃ علیہم السلام، اولیس من شانہ الحیٰوۃ کالاصنام[2]۔

یعنی اِن اموات سے عام مراد ہے خواہ اس میں حیات کی قابلیت ہی نہ ہو جیسے بُت ، یا حیات تھی اور موت عارض ہوئی جیسے عزیر ، یا آئندہ عارض ہونے والی ہے جیسے عیسٰی و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ۔

منکرین دیکھیں کہ اُن کا شُبہہ ہر پہلو پر مردود ہے ، وللہ الحمد۔

شُبہہ دوم : لَعَنَ اللہُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی[3] (اللہ تعالٰی یہود و نصارٰی پر لعنت فرمائے ۔ت) **اقول** وَالْمِرْزَائِیَّۃَ لَعَنَہُمْ لَعْنًا کَبِیْرًا (میں کہتا ہوں کہ مرزائیوں پر بھی بڑی لعنت ہو)

اَنْبِیَائِہِمْ[4] میں اضافت استغراق کے لئے نہیں کہ موسٰی سے یحیٰی علیہما الصلوٰۃ والسلام تک ہر نبی کی قبر کو یہود و نصارٰی سب نے مسجد کرلیا ہو، یہ یقیناً غلط ہے ، جس طرح قَتْلِهِمُ الْاَنْبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ[5] (انھوں نے انبیاء کو ناحق شہید کیا ۔ت) میں اضافت ولام کوئی استغراق کا نہیں کہ نہ سب قاتل اور نہ سب انبیاء شہید کئے ۔ قال تعالٰی :

ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون[6]۔

انبیاء کے ایک گروہ کو تم نے جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کرتے ہو ۔(ت)

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۱۶/ ۲۱ دار الفکر بیروت ۳/ ۳۹۲

[2] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۱۶/ ۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۵۶۹

[3] و [4] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۷

[5] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۵

[6] ؍؍ ۲/ ۸۷

اور جب استغراق نہیں تو بعض میں مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا داخل کر لینا ادعائے باطل ومردود ہے۔ یہود کے سب انبیاء نصارٰی کے بھی انبیاء تھے، یہود و نصارٰی کا اُن میں بعض قبورِ کریمہ کو (مسجد بنالینا) صدقِ حدیث کے لئے بس، اور اس سے زیادہ مرتدین کی ہوس۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۲۰ تا ۶۲۵)

(۷۴) ایک نبی کا منکر تمام انبیاء کا منکر ہے، چنانچہ فرمایا:

یہ اس مرتد کے اکٹھے چار سو کفر کہ ہر نبی کی تکذیب کفر ہے، بلکہ کروڑوں کفر ہیں کہ ایک نبی کی تکذیب تمام انبیاء اللہ کی تکذیب ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

کذبت قوم نوحٍ المرسلین[1]

نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ (ت)

تو اس نے چار سو ہر نبی کی تکذیب کی، اگر انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں تو قادیانی کے چار کروڑ چھیانوے لاکھ کفر ہیں، اور اگر دو لاکھ چوبیس ہزار ہیں تو اس کے آٹھ کروڑ چھیانوے لاکھ کفر ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۲۶، ۶۲۷)

(۷۵) خصائص مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

نبی توبہ: اقول وہ نبی توبہ ہیں، بندوں کو حکم ہے کہ ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ واستغفار کریں، اللہ تو ہر جگہ سنتا ہے اس کا علم اس کا سمع، اس کا شہود سب جگہ ایک سا ہے مگر حکم یہی فرمایا کہ میری طرف توبہ چاہو تو میرے محبوب کے حضور حاضر ہو۔ قال تعالٰی:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما[2]

اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول ان کی مغفرت مانگے تو ضرور خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

حضور کے عالمِ حیات ظاہری میں حضور ظاہر تھا، اب حضور مزار پُر انوار ہے، اور جہاں یہ بھی میسر نہ ہو تو دل سے حضور پُر نور کی طرف توجہ، حضور سے توسل، فریاد، استغاثہ، طلبِ شفاعت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ / ۱۰۵

[2] ؍؍ ۴ / ۶۴

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بیوت اھل الاسلام[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۵۴)

(۷۶) مزید فرمایا:

ان کا رب عزوجل فرماتا ہے:

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین[2]

ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۵۵)

(۷۷) مزید فرمایا:

اقول توبہ کے معنیٰ ہیں نافرمانی سے باز آنا، جس کی معصیت کی ہے اس سے عہد اطاعت کی تجدید کرکے اُسے راضی کرنا، اور نص قطعی قرآن سے ثابت کہ اللہ عزوجل کا ہر گنہگار حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا گنہ گار ہے۔ قال اللہ تعالٰے:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[3]

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

ویلزمہ عکس النقیض من لم یطع اللہ لم یطع الرسول وھو معنی قولنا من عصی اللہ فقد عصی الرسول۔

اس کو عکس نقیض من لم یطع اللہ لم یطع الرسول لازم ہے اور ہمارے قول من عصی اللہ فقد عصی الرسول کا یہی معنیٰ ہے۔ (ت)

اور قرآن عظیم حکم دیتا ہے کہ اللہ و رسول کو راضی کرو۔ قال اللہ تعالٰے:

واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[4]

---

[1] شرح الشفاء للملا علی القاری فصل فی المواطن التی تستحب فیھا الصلوٰۃ والسلام الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۱۱۸

[2] القرآن الکریم ۲۱/۱۰۷

[3] 〃 ۴/۸۰

[4] 〃 ۹/۶۲

سب سے زیادہ راضی کرنے کے مستحق اللہ و رسول ہیں اگر یہ لوگ ایمان رکھتے ہیں۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۵۶)

(۷۸) مزید فرمایا:

ابن سعد طبقات اور ابن لال مکارم الاخلاق میں قتادہ سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیہ کریمہ واذ اخذنا من النبیین میثاقھم و منك و من نوح و ابراھیم و موسٰی وعیسٰی بن مریم کی تفسیر میں فرمایا:

کنت اول النبیین فی الخلق و اٰخرھم فی البعث۔

میں سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب کے بعد بھیجا گیا۔

قتادہ نے کہا: فبدأ بہ قبلھم[1]۔ اسی لئے رب العزت تبارک و تعالیٰ نے آیہ کریمہ میں انبیائے سابقین سے پہلے حضور پُرنور کا نام پاک لیا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۶۲)

(۷۹) صاحب تحذیر الناس مولوی قاسم نانوتوی کے خاتم النبیین کے بارے میں مؤقف کا ردِ بلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

مسلمانو! دیکھا اس ملعون ناپاک شیطانی قول نے ختم نبوت کی کیسی جڑ کاٹ دی، خاتمیت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کہ وہ تاویل گھڑی کہ خاتمیت خود ہی ختم کر دی صاف لکھ دیا کہ اگر حضور خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو ختم نبوت کے کچھ منافی نہیں۔ اللہ اللہ جس کفر ملعون کے موجد کو خود قرآن عظیم کا وخاتم النبیین فرمانا نافع نہ ہوا کما قال تعالیٰ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت):

وننزل من القراٰن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید الظالمین الا خسارا[2]۔

اتارتے ہیں ہم اس قرآن سے وہ چیز کہ مسلمانوں کے لئے شفاء و رحمت ہے اور ظالموں کو اس سے کچھ نہیں بڑھتا سوا زیان کے۔

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۳/۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۴۳۸
الدر المنثور تحت الآیۃ ۳۳/۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۵۰۳

[2] القرآن الکریم ۱۷/۸۲

اُسے احادیث میں خاتم النبیین فرمانا کیا کام دے سکتا ہے فبای حدیث بعدہ یؤمنون[1] قرآن کے بعد اور کون سی حدیث پر ایمان لائیں گے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۳،۷)

(۸۰) اسی کے بارے میں مزید فرمایا:

مگر یہ ضال مضل محرّفِ قرآن مغیّرِ ایمان ہے کہ نہ ملائکہ کی سُنے نہ انبیاء کی، نہ مصطفیٰ کی مانے نہ اُن کے خدا کی۔ سب کی طرف سے ایک کان گونگا ایک بہرا، ایک دیدہ اندھا ایک پھوٹا۔ اپنی ہی ہانک لگائے جاتا ہے کہ یہ سب نافہمی کے اوہام، خیالاتِ عوام ہیں، آخر الانبیاء ہونے میں فضیلت ہی کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ○

کذٰلک یطبع اللہ علٰی کل قلب متکبر جبار[2] ○ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب[3] ○

اللہ یونہی مُہر کردیتا ہے متکبر سرکش کے دل پر۔ اے رب ہمارے! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بیشک تُو ہی بڑا دینے والا۔

ہاں ان نوّے[۹۰] حدیثوں میں تین[۳] حدیثیں صرف بلفظ خاتمیت بھی ہیں، دو[۲] حدیث سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کہ اے چچا! جس طرح اللہ تعالٰے نے مجھ پر نبوت ختم کی تم پر ہجرت کو ختم فرمائے گا، جیسے میں خاتم النبیین ہوں تم خاتم المہاجرین ہو[4]۔

شاید وہ گمراہ یہاں بھی کہہ دے کہ تمام مہاجرین کرام بالعرض تھے حضرت عباس مہاجر بالذات ہوئے۔

ایک اور حدیث الٰہی جل وعلا کہ میں ان کی کتاب پر کتابوں کو ختم کروں گا اور ان کے دین وشریعت پر ادیان وشرائع کو۔

او گمراہ! اب یہاں بھی کہہ دے کہ اور دین دین بالعرض تھے یہ دین دین بالذات ہے، توریت و انجیل و زبور اللہ تعالٰے کے کلام بالعرض تھے قرآن کلام بالذات ہے مگر ہے یہ کہ؛

---

[1] القرآن الکریم ۷/۱۸۵ و ۷۷/۵۰ [2] القرآن الکریم ۴۰/۳۵
[3] ۳/۸
[4] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر اخذ العباس من مال البحرین وعجزہ من حملہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۲۳۵

من لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور[1]

جس کے لئے اللہ تعالٰی نور نہ بنائے تو اس کے لئے کوئی نور نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۱۵، ۱۶)

(۸۱) کافر سیّد نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کو سیّد کہنا چاہیئے۔ چنانچہ فرمایا:

اور جو کافر ہو وہ قطعاً سیّد نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح[2]

وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۰)

(۸۲) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

ائمۂ دین اولیائے کاملین علمائے عاملین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین تصریح فرماتے ہیں کہ ساداتِ کرام بحمداللہ تعالٰی خباثتِ کفر سے محفوظ و معصوم ہیں جو واقعی سیّد ہے اس سے کبھی کفر واقع نہ ہوگا۔

قال اللہ تعالٰی:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا[3]

اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے نجاست دُور رکھے اے نبی کے گھر والو! اور تمھیں خوب پاک کر دے ستھرا کرکے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۳۱)

(۸۳) اسی سلسلہ میں ایک وہم کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا:

اگر کہئے بعض کٹر نیچری بیشمار اشد غالی رافضی بہت سچے ملحد جھوٹے صوفی کچھ ہفت خاتم شمش مثل والے وہابی غرض بکثرت کفار کہ صراحۃً منکرینِ ضروریاتِ دین ہیں سیّد کہلاتے میر فلاں لکھے جاتے ہیں۔

اقول کہلانے سے واقعیت تک ہزاروں منزل ہیں نسب میں اگرچہ شہرت پر قناعت والناس امناء علی انسابھم (لوگ اپنے نسبوں میں امین ہیں۔ ت) مگر جب خلاف پر

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[2] 〃 ۱۱/ ۴۶

[3] 〃 ۳۳/ ۳۳

دلیل قائم ہو تو شہرت بے دلیل نامقبول و علیل اور خود اس کے کفر سے بڑھ کر نفی سیادت پر اور کیا دلیل درکار، کافر نجس ہے،

قال تعالیٰ انما المشرکون نجس[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک مشرک نِرے ناپاک ہیں۔(ت)

اور ساداتِ کرام طیب و طاہر،

قال اللہ تعالیٰ ویطھرکم تطھیرا[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور تمھیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔(ت)

اور نجس و طاہر باہم متبائن ہیں کہ ایک شئی پر معًا ان کا صدق محال۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۲۳۷)

فتاوٰی رضویہ جلد ۱۶

(۱) جائداد موقوفہ پر ظالم قبضہ کرنا چاہے تو مسلمانوں پر اس کا دفاع کرنا فرض ہے، اس سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

صورتِ مذکورہ میں ضرور مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے، قال تعالٰی:

لا یصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصۃ (الیٰ قولہ تعالیٰ) الا کتب لھم بہ عمل صالح[3]ط

ان کو پیاس، مشقت اور بھوک نہ پہنچے گی (الیٰ قولہ تعالٰی) مگر ان کے لئے نیک عمل لکھے جائیں گے (ت)

(فتاوٰی رضویہ جلد ۱۶ ص ۱۵۷)

(۲) مال وقف سے ضرور تمند متولی دستور کے مطابق کھا سکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۹/۲۸
[2] ″ ۳۳/۳۳
[3] ″ ۹/۱۲۰

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

من کان فقیرا فلیأکل بالمعروف[1]

جو حاجتمند ہے وہ موافق دستور کھائے۔

اور فرماتا ہے:

واللہ یعلم المفسد من المصلح[2]

خدا خوب جانتا ہے کہ کون بگاڑنے والا ہے اور کون سنوارنے والا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۱۵)

(۳) قدیم اوقاف میں نئے مصارف بڑھانے سے متعلق ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں یہ نئی بدعتیں کہ مشاورین وقف میں حادث کیا چاہتے ہیں ٹیلیفون اور برقی پنکھا اور برقی روشنی مال وقف پر بار ڈالنا محض حرام ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

امرنا بابقاء الوقف علی ما کان[3]

ہمیں حکم ہے کہ وقف کو گزشتہ حال پر قائم رکھیں۔ (ت)

یہ وہاں فرمایا ہے جہاں منافع وقف کیلئے مصارف مشروطہ پر زیادت کی جائے نہ کہ بے حاجت نہ کہ اپنا تعیش و ترفع یہ حرام در حرام ہے، مالِ وقف حکمِ مالِ یتیم میں ہے۔ اور رب عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یأکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا[4]

جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔ (ت)

یہ اسراف ہے اور اللہ مسرفوں کو دوست نہیں رکھتا انہ لا یحب المسرفین[5] (اللہ تعالٰے

---

[1] القرآن الکریم ۴/۶ [2] القرآن الکریم ۲/۲۲۰

[3] فتح القدیر کتاب الوقف مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۴۴۰

[4] القرآن الکریم ۴/۱۰

[5] 〃 ۶/۱۴۱

اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ت) یہ تبذیر ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین وکان الشیطن لربہ کفورا[1]

بیشک مال بیجا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

یہ ان کو فرمایا جو اپنا مال بیجا اڑائیں نہ کہ وقف کا۔ ایسے مشاوروں کو معزول کرنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے:

ینزع وجوبا لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مأمون[2]

لازمی طور پر معزول کیا جائے اگرچہ واقف ہو، درر۔ تو دوسرے اگر قابل اعتماد نہ ہوں تو وہ بطریق اولٰی معزول ہوں گے۔(ت)

یعنی اگر خود واقف کی طرف سے مال وقف پر کوئی اندیشہ ہو تو واجب ہے کہ اسے بھی نکال دیا جائے اور وقف اس کے ہاتھ سے لیا جائے تو غیر واقف بدرجہ اولٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ایسے اقوالِ ملعونہ بکنے والا کافر مرتد ہے، اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، مسلمانوں پر اس سے میل جول حرام ہے، وقفِ مسلمانان میں اسے دخل دینا حرام ہے، اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا حرام ہے، وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جانا حرام، مرجائے تو اس کا جنازہ اٹھانا حرام ہے، جنازہ کے ساتھ جانا حرام ہے، اسے مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا حرام ہے، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام ہے، اسے کسی قسم کا ایصالِ ثواب کرنا کفر ہے۔

قال اللہ تعالٰی "ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان میں سے فوت ہونے والے پر نمازِ جنازہ ہرگز نہ پڑھو اور نہ آپ ان کی قبر پر قیام فرمائیں۔(ت)

جو اُسے اب بھی مسلمان جانے یا اس کے کافر مرتد ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اُس کے لئے بھی یہی احکام ہیں۔ شفائے امام قاضی عیاض وبزازیہ وبحرالرائق ومجمع الانہر ودرمختار وغیرہا کتبِ کثیرہ میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۷

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸۳

[3] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

من شك فی عذابه وکفره فقد کفر[1]۔

جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے تو وہ کافر ہے۔(ت)

نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور درگزر کرنے کی درخواست کرتے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔(ت)

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب[2]۔

اے ہمارے رب! ہدایت فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو نہ پھیر اور اپنے فضل سے ہمیں رحمت عطا کر، بیشک تُو بہت عطا کرنے والا ہے۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۱۹ تا ۲۲۱)

(۴) مالِ وقف کو اپنا مال سمجھ کر ذاتی مقاصد کے لئے خرچ کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

مالِ وقف مثل مالِ یتیم ہے جس کی نسبت ارشاد ہوا کہ جو اسے ظلماً کھاتا ہے اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے اور عنقریب جہنم میں جائے گا ان الذین یاکلون اموال الیتٰمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا[3]۔ اگر وہ لوگ اس حرکت سے باز نہ آئیں اُن سے میل جول چھوڑ دیں، اُن کے پاس بیٹھنا روا نہ رکھیں۔

قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلاتقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب کبھی شیطان تجھے بھلادے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۲۳)

(۵) مسجد میں فرشی پنکھا لگوانا جبکہ اس کی ہوا طبعاً مضر ہو کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

اوّلاً ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے کہ مسجد میں فرشی پنکھا لگانا مطلقاً ناپسندیدہ ہے، مدخل الی الشرعیۃ میں ہے:

قد منع علماؤنا رحمھم اللہ تعالٰی، اذان اتخاذھا فی المسجد

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶
[2] القرآن الکریم ۳/۸
[3] " ۴/۱۰
[4] " ۶/۶۸

بدعۃ۔[1]

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی نے فرشی پنکھا مسجد میں لگانا ناجائز کہا ہے کیونکہ مسجد میں ایسا کرنا بدعت ہے۔ (ت)

ثانیاً جب یہ حالت ہے کہ حاجت اصلاً نہیں تو اپنے مال سے بھی جائز نہیں، نہ کہ مالِ وقف سے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولاتسرفوا انہ لایحب المسرفین۔[2]

اسراف نہ کرو اللہ تعالٰی اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۳۸)

(۶) مزاراتِ اولیاء کی نگہداشت کے لئے وقف کرنا درست ہے۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

ہاں قبورِ اولیاء کرام کے حفظ و نگہداشت کو جبکہ انکی تعظیم و تکریم کے تحفظ اور توہین و پامالی سے بچانے اور مسلمانوں کے وہاں حاضر ہو کر فیضِ ثواب و تبرکات پانے کے لئے ہو قربت کہنا اقرب بلفقہ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین۔[3]

یہ پہچان سے قریب تر ہے تاکہ ان کو اذیت سے بچایا جائے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۴۸)

(۷) خود ساختہ متولی کا تعمیرِ مسجد سے اہلِ محلہ کو روکنا جائز نہیں اور نہ ہی اس سلسلہ میں کسی کی اجازت کی ضرورت ہے۔ چنانچہ فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں واقعی متولی کو بھی ہرگز حق نہ تھا کہ تعمیرِ مسجد سے اہلِ محلہ کو روکتا، نہ کہ یہ شخص جو صرف اس بنا پر کہ مسجد اس کے بزرگوں کی تعمیر ہے اپنے آپ کو متولی ٹھہراتا ہے، تعمیرِ سابق کہ مسلمانانِ اہلِ محلہ نے بے اجازت شخص مذکور کی ضرور جائز ہوئی کہ وہ باجازت قرآنِ عظیم ہے اللہ عزوجل کی اجازت کے بعد زید و عمرو کی اجازت و عدمِ اجازت کیا چیز ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی ذکر البدع التی الخ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۲۲

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱

[3] " ۳۳/ ۵۹

انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر واقام الصلٰوۃ واٰتی الزکٰوۃ ولم یخش الا اللہ[1]

خدا کی مسجدیں وہی عمارت کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز برپا رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۸۹)

(۸) ولی مذکور کے بارے میں مزید فرمایا:

ان تمام واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ شخص مذکور آبادی وعمارت مسجد میں خلل انداز ہے اور وہ ضرور منّاع للخیر معتد اثیم[2] (نیکی سے بہت زیادہ منع کرنے والا حد سے تجاوز کرنے والا گنہگار ہے۔ ت) میں داخل ہے آپ تعمیر نہ کرتا ہے نہ کرسکتا ہے کہ خود اپنی مقدرت سے انکار رکھتا ہے اور مسلمانوں نے جو تعمیر کی جس سے نماز وجماعت ہونے لگی اُسے روکتا ہے تو صاف ویرانیِ مسجد کا خواستگار اور من اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[3] (اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو مساجد میں اللہ تعالٰی کے ذکر سے منع کرے اور مساجد کی بربادی میں کوشاں ہو۔ ت) کی وعیدِ شدید کا سزاوار ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۹۰)

(۹) مسجد کے مینارے کنگرے وغیرہ بنانے کے بارے میں فرمایا:

ان میں ایک منفعت یہ بھی ہے کہ مسافر یا ناواقف منارے کنگرے دوسرے سے دیکھ کر پہچان لے گا کہ یہاں مسجد ہے، تو اس میں مسجد کی طرف مسلمانوں کو ارشاد وہدایت اور امرِ دین میں ان کی امداد واعانت ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

تعاونوا علی البر والتقوٰی[4]

نیکی اور تقوٰی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۲۹۴)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۸
[2] القرآن الکریم ۶۸/ ۱۲
[3] 〃 ۲/ ۱۱۴
[4] 〃 ۵/ ۲

(۱۰) ایک مسجد کے ہوتے دوسری بنانے کے بارے میں فرمایا:

اگر معلوم ہو کہ اس مسجد کا بننا اسے ویران کردے گا تو ہرگز نہ بنائے کہ مسجد کا ویران کرنا حرام قطعی ہے اور اسے شہید کرنا حرام قطعی، اور آباد مسجد کی اینٹ وغیرہ دوسری مسجد میں لگا دینا حرام قطعی۔

قال اللہ تعالٰی "ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا"[۱]

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اس سے ظالم تر کون ہو سکتا ہے جو مساجد میں اللہ کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی کی سعی کرے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۳۰۰)

(۱۱) طاقت کے باوجود لوگوں کو گناہ سے نہ روکنے والوں کے بارے میں فرمایا:

پہلا نقص بنی اسرائیل میں یہ آیا کہ اُن میں ایک گناہ کرتا دوسرا اسے منع تو کرتا مگر اس کے نہ ماننے پر اُس کے پاس اُٹھنا بیٹھنا اس کے ساتھ کھانا پینا نہ چھوڑتا، اس کے سبب اللہ تعالٰی نے اُن سب کے دل یکساں کر دئے اور ان سب کے دل یکساں کر دیئے اور ان سب پر لعنت اتاری رواہ ابوداؤد والترمذی[۲] وحسنہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ (اس کو ابوداؤد و ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا۔ ت) اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:

کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ ط لبئس ما کانوا یفعلون[۳]

یعنی ان پر لعنت اس لئے ہوئی کہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرے کاموں سے روکتے نہ تھے، بیشک یہ اُن کا بہت ہی بُرا کام تھا۔

اللہ تعالٰی مسلمانوں کو توفیقِ توبہ نصیب فرمائے، آمین!

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۳۱۶)

(۱۲) مسجد قدیم کو شہید کر کے کچھ فاصلے پر مسجد جدید بنانے کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مسجد کو اس لئے شہید کرنا کہ وہ جگہ ترک کر دیں گے اور دوسری جگہ مسجد بنائیں گے

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[۲] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ المائدۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۳۰

سنن ابوداؤد کتاب الملاحم باب الامر والنہی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۰

[۳] القرآن الکریم ۵/ ۷۹

مطلقاً حرام ہے۔ قال تعالٰی:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا[1]۔

اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالٰی کی مسجدوں میں اس کا ذکر کرنے سے روکے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے۔ (ت)

اور اگر اس لئے شہید کی کہ یہیں از سرِ نو اس کی تعمیر کرائے تو اگر یہ امر بے حاجت و بلا وجہ صحیح شرعی ہے تو لغو و عبث و بے حرمتی مسجد و تضییع مال ہے اور یہ سب ناجائز ہے۔

قال صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم "ان اللّٰہ تعالٰی کرہ لکم ثلثا قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال[2]"، وقال تعالٰی "ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین[3]"۔

رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند بنایا: قیل وقال، کثرتِ سوال اور مال کو ضائع کرنا۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ فضول خرچی مت کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۳۵۴، ۳۵۵)

(۱۳) فتنہ انگیزی اور نقضِ امن کے بارے میں فرمایا:

فتنہ پردازی اور امنِ عام میں خلل اندازی اور مسلمانوں کو بلا اور اسلام کی توہین کے لئے پیش کرنا ہرگز نہ شرعاً جائز ہے نہ عقلاً ٹھیک۔ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

والفتنۃ اشد من القتل[4]

فتنہ و فساد تو قتل سے بھی سخت ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ[5]۔

اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۳۶۷)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النہی عن کثرۃ المسائل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶، ۲۷ [4] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱ [5] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

(۱۴) مسجد کانپور کے بارے میں مولانا عبد الباری فرنگی محلی کے فیصلہ کا رَدِّ بلیغ کرتے ہوئے اعلحضرت علیہ الرحمہ نے رسالہ "ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری" تحریر فرمایا، اس کے شروع میں فرمایا:

ناچار جواب خلافِ احباب دینا پڑا کہ اظہارِ حق لازم تھا، عالم مذکور سے مراسم قدیم حفظ حرمتِ اسلام و رفع غلط فہمی عوام پر بحمد اللہ تعالٰی غالب نہ آسکتے تھے کہ ہمارے رب عزوجل نے فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للّٰہ ولو علٰی انفسکم[1]

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاوٴ اللہ کے لئے گواہی دیتے، چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۳۷۱)

(۱۵) کیا کفار مکلّف بالفروع ہیں؟ اس مسئلہ کے بارے میں فرمایا:

صحیح یہ ہے کہ کفار بھی مکلّف بالفروع ہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

یتساءلون عن المجرمین ۝ ماسلککم فی سقر ۝ قالوا لم نک من المصلین ۝ ولم نک نطعم المسکین ۝ وکنّا نخوض من الخائضین ۝ وکنّا نکذب بیوم الدین ۝[2]

پُوچھتے ہیں مُجرموں سے تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی، وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے اور بیہودہ فکر والوں کے ساتھ فکریں کرتے تھے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے رہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۳۸۲)

(۱۶) مساجد کو بےحرمتی سے بچانے کی مسلمانوں کو تلقین و تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

ہر طبقہ کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے منصب کے لائق اس میں سعیِ جمیل بجالائیں، اور بے تکان انتھک جائز کوششیں کرکے اپنی مساجد کو بےحرمتی سے بچائیں، ایسا کرو گے تو ضرور حضرت عزت جلالہ سے ان شاء اللہ القدیر المستعان کامیاب ہو گے، دنیا میں سرخرو آخرت میں مثاب ہوگے وہ فرماتا ہے:

وکان حقا علینا نصر المؤمنین[3]، ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین[4]۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۳۵
[2] القرآن الکریم ۷۴/۴۰ تا ۴۶
[3] 〃 ۳۰/۴۷
[4] 〃 ۹/۱۲۰ و ۱۱/۱۱۵ و ۱۲/۹۰

اور ہمارے ذمۂ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا ، بیشک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۰۰)

(۱۷) چھوٹی مسجد گرا کر دوسری جگہ وسیع مسجد بنانا اور چھوٹی پرانی مسجد کی لکڑی وغیرہ اس میں لگا دینا کیسا ہے ؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا :

مسجد جب تک مسجد ہے قرآن عظیم کی نص قطعی ، ہمارے ائمہ کرام کے اجماع سے اسے ویران کرنا سخت حرام و کبیرہ ہے ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ما کان لہم ان ید خلوہا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[1]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں نام الٰہی کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ، ایسوں کو اُن میں جانا ہی نہ پہنچتا تھا مگر ڈرتے ہوئے ، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور اُن کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۰۱)

(۱۸) ایک مسجد سُنّی نے بنوائی اور ایک شیعہ رافضی نے بنوائی جس کو ایک سُنّی نے خرید کر مسجد کر دیا ، دونوں کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا :

وہ مسجد کہ سُنّی نے بنوائی تھی بلا شبہہ مسجد ہے اور اس کا رکھنا فرض ہے اور اس میں نماز کا ثواب وہی ہے جو مسجد میں نماز کا ثواب ہے ، روافض زمانہ مرتد ہیں کما حققناہ فی رد الرفضہ (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق ردّ الرفضہ میں بیان کی ہے ۔ ت) تو وہ مسجد بنانے کے اہل نہیں ۔

قال اللہ تعالٰی ما کان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللہ شٰہدین علٰی انفسہم بالکفر (الٰی قولہ تعالٰی) انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ و الیوم الاٰخر[2] الاٰیۃ ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا : مشرکوں کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ تعالٰی کی مساجد تعمیر کریں اس حال میں

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] ؍؍ ۹/ ۱۷، ۱۸

کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں (اللہ تعالٰی کے اس ارشاد تک کہ) بیشک اللہ تعالٰی کی مسجدیں تو وہی لوگ تعمیر کرتے ہیں جو اللہ تعالٰی اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۰۳ و ۴۰۴)

(۱۹) زید نے مسجد کی زمین کا کچھ حصہ دبا کر اپنے مکان کی تعمیر میں جبرًا شامل کر لیا ہے۔ اب زید کے ساتھ شرعًا کیا معاملہ کیا جائے، اس کے جواب میں فرمایا:

اس صورت میں زید سخت گناہ کبیرہ وظلم شدید کا مرتکب اور اس آیۂ کریمہ کی وعید کا مستوجب ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اولٰئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[1]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں سعی کرے، انھیں روا نہ تھا کہ اس میں قدم رکھیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دُنیا میں رسوائی اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

مسجد کا ہر ٹکڑا مسجد ہے تو جتنا پارۂ زمین اس نے دبا لیا اسے نماز سے روکا اور اس کی ویرانی میں ساعی ہوا اور دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذابِ عظیم کا استحقاق لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں فرمایا ہے کہ:

"جو بالشت بھر زمین ناحق دبا لے گا قیامت کے دن اتنا حصۂ زمین کے ساتوں طبقے توڑ کر اس کے گلے میں ڈالے جائیں گے۔"[2]

ہر مسلمان خصوصًا متولیانِ مسجد کو اس پر حقِ مواخذہ حاصل ہے اور فرض ہے کہ ہر جائز چارہ جوئی اس سے زمین نکال کر شاملِ مسجد کرنے کے لئے حد کو پہنچائیں، جو باوصفِ قدرت اس سے باز رہے گا شریکِ عذاب ہوگا تا حدِ قدرت ہرگز حلال نہیں کہ اس سے کچھ روپیہ اس کے عوض لے کر چھوڑ دیں کہ یہ مسجد کا بیچنا ہوگا اور مسجد کی بیع باطل وحرام و ناممکن ہے قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للہ[3] (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ بیشک مساجد اللہ عزوجل کی ہیں۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] صحیح البخاری باب ما جاء فی سبع ارضین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۳ و ۴۵۴

[3] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۸

اگر وہ لاکھ روپے ہرگز کے بدلے دے جب بھی لینا حرام ہے ، نہ ہرگز زید کسی طرح عند اللہ مواخذہ سے بری ہوگا جب تک زمینِ مسجد مسجد کو واپس نہ دے ۔ زید اگر ایسا نہ کرے تو مسلمان اس سے میل جول ، سلام کلام ، نشست برخاست قطع کردیں ۔

قال اللہ تعالیٰ " واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1] "

اللہ تعالےٰ نے فرمایا : اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر قومِ ظالمین کے پاس مت بیٹھ ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۰۸ ، ۴۰۹)

(۲۰) جھگڑے سے بچنے کے لئے سُنّیوں اور غیر مقلدین کے لئے الگ الگ مساجد نامزد کر دینا شرعًا کیسا ہے ؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

جو مساجد غیر مقلدوں کی بنائی ہوئی ہیں ان کے نامزد کردی جائیں مگر جو مساجد اہلسنت کی بنائی ہوئی ہیں ان میں سے کوئی مسجد غیر مقلدوں کے لئے خاص کر دینا اور اہلسنت کو ان سے ممنوع کرنا شرعًا محض ظلم و حرام ہے ۔

قال اللہ تعالیٰ " ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ[2] "

اللہ تعالےٰ نے فرمایا : اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مساجد میں اس کا نام لینے سے روکے ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۱۱)

(۲۱) جس شخص سے شر و فساد کا خطرہ ہو اس کو شرکت جماعت سے روکنا جائز ہے ۔ چنانچہ فرمایا :

ہاں شرعًا حکم ہے کہ ایسے لوگ مسجد سے باز رکھے جائیں ۔

قال اللہ تعالیٰ اولٰئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین[3]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ انھیں مساجد میں داخل نہیں ہونا چاہئے مگر ڈرتے ہوئے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۱۲)

---

[1] القرآن الکریم ۶/۶۸

[2] " ۲/۱۱۴

[3] " ۲/۱۱۴

(۲۲) مسجد قدیم کے اردگرد مسلمانوں کے مکان نہیں رہے۔ اب کوئی صاحب مسلمانوں کی آبادی کے درمیان جدید پختہ مسجد بنانا چاہتے ہیں، اس سلسلہ میں حکم شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

حتی الامکان مسجد کا آباد کرنا فرض ہے اور ویران کرنا حرام۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[1]

اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے روکتا ہے اور ان کی بربادی کی کوشش کرتا ہے۔ (ت)

ہندوستان کی آبادی کا قاعدہ یہ ہے شہر ہو یا گاؤں کہ مکانات قریب قریب ہوتے ہیں بیس پچیس گھر کا گاؤں اتنے فاصلہ کی آبادی نہ رکھے گا کہ مسلمانوں کو قدیم مسجد تک جانا دشوار ہو، تو جو صاحب پختہ بنانا چاہتے ہیں اسی کو پختہ کریں اور آباد کریں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۱۳)

(۲۳) چار چھوٹی مساجد کو اکھاڑ کر ایک بڑی جامع مسجد بنانے کے بارے میں فرمایا:

یہ حرام ہے کہ اور مسجدوں کو برباد کرکے جامع مسجد بنائی جائے، نہ ان مسجدوں کے ٹین وستون اس کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

لایجوز نقلہ و نقل مالہ الی مسجد اٰخر[2]

مسجد اور اس کے مال کو دوسری مسجد کی طرف منتقل کرنا جائز نہیں۔ (ت)

نہ ان مسجدوں کی زمینوں کا کسی دوسرے تصرف میں لانا حلال ہو سکتا ہے، جو ایسا کرے گا سخت ظالم و مستحقِ سخت عذاب ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے منع کرتا ہے اور ان کی بربادی کی کوشش کرتا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۲۰)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۷۱

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

(۲۴) غیر شریف النسب کی بنائی ہوئی مسجد کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مسجد ضرور مسجد ہے اور اس میں نمازیں بیشک جائز اور بنانے والے کا شریف النسب نہ ہونا اگر ثابت بھی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ بانی کی شرافت نسب کوئی شرط مسجد نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر الخ[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مسجدیں تو وہی لوگ تعمیر کرتے ہیں جو اللہ تعالےٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۶ ص ۴۳۵)

(۲۵) زید نے مسجد تعمیر کی اور عمرو یہ دعویٰ کرے کہ اس کی چھ انگل زمین مسجد میں آرہی ہے تعمیرِ مسجد کو روکتا ہے۔ اس مسئلہ کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سائل نے نہ بتایا کہ واقع میں زید نے چھ انگل ملک عمرو زمین میں شامل کر کے اسے مسجد کرنا چاہا ہے یا واقع میں ایسا نہیں اور عمرو کا دعویٰ جھوٹا ہے اگر فی الواقع صورت اولیٰ ہے تو مسجد مسجد نہیں، اور عمرو نے جو کچھ برتاؤ برتے اس صورت میں اس پر الزام نہیں، اور اگر ایسا نہیں تو بلاشبہہ عمرو بدخواہ مسجد اور سخت سے سخت ظالموں میں ہے۔

قال اللہ عزوجل "ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ما کان لہم ان یدخلوہا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[2]"

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں یادِ الٰہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ایسوں کو نہیں پہنچتا تھا کہ اس میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

اس حالت میں اس کے ساتھ کھانا پینا، میل جول نہ چاہئے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۶ ص ۴۴۱)

(۲۶) ایک مسجد توڑ کر دوسری بنانے اور پرانی مسجد کی لکڑی وغیرہ ذاتی مصرف میں لانے والے کے بارے میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۸

[2] " " ۲/۱۱۴

یہ فعل کہ زید نے کیا حرام محض ہے، مسجد نہ توڑی جاسکتی ہے نہ بدلی جاسکتی ہے، نہ اس کی لکڑی وغیرہ کوئی چیز اپنے مصرف میں لائی جاسکتی ہے۔

قال اللہ تعالٰی "ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اولٰئک ماکان لہم ان یدخلوہا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[1]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں یادِ الٰہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ایسوں کو نہیں پہنچتا کہ اس میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۴۲)

(۲۷) سابق متولی مسجد کی بدعنوانیوں کا پتھر نصب کرنے کے بارے میں فرمایا:

اگر ان باتوں میں ان کا قصور نہ تھا بلکہ اور لوگوں نے نقصان پہنچائے تو ان افعال کی ان کی طرف نسبت بہتان وافترا ہے اور اس کی اشاعت اشاعت فاحشہ ہے اور وہ حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی "ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لہم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ[2]۔"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: بیشک وہ لوگ جو مومنوں میں اشاعتِ فاحشہ چاہتے ہیں ان کے لئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۷۳)

(۲۸) اللہ تعالٰی سے کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

اللہ واحد قہار سے وعدہ کرکے پھرنا بہت سخت ہے اور اس پر شدید وعید۔ قال تعالٰی:

فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ماوعدوہ وبما کانوا یکذبون[3]۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

تو اس کے پیچھے اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انھوں نے اللہ تعالٰی سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ وہ جھوٹ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] " " ۲۴/ ۱۹

[3] " " ۹/ ۷۷

بولتے تھے ۔ اللہ تعالٰی کی پناہ ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۸۱)

(۲۹) صحن مسجد کے کچھ حصہ میں مسجد کی آمدنی کے لئے دکانیں بنانے سے متعلق فرمایا :

جو زمین مسجد ہو چکی اس کے کسی حصہ کسی جز کا غیر مسجد کر دینا اگرچہ متعلقاتِ مسجد ہی سے کوئی چیز ہو حرام قطعی ہے ۔

قال اللہ تعالٰی وان المسجد للہ [1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : بیشک مسجدیں اللہ تعالٰی کی ہیں ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۸۲)

(۳۰) مالِ وقف ناحق کھانے والوں کے بارے میں فرمایا :

وقف کا مال مثل مال یتیم ہے جسے ناحق کھانے پر فرمایا :

انما یاکلون فی بطونھم نارا ط وسیصلون سعیرا [2]

اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور عنقریب جہنم میں جائیں گے ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۸۷)

(۳۱) مسجد کی مسجدیت ختم کر کے کچھ اور بنانا ممنوع اور مسلمانوں پر مسجد کا دفاع فرض ہے ، چنانچہ فرمایا :

مسلمانوں پر اسے مسجد باقی رکھنا اور تاحدِ قدرت ہر جائز طریقہ سے اسے مسجد رہنے میں پوری کوشش کرنا فرض قطعی ہے جو اس میں کوتاہی کرے گا سخت عذابِ الٰہی کا مستحق ہوگا ۔

قال اللہ تعالٰی " ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا ط اولٰئک ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین ط لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم [3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں ذکرِ الٰہی ہونے سے ، اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ، انھیں روا نہ تھا کہ ان میں جاتے مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ۔

---

[1] القرآن الکریم ۷۲ / ۱۸
[2] القرآن الکریم ۴ / ۱۰
[3] " " ۲ / ۱۱۴

والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۹۲)

(۳۲) ادھار بیع کی صورت بنسبت نقد کے زیادہ قیمت رکھنا ممنوع نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

قرضوں بیچنے میں نقد بیچنے سے دام زائد لینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا، یہ باہمی تراضی بائع و مشتری پر ہے۔

قال تعالیٰ "الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر یہ کہ تمہارے درمیان باہمی رضامندی سے تجارت ہو (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۴۹۴، ۴۹۵)

(۳۳) مسلمان عورتوں کی تعمیر کی ہوئی مساجد کے بارے میں حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وہ مسجدیں شرعاً مساجد ہیں اور ان میں نماز قطعاً جائز، اور ان کا ہدم ظلم شدید، اور ان میں نماز پڑھنے سے روکنا، ان کی ویرانی میں کوشش کرنا حرام۔

قال اللہ تعالیٰ "ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ و سعیٰ فی خرابہا"[۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نامِ الٰہی لینے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۱۱)

(۳۴) نواب اور راجے کچھ عورتوں کو اپنے ہاں محبوس رکھتے اور حرام کاری کرتے ہیں، ان کے بارے میں فرمایا:

یہ حبس ضرور ظلم و حرام ہے اور اگر برضائے زناں ہو تو قطعاً یہ بھی عاصیہ کہ رضا بالحرام حرام ہے لیکن جب بالجبر ہے تو اس کی طرف سے معصیت نہیں۔

قال تعالیٰ "ومن یکرہھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم"[۳]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو ان پر جبر و اکراہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان عورتوں کے مجبور ہونے کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۱۳)

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۲۹
[۲] ؍؍ ۲/ ۱۱۴
[۳] ؍؍ ۲۴/ ۳۳

(۳۵) دو قدیم مساجد کے بجائے اہلِ محلہ باہمی اتفاق سے ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں اور قدیم مسجدوں کے اسباب کو اس مسجد میں لگانا چاہتے ہیں، اس بارے میں فرمایا:

اگر یہ چاہتے ہیں کہ دونوں مسجدوں کو معدوم کرکے تیسری جگہ بنائیں تو یہ حرام حرام سخت حرام اشد ظلم ہے،

قال اللہ تعالٰی "ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ و سعٰی فی خرابہا[1]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

اور اگر دونوں مسجدیں متصل ہیں یہ چاہتے ہیں کہ بیچ کی دیوار ہٹا کر دونوں کو ایک کرلیں تو یہ جائز ہے۔

اشباہ و درمختار میں ہے:

لاھل المحلۃ جعل المسجدین واحدًا[2]

اہلِ محلہ کو اختیار ہے کہ دو مسجدوں کو ایک کرلیں (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۲۱)

(۳۶) کسی مسجد اہلسنت میں روافض اس لئے اذان و نماز ادا کرنا چاہتے ہیں کہ اس کی تعمیر میں ان کے آباء واجداد شامل تھے۔ اس بارے میں فرمایا:

روافض زمانہ علی العموم کفار مرتدین ہیں کما حققناہ فی رد الرفضۃ بما لامزید علیہ (جیساکہ ہم اس کی تحقیق اپنے رسالہ "ردّ الرفضہ" میں اس انداز سے کرچکے جس پر اضافہ کی ضرورت نہیں۔ ت) فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

الرافضی اذا کان یسب الشیخین اویلعنھما والعیاذ باللہ فھو کافر[3]

رافضی جب شیخین کریمین (صدیق و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو گالیاں بکے یا ان پر لعنت بھیجے (اللہ بچائے) تو وہ کافر ہے۔ (ت)

قال اللہ تعالٰی ان اولیاؤہ الا المتقون[4]

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] درمختار کتاب الصلٰوۃ باب ما یفسد الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[4] القرآن الکریم ۸/ ۳۴

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں۔ (ت)

نہ ان کی اذان اذان، نہ ان کی نماز نماز۔

قال اللہ تعالٰی وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔ (ت)

اور ان کے باپ دادا جبکہ اہل سنت تھے اور انھوں نے مذہبِ رفض اختیار کیا تو نہ وہ ان کے باپ رہے نہ یہ ان کی اولاد، نہ ان کے ذریعہ سے انھیں کوئی دعوٰی پہنچتا ہے۔

قال اللہ تعالٰی انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صٰلح[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۲۴، ۵۲۵)

(۳۷) گناہ گار کا مددگار بھی ویسا ہی مجرم ہے، چنانچہ فرمایا:

جو شخص ناحق پر اس کی تائید کرتے ہیں سب اسی کی طرح مرتکبِ جُرم و مستحقِ سزا ہیں۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور ظلم پر تعاون مت کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۴۰)

(۳۸) مشاورینِ مسجد احاطہ مسجد کو جس میں عیدین و یوم جمعہ کو نمازیں پڑھی جاتی ہیں باغیچہ بنانا چاہتے ہیں، ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

باغیچہ امراء کے مکانوں کی زینت ہوتا ہے، بیت اللہ کی زینت ذکر اللہ ہے، ولہذا علماء نے مساجد میں پیڑ لگانا منع فرمایا اور فرمایا کہ مساجد کو یہود و نصارٰی کے کنیسوں گرجوں سے مشابہ نہ کرو، پھر اس میں نمازیوں پر جمعہ و عیدین میں تنگی ہے اور جو مسلمانوں پر تنگی کرے اللہ اس پر تنگی کرے گا من ضیق ضیق اللہ علیہ (جس نے تنگی کی اللہ تعالٰی اس پر تنگی فرمائیگا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

[2] " ۱۱/ ۴۶

[3] " ۵/ ۲

اس میں منع خیر ہے اور مناع للخیر کی مذمت کلام اللہ میں ہے، اس میں زمین متعلق مسجد کو نماز سے روکنا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا ط اولٰئک ماکان لھم ان ید خلوھا الّا خائفینط لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم[۱]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نامِ الٰہی لئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے، ان کو ان مساجد میں قدم دھرنا نہ تھا مگر ڈرتے ہوئے، ایسوں کے لئے دُنیا میں رُسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۴۵)

(۳۹) زید نے کچھ زمین وقف کرنے کی نیت کی تھی اور اب اس کے بدلے اس سے بہتر زمین وقف کرنا چاہتا ہے، اس کے بارے میں فرمایا:

اگر واقعی اس سے بہتر اور زیادہ منافع کی زمین وقف کرنا چاہتا ہے تو اس پر کچھ الزام نہیں۔
قال اللہ تعالٰی "ما علی المحسنین من سبیل[۲]"
اللہ تعالٰی نے فرمایا: نیکی کرنے والوں پر (مواخذہ کی) کوئی راہ نہیں۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۴۷)

(۴۰) سُود کی ڈگریاں دلوانے والے اور عقائدِ سرسیّد کے مدّاح وکیل کے بارے میں سوال آیا جو ایک انجمن اسلامیہ کا سیکرٹری ہے، اس کے جواب میں فرمایا:

امورِ بالا سے تو یہ شخص صرف فاسق فاجر ہوتا مگر عقائد کفریہ کافر کا مداح خود کافر و مرتد ہے اور کافر کسی طرح مسلمانوں کے کاموں کا والی نہیں ہوسکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:
ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا[۳]
اور ہرگز اللہ تعالٰی کافروں کو مومنوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔ (ت)

ان سے استعانت ناجائز ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:
انّا لا نستعین بمشرک[۴]
بیشک ہم کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۶۲)

---

۱ القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴ — ۲ القرآن الکریم ۹/ ۹۱
۳ ؍؍ ؍؍ ۴/ ۱۴۱ — ۴ سنن ابی داوٗد کتاب الجہاد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹

(۴۱) ایک انجمن اسلامیہ کی کچھ رقم کسی کے ذمّے لازم تھی جو اس نے ادا کر دی۔ اب وہ مرگیا اور اس کے مرنے کے بعد اس کے ذمّے انجمن کے حسابات میں کچھ کمی بیشی ثابت ہوئی، اس کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جس قدر مطالبہ واجبی ثابت ہو اگر اس سے کم ادا ہوا ہے باقی ان کے ترکہ سے لیا جائے گا اور اگر اول سے زیادہ لے لیا گیا ہے تو جتنا زیادہ ہو انھیں واپس دینا واجب ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "علی الید ما اخذت حتی تردھا"[۱] وقال تعالٰی "ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم[۲]"

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ پر وہ چیز واجب ہے جو اس نے لی یہاں تک کہ وہ اس کو ادا کر دے۔ اور اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ اور نہ اُن کا مقدمہ حاکموں کے پاس اس لئے لے جاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناحق کھالو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۵۷۷، ۵۷۸)

(۴۲) کیا اہلِ سنّت وجماعت اپنی مساجد وغیرہ کا متولی ومتصرف روافض کو بنا سکتے ہیں اور انھیں اپنے ساتھ نمازوں میں شریک کر سکتے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

مساجد و اوقاف کا متولی بنانا کیسے عظیم دینی کاموں میں ان سے استعانت ہے اور یہ ان تشریحاتِ جلیلہ پر کہ المحجۃ المؤتمنہ میں مذکور ہوئیں حرام ہے۔ قرآن عظیم فرماتا ہے:

لا تتخذوا منھم ولیا ولا نصیرا[۳]

غیروں میں سے کسی کو نہ اپنا دوست بناؤ نہ مددگار۔

تفسیر ارشاد العقل السلیم علامہ ابو سعود عمادی وتفسیر فتوحاتِ الٰہیہ میں ہے:

نھوا عن موالاتھم لقرابۃ او صداقۃ جاھلیۃ ونحوھما من اسباب المصادقۃ والمعاشرۃ وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ[۴]

---

[۱] جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء ان العاریۃ مؤداۃ امین کمپنی دہلی ۱/۱۵۲
[۲] القرآن الکریم ۲/۱۸۸ [۳] القرآن الکریم ۴/۸۹
[۴] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت الآیۃ ۴/۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۳
الفتوحات الالٰہیۃ الشھیر بالجمل " " " دار الفکر بیروت ۱/۴۲۶

یعنی مسلمان منع کئے گئے کافروں کی دوستی سے خواہ وہ رشتہ داری کے سبب ہو یا اسلام سے پہلے کے یارانے خواہ یاری اور میل جول کے اور کسی سبب سے، اور منع کئے گئے اس سے کہ جہاد یا کسی دینی کام میں کافروں سے استعانت کریں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۶۱۱)

(۴۴۳) مزید فرمایا:

مسلمانوں کا ایسا عظیم کام اس کے سپرد کرنے میں اسے رازدار و دخیل کار بنانا ہے اور یہ حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ام حسبتم ان تترکوا و لما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم و لم یتخذوا من دون اللہ و لا رسولہ و لا المؤمنین ولیجۃ ط واللہ خبیر بما یعملون[1]

کیا اس گھمنڈ میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی وہ لوگ علانیہ ظاہر نہ ہوئے جو تم میں سے راہِ خدا میں پوری کوشش کریں اور اللہ و رسول و مسلمین کے سوا کسی کو اپنا رازدار و دخیل نہ بنائیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

نہی اللہ تعالٰی المؤمنین ان یتخذوا بطانۃ من غیر المؤمنین فیکون ذٰلک نہیا عن جمیع الکفار، و مما یؤکد ذٰلک انہ قیل لعمر رضی اللہ عنہ ھٰھنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لا یعرف اقوی حفظا و لا احسن خطا منہ، فان رأیت ان تتخذہ کاتبا فامتنع عمر من ذٰلک و قال اذن اتخذت بطانۃ من غیر المومنین[2]۔

یعنی اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ غیر مسلم کو اپنا رازدار نہ بناؤ تو یہ تمام کفار سے ممانعت ہے اور تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی گئی کہ شہر حیرہ میں ایک نصرانی ہے اس کا سا حافظہ اور عمدہ خط کسی کا معلوم نہیں حضور کی رائے ہو تو ہم اسے محرر بنالیں، امیر المؤمنین نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ایسا ہو تو میں غیر مسلم کو رازدار بنانے والا ٹھہروں گا۔

تفسیر لباب التاویل وغیرہ پارہ ۶ میں ہے:

روی ان ابا موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قلت لعمر بن الخطاب

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۶

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۳/ ۱۱۸ دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۸/ ۱۷۲

رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لی کاتبا نصرانیا فقال مالک ولہ قاتلک اللہ الا اتخذت حنیفا؟ یعنی مسلما اما سمعت قول اللہ عزوجل یاایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیھود والنصٰری اولیاء قلت لہ دینہ ولی کتابتہ قال لا اکرمھم اذ اھانھم اللہ ولا اعزھم اذ اذلھم اللہ ولا ادنیھم اذ ابعدھم اللہ قلت لایتم امر البصرۃ الابہ فقال مات النصرانی والسلام یعنی ھب انہ مات فما تصنع بعد فما تعمل بعد موتہ فاعلمہ الاٰن واستغن عنہ بغیرہ من المسلمین[1]

یعنی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا کہ میں نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم سے عرض کی میرا ایک محرر نصرانی ہے۔ فرمایا: تمھیں اس سے کیا علاقہ، خدا تم سے سمجھے، کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر بنایا، کیا تم نے یہ ارشادِ الٰہی نہ سنا کہ اے ایمان والو! یہود و نصارٰی کو یار نہ بناؤ۔ میں نے عرض کی، اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے تو اس کی محرری سے کام ہے۔ فرمایا: میں کافروں کو گرامی نہ کروں گا جبکہ انھیں اللہ نے خوار کیا، نہ انھیں عزت دوں گا جب کہ اللہ نے انھیں ذلیل کیا، نہ اُن کو قُرب دوں گا جبکہ اللہ نے انھیں دُور کیا۔ میں نے عرض کی: بصرہ کا کام بے اس کے پورا نہ ہوگا۔ فرمایا: مرگیا نصرانی والسلام یعنی فرض کرلو کہ وہ مرگیا اس کے بعد کیا کروگے جو جب کروگے اب کرو اور کسی مسلمان کو مقرر کرکے اس سے بے پروا ہوجاؤ۔

شرح سیر کبیر پھر ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے:

بہ ناخذ فان الوالی ممنوع من ان یتخذ کاتبا من غیر المسلمین لقولہ تعالٰی لاتتخذوا بطانۃ من دونکم[2]

ہم امیر المومنین کے اسی ارشاد پر فتوٰی دیتے ہیں بیشک والی کو جائز نہیں کہ کسی کافر کو محرر بنائے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اپنے سوا اوروں کو رازدار نہ بناؤ۔

سبحان اللہ! جب ان کو محرر تک بنانا ناجائز و خلافِ قرآن عظیم ہے تو مساجد مسلمین ان کے ہاتھ میں سپرد کرنا اور اتنا عظیم منصب دینا کس درجہ سخت حرام ہونا لازم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۶۱۱ تا ۶۱۳)

---

[1] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۵/ ۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۳
[2] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العاشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۸

(۴۴) مزید فرمایا:

متولی کرنا حرام ہے مگر اسے کہ امین وخیر خواہ ہو، یہاں تک کہ خود واقف پر اگر اطمینان نہ ہو وقف سے اسے باہر نکال دینا واجب ہے۔ اسعاف فی حکم الاوقاف میں ہے:

لا یولی الا امین لان الولایۃ مقیدۃ بشرط النظر ولیس من النظر تولیۃ الخائن لانہ یخل بالمقصود[1]

متولی نہ کیا جائے مگر جس پر پورا اطمینان ہو کہ تولیت میں وقف کا فائدہ دیکھنے کی شرط ہے اور جس پر اطمینان نہ ہو اس کا متولی کرنا رعایت فائدہ سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا کہ وہ اصل مقصود میں خلل ڈالتا ہے۔

فتاوٰی بزازیہ ودرر وغرر وتنویر الابصار ودرمختار وغیرہا میں ہے:

ینزع وجوبا لواقف فغیرہ اولٰی غیر مأمون[2]۔

یعنی اگر خود واقف قابلِ اطمینان نہ ہو تو اسے نکال دینا واجب، پھر دوسرے کا کیا ذکر۔

اور قرآن عظیم شاہد ہے کہ غیر مسلم ہرگز کسی معاملہ میں مسلم کا خیر خواہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالا ؕ ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[3]

اے ایمان والو! اپنے غیروں سے کسی کو راز دار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے ان کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مونھوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں دبی ہے وہ بڑی ہے، ہم نے تمھارے سامنے نشانیاں صاف بیان فرما دیں اگر تمھیں عقل ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۶۱۳، ۶۱۴)

(۴۵) مزید فرمایا:

اگر اسے کوئی اختیار دیا جائے مثلاً امام یا مؤذن یا فراش یا اور کسی ملازم کی موقوفی یا بحالی یا

---

[1] رد المحتار بحوالہ الاسعاف فی حکم الاوقاف کتاب الوقف دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۸۵

[2] درمختار کتاب الوقف مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۸۳

[3] القرآن الکریم ۳/۱۱۸

اضافہ یا کمی یا رخصت یا معطلی میں کچھ دخل۔ جب تو اس کی تولیت نہ صرف حرام بلکہ باطل محض ہے ہو سکتی ہی نہیں جیسا کہ ابھی اسی ردالمحتار و بحرالرائق و غایۃ البیان سے گزرا اور انھیں کتابوں میں اس پر اس آیۂ کریمہ سے دلیل لائے ؛

لن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا۔[1]

یعنی شریعتِ الٰہیہ ہرگز کسی کافر کو کسی مسلمان پر کوئی اختیار نہ دے گی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۶ ص ۶۱۷)

فتاوٰی رضویّہ جلد ۱۷

(۱) بیعانہ کی رقم مشتری کو واپس کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ فرمایا ؛

بیشک واپس پائے گا، بیع نہ ہونے کی حالت میں بیعانہ ضبط کرلینا جیسا کہ جاہلوں میں رواج ہے ظلم صریح ہے،

قال اللہ تعالٰی "لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[2]

اللہ تعالٰے نے فرمایا : آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۹۴)

(۲) بائع کا ثمن کو کارِ معصیت میں خرچ کرنے کا وبال مشتری پر نہیں۔ اس سلسلہ میں فرمایا ؛

مشتری جب عقد صحیح شرعی سے کوئی شئے خریدے تو بائع کے فعل کا کہ وہ اس زرِ ثمن کو طاعت میں خرچ کرے گا یا معصیت میں مشتری سے کچھ مطالبہ نہیں،

لا تزر وازرۃ وزر اخری۔[3]

کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ (ت)

زرِ ثمن کا معاذ اللہ سود میں دیا جانا تمامی عقد بیع کے بعد ہوگا تو مشتری سے کیا تعلق، اور

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱

[2] " " ۲/ ۱۸۸

[3] " " ۶/ ۱۶۴

اس وقت اگر ہے تو بائع کی نیت کہ ثمن لے کر وہاں دے گا، اس نیت کو بھی عقد سے علاقہ نہیں، بہرحال مشتری اس الزام سے بری ہے لتخلل فعل فاعل مختار (کہ درمیان میں فاعل مختار کا فعل ہے۔ ت) ہاں اگر کوئی صورتِ خاصہ ایسی ہو کہ بائع سُود وغیرہ مصارف حرام میں صرف کرنے کے لئے بیچتا ہے اور مشتری شراء سے نیت کرے کہ اس امر حرام میں اس کی اعانت کرے تو فسادِ نیت کے باعث خود اپنے اوپر الزام شرعی لے گا شمول ربا کا جواب تو یہ ہے مگر یہاں محلِ نظر یہ امر ہے کہ نیلام ایک بیع ہے اور بیع بے رضائے مالک شرعاً جائز نہیں،

قال اللہ تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ سوائے اس کے کہ تمھارے درمیان باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔ (ت)

پس اگر نیلام جائز صحیح شرعی خود مالک کرے یا باذنِ مالک ہو تو اس کے جواز میں کلام نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۱۰۸، ۱۰۹)

(۳) بعد از تقسیم ایک شریک دوسرے کا مال کم داموں پر خریدے۔ اگر تراضیِ طرفین ہو تو جائز ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا:

یہ خریداری جبکہ برضائے بائع ہو بیشک جائز ہے اگرچہ ہزار روپے کم کو خریدا ہو، اسے اس وجہ سے خطاوار کہنے والا خطاوار ہے۔

قال اللہ تعالٰی الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: مگر یہ کہ تمھارے درمیان باہمی رضامندی سے کوئی سودا ہو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۱۳۷)

(۴) سرکاری اسٹامپ کی بیع کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

نسأل اللہ ھدایۃ الحق والصواب اللّٰھم اغفر (ہم اللہ تعالٰی سے حق اور درستگی کی ہدایت مانگتے ہیں اے اللہ! مغفرت فرما۔ ت) یہ تجارت اکثر صورتوں میں خالی از خباثت نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴ / ۲۹

[2] القرآن الکریم ۴ / ۲۹

اللہ عزوجل نے جوازِ تجارت کے لئے تراضیِ باہمی شرط فرمائی،

قال تعالٰی عزمن قائل "یایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[1]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! نہ کھاؤ اپنے مال آپس میں ناحق طور پر مگر یہ کہ کوئی سودا ہو تمھارے آپس کی رضامندی سے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۱۴۴)

(۵) افیون اور بھنگ کی بیع کے بارے میں فرمایا:

پس صحت درینہا مطلق ست اگر برائے تداوی از بیرون بدن می خواہد جواز بمعنی حل نیز باشد واگر برائے معصیت میخواہد روا نیست قال تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[2]

لہذا صحت تو ان میں مطلق ہے اور اگر بیرون بدن ان سے علاج معالجہ مطلوب ہو تو جواز بمعنی حل بھی ہوگا اور اگر معصیت کے لئے ان کی بیع مطلوب ہو تو جائز نہیں۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور ظلم پہ تعاون مت کرو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۱۷۰، ۱۷۱)

(۶) جنین پر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولایت کا اثبات کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ جل جلالہ کا ولی و والی جملہ عالم ہونا ظاہر، اور اس کی خلافت سے حضور پرنور سیدِ عالم خلیفۂ اعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولایت بھی ہر شئی پر ہے اور خود جنین پر حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولایت فقیر قرآن عظیم و حدیث صحیح سے ثابت کر سکتا ہے، آیت تو قول الٰہی عزّ وجل النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسہم[3] جس میں ارشاد ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر مسلمان پر اس کی جان سے زیادہ ولی و والی و مولٰی و مختار و صاحبِ تصرف و اقتدار ہیں، اور شک نہیں کہ جنین بھی انسان ہے اور وہ یقیناً کافر نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام[4] ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

[2] ” ۵/ ۲

[3] ” ۳۳/ ۶

[4] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی فمات الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۱
صحیح مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ ” ” ” ۲/ ۳۳۶

اللہ سبحانہ، وتعالیٰ فرماتا ہے :

فطرت اللّٰہ التی فطر الناس علیہا۔[1]

اللہ کی فطرت وہ ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا۔(ت)

اہلِ سنّت کے نزدیک ایمان وکفر میں واسطہ نہیں توجنین ضرور مومن ہے اور بحکمِ آیت رسول اللہ صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہر مومن کے ولی و والی ہیں، یہ ثبوت آیت سے ہوا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۲۱۲، ۲۱۳ حاشیہ)

(۷) پنچوں کے فیصلہ کے لئے طرفین سے رقم جمع کرانا اور پھر کسی ایک فریق کو دے دینا باطل وظلم ہے۔ ایسی ہی ایک صورت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

پنچوں نے جو فریقین سے پچاس روپے جمع کرائے اور وہ بےمعنی فیصلہ قرار دیا سخت باطل و مردود تھا وہ پچاس روپے بکر پر حرام ہیں، اس پر فرض ہے کہ زید کو واپس کر دے۔

قال اللہ تعالیٰ "لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[2]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا : آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے پر مت کھاؤ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۲۱۸)

(۸) تاجروں کا کاریگروں سے مال خریدتے ہوئے ایک پیسہ روپیہ کٹوتی کرنا کیسا ہے ؟ اس کے جواب میں فرمایا :

ناراضی کی حالت میں حرام ہے،

قال اللہ تعالیٰ "الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔"[3]

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا : مگر یہ کہ ہو وہ تمہارے درمیان تجارت باہمی رضامندی سے۔ (ت)

اور رضا سے ہو یا ناراضی سے، مال جتنے کو اسے پڑا اس سے زیادہ کو بتانا جائز نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۲۶۳)

(۹) کسی کے ذمہ قرض تھا یاد نہیں کہ لے چکا ہے یا نہیں۔ مقروض نے اس شرط پر دے دیا کہ اس کو خیرات کر دینا، اب اس کے بارے میں کیا حکمِ شرعی ہے ؟ اس کے جواب میں فرمایا :

---

[1] القرآن الکریم ۳۰ / ۳۰

[2] القرآن الکریم ۲ / ۱۸۸

[3] " ۴ / ۲۹

اگر اس رقم کا واجبی ہونا معلوم نہیں جب تو اس کا اپنے تصرف میں لانا ہرگز جائز نہیں سب خیرات کر دیا جائے، اور اگر معلوم ہے کہ ہماری یہ رقم اس پر آتی تھی لکھنے سے رہ گئی تھی تو اگرچہ وہ اس کا مال ہے اور اپنے صَرف میں لانا حرام نہ ہوگا مگر جب اللہ کے لئے وعدہ کر چکا ہے تو اس سے پھرنا سخت شامت کا موجب ہے۔

قال اللہ تعالٰی "فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وبما کانوا یکذبون"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اللہ تعالٰی نے ان کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک جب وہ اس کو ملیں گے اس سبب سے کہ انھوں نے خلاف ورزی کی اس وعدہ کی جو انھوں نے اللہ تعالٰی سے کیا تھا اور اس سبب سے کہ وہ جھُوٹ بولتے تھے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۲۶۴)

(۱۰) ادھار بیع کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ سود نہیں، نہ اس میں کوئی حرج ہے جبکہ برضائے مشتری ہو، اور اجل یعنی میعاد ادا معیّن کر دی جائے،

قال اللہ تعالٰی "الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مگر یہ کہ ہو وہ تمھارے درمیان تجارت باہمی رضامندی سے (ت)

غرض یہ بیع بلاکراہت ہے، ہاں خلافِ اولویت ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۲۶۷)

(۱۱) کمی بیشی کے ساتھ نوٹ کی بیع کے بارے میں فرمایا:

نوٹ کی بیع روپے (سکّے) کے عوض جائز ہوگی اگرچہ دس کا نوٹ سَو کو بیچے، اور دونوں صورتوں میں فرق وہی ہے جو قرآن عظیم نے فرمایا کہ:

واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[3]

اللہ تعالٰی نے بیع کو حلال اور سُود کو حرام کیا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۲۷۵)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۷
[2] " ۴/ ۲۹
[3] " ۲/ ۲۷۵

(۱۲) قرضخواہ پر لازم ہے کہ مفلس قرضدار کو مہلت دے۔ چنانچہ فرمایا:

قرضدار جب مفلس ہو تو شرع قرضخواہ پر واجب کرتی ہے کہ انتظار کرے اور جب تک اسے استطاعت نہ ہو مہلت دے،

قال اللہ تعالیٰ "وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ"[1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر قرضدار تنگدست ہو تو اس کو کشادگی اور آسانی مہیا ہونے تک مہلت دو۔ (ت) (فتاوی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۰۱)

(۱۳) زید نے سود پر قرض دیا اور وصولی سے قبل مرگیا اب ورثاء زید کو اس کی تاریخ وفات تک کا سود لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

حرام قطعی ہے،

قال المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ "یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربٰوا ان کنتم مؤمنین ○ فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ"[2]

مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہا ہے چھوڑ دو اگر تم مسلمان ہو پھر جو ایسا نہ کرو تو خبردار ہو جاؤ خدا ورسول کے لڑنے سے یا اعلان کردو اللہ و رسول سے لڑائی کا۔

یہ اس بقیہ کی نسبت ارشاد ہوا جو تحریم سے پہلے کا رہ گیا تھا مسلمانوں نے خیال کیا یہ تو حرمت سے پیشتر کا ہے اسے لے لیں آئندہ سے باز رہیں گے اس پر یہ حکم آیا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا ہم میں خدا ورسول سے لڑنے کی طاقت نہیں، وہ بقیہ بھی چھوڑ دیا نہ کہ معاذ اللہ یہ بقیہ شقیہ کہ سرے سے بعد تحریم الٰہی کے لینا دینا ٹھہرا، اور اس کا لینے والا اللہ عزیز مقتدر قہار اور اس کے رسول جلیل جبار جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑائی کا پورا سامان کرلے اور قرآن پر ایمان رکھتا ہو تو یقین جانے کہ خدا و رسول عز مجدہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑنے والا سخت ہلاکت میں پڑنے والا ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین (اللہ کی پناہ جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ ت)۔

(فتاوی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۰۵، ۳۰۶)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۰
[2] ؍؍ ۲/ ۲۷۸ تا ۲۷۹

(۱۴) ہنود سے سود لینے کو جائز کہنے والے شخص کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

سود لینا نہ مسلمان سے جائز ہے نہ ہندو سے،

لاطلاق قولہ تعالٰی "وحرم الربٰو"[1] اما یؤخذ من الحربی فی دار الحرب فمال مباح لیس بربا۔" واللہ تعالٰی اعلم۔

اس ارشادِ باری تعالٰی کے اطلاق کی وجہ سے کہ "اللہ تعالٰی نے سود کو حرام کردیا" لیکن جو کچھ دارالحرب میں حربی سے لیا جاتا ہے تو وہ مباح مال ہے سود نہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷، ص ۳۰۸)

(۱۵) عورت کو ماں بہن کہنا ظہار نہیں۔ اس بارے میں فرمایا،

جیسے اپنی عورت کو ماں یا بہن کہنا کہ اس کا نام رکھنے سے نہ وہ حقیقۃً اس کی ماں بہن ہو جائے گی،

ان امھاتھم الا اللائی ولدنھم[2]۔

نہیں ہیں ان کی مائیں مگر وہ جنھوں نے ان کو جنا۔ (ت)

نہ اس کی مقاربت میں اس پر اصلاً کوئی مواخذہ کہ اس کہنے سے وہ اس پر حرام نہ ہوگئی۔

ابو داؤد فی سننہ عن ابی تمیمۃ الھجیمی ان رجلا قال لامرأتہ یا اخیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اختک ھی فکرہ ذٰلک ونھی عنہ[3]، قال فی الفتح الحدیث افاد کونہ لیس ظھارا حیث لم یبین فیہ حکما سوی الکراھۃ والنھی[4]

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابوتمیمہ ہجیمی سے روایت کیا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کو کہا کہ اے میری بہن، تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ تیری بہن ہے، آپ نے اس کی بات کو ناپسند جانا اور اس سے منع فرمایا۔ فتح میں کہا کہ حدیث اس قول کے ظہار نہ ہونے کا فائدہ دیتی ہے کیونکہ اس میں ناپسندیدگی اور ممانعت کے سوا کوئی حکم بیان نہیں کیا گیا۔ (ت)

ہاں صرف اتنی قباحت ہوگی کہ اس نے بےکسی ضرورت و مصلحت کے ایک جائز و حلال شَے کو حرام نام سے تعبیر کیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۷۵ [2] القرآن الکریم ۵۸/۲

[3] سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی الرجل یقول لامرأتہ یا اختی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۰۱

[4] فتح القدیر باب الظہار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۹۱

کما قال اللہ تعالٰی "وانھم لیقولون منکرا من القول و زورا"[1]

جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بیشک وہ بُری بات اور جھوٹ کہتے ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۱۲)

(۱۶) دارالاسلام میں حرمتِ ربا شرفِ دار کی وجہ سے نہیں۔ اس مسئلہ کی مکمل تحقیق کرتے ہوئے فرمایا:

تنبیہ: اگرچہ ہمارے کلام سابق سے متبین ہوا کہ مسلم و حربی میں دارالحرب میں نفی ربا بر بنائے انتفائے عصمت و وجود اباحت ہے نہ بر بنائے انتفائے شرفِ دار مگر ہم تتمیم فائدہ کو اس مطلب کی مزید توضیح کرتے ہیں **فاقول** و باللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی ہی سے توفیق ہے۔ ت) اگر اس سے یہ مقصود کہ تحریم محرمات بوجہ شرفِ دار تھی دارالحرب میں کہ یہ شرف مفقود حرمت مفقود، و لہذا وہاں غصب و ربا حلال و موجب ملک ہے تو بداہۃً باطل، احکامِ الٰہیہ دار دون دار (ایک ملک سوائے دوسرے ملک کے۔ ت) پر موقوف نہیں، نہ اختلافِ زمین کسی حرام شئی کو حلال کر سکتا ہے،

فان العباد للہ والبلاد للہ والحکم للہ والملک للہ "تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا"[2] وقال اللہ تعالٰی "وحیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ"[3] (المسجد الحرام) وقال اللہ تعالٰی "واقتلوھم حیث ثقفتموھم"[4] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلاۃ فلیصل"[5]

کیونکہ تمام بندے اور شہر اللہ تعالٰی کے ہیں، حکم اور بادشاہی اللہ تعالٰی کی ہے، برکت والا وہ ہے جس نے حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب اپنے بندے پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام جہانوں کے لئے ڈر سنانے والا ہو جائے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جہاں کہیں تم ہو اپنے چہروں کو مسجدِ حرام کی طرف پھیر لو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کو قتل کرو جہاں کہیں ان کو پاؤ۔ اور

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲ [2] القرآن الکریم ۲۵/ ۱

[3] " ۲/ ۱۴۴ [4] " ۲/ ۱۹۱ و ۴/ ۹۱

[5] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الصلوٰۃ باب اینما ادرکتک الصلوٰۃ دار صادر بیروت ۲/ ۴۳۳

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنا دیا گیا ہے چنانچہ میری امت کے کسی شخص پر جب نماز کا وقت ہو جائے تو وہ نماز پڑھے (جہاں بھی ہو)۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۱۶، ۳۱۷)

(۱۷) کفار کے خزانہ میں جمع شدہ روپے پر سود کی حرمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سود لینا قطعاً حرام ہے، اللہ عزوجل نے مطلقاً فرمایا:

واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[1]

اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود۔

اس میں رب العزت جل جلالہ نے کوئی تخصیص نہ فرمائی کہ فلاں سے سود لینا حرام اور فلاں سے حلال ہے بلکہ مطلقاً حرام فرمایا، اور وہ مطلقاً ہی حرام ہے کافر سے ہو خواہ مسلم سے۔ ہاں اپنا کسی پر آتا ہوا یا اور کوئی مال جائز شرعی کسی حیلہ شرعیہ سے حاصل کرنا دوسری بات ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۲۳)

(۱۸) بنک سے سود لینے کے بارے میں فرمایا: سود لینا مطلقاً حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی وحرم الربٰو[2]

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۲۳)

(۱۹) روپیہ اور غلہ قرض لینے کے بارے میں فرمایا:

روپیہ قرض لینا جائز ہی ہے اور خود غلہ قرض لینا صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور رب العزت جل وعلا فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمّی فاکتبوہ[3] الاٰیۃ۔

اے ایمان والو! جب تم ایک مقررہ مدت تک کسی دین کا لین دین کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۲۴)

(۲۰) غیر مسلموں سے سود لینے کے بارے میں فرمایا:

سود مطلقاً حرام ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵
[3] " ۲/ ۲۸۲

قال اللہ تعالٰی "وحرم الربٰو"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اللہ نے سُود کو حرام کیا۔(ت)

ہاں جو مال غیر مسلم سے کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن بغیر اپنی طرف سے کسی عذر اور بدعہدی کے ملے اگرچہ عقود فاسدہ کے نام سے اسے اسی نیت سے نہ نیت ربا وغیرہ محرمات سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ دینے والا کچھ کہے یا سمجھے کہ اس کے لئے اس کی نیت بہتر ہے نہ کہ دوسرے کی، لکل امرئ مانوی[2] (ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۲۵)

(۲۱) جُوئے کی ایک نئی صورت کے بارے میں استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

معاملہ مذکورہ محض حرام وقمار، ہزاراں ہزار محرمات بے شمار کا تودہ وانبار، بلکہ حراموں کا سلسلہ ناپیدا کنار، طرفہ اختراع ابلیس مکار ہے،

قال اللہ تعالٰی "وکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الٰی بعض زخرف القول غرورا ط ولوشاء ربک ما فعلوہ فذرھم وما یفترون ○ ولتصغٰی الیہ افئدۃ الذین لایؤمنون بالاٰخرۃ ولیرضوہ ولیقترفوا ما ھم مقترفون ○"[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے کچھ دشمن بنائے شیطان آدمی اور جن کہ ایک دوسرے کے دل میں جھوٹی بات ملمع کی ہوئی ڈالتے ہیں (ایک تو) فریب دینے کو اور تیرا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو تُو چھوڑ دے انھیں اور ان کے باندھے جھوٹ کو (دوسرے) اس لئے کہ جُھک آئیں اس باطل کی طرف ان کے دل جنھیں آخرت پر ایمان نہیں اور اسے پسند کریں اور اس کے ذریعہ سے کمالیں جو انھیں کمانا ہے۔

آخرت میں وبال وعذاب اور دنیا میں مثلاً صورت مسئولہ میں کوئی روپے اور کوئی گھڑی یا گہنا وغیرہ، اور کوئی خسر الدنیا والاٰخرۃ[4] (دنیا و آخرت میں اس نے گھاٹا پایا۔ت) کہ روپیہ گیا

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[2] صحیح البخاری کتاب الایمان باب ماجاء ان الاعمال بالنیۃ والحسبۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۲، ۱۱۳

[4] " ۲۲/ ۱۱

اور کچھ نہ ملا۔

قل اللّٰہ اذن لکم ام علی اللّٰہ تفترون[1]

اے نبی! تُو ان لوگوں سے فرما کیا اللہ نے تمھیں اس کی پروانگی دی ہے یا خدا پر بہتان اُٹھاتے ہو۔

یعنی پروانگی تو ہے نہیں ضرور افتراء ہی ہے،

ام لھم شرکٰٓؤا شرعوا لھم من الدین مالم یأذن بہ اللّٰہ[2]

کیا ان کے لئے کچھ ساختہ خدا ہیں جنھوں نے ان کو وہ دین گھڑ دیا جس کی اجازت اللہ نے نہ دی۔

اللہ عزوجل مسلمانوں کو شیطان کے فریب سے بچائے آمین! اس اجمال کی تفصیل مجمل یہ کہ حقیقت دیکھئے تو معاملہ مذکورہ بنظر مقاصد ٹکٹ فروشں و ٹکٹ خراں ہرگز بیع وشرا وغیرہ کوئی عقد شرعی نہیں بلکہ صرف طمع کے جال میں لوگوں کو پھانسنا اور ایک امید موہوم پر پانسا ڈالنا ہے اور یہی قمار ہے، پر ظاہر کہ اس طمع دلائی ہوئی گھڑی یا گہنے وغیرہ کی خرید و فروخت کا تو اصلاً نہ ذکر نہ اس شئی کی جنس ہی متعین، بلکہ تاجر کہتا ہے جب ایسا ہوگا تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم کو ایک چیز ان چیزوں سے بھیجیں گے، یہ وعدہ ہے اور بیع عقد، اور وعدہ وعقد میں زمین وآسمان کا بُعد۔ اب رہی سند اور ٹکٹ، سند تو خود مع قیمت واپس مانگتا ہے اور بیع میں مبیع مع قیمت واپس ہونے کے کوئی معنی نہیں، علماء نے صبی لایعقل البیع والشراء (وہ بچّہ جو بیع وشراء کی سمجھ نہیں رکھتا۔ ت) کی پہچان لکھی کہ چیز لے کر پیسہ بھی واپس مانگنے لگے فیعلم انہ لایعرف معنی المبادلۃ وما البیع الا مبادلۃ (پس معلوم ہوگیا کہ وہ مبادلہ کا معنٰی نہیں جانتا اور بیع تو ہے ہی مبادلہ۔ ت) ہاں ٹکٹ کی بیع کا نام لیا مگر اس پر وہ عبارت چھاپی جس نے صاف بتادیا کہ یہ مبیع نہیں ایک اقراری سند ہے جس کے ذریعہ سے ایک روپے والا بعد موجود شرائط تنتیس[3] روپے کا مال تاجر سے لے سکے گا اگر ٹکٹ ہی بکتا تو خریدار کیا ایسے احمق تھے کہ روپیہ دے کر دو[2] انگل کا محض بیکار پرچہ کاغذ مول لیتے جسے کوئی دو کوڑی کو بھی نہ پُوچھے گا، لاجرم بیع وغیرہ سب بالائے طاق ہے، بلکہ تاجر تو یہ سمجھا کہ مفت گھر بیٹھے میرے مال کی نکاسی میں جان لڑا کر سعی کرنے والے ملک بھر میں پھیل جائیں گے اور محض بے وقت

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۹
[2] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۱

مُنہ مانگے دام پے درپے آیا کریں گے نوکر دام لے کر کام کرتے ہیں اور غلام بے دام، مگر یہ ایسے پھنسیں گے کہ آپ دام دیں گے اور میرا کام کریں گے، انسان کسی امر میں دو ہی وجہ سے سعی کرتا ہے خوف یا طمع، یہاں دونوں مجتمع ہوں گے، ایک کے تینتیس ملنے کی طمع میں جس نے ایک ٹکٹ لے لیا اس پر خواہی نخواہی لازم ہوگا کہ یہاں سے جانے پانچ احمق اور پھانسے چھ تو یہ نقد بلا معاوضہ آئے، اب وہ نو گرفتار پانچ میں ہر ایک اسی تینتیس کی طمع اور اپنا روپیہ مفت مارے جانے کے خوف سے اور پانچ پانچ پر ڈورے ڈالے گا، یُونہی یہ سلسلہ بڑھتا رہے گا اور ملک بھر کے بے عقل میرا مال نکلنے میں بجان ساعی ہوجائیں گے پھر جب تک سلسلہ چلا فبہا، گھر بیٹھے بے محنت دُونے ڈیوڑھے چھنا چھن آرہے ہیں اور جہاں تھکا تو اپنا کیا گیا، ان ٹکٹ خروں کا گیا جنھوں نے روپے کو ہوا خریدی، ہمیں یُوں بھی صدہا مفت بچ رہے، بہر حال اپنا احمق کہیں نہیں گیا، تاجر کے تو یہ منصوبے تھے ادھر مشتری سمجھا کہ گیا تو ایک اور ملے تو تیس، لاؤ قسمت آزمادیکھیں یہاں تک نِری طمع تھی اب کہ روپیہ بھیج چکے مارے جانے کا خوف بھی عارض ہوگیا اور ہر طرح لازم ہوا کہ اوروں پر جال ڈالیں اپنا روپیہ ہرا ہو، دُوسرے سُوکھے گھاٹ اتریں تو اتریں، یُونہی یہ امید وبیم کا سلسلہ قمار ترقی پکڑے گا، اوّل کے دو چار کچھ حرام مال کی جیت میں رہیں گے آخر میں بگڑے گا جس جس کا بگڑے گا یہی اکل مال بالباطل ہے جسے قرآن عظیم نے حرام فرمایا کہ:

یٰایھا الذین اٰمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1]

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۲۹ تا ۳۳۱)

(۲۲) ہندوستانی مسلمانوں کو اپنی حالت سنوارنے کے لئے غیر مسلم سے سُود کا لین دین کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

سُود لینا دینا مطلقاً حرام ہیں،

قال اللہ تعالٰی وحرم الربٰو[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اللہ تعالٰی نے سُود کو حرام کیا۔ (ت)

حدیث صحیح میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکل الربٰو وموکلہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۹ [2] القرآن ۲/۲۷۵

وکاتبہ وشاھدہ وقال ھم سواء[1]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سود دینے والے اور سُود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والوں پر۔ اور فرمایا: وہ سب برابر ہیں۔

اللہ کی لعنت کے ساتھ دینی حالت سنورے گی یا اور بدتر ہوگی۔ اور قومی دنیوی حالت سنبھلنا بھی معلوم۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یمحق اللہ الربٰو ویربی الصدقٰت[2]

اللہ مٹاتا ہے سُود کو اور بڑھاتا ہے زکوٰۃ کو۔

جسے اللہ تباہ وبرباد کرے وہ کیونکر بڑھ سکتا ہے، اور بالفرض کچھ دن کو ظاہری نگاہ میں بڑھے بھی تو جتنا بڑھے گا اللہ کی لعنت بڑھے گی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۳۵، ۳۳۶)

(۲۳) سُودی معاملہ میں بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

حرام حرام حرام قطعی، یقینی حرام۔ دس برس تو بہت ہوتے ہیں سُود ایک لمحہ ایک آن کو حلال نہیں ہوسکتا۔ احکامِ الٰہیہ کسی کی ترمیم سے بدل نہیں سکتے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[3]

اور اللہ تعالٰے نے بیع کو حلال اور سُود کو حرام کیا (ت)

صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربٰو ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[4]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سُود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور سُود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر، اور فرمایا: وہ سب برابر ہیں (ت)

یہاں تک کہ سُود دہندہ ہی سُود گیرندہ بھی ہے معنٰی یہ کہ ڈبل ملعون ہے جو براہِ شامتِ نفس

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۶

[3] ۲/ ۲۷۵

[4] صحیح مسلم کتاب المساقاۃ والمزارعۃ باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

اس کا ارتکاب کریں اور حرام جانیں وہ فاسق فاجر ہیں، اور جو حلال سمجھیں وہ مرتد کافر، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ہاں اگر اس میں بھی اسی طریقہ بیع نوٹ کا اجراء کریں جو ہم نے تحریر سابق میں ذکر کیا تو بلا وقت اس حرام قطعی سے بچ جائیں مگر حلال حرام کی آج فکر کسے ہے الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم[1] (مگر وہ جس پر میرا رب رحم فرمائے، بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۷، اص ۳۴۰، ۳۴۱)

(۲۴) ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

اللہ عزّ وجل نے مطلق فرمایا:

وحرم الربوٰ[2] اللہ نے سود حرام کیا۔

اس میں کوئی تخصیص مسلم، کافر، سُنّی، بدمذہب کسی کی نہیں۔ سود لینا کسی سے حلال نہیں، جو حلال ہے وہ سود نہیں اور جو سود ہے وہ حلال نہیں کافر غیر ذمی کا مال بلا غدر جو حاصل ہو وہ مال مباح سمجھ کر لینا حلال ہے سود جان کر لینا حرام، قصدِ معصیت خود معصیت ہے، مثلاً کافر سے کوئی مال سو روپیہ کو خریدا اور قیمت دبالی یا دھوکا دے کر کھوٹے دام دیئے یہ ناجائز ہے کہ خلافِ معاہدہ ہوا،

قال اللہ تعالیٰ یایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو۔ (ت)

اور اگر چاندی کا دو سو روپیہ بھر مال سو روپیہ کو مول لیا اور یہ سمجھا کہ سو روپیہ ہی کے بدلے سو روپے ہو گئے باقی کافر کا مال بلا غدر اس کی مرضی سے ملتا ہے تو جائز جبکہ وہ کافر ذمی یا مستامن نہ ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۷، اص ۳۴۱، ۳۴۲)

(۲۵) سُودی بنک کا ممبر بننے والے امام کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

امام مذکور کا اس بنک کی ممبری قبول کرنا گناہ و حرام ہوا،

قال اللہ تعالیٰ "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[4]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔ (ت)

۱؎ القرآن الکریم ۱۲/ ۵۳
۲؎ القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵
۳؎ " ۵/ ۱
۴؎ " ۵/ ۲

حدیث میں ہے :

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خلع من عنقہ ربقۃ الاسلام[1]

جو دانستہ ظلم پر اعانت کرے اس نے اسلام کی رسّی اپنی گردن سے نکال دی (ت)

اور شک نہیں کہ سُود لینا ظلم شدید ہے اور اس کا ممبر بننا اور اس کے ان سود خوروں کو روپیہ دینا اس ظلم شدید پر اعانت ہے اور معین مثل فاعل ہے ولہذا کاتب پر بھی لعنت فرمائی، تو اس کا رُکن بننے والا اور اس کے لئے روپیہ دینے والا ضرور کاتب سے بدرجہا زائد لعنت کا مستحق ہوگا اور امام مذکور کا اس پر اصرار حرام پر اصرار اور علانیہ فسق واستکبار ہے، اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ اور اسے معزول کرنا واجب اور جتنی اس کے پیچھے پڑھی ہوں ان کا پھیرنا لازم، پھر اگر بلا ضرورتِ شرعیہ محض جاہلانہ ضرورتوں کے لئے سودی قرض لے گا تو ضرور وہ بھی سود کھانے کے مثل ہوگا اور یہ لعنت کا دوسرا حصہ ملے گا، اور عوام کے فعل سے سند لانا اور حکمِ الٰہی کے مقابل اسے سنانا محض جہالت وضلالت ہے ہاں اگر محض مجبوری شرعی کے لئے سُودی روپیہ بقدر ضرورت قرض لے تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ مواضع ضرورت شرع نے خود استثناء فرما دیئے ہیں،

قال اللہ تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[2]، وقال اللہ تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ڈرو اللہ تعالٰی سے جس قدر تم استطاعت رکھتے ہو، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بناتا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۴۳، ۳۴۴)

(۲۶) سُود کی ایک اُلجھی ہوئی صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا :

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، اللہ عزّوجل فرماتا ہے :

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما[4]

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۷
شعب الایمان حدیث ۷۶۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۱۲۲
[2] القرآن الکریم ۶۴/۱۶ [3] القرآن الکریم ۲/۲۸۶ [4] القرآن الکریم ۴/۲۹

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال بلاوجہ شرعی نہ کھاؤ ہاں تجارت میں آپس کی رضا سے نفع اُٹھانے کی ممانعت نہیں اور اپنی جانیں ہلاکت میں نہ ڈالو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے (ت)

بکر نے جو وہ پانسو زید سے لئے حرام اور قطعی سُود ہیں اور جو عمرو کو ۲۵ سو دیئے اور عمرو نے ۲۸ سو کی رسید لکھ دی یہ تین سو بھی سُود اور حرام قطعی ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل قرض جر منفعۃ فہو ربا[1]

جو قرض نفع کھینچے وُہ سُود ہے (ت)

قرض پر جو کچھ زیادہ لیا جائے وُہ سُود ہے، بکر پر فرض ہے کہ زید کے پانچسو واپس کرے اور عمرو سے صرف پچیس سو لے ایک پیسہ زیادہ حرام ہے اور اگر لیا ہے تو اسے بھی واپس دے، عمرو کا ان پانسو میں سے دو سو مانگنا بھی حرام ہے کہ وہ مال حرام ہے اس کا کہنا کہ سود کی رقم اسے دو میرا حق ہے مجھے جائز ہے، بہت سخت اشد کلمہ ہے۔ عمرو پر لازم ہے کہ توبہ و تجدید اسلام و تجدید نکاح کرے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۵۵)

(۲۷) ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

دس کا نوٹ بارہ یا پندرہ یا جتنے پر باہم رضامندی ہو بیچنا جائز ہے تو دس کا نوٹ قرض دے اور پیسہ اوپر دس ٹھہرائے یہ سُود ہے اور دس کا نوٹ سو کو بیچے یہ جائز ہے، اور اگر کوئی فرق پوچھے تو اس کا جواب قرآن عظیم نے دیا ہے:

واحل اللہ البیع وحرم الربوٰ[2]

اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سُود۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۵۶)

(۲۸) حُرمتِ سُود کے بارے میں ایک اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

سُود حرام قطعی ہے اور اس پر سخت شدید وعیدیں قرآن و احادیث صحیحہ متواترہ میں وارد، اور یہ کہ وُہ کیوں حرام ہوا، اور اس قدر اس پر سختی کیوں ہے، قرآن عظیم نے اس کے دو جواب عطا فرمائے،

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۵۵۱۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

ایک عام اور ایک خاص، عام تو یہ کہ:

لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون[1]

اللہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور ان سب سے سوال ہوگا۔

ان الحکم الا للہ[2] لہ الحکم والیہ ترجعون[3]، وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔[4]

حکم نہیں مگر اللہ کا، اسی کی حکومت ہے اور تمھیں اسی کی طرف پھرنا ہے، کسی مسلمان مرد یا عورت کو یہ گنجائش نہیں کہ جب اللہ ورسول کسی بات میں کچھ حکم کریں تو انھیں کچھ اپنا اختیار باقی رہے اور جو اللہ ورسول کے حکم پر نہ چلے بیشک وہ صریح گمراہی میں بھٹکا۔

اور خاص یہ کہ کافروں نے اعتراض کیا تھا انما البیع مثل الربٰو[5] (بیشک بیع سود کی مثل ہے۔ ت) تم جو خرید وفروخت کو حلال اور سود کو حرام کرتے ہو ان میں کیا فرق ہے بیع میں بھی تو نفع لینا ہوتا ہے، اس کا جواب ارشاد فرمایا:

واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[6]

اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود۔

تم ہوتے ہو کون، بندے ہو سر بندگی خم کرو، حکم سب کو دیئے جاتے ہیں، حکمتیں بتانے کے لئے سب نہیں ہوتے، آج دنیا بھر کے ممالک میں کسی کی مجال ہے کہ قانون ملکی کی کسی دفعہ پر حرف گیری کرے کہ یہ بیجا ہے یہ کیوں ہے، یوں نہ چاہیئے، یوں ہونا چاہیئے تھا۔ جب جھوٹی فانی مجازی سلطنتوں کے سامنے چون وچرا کی مجال نہیں ہوتی تو اس ملک الملوک بادشاہ حقیقی ازلی ابدی کے حضور کیوں اور کس لئے کا دم بھرنا کیسی سخت نادانی ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ سود لینا مطلقاً عموماً سخت کبیرہ ہے اور سود دینا اگر بضرورت شرعی ومجبوری ہو تو جائز ہے۔ درمختار میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۶/ ۵۷ و ۱۲/ ۴۰
[3] القرآن الکریم ۲۸/ ۸۸
[4] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۶
[5] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵
[6] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربوٰ[1]

محتاج سُود پر قرض لے سکتا ہے۔ (ت)

ہاں بلاضرورت جیسے بیٹی بیٹے کی شادی یا تجارت بڑھانا یا پکا مکان بنانے کے لئے سودی روپیہ لینا حرام ہے، سُودخور کے یہاں کھانا نہ چاہئے مگر حرام و ناجائز نہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ چیز جو ہمارے سامنے کھانے کو آئی بعینہٖ سُود ہے مثلاً ان گیہوؤں کی روٹی جو اس نے سود میں لئے تھے یا سُود کے روپے سے اس طرح خریدی گئی ہے کہ اس پر عقد و نقد جمع ہو گئے یعنی سُود کا روپیہ دکھا کر اس کے عوض خریدی اور وہی روپیہ اسے دے دیا، جب تک یہ صورتیں تحقیق نہ ہوں وُہ کھانا حرام ہے نہ ممنوع۔

فی الهندیة عن الذخیرة عن محمد به ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینه[2]

فتاوٰی ہندیہ میں بحوالہ ذخیرہ امام محمد سے منقول ہے کہ ہم اسی (قولِ جواز) کو لیتے ہیں جب تک بعینہٖ کسی شیئ کا حرام ہونا معلوم نہ ہو جائے۔ (ت)

تو نہ خلق پر تنگی ہے نہ علماء پر اعتراض، ہاں تجارت حرام کے دروازے آج کل بکثرت کھلے ہیں ان کی بندش کو اگر تنگی سمجھا جائے تو مجبوری ہے وہ تو بیشک شرع مطہر نے ہمیشہ کے لئے بند کئے ہیں جو آج بے قیدی چاہے کل نہایت سخت شدید قید میں گرفتار ہوگا اور جو آج احکام کا مقید رہے کل بڑے چین کی آزادی پائے گا۔ دنیا مسلمان کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔ مسلمانوں سے کس نے کہا کہ کافروں کی اموال کی وسعت اور طرق تحصیل کی آزادی اور کثرت کی طرف نگاہ پھاڑ کر دیکھے، اے مسکین! تجھے تو کل کا دن سنوارنا ہے،

یوم لا ینفع مال ولا بنون ۝ الا من اتی الله بقلب سلیم[3]

جس دن نہ مال نفع دے گا نہ اولاد، مگر جو اللہ کے حضور سلامتی والے دل کے ساتھ حاضر ہوا۔

اے مسکین! تیرے رب نے پہلے ہی تجھے فرمادیا ہے:

---

[1] الاشباہ والنظائر بحوالہ القنیہ الفن الاول القاعدۃ الخامسہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۲۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۸۸ و ۸۹

ولا تمدن عینیك الی ما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحیوة الدنیا لنفتنهم فیه ط و رزق ربك خیر و ابقی[1]

اپنی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ اس دنیوی زندگی کی آرائش کی طرف جو ہم نے کافروں کے کچھ مردوں و عورتوں کے برتنے کو دی تاکہ وہ اس کے فتنہ میں پڑے رہیں اور ہماری یاد سے غافل ہوں اور تیرے رب کا رزق بہتر ہے اور باقی رہنے والا۔

چندہ کا جواب اُوپر آگیا کہ اگر ہم کو تحقیق سے معلوم ہو کہ یہ روپیہ جو دے رہا ہے بعینہٖ سُود کا ہے تو لینا حرام ورنہ جائز۔ ربا اس صورت میں متحقق ہوتا ہے کہ عقد میں مشروط ہو اگرچہ شرط نصاً نہ ہو، یا عرفاً ہو، ورنہ احساناً قرارداد سے زائد دینا نہ ربا ہے نہ جرم، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک پاجامہ خریدا اور قیمت کی چاندی وزن کرنے والے سے فرمایا: زن وارجح[2] تول اور زیادہ دے۔ یہ احسان ہے ماعلی المحسنین من سبیل[3] (احسان کرنے والوں پر کوئی راہ نہیں۔ ت) پھر امام رازی پر کیا اعتراض ہے، سود لینا شرع نے مطلقاً حرام فرمایا ہے مسلم سے ہو یا کافر سے۔ قال اللہ تعالٰی وحرم الربٰو[4] (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی نے سُود کو حرام کیا۔ ت) اس میں کوئی تخصیص نہیں مگر مدار اعمال نیت پر ہے، اگر کسی کافر کا مال کہ نہ ذمّی ہو نہ مستامن، بلا غدر و بدعہدی اور بغیر کسی نیت ناجائز کے حاصل ہو تو بہ نیت شئے مباح اسے لینا ممنوع نہیں اگرچہ وہ دینے والا اپنے ذہن میں سُود ہی سمجھ کر دے یہ مال مساجد و مدارس و مصارفِ یتامٰی میں بھی صَرف ہوسکتا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۵۸ تا ۳۶۱)

(۲۹) مزید فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربٰوا ان کنتم مؤمنین، فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ[5]۔

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سُود باقی رہا چھوڑ دو اگر مسلمان ہو پھر ایسا نہ کرو تو اللہ و رسول سے

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۳۱
[2] سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی الرجحان فی الوزن آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۸
[3] القرآن الکریم ۹/ ۹۱ [4] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵ [5] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۸ تا ۲۷۹

لڑائی کا اعلان کردو، یعنی اللہ و رسول سے لڑنے کو تیار ہو جاؤ اگر سُود نہیں چھوڑتے۔

خالد یہ ایک حبّہ سُود کا لینا حرام ہے، حدیث میں فرمایا: "جس نے دانستہ ایک درہم سُود کا لیا اس نے گویا چھتیس ۳۶ بار اپنی ماں سے زنا کیا"۔[1]

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۷ ص ۳۶۳)

(۳۰) نفع منقح کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا:

قرآن کریم اس نفع منقح کی تحریم سے ساکت نہیں خود سائل نے علت تحریم ربا تلاوت کی لا تظلمون ولا تظلمون[2] (نہ تم ظلم کرو اور نہ ظلم کئے جاؤ۔ ت) اور یہاں تظلمون و تظلمون دونوں ہیں، ان مذکور صورتوں میں کہ ہزار ہی نفع کے ہوئے اور سب ان سو حصہ داروں نے لئے یا نفع کے پندرہ سو ہوئے اور نصف والوں نے دونے لئے، یہ ظالم ہیں اور وہ مظلوم، اور اگر پانچ ہزار نفع کے ہوئے تو ان نصف والوں کو پانچواں حصہ ملا اور ان دو چند ہی والوں کو چہار چند، یہ مظلوم ہوئے اور وہ ظالم، اور اگر یہ حصے سرمایہ سے تھے تو ظلم اشد ہے، اور دونے اور آدھے کو چار۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۷ ص ۳۷۳)

(۳۱) سرکاری بنک سے سُود لینے اور اس سے کنواں وغیرہ بنوانے والے کے بارے میں فرمایا:

سُود لینا مطلقاً حرام ہے،

قال اللہ تعالیٰ "وحرم الربٰو"[3] وقال تعالیٰ "وذروا ما بقی من الربٰو"[4]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سُود کو حرام کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چھوڑ دو جو باقی رہا ہے سُود سے۔ (ت)

تو یہ شخص جس نے سُود کی نیّت سے لیا اپنی نیتِ فاسدہ پر گنہگار ہوا، ہاں جبکہ وہ روپیہ برضامندیِ گورنمنٹ حاصل کیا اور گورنمنٹ کی طرف سے اسے یا اس سے لینے والوں کو کسی ضرر کے پہنچنے کا اندیشہ نہیں تو فقراء وغرباء اسے نہ یہ سمجھ کر کہ سُود کا روپیہ ہے بلکہ یہ جان کر کہ از خزانہ برضائے حاکمِ وقت حاصل ہوا ہے لے سکتے ہیں ان کے لئے طیب وحلال ہے یونہی اس سے بنوایا ہوا کنواں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۷ ص ۳۷۴، ۳۷۵)

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۹

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[4] ؍ ؍ ۲/ ۲۷۸

(۳۲) سیونگ بنک یعنی ڈاکخانہ جات سرکاری کے سُود کے بارے میں فرمایا :

سُود مطلقاً حرام ہے ،

قال اللہ تعالٰی "وحرم الربٰوا"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا : حرام کیا ہے اللہ تعالٰی نے سُود کو ۔ (ت)

ہاں اگر کسی کا اپنا مطالبہ واجبہ یا مباحہ جائزہ زید پر آتا ہو اور ویسے نہ ملے تو صرف بقدر مطالبہ جس طریقہ کے نام سے مل سکے لے سکتا ہے کہ اس صورت میں یہ اپنا حق لیتا ہے نہ کہ کوئی چیز ناجائز ، دینے والے کا اسے ناجائز نام سے تعبیر کرنا یا سمجھنا اسے مضر نہ ہوگا جبکہ اس کی نیت صحیح اور حق جائز و واجبی ہے واللہ یعلم السر واخفٰی (اللہ تعالٰی رازوں اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے ۔ ت) اس امر میں مسلم و غیر مسلم سب کا حکم یکساں ہے بشرطیکہ غدر نہ کرے فتنہ نہ ہو ۔

قال اللہ تعالٰی والفتنۃ اکبر من القتل[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا ، فتنہ قتل سے بڑا (گناہ) ہے ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۷۶)

(۳۳) سود کے بارے میں ہی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

دینے والے کا اسے اپنے زعم میں سود سمجھنا اسے مضر نہ ہوگا جبکہ وہ نہ واقع میں سود لینے والے کو سُود مقصود ،

الا تری الی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکل امرئ مانوی[3] ، فقد جعل کلا و نیۃ وقال تعالٰی لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم[4] ، وقال تعالٰی قل کل یعمل علی شاکلتہ[5]

کیا تو نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف نہیں دیکھتا کہ ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ۔ تحقیق حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر شخص کو اس کی نیت کے ساتھ چھوڑ دیا ، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا ، تمھیں نقصان نہیں پہنچاتا وہ جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر ہو ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : (اے میرے محبوب !) آپ فرمادیں کہ ہر ایک اپنے

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۲۷۵ [2] القرآن الکریم ۲ / ۲۱۷

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب ما جاء ان الاعمال بالنیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ / ۱۳

[4] القرآن الکریم ۵ / ۱۰۵ [5] القرآن الکریم ۱۷ / ۸۴

طریقے پر عمل کرتا ہے۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۷۷، ۳۷۸)

(۳۴) سود خور کے بارے میں فرمایا:

سُود خور کہ علانیہ سُود کھائے اور توبہ نہ کرے، باز نہ آئے، اس کے ساتھ میل جول نہ چاہیئے، اسے شادی وغیرہ میں نہ بُلایا جائے۔

قال اللّٰہ تعالٰی "وامایُنسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر شیطان تجھے بھُلادے تو یاد آنے پر ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھ۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۸۰، ۳۸۱)

(۳۵) بیمہ کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ نرا قمار ہے اس میں ایک حد تک روپیہ ضائع بھی جاتا ہے اور وہ منافع موہوم جس کی امید پر دین اگر ملے بھی تو کمپنی بیوقوف نہیں کہ گرہ سے ہزار ڈیڑھ ہزار دے بلکہ وہی روپیہ ہوگا جو اوروں کا ضائع گیا، اور ان میں مسلمان بھی ہوں گے تو کوئی وجہ اس کی علت کی نہیں۔

قال اللّٰہ تعالٰی "لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر مت کھاؤ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۸۱)

(۳۶) بیع کا نفع جائز اور قرض کا نفع ناجائز ہے۔ چنانچہ فرمایا:

بلکہ نوٹ صد روپیہ بہر نرخے کہ باہم تراضی شود بمیعاد و اجل مسمّی بدست او فروشند مثلاً بیک صد و دہ روپیہ بوعدۂ یک سال ایں نرخ نرخ بیع باشد و نرخ بیع حلال است و نرخ قرض حرام قال اللّٰہ تعالٰی قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل اللّٰہ البیع وحرم الربٰو[3] ایں مسئلہ را در کتاب خودے کفل الفقیہ الفاھم ہرچہ تمامتر رنگ تفصیل دادہ ایم بایں وجہ ہم نرخ حلال بدست آید وہم آں مستقرض بمراد خود برسد۔

بلکہ سو روپے کا نوٹ اس نفع کے لئے جس پر دونوں باہم رضامند ہوں مدت مقررہ تک

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸
[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

اس کے ہاتھ فروخت کریں مثلاً وہ سو کا نوٹ ایک سال کے لئے ایک سو دس روپے کے بدلے فروخت کریں تو اس طرح یہ نفع بیع کا نفع ہوگا اور بیع کا نفع حلال ہے جبکہ قرض کا نفع حرام۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہا ان لوگوں نے بیع تو سود کی طرح ہی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام۔ اس مسئلہ کو ہم نے اپنی کتاب "كفل الفقيه الفاهم" میں مکمل طور پر تفصیلی رنگ دیا ہے، اس طریقے سے حلال نفع بھی ہاتھ آئے گا اور وہ قرض لینے والا بھی اپنے مقصد کو حاصل کرلے گا۔ (ت) (فتاوی رضویہ، ا ص ۳۸۸)

(۳۷) گورنمنٹ سے قرض پر نفع لینے کے بارے میں فرمایا:

سود کی نیت سے لینا جائز نہیں لاطلاق قوله عزوجل وحرم الربو[1] (کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا" مطلق ہے۔ ت) اور اگر کسی گورنمنٹ پر اس کی رعیت خواہ اور شخص کا شرعاً کچھ آتا ہے اس میں وصول سمجھنا بلاشبہہ روا لانه ظفر بجنس حقه كما في رد المحتار[2] وغيره (اس لئے کہ یہ اپنے حق کی جنس کو حاصل کرنے کی کامیابی ہے جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) یونہی اگر بیت المال میں حقدار ہو تو اس میں لے سکتا ہے كما في رد المحتار عن السيد السمهودي وغيره (جیسا کہ سید سمہودی وغیرہ سے رد المحتار میں ہے۔ ت) فتاوی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۸۸، ۳۸۹)

(۳۸) ایک دیوبندی مفتی کے فتویٰ پر گرفت کرتے ہوئے فرمایا:

کونسی شریعت کا مسئلہ ہے کہ مظلوم دوسرے پر ظلم کرے، عقد نہیں وراثت نہیں مال مباح نہیں کوئی وجہ شرعی اس سے لینے کی نہیں تو نہ ہوا مگر باطل، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها الى الحكام لتاكلوا فريقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون[3]

آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ اور اس کو حاکموں کے پاس اس نیت سے مت لے جاؤ کہ تم لوگوں کا کچھ مال جان بوجھ کر گناہ کے ساتھ کھا جاؤ۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۱۷ ص ۳۹۱)

(۳۹) جوازِ حیلہ کے بیان میں فرمایا:

وان شئت الزيادة في امر الحيل فهذا ربنا تبارك وتعالى قائلا لعبده ايوب

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۷۵

[2] رد المحتار کتاب الزکوٰۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۲

[3] القرآن الکریم ۲/۱۸۸

علیہ الصلوٰۃ والسلام "خذ بیدك ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث"[1]

اور اگر تو مسئلہ حیلہ میں زیادت چاہے تو یہ ہے ہمارا رب عزوجل اپنے بندہ ایوب علیہ السلام سے فرماتا ہوا اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے اس سے مار اور قسم نہ توڑ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۴۹۸)

(۴۰) مشرکین کے ایک اعتراض کے بارے میں فرمایا:

اقول ھذا اعتراض اوردہ المشرکون وقد تکفل الجواب عنہ ربنا تبارك و تعالٰی فی القرآن العظیم، قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل اللہ البیع وحرم الربٰو[2] الم یر المعترض انا انما احللنا الربح فی بیع جنسین متخالفین فان حرم ھذا انسد باب البیاعات ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ وہ اعتراض ہے کہ کفار نے کیا تھا اور خود رب العزۃ تبارك و تعالٰی نے قرآن عظیم میں اس کا جواب دیا، کافر بولے بیع بھی تو ایسے ہی ہے جیسے ربا، اور ہے یہ کہ اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سود، کیا معترض نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے نفع وہیں حلال کیا جہاں دو جنسوں کی بیع ہو تو اگر یہ حرام ہو تو خرید و فروخت کا دروازہ ہی بند ہو جائے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۵۰۱)

(۴۱) مولانا عبدالحی صاحب کے حدیث انما الاعمال بالنیات سے ایک غلط استدلال کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

اقول نوٹ کا بعینہٖ سونا چاندی ہونا کوئی عمل نہیں، بیع و شراء وغیرہ معاملات عمل ہیں اور نوٹ ان کا محل اور محل تابع نیت نہیں ورنہ عندیہ کا مذہب لازم آئے زوجہ میں ماں ہونے کی نیت اسے حرام ابدی کر دے حالانکہ بنص قطعی قرآن اسے ماں کہنے کی صریح تصریح بھی حرام نہیں کرتی صرف یہ قول باطل و گناہ ہوتا ہے۔

قال تعالٰی "الذین یظٰھرون منکم من نسائھم ماھن امھٰتھم ان امھٰتھم الا الّٰئی ولدنھم وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا وان

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/۴۴

[2] " " ۲/۲۷۵

اللہ لعفو غفور"[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم میں جو اپنی عورتوں کو اپنی ماں کہیں وہ ان کی مائیں نہیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں، اور وہ بیشک ضرور بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنیوالا اور بخشنے والا ہے۔

اور عکس کی نیت اور بھی شنیع و ناپاک تر ہے یوں ہی اگر بفرض غلط تسلیم کر لیا جائے کہ اہل عرف نے نیت کر لی کہ نوٹ بعینہ ثمن خلقی اور بذاتہ سونا چاندی ہے تو ان کی نیت سے نہ وہ کاغذ سے سونا چاندی ہو جائے گا نہ اصطلاحی سے خلقی، ان کا اختیار اصطلاح تک ہے، ——— تو اس سے ثمن اصطلاحی ہو گا، نہ خلق و آفرینش پر کہ ثمن خلقی ہو جائے لاتبدیل لخلق اللہ[2] (اللہ تعالیٰ کی خلق میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ ت) پھر فرمائیے حدیث کو یہاں سے کیا علاقہ ہوا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۷ ص ۵۳۰)

(۴۲) پیشگی کچھ روپے دے کر غلّہ کی خریداری سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ صورت بیع سلم کی ہے اگر اس کے سب شرائط پائے گئے تو بلاشبہہ جائز ہے اور کسی طرح سود نہیں اگرچہ دس سیر کی جگہ دس من قرار دے، ہاں اگر جبر ہے تو حرام ہے اگرچہ دس سیر کی جگہ سیر ہی بھر لے،

لقولہ تعالیٰ" الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[3]

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے، مگر یہ کہ ہو تمھارے درمیان تجارت تمھاری باہمی رضامندی سے۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۷ ص ۵۷۹)

(۴۳) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

اگر شرائط مجتمع ہوں تو جائز ہے اگرچہ ایک پیسہ کو ہزار من گیہوں خریدے،

قال اللہ عزوجل" الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[4]، وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم"[5]

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲ [2] القرآن الکریم ۳۰/۳۰

[3] " " ۴/۲۹ [4] " ۴/۲۹

[5] نصب الرایہ کتاب البیوع النوریۃ الرضویۃ پبلشنگ کمپنی لاہور ۴/۴

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: مگر یہ کہ ہو تمھارے درمیان تجارت باہمی رضامندی سے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بدلین مختلف نوعوں کے ہوں تو جیسے چاہو بیچو۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۵۸۲)

(۴۴) عقد میں طے شدہ قیمت سے کچھ کم لینا جائز ہے، چنانچہ فرمایا:
جبکہ باہمی تراضی سے ایک امر متعین منقطع ہو کوئی حرج نہیں۔
قال اللہ تعالیٰ "الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[1]
اللہ تعالےٰ نے فرمایا: مگر یہ کہ ہو تمھارے درمیان تجارت باہمی رضامندی سے۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۶۰۶)

(۴۵) نوٹ کی بیع کے بارے میں فرمایا:
نوٹ اگر قرض دیا جائے اور ایک پیسہ زیادہ لینا ٹھہرالیا جائے تو قطعی حرام ہے۔
قال اللہ تعالیٰ وحرم الربٰو[2]
اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اور اللہ تعالےٰ نے سُود کو حرام کیا۔ (ت)
اور اگر نوٹ روپیہ کے عوض بیع کریں اور اس پر جو قیمت مکتوب ہے اس سے کم یا زیادہ برضائے باہمی معجل خواہ مؤجل باجل معلوم ثمن قرار دیں تو ضرور حلال ہے۔
قال اللہ تعالیٰ "واحل اللہ البیع"[3]
اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اور اللہ تعالےٰ نے بیع کو حلال کیا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۶۰۸)

(۴۶) مزید فرمایا:
بیع میں حلال ہے یعنی دس۱۰ کا نوٹ بارہ۱۲ یا بیس۲۰ کو برضائے مشتری بیچے تو کچھ مضائقہ نہیں، فتح القدیر و ردالمحتار وغیرہما کتب معتمدہ میں ہے:
لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ[4]

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹
[2] " ۲/ ۲۷۵
[3] " ۲/ ۲۷۵
[4] فتح القدیر کتاب الکفالۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۲۴

اگر کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچا تو جائز ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔ (ت)

اور اصطلاحی طور پر اس کی قیمت معین ہونا بائع اور مشتری کے باہمی رضا کو نہیں روکتا، ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنا مال جو عام نرخ سے دس روپے کا ہو برضائے مشتری سَو روپیہ کو بیچے یا ایک ہی پیسہ کو دے دے۔

قال اللہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر یہ کہ ہو تمھارے درمیان تجارت باہمی رضامندی سے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۶۱۰، ۶۱۱)

(۴۷) مزید فرمایا:

اور یہ خیال کہ بیع میں زیادہ کو بیچنا کیوں جائز ہُوا اور قرض دے کر زیادہ ٹھہرا لینا کیوں حرام ہوا یہ تو دونوں ایک ہی سے ہیں، یہ مہمل اعتراض ہے کہ کافروں نے شریعتِ مطہرہ پر کیا، اور قرآن عظیم نے اس کا جواب دیا:

قال اللہ "قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل اللہ البیع وحرم الربٰو"[2]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: کافر بولے بیع تو ایسے ہی ہے جیسے سُود، اور ہے یہ کہ اللہ نے حلال فرمائی بیع اور حرام فرمایا سُود۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۶۱۳)

(۴۸) مزید فرمایا:

جبکہ حقیقۃً بائع و مشتری دونوں کو فی الواقع بیع صحیح شرعی مقصود ہو اور فریقین کی سچی رضامندی سے عقد واقع ہو اور نوٹ اسی جلسہ میں مشتری کے قبضہ میں دے دیا جائے تو اختلاف جنس کی حالت میں شرع مطہر نے بازار کے بھاؤ پر کمی بیشی منع نہ کی، اور جہاں قرض دینا اور اس پر زیادہ لینا ہو وہ ضرور سُود اور حرام ہے، جُہّال اگر اس فرق کو نہ جانیں تو یہ وہی امر ہے جس کی خود قرآن عظیم میں تصریح ہے:

قال اللہ تعالیٰ "قالوا انما البیع مثل الربٰو واحل اللہ البیع وحرم الربٰو"[3]

اللہ تعالٰے نے فرمایا: کافر بولے بیع تو ایسے ہی ہے جیسے سود، اور ہے یہ کہ اللہ نے حلال فرمائی بیع اور حرام فرمایا سُود۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵
[3] " " ۲/ ۲۷۵

اور خالی استغراق بے قبضہ شرعاً کوئی چیز نہیں،

قال اللہ تعالیٰ فرھٰن مقبوضۃ۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس رہن قبضہ کیا ہوا۔ (ت)

اور بعد قبضہ اس سے نفع اٹھانا حلال نہیں، مثلاً زید کو اس مکان میں رہنا یا کرائے پر دے کر اس کا کرایہ لینا حرام ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۶۱۴)

(۴۹) دس روپے دے کر پندرہ[۱۵] روپے کے پیسے لینا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

بیع میں جائز ہے،

قال اللہ تعالیٰ "واحل اللہ البیع"[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور حلال کیا ہے اللہ تعالیٰ نے بیع کو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

صح بیع درھمین ودینار بدرھم ودینارین بصرف الجنس بخلاف جنسہ ومثلہ بیع کر بر وکر شعیر بکری بر وکری شعیر وکذا بیع احد عشر درھما بعشرۃ دراھم ودینار[3]

جنس کو خلافِ جنس کی طرف پھیرنے کی وجہ سے دو درہموں اور ایک دینار کو دو دیناروں اور ایک درہم کے عوض بیچنا صحیح ہے، اور اسی کی مثل ہے ایک بوری گندم اور ایک بوری جَو کو دو بوری گندم اور دو بوری جَو کے عوض فروخت کرنا، اور اسی طرح گیارہ درہموں کو دس درہم اور ایک دینار کے عوض بیچنا۔ (ت)

اور قرض میں حرام،

قال اللہ تعالیٰ "وحرم الربٰو"[4]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس نے سُود کو حرام کیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۷ ص ۶۱۵)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۳

[2] " ۲/ ۲۷۵

[3] درمختار کتاب البیوع باب الصرف مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۵

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

فتاوٰی رضویّہ جلد ۱۸

(۱) کیا صوم وصلوٰۃ کی پابندی نہ کرنے والے مسکرات کے عادی شخص کی شہادت مقبول ہے ؟ اس کے جواب میں فرمایا :

ہرگز نہیں کہ وہ فاسق ہے اور فاسق کی شہادت مردود ہے ،

قال اللہ تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا" [1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا : اے ایمان والو ! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو چھان بین کرلو ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۲۱)

(۲) کافر کی شہادت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کسی مسلمان مرد خواہ عورت پر نکاح ، طلاق ، بیع ، ہبہ ، اجارہ ، وصیت ، جہاں بھر کے کسی معاملہ میں کافر کی شہادت اصلاً کسی طرح مسموع نہیں ،

قال اللہ تعالٰی "ولن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا" [2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اللہ تعالٰی کافروں کے لئے مومنوں پر ہرگز کوئی سبیل نہ بنائے گا ۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۲۳)

(۳) فاسق کی شہادت کے بارے میں فرمایا :

اس میں تین شہادتیں ہیں اگر ان کے بیان اور شرائط کو جامع بھی ہوں تو ان میں دو باقرارِ خود داڑھی خشخاش کراتے ہیں اور یہ فسق ہے اور فاسق کی شہادت مقبول نہیں ،

قال تعالٰی "ذوا عدل منکم" [3] ، وقال تعالٰی ممن ترضون من الشھداء [4] ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۶
[2] ″ ۴/ ۱۴۱
[3] ″ ۵/ ۹۵
[4] ″ ۲/ ۲۸۲

اللہ تعالٰی نے فرمایا : تم میں سے دو عادل گواہ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : ان میں سے جنھیں گواہوں میں سے تم پسند کرتے ہو۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم اتم و احکم ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۲۶)

(۴) طلاق کے بارے میں ایک غلط فیصلے کا رد کرتے ہوئے فرمایا :

اس بنائے باطل پر فیصلہ میں لکھا حکم شریعت ہے کہ جب طلاق کے متعلق ایک ذرا بھی ثبوت پہنچ جائے تو پھر کسی صورت میں بھی شریعت زن و شوہر کو باہم زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی ہے ، یہ محض غلط ہے ، شریعت نے ایک سے دو طلاق رجعی تک بلا تکلف زن و شوہر کو زندگی بسر کرنے کی اجازت دی ہے ، اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے :

الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف او تسريح باحسان[1]۔

طلاق دو مرتبہ ہے پھر اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ (ت)

بلکہ تین طلاق میں بھی یہ کہنا غلط ہے کہ اس کی اجازت کسی صورت میں نہیں ، صورت حلالہ میں ضرور اجازت ہے ، قرآن عظیم میں ہے :

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره[2]۔

پھر اگر تیسری طلاق دے تو اب وہ عورت اس (خاوند سابق) کے لئے حلال نہیں تا وقتیکہ کسی اور سے نکاح نہ کرلے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۲۸)

(۵) دار الافتاء کی حیثیت اور ذمہ داری کے بارے میں فرمایا :

دار الافتاء شریعت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتگار ہے حکم اللہ و رسول کے لئے ہے ان الحکم الا للہ[3] (نہیں ہے حکم مگر اللہ کے لئے۔ ت) کسی شخص کو جب کہ مسلمان ہو رعیت ہو خواہ حاکم و افسر و والی ملک ہو خواہ سلطان ہفت کشور ، حکم خدا و رسول کے حضور اصلاً مجال دم زدن نہیں الاسلام گردن نہادن نہ کہ گردن کشیدن (اسلام گردن جھکانے کا نام ہے نہ کہ گردن کھینچنے کا۔ ت) اللہ عزوجل فرماتا ہے :

وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۲۲۹

[2] " ۲ / ۲۳۰

[3] " ۶ / ۵۷ و ۱۲ / ۴۰

من امرھم ؕ ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلٰلاً مبیناً۔[1]

کسی مسلمان مرد یا عورت کو نہیں پہنچتا کہ جب اللہ و رسول کو حکم فرمادیں تو انھیں اپنا ذاتی کوئی اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑا۔

شریعتِ محمدیہ علٰی صاحبہا و آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ شریعت ابدیہ غیر منسوخہ ہے قیامت تک جس کا کوئی حکم بدلا نہیں جاسکتا، سلطان بلکہ سلطان سے بھی بڑھ کر خلیفہ روئے زمین کو اصلاً اختیار نہیں کہ روبکار یا دستور العمل اس کے کسی حکم کے خلاف نافذ کریں، نہ ہرگز حکام کو حلال ہے کہ ایسے روبکار وغیرہ پر عمل کریں، نہ ہرگز حاکمان مرافعہ کو جائز ہوسکتا ہے کہ ایسے کسی حکم کو برقرار رکھیں، مسلمان حاکم یا رئیس یا سلطان کیونکر ان سخت جانگداز وعیدوں کو سہو و محو کرسکتے ہیں جو واحد قہار عزّ جلالہٗ نے قرآن عظیم میں من لم یحکم بما انزل اللہ[2] (جو اللہ تعالٰی کے نازل کئے ہوئے پر فیصلہ نہ کرے۔ت) پر فرمائی ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۳۱، ۱۳۲)

(۶) عاق کرنے سے وارثِ حق میراث سے محروم نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرمایا:

میراث حق مقرر فرمودہ رب العزۃ جل وعلا ہے جو خود لینے والے کے اسقاط سے ساقط نہیں ہوسکتا بلکہ جبراً دلایا جائے گا اگرچہ وہ لاکھ کہتا رہے مجھے اپنی وراثت منظور نہیں میں حصہ کا مالک نہیں بنتا میں نے اپنا حق ساقط کیا، پھر دوسرا کیونکر ساقط کرسکتا ہے۔

قال اللہ تعالٰی "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین"۔[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی تمھیں اولاد کے متعلق وصیت فرماتا ہے بیٹے کو دو بیٹیوں کا حصہ ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۶۸)

(۷) کیا قاضی کا مسلمان ہونا شرط ہے؟ اس بارے میں فرمایا:

ہاں مسلمانوں کے معاملات اور اطفال مسلمین کے ولایات میں قاضی کا مسلمان ہونا شرط ہے ہندو وغیرہ کفار کو مسلمان پر اصلاً ولایت نہیں ہوسکتی،

قال اللہ تعالٰی "ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا"۔[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اللہ تعالٰی کافروں کو مسلمانوں پر کوئی ولایت نہ دے گا (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۱۷۶)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۶
[2] القرآن الکریم ۵/ ۴۴ و ۴۵ و ۴۷
[3] ؍؍ ۴/ ۱۱
[4] ؍؍ ۴/ ۱۴۱

(۸) اسی نوعیت کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

شریعتِ مطہرہ میں مسلمانوں پر کوئی عہدۂ حکومت کسی کافر کو دینا روا نہیں،

قال اللہ تعالیٰ "لن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا"[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو مومنین پر ولایت نہ دے گا۔(ت)

نہ مسلمان کے نکاح بطریقۂ کفار کرنے روا ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ "ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن"[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شیطانوں کے راستوں کی پیروی نہ کرو۔(ت)

نہ مسلمانوں کو دینی کام میں مدد لی جاسکتی ہے۔ حدیث میں ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا لا نستعین بمشرک[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کسی مشرک سے مدد نہ لیں گے۔(ت)

جو مسلمان اس ہندو کے طرفدار و مددگار ہیں شرعاً مستحق تعزیر و گنہگار ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ "لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین"[4]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: مومن کفار کو اپنا دوست نہ بنائیں مومنین کے علاوہ۔(ت)

ان پر اس ناجائز طرفداری سے توبہ لازم ہے،

قال اللہ تعالیٰ "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"[5]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔(ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۸ ص ۱۷۹)

(۹) "باہر جانے" کے لفظ سے فرار ثابت نہیں ہوتا، اس سلسلہ میں قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

الفاظِ مذکورہ سے فرارِ عمرو ہرگز ثابت نہیں، "باہر جانا" ترجمہ خروج کا ہے اور فرار کا ترجمہ "بھاگ جانا"۔ خروج سے "فرار" ہرگز لازم نہیں۔ اللہ عزوجل زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱ [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۸

[3] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب السیر حدیث ۳۳۱۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۹۱

[4] القرآن الکریم ۳/ ۲۸ [5] القرآن الکریم ۵/ ۲

کے حق میں فرماتا ہے :

فخرج علٰی قومہ من المحراب[1]

اپنی قوم پر محراب سے باہر آئے۔

سیدِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے :

ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام[2]

تم جہاں سے باہر جاؤ تو اپنا منہ کعبے کی طرف کرو۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے فرماتا ہے :

ان کنتم خرجتم جہادا فی سبیلی وابتغاء مرضاتی۔[3]

اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری مرضی چاہنے تو کافروں سے دوستی نہ کرو۔

ظاہر ہے کہ بھاگ جانے میں باہر جانے سے ایک امر زائد ہے اور زیادت بے ثبوت زائد ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔ ہدایہ وغیرہا کتبِ مذہب میں جابجا ہے الاقل ھو المتیقن (قلیل یقینی امر ہوتا ہے۔ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۲۳۶، ۲۳۷)

(۱۰) مرد گواہوں میں قاضی تفریق کرسکتا ہے مگر دو عورتوں کی شہادت میں ایسا جائز نہیں۔ چنانچہ فرمایا :

حق یہ کہ یہ امر رائے قاضی پر مفوض ہے، اگر گواہوں پر کوئی بدگمانی ہو تو قاضی پر واجب ہے کہ انھیں جُدا جُدا ادائے شہادت کا حکم دے مگر دو عورتوں کہ ان کی شہادت مل کر شرعاً بجائے شہادت واحدہ ہے ان میں تفریق نہیں لقولہ تعالیٰ ان تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخرٰی[4] (اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق کہ عورتوں میں سے ایک غلطی کرے تو دوسری یاد دلائے۔ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۸ ص ۲۴۵)

(۱۱) زید عمرو کا حصۂ زمین اسکی اجازت کے بغیر بیچ کر کھا گیا اور طلب کرنے پر تمادی کا عذر پیش کرتا ہے کیا حق عمرو عنداللہ بذمۂ زید ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا :

بیشک ہے اور عذر تمادی محض باطل ومہمل،

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۱۱
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۹
[3] ؍؍ ۶۰/ ۱
[4] ؍؍ ۲/ ۲۸۲

فی الاشباہ الحق لایسقط بتقادم الزمان[1]

اشباہ میں ہے کہ زمانہ قدیم ہونے پر حق ساقط نہ ہوگا۔ (ت)

زید سخت گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوا کہ عمرو کا حصہ بے اس کی اجازت کے بیچ کر کھاگیا،

قال اللہ تعالٰی "لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۲۸۸)

(۱۲) عمداً و قصداً غیر حکم شرع کو حکمِ شرع قرار دینے والے کے بارے میں فرمایا:

اگر جانتا ہے کہ یہ حکمِ شرع نہیں اور قصداً اللہ و رسول پر جھوٹی شریعت کا افترا کرتا ہے تو حکمِ کفر عائد ہوتا ہے اس لئے کہ قرآن عظیم میں ہے:

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[3]

جھوٹ کا افترا وہ لوگ کرتے ہیں جو مومن نہ ہوں (ت)

اور فرماتا ہے:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[4]

جو لوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ کا افترا باندھتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۳۰۸، ۳۰۹)

(۱۳) عدمِ ذکر و ذکر کا اختلاف قرآن مجید میں بھی ہے۔ دراصل یہ اختلاف ہے ہی نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

رب العزت جل و علا نے سورۂ نمل میں فرمایا:

یٰموسٰی لاتخف انی لایخاف لدی المرسلون[5]

اے موسٰی (علیہ السلام)! آپ خوف نہ کریں میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۵۳

[2] القرآن الکریم ۲/۱۸۸ [3] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۵

[4] " ۱۶/۱۱۶

[5] " ۲۷/۱۰

اور سورۂ قصص میں فرمایا:

یٰموسٰی اقبل ولا تخف انك من الاٰمنین[1]

اے موسٰی (علیہ السلام)! آگے بڑھو خوف نہ کرو آپ بیشک امن والوں میں ہیں۔(ت)

اور سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہوا:

قال خذھا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولٰی[2]

فرمایا اسے پکڑو اور خوف نہ کرو ہم اسے عنقریب پہلی حالت پر پھیر دیں گے۔(ت)

ان دونوں صورتوں میں ذکر ندا ہے یہاں نہیں بلکہ جملہ لا تخف کے سوا ہر جگہ نیا کلام نقل فرمایا ہے، کیا معاذ اللہ یہ قرآن مجید کا اختلاف ٹھہرے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۳۳۰، ۳۳۱)

(۱۴) لفظ "اور" معیت و ترتیب وغیرہ پر دلالت نہیں کرتا۔ چنانچہ فرمایا:

لفظ "اور" حرف "و" کا ترجمہ ہے جس سے نہ معیت مفہوم ہو نہ ترتیب نہ تراخی نہ تعقیب، صرف اشتراک پر دلیل ہے کما صرح بہ جمیع کتب الاصول (جیسا کہ تمام کتبِ اصول میں اس کی تصریح ہے۔ ت) یہاں تو محمد حسین نے اپنے اور اپنے لڑکے کے لئے دو فعل جدا جدا ذکر کئے کہ میں آیا اور میرا لڑکا آیا، اگر ایک ہی فعل میں لفظ "اور" کے ساتھ جمع کرتا ہرگز معیت مفہوم نہ ہوتی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وجاء فرعون ومن قبلہ والمؤتفکت بالخاطئۃ[3]

فرعون آیا اور اس سے پہلے والے اور گناہ کا ارتکاب کرنے والے۔(ت)

ایک کلمۂ جاء میں سب کو جمع فرمایا یہاں اس بیان کی کیا ضرورت کہ فرعون و قومِ لوط میں تقریباً دو ہزار برس کا فاصلہ تھا کہ خود من قبلہ فرعون پر واؤ کے ساتھ معطوف ہے قبلیت و معیت کیونکر جمع ہوئیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۳۳۸)

(۱۵) وقت کے جزء قلیل و کثیر کو پورا وقت کہنا جائز ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

الحج اشھر معلومٰت[4] زمانۂ حج چند ماہ معلوم ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۳۱
[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۲۱
[3] ″ ″ ۶۹/ ۹
[4] ″ ″ ۲/ ۱۹۷

اشہر بصیغہ جمع فرمایا جس کا اقل تین ہے حالانکہ وہ صرف یکم شوال سے دہم ذی الحجہ تک ۲ دو مہینے دس دن، اور امام شافعی کے نزدیک نہم تک ۲ دو مہینے ۹ نو دن ہیں۔ ردالمحتار میں علامہ مصطفی رحمتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کے حاشیہ درمختار سے ہے:

اطلاق اشھر فی قولہ تعالٰی الحج اشھر معلومٰت علی شھرین وبعض الثالث۔[1]

اشہر جمع کا اطلاق اللہ تعالٰی کے قول "اشھر معلومات" میں ۲ دو ماہ اور ایک ماہ کے کچھ حصے پر کیا گیا ہے۔ (ت)

جب ۲ دو مہینے نو دن کو ۳ تین مہینے کہنا جائز ٹھہرا تو سات مہینے نو دن کو آٹھ مہینے کہنے میں کیا گناہ ہوا، ہاں اگر محمد حسن خاں قید لگاتا کہ پورے آٹھ مہینے ہوئے یا بے کم وبیش یا کامل، تو ضرور اعتراض کا محل تھا۔ معالم التنزیل میں ہے:

شوال وذوالقعدۃ وتسع من ذی الحجۃ وانما قال اشھر بلفظ الجمع لان العرب تسمی الوقت تاما بقلیلہ وکثیرہ فیقول اتیتك یوم الخمیس وانما اتاہ فی ساعۃ منہ ویقولون زرتك العام وانما زارہ فی بعضہ[2] اھ مختصرا۔

شوال، ذوالقعدہ اور ۹ نو دن ذی الحجہ کے ہیں، اس کے باوجود اشہر جمع کا لفظ فرمایا، کیونکہ عرب لوگ کچھ وقت کا تمام وقت پر اطلاق کرتے ہیں، وہ کہتا ہے میں جمعرات کو تیرے پاس آیا حالانکہ آنا صرف ایک ساعت میں ہوا، یونہی کہتے ہیں میں نے اس سال تیری زیارت کی حالانکہ زیارت کچھ حصہ میں کی ہے اھ مختصراً (ت)۔

ولہذا جب احتمالِ مجاز رفع کرنا چاہا قرآن عظیم نے قید کمال بڑھا کر تلك عشرۃ کاملۃ[3] (یہ دس کامل ہیں۔ ت) فرمایا، کشاف میں زیر قولہ تعالٰی حولین کاملین (دو سال کامل۔ ت) لکھا۔

---

[1] ردالمحتار باب الرضا باب الرضا دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۰۳

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/۱۵۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۲۳

[3] القرآن الکریم ۲/۱۹۶

توکید کقولہ تعالٰی :

(تلك عشرة كاملة) لانه مما يتسامح فيه فتقول اقمت عند فلان حولين ولم تستكملهما[1]

یہ دس کامل ہیں کیونکہ یہ ان امور میں سے ہے جن میں تسامح سے کام لیا جاتا ہے، تو کہتا ہے میں نے فلاں کے پاس دو سال قیام کیا حالانکہ تُو نے پُورے دو سال نہ کیا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۳۴۹، ۳۵۰)

(۱۶) ذکر و عدمِ ذکر میں اختلاف نہیں، اس سلسلہ میں فرمایا :

آیاتِ قرآنیہ سُنا چکے ہیں کہ ایک ہی قصّے کے بیان میں رب عزوجل نے ایک جگہ ایک بات ذکر فرمائی دوسری جگہ ترک فرمائی کیا معاذ اللہ اسے قرآن عظیم کا اختلاف قرار دیا جائے گا حالانکہ رب عزوجل فرماتا ہے :

افلا يتدبرون القرأن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا[2]

کیا قرآن میں تدبّر نہیں کرتے، اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں اختلاف کثیر پاتے۔ (ت)

اور اس کی تو لاکھوں مثالیں ملیں گی کہ بہت باتیں جو قرآن عظیم نے ذکر قصص میں ترک فرمائیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم وصحابہ کرام نے بیان فرمائیں، کیا یہ اللہ ورسول کا اختلافِ بیان ٹھہرے گا۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۳۷۰، ۳۷۱)

(۱۷) ایک مسئلہ کے جواب سے قبل فریقینِ مقدمہ اور حکام کو حکمِ شرع کے سامنے گردن جھکانے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا :

اللهم هداية الحق والصواب (یا اللہ! حق اور درستی عطا فرما۔ ت) قبل اس کے کہ ہم بتوفیقِ الٰہی یہاں حکمِ شرعی بیان کریں اتنی گزارش فریقین مقدمہ وحکام سب سے ضرور کہ معاملہ اہلِ اسلام کا ہے ریاست مسلمانوں کی ہے، ابتداءً ہی ہر فریق پر فرض تھا کہ حکمِ شرع پر گردن رکھتا، حکام پر فرض تھا کہ شرع مطہر کے موافق فیصلہ کرتے،

قال الله تعالٰى فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما[3]

---

[1] الکشاف للزمخشری تحت الآیۃ ۲/۱۹۶ مکتب الاعلام الاسلامی قم ایران ۱/۲۷۸
[2] القرآن الکریم ۴/۸۲
[3] القرآن الکریم ۴/۶۵

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا :) اے نبی! تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنی باہمی نزاع میں تجھے حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تو حکم فرمائے اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔

وقال تعالیٰ "الم تر الی الذین یزعمون انھم اٰمنوا بما انزل الیك و ما انزل من قبلك یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ و یرید الشیطٰن ان یضلھم ضللا بعیدا"[1]

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا :) کیا تو نے انھیں نہ دیکھا جن کا دعوٰی ہے کہ وہ ایمان لائے قرآن مجید اور اگلی کتابوں پر، پھر یہ چاہتے ہیں کہ مخالفانِ خدا و رسول کی بات پر فیصلہ رکھیں حالانکہ انھیں تو ان سے منکر ہونے کا حکم تھا اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں دور کی گمراہی میں ڈال دے۔

وقال تعالیٰ "یاایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین"[2]

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا :) اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے آجاؤ یعنی ہر بات میں احکامِ اسلام ہی کی پیروی کرو اور شیطانی راہ کے پیچھے نہ جاؤ بیشک وہ تمھارا صریح دشمن ہے۔

وقال تعالیٰ "ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك ھم الفٰسقون"[3] ۔ وقال تعالیٰ فاولٰئك ھم الظٰلمون"[4]

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا :) جو شریعتِ مطہرہ کے مطابق حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا :) وہی لوگ ظالم ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۴۲۸، ۴۲۹)

(۱۸) شخص واحد مجہول العدالۃ کا بیان شرعًا معتبر نہیں، اس سلسلہ میں فرمایا :

کیا شرع میں کسی کا اقرار ایک شخص واحد مجہول العدالۃ کے بیان سے ثابت ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ "واشھدوا ذوی عدل منکم"[5]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اپنے میں سے دو عادل گواہ بناؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۴۳۵)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۰ [2] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸ [3] القرآن الکریم ۵/ ۴۷
[4] " ۵/ ۴۵ [5] " ۶۵/ ۲

فوائد تفسیر جلد ۲

(۱۹) کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف شرعاً مقبول نہیں، اس سلسلہ میں فرمایا:
یہاں کی کچہریوں میں کفار کی گواہیاں مسلمانوں پر عموماً سُنی جاتی ہیں اور ان پر فیصلے ہوتے ہیں اور وہ دعوے مثبت ٹھہرائے جاتے ہیں اسے کون سے اصولِ شرع سے تطبیق دی جائے گی حالانکہ رب العزت جل وعلا فرماتا ہے:
لن یجعل اللّٰہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا۔[1]
اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۴۶۳)

(۲۰) مزید فرمایا:
حالانکہ شرع مطہر اسے حرام بتاتی ہے، فاسق کی نسبت تو ارشاد ہوا:
یٰایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأٍ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین۔[2]
اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۴۶۳، ۴۶۴)

(۲۱) پنچایت نے فریقین سے چار چار ہزار روپے اس شرط پر لئے کہ اگر ان میں سے کوئی ہمارا فیصلہ نہیں مانے گا تو اس کی رقم دوسرے کو دے دی جائے گی۔ اس کے بارے میں فرمایا:
(ا) اگر فیصلہ مطابق شرع ہو تو ہر فریق کو ماننا لازم ہے اور باطل و خلافِ شرع ہو تو کسی پر اس کی پابندی نہیں،
قال اللّٰہ تعالٰی "ان الحکم الا للّٰہ"۔[3]
اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: حکم صرف اللہ تعالٰی کا ہے۔ (ت)
اور ماننے نہ ماننے پر کوئی خاص معاہدہ کرلیا ہو تو اس کی پابندی ضروری نہیں کہ ایک مہمل شرط ہے کوئی عقدِ شرعی نہیں۔
شرط اللّٰہ احق واوثق[4] قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللّٰہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱ [2] القرآن الکریم ۴۹/ ۶
[3] ۶/ ۵۷ و ۱۲/ ۴۰
[4] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۷

تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کی شرط کردہ زیادہ پختہ اور قوی حق ہے۔ یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم (ت)

(۲) وہ شرط حرام باطل تھی اور وہ روپیہ ہر ایک کو اس کا واپس دینا فرض اور دوسرے کو دینا حرام،

قال اللہ تعالیٰ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کے مال کو باطل طور پر مت کھاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۴۶۷، ۴۶۸)

(۲۲) تشریع مشاورت کی حکمت کے بارے میں فرمایا:

علماء نے تشریع مشورہ ونزول کریمہ وشاورھم فی الامر[2] کی ایک مصلحت یہ بھی لکھی ہے ع۵ معالم میں ہے:

قال قتادۃ ومقاتل فان سادات العرب کانوا اذا لم یشاور فی الامر شق ذٰلک علیھم فامر اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یشاورھم فان ذٰلک اعطف لھم واذھب لاضغانھم واطیب لنفوسھم[3]

حضرت قتادہ اور مقاتل نے فرمایا: عرب سرداروں سے جب مشورہ نہ ہوا تو ان پر یہ بات گراں گزری اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ان سے مشورہ کا حکم فرمایا کیونکہ اس سے ان پر شفقت کا اظہار اور ان کے دل کی خلش دور، اور ان کے نفوس مطمئن ہونے کا سامان ہوگا۔ (ت)

اور شک نہیں کہ ابتداءً ترکِ مشورہ وہ ایحاش نہیں جو بعد مشورہ رائے اکثر پر عمل نہ کرنے میں ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ع۵ اصل کی عبارت پڑھی نہ جاسکی پھر بھی مطلب میں خلل نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

[2] " " ۳/ ۱۵۹

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳/ ۱۵۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۸۷

بشّروا و لا تنفّروا۔[1]

خوشخبری دو اور نفرت پیدا نہ کرو۔(ت)

ہاں اگر خلاف میں کوئی مصلحت اس مصلحت سے اعظم اور اس کے ترک میں کوئی مفسدہ اس مفسدہ سے اشد ہو تو من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما[2] (جو دو مصیبتوں میں مبتلا ہو تو آسان کو اپنائے۔ت) پر عمل کرے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۰۰)

(۲۴۳) ولایت عرفیہ و شرعیہ میں فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مقدمہ اولٰی حقیقت امر یہ ہے کہ ولایت مجبرہ کی تعریف ہے:

تنفیذ القول علٰی غیرہ شاء او ابٰی۔

دوسرے پر اپنا قول نافذ کرنا وہ مانے یا نہ مانے۔(ت)

دو قسم ہے:

۱ عرفیہ دنیویہ کہ بادشاہ کو رعایا حکام کو محکومین پر ہوتی ہے اسی کے سبب سلاطین کو والیانِ ملک کہا جاتا ہے۔

اور ۲ شرعیہ دینیہ کہ حقیقۃً اللہ عزّوجل پھر اس کی عطا سے اس کے رسول اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ہے و بس، جس کی حقیقت ذاتیہ کا بیان اس آیہ کریمہ میں ہے:

مالھم من دونہ من ولی[3]۔

اللہ تعالٰے کے سوا ان کا کوئی ولی نہیں۔(ت)

اور حقیقت عطائیہ کا بیان اس آیہ کریمہ میں:

النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم[4]۔

نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں۔(ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۲
صحیح البخاری کتاب العلم 〃 〃 ۱/ ۱۶

[2] الاسرار المرفوعۃ حدیث ۸۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۵

[3] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۶

[4] 〃 ۳۳/ ۶

اور دونوں کا جمع اس آیۂ کریمہ میں :

وماکان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللّٰه ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم ط ومن یعص اللّٰه ورسوله فقد ضل ضللا مبینا[1]

مومن مرد یا عورت کسی کو اپنا اختیار نہیں ہے جب اللہ تعالٰی اور اس کا رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی معاملہ کا فیصلہ فرما دیں، اور جو اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی کا مرتکب ہوگا ۔ (ت)

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تشریح وتفویض وانابت سے اُسے ہے جسے انہوں نے جتنی بات میں اپنی ولایت اصلیہ سے اختیار ظلی عطا فرمایا، ماذون مطلق کو مطلق اور ماذون امر خاص کو اس امر خاص میں، جس کا بیان آیۂ کریمہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح[2] (وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے ۔ت) اور کریمۂ واسمعوا واطیعوا[3] (سنو اور اطاعت کرو ۔ت) میں ہے اور ان انواع ثلٰثہ یعنی ذاتیہ وعطائیہ وظلیہ کا اجتماع اس کریمہ میں اطیعوا اللّٰه واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[4] (اللہ تعالٰی کی اطاعت کرو اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اولی الامر کی ۔ت)۔

اقول یہی سر ہے کہ نوعِ دوم پر اطیعوا مکرر آیا کہ ذاتیہ وعطائیہ دو حقیقتیں ہیں اور اور نوع سوم کو اسی اطیعوا دوم کے نیچے مندرج فرمایا کہ ظل، اصل سے جُدا کوئی حقیقت نہیں رکھتا ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۱۹، ۵۲۰)

(۲۴) مبحث مذکور میں مزید فرمایا :

مقدمۂ چہارم : شریعتِ مطہرہ اسلامیہ علٰی صاحبہا وآلہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ نے ولایت عرفیہ کو جس سے آدمی والیِ ملک اور حاکم و بادشاہِ وقت ہوجاتا ہے اور رعایا کو اس کی پابندی لازم ہوتی ہے اس کے حال پر چھوڑا ہے، اسے مسلم نامسلم کسی سے خاص نہ فرمایا جس طرح وہ عرف میں کسی سے خاص نہیں اس لئے کہ وُہ زیرِ اثر احکامِ تکوینیہ ہے جسے خدا دے اسے ملے اور شریعت کی بحث صرف احکامِ تشریعیہ سے ہے ،

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۶
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۷
[3] " " ۶۴/ ۱۶
[4] " " ۴/ ۵۹

قال اللہ تعالٰی "قل اللھم ملك الملك تؤتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا، آپ فرمادیجئے اے ملک کے مالک! تُو جسے چاہے ملک عطا فرمائے اور جس سے چاہے واپس لے لے۔ (ت)

اس من تشاء میں کوئی خصوصیت اسلام کی نہیں، و لہذا قرآن مجید نے زمانۂ یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام میں بادشاہِ مصر کو جابجا بلفظِ ملك تعبیر فرمایا،

وقال الملك انی اری[2]، وقال الملك ائتونی بہ[3]، ماکان لیاخذ اخاہ فی دین الملك[4]

بادشاہ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں، بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ، بادشاہ کے دین میں بھائی کو پکڑنا جائز نہیں تھا۔ (ت)

اور وہ غلط تعبیر سے پاک ومنزّہ ہے، یوں ہی حضرت بلقیس کو ان کے اسلام سے پہلے قولِ ہُدہُد میں بلفظ انی وجدت امرأۃ تملکھم[5] (میں نے ایک عورت کو ان کا بادشاہ پایا۔ ت) ذکر فرمایا اور وُہ تقریر علی الغلط سے طاہر ومبرّا ہے، تو ثابت ہُوا کہ بادشاہ اگرچہ نامسلم ہو ضرور والیِ ملک اور ولایت قسم اول رکھتا ہے، مگر مسلمان پر ولایت قسم دوم دینیہ شرعیہ جس سے مسلمان کے حق میں حکم غیر موجود شرعی مذہبًا موجود ہوجائے، اور دینی حیثیت سے آخرت میں اس کے کام آئے صرف مسلمان کے ساتھ خاص فرمائی ہے اور کلمۂ حصر وتصریح نفی دونوں طور پر اسے صاف فرمادیا ہے کہ کسی کو مجال تاویل و ابدائے احتمال نہ رہے اول اس آیہ کریمہ میں انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا[6] (تمھارا ولی اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے۔ ت) اور اس آیہ کریمہ میں ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا[7] (اور اللہ تعالٰی کافروں کو مومنوں پر ہرگز اختیار نہ دے گا۔ ت) یہاں قطعًا وہی سبیل دینی شرعی مراد ہے کہ سبیل دنیوی کا انتفاع خلافِ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۲۶
[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۳
[3] 〃 ۱۲/ ۵۰ و ۵۴
[4] 〃 ۱۲/ ۷۶
[5] 〃 ۲۷/ ۲۳
[6] 〃 ۵/ ۵۵
[7] 〃 ۴/ ۱۴۱

مشاہدہ واشہاد ہے، قرآن عظیم اس معنیٰ کی آیات سے مشحون ہے۔ حلبی علی الدر پھر شامی میں ہے:

الکافر لایلی ولدہ المسلم لقولہ تعالٰی ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا[1]

کافر اپنے مسلم بیٹے کا ولی نہیں کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اللہ تعالٰی کافروں کو مومنوں پر ہرگز اختیار نہ دے گا۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۲۴، ۵۲۵)

(۲۵) اسی بحث میں مزید فرمایا:

محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ حکم دیا کہ مسلمان اپنی ایسی دینی حاجتوں کے لئے اپنی تراضی سے ان امور کا قاضی شرع مقرر کرلیں، اور ایک لفظ یہ فرمایا کہ کوئی مسلمان والی تلاش کریں کہ وہ قضائے شرعی کا افادہ کرے اس صورت دوم کا وجوب تو یہاں حسب نص قرآن عظیم ساقط ہے،

قال اللہ تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[2]، وقال اللہ تعالٰی لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اپنی استطاعت کے مطابق اللہ سے ڈرو۔ اور فرمایا: اللہ تعالٰی صرف وسعت کے مطابق کسی کو تکلیف دیتا ہے۔ (ت)

بلکہ وجوب درکنار، یہاں اس کا جواز بھی نہ ہونا چاہئے کہ اس میں اثارت فتنہ ہے اور فتنہ جائز نہیں۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۴۸، ۵۴۹)

(۲۶) مزید فرمایا:

بفرض باطل اگر یہ دو عام ہوتیں ہرگز تام نہ ہوتیں کہ کلام تو قاضی نامسلم میں ہے ان دو نے اگر بفرض غلط بادشاہ نامسلم سے تقلد قضائے شرعی مسلم کے لئے مطلقاً جائز رکھا تو نامسلم کے لئے جواز کیونکر ہوگیا، کیا قاضی مسلم و نامسلم کا شرعاً ایک حکم ہے،

قال اللہ تعالٰی "افنجعل المسلمین کالمجرمین ۝ مالکم

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۱۲
[2] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۶
[3] " " ۲/ ۲۸۶

کیف تحکمون[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کردیں، تمھیں کیا ہوا کیسا فیصلہ کرتے ہو۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۵۰)

(۲۷) غلط فتوٰی جاری کرنے والے اور تصدیق کرنے والے حضرات کو پند و نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

بست و ہشتم: مفتی و مصدقین و مستفتی و اہل معاملہ سب صاحبوں سے خیر خواہانہ معروض۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ط اولٰئک الذین ھدٰھم اللہ و اولٰئک ھم اولوا الالباب[2]

اے نبی! خوشی کی خبر دے میرے بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر بہتر کی پیروی کریں وہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور وہی عقلمند ہیں۔

اور فرماتا ہے:

والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا اللہ قف ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون o اولٰئک جزاؤھم مغفرۃ من ربھم وجنٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ط ونعم اجر العٰملین o[3]

اور جنت ان کے لئے تیار کی گئی ہے کہ جب کوئی بدی یا گناہ کر بیٹھیں اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں اور اللہ کے سوا کون گناہ بخشے اور اپنے کئے پر دانستہ ہٹ نہ کریں ان کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے معافی ہے اور باغ جن کے نیچے نہریں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور کام والوں کا کیا اچھا نیگ۔

ابوداؤد، ترمذی نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۵ و ۳۶
[2] " ۳۹/ ۱۷، ۱۸
[3] " ۳/ ۱۳۵، ۱۳۶

علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ما اصر من استغفر[1] جس نے معافی مانگ لی اس نے ہٹ نہ کی۔

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :

ان الحق قدیم ولا یبطل الحق شیئ ومراجعة الحق خیر من التمادی فی الباطل رواہ الدارقطنی[2] والبیھقی وابن عساکر عن ابی العوام البصری۔

بیشک حق قدیم ہے حق کو کوئی چیز باطل نہیں کرتی حق کی طرف رجوع باطل پر قائم رہنے سے بہتر ہے (اس کو دارقطنی، بیہقی اور ابن عساکر نے ابوالعوام البصری سے روایت کیا ہے۔ ت)

یہ فرمان امیر المومنین نے اپنے قاضی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارسال فرمایا۔

خوشی وشادمانی ہے انھیں جو سنیں اور گردن رکھیں انسان سے خطا مستبعد نہیں مگر خیر الخطائین التوابون خطاکار کی خیر اس میں ہے کہ توبہ کرے رواہ احمد والترمذی[3] وابن ماجة والحاکم وصححه عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم (اس کو احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح کہہ کر انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے انھوں نے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ ت) حق کی طرف رجوع سے عار وسوسۂ ابلیس ہے اس کا ساتھ بہتر یا اس کے ارشاد کی اطاعت جو قرآن مجید میں فرماچکا کہ خطا پر اصرار نہ کیا تو میں نے تمھارے لئے جنت تیار کر رکھی ہے، شیطان سمجھاتا ہے کہ رجوع کی تو علم وعقل کو بٹّا لگے گا۔ دشمن جھوٹا ہے اور اللہ سچّا کہ اچھی بات سن کر ماننے والے ہی ہدایت پر ہیں اور وہی عقل والے ہیں اللہ توفیق دے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۶۲، ۵۶۳)

(۲۸) مزید فرمایا :

مفتی ومصدقین پر فرض ہے کہ جس طرح اپنے غلط فتوے سے یہ آتشِ دوزخ کا ٹکڑا ورثہ کو دلایا یونہی اپنی صحیح ولوجہ اللہ کوششوں سے انھیں اس سے بچانے کی فکر کریں ورنہ انما علیك اثم الاریسیین (کاشتکاروں کا گناہ تجھی پر ہے۔ ت) اللہ واحد قہار سے ڈریں اور ولیحملن اثقالھم واثقالا

[1] جامع الترمذی ابواب الدعوات احادیث شتی من ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹۵

[2] سنن الدارقطنی کتاب عمر الی ابی موسٰی الاشعری حدیث ۴۳۹۱ دار المعرفة بیروت ۳/ ۴۴۹

السنن الکبرٰی للبیھقی باب لاتحیل حکم القاضی علی المقضی له الخ دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۵۰

[3] جامع الترمذی ابواب صفة القیامة امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۳

مع اثقالھم ولیسئلن یوم القیٰمۃ عمّا کانوا یفترون[1] (اور وُہ اپنا بوجھ اور اپنے بوجھ کے ساتھ مزید بوجھ اٹھائیں گے، اور ضرور ان سے قیامت کے روز ان کی افترا بازی پر سوال ہوگا۔ت) کی جانگزا آفت سے پرہیز کریں۔ یہ ضرور ہے کہ بہت ابنائے دنیا کو ملا ہوا مال چھوڑنا سخت دشوار بلکہ ناممکن ہوتا ہے مگر زمانہ اللہ کے ڈر والے بندوں سے خالی نہیں اور نصیحت نفع دیتی ہے وذکر فان الذکرٰی تنفع المؤمنین[2] (آپ یاد دہانی کرائیں تو بیشک یاددہانی مومنوں کو نفع دے گی۔ت) ابلیس کہ دشمن راہ خدا ہے دوسروں کے بتانے میں آپ کے باطل فتووں کا حیلہ سکھائے گا کہ اتنے مولوی حلال کر رہے ہیں عذاب ہے تو ان کی گردن پر، مگر جب آپ حضرات خود ہی خوفِ خدا کرکے حقِ حکم ان پر ظاہر کریں گے تو کیا عجب کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو حرام مال سے بچنے اور وقف خدا پر تصرف نہ کرنے کی توفیق بخشے اور جب وہ رئیس جاگیردار ہیں تو شاید اسی پر ان کا ذریعہ رزق منحصر نہ ہو اور ہو تو رزق اللہ عزوجل کے ذمۂ کرم پر ہے حرام کھانے سے فاقہ لاکھ جگہ بہتر ہے اور اس میں حکام کی کچھ مخالفت نہیں جس پر ڈگری ہو وہ مجبور کیا جاتا ہے جس کی ڈگری ہو اگر خدا سے ڈرے اور اس مال کو چھوڑ دے حکام کو ہرگز اس سے تعرض نہ ہوگا۔ کیا اچھا ہو کہ روزِ قیامت اللہ واحد وقہار کے حضور کھڑے ہونے سے ڈریں اور قلیل و ذلیل و فانی مال چھوڑ کر جلیل و جزیل و باقی ثواب لیں۔ بہرحال مفتی ومصدقین پر اپنے فرض سے ادا ہونا فرض ہے یہ محض خالص اسلامی عرض ہے۔ دیکھیں کون بندۂ خدا سبقت کرتا اور رضائے الٰہی و ثوابِ عقبیٰ و ثنائے دنیا کا مستحق ٹھہرتا ہے، اللہ عزوجل توفیق دے۔

فستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد[3] وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

تو عنقریب یاد کرو گے جو تمھیں کہہ رہا ہوں، میں اپنا معاملہ اللہ تعالٰی کے سپرد کرتا ہوں، تحقیق اللہ تعالٰی بندوں کو دیکھتا ہے۔ ہم کو اللہ تعالٰی کافی ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۶۵، ۵۶۶)

(۲۹) ہندو پنچایت نے فیصلہ دیا کہ مسلمان رحمت علی نہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے اور

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/ ۱۳
[2] " ۵۱/ ۵۵
[3] " ۴۰/ ۴۴

نہ ہی دوسری شادی کرسکتا ہے اور نان ونفقہ میں اپنی جائداد بیوی کو دے۔ اس پنچایت اور اس کے فیصلہ کے بارے میں فرمایا:

وہ فیصلہ محض مردود و باطل اور خلافِ شرع و ناقابلِ قبول ہے، اس کا کوئی اثر فریقین میں سے کسی پر نہیں پڑ سکتا، علاوہ بریں وہ پنچایت سرے سے مردود و باطل ہے،

کما فی الهدایة والدر المختار والعالمگیریة وغیرها عامة الکتب قال الله تعالٰی "ولن یجعل الله للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا"[1]

جیساکہ ہدایہ، درمختار اور عالمگیریہ وغیرہا عام کتب میں ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی ہرگز کافروں کو مومنوں پر راہ نہ دے گا۔ (ت)

ہاں شرعاً رحمت علی خاں پر یہ فرض ہے کہ یا تو عورت کو اچھی طرح رکھے یا اچھی طرح طلاق دے دے،

قال تعالٰی "فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کو بھلائی کے ساتھ پاس روک لو یا ان کو بھلائی کے ساتھ جدا کردو (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۵۸۸، ۵۸۹)

(۳۰) بعض لوگوں نے خان محمد کو ولد الزنا قرار دے کر اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردی بعد ازاں اپنے بیان سے رجوع کرکے معافی مانگ لی، ان لوگوں کے بارے میں فرمایا:

ان لوگوں کا پہلا بیان جھوٹا اور سراسر جھوٹ ہے،

قال الله تعالٰی "فاذلم یاتوا بالشھداء فاولٰئك عند الله ھم الکٰذبون"[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب وہ گواہ پیش نہ کریں تو وہ اللہ تعالٰی کے ہاں جھوٹے ہیں (ت)

اور وہ اس بیان کے سبب ضرور حدِ قذف کے مستحق ہیں،

قال الله تعالٰی "فاجلدوھم ثمانین جلدۃ"[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کو اسّی کوڑے مارو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۱
[2] " ۶۵/ ۲
[3] " ۲۴/ ۱۳
[4] " ۲۴/ ۴

گواہی کا وُہ مردود ہونا کہ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا[1] (اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو۔ت)
اس حالت میں ہے کہ حدِ قذف لگ جائے یہاں نہیں ہوسکتا البتہ وہ مردود ہونا حاصل ہے جو جھوٹے
کذاب کی گواہی کے لئے ہے جبکہ وہ بار بار یہ جھوٹ بک چکے ہوں۔ عاجز آکر خان محمد نے پنچایت کی ہو یا
اس کے سوا اور جھوٹوں کے ساتھ معروف و مشہور ہوں کہ جھوٹ ان کی عادت ہو تو کبھی ان کی گواہی مقبول
نہ ہوگی اگرچہ توبہ کرلیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۶۲۳)

(۳۱) فعل کبھی مباشر اور کبھی آمر کی طرف منسوب ہوتا ہے، اس کی تائید میں فرمایا:

قال اللہ تعالٰی "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی[2]"، فتح الامیر الحصن و
لم یفتح ھو بل العسکر کل صحیح کما قد علم فی محلہ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب آپ نے مارا آپ نے نہ مارا لیکن اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ امیر نے قلعہ
فتح کیا اس نے نہ کیا بلکہ لشکر نے فتح کیا، یہ کلام ہر طرح صحیح ہے، جیسا کہ وہ اپنے محل میں معلوم ہے (ت)
ایسے امور کا صاحبِ خانہ کی طرف نسبت کرنا شائع و ذائع ہے لانہ الاصل و عن رأیہ
یصدر (کیونکہ صاحبِ خانہ اصل اور صاحب رائے ہے۔ت)۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۶۴۳، ۶۴۴)

(۳۲) عدمِ ذکر ذکرِ عدم نہیں ہوتا۔ اس کی تائید میں فرمایا:
کلامِ غلام محی الدین خاں میں بگا کو ندا کی نفی بھی تو نہیں صرف عدمِ ذکر ہے وہ ذکرِ عدم کیونکر ہوا۔ رب العزت
جل و علا نے سورۂ نمل میں فرمایا:

یٰموسٰی لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون[3]

اے موسٰی علیہ و علٰی نبینا الصلوٰۃ والسلام! مت خوف کرو میں وہ ذات ہوں کہ میرے ہاں
رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔ (ت)
اور سورۂ قصص میں ہے:

یٰموسٰی اقبل ولا تخف انک من الاٰمنین[4]

اے موسٰی علیہ السلام! آگے بڑھو اور خوف نہ کرو آپ امن والوں میں سے ہیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۴
[2] القرآن الکریم ۸/۱۷
[3] ؍؍ ؍؍ ۲۷/۱۰
[4] ؍؍ ؍؍ ۲۸/۳۱

اور سورہ طٰہٰ میں ارشاد ہوا :

قال خذھا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ [1]

فرمایا : اسے پکڑو اور خوف نہ کرو ہم اس کو عنقریب پہلی حالت پر پھیریں گے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۶۴۴)

(۳۴) ایک شخص نے دعوٰی کیا کہ یہ جائداد میری ہے پھر دعوٰی کیا کہ یہ وقف ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا :

ادعی انہ وکیل عن فلان بالخصومۃ فیہ ثم ادعاہ لنفسہ لا یقبل لان ماھو لہ لا یضیفہ الی غیرہ بخلاف ما اذا ادعاہ لنفسہ ثم ادعی انہ وکیل لفلان بالخصومۃ لعدم المنافاۃ فان الوکیل بالخصومۃ قد یضیف الی نفسہ یکون المطالبۃ لہ۔ [2]

کسی نے کہا کہ میں فلاں کی طرف سے اس معاملہ کی جواب دہی کا وکیل ہوں پھر اسی چیز کو اپنی ملکیت ہونے کا دعوٰی کرے تو یہ مقبول نہ ہوگا کیونکہ اپنی چیز کو دوسرے کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا، اس کے برعکس پہلے اپنی ملکیت کا دعوٰی کیا پھر بعد میں یہ دعوٰی کرے کہ اس چیز کی جواب دہی کے لئے میں فلاں کی طرف سے وکیل ہوں تو جائز ہوگا، اس صورت میں منافات نہیں ہے کیونکہ وکیل بالخصومۃ کبھی چیز کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کو مطالبے کا حق ہے (ت)۔

اسی میں ہے :

ادعی علیہ انہا لہ ثم ادعی انہا وقف علیہ یسمع لصحۃ الاضافۃ بالاخصیۃ انتفاعا۔ [3]

پہلے دعوٰی کیا کہ یہ میری ملکیت ہے، پھر دعوٰی کیا کہ یہ مجھ پر وقف کی گئی ہے تو دعوٰی مقبول اور قابلِ سماعت ہوگا کیونکہ اپنے لئے انتفاع کی خصوصیت کی بناء پر اپنی طرف منسوب کرسکتا ہے (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے :

ادعی المحدود لنفسہ ثم ادعی انہ وقف الصحیح من الجواب ان کان دعوی الوقفیۃ

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۲۱

[2] فتاوٰی بزازیہ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیۃ نوع فی التناقض نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۹

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۵/ ۳۱۸

بسبب التولیۃ یحتمل التوفیق لان فی العادۃ یضاف الیہ باعتبار ولایۃ التصرف والخصومۃ۔[1]

دعوٰی کیا یہ محدود جائداد میری ہے پھر دعوٰی کیا کہ یہ وقف ہے، تو صحیح جواب یہ ہے کہ اگر اس وقف کی تولیت کی وجہ سے اپنی طرف منسوب کیا تو دونوں دعووں میں موافقت ہوسکتی ہے کیونکہ عادۃً متولی کو تصرف اور خصومت کی ولایت ہوتی ہے اس کی بنا پر اس کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ (ت)

رب عزوجل فرماتا ہے:

ولاتؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللّٰہ لکم قیٰما۔[2]

اپنے وہ مال جن کا اللہ تعالٰی نے تمھیں منتظم بنایا ہے بے سمجھ لوگوں کو نہ دو۔ (ت)

امام سعید بن جبیر تلمیذ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں:

ھو مال الیتیم یکون عندك یقول لاتؤتہ ایاہ وانفقہ علیہ حتی یبلغ وانما اضاف الی الاولیاء فقال اموالکم لانھم قوامھا ومدبروھا۔[3]

یہ یتیم کا مال ہے جو تیرے پاس ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ مال یتیم کو نہ دو اور اس پر خرچ کرو حتی کہ بالغ ہوجائے، اس مال کو اللہ تعالٰی نے اولیاء کی طرف اس لئے منسوب فرمایا کہ وہ اس کے نگران اور منتظم ہیں۔ (ت)

یہ تفسیر عکرمہ سے منقول کما فی المعالم وغیرھا (جیسا کہ معالم وغیرہ میں ہے۔ ت)

بلکہ رب العزت نے فرمایا:

ووجدك عائلا فاغنی۔[4]

اور آپ کو محتاج پایا تو اس نے غنی کردیا۔ (ت)

یہ مال اُم المومنین خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا کا ہے جسے مولٰی تعالٰی نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مال فرمایا کہ غنا بمال غیر نہیں۔ محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب الوقف فصل فی دعوی الوقف والشہادۃ علیہ قلمی نسخہ ۱/ ۲۲۵

[2] القرآن الکریم ۴/ ۵

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۴/ ۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۱۱

[4] القرآن الکریم ۹۳/ ۸

قال اللہ تعالیٰ ووجدك عائلا فاغنیٰ ہ ای بمال خدیجۃ و انماکان منہا ادخالہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المنفعۃ علی وجہ الاباحۃ والتملیك احیانا[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کو اس نے محتاج پایا تو اس نے غنی کردیا یعنی حضرت خدیجہ کے مال سے، اور اس لئے کہ آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی طرف سے ان کے مال میں دخل اختیار تھا، یہ اختیار آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے مباح اور کبھی ملک کے طور پر تھا (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۶۸۸ تا ۶۹۰)

(۴۴) آیتِ کریمہ میں بین احد من رسلہ کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لا نفرق بین احد من رسلہ[2] ای بین احد واحد۔

ہم رسولوں میں سے کسی ایک کا فرق نہیں کرتے یعنی اللہ تعالےٰ کے رسولوں میں ہر ایک ایک میں فرق نہیں کرتے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۸ ص ۷۱۴، ص ۷۱۴)

فتاوٰی رضویّہ جلد ۱۹

(۱) بے تراضی جائداد کو قرضہ کے عوض میں لینا ظلم ہے۔ چنانچہ فرمایا:

بطور خود اخذ عین بعوض دین، تجارت بے تراضی ہے کہ بنصِ قطعی قرآنِ عظیم ممنوع و ناجائز،

یایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[3]

(ہمارے رب تعالیٰ نے فرمایا:) اے ایمان والو! آپس کے مال کو ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ رضامندی پر مبنی تجارت ہو۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۱۰۰، ۱۰۱)

---

[1] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ باب من یجوز دفع الصدقۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۰۹

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

[3] " ۴/ ۲۹

(۲) عاریت میں رجوع کے بارے میں فرمایا:

وارثانِ معیر کو بلاشبہہ عاریت میں رجوع کا اختیار ہے اور وارثانِ مستعیر پر واپس دینا فرض ہے جبکہ عاریت ثابت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ان اللہ تعالیٰ یامرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا[1]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اللہ تعالےٰ حکم فرماتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کے سپرد کردو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۱۱۱)

(۳) زید نے کچھ زیورات عاریتًا لئے جو گم ہو گئے اب وہ بخوشی نیا زیور بنا کر دینا چاہتا ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا:

جبکہ وہ زیور بغیر اس شخص کی تقصیر کے گم ہو گئے تو اس کے بدلے میں اس سے کچھ لینا ہی ناجائز و تاوان ہے اور ناجائز بات میں کسی کی خوشی و ناخوشی کو دخل نہیں، بہت لوگ سود بخوشی دیتے ہیں پھر کیا اس کا لینا حلال ہو جائے گا،

اتاخذونہ بھتانا واثما مبینا[2] لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[3]

کیا جھوٹ اور گناہ سے مال لیتے ہو۔ آپس کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ (ت)

لہذا علماء فرماتے ہیں اگر باہم شرط قرار پائی ہو کہ جاتا رہے تو تاوان دیں گے تو یہ شرط بھی مردود و باطل ہے، درمختار میں ہے:

لاتضمن بالھلاك من غیر تعدٍ وشرط الضمان باطل[4]

تعدی کے بغیر ہلاکت پر ضامن نہ ہوں گے اور ضمان کی شرط باطل ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۱۵۶)

(۴) اپنی زندگی میں اولاد کو ہبہ کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں مذہب مفتیٰ بہ پر افضل یہی ہے کہ بیٹوں بیٹیوں سب کو برابر دے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۸
[2] 〃 ۴/ ۲۰
[3] 〃 ۲/ ۱۸۸
[4] درمختار کتاب العاریۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۶

یہی قول امام ابو یوسف کا ہے ۔ اور للذکر مثل حظ الانثیین[1] (مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہے ۔ ت) دینا بھی جیسا کہ قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے ممنوع و ناجائز نہیں اگرچہ ترک اولیٰ ہے ۔ ردالمحتار میں علامہ خیر الدین رملی سے ہے:

الفتوی علی قول ابی یوسف من ان التنصیف بین الذکر و الانثی افضل من التثلیث الذی ھو قول محمد[2]

فتوی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے کہ مرد اور عورت کو نصف نصف دینا، مرد کو دو اور عورت کو ایک، تین حصے بنانے سے بہتر ہے، اور یہ تین حصے امام محمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۲۳۱)

(۵) فقیر باپ نابالغ اولاد کے مال سے بقدر کفایت کھا سکتا ہے ۔ چنانچہ فرمایا:

اور زید کہ اب فقیر ہوگیا وہ بھی بقدرِ کفایت اپنا کھانا پہننا اس سے کر سکے گا،

قال تعالیٰ "من کان غنیا فلیستعفف و من کان فقیرا فلیاکل بالمعروف"[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جسے حاجت نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو حاجتمند ہو وہ بقدرِ مناسب کھائے ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۳۳۶)

(۶) متبنّٰی کے بارے میں فرمایا:

شریعت میں متبنّٰی کوئی چیز نہیں،

قال اللہ تعالیٰ "وما جعل ادعیاءکم ابناءکم"[4]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے نہ بنا دیا (ت)

وقال تعالیٰ "لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیاءھم"[5]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تاکہ مومنین پر ان کے لیے پالکوں کی بیویوں میں کچھ حرج نہ رہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۳۵۵)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱
[2] ردالمحتار کتاب الھبۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۱۳
[3] القرآن الکریم ۴/ ۶ [4] القرآن الکریم ۳۳/ ۴
[5] 〃 ۳۳/ ۳۷

(۷) ایک تنگدست معلمِ قرآن کو اس کے مطالبے کے بغیر طلبہ کچھ پیسے دے دیتے ہیں اس پر ایک غیر مقلد شخص نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ پیسے لینا ہر طرح حرام ہے چاہے طلبہ بطور اجرت دیں یا بطور للہ، اس کے بارے میں حکم شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

معترض کا اعتراض محض بیجا ہے اور اس کا یہ کہنا کہ للہ سمجھ کر دیتے ہیں جب بھی حرام ہے، شریعتِ مطہرہ پر کھلا ہوا افتراء ہے اگر پڑھنے والوں نے اپنے تنگدست استاد کی لوجہ اللہ خدمت کی کیا گناہ ہوا، اور استاد کو اس کا لینا کیونکر حرام ٹھہرا، یہ محض جہالت و تعصب ہے۔ اللہ جل وعلا فرماتا ہے:

لاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون [1]

اپنی زبانوں پر جاری جھوٹ والا قول نہ کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالٰی پر جھوٹ افتراء بناؤ، بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ افتراء بناتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

اور اس سے بڑھ کر اس کا جہل مرکب یہ ہے کہ مسائلِ شرع سے انکار رکھتا ہے، سبحان اللہ جہالت کی یہ حالت اور فقہاء سے نفرت، بیشک ایسے ہی لوگ حدیث سے احکام سمجھنے کے قابل ہیں؟ اناللہ وانا الیہ راجعون ۵ خیر اگر وہ حدیث ہی مانگیں تو خاص صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان احق ما اخذتم علیہ اجرًا کتاب اللہ [2]

یعنی قرآن مجید سب چیزوں سے زیادہ اس لائق ہے کہ تم اس پر اُجرت لو۔

امام علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ تیسیر شرح جامع صغیر حدیثی میں اس حدیث کی شرح لکھتے ہیں:

فاخذ الاجرۃ علی تعلیمہ جائز الخ [3]

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن پڑھانے پر اُجرت لینا جائز ہے الخ (ت)

معترض پر فرض ہے کہ ان جہالتوں سے باز آئے اور مسائل شرع میں بے علم وفہم زبان کھولنے سے توبہ کرے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۴۲۱، ۴۲۲)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] صحیح البخاری کتاب الطب باب الشرط فی الرقیۃ بقطیع من الغنم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۵۴

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی تحت حدیث ان احق ما اخذ علیہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۰۹

(۸) سنّی حنفی عالمِ دین مبلغ دین کی خدمت ومعاونت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اس کی جو خدمت ہو سکے صلاح وفلاحِ دارین ورضائے ربّ المشرقین وخوشنودیِ سیّد الکونین ہے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

قال تعالٰی "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر"[1] الآیۃ

اللہ تعالٰی نے فرمایا: لوگوں کے لئے تمھیں بہترین اُمّت ہونے کی حیثیت سے ظاہر کیا، تم بھلائی کا حکم کرتے اور بُرائی سے روکتے ہو، الآیۃ۔ (ت)

اور جبکہ حسبِ اظہار سوال اُس کی نیت خالص لوجہ اللہ ہے، اور ہرگز نہ کسی سے سوال کرتا نہ طمع رکھتا ہے بلکہ مسلمان بطورِ خود علماء کی اعانت اور اپنی سعادت کی نیت سے خدمت کرتے ہیں، تو (بشرطیکہ یہ مال جو اسے دیا جائے بعینہٖ وجہ حرام سے نہ ہو) بلاشبہہ اس کا لینا جائز، اور وہ اس کے لئے حلال و طیّب۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۴۳۳، ۴۳۴)

(۹) فاسقوں اور فاجروں کو مکان کرایہ پر دینے سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

باقی دیانۃً اس میں شک نہیں کہ جس کی سکونت سے مسلمانوں کے عقائد یا اعمال میں فتنہ وضلال کا اندیشہ وخیال ہو اسے جگہ دینا معاذ اللہ مسلمانوں کو فتنہ پر پیش کرنا ہے، تو یحبّون ان تشیع الفاحشۃ[2] (وہ چاہتے ہیں کہ فحاشی پھیلے۔ ت) حقیقۃً نہ سہی اس کی طرف منجر ہے، وانما الدین النصح لکل مسلم[3] دین تو یہی ہے کہ سب مسلمانوں کی خیر خواہی کیجئے۔ وباللہ التوفیق۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۴۴۲)

(۱۰) مرتکبِ معصیت کو مکان کرایہ پر دینے کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

جائز ہے اگرچہ معصیت کا خوف نہیں بلکہ صراحۃً معصیت کرتا ہے، یہ اپنی جائز نیت سے کرایہ پر دے، اس کی معصیت کا وبال اُس پر ہے، عمرو پر کوئی مواخذہ نہیں لتخلل فعل فاعل مختار (فاعل مختار کا فعل درمیان میں آنے کی وجہ سے۔ ت)

قال اللہ تعالٰی "لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی"[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائیگی۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۴۴۶)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۰ [2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۹

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان ۱/ ۱۳ و کتاب الشروط ۱/ ۳۷۵ قدیمی کتب خانہ کراچی

صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان ان الدین النصیحۃ " " " ۱/ ۵۴، ۵۵

[4] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

(۱۱) اجارۂ تدریس مطلقاً مہینہ کے نام سے مقرر ہوا، کون سے مہینہ مراد ہوگا، نیز اجرت پر تفسیر و حدیث پڑھانے والے استاذ کی تعظیم اُجرت دینے والے طلبہ پر لازم ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہُوئے فرمایا:

قال اللہ تعالٰی عزوجل "یسئلونك عن الاھلۃ ط قل ھی مواقیت للناس والحج[1]"

اے نبی! یہ تجھ سے پُوچھتے ہیں نئے چاندوں کا حال، تو فرما وہ وقت ٹھہرائے ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے واسطے۔

آیۂ کریمہ شاہد ہے کہ اہلِ اسلام کے نہ صرف عبادات بلکہ معاملات میں بھی یہی قمری مہینے معتبر ہیں۔ مدارک شریف میں ہے:

مواقیت للناس والحج ای معالم یوقّت بھا الناس مزارعھم ومتاجرھم ومحال دیونھم وصومھم وفطرھم وعدۃ نسائھم وایام حیضھن ومدۃ حملھن وغیر ذٰلك ومعالم للحج یعرف بھا وقتہ[2]

مواقیت للناس والحج یعنی علامات جن سے لوگ اپنی مزارعت، اجارہ، قرض اور دیون کی ادائیگی، روزہ، افطار، عورتوں کی عدّت، حیض کے ایام اور حمل کی مدت وغیرہ کا وقت معلوم کریں گے اور حج کی علامات جن سے لوگ اس کا وقت پہچان سکیں گے۔ (ت)

عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی حاشیہ خفاجی علی البیضاوی میں ہے:

اجیبوا ببیان الغرض من ھذا الاختلاف من بیان مواقیت العبادات والمعاملات[3]۔

صحابہ کو چاند کے بڑھنے اور گھٹنے کی غرض سے جواب بیان فرمایا کہ عبادات اور معاملات کے مقرر اوقات کا بیان ہے (ت)

وقال تبارك وتعالٰی "ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم[4]"

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۹

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲/ ۱۸۹ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۹۷

[3] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی " " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۴۷

[4] القرآن الکریم ۹/ ۳۶

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک گنتی مہینوں کی اللہ کے نزدیک بارہ[12] مہینے ہیں کتاب اللہ میں جس دن سے اس نے بنائے آسمان اور زمین، ان میں سے چار ماہ حرام ہیں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب)۔

یہ آیت ارشاد فرماتی ہے کہ اللہ عزّوجل کے نزدیک یہی بارہ[12] مہینے قمری ہلالی عربی معتبر ہیں کہ چار ماہ حرام انھیں مہینوں میں ہیں، تو اہلِ اسلام کو انھیں کا اعتبار چاہئے کہ شرع مطہرہ کے سب احکام عبادات و معاملات انھیں پر مبنی ہیں، معالم میں ہے:

المراد منه الشهور الهلالية وهی الشهور التی يعتد بها المسلمون فی صيامهم وحجهم واعيادهم وسائر امورهم[1]۔

اس سے مراد قمری مہینے ہیں اور ان مہینوں کے ذریعہ مسلمان اپنے روزوں، حج، عیدوں اور تمام امور کا حساب لگاتے ہیں (ت)

تفسیر نسفی میں ہے:

المراد بيان ان احكام الشرع تبتنی علی الشهور القمرية المحسوبة بالاهلة دون الشمسية[2]۔

مراد یہ ہے کہ شرعی احکام قمری مہینوں پر مبنی ہیں جو چاند کے حساب سے ہوتے ہیں شمسی مہینوں پر نہیں (ت)

ولہذا بحمد اللہ اب تک عامۂ مسلمین اپنے عامہ امور میں انھیں شہور کو جانتے، انھیں پر مدار کار رکھتے ہیں کہ ان کے رب کے نزدیک مہینے یہی ہیں بلکہ حقیقۃً مہینہ کا لفظ انھیں پر صادق، مہینہ منسوب بماہ ہے، شہر شمسی مہینہ نہیں، مہرینہ ہے۔ بلکہ تفسیر کبیر میں زیر کریمۂ ثانیہ ہے:

اللہ تعالٰی امرهم من وقت ابراهيم واسمعيل عليهما الصلوة والسلام ببناء الامر علی رعاية السنة القمرية فهم تركوا امر الله تعالٰی فی رعاية السنة القمرية واعتبروا السنة الشمسية لمصالح الدنيا[3]۔

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹/۳۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۴۴
[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) 〃 〃 〃 〃 دارالکتاب العربی بیروت ۲/۱۲۵
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) 〃 ۹/۳۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۶/۴۶

اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہم الصلٰوۃ والسلام کے زمانہ سے قمری سال پر اپنے امور کی بناء کا حکم دیا تو انھوں نے قمری سال کی رعایت سے متعلق حکمِ باری تعالٰی کو ترک کر کے اپنے مصالح کی بناء شمسی سال پر کرلی۔ (ت)

بلکہ اسی میں ہے:

قال اھل العلم الواجب علی المسلمین بحکم ھذہ الاٰیۃ ان یعتبروا فی بیوعھم ومدد دیونھم واحوال زکاتھم وسائر احکامھم السنۃ العربیۃ بالاھلۃ ولایجوز لھم اعتبار السنۃ العجمیۃ والرومیۃ اھ[1]۔

اہلِ علم نے فرمایا اس آیۂ کریمہ کے حکم پر مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے کاروبار اور لین دین، زکوٰۃ اور تمام احکام میں عربی قمری سال کا اعتبار کریں اور ان کو عجمی اور رومی شمسی سال کا اعتبار جائز نہیں اھ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۴۴۷ تا ۴۴۹)

(۱۲) سب رجسٹراری کی نوکری سے متعلق عربی میں ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

نعم ھی حرام شرعا، والحال ماوصف فانھا احدی الشھادات علی تلک الصکوک بل اعظمھا فی القانون الرائج حیث لایقبل کثیر من الصکوک الابھا، فکان القائم بھا معینا فی ثبوت الربا الحرام شرعا، وقد قال تعالٰی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان[2]، ثم ھو ینسخ الصک ویحفظ نسختہ فی قمطرہ، فکان احد الکاتبین بل الکاتب الاعظم کما مر۔

ہاں یہ شرعاً حرام ہے جبکہ صورت وہی ہو جو ذکر کی ہے، کیونکہ یہ عہدہ ان سُودی چیکوں و رسیدوں پر بڑی شہادت ہے، بلکہ رائج قانون میں کوئی بھی رسید و چیک وغیرہ اس عہدہ کی شہادت کے بغیر قبول نہیں کئے جاتے تو اس عہدہ پر قائم شخص شرعی طور پر سُودی اور حرام معاملات پر معاون ہوتا ہے، اور بیشک اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: گناہ اور زیادتی پر باہمی تعاون نہ کرو، پھر یہ عہدیدار ان چیکوں کو لکھتا اور اپنے محافظ خانہ میں اس کی تحریر کو محفوظ کرتا ہے تو بھی ایک کاتب بلکہ بڑا کاتب ہے، جیسا کہ گزرا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۴۷۵، ۴۷۶)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹/۳۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۶/۴۳

[2] القرآن الکریم ۵/۲

(۱۳) قرآن خوانی اور مولود خوانی پر اُجرت بلا طلب دینے اور لینے کے بارے میں فرمایا:

پس اگر قرارداد کچھ نہ ہو، نہ وہاں لین دین معہود ہوتا ہو تو بعد کو بطور صلہ و حُسنِ سلوک کچھ دے دینا جائز بلکہ حسن ہوتا ہے،

هل جزاء الاحسان الا الاحسان[1] ۞ واللہ یحب المحسنین[2] ۞

احسان کی جزا صرف احسان ہے، اور اللہ تعالٰی احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۴۸۷)

(۱۴) وکیلوں کے محرر کے بارے میں فرمایا:

وکلاء کے یہاں کی محرری میں کچھ خیر نہیں، سُودی معاملہ کے سوا اُن کے یہاں اور معاملات بھی اکثر خلافِ شرع مطہر ہوتے ہیں، اکثر دعاوی باطل ہوتے ہیں جن کو وہ حق کرنا چاہتے ہیں، جو حق ہوتے ہیں انھیں بھی باطل کی آمیزش بغیر اپنے لئے سرسبزی نہیں جانتے۔ غرض ان کے معاملات ناحق سے شاذ و نادر ہی شاید خالی ہوتے ہیں، اور تحریر اعانت ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[3]۔

گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو (ت)

اور حدیث میں ہے:

وعلی الکاتب مثلہ[4]۔

اور کاتب پر بھی اس کی مثل ہے (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۰۰، ۵۰۱)

(۱۵) میلاد خوانی وغیرہ پر اُجرت پہلے سے طے کرلینا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لاتشتروا بایٰتی ثمنًا قلیلا[5]۔

میری آیات کے بدلے حقیر مال نہ لو (ت)

یہ ممنوع ہے اور ثواب عظیم سے محرومی مطلق۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۰۲)

---

[1] القرآن الکریم ۵۵/ ۶۰ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۳۴

[3] ۵/ ۲

[4] صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷ [5] القرآن الکریم ۲/ ۴۱

(۱۶) بنک کی ایک صورت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
بنک کی صورتِ مذکورہ حرام قطعی ہے، اور یہ فائدہ کہ بنیوں سے آدھا یا چہارم سُود لیا جائے گا سُود دینے والے کا ایک دنیوی فائدہ سہی مگر دینے والے اور لینے والے کے اخروی مضرت اور حرمت میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:
یایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ و ذروا ما بقی من الربٰو[1] فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللّٰہ و رسولہ[2]
اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سُود باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو۔ پھر اگر نہ مانو تو اللہ و رسول سے لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۱۳)

(۱۷) مزید فرمایا:
ازاں جملہ آسان تر یہ کہ مثلاً کوئی شخص سو روپیہ سال بھر کے وعدہ پر قرض لینا چاہتا ہے اور بنک یہ چاہے کہ اسے روپیہ مل جائے اور مجھے نفع ہاتھ آئے تو اسے روپیہ قرض نہ دے بلکہ سَو روپے کا نوٹ اس کے ہاتھ ایک سال کے وعدہ پر مثلاً ایک سَو دس یا ایک سَو بارہ کو بیع کرے، یہ بیع ہے ربا نہیں،
قال اللّٰہ تعالٰی "قالوا انما البیع مثل الربٰو و احل اللّٰہ البیع و حرّم الربٰو"[3]
(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) کافر بولے بیع بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود، (اس کا جواب یہ ہے کہ) اللہ نے حلال کی بیع اور حرام کیا سُود۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۱۴)

(۱۸) جس دکان میں سُودی روپیہ لگا ہوا ہو اس پر ملازمت کے بارے میں فرمایا:
اُس دکان کی ملازمت اگر سُود کی تحصیل وصول یا اس کا تقاضا کرنا یا اس کا حساب لکھنا، یا کسی اور فعل ناجائز کی ہے تو ناجائز ہے،
قال تعالٰی "ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان"[4]
اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۲۲)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۷۸ — [2] القرآن الکریم ۲/۲۷۹
[3] " ۲/۲۷۵ — [4] " ۵/۲

(۱۹) مقدمہ میں مستاجر نے جو خرچ کیا یا جرمانہ دیا، مالکان سے وہ وصول کرنا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

جرمانہ و خرچ مقدمہ ذمۂ مالکان ڈالنا ظلم محض ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اخری[۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۲۴)

(۲۰) ایصالِ ثواب کے لئے اُجرت پر قرآن خوانی کے بارے میں فرمایا:

اُجرت پر کلام اللہ شریف بغرضِ ایصالِ ثواب پڑھنا پڑھوانا دونوں ناجائز، اور پڑھنے والا اور پڑھوانے والا دونوں گنہ گار، اور اس میں میّت کے لئے کوئی نفع نہیں، بلکہ اس کی مرضی وصیت سے ہو تو وہ بھی وبال میں گرفتار،

قال اللہ تعالیٰ "لا تشتروا بایٰتی ثمنًا قلیلا"[۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو۔ (ت)

اور یہ کہنا کہ ہم اللہ کے لئے پڑھتے ہیں اور دینے والے بھی اللہ کے لئے دیتے ہیں محض جھوٹ ہے۔ اگر یہ نہ پڑھیں تو وہ ایک حبہ ان کو نہ دیں، اور اگر وہ نہ دیں تو یہ ایک صفحہ نہ پڑھیں، اور شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ المعروف کالمشروط[۳] (معروف مشروط کی طرح ہے۔ ت) (فتاوی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۲۸)

(۲۱) ختم ملازمت کے بعد پراویڈنٹ فنڈ کی رقم کے بارے میں حکمِ شرعی کی وضاحت کے ضمن میں فرمایا:

بہرحال اس میں شک نہیں کہ یہ رقم اصل جو گورنمنٹ و ریاست سے لے کر بنک میں بنام ملازم جمع ہوتی ملکِ ملازم ہے، رہی وہ زیادت کہ ڈاکخانہ بنام سُود دیتا ہے اسے بے نیت سود لینا ہرگز جائز نہیں،

---

۱ القرآن الکریم ۶/۱۶۴

۲ القرآن الکریم ۲/۴۱

۳ ردالمحتار کتاب البیوع دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۹

الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ السادسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۳۱

قال اللہ تعالیٰ "واحل اللہ البیع وحرم الربوٰ"[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سُود کو حرام کیا۔(ت)

اور خود یہ نیت نہ کرے بلکہ مال گورنمنٹ سے برضائے گورنمنٹ ایک رقم جائز بحال استحقاق خود اپنے لئے ورنہ اپنے بھائیوں فقراء و مساکین و دیگر اہل استحقاق کے لئے بیت المال سے لینا سمجھے تو حرج نہیں، اگرچہ دینے والے اُسے کسی لفظ سے تعبیر کریں یا اپنے نزدیک کچھ سمجھیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۳۶)

(۲۲) کچہری کی ججی، سب ججی، منصفی اور رجسٹراری کی نوکری سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا:

جس نوکری میں خلاف ما انزل اللہ حکم کرنا پڑتا ہو ہرگز جائز نہیں اگرچہ سلطنت اسلام کی ہو۔ ائمۂ دین نے تیسری صدی کے آخر میں اپنے زمانہ کے سلاطینِ اسلام کی نسبت فرمایا:

من قال لسلطان زماننا عادل فقد کفر[2]

جس نے ہمارے زمانہ کے حاکم کو عادل کہا وہ کافر ہے۔(ت)

ان قضاۃ کی نسبت قرآن عظیم کے تین الفاظ ارشاد ہوئے:

ظالمون[3]، فاسقون[4]، کافرون[5]

جب قاضیانِ اسلام سلطنت کی نسبت یہ احکام ہیں تو سلطنت غیر اسلامیہ کے حکام تو مقرر ہی اس لئے کئے جاتے ہیں کہ مطابق قانون فیصلہ کریں۔ رہی رجسٹراری، اس میں اگرچہ حکم نہیں مگر وہ دستاویزوں پر شہادت ہے اور انھیں رجسٹر پر چڑھانا، اور ان میں بہت دستاویزیں سود کی بھی ہوتی ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۵۳۹)

(۲۳) میت کے قرض کی ادائیگی ورثاء پر لازم ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

نعم یجب علی وارثہ القابض بعدہ علی اموالہ ان یؤدی ما علیہ قال تعالیٰ "من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین[6]" وان کان قد ابقاہ ھذا جار یا فیجب علیہ ایضا اداء ما علیٰ نفسہ الی الاٰن قال تعالیٰ "یاایہا الذین

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[2] الفتاوی الہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۸۱

[3] القرآن الکریم ۵/ ۴۵ [4] القرآن الکریم ۵/ ۴۷

[5] " ۵/ ۴۴ [6] " ۴/ ۱۱

أمنوا اوفوا بالعقود[1]" وهذا اوقع العقد بحسب الشرع و وفی به صاحبه کما هو المرجوء - والله تعالٰی اعلم۔

ہاں میّت کا وارث جس نے میّت کے مال کو قبضہ میں لیا ہے اس پر میّت کے ذمہ قرض کو ادا کرنا واجب ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا "میّت کی وصیّت یا قرضہ کو ادا کرنے کے بعد"۔ اور اگر وہ معاہدہ پر تاحال عمل پیرا ہو اور وارث نے اسے باقی رکھا ہے تو وارث پر اپنی طرف سے بھی اس مدت کی یہ ادائیگی واجب ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اے ایمان والو اعقود کو پورا کرو"۔ تو اس نے شریعت کی رُو سے یہ عقد واقع کیا ہے اور دوسرے فریق کے لئے اپنے ذمّہ کو پورا کر دے جیسا کہ امید ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۱۴۱/۶۴۱)

(۴۲) زید غنی نے اپنے جوان پسر کی آمدنی لے کر اپنے مصارف میں خرچ کر لی تو کیا اس پر تاوان لازم ہے؟ اس بارے میں فرمایا:

بیشک تاوان دے گا، اور اگر رضائے پسر نہ تھی تو گناہ علاوہ۔

قال تعالٰی "ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: آپس کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ (ت)

باپ بیٹے کے مال کا اس کی زندگی میں ہرگز مالک نہیں،

وقوله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انت ومالك لابيك[3] من باب البر۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد کہ تُو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے، تو یہ بھلائی کے باب میں ہے قانون نہیں ہے (ت)

فتح القدیر کے باب الوطی الذی یوجب الحد میں ہے:

لم تکن له ولاية تملك مال ابنه حال قيام ابنه[4]

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱ — [2] القرآن الکریم ۲/۱۸۸

[3] کنز العمال حدیث ۴۵۴۷۱ و ۴۵۹۲۷ و ۴۵۹۲۸ و ۴۵۹۳۲ و ۴۵۹۳۸ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۵۷۷، ۵۷۹، ۵۸۰

السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النفقات دار صادر بیروت ۷/ ۴۸۰ و ۴۸۱

سنن ابن ماجہ ابواب التجارات باب ماللرجل من مال ولدہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۷

[4] فتح القدیر کتاب الحدود باب الوطی الذی یوجب الحد مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۳۷

اس کو یہ ولایت نہیں ہے کہ بیٹے کی زندگی میں اس کے مال کا باپ کو مالک بنا دے۔ (ت)

نہ باپ کو بے رضا و اجازتِ پسر اس کے مال سے ایک حبہ لینے کا اختیار،

قال تعالٰی "الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بغیر اس کے کہ تمھاری رضامندی سے تجارت ہو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۶۴۳، ۶۴۴)

(۲۵) مکروفریب اور ڈرانے دھمکانے سے کسی کا مال لینے والے کے بارے میں فرمایا:

بمکروحیلہ و وعید و تہدید بناحق زر از کسے گرفتن حرام قطعی ست، باز اگر ایں بزور ستاند غصب باشد، و اگر آں بترس مضرت خویش دہد رشوت بود ہر دو حرام و فی النار، ومستوجب غضب جبار قہار ست، و العیاذ باللہ تعالٰی۔ قال اللہ تعالٰی "لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[2] الآیۃ۔

مکروفریب اور ڈرا دھمکا کر کسی سے مال لینا قطعی حرام ہے، پھر اگر طاقت کے ذریعہ لیتا ہے تو یہ غصب ہے، اور اگر اپنے شر سے ڈرا کر لیتا ہے تو یہ رشوت ہوگی تو دونوں طریقے حرام، جہنم اور اللہ تعالٰی کے غضب کے مستوجب ہیں، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: آپس کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ الآیۃ (ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۶۵۳)

(۲۶) سُود و رشوت سے حاصل شدہ روپے سے نیازِ بزرگاں کرنے کے بارے میں فرمایا:

ایسے مال سے نیازِ بزرگاں کرنا بھی جائز نہیں، نہ ہرگز اس سے کچھ حاصل، کہ نیاز کا مطلب ایصالِ ثواب ہے، اور ثواب ثمرۂ قبول ہے، اور قبول مشروط بپاکی۔ حدیث میں ہے،

اِنّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لایَقبَلُ اِلّا الطَّیِّبَ[3]

اللہ عزوجل پاک ہے پاک ہی چیزوں کو قبول فرماتا ہے۔ (ت)

خود قرآنِ عظیم ارشاد ہوا:

ولا تیمّموا الخبیث منہ تنفقون[4]

قصد نہ کرو خبیث کا کہ اس سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۹ — [2] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الصلوٰۃ صلوٰۃ الاستسقاء دار صادر بیروت ۳/ ۳۴۶

کشف الخفاء حدیث ۶۸۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۶۰

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۷

علماء فرماتے ہیں: جو حرام مال فقیر کو دے کر ثواب کی امید رکھے اس پر کفر عائد ہو۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔
(فتاوی رضویہ ج ۱۹ ص ۶۵۷، ۶۵۸)

(۲۷) مسجد کی چٹائی قبر میں لگا دینے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

وہ گنہگار اور مجرم خاص حقیقی سرکار ہوا لغصبہ الوقف فلیس فی تاثیمہ وقف (اس کے وقف کو غصب کرنے میں گناہ میں کوئی شک نہیں ہے۔ ت) اس کا کفارہ صدقِ دل سے توبہ ہے، ویتوب اللہ علی من تاب (اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ ت) اور ویسی ہی چٹائی یا اس سے بہتر مسجد میں ڈالنا، اور وسعت رکھتا ہے تو خدمتِ مسجد و حاجت روائی صلحاء و مساکین میں بقدرِ قدرت پاک نیت سے صرف کرے کہ اس کی خدمت پسند سرکار ہو، اور رحمت توجہ فرما کر گناہ دھو دے۔

قال اللہ تعالیٰ "ان الحسنٰت یذھبن السیئات ذٰلک ذکرٰی للذاکرین"[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیکیاں ختم کر دیتی ہیں برائیوں کو، یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
(فتاوی رضویہ ج ۱۹ ص ۶۷۸)

(۲۸) والد کے ترکہ میں زید کے ناجائز تقسیم، تصرف اور قبضہ کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

وہ تقسیم باطل محض ہے اور زید سخت ظالم، فاسق، فاسق، مرتکب کبائر، مستحقِ عذاب نار و غضبِ جبار ہے، مسلمانوں کو اس سے وہی برتاؤ چاہیئے جو ظالموں موذیوں سے چاہیئے۔

قال اللہ تعالیٰ "واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین"[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔
اسے وعظ کہنا حرام ہے، اس کا وعظ سننا جائز نہیں، وہ اگر ایک کوڑی کے معاملہ پر ہزار ہا بار شہادت دے شرعاً مردود ہے، جو اس کی گواہی قبول کرے گا گنہگار ہوگا۔
(فتاوی رضویہ ج ۱۹ ص ۶۸۱)

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۴ [2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

(۲۹) زید نے چندہ دینے کے لئے سو روپے کا چیک بکر کو دیا کہ بنک سے نکلوالے بکر نے چند دن سستی کی اور بنک دیوالیہ ہوگیا، اس صورت میں وہ رقم کس کے ذمہ ہوگی۔ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

دیوالیہ بننا بنک والے کا ظلم ہے، بکر پر اس کا کچھ الزام نہیں آسکتا،

لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[1]۔

کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

اور چوبیس روز کے تساہل میں بھی اس پر الزام نہیں، وہ کیا جانتا تھا کہ اتنی مدت میں بنک دیوالیہ ہوجائیگا

وما کنا للغیب حٰفظین[2]۔

اور ہم غائب پر حفاظت کرنے والے نہ تھے۔ (ت)

اور بالفرض اگر وہ جانتا بھی اور بالقصد تکاسل کرتا، جب بھی روپے کا الزام اس پر آنے کے کوئی معنٰی نہ تھے کہ وہ نہ سبب ہے نہ مباشر۔ قاعدہ شرعیہ تو یہ ہے کہ:

اذا اجتمع السبب والمباشر اضیف الحکم الی المباشر[3]۔

جب سبب اور ارتکاب کرنے والے میں معاملہ دائر ہو تو حکم ارتکاب والے کی طرف منسوب ہوگا۔ (ت)

دوسرا قاعدہ ہے:

تخلل فعل الفاعل المختار یقطع النسبۃ۔

فاعل مختار کا فعل حائل ہوجائے تو نسبت منقطع ہوجاتی ہے۔ (ت)

تو بکر کے روپیہ جانے کی کوئی وجہ نہیں، روپے زید کے گئے۔ رہا چندہ، زید اس میں متبرع تھا،

لاجبر علی المتبرع (مفت میں دینے والے پر جبر نہیں ہوتا۔ ت)

تو اس سے بھی مطالبہ نہیں ہوسکتا، نہ اس میں اس کا کوئی قصور ہے کہ اس نے تو چیک لکھ دیا تھا، اور اگر نہ بھی لکھتا اور وعدہ کرکے پھر جاتا جب بھی شرعًا بُرا تھا، مگر جبر کا اختیار کسی کو نہ تھا۔ اشباہ میں ہے:

لاجبر علی الوفاء بالوعد[4] وعدہ کے وفا پر جبر نہیں ہوسکتا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

[2] ؍؍ ۱۲/ ۸۱

[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ التاسعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۹۶

ہاں اگر زید اپنی طرف سے دوبارہ دے تو یہ اس کا تطوّع ہے،

ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم[1]

جو شخص مفت میں بھلائی کرے تو اللہ تعالٰی قبول فرمانے اور جاننے والا ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۶۸۶، ۶۸۷)

(۳۰) کسی کے مال سے اس کی رضامندی کے بغیر نفع اُٹھانے کے بارے میں فرمایا:

مال غیر سے بے رضاء غیر تمتّع اور اس پر مخالفانہ قبضہ حرام وحرام خوری ہے،

قال اللہ تعالٰی "لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: آپس کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۶۸۷)

(۳۱) خیانت وعہدشکنی کے بارے میں فرمایا:

امانت میں خیانت اور معاہدہ میں غدر کسی کے ساتھ جائز نہیں،

قال اللہ تعالٰی "یایہا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود"[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! عقود کو پورا کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۹ ص ۶۸۸)

فتاوٰی رضویّہ جلد ۲۰

(۱) اشہاد کے معنی کی تحقیق اور اس پر قرآنی آیات سے تائید پیش کرتے ہوئے فرمایا:

خاص اس لفظ کی، کہ گواہ ہوجاؤ کچھ حاجت نہیں، نہ یہ کہنا داخل حقیقت اشہاد ہے، اشہاد اعطائے ماخذ ہے یعنی دوسرے کے لئے اپنے تصرف پر تحصیل شہادت، اور بدیہی ہے کہ حصول شہادت کے لئے شاہد کے سامنے صرف وقوع درکار ہے، نہ یہ کہ متصرف اُسے اشہاد باللسان بھی کرے یہاں تک

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۵۸

[2] " " ۲/۱۸۸

[3] " " ۵/۱

کہ اگر متصرف بعد تصرف شاہد کو شہادت سے منع بھی کر دے، اصلاً مؤثر نہیں۔ فتح القدیر میں ہے:

الاتفاق علی ان من سمع اقرار رجل، لہ ان یشھد علیہ بما سمع منہ، وان لم یشھدہ بل ولو منعہ من الشہادۃ بما سمع منہ[1]

اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کسی شخص کا اقرار سنا تو اس کو یہ حق ہے کہ اس کی سنی بات پر گواہی دے اگرچہ اقرار کرنے والا اس کو گواہ نہ بنائے، بلکہ وہ گواہی سے منع کرے تو بھی گواہی دے سکتا ہے (ت)

اور جب حصولِ شہادت بے اس قول کے گواہ ہو جاؤ ثابت ہے، تو جو تصرف متصرف بمشہد شہود اس لئے کرے کہ وہ شاہد ہو جائیں، قطعاً وہ شاہد ہو جائیں گے، اور قطعاً ان کے لئے اس وصف شہادت کا حصول اس نے چاہا، اور اسی کے فعل مذکور سے یہ وصف اُن کو حاصل ہوا، تو بلاشبہہ اس نے دونوں کے لئے تحصیل شہادت کی، اور اسی قدر حقیقتِ اشہاد ہے،

قال اللہ تعالیٰ "واشھدوا اذا تبایعتم"[2]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) خرید و فروخت کرتے وقت اشہاد کرلو۔

وقال اللہ تعالیٰ "واشھدوا ذوی عدل منکم"[3]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) جب طلاق دو یا رجعت کرو اپنے میں سے دو ثقہ کو گواہ کرلو۔

عالم میں کوئی اس کا قائل نہیں کہ عقود و فسوخ میں گواہ کرتے وقت متصرف کا زبان سے یہ کہنا ضرور ہے کہ گواہ ہو جاؤ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۱۶۵، ۱۶۶)

(۲) باہمی رضامندی سے کوئی شئی جتنی زائد قیمت پر بیچی جائے جائز ہے۔ چنانچہ فرمایا:

خریدار کو اختیار ہے جتنے پر چاہے رضا دے۔

قال اللہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[4]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مگر یہ کہ کوئی سودا تمھاری باہمی رضامندی کا ہو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۱۷۳)

---

[1] فتح القدیر کتاب الشہادات باب الشہادۃ علی الشہادۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۵۲۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۲

[3] " " ۶۵/ ۲

[4] " " ۴/ ۲۹

(۳) زمین کی مالگزاری ادا نہ کرنے والے کے بارے میں فرمایا :

جو مالگزاری مقرر ہوئی اس کا نہ ادا کرنا ظلم وحرام ہے اگرچہ زمین والا کافر ہو۔

قال اللہ تعالیٰ "یاایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود"۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے ایمان والو! عقود کو پورا کرو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۰۶)

(۴) مزید فرمایا :

یہاں کے مشرکین کے ساتھ اگر ابتداءً معاہدۂ کاشت اس صورت پر کیا جائے کہ یہ زمین مثلاً اتنے سال کے لئے روپے بیگھے پر تمھیں دی، اگر کسی فصل یا سال تمام پر (جو باہم ٹھہر جائے) بقایا رہے گی، تو سوائی یا ڈیوڑھی یا دُونی (جو قرار پائے) اُس زمین کی اُجرت متصور ہوگی، تو حسبِ قرار داد لے سکتا ہے، اور اگر پہلے معاہدہ صرف روپے بیگھے پر ہوا' اور باقی ٹوٹنے کے بعد باقی میں اس سے زیادہ کیا جاتا ہے تو یہ حرام ہے کہ خلافِ معاہدہ ہے،

قال اللہ تعالیٰ "یاایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود"۔[2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے ایمان والو! عقود کو پورا کرو (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۰۸)

(۵) ظاہر کے نام کا بکرا مسلمان نے تسمیہ پڑھ کر ذبح کیا اس کا حکم شرعی کیا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا :

ذابح اگر غیر خدا کے نام پر ذبح کرے یعنی وقتِ ذبح جس طرح تکبیر کا حکم ہے یہ غیر خدا کا نام لے' مثلاً بسم اللہ کی جگہ باسم فلاں کہے تو ذبیحہ قطعاً حرام ہے،

قال اللہ تعالیٰ "وما اھل بہ لغیر اللہ"۔[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا۔ (ت)

اسی طرح اگر مسلمان کلمہ گو نے اُس ذبح سے غیر خدا کی عبادت کا قصد کیا اور اہلِ اسلام اراقۃ دم لوجہ اللہ

ع خصصت الکلام بالمسلم لان الشرك لا تحل ذبیحتہ مطلقا وان سمی اللہ تعالیٰ (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۵ / ۱
[2] القرآن الکریم ۵ / ۱
[3] " " ۲ / ۱۷۳

سے جس طرح کا تقرب اللہ جل جلالہ کی طرف چاہتے ہیں، اس نے اس ذبح سے اسی نوع کا تقرب غیر خدا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وقصد به التقرب اليه وحده عزوجل والكتابی تحل ذبيحته اذا سمى الله تعالى وحده وان قصد به التقرب الى غيره تعالى، قال النيشاپوری فی تفسيره قال مالك والشافعی وابوحنيفة واصحابه، اذا ذبحوا على اسم المسيح فقد اهلوا به لغير الله فوجب ان يحرم واذا ذبحوا على اسم الله فظاهر اللفظ يقتضی الحل، ولاعبرة بما لواراد به المسيح[1] اھ وقال فی الهندية عن البدائع لوسمع منه (يعنی من الكتابی) ذكر اسم الله تعالى لكنه عنى بالله تعالى وعزوجل المسيح عليه السلام قالوا توكل الااذا نص فقال بسم الله الذی هو ثالث ثلثة فلا يحل[2] الخ **اقول** و السر فيه ما اشرنا اليه ان الكتابی لايخرج بهذا عن كونه كتابيا فتحل اذا جرد التسمية لله تعالى كما ان المشرك لايخرج عن الاشراك بتجريد التسمية فلا تحل وان سمى الله تعالى، اما المسلم فيخرج بهذا القصد عن الاسلام فلا تحل هكذا ينبغی ان يفهم هذا المقام ۱۲ منه قدس سره العزيز۔

میں نے مسلمان کا خاص ذکر کیا کیونکہ مشرک اگرچہ اللہ وحدہٗ تعالٰی کے نام اور اسی کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کرے تب بھی اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا، اور اہلِ کتاب (یہودی یا عیسائی) اگر اللہ تعالٰی کے نام پر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا اگرچہ وہ غیر اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کرے۔ علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ امام مالک، شافعی، ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ اگر عیسائی مسیح کے نام پہ ذبح کریں تو انھوں نے یقیناً غیر اللہ کے نام پہ ذبح کیا، لہٰذا ضروری ہے کہ وہ ذبیحہ حرام ہو اور اگر وہ اللہ تعالٰی کے نام پہ ذبح کریں تو ظاہر الفاظ کے اعتبار پہ وہ ذبیحہ حلال ہوگا اور غیر لفظ کا اعتبار نہ ہوگا اھ، ہندیہ میں فرمایا کہ بدائع میں ہے اگر کتابی عیسائی سے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) تحت الآیۃ ۲/ ۱۷۳ مصطفی البابی مصر ۲/ ۷۲

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۵

کی طرف جاہا تو بھی حرمتِ ذبیحہ میں کلام نہیں اگرچہ اس پر زبان سے خالص تکبیر ہی کہی ہو کہ جب اس نے غیر خدا کو معبود قرار دیا یا اس ذبح سے اس کی عبادت کا قصد کیا مرتد ہوگیا اور مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں مگر نازلہ مسئولہ سائل ان صورتوں سے بری ہے کہ یہ تو یقیناً معلوم کہ کوئی کلمہ گو ذبح کرتے وقت بسم اللہ کی جگہ باسم ظاہر ہرگز نہیں کہتا، نہ زنہار کسی مسلمان پر یہ گمان ہوسکتا ہے کہ وہ غیر خدا کی عبادت چاہے اور ظاہر و اہر بھنگیوں وغیرہم کفار کے باطل معبودان کو معاذ اللہ معبود قرار دے، تو لاجرم اس نے اللہ ہی کے نام ذبح کیا اور عبادتِ غیر خدا کا خیال بھی اس کے دل میں نہ آیا بلکہ اصلاً اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ اس کی جان دینے سے فقیر مسلم اس معبود باطل کی مجرد تعظیم (جو مثل تعظیم اہل دنیا بوجہ غنا انحائے تعظیم الٰہی سے نہیں ہوسکتی) منظور رکھی ہو کہ مسئلہ ذبح عند قدوم الامیر کو اس سے تعلق ہوسکے، انصاف یہ ہے کہ اس طرح کے فقیروں کو صرف اپنے کھانے سے غرض ہوتی ہے، کافر بلا کر لے گیا انھوں نے تکبیر کہہ کر بطور مسلمانان ذبح کیا اور اپنے کھانے کے قابل کر دیا، اس کے سوا انھیں دوسری نیتِ فاسدہ کا مرتکب جاننا مسلمان پر نری بدگمانی ہے جو بنصِ قطعی قرآن حرام،

قال اللہ تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم"[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۲۸ تا ۲۳۰)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ذبح کے وقت اللہ تعالٰے کا نام سنا لیکن اس نے اللہ تعالٰے سے مراد مسیح علیہ السلام کو لیا تو فقہائے نے فرمایا کہ اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا جب تک کہ صریح الفاظ میں یوں نہ کہے اللہ کے نام سے جو تین میں سے تیسرا ہے، اگر صریح طور پر ایسے کہے تب حرام ہوگا الخ، **اقول** (میں کہتا ہوں) اس میں نکتہ یہ ہے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے کہ عیسائی و کتابی خالص اللہ تعالٰی کا نام لینے اور مراد مسیح علیہ السلام لینے پر کتابی ہونے سے باہر نہ ہوگا، لہذا اس کا ذبیحہ حلال جس طرح مشرک خالص اللہ تعالٰی کا نام لینے سے اور اسی کا تقرب ادا لینے سے شرک سے باہر نہ ہوگا لہذا اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا جبکہ مسلمان غیر اللہ کا تقرب و عبادت مراد لینے پر اسلام سے باہر ہوجاتا ہے لہذا وہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا، اس مقام کو یوں سمجھنا مناسب ہے ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/ ۱۲

(۶) اسی مسئلہ مذکورہ میں مزید فرمایا:

اور دل کے ارادے پر حکم کرنا خصوصاً ایسا کہ صراحۃً خلاف ظاہر و موہوم مضمحل بلکہ محض غلط باطل ہے، بیشک جرم عظیم ہے،

قال اللہ تعالٰی "ولا تقف مالیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك كان عنه مسئولا"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے یقین بات کے پیچھے نہ پڑ، بیشک کان، آنکھ، دل، سب سے سوال ہونا ہے۔(ت)

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افلا شققت عن قلبه حتی تعلم اقالها ام لا۔[2] اخرجه مسلم عن اسامة بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

(رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:) تُو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ دل کے عقیدے پر اطلاع پاتا (اس کو مسلم نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

سیّدی عارف باللہ احمد زروق روّح اللہ تعالٰی روحہ، فرماتے ہیں:

انما ینشؤ الظن الخبیث عن القلب الخبیث۔ ذکرہ سیدی عبدالغنی النابلسی فی الحدیقة الندیة۔[3]

خبیث گمان خبیث دل سے نکلتا ہے (اس کو سیّدی عبدالغنی النابلسی نے حدیقۃ الندیہ میں ذکر کیا ہے۔ت)

تفسیر کبیر میں فرمایا:

انما کلفنا بالظاهر لا بالباطن فاذا ذبحه علی اسم اللہ وجب ان یحل ولا سبیل لنا الی الباطن۔[4]

ہم ظاہر کے مکلّف ہیں باطن کے نہیں، تو جب اس نے اللہ تعالٰی کے نام پر ذبح کیا تو ضرور

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحریم قتل الکافر بعد قوله لا الٰہ الا اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۸

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ الخلق الرابع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۸

[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/ ۱۷۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۱۹

حلال ہوگا، ہمیں اس کے باطن کی طرف راہ نہیں ہے۔ (ت)

حلیہ و ذخیرہ و شرح وہبانیہ و دُرمختار وغیرہا میں ہے:

انا لانسیئ الظن بالمسلم انه یتقرب الی الآدمی بهذا النحر[1]

ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ اس نے اس ذبح سے کسی آدمی کا تقرب چاہا ہے (ت)

دیکھو ائمہ دین و علمائے معتمدین کیونکر صاف تصریحیں فرماتے ہیں کہ ہمیں باطن کی طرف کوئی راہ نہیں، ظاہر پر عمل کا حکم ہے، جب مسلمان نے خدا کا نام لے کر ذبح کیا واجب ہُوا کہ ذبیحہ حلال ہو، ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ اس نے ذبح سے آدمی کی طرف تقرب چاہا ہو، جبکہ فقہائے عدول کے یہ اقوال، خدا و رسول کے وُہ ارشاد، تواب سُوئےظن پر بنا نہ کرے گا مگر خبیث الباطن کج نہاد،

وما الله بغافل عما تعملون[2]، والله لا یحب الفساد[3]

اللہ تعالٰی غافل نہیں اس سے جو تم کرتے ہو، اور اللہ تعالٰی فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں وہ ذبیحہ قطعاً حلال ہے، اور اس فقیر اور اس کے ساتھ والوں نے لحمِ مذکّی کھایا نہ مردار۔ فقہائے کرام نے خاص اُس جزئیہ کی تصریح فرمائی کہ مثلاً مجوسی نے اپنے آتشکدے یا مشرک نے اپنے بُتوں کے لئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس نے خدا کا نام پاک لے کر ذبح کی بکری حلال ہے، کھائی جائے۔ فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی تاتارخانیہ و جامع الفتاوٰی میں ہے:

مسلم ذبح شاة المجوسی لبیت نارهم، او الکافر لألهتهم توکل، لانه سمی الله تعالٰی[4]

مسلمان نے مجوسی کی بکری اس کے آتشکدہ کے لئے یا کافر کی بکری اُن کے بُتوں کے لئے اللہ تعالٰی کے نام سے ذبح کی تو وہ کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالٰی کے نام کو ذکر کیا ہے (ت)

البتہ مسلمان کے لئے اس صورت میں کراہت لکھتے ہیں، ہندیہ میں عبارتِ مذکورہ کے بعد ہے:

ویکرہ للمسلم[5] (مسلمان کے لئے اس میں کراہت ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ مسلمان کو ایسا فعل

---

[1] درمختار — کتاب الذبائح — مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۵ — [3] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۵

[4] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ التتارخانیہ عن جامع الفتاوٰی — کتاب الذبائح — نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۶

[5] فتاوٰی ہندیہ — کتاب الذبائح — نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۶

کرنا نہ تھا کہ اس میں بظاہر گویا اُس کافر کا کام پُورا کرنا اور اس کے زعم میں اس کے قصد مذموم کا آلہ بننا ہے، اگرچہ حقیقتِ امر بالکل اس کے مباین ہے کما لایخفی (جیساکہ پوشیدہ نہیں ۔ ت) بالجملہ اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ یہاں صرف وقتِ ذبح قول ونیتِ ذابح کا اعتبار ہے، اگر ذابح مسلم نے اللہ ہی کے لئے ذبح کیا اور وقتِ ذبح اللہ ہی کا نام لیا تو ذبیحہ قطعاً حلال، اگرچہ مالک نے کسی کے نام پر مشہور کر رکھا ہو۔

قال اللہ تعالٰی وما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمھیں کیا ہوا کہ تم اللہ تعالٰی کے نام پر ذبیحہ کو نہیں کھاتے۔(ت)

یُونہی کتابی کا ذبیحہ، اگر بوقتِ ذبح خالص نامِ خدا لے۔

قال تعالٰی طعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اہلِ کتاب کا طعام تمھارے لئے حلال ہے۔ واللہ سبحانہٗ و تعالٰی اعلم (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۳۱ تا ۲۳۳)

(۷) حلال جانوروں کے اعضاءِ مکروہہ کے بیان کے ضمن میں فرماتے ہیں:

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: خُون تو حرام ہے کہ قرآن عظیم میں اس کی تحریم منصوص، اور باقی چیزیں مکروہ سمجھتا ہوں کہ سلیم الطبع لوگ اُن سے گھن کرتے ہیں اور انھیں گندی سمجھتے ہیں، اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ویحرم علیھم الخبٰئث[3] یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان پر سب گندی چیزیں حرام فرمائے گا۔

حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے:

قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اما الدم فحرام بالنص و اکرہ الباقیۃ لانھا مما تستخبثہ الانفس، قال اللہ تعالٰی ویحرم علیھم الخبٰئث[4]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا لیکن خون تو وہ حرام ہے یہ قرآنی نص سے ثابت ہے

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۱۹
[2] 〃 ۵/۵
[3] 〃 ۷/۱۵۷
[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار مسائل شتی دارالمعرفۃ بیروت ۴/۳۶۰

اور باقی کو میں مکروہ تحریمہ سمجھتا ہوں کیونکہ ان سے نفوس نفرت کرتے ہیں، اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، ویحرم علیہم الخبٰئث اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان پر سب گندی چیزیں حرام فرمائے گا۔(فتاویٰ رضویہ ج ۲۰ ص ۲۳۴، ۲۳۵)

(۸) بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
مشرکین اپنے بتوں کے لئے سانڈ چھوڑتے اسے سائبہ کہتے، جسے کان چیر کر چھوڑتے اُسے بحیرہ کہتے، اور ان جانوروں کو حرام جانتے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا رَد فرمایا کہ:

ماجعل اللہ من بحیرۃ ولاسائبۃ ولاوصیلۃ ولاحام ولکن الذین یفترون علی اللہ الکذب ط واکثرھم لایعقلون[1]

اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چرا ہوا اور نہ بجار اور نہ وصیلہ اور نہ حامی، ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا افتراء باندھتے ہیں اور ان میں اکثر نرے بے عقل ہیں۔(ت)

یعنی یہ باتیں اللہ نے تو ٹھہرائیں نہیں لیکن کافر اس پر جھوٹ باندھتے ہیں، تو ان جانوروں کو حرام بنانا کافروں کا قول اور قرآن مجید کے خلاف ہے، اور آیہ ما اھلّ بہ لغیر اللہ اس جانور کے لئے ہے جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا جائے، چھوڑے ہوئے جانور سے اسے کوئی تعلق نہیں، نہ کہ مٹھائی تک پہنچے، یہ تعصب وہابیوں کے جاہلانہ خیال ہیں کہ "جاندار یا بے جان، ذبیحہ ہو یا غیر، جس چیز کو غیر خدا کی طرف منسوب کر کے پکاریں گے حرام ہو جائے گی"۔ ایسا ہو تو اُن کی عورتیں بھی اُن پر حرام ہوں کہ وہ اُنھیں کی عورتیں کہہ کر پکاری جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کا نام ان پر نہیں لیا جاتا، ایسے بیہودہ خیالوں سے بچنا لازم ہے، ہاں بُت کے چڑھاوے کی مٹھائی پرشاد مسلمانوں کو نہ لینا چاہئے کہ کافر اسے صدقہ کے طور پر بانٹتے ہیں، وہ لینا ذلت بھی ہے اور معاذ اللہ جو چیز انھوں نے تعظیم بُت کے لئے بانٹی اس کا اُن کے موافق مراد استعمال بھی ہے بخلاف چھوڑے ہوئے جانور کے کہ اس کا کھانا کافروں کے خلاف مراد اور ان کی ذلت ہے، اس میں حرج نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ فتنہ نہ ہو، ورنہ فتنہ سے بچنا لازم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "الفتنۃ اشدّ من القتل"[2] واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فتنہ قتل سے شدید تر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۰ ص ۲۶۰، ۲۶۱)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱۰۳
[2] " ۲/۱۹۱

(۹) مزید فرمایا:
حلال ہے،
قال اللہ تعالیٰ "مالکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ[1]" واللہ تعالیٰ اعلم
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمھیں کیا ہوا کہ نہیں کھاتے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام پکارا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۶۲)

(۱۰) مزید فرمایا:
سانڈ اگر اللہ کے لئے ذبح کرلیا جائے گا تو اس کے گوشت کی حلت میں تو کوئی کلام ہی نہیں،
قال اللہ تعالیٰ "ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ[2]"
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بحیرہ اور سائبہ نہیں بنائے۔ (ت)
کافروں کا یہ اعتقاد تھا کہ کان چیر کر چھوڑ دیا یا بچار کردیا تو اس کا کھانا حرام ہے، قرآن عظیم نے اس کا رد فرمادیا۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۶۲، ۲۶۳)

(۱۱) مزید فرمایا:
اس چھوڑ دینے سے وہ جانور حرام نہیں ہوجاتا،
قال اللہ تعالیٰ "ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب ط واکثرھم لا یعقلون[3]"۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام اللہ تعالیٰ نے نہیں بنائے لیکن کافروں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا باندھا جبکہ ان کی اکثریت بے عقل ہے۔ (ت)
تفسیر مدارک شریف میں ہے:
یفترون علی اللہ الکذب فی نسبتھم ھذا التحریم الیہ، واکثرھم لایعقلون ان اللہ تعالیٰ لم یحرم ذٰلک[4]

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۹
[2] " ۵/ ۱۰۳
[3] " ۵/ ۱۰۳
[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۵/ ۱۰۳ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۳۰۵

اللہ تعالیٰ پر ان کے حرام کرنے کی نسبت میں افتراء باندھتے ہیں جبکہ ان کی اکثریت بے عقل ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام نہیں کیا۔(ت)
(فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۶۳، ۲۶۴)

(۱۲) مزید فرمایا:

اصل کلی اس میں یہ ہے کہ ذابح کی نیت اور وقت ذبح اس کے تسمیہ کا اعتبار ہے، اس کے سوا کسی بات کا لحاظ نہیں، اگر مالک نے خاص اللہ عزّوجل کے لئے نیت کی اور ذابح نے بسم اللہ کی جگہ بسم فلاں کہا، یا بسم اللہ ہی کہا اور اراقتِ دم سے عبادت غیر خدا مقصود رکھی ذبیحہ مردار ہو گیا، اور اگر مالک نے کسی غیر خدا اگرچہ بُت یا شیطان کے لئے نیت کی اور اسی کے نام کی شہرت دی اور اسی کیلئے ذبح کرنے کے واسطے ذابح کو دیا، اور ذابح نے خاص اللہ عزوجل کے لئے اس کا نام پاک لے کر ذبح کیا بنصِ قطعی قرآن حلال ہو گیا،

قال اللہ تعالیٰ وما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ [1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمھیں کیا ہُوا کہ اس چیز میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا(ت)
(فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۶۵)

(۱۳) اللہ کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانور کے بارے میں فرمایا:

جانور جو اللہ عزوجل کے نام پر ذبح کیا جائے اور اس سے اللہ عزوجل ہی کی طرف تقرب مقصود ہو، اگرچہ اس پر باعث مسلمان کا اکرام یا اولیاء کرام کا، خواہ امواتِ مسلمین کو ایصالِ ثواب یا اپنے کوئی جائز مثل تقریب شادی نکاح وغیرہ یا جائز انتفاع مثل گوشت فروشی قصاباں ہو تو اس کے جائز و حلال ہونے میں شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ [2]

تمھیں کیا ہُوا کہ اس چیز سے نہ کھاؤ جس پر اللہ سبحٰنہ کا نام پاک لیا گیا۔
(فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۶۶)

(۱۴) بدگمانی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۹
[2] ؍؍ ۶/ ۱۱۹

یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[۱]

اے ایمان والو! بہت سے گمان سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ولا تقف مالیس لك به علم ط ان السمع والبصر والفؤاد کلّ اولٰئك کان عنه مسئولا[۲]

بے یقین بات کے پیچھے نہ پڑ، بیشک کان، آنکھ اور دل سب سے سوال ہونا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۷۴)

(۱۵) آیۃ کریمہ وما لکم ان لا تاکلوا الاٰیۃ کی تفسیر میں امام رازی کا ارشاد ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

وما لکم ان لا تاکلوا ممّا ذکر اسم اللہ علیه[۳]

تمھیں کیا ہوا کہ نہ کھاؤ اس جانور سے جس کے ذبح میں اللہ کا نام یاد کیا گیا۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

انما کلفنا بالظاھر لا بالباطن فاذا ذبحه علی اسم اللہ وجب ان یحل، ولا سبیل لنا الی الباطن[۴]

یعنی ہمیں شرع مطہر نے ظاہر پر عمل کا حکم فرمایا ہے باطن کی تکلیف نہ دی، جب اس نے اللہ عزّوجل کا نامِ پاک لے کر ذبح کیا جانور حلال ہوجانا واجب ہوا کہ دل کا ارادہ جان لینے کی طرف ہمیں کوئی راہ نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۷۸، ۲۷۹)

(۱۶) شریعت کے احکام کو بناوٹی کہنے والے کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

جو حکمِ شرع کو بناوٹی بتائے اگر جاہل ہے سمجھایا جائے، ورنہ اس پر لزومِ کفر ہے توبہ کرے، تجدیدِ اسلام کرے، اس کے بعد اپنی عورت سے نکاحِ جدید، یہی حکم اس کے ساتھیوں کا ہے، یہ لوگ جب تائب نہ ہوں

---

[۱] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[۲] ؍؍ ۱۷/ ۳۶

[۳] ؍؍ ۶/ ۱۱۹

[۴] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶/ ۱۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۱۹

مسلمان ان سے میل جول نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اور جب کبھی شیطان تجھ کو بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم قوم کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۸۲)

(۱۷) ضد کے طور پر مسلمان قصائی کو چھوڑ کر ہندو سے گوشت خریدنے والے مسلمان کے بارے میں فرمایا:

ایسا شخص حرام خوار، حرام کار، مستحقِ عذابِ پروردگار، سزاوارِ عذابِ نار ہے، تعزیرِ شرعی یہاں کون کسے دے سکتا ہے یہی بس ہے کہ مسلمان اس سے یک لخت قطع تعلق کردیں۔

قال اللہ تعالیٰ "لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار"[2]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) ظلم کرنے والوں کی طرف میلان نہ کرو کہ تم کو آگ مس کرے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۸۲)

(۱۸) آیت کریمہ "ما اھلّ بہ لغیر اللہ" کی تفسیر کے بارے میں فرمایا:

عند التحقیق کریمہ "ما اھلّ بہ لغیر اللہ"[3] میں اھلال وقتِ ذبح مقصود، یعنی اُس وقت اگر نام غیرِ خدا لیا گیا حرام ہے، اس معنیٰ پر آیۂ کریمہ کو صورتِ مسئولہ سے کچھ علاقہ ہی نہیں، اور بعض نے جو پیش از ذبح جانور پر نامِ غیرِ خدا پکار دینا مراد رکھا اُن کے نزدیک بھی استمرار اُسی کا تا دمِ ذبح شرطِ حرمت ہے، استدلال شاہ عبد العزیز صاحب کا حدیث "ملعون من ذبح لغیر اللہ"[4] (جس نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا وہ ملعون ہے۔ ت) اور عبارت نیشاپوری:

اجمع العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحھا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد۔[5]

علماء کا اجماع ہے کہ اگر مسلمان نے جانور کو غیر اللہ کے تقرب کے لئے قصد کرتے ہوئے ذبح کیا تو

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸ — [2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[3] 〃 ۲/ ۱۷۳

[4] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۲/ ۱۷۳ مطبع مجتبائی دہلی ص ۶۱۰

[5] 〃 〃 〃 〃 ۶۱۱

وہ مرتد ہو جائے گا اور اس کا ذبیحہ مرتد کے ذبیحہ کی طرح ہوگا۔ (ت)

سے اس کا صاف مؤید ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب ایک بار اس پہ نام غیر خدا کا پکار دیا گیا نجس العین ہوگیا اب اگرچہ وہ نیت جاتی بھی رہے اور وقتِ ذبح تقرب الی اللہ ہی مقصود ہو اور نام بھی خدا ہی کا لیا جائے حرام رہے گا، حالانکہ علتِ حرمت مرتفع ہوگئی اور ارتفاعِ علت کو ارتفاع معلول لازم۔ شاہ صاحب اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

آرے ذکر نام خدا براں جانور وقتے فائدہ می دہد کہ تقرب بغیر خدا از دل دور کردہ وخلاف آں شہرت دادہ و آواز دیگر دہند کہ ما ازیں کار برگشتیم[1]

ہاں اس جانور پر خدا کا نام ذکر کرنا تب فائدہ مند ہوگا جب غیر خدا کے تقرب کو دل سے نکال دے اور غیر خدا کے تقرب کے خلاف کو شہرت دے اور لوگوں کو بتائے کہ میں اس کام سے باز آگیا ہوں۔ (ت)

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ اگر بعد اہلال للغیر و نیتِ فاسدہ زائد ہو جائے تو جانور قطعاً حلال ہے خصوصاً صورتِ مسئولہ میں کہ یہاں تو وہ بکرا صاحبِ اہلال کی مِلک ہی نہ رہا دوسرے شخص کا مملوک ہوگیا، کیا صرف ایک بار نام غیر خدا پکار دینے سے اس میں وہ حرمتِ ابدی و نجاست سرمدی آگئی کہ اب اگرچہ وہ نیت بھی جاتی رہی، اور اہلال للغیر بھی موقوف ہو جائے بلکہ جانور صاحبِ اہلال کی مِلک بھی نہ رہے، اور مالک ثانی خاص خدا کے نام پر ذبح کرے، بایں ہمہ اس کی حرمت نہ جائے؟ یہ امر بالبداہۃ باطل اور اس بکرے کی حلت میں باتفاقِ فریقین کوئی شبہہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وحکمہ عزّ اسمہٗ احکم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۹۳، ۲۹۴)

(۱۹) پیر کے نام کے بکرے سے متعلق فرمایا:

اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ نیتِ ذابح کا اعتبار ہے، اگر اس نے اراقۃِ دم تقرباً الی اللہ کی اور وقتِ ذبح نامِ الٰہی لیا جانور بنصِ قطعی قرآنِ عظیم حلال ہوگیا۔

قال اللہ تعالٰی ما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمھیں کیا ہوا کہ تم اسے نہیں کھاتے جس پر اللہ کا نام پکارا گیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۹۶)

(۲۰) آیت کریمہ "حرمت علیکم المیتۃ والدم الآیۃ" کی تفسیر اور اس کے ضمن میں وہابیہ کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۲/۱۷۳ مطبع مجتبائی دہلی ص ۶۱۱

[2] القرآن الکریم ۶/۱۱۹

اللہ عزوجل[عہ] فرماتا ہے:

حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع الا ماذکیتم[1]

تم پر حرام کیا گیا مردار اور خُون اور سوئر کا گوشت اور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام لیا گیا، اور گلا گھونٹی اور لاٹھیوں سے ماری، اور اُوپر سے گرنے والی، اور جسے کسی نے سینگ مارا، اور درندہ کی کھائی ہوئی مگر جسے تم ذبح کرلو۔

عہ ایضاً فتوائے مولوی محمد مرتضٰے از بلکوٹ، ڈاکخانہ اوڑی، ریاست کشمیر کہ در تحریم مقطوع الاوداج من السبع بود ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ ایں عبارت نوشتہ شد فی الواقع اگر درندہ محلِ ذبح کہ مابین اللبۃ واللحیۃ ست دویا بیشتر اوداج را برید کہ اتصال آنہا بدماغ یا سینہ منقطع شد حالا ذبح نتواں شد لفوات محلہ پس الا ما ذکیتم صادق نیاید آرے اگر دندان زدہ رگ را قدرے شگافتہ است کہ خرق باشد نہ قطع یا در غیر محل مذکور چنانکہ در سر یا بر صدر و مجروحہ ہنوز زندہ است آں ذبح کردہ شد حلال می شود لبقاء محل الذبح فیدخل فی قولہ تعالٰی الا ما ذکیتم تحقیق وتفصیل ایں مسئلہ در فتاوائے فقیر جلد ہفتم کتاب الذبائح است، وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

نیز مولوی مرتضٰے از بلکوٹ، ڈاکخانہ اوڑی، ریاست کشمیر نے درندہ کی قطع کردہ اوداج (گلے کی رگیں) پر جانور کہ حرام قرار دینے کا فتوٰی ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ کو دیا، وہ عبارت یہ ہے: اگر فی الواقع درندے نے مقامِ ذبح جو لبہ اور لحیہ کے درمیان ہے میں دو یا زیادہ اوداج کو کاٹ دیا ہو کہ ان کا تعلق دماغ یا سینے سے منقطع ہوگیا ہو ایسی صورت میں وُہ جانور ذبح کے قابل نہ ہوگا کیونکہ ذبح کا محل فوت ہوگیا، پس قرآن کا حکم الا ماذکیتم صادق نہ آئے گا، ہاں اگر رگوں کو زخم ہُوا اور وہ قدرے پھٹ گئی ہوں اور مکمل قطع نہ ہوئی ہوں یا محل ذبح مذکور کے غیر مثلاً سر یا سینہ کو درندے نے کاٹ دیا اور زخمی جانور ابھی زندہ ہو اور ذبح کرلیا گیا تو حلال ہوگا کیونکہ ذبح کا محل باقی تھا تو اللہ تعالٰی کے ارشاد الا ما ذکیتم میں داخل ہوگا۔ اس مسئلہ کی تحقیق وتفصیل ہمارے فتاوٰی جلد ہفتم (جو کہ اب بیسویں ہے) کتاب الذبائح میں ہے، توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵ /۳

یہ استثناء تمام مذکورات کی طرف راجع ہے جس سے متعلق ہو سکتا ہے، ظاہر ہے کہ خون اور گوشت ذبح نہیں ہو سکتے، عجب نہیں کہ اضافہ لفظ لحم میں یہی حکمت ہو کہ صلاحیت استثناء نہ رہے، اور مردار اور جو ایک بار ذبح ہو چکی صالح ذبح نہیں، بحمداللہ تعالٰی یہاں سے وہابیہ کا رد ہو گیا مَا اُہِلَّ سے اگر مَا ذُبِحَ مراد لیتے ہیں جیسا کہ یہی حق اور یہی تفسیر ماثور ہے تو قبل ذبح کسی کا نام پکارنے سے کیوں حرام بتاتے ہیں اور مطلق پکارنا مراد لیتے ہیں، تو جب اُسے نامِ خدا پر ذبح کیا گیا کیونکر حرام کہتے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: الّا ما ذکّیتم[1] (مگر جسے تم ذبح کر لو۔ ت) یہ چیزیں حرام ہیں مگر جسے تم ذبح کر لو وہ حلال ہے۔ پہلی صورت میں تو یہی تھا کہ بغیر خدا کے بتائے وہابیہ نے اپنی طرف سے حرام کہہ دیا، اور دوسری صورت جو خود وہابیہ لیتے ہیں اس سے بھی سخت تر ہے کہ جسے اللہ عزوجل نے حلال بتایا اسے حرام بتاتے ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی، پانچ اشیائے باقیماندہ میں جو مر گئی صالح ذبح نہ رہی، اور جس میں کچھ بھی حیات باقی ہے اگر کتنی ہی خفیف ہو اگرچہ اس کی حالت کتنی ہی ردّی ہو اگرچہ وہ کیسی ہی شدید زخمی ہو اگرچہ اس میں صرف مذبوح کی سی تڑپ باقی ہو جب ذبح کر لی جائیگی مطلقاً حلال ہو جائے گی اگرچہ ذبح کے بعد نہ خون دے نہ تڑپے، جبکہ وقتِ ذبح اس میں حیات ثابت ہو، اس لئے کہ رب عزوجل نے استثناء میں کوئی تفصیل نہ فرمائی، یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتوٰی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۹۷ تا ۲۹۹)

(۲۱) ذابح بقر، قاطع شجر اور شارب خمر کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

گائے بکری کا ذبح کرنا جائز ہے،

قال اللہ تعالٰی "ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک اللہ تعالٰی نے تمھیں حکم دیا ہے کہ گائے کو ذبح کرو۔ (ت)

وہ قول کہ لوگوں میں مشہور ہے [ذابح البقر و قاتل الشجر و دائم الخمر کی بخشش میں احتمال ہے] محض بے اصل ہے، قطعِ شجر کی بھی اجازت قرآن عظیم میں موجود ہے۔

قال اللہ تعالٰی "ما قطعتم من لینۃ او ترکتموھا قائمۃ علٰی اصولھا فباذن اللہ"[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم نے جو درخت کاٹے یا ان کو تم نے باقی کھڑا رہنے دیا تو یہ اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۵/۳

[2] ؍؍ ۲/۶۷

[3] ؍؍ ۵۹/۵

کے حکم سے ہوا۔ (ت)

ہاں دائم الخمر البتہ مرتکب سخت کبیرہ اور مستحق عذاب نار ہے، مگر یہ کہنا اُس کی نسبت بھی باطل ہے کہ اس کی مغفرت کبھی نہیں ہوگی، یہ صرف کافر کے لئے ہے، مسلمان کیسا ہی گنہگار ہو زیرِ مشیت ہے، چاہے عذاب فرمائے تو اس کا عدل ہے، چاہے بلا عذاب بلکہ بلا حساب بخش دے تو اُس کا فضل ہے۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء[1]

اللہ تعالٰی نہ مغفرت فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے، اور مغفرت فرمائے گا اس سے کم کو جس کو وہ چاہے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۳۰۶، ۳۰۷)

(۲۲) گائے کے گوشت کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

گائے کی حلت شریعت قدیمہ ہے۔ اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

ھل اتٰک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین ○ اذ دخلوا علیہ فقالوا سلٰما قال سلٰم قوم منکرون ○ فراغ الٰی اھلہ فجاء بعجل سمین[2] دوسری جگہ فرمایا: بعجل حنیذ[3]

یعنی کیا آئی تیرے پاس خبر ابراہیم کے عزت دار مہمانوں کی، جب وہ اس کے پاس آئے بولے سلام، کہا سلام انجانے لوگ ہیں، پھر جلدی کرتا اپنے گھر گیا، سو ان کے کھانے کو لے آیا ایک فربہ بچھڑا بھنا ہوا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۳۲۰، ۳۲۱)

(۲۳) مچھلی کی حلت کے بارے میں فرمایا:

مچھلی تر ہو یا خشک مطلقاً حلال ہے،

قال اللہ تعالٰی واحل لکم صید البحر[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: حلال کیا گیا تمہارے لئے بحری شکار کو۔ (ت)

سوائے طافی کے جو خود بخود بغیر کسی سبب ظاہر کے دریا میں مر کر تر آتی ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

السمک یحل اکلہ الا ما طفا منہ[5]

مچھلی کھانا حلال ہے ماسوائے مر کر پانی پر تیرنے والی کے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۳۳۳)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۸ و ۱۱۶ [2] القرآن الکریم ۵۱/ ۲۴ تا ۲۶
[3] ″ ″ ۱۱/ ۶۹ [4] ″ ″ ۵/ ۹۶
[5] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۲۸۹

(۲۴) موقوذہ کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:
مدارک التنزیل میں ہے:

الموقوذۃ التی اثخنوھا ضربًا بعصا او حجر[1]

موقوذہ وہ ہے جس کو لاٹھی یا پتھر سے مارا ہو۔(ت)

معالم میں ہے:

قال قتادۃ کانوا یضربونھا بالعصا فاذا ماتت اکلوھا[2] اھ فظھر ان المضروب بکل مثقل کالبندقۃ ولو بندقۃ الرصاص کلہ من الموقوذۃ فیحل بالذکاۃ وان قلت الحیاۃ۔

قتادہ نے کہا جاہلیت میں لوگ جانور کو لاٹھی مارتے جب مرجاتا تو اسے کھاتے تھے اھ تو ظاہر ہوا کہ کسی دباؤ والی چیز سے ضرب لگی ہوئی جیسے بندوق اگرچہ تانبے کی گولی ہو تو وہ موقوذہ یعنی لاٹھی زدہ کے حکم میں ہے تو وہ ذبح سے حلال ہوگی اگرچہ حیات قلیل ہو۔(ت) (فتاوی رضویہ ج ۲۰ ص ۳۴۶)

(۲۵) مال مشترک سے قربانی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اور ایک غلط فتوی کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

الجواب المختصر: صورتِ مستفسرہ میں قربانی بلاشُبہہ جائز ہے، اور بعض کا وہ شبہہ محض بے اصل و باطل ہے، اجازت اباحت ہے، اور اباحت و ہبہ میں زمین آسمان کا فرق ہے، قربانی تو یُوں ناجائز کرلی، مال مشترک سے شریکوں کا کھانا پہننا کہ زمانہ رسالت سے بلانکیر رائج ہے سب حرام ہوجائے گا کہ ہبہ مشاع ہوا اور ہبہ مشاع ناجائز ہے، حالانکہ رب عزوجل فرماتا ہے:

وان تخالطوھم فاخوانکم[3]

اگر تم آپس میں ملالو تو وہ تمھارے بھائی ہیں۔(ت)

اور فرماتا ہے:

لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا[4]

تمھیں حرج نہیں کہ تم اکٹھے کھاؤ یا متفرق۔(ت)

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۵/۳ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۶۹
[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) " " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۷
[3] القرآن الکریم ۲/۲۲۰ [4] القرآن الکریم ۲۴/۶۱

اس فتوٰی کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فتوٰی دینے والے لوگ فقہ نہیں جانتے، نہ اس کام کے اہل ہیں، اور نااہل کو فتوٰی دینا حرام اور سخت کبیرہ ہے۔ حدیث میں ہے:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض[1]

جو بغیر علم کے فتوٰی دے آسمان و زمین کے فرشتے اس پر لعنت کریں۔

(فتاوٰی رضویہ ج۲۰ ص ۳۷۷)

(۲۶) ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے گائے ذبح کرنے سے اجتناب کرنے کے بارے میں فرمایا:

خوشنودیٔ ہنود کے لئے گاؤکشی بند کرنا یا اس کی توسیع میں جو اللہ و رسول نے دی کمی قبول کرنا مسلمانوں کا کام نہیں،

قال اللہ تعالٰی "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار"[2]، وقال اللہ تعالٰی "واللہ و رسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین"[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم ظلم کرنے والوں کی طرف میلان نہ کرو کہ تم کو آگِ جہنم چھوئے، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، اور اللہ تعالٰی اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ اس کو راضی کریں اگر وہ مومن ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۳۷۸)

(۲۷) رسالہ "ھادی الاضحیۃ بالشاۃ الھندیۃ" میں اپنی تحقیقِ انیق پیش کرتے ہوئے فرمایا:

الاول قال ربنا عز من قائل "اُحلّت لکم الانعام" الٰی قولہ عزّ وجل "ثم محلھا الی البیت العتیق"[4]، وقال سبحٰنہ وتعالٰی "ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ تعالٰی علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام"[5] فقد افاد جل جلالہ ان الانعام کلھا محل المنسک، وانھا التی یتقرب بنحرھا و ذبحھا الی ربنا و ربھا دون سائر البھائم و الحیوانات، قال الامام محی السنۃ البغوی فی معالم التنزیل "لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام" عند نحرھا و ذبحھا وسماھا بھیمۃ لانھا

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۹۳
الفقیہ والمتفقہ باب ماجاء من الوعید لمن افتی بغیر علم حدیث ۱۰۴۳ دار ابن جوزی ریاض ۲/ ۳۲۷

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳ [3] القرآن الکریم ۹/ ۶۲

[4] ؍؍ ۲۲/ ۳۰ تا ۳۳ [5] ؍؍ ۲۲/ ۳۴

لا تتکلم، وقال بھیمۃ الانعام وقیدھا بالنعم لان من البھائم مالیس من الانعام کالخیل والبغال والحمیر، لایجوز ذبحھا فی القرابین[1] اھ ولا اری مرتابا یرتاب فی ان حیوانناھذا من بھیمۃ الانعام، فانہ اھلی ذات قوائم اربع وظلف، قال فی المصباح المنیر لغۃ الفقہ "الانعام ذات الخف، والظلف، وھی الابل، والبقر، والغنم[2] اھ" فان کنت فی ریب من ھذا فانبئنا مماذا تراہ، امن الوحوش ام من السباع، ام من الطیور، ام من الھوام، ام ذوات الحوافر، ام نوع اٰخر مقطوع الدابر، مابہ علم ولا عنہ مخبر۔

تنبیہ اوّل اس بات کے بیان میں کہ صرف اَنعام ہی قربانی کے جانور ہیں اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: تمہارے لئے حلال کئے گئے اَنعام سوا اُن کے جن کی ممانعت تم پر پڑھی جاتی ہے تو دُور ہو بتوں کی گندگی سے اور بچو جھوٹی بات سے ایک اللہ کے ہوکر، پھر اس کا ساجھی کسی نہ کرو، اور جو اللہ کا شریک کرے کہ وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اُسے اُچک لے جاتے ہیں، یا اُسے ہوا کسی دوسری جگہ پھینکتی ہے، بات یہ ہے، اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے، تمہارے لئے اَنعام میں فائدے ہیں ایک مقررہ میعاد تک، پھران کا پہنچنا ہے اس آزاد گھر تک۔ اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیے ہوئے بے زبان چوپایوں پر (تو تمہارا معبود ایک ہے تو اسی کے حضور گردن رکھو) (سورہ حج، پ ۱۷)

ان آیات کا مفاد یہ ہے کہ جانوروں میں صرف اَنعام ہی قربانی اور ہدایا کے لئے مخصوص ہیں۔ حضرت امام بغوی نے اس مضمون پر تفسیر معالم میں دوسری آیت کے تحت تصریح فرمائی یعنی ان جانوروں کے ذبح اور نحر کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو، ان جانوروں کو اَنعام کہنے کی وجہ اُن کا نہ بولنا ہے، اَنعام کی قید اس لئے لگائی کہ کچھ بہائم ایسے ہیں کہ قربانیوں میں ذبح نہیں کئے جاتے، جیسے گھوڑا، خچر، گدھا۔ اتنا ثابت ہوجانے کے بعد اس کی ضرورت تو نہ تھی کہ ہم بھیڑ کا اَنعام ہونا بھی ثابت کریں، اور یہ کہ یہ اہلی ہے وحشی نہیں ہے، چار کھُر والا چوپایہ ہے، مگر ہم شہادتیں فراہم کررہے ہیں:

اَنعام کھُردار جانور اور خف والے، یہ ابل، بقر، غنم ہیں (مصباح المنیر)۔

اگر اس کے بعد بھی شُبہہ ہو تو بتاؤ کیا یہ وحشی ہے یا درندہ ہے یا پرندہ ہے یا حشرات الارض

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۲/ ۳۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۴۲

[2] المصباح المنیر کتاب النون تحت اللفظ "النعم" منشورات دار الہجرت قم ایران ۲/ ۶۱۴

میں سے ہے، سُم والوں میں ہے یا کوئی ایسی قسم جس کی نسل ختم ہوگئی ہے۔

الثانی قال جل ذکرہ "ومن الانعام حمولۃ وفرشا"[1] قال الشاہ عبدالقادر الدھلوی رحمہ اللہ تعالٰی فی ترجمۃ الکریمۃ "پیدا کئے مواشی میں لدنے والے اور دبے"[2]۔ وقال فی فوائدھا "لدنے والے اونٹ اور بیل، اور دبے بکری اور بھیڑ"[3]۔

تنبیہ دوم اس بات کے ثبوت میں کہ بکری انعام میں سے ہے: ارشادِ الٰہی ہے: من الانعام حمولۃ وفرشا۔ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ترجمہ میں فرمایا: "پیدا کئے مواشی میں لدنے والے اور دبے"۔ اور فوائد میں فرمایا: "لدنے والے اونٹ اور بیل، اور دبنے والے بھیڑ اور بکری"۔

الثالث اجمع المسلمون واعترف الرجل ان الغنم من الاضاحی، وقد علم من یفرق بین البھم والبھم ان ھذا من الغنم قال اللہ عزوجل "ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھما"[4]، قال الفاضل رفیع الدین الدھلوی فی ترجمتہ "اور گائے سے اور بھیڑ بکری سے حرام کیں ہم نے اوپر ان کی چربیاں ان کی"[5]۔

تنبیہ سوم بھیڑ کے قربانی کے جانور ہونے پر اجماع ہے: مفتی سابق نے اعتراف کیا اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ غنم قربانی کے جانوروں میں سے ہے، اور چوپایوں کے درمیان فرق جاننے والے یہ خوب جانتے ہیں کہ بھیڑ غنم میں شامل ہے، قرآن عظیم کی آیت "ومن البقر والغنم حرمنا علیھم شحومھما" کا ترجمہ فاضل رفیع الدین دہلوی فرماتے ہیں: "اور گائے سے اور بھیڑ بکری سے حرام کیں ہم نے اوپر اُن کے چربیاں اُن کی"۔

الرابع انما المرجع فی امثال الامور الی علماء اللسان، وکما علم کل من یعلم اللسن الثلث ان الحیوان الذی یسمی بالھندیۃ بکری و ذکرہ بکرا، ھوالذی یسمی بالفارسیۃ بُز، و فی الاطلاق الاعم گوسپند، وبالعربیۃ معزا،

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۲

[2] موضح القرآن تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۲ مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۴۶

[3] " " " " " "

[4] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۶

[5] ترجمۃ القرآن لرفیع الدین تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۶ ممتاز کمپنی لاہور ص ۱۶۲، ۱۶۳

وفی الاعم غنما و شاۃ ، وذکرہ تیسا وماعزا ، وانثاہ عنزا وماعزۃ ، کذلک علموا ان الحیوان الذی یسمی بالھندیۃ بھیڑ ، وذکرہ مینڈھا ، وعند قوم وانثاہ بھیڑ ولقوم بھیڑی ھوالذی یسمی بالفارسیۃ میش ، وبالاطلاقین الاخص والاعم گوسفند ، وذکرہ المناطح قوچ ، وبالعربیۃ ضانا وبالاطلاقین شاۃ وغنما ، وذکرہ کبشا وضانا ، وانثاہ نعجۃ وضائنۃ ، قال عزوجل "ثمٰنیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین"[1] قال فی موضح القرآن پیدا کئے آٹھ نر و مادہ ، بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو[2] وفی ترجمۃ الرفیعۃ آٹھ جوڑے ، بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو[3] وقال الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی ترجمتھا آفرید ہشت قسم را از گوسفند دو قسم و از بز دو قسم[4]

ایضاً تنبیہ چہارم | اس بات کا فیصلہ کہ بھیڑ غنم میں داخل ہے یا نہیں وہی حضرات علماء کر سکتے ہیں جن کو تینوں زبانوں میں مہارت ہو ، تو ان زبانوں کا عالم یہ خوب جانتا ہے کہ جس جانور کو ہندی میں بکری اور اس کے نر کو بکرا کہتے ہیں فارسی میں اسی کو بز اور عام بول چال میں گوسپند اور عربی میں معز اور عام بول چال میں غنم و شاۃ کہتے ہیں ، اس کے مذکر کو "تیس" اور "ماعز" کہتے ہیں اور مؤنث کو عنز اور ماعزہ کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ معروف بات ہے کہ ہندی میں جس جانور کو بھیڑ جس کا مذکر مینڈھا اور بعض کی زبان میں بھیڑا کہتے ہیں اسی کی مؤنث کو بعض لوگ بھیڑ اور بعض بھیڑی کہتے ہیں اسی کو فارسی میں میش اور عام بول چال میں گوسفند' اس کا مذکر مناطح قوچ کہلاتا ہے یہی زبان عربی میں ضان' اور دونوں اطلاقوں میں شاۃ و غنم کہلاتا ہے اس کا مذکر ضان و کبش' اور مؤنث کو نعجہ و ضائنہ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے "ثمٰنیۃ ازواج من الضان اثنین" پیدا کئے آٹھ نر و مادہ بھیڑ سے اور بکری سے دو۔

(از موضح القرآن)

آٹھ جوڑے بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو۔ (شاہ رفیع الدین)

آفرید ہشت قسم از گوسفند دو قسم' و از بز دو قسم۔ (شاہ ولی اللہ)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲ - ص ۳۹۵ تا ۳۹۸)

---

[1] القرآن الکریم ۶ / ۱۴۳

[2] موضح القرآن — تحت آیۃ ۶ / ۱۴۳ — مطبع مصطفائی انڈیا — ص ۱۴۶

[3] ترجمۃ القرآن لرفیع الدین — ؍؍ ؍؍ — ممتاز کمپنی لاہور — ص ۱۶۲

[4] ترجمۃ القرآن (فارسی) لولی اللہ الدہلوی ؍؍ ؍؍ — مطبع ہاشمی دہلی — ص ۱۴۸، ۱۴۹

(۲۸) رسالہ مذکورہ میں مزید فرمایا:

الحادی عشر[۱۱] تظافرت کلمات علماء التفسیر والحدیث، والفقہ، واللغۃ وغیرھا علی المیز بین الضان والمعز بالصوف والشعر، قال الامام محی السنۃ البغوی فی معالم التنزیل الضأن النعاج وھی ذوات الصوف من الغنم، والمعز وھی ذوات الشعر من الغنم[۱] اھ مختصرًا، وقال الامام الرازی فی تفسیر الکبیر الضان ذوات الصوف من الغنم، والمعز ذوات الشعر من الغنم[۲] اھ ملخصا۔

تنبیہ یازدہم | تفسیر بالاعم کی حقیقت | یہ امر بھی قابل غور ہے کہ علمائے تفسیر و حدیث اور فقہ و لغت کی بڑی تعداد نے ضان اور معز کی تفریق میں صوف اور بال کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو تفسیر بالاعم وغیرہ کی تاویل ان کے کلام میں نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان قلیل التعداد علماء کے کلام میں جو ایک لفظ خاص "ذات الیۃ" (چکتی والی) سے تعبیر کرتے ہیں (حوالے:

- بغوی معالم التنزیل: "ضان و نعجہ، نر و مادہ اون والی بکری کو کہتے ہیں اور بال والی کو معز"
- امام رازی تفسیر کبیر: "اون والی بکری ضان ہے اور بال والی معز۔"

(فتاوی رضویہ ج۲۰ ص ۴۱۱)

(۲۹) رسالہ مذکورہ میں فرمایا:

السابع عشر[۱۷] استنادك بعموم حد المعز لایغنی عنك شیئا، فان عموم قرین لایدل علی عموم صاحبہ، وقد نص العلماء علی ان الاستدلال بالقران فی الذکر من افسد الدلائل، وایضا لیس اسلوب الکلام فیہ کمثلہ فی الضان لعدم مالا فرادیۃ ھنا، وکان ھذہ ھی نکتۃ التغییرات کان القھستانی لا یخص الشعر بالمعز علی انا رأینا العلماء یخصون، قال العلامۃ علی القاری فی المرقاۃ تحت حدیث زید المذکور رضی اللہ تعالی عنہ ان الشعر مختص بالمعز، کما ان الوبر مختص بالابل، قال تعالی "ومن اصوافھا واوبارھا واشعارھا اثاثا ومتاعا الی حین" ولکن قد یتوسع بالشعر فیعمم[۳] اھ وسیأتیك من کلام المفسرین مایمیل الیہ میلا ظاھرا،

---

[۱] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۶/ ۱۴۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۱۳

[۲] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " " ۱۳/ ۱۷۷

[۳] مرقات المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح کتاب الصلوۃ باب فی الاضحیۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۵۷۸

مع ان الکلام ھٰھنا فی الغنم فغیرہ خارج عن المقسم ، فلم یکن فی شئ من التعریف بالاعم۔

تنبیہ ہفدہم قران فی اللفظ کی بحث (علماء نے ضان کی تعریف میں ماکان من ذوات الصوف کہا (جس کے اون ہو) اور مَعز کی تعریف میں ماکان من ذوات الشعر (جو بال والا ہو) کہا، اس سے ان لوگوں کی تائید ہوتی تھی جو بھیڑ کو ضان میں داخل مانتے ہیں کہ علماء نے ضانیت کا مدار اُون پر رکھا چکتی پر نہیں۔

اس کا جواب مجیب نے یہ دیا تھا کہ یہ تو جب ہو جب ہم یہ تسلیم کرلیں کہ مَالَہٗ صُوْفٌ کا لفظ ضان کے مساوی ہے، حالانکہ یہ لفظ یہاں بھی ضان سے اعم ہے۔ دلیل یہ ہے کہ اسی کے ساتھ مَالَہٗ شَعْرٌ کہہ کے بکری کی تعریف کی گئی ہے، تو اگر اس تعریف میں بھی مدار بال پر رکھا جائے تو گائے اور بھینس بھی جو بالدار ہیں، بکری بھی شامل ہوجاتے ہیں، اس لئے حقیقت یہی ہے کہ اس مقام پر علماء نے ضان اور مَعز دونوں ہی کی تعریفیں لفظ عام سے فرمائی ہیں۔

مجیب کی یہ بات صحیح نہیں کیونکہ اس جواب کا مدار اس قاعدے پر ہے کہ "جو دو جملے لفظ میں ساتھ ساتھ ہوں اُن دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہوتا ہے"، جبھی تو مجیب یہ کہہ رہا ہے کہ مَعز کی تعریف "مَالَہٗ شَعْرٌ" میں شعر عام ہے تو "مالہٗ صوف" میں صوف عام ہونا چاہئے، حالانکہ یہ استدلال ہی سرے سے فاسد اور غلط ہے۔

(ا) علماءِ اسلام کا فیصلہ ہے کہ "قران فی اللفظ قران فی الحکم" لفظ میں ساتھ ہونا حکم میں ساتھ ہونے کو مستلزم نہیں ہے، اس لئے یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ مَالَہٗ شَعْرٌ عام ہو تو مَالَہٗ صُوْفٌ بھی عام ہو۔

(ب) شاید اسی لئے قہستانی نے ضان کی تعریف میں "مَاکَانَ مِنْ ذَوَاتِ الصُّوْفِ" لفظ ماکان کے ساتھ، اور مَعز کی تعریف میں صرف "من ذوات الصوف" لفظ ماکان کے بغیر کہا، یعنی یہ اسلوب بدلنا اسی لئے ہوا کہ ایک جگہ عام اور ایک جگہ مساوی مراد ہو۔

(ج) مَعز کی تعریف میں لفظ شَعر، مَعز کے مساوی ہے، یہ خیال غلط ہے کہ عام ہے۔ ملا علی قاری وغیرہ علماء کے نزدیک بکری کے بال ہی کو شَعر کہا جاتا ہے، اس لئے بھینس اور گائے کے شمول کا کوئی سوال نہیں۔

"بیشک بال بکری کے ساتھ خاص ہے جیسا وبر اُونٹ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

قرآن عظیم میں "مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَا" فرمایا کہ صوف ضان کے لئے، وبر اُونٹ کے لئے اور شعر بکری کے لئے، البتہ محاورہ میں مجازاً دوسرے بال کے لئے بھی شعر کا اطلاق ہوجاتا ہے۔" (مُلّا علی قاری، مرقات زیرِ حدیث زید)

(د) گائے، بیل اور بھینس سے اعتراض بیکار ہے کہ وہ یہاں مَقسم میں شامل ہی نہیں، کلام تو غنم میں ہے کہ غنم کی دو قسمیں ہیں مالہ صوف و مالہ شعر، تو لفظ مساوی مان کر بھی حصر کامل ہوگیا۔

الثامن عشر کلا بل لامساغ ههنا لادعاء العموم، فان العلماء صرحوا ان الصوف مختص بالضان، قال العلامة کمال الدین الدمیری فی حیوٰة الحیوان، لیس الصوف الا للضان اھ[1] وقال الامام الرازی فی مفاتیح الغیب تحت الاٰیة المتلوة اٰنفا قال المفسرون واهل اللغة الاصواف للضان، والاوبار للابل، والاشعار للمعز اھ[2] وقال القاضی فی انوار التنزیل، الصوف للضائنة، والوبر للابل، والشعر للمعز اھ[3] قال العلامة المفتی ابو السعود فی ارشاد العقل، الضمائر للانعام علی وجه التنویع، ای وجعل لکم من اصواف الضان، و اوبار الابل، و اشعار المعز اثاثا الخ[4] وقال محی السنة فی المعالم یعنی اصواف الضان، واوبار الابل، واشعار المعز اھ[5] فلو وجد الصوف لشیئ من الانعام سوی الضان، والکنایة الالٰهیة انما هی للانعام، ماساغ لهم الحکم علی کلام الله عزوجل بخصوص العنایة مع عموم الکنایة، وقد اسمعناك کلام المرقات مفرقا فی موضعین فاجمعه فانه یدلك بفحواه علی ان الصوف مختص بالضان، وهو المستفاد من تفاسیر اللغة، و

---

[1] حیوٰۃ الحیوان باب الغین المعجمۃ تحت اللفظ "الغنم" مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۲۲

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الاٰیۃ ۱۶/ ۸۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰/ ۷۴

[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " دارالفکر بیروت ۳/ ۴۱۴

[4] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۳۳

[5] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) " " دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۶۵

بالجملة من عرف لسان العرب لم یعزب عنه ان الصوف لیس الا للضان ، فاما ان یعم افرادہ کما ھو الواقع فمساو اولا فاخص وعلی الکل فلا تکون ذات الصوف الا من الضان ، وقد اعترفت ان حیواننا ھذا من ذوات الصوف فوجب ان یکون من الضأن وفیہ المطلوب باتم شان ۔

تنبیہ ہیزدہم لفظ ضان اور صوف کی تحقیق | ضان کی تعریف مَا لَہٗ صُوْفٌ میں لفظ صوف ضان سے اعم ہو ہی نہیں سکتا ، اور یہ کہنے کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ تعریف بالاعم ہے ، کیونکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ صوف ضان کے بال ہی کو کہتے ہیں ۔

- صوف صرف ضان کے بال کو کہتے ہیں ۔ (حیوۃ الحیوان للدمیری)
- اہل تفسیر و لغت فرماتے ہیں کہ صوف ضان کا بال ، وَبر اُونٹ کا بال ، اور شَعر مُعز کے بال کے لئے خاص ہے ۔ (مفاتیح الغیب للرازی)
- صوف ضائنہ کے لئے ، وَبر اونٹ کے لئے ، اور شَعر مُعز کے لئے ۔ (قاضی بیضاوی)
- ضمائر انعام کے لئے ہیں ، اور اس کے ہر نوع پر تقسیم بھی ہے ، یعنی تمہارے لئے ضان کے صوف اونٹ کے وَبر اور مُعز کے بال بنائے ۔ (ارشاد العقل لمفتی ابوالسعود)
- یعنی ضان کے صوف ، اونٹ کے وَبر اور مُعز کے بال ۔ (تفسیر معالم التنزیل)

کلام الٰہی میں ان تینوں ضمیروں کا مرجع جو تینوں بالوں کے ساتھ ہے لفظ اَنعام ہے ، تو اگر فی نفسہ اَنعام میں کسی اور جانور کا بال بھی صوف کہلاتا ، تو مفسرین کو ہرگز یہ جرأت نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو عام فرمایا یہ خاص کریں ۔

صاحب مرقات کا متفرق کلام جو ہم نے دو جگہ لکھا ، ملاؤ تو ان کا فرمان بھی یہی ہے کہ صوف صرف ضان کے لئے ہے ، پس ایسی صورت میں صُوف کو اگر دونوں (بھیڑ اور دُنبہ) کے لئے عام مانا جائے تو مساوی کے ساتھ تعریف ہوئی ورنہ اخص کے ساتھ ، اعم کے ساتھ تعریف کا تو کوئی سوال ہی نہیں ۔

تو ثابت ہوا کہ ضان صوف والا ہے ، اور ہمارا یہ جانور بھی صوف والا ہے ، لہٰذا اب یہ بات واضح طور پر ثابت ہوگئی کہ بھیڑ بھی ضان ہی ہے ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۴۲۲ تا ۴۲۵)

(۳۰) بھیڑ کے ششماہہ بچّے کی قربانی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

ششماہہ بھیڑ کی قربانی بلاشبہہ جائز ہے جبکہ یکسالہ ہمجنسوں میں دُور سے متمیز نہ ہو سکے ۔

فی الدر المختار صح الجذع ذوستة اشھر من الضان ان کان بحیث

لو خلط بالثنایا لا یمکن التمییز من بعد[1]

درمختار میں ہے بھیڑ میں چھ ماہ کا جذع جو سال والے جانوروں میں خلط ہو تو امتیاز نہ ہوسکے تو وہ جائز ہے (ت)

یہی شرط دُنبہ میں ہے، اور دُنبہ اور بھیڑ ایک ہی نوع ہیں اور دونوں کا ایک ہی حکم، اس قدر میں تو کسی کو کلام ہو ہی نہیں سکتا کہ جواز ششماہہ کا حکم احادیثِ صحیحہ وکتبِ فقہیہ سب میں لفظ ضان وارد ہے، اب مدار صرف ادراک معنی ضان پر رہا، اگر یہ لفظ اس بھیڑ کو بھی شامل، تو قطعاً یہ بھی اس حکم میں داخل والّا لا، مگر بالیقین معلوم کہ ضان وہی چیز ہے جسے فارسی میں میش، اردو میں بھیڑ، اور اسی کی ایک صنف کو دُنبہ کہتے ہیں، عرب دونوں مَعز و ضان کے سوا نہیں جانتے، نہ یہاں تیسری نوع ہے۔

(۱) قال اللہ تعالٰی "ثمٰنیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین"[2]

مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی مرحوم موضح القرآن میں اس آیہ کریمہ کا ترجمہ فرماتے ہیں:

پیدا کئے آٹھ نر و مادہ بھیڑ میں سے دو[2] اور بکری سے دو۔[3]

دیکھو ضان کا ترجمہ بھیڑ کیا۔ اسی طرح مولانا رفیع الدین نے ترجمہ کیا، یونہی نفائس میں اس کا عکس یعنی بھیڑ اکو میش نر و کبش و ضأن سے مترجم کیا۔

تحفۃ المومنین میں کہا: بھیڑ بہندی غنم ست[4]

پھر لکھا: غنم ضان ست[5]

(۲) سب جانتے ہیں کہ بھیڑ کا ترجمہ میش ہے، اور اہلِ لغت نے یہی ترجمہ ضان کیا منتخب رشیدی میں ہے:

ضأن میش، ضائن میش نر[6]

---

[1] الدرالمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۳۲ و ۲۳۳

[2] القرآن الکریم ۶/۱۴۳

[3] موضح القرآن ۶/۱۴۳ مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۴۲

[4] تحفۃ المومنین مع مخزن الادویہ الباء مع الھاء نولکشور کانپور ص ۱۶۹

[5] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ الغین مع المیم ص ۴۲۵

[6] منتخب اللغات مع غیاث اللغات باب الضاد النون ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۲ و ۲۸۳

صراح میں ہے:

ضائن میش نر خلاف ماعز، والجمع ضأن خلاف معز[1]

تحفہ و مخزن میں ہے:

ضأن بفارسی میش نامند[2]

(۳) علمائے لغت و تفسیر و حدیث و فقہ ضأن کی تعریف اُون والی غنم فرماتے ہیں، اور مَعز کی تفسیر بالوں والی۔ مصباح المنیر و حیوۃ الحیوان وغیرہما میں ہے:

الضان ذوات الصوف من الغنم[3]

بکری کی اون والی جنس کا نام ضان ہے۔ (ت)

تفسیر کبیر میں ہے:

الضان ذوات الصوف من الغنم، والمعز ذوات الشعر من الغنم[4]

بکری کی اون والی جنس ضان ہے اور بالوں والی جنس مَعز ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۲۴۶ تا ۲۴۸)

(۳۱) قربانی کا گوشت اور آنت کافر کو دینے کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

آنت کھانے کی چیز نہیں، پھینک دینے کی چیز ہے، وہ اگر کافر لے جائے یا کافر کو دے دی جائے تو حرج نہیں،

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت[5]

خبیث چیزیں خبیث لوگوں کے لئے اور خبیث لوگ خبیث چیزوں کے لئے۔ (ت)

یہاں کے کافروں کو گوشت دینا جائز نہیں، وہ خاص مسلمانوں کا حق ہے،

والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت[6]

طیب چیزیں طیب لوگوں کے لئے اور طیب لوگ طیب چیزوں کے لئے۔ (ت)

---

[1] الصراح فی لغۃ الصحاح باب النون فصل الضاد نولکشور لکھنؤ ص ۵۱۸

[2] تحفۃ المومنین مع مخزن الادویہ کتاب الضاد مع الالف نولکشور کانپور ص ۳۹۷

[3] المصباح المنیر کتاب الضاد (الضأن) منشورات دار الہجرت قم ایران ۱/۳۶۵

[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶/۱۴۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/۱۷۷

[5] و [6] القرآن الکریم ۲۴/۲۶

پھر بھی اگر کوئی اپنی جہالت سے دے گا قربانی میں کوئی حرج نہ کرے گا۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۴۵۷)

(۳۲) قربانی کے گوشت کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ایضاح الجواب اصل یہ کہ اضحیہ مثل دم قران و تمتع و ذبح تطوع، دم شکر ہے ان میں قربت مقصود، صرف اراقہ دم لوجہ اللہ سے حاصل ہوجاتی ہے، ولہذا ان کے لحم وغیرہ کا تصدق واجب نہ ہوا، اور خود کھانے کی بھی اجازت عطا فرمائی،

قال تعالٰی "فکلوا منہا واطعموا القانع والمعتر"[۱] وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلوا واطعموا وادخروا۔ اخرجہ احمد والشیخان[۲] عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: قربانی سے خود کھاؤ اور قناعت والے اور محتاج کو کھلاؤ۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ کرو۔ اس کو احمد اور شیخین نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۴۶۶)

(۳۳) قربانی کی کھالیں جبراً اپنا حق قرار دے کر وصول کرنے والے امام کے بارے میں فرمایا:

قربانی کی کھالوں میں امام کا کوئی حق نہیں اور اسے جبراً لینا حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی "لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[۳]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اپنے مالوں کو آپس میں باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۴۸۰)

(۳۴) قربانی و عقیقہ کے جانور کی کھال مسجد و مدرسہ کو دینے سے متعلق ایک سوال اور ایک غلط استدلال کے جواب میں فرمایا:

بیشک ہر منازعت میں اللہ و رسول ہی کی طرف رجوع لازم ہے، مگر ہر ایک کو بلاواسطہ رجوع کی لیاقت کہاں، یہیں دیکھئے آیہ کریمہ میں صدقات سے زکوٰۃ مراد کہ اسی میں ارشاد ہوتا ہے، والعاملین

---

[۱] القرآن الکریم ۲۲/۳۶
[۲] صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب مایؤکل من لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۵
[۳] القرآن الکریم ۲/۱۸۸

علیہا[1] (صدقات پر کام کرنے والوں پر۔ ت) اور بکر نے اسے قربانی وعقیقہ کو شامل کردیا، یہ بھی نہ دیکھا کہ اس کے تو گوشت کی نسبت خود قرآن عظیم میں ارشاد ہے، فکلوا منہا[2] اس میں سے خود بھی کھاؤ۔ اب کہاں رہی صدقات کی وہ تفصیل جو اس آیۂ کریمہ میں بالحصر ارشاد ہوئی تھی کہ،

انما الصدقات للفقراء[3] الآیۃ۔

صدقات فقراء کے لئے ہیں الآیۃ۔ (ت)

یہ بھی نہ سمجھا کہ عوام تک اس کو قربانی کہتے ہیں نہ کہ صدقہ، تو ہر کار تقرب اس میں روا۔ لہذا امام زیلعی نے شرح کنز الدقائق میں فرمایا،

لانہ قربۃ کالتصدق[4]۔

کیونکہ صدقہ کی طرح یہ قربت ہے۔ (ت)

ہاں ہم نے خاص مسئلہ قربانی میں اللہ عزوجل کی طرف رجوع کی تو اس کا ارشاد پایا،

فکلوا منہا واطعموا البائس الفقیر[5]۔

خود اس میں سے کھاؤ اور ضرورتمند فقیر کو کھلاؤ۔ (ت)

اطعام کے لفظ نے بتایا کہ تصدق ہی واجب نہیں اباحت بھی کافی ہے جو محض ایک قربت ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۰ ص ۴۸۹)

فتاوٰی رضویہ جلد ۲۱

(۱) کلمۂ کفر کہنے والے کے بارے میں فرمایا،

وہ لفظ جو اس نے کہا کہ ہم خدا اور رسول کو نہیں جانتے، یہ صریح کلمۂ کفر ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اس شخص پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور از سرِ نو مسلمان ہو، اور اگر عورت رکھتا ہے تو نئے سرے سے نکاح چاہیے، اور جس طرح وہ کلمہ مجمع میں کہا تھا توبہ بھی مجمع میں کرے، اگر نہ مانے تو مسلمان ضرور اسے اپنے گروہ سے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۰ [2] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۸، ۳۶
[3] " " ۹/ ۶۰
[4] تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۸۶
[5] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۸

نکال دیں، نہ اپنے پاس بٹھائیں نہ اس کے پاس بیٹھیں، نہ اس کے معاملات میں شریک ہوں، نہ اپنی تقریبوں میں اسے شریک کریں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ[1]

اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۰۴)

(۲) نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مال حرام سے نیاز قبول فرما لیتے تھے۔ یہ کلمہ ملعونہ کہنے والے کے بارے میں فرمایا :

یہ قول اس کا غلط صریح و باطل قبیح، اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترائے فضیح ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار[2]

(نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :) جو مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (ت)

زنہار مالِ حرام قابلِ قبول نہیں، نہ اُسے راہِ خدا میں صَرف کرنا روا، نہ اُس پر ثواب ہے بلکہ نرا وبال ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ[3]

اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزیں ہماری راہ میں خرچ کرو۔

پھر فرماتا ہے :

وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ[4]

اور خبیث چیز کا قصد نہ کیا کرو کہ اس میں سے ہماری راہ میں اٹھاؤ۔

اور فرماتا ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتبخانہ کراچی ۱/ ۲۱

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۷

[4] " ۲/ ۲۶۷

انما یتقبل اللہ من المتقین[1]

خدا قبول نہیں کرتا مگر پرہیزگاروں سے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۰۵)

(۳) مزید فرمایا:

اے عزیز! جو چیز خدا کی بارگاہ سے مردود اور اس کی ناراضی سے آلودہ ہے کیونکر ممکن کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دربار میں رضا و قبول سے مشرف ہو بلکہ درحقیقت زید کی یہ جرأت سرکار رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ میں گستاخی و اہانت کہ معاذ اللہ انھیں ناپاک چیزوں کا پسند و قبول کرنے والا بتاتا ہے۔ ہیہات ہیہات واللہ وہ تمام عالم سے زیادہ ستھرے ہیں اور ستھروں کے لائق نہیں مگر ستھری چیز، گندی چیزیں گندوں کے سزاوار ہیں۔ قال اللہ تعالٰی عزوجل:

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولٰئك مبرءون مما یقولون[2]

گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کو اور ستھریاں ستھروں کو اور ستھرے ستھریوں کو وہ بری ہیں اُن باتوں سے جو لوگ کہتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۰۸)

(۴) مزید فرمایا:

اور اگر فقہاء کرام کے ارشاد سُنئے تو زید کے لئے حکم نہایت سخت و جگر شگاف نکلتا ہے، اس کا کہنا کہ حضور میں یہ نیاز قبول ہوتی ہے بعینہٖ یہ کہنا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالٰی اس پر ثواب دیتا ہے کہ نیاز کا حاصل نہیں مگر یہ کہ لوجہ اللہ تصدّق کریں اور اس کا ثواب کسی محبوبِ خدا کی نذر ہو ورنہ یہ عین طعام و لباس وہاں نہیں پہنچتے،

نظیر ذٰلك قوله تعالٰی "لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن یناله التقوٰی منکم[3]"

اس کی مثال اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اللہ تعالٰی کی بارگاہ تک قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے بلکہ اس تک تمہارا تقوٰی پہنچتا ہے(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۰۹)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲۷

[2] 〃 ۲۴/ ۲۶

[3] 〃 ۲۲/ ۳۷

(۵) جذامی کے ساتھ کھانا پینا ترک کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:
فی الواقع ضعیف الاعتقاد لوگ جنھیں خدائے تعالیٰ پر سچا توکل نہ ہو اور وہمی خیالات رکھتے ہوں انھیں جذامی کے ساتھ کھانے پینے سے بچنا چاہیے نہ اس خیال سے کہ اس کے ساتھ کھانے کی تاثیر سے دُوسرا شخص بیمار ہو جاتا ہے، یہ خیال محض غلط ہے، تقدیرِ الٰہی میں جو کچھ لکھا ہے ضرور ہوگا اور جو نہیں لکھا ہے ہرگز نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ یوں کہیں،

لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون[1]

ہمیں ہرگز نہ پہنچے گی مگر وہ بات جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے لکھ دی، وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۱۱)

(۶) مدینہ منورہ کیلئے لفظ یثرب استعمال کرنے کی ممانعت اور ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
قرآن عظیم میں کہ لفظ یثرب آیا وہ رب العزت جل وعلا نے منافقین کا قول نقل فرمایا ہے،

واذ قالت طائفۃ منھم یا اھل یثرب لا مقام لکم[2]

جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب کے رہنے والو! تمھارے لئے کوئی جگہ اور ٹھکانا نہیں۔ (ت)

یثرب کا لفظ فساد و ملامت سے خبر دیتا ہے وہ ناپاک اسی طرف اشارہ کرکے یثرب کہتے، اللہ عزوجل نے ان پر رَد کے لئے مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۱۷)

(۷) کفرِ ہنود کے منکر کے بارے میں ایک استفتار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
ہندوان قطعاً کافران ومشرکانند ہرکہ ایشاں را کافر ومشرک نداند خود کافرست آرے دریشاں طائفہ تازہ برآمدہ کہ خود را آریہ خوانند و بزبان دعوی توحید کنند و دم تحریم بت پرستی زنند فاما برادری و الفت ویک جہتی ایشاں ہرچہ ہست باہمیں بت پرستان ست کہ سنگ و آب و درخت و پیکرہائے تراشیدہ را بخدائے پرستند ایناں راہم مذہب و برادر دینی خواشان دانند و از نام مسلمانان در آب و آتش مانند قاتلھم اللہ انی یؤفکون[3] باز ایں خبیثاں اگرچہ بظاہر از پرستش غیر محترز مانند مادہ و

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۵۱
[2] " ۳۳/ ۱۳
[3] " ۹/ ۳۰

روح ہر دو را ہمچو خدا قدیم و غیر مخلوق دانند پس شرک اگر در عبادت نشد در وجوب وجود شد بہر وجہ سہ الٰہ بر ایشاں لازم است و او قطعاً بمشرکیت پس آں ادعائے توحید ہمہ پا در ہوا ست و اگر فرض کنیم غایت آنکہ ہمیں مشرک نباشد اما در کفر ایشاں چہ جائے سخن ہر کہ با محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نگرود کافر ست و ہر کہ ایں را کافر نداند خود با و ہمسر ست قال اللہ تعالےٰ ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین[1] اگر دوستی و موالات با ہر کافر کہ باشد حرام اشد و کبیرۂ اعظم ست و اگر بر بنائے میل دینی باشد خود کفر قال تعالےٰ ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2] و صحبت و مخالطت بے دوستی و موانست اگر در کار دنیوی بر بنائے ضرورت بقدر ضرورت بے تعظیم و تکریم و بے مداہنت در کارِ دین باشد رخصت ست ورنہ اینہم حرام مگر بحالتِ اکراہ شرعی قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین[3]○ وقال تعالےٰ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[4]

ہندو بلاشبہہ قطعی طور پر کافر اور مشرک ہیں لہذا جو انھیں کافر و مشرک نہ جانے وہ خود کافر ہو جاتا ہے، ان میں ایک نیا فرقہ نکلا ہے جو آریہ کہلاتا ہے وہ زبانی طور پر توحید کا دعوٰی کرتے ہیں اور بُت پرستی کے حرام ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن برادری الفت و محبت اور اتحاد میں ان کا رویہ بُت پرستوں سے مختلف نہیں، ان بُت پرستوں کے ساتھ ان کی الفت و محبت ان کا اتحاد قائم ہے، جو پتھر، پانی، درختوں اور تراشیدہ مورتیوں کو خدا سمجھتے ہوئے پُوجتے ہیں اور یہ انھیں اپنا ہم مذہب اور دینی بھائی خیال کرتے ہیں (اور مسلمانوں کے نام سے پانی آگ بن جاتے ہیں یعنی ان کے نام سے بھی جلتے ہیں) اللہ تعالےٰ ان کا ستیاناس کرے کہاں اوندھے پھرے جاتے ہیں، پھر یہ خبیث اگرچہ غیر کی عبادت و بندگی سے پرہیز کرتے ہیں مگر مادہ اور روح دونوں کو اللہ تعالیٰ کی طرح قدیم اور غیر مخلوق مانتے ہیں اور رکھتے ہیں۔ پس اگر عبادت میں شرک نہ ہوا تو وجوبِ وجود میں شرک ہو گیا۔ پس ہر وجہ سے ان پر تین خدا لازم ہوگئے لہذا وہ یقیناً مشرک ہیں، ان کا

---

[1] القرآن الکریم ۳ / ۸۵
[2] ؍؍ ۵ / ۵۱
[3] ؍؍ ۶ / ۶۸
[4] ؍؍ ۱۶ / ۱۰۶

دعویٰ توحید ہوا میں پاؤں رکھنے کے مترادف ہے۔ اگر ہم آخری درجہ پر فرض کرلیں کہ وہ مشرک نہیں تاہم ان کے کفر یعنی کافر ہونے میں بات کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اس لئے کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نہ ہو وہ کافر ہے اور جو انھیں کافر نہ جانے وہ خود کفر میں ان کے ساتھ برابر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے (اور اس کا طلبگار ہو) تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا بلکہ وہ دارِ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔ لہٰذا ہر کافر سے دوستی اور ملاپ سخت منع، حرام اور بہت بڑا گناہ ہے۔ اور اگر دینی رجحان کی بنا پر ہو تو بلا شبہہ کفر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: جو کوئی تم میں سے ان (کافروں) سے دوستی رکھے گا تو بلا شُبہہ وُہ انھی میں سے ہے۔ اور اگر مجلس اور میل جول بر بنائے ضرورت بقدرِ ضرورت بغیر دوستی اور انس و محبّت کے، بلا تعظیم و تکریم اور بغیر دینی نقصان یا کمزوری کے ہو تو اس کی اجازت اور رخصت ہے، بصورتِ دیگر میل جول اور مجلس بھی حرام ہے، ہاں اگر کوئی فریق مخالف کے جبر و اکراہ کے باعث مجبور ہو جائے تو وہ مستثنیٰ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ یاد آجانے کے بعد ظالموں کے پاس ہرگز نہ بیٹھ۔ نیز ارشاد فرمایا: "کفریہ بات زبان سے نکالنی کفر ہے" مگر اس حالت میں کہ کسی پر زبردستی کی جائے (یعنی اسے کلمۂ کفر کہنے پہ مجبور کیا جائے مترجم) تو وہ (اپنی جان بچانے کے لئے۔ مترجم) کلمۂ کفر کہہ سکتا ہے بشرطیکہ اس کا دل (بدستور) ایمان پر قائم اور مطمئن ہو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۲۴ تا ۱۲۶)

(۸) کیا تائیدِ کفر میں فیصلہ کرنے والا مسلمان گنہ گار ہوگا؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

ضرور کہ اس کا یہ حکم قرآن عظیم کے مطابق نہ تھا،

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰٓئک ھم الفسقون[1] ۝ واللہ تعالٰی اعلم۔

اور جو کوئی اللہ تعالٰی کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی فاسق (نافرمان) ہیں۔ اور اللہ تعالٰی سب سے زیادہ جاننے والا ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۳۰)

(۹) تقرب اولیاء اللہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

محبوبانِ خدا کی طرف تقرب مطلقاً ممنوع نہیں جب تک بروجہ عبادت نہ ہو۔ تقرب

---

[1] القرآن الکریم ۵/۴۷

نزدیکی چاہتے رضامندی تلاش کرنے کو کہتے ہیں اور محبوبانِ بارگاہِ عزت مقربانِ حضرت صمدیت علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نزدیکی و رضا ہر مسلمان کو مطلوب ہے اور وہ افعال کہ اس کے اسباب ہوں بجا لانا ضرور محبوب، کہ ان کا قرب بعینہٖ قربِ خدا اور ان کی رضا اللہ کی رضا ہے۔

قال اللہ تعالٰی "واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[1]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ایمان والوں کے لئے اللہ تعالٰی اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ انھیں راضی کیا جائے۔(ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الصدقۃ یبتغی بہا وجہ اللہ تعالٰی والہدیۃ یبتغی بہا وجہ الرسول و قضاء الحاجۃ[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبدالرحمٰن بن علقمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

صدقے سے اللہ عزوجل کی رضا مطلوب ہوتی ہے اور ہدیہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رضا اور اپنی حاجت روائی منظور ہوتی ہے (امام طبرانی نے اس کو معجم کبیر میں حضرت عبدالرحمٰن بن علقمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ت)

درمختار میں ہے:

فی المنیۃ انا لانسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الاٰدمی بہٰذا النحر و نحوہ فی شرح الوہبانیۃ عن الذخیرۃ[3]۔

منیہ میں ہے کہ ہم کسی مسلمان کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس قربانی اور اس جیسے کام سے کسی آدمی کا تقرب چاہتا ہے۔ شرح وہبانیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ انہ یتقرب الی الاٰدمی ای علی وجہ العبادۃ لانہ المکفر وہٰذا بعید من حال المسلم[4]

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۲

[2] کنزالعمال بحوالہ طب عن عبدالرحمٰن بن علقمۃ حدیث ۱۵۹۹۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۴۸

[3] درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۰

[4] ردالمحتار " داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۹۷

مصنّفِ درمختار کا قول ہے کہ کسی آدمی کا تقرب چاہتا ہو یعنی اس تقرب سے عبادت مراد ہو تو یہ کفر ہے اور یہ چیز مسلمان کے حال سے بعید ہے۔

ہاں جو شخص عبادتِ غیر کا قصد کرے ضرور مشرک ہے، مگر یہ قصد مسلمان کلمہ گو سے بے اُس کے صریح اقرار کے کہ وُہ غیر خدا کو معبود جانتا ہے محض اپنے ظنوں سے ثابت نہ ہوگا، یہ سب سے بدتر بدگمانی ہے اور بدگمانی سب سے سخت تر جھوٹ اور اشد حرام۔

قال اللہ تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ رواہ الائمۃ مالک[2] والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

لوگوں سے گمانِ بد کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے، الحدیث (ائمہ کرام مثلاً امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، امام ترمذی نے بحوالہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے روایت کیا ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۳۲ تا ۱۳۴)

(۱۰) اللہ ورسول کی گستاخیاں لکھنے اور ان کی معاونت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

اللہ عزوجل و قرآن عظیم و محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں ایسے ملعون کلمات ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں اُن سب پر اللہ تعالٰی کی لعنت اُترتی ہے وہ اللہ ورسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں قہرِ الٰہی کی آگ ان کے لئے

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۶

جامع الترمذی ابواب البر باب ماجاء فی سوء الظن امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰

صحیح البخاری کتاب الوصایا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

مؤطا امام مالک باب ماجاء فی المہاجرۃ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۰۶

بھڑکتی ہے صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں، اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے قلم سے لکھتے، مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے یا پتھر پہ اس کا ہلکا بھرا بناتے ہیں، ہر کلمے پر اللہ عزوجل کی سخت لعنتیں ملائکۃ اللہ کی شدید لعنتیں اُن پر اُترتی ہیں۔ یہ میں نہیں کہتا، قرآن فرماتا ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدّ لھم عذاباً مھیناً[1]

بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو، ان پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا و آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۳۷)

(۱۱) مزید فرمایا:

ایسے اشد فاسق فاجر اگر توبہ نہ کریں تو ان سے میل جول ناجائز ہے ان کے پاس دوستانہ اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے پھر مناکحت تو بڑی چیز ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

واما ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اگر تجھے شیطان (غلط قسم کی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت کا حکم) بھلا دے تو یاد آجانے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

اور جو ان میں اس ناپاک کبیرہ کو حلال بتائے اس پر اصرار و استکبار و مقابلہ شرع سے پیش آئے وُہ یقیناً کافر ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے، اس کے جنازے کی نماز حرام، اسے مسلمانوں کی طرح غسل دینا، کفن دینا، دفن کرنا، اس کے دفن میں شریک ہونا، اس کی قبر پر جانا سب پر حرام ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

ولا تصل علٰی احد منھم مات ابدا ولا تقم علٰی قبرہ[3]

جب ان کافروں میں سے کوئی مرجائے تو کبھی اس پر نماز مت پڑھو اور نہ اس کی قبر پر

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷
[2] " ۶/ ۶۸
[3] " ۹/ ۸۴

کھڑے ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۳۹)

(۱۲) گیارھویں شریف ومجلس میلاد مبارک داخل ایمان اور معنیٰ اٰمنت باللہ میں شامل ہے یا نہیں، اس بارے میں فرمایا:

مجلس میلاد مبارک ویازدہم شریف میں دو حیثیتیں ہیں: ایک حیثیت خصوص فعل اس طور پر تو ظاہر حتی کہ نماز روزہ بھی داخلِ ایمان وجزءِ ایمان نہیں، اٰمنت باللہ (میں اللہ پر ایمان لایا۔ ت) میں ان کا بھی ذکر صریح نہیں۔ دوسری حیثیت مقصد ومنشا یعنی محبت وتعظیم حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ محبت وتعظیم اہلبیت وصحابہ واولیاء وعلماء رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی اس میں داخل ہے، یہ ضرور رکنِ ایمان ہے،

قال اللہ تعالٰی "وتعزروہ وتوقروہ"[1]

اللہ تعالٰی نے (قرآن مجید میں) ارشاد فرمایا: ان کی (یعنی حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی) تعظیم وتوقیر کرو۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[2]

اور حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں میں اس وقت تک کوئی ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (یعنی وہ سب سے زیادہ مجھے محبوب رکھے)۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۵۰، ۱۵۱)

(۱۳) روافض سے میل جول رکھنے کے بارے میں فرمایا:

رافضیوں سے میل جول حرام ہے اور اس کا مرتکب اگر رافضی نہ بھی ہو تو سخت درجہ کا فاسق فاجر ضرور ہے اور جب وہ اس پر اصرار کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ خود اس سے ملنا جلنا ترک کر دیں۔

قال اللہ تعالٰی "واما ینسینک الشیطٰن فلاتقعد بعد الذکری

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۹

[2] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالٰی نے (قرآن مجید میں) ارشاد فرمایا: اگر شیطان تمھیں بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۵۲)

(۱۴) سُود کھانے والوں سے محبت رکھنے کے بارے میں فرمایا:

سُود خوار سے محبت اگر اپنی کسی قرابت، رشتہ، جائز احسان کی وجہ سے ہے تو اس قدر پر انسان مجبور ہے اور بے اس کے اُس سے بھی خلط ملط منع ہے،

فی التفسیر الاحمدی بعد ماذکر شمول الکریمۃ المتلوۃ الکافر والمبتدع و الفاسق ان القعود مع کلھم ممنوع[2]

تفسیر احمدی میں یہ ذکر کرنے کے بعد کہ اوپر ذکر کردہ آیۃ کریمہ ہر کافر، بدعتی اور فاسق کو شامل ہے یہ بیان فرمایا کہ ان سب کے پاس بیٹھنا شرعًا منع ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۵۲)

(۱۵) بھنگیوں کے گھر کے کھانے پر فاتحہ و ایصال ثواب کرنے والے زید کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

زید بیقید کا یہ فعل بہت ناپاک و بد ہے، یہاں علی العموم بھنگی کفّار ہیں، اور کافر کی کوئی نیاز کوئی عمل قبول نہیں، نہ ہرگز اس پر ثواب ممکن جسے پہنچایا جائے،

قال اللہ تعالٰی "وقدمنا الٰی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا ۝"[3]

اللہ تعالٰی نے (قرآن مجید میں) ارشاد فرمایا: اور ہم نے ان کاموں کا ارادہ کیا جو انھوں نے (دنیاوی زندگی میں) کئے پھر ہم انھیں بکھرا ہوا گرد و غبار بنا کر اُڑا دیں گے۔ (ت)

اس کے کھانے پر فاتحہ دینا اس کے ثواب پہنچنے کا اعتقاد ہے اور یہ قرآن عظیم کے خلاف ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۵۳)

(۱۶) ایک سوال آیا کہ اگر ہماری بستی کے لوگوں کو شادی بیاہ کے موقع پر تاشہ بجانے سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] التفسیرات الاحمدیۃ تحت الآیہ ۶/ ۶۹ مطبعہ کریمیہ بمبئی ص ۳۸۸

[3] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

روکا جائے تو کئی لوگوں کے مذہب سے پھر جانے کا خدشہ ہے، کیا کیا جائے، اس کے جواب میں فرمایا:

سُنّی مسلمانوں کو دین پر ایسا بودا اوپوچ اعتقاد نہ چاہئے کہ گناہ کی اجازت نہ ملے تو دین ہی سے پھر جائیں، دین پر اعتقاد ایسا چاہئے کہ لاتشرك بالله وان حرقت (اللہ تعالٰی کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اگرچہ تجھے جلا دیا جائے۔ ت) اگر کوئی جلا کر خاک کر دے تو دین سے نہ پھرے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن الناس من یعبد اللہ علٰی حرف فان اصابہ خیر اطمان بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب علٰی وجہہ خسر الدنیا والاٰخرۃ ذٰلک ھو الخسران المبین۔[1]

کچھ لوگ کنارے پر کھڑے اللہ کو پوجتے ہیں اگر کوئی بھلائی پہنچی جب تو خوش ہیں اور کوئی آزمائش ہوئی تو اُلٹے منہ پلٹ گئے ایسوں کا دُنیا و آخرت دونوں میں گھاٹا ہے یہی صریح زیاں کاری ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۵۴)

(۱۷) اہلِ قبلہ کون ہیں؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

اہلِ قبلہ وہی ہے کہ جمیع ضروریاتِ دین پر ایمان لاتا ہو اور کوئی قول وفعل قاطع ایمان اُس سے صادر نہ ہو ورنہ صرف قبلہ کی طرف ہماری کی سی نماز پڑھنا اور ہمارا ذبیحہ کھانا بنصوصِ قطعیہ قرآن ایمان کے لئے کافی نہیں، منافقین یہ سب کچھ کرتے تھے اور یقیناً کافر تھے۔

قال تعالٰی "لایاتون الصلوٰۃ الا وھم کسالٰی"[2]، وقال تعالٰی "اذا جاءك المنٰفقون قالوا نشھد انك لرسول اللہ واللہ یعلم انك لرسولہ واللہ یشھد ان المنٰفقین لکاذبون[3] الٰی اٰخر الرکوع الشریف، وقال تعالٰی "ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ واٰیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون۝ لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[4]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ (اہلِ نفاق) نماز ادا نہیں کرتے مگر جی ہارے سُستی سے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ اللہ تعالٰی کے رسول ہیں، اور اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق نرے جھوٹے ہیں، آخر رکوع شریف تک یہی ذکر ہے)۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر آپ اُن سے پوچھیں (کہ یہ تم کیا کر رہے ہو) تو جھوٹ کہہ دیں گے یہ تو ہم ہنسی کھیل کر رہے ہیں،

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۱۱ — [2] القرآن الکریم ۹/۵۴

[3] 〃 〃 ۶۳/۱ — [4] 〃 〃 ۹/۶۵ و ۶۶

(ان سے) فرمادیجئے کیا اللہ تعالٰی، اس کی آیتوں اور اس کے رسول (گرامی) سے ہنسی مذاق کر رہے ہو (یعنی کیا تم نے اتنا بھی نہ سوچا کہ اپنے مذاق کا محل کس کو بنا رہے ہو) لہٰذا اب بے جا بہانے نہ بناؤ کیونکہ اب تم اپنے ایمان کے بعد (کھلے) کافر ہو گئے ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۶۴)

(۱۸) کچھ بااثر مسلمان ہنود کے افعال ہولی وغیرہ میں ان کو برا سمجھتے ہوئے صرف اس لئے شریک ہوئے کہ اُن کے ساتھ اتفاق واتحاد ہو جائے گا تو ہم بھی ان سے تعزیہ اٹھوائیں گے۔ ان لوگوں کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اُن پر بھی توبہ اور تجدیدِ اسلام فرض ہے تائب ہوں اور نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر اپنی عورتوں سے نکاح دوبارہ کریں اور مصلحتِ ملعونہ اتحاد کہ اُن کے قلب میں ابلیس نے القا کی، وہ خود کب حلال ہے، کافر و مومن میں اتحاد کیسا۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء[۱]

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ ٹھہراؤ۔

اور فرماتا ہے:

لا یتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین[۲]

ایمان والے ایمان والوں کے سوا کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔

اور فرماتا ہے:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوآدون من حآد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم[۳]

تم نہ پاؤ گے انھیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت کے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے مخالفت کی اللہ ورسول کی اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا کنبے والے ہوں۔

اور فرماتا ہے:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[۴]

تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے۔

۱؎ القرآن الکریم ۶۰/۱ ۲؎ القرآن الکریم ۳/۲۸

۳؎ " ۵۸/۲۲ ۴؎ " ۵/۵۰

کفار سے امورِ دُنیوی مثل تجارت وغیرہا میں موافقت کی جاسکتی ہے جہاں تک مخالفتِ شرع نہ ہو مگر اُن کے امورِ مذہبی میں موافقت اور وہ بھی معاذ اللہ اس حد تک ضرور لعنتِ الٰہی اُترنے کی باعث ہے اور وہ بیہودہ خیال کہ ہم اُن سے تعزیہ اُٹھوالیں گے سخت جہالت ہے، تعزیہ مسلمانوں کی کوئی عید نہیں بلکہ جُہّال نے اسے موسمِ ماتم بنا رکھا ہے، مسلمانوں کا کوئی امر مذہبی نہیں بلکہ مذہب میں ممنوع و ناروا ہے، ہندوؤں کے مذہب میں ان کی ممانعت نہیں، اودھ میں بہتیرے ہندو آپ ہی تعزیہ بناتے اور اٹھاتے ہیں بخلاف ہولی کہ عیدِ کفار ہے اور اُن کا مذہبی شعار ہے، اور دینِ اسلام میں سخت حرام ہے تو یہ اس کا معاوضہ کیسے ہوسکتا ہے، ایسا ملعون اتحاد منانے والے کیا ہنود سے یہ قرارداد لے سکتے ہیں کہ وہ عیدِ اضحٰی میں ان کا ساتھ دیں گے، گائے یہ پچھاڑیں چھوٹی سی بچھیا وہ بھی لٹائیں گے، سیر بھر یہ کھائیں تو پاؤ بھر وہ بھی کھالیں گے، ایسا ہوتا تو کچھ جاہلانہ معاوضہ کا گمان ممکن تھا کہ عیدِ اضحٰی مسلمانوں کی عید ہے اور گاؤکشی اُن کا مذہبی مسئلہ، اور ہندوؤں کے یہاں حرام ہے، اُن سے کہہ کر دیکھیں کیا جواب ملتا ہے، اس وقت کُھل جائے گا کہ اس ملعون اتحاد کی تالی ایک ہی ہاتھ سے بجی، ہندو اپنے مذہب پر قائم ہیں اور تم مسلمان اپنے دین سے نکل گئے، ایسوں کو رُکنِ اسلام کہنا اسلام کی توہین کرنا ہے۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت دے اور شیطان ملعون کے دھوکوں سے بچائے، اگر یہ لوگ نہ مانیں اور ایسے ہی اعلان کے ساتھ توبہ نہ کریں جس اعلان کے ساتھ وہ کفریات کئے تھے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کو چھوڑ دیں اُن سے میل جول سلام کلام سب ترک کردیں۔ قال اللہ تعالٰی:

وامّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اگر کہیں تمہیں شیطان بُھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۶۷، ۱۶۸)

(۱۹) اسی نوعیت کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

ان لوگوں کو اگر اسلام عزیز ہے اور یہ جانتے ہیں کہ قیامت کبھی آئے گی اور اللہ واحد قہار کے حضور جانا ہوگا، تو ان پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور ایسی ناپاک مجلسوں سے دُور بھاگیں نئے سرے سے کلمۂ اسلام اور اپنی عورتوں سے نکاحِ جدید کریں ورنہ عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں۔ قال اللہ تعالٰی،

یٰایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

انہ لکم عدو مبین[1]

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ، اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا اور واضح دشمن ہے (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۷۱)

(۲۰) بدگمانی کی حرمت میں قرآنی آیات سے تائید پیش کرتے ہوئے فرمایا:

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2]

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا[3]

غیر یقینی بات کے پیچھے نہ جا بیشک کان، آنکھ اور دل سب سے پرسش ہونی ہے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۷۲، ۱۷۳)

(۲۱) مستند علماء دین کے فتاوٰی کو نہ ماننے اور دینی امور میں من مانی کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

یہ شخص اگر خود عالم کامل نہیں تو مستند علمائے دین کے فتوے نہ ماننے کے سبب ضال و گمراہ ہے۔ قرآن عظیم نے غیر عالم کے لئے یہ حکم دیا کہ عالم سے پوچھو نہ یہ کہ جس پر تمہارا دل گواہی دے عمل کرو۔ قال اللہ تعالٰی:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون[4]

علم والوں سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں علم نہ ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۷۳)

(۲۲) نومسلم خاکروب کے ساتھ کھانے پینے والے مسلمان کی ہنسی اڑانے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

یہ ہنسی اڑانے والا سخت گنہگار ہوگا۔ قال اللہ تعالٰی:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸
[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲
[3] " ۱۷/ ۳۶
[4] " ۱۶/ ۴۳

یایھا الذین اٰمنوا لایسخر قوم من قوم عسٰی ان یکونوا خیرا منھم و لانساء من نساء عسٰی ان یکن خیرا منھن[1]

اے ایمان والو! کوئی قوم کسی دوسری قوم سے ہنسی مذاق نہ کرے، کیا خبر، شاید وُہ (جن سے ہنسی مذاق کیا گیا) ہنسی کرنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے ہنسی مذاق کریں شاید وہ ہنسی مذاق کی جانے والی عورتیں ان سے بہتر ہوں (مقصد یہ کہ کوئی دوسرے کو کمتر اور کمتر نہ سمجھے، ہوسکتا ہے کہ انجام کے لحاظ سے وُہ کمتر اس بالاتر سے اچھا اور افضل ہو) (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۷۴)

(**۲۳**) مستحبات کو بدعتِ سیئہ قرار دے کر ان سے روکنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

کتبِ عقائد میں تصریح ہے کہ تحلیل حرام و تحریم حلال دونوں کفر ہیں یعنی جو شَے مباح ہو جسے اللہ و رسول نے منع نہ فرمایا اُسے ممنوع جاننے والا کافر ہے جبکہ اس کی اباحت وحلت ضروریاتِ دین سے ہو یا کم ازکم حنفیہ کے طور پر قطعی ہو ورنہ اس میں شک نہیں کہ بے منع خدا و رسول منع کرنے والا شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے اور اللہ عزّوجل پر بہتان اٹھاتا ہے اور اس کا ادنٰی درجہ فسق شدید وکبیرہ وخبیثہ ہے، قال اللہ تعالٰی:

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[2]

اور جو کچھ تمھاری زبانیں جھُوٹ بیان کرتی ہیں (اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ) یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ تعالٰے پر جھُوٹ باندھو (یاد رکھو) جو اللہ تعالٰے پر جھُوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی (نیز اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا):

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون[3]

اللہ تعالٰے کے ذمّے وہی لوگ جھوٹا الزام لگاتے ہیں جو (درحقیقت) ایمان نہیں رکھتے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۷۵)

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۱

[2] ؍؍ ۱۶/ ۱۱۶

[3] ؍؍ ۱۶/ ۱۰۵

(۲۴) عظمت ومحبت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:
کاش مسلمان اتنا ہی کریں کہ اللہ ورسول کی محبت وعظمت کو ایک پلّہ میں رکھیں اپنے ماں باپ کی الفت وعزّت کو دوسرے میں، پھر دشمنان وبدگویان محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے اتنا ہی برتاؤ کریں جو اپنی ماں کو گالیاں دینے والے کے ساتھ برتتے ہیں تو یہ صلح کُلی، یہ بے پرواہی، یہ سہل انگاری، یہ نیچری ملعون تہذیب سدِّ راہ ایمان نہ ہو ورنہ ماں باپ کی محبت وعزّتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی محبت وعزّت سے زائد ہو کر ایمان کا دعوٰی محض باطل اور اسلام قطعاً زائل، والعیاذ باللہ تعالٰے (اللہ تعالٰے کی پناہ۔ت) قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا۔ ت):

الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لایفتنون[1]

کیا لوگ اس گھمنڈ میں پڑے گئے کہ وہ صرف اتنا کہنے پر کہ ہم ایمان لائے، چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔(ت)

زبان سے سب کہہ دیتے ہیں کہ ہاں ہمیں اللہ ورسول کی محبت وعظمت سب سے زائد ہے مگر عملی کارروائیاں آزمائش کرادیتی ہیں کہ کون اس دعوے میں جھوٹا اور کون سچا۔

ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوھاب[2]

اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو نہ پھیر جبکہ تُو نے سیدھی راہ دکھادی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت سے نواز دے، یقیناً تُو ہی بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۷۷)

(۲۵) ہنود کی طرف سے حکومت خود اختیاری کی تحریک میں مسلمانوں کی شرکت کے بارے میں ایک استفسار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا[3]

ضرور ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن یہود اور مشرکوں کو پاؤ گے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/ ۱ و ۲ [2] القرآن الکریم ۳/ ۸
[3] " ۵/ ۸۲

اور فرماتا ہے:

یاایھا الذین لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالاً ودّوا ماعنتّم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون[1]

اے ایمان والو! اوروں کو اپنا دلی دوست نہ سمجھو وہ تمھاری ضرررسانی میں کمی نہیں کرتے، اُن کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو، دشمنی اُن کے منہ سے ظاہر ہو رہی ہے اور وہ جو اُن کے سینوں میں دبی ہے بہت زیادہ ہے ہم نے روشن نشانیاں تمھیں بتادیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

اس ارشادِ الٰہی کے بعد کیا کوئی عاقل دیندار مسلمان ہنود کی شورش میں ان کا ساتھ دینا روا رکھے گا اور وقت پر زبانی باتوں کے دھوکے میں آکر بالآخر اُن سے اسلام و مسلمین کے ساتھ نیک برتاؤ اور دلی دوستی کی امید رکھے گا اس حکومت با اختیار کا حاصل اگر ہندوستان میں صرف اس قدر ہوا کہ اوپر کی کونسلوں میں ہندو ممبر بکثرت کر دیے گئے اور امورِ انتظامیہ کے سوا دیگر احکام میں ان کی رائے سُنی گئی اور کثرت پر فیصلہ ہوا جب تو ظاہر کہ ہر طرح ہنود کی جیت ہے اُنھیں کی کثرت رہے گی اور اُنھیں کی بات، جیسا کہ بعض وقائع مذکورۂ سوال اس کا نمونہ ہیں، نیچر کی کمیٹیوں میں اُن کے اور تمھارے حالات و عادات جو سُنے گئے وہ اور بھی اُن کے مؤید ہیں یعنی یہ کہ بہت ہنود نہ فقط اپنے حفظِ حقوق بلکہ مسلمانوں کی پامالیِ حقوق میں بدیع کوشش کرتے ہیں اور بہتیرے مسلمان ممبر دَم نہیں مارتے بلکہ بعض تو صلح کل و بے تعصب بننے کو اُلٹا ان کا ساتھ دیتے ہیں، مسلمانوں کی تعداد ایک تو کم تھی ہی اور بھی کم رہ جاتے ہیں آخر بار ہا یالی ہنود کے ہاتھ رہتا ہے، اب اس کا اثر جزئیات پر پڑتا ہے، اُس حالت میں کلیات پر پڑے گا، گورنمنٹ کو مسلمانوں ہندوؤں کے معاملہ میں نہ کسی کی طرفداری نہ کسی سے خصومت۔ جب ہندوستانی ممبر بڑھے اور کثرت ہنود کی ہوئی تو اب احکام ان رایوں سے فیصل ہو کر آئیں گے جو ایک قوم کی ذاتی طرفدار اور دوسروں کی ذاتی مخالف ہے اس وقت وہ اسی لئے مسلمانوں کو بُلا رہے ہیں کہ یُوں اختیارات اپنے کرلیں اور اُنھیں کی کوششوں سے اُن کے حقوق پامال کرنے پر خاطر خواہ قادر ہو جائیں گے جب یہ جم گئی پھر کیا ہوتا ہے ع

دریغ سود ندارد چو کار رفت از دست

(جب کام ہاتھ سے نکل جائے تو پشیمان ہونے کا کچھ فائدہ نہیں۔ت)

ع مرد آخر بیں مبارک بندہ است

(نتیجہ کو دیکھنے والا مرد بابرکت آدمی ہے۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

اور اگر بالفرض حکومت خود اختیاری اپنے حقیقی معنی پر ملی تو وقت سخت تر ہے غور کرو اس وقت کہ ملک ان کے ہاتھ میں نہیں تمھارے مذہبی شعائر میں کتنی رُکاوٹیں ڈالتے ہیں، رات دن کوشاں رہتے ہیں اور اپنی کثرتِ تعداد و کثرتِ مال کے سبب کچھ نہ کچھ کامیاب ہوتے رہتے ہیں، جب اختیارات اُن کے ہاتھ میں ہوئے اس وقت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے، مثلاً اُس وقت تو قربانیاں ان قیود وحدود کے ساتھ کہ اُن کا لگایا جانا بھی شورشِ ہنود کے باعث ہے ہوبھی جاتی ہیں اس وقت قتلِ انسان سے بڑھ کر جُرم ٹھہریں گی اور مسلمانوں کو مجبورانہ اپنا یہ شعارِ دینی بند کرنا پڑے گا۔ کیا گورنمنٹ تنہا تمھیں ملک دے دے گی کہ اُس میں خالص احکامِ اسلام جاری کرو، یہ تو ممکن نہیں، نہ تنہا اُن کو ملے، پھر شرکت رکھو گے یا ملک بانٹ لو گے کہ ایک حصہ میں تم اسلامی احکام جاری کرو ایک میں وُہ اپنے مذہبی احکام جو تمھاری شریعت کی رُو سے احکامِ کفر ہیں، برتقدیرِ ثانی ظاہر ہے کہ ہندوستان کا کوئی شہر اسلامی آبادی سے خالی نہیں تو اُن لاکھوں مسلمانوں پر اپنی شریعتِ مطہرہ کے خلاف احکام تم نے اپنی کوششِ متفقہ سے جاری کرائے اور اس کے تم ذمہ دار ہوئے اور

من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکٰفرون ○ ھم الظّٰلمون ○ ھم الفٰسقون○[1]

جو کچھ اللہ تعالٰی نے نازل فرمایا (بندوں پر اتارا) جو لوگ اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر، ظالم اور نافرمان ہیں (ت)

کے تمغے پائے، برتقدیرِ اول کیا ہنود راضی ہوجائیں گے کہ ملک مشترک ہو اور احکام تنہا احکامِ اسلام، ہرگز نہیں، آخر تمھیں اُن کے ساتھ کسی نہ کسی قانون خلافِ اسلام پر راضی ہونا اور اپنی رضا وسعی سے مسلمانوں کو اس کا پابند کرنا پڑے گا اور قرآنِ عظیم سے وہی تین خطابوں کا تمغہ ملے گا، یہ سب اُس وقت ہے کہ جھگڑا نہ اُٹھے اور اگر پھُوٹ پڑی اور تجربہ کہتا ہے کہ ضرور پڑے گی اُس وقت اگر ہنود حسبِ عادت آپ بے قصور بنے اور سب ڈھلی بگڑی تمھارے سر ڈالی تو زمین میں بیٹھے بٹھائے فساد اُٹھانے اور حکمِ الٰہی لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[2] (لوگو! اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ ت) کی مخالفت کرکے خود اپنی اور لاکھوں ناکردہ گناہ مسلمانوں کی جان وعزت معرضِ خطرہ میں ڈالنے کا ذمہ دار کون ہوگا۔ اللہ عزّوجل سیدھی سمجھ دے۔ آمین!

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۷۹ تا ۱۸۱)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۴۴، ۴۵، ۴۷

[2] " " ۲/ ۱۹۵

(۲۶) بدمذہبوں کے ساتھ اہل سنّت و جماعت کے میل جول کے بارے میں فرمایا:

سُنیوں کو غیر مذہب والوں سے اختلاط میل جول ناجائز ہے خصوصًا یُوں کہ وہ افسر ہوں یہ ماتحت۔ قال اللہ تعالٰی:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اگر تجھے شیطان کبھی بھُول میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ (ت)

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

تم اُن سے دُور رہو اور وہ تم سے دُور رہیں کہیں تمھیں گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۸۴)

(۲۷) ہنود کے تہواروں میں شریک ہونے والے اور ان کی رسومات کو مستحسن جاننے والے مسلمان کے بارے میں فرمایا:

مراسمِ کفر کی اعانت اور اُن میں شرکت ممنوع و ناجائز و گناہ اور مخالفتِ حکم الٰہی ہے۔

قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[3]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

حدیث میں ارشاد ہوا:

من سود مع قوم فھو منھم[4] وفی لفظ من کثر سواد قوم فھو منھم[5]۔

جو کسی قوم کی جماعت میں شریک ہو کر اُن کا گروہ بڑھائے وہ اُنھیں میں سے ہے۔

خصوصًا توہینِ مسجد پر اعانت کہ بہت سخت تر ہے، پھر اگر یہ باتیں شامتِ نفس اور طمعِ دُنیا سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰
[3] القرآن الکریم ۵/ ۲
[4] کنز العمال بحوالہ خط عن انس حدیث ۲۴۶۸۱ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۰
[5] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن ابن مسعود ،، ۲۴۷۳۵ ،، ،، ۹/ ۲۲

ہوں تو صرف استحقاق جہنم ہے اور اگر کسی رسم کفر کے پسند و رضا کے ساتھ ہوں تو کھلا کفر ہے۔
غمز العیون میں ہے:

من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ[1]

جس شخص نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا تو وہ باتفاقِ مشائخ کافر ہوگیا۔ (ت)

مسلمانوں کو ایسے شخص سے میل جول منع ہے، اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اگر تمھیں شیطان کسی بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسّکم النّار[3]

(لوگو!) ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۸۶، ۱۸۷)

(۲۸) بد مذہبوں کے پیشوا کا استقبال کرنے والے مسلمانوں کے بارے میں فرمایا:

ان پر فرض ہے کہ جس اعلان کے ساتھ ان ناپاک حرکتوں سے شیطان پھیلایا اور بے پڑھے مسلمانوں کا دین ڈھایا ابلیس لعین کا پھریرا سرِ بازار اُڑایا اُسی اعلان کے ساتھ عام مجمعوں میں توبہ کریں اور مناسب کہ از سرِ نو کلمۂ اسلام پڑھیں پھر اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں، اگر توبہ نہ مانیں تو ایسے لوگ اس قابل بھی نہیں کہ مسلمان ان کو اپنے پاس بیٹھنے دیں سُنّی مدرسے کی رکنیت تو بڑی چیز ہے، اس حال پر بھی جو انھیں رکنِ مدرسہ دینیہ رکھیں گے اللہ و رسول و مسلمین سب کے خائن و بدخواہ ہوں گے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[4]

ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تم کو دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۵

[2] القرآن الکریم ۶/۶۸ [3] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

[4] 〃 ۱۱/۱۱۳

دوسری آیت میں ارشاد ہوا :

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[1]

اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۹۰)

(۲۹) ایک سُنّی عالم کے بارے میں سوال ہوا کہ اس نے اپنی تحریر کا آغاز حمد و نعت سے نہیں کیا، اس کے جواب میں فرمایا :

جب سوال میں اعلان دہندہ کے سُنّی ذی علم ہونے کا اقرار ہے تو سُنّی خصوصًا ذی علم پر ایسی باتوں میں مؤاخذہ کوئی وجہ نہیں رکھتا، شروع میں حمد و نعت نہ لکھنا ممکن کہ بلحاظِ ادب ہو کہ ایسے پرچے لوگ احتیاط سے نہیں رکھتے، اور وقتِ تحریر زبان سے ادا کرلینا کافی ہے۔ جیسا امام ابن الحاجب نے کافیہ میں کیا، مسلمان پر نیک گمان کا حکم ہے۔ قال اللہ تعالٰی :

ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسھم خیرا۔[2]

مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو اپنوں پر اچھا گمان کرنا چاہیے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۹۴)

(۳۰) تصویر کھنچوانے سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

جس کا کھینچنا حرام ہے کھنچوانا بھی حرام ہے، شرع مطہرہ کا قاعدہ ہے :

ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ،[3] قال اللہ تعالٰی "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"۔[4]

جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا : (لوگو!) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ (ت)

وقال تعالٰی "کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون"۔[5]

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸ [2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۲

[3] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۱۸۹

[4] القرآن الکریم ۵/ ۲

[5] " ۵/ ۷۹

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: جو بُرا کام لوگ کیا کرتے اہل کتاب اس کے کرنے سے ایک دوسرے کو نہ روکتے، کتنا بُرا رویّہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔ (ت)

مگر مواضع ضرورت مستثنٰی رہتے ہیں الضرورات تبیح المحظورات[1] (ضرورتیں (مجبوریاں) ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں۔ ت) اور حرجِ بیّن وضرورت ومشقتِ شدیدہ کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے،

ماجعل علیکم فی الدین من حرج[2]، لاضرر ولاضرار[3]، یرید اللہ بکم الیسر و لایرید بکم العسر[4]

اللہ تعالٰی نے دینِ اسلام میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، نہ تو کسی سے نقصان اٹھاؤ اور نہ کسی کو نقصان پہنچاؤ، اللہ تعالٰی تم پر آسانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ تمھیں کسی تنگی میں ڈالنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۱۹۶، ۱۹۷)

(۱۳) رسالہ "جلی النص فی اماکن الرخص" میں مواضعِ رخصت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

امّا بعد، یہ چند سطور کاشفۃ الستور بعون الغفور لامعۃ النور (چند سطریں پردہ اٹھانے والی گناہ بخشنے والے روشن نور کی مدد سے۔ ت) اس بیان میں ہیں کہ بعض اوقات بعض ممنوعات میں رخصت ملتی ہے، اس کی اجمالی تفصیل کیا ہے، ظاہر ہے کہ نہ ہر ممنوع کسی نہ کسی وقت مباح ہوسکتا ہے نہ ہر وقت ایسا کہ کسی نہ کسی ممنوع میں رخصت کی قابلیت رکھتا ہے ادھر اس کے متعلق بعض قواعد فقہیہ میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے،

ایک اصل یہ ہے کہ درء المفاسد اھم من جلب المصالح[5] مفسدہ کا دفع مصلحت کی تحصیل سے زیادہ اہم ہے، حدیث ذکر کی جاتی ہے:

ترك ذرۃ مما نھی اللہ عنہ افضل من عبادۃ الثقلین[6]۔

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۱۸

[2] القرآن الکریم ۲۲/۷۸

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۱۳

[4] القرآن الکریم ۲/۱۸۵

[5] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۵

[6] ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״ ״

ایک ذرہ ممنوع شرعی کا چھوڑ دینا جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔
یہ قاعدہ مطلقاً لحاظ نہیں بتاتا ہے۔

دوم الضرورات تبیح المحظورات[1] مجبوریاں ممنوع کو مباح کردیتی ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اس کا استنباط کریمہ فاتقوا اللہ ما استطعتم[2] وکریمہ لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3] میں ہے یعنی مقدور بھر پرہیزگاری کرو، اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتا۔ یہ مطلقاً لحاظ ضرورت فرماتا ہے۔

سوم من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما[4] دو بلاؤں کا مبتلا اُن میں ہلکی کو اختیار کرے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) یہ کریمہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان[5] (مگر وہ شخص کہ جس پر زبردستی کی جائے جب اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔ت) سے ماخوذ ہے یہ قاعدہ دونوں اطلاق نہیں کرتا بلکہ موازنہ چاہتا ہے۔

چہارم الضرر یزال[6] (نقصان کو دور کیا جاتا ہے۔ت) ضرر مدفوع ہے۔ قال عزّوجل "ماجعل علیکم فی الدین من حرج"[7] (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) تم پر دین میں کوئی تنگی نہ رکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاضرر ولا ضرار۔ رواہ ابن ماجۃ عن عبادۃ[8] وکاحمد عن ابن عباس

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۱۸
[2] القرآن الکریم ۶۴/۱۶
[3] " ۲/۲۸۶
[4] کشف الخفاء حدیث ۲۳۹۸ دار الکتاب العلمیہ بیروت ۲/۲۰۷
الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۳
[5] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۶
[6] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الخامسۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۱۸
[7] القرآن الکریم ۲۲/۷۸
[8] سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام باب من بنی فی حقہ مایضر بجارہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۰
مسند امام احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۰۵

رضی اللہ تعالٰی عنہم بسند حسن۔

نہ ضرر ولا ضرار (ابن ماجہ نے اس کو حضرت عبادہ سے روایت کیا اور امام احمد نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ت)

ارتکابِ ممنوع بھی ضرر ہے تو یہ اصل اول سے موافق ہے، اور انسانی ضرورت بھی ضرر ہے تو اصل دوم کے مطابق ہے۔

پنجم المشقۃ تجلب التیسیر[1] مشقت آسانی لاتی ہے۔ اور اسی کے معنٰی میں ہے ماضاق امر الا اتسع[2] (کوئی معاملہ تنگ نہیں ہوا مگر اس میں کشادگی رکھی گئی۔ت) مولٰی سبحٰنہ فرماتا ہے:

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[3]۔

اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

اس کا دائرہ ضرورت ومجبوری سے وسیع تر ہے۔

ششم ماحرم اخذہ حرم اعطاؤہ[4] جس کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام۔

قال تعالٰی "لاتعاونوا علی الاثم والعدوان[5]"

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

ہفتم انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی[6]

اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر ایک کے لئے اس کی نیت۔

قال عزوجل:

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الثالثۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۰۵

[2] " " " " " " " ۱/۱۱۷

[3] القرآن الکریم ۲/۱۸۵

[4] الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدۃ الرابعۃ عشر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۸۹

[5] القرآن الکریم ۵/۲

[6] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲و۱۳

یایها الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[1]ط

اے ایمان والو! آپ ٹھیک رہو دُوسرے کا بہکنا تمھیں ضرر نہ دے گا جب تم راہ پر ہو۔

ہم دیکھتے ہیں حج میں مدت سے ٹیکس لئے جاتے ہیں اور اس سے حج ممنوع نہیں ہو جاتا، تجارتوں پر صدہا سال سے تمام دنیا میں ٹیکس اور چُنگیاں ہیں اس سے تجارت بند نہیں کی جاتی یہ قاعدہ ہفتم کے موافق ہے لیکن سُود کا لینا دینا دونوں حرام۔ حدیث صحیح میں دونوں پر لعنت فرمائی۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

الراشی والمرتشی کلاھما فی النار[2]

رشوت دینے اور لینے والا دونوں جہنم میں ہیں۔

یہ قاعدہ ششم کے مطابق ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۰۲ تا ۲۰۴)

(۳۲) تسخیر ہمزاد کے لئے عمل کرنے کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اُس کی تسخیر جو سفلیات سے ہو وہ تو حرام قطعی بلکہ اکثر صور میں کفر ہے کہ بے اُن کے خوشامد اور مدائح و مرضیات کے نہیں ہوتی اور جو علویات سے ہو وہ اگرچہ بصولت وسطوت ہے مگر اُس کا ثمرہ غالباً اپنے کاموں میں شیطان سے ایک نوع استعانت سے خالی نہیں ہوتا کہ وہ غلبۂ قاہرہ کہ ومن یزغ منھم عن امرنا نذقہ من عذاب السعیر[3] (اور ان میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے منہ پھیرے ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ ت)

جو استجابتِ دُعا ھب لی ملکا لاینبغی لاحد من بعدی[4] (مجھے ایسی بادشاہی دے ڈال جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ ت) سے ناشی ہر ایک کو کہاں نصیب، اور بالفرض نہ بھی ہو تو کافر شیطان کی مخالطت ضرور مورث تغیّر احوال و حدوث ظلمت، حضرت سیدنا شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کم از کم وہ ضرر کہ صحبتِ جن سے ہوتا ہے یہ ہے کہ آدمی متکبر ہو جاتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، تو راہِ سلامت اُس سے بُعد و مجانبت ہی میں ہے، رب عزّوجل تو اس دُعا کا

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

[2] کنز العمال بحوالہ طب ص حدیث ۱۵۰۷۷ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۳
الترغیب والترھیب الراشی والمرتشی مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۸۰

[3] القرآن الکریم ۳۴/ ۱۲

[4] ؍؍ ۳۸/ ۳۵

حکم دے کہ اعوذبك رب ان یحضرون[1] (اے میرے پروردگار! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس حاضر ہوں۔ ت) اور یہاں یہ رٹ لگائی جائے کہ حاضر شو حاضر شو، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم (حاضر ہوجا، حاضر ہوجا، اور اللہ تعالٰی کی پناہ، اور اللہ تعالٰی سب سے بڑا عالم ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۱۷، ۲۱۸)

(۳۲) دستِ غیب اور مصلّٰی کے نیچے سے اشرفی وغیرہ کا نکلنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

ہاں صحیح ہے مگر اس عملداری میں کمیاب بلکہ نایاب ہے۔ دستِ غیب کے نہایت درجہ کا حاصل اب صرف فتوحِ ظاہرہ و وسعتِ رزق ہونا ہے، پھر اگر دستِ غیب اس طرح ہو کہ جن کو تابع کرکے اس کے ذریعہ سے لوگوں کے مالِ معصوم منگوائے جائیں تو اشد سخت حرام کبیرہ ہے، اور اگر سفلیات سے ہو تو قریب بکفر اور علویات سے ہو تو خود یہ شخص مارا جائے گا یا کم از کم پاگل ہوجائے یا سخت سخت امراض و بلایا میں گرفتار ہو، اعمالِ علویہ کو ذریعہ حرام بنانا ہمیشہ ایسے ثمرے لاتا ہے اور اس کے حرام قطعی ہونے میں کیا شبہہ ہے،

قال اللہ تعالٰی "ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[2]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) اپنے مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔ (ت)

اور اگر کسی دوسرے کی ملک معصوم نہ لائی جاتی ہو بلکہ خزانۂ غیب سے اس کو کچھ پہنچایا جائے یا مالِ مباح غیر معصوم اور وہ جن کہ مسخر کیا جائے مسلمان ہو نہ کہ شیطان، اور اعمال علویہ سے ہو نہ کہ سفلیہ سے، اور اسے منگا کر مصارفِ محمودہ یا مباحہ میں صرف کرے، نہ کہ معاذ اللہ حرام و اسراف میں، تو یہ عمل جائز ہے، اور جو اس طریقے سے ملے اس کا صَرف کرنا بھی جائز کہ جس طرح کسبِ حلال کے اور طُرق ہیں اسی طرح ایک طریقہ یہ بھی ہے، دستِ غیب کا سب سے اعلٰی عمل، قطعی عمل، یقینی عمل جس میں تخلف ممکن نہیں اور سب اعمال سے سہل تر خود قرآن مجید میں موجود ہے، لوگ اسے چھوڑ کر دشوار دشوار ظنیات بلکہ وہمیات کے پیچھے پڑتے ہیں اور اس سہل و آسان یقینی و قطعی کی طرف توجہ نہیں کرتے،

قال اللہ تعالٰی "ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب[3]"۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۳ / ۹۸
[2] " ۲ / ۱۸۸
[3] " ۶۵ / ۲ و ۳

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا : جو اللہ سے ڈرے، تقوٰی و پرہیزگاری کرے اللہ عزوجل ہر مشکل سے اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اُسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔

اور دستِ غیب کسے کہتے ہیں، اسی طرح لوگ عملِ حُب کے پیچھے خستہ و خوار پھرتے ہیں اور نہیں ملتا۔ اور حُب کا سہل ویقینی و قطعی عمل قرآن عظیم میں مذکور ہے اس کی غرض نہیں کرتے۔

قال اللہ تعالٰی "ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودّا"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا : بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے قریب ہے کہ رحمان ان کے لئے محبت کر دے گا (دلوں میں ان کی حُب ڈال دے گا)۔

نسأل اللہ حسن التوفیق (ہم اللہ تعالٰی سے حُسنِ توفیق مانگتے ہیں۔ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۱۸، ۲۱۹)

(۴۳) جلسہ خلافت کمیٹی میں شرکت کے بارے میں سوال آیا جس کے ممبران ہنود و مشرکین کی دوستی کرتے ہیں اور ان کی رسومات کفریہ میں شریک ہوتے ہیں اور ان کی دعائے مغفرت کے لئے اشتہار چھاپتے ہیں، اس کے جواب میں ارشاد فرمایا :

اگر یہ امور واقعی ہیں تو ایسے جلسوں کی شرکت حرام ہے، اور جو ان میں شریک ہو قابلِ ملامت اور ناقابلِ امامت ہے، نہ وہ کہ احتراز کرے۔ دشمنانِ دین سے احتراز فرض ہے، اور فرض کا ترک موجبِ ملامت اور مانع امامت ہے نہ کہ اس کا بجالانا، اور کافر کے لئے دُعائے مغفرت و فاتحہ خوانی کفرِ خالص وتکذیبِ قرآنِ عظیم ہے کما فی العلمگیریۃ وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری اور اس کے علاوہ دوسرے فتاووں میں مسئلہ مذکور ہے۔ت) اور ان کے خار وبوار کے لئے یہی بہت تھا کہ مشرک کے ماتم میں سر ننگا کیا اور اس پر ظلمِ شدید یہ کہ عبادت گاہِ واحد قہار کو مشرک کا ماتم گاہ بنایا پھر اُس کے لئے نماز کا اشتہار پُورا پُورا موجبِ لعنتِ جبار قہار ہے۔

قال اللہ تعالٰی "ولا تصلّ علٰی احد منھم مات ابدًا ولا تقم علٰی قبرہ"[2]

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۹۶ [2] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر اُن میں سے کوئی مرجائے تو اس پر نماز نہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو (ت)
بلاشبہہ یہ اشتہار دینے اور اس پر عمل کرنے والے سب قطعی مرتد ہیں وہ اسلام سے نکل گئے اور ان کی عورتیں نکاح سے۔

قاتلھم اللہ انی یؤفکون[1]

اللہ تعالٰی انھیں مارے وہ کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ (ت)

اور قربانیِ گاؤ شعارِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالٰی "والبدن جعلنھا لکم من شعائر اللہ"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ہم نے بُدنہ (قربانی کا جانور) کو تمھارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے کیا ہے۔ (ت)

اور ہندوستان میں اُس کا جاری رکھنا واجب ہے کما حققناہ فی "انفس الفکر فی قربان البقر" (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق (اپنے ایک رسالہ بنام) انفس الفکر فی قربان البقر (بہت عمدہ سوچ گائیوں کی قربانی کرنے میں) میں کردی۔ ت) اور خوشنودیِ ہنود کے لئے اس کا بند کرنا حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار"[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مت جھکو (اور مائل نہ ہو) ورنہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ (ت)

ناپاکوں کا فرون مرتدوں کو واعظِ مسلمین بنانے والے اسلام کو ڈھاتے ہیں اور کفر و لعنتِ الٰہی کی نیو چُنواتے ہیں۔ حدیث تو بد مذہب کی توقیر پر فرماتی ہے:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علٰی ھدم الاسلام[4]

جس نے کسی بد مذہب کی توقیر کی اس نے دینِ اسلام کے ڈھا دینے پر مدد دی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۰
[2] " ۲۲/ ۳۶
[3] " ۱۱/ ۱۱۳
[4] کنز العمال حدیث ۱۱۰۲ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۱۹

نہ کہ کفار و زنادقہ مثل وہابیہ و غیر مقلدین و دیوبندیہ وغیرہم کو واعظِ مسلمین و پیشوائے دین بنانا کہ صراحۃً اسلام کو کُند چھری سے ذبح کرنا ہے، افسوس کہ گائے کی قربانی بند اور ذبحِ اسلام کے نعرے بلند، مگر اسلام گائے سے بھی گیا گزرا، عزّت و جبروت ہے اُس کے لئے جس نے اُن کے دل اُلٹ دیئے اور آنکھیں پلٹ دیں کہ اُن کو اسلام کفر سُوجھتا ہے اور کفر اسلام،

فسبحٰن مقلب القلوب والابصار ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوھاب۔

پاک اور منزّہ ہے دلوں اور آنکھوں کا پھیرنے والا۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دیجئے اس کے بعد کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنی بارگاہ سے رحمت عطا کر دیجئے، یقیناً تُو بلا معاوضہ بہت زیادہ بخشش اور عطا فرمانے والا ہے۔ (ت)

کفّار اور مشرکین سے اتحاد و وداد حرام قطعی ہے، قرآن عظیم کے نصوص اس کی تحریم سے گونج رہے ہیں، اور کچھ نہ ہو تو اتنا کافی ہے کہ:

من یتولھم منکم فانہ منھم[1]۔

واحد قہار فرماتا ہے کہ تم میں جو کوئی اُن سے دوستی رکھے گا وہ بیشک انہیں میں سے ہے۔ اللہ عزّوجل کا ارشاد اور وہ بھی "بیشک" کے ساتھ، آخر اُس کے نتائج ظاہر ہیں کہ کفّار سے اتحاد و وداد منانے والے موافق ارشادِ الٰہی بیشک منھم (اُنھی میں سے) ہو گئے، کیا آج تک کبھی ہُوا تھا کہ مشرک کے ماتم میں مسلمان سر برہنہ ہوئے ہوں، مسلمانوں نے مسجد کو اُس کی ماتم گاہ بنایا ہو، مسلمانوں نے اس کے لئے دُعا و نماز کا اشتہار دیا ہو، مسلمان متہ کوں کی گاڑی کے بیل بنے ہوں۔ اور یہ ہونا ہی تھا کہ جب اسلام چھوڑا انسانیت خود گئی، اب جو چاہے بیل بنے جو چاہے گدھا کہ اللہ عزّوجل فرما چکا:

اولٰئك کالانعام بل ھم اضل[2]۔

وہی لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ بھٹکے ہوئے (ت)

بلکہ فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[2] " " ۷/ ۱۷۹

اولٰئك ھم شرّ البریّة[1]

وہی لوگ بدترین مخلوق ہیں (ت)

کافر تو کافر فاسق کی تعریف پر حدیث میں فرمایا :

اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذٰلك العرش[2]

جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے رب عزّ و جل غضب فرماتا ہے اور عرشِ الٰہی ہل جاتا ہے۔

نہ کہ مشرک کی تعظیم اور وُہ بھی اس درجہ عظیم ،

فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب الّتی فی الصدور[3]

(لوگو !) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں مستور ہیں۔ (ت)

سائل بیچارہ اس کا شاکی ہے کہ ہندوؤں نے اذان بند کی اور یہ کیا اور یہ کیا ، اور ان مسلمان کہلانے والوں نے اس کے برعکس یہ کچھ کیا ، یہ شکایت محض بے جا و نادانی ہے ہندو اپنے دین باطل پر قائم ہیں وُہ کیوں چھوڑیں ، دین تو انھوں نے چھوڑا ہے ، ہر جھوٹ انھیں کی طرف سے چاہئے ایسے لوگوں کے جلسوں میں شرکت ہرگز جائز نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۲۸ تا ۲۳۰)

(۳۵) کفار سے معاملات ، احکام مرتدہ ، اور اسلامی پیام نامی ایک اشتہار کے بعض مندرجات سے متعلق مولانا سیّد آصف علیہ الرحمہ کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے رسالہ " الرمز المرصف علی سؤال مولانا السیّد آصف " میں فرمایا :

ارشادِ الٰہی :

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانة من دونکم لا یالونکم خبالاً[4]

اے ایمان والو ! اپنے سوا غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمھیں نقصان پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے ۔ (ت)

عام و مطلق ہے کافر کو رازدار بنانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ امورِ دُنیویہ میں ہو ، وُہ ہرگز تا قدرِ قدرت

---

[1] القرآن الکریم ۹۸ / ۶

[2] کشف الخفاء حدیث ۲۷۵ دار الکتب العلمیة بیروت ۱ / ۸۷

[3] القرآن الکریم ۲۲ / ۴۶

[4] " ۳ / ۱۱۸

ہماری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔

قل صدق اللہ[1] ومن اصدق من اللہ قیلا[2]۔

فرما دیجئے اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا، اور بات کرنے میں اللہ تعالٰی سے زیادہ سچا کون ہوسکتا ہے (ت)

سیدنا امام اجل حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث لا تستضیئوا بنار المشرکین[3] (مشرکین کی آگ سے روشنی نہ لو) کی تفسیر فرمائی کہ اپنے کسی کام میں اُن سے مشورہ نہ لو، اور اسے اسی آیۂ کریمہ سے ثابت بتایا۔ ابویعلٰی مسند اور عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق ازہر بن راشد انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتستضیئوا بنار المشرکین قال فلم ندر ما ذلک حتی اتوا الحسن فسألوہ فقال نعم، یقول لاتستشیروھم فی شیئ من امورکم قال الحسن وتصدیق ذلک فی کتاب اللہ تعالٰی ثم تلاھٰذہ الاٰیۃ یایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم[4]۔

انس بن مالک نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) شرک کرنے والوں کی آگ سے روشنی نہ لو۔ فرمایا: ہم نہ سمجھے کہ اس کا مفہوم کیا ہے، یہاں تک کہ لوگ حسن بصری کے پاس گئے اُن سے اس کا مفہوم دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے "اپنے کسی کام میں شرک کرنے والوں سے مشورہ نہ لو۔" حضرت حسن نے فرمایا کہ اس کی تصدیق اللہ تعالٰی کی کتاب میں موجود ہے، پھر یہی آیت تلاوت فرمائی: اے ایمان والو! اپنے سوا دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ (ت)

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسی آیت کریمہ سے کافر کو محرر بنانا منع فرمایا۔

ابن ابی شیبہ مصنف اور ابنائے حمید و ابی حاتم رازی تفاسیر میں اُس جناب سے راوی:

انہ قیل لہ ان ھنا غلاما من اھل الحیرۃ حافظا کاتبا فلو اتخذتہ کاتبا

---

[1] القرآن الکریم ۳/۹۵ [2] القرآن الکریم ۴/۱۲۲

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۹۹

[4] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۳/۱۱۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۸۰

الدر المنثور " " " " " " " " ۲/۲۸۴

شعب الایمان حدیث ۹۳۷۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/۴۰

قال اتخذت اذاً بطانۃ من دون المؤمنین[1]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ یہاں حیرہ کا رہنے والا ایک غلام ہے جو حافظ اور کاتب ہے اگر آپ اس کو اپنے ہاں کاتب مقرر کردیں (تو کیا ہی اچھا ہوگا) اس پر ارشاد فرمایا کہ پھر تو میں نے مسلمانوں کو چھوڑ کر اس کافر کو اپنا رازدار بنالیا۔ (ت)

تفسیر کبیر میں انھیں امورِ دنیویہ میں اُن سے مشاورت و موانست کو سببِ نزول کریمہ اور اس سے نہی مطلق کے لئے بتایا اور اسے اس گمان کا کہ اُن سے مخالفت تو دین میں ہے دنیوی امور میں بد خواہی نہ کریں گے رَد ٹھہرایا کہ:

ان المسلمین کانوا یشاورونھم فی امورھم ویؤانسونھم لما کان بینھم من الرضاع والحلف ظنا منھم انھم خالفوھم فی الدین فھم ینصحون لھم فی اسباب المعاش فنھاھم اللہ تعالٰی بھذہ الاٰیۃ عنہ، فمنع المؤمنین ان یتخذوا بطانۃ من غیر المؤمنین فیکون ذٰلک نھیا عن جمیع الکفار، وقال تعالٰی یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء، ومما یوکد ذٰلک ما روی انہ قیل لعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ، ھٰھنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لایعرف اقوی حفظا ولا احسن خطا منہ، فان رأیت ان نتخذہ کاتبا، فامتنع عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من ذٰلک وقال اذاً اتخذت بطانۃ من غیر المؤمنین فقد جعل عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ھٰذہ الاٰیۃ دلیلا علی النھی عن اتخاذ (النصرانی) بطانۃ۔[2]

مسلمان اپنے دنیوی معاملات میں کافروں سے مشورہ کیا کرتے تھے اور اُن سے موانست رکھتے تھے اس لئے کہ دونوں کے درمیان رضاعت اور قسمیں تھیں، پس مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ اگرچہ کافر دین میں اُن کے مخالف ہیں تاہم اسبابِ معاش وغیرہ میں اُن کے خیر خواہ ہیں، پھر اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو اس آیۃ مذکورہ میں کافروں کے ساتھ روا داری اور رازداری سے منع فرمایا۔ لہذا اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو اہلِ ایمان کے علاوہ غیروں کو رازدار بنانے کی ممانعت فرمائی، پھر یہ تمام کافروں سے نہی ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست

---

[1] الدرالمنثور تحت الآیۃ ۳/ ۱۱۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۴
تفسیر لابن ابی حاتم " " " حدیث ۴۳۸۴ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۳/ ۷۴۳
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " " دارالکتب العلمیۃ بیروت ۸/ ۱۷۲

نہ بناؤ۔ اور اس کی اس روایت سے تاکید ہوتی ہے کہ جس میں یہ مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں یہ درخواست کی گئی کہ یہاں اہلِ حیرہ میں سے ایک شخص عیسائی ہے اس کی یادداشت (قوتِ حفظ) بھی بڑی قوی ہے اور خط بھی خوبصورت (یعنی خوشنویس) ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے منشی مقرر کرلیں۔ ارشاد فرمایا: پھر تو میں نے غیر مسلموں کو اپنا راز دار بنا لیا۔ لہذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس آیۃ مذکورہ کو اس پر دلیل ٹھہرایا کہ عیسائی کو راز دار بنانے کی ممانعت ہے۔ (ت)

اس سے جملہ انواعِ معاملت کیوں ناجائز ہو گئے، بیع وشراء، اجارہ واستئجار وغیرہا میں کیا راز دار بنانا یا اس کی خیر خواہی پر اعتماد کرنا ہے جیسے چمار کو دام دیئے جوتا گنٹھوا لیا، بھنگی کو مہینہ دیا پاخانہ اٹھوا لیا، بزاز کو روپے دیئے کپڑا مول لے لیا، آپ تاجر ہے کوئی جائز چیز اس کے ہاتھ بیچی دام لے لئے وغیرہ وغیرہ۔ ہر کافر حربی کافر محارب ہے، حربی و محارب ایک ہی ہے جیسے جدلی و مجادل، وہ ذمی و معاہد کا مقابل ہے، راز دار بنانا ذمی و معاہد کو بھی جائز نہیں، امیر المومنین کا وہ ارشاد ذمی ہی کے بارے میں ہے، یونہی موالات مطلقاً جملہ کفار سے حرام ہے حربی ہوں یا ذمی، ہاں صرف دربارۂ بر و احسان ان میں فرق ہے معاہد سے جائز ہے کہ:

لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین[1]۔

اللہ تعالٰی تمہیں ان لوگوں سے (معاملات کرنے سے) نہیں روکتا جو دین میں تم سے جنگ نہیں کرتے۔ (ت)

اور حربی سے حرام کہ:

انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین[2]۔

البتہ ان لوگوں سے تمہیں منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے جنگ کرتے ہیں۔ (ت)

عبارتِ کبیر منقولۂ سوال کا یہی مطلب ہے یہی قول اکثر اہلِ تاویل ہے اور اسی پر اعتماد و تعویل ہے، اور ائمہ حنفیہ کے یہاں تو اس پر اتفاقِ جلیل ہے، خود کبیر میں زیر کریمہ لاینھٰکم اللہ ہے:

الاکثرون علی انھم اھل العھد وھذا قول ابن عباس والمقاتلین والکلبی[3]۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۸

[2] ۶۰/ ۹

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶۰/ ۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۹/ ۲۶۳

اکثر ائمہ تفسیر کی رائے یہ ہے کہ اس سے اہلِ عہد مراد ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس، دو مقاتلوں اور کلبی کا یہی قول ہے۔ (ت)

ہم نے المحجۃ المؤتمنہ میں یہ مطلب نفیس جامع صغیر امام محمد[1] وہدایہ[2] و درر الحکام[3] وغایۃ البیان[4] وکفایۃ[5] وجوہرہ نیرہ[6] ومستصفٰے[7] ونہایہ[8] وفتح القدیر[9] وبحر الرائق[10] وکافی[11] وتبیین الحقائق[12] وتفسیر احمدی[13] وفتح اللہ المعین[14] وغنیہ[15] ذوی الاحکام ومعراج الدرایۃ[16] وعنایہ[17] ومحیط[18] برہانی وچلپی[19] زادہ وبدائع[20] امام ملک العلماء سے ثابت کیا حضور رحمۃ للعٰلمین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین ہیں قبل ارشاد واغلظ علیہم[1] (کافروں اور منافقوں پر سختی کرو۔ ت) انواع انواع کے نرمی وعفو وصفح فرمائے خود اموال غنیمت میں مؤلفۃ القلوب کا ایک سہم مقرر تھا مگر عفو وصفح کو نسخ فرمادیا اور مؤلفۃ القلوب کا سہم ساقط ہوگیا۔

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظٰلمین نارا احاط بھم سرادقھا[2]

فرما دیجئے حق تمہارے رب کی طرف سے ہے لہٰذا جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے، یقیناً ہم نے ظالموں کے لئے ایک ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواروں نے انھیں گھیرے میں لے رکھا ہے۔ (ت)

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے افضل الاساتذہ امام عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالٰے عنہ جن کی نسبت امام فرماتے ہیں میں نے اُن سے افضل کسی کو نہ دیکھا وہ کریمہ واغلظ علیہم کو فرماتے ہیں:

نسخت ھٰذہ الاٰیۃ کل شیئ من العفو والصفح[3]

اس آیۃ کریمہ نے ہر قسم کی معافی اور درگزر کرنے کو منسوخ کردیا ہے (ت)

قرآن عظیم نے یہود ومشرکین کو عداوتِ مسلمین میں سب کافروں سے سخت تر فرمایا:

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا[4]

تم اہلِ ایمان سے عداوت کرنے میں سب سے زیادہ یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے (ت)

مگر ارشاد:

یایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم وماوٰھم

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۳
[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۹
[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹/ ۷۳ دارالکتب العلمیۃ ۲/ ۲۶۳
[4] القرآن الکریم ۵/ ۸۲

جھنم وبئس المصیر[1]

اے نبی مکرم! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور اُن پر سختی کیا کرو اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے (ت)

عام آیا اس میں سب کا استثناء نہ فرمایا کسی وصف پر حکم کا مرتّب ہونا اس کی علیت کا مشعر ہوتا ہے یہاں انھیں وصفِ کفر سے ذکر فرما کر اس پر جہاد و غلظت کا حکم دیا تو یہ سزا ان کے نفسِ کفر کی ہے نہ کہ عداوتِ مومنین کی، اور نفسِ کفر میں وہ سب برابر ہیں الکفر ملّة واحدة (سارا کفر ایک ہی ملّت ہے۔ ت) ہاں معاہد کا استثناء دلائل قاطعہ متواترہ سے ضرورةً معلوم و مستقر فی الاذہان کہ حکم "جاھد" سن کر اس کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں فنفس النص لم یتعلق بہ ابتداءً کما افادہ فی البحر الرائق (پھر نفسِ نص ابتداءً ہی اُس سے متعلق نہیں (یعنی معاہد کو نص شامل ہی نہیں) جیسا کہ البحر الرائق میں یہ افادہ پیش کیا ہے۔ ت) تفاوت عداوت پر بنائے کار ہوتی تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہوتا حالانکہ امر بالعکس ہے اور نصارٰی کا حکم یہود سے کم تر ہوتا حالانکہ یکساں ہے۔ ذمّی و حربی کافر کا فرق میں بتا چکا ہوں اور یہ کہ حربی محارب ہے حسبِ حاجت ذلیل قلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقاتلہ و مقابلہ میں مدد لے سکتے ہیں ایسی جیسے سدھائے ہوئے مسخّر کُتّے سے شکار میں، امام سرخسی نے شرح جامع صغیر میں فرمایا: والاستعانة باھل الذمة کالاستعانة بالکلاب[2]۔

ذمی کافروں سے مدد لینا سدھائے ہوئے کُتّوں سے مدد لینے کی طرح ہے۔ (ت)

اور بروایت امام طحاوی ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم و صاحبین وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس میں بھی کتابی کی تخصیص فرمائی مشرک سے استعانت مطلقاً ناجائز رکھی اگرچہ ذمی ہو۔ ان مباحث کی تفصیل جلیل "المحجة المؤتمنه" میں ملاحظہ ہو۔

رہا کافر طبیب سے علاج کرانا، خارجی یا ظاہر مکشوف علاج جس میں اس کی بدخواہی نہ چل سکے وہ تو لایالونکم خبالا[3] (وہ کافر تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کریں گے۔ ت) سے بالکل بے علاقہ ہے اور دنیاوی معاملات بیع و شراء و اجارہ و استیجار کی مثل ہے، ہاں اندرونی علاج

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۳

[2] شرح الجامع الصغیر للسرخسی (محمد بن احمد)

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

جس میں اس کے فریب کو گنجائش ہو اس میں اگر کافروں پر یُوں اعتماد کیا کہ اُن کو اپنی مصیبت میں ہمدرد اپنا ولی خیر خواہ اپنا مخلص با اخلاص خلوص کے ساتھ ہمدردی کرکے اپنا ولی دوست بنانے والا اس کی بیکسی میں اس کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جانا تو بیشک آیۂ کریمہ کا مخالف ہے اور ارشادِ آیت جان کر ایسا سمجھا تو نہ صرف اپنی جان بلکہ جان و ایمان و قرآن سب کا دشمن، اور انھیں اس کی خبر ہو جائے اور اس کے بعد واقعی دل سے اس کی خیر خواہی کریں تو کچھ بعید نہیں کہ وہ تو مسلمان کے دشمن ہیں اور یہ مسلمان ہی نہ رہا فانہ منھم[1] (وہ انھیں میں سے ہے۔ ت) ہو گیا، ان کی تو دلی تمنّا یہی تھی۔

قال تعالٰی وُدّوا لو تکفرون کما کفروا فتکونون سواءً[2]

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:) ان کی آرزو ہے کہ کسی طرح تم بھی ان کی طرح کافر بنو تو تم اور وہ ایک سے ہو جاؤ۔

والعیاذ باللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت)۔

مگر الحمد للہ کوئی مسلمان آیۂ کریمہ پر مطلع ہو کر ہرگز ایسا نہ جانے گا اور جانے تو آپ ہی اس نے تکذیبِ قرآن کی، بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ ہے اس سے روٹیاں کماتے ہیں ایسا کریں تو بدنام ہو دُکان پھیکی پڑے، کُھل جائے تو حکومت کا مواخذہ ہو سزا ہو، یُوں بدخواہی سے باز رہتے ہیں تو اپنے خیر خواہ ہیں نہ کہ ہمارے، اس میں تکذیب نہ ہوئی، پھر بھی خلافِ احتیاط و شنیع ضرور ہے خصوصاً یہود و مشرکین سے خصوصاً سربرآوردہ مسلمان کو، جس کے کم ہونے میں وہ اشقیاء اپنی فتح سمجھیں، وہ جسے جان و ایمان دونوں عزیز ہیں اس بارے میں کریمہ لاتتخذوا بطانۃ من دونکم لایالونکم خبالًا[3] (کسی کافر کو رازدار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے) وکریمہ ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المؤمنین ولیجۃً[4] (اللہ و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دخیل کار نہ بنانا) وحدیث مذکور لاتستضیئوا بنار المشرکین[5] مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو، بس ہیں۔ اپنی جان کا معاملہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۹

[3] 〃 ۳/ ۱۱۸

[4] 〃 ۹/ ۱۶

[5] مسند امام احمد بن حنبل عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۹۹

اس کے ہاتھ میں دے دینے سے زیادہ اور کیا رازدار و دخیل کار و مشیر بنانا ہوگا۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۳۳ تا ۲۳۹)

(۳۶) روافض کے جلوس کو پانی پلانے کے لئے سبیل لگانا، انھیں بسکٹ کھلانا اور اس میں چندہ دینا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

یہ سبیل اور کھانا، چائے، بسکٹ کہ رافضیوں کے مجمع کے لئے کئے جائیں جو تبرا و لعنت کا مجمع ہے ناجائز و گناہ ہیں اور ان میں چندہ دینا گناہ ہے اور اُن میں شامل ہونے والوں کا حشر بھی انھیں کے ساتھ ہوگا۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کثر سواد قوم فھو منھم[1]، وقال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]، وقال تعالیٰ "ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان"[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی کسی جماعت کو بڑھائے (اور اس میں اضافہ کرے) تو وہ انھی میں شمار ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اور گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۴۶)

(۳۷) قولِ مشرک کو حکمِ شرع قرار دینے والے کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ظاہر ہے کہ اس کی یہ رائے باطل و مضر ہے اور مشرک کے کہنے کو شرع کا حکم ماننا سراسر خلافِ اسلام ہے احمق جاہلوں نے آج کل مشرکین کو اپنا خیر خواہ سمجھ رکھا ہے، اور یہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب ہے، اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیٰت ان کنتم تعقلون[4]

---

[1] کنز العمال بحوالہ الدیلمی عن ابن مسعود حدیث ۲۴۷۳۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/۲۲

[2] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

[3] " " ۵/۲

[4] " " ۳/۱۱۸

وہ تمھاری نقصان رسانی میں گئی نہ کریں گے ان کی دلی تمنّا ہے کہ تم مشقت میں پڑو بیشک عداوت اُن کے مُنہوں سے ظاہر ہوچکی ہے اور وہ جو اُن کے دلوں میں دبی ہے اور بڑی ہے بیشک ہم نے نشانیاں صاف بیان فرما دیں اگر تمھیں سمجھ ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۵۰)

(۳۸) سوال آیا کہ نان کوآپریشن میں ہم شریک ہوں یا نہیں نیز گورنمنٹ کی طرف سے ہمارے مدرسے کو امداد ملتی ہے، اس کا لینا جائز ہے یا نہیں، اس کے جواب میں فرمایا:

نان کوآپریشن کہ آج کل کے لیڈر بننے والوں نے نکالا محض بے بنیاد ہے، شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں، شرع شریف میں ہر کافر سے مطلقاً ترکِ موالات کا حکم ہے، مجوس ہوں یا ہنود، نصارٰی یا یہود، خصوصاً وہابیہ وغیرہم مرتدین عنود۔ اور عام طور پر صاف ارشاد ہوا:

لایتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیء[1]

مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

اور صاف تر فرمادیا:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2]

جو تم میں اُن سے دوستی کرے وہ انھیں میں سے ہے۔

ان ساختہ لیڈروں نے معاملت کا نام موالات رکھ کر اُسے تو مطلقاً حرام بلکہ کفر ٹھہرادیا اور مشرکوں سے موالات بلکہ اتحاد بلکہ اُن کی غلامی وانقیاد کو حلال بلکہ موجبِ رضائے الٰہی بنالیا ہر طرح اللہ ورسول و شریعت پر سخت افترا کیا، جس مدرسہ میں تعلیم خلافِ شرع ہوتی ہو یا اور کسی طرح مخالفت شرع ہو وہ خود ہی ناجائز ہے، اور ناجائز پر امداد لینی بھی ناجائز، ورنہ جو امداد نہ کسی امر خلافِ شرع سے مشروط نہ اس کی طرف منجر ہو اس میں حرج نہیں خصوصاً جبکہ ہمارا ہی روپیہ ہم کو دیا جاتا ہے اسے حرام کہنا شریعت پر افترا ہے۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون[3]

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۲۸
[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱
[3] 〃 ۱۶/ ۱۱۶

جو لوگ اللہ تعالٰی کے ذمّے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی بامراد نہیں ہو سکتے۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۵۴، ۲۵۵)

(۳۹) خلافت کے لئے چندہ دینے کے بارے میں فرمایا:
گاندھی کو امام بنانا ہندوؤں مشرکوں سے اتحاد منانا سخت سے سخت حرام و کبیرہ و دشمنیِ اسلام ہے، اسلام کی بیخکنی کے لئے چندہ دینا کسی مسلمان کا کام نہیں۔
قال اللہ تعالٰی "فسینفقونہا ثم تکون علیہم حسرۃ ثم یغلبون[۱]"
یعنی اس وقت تو مال دے رہے ہیں پھر قیامت میں اس دینے کی حسرت اٹھائیں گے ہاتھ چاٹیں گے کہ مال بھی دیا اور خدا کا غضب بھی سر پر لیا پھر مغلوب و مقہور کر کے جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۵۸)

(۴۰) مرتد سے میل جول رکھنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:
صورتِ مذکورہ میں عمرو و بکر دونوں سُنّی مسلمان ہیں اُن میں کوئی کافر یا گمراہ نہیں مگر عمرو فاسق گنہگار ہے کہ مرتد سے میل جول رکھتا ہے۔
وقد قال اللہ تعالٰی "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[۲]"، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[۳]"
اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمھیں آگ چھوئیگی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ان سے بچو، انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں کہیں تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۵۹)

(۴۱) سوال آیا کہ نصارٰی کی وہ ملازمتیں جن میں خلافِ شرع فیصلے کرنے پڑتے ہیں جائز ہیں یا نہیں اور ارشاد باری عزّ اسمہٗ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الکٰفرون، ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الظّٰلمون، ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفٰسقون کے کیا معنٰی ہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

---

[۱] القرآن الکریم ۸/۳۶
[۲] ؍؍ ۱۱/۱۱۳
[۳] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

شرع مطہر کا حکم عام ہے اسلامی ریاست خواہ اسلامی سلطنت کی بھی وہ ملازمت جس میں خلاف شرع حکم کرنا ہو، جائز نہیں، قصداً خلافِ شریعت حکم کرنا اگر براہِ عناد یا استحسان یا استحلال مخالفت یا استخفاف حکم شریعت ہو کفر ہے ورنہ ظلم وفسق۔ اور یہ کچھ ملازمت ہی پر موقوف نہیں، نہ مقدمات سے خاص، ویسے ہی جو شخص خلاف ما انزل اللہ حکم کرے گا انھیں صورتوں پر کافر، ظالم، فاسق ہے جیسے یہ لوگ کہ ہندوؤں سے اتحاد منا رہے ہیں، دین میں ان سے استمداد کر رہے ہیں، ان سے بھائی چارہ گانٹھ رہے ہیں، انھیں رہنما اور آپ ان کے پس رو بن رہے ہیں، معاملہ دینی میں ان کی اطاعت کر رہے ہیں، جو وہ کہتے ہیں وہی مانتے ہیں، انھیں مسجدوں میں لیجا کر مسلمانوں کا واعظ بناتے ہیں، ان کی خاطر شعارِ اسلام بند کرتے ہیں، ان کے معاہد وحلیف بنتے ہیں، انھیں اپنا خیر خواہ سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ کہ تمام لیڈر بننے والے ان میں مبتلا ہیں اور انھیں باتوں کا عوام کو حکم دیتے ہیں سب انھیں آیات کٰفرون، ظٰلمون، فٰسقون کے تحت میں داخل ہیں کہ یہ سب باتیں خلافِ ما انزل اللہ ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۶۳)

(۴۲) زید وہابیہ کے مذہب کو بُرا سمجھتا ہے مگر برادری سمجھ کر ان کی خاطر مدارات کرتا ہے، اس کے بارے میں فرمایا:

اگر فی الواقع زید اس کے مذہب کو بُرا اور وہابیہ کو کافر جانتا ہے تو وہ اس حرکت سے وہابی تو نہ ہوا مگر گنہ گار فاسق ضرور ہوا، اس پر توبہ لازم ہے اور آئندہ احتیاط فرض۔ برادری ہی کب رہی جب دین مختلف ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظٰلمون[1]۔

اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی اُن سے دوستی کرے گا تو وہی پکّا ظالم ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۶۸)

(۴۳) زید کہتا ہے مشرک وکفار کے جنازہ میں مشایعت اور کندھا دینا اہلِ اسلام کے لئے ضروری ہے، اس کے بارے میں فرمایا:

زید شریعتِ مطہرہ پر افتراء کرتا ہے جلد بتائے کہ کہاں شریعت نے مشرک وکافر کے کو کندھا دینا

---

[1] القرآن الکریم ۹/۲۳

اور مشایعت کرنا ضروری بتایا ہے ورنہ کریمہ:

لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[1]

(لوگو!) جو کچھ تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ تعالٰے پر جھوٹ باندھو، بیشک جو لوگ اللہ تعالٰے کے ذمّے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ (ت)

میں داخل ہونے کا اقرار کرے، حدیث میں تو روافض کے لئے فرمایا:

واذا ماتوا فلا تشھدوھم[2]۔

اور جب وہ مر جائیں تو ان کی نمازِ جنازہ میں حاضر نہ ہوں۔ (ت)

نہ کہ کفار۔ اگر اس کا حکم ہوتا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ضرور جنازۂ ابوطالب کی مشایعت فرماتے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۷۰، ۲۷۱)

(۴۴) ہنود سے میل جول کو مدارِ اسلام قرار دینے والے کے بارے میں فرمایا:

مشرکینِ ہند سے میل جول حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]"۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی (ت)

حرام کو مدارِ اسلام بتانا کفر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۷۲)

(۴۵) مسلمانوں کے فیصلوں کے لئے ہندو کو پنچ بنانے کے بارے میں فرمایا:

یہ حرام ہے اور بحکمِ قرآن سخت ضلالت و بے دینی،

قال اللہ تعالٰی "یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطٰن ان یضلھم ضللاً بعیدا[4]"

اللہ تعالٰے نے ارشاد فرمایا: وہ چاہتے ہیں کہ شیطان کے پاس اپنا فیصلہ لے جائیں

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۵۴۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۴۲

تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ حسین بن الولید النیسابوری داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۶۹

[3] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳ [4] القرآن الکریم ۴/۶۰

حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ اس کا انکار کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ اُن کو دُور کی گمراہی میں بہکا دے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۷۲)

(۴۶) جبری نوٹ لکھوا کر مالی جُرمانہ لینا ناجائز ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وُہ نوٹ لکھوانا یا روپیہ جمع کرا کر ضبط کرنا یا گناہ پر مالی جُرمانہ ڈالنا یہ سب حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی "ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[1]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) اپنے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ (ت)

مالی جُرمانہ منسوخ ہوگیا اور منسوخ پر عمل حرام ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۷۳)

(۴۷) کافر سے مفت زمین لے کر اس کے تعاون سے مسجد بنانے کے بارے میں فرمایا:

کافر کی زمین پر مسجد تعمیر نہیں ہوسکتی، نہ وہ مسجد مسجد ہوگی، مسجد وقف ہوگی۔

قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للہ[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: مسجدیں اللہ تعالٰی کی ہیں۔ (ت)

مسلمان اسے وقف نہیں کرسکتے کہ پرائی مِلک ہے۔ ردّ المحتار میں ہے:

الواقف لابدان یکون مالکالہ وقت الوقف ملکا باتا[3]

کسی چیز کو وقف کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ وقف کرتے وقت اس چیز کا مکمل طور پر مالک ہو۔ (ت)

مسجد کے لئے کافر وقف نہیں کرسکتا کہ وہ اس کا اہل نہیں۔

قال اللہ تعالٰی "ما کان للمشرکین ان یعمروا مسٰجد اللہ[4]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: شرک کرنے والوں کو لائق نہیں کہ وہ اللہ تعالٰی کے گھروں کی تعمیر کریں۔ (ت)

ہاں اگر کافر کسی مسلمان کو اپنی زمین بیعًا یا ہبۃً دے دیتا اور مسلمان کی مِلک ہو جاتی وہ اپنی طرف سے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

[2] " " ۷۲/ ۱۸

[3] ردالمحتار کتاب الوقف داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۵۹

[4] القرآن الکریم ۹/ ۱۷

وقف کرنا تو جائز تھا، اور مشرک سے امورِ دینیہ میں مدد لینی بھی جائز نہیں۔ تفسیر ارشاد العقل وتفسیر فتوحاتِ الٰہیہ زیرِ آیۂ کریمہ لایتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء (مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔ت) ہے:

نھوا عن موالاتھم وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ۔[1]

انھیں (مسلمانوں کو) کافروں کی دوستی سے روک دیا گیا اور غزوات اور تمام دینی کاموں میں کافروں سے مدد لینے کی ممانعت ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۷۳، ۲۷۴)

(۴۸) کفار اور بدمذہبوں کے جلسوں میں شرکت کے بارے میں فرمایا:

ایسے جلسوں میں شریک ہونا قطعاً حرام اور سخت مضرِ اسلام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین۔[2]

اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اللہ تعالٰی اُن کے پاس بیٹھنے کو شیطانی کام بتاتا ہے، اور بھولے سے بیٹھ گیا ہو تو یاد آنے پر فوراً اُٹھ آنے کا حکم فرماتا ہے نہ کہ اُن کا وعظ و لکچر سُننا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔[3]

اُن سے دُور بھاگو اُنھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں ڈال دیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۷۵)

(۴۹) مزید فرمایا:

وہابیہ و غیر مقلدین و دیوبندی و مرزائی وغیرہم فرقے آج کل سب کفار مرتدین ہیں ان کے پاس نشست و برخاست حرام ہے ان سے میل جول حرام ہے اگرچہ اپنا باپ یا بھائی بیٹے ہوں۔

قال اللہ تعالٰی "واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین"[4]

وقال تعالٰی "لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ

---

[1] ~~ارشاد العقل السلیم تحت الآیۃ ۳/ ۲۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۲۶~~
الفتوحات الٰہیہ تحت الآیۃ ۳/ ۲۸ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[4] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

ولو کانوا اٰباءھم او اخوانھم او عشیرتھم[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم، لوگوں کو ایسا نہ پاؤ گے کہ جو اللہ تعالٰی اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہوں کہ وہ ان سے دوستی رکھیں جنھوں نے اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ اُن کے باپ دادا یا ان کے بھائی یا ان کے قبیلہ کے لوگ ہوں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۲۷۸)

(۵۰) مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو وہ تو مطلق کافر مرتد ہے اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لئے مانے۔

قال اللہ تعالٰی ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[2]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا خاتم النبیین لا نبی بعدی[3]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لیکن محمد کریم اللہ تعالٰی کے رسول ہیں اور سب نبیوں سے آخر ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: میں تمام انبیاء کرام سے آخر میں آیا لہذا میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ت)

لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ:

من شك فی کفرہ فقد کفر[4]

جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۷۹، ۲۸۰)

(۵۱) جو علماء دیوبندیہ ظاہر کریں کہ ہمارا وہ عقیدہ نہیں جو ہماری طرف منسوب ہے، نیز وہ تقویۃ الایمان

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲ [2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[3] اللآلی المصنوعۃ کتاب المناقب دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۴۳

الموضوعات لابن جوزی کتاب الفضائل باب ذکر انہ لا نبی بعدہ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۸۰

[4] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

وغیرہ کی عبارات کی تاویل کرکے اچھا مطلب نکالیں تو اس حیلۂ شرعی سے ان کی بریت ہوسکتی ہے یا نہیں ؟
اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا :

قال اللہ تعالیٰ یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم[1]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : وہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انھوں نے کہا اور بیشک وہ کفر کا بول بولے اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔

یہ حیلہ شرعی نہیں حیلۂ شیطانی ہے اور اس سے برات نہیں ہوسکتی ، وُہ ملعون عقائد و اقوال اُن کی کتابوں میں موجود ہیں اور اُن پر اب تک مُصر ہیں اُن کو بار بار چھاپ رہے ہیں تو وہ اُن کا فقط ناواقف کے بہلا دینے کو ہوتا ہے اور جو واقف ہے مگر ذی علم نہیں اس کے سامنے یہ حیلہ ہوتا ہے کہ ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں ۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۲۸۳ ، ۲۸۴)

(۵۲) کیا حدیث ہے کہ کافر کو بھی کافر نہ کہا جائے ؟ اس کے جواب میں فرمایا :

یہ حدیث پر کافرپرستوں کا افترا ہے جس نے دیوبندیہ وغیرہم کفار کو کفار کہا اس پر کوئی گناہ نہیں ، اللہ عزوجل نے کافر کو کافر کہنے کا حکم دیا قل یایھا الکفرون[2] (اے نبی ! فرمادیجئے اے کافرو ! ۔ ت) ہاں کافر ذمی کہ سلطنتِ اسلام میں مطیع الاسلام ہوکر رہتا ہے اسے کافر کہہ کر پکارنا منع ہے اگر اسے ناگوار ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۲۸۵)

(۵۳) مزید فرمایا :

یہ کافر کہنا بطور دشنام نہیں ہوتا بلکہ حکم شرعی کا بیان ۔ شرع مطہر میں کافر ہر غیر مسلم کا نام ہے‘
قال اللہ تعالیٰ ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن[3]۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : اللہ وہی ہے جس نے تمھیں پیدا فرمایا پھر کچھ تمھارے اندر کافر ہیں اور کچھ تمھارے اندر مومن ہیں ۔ (ت)

سوال حکم کے وقت حکم کو چھپانا اگر یُوں ہے کہ اُسے یقیناً کافر جانتا ہے اور اُسے کافر کہنا

---

[1] القرآن الکریم ۹/۷۴
[2] ؍؍ ۱۰۹/۱
[3] ؍؍ ۶۴/۲

معیوب نہیں جانتا مگر اپنی مصلحت کے سبب بچتا ہے تو صرف گنہگار ہے جبکہ وہ مصلحتِ صحیحہ تا حدِ ضرورتِ شرعیہ نہ ہو، اور اگر واقعی کافر کو کافر کہنا معیوب و خلافِ تہذیب جانتا ہے تو قرآنِ عظیم کو عیب لگاتا ہے اور قرآنِ عظیم کو عیب لگانا کفر ہے، اور اُسے کافر جانتا ہی نہیں تو خود اس کے کافر ہونے میں کیا کلام ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۸۵، ۲۸۶)

(۵۴) غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور ان کے خاندان کی توہین کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

یہاں نظر بواقع اس طرح توہین علانیہ کا مرتکب و مُصِر نہ ہوگا مگر کٹر رافضی لغیض یا پکّا وہابی خبیث اور یہ دونوں قطعاً دائرۂ اسلام سے خارج ہیں کما ھو مفصل فی حسام الحرمین و فتاوی الحرمین و ردّ الرفضۃ (جیسا کہ مسائل مذکورہ کی پوری تفصیل حسام الحرمین، فتاوٰی حرمین اور ردالرفضہ میں ہے۔ ت) مسلمانوں کو ان سے میل جول رکھنا، سلام کرنا، پاس بیٹھنا، پاس بٹھانا سب حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی و اما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بُھلا دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو (ورنہ اُن جیسے ہی ہوجاؤ گے)۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۸۷)

(۵۵) کفّار سے میل جول، ان کی تعظیم و معاونت اور ان کی ملعون حرکات میں شرکت کے مرتکب مسلمانوں کے بارے میں فرمایا:

انھوں نے اللہ واحد قہار جل جلالہٗ اور اس کے رسول حبیب مختار صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ایذا دی، ابلیس لعین کے قدموں پر اس کی پیروی کی، نامِ اسلام کو ذلیل کیا، کفرِ کفار کو فروغ دیا، غضبِ الٰہی اپنے سر پر لیا، اپنی ملعون حرکات سے عرشِ الٰہی کو لرزا دیا، کفار کے ساتھ ان کے خاص دفتر میں اپنا چہرہ دکھایا، اللہ اور رسولوں اور ملائکہ سب کی لعنت کے کام کئے ھم للکفر یومئذ اقرب منھم للایمان[2] (وہ لوگ اس دن ایمان کی بہ نسبت، کفر کے زیادہ قریب ہونگے۔ ت) میں صراحۃً داخل ہوئے ان پر ہر فرض سے اعظم فرض ہے کہ اپنی ان کفری حرکات سے علی الاعلان توبہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] " ۳/ ۱۶۷

کریں نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھیں، پھر اپنی عورتوں کو رکھنا ہو تو ان سے دوبارہ نکاح کریں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انه لکم عدو مبین ○ (الٰی قوله تعالٰی) هل ینظرون الا ان یاتیهم الله فی ظلل من الغمام والملٰئکة وقضی الامر[1]۔

(لوگو!) شیطان کے قدموں پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (اللہ تعالٰی کے اس ارشاد تک) وہ نہیں انتظار کرتے مگر یہ کہ اُن پر چھائے ہوئے بادلوں میں (اللہ تعالٰی کا) عذاب آجائے اور فرشتے نازل ہوجائیں اور کام کا فیصلہ ہوجائے (تو پھر ایمان لانے کا کیا فائدہ)۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۲۸۸)

(۵۶) استعانت کے بارے میں وہابیوں کے عقائد اور ان پر بزعمِ خویش آیاتِ قرآنیہ، سعدی، نظامی گنجوی اور صوفیاء کے اقوال سے استدلال کا رد کرتے ہوئے رسالہ "برکات الامداد لاھل الاستمداد" میں فرمایا:

الحمدُ للہ آیاتِ کریمہ تو مسلمان کی ہیں اور حضرت مولٰنا سعدی و مولٰنا نظامی قدس سرہما السامی کے جو اشعار نقل کئے وہ بھی حق ہیں، مگر وہابی حق باتوں سے باطل معنی کا ثبوت چاہتا ہے جو ہرگز نہ ہوگا، آیۂ کریمہ اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ کو تو اس مقام سے کوئی علاقہ ہی نہیں، اس میں توجہ بقصدِ عبادت کا ذکر ہے کہ میں اپنی عبادت سے اُسی کا قصد کرتا ہوں جس نے پیدا کئے زمین و آسمان، نہ یہ کہ مطلق توجہ کا جس میں انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے استعانت بھی داخل ہوسکے۔ جلالین شریف میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر فرمائی:

قالوا له ما تعبد قال انی وجهت وجهی قصدت بعبادتی[2] الخ۔

یعنی کافروں نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کہا تم کسے پُوجتے ہو؟ فرمایا میں اپنی عبادت سے اس کا قصد کرتا ہوں جس نے بنائے آسمان و زمین۔

آیت میں اگر مطلق توجہ مراد ہو تو کسی کی طرف منہ کرکے باتیں کرنا بھی شرک ہو، نماز میں قبلہ کی

---

[1] القرآن کریم ۲/۲۰۸ تا ۲۱۰۔

[2] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۶/۷۹ اصح المطابع دہلی ص ۱۱۹

طرف توجہ بھی شرک ہو کہ قبلہ بھی غیر خدا ہے خدا نہیں۔ اور رب العزت جل وعلا کا ارشاد ہے:

حیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ۔[1]

جہاں کہیں ہو اپنا منہ قبلہ کی طرف کرو۔

معاذ اللہ شرک کا حکم دینا ٹھہرے، مگر وہابیہ کی عقل کم ہے۔ آیۂ کریمہ وایاك نستعین مناجات سعدی و نظامی میں استعانت و فریاد رسی و یاوری و یاری حقیقی کا حضرت عزّ وجل وعلا میں حصر ہے نہ کہ مطلق کا، اور بلاشبہہ حقیقت ان امور بلکہ ہر کمال بلکہ وجود ہستی کی خاص بجناب احدیت عزّ وجل ہے، استعانت حقیقیہ یہ کہ اسے قادر بالذات و مالک مستقل و غنی بے نیاز جانے کہ بے عطائے الٰہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی قدرت رکھتا ہے۔ اس معنٰی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے نہ ہر گز کوئی مسلمان غیر کے ساتھ اس معنی کا قصد کرتا ہے بلکہ واسطہ وصولِ فیض و ذریعہ و وسیلۂ قضائے حاجات جانتے ہیں اور یہ قطعاً حق ہے۔ خود رب العزت تبارک و تعالٰی نے قرآن عظیم میں حکم فرمایا:

وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔[2]

اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

بایں معنی استعانت بالغیر ہر گز اس سے حصر ایاك نستعین کے منافی نہیں، جس طرح وجود حقیقی کہ خود اپنی ذات سے بے کسی کے پیدا کئے موجود ہونا خاص بجناب الٰہی تعالٰی و تقدس ہے، پھر اس کے سبب دوسرے کو موجود کہنا شرک نہ ہو گیا جب تک وہی وجود حقیقی نہ مراد لے۔ حقائق الاشیاء ثابتۃ پہلا عقیدہ اہلِ اسلام کا ہے، یونہی علمِ حقیقی کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو، اور تعلیم حقیقی کہ بذاتِ خود بے حاجت بہ دیگرے القائے علم کرے، اللہ جل جلالہ سے خاص ہیں۔ پھر دوسرے کو عالم کہنا یا اس سے علم طلب کرنا شرک نہیں ہو سکتا جب تک وہی معنی اصلی مقصود نہ ہوں۔ خود رب العزت تبارک و تعالٰی قرآن عظیم میں اپنے بندوں کو علیم و علماء فرماتا ہے اور حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت ارشاد کرتا ہے:

یعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔[3]

یہ نبی انھیں کتاب و حکمت کا علم عطا کرتا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۴۴
[2] القرآن الکریم ۵/۳۵
[3] " ۳/۱۶۴

یہی حال استعانت و فریاد رسی کا ہے کہ ان کی حقیقت خاص بخدا اور بمعنی وسیلہ و توسل و توسط غیر کیلئے ثابت اور قطعاً روا، بلکہ یہ معنی تو غیر خدا ہی کے لئے خاص ہیں، اللہ عزوجل وسیلہ و توسل و توسط بننے سے پاک ہے، اس سے اُوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہوگا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا، ولہذا حدیث میں ہے جب اعرابی نے حضور پُر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم حضور کو اللہ تعالٰی کی طرف شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزوجل کو حضور کے سامنے شفیع لاتے ہیں، حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سخت گراں گزرا دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے، پھر فرمایا:

ویحك انه لایستشفع بالله علی احد، شان الله اعظم من ذٰلك۔ رواہ ابوداؤد[1] عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ارے نادان! اللہ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں لاتے ہیں کہ اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے (اسے ابوداؤد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اہلِ اسلام انبیاء و اولیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام سے یہی استعانت کرتے ہیں جو اللہ عزوجل سے کیجئے تو اللہ اور اس کا رسول غضب فرمائیں اور اسے اللہ جل وعلا کی شان میں بے ادبی ٹھہرائیں، اور حق تو یہ ہے کہ اس استعانت کے معنٰی اعتقاد کرکے جناب الٰہی جل وعلا سے کرے تو کافر ہو جائے مگر وہابیہ کی بدعقلی کو کیا کہئے، نہ اللہ کا ادب نہ رسول سے خوف، نہ ایمان کا پاس، خواہی نخواہی اس استعانت کو ایاك نستعین میں داخل کرکے جو اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے اسے اللہ تعالٰی سے خاص کئے دیتے ہیں، ایک بیوقوف وہابی نے کہا تھا: ؎

وُہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے کہا: ؎

توسل کر نہیں سکتے خدا سے
اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا سے توسل کرکے اُسے کسی کے یہاں وسیلہ و ذریعہ بنائیے، اس وسیلہ بننے کو

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الجہمیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۴

ہم اولیائے کرام سے مانگتے ہیں کہ وُہ دربارِ الٰہی میں ہمارا وسیلہ و ذریعہ و واسطہ قضائے حاجات ہو جائیں، اس بے وقوفی کے سوال کا جواب اللہ عزوجل نے اس آیۂ کریمہ میں دیا ہے:

ولوانهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما[1]

اور جب وُہ اپنی جانوں پر ظلم یعنی گناہ کرکے تیرے پاس حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور معافی مانگے ان کے لئے رسول، تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

کیا اللہ تعالٰی اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا، پھر یہ کیوں فرمایا کہ اے نبی! تیرے پاس حاضر ہوں اور تُو اللہ سے ان کی بخشش چاہے تو یہ دولت و نعمت پائیں گے۔ یہی ہمارا مطلب ہے جو قرآن کی آیت صاف فرما رہی ہے۔ مگر وہابیہ تو عقل نہیں رکھتے۔

خدارا انصاف! اگر آیۂ کریمہ ایاك نستعین میں مطلق استعانت کا ذاتِ الٰہی جل و علا میں حصر مقصود ہو تو کیا صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی سے استعانت شرک ہوگی، کیا یہی غیر خدا ہیں اور سب اشخاص و اشیاء وہابیہ کے نزدیک خدا ہیں یا آیت میں خاص انھیں کا نام لے دیا ہے کہ ان سے شرک اوروں سے روا ہے، نہیں نہیں، جب مطلقاً ذاتِ احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر سے کی جائے ہمیشہ ہر طرح شرک ہی ہوگی کہ انسان ہوں یا جمادات، احیا ہوں یا اموات، ذوات ہوں یا صفات، افعال ہوں یا حالات، غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں۔ اب کیا جواب ہے آیۂ کریمہ کا کہ رب جل وعلا فرماتا ہے:

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔[2]

استعانت کرو صبر و نماز سے۔

کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے، کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔

دوسری آیت میں فرماتا ہے:

وتعاونوا علی البر والتقوٰی[3] آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۴ / [2] القرآن الکریم ۲/ ۴۵

[3] 〃 ۵/ ۲

پرہیزگاری پر۔

کیوں صاحب! اگر غیرِ خدا سے مدد لینی مطلقاً محال ہے تو اس حکمِ الٰہی کا حاصل کیا، اور اگر ممکن ہو تو جس سے مدد مل سکتی ہے اس سے مدد مانگنے میں کیا زہر گھل گیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۳۰۲ تا ۳۰۵)

(۵۷) اسی مبحثِ استعانت میں مزید فرمایا:

فائدۂ ضروریہ: حضرت امام سفیان ثوری قدس سرہ النوری کی نقل قول میں مخالف نے ستم کارسازی کو کام فرمایا ہے۔ اصل حکایت شاہ عبدالعزیز صاحب کی فتح العزیز سے سُنئے، لکھتے ہیں:

شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ در نمازِ شام امامت میکرد، چوں ایاك نعبدُ و ایاك نستعین گفت بیہوش افتاد، چوں بخود آمد گفتند اے شیخ! تراچہ شدہ بود؟ گفت چوں ایاك نستعین گفتم ترسیدم کہ مرا بگویند کہ اے دروغ گو! چرا از طبیب دارو می خواہی واز امیر روزی واز بادشاہ یاری می جوئی، ولہذا بعضے از علماء گفتہ اند کہ مرد را باید کہ شرم کند از انکہ ہر روز وشب پنج نوبت در مواجہہ پروردگار خود استادہ دروغ گفتہ باشد، لیکن درینجا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد بر آں غیر باشد واُورا مظہر عونِ الٰہی نداند حرام است، واگر التفات محض بجانبِ حق است واُورا مظاہر عون دانستہ ونظر بہ کارخانۂ اسباب وحکمتِ او تعالےٰ در آں نمودہ بغیر استعانت ظاہر نماید، دور از عرفان نخواہد بود، و در شرع نیز جائز وروا است، وانبیاء واولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرتِ حق است لاغیر[1]

شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے شام کی نماز میں امامت فرمائی، جب ایاك نعبدُ و ایاك نستعین پر پہنچے بیہوش ہوکر گر پڑے، جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے دریافت کیا: اے شیخ! آپ کو کیا ہوگیا تھا؟ فرمایا: جب ایاك نستعین کہا تو خوف ہوا کہ مجھ سے یہ نہ کہا جائے کہ اے جھوٹے! پھر طبیب سے دوا کیوں لیتا ہے، امیر سے روزی اور بادشاہ سے مدد کیوں مانگتا ہے؟ اس لئے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ انسان کو خدا سے شرم کرنی چاہیئے کہ پانچ وقت اس کے حضور کھڑا ہوکر جھوٹ بولتا ہے مگر یہاں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ غیر اللہ سے اس طرح مدد مانگنا کہ اسی پر اعتماد ہو اور اس کو اللہ کی مدد کا مظہر نہ جانا جائے حرام ہے، اور اگر توجہ حضرتِ حق ہی کی طرف ہے اور اس کو اللہ کی مدد کا مظہر جانتا ہے اور

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تفسیر سورۂ فاتحہ پارہ الم مطبع مجتبائی دہلی ص ۸

اللہ کی حکمت اور کارخانۂ اسباب پر نظر کرتے ہوئے ظاہری طور پر غیر سے مدد چاہتا ہے تو یہ عرفان سے دُور نہیں، اور شریعت میں بھی جائز اور روا ہے اور انبیاء اور اولیاء نے ایسی استعانت کی ہے، اور درحقیقت یہ استعانت غیر سے نہیں ہے بلکہ یہ حضرتِ حق سے ہی استعانت ہے۔ (ت)

مخالف صاحب نے دیکھا کہ حکایت اگر صحیح طور پر نقل کریں تو ساری قلعی جاتی ہے۔ طبیبوں سے دوا چاہنی، امیروں سے نوکری مانگنی، بادشاہوں سے مقدمات وغیرہا میں رجوع کرنا سب شرک ہُوا جاتا ہے جس میں خود بھی مبتلا ہیں، لہذا از طبیب دوا وغیرہ الفاظ کی جگہ یُوں بتایا کہ "غیر حق سے مدد مانگوں مجھ سے زیادہ بے ادب کون ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۲۳، ۳۲۴)

(۵۸) مزید فرمایا:

اب دیکھئے کہ نہ فقط اولیاء بلکہ خود حضور پُرنور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثناء سے استعانت جائزہ ومحمودہ، خود حضور اقدس کی فرمودہ، صحابہ وتابعین کی معمولہ ومقبولہ صحیح حدیث میں ان لوگوں کا یہ حال ہے، قُل مُوْتُوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[1]۔

تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔ (ت)

ثالثاً سب جانے دو، سرے سے یہ ناپاک ادّعا ہے کہ بندگانِ خدا محبوبانِ خدا کو قادرِ مستقل جان کر استعانت کرتے ہیں ایک ایسی سخت بات ہے جس کی شناعت پر اطلاع پاؤ تو مدتوں نہیں توبہ کرنی پڑے اہل لا الٰہ الا اللہ پر بدگمانی حرام، اور ان کے کلام کو جس کے صحیح معنی بے تکلف درست ہوں خواہی نخواہی معاذ اللہ معنیٔ کفر کی طرف ڈھال لے جانا قطعاً گناہِ کبیرہ ہے۔ حق سبحانہ وتعالٰی فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2]۔

اے ایمان والو! بہت گمانوں کے پاس نہ جاؤ بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسؤلا[3]۔

اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان، آنکھ اور دل سب سے سوال ہونا ہے (ت)

اور فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۹
[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲
[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

لولا اذ اسمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسھم خیرا[1]

کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اسے سُنا تو مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنی جانوں یعنی اپنے بھائی مسلمانوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔

اور فرماتا ہے:

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[2]۔

اللہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسا نہ کرنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۲۹، ۳۳۰)

(۵۹) حقیقت اصلیہ کے اعتبار سے قاضی، حاکم، سیّد اور عالم اللہ تعالٰی کے ساتھ خاص ہیں چنانچہ رسالہ "فقہ شہنشاہ" میں فرمایا:

بنظر حقیقت اصلیہ صرف قاضی و حاکم و سیّد و عالم بھی اسی کے ساتھ خاص۔ قال اللہ تعالٰی:

واللہ یقضی بالحق ط والذین یدعون من دونہ لا یقضون بشئ ان اللہ ھو السمیع البصیر[3]

اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے اور اس کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ فیصلہ نہیں کرتے۔ بیشک اللہ ہی سُنتا دیکھتا ہے۔

وقال اللہ تبارک وتعالٰی:

لہ الحکم والیہ ترجعون[4] اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

وقال اللہ تعالٰی:

اِنِ الحکمُ الا للہ[5] حکم نہیں مگر اللہ کا۔

وقال اللہ تعالٰی:

وھو العلیم الحکیم[6] وہی علم و حکمت والا ہے۔

وقال اللہ تعالٰی:

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۲ — [2] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۷

[3] // ۴۰/ ۲۰ — [4] // ۲۸/ ۸۸

[5] // ۱۲/ ۴۰ — [6] // ۶۶/ ۲

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا[1]

جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمھیں کیا جواب ملا، عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔

وفد بنی عامر نے حاضر ہوکر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: اَنْتَ سَیِّدُنَا حضور ہمارے سید ہیں۔ فرمایا: اَلسَّیِّدُ اَللہُ سید تو خدا تعالٰی ہی ہے۔ رواہ احمد[2] وابوداؤد عن عبد اللہ بن الشخیر العامری رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے روایت کیا ہے احمد اور ابوداؤد نے عبداللہ بن شخیر عامری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)۔

یونہی نہ ملک الملوک، بلکہ صرف ملک ہی۔ قال اللہ تعالٰی:

لہ الملک ولہ الحمد[3] اسی کے لئے ملک اور اسی کے لئے تعریف۔

وقال اللہ تعالٰی:

لمن الملک الیوم[4] آج کس کی بادشاہی ہے۔

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اسی حدیث مَلِکُ الْمُلُوْک کی تعلیل میں فرمایا:

لَا مَلِكَ اِلَّا اللہُ بادشاہ کوئی نہیں سوائے اللہ تعالٰی کے۔ رواہ مسلم[5] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے روایت کیا ہے مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۴۹، ۳۵۰)

(۶۰) مزید فرمایا:

حالانکہ یہ الفاظ و اوصاف غیر خدا کے لئے خود قرآن عظیم و احادیث و اقوالِ علماء میں بکثرت

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی کراہیۃ التمادح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۶

مسند احمد بن حنبل حدیث مطرف بن عبداللہ عن ابیہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۲۴

[3] القرآن الکریم ۶۴/ ۱

[4] ۴۰/ ۱۶

[5] صحیح مسلم کتاب الادب باب تحریم التسمی بملک الاملاک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۸

وارد۔ قال اللہ تعالٰے :

سیدًا وحصورًا ونبیًّا من الصّٰلحین[1]۔

سردار اور ہمیشہ کے لئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے۔

وقال اللہ تعالٰے :

والفیا سیدھا لدا الباب[2]۔

اور دونوں کو عورت کا میاں (سیّد) دروازے کے پاس ملا۔

وقال اللہ تعالٰے :

فابعثوا حکمًا من اھلہ وحکمًا من اھلھا[3]۔

تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے۔

وقال اللہ تعالٰے :

وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط[4]۔

اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو۔

وقال اللہ تبارک وتعالٰے :

واٰتینٰہ الحکم صبیا[5]

اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی

وقال اللہ تبارک وتعالٰے :

فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین[6]۔

تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے۔

وقال اللہ تعالٰے عن عبدہٖ زکریا علیہ الصّلٰوۃ والسلام :

وانی خفت الموالی من ورآئی[7]۔

اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۳۹ — [2] القرآن الکریم ۱۲/ ۲۵
[3] ″ ۴/ ۳۵ — [4] ″ ۵/ ۴۲
[5] ″ ۱۹/ ۱۲ — [6] ″ ۶۶/ ۴
[7] ″ ۱۹/ ۵

وقال اللہ تعالٰی :

ھم فیھا خالدون[۱] انھیں ہمیشہ اس میں رہنا۔

وقال اللہ تعالٰی :

فھم لہا مالکون[۲] یہ توان کے مالک ہیں۔

وقال اللہ تعالٰی :

ونادوا یا مالک[۳] اور وہ پکاریں گے اے مالک!

وقال اللہ تعالٰی :

وآتینٰہ الحکمۃ[۴] اور ہم نے اسے حکمت دی۔

وقال اللہ تعالٰی :

ومن یؤت الحکمۃ فقد اُوتی خیرا کثیرا[۵]

اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی۔

وقال اللہ تبارک وتعالٰی :

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لا یعلمون[۶]

عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۵۵ تا ۳۵۷)

(۶۱) مزید فرمایا :

صحابہ کرام میں بیس[۲۰] سے زائد کا نام حکم ہے، تقریباً دس[۱۰] کا نام حکیم، اور ساٹھ سے زیادہ کا خالد، اور ایک سو دس[۱۱۰] سے زیادہ کا مالک ــــ اُن وقائع اور ان کے امثال کثیرہ پر نظر سے ظاہر ہے کہ ایسی نہی میں شرع مطہر کا مقصود کیا تھا، اور اس پر قرینۂ واضحہ یہ ہے کہ خود حدیث شریف میں اس کی تعلیل یوں ارشاد ہوئی کہ :

لَا مَلِکَ اِلَّا اللہ[۷] خدا تعالٰی کے سوا کوئی بادشاہ ہی نہیں۔

---

[۱] القرآن الکریم ۲/۸۱، ۸۲ [۲] القرآن الکریم ۳۶/۷۱

[۳] ″ ۴۳/۷۷ [۴] ″ ۳۸/۲۰

[۵] ″ ۲/۲۶۹ [۶] ″ ۶۳/۸

[۷] صحیح مسلم کتاب الادب باب تحریم التسمی بملک الاملاک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۸

ظاہر ہے کہ حصر اسی السید ھو اللہ ومولٰکم اللہ (سیّد اللہ تعالٰی ہی ہے اور تمہارا مولٰی اللہ تعالٰی ہے۔ت) کے قبیل سے ہے، ورنہ خود قرآن عظیم میں ارشاد ہوا:

وقال الملك انی ارٰی[1]

اور بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھیں۔

اور فرمایا:

وقال الملك ائتونی بہ[2]

اور بادشاہ بولا کہ انھیں میرے پاس لے آؤ۔

اور فرمایا:

ان الملوك اذا دخلوا قریۃ۔[3]

بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں۔

امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں اسی معنٰی کی طرف اشارہ کیا، حدیث انما الکرم قلب المؤمن (مومن کا دل کرم کا خزانہ ہے) کے نیچے فرماتے ہیں:

وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما المفلس الذی یفلس یوم القیٰمۃ کقولہ انما الصرعۃ الذی یملك نفسہ عند الغضب کقولہ لاملك الا اللہ فوصفہ بانتھاء الملك ثم ذکر الملوك ایضا فقال ان الملوك اذا دخلوا قریۃ افسدوھا اھ۔[4]

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: صحیح معنٰی میں مفلس وُہ ہے جو قیامت کے دن حالتِ افلاس میں ہو، جس طرح آپ کا یہ ارشادِ گرامی کہ حلیم و بُردبار وہ شخص ہے جو غیظ و غضب میں اپنے نفس کو کنٹرول میں رکھے، اور اسی کے ہم مثل آپ کا یہ ارشاد بھی ہے "بادشاہت تو صرف اللہ کے لئے ہے" یہاں ذاتِ باری تک بادشاہت کی انتہا مانی گئی حالانکہ دوسروں کے لئے بادشاہ ہونے کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ فرمایا: بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ کر دیتے ہیں اھ۔

وہابیہ و خوارج اسی نکتۂ جلیلہ سے غافل ہو کر شرکِ شرک و کفر میں پڑے کہ اللہ تعالٰی تو اِن الحکم

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۳

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۰

[3] 〃 ۲۷/ ۳۴

[4] صحیح البخاری کتاب الادب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما الکرم قلب المومن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۳

الا للہ[1] حکم تو اللہ ہی کا ہے۔ فرماتا ہے: مولیٰ علی نے کیسے ابوموسیٰ کو حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تو ایاک نستعین[2] فرماتا ہے، مسلمانوں نے انبیاء و اولیاء سے کیسے استعانت کی ــــ اللہ تعالیٰ تو قل لا یعلم[3] الآیۃ فرماتا ہے، اہل سنت نے کیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اطلاعِ غیوب مان لی ــــ اور اندھوں نے نہ دیکھا کہ وہی خدا تعالیٰ فابعثوا حکماً[4] ایک پنچ بھیجو۔ اور تعاونوا علی البر والتقویٰ[5] اور نیکی اور پرہیزی گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو ــــ اور واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ[6] اور صبر اور نماز سے مدد چاہو ــــ اور الا من ارتضیٰ من رسول[7] سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے ــــ اور یجتبی من رسلہ من یشاء[8] چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے ــــ اور تلک من انباء الغیب نوحیہا الیک[9] یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں ــــ اور یؤمنون بالغیب[10] بے دیکھے ایمان لاتے ہیں وغیرہا فرمارہا ہے افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض[11] تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ ۱۲م

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا، اس مقصد کی شرح کی نظیر واقعہ تحریم خمر یہ ہے کہ ابتداء میں نقیر و مزفت، جرہ و حنتم یعنی مضبوط برتنوں میں نبیذ ڈالنے سے منع فرمایا تھا کہ تساہل نہ واقع ہو، جب اس کی حرمت اور اس سے نفرت مسلمانوں کے دل میں جم گئی اور اس سے کامل تحفظ و احتیاط نے قلوب میں جگہ پائی، فرمایا:

ان ظرفاً لا یحل شیئا ولا یحرمہ[12]

برتن کسی چیز کو حلال وحرام نہیں کرتا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/۴۰ [2] القرآن الکریم ۱/۴
[3] 〃 ۲۷/۶۵ [4] 〃 ۴/۳۵
[5] 〃 ۵/۲ [6] 〃 ۲/۴۵
[7] 〃 ۷۲/۲۷ [8] 〃 ۳/۱۷۹
[9] 〃 ۱۱/۴۹ [10] 〃 ۲/۳
[11] 〃 ۲/۸۵

[12] صحیح مسلم کتاب الاشربہ باب النہی عن الانتباذ فی المزفت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۶۷

بالجملہ اِن اکابر ائمہ وعلماء و اولیائے مقصود پر نظر فرما کر لفظ شاہنشاہ کا اطلاق فرمایا، اور جن کی نظر لفظ پر گئی منع بتایا کما نقلہ فی التتار خانیۃ (جیسا کہ تتارخانیہ میں نقل کیا گیا ہے۔ت) دونوں فریق کے لئے ایک وجہ موجہ ہے لکل وجھۃ ھو مولیھا[1] (ہر ایک کے لئے ایک جہت ہے وہ اس طرف پھرے گا۔ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۵۹ تا ۳۶۱)

(۶۲) "حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو" کی علی سبیل التنزل ایک توجیہ پیش کرتے ہوئے فرمایا:

ہم پوچھتے ہیں لفظ شہنشاہ حضرت عزجلالہ کے لئے مخصوص ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو سرے سے منشاء شبہہ زائل، اور اگر ہے تو جو لفظ اللہ عزوجل کے لئے خاص تھا اسے غیر اللہ پر کیوں حمل کیجئے؟ شہنشاہ سے اللہ ہی کیوں نہ مراد لیجئے کہ روضہ بمعنی قبر نہیں بلکہ خیابان اور کیاری کو کہتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی "فھم فی روضۃ یحبرون[2]"۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: باغ کی کیاری میں ان کی خاطر داری ہوگی۔(ت)

قبر پر اس کا اطلاق تشبیہ بلیغ ہے جیسے:

رأیتُ اسدًا یرمی۔ میں نے شیر کو تیر اندازی کرتے دیکھا۔(ت)

حدیث شریف میں قبر مومن کو روضۃ من ریاض الجنۃ[3] فرمایا، جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری، تو روضہ شہنشاہ کے معنی ہوئے الٰہی خیابان، خدا کی کیاری، اس میں کیا حرج ہے، جب قرآن عظیم نے مدینہ طیبہ کی ساری زمین کو اللہ عزوجل کی طرف اضافت فرمایا:

الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا[4]۔

کیا خدا کی زمین یعنی زمینِ مدینہ کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔

تو خاص روضۂ انور کو الٰہی روضہ، شاہنشاہی خیابان، ربانی کیاری کہنے میں کیا حرج ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۷۸، ۳۷۹)

(۶۳) اسی بحث کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۸

[2] " " ۳۰/ ۱۵

[3] جامع الترمذی ابواب صفۃ یوم القیمۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۶۹

[4] القرآن الکریم ۴/ ۹۷

الحق اللہ عزوجل ہی مقلب القلوب ہے۔ سب کے دلوں، نہ صرف دل بلکہ عالم کے ذرّے ذرّے پر حقیقی قبضہ اسی کا ہے، مگر نہ اس کی قدرت محدود، نہ اس کی عطا کا بابِ وسیع مسدود، اِنَّ اللّٰہَ علٰی کل شئ قدیر[1] بیشک اللہ تعالٰے ہر چیز پر قادر ہے۔ وما کان عطاء ربک محظورا[2] اور تیرے رب کی عطا پر روک نہیں۔ وہ علی الاطلاق فرماتا ہے:

ولٰکن اللہ یسلّط رسلہ علٰی من یشاء[3]

اللہ تعالٰے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے قبضہ و قابو دیتا ہے۔

اس کا اطلاق اجسام و ابصار و اسماع وقلوب سب کو شامل ہے، وہ اپنے محبوبوں کو جس کے چاہے دست و پا پر قدرت دے، چاہے چشم وگوش پر، چاہے دل وہوش پر، اس کی قدرت میں کمی، نہ عطا میں تنگی۔ کیا ملائکہ دلوں میں القائے خیر نہیں کرتے، نیک ارادے نہیں ڈالتے، بُرے خطروں سے نہیں پھیرتے؟ ضرور سب کچھ باذن اللہ کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں تصرف کے اور کیا معنی! قال اللہ تعالٰے:

اذ یوحی ربك الی الملٰئکة انّی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا[4]

جب وحی فرماتا ہے تیرا رب فرشتوں کو کہ میں تمھارے ساتھ ہوں تو تم دل قائم رکھو مسلمانوں کے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۷۹، ۳۸۰)

(۶۴) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

ملائکہ کی شان تو بلند ہے، شیاطین کو قلوبِ عوام میں تصرف دیا ہے جس سے فقط اپنے چنے ہوئے بندوں کو مستثنٰی کیا ہے کہ فرمایا:

انّ عبادی لیس لك علیھم سلطان[5]

میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

[2] 〃 ۱۷/ ۲۰

[3] 〃 ۵۹/ ۶

[4] 〃 ۸/ ۱۲

[5] 〃 ۱۷/ ۶۵

قال اللہ تعالٰے:

یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس[1]۔

شیطان جن اور لوگ، لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں۔

وقال اللہ تعالٰے:

شیٰطین الانس والجن یوحی بعضھم الٰی بعض زخرف القول غرورا[2]۔

شیطان آدمی اور جن ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں بناوٹ کی بات دھوکے کو ۱۲م۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۸۱)

(۶۵) آثار وتبرکات کے منکر شخص کا رد اور ان کی تعظیم وتوقیر کا اثبات کرتے ہوئے رسالہ "بدر الانوار فی آداب الآثار" میں فرمایا:

ایسا شخص آیات واحادیث کا منکر اور سخت جاہل خاسر یا کمال گمراہ فاجر ہے اس پر توبہ فرض ہے، اور بعد اطلاع بھی تائب نہ ہو توضرور گمراہ بے دین ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکا وھدی للعٰلمین فیہ اٰیٰت بیّنٰت مقام ابراھیم[3]

بیشک سب میں پہلا گھر کہ لوگوں کے لئے مقرر فرمایا گیا ہے وہ ہے جو مکّہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کو راہ دکھاتا، اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کا پتھر۔ جس پر کھڑے ہوکر انھوں نے کعبہ معظمہ بنایا اُن کے قدم پاک کا نشان اس میں بن گیا، اجلّہ محدثین عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وارزقی نے امام اجل مجاہد تلمیذ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہم سے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں روایت کی:

قال اثر قدمیہ فی المقام اٰیۃ بیّنۃ[4]۔

فرمایا کہ سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں قدم پاک کا اس پتھر میں نشان ہوجانا

---

[1] القرآن الکریم ۱۱۴/ ۵، ۶

[2] 〃 ۶/ ۱۱۲

[3] 〃 ۳/ ۹۶ و ۹۷

[4] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳/ ۹۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۸
تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت آیۃ ۳/ ۹۷ مکتبہ نزار مکۃ المکرمۃ ۳/ ۷۱۱
الدر المنثور 〃 〃 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۵۶

یہ کھلی نشانی ہے جسے اللہ عزوجل آیات بیّنات فرمارہا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

الفضیلۃ الثانیۃ (لھذا البیت) مقام ابراھیم وھو الحجر الذی وضع ابراھیم قدمہ علیہ فجعل اللہ ما تحت قدم ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام من ذٰلک الحجر دون سائر اجزائہ کالطین حتی غاص فیہ قدم ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام وھذا مما لایقدر علیہ الا اللہ تعالٰی، ولا یظھرہ الا علی الانبیاء، ثم لما رفع ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام قدمہ عنہ خلق فیہ الصلابۃ الحجریۃ مرۃ اخرٰی، ثم انہ تعالٰی ابقی ذٰلک الحجر علی سبیل الاستمرار والدوام فھذہ انواع من الاٰیات العجیبۃ والمعجزات الباھرۃ اظھرھا اللہ تعالٰی فی ذٰلک الحجر۔[1]

یعنی کعبہ معظمہ کی ایک فضیلت مقام ابراہیم ہے یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیر قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہوگیا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم مبارک اُس میں پیر گیا اور یہ خاص قدرتِ الٰہیہ و معجزۂ انبیاء ہے پھر جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدم اٹھایا اللہ تعالٰی نے دوبارہ اُس ٹکڑے میں پتھر کی سختی پیدا کردی کہ وہ نشانِ قدم محفوظ رہ گیا پھر اسے حق سبحٰنہ نے مدّتہا مدّت باقی رکھا تو یہ اقسام اقسام کے عجیب وغریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے۔

ارشاد العقل السلیم میں ہے:

ان کلّا واحد من اثر قدمیہ فی صخرۃ صماء وغوصہ فیھا الی الکعبین والانۃ بعض الصخور دون بعض وابقائہ دون سائر اٰیات الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام وحفظہ مع کثرۃ الاعداء الوف سنۃ اٰیۃ مستقلۃ۔[2]

یعنی اسی ایک پتھر کو مولٰی تعالٰی نے متعدد آیات فرمایا اس لئے کہ اس میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نشانِ قدم ہوجانا ایک اور ان کے قدموں کا گٹوں تک اس میں پیر جانا دو[2] اور پتھر کا ایک ٹکڑا نرم ہوجانا باقی کا اپنے حال پر رہنا تین[3]، اور معجزاتِ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳/ ۹۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۸/ ۱۲۷
[2] ارشاد العقل السلیم " ۲/ ۹۶۳ دار احیاء التراث العربی بیروت الجزء الثانی ۶۱/

میں اس معجزے کا باقی رکھنا چار، اور باوصف کثرتِ اعدا ہزاروں برس اُس کا محفوظ رہنا پانچ، یہ ہر ایک بجائے خود ایک آیت و معجزہ ہے۔

مولیٰ سبحانہ، تعالیٰ فرماتا ہے:

قال لهم نبیهم انّ اٰیة ملکه ان یأتیکم التابوت فیه سکینة من ربکم و بقیة مما ترك اٰل موسٰی و اٰل هٰرون تحمله الملٰئکة انّ فی ذٰلك لاٰیة لکم ان کنتم مؤمنین[1]

بنی اسرائیل کے نبی شمویل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا کہ سلطنت طالوت کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمھارے پاس تابوت جس میں تمھارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور موسیٰ و ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں، فرشتے اسے اٹھا کر لائیں، بیشک اس میں تمھارے لئے عظیم نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

وہ تبرکات کیا تھے، موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ مقدسہ وغیرہا۔ ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اُس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے فتح پاتے، اور جس مراد میں اس سے توسل کرتے اجابت دیکھتے۔ ابن جریر و ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی، قال:

وبقیة مما ترك اٰل موسٰی عصاه و رضاض الالواح[2]

تابوتِ سکینہ میں تبرکاتِ موسویہ سے اُن کا عصا تھا اور تختیوں کی کرچیں۔

وکیع بن الجراح و سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم ابوصالح تلمیذ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی، قال:

کان فی التابوت عصا موسٰی و عصا هٰرون و ثیاب موسٰی و ثیاب هٰرون و لوحان من التوراة و المنّ و کلمة الفرج لا اله الا الله الحلیم الکریم و سبحٰن الله ربّ السمٰوٰت السبع و رب العرش العظیم و الحمد لله رب العالمین[3]

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۴۸

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیہ ۲/ ۲۴۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۷۳۳

[3] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم حدیث ۲۴۸۵، ۲۴۸۶ مکتبہ نزار مکہ مکرمہ ۲/ ۴۷۰
الدر المنثور تحت الآیہ ۲/ ۲۴۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۷۲۱

تابوت میں موسیٰ و ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کے عصاء اور دونوں حضرات کے ملبوس اور توریت کی دو تختیاں اور قدرے مَن کہ بنی اسرائیل پر اُترا اور یہ دعائے کشائش لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم الخ۔

معالم التنزیل میں ہے:

کان فیه عصا موسٰی ونعلاه وعمامة هٰرون وعصاه[1] الخ

تابوت میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور ان کی نعلین اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ و عصا الخ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۳۹۸ تا ۴۰۱)

(۶۶) تعظیم آثار و تبرکات کے لئے کسی خاص سند کی ضرورت نہیں۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

تصریحاتِ ائمہ سے معلوم ہولیا کہ تعظیم کے لئے نہ یقین درکار ہے نہ کوئی خاص سند، بلکہ صرف نام پاک سے اس کا اشتہار کافی ہے، ایسی جگہ بے ادراک سند تعظیم سے باز نہ رہے گا مگر بیمار دل پُر آزار دل جس میں نہ عظمتِ شانِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بروجہ کافی نہ ایمان کامل۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

ان یّك كاذباً فعليه كذبه وان يك صادقا يصبكم بعض الذى يعدكم[2]

اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اُس پر، اور اگر سچّا ہے تو تمھیں پہنچ جائیں گے بعض وہ عذاب جن کا وہ تمھیں وعدہ دیتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۱۵)

(۶۷) تصاویر معظمین کی تعظیم کے بارے میں فرمایا:

شرع مطہر میں زیادہ شدّتِ عذاب تصاویر کی تعظیم ہی پر ہے، اور خود ابتدائے بُت پرستی انھیں تصویراتِ معظمین سے ہوئی۔ قرآن عظیم میں جو پانچ بُتوں کا ذکر سورۂ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرمایا وَدّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر، یہ پانچ بندگانِ صالحین تھے کہ لوگوں نے اُن کے انتقال کے بعد باغوائے ابلیس لعین اُن کی تصویریں بنا کر اُن کی مجلسوں میں قائم کیں، پھر بعد کی آنے والی نسلوں نے انھیں معبود سمجھ لیا۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے ہے:

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/ ۲۴۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۷۱

[2] القرآن الکریم ۴۰/ ۲۸

ود و سواع ویغوث ویعوق ونسر اسماء رجال من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطٰن الٰی قومھم ان انصبوا الٰی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلك اولٰئك وتنسخ العلم عبدت[1] ھذا مختصرًا۔

ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جب وہ فوت ہوگئے تو شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ جہاں وہ بیٹھتے تھے وہاں ان کی مجالس میں اُن کے بُت نصب کرو اور ان کے نام لیا کرو۔ تو وہ ایسا ہی کرنے لگے۔ پھر اس دَور میں تو اُن کی عبادت نہیں ہُوئی مگر جب وہ لوگ ہلاک ہوگئے اور علم مٹ گیا سابق لوگوں کے بارے میں جہالت کا پردہ چھا گیا تو رفتہ رفتہ ان مجسموں کی عبادت و پرستش شروع ہوگئی۔ یہ حدیث کے مختصر الفاظ ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۳۳، ۴۳۴)

(۶۸) توسّل وحاجت شیخ طریقت کے بارے میں فرمایا:

یہ اس کے لئے ہے جو اس راہ کا چلنا چاہے، اور ہمت پست کوتاہ دست لوگ اگر سلوک نہ بھی چاہیں تو انھیں توسّل کے لئے شیخ کی حاجت ہے۔ یوں اللہ عزوجل اپنے بندوں کو بس تھا۔ قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا):

الیس اللہ بکاف عبدہ[2]

کیا خدا اپنے بندوں کو کافی نہیں۔

مگر قرآن عظیم نے حکم فرمایا:

وابتغوا الیہ الوسیلۃ[3]۔ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

اللہ کی طرف وسیلہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف وسیلہ مشائخ کرام، سلسلہ بہ سلسلہ جس طرح اللہ عزوجل تک بے وسیلہ رسائی محال قطعی ہے یُونہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک رسائی بے وسیلہ دشوار عادی ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۶۴)

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر باب ودًّا وسواعًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۳۲

[2] القرآن الکریم ۳۹/۳۶

[3] ″ ″ ۵/۳۵

(۶۹) ممانعتِ تعددِ بیعت کے بارے میں مصنفِ رسالہ "انوارِ ساطعہ" مولانا عبد السمیع علیہ الرحمۃ کے ایک استفتاء کے جواب میں فرمایا:

یا ہذا قرآن عظیم صاف صاف فرما رہا ہے کہ رجلا سلما لرجل[1] (ایک غلام صرف ایک مولا کا۔ ت) ہی ہونا بھلا ہے۔

ھل یستوین مثلاً الحمد للہ بل اکثرھم لایعلمون[2]

کیا اُن دونوں کا حال ایک سا ہے، سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے۔ (ت)

یا ہذا پیرِ صادق قبلۂ توجہ ہے اور قبلہ سے انحراف نماز کو جواب صاف با آنکہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ[3] (تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ یعنی خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں۔ پھر طالبان وجہ اللہ کو حکم یہی سناتے ہیں کہ:

حیثما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ[4]

تم جہاں کہیں ہو پس اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ (ت)

یہ محل محلِ تحری ہے اور صاحبِ تحری کا قبلہ قبلۂ تحری۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۷۵)

(۷۰) مزید فرمایا:

یا ہذا فیضِ پیر مَن و سلوٰی ہے، اور لن نصبر علی طعام واحد[5] (ہم ہرگز ایک طعام پر صبر نہیں کرسکتے۔ ت) کہنے کا نتیجہ بُرا،

فلا تکن اسرائیلیا وکن محمدیا یأتك رزقك بکرۃ وعشیا۔

پس تو اسرائیلی نہ ہو تو محمدی بن، تیرے پاس رزق صبح و شام آئے گا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۷۶)

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۲۹

[2] " ۳۹/ ۲۹

[3] " ۲/ ۱۱۵

[4] " ۲/ ۱۴۴ و ۱۵۰

[5] " ۲/ ۶۱

(۱۷) "جس کا دنیا میں مرشد نہیں اس کا مرشد آخرت میں شیطان ہوگا" اس مقولہ کی تحقیق کرتے ہوئے مرشد کی دو۲ قسمیں بتائیں :

۱ - عام، یعنی کلام اللہ و کلام ائمہ

۲ - خاص، یعنی کسی جامع شرائط بیعت کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا :

شیخ و مرشد بمعنی اول ہر شخص کو ضرور، اور ایسا بے پیر قطعاً راہِ اسلام سے دُور، اس کی عبادت تباہ و مہجور، اور اس سے ابتداء بسلام ممنوع و محظور، اور روزِ قیامت گروہِ شیطان میں محشور۔ قال اللہ تعالٰی :

یوم ندعوا کل اناس بامامھم[1]۔

جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

جب اس شخص نے ائمہ ہدٰی کو اپنا مرشد و امام نہ مانا تو امامِ ضلالت یعنی شیطانِ لعین کا مرید ہوا، لاجرم روزِ قیامت اُسی کے گروہ میں اُٹھے گا والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی، مگر کلمہ گویوں میں اس طرح کے بے پیرے چار گروہ ہو سکتے ہیں :

اول وہ کافر جو سرے سے قرآن و حدیث ہی کو نہ مانے، جیسے نیچری کہ حدیثوں کو صراحۃً مردود و بے سُود بتاتے ہیں اور قرآن کے یقینی قطعی معانی حق کو رَد کرکے اپنے دل سے گھڑ کر کہانی پہیلی بناتے ہیں لعنھم اللہ لعناً کبیرا۔

دوم غیر مقلد کہ بظاہر قرآن و حدیث کو مانتے اور ارشاداتِ ائمہ دین و حاملانِ شرعِ متین کو باطل و نامعتبر جانتے ہیں، یہ سلسلۂ بیعت توڑ کر براہِ راست خدا و رسول سے ہاتھ ملایا چاہتے ہیں۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اور عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

سوم وہابیہ مقلدین کہ اگرچہ بظاہر فروعِ فقہیہ میں تقلیدِ ائمہ کا نام لیتے ہیں مگر اصول و عقائد میں صراحۃً سوادِ اعظم کے خلاف چلتے ہیں اور مقامات و مناصب و تصرفات و مراتب اولیائے کرام

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۱

[2] " ۲۶/ ۲۲۷

کے نام سے جلتے ہیں۔

چہارم اسی طرح تمام طوائف ضالہ بد مذہب گمراہ رافضی، خارجی، معتزلی، قدری، جبری وغیرہم خذلہم اللہ کہ ان سب نے راہِ ہُدیٰ چھوڑ کر اپنی ہوا کو امام بنایا اور اپنا سلسلہ بیعت شیطان لعین سے جا کر ملایا، قال اللہ تعالےٰ :

افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ[1]

کیا تُو نے دیکھا وہ شخص جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود ٹھہرایا۔ (ت)

بالجملہ کلمۂ جامعہ یہی ہے کہ جو اہلِ ہوا ہیں یعنی مخالفانِ اہلسنت وجماعت، وہی اس معنے پر بے پیر صادق اور ان تمام احکام کے ٹھیک مستحق ہیں قاتلھم اللہ انّی یؤفکون[2] (اللہ تعالےٰ ان کو ہلاک کرے کہاں اوندھے پھرتے ہیں۔ ت) سُنّی صحیح العقیدہ کہ ائمہ ہدیٰ کو مانتا، تقلیدِ ائمہ ضروری جانتا، اولیائے کرام کا سچّا معتقد، عقائد میں راہِ حق پر مستقیم، وہ ہرگز بے پیر نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۸۰، ۴۸۱)

(۷۲) آیت کریمہ میں اولی الامر سے متعلق قول ارجح بتاتے ہوئے فرمایا :

مگر اس سے اس قدر ثابت کہ ہادیانِ راہِ خدا کی اطاعت لازم ہے اس میں کیا کلام ہے اس کے لئے خود آیۂ کریمہ :

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[3]

اطاعت کرو تم اللہ تعالےٰ کی اور اطاعت کرو رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور اپنے صاحبِ امر کی۔

کافی ہے، قولِ اصح وارجح پر اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں کہ علمائے شریعت وطریقت دونوں کو شامل۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۸۳)

(۷۳) اقسامِ فلاح بیان کرتے ہوئے اس کی قسم ثانی کی تفصیل میں فرمایا :

دوم کامل رستگاری کہ بے سبقت عذاب دخولِ جنّت ہو اس کے دو پہلو ہیں :

---

[1] القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳

[2] ؍؍ ۹/ ۳۰

[3] ؍؍ ۴/ ۵۹

اوّل وقوع، یہ مذہب اہلسنت میں محض مشیّتِ الٰہی پر ہے جسے چاہے ایسی فلاح عطا فرمائے اگرچہ لاکھوں کبائر کا مرتکب ہو اور چاہے تو ایک[ع] گناہِ صغیرہ پر گرفت کرلے اگرچہ لاکھوں حسنات رکھتا ہو، یہ عدل ہے اور وہ فضل۔ یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء[1] (جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے۔ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت سے بے گنتی اہل کبائر ایسی فلاح پائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ رواہ احمد[2]۔

میری شفاعت میری امت سے کبیرہ گناہوں والوں کے لئے ہے۔ امام احمد نے اسے روایت کیا ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۹۹، ۵۰۰)

(۴۷) اسی مبحث کے ضمن میں فرمایا:

بلکہ وُہ بھی ہوں گے جن کے گناہ نیکیوں سے بدل دیئے جائیں گے۔ قال اللہ تعالٰی:

فاولٰئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت ط وکان اللہ غفورًا رحیما[3] ○

ع اگرچہ وہ ایسا کرے گا نہیں،

لقولہ تعالٰی "ویجزی الذین احسنوا بالحسنی ○ الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ط ان ربک واسع المغفرۃ[4] ط وقولہ تعالٰی ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم وندخلکم مدخلا کریما[5]" ○ وقولہ تعالٰی "ان الحسنٰت یذھبن السیاٰت ط ذٰلک ذکری للذاکرین[6] ○" ۱۲ منہ غفرلہ۔

ارشادِ باری تعالٰی ہے: اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے وہ جو بڑے گناہوں اور بیحیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رُک گئے، بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے۔ اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمھیں ممانعت ہے تو تمھارے اور گناہ ہم بخش دینگے اور تمھیں عزت کی جگہ داخل کریں گے۔ اور اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴

[2] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۱۳

[3] القرآن الکریم ۲۵/ ۷۰ [4] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۱، ۳۲ [5] القرآن الکریم ۴/ ۳۱ [6] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۴

اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۰۱)

(۷۵) فلاح کی کچھ مزید اقسام بیان کرتے ہوئے فلاح باطن کے بارے میں فرمایا:

یہ منتہائے فلاح و فلاح احسان ہے۔ فلاح تقوٰی میں تو عذاب سے دُوری اور جنت کا چین تھا کہ:

فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز[1]

جو جہنم سے بچا کر جنّت میں داخل کیا گیا وہ ضرور فلاح کو پہنچا۔

اور فلاح احسان اس سے اعظم ہے کہ عذاب کا کیا ذکر کسی قسم کا اندیشہ وغم بھی ان کے پاس نہیں آتا۔

الا ان اولیاء الله لاخوف علیهم ولاهم یحزنون[2]۔

خبردار! اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (ت)

بہرحال اس فلاح کے لئے ضرور پیر و مرشد کی حاجت ہے چاہے قسم اوّل کی ہو یا دوم کی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۴۰۴، ۴۰۵)

(۷۶) شیخ طریقت کے حکم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

شیخ ہادی کا حکم رسول کا حکم ہے اور رسول کا حکم اللہ کا حکم، اور اللہ کے حکم میں مجالِ دم زدن نہیں۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی الله ورسوله امراان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص الله ورسوله فقد ضل ضللاً مبینا[3]۔

کسی مسلمان مرد و عورت کو نہیں پہنچتا کہ جب اللہ و رسول کسی معاملہ میں کچھ فرما دیں تو پھر انھیں کام کا کوئی اختیار رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلا گمراہ ہوا۔

فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۰۹، ۵۱۰

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۵

[2] " ۱۰/ ۶۲

[3] " ۳۳/ ۳۶

(۷۷) مرشدِ عام کے مخالفین شیطان کے چیلے اور مرید ہیں، اس سلسلے میں فرمایا:
بالجملہ جملہ مرتدین یا ضالین معاندینِ دین کہ سب مرشدِ عام کے مخالف و منکر ہیں، یہ اشد ہالک ہیں اور ان سب کا پیر شیطان اگرچہ بظاہر کسی کی بیعت کا نام لیں بلکہ خود پیر و ولی و قطب بنیں۔ قال اللہ تعالیٰ:
استحوذ علیہم الشیطٰن فانسٰہم ذکر اللہ اولٰئک حزب الشیطٰن الا ان حزب الشیطٰن ہم الخٰسرون[1]
شیطان نے انھیں اپنے گھیرے میں لے کر اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی وہی شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے شیطان ہی کے گروہ زیاں کار ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۵۱۳)

(۷۸) فلاحِ تقویٰ کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا:
فلاحِ تقویٰ بلاشبہہ فلاح ہے اگرچہ فلاحِ احسان اس سے اعظم و اجل ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے:
ان تجتنبوا کبٰئر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم و ندخلکم مدخلا کریما[2]
اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچے تو ہم تمھاری برائیاں مٹا دیں گے اور تمھیں عزت والے مکان میں داخل فرمائیں گے۔
یہ بلاشبہہ فوزِ عظیم ہے، مولا تعالیٰ نے اہلِ تقویٰ و اہلِ احسان دونوں کے لئے اپنی معیت ارشاد فرمائی،
ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون[3]
بیشک اللہ متقیوں کے ساتھ ہے اور ان کے جو اہلِ احسان ہیں۔
یہ کیسا فضلِ عظیم ہے اور فلاح کے لئے کیا چاہیئے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۵۱۴)

(۷۹) آیتِ وسیلہ کے لطائف بیان کرتے ہوئے فرمایا:
اقول قرآن کریم کے لطائف لامتناہی ہیں اس بیان سے، آیۂ کریمہ:
یٰایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاہدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون[4]

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹
[2] القرآن الکریم ۴/ ۳۱
[3] ” ” ۱۶/ ۱۲۸
[4] ” ” ۵/ ۳۵

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو، اور اس کی راہ میں جان لڑاؤ اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (ت)

کے مبارک جملوں کا حسنِ ترتیب واضح ہُوا، یہ فلاح احسان کی طرف دعوت ہے، اس کے لئے تقوٰی شرط ہے تو اولاً اس کا حکم فرمایا کہ اتقوا اللہ (اللہ سے ڈرو۔ ت) اب کہ تقوٰی پر قائم ہوکر راہِ احسان میں قدم رکھنا چاہتا ہے اور یہ عادۃً بے وسیلہ شیخ ناممکن ہے لہذا دوسرے مرتبہ میں قبل سلوک تلاش پیر کو مقدم فرمایا وابتغوا الیہ الوسیلۃ (اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ ت)، اس لئے کہ الرفیق ثم الطریق (پہلے ساتھی تلاش کرو پھر راستہ لو۔ ت)، اب کہ سامان مہیا ہو لیا اصل مقصود کا حکم دیا کہ جاھدوا فی سبیلہ اس کی راہ میں مجاہدہ کرو "لعلکم تفلحون" تاکہ فلاح احسان پاؤ،

جعلنا اللہ من المفلحین بفضل رحمتہ انہ ھو المرؤف الرحیم وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارک علٰی من بہ الصلاح والفلاح وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین اٰمین۔

اللہ ہمیں فلاح والوں میں کرے اس کی رحمت کے فضل سے جو فلاح والوں پر کی بیشک وہی بڑا مہربان رحم والا ہے اور اللہ درود وسلام وبرکت اتارے ان پر جن کے صدقے میں ہر صلاح وفلاح ہے اور ان کے آل واصحاب اور ان کے بیٹے حضور غوث اعظم اور ان کے سب گروہ پر، آمین! (ت)

ثم **اقول** یہاں سے ظاہر ہُوا کہ اس راہ میں فلاح وسیلہ پر موقوف کہ اس کو اس پر مرتب فرمایا تو ثابت ہوا کہ یہاں بے پیرا فلاح نہ پائے گا اور جب فلاح نہ پائے گا تو حزب اللہ سے ہوا حزب الشیطان سے ہوگا کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

الا ان حزب الشیطان ھم الخسرون[1]۔

سنتا ہے شیطان ہی کا گروہ خاسر ہے۔

الا ان حزب اللہ ھم المفلحون[2]

سُنتا ہے اللہ ہی کا گروہ فلاح والا ہے۔

تو دوسرا جملہ بھی ثابت ہوا کہ بے پیرے کا پیر شیطان ہے جس کا بیان ابھی گزرا، نسأل اللہ العفو

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹

[2] " ۵۸/ ۲۲

والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۱۸ ، ۵۱۹)

(۸۰) شریعت وطریقت کے بارے میں عمرو نامی ایک شخص کے احوالِ شنیعہ کا رَد بلیغ اور شریعت کی اہمیت و مداریت کا اثبات کرتے ہوئے رسالہ "مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء" میں ارشاد فرمایا :

عمرو کا قول کہ شریعت چند احکام فرض و واجب و حلال وحرام کا نام ہے، محض اندھاپن ہے، شریعت تمام احکامِ جسم وجان و روح وقلب وجملہ علومِ الٰہیہ ومعارفِ نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت ومعرفت ہے، ولہذا باجماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں حق ومقبول ہیں ورنہ مردود ومخذول، تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط ومدار ہے، شریعت ہی محک ومعیار ہے، شریعت "راہ" کو کہتے ہیں، اور شریعتِ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی راہ، یہ قطعاً عام ومطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص۔ یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثبات واستقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم[1] ہم کو محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی راہ چلا اُن کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔ عبداللہ بن عباس و امام ابو عالیہ و امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰے عنہم فرماتے ہیں :

الصراط المستقیم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصاحباہ۔ رواہ عن ابن عباس الحاکم[2] فی صحیحہ وعن ابی العالیۃ من طریق عاصم الاحوال عنہ عبد بن حمید وابناء جریج وابی حاتم وعدی وعساکر وفیہ فذکرنا ذٰلک للحسن فقال صدق ابو العالیۃ ونصح[3]

صراط مستقیم محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق و عمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالٰے عنہما ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۱/ ۵

[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر شرح الصراط المستقیم دار الفکر بیروت ۲/ ۲۵۹

[3] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تفسیر سورۃ الفاتحۃ مکتبہ نزار مصطفٰی الباز ریاض ۱/ ۳۰

الدر المنثور تحت الآیۃ ۱/ ۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۶

(اس کو حاکم نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور ابوالعالیہ سے بطریق عاصم الاحول ان سے عبد بن حمید اور ابن جریج، ابن ابی حاتم، ابن عدی اور ابن عساکر نے روایت کیا، اور اس میں ہے کہ ہم نے یہ حدیث حسن سے ذکر کی تو انھوں نے فرمایا ابوالعالیہ نے خالص سچ کہا۔ (ت)

یہی وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے، قرآن عظیم میں فرمایا:

انّ ربی علٰی صراط مستقیم[1]

بیشک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔

یہی وُہ راہ ہے جس کا مخالف بددین گمراہ ہے۔ قرآن عظیم نے فرمایا:

وانّ ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذٰلکم وصّٰکم بہ لعلکم تتقون[2]

(شروع رکوع سے احکامِ شریعت بیان کرکے فرماتا ہے) اور اے محبوب! تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ جاؤ کہ وہ تمھیں اس کی راہ سے جُدا کردیں گے، یہ تمھیں تاکید فرماتا ہے کہ تم پرہیزگاری کرو۔

دیکھو قرآن مجید نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وُہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے اور اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور پڑے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۲۳، ۵۲۴)

(۸۱) مزید فرمایا:

ہدایتِ الٰہی اگر دستگیر ہے تو بندہ لاحول پڑھتا اور اس ملعون کو دفع کرتا ہے کہ او عدو اللہ! یہ جسے تُو دن یا آفتاب کہہ رہا ہے آخر کیا ہے، اسی فانوس کا تو نُور ہے اسے بجھایا تو نور کہاں سے آئے گا، اس وقت وُہ دغاباز خائب وخاسر پھرتا ہے اور بندہ نورٌ علٰی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء[3] (نور پر نور ہے اور اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے۔ ت) کی حمایت میں نور حقیقی تک پہنچتا ہے اور اگر دم میں آگیا اور سمجھا کہ ہاں دن تو ہوگیا اب مجھے چراغ کی کیا حاجت رہی، ادھر فانوس بُجھا اور معًا اندھیرا گھُپ کہ ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہ دیتا، جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۵۶

[2] " ۶/ ۱۵۳

[3] " ۲۴/ ۳۵

ظلمٰت بعضها فوق بعضٍ اذا اخرج یدہ لم یکد یرٰھا ؕ ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فمالہ من نورٍ[1]

ایک پر ایک اندھیریاں ہیں، اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سُوجھے، اور جسے خدا نور نہ دے اس کے لئے نور کہاں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۲۶، ۵۲۷)

(۸۲) کون سے علماء وارثِ نبی ہیں نیز آیت کریمہ ثم اورثنا الکتٰب الاٰیۃ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قرآن شریف انھیں مطلقاً وارث بتارہا ہے حتی کہ ان کے بے عمل کو بھی یعنی جبکہ عقائد حق پر مستقیم اور ہدایت کی طرف داعی ہو کہ گمراہ اور گمراہی کی طرف بلانے والا وارثِ نبی نہیں نائبِ ابلیس ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ہاں رب عزوجل نے تمام علماءِ شریعت کو کہاں وارث فرمایا ہے، یہاں تک کہ ان کے بے عمل کو بھی، ہاں وہ ہم سے پوچھئے، مولٰی عزوجل فرماتا ہے:

ثم اورثنا الکتٰب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ ؕ ذٰلک ھو الفضل الکبیر[2]

پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چُنے ہُوئے بندوں کو، تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی متوسط حال کا، اور کوئی بحکم خدا بھلائیوں میں پیشی لے جانے والا، یہی بڑا فضل ہے۔

دیکھو بے عمل کہ گناہوں سے اپنی جان پر ظلم کررہے ہیں انھیں بھی کتاب کا وارث بتایا اور نرا وارث ہی نہیں بلکہ اپنے چُنے ہُوئے بندوں میں گنا۔ احادیث میں آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

سابقنا سابق ومقتصدنا ناج وظالمنا مغفور لہ، والحمد للہ رب محمد الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی اٰلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔ رواہ العقیلی وابن لال و ابن مردویہ والبیہقی فی البعث والبغوی فی المعالم[3] عن امیر المؤمنین عمر، والبیہقی وابن مردویہ عن ابن عمر وابن النجار عن انس رضی اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[2] 〃 〃 ۳۵/ ۳۲

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۵/ ۳۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۴۹۳

الدر المنثور 〃 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۴ و ۲۵

تعالٰی عنہم۔

ہم میں کا جو سبقت لے گیا وہ تو سبقت لے ہی گیا اور جو متوسط حال کا ہُوا وہ بھی نجات والا ہے اور جو اپنی جان پر ظالم ہے اس کی بھی مغفرت ہے (والحمد للہ رب محمد الرؤف الرحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔ اسے عقیلی، ابن لال، ابن مردویہ اور بیہقی نے بعث میں اور بغوی نے معالم میں امیر المومنین عمر سے، اور بیہقی اور ابن مردویہ نے ابن عمر سے، اور ابن نجار نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۳۰، ۵۳۱)

(۸۲) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

جب قرآن مجید نے سب وارثان کتاب کو اپنے چُنے ہُوئے بندے فرمایا، تو وُہ قطعاً اللہ والے ہوئے، اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربّانی ہُوئے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ولٰکن کونوا ربّانیّین بما کنتم تعلمون الکتٰب و بما کنتم تدرسون[1]

ربانی ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لئے کہ تم پڑھتے ہو۔

اور فرماتا ہے:

انّا انزلنا التورٰىة فیها هدًى و نور یحکم بها النبیون الذین اسلموا للذین هادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتٰب الله وکانوا علیه شهداء[2]

بیشک ہم نے اتاری توریت اس میں ہدایت و نور ہے اس سے ہمارے فرمانبردار نبی اور ربانی اور دانشمند لوگ یہودیوں پر حکم کرتے تھے یوں کہ وُہ کتاب اللہ کے نگہبان ٹھہرائے گئے اور وہ اس سے خبردار تھے۔

ان آیات میں اللہ عزّوجل نے ربّانی ہونے کی وجہ اور ربانیوں کی صفات اس قدر بیان فرمائی کہ کتاب پڑھنا پڑھانا اس کے احکام سے خبردار ہونا اس کی نگہداشت رکھنا اس کے ساتھ حکم کرنا، ظاہر ہے کہ یہ سب اوصاف علمائے شریعت میں ہیں تو وہ ضرور ربّانی ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

ربانیین فقهاء معلمین۔ رواہ ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر[3]۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷۹ [2] القرآن الکریم ۵/ ۴۴
[3] الدر المنثور تحت الآیۃ ۳/ ۷۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۸

ربانی کے معنی ہیں فقیہ مدرس (اسے ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر سے روایت کیا۔ت)

نیز وہ اور ان کے تلامذہ امام مجاہد و امام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں :

ربانیین علماء فقہاء۔ رواہ عن ابن عباس ابن جریر وابن ابی حاتم[1] و عن مجاھد ابن جریر وعن ابن جبیر الدارمی فی سننہ۔

ربانی عالم فقیہ کو کہتے ہیں (اسے ابن عباس ابن جریر و ابن ابی حاتم نے اور مجاہد سے ابن جریر نے اور ابن جبیر سے دارمی نے سنن میں روایت کیا ہے۔ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۳۲، ۵۳۳)

فائدہ : صوفیہ کے نزدیک الّا لیعبدون بمعنی الّا لیعرفون ہے، چنانچہ فرمایا :

قال اللہ تعالٰی "ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون[2]"۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اور نہیں پیدا کیا جن و انسان کو مگر عبادت کے لئے۔(ت)

سیدنا امام ابو القاسم قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اجل اکابر صوفیہ کرام سے ہیں اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں : الّا لیعرفون[3] یعنی ہم نے نہیں پیدا کیا جن و انس کو مگر معرفت حاصل کرنے کے لئے ۱۲۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۳۴، ۵۳۵ حاشیہ)

(۴۸) تصور برزخ میں خاص خاندان عزیزی کی نصوص ذکر کرتے ہوئے رسالہ الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ میں فرمایا :

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالٰی واذکر اسم ربک لکھتے ہیں :

یعنی و یاد کن پروردگار خود را بر سبیل دوام در ہر وقت و ہر شغل خواہ بزبان خواہ بقلب خواہ بروح خواہ بہ سر خواہ بخفی خواہ باخفی خواہ بنفس خواہ ذکر یک ضربی خواہ دو ضربی خواہ بحبس نفس خواہ بے حبس خواہ بدون برزخ خواہ با برزخ الٰی غیر ذٰلک من الخصوصیات التی استنبطھا الماھرون من اھل الطرائق و تعین احد الشقین ازیں خصوصیات مذکورہ مفوض بصوابدید شیخ و مرشد ست کہ بحسب حال ہر چہ را اصلح داند تلقین فرماید چنانچہ در آیت دیگر فرمودہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم

---

[1] الدر المنثور تحت الآیۃ ۳/ ۷۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۸

جامع البیان (تفسیر ابن جریر) بحوالہ مجاہد و ابن عباس 〃 〃 〃 〃 ۳/ ۳۸۰

سنن الدارمی باب فضل العالم والعالم حدیث ۳۲۷ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۸۱

[2] القرآن الکریم ۵۱/ ۵۶

[3] الرسالۃ القشیریۃ مدخل اصول التوحید عند الصوفیین دار صادر بیروت ص ۱۳

لاتعلمون[1] اھ ملتقطا۔

اللہ تعالٰی کو ہر وقت اور ہر شغل میں یاد رکھ۔ دل، روح، سری، خفی، سانس یک ضربی یا دوضربی ہو یا سانس بند کرکے ہو یا بغیر بند کئے ہو، برزخ کے ذریعہ یا بے برزخ وغیرہا خصوصیات جن کو اہل طریقت ماہرین نے اخذ کیا ہے ان میں سے کسی مخصوص طریقہ کو متعین کرنا مرشد کی صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ حال کے مطابق جس کو مناسب سمجھے اس کی تلقین کرے جس طرح دوسری آیۂ کریمہ میں ارشاد ہے کہ اگر تم نہ جانو تو اہلِ ذکر سے سوال کرو اھ ملتقطا (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۵۸۰، ۵۸۱)

نوٹ: شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی عبارت مذکورہ بالا سے مصنّف علیہ الرحمہ نے پندرہ وہابیت کُش فوائد مستنبط فرمائے ہیں جن کی تفصیل فتاوٰی رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۵۸۱ تا ۵۸۳ میں ملاحظہ فرمائیں (مرتب)

(۸۵) اپنی تعریف وتحسین کو پسند کرنے والے شیخ کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

حُبِ ثنا، غالباً خصلتِ مذمومہ ہے اور کم از کم کوئی خصلت محمودہ نہیں اور اس کے عواقب خطرناک ہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حب الثناء من الناس یعمی ویصم۔ رواہ فی مسند الفردوس[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

ستائش پسندی آدمی کو اندھا اور بہرا کردیتی ہے (اس کو مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے روایت کیا گیا ہے۔ ت)

اور اگر اپنی جھوٹی تعریف کو دوست رکھے کہ لوگ اُن فضائل سے اس کی ثنا کریں جو اس میں نہیں جب تو صریح حرام قطعی ہے۔

قال اللہ تعالٰی "لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبّون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنّھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم[3]" والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) ہرگز گمان نہ کرنا اُن کو جو اپنے کئے پر خوش ہوتے اور دوست

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۷۳/۸ افغانی دارالکتب لال کنواں دہلی ص ۲۷۹ و ۲۸۰

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۷۲۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲/۲

[3] القرآن الکریم ۱۸۸/۳

رکھتے ہیں کہ بے کئے پر سراہے جائیں تو زنہار انھیں عذاب کے بچاؤ کی جگہ نہ گمان کرنا اور ان کیلئے دردناک مار ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (ت)

ہاں اگر تعریف واقعی ہو تو اگرچہ تاویل معروف ومشہور کے ساتھ، جیسے شمس الائمہ وفخر العلماء وتاج العارفین وامثال ذٰلک (اماموں کے آفتاب، اہلِ علم کے لئے فخر، اور عارفوں کے تاج، اور اسی قسم اور نوع کے دوسرے توصیفی کلمات جو ممدوح کی تعریف وتوصیف ظاہر کریں)۔ ت) کہ مقصود اپنے عصر یا مصر کے لوگ ہوتے ہیں اور اس پر اس لئے خوش نہ ہو کہ میری تعریف ہو رہی ہے بلکہ اس لئے کہ ان لوگوں کی تعریف ان کو نفع دینی پہنچائے گی سمع قبول سے سُنیں گے جو ان کو نصیحت کی جائے گی تو یہ حقیقۃً حُبِّ مدح نہیں بلکہ حُبِّ نصحِ مسلمین ہے اور وُہ محض ایمان ہے واللہ یعلم المفسد من المصلح[1] (اور اللہ تعالٰی بگاڑنے والے کو اصلاح کرنے والے سے جانتا ہے (یعنی وہ جانتا ہے کون مصلح اور کون مفسد ہے)۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۵۹۶، ۵۹۷)

(۸۶) کسی شخص کو بارات کے میزبان نے بایں شرط دعوت دی کہ نفسِ دعوت میں ممنوعاتِ شرعیہ کا ارتکاب نہیں ہوگا اور ناچ گانا وغیرہ دوسرے مکان پر ہوگا۔ صورت حال یہ ہے کہ شخص مذکور کے شریک ہونے یا نہ ہونے سے ان ممنوعات کے ارتکاب میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تو ایسی صورت میں وہ نفس دعوت میں شریک ہو یا نہ ہو؟ نیز کچھ لوگوں نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ ناچ گانے والی شادیوں میں شریک نہیں ہوں گے۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا:

اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو اگر جانتا ہے کہ جہاں کھانا کھلایا جائے گا وہیں منکراتِ شرعیہ ہوں گے، اور برات والے کا وعدہ محض حیلہ ہی حیلہ ہے تو ہرگز نہ جائے۔

قال تعالٰی "لاتقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین"[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: یاد آجانے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۱۰)

(۸۷) مزید فرمایا:

اگر واقعی ایسا ہی ہے کہ نفس دعوت منکرات سے خالی ہوگی اگرچہ دوسرے مکان میں لوگ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

[2] " " ۶/ ۶۸

مشغولِ گناہ ہوں تو شرکت میں کوئی حرج نہیں۔

قال تعالٰی "لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی"[1]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (ت)

غایت یہ کہ میزبان گنہ گار ہے پھر شرعاً گنہ گار کی دعوت بھی دعوت ہے جبکہ وُہ خود گناہ پر مشتمل نہ ہو۔ خزانۃ المفتین میں ہے:

ان لم یکن الرجل بحال لولم یجب لایمنعهم عن الفسق لاباس بان یجیب ویطعم وینکر معصیتهم وفسقهم لانه اجابة الدعوة واجابة الدعوة واجبة اومندوبة فلا یمتنع بمعصیة اقترنت بها[2]

اگر کسی شخص کی ایسی پوزیشن نہ ہو کہ اگر یہ دعوت قبول نہ کرے تب بھی وہ گناہ اور نافرمانی سے باز نہیں آئیں گے، تو پھر دعوت کی قبولیت میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں، البتہ اُن کے گناہ اور نافرمانی کا انکار کرے کیونکہ اس نے تو دعوت قبول کی (یعنی خود کوئی خلاف ورزی نہیں کی) اور دعوت قبول کرنا واجب ہے یا مستحب۔ لہذا ایسی دعوت جس سے گناہ پیوست ہو ممنوع نہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۱۱)

(۸۸) مزید فرمایا:

یُونہی وہ عہد کرنے والے نہ جائیں کہ خلافِ عہد معیوب ہے۔

قال تعالٰی "واوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا"[3]

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: (لوگو!) وعدہ پُورا کیا کرو کیونکہ وعدہ کے متعلق قیامت کے دن پُوچھ ہوگی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۱۲)

(۸۹) آیت کریمہ لاینهٰکم اللہ عن الذین الاٰیۃ کے شانِ نزول کے بارے میں فرمایا:

قُتَیلہ بنت عبدالعزّٰی بن سعد اپنی بیٹی حضرت سیّدتنا اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس آئی اور کچھ گوشت کے زندہ جانور، پنیر، گھی ہدیہ لائی۔ بنت الصدیق نے نہ لیا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ خزانۃ المفتین کتاب الکراہیۃ الباب الثانی عشر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۳۴۳

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۴

نہ ماں کو گھر میں آنے دیا کہ تو کافرہ ہے۔ اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مسئلہ پُوچھا، آیت اُتری:

لاینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین[1]۔

اللہ تعالٰی ان کافروں کے ساتھ نیک سلوک سے تمھیں منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑے۔
نبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہدیہ لو اور گھر میں آنے دو[2]۔ رواہ الامام احمد عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم (امام احمد نے اس کو عبداللہ بن زبیر سے روایت کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۲۴)

(۹۰) ٹیک لگا کر کھانا کھانے کے بارے میں فرمایا:

ٹیک لگا کر کھانا اگر بہ نیّت تکبّر ہو تو کراہت کیسی حرام ہے،

قال تعالٰی "الیس فی جھنّم مثوی للمتکبرین[3]"۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا دوزخ تکبّر کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں (یعنی یقیناً ہے)۔(ت)
ورنہ بلا کراہت درست۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۲۸)

(۹۱) شیعوں کے ہاں ان کے ہمراہ ان کا تیار کردہ کھانا کھانے کے بارے میں فرمایا:

روافض کے ساتھ کھانا کھانا، ان کی تقریباتِ سرور میں دوستانہ شریک ہونا اور جو امور ولاء و وداد و محبّت پر دلالت کریں اُن سے احتراز و اجتناب کی نسبت احادیثِ کثیرہ و اقوالِ ائمہ وافرہ متظافرہ وارد ہیں، ازاں جملہ حدیثِ ابنِ حبان و عقیلی وغیرہما کہ نبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتواکلوھم ولاتشاربوھم ولاتجالسوھم[4]۔

نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ، نہ پانی پیو، نہ ان کے پاس بیٹھو۔
قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۸

[2] الدرالمنثور تحت الآیۃ ۶۰/ ۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۱۲۳ و ۱۲۴
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ ابن الزبیر المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴

[3] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۰

[4] الضعفاء الکبیر للعقیلی ترجمہ ۱۵۳ احمد بن عمران الاخنس دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۶

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[1]
میل نہ کرو ظالموں کی طرف کہ تمھیں چھوئے دوزخ کی آگ ۔

اور فرماتا ہے :
فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]
یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۳۱)

(۹۲) ایسے شخص کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا جو خاکروب اور بھنگیوں کی روٹی کھانے ان کے چھونے اور اپنے کنویں سے ان کے پانی بھرنے میں کوئی حرج سمجھتا :

جو بات مسلمانوں پر فتح باب غیبت کرے انھیں فتنے میں ڈالے گی اور انھیں فتنے میں ڈالنا حرام ہے ۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق ۔[3]

بلاشبہہ جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو فتنے میں ڈالا (پھر اس جرم) سے توبہ نہ کی تو ان کے لئے عذاب دوزخ ہے اور جلا دینے والی آگ کا عذاب ہے ۔(ت)

مسلمان کہ بھنگیوں سے احتراز کرتے ہیں شرعاً منع نہیں، نہ شرعاً اصل ہے، اور وہ عادت فاشیہ ہونے کے باعث طبیعت ثانیہ ہو رہا ہے تو ضرور وہ ایسے شخص کے ساتھ کھانا پینا اور اپنے کنویں سے اس کا پانی بھرنا گوارا نہ کریں گے، اب اگر اس نے اس پر صبر کیا تو خود اپنے ہاتھوں بلا میں پڑا، اپنی عاقبت تنگ کی اور اس کے قریبی رشتہ داروں نے بھی اسے برادری سے نکالا تو قطع رحم کا بھی باعث ہوا اور وہ سخت حرام ہے، اور اگر اس سے صبر نہ ہوا تو ضرور اس کے باعث فتنہ اُٹھنے فساد پھیلنے کا اندیشہ قوی ہے، اور مسلمانوں میں فساد پیدا کرنا حرام ہے ۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے :

والفتنۃ اشدّ من القتل[4] فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت جُرم ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۱ / ۱۱۳
[2] " ۶ / ۶۸
[3] " ۸۵ / ۱۰
[4] " ۲ / ۱۹۱

حدیث میں ہے:

الفتنۃ نائمۃ لعن اللہ من ایقظھا[1]۔

فتنہ سوئی ہوئی خرابی ہے لہذا جو کوئی اسے جگائے اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

غرض بہت وجوہ سے یہ فعل شرعاً نادرست ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۴۰)

(۹۳) زید دانستہ روافض اور قادیانیوں کے گھر کھانا کھانے جاتا ہے اس کے بارے میں فرمایا:

مرتد کے یہاں کھانا کھانے جانا اُس سے میل جول سب حرام ہے۔ زید اگر جاہل ہے اور ناواقفی میں یہ حرکت اس سے ہوئی اور اب معلوم ہونے پر علانیہ توبہ کرے تو خیر، ورنہ امامت کے قابل نہیں، فوراً معزول کیا جائے۔

قال اللہ تعالیٰ "لاترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[2]" وقال تعالیٰ "واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3]"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) ظالموں کی طرف مت جھکو (یعنی اُن سے میل ملاپ نہ رکھو) ورنہ تمھیں آگ (دوزخ) چھوئے گی (مراد یہ کہ آتشِ دوزخ میں داخل ہوجاؤ گے)۔ اور نیز ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۴۷، ۶۴۸)

(۹۴) مزید فرمایا:

زید گنہگار ہوا اس نے حکمِ شریعت کے خلاف کیا، اس سے علانیہ توبہ لی جائے، اگر نہ مانے تو اس سے محفل شریف نہ پڑھوائی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4]۔

اور اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۴۸)

---

[1] الجامع الصغیر بحوالہ الرافعی عن انس حدیث ۵۹۷۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۷۰

[2] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

[3] ؍؍ ۶/۶۸

[4] ؍؍ ۶/۶۸

(۹۵) جن کی کمائی میں سود کی آمیزش ہو ان کے یہاں کھانا پینا اور شادی بیاہ کرنا کیسا ہے۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

اگر معلوم ہو کہ یہ کھانا جو ہمارے سامنے آیا بعینہٖ سُود کا ہے مثلاً سُود میں چاول لئے تھے یا چاولوں کی کٹوتی بغیر شرائطِ شرعی کی تھی وہی چاول پکائے ہیں تو اُس کا کھانا جائز نہیں اور اگر مال خریدا ہوا ہے اگرچہ سُودی روپے سے، تو اُس کا کھانا حرام نہیں کہ اس کا وہ روپیہ حرام تھا خریدنا حرام نہ تھا اور کچھ معلوم نہ ہو جب بھی حلّت ہے۔ یہ تو اصل اُس کھانے کا حکم تھا باقی ایسے لوگوں سے اتحاد میل جول خلا ملا نہ چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[۱]

اور تمھیں شیطان بُھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اُن سے شادی بیاہت کا رشتہ ہرگز نہ کیا جائے کہ اس سے بڑھ کر میل جول اور کیا ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۵۰)

(۹۶) کسب حرام والوں کے ہاں کھانے پینے کے بارے میں ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

جس کا پیشہ محض حرام کا ہو اُس سے مخالطت ویسے ہی نہ چاہیے۔

قال اللّٰہ تعالٰی "واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[۲]"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر شیطان تمھیں بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

اُس کے یہاں کھانا اور زیادہ معیوب ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۵۳، ۶۵۴)

(۹۷) عشرۂ محرم میں شکار کھیلنے سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

جسے کھانے یا دوا کے لئے کسی جانور کی حاجت ہے وہ اگر بقدرِ حاجت دو ایک جانور مار لائے تو یہ کسی کھیل یا تفریح کا فعل نہ ہوگا۔ آیہ کریمہ اذا حللتم فاصطادوا[۳] (لوگو! جب تم احرام سے فارغ ہو کر حلال ہو جاؤ تو پھر شکار کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ ت) میں اسی کا ذکر ہے مگر بے حاجت مذکورہ تفریحِ طبع کے لئے جو شکار کیا جاتا ہے وہ خود ناجائز ہے کہ ایک لہو و لعب ہے لوگ خود اسے شکار کھیلنا کہتے

---

۱ و ۲ القرآن الکریم ۶/ ۶۸

۳ القرآن الکریم ۵/ ۲

ہیں اور کھیل کے لئے بے زبانوں کی جان ہلاک کرنا ظلم و بے دردی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۶۵۰)

(۹۸) میلاد پڑھوانے والا پڑھنے والے کو کھانا کھلائے تو کھا لینا چاہیے یا نہیں؟ اور کھا لینے کی صورت میں پڑھنے والے کو میلاد خوانی کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

پڑھنے کے عوض کھانا کھلاتا ہے تو یہ کھانا نہ کھلانا چاہیئے نہ کھانا چاہیئے، اور اگر کھائے گا تو یہی کھانا اس کا ثواب ہوگیا، اور ثواب کیا چاہتا ہے بلکہ جاہلوں میں جو یہ دستور ہے کہ پڑھنے والوں کو عام حصّوں سے دُونا دیتے ہیں اور بعض احمق پڑھنے والے اگر اُن کو اوروں سے دُونا نہ دیا جائے تو اس پر جھگڑتے ہیں، یہ زیادہ لینا دینا بھی منع ہے، اور یہی اس کا ثواب ہوگیا۔

وقال اللہ تعالٰی "لا تشتروا باٰیٰتی ثمنًا قلیلا۔"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۶۳)

(۹۹) عیسائیوں کے ساتھ کھانے پینے اور ان کے برتنوں کے استعمال کو جائز قرار دینے والے اور اس پر آیت کریمہ "وطعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم و طعامکم حل لھم" سے استدلال کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

امور مذکورہ ممنوع ہیں، اس میں ان کے ساتھ مجالست ہے، اور اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ بے انصافوں کے۔

علماء فرماتے ہیں اس میں قیامت تک ہر کافر و بدمذہب داخل ہے والقعود مع کلھم ممتنع (ہر کافر کے ساتھ بیٹھنا ممنوع ہے۔ ت) یہ اُن کی طرف میل کا موجب ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]

بے انصافوں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں جہنم کی آگ چھوئے گی۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۴۱
[2] " ۶/۶۸
[3] " ۱۱/۱۱۳

بدمذہب کے لئے حدیث میں ارشاد ہے :

لاتؤاکلوھم ولا تشاربوھم[۱]

نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پیو۔

نہ کہ جو مسلمان ہی نہیں اس میں مسلمانوں کو اپنے سے نفرت دلانا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

بشّروا ولا تنفّروا[۲] بشارت دو اور نفرت نہ دلاؤ۔

آیۂ کریمہ میں "طعام" سے مراد ذبیحہ ہے۔ گیہوں، چاول، دُودھ، دہی تو مشرک کے یہاں کا بھی حلال ہے جبکہ نجس نہ ہو اہل کتاب کی کیا تخصیص۔ ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم تفاسیر میں اور بیہقی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس اور عبد ابن حمید حضرت مجاہد اور عبدالرزاق مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی :

طعام الذین اوتوا الکتٰب ذبائحھم[۳]

طعامِ اہلِ کتاب سے ان کے ذبیحہ مراد ہیں۔

شرع مطہر میں ہر غیر مسلم کافر ہے یہودی ہو یا نصرانی یا مجوسی یا مشرک۔ جو اہل کتاب کو کافر نہ جانے خود کافر ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے :

ان الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین فی نار جھنّم خٰلدین فیھا[۴]

بیشک وہ جو کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

اور فرماتا ہے :

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم[۵]

بیشک کافر ہیں وہ جو مسیح ابن مریم کو خدا کہتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۱۲ ص ۶۶۴ تا ۶۶۶)

---

[۱] کنز العمال حدیث ۳۲۴۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۲۹

[۲] صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتخولہم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[۳] الدر المنثور بحوالہ ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم والبیہقی فی السنن وعبد بن حمید عن مجاہد وعبد الرزاق تحت الآیۃ ۵/۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۶

[۴] القرآن الکریم ۹۸/۶

[۵] " " ۵/۷۲

(۱۰۰) شہد اتارنے اور بیت النحل میں کچھ شہد چھوڑنے کے بارے میں فرمایا:
شہد کا اتارنا بلاشبہہ جائز ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاءٌ للناس"[۱]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: شہد کی مکھیوں کے پیٹوں سے ایک مشروب (پینے کی چیز) نکلتا ہے کہ جس کے رنگ الگ الگ (اور جدا) ہیں، اس میں لوگوں کے لئے شفاء (تندرستی) ہے۔ (ت)

اور بیت النحل میں اس کا کچھ حصہ چھوڑنا ضرور نہیں کہ وہ ان کی غذا نہیں ان کی غذا پھل پھول ہیں۔

قال تعالیٰ ثم کلی من کل الثمرات[۲]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پھر تو ہر قسم کے پھلوں سے کھا

شہد تمام و کمال ہمارے لئے ہے۔

قال تعالیٰ خلق لکم ما فی الارض جمیعا[۳]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (لوگو!) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پیدا فرمایا وہ سب کچھ جو زمین میں موجود ہے (ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۶۶، ۶۶۷)

(۱۰۱) زید بایں خیال کسی دعوت پر نہیں جاتا کہ آج کل کی دعوتیں عموماً فخر و تطاول وغیرہ ممنوعات پر مشتمل ہوتی ہیں، اور فقہاء نے ایسی دعوتوں میں جانے سے منع فرمایا ہے، اس کا یہ فعل کیسا ہے؟

اس سوال کے جواب میں فرمایا:

قبول دعوت سنت ہے، فقہائے کرام کا حکم غیر معین پر ہے اور نہ ہرگز ان کے یہاں تعمیم، نہ اصلاً اس پر دلیل قویم۔ وہ تو یہ فرماتے ہیں کہ جہاں ایسا ہو وہاں نہ جانا چاہئے۔ غیر معین پر حکم کسی معین مسلمان کے لئے سمجھ لینا بدگمانی ہے جب تک اس کے قرائن واضحہ نہ ہوں، اور بدگمانی حرام۔

قال اللہ تعالیٰ یایها الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[۴]، و قال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ایاکم و الظن فان الظن اکذب[۵] الحدیث۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گناہوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۱ ص ۶۷۲، ۶۷۳)

---

[۱] [۲] القرآن الکریم ۱۶/ ۶۹ [۳] القرآن الکریم ۲/ ۲۹ [۴] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[۵] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

فتاوٰی رضویّہ جلد ۲۲

(۱) عورتوں کے زیور سے متعلق فرمایا :

عورتوں کو سونے چاندی کا زیور پہننا جائز ہے ،

قال اللہ تعالٰی "اومن ینشؤا فی الحلیۃ" [۱]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا : کیا وُہ جو زیور میں پروان چڑھے ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۲۶)

(۲) مسئلہ مذکورہ بالا میں مزید فرمایا :

بجنے والا زیور عورت کے لئے اس حالت میں جائز ہے کہ نامحرموں مثلاً خالہ ، ماموں ، چچا ، پھوپھی کے بیٹوں ، جیٹھ ، دیور ، بہنوئی کے سامنے نہ آتی ہو نہ اس کے زیور کی جھنکار نامحرم تک پہنچے ۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن الآیۃ [۲]

عورتیں اپنا سنگار شوہر یا محرم کے سوا کسی پر ظاہر نہ کریں ۔

اور فرماتا ہے :

ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن [۳]

عورتیں پاؤں دھمک کر نہ رکھیں کہ ان کا چھپا ہوا سنگار ظاہر ہو ۔

فائدہ : یہ آیۂ کریمہ جس طرح محرم کو گہنے کی آواز پہنچنا منع فرماتی ہے یُونہی جب آواز نہ پہنچے اس کا پہننا عورتوں کے لئے جائز بتاتی ہے کہ دھمک کر پاؤں رکھنے کو منع فرمایا نہ کہ پہننے کو ، بخلاف جہلِ وہابیہ کہ بجتا گہنا پہننا ہی حرام کہتے ہیں ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۲۸)

(۳) مردوں کے لئے ریشم پہننا حرام ہے ، چنانچہ فرمایا :

حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

---

[۱] القرآن الکریم ۴۳ / ۱۸

[۲] القرآن الکریم ۲۴ / ۳۱

[۳] " ۲۴ / ۳۱

من لبس ثوب حریر البسه الله تعالٰی یومًا من نار لیس من ایامکم ولٰکن من ایام الله تعالٰی الطوال[1]، رواہ الطبرانی، وقال الله تعالٰی وانّ یومًا عند ربك كالف سنة مما تعدون[2]

جو ریشم پہنے اللہ تعالٰی اسے ایک دن کامل آگ پہنائے گا، وہ دن تمھارے دنوں میں سے نہیں بلکہ اللہ تعالٰی کے اُن لمبے دنوں سے یعنی ہزار برس کا ایک دن۔ اس کو امام طبرانی نے روایت کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: بیشک تمھارے رب کے نزدیک ایک دن تمھارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۵۷)

(۴) ایک خاص قسم کا کپڑا اعلٰحضرت کی خدمت میں بھیجا گیا، اس کی عدمِ حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اصل اشیاء میں اباحت ہے جب تک شرع سے تحریم ثابت نہ ہو اس پر جرأت ممنوع و معصیت ہے۔

قال الله تعالٰی "قل آلله اذن لکم ام علی الله تفترون[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اُن لوگوں سے فرمادیں (یعنی دریافت کریں) کیا اللہ تعالٰی نے تمھیں ایسا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے یا تم ویسے ہی اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔ (ت)

وقال تعالٰی ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلٰل وھذا حرام لتفتروا علی الله الکذب ط ان الذین یفترون علی الله الکذب لا یفلحون[4]

ایک اور مقام پر اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ (لوگو!) تمھاری زبانیں جو کچھ جھوٹ بیان کرتی ہیں اس سلسلے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام تاکہ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو، یقیناً جو لوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ (ت)

علامہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی الله تعالٰی باثبات الحرمة او الکراھة الذین لابد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحة التی ھی الاصل[5]

---

[1] الترغیب والترھیب بحوالہ حذیفہ موقوفاً ترھیب الرجال من لبسھم الحریر الخ مصطفٰے البابی مصر ۳/ ۹۹

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۷ [3] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۹

[4] ۱۶/ ۱۱۶

[5] ردالمحتار بحوالہ الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان کتاب الاشربہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۹۶

اللہ تعالےٰ پر افتراء کرنے میں کوئی احتیاط نہیں کہ حرمت اور کراہت ثابت کرے اس لئے کہ ان دونوں کے لئے دلیل ضروری ہے بلکہ احتیاط اس کو مباح کہنے میں ہے اس لئے کہ یہی اشیاء میں اصل ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۸۰)

(۵) مزید فرمایا :

بالجملہ جب تک تحریم ثابت نہ ہو اباحتِ اصلیہ شرعیہ پر عمل سے کوئی مانع نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ "خلق لکم ما فی الارض جمیعا"[1]

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا : اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ جو زمین میں ہے پیدا کیا۔ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۸۱)

(۶) نبی اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ تہبند اور بلا بٹن کرتا پہنا اور جَو کی روٹی کھائی تو اگر کوئی پائجامہ، شلوار یا بٹن اور کالر والی قمیص پہنے یا گندم کی روٹی کھائے تو کیا وہ مخالفِ سنّت کہلائے گا ؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

یہ سُنَنِ زوائد ہیں بہ نیت اتباع اجر ہے ورنہ :

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق[2]

فرما دیجئے اللہ تعالےٰ کی زیب وزینت کس نے حرام ٹھہرائی جو اس نے بندوں کے لئے نکالی (یعنی ظاہر فرمائی) اور ستھری روزی۔ (ت)

ہاں یہ ضرور ہے کہ کفّار یا بدمذہبوں یا فسّاق کی وضع نہ ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۸۶)

(۷) زرد رنگ کے لباس اور جُوتے کے بارے میں فرمایا :

کُسم کا رنگا ہُوا سُرخ اور کیسر کا زرد جنھیں معصفر و مزعفر کہتے ہیں مرد کو پہننا ناجائز وممنوع ہے اور اُن سے نماز مکروہِ تحریمی، اور ان کے سوا اور رنگت کا زرد بلا کراہت مباح خالص ہے خصوصاً زرد جُوتا مورثِ سرور وفرحت،

قالہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما واستند بقولہ تعالیٰ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۹
[2] " " ۷/ ۳۲

صفراء فاقع لونها تسر النظرین[1]۔

چنانچہ زرد جُوتے کے متعلق سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما نے ارشاد فرمایا اور اللہ تعالٰے کے اس قول "اُس گائے کا رنگ خالص زرد ہے جو دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہے" سے استدلال فرمایا ہے۔(ت)　　(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۱۹۶)

(۸) مُشت زنی کی مذمّت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

یہ فعل ناپاک حرام و ناجائز ہے، اللہ جل وعلا نے اس حاجت کے پورا کرنے کو صرف زوجہ و کنیز شرعی بتائی ہیں اور صاف ارشاد فرمادیا ہے کہ:

فمن ابتغٰی وراء ذٰلك فاولٰئك هم العٰدون[2]۔

جو اس کے سوا اور کوئی طریقہ ڈھونڈے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

حدیث میں ہے:

ناکح الید ملعون[3]۔

جلق لگانے والے پر اللہ کی لعنت ہے۔　　(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۰۲)

(۹) غیر فاحشہ مسلمہ کے اپنی حقیقی فاحشہ بہن سے میل جول کے بارے میں فرمایا:

قولِ علماء:

لاینبغی للمرأة الصالحة ان تنظر الیها المرأة الفاجرة کما فی السراج الوهاج والهندیة ورد المحتار[4]۔

یہ مناسب نہیں کہ نیک اور پارسا عورت کی طرف بدکار عورت دیکھے، جیساکہ سراج وہاج، فتاوٰی ہندیہ اور ردالمحتار میں ہے۔(ت)

اور اسی طرح ارشادِ الٰہی عزّوجل:

---

[1] الدرالمنثور　تحت الآیۃ ۲/ ۶۹　داراحیاء التراث العربی بیروت　۱/ ۱۷۴

[2] القرآن الکریم ۲۳/ ۷ و ۷۰/ ۳۱

[3] کشف الخفاء　حدیث ۲۸۳۷　دارالکتب العلمیۃ بیروت　۲/ ۲۹۱

الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ　حدیث ۱۰۲۲　دارالکتب العلمیہ بیروت　ص ۲۵۷

[4] ردالمحتار　کتاب الحظر والاباحۃ　باب النظر والمس　داراحیاء التراث العربی بیروت　۵/ ۲۳۸

وامّا ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین ۝[1]

اگر تجھے شیطان (بُری مجلس سے اُٹھ کر چلے جانا) بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ (کم از کم مزید تو) نہ بیٹھو۔ (ت)

ہر صورت کو عام ہے اور مصلحت بھی عام، بلکہ ایسی قرابت قریبہ میں بُرا اثر پڑنے کا زیادہ احتمال کہ اجنبیہ سے نہ اتنا میل ہوتا ہے نہ اس کی طرف اتنا میل۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۰۴)

(۱۰) طوائف فاحشہ عورتوں اور ان کے ذکور سے باہمی مودّت اور میل جول رکھنے والوں کے بارے میں فرمایا:

اُن کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے کا حال بھی سُن لیجئے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اوّل ما دخل النقص علٰی بنی اسرائیل کان الرجل یلقی الرجل فیقول یا ھذا اتق اللّٰہ ودع ما تصنع فانہ لا یحل لك ثم یلقاہ من الغد وھو علی حالہ فلا یمنعہ ذٰلك ان یکون اکیلہ وشریبہ وقعیدہ فلما فعلوا ذٰلك ضرب اللّٰہ قلوب بعضھم علٰی بعض ثم قال لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علٰی لسان داوٗد وعیسی ابن مریم ذٰلك بما عصوا وکانوا یعتدون ۝ کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون ۝ الحدیث۔ رواہ ابوداؤد[2] واللفظ لہ والترمذی وحسنہ عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

بنی اسرائیل میں پہلی خرابی جو آئی وُہ یہ تھی کہ اُن میں ایک دوسرے سے ملتا اُس سے کہتا اے شخص! اللہ سے ڈر اور اپنے کام سے باز آ کہ یہ حلال نہیں، پھر دوسرے دن اس سے ملتا اور وُہ اپنے اُسی حال پر ہوتا تو یہ مرد اُس کو اُس کے ساتھ کھانے پینے، پاس بیٹھنے سے نہ روکتا جب انھوں نے یہ حرکت کی اللہ تعالٰے نے اُن کے دل باہم ایک دوسرے پر مارے کہ منع نہ کرنے والوں کا حال بھی اُنھیں خطاوالوں کے مثل ہوگیا۔ پھر فرمایا: بنی اسرائیل کے کافر لعنت کئے گئے داوٗد و

---

[1] القرآن الکریم ۶ / ۶۸

[2] سُنن ابی داؤد کتاب الملاحم آفتاب عالم پریس لاہور ۲ / ۲۴۰
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ المائدۃ تحت آیۃ لعن الذین کفروا الخ امین کمپنی ۲ / ۱۳۰

عیسٰی بن مریم کی زبان پر، یہ بدلہ ہے اُن کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا، وہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرے کام سے نہ روکتے تھے، البتہ یہ سخت بُری حرکت تھی کہ وہ کرتے تھے۔ (امام ابوداؤد نے حدیث مذکور کو روایت کیا اور یہ الفاظ انھیں کے ہیں، امام ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا۔ ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]۔

اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ۔

تفسیر احمدی میں ہے:

ھم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع[2]۔

ظالم لوگ بدمذہب اور فاسق اور کافر ہیں ان سب کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

مروی ہوا کہ اللہ عزوجل نے یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی میں تیری بستی سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار بُرے لوگ ہلاک کروں گا۔ عرض کی: الٰہی! بُرے تو بُرے ہیں اچھے کیوں ہلاک ہوں گے۔ فرمایا:

انھم لم یغضبوا وکانوا یؤکلونھم ویشاربونھم۔ رواہ ابن ابی الدنیا[3] وابوالشیخ عن ابراھیم عن عمر الصنعانی۔

اس لئے کہ جن پر میرا غضب تھا اُنھوں نے اُن پر غضب نہ کیا اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہے (ابن ابی الدنیا اور ابوالشیخ نے ابراہیم سے اُنھوں نے عمر صنعانی سے اس کو روایت کیا۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۲۱۱، ۲۱۲)

(۱۱) چھوٹے بچّوں کو فحش گوئی اور بے حیائی سے روکنے کی تلقین و تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

بچپن سے جو عادت پڑتی ہے کم چھوٹتی ہے، تو اپنے نابالغ بچّوں کو ایسی ناپاکیوں سے نہ روکنا اُن کے لئے معاذاللہ جہنم کا سامان تیار کرنا اور خود سخت گناہ میں گرفتار ہونا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] التفسیرات الاحمدیۃ زیر آیت واما ینسینك الشیطٰن الخ مطبعۂ کریمیہ بمبئی ص ۳۸۸

[3] فیض القدیر بحوالہ ابن ابی الدنیا تحت حدیث ۲۱۳۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۰۵

قال اللہ تعالیٰ "یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملٰئکۃ غلاظ شداد لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون۝"[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں اور اپنے گھروالوں کو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت درشت خُو فرشتے مؤکل ہیں کہ اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انھیں فرمایا جائے وہی کرتے ہیں۔

اللہ عزوجل مسلمانوں کو نیک عادتوں کی توفیق دے اور بُری عادتوں بُری باتوں سے پناہ بخشے، آمین!

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۱۵)

(۱۲) جہاں محارم وغیر محارم مرد عورتیں جمع ہوں وہاں اپنی بیوی کو نہ روکنے والے مرد اور روکنے کے باوجود نافرمانی کرنے والی بیوی کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

جواب سوال پانزدہم: الرجال قوامون علی النساء[2] (مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ ت) مرد کو لازم کہ اپنی اہلیہ کو حتی المقدور مناہی سے روکے۔

یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا[3]۔

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

عورت بحالِ نافرمانی دوہری گناہگار ہوگی، ایک گناہِ شرع، دوسرے گناہِ نافرمانیِ شوہر، اس سے زیادہ اثر جو عوام میں مشتہر کہ بے اذن جائے تو نکاح سے جائے' غلط اور باطل۔ مگر جبکہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاق بائن معلق کی ہو، مرد ہر مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہوسکتا ہے اور نہی عن المنکر کے لئے مجالس منکرہ میں بھی جانا ممکن جبکہ مشیرِ فتنہ نہ ہو، والفتنۃ اکبر من القتل[4] (فتنہ قتل سے بڑا ہے۔ ت) مگر تجسس واتباعِ عورات ودخول دارِ غیر بے اذن کی اجازت نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۳۰)

(۱۳) زانی اور دیّوث سے احتراز کے بارے میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۶۶/۶

[2] ″ ۴/۳۴

[3] ″ ۶۶/۶

[4] ″ ۲/۲۱۷

زانی و دیوث فاسق ہیں اُن کے پاس اُٹھنے بیٹھنے میل جول سے احتراز چاہیے۔

قال اللہ تعالٰی "واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[1]"۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں کبھی شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالم گروہ کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۴۳)

(۱۴) اسی نوعیت کے ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

یہ لوگ دیّوث ہیں، اور دیّوث کو فرمایا کہ اس پر جنّت حرام ہے، دیّوثی بھی فقط اسی فعل تک ہے، وُہ جو سائل نے بیان کیا کہ احکامِ شریعت کے ساتھ تمسخر و استہزاء اور عالم پر طعن ولعن کرتے ہیں یہ تو صریح کفر ہے "والعیاذ باللہ" وہ ایمان سے نکل جاتے ہیں اور اُن کی عورتیں نکاح سے۔

قال اللہ تعالٰی "اباللہ واٰیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[2]"۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اللہ تعالٰی اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنسی مذاق کرتے ہو، لہذا معذرت نہ کرو اور بہانے نہ بناؤ، بلاشبہہ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۴۴)

(۱۵) کسی کی منکوحہ کو خاوند سے باغی کرنے اور حرام کاری کے پیشہ کی ترغیب دینے اور اس سلسلہ میں اس کی معاونت کرنے والوں کے بارے میں استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ایسی بات پُوچھنا فضول ہے کوئی چھپا ہوا مسئلہ ہوتا تو احتمال ہوتا کہ ان کو معلوم نہیں حکم بتادیا جاتا اور جو لوگ اللہ و رسول کو پیٹھ دے کر دیدہ و دانستہ علانیہ ایسے کبائر عظیمہ کا ارتکاب کریں ان پر فتوٰی کا کیا اثر ہوگا، جان رہے ہیں کہ اللہ واحد قہار کا غضب اپنے سر لے رہے ہیں پھر فتوے سے کیا متاثر ہوسکتے ہیں، ہاں مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں سے قطعاً قطع تعلق کریں اور ان سے سلام کلام میل جول یک لخطہ چھوڑ دیں، ایسا نہ ہو کہ اُن کی آگ میں یہ بھی جل جائیں۔

قال اللہ تعالٰی "واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[3]"، وقال اللہ تعالٰی "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[4]"۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۵، ۶۶
[3] " " ۶/ ۶۸
[4] " " ۱۱/ ۱۱۳

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمھیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۴۶)

(۱۶) دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے عدمِ جواز پر حدیث میں لفظ یَد کے مفرد واقع ہونے سے وہابیہ کے استدلال کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

ظاہر ہے کہ افراد یَد سے اس حدیث خواہ کسی حدیث میں اگر نفی یَدَین پر استدلال ہوگا تو لاجرم بطریق مفہومِ مخالف ہوگا اور وہ محققین کے نزدیک حجت نہیں جس کی بحث کتبِ اصول میں ختم ہوچکی۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت)

اوّلاً قرآن عزیز میں ہے:

بیدك الخیر انك علی کل شیئ قدیر[۱]

تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے، بیشک تو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ تیرے ایک ہی ہاتھ میں بھلائی ہے، معاذ اللہ دوسرے میں نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۸۰)

(۱۷) مزید فرمایا:

ثالثاً اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل ان الفضل بید اللہ[۲]

تم فرماؤ بیشک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ ایک ہی ہاتھ میں فضل ہے؟

رابعاً فرماتا ہے:

بیدہ ملکوت کل شیئ[۳]

اسی کے ہاتھ میں ہے قدرت ہر چیز کی۔

---

[۱] القرآن الکریم ۳/ ۲۶

[۲] القرآن الکریم ۳/ ۷۳

[۳] القرآن الکریم ۳۶/ ۸۳

کیا معاذ اللہ دوسرے ہاتھ میں مالکیت و مقدرت نہیں ؟

خامسًا دیلمی کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

یداللہ مبسوطۃ[1] اللہ کا ہاتھ کشادہ ہے۔

کیا معاذ اللہ اس کا یہ مفہوم کہ ایک ہی ہاتھ کشادہ ہے ؟

قال اللہ تعالٰی :

بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء[2]

بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں خرچ فرماتا ہے جیسے چاہے۔

سادسًا حدیث میں ہے :

یداللہ ملأی[3] اللہ تعالٰی کا ہاتھ غنی ہے۔

کیا دوسرے ہاتھ سے غنا منفی ہے ؟

سابعًا حدیث شریف میں ہے :

یداللہ ھی العلیا[4] اللہ ہی کا ہاتھ اُونچا ہے۔

کیا عیاذًا باللہ ایک ہی ہاتھ بلند و بالا ہے ؟

ثامنًا قال اللہ تعالٰی :

اذا اخرج یدہ لم یکد یراھا[5]

کافر ایسی اندھیری میں ہے کہ اپنا ہاتھ نکالے تو نظر نہ آئے۔

کیا اس کے یہ معنی کہ دونوں ہاتھ نکالے تو نظر آئیں گے ؟

تاسعًا قال اللہ تعالٰی :

خذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث[6]

اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر مار اور قسم جھوٹی نہ کر۔

---

[1] کنز الحقائق من حدیث خیر الخلائق برمز "فر" حدیث ۱۰۱۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۷۵

[2] القرآن الکریم ۵/ ۶۴

[3] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ ہود ۲/ ۶۷۷ و کتاب التوحید ۲/ ۱۱۰۲ قدیمی کتب خانہ کراچی

[4] مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۴۶ و ۳/ ۴۷۳ و ۴/ ۱۳۷

[5] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰ [6] القرآن الکریم ۳۸/ ۴۴

علماء فرماتے ہیں یہ حکم اب بھی باقی ہے یعنی اگر مثلاً کسی نے غصے میں قسم کھائی کہ زید کو سو لکڑیاں ماروں گا، اب غصہ فرو ہوا، چاہتا ہے کہ قسم بھی سچی ہو اور زید ضربِ شدید سے بچے بھی تو جھاڑو وغیرہ کی سو شاخیں جمع کر کے اسی طرح زید کے بدن پر مارے کہ وہ سب جسم پر جدا جدا پہنچیں۔ کیا اگر دونوں ہاتھ میں جھاڑو لے کر ماریں تو اس ارشاد کا خلاف ہوگا!

عاشراً قال تعالٰی:

یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون[1]

جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہوکر۔

کیا اگر دونوں ہاتھ سے دیں تو حکمِ تعمیل نہ ہو! (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۸۲، ۲۸۳)

(۱۸) کوئی چیز شرعاً ممنوع کب ہوتی ہے؟ اس کے بارے ضابطہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سادساً یہ بھی سہی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس فعل کا نہ کرنا ثابت پھر نہ کرنا اور بات ہے اور منع فرمانا اور بات، ممنوع وہ چیز ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع کی، نہ کہ وہ چیز جو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ کی۔ قرآن عظیم نے یوں فرمایا:

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا[2]

رسول جو تمھیں دے لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

یوں نہیں فرمایا کہ مافعل الرسول فخذوہ ومالم یفعل فانتھوا جو رسول نے کیا کرو اور جو نہ کیا اس سے باز رہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۰۵، ۳۰۶)

(۱۹) ذرا ذرا سی بات پر مسلمانوں سے اُلجھنے اور متعدد امور کو بلا دلیل ممنوع کہنے والوں کے بارے میں فرمایا:

حاشا کہ ان کی غرض حمایتِ شرع ہو۔ حمایتِ شرع چاہیے تو جن امور کی تحریم وممانعت میں کوئی آیت و حدیث نہ آئی خواہ مخواہ بزورِ زبان انھیں گناہ و مذموم ٹھہرا کر شرع مطہر پر افتراء کیوں کرتے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال وھٰذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[3]

---

[1] القرآن الکریم ۹/۲۹

[2] القرآن الکریم ۵۹/۷

[3] 〃 ۱۶/۱۱۶

اور نہ کہو اسے جو تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اُن کا بھلا نہ ہوگا۔(ت)

بلکہ صرف مقصود ان حضرات کا عوام مسلمین میں تفرقہ ڈالنا اور براہِ تلبیس و تدلیس اپنے لئے ایک جُدا روش نکالنا اور اس کے ذریعہ سے اپنی شہرت کے سامان جمع کرنا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۱۲)

(۲۰) گھر میں داخل ہوتے وقت اہلِ خانہ کو سلام کہنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

قال اللہ عزوجل "فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علٰی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبٰرکۃ طیبۃ"[1]

(اللہ عزوجل نے فرمایا:) جب تم گھروں میں جاؤ تو سلام کرو اپنوں کو ملتے وقت کی اچھی دُعا اللہ کی طرف سے برکت والی پاکیزہ۔

معالم التنزیل میں ہے:

ای یسلم بعضکم علٰی بعض ھذا فی دخول الرجل بیت نفسہ یسلم علی اھلہ ومن بیتہ وھو قول جابر وطاؤس والزھری وقتادۃ والضحاك وعمرو بن دینار و قال قتادۃ اذا دخلت بیتك فسلم علٰی اھلك فھم احق من سلمت علیہ[2]

یعنی تمھارے بعض بعض کو (ایک دوسرے کو) سلام کیا کریں۔ یہ اس وقت کے لئے ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گھر میں جائے تو گھر میں موجود اپنوں اور وہاں دیگر حاضرین کو سلام دے۔ جابر، طاؤس، زہری، قتادہ، ضحاک اور عمرو بن دینار کا یہی قول ہے۔ اور حضرت قتادہ نے فرمایا: جب تم اپنے گھر میں جاؤ تو اپنے گھر والوں کو سلام پیش کیا کرو، جن کو تم سلام دیتے ہو ان سے زیادہ حق گھر والے رکھتے ہیں۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۲۴)

(۲۱) تحریم حلال کے مرتکبین کے بارے میں فرمایا:

اینجا جواب سائل راہمیں قدر پسندست کہ چیزے کہ حرمتش از شرع مطہر ثابت نیست ہر کہ حرامش گوید افترا بر شرع مطہر میکند وافترا بر خدا و رسول و آسان کارے ست؟ والعیاذ

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۴/ ۶۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۳۰۴

باللہ سبحٰنہ وتعالٰی، قال ربنا تبارك قدس "ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون"[1] اینان کہ اصول کاسدہ وفروع فاسدہ در دین اختراع کردہ صدہا مباحات شرعیہ بلکہ مستحبات قطعیہ بلکہ سنن ثابتہ را بدعت شنیعہ وحرام شدید بلکہ مخل اصل ایمان وشرک صریح وواجب العقاب قطعی الوعید میگویند قطعاً برخدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دروغ مے بندند و در مغاک ہلاک "فقد باء باحدھما"[2] ومن اظلم ممن افتری علی اللہ الکذبا"[3] وغیر ذلك من المھالك می افتند۔

یہاں سائل کے لئے جواب میں اتنا ہی کافی ہے کہ جس چیز کی حرمت شرعاً ثابت نہیں اس کو حرام کہنا شریعت پر افتراء ہے اور اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء کیا آسان کام ہے اللہ کی پناہ۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اللہ تعالٰی پر افتراء کرتے ہوئے اپنی زبانوں سے جھوٹ مت بناؤ کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، جو لوگ اللہ تعالٰی پر افتراء کرتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے"۔ ان لوگوں نے دین میں من گھڑت اور فاسد مسائل کا اختراع کرکے صدہا شرعی مباحات بلکہ مستحبات بلکہ سنن ثابتہ کو بدعت سیئہ اور حرام بلکہ اصل ایمان کے لئے مخل اور صریح شرک اور واجب العقاب والوعید قرار دیا ہے یہ اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جھوٹ افتراء باندھتے ہیں اور ہلاکت کا راستہ اپناتے ہیں اور متعدد آیات وعید کا مصداق بنتے ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۶۳، ۳۶۴)

(۲۳) مزارات اولیاء اللہ کی چوکھٹ کو چومنے سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
اصل کلی یہ ہے کہ تعظیم ہر منتسب بارگاہ کبریا علی الخصوص محبوبان خدا انحائے تعظیم حضرت عزت جل وعلا ہے، قال اللہ تعالٰی:

ومن یعظم حرمت اللہ فھو خیرلہ عند ربہ[4]

جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے پروردگار کے یہاں۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶
[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یاکافر " " ۱/ ۵۷
[3] القرآن الکریم ۶/ ۲۱
[4] " ۲۲/ ۳۰

وقال تعالٰی :

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب[1]

جو اللہ کے شعاروں کی تعظیم کرے وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۶۶، ۳۶۷)

(۲۴) تعظیم نبی کے بارے میں فرمایا :

ابن حجر مکی نے جوہر منظم میں فرمایا :

تعظیم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللہ تعالٰی فی الالوہیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارہم[2] ومن لم یجعل اللہ لہ نورًا فمالہ من نور[3]

نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم اُن جمیع اقسامِ تعظیم کے ساتھ جس میں حضرت عزت سے الوہیت میں شریک کرنا لازم نہ آئے امر مستحسن ہے ان سب کے نزدیک جن کی آنکھیں اللہ تعالٰے نے روشن کی ہیں یعنی جنھیں نورِ ایمان بخشا ہے ۔ اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۶۸)

(۲۵) عمرو نے زید کے سلام کے جواب کے بدلے یہ الفاظ کہے کہ تم بہت جھوٹے ہو تمھارا اسلام لینا درست نہیں تو عمرو گنہگار ہوا یا نہیں، اس سوال کے جواب میں فرمایا :

زید اگر شرعًا ان الفاظ اور اس طریقہ عمل کا مستحق نہ تھا جو عمرو نے کہے اور برتا تو عمرو ضرور گنہگار، اور حق اللہ و حق العبد دونوں میں گرفتار ہُوا ، حق اللہ تو یہ کہ اُس کے حکم کا خلاف کیا ، اس کا ارشاد ہے :

اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوہا[4]

(لوگو!) جب تمھیں سلام کیا جائے تو اس سے بہتر جواب دیا کرو یا وہی الفاظ لوٹا دیا کرو (ت)

اور دوسرا اس سے اشد، حق اللہ یہ کہ شریعتِ مطہرہ پر افترا کیا کہ تیرا اسلام لینا درست نہیں ، اور حق العبد یہ کہ بلاوجہ شرعی زید نے مسلم کو ایذا دی، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[2] الجوہر المنظم الفصل الاول المکتبۃ القادریۃ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۲

[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[4] " " ۴/ ۸۶

فوائد تفسیر جلد ۳

من اٰذی مسلمًا فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ رواہ الطبرانی[1] فی الکبیر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جس نے بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی (اس کو طبرانی نے کبیر میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ حسن روایت کیا۔ ت)

اُس پر فرض ہے کہ اپنی ان حرکاتِ شنیعہ سے ربّ العزّۃ کے حضور توبہ کرے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۸۰، ۳۸۱)

(۲۶) طوافِ مزارات کے بارے میں مولوی عبدالحمید پانی پتی کے طویل استفسار کے جواب میں فرمایا:

اقول وباللہ التوفیق و بہ الوصول الٰی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے اور اسی سے تحقیق کی بلندیوں تک پہنچنا۔ ت) طواف لغۃً وعرفاً پھیرے کرنے کو کہتے ہیں عام ازیں کہ دو چیزوں کے درمیان آمدورفت ہو جس میں ایک پھیرے کے مبدا و منتہٰی متغائر ہوں گے یا ایک ہی چیز کے گرد جس میں دائرہ کی طرح مبدا و منتہٰی ایک ہوگا، دونوں صورتوں کو لغت و عرفِ عرب نے طواف کہا اور دونوں کو شرع مطہر نے طواف مانا، صورتِ اولٰی صفا و مروہ کے درمیان سعی،

قال اللہ تعالٰی "فلا جناح علیہ ان یطوف بھما"[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اس شخص پر کوئی گناہ نہیں جو صفا و مروہ کے درمیان چکر لگائے (ت)

اور صورتِ ثانیہ کعبہ معظمہ کے گرد پھرنا،

قال تعالٰی "ولیطوفوا بالبیت العتیق"[3]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو چاہئے کہ اس کے قدیم (آزاد) گھر کا طواف کریں۔ (ت)

حقیقتِ طواف اس قدر ہے، نیت و غایت کا اختلاف حقیقت کی تغیر نہیں کرتا کہ نیت و غایت رُکنِ شئی نہیں، آخر نہ دیکھا کہ ائمہ کرام نے نیت کو شرطِ نماز قرار دیا نہ کہ رکنِ نماز، اور غایت کا خروج تو غایت ظہور میں ہے، غرض پھیرے کرنا جہاں اور جس طرح اور جس نیت اور جس غرض سے ہو

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۴۳۷۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۰
المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/ ۳۷۳

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۸

[3] ؍؍ ۲۲/ ۲۹

طواف ہی ہے، پھر فعل اختیاری کو تصور بوجہٍ ما و تصدیق بفائدۃٍ ما سے چارہ نہیں مگر فعل کبھی غایت اصلیہ تک آپ مؤدی ہوتا ہے کبھی دوسرے فعل مؤدی الی الغایۃ کا وسیلہ۔ اوّل کو مقصود لذاتہٖ کہتے ہیں جیسے نماز، اور دوم کو وسیلہ و مقصود لغیرہٖ جیسے وضو۔ طواف میں یہ دونوں صورتیں ہیں مثلاً گلگشت یعنی تفریحِ نفس و شمِ روائح طیبہ و چستی بدن و تنسّم ہوا کے لئے چمن کی روشوں میں ٹہلنا پھرنا خواہ وہ خطوطِ مستقیم پر ہوں یا مثلاً کسی حوض کے گرد مستدیر۔ یہاں طواف مقصود لذاتہٖ ہے یا مثلاً کسی شئی کی تقسیم کو حلقہ یا صفوں پہ دورہ کرنا کہ یہاں مقصود لغیرہٖ ہے، پھر طواف کی غایت مقصودہ تعظیم ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے غیر کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے امثلہ مذکورہ بلکہ توہین بلکہ تعذیب کے لئے جیسے ڈرل کہ یہاں آمد و شد کہ طواف ہے مقصود لذاتہٖ ہے اور نار سے حمیم، حمیم سے نار کی طرف کفار کے پھیرے کہ یہ طواف مقصود لغیرہٖ ہے اور دونوں تعذیب کے لئے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی "یطوفون بینھا وبین حمیم اٰنٍ"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: وہ دوزخی اس کے یعنی آگ اور گرم اُبلتے ہوئے پانی کے درمیان چکر لگائیں گے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۸۶، ۳۸۷)

(۲۷) طواف کی اقسام اربعہ بیان کرتے ہوئے تیسری قسم کے بارے میں فرمایا:

قسم سوم: طواف وسیلہ مقصود ہو اور غرض و غایت تعظیم جیسے نوکر چاکر غلاموں کا اپنے مخدوم و آقا پر طواف اس کے کام خدمت کو اس کے گرد پھرنا،

قال اللہ تعالٰی طوافون علیکم بعضکم علٰی بعضٍ[2]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) تمہارے نوکر غلام تمہارے گرد بکثرت طواف کرنے والے ہیں، تین وقت ترکِ حجاب کے سوا ہر وقت اذن لینے میں انھیں حرج ہوگا۔

اور اہلِ جنّت کے حق میں فرماتا ہے:

یطوف علیھم ولدان مخلدون[3]

ہمیشہ رہنے والے لڑکے ان کے گرد طواف کریں گے۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۵/۴۴

[2] 〃 ۲۴/۵۸

[3] 〃 ۵۶/۱۷

اور فرماتا ہے:

یطاف علیھم بکاس من معین[1]

اُن پر طواف کیا جائے گا پیالوں میں وہ پانی لے کر جو آنکھوں کے سامنے بہتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

یطاف علیھم بانیۃ من فضۃ واکواب[2]

چاندی کے برتن اور کوزے لے کر اُن پر طواف کیا جائے گا۔

اس میں وہ صورت بھی آتی ہے کہ طواف غیر کعبہ کا ہو اور غرض وغایت عبادتِ الٰہی۔ صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال سلیمان لاطوفن اللیلۃ علی تسعین امرأۃ وفی روایۃ بمائۃ امرأۃ کلھن تاتی بفارس یجاھد فی سبیل اللہ فطاف علیھن[3] الحدیث۔

سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا قسم ہے آج کی رات میں نوّے اور ایک روایت میں سَو عورتوں پر طواف کروں گا کہ ہر ایک سے ایک سوار پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ پھر اُنھوں نے ان کا طواف کیا۔

صحیح مسلم شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یطوف علی النساء بغسل واحد[4]۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک ہی غسل سے اپنی ازواجِ مطہرات پر طواف فرماتے۔(ت)

اشباہ والنظائر و درمختار میں ہے:

لیس لنا عبادۃ شرعت من عھد اٰدم الی الاٰن ثم تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان[5]۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۴۵

[2] " ۷۶/ ۱۵

[3] صحیح البخاری کتاب الجھاد ۱/ ۳۹۵، کتاب النکاح ۲/ ۲۸۸، کتاب الایمان والنذور ۲/ ۹۸۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الاستثناء فی الیمین وغیرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۹

[4] صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز نوم الجنب الخ " " ۱/ ۱۴۴

[5] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۵

ہمارے لئے کوئی عبادت ایسی نہیں کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت سے اب تک مشروع رہی پھر ہمیشہ ہمیشہ جنت میں مشروع رہے گی مگر ایمان یعنی یادِ خدا اور نکاح یعنی جماعِ زوجہ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۹۰، ۳۹۱)

(۲۸) مزید فرمایا:

بالجملہ اگر طواف مقصود بالذات نہیں جب تو جواز ظاہر ہے اور اگر مقصود بالذات ہے تو صرف فرق نیات ہے، اگر بہ نیّتِ تعظیمِ قبر ہے تو بلاشبہہ حرام ہے اور تبرک واستفاضہ وغیرہما نیاتِ محمودہ سے ہے تو فی نفسہ اس میں حرج نہیں، اور یہ ٹھہرا لینا کہ اس مسلمان کی نیت طواف سے تعظیمِ قبر ہے قلب پر حکم ہے اور یہ غیب کا ادعا اور محض حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی "ولا تقف مالیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك کان عنه مسئولا[1]" وقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم افلا شققت عن قلبه حتی تعلم[2]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمھیں علم نہیں۔ یقیناً کان، آنکھ اور دل ان سب سے پوچھا جائے گا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کیا تو نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا کہ تجھے معلوم ہو۔ (ت)

یہ بدگمانی ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام۔

قال اللہ تعالٰی "یایها الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[3]" وقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[4]۔

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں۔ اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) بدگمانی سے بچو کیونکہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶
[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب علی مایقاتل المشرکون آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۵۵
[3] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲
[4] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا اودین قدیمی کتبخانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

بدگمانی کرنا سب سے جھوٹی بات ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۳۹۹)

(۲۹) مریدوں سے اپنے آگے سجدہ کروانے والے پیر جو کہ جوازِ سجدہ پر سورۂ یوسف کی آیت کریمہ "وخرّوا لہ سجدًا" سے استدلال کرتا ہے، کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

سجدہ غیر خدا کو حرام قطعی ہے اور قرآن عظیم کی طرف اس کے جواز کی نسبت کرنا افترا ہے۔ قرآن عظیم نے اگلی شریعت والوں کا واقعہ ذکر فرمایا ہے اُن کی شریعت میں سجدۂ تحیت حلال تھا ہماری شریعت نے حرام فرما دیا، تو اب اس سے سند لانا ایسا ہے جیسے کوئی شراب کو حلال بتائے کہ اگلی شریعتوں میں جہاں تک نشہ نہ دے حلال تھی بلکہ شریعتِ سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سگی بہن سے نکاح جائز تھا اب اس کی سند لاکر جو حلال بتائے وہ کافر ہو جائیگا۔ ایسے پیر اور ایسے مریدوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ ہے اور پڑھی ہو تو پھیرنا واجب، اور انھیں امام بنانا ناجائز۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۰۷)

(۳۰) قدم بوسی اور سجدۂ تحیت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

بزرگانِ دین کی قدم بوسی بلاشبہہ جائز بلکہ سنّت ہے، بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پائے مبارک چُومے اور حضور نے منع نہ فرمایا۔ رہا سجدۂ تحیت، اگلی شریعتوں میں جائز تھا۔ ملائکہ نے بحکمِ الٰہی حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ حضرت سیدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کی زوجہ مقدسہ اور ان کے گیارہ صاحبزادوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو حضرت سیدنا مریم (علیہا السلام) کے شکم مبارک میں تھے اور سیدنا یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی بہن کے شکم مقدس میں، جب حضرت مریم اپنی بہن کے پاس تشریف لائیں اُن کی بہن عرض کرتی ہیں:

انی اری ما فی بطنی یسجد لما فی بطنك [1]

میں دیکھتی ہوں کہ وہ جو میرے پیٹ میں ہے اس کے لئے سجدہ کرتا ہے جو تمھارے پیٹ میں ہے۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳/۳۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۸/۳۲
روح المعانی ″ ″ ″ المکتبۃ الرشیدیہ کوئٹہ ۳/۱۹۵

وہابیہ خذلہم اللہ تعالٰی کہ اس کو شرک کہتے اللہ کے رسولوں اور فرشتوں کو شرک کا مرتکب اور اللہ عزوجل کو معاذ اللہ شرک کا حکم دینے والا ٹھہراتے ہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

ورفع ابویہ علی العرش وخرّوا لہ سجّدا۔[1]

حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے والدین کو تخت کے اوپر بٹھایا اور وہ سب (والدین و برادران) حضرت یوسف کے آگے سجدہ کرتے ہوئے گر گئے (ت)

وقال اللہ تعالٰی "واذ قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس[2]"

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہہ دیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو تو سوائے شیطان کے سب نے سجدہ کیا۔ (ت)

دیوبندیہ خود مرتدین ہیں ان کو مسائل اسلامی میں دخل دینے کا کیا حق، علمائے حرمین شریفین نے ان کے پیشواؤں کو نام بنام لکھا ہے کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[3] جو ان کے عقائد پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے خود کافر۔ ہاں ہماری شریعت مطہرہ نے غیر خدا کے لئے سجدۂ تحیت حرام کیا ہے اس سے بچنا فرض ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۱۷، ۴۱۸)

(۳۱) سادات کرام کی تحقیر کی مذمت اور محبت و اطاعت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) سادات کرام کی تعظیم فرض ہے اور اُن کی توہین حرام، بلکہ علمائے کرام نے ارشاد فرمایا جو کسی عالم کو مولویا یا کسی سید کو میروا بروجہ تحقیر کہے کافر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدًا بہ الاستخفاف کفر[4]

سادات کرام اور علماء کی تحقیر کفر ہے، جس نے عالم کی تصغیر کر کے عویلم یا علوی کو علیوی تحقیر کی نیت سے کہا تو کفر کیا۔ (ت)

بیہقی امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے اور ابوالشیخ و دیلمی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۰

[2] ؎ ؎ ۲/ ۳۴

[3] حسام الحرمین علٰی منحر الکفر والمین مطبع اہلسنت وجماعت بریلی ص ۹۴

[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ان الالفاظ الکفر الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من لم یعرف حق عترتی والانصار والعرب فھو لاحدی ثلاث اما منافقا و اما لزنیۃ واما لغیر طھور۔ ھذا لفظ البیھقی[1] من حدیث زید بن جبیر عن داؤد بن الحصین عن ابن ابی رافع عن ابیہ عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ ولفظ غیرہ اما منافق واما ولد زنیۃ واما امرء حملت بہ امہ فی غیر طھر[2]۔

جو میری اولاد اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین علتوں سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ (یہ بیہقی کے الفاظ زید بن جبیر نے داؤد بن حصین سے انھوں نے ابن ابی رافع انھوں نے اپنے والد کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کئے، دوسروں کے الفاظ یوں ہیں: یا منافق یا ولدِ زنا یا اس کی ماں نے ناپاکی کی حالت میں اس کا حمل لیا۔ ت)

بلکہ علماء و انصار و عرب سے تو وہ مراد ہیں جو گمراہ و بددین نہ ہوں اور سادات کرام کی تعظیم ہمیشہ جب تک ان کی بدمذہبی حدِ کفر کو نہ پہنچے کہ اس کے بعد وہ سید ہی نہیں نسب منقطع ہے۔

قال اللہ تعالٰی "انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (اے نوح (علیہ السلام)) وہ تیرا بیٹا (کنعان) تیرے گھر والوں میں سے نہیں اس لئے کہ اس کے کام اچھے نہیں۔ (ت)

جیسے نیچری، قادیانی، وہابی غیر مقلد، دیوبندی اگرچہ سید مشہور ہوں نہ سید ہیں نہ اُن کی تعظیم حلال بلکہ توہین و تکفیر فرض، اور روافض کے یہاں تو سیادت بہت آسان ہے، کسی قوم کا فرد رافضی ہو جائے دو دن بعد میر صاحب ہو جائے گا۔ ان کا بھی وہی حال ہے کہ اُن فرقوں کی طرح تبرائیانِ زمانہ بھی عموماً مرتدین ہیں، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۲) محبتِ آلِ اطہار کے بارے میں متواتر حدیثیں بلکہ قرآن عظیم کی آیتِ کریمہ ہے:

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربٰی[4]

---

[1] شعب الایمان حدیث ۱۶۱۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۳۲

[2] الفردوس بماثور الخطاب 〃 ۵۹۵۵ 〃 〃 〃 ۳/۶۲۶

[3] القرآن الکریم ۱۱/۴۶

[4] 〃 ۴۲/۲۳

(ان سے) فرما دیجئے (لوگو!) اس دعوتِ حق پر میں تم سے کچھ نہیں مانگتا مگر رشتہ کی الفت و محبت۔ (ت)

اُن کی محبّت بحمد اللہ تعالٰی مسلمان کا دین ہے اور اس سے محروم ناصبی خارجی جہنّمی ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، مگر محبّت صادقہ، نہ روافض کی سی محبت کاذبہ جنھیں ائمہ اطہار فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم تمھاری محبت ہم پر عار ہو گی۔ اطاعتِ عامہ اللہ و رسول کی پھر علمائے دین کی ہے۔

قال اللہ تعالٰی "اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم[1]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو، اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں (یعنی امراء و خلفاء)۔ (ت)

اصل اطاعت اللہ و رسول کی ہے اور علمائے دین اُن کے احکام سے آگاہ، پھر اگر عالم سیّد بھی ہو تو نورٌ علٰی نور، امورِ مباحہ میں جہاں تک نہ شرعی حرج ہو نہ کوئی ضرر سیّد غیر عالم کے بھی احکام کی اطاعت کرے کہ اس میں اس کی خوشنودی ہے اور سادات کرام کی خوشی میں کہ حدِ شرع کے اندر ہو حضور سیّد عالم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی رضا ہے اور حضور کی رضا اللہ عزّ وجل کی رضا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۲۰، ۴۲۱)

(۳۲) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

سیّد سُنّی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں، اُن اعمال کے سبب اُس سے تنفر نہ کیا جائے نفس اعمال سے تنفر ہو بلکہ اس کے مذہب میں بھی قلیل فرق ہو کہ حدِ کفر تک نہ پہنچے جیسے تفضیل، تو اُس حالت میں بھی اس کی تعظیمِ سیادت نہ جائے گی، ہاں اگر اس کی بدمذہبی حدِ کفر تک پہنچے جیسے رافضی، وہابی، قادیانی، نیچری وغیرہم، تو اب اُس کی تعظیم حرام ہے کہ جو وجہِ تعظیم یعنی سیادت، وہی نہ رہی۔

قال اللہ تعالٰی "انه لیس من اهلك انه عمل غیر صالح[2]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے نوح (علیہ السلام)! وہ یعنی تیرا بیٹا تیرے خاندان اور گھرانے والوں میں سے نہیں اس لئے کہ اس کے کام اچھے نہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۹
[2] 〃 〃 ۱۱/ ۴۶

شریعت نے تقوٰی کو فضیلت دی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[1] (بیشک اللہ تعالٰی کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ ت) مگر یہ فضل ذاتی ہے فضلِ نسب منتہائے نسب کی افضلیت پر ہے سادات کرام کی انتہائے نسب حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر ہے، اس فضل انتساب کی تعظیم ہر متقی پر فرض ہے کہ وہ اس کی تعظیم نہیں حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۲۳)

(۳۳) سجدۂ تعظیمی کی حرمت کے بیان میں ایک رسالہ "الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ" تحریر فرمایا جس میں ارشاد فرمایا:

اب یہ مبارک جواب بتوفیق الوہاب چھ[6] فصل پر منقسم:

فصل ۱: قرآن کریم سے سجدۂ تحیت کی تحریم، یہ اس کا رد ہے جو بکر نے صفحہ ۸ پر کہا: "کوئی آیت سجدۂ انسان کے خلاف قرآن میں کہیں بھی نہیں۔"

فصل ۲: چالیس[40] حدیثوں سے سجدۂ تحیت کی تحریم، یہ اُس کا رد ہے جو بکر نے ایک ضعیف حدیث دکھا کر صفحہ ۹ پر کہا: "اسی حدیث کو سجدۂ تعظیمی کے مخالف سند میں پیش کیا کرتے ہیں سوائے اس کے اور کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں"۔ اللہ اکبر، متواتر حدیثوں کے مقابل یہ ڈھٹائی۔

فصل ۳: ایک سو دس[110] نصوصِ فقہ سے سجدۂ تحیت کی تحریم، یہ اس کا رد ہے جو بکر نے صفحہ ۲۳ پر کہا: "سوائے چند جاہل ضدی لوگوں کے کوئی سجدۂ تعظیم کے خلاف نہ تھا"۔ صفحہ ۲۴: "اس سے انکار کرنے والے شیطان کی طرح راندۂ درگاہ ہوں گے"۔ صفحہ ۱۰: "سجدۂ تعظیمی کا انکار موجب لعنت و پھٹکار"۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (بہت جلدی ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

فصل ۴: خود بکر کی سندوں اور اُسی کے مستندوں اور اُسی کے منہ سے قرآن مجید واحادیثِ متواترہ و اجماعِ علماء و اجماعِ اولیاء سے سجدۂ تحیت حرام ہونے کا ثبوت۔ یہ کاہے کا رد ہے اسے بکر سے پوچھئے۔

فصل ۵: اُس ذرا سی تحریر میں بکر کے افتراء، اختراع، کذب، خیانت، جہالت، سفاہت کا اظہار۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

[2] " " ۲۶/ ۲۲۷

فصل ٦: سجدۂ آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کی بحث اور اس سے استدلال مجوز کا قاہر ابطال۔

وباللہ التوفیق والوصول الی التحقیق والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا واٰلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین!

اور اللہ تعالٰی ہی کے کرم سے حصولِ توفیق ہے، اور تحقیق تک رسائی ہوسکتی ہے، ہر تعریف اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ہمارے آقا اور مولٰی اور ان کی سب آل اور تمام ساتھیوں پر اللہ تعالٰی کی رحمت نازل ہو۔ اے اللہ! ہماری دُعا قبول فرمالیجئے۔ (ت)

فصل اوّل: قرآن کریم سے سجدۂ تحیّت کی تحریم

قال ربنا تبارك وتعالٰی "ولا یأمرکم ان تتخذوا الملٰئکۃ والنبیین اربابا ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون[1]"

(ہمارے رب تبارک وتعالٰی نے فرمایا) نبی کو یہ نہیں پہنچتا کہ تمھیں حکم فرمائے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو رب ٹھہرالو، کیا نبی تمھیں کفر کا حکم دے بعد اس کے تم مسلمان ہو۔

عبد بن حمید اپنی مسند میں سیدنا امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ فرمایا:

بلغنی ان رجلا قال یارسول اللہ نسلم علیك کما یسلم بعضنا علٰی بعض افلا نسجد لك؟ قال لا ولکن اکرموا نبیکم واعرفوا الحق لاھلہ فانہ لاینبغی ان یسجد لاحد من دون تعالٰی فانزل اللہ تعالٰی "ماکان لبشران یؤتیہ اللہ الکتٰب" الٰی قولہ "بعد اذ انتم مسلمون[2]"

مجھے حدیث پہنچی کہ ایک صحابی نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم حضور کو بھی ایسا ہی سلام کرتے ہیں جیسا کہ آپس میں، کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں؟ فرمایا: نہ بلکہ اپنے نبی کی تعظیم کرو اور سجدہ خاص حق خدا کا ہے اسے اسی کے لئے رکھو اس لئے کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ سزاوار نہیں۔ اس پر اللہ عزّوجل نے یہ آیت اتاری۔

اکلیل فی استنباط التنزیل میں اس آیت کے نیچے یہی حدیث اختصارًا ذکر کرکے فرمایا:

ففیہ تحریم السجود لغیر اللہ تعالٰی[3] (اس میں غیر خدا کے لئے حرمتِ سجدہ کا

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۰

[2] الدرالمنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۸

[3] الاکلیل فی استنباط التنزیل سورۃ آل عمران مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۵۴

بیان ہے۔ ت) تو اس آیۂ کریمہ نے غیر خدا کو سجدہ حرام فرمایا۔

آیت کی ایک شانِ نزول یہ بھی ہے کہ نصارٰی نے کہا ہمیں عیسٰی نے حکم دیا ہے کہ ہم اُن کو خدا مانیں اُس پر اُتری، امام خاتم الحفاظ نے جلالین میں دونوں سبب یکساں بیان کئے:

نزل لما قال نصاری نجران ان عیسی امرھم ان یتخذوہ ربا او لما طلب بعض المسلمین السجود لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]۔

آیتِ مذکورہ اس وقت نازل ہوئی جب نجران کے عیسائیوں نے کہا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے انھیں حکم دیا کہ وہ حضرت عیسٰی کو رب بنالیں، یا اس کا نزول اُس وقت ہُوا جب بعض مسلمانوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انھیں سجدہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ (ت)

اس نے ظاہر کر دیا کہ دونوں سبب قوی ہیں کہ خطبہ میں وعدہ ہے کہ تفسیر میں وہی قول لائیں گے جو سب سے صحیح تر ہو، اور بیضاوی و مدارک و ابو السعود و کشاف و تفسیر کبیر و شہاب و جمل وغیرہم عامۂ مفسرین نے اسی سببِ اوّل کو ترجیح دی کہ مسلمانوں نے حضور کو سجدے کی درخواست کی اس پر اُتری۔ خود آخر آیت میں فرمایا "کیا تمھیں کفر کا حکم دیں بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو" تو ضرور مسلمان مخاطب ہیں جو خواہانِ سجدہ ہوئے تھے نہ کہ نصارٰی۔

مدارک شریف و کشاف میں ہے:

"بعد اذ انتم مسلمون" یدل علی ان المخاطبین کانوا مسلمین وھم الذین استأذنوہ ان یسجدوا لہ[2]۔

آیت کے الفاظ "بعد اذ انتم مسلمون" اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آیتِ کریمہ کے مخاطب مسلمان تھے، اور یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انھیں سجدہ کرنے کی اجازت مانگی۔

بیضاوی و ارشاد العقل میں ہے:

دلیل ان الخطاب للمسلمین وھم المستأذنون لان یسجدوا لہ[3]۔

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ اصح المطابع دہلی ص ۵۵

[2] مدارک التنزیل تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۶۶ و الکشاف تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ مکتب الاعلام الاسلام قم ایران ۱/ ۳۷۸

[3] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ دار الفکر بیروت ۲/ ۵۲ و ارشاد العقل السلیم ۳/ ۸۰ الجزء الثانی ص ۵۳

آیت میں یہ دلیل ہے کہ اس میں خطاب مسلمانوں کو ہے۔ اور یہ وہی لوگ ہیں کہ جنھوں نے حضور پاک سے انھیں سجدہ کرنے کی اجازت مانگی۔ (ت)

کبیر[1] میں قولِ کشاف نقل کرکے مقرر رکھا، فتوحات میں ہے:

یقرب ھذا الاحتمال قولہ فی اٰخر الاٰیۃ بعد اذ انتم مسلمون[2]۔

آیۃ کریمہ کے آخر میں "بعد اذ انتم مسلمون" کے الفاظ اس احتمال کے قریبی ہونے کو چاہتے ہیں۔ (ت)

عنایۃ القاضی میں ہے:

ھٰذہ الفاصلۃ ترجیح القول بانھا نزلت فی المسلمین القائلین افلا نسجد لک[3]۔

یہ فاصلہ اس قول کی ترجیح ہے کہ آیت ان مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی کہ جو حضور پاک سے عرض کر رہے تھے کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ (ت)

تفسیر نیشاپوری میں بھی اس کی تقویت کی **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق ہی سے کہتا ہوں) خطاب نصارٰی پر انتم مسلمون میں مجاز کی ضرورت ہے کہ نصارٰی نجران مسلمان کب تھے تو معنی یہ[ع] لینے ہوں گے ایامرا ٰباءکم الاولین بالکفر بعد ان کانوا مسلمین

ع **اقول** وتاویلی ھذا اصح واظھر من تاویل الشھاب فی حاشیۃ البیضاوی اذ قال "و ان جاز ان یقال للنصارٰی انا مرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون ای منقادون و مستعدون لقبول الدین الحق ارخاء للعنان واستدراجا[4] اھ ففیہ ما لا یخفٰی علی نبیہ" ۱۲ منہ۔

اقول میری یہ تاویل بیضاوی کے حاشیہ میں شہاب کی اس تاویل سے اصح واظہر ہے جو انھوں نے فرمایا کہ نصارٰی کو یہ کہنا کیا ہم تمھیں کفر کا حکم کرتے جب تم مسلمان ہو چکے" اگر جائز ہے تو اس معنی میں کہ مطیع ہو چکے ہو اور دینِ حق کو قبول کرنے میں رغبت پیدا کر چکے ہو یہ بطور ارخاء عنان واستدراج ہے اھ تو اس تاویل میں اعتراض ہے جو سمجھدار پر مخفی نہیں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۸/ ۱۰۰

[2] الفتوحات الالٰہیۃ " " " دار الفکر بیروت ۱/ ۲۸۰

[3] و [4] عنایۃ القاضی علی انوار التنزیل " " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۷۸

کیا عیسےٰ تمھارے اگلے باپ داداؤں کو جواُن کے زمانے میں دینِ حق پر تھے کفر کا حکم کرتے بعد اس کے کہ وہ ایمان لاچکے تھے، اور خطاب مسلمین پر کفر میں تاویل کی حاجت ہے کہ مسلمانوں نے ہرگز سجدۂ عبادت نہ چاہا۔

اولاً نہ یہ صحابہ سے معقول تھا روزِ اوّل سے توحید کا آفتاب عالم آشکار فرمادیا تھا موافق مخالف نزدیک کا دور کا ہرشخص جانتا تھا ہرشخص جانتا تھا ہر گھر میں چرچا تھا کہ یہ ایک اللہ کی عبادت کی طرف بُلاتے اور شرک کے برابر کسی شئے کو دشمن نہیں رکھتے تو کسی صحابی سے عبادتِ نبی کی درخواست اور وہ بھی خود نبی سے کیونکر متصور تھی، خصوصًا یہ سجدہ کی درخواست کرنے والے کون تھے، اجلۂ صحابہ معاذ بن جبل وقیس بن سعد وسلمان فارسی حتی کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہم جیسا کہ فصلِ احادیث میں آتا ہے۔

ثانیاً حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جواب میں یہی فرمایا کہ ایسا نہ کرو، یہ نہ فرمایا کہ تم عبادتِ غیر کی درخواست کرکے کافر ہوگئے، تمھاری عورتیں نکاح سے نکل گئیں، توبہ کرو، دوبارہ اسلام لاؤ، پھر عورتیں راضی ہوں تو ان سے نکاح کرو۔

ثالثاً سب سے زائد یہ کہ مولٰی تعالٰی بھی تو خود اسی آیت میں ان کو مسلمان بتا رہا ہے کہ تم تو مسلمان ہو کیا تمھیں کُفر کا حکم دیں۔ لہٰذا امام محمد بن محمد حافظ الدین وجیز میں فرماتے ہیں:

قولہ تعالٰی مخاطبا للصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم ایأمرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون، نزلت حین استأذنوا فی السجود لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا یخفی ان الاستئذان لسجود التحیۃ بدلالۃ "بعد اذ انتم مسلمون"، ومع اعتقاد جواز سجدۃ العبادۃ لایکون مسلما فکیف یطلق علیہم بعد اذ انتم مسلمون [1]

اللہ عزّوجل نے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا کیا نبی تمھیں کفر کا حکم دیں بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو، یہ آیت اُس وقت اُتری جب صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کی اجازت چاہی، اور ظاہر ہے کہ انھوں نے سجدۂ تحیّت کی درخواست کی تھی اس دلیل سے کہ فرماتا ہے کہ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو، اور سجدۂ عبادت جائز مان کر مسلمان نہیں رہتا تو یہ

---

[1] فتاوٰی بزازیۃ علٰی هامش الفتاوی الهندیۃ کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفرا الخ نورانی کتبخانہ پشاور ۶/ ۳۴۳

کیونکر فرمایا جاتا کہ" بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔(ت)

اقول (میں کہتا ہوں) بعدۂ یہی دلیل روشن کر رہی ہے کہ کفر سے کفر حقیقی مراد نہیں کہ کفر حقیقی کی درخواست کرکے بھی مسلمان نہیں رہتا پھر کیونکر فرمایا جاتا کہ" بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔"

وقد کان استدل بہ البعض القائلون بان سجدۃ التحیۃ کفر مطلقا و ذکرہ فی الوجیز دلیلا لھم، فانقلب الدلیل علی المدعی وثبت انھا لیست بکفر کما علیہ الجمھور والمحققون فاحفظ وتثبت وللّٰہ الحمد۔

بعض لوگوں نے اس سے استدلال کیا ہے جو سجدۂ تعظیمی کے علی الاطلاق کفر کے قائل ہیں، وجیز میں اُن کی دلیل ذکر فرمائی، پھر دلیل دعوے پر پلٹ آئی اور یہ ثابت ہوگیا کہ سجدۂ تعظیمی کفر نہیں، جیسا کہ جمہور اور اہلِ تحقیق کا یہ مؤقف ہے، لہٰذا اس کو یاد رکھو اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے۔(ت)

لاجرم کفر سے مراد کفر دون کفر ہوگا جو محاوراتِ شارع میں شائع ہے خصوصًا سجدہ کہ نہایت مشابہ پرستشِ غیر ہے، فصل دوم میں زمین بوسی کی نسبت کافی شرح وافی وکفایہ شرح ہدایہ وتبیین شرح کنز و درمختار و مجمع الانہر و فتح اللہ المعین و جواہر اخلاطی وغیرہا سے آئے گا لانہ یشبہ عبادۃ الوثن[1] بُت پرستی کے مشابہ ہے، تو سجدہ تو مشابہ تر کفر ہوگا، اس کی صورت بعینہا صورتِ کفر بلا ادنٰی تفاوت ہے تو کفر صوری ضرور ہے جیسا کہ فصل دوم میں خلاصہ و محیط و منح الروض و نصاب الاحتساب وغیرہا سے آتا ہے" ان ھذا کفر صورۃ[2] " سجدہ صورتِ کفر ہے۔

وھو احد منازع ھذا الاطلاق فی کلامھم کما سیأتی بعونہ عزّ وجل۔

اہلِ علم کے کلام میں جو اطلاق ہے اس میں یہ ایک تنازع کی جگہ ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی عزت والے اور بڑی شان والے کی مدد سے عنقریب آئے گا۔(ت)

بہرحال آیۂ کریمہ میں ایک طرف تجوز ہے لہٰذا امام خاتم الحفّاظ نے دونوں شانِ نزول برابر رکھیں اور شک نہیں کہ ایک ایک آیت کے لئے کئی کئی شانِ نزول ہوتے ہیں اور قرآن کریم اپنے جمیع وجوہ پر حُجّت ہے کما فی التفسیر الکبیر و شرح المواھب للزرقانی وغیرھما (جیسا کہ تفسیر کبیر اور شرح مواہب للزرقانی وغیرہما میں ہے۔ ت) تو قرآن عظیم نے ثابت فرمایا کہ

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[2] منح الروض الازہر علی الفقہ الاکبر فصل فی الکفر دارالبشائر الاسلامیہ بیروت ص ۵۱۵

سجدۂ تحیت ایسا سخت حرام ہے کہ مشابہ کفر ہے والعیاذ باللہ تعالےٰ۔ صحابہ کرام نے حضور کو سجدۂ تحیت کی اجازت چاہی اس پر ارشاد ہوا "کیا تمھیں کفر کا حکم دیں"، معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسی قبیح چیز ایسا سخت حرام ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا۔ جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے سجدۂ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۳۱ تا ۴۳۷)

(۳۴) اسی رسالہ مذکورہ میں سجدۂ تعظیمی کے بارے میں مزید فرمایا:

حدیث بست و دوم: عبد بن حمید امام حسن بصری سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کا اذن مانگنے پر وُہ آیت اُتری کہ کیا تمھیں کفر کا حکم دیں۔[1] یہ حدیث فصل اوّل میں گزری۔

تذییل اوّل: مدارک شریف میں سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا چاہا، حضور نے فرمایا:

لاینبغی لمخلوق ان یسجد لاحد الا للہ تعالٰی۔[2]

کسی مخلوق کو جائز نہیں کہ وُہ کسی کو سجدہ کرے ماسوائے اللہ تعالےٰ کے۔ (ت)

تذییل دوم: تفسیر کبیر میں بروایت امام سفین ثوری سماک بن ہانی سے ہے:

قال دخل الجاثلیق علٰی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ فاراد ان یسجد لہ فقال لہ علی اسجد للہ ولاتسجد لی۔[3]

امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ کی بارگاہ میں سلطنتِ نصارٰی کا سفیر حاضر ہوا، حضرت کو سجدہ کرنا چاہا، فرمایا: مجھے سجدہ نہ کر اللہ عزوجل کو سجدہ کر۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۵۰، ۴۵۱)

(۳۵) سجدۂ تعظیمی کے جواز پر بکر کے خرافات اور استدلالات فاسدہ کا رُد کرتے ہوئے فرمایا:

(۴۶ تا ۴۸) ان سے بھی بدرجہا سخت سے سخت بیبا کی یہ کہ "حضرت علی وصحابہ کبار سے لے کر تمام بڑے بڑے علماء ومشائخ اولیاء سے سجدہ تعظیمی ثابت ہے" ص۲۳۔ یہ مولٰی علی پر افترا، صحابہ کبار پر افترا، تمام ائمہ کرام پر افترا۔ یہ تین افترا لاکھوں افتراؤں کا مجموعہ ہیں۔ بکر سچّا ہے تو مولٰی علی یا کسی صحابی یا کسی امام تابعی یا امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابویوسف، امام محمد،

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۸

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " ۲/ ۳۴ دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۲

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " " دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۹۵

امام بخاری، امام مسلم یا اُن کے یا ان کے کسی ایک شاگرد سے ثبوت صحیح دکھائے کہ انھوں نے کسی غیر خدا کو سجدہ کیا یا اسے جائز بتایا ورنہ قرآن مجید میں جو کچھ کا ذبین پر ہے اس سے ڈرے اور جلد سے جلد توبہ کرے، کذب فی الدنیا سے کذب فی الدین سخت تر ہے، اور بحکم حدیث لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض[1] (اس پر آسمان و زمین کے فرشتوں کی لعنت ہے۔ ت) کا استحقاق ہے اور زید و عمرو پر افترا سے صحابہ و ائمہ پر افترا اخبث تر ہے، اور قرآن کریم میں انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[2] (جھوٹ وہی لوگ تراشتے (اور باندھتے) ہیں جو درحقیقت ایمان نہیں رکھتے۔ ت) کا احقاق ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی الاعلی (اللہ تعالٰی کی پناہ، گناہوں سے بچنے اور حصولِ نیکی کی طاقت بغیر اللہ تعالٰی بلند و بالا کی توفیق دیئے کسی میں نہیں۔ ت)

(۴۹) آگے افترا و اختراع کی اور بھی پوری تند چڑھی کہ "ان سب کا اجماع مسئلہ سجدۂ تعظیمی ثابت ہے اور کوئی شخص انکار کی مجال نہیں رکھتا تو پس[ع] اگر سجدۂ تعظیمی گمراہی بھی ہے تو اجماعِ امت سے گمراہی اس کی جاتی رہی" ص۲۳۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (یقیناً ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ت) سچ فرمایا حدیثِ مجید نے:

حبك الشیئ یعمی ویصم[3]

کسی چیز کی محبت تجھے اندھا و بہرا کر دیتی ہے۔ (ت)

تعصّب آدمی کو اندھا بہرا کر دیتا ہے۔ سچ فرمایا ربّ العزّۃ عزّ جلالہ نے:

فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[4]

آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

[ع] تو بھی دو پس ہی رہے، فصاحت، ف کہاں چھوڑی یوں کہا ہوتا فتوپس کہ تینوں زبانیں جمع ہو جاتیں ۱۲ منہ

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۵

[3] مسند احمد بن حنبل باقی حدیث ابی الدرداء المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۹۴

[4] القرآن الکریم ۲۲/۴۶

سجدۂ غیر پر امت کرشن کافر کا ضرور اجماع ہے جس پنڈت سے چاہو پوچھ لو جس مندر میں چاہو دیکھ لو لیکن اُمتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم وسلم اس ملعون تہمت سے بری ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (عنقریب ظالموں کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت) بلکہ ابھی بکر کے مستند فتاوٰی عزیزیہ سے سُن چکے کہ غیر کے لئے سجدۂ تحیت حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے۔

(۵۰) طرفہ یہ کہ "گمراہی بھی ہے تو اجماع سے جاتی رہی" یعنی اُمت گمراہی پر اجماع تو کرلیتی ہے لیکن اُس اجماع سے گمراہی کی کایا پلٹ ہوکر ہدایت ہوجاتی ہے اناللّٰہ وانا الیہ راجعون، زہے گمراہی وجنون، لا یعقلون شیئا ولا یھتدون[2] (نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں اور نہ راہ پاتے ہیں۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۸۸ تا ۴۹۰)

تحریفاتِ بکر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

(۵۷) ایسا ہی جُل عبارتِ کشاف سے کھیلا، اس کی اصل عبارت یہ ہے:

فان قلت کیف جاز لھم ان یسجدوا لغیر اللہ قلت کانت السجدۃ عندھم جاریۃ مجری التحیۃ والتکرمۃ کالقیام والمصافحۃ وتقبیل الید ونحوھا مما جرت علیہ عادۃ الناس من افعال شھرت فی التعظیم والتوقیر[3]۔

یعنی اگر تو کہے کہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے بیٹوں کو غیر خدا کے لئے سجدہ کیسے جائز ہوگیا، تو میں کہوں گا اُن کے یہاں سجدۂ تحیت کا رواج تھا جیسے قیام ومصافحہ ودست بوسی وغیرہ افعال تعظیم وتوقیر جن کا لوگوں میں رواج ہے۔

اسے یہ بنالیا کہ ص۱۳ "سجدۂ تعظیمی قرنِ اوّل سے جاری ہے" اول تو رواج حال ہی میں سجدہ کا نام کہاں تھا قیام ومصافحہ ودست بوسی کا ذکر تھا جس کا صاف یہ مطلب کہ جیسے اب یہ افعال تحیت ہیں یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں سجدۂ تحیت تھا، پھر "جرت علیہ عادۃ الناس" سے اتنا ثابت کہ زمخشری کے زمانے میں ان کا رواج ہے قرنِ اوّل کا کون سا حرف تھا، نہ قرنِ اول میں قیام و

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[2] " ۲/ ۱۷۰

[3] الکشاف (تفسیر الزمخشری) تحت آیۃ ۱۲/ ۱۰۰ مکتب الاعلام الاسلامی قم ایران ۲/ ۵۰۶

دست بوسی عادتِ ناس تھی، وقوعِ خاص و عادتِ ناس میں جو فرق نہ کرے جاہل ہے، تو یہ کشاف پر دُوسرا افترا ہے۔

(۵۸) بکر اس کی عبارت میں بھی قطع و برید سے نہ چُوکا، وہ جو اس نے سوال قائم کیا تھا کہ اگر تو کہے انھیں غیر خدا کے لئے سجدہ جائز ہوگیا صاف اڑا دیا جس سے کُھلتا تھا کہ ہماری شریعت میں ناجائز ہے جس پر سوال ناشی ہوا، اگر ہماری شریعت میں بھی جائز ہوتا تو سوال کا کیا منشا تھا۔

(۵۹) اسی طرح کشاف میں عبادت و تحیت کا فرق بتا کر کہا:

یجوز ان تختلف الاحوال والاوقات فیہ[1]

اس میں احوال و اوقات کا اختلاف ہوسکتا ہے۔

یعنی جب جائز تھا اب حرام۔ یہ کسے کہا، سجدۂ تحیت کو یا سجدۂ عبادت کو؟ کیا وہ بھی کسی زمانے میں غیر خدا کے لئے جائز ہوسکتا ہے؟ یہ ہے کل جمع کشاف کا کلام جس پر وہ صریح تہمت رکھ دی کہ "بہت شرح و بسط سے تعظیمی سجدہ کی اباحت پر زور دیا ہے" ص ۱۴۔

غرض او مفتری نتواں برآمد کہ او از خود سخن می آفریند

(جھوٹ کہنے والے سے یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ وُہ خود بات کو گھڑ لیتا ہے۔ت)

(۶۰) شاہ عبدالعزیز صاحب کو قولی افترا کے ساتھ فعلی افترا سے بھی نہ چھوڑا کہ "وہ خود والدین و اولیاء اللہ کے مزارات پر سجدہ تعظیمی ادا کرتے تھے" ص ۱۴۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[2] اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو۔

(۶۱) یہ وہی شاہ عبدالعزیز صاحب ہیں جن کے فتاوٰی سے سُن چکے کہ سجدۂ تحیت باجماع قطعی حرام ہے۔ یہ وہی شاہ صاحب ہیں جو تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

در امتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ در قصہ حضرت یوسف و اخوانِ ایشاں واقع شدہ کہ "وخرّوا لہ سجّدا" و در شریعتِ ما ایں طریق ہم فیما بین مخلوقات حرام ست بدلیل احادیث متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ[3]

---

[1] الکشاف عن حقائق التنزیل تحت الآیۃ ۲/ ۳۴ مکتب الاعلام الاسلامی قم ایران ۱/ ۱۲۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱

[3] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۲/ ۳۴ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۷۷

پہلی اُمتوں میں سجدۂ تعظیمی جائز تھا، جیساکہ حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں مذکور ہے کہ اُنھوں نے یوسف کو سجدہ کیا، لیکن ہماری شریعت میں یہ طریقہ بھی لوگوں کا آپس میں اختیار کرنا حرام ہے اُن متواتر حدیثوں کی وجہ سے جو اس باب میں وارد ہوئیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۹۲ تا ۴۹۴)

مزید فرمایا:

(۷۶) بکر مدعیِ حنفیت حنفیت سے جُدا چلا، مذہبِ حنفی میں بیشک آیت حدیث سے منسوخ ہوسکتی ہے کما ھو مصرح فی کتب اصولھم قاطبۃ (جیساکہ اصول کی عام کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔ ت) احکام میں حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا کلام اللہ عزّ وجل ہی کا کلام ہے تو کلامِ خدا کلامِ خدا ہی سے منسوخ ہوا۔

قال اللہ تعالٰی "وما ینطق عن الھوٰی ○ ان ھو الا وحیٌ یوحٰی ○"[1]

(اللہ تعالٰے نے فرمایا) یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے وہ تو نہیں مگر وحی کہ بھیجی گئی۔

(۷۷) صفحہ ۱۵ پر سرخی دی:

"آنحضرت نے خود سجدے کی اجازت دی۔"

یعنی غیر خدا کو سجدۂ تحیّت کی جس کی بحث ہے، یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر منہ بھر کر شدید افترا ہے۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[2]۔

اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو۔

اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون[3]

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۴۹۷، ۴۹۸)

مزید فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۳ و ۴
[2] " " ۲/ ۱۱۱
[3] " " ۱۶/ ۱۰۵

(۹۷) بکر نے چاند سورج بلکہ بُت کو سجدہ اور مہادیو کی ڈنڈوت حلال کر لی جیسے یہاں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے عبادت کا ذکر فرمایا اور اس سے بکر نے یہ ٹھہرا لیا کہ صرف سجدۂ عبادت کو منع کیا ہے، یونہی آیۂ کریمہ:

لا تسجدوا للشمس ولا للقمر[1]

(لوگو! سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو۔ ت)

جس میں سجدۂ شمس وقمر سے ممانعت اور سجدۂ الٰہی کا حکم ہے۔ اس کا تتمہ یہ ہے:

ان کنتم ایاہ تعبدون[2] اگر تم اُسے پُوجتے ہو۔

یہاں بھی اللہ عزّوجل نے عبادت کا ذکر فرمایا ہے، تو یہاں بھی چاند سورج کو صرف سجدۂ عبادت کی ممانعت ہوئی۔ اب بُت ہو یا بھُوت کسی بلا کو سجدۂ تحیت کی ممانعت پر قرآن کریم میں کوئی آیت نہ رہی' کیا بکر کوئی آیت دکھا سکتا ہے، ہرگز نہیں، اب بکر اپنی لفاظیاں یاد کرے اور "انسانی" کی قید سے ہاتھ اُٹھا کر یُوں کہے جو اس نے ص۷ پر کہا ہے "قرآن میں کسی سجدۂ تعظیم کی ممانعت نہیں، ایسی کوئی آیت نہیں جہاں کسی سجدۂ تعظیم کی ممانعت کی گئی ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعظیمی سجدہ کے خلاف قرآن خاموش رہنا چاہتا ہے یعنی وُہ مسلمانوں سے نہ یہ کہتا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرو نہ یہ کہتا ہے کہ تم پر سجدۂ تعظیمی حرام کیا گیا ہے تم کسی غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا"۔ یہ "کسی" کا لفظ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اس کے بعد ص۸ کا نتیجہ دیکھئے "پس جب قرآن نے ایسا کوئی صاف حکم نہیں دیا تو سجدۂ تعظیمی کا حرام ہونا یا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہو سکتا"۔ دیکھئے کیسی کھُلم کھُلا بُت کی سجدہ سے تعظیم اور بے نیّت عبادت مہادیو کی ڈنڈوت حلال کی ہے، کیوں نہ ہو جن کا کرشن نبی ہو ان کا دین آپ ہی ایسا ہو۔

(۹۸) چاند سورج کو سجدہ کی ممانعت جو قرآن کریم نے فرمائی اس پر بکر کا یہ عذر ص۸۹ کہ "اس آیت میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے اور گفتگو سجدۂ انسانی میں ہے سورج چاند اور چیز ہے انسان خلیفۃ اللہ دوسری چیز ہے"۔

اوّلاً عجب پادر ہوا ہے اس کے طور پر آیت میں تو چاند سورج کو سجدۂ عبادت کی ممانعت ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۷

[2] " " ۴۱/ ۳۷

کہ فرمایا:

ان کنتم ایاہ تعبدون[1]

اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو۔

سجدۂ عبادت میں خلیفہ وغیر خلیفہ کا کیا فرق۔

ثانیاً سجدۂ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استناد کی خود بیخکنی کرلی اُس آیت میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے (یعنی ملائکہ نے سجدہ کیا) اور گفتگو سجدۂ انسانی میں ہے (کہ انسان دوسرے کو سجدہ کرے) فرشتہ اور چیز ہے انسان خلیفۃ اللہ دوسری چیز ہے۔ غیر خلیفہ نے خلیفہ کو سجدہ کیا اس سے خود خلیفہ کا سجدہ کرنا کیسے جائز کرلیا علی نفسہا تجنی براقش۔

(۹۹) قرآن کریم میں سجدۂ تحیت کی ممانعت نہ سُوجھنی قرآن عظیم سے غفلت پر مبنی، کیا قرآن مجید نے نہ فرمایا:

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول[2]

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔

کیا قرآن عزیز نے نہ فرمایا:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[3]

جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

کیا قرآن حکیم نے نہ فرمایا:

ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم[4]

جو نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی بیشک اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔

کیا قرآن حمید نے نہ فرمایا:

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ ط ان اللہ شدید العقاب[5]

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۷
[2] القرآن الکریم ۴/ ۵۹
[3] " " ۴/ ۸۰
[4] " " ۷۲/ ۲۳
[5] " " ۵۹/ ۷

رسول جو تمھیں عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

کیا قرآن جلیل نے نہ فرمایا:

فلا وربك لایؤمنون حتّی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما[1]

اے محبوب! تمھارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تمھیں حاکم نہ بنائیں اپنے آپس کے اختلاف میں، پھر جو تم فیصلہ فرما دو اپنے دلوں میں اس سے تنگی نہ پائیں اور خوب اچھی طرح مان لیں۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس نزاع کا فیصلہ نہ فرما دیا کہ لا تفعلوا سجدۂ تحیت نہ کرو، تو قطعًا قرآن عظیم ہی سجدۂ تحیت سے منع فرما رہا ہے اور جو اس فیصلۂ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ مانے اس کا حکم جو ارشاد ہوا اللہ تعالٰی مسلمان کو اس سے پناہ دے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۰۶ تا ۵۰۸)

(۳۶) اللہ تعالٰی پر بکر کے افتراء کا ردِّ بلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

فصل سوم اللہ عزّوجل پر بکر کے افترا اور خود اسی کے منہ قرآن عظیم سے تحریم سجدۂ تحیت کا ثبوت

(۱۴) سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا اگرچہ بعینہ اللہ عزّوجل پر افترا ہے مگر بکر توصریح خاص کا طالب ہے قرآن میں تصریح نہ ہو تو حدیث نہیں سُنتا لہٰذا بالخصوص رب العزت پر بھی جرأتیں کیں ص۵۹ میں اس کی عبارت دیکھ چکے خود مانا کہ سجدۂ تحیت سے "خدا کی عظمت کے انتہائی طریقے میں آدم کا شرک ہوتا تھا" پھر اسی کو اللہ کی مرضی ٹھہرایا کہ "خدا کی خود مرضی تھی کہ میری خلافت کی تعظیم وہی چاہیے جو خود میری ہے" یہ اللہ پر افتراء ہے اور کھلا شرک اس کے ذمہ باندھنا، ایسے ہی افتراؤں کو کفر فرمایا۔

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[2]

ایسے افتراء وہی کرتے ہیں جو مسلمان نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۵

[2] " ۱۶/ ۱۰۵

(۱۱۵) ص۶ پر کہا: "خدا نے اپنی عبادت کے سجدے کے لئے کعبہ کو سمت قرار دیا ہے اس میں ایک بڑا فلسفہ پوشیدہ ہے وُہ یہ کہ خدا سجدۂ عبادت اور سجدۂ تعظیم میں امتیاز قائم کرنا چاہتا تھا تاکہ مسلمان جان جائیں کہ سمتِ کعبہ کا سجدہ عبادت ہے جو غیر خدا کو جائز نہیں اور غیر مقرر سمت کے سجدے جائز ہیں۔ سمتِ کعبہ مقرر ہونے سے پہلے خدا نے فرمایا تھا:

اینما تولوا فثم وجہ اللہ[1]

تم جدھر متوجہ ہو خدا اسی طرف ہے۔

یعنی جس سمت سجدہ کرو خدا ہی کو ہوگا مگر بعد میں سمتِ کعبہ مقرر ہوگئی اس کی وجہ یہی تھی کہ خدا سجدۂ عبادت وسجدۂ تعظیم میں فرق کرنا چاہتا تھا جو اس سمت نے کر دیا۔"

یہ اللہ عزوجل پر دوسرا افترا ہے، بکر جلد بتائے کہ سمتِ کعبہ مقرر فرمانے کی یہ وجہ اللہ عزوجل یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں بتائی ہے ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون[2] (کیا تم اللہ تعالٰی کے متعلق وہ کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ ت) اللہ و رسول کی طرف بے ثبوت بات نسبت کرنی بھی افترا ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[3] (اپنی دلیل پیش کرو اگر تم اپنے دعوٰی میں سچے ہو۔ ت) نہ کہ غلط بات جس کی غلطی ابھی ظاہر ہوتی ہے۔

(۱۱۶) کریمہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ[4] (تم جدھر منہ کرو اُسی طرف اللہ تعالٰی کا جلوہ ہے۔ ت) حسبِ حدیث جامع ترمذی شریف قبلۂ تحری میں ہے اُس کا یہ مطلب ٹھہرانا کہ اس آیت کے نزول تک سمتِ قبلہ مقرر نہ تھی اللہ عزوجل نے اختیار دیا تھا جدھر چاہو نماز پڑھو۔ یہ اللہ تعالٰی پر تیسرا افترا ہے، تقررِ قبلہ روزِ اول سے ہے۔

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبٰرکا[5]

سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا وہ ہے جو مکہ مکرمہ میں بابرکت شان سے موجود ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۰۹، ۵۱۰)

(۳۷) بکر کے افتراء علی اللہ کے رَد میں مزید فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۵
[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۰
[3] ” ۲/ ۱۱۱
[4] ” ۲/ ۱۱۵
[5] ” ۳/ ۹۶

(۱۲۴) صنا "خدا نے فرمایا ہے فلیعبدوا رب ھذا البیت[1] عبادت کریں اس گھر کے پالنے والے کی۔ اس میں رب ھذا البیت کا لفظ ہے اور قاعدۂ عرب کے بموجب رب کا لفظ ذی رُوح پر آتا ہے اور کعبہ ذی روح نہیں پتھر کا مکان ہے، پس ثابت ہوا کہ اس بیت سے مراد قلبِ آدم ہے۔"

یہ اللہ سبحٰنہ پر پانچواں افترا بھی ہے اور قرآن کی تفسیر بالرائے بھی اور بتصریح کُتبِ عقائد الحاد بھی کہ معنی ظاہر باطل کرکے باطنیہ کی طرح باطنی گھڑے۔ متن عقائد امام اجل نسفی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

النصوص تحمل علی ظواھرھا والعدول عنہا الی معان یدعیہا اھل الباطن الحاد[2]

نصوص اپنے ظاہر پر حمل کئے جاتے ہیں، لہذا ظاہر معانی سے ہٹ کر اپنے معانی تراش لینا کہ جن کا اہلِ باطن دعوٰی کرتے ہیں سراسر بے دینی ہے۔ (ت)

(۱۲۵) عرب پر بھی افترا، رب المال و رب الدار نہ سُنے۔ حدیث میں ہے:

کلا و رب الکعبۃ[3] (ہرگز نہیں، ربِ کعبہ کی قسم۔ ت)

جانے دے، قرآن کریم فرماتا ہے:

رب المشرقین و رب المغربین[4] (دونوں مشرق اور دونوں مغرب کے رب کی قسم۔ ت)

اور فرماتا ہے:

فلا اقسم برب المشارق والمغارب[5] (متعدد مشرق اور متعدد مغرب کے رب کی میں قسم کھاتا ہوں۔ ت)۔

اور فرماتا ہے:

وانہ ھو رب الشعرٰی[6] (بیشک وہ شعرٰی ستارے کا رب ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۶ / ۳

[2] مجموع المتون فی مختلف الفنون متن العقائد النسفیہ فی التوحید الشئون الدینیۃ دولۃ قطر ص ۶۱۸

[3] شعب الایمان حدیث ۵۱۵۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴ / ۲۹۴

[4] القرآن الکریم ۵۵ / ۱۷ [5] القرآن الکریم ۷۰ / ۴۰ [6] القرآن الکریم ۵۳ / ۴۹

رب السموٰت والارض[1] (وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ت)

اور فرماتا ہے:

سبحٰن ربك رب العزة عما یصفون[2] (تمہارا رب عزت والا رب ہر عیب سے پاک ہے۔ ت)

کیا اُفق کا وہ حصہ جس سے تحویل سرطان کا آفتاب نکلتا ہے اور وہ جس سے تحویل جدی کا اور وہ حصے جن میں یہ ڈوبتے ہیں اور وُہ جن سے ہر روز کا آفتاب نکلتا اور جن میں ڈوبتا ہے اور شعرٰی ستارہ اور وہ آسمان و زمین وعزت یہ سب ذی روح ہیں؟ اس سے بڑھ کر جھُوٹا کون جسے قرآن جھٹلائے۔

(۱۲۶) یہ عیاری دیکھئے کہ ذی رُوح پر جانے کے لئے ترجمہ کیا "اس گھر کے پالنے والے" اور نہ جانا کہ گھر کے ساتھ "پالنے" کا لفظ چسپاں ہی نہیں جب تک گھر سے مجازاً اس کے ساکن مراد نہ لیں۔ یہ بھی کلامِ الٰہی میں معنوی تحریف ہے۔

(۱۲۷) مسلمان دیکھیں ہم نے حدیث سے ثابت کردیا کہ سجدۂ تحیت حرام ہے خود بکر کی مسلّم و نہایت معتمد کتبِ فقہ سے ثابت کردیا کہ سجدۂ تحیت سُوئر کھانے سے بھی بدتر حرام ہے، اس کے مستند کی تصریح نے دکھادیا کہ اس کے حرام ہونے پر اجماعِ قطعی ہے، اسی کے منہ قرآنِ عظیم نے ثابت کردیا کہ حرام ہے، اس کی مستند لطائف کی تصریح دکھادی کہ جمہور اولیاء اس کی ممانعت پر ہیں۔

اب بکر کی ناپاک بدزبانیاں دیکھئے:

ص۱۰ "سجدۂ تعظیمی کا انکار موجبِ لعنت و پھٹکار ہے۔"

ص۲۳ "سوائے چند جاہل و ضدی لوگوں کے کوئی شخص اس سجدۂ تعظیمی کے خلاف نہ تھا۔"

ص۲۴ "اس سے انکار کرنے والے شیطان کی طرح راندۂ درگاہ ہوں گے۔"

ص۲۴ "اس میں مخالفانہ کلام کرنا شقاوت و سنگدلی ہے۔"

اب کہئے اس کی یہ لعنت و شقاوت و شیطنت کس کس پر ہُوئی، قرآن پر، حدیث پر، فقہ پر، اجماع پر، ائمہ پر، اولیاء پر۔ الحمدُ للہ کہ یہ سب تو اس سے پاک و منزّہ ہیں لیکن وہ تمام خباثتیں اپنے قائل ہی پر پلٹیں۔

وذٰلك جزاء الظّٰلمین[3] ٥ وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۵

[2] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۸۰

[3] القرآن الکریم ۵/ ۲۹ و ۵۹/ ۱۷

ینقلبون[1]

ظالموں کی یہی سزا ہے۔ اب جان لیں گے ظالم کہ وہ کس کروٹ پہ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

چھٹا فائدہ تھا عبارتِ لطائف کا کہ بکر پر مکر نہ فقط ائمۂ کرام و فقہائے عظام و علمائے اعلام بلکہ جمہور حضرات اولیائے فخام کو بھی یہ شیطان ملعون، شقی، سنگدل، راندۂ درگاہ، جاہل، ضدی کہتا ہے مگر قرآن عظیم سے نہ سُنا الا لعنة اللّٰہ علی الظّٰلمین[2] (خبردار! ظالموں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہو۔ ت)۔

(۱۲۸) ہم نے دکھادیا کہ بکر نے ائمہ پر افتراء کئے، کتابوں پر چپٹے جوڑے، رسول اللہ پر تہمتیں باندھیں، واحد قہار پر بہتان اُٹھائے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، قرآن عظیم تو ایسوں ہی پر لعنت کرتا ہے، ہاں گرگشن مت جدا ہے۔

(۱۲۹) اپنی ان ناپاکیوں کے ہوتے ہوئے اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتا اور قرآن و حدیث و فقہ و اجماع و ائمہ و اولیاء پر ایک اور ملعون تہمت گھڑتا ہے ص ۱۹ : "جو لوگ سجدۂ تعظیمی کو منع کرتے ہیں وہ حضرت محبوب الٰہی اور اُن کے پیرانِ عظام کو جاہل و فاسق بنانا چاہتے ہیں"۔

لا الٰہ الا اللّٰہ "کبرت کلمة تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا[3]"

اللہ تعالٰی کے سوا کوئی سچّا معبود نہیں، بڑی بات ہے جو اُن کے مُنہ سے نکلتی ہے، وہ تو نہیں کہتے مگر نرا جھوٹ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۱۲ تا ۵۱۴)

(۳۸) مجوزین سجدۂ تحیّت کے سجدۂ آدم و یوسف علیہما السّلام سے استدلال کا ابطال کرتے ہوئے فرمایا:

فصل چہارم سجدۂ آدم و یوسف علیہما الصّلوٰۃ والسلام کی بحث اور دلائل قاہرہ سے بطلان استدلال مجوزین کا ثبوت۔

مجوزین کے ہاتھ میں لے دے کر جو کچھ سند ہے یہی ہے اور اسے یوں رنگتے ہیں کہ قرآن عظیم سے

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[2] 〃 ۱۱/ ۱۸
[3] 〃 ۱۸/ ۵

ثابت ہُوا کہ یہ شریعتِ آدم و یوسف کا حکم تھا اور شرائع سابقہ قطعاً حجت ہیں جب تک اللہ و رسول انکار نہ فرمائیں اور یہاں انکار نہیں تو قرآن عظیم سے قطعاً جواز ہے اور یہ حکم تا قیامت باقی ہے کہ اول تو یہ خبر ہے اور خبر منسوخ نہیں ہوسکتی اور ہو تو قطعی کا ناسخ قطعی چاہیے وہ یہاں مفقود، اور حدیث احاد نامسموع و مردود۔ یہ ہے وہ جسے بکر نے طویل تقریرات پریشان میں بیان کیا نصف ص۱۱ سے اخیر ص۱۲ تک اور ص۹ میں ۵ سطریں، ص۲۴ میں ۹ سطریں، نیز ص۴ و ص۵ میں ۱۲ سطریں اسی کی تکمیل ہیں غرض ڈیڑھ ورق سے زائد میں یہی ہے بلکہ اس انضباط سے ہے بھی نہیں جو ہم نے ان دو سطروں میں کردیا مگر یہ حقیقۃً نسج العنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اس میں ایک فقرہ بھی صحیح نہیں جیسا کہ بعونہ تعالٰی ابھی مشاہدہ ہوگا۔

(۱۳۰) اگر دین و عقل و ادبِ ائمہ نصیب ہو، اگر آدمی آئینہ میں اپنا منہ دیکھے، اگر چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانے کو شناعت جانے، اگر ہلدی کی گرہ پر پنساری نہ بنے تو اتنا ہی دیکھنا بس تھا کہ قرآن کریم کی یہ آیتیں ائمۂ دین و جماہیر اولیائے کاملین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مخفی نہ تھیں حجت شرائع سابقہ و نسخ و فرق قطعی و ظنی کے مسائل یقیناً ان کے پیشِ نظر تھے آخر انھوں نے سجدۂ تحیت کی تحریم و ممانعت کچھ دیکھ بھال ہی کر رکھی ہوگی، یا ایسے پیش پا افتادہ اعتراضوں کی ان میں کسی کو سُوجھ نہ ہوئی کیا وہ سب کے سب تم سے بھی علم و فہم و عقل و دین میں گئے گزرے تھے۔

(۱۳۱) جانے دو رَدالمحتار و فتاوٰی قاضی خان پر تمہارا ایمان ہے کہ ص۱۲ "نہایت مشہور معتبر کتابیں ہیں قرآن و حدیث کے غور و احقاق کے بعد ان کو مرتب کیا ہے" ہم نے انھیں کتابوں سے دکھا دیا کہ سجدۂ تحیت کم از کم حرام و گناہِ کبیرہ ہے اور سُوئر کھانے سے بھی بدتر۔ قرآن مجید میں سجدۂ آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کی آیتیں انھیں نہ سُوجھیں تو خاک غور و احقاق کیا، یہ بھی جانے دو اسی غور و احقاق والی ردالمحتار سے اس تمام بے سروپا تقریر کا خاص رَد لو۔ ردالمحتار کی جلد پنجم کتاب الحظر والاباحۃ میں قبیل فصل فی البیع ہے:

اختلفوا فی سجود الملئکۃ قیل کان للہ تعالٰی والتوجہ الٰی اٰدم للتشریف کاستقبال الکعبۃ وقیل بل لاٰدم علٰی وجہ التحیۃ والاکرام ثم نسخ بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا تاترخانیۃ، قال فی تبیین المحارم والصحیح الثانی ولم یکن عبادۃ لہ بل تحیۃ و اکراما ولذا امتنع عنہ ابلیس وکان جائزا فیما مضی کما فی قصۃ یوسف قال ابو منصور

الماتریدی وفیه دلیل علی نسخ الکتاب بالسنۃ۔[1]

یعنی سجدۂ ملائکہ میں علماء کو اختلاف ہوا بعض نے کہا سجدہ اللہ تعالٰی کے لئے تھا اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعزاز کے لئے منہ اُن کی طرف تھا جیسے کعبہ کو منہ کرنے میں ہے۔ اور بعض نے کہا بلکہ سجدہ ہی آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تحیت وتکریم کے طور پر تھا پھر اس حدیث سے منسوخ ہو گیا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے، یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور تبیین المحارم میں فرمایا: صحیح قولِ دوم ہے اور یہ ان کی عبادت نہ تھا بلکہ تحیت وتکرم، ولہذا ابلیس اس سے باز رہا اور سجدۂ تحیت اگلی شریعتوں میں جائز تھا جیسا کہ قصۂ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے۔ امام اجل علم الہدٰی امام اہلسنت سیدنا ابومنصور ماتریدی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یہ اس پر دلیل ہے کہ حکمِ قرآن حدیث سے منسوخ ہوجاتا ہے انتہی۔

للہ انصاف، اس غور واحقاقِ قرآن والی مشہور معتبر کتاب نے آپ کا کوئی فقرہ کسی فقرے کا کوئی تسمہ لگا رکھا وللہ الحمد۔

(۱۳۲) اگر بکر ربقۂ تقلید گردن سے نکال کر خود محقق بن کر یہ استدلال کرے تو استغفر اللہ، کیا امکان ہے کہ ایک حرف چل سکے۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ۔ ت)

اولاً سرے سے اس کا آدم یا یوسف یا کسی نبی علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شریعت ہونے ہی کا ثبوت دے، اور ہرگز نہ دے سکے گا، آدم علیہ السلام کی آفرینش سے پہلے رب عزوجل نے یہ حکم ملائکہ کو دیا تھا:

فاذا سوّیتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین۔[2]

جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی رُوح پھونک دُوں اُس وقت تم اس کے لئے سجدہ میں گرنا۔

تو اُس وقت تک کوئی نبی تشریف لایا تھا نہ کوئی شریعت اُتری۔ ملائکہ وبشر کے احکام جدا ہیں، جو حکم فرشتوں کو دیا گیا وہ شریعت ہیں من قبلنا (جو انبیاء ہم سے پہلے گزرے ان کی شریعت۔ ت)

---

[1] ردالمحتار باب الاستبراء وغیرہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴٦

[2] القرآن الکریم ۱۵/ ۲۹ و ۳۸/ ۷۲

نہیں، قصہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اتنا ثابت کہ شریعتِ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سجدۂ تحیت کی ممانعت نہ تھی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فعلِ ممنوع نہیں کرتے، ممانعت نہ ہونا دونوں طرح ہوتا ہے یا تو ان کی شریعت میں اس کے جواز کا حکم ہو یہ اباحتِ شرعیہ ہوگی کہ حکمِ شرعی ہے یا اُن کی شریعت میں اس کا کچھ ذکر نہ آیا ہو تو جو فعل جب تک شرع منع نہ فرمائے مباح ہے یہ اباحت اصلیہ ہوگی کہ حکم شرعی نہیں بلکہ عدمِ حکم ہے، اور جب دونوں صورتیں محتمل تو ہرگز ثابت نہیں کہ شریعت یعقوبیہ میں اس کی نسبت کوئی حکم تھا تو شریعت میں من قبلنا ہونا کب ثابت، بحمدہٖ تعالٰی شبہہ کا اصل معنٰی ہی ساقط۔

(۱۳۳) **ثانیًا** قرآن عظیم سے سجدہ مبحوث عنہا (جو زیرِ بحث ہے۔ ت) کا جواز قطعًا ثابت ہونا بوجوہ باطل:

وجہ اوّل: علماء کو اختلاف ہے کہ یہ سجدہ زمین پر سر رکھنا تھا یا صرف جھکنا، سر خم کرنا۔

ابوالشیخ کتاب العظمہ میں امام محمد بن عباد بن جعفر مخزومی سے راوی:

قال کان سجود الملٰئکۃ لاٰدم ایماءً[1]

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملائکہ کا سجدہ اشارہ تھا۔

ابن جریر وابن المنذر وابوالشیخ امام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج سے تفسیر قولہ تعالٰی وخروا لہ سجدا (اللہ تعالٰی کے ارشاد وخرّوا لہ سجّدا یعنی حضرت یوسف کے والدین اور ان کے برادر حضرت یوسف کے لئے سجدے میں گر گئے۔ ت) میں راوی:

قال بلغنا ان ابویہ واخوتہ سجدوا لیوسف ایماء برؤسھم کھیأۃ الاعاجم وکانت تلك تحیتھم کما یصنع ذٰلك ناس الیوم[2]

ہمیں حدیث پہنچی کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے ماں باپ بھائیوں کا سجدہ سر سے اشارہ کرنا تھا جیسے اہلِ عجم کے یہاں یہ ان کی تحیت تھی جس طرح اب بھی کچھ لوگ کرتے ہیں کہ سلام میں سر جھکاتے ہیں۔

امام فخرالدین رازی وغیرہ نے محاوراتِ عرب سے اس معنی سجدہ کا اثبات کیا۔ امام بغوی نے

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابی الشیخ فی العظمۃ عن محمد بن عباد تحت الآیۃ ۲/ ۳۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۱۴

[2] الدرالمنثور بحوالہ ابن جریر وابن المنذر وابی الشیخ عن ابن جریج ؍؍ ۱۲/ ۱۰۰ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴/ ۵۲۲

معالم التنزیل اور امام خازن نے لباب میں اسی کو اختیار فرمایا اور قولِ اول کو ضعیف کہا سجدۂ ملائکہ میں فرماتے ہیں:

لم یکن فیہ وضع الوجہ علی الارض انما کان انحناء فلما جاء الاسلام ابطل ذلک بالسلام[1]

یعنی وہ زمین پر منہ رکھنا نہ تھا صرف جھکنا تھا جب اسلام آیا اسے بھی سلام مقرر کرکے باطل فرمادیا۔

سجدۂ یوسف میں فرماتے ہیں:

لم یرد بالسجود وضع الجباہ علی الارض وانما ھو الانحناء والتواضع وقیل وضعوا الجباہ علی الارض وکان ذلک علی طریق التحیۃ والتعظیم وکان جائزا فی الامم السالفۃ فنسخ فی ھذہ الشریعۃ[2]

یعنی سجدے سے زمین پر پیشانی رکھنا مراد نہیں وہ تو صرف جھکنا اور تواضع کرنا تھا، اور بعض نے کہا بطورِ تحیت و تعظیم پیشانی ہی زمین پر رکھی اور یہ اگلی اُمتوں میں جائز تھا اس شریعت میں منسوخ ہوگیا۔

بعینہٖ یُونہی خازن میں ہے، دونوں امام جلیل جلال الدین نے تفسیر جلالین میں اسی پر اقتصار فرمایا، جلال سیوطی سجدۂ آدم میں فرماتے ہیں:

واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لاٰدم سجود تحیۃ بالانحناء[3]

یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے (بطورِ حکم) فرمادیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو یعنی سجدہ سے بطورِ تحیت صرف جھکنا مراد ہے۔ (ت)

سورۂ یُوسف میں فرماتے ہیں:

خروا لہ سجدا سجود انحناء لا وضع جبھۃ وکان تحیتھم فی ذلک الزمان[4]

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/۳۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۳
[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۲/۱۰۰ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۳۷۸
[3] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۲/۳۴ اصح المطابع دہلی نصف اول ص ۸
[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۲/۱۰۰ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۹۸

وہ سب حضرت یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے لئے سجدہ میں گر گئے یعنی ان کے سامنے جھک گئے نہ کہ پیشانی زمین پر رکھی، اور یہ کارروائی اس زمانے میں ان کی تحیت یعنی تعظیم تھی۔ (ت)

جلال محلی سورۂ کہف میں فرماتے ہیں:

واذقلنا للملٰئکۃ اسجدوا لاٰدم سجود انحناء لا وضع جبھۃ۔[1]

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا حضرت آدم کو سجدہ کرو یعنی اُن کے سامنے جھک جاؤ نہ کہ زمین پر پیشانی رکھو۔ (ت)

اور یہ دونوں حضرات اصح الاقوال لیتے ہیں، خطبۂ جلالین میں ہے:

ھذا تکملۃ تفسیر القراٰن الکریم الذی الفہ الامام جلال الدین المحلی علی نمطہ من الاعتماد علی ارجح الاقوال۔[2]

یہ قرآن کریم کی تفسیر کا تکملہ ہے کہ جس کو جلال الدین محلی نے تالیف کیا اُسی کی طرز پر سب سے زیادہ راجح قول پر اعتماد کرتے ہوئے۔ (ت)

تو ان چاروں اکابر کے نزدیک راجح قول دوم ہے کہ محض جھکنا تھا نہ کہ سجدۂ معروفہ، بعض گروہ دیگر کے نزدیک قول اول راجح ہے وبہ اقول لقعوا وخروا (اور میں یہی کہتا ہوں (ترجیح قول اول) اس لئے کہ قرآن مجید میں الفاظ "قعوا" اور "خرّوا" ہیں یعنی اس کے لئے سجدہ میں پڑجاؤ، اور اس کے لئے وہ سجدہ میں گر گئے۔ ت) بہرحال خود اختلاف نافی قطعیت ہے نہ کہ ترجیح بھی مختلف۔

(۱۳۴) بحر کا صفحہ ۵ پر اس سے بچاؤ کے لئے زعم کہ "سجدے کی صورت سوائے موجودہ شکل کے اور کوئی نہیں ہے، اور بعض غیر مسلم اقوام میں جو سجدہ کی تعریف ہے وہ اسلامی سجدہ نہیں بلکہ رکوع کے مشابہ ہے" سخت جہالت ہے، کیا امام اجل محمد بن عباد تابعی تلمیذ اُمّ المومنین صدیقہ وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمر وابوہریرہ وجابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم وامام جلیل احد تبع التابعین ابن جریج تلمیذ امام ہمام جعفر صادق واستاذ الاستاذ امام شافعی رحمہم اللہ تعالٰی اور امام محی السنۃ بغوی وامام فخر الدین رازی وامام خازن وامام جلال الدین المحلی وامام جلال الدین

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۱۸/۵۰ اصح المطابع دہلی نصف ثانی ص ۲۴۷

[2] تفسیر جلالین خطبۃ الکتاب اصح المطابع دہلی ص ۴

السیوطی وغیرہم اکابر معاذ اللہ غیر مسلم اقوال سے ہیں یا اصطلاحاتِ کفار سے قرآن عظیم کی تفسیر کرتے ہیں۔

(۱۳۵) سجدۂ تلاوت کہ نماز میں واجب ہو فوراً بشکلِ رکوع بھی ادا ہو جاتا ہے یونہی رکوعِ نماز میں اس سجدہ کی نیت کرنے سے جبکہ چار آیت کا فصل دے کر نہ ہو۔ اور ایک روایت میں بیرونِ نماز بھی اس سجدہ میں رکوع کافی ہے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(تؤدی برکوع وسجود) غیر رکوع الصّلٰوۃ و سجودھا (فی الصّلٰوۃ لھا) ای للتلاوۃ وتؤدی (برکوع صلٰوۃ علی الفور)[1]

جو سجدۂ تلاوت کہ نماز میں تلاوت کی وجہ سے واجب ہو وہ نماز کے رکوع، سجدہ کے علاوہ الگ رکوع اور سجدہ سے ادا کیا جاسکتا ہے لیکن اگر نماز میں ایک دو یا تین آیتیں پڑھنے سے فوراً رکوع کیا تو سجدۂ تلاوت اس سے بھی ادا ہوجائے گا بشرطیکہ رکوع میں اسے ادا کرنے کی نیت کرے (ت)۔

ردالمحتار میں ہے:

وروی فی غیر الظاھر ان الرکوع ینوب عنھا خارج الصلٰوۃ ایضاً[2]

غیر ظاہر روایت میں مروی ہے کہ رکوع بیرونِ نماز سجدۂ تلاوت کے قائم مقام ہوجاتا ہے (ت)

جہالت سے شرعی احکام کو غیر اسلامی کر دیا۔

(۱۳۶) **وجہ دوم**: اگر یہ سجدۂ مشہورہ تھا تو ائمہ کو اس میں اختلاف ہے کہ سجدہ آدم و یوسف کو تھا یا سجدہ اللہ عزوجل کو اور آدم و یوسف قبلہ۔ ابن عساکر ابوابراہیم مزنی سے راوی:

انہ سئل عن سجود الملٰئکۃ لاٰدم فقال ان اللہ جعل اٰدم کالکعبۃ[3]

یعنی اُن سے سجدۂ ملائکہ کے بارے میں استفسار ہوا، فرمایا: اللہ عزوجل نے آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو کعبہ کی طرح کر دیا تھا۔

معالم و خازن وغیرہما میں ہے:

وقیل معنی قولہ اسجدوا لاٰدم ای الی اٰدم فکان اٰدم قبلۃ والسجود للہ تعالٰی

---

[1] الدرالمختار کتاب الصّلٰوۃ باب سجود التلاوۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۵

[2] ردالمحتار " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۵۱۸

[3] الدرالمنثور بحوالہ ابن عساکر تحت الآیۃ ۲/ ۳۴ " " " " " ۱/ ۱۱۳ و ۱۱۴

کما جعلت الکعبۃ قبلۃ للصلٰوۃ و الصلٰوۃ للہ تعالٰی۔[1]

یعنی بعض نے کہا معنٰی آیت یہ ہیں کہ آدم کی طرف سجدہ کرو تو آدم قبلہ تھے اور سجدہ اللہ تعالٰی کو، جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے اور نماز اللہ تعالٰی کے لئے۔

نیز سورۂ یوسف میں ہے:

وروی عن ابن عباس معناہ خرّوا لہ عزوجل سجدا بین یدی یوسف، والاول اصح[2]

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے معنٰی یہ ہیں کہ اللہ کے لئے یوسف کے سامنے سجدہ میں گرے، اور اوّل زیادہ صحیح ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس قول دوم کی تحسین کی۔

حیث قال الوجہ الثانی انہم جعلوا یوسف کالقبلۃ وسجدوا للہ شکر النعمۃ وجدانہ، وھذا التاویل حسن فانہ یقال صلیت للکعبۃ کما یقال صلیت الی الکعبۃ، قال حسان ع

الیس اول من صلی لقبلتکم[3]

جیساکہ امام رازی نے فرمایا کہ دُوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت یوسف کو قبلہ کی طرح ٹھہرایا تھا (یعنی ان کی طرف سجدہ کیا) لیکن سجدہ اللہ تعالٰی کے لئے تھا حضرت یوسف کو پالینے کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے، اور یہ توجیہ اچھی ہے کیونکہ صَلَّیْتُ للکعبۃ کہا جاتا ہے جیساکہ صلیت الی الکعبۃ کہا جاتا ہے یعنی دونوں میں کوئی فرق نہیں [یعنی میں نے کعبہ کی طرف نماز پڑھی] اور حضرت حسان نے فرمایا ع

کیا وُہ پہلا شخص نہیں جس نے تمہارے قبلہ کے لئے یعنی اس کی طرف نماز پڑھی (ت)

اور ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر یہ محلِ نزاع سے خارج ہے، نزاع اس میں ہے کہ غیر خدا کو سجدۂ تعظیمی کیا جائے۔ ص۲ پر تحریر بکر کا سرنامہ ہے: "پیروں اور مزاروں کو سجدۂ تعظیمی"

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۲/ ۳۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۳

[2] " " " ۱۲/ ۱۰۰ " " ۲/ ۳۷۸

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " " ۱۸/ ۱۶۹

ص۵ "عبادت کے سجدے اور تعظیم کے سجدے میں بہت فرق ہیں، عبادت کا سجدہ غیر خدا کو کرنے کی ممانعت فرمائی۔

ص۶ "عبادت کا سجدہ غیر خدا کو جائز نہیں اور غیر مقرر سمت کے جائز ہے۔"

ص۷ "تعظیمی سجدے کے خلاف قرآن خاموش ہے' نہ یہ کہتا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرو نہ یہ کہ غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا۔"

ص۸،۹ "وہ آیت کہ سجدہ نہ کرو سورج اور چاند کو، اس میں غیر انسان کے سجدہ کا ذکر ہے اور گفتگو سجدہ انسانی میں ہے۔"

ص۹ "صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں، فرمایا: آدمی کو زیبا نہیں کہ سوائے خدا کے کسی کو سجدہ کرے۔"

ص۱۱ "خدا کی مرضی تھی کہ خلافت کی تعظیم وہی ہو جو میری، اس واسطے آدم کو سجدہ کرایا۔"

ص۱۵ "مسجودِ خلائق کسی بندہ کے حق میں لکھتے ہیں یا کسی خدا کے۔"

ص۱۶ "ہر حاضر ہونے والا آپ کو سجدۂ تعظیمی کرتا تھا۔"

ص۱۷ "سیر الاولیاء سے:

درامم ماضیہ رعیت مر بادشاہ را و امت مر پیغمبر را سجدہ می کردند[1]

پہلی امتوں میں رعیت بادشاہ کو' امت پیغمبر کو سجدہ کرتی تھی۔

لطائف سے:

القوم للنبی والمرید للشیخ والرعیة للملك والولد للوالدین والعبد للمولی[2]

قوم، پیغمبر کو۔ مرید، پیر کو۔ رعیت، بادشاہ کو۔ بیٹا، والدین کو۔ اور غلام، آقا کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ (ت)

صفحہ ۲۱:

سجد الرجل للسلطان ولغیرہ یرید به التحیة لایکفر[3]

---

[1] سیر الاولیاء باب ششم مؤسسۂ انتشارات اسلامی لاہور ص ۳۵۱

[2] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی لطیفہ ہفدہم مکتبہ سمنانی کراچی حصہ دوم ص ۲۹

[3] " " " " " " " " "

کسی شخص نے بادشاہ یا کسی اور کو سجدہ کیا کہ جس سے اس کی تعظیم مراد تھی تو وہ (اس کام سے) کافر نہ ہوگا۔ (ت)

صفحہ ۲۲: "سجدۂ تحیت آدمی کے لئے ہے سجدۂ عبادت خدا کے لئے۔"

ایضاً: "سجدۂ تحیت نبی کے لئے، پیر کے لئے، بادشاہ کے لئے، والدین کے لئے، آقا کے لئے۔"

ایضاً: "بادشاہ کو سجدہ کیا یا کسی اور کو اور تعظیم کی نیت ہوئی تو کافر نہیں۔"

صفحہ ۲۳: "سجدۂ تعظیمی تمام بزرگوں کو کیا جاتا تھا۔"

ایضاً: "بزرگوں کو تعظیمی سجدہ۔"

صفحہ ۲۴: "مزاروں کو سجدہ۔"

غرض اوّل تا آخر تحریر بکر شاہد اور خود ہر شخص آگاہ کہ غیر خدا کو سجدہ کرنے میں کلام ہے نہ کہ غیر کی طرف، کعبہ کی طرف ہر مسلمان سجدہ کرتا ہے اور کعبہ کو سجدہ کرے تو کافر۔

(۱۳۷) بکر نے بعلت عادت خودکشی کی کہ هو فی الخصام غیر مبین ○ (وہ کھل کر واضح طور پر جھگڑالو نہیں۔ ت)

صفحہ ۱۰ پر "سجدہ کی مجازی و حقیقی سمت" کی سرخی دے کر اپنی اگلی پچھلی ساری کارروائی خاک میں ملائی نافع ومضر میں بے تمیزی اس پر لائی کہ وہی قول مان لیا جس پر سجدۂ آدم کو سجدہ نزاعی سے کچھ تعلق نہ رہا اور اسی کو اپنے مزعوم سجدہ کا مطلب قرار دیا، تصریح کردی کہ "درحقیقت آدم کا سجدہ نہ تھا بلکہ وہ خدا کی جانب سجدہ تھا آدم محض ایک سمت تھے جیسا کعبہ ہمارے سجدوں کی سمت ہے تو کیا پتھروں کا بنا ہوا کعبہ تو سمتِ سجدہ ہوسکتا ہے اور آدم کا وجود جو خلیفۃ اللہ اور انوارِ الٰہی کا زندہ خزانہ ہے سجدہ کی سمت نہیں ہوسکتا بالکل عیاں ہے کہ کعبہ کی طرح آدمی بھی سجدہ تعظیمی کی سمت مجازی ہے۔"

چلئے فراغت شد، سارا دفتر گاؤ خورد (سارا دفتر گائے نے کھالیا۔ ت) جس شخص کو یہ تمیز نہ ہو کہ اس کے سر میں کیا ہے اور منہ سے کیا نکلتا ہے، یہ ادراک نہ ہو کہ وہ اپنا گھر بناتا یا یکسر ڈھا رہا ہے، اس کا مدارک علیہ میں دخل دینا عجب تماشا ہے۔

(۱۳۸) وہ جو صفحہ ۲۱ پر بحوالہ لطائف مرصاد سے نقل اور صفحہ ۲۲ پر اس کا ترجمہ کیا کہ "مشائخ کے سامنے جو سجدہ کیا جاتا ہے یہ سجدہ نہیں بلکہ تعظیم ہے اپنے معبود کے نور کی جو مشائخ میں جلوہ فگن ہوتا ہے۔" یہ بھی وہی سارے گھر کا ستیاناس لگالینا ہے۔ یہ عبارت لطائف کا ساتواں فائدہ ہے مشائخ کو سجدہ کہ مشائخ کے سامنے سجدہ رہ گیا اب کسے روئیں گے، وہ چھتیس[36] جگہ لام اور را اور کو

جو نمبر ۱۳۴ میں گزرے۔

(۱۳۹) مگر یہ بھی وقتی بول ہے کہ منہ سے نکل گیا، ہرگز یہ بکر کے دل کی نہیں کہ مشائخ کو سجدۂ تحیت نہ ہو صرف اس کے سامنے ہو، نہ ہرگز یہ اس کے فاعلوں کی نیت ہوتی ہے بلکہ یقیناً مشائخ و مزارات ہی کو سجدہ کرتے اور اسی کا قصد رکھتے اور اسی پر لڑتے جھگڑتے ہیں تو بکر پر یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم[1] (وہ اپنے مونہوں سے وہ کچھ کہتے ہیں جو اُن کے دلوں میں نہیں۔ ت) صادق، ع

منہ سے کہتے ہیں جو دل میں نہیں

(۱۴۰) جب یہ ٹھہری کہ سجدہ مشائخ کو نہیں وہ صرف سمت ہیں اور سجدہ اللہ عزوجل کو، تو اب سجدۂ عبادت وتحیت کا تعدد باطل۔ کیا اللہ کو کبھی سجدہ معبود سمجھ کر ہوگا وہ سجدۂ عبادت ہے اور کبھی بغیر معبود سمجھے وہ سجدۂ تحیت ہے۔ حاشا اُسے ہر سجدہ معبود ہی جان کر ہوگا تو صرف سجدۂ عبادت رہ گیا سجدۂ تحیت خود ہی باطل ہوا، اور صفحہ ۵، ۶، ۷ وغیرہا کی ساریاں لفاظیاں باطل ولغو ہوگئیں۔

(۱۴۱) لغو ہی نہیں بلکہ مرادِ بکر پر پانی پھیر گئیں، جب ہر سجدہ سجدۂ عبادت ہے اور اُسے اقرار ہے کہ سجدۂ عبادت کے لئے اللہ تعالٰی نے کعبہ کو سمت ٹھہرایا ہے تو مشائخ یا مزارات کو اس کی سمت بنانا اللہ عزوجل سے صریح مخالفت وحرام ہے۔

(۱۴۲) اب شرائع سابقہ اور نسخ اور قطعی وظنی کا سب جھگڑا خود ہی چکا دیا اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرما چکا:

حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ[2]

تم جہاں کہیں ہو کعبہ ہی کو منہ کرو۔

تو جس طرح اس آیت سے بیت المقدس کا قبلہ منسوخ ہوگیا اور جو اس طرف نماز کا قصد کرے مستحق جہنم ہے یونہی آدم و یوسف علیہما الصلوٰۃ والسلام کے یہاں جو معظمینِ دین کو سمت بنانا تھا وہ بھی بعینہٖ اسی آیت سے منسوخ ہوگیا اور مشائخ و مزارات کو سمت بنانے والا حکمِ الٰہی کا مخالف و مستحقِ نار ہوا جیسے کوئی بہن سے نکاح کرے اس سند سے کہ شریعتِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷

[2] " ۲/ ۱۴۴ و ۱۵۰

جائز تھا واقعی علٰی نفسہا تجنی براقش۔

(۱۴۳) اب وہ بیہودہ قیاس کہ "کیا پتھروں کا بنا ہوا کعبہ الخ" خود ہی مردود ہوگیا نص قطعی کے مقابل قیاس کارِ ابلیس ہے کہ:

انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین[1]

میں اس (آدم) سے بہتر ہوں کیونکہ تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے (آدم کو) کیچڑ سے پیدا کیا۔ (ت)

(۱۴۴) اور وُہ قیاس بھی کتنا اوندھا، پتھروں کا بنا ہوا بےجان کعبہ تو اعلٰی سجدے سجدۂ عبادت کی سمت حقیقی ہو اور خلیفۃ اللہ زندہ خزانۂ انوارِ الٰہی ادنٰی سجدے سجدۂ تحیت کی بھی سمتِ حقیقی نہ بن سکے صرف مجازی ہو یہ قیاس صحیح ہوتا تو عکس ہوتا۔

(۱۴۵) جب سجدہ مشائخ کی طرف ہے تو سمت حقیقۃ "متحقق موجود مشاہد کو مجازی ماننا کن آنکھوں کا کام ہے۔

(۱۴۶) جو آنکھیں مشاہدات کو مجازی مانیں اُن سے اس کی کیا شکایت کہ کعبہ ان پتھروں سے بنے ہُوئے مکان کا نام نہیں ورنہ پہاڑوں پر اور کنُویں میں نماز باطل ہو، ہاں کرشن مت میں کعبہ کی حقیقت اتنی ہی ہوگی کہ پتھر کا گھر جیسے مندر کی مُورتیں۔

(۱۴۷) اس بیہودہ قرارداد وبمعنی قیاس نے کلام حضرت سلطان المشائخ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا رَدّ کر دیا، عبارت سیر الاولیاء کہ بکر نے ص۱۹ پر جس کا حوالہ دیا قصۂ سیاح کے بعد اس کی ابتداء یوں ہے:

بعدہ فرمودند معہذا پیش من رُوئے بر زمین می آرند من کارہ ام۔

اس کے بعد فرمایا اس کے باوجود لوگ میرے سامنے اپنے چہرے زمین پر رکھ دیتے ہیں۔ لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہُوں۔ (ت)

جب یہ سجدہ اللہ ہی کو ہے خدا کے سجدے کو بُرا سمجھنا کیا معنی، اپنے سمت بننے کو بُرا جاننا کس لئے، کیا پتھروں کا کعبہ سمتِ سجدہ ہوسکتا ہے اور خلیفۃ اللہ اور انوارِ الٰہی کا زندہ خزانہ نہیں ہوسکتا اگر وہ اپنے آپ کو خزانۂ انوارِ الٰہی نہ جانتے تھے تو منع کیوں نہیں فرماتے تھے۔ یہ کیا

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۲ و ۳۸/ ۷۶

حجت ہوئی کہ صفحہ ۱۹ "اپنے شیخ کے ہاں ایسا دیکھا ہے"۔ شیخ تو خزانہ انوارِ الٰہی تھے یہاں منع کرنے کو معاذاللہ وہاں کی تجہیل و تفسیق سے کیا علاقہ۔

(۱۴۸) صدر کلام سے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سجدۂ تحیت سے کارہ ہونا اُڑا دیا۔ یہ خیانت کی فہرست میں اضافہ ہے۔

(۱۴۹) یہی رَدِ عبارتِ لطائف کا کرلیا خود ص۲۱ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عالم کے سوال اور حضرت کے ارشاد کا ترجمہ کیا "ایک مولوی صاحب نے مخدوم سے سوال کیا کیا یہ سجدہ نامشروع ہے، مخدوم نے فرمایا: میں نے بارہا منع کیا اور اس حرکت سے روکا ہے یہ باز نہیں آتے۔" اللہ کو سجدے سے روکنا اور بار بار منع کرنا اور بکر صاحب کا ترجمہ میں اسے حرکت کہنا کیا معنٰی!

(۱۵۰) عالم نے کہا یہ سجدہ نامشروع ہے، حضرت مخدوم نے اس پر انکار نہ فرمایا بلکہ اور تائید فرمائی کہ میں نے تو بارہا منع کیا ہے۔ معلوم ہُوا کہ حضرت مخدوم بھی اس سجدہ کو نامشروع جانتے تھے، ورنہ حق سے سکوت درکنار باطل کی تائید نہ فرماتے۔ یہ عبارتِ لطائف کا آٹھواں فائدہ ہوا۔ وجہ دوم میں یہ ۴۹ نمبر اس وجہ پر زائد تھا مگر اصل مبحث کے کمال مؤید کہ بکر کے ہاتھوں "یخربون بیوتھم بایدیھم" آشکار ہُوا اپنے ہاتھوں اپنا گھر ویران کرتے ہیں۔ رہا وایدی المؤمنین اور مسلمانوں کے ہاتھوں یہ اوپر کے گزشتہ و آئندہ کے کثیر نمبروں سے آشکار فاعتبروا یااولی الابصار[1] (پس نصیحت اور پند پذیر ہو اے نگاہیں رکھنے والو! ۔ ت)۔

(۱۵۱) **وجہ سوم**: آیت سورۂ یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام میں ایک وجہ نفیس اور ہے جس سے سمت بنانا بھی برقرار نہیں رہتا، ابن عطا بن ابی رباح استاذ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: معنئ آیت یہ ہے کہ یوسف کے پانے پر اللہ کے لئے سجدۂ شکر کیا۔ امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں: میرے نزدیک آیت کے یہی معنٰی متعین ہیں یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام کا یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کو سجدہ کرنا ازبس بعید ہے اور یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کا اُسے روا رکھنا اُن کے دین وعقل سے مستبعد کہ باپ اور بوڑھے اور نبی اللہ اور علم و دین و درجاتِ نبوت

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

میں اُن سے زیادہ اور وہ الٹا انھیں سجدہ کریں، تفسیر کبیر کی عبارت یہ ہے :

وهو قول ابن عباس فی رواية عطاء ان المراد بهٰذه الاٰية انهم خروا لهٗ ای لاجل وجدانه سجدا لله تعالٰی وحاصل الکلام ان ذٰلك السجود کان سجودا للشکر فالمسجود له هو الله تعالٰی الا ان ذٰلك السجود انما کان لاجله، وعندی أن هذا التاویل متعین لانه لايستبعد من عقل یوسف ودینه ان یرضی بان یسجد له ابوه مع سابقته فی حقوق الولادة والشیخوخة والعلم والدین وکمال النبوة۔[1]

پہلی بات، اور وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ارشاد ہے بروایت عطا بن ابی رباح رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ اس آیۃ خروا لہ سجدا سے مراد یہ ہے کہ وہ سب حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پالینے کی نعمت پر اللہ تعالٰی کے لئے سجدہ ریز ہوئے، لہٰذا خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ سجدہ تو اللہ تعالٰی کے شکر ادا کرنے کا سجدہ تھا لہٰذا اس میں مسجود لہ (وہ جس کے لئے سجدہ کیا جائے) اللہ تعالٰی ہے، البتہ وہ سجدہ حضرت یوسف کی وجہ سے تھا یعنی ان کو پالینے کی خوشی میں اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے لئے سجدہ بجالایا گیا) اور میرے (یعنی امام فخر الدین رازی کے) نزدیک یہی تاویل و توجیہ متعین ہے، اس لئے کہ حضرت یوسف کی ذہانت اور کمالِ عقل اور صاحبِ دین ہونے کی وجہ سے یہ بعید ہے کہ وہ اس بات پر راضی ہوجائیں کہ اُن کے بُوڑھے باپ جو حقوق ابوت (پدری حقوق)، مقامِ نبوت، بڑھاپے، علم اور دین (ان تمام اوصاف میں) اُن سے درجہ اولویت اور سبقت رکھتے ہوں، اُن کے آگے سجدہ کریں۔ (ت)

پھر فرمایا :

الوجه الخامس لعل التحية فی ذٰلك الوقت هو السجود وهذا فی غاية البعد لان المبالغة فی التعظيم کانت الیق بیوسف منها بیعقوب علیهما الصلوٰة والسلام فلو کان الامر کما قلتم لکان من الواجب ان یسجد یوسف لیعقوب علیهما الصلوٰة والسلام۔[2]

پانچویں وجہ : اُس دَور میں شاید تعظیم کے لئے سجدہ ہوا کرتا تھا (اور جو کچھ مروی ہوا) یہ عقل سے

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیہ ۱۲/ ۱۰۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۸/ ۱۶۹

[2] " " " " " " " " " " ۱۸/ ۱۷۰

انتہائی بعید ہے کیونکہ تعظیم میں مبالغہ اختیار کرنا حضرت یوسف کے زیادہ لائق اور مناسب تھا کہ وہ اپنے والد بزرگوار حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کرتے، لہذا اگر معاملہ ایسا ہے جیسا کہ تم نے کہا تو پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے واجب تھا کہ وہ اپنے والد گرامی حضرت یعقوب علیہما الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرتے۔ (ت)

(۱۵۲) وجہ چہارم: سب جانے دو وہ انھیں کو سجدہ معروف سہی اور وہ ان کی شریعتوں کا حکم ہی سہی تو شرائع سابقہ کا ہم پر حجت ہونا ہی قطعی نہیں ائمہ اہلسنت کا مختلف فیہ ظنی مسئلہ ہے بعض کے نزدیک وہ اصلاً حجت نہیں، نہ اُن پر عمل جائز جب تک ہماری شرع سے کوئی دلیل قائم نہ ہو، اور یہی مذہب اکثر متکلمین اور ایک گروہِ حنفیہ وشافعیہ کا ہے، اور اسی پر امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی اور امام فخر الدین رازی وسیف آمدی ہیں، بعض کے نزدیک حجت ہیں جب تک نسخ پر دلیل قائم نہ ہو، اکثر حنفیہ اسی پر ہیں۔ اصول امام فخر الاسلام میں ہے:

قال بعض العلماء یلزمنا شرائع من قبلنا حتی یقوم الدلیل علی النسخ وقال بعضهم لایلزمنا حتی یقوم الدلیل[1]

بعض علمائے کرام نے فرمایا شرائع (اور ادیان) جو ہم سے پہلے ہوئے اُن کے مطابق عمل کرنا ہمارے لئے لازم (اور ضروری) ہے، جب تک کوئی دلیل ان کے نسخ پر قائم نہ ہو اور بعض نے فرمایا وہ ہم پر لازم نہ ہوگا یہاں تک کوئی دلیل (جوازِ عمل) قائم ہو۔ (ت)

شرح امام عبدالعزیز بخاری میں ہے:

ذهب اکثر المتکلمین وطائفة من اصحابنا واصحاب الشافعی الی انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لم یکن متعبدًا بشرائع من قبلنا وان شریعة کل نبی تنتهی بوفاته علی ما ذکر صاحب المیزان او یبعث نبی اٰخر علی ما ذکر شمس الائمة ویتجدد للثانی شریعة اخری فعلی هذا لایجوز العمل بها الا بما قام الدلیل علی بقائه وقال بعضهم یلزمنا العمل فیما لم یثبت انتساخه[2]

اکثر اہلِ کلام اور ہمارے اصحاب میں سے ایک گروہ اور اصحاب امام شافعی اس نظریہ کی

---

[1] اصول البزدوی باب شرائع من قبلنا قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۳۲

[2] کشف الاسرار عن اصول البزدوی " دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۱۲

طرف گئے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شرائع سابقہ پر عامل نہ تھے کیونکہ ہر نبی کی شریعت اس کی وفات پر منتہی ہوجاتی ہے جیسا کہ صاحب المیزان نے ذکر فرمایا (یہاں تک کہ) کوئی دوسرا نبی مبعوث ہوتا ہے پھر اس دوسرے نبی کے لئے تجدید شریعت ہوتی ہے جیسا کہ شمس الائمہ نے بیان فرمایا، لہذا شرائع سابقہ پر عمل کرنا جائز نہیں مگر جبکہ اس کی بقا پر کوئی دلیل قائم ہو، اور بعض نے فرمایا ہمیں ایسے احکام پر عمل کرنا لازم ہے کہ جن کا نسخ ثابت نہ ہو۔ (ت)

مسلم الثبوت میں ہے :

وعن الاکثرین المنع وعلیہ القاضی والرازی والاٰمدی[1]

اکثر اہلِ علم سے اس پر عمل کرنے کی ممانعت منقول ہے۔ چنانچہ قاضی، رازی اور علامہ آمدی کی یہی رائے ہے۔ (ت)

(۱۵۳) **وجہ پنجم** : وہ کوئی حکم عام نہیں وہ واقعۂ حال ہیں اور باتفاق عقل ونقل واقعۂ حال کے لئے عموم نہیں ہوتا اب جو اُس سے ایک عام استنباط کرنا چاہیں تو وہ نہ ہوگا مگر یوں کہ علت جامعہ نکال کر مسکوت عنہ کو منصوص پر قیاس کریں تو نص نہ رہا کہ قطعی ہو بلکہ قیاس کہ ظنی ہے۔

(۱۵۴) **ثالثاً** حجت ماننے والے بھی اس حالت میں حجت مانتے ہیں کہ ہماری شرع نے اُس پر انکار نہ فرمایا ہو اور یہاں انکار ثابت ہے کہ فرمایا : لاتفعلوا[2] نہ کرو، لاینبغی لمخلوق ان یسجد لاحد الا اللہ تعالٰی[3] کسی مخلوق کو غیر خدا کا سجدہ لائق نہیں۔ بالفرض اگر یہاں ظنیت ہو تو وہاں تو ظنیت در ظنیت کتنی ظنیتیں ہیں ظنی کے انکار کو ظنی بس ہے اور انکار خاص اُس بیان کے ساتھ ہونا کچھ ضرور نہیں ورنہ بکثرت استحالے لازم آئیں گے وخلق منہا زوجہا[4] (اسی جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ ت) سے اصل وفرع مثلاً باپ بیٹی کا نکاح جائز ہوجائے گا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء[5] (اور اُن دونوں (آدم وحوّا) سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ ت) سے بہن بھائی کا،

---

[1] مسلم الثبوت فصل فی افعالہ الجبلیۃ الاباحۃ مسئلۃ نحن والنبی صلی اللہ علیہ وسلم متعبدون الخ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۷

[2] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

سنن ابی داؤد کتاب النکاح 〃 〃 〃 〃 آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲/ ۳۴ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۲

[4] القرآن الکریم ۴/ ۱ [5] القرآن الکریم ۴/ ۱

فساهم فکان من المدحضین[1] (پھر وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے پھر وہ (دریا میں) دھکیلے ہوئے لوگوں میں سے ہوگئے۔ت) سے محض بربنائے قرعہ کسی مسلمان کو سمندر میں پھینکنا فبرأہ اللہ مما قالوا[2] (پھر اللہ تعالٰی نے لوگوں کے غلط کہنے سے اُسے بَری کر دیا۔ت) سے برملا برہنہ نکلنا وکشفت عن ساقیھا[3] (پھر اس عورت (ملکۂ سبا) نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا۔ت) سے حرہ اجنبیہ کی ساقین دیکھنا مجمع کو دکھانا یعملون لہ مایشاء من محاریب و تماثیل[4] (وہ (سلیمان علیہ السلام) جو کچھ چاہتے جنّات ان کے لئے بنا دیتے یعنی پختہ عمارتیں و مجسّمے۔ت) سے زید و عمرو کے بُت بنانا فطفق مسحًا بالسوق والاعناق[5] (پھر وہ (سلیمان علیہ السلام) ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگے۔ت) سے اپنے نسیان کے بدلے گھوڑوں کا قتل الٰی غیر ذٰلك (اس کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں۔ت)۔

(۱۵۵) بکر نے حسبِ عادت یہاں بھی تین کتابوں پر افتراء کئے، ہدایہ میں امام محمّد کا ایک فرق اصطلاح بیان کیا کہ:

المروی عن محمد نصا ان کل مکروہ حرام الا انہ لما لم یجد فیہ نصا قاطعا لم یطلق علیہ لفظ الحرام[6]

یعنی امام محمد کی تصریح ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے مگر جہاں وہ نص قطعی نہیں پاتے وہاں لفظ حرام نہیں کہتے۔

اس کا ترجمہ یہ بیان کیا ص۱۱: "جس میں کوئی نص قطعی نہ پائی جائے اس پر حرام کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔" وہ صاف صاف تو فرما رہے ہیں کہ ہر مکروہ حرام ہے اور پھر حرام کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ یہ ہدایہ پر افتراء ہے۔

(۱۵۶) ابتدائے عبارت سے وہ الفاظ کہ امام محمد کی تصریح ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے صاف کتر لئے کہ چال نہ کھلے، یہ خیانت ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۴۱
[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۶۹
[3] " ۲۷/ ۴۴
[4] " ۳۴/ ۱۳
[5] " ۳۸/ ۳۳
[6] الہدایۃ کتاب الکراہیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۰

(۱۵۷) صـ۱۱ ردالمحتار کی عبارت نقل کی:

شرع من قبلنا حجة لنا اذا قصه اللہ تعالٰی اور رسولہ من غیر انکار ولم یظہر نسخہ ففائدۃ نزول الاٰیۃ تقریر الحکم الثابت[1]

جو حضرات ہم سے پہلے ہوئے ان کی شریعت (اور دین) ہمارے لئے دلیل ہے جبکہ اللہ تعالٰی اور اس کا رسول گرامی بغیر انکار کئے اُسے بیان فرمائے، اور اس کا نسخ ظاہر اور ثابت نہ ہو، پھر نزول آیت کا فائدہ حکمِ ثابت کو برقرار رکھنا ہے۔ (ت)

اور صـ۱۲ پر اُس کا ترجمہ کیا نفیس ہوتا ہے: "تو نزولِ آیت کا فائدہ حکمِ ثبوت کو پہنچے گا" زہے بےعلمی۔

(۱۵۸) صـ۱۲ پر قاضی خان کی عبارت الاصل فی الاشیاء الاباحۃ[2] (اشیاء میں اصل، ان کا مباح ہونا ہے۔ ت) کا یہ ترجمہ کیا: "تمام اشیاء میں اصلیت مباح ہونا ہے۔" زہے منشی گری۔

(۱۵۹ تا ۱۶۱) خیر، یہ تو معمولی کمالاتِ بکری ہیں۔ کہنا یہ ہے کہ ہدایہ و ردالمحتار و قاضی خان کی عبارتیں تو یہ نقل کیں اور صـ۱۲ پر نتیجہ یہ دیا: "یہ کتابیں صاف صاف کہتی ہیں کہ سابقہ شریعت کی بات کے خلاف کوئی نصِ قطعی موجود نہ ہو تو اس کے مباح ہونے میں کسی دلیل کی حاجت نہیں۔" ہدایہ و قاضی خان کی عبارتوں میں تو شریعت سابقہ کا نام تک نہ تھا، ردالمحتار میں ذکر تھا نصِ قطعی کا ذکر تک نہ تھا۔ یہ تینوں کتابوں پر تین افتراء ہوئے۔

(۱۶۲) رابعاً اگر قطعیت درکار ہو تو نمبر ۱۶ میں تفسیر عزیزی سے گزرا کہ سجدۂ تحیت حرام ہونے میں متواتر حدیثیں ہیں۔

(۱۶۳) اگر روایۃً متواتر نہ بھی ہو قبولاً متواتر ہے کہ تمام ائمہ اسے مانے ہوئے ہیں تو اس سے قطعی کا نسخ روا ہے جیسے حدیث: لا وصیۃ لوارث[3] (کسی وارث کے لئے وصیت نہیں۔ ت) جس سے وصیت والدین و اقربین کہ منصوص قرآن تھی منسوخ کہی گئی۔ امام اجل بخاری کشف الاسرار

---

[1] ردالمحتار

[2] فتاوٰی قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۷۸

[3] سنن ابی داؤد کتاب الوصایا باب ماجاء فی الوصیۃ للوارث آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۴۰

میں فرماتے ہیں :

ھٰذا الحدیث فی قوۃ المتواتر اذا لمتواتر نوعان متواتر من حیث الروایۃ و متواتر من حیث ظھور العمل بہ من غیر نکیر فان ظھورہ یغنی الناس عن روایتہ وھو بھٰذہ المثابۃ فان العمل ظھر بہ مع القبول من ائمۃ الفتوٰی بلا تنازع فیجوز النسخ بہ۔[1]

یہ حدیث، متواترہ کے زمرہ میں ہے، اس لئے کہ متواتر کی دو قسمیں ہیں :

(۱) متواتر بلحاظ روایت

(۲) اس حیثیت سے متواتر کہ بغیر انکار اس پر ظہورِ عمل ہے (خلاصہ) (i) متواتر روایتی ، (ii) متواتر عملی، کیونکہ اس کا ظہور لوگوں کو اس کی روایت کرنے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اور وہ اس درجہ میں ہے، کیونکہ اس پر عمل کرنا بالکل ظاہر اور واضح ہوگیا، اور اس کے باوجود ائمہ فتوٰی نے اسے بغیر کسی نزاع کے قبول اور تسلیم کیا ہے، لہٰذا اس کے ساتھ نسخ جائز ہے۔ (ت)

(**۱۶۴**) نہ سہی تو خود بکر کے مستند فتاوٰی عزیزیہ سے نمبر ۱۵ میں گزرا کہ سجدۂ تحیت حرام ہونے پر اجماع قطعی ہے' اجماع اگرچہ ناسخ و منسوخ نہ ہو دلیلِ نسخ یقیناً ہے کہ :

لاتجتمع امتی علی الضلالۃ۔[2]

میری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ (ت)

کشف میں ہے :

الاجماع لاینعقد البتۃ بخلاف الکتاب والسنۃ فلایتصور ان یکون ناسخا لھما ولو وجد الاجماع بخلافھما لکان ذٰلک بناء علی نص اٰخر ثبت عندھم انہ ناسخ للکتاب والسنۃ۔[3]

یقیناً اجماع، کتاب وسنّت کے خلاف کبھی منعقد نہیں ہوتا، لہٰذا یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اجماع کتاب وسنّت کے لئے ناسخ ہوگا۔ پھر اگر اجماع اُن دونوں کے خلاف پایا جائے تو یہ کسی

---

[1] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تقسیم الناسخ دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۷۸

[2] سُنن ابن ماجہ ابواب الفتن باب السواد الاعظم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۲

[3] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تقسیم الناسخ دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۷۶

ایسی دوسری نص کی بناء پر ہوگا جو ائمہ کرام کے نزدیک کتاب وسنت کی ناسخ ہوگی۔ (ت)
مسلّم و فواتح میں ہے:

الاجماع دلیل علی الناسخ کعمل الصحابی خلاف النص المفسر[1]

اجماع ناسخ پر دلیل ہے جیسے کسی صحابی کا اپنی نص مفسر کے خلاف عمل کرنا۔ (ت)

(۱۶۵) خبر منسوخ نہ ہونے کا مسئلہ یہاں پیش کرنا سخت جہالت ہے، خبر یہ تھی کہ ملائکہ و یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سجدہ کیا، اسے کون منسوخ مانتا ہے کیا واقع غیر واقع ہوسکتا ہے اس خبر سے یہ حکم مستنبط کرتے ہو کہ سجدۂ تحیت غیر خدا کو جائز ہے یہ حکم اگر تھا تو منسوخ ہوا۔ مسلّم و فواتح میں ہے:

ھٰھنا امران الاخبار یتعلق الامر بالمخاطبین والامر المتعلق بھم الموجب ولم ینتسخ الخبر لان وقوع الامر واقع ولم یرتفع وانما انتسخ الامر المخبر عنہ وھو لیس خبرا فما ھو خبر لم یتنسخ وما انتسخ لیس بخبر[2]

یہاں دو۲ امر ہیں: ایک یہ کہ خبر "امر المخاطبین" سے متعلق ہے۔ دوسری یہ کہ جو امر ان سے متعلق ہے وہ موجب ہے۔ لہٰذا خبر میں نسخ نہیں اس لئے کہ وقوعِ امر واقع ہے کہ جس میں ارتفاع ممکن نہیں۔ البتہ امر مخبر عنہ میں نسخ واقع ہوا ہے، اور وہ خبر نہیں۔ لہٰذا جو خبر ہے وہ منسوخ نہیں، اور جو منسوخ ہے وہ خبر نہیں۔ (ت)

(۱۶۶) بکر نے اپنے افتراءات علی اللہ تعالٰی میں زعم کیا تھا ص۶ "کہ خدا نے قرآن میں فرمایا تھا: "اینما تولوا فثم وجہ اللہ"[3] تم جدھر متوجہ ہو خدا اسی طرف ہے یعنی جس طرف سجدہ کرو خدا ہی کو ہوگا، بعد میں سمتِ کعبہ مقرر ہوگئی۔" یہ آیت بھی جملہ خبریہ تھی کس طرح منسوخ ہوگئی۔

(۱۶۷ تا ۱۷۲) اب باپ بیٹی، بہن بھائی کے نکاح اور دیگر امور مذکورہ نمبر ۱۵۴ کی حرمت کی کوئی راہ نہ رہی کہ وہ تمام آیات اخبار ہی تھیں اور "اخبارِ منسوخ نہیں ہوتے۔"

(۱۷۳) بلکہ یہ سب زائد از حاجت ہے، ہم ثابت کرچکے کہ اس سجدۂ تحیت کا جواز نص کا حکم نہیں، ہوگا تو قیاس سے، قیاس مجتہدین پر ختم ہوگیا۔

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی باب فی النسخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۸۱
[2] " " " " " " " " " ۲/ ۷۶
[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۵

(۱۷۴) قیاس بھی سہی تو سجدہ غایت تعظیم ہے، خود بکر نے صہ پر کہا: "تعظیم کا اظہار اس سے زیادہ انسان اور کسی صورت سے نہیں کر سکتا۔"

صہ۱۱ : "آخری تعظیم ہے جو حقیقت میں عبادت کی آخری شان ہے۔"

اور غایت تعظیم کے لئے نہایت عظمت درکار۔ کم درجہ معظم کے لئے انتہا درجہ کی تعظیم ظلم صریح ہے اور اعلٰے معظمین کے حق میں دست اندازی ع

گر فرقِ مراتب نکنی زندیقی

(اگر تم مراتب کا فرق ملحوظ نہ رکھو گے تو تری بے دینی ہوگی۔ ت)

مخلوق میں نہایت عظمت انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے لئے ہے، آدم و یوسف علیہما الصلٰوۃ والسلام دونوں نبی تھے تو غیر انبیاء، مشائخ و مزارات کو اُن پر قیاس کر کے اُن کے لئے سجدۂ تعظیمی بتانا ظلمِ شدید ہے اور انبیاء کا حق تلف کرنا۔

(۱۷۵) یہ سب اُسے شریعتِ سابقہ مان کر ہے، ہم بیان کر چکے کہ سرے سے اسی کا ثبوت نہیں، اب نہ حکم ثابت نہ نسخ کی حاجت، سجدۂ آدم کا حکم بشر کو نہ ملا تھا ملائکہ کے لئے اب بھی ہو تو ہمیں کیا، سجدۂ یوسف بر بنائے اباحت اصلیہ ہونا ممکن، اور اباحت اصلیہ کا رفع نسخ نہیں۔ مسلم الثبوت میں ہے:

رفع مباح الاصل لیس بنسخ[1]

اصلی اباحت کا اُٹھ جانا نسخ نہیں۔ (ت)

اسی طرح کشف الاسرار وغیرہ میں ہے، تو ارشادِ حدیث لا تفعلوا[2] (ایسا نہ کرو۔ ت) واجب القبول اور سجدۂ تحیّت کا حرام ہونا ہی حکمِ خدا و رسول جل وعلا و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۱۸ تا ۵۳۷)

(۳۹) مولوی عبد القادر صاحب جونپوری نے سجدۂ تحیہ و تواجد کے بارے میں ایک مباحثے کا حال بطور استفتاء، اعلٰحضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا جس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

---

[1] مسلم الثبوت باب فی النسخ مسئلہ اجمع اہل الشرائع علٰے جوازہ عقلاً مطبع انصاری دہلی ص ۱۶۳

[2] سنن ابی داوٗد کتاب النکاح باب حق الزوج علے المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۱
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۴

بلاشبہہ ہماری شریعتِ مطہرہ میں غیر خدا کے لئے سجدۂ تحیت حرام فرمایا، تمام کتب اس کی تحریم سے مالا مال ہیں، شرائع من قبلنا اُس وقت تک حجت ہیں کہ ہماری شریعت ممانعت نہ فرمائے اور منع کے بعد اباحتِ سابقہ سے استدلال نہیں ہوسکتا، جیسے شراب وغیرہ۔ اصل اشیاء میں ضرور اباحت ہے مگر بعد منعِ شرع اباحت نہیں رہ سکتی۔

قال اللہ تعالٰی ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا[1]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو کچھ تمھیں رسول گرامی عطا فرمائیں اُسے لے لو، اور جس سے تمھیں رسول منع فرمائیں اس سے باز رہو۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۴۹، ۵۵۰)

(۴۰) غنا اور سماع کون سا ممنوع اور کون سا جائز ہے، اس سلسلے میں فرمایا:

غنا کا غالب اطلاق انھی مہیجاتِ شہواتِ باطلہ پر آتا ہے کما نبہ علیہ فی ارشاد الساری (جیسا کہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اس پر آگاہ کیا گیا ہے۔ ت) احادیث واقوالِ مذمت اسی پر محمول ہیں ورنہ اذکارِ حسنہ اصواتِ حسنہ و الحاناتِ حسنہ سے سُننے کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس میں احادیث وارد۔ اور اب وہ لہو نہیں، نہ وہ شیطانی آواز ہے، تو آیۂ کریمہ واستفزز من استطعت منھم بصوتك[2] (ان میں سے جس پر تُو قابو پائے (اور تیرا بس چلے) انھیں اپنی آواز سے پھسلادے۔ت) اس پر صادق نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۵۶)

(۴۱) یُوں کہنا درست نہیں کہ صوفیاءِ کرام کے قول وفعل کی کوئی وقعت نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

صوفیہ کرام کی نسبت یہ کہنا کہ اُن کا قول و فعل معاذ اللہ کچھ وقعت نہیں رکھتا، بہت سخت بات ہے، اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واتبع سبیل من اناب الیّ[3]۔

جو میری طرف جھکے اُن کی راہ کی پیروی کر۔

صوفیہ کرام سے زیادہ اللہ کی طرف جھکنے والا کون ہوگا۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

انما یتمسك بافعال اھل الدین[4] دینداروں ہی کے افعال سے سند لائی جاتی ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۷ [2] القرآن الکریم ۱۷/۶۴

[3] القرآن الکریم ۳۱/۱۵

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۲

صوفیہ کرام سے بڑھ کر اور کون دیندار ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۵۹)

(۴۲) تحریم سجدۂ تعظیمی کے بارے میں مزید فرمایا :

اسی تحریم میں ہماری سند تصریح فقہائے کرام ہے اور اسی قدر ہمیں بس ہے ، ہم مقلّد ہیں ، دلیل مجتہد کے پاس ہے ، آیات سے اس پر استدلال کسی طرح تام نہیں ، کریمہ واذا حُیّیتم بتحیّۃ[1] (جب تمھیں سلام کیا جائے ۔ ت) میں سلام مراد ہے نہ ہر تحیت ۔ تحیّتیں کثیر ہیں ، سلام ، مصافحہ ، معانقہ ، قلیل انحنا ، دست بوسی ، قدمبوسی ، قیام ، انحنا تا حدِ رکوع ، سجدۂ تحیت ، سلام سے سجود تک سب تحیت ہی ہیں اور اخیرین کے سوا سب جائز ، بلکہ انحنا کے سوا سب حدیث و سنّت سے ثابت ۔ کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اگر بیٹا قدم چُومے تو باپ پر بھی فرض ہے کہ اس کے قدم چُومے کیونکہ اس نے تحیّت کی اور تحیت کا معاوضہ فرض ہے یہ محض باطل ہے ۔ ولہذا کتابوں میں وجوب جواب صرف سلام کے لئے فرمایا ہے ۔ کریمہ ایا مرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون[2] (کیا وہ تمھیں کفر کرنے کا حکم دے گا جبکہ تم مسلمان ہو چکے ہو ۔ ت) خود شاہد عدل ہے کہ وُہ دربارہ سجدۂ عبادت ہے ، سجدۂ تحیت کو کون کفر کہہ سکتا ہے ، کفر ہوتا تو اگلی شرائع میں کیونکر جائز ہو سکتا ، کیا کوئی شریعت جوازِ کفر بھی لا سکتی ہے ، کفر ہوتا تو رب عزّوجل ملائکہ کو اس کا حکم کیونکر فرماتا ۔ کیا رب عزّ وجل کبھی کفر کا بھی حکم فرماتا ہے ، تو سجدۂ تحیت قطعاً کفر نہیں ۔ اور یہ آیت فرما رہی ہے کہ اس چیز کا ذکر ہے جو قطعاً کفر ہے ، تو اگر دربارۂ سجود نازل ہے تو یقیناً دربارۂ سجدۂ عبادت ہی نازل ہے ۔ کبیر و ابوالسعود و کشاف و مدارک جن کا حوالہ دیا گیا ان میں کہیں اس کی تصریح نہیں کہ یہ سجدۂ تحیت کے بارے میں اُتری ۔ یہاں تفسیر ماثور دو ہیں :

ایک امام ائمۃ المفسرین ترجمان القرآن سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے جسے ابن ابی حاتم و ابن جریر و ابن المنذر اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا کہ ابورافع قرظی یہودی اور سیّد رئیس نصرانی نجرانی نے خدمتِ اقدس حضور سیّد عالم میں عرض کیا ، حضور ! یہ چاہتے ہیں کہ ہم حضور کی عبادت کریں جیسے نصارٰی نے عیسٰی کو پوجا ۔ فرمایا : معاذ اللہ ! غیرِ خدا کی عبادت نہیں ہو سکتی نہ مجھے اس کا حکم ہوا نہ میں اس لئے بھیجا گیا[3] او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] القرآن الکریم ۴ / ۸۶ [2] القرآن الکریم ۳ / ۸۰

[3] الدرالمنثور بحوالہ ابن جریر و ابن ابی حاتم والبیہقی فی الدلائل تحت الآیۃ ۳ / ۸۰ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ / ۲۳۸

وسلم (یا جیسا کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت)

دوسری تفسیر کہ حسن بصری سے مرسلاً ہے وقد قال المحدثون ان مراسیل الحسن عندھم شبہ الریح (جبکہ محدثین حضرات نے ارشاد فرمایا حضرت حسن کی مرسل حدیثیں ان کے نزدیک ہوا کے مشابہ ہیں یعنی درجہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ ت) ایک شخص نے عرض کی ہم حضور کو ایسے ہی سلام کرتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو، کیا ہم حضور کو سجدہ نہ کریں۔ اس پر انکار فرمایا اور یہ آیت[1] اُتری۔

تفسیر اوّل کہ ہر طرح اصح واقوی ہے اس پر تو مطلع صاف ہے، یہودی ونصرانی نے عبادت ہی کو پُوچھا تھا جس پر یہ جواب ارشاد ہوا اور اسی تفسیر پر رب عزّوجل کا روئے سخن اپنے مسلمان بندوں کی طرف رکھنا اُن خبیث سائلوں کی تفضیح اور اُن کے حال کی تقبیح ہے کہ یہ خمیر قابل جواب نہیں، اے میرے مسلمان بندو! تم خیال کرو کہ یہ اگر ایسا چاہتے تو تم سے فرماتے کہ تم اپنے غلامان فرمانبردار، پھر کیا ایسا ہوسکتا تھا کہ تمھیں اسلام کے بعد کفر کا حکم دیتے، معاذ اللہ، اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ بوجہ خطاب یہ گمان کہ سائل مسلمان تھے جیسا کہ اُس معتزلی کی کشاف میں گزرا، اور بعض بعد والوں نے اتباع کیا باطل ہے اور اس تفسیر صحیح کے خلاف جو سلطان المفسرین صحابی وابن عم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی، دوم مرسل ومقطوع اگر ثابت ہو جائے تو اُس میں رَجُلاً ہے یعنی ایک شخص نے عرض کی، ضرور یہ کوئی اعرابی بادیہ نشیں جدید الاسلام ناواقف ہوگا جس نے سجدۂ عبادت کی درخواست کی جس پر رب العزّۃ نے فرمایا کہ تمھیں کفر کا حکم دیں گے اور ایسے بعض اشخاص سے ایسے سوال کا صدور مستبعد نہیں بلکہ ہونا ہی چاہئے تھا۔ رب عزّوجل فرماتا ہے:

لترکبن طبقا عن طبق[2]

ضرور تم زینہ بہ زینہ (بتدریج) چڑھتے جاؤ گے۔ (ت)

سیدعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر اگلوں میں کوئی ایسا ہوگزرا جس نے علانیہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا ہو تو ضرور تم میں بھی کوئی ایسا ہوگا[3] لترکبن طبقا عن طبق سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کے متعدد اصحاب نے سوال کیا یٰموسٰی اجعل لنا الٰھا کما

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ عبد بن حمید عن الحسن تحت الآیۃ ۳/ ۸۰ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۸۴/ ۱۹

[3]

لهم اٰلهة[1] اے موسٰی ! ہمیں بھی ایک خدا بنادے جیسے ان کے بہت سے خدا ہیں۔

فرمایا: بل انکم قوم تجھلون[2] بلکہ تم نرے جاہل ہو۔

تو یہاں بھی اگر کسی بادیہ نشین نومسلم جاہل ناواقف نے اپنی نادانی سے ایسی درخواست کی کیا بعید ہے اور اسی قرب عہد کے سبب ہدایت فرمادی گئی تکفیر نہ ہوئی جیسے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجھلون (تم نرے نادان لوگ ہو۔ ت) فرمایا نہ تکفرون (تم کفر کررہے ہو۔ ت)۔

جس طرح ایک جوان حاضرِ خدمت اقدس ہوا اور آکر بے دھڑک عرض کی: یارسول اللہ ! میرے لئے زنا حلال کردیجئے۔ نبی سے براہِ راست یہ درخواست کس حد تک پہنچتی ہے۔ صحابہ کرام نے اسے قتل کرنا چاہا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا اور اُسے قریب بُلایا یہاں تک کہ اس کے زانو زانوئے اقدس سے مل گئے۔ پھر فرمایا: کیا تُو یہ پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں سے زنا کرے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تیری بہن سے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تیری بیٹی سے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تیری پھوپی سے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تیری خالہ سے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: تُو جس سے زنا کرے گا وہ بھی تو کسی کی ماں، بہن، بیٹی، پھوپی، خالہ ہوگی۔ جب اپنے لئے پسند نہیں کرتا اوروں کے لئے کیوں پسند کرتا ہے۔ پھر دستِ اقدس اُس کے سینہ پر مَلا اور دعا کی: الٰہی اس کے دل سے زنا کی محبت نکال دے۔ وہ صاحب فرماتے ہیں: اس وقت سے زنا سے زیادہ کوئی چیز مجھے دشمن نہ تھی[3]۔ پھر صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ اس وقت اگر تم اُسے قتل کردیتے تو جہنم میں جاتا، میری تمھاری مثل ایسی ہے جیسے کسی کا ناقہ بھاگ گیا لوگ اُسے پکڑنے کو اُس کے پیچھے دوڑتے ہیں وہ بھڑکتا اور زیادہ بھاگتا ہے اس کے مالک نے کہا تم رہنے دو تمھیں اس کی ترکیب نہیں آتی، پھر گھاس کا ایک مُٹھا ہاتھ میں لیا اور اسے دکھایا اور چمکارتا ہوا اس کے پاس گیا یہاں تک کہ بٹھا کر اس پر سوار ہولیا۔ اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (یا جیسا کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۵۹ تا ۵۶۲)

(۳۴) سجدہ کی حرمت سے قدمبوسی کی حرمت پر استدلال کرنے والوں کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۳۸

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۳۸

[3] احیاء علوم الدین کتاب الامر بالمعروف والنہی دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۴۷ و مسند احمد بن حنبل ۵/ ۲۵۶ و ۲۵۷ السنن الکبرٰی کتاب السیر دار صادر بیروت ۹/ ۱۶۱

اور اس میں انکار کی شق وہی نکالتے ہیں جو تعظیمِ محبوبان و مقبولانِ خدا سے منکر ہیں، قدمبوسی کو سجدہ سے کیا تعلق۔ قدمبوسی سر بر پا نہادن (پاؤں سر پر رکھنا۔ ت) ہے۔ اور سجدہ پیشانی بر زمین نہادن (پیشانی زمین پر رکھنا۔ ت) ہے، مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم"[۱]

وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث"[۲]

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔ (ت)

وقال سیدی زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ الظن الخبیث انما ینشؤ من القلب الخبیث[۳]

(سیدی زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا) گمانِ خبیث، خبیث دل میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۶۶)

(۴۴) داڑھی منڈانے کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

علاوہ بریں اس میں تغییرِ خلقت خدا بطریق ممنوع ہے اور وہ بنصِ قرآن اثر اضلال شیطان اور بحکم حدیث رسالت پناہی موجبِ لعنتِ الٰہی ہے۔

قال اللہ عز اسمہ حاکیا عن ابلیس "ولاضلنھم ولامنینھم ولاٰمرنھم فلیبتکن اٰذان الانعام ولاٰمرنھم فلیغیرن خلق اللہ"[۴] وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللہ الواشمات والمتوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ، متفق علیہ[۵]۔

---

[۱] القرآن الکریم ۴۹/۱۲

[۲] صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۴

[۳] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۹۰۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۱۵۷

[۴] القرآن الکریم ۴/۱۱۹

[۵] صحیح البخاری کتاب اللباس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۹

صحیح مسلم 〃 〃 〃 〃 ۲/۲۰۵

اللہ تعالٰی معزّز نام والے نے شیطان کی حکایت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:
میں (یعنی شیطان) لوگوں کو ضرور گمراہ کروں گا اور انھیں امیدوں اور آرزوؤں کے سبز باغ دکھاؤں گا اور (بذریعہ وسوسہ اندازی) حکم دوں گا کہ جانوروں کے کان کاٹ ڈالیں اور انھیں کہوں گا کہ اللہ تعالٰی کی خِلقت (یعنی بناوٹ) میں تبدیلی کریں۔ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی خال گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر لعنت کرے۔ بال اکھاڑنے والی عورتوں پر، خوبصورتی کیلئے دانتوں میں (مصنوعی) فاصلہ بنانے والیوں پر اور بناوٹ خداوندی میں رَدّ و بدل کرنے والی عورتوں پر لعنت ہو۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۵۷۴،۵۷۲)

(۴۵) آیت کریمہ محلّقین رؤسکم و مقصرین کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

آیت کریمہ میں حلق و تقصیرِ حج کا ذکر ہے۔ تقصیرِ حج یہ کہ ہر بال سے بقدر ایک پورے کے کم کریں چہارم سر کے بالوں کی تقصیر واجب ہے کل کی مندوب و مسنون اسے عادی امور سے تعلق نہیں یہ طریقہ کہ ان کفرہ یا بعض فسقہ میں معمول ہے کہ چھوٹی چھوٹی کھونٹیاں رکھتے ہیں جہاں ذرا بڑھیں کتروا دیں خلافِ سنّت و مکروہ ہے، سنّت یا سارے سر پر بال رکھ کر مانگ نکالنا یا سارا سر مُنڈانا ہے۔

فی ردّ المحتار عن الروضة السنة فی شعر الراس امّا الفرق او الحلق[1]

فتاوٰی شامی میں روضہ سے نقل کیا گیا کہ سروں کے بالوں میں مانگ نکالنا سنّت ہے یا تمام بال منڈوا دینا سُنّت ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۶۰۲)

(۴۶) داڑھی کے وجوب اور اس کی شرعی حد کا بیان اور ولید نامی منکر وجوب لحیہ کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزّوجل کے پاک مبارک رسولوں سے استہزاء، انھیں بے اعتدالی کا مرتکب بتانا، شرع مطہر کو بے اعتدالیوں کا پسند کرنے والا ٹھہرانا، موسٰی کلیم اللہ و ہارون نبی اللہ علیہما الصلٰوۃ والسلام کی نسبت وہ ملعون الفاظ کہ دشمن نے بڑھی داڑھی الخ، ہارون علیہ الصلٰوۃ والسلام کی رِیش مطہر بڑی ہونا قرآن عظیم سے ثابت جان کر پھر وُہ ناپاک ملعون شعر دو تین بال پر اعتدال بند اور شریعت وانبیاء کو بڑھانا پسند ان

---

[1] ردّ المحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۱

ان باتوں کا جواب کفرستانِ ہند میں کیا ہو سکتا ہے مگر صبح قیامت قریب ہے،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1]۔ قل اباللّٰہ و اٰیٰتہ و رسولہ کنتم تستھزءون[2] والذین یؤذون رسول اللّٰہ لھم عذاب عظیم[3]

عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے ______

فرما دیجئے کیا اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسولوں کے ساتھ ہنسی مزاح کرتے ہو۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول کو دُکھ دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (ت)

جب جہل وجہالت وشیوۂ جاہلیت وبیقیدی وجرأت کی یہ نوبت تو کلام وخطاب کا کیا محل، اور حق کے حضور گردن جھکانے کی کیا امل، مگر قرآن عظیم نے جہاں اعراض کا حکم بتایا فاصدع بما تؤمر[4] (کھول کر بیان کردو جیسا کہ تم کو حکم دیا جاتا ہے۔ ت) لتبیننہ للناس[5] (کہ تم ضرور لوگوں کیلئے (واضح طور پر) بیان کردو۔ ت) بھی ارشاد فرمایا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۶۱۷، ۶۱۸)

(۷۴) ایضاحِ حق، ازاحت باطل، استیصالِ شبہات اور استحصالِ دلائل کے لئے چند تنبیہات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

تنبیہ اوّل: مسلمانو! تمہارے رسولِ اکرم سیّدِ عالم عالمِ اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رب عزوجل نے علمِ اولین وآخرین عطا فرمایا حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قرآنِ عظیم اتارا، تبیانا لکل شیئ[6] ہر چیز کا روشن بیان، تفصیل کل شیئ[7] ہر شیئ کی کامل شرح، ما فرطنا فی الکتٰب من شیئ[8] ہم نے کتاب میں کچھ اُٹھا نہ رکھا اس میں تمام احکام جزئیہ تفصیلیہ ہی نہیں بلکہ ازلاً ابداً جمیع کوائن وحوادث بالاستیعاب موجود ہیں۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی کہ حضور پرنور سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کتاب اللّٰہ فیہ نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم۔ رواہ الترمذی[9]۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۵
[3] 〃 ۹/ ۶۱
[4] 〃 ۱۵/ ۹۴
[5] 〃 ۳/ ۱۸۷
[6] 〃 ۱۶/ ۸۹
[7] 〃 ۱۲/ ۱۱۱
[8] 〃 ۶/ ۳۸
[9] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۴

قرآن، اس میں خبر ہے ہر اس چیز کی جو تم سے پہلے ہے اور ہر اس شیئ کی جو تمھارے بعد ہے اور حکم ہے ہر اس امر کا جو تمھارے درمیان ہے (اسے ترمذی نے روایت کیا۔ ت)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

لو ضاع لی عقال بعیر لوجدتہ فی کتاب اللہ۔ ذکرہ ابن ابی الفضل المرسی نقل عنہ فی الاتقان[1]

اگر میرے اُونٹ کی رسّی گُم ہوجائے تو قرآن عظیم میں اسے پاؤں (ابن ابی الفضل مرسی نے اسے ذکر فرمایا، الاتقان میں اُن سے نقل کیا گیا۔ (ت)

امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لو شئت لاوقرت من تفسیر الفاتحۃ سبعین بعیرا[2]۔

میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستّر اونٹ بھروادوں۔

ایک اونٹ کے من بوجھ اٹھاتا ہے، اور ہر مَن میں کے ہزار اجزاء، حساب سے تقریباً پچیس لاکھ جُز آتے ہیں، یہ فقط سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے پھر باقی کلامِ عظیم کی کیا گنتی۔ پھر یہ علم علمِ علی ہے، اس کے بعد علمِ عمر، اس کے بعد علمِ صدیق کی باری ہے، "ذھب عمر بہ تسعۃ اعشار العلم" عمر علم کے نو حصّے لے گئے، کان ابوبکر اعلمنا ہم سب میں زیادہ علم ابوبکر کو تھا۔ پھر علمِ نبی تو علمِ نبی ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ غرض قرآنِ عظیم و فرقانِ کریم میں سب کچھ ہے جسے جتنا علم اتنی ہی فہم، جس قدر فہم اسی قدر علم۔

وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العٰلمون[3]

ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں مگر انھیں صرف علم والے ہی سمجھ سکتے ہیں (ت)

کہاوتیں ارشاد تو سب کے لئے ہوتی ہیں پر اُن کی سمجھ اُنھیں کو ہے جو علم والے ہیں، پھر علم کے مدارج بے حد متفاوت وفوق کل ذی علم علیم[4] (ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والستون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۶۰
[2] " " " " النوع الثامن والسبعون " " " ۲/ ۴۶۳
[3] القرآن الکریم ۲۹/ ۴۳
[4] " " ۱۲/ ۷۶

عالمِ امکان میں نہایت نہایات حضور سیدالکائنات علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوات والتحیات، و لہذا ارشاد ہوا:

انا انزلنا الیك الکتٰب بالحق لتحکم بین الناس بما ارٰىك الله[1]

ہم نے آپ کی طرف سچی کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو کچھ آپ کو اللہ تعالٰی نے دکھا دیا ہے۔ (ت)

تو حضور کا جو کچھ حکم جو کچھ رائے جو کچھ طریقہ جو کچھ ارشاد ہے سب قرآن عظیم سے ہے ان الی ربك المنتھٰی[2] (یقینا تمہارے پروردگار کی طرف ہی ہر کام کی انتہا ہے۔ ت) سب قرآن عظیم میں ہے: ان ھو الا وحی یوحٰی[3] (وہ تو صرف وحی ہے جو ان پر کی گئی۔ ت) مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے علم تام و شامل سے جانا کہ آخر زمانہ میں کچھ بد دین مکّار بدلگام فاجر ایسے آنے والے ہیں کہ ہمارا جو حکم اپنی اندھی آنکھوں سے بظاہر قرآن عظیم میں نہ پائیں گے منکر ہو جائیں گے۔

بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمه ولما یاتھم تاویله کذٰلك کذب الذین من قبلھم فانظر کیف کان عاقبة الظٰلمین[4]

بلکہ انہوں نے اس کو جھٹلایا جس کو بذریعہ علم وہ احاطہ نہ کرسکے حالانکہ ابھی ان کے پاس اس کی کوئی تاویل نہیں آئی تھی، یونہی ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا تو دیکھو ظالموں کا کیسا (عبرتناک) انجام ہوا۔ (ت)

لہذا حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صاف ارشاد فرمایا:

الا انی اوتیت القراٰن ومثله معه الا یوشك رجل شبعان علی اریکته یقول علیکم بھٰذا القراٰن فما وجدتم فیه من حلال فاحلوه وما وجدتم فیه من حرام فحرموه وان ما حرم رسول الله کما حرم الله۔ رواہ الائمة احمد[5] والدارمی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۰۵ — [2] القرآن الکریم ۵۳/ ۴۲
[3] ؍؍ ۵۳/ ۴ — [4] ؍؍ ۱۰/ ۳۹
[5] جامع الترمذی ابواب العلم ۲/ ۹۱ وسنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ ۲/ ۲۷۶
مسند احمد بن حنبل عن المقدام ۴/ ۱۳۱ و سنن ابن ماجہ مقدمۃ الکتاب ص ۳
سنن الدارمی باب السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۱۱۷

وابوداؤد والترمذی وابن ماجة بالفاظ متقاربۃ عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سُن لو مجھے قرآن عطا ہُوا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل، خبردار نزدیک ہے کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر پڑا کہے یہی قرآن لئے رہو اس میں جو حلال پاؤ اسے حلال جانو، جو حرام پاؤ اسے حرام مانو۔ حالانکہ جو چیز رسول اللہ نے حرام کی وہ اسی کی مثل ہے جو اللہ نے حرام فرمائی۔ (ائمہ کرام مثلاً امام احمد، دارمی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے تقریباً ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۶۱۸ تا ۶۲۰)

(۴۸) مزید فرمایا:

اس منکر کا داڑھی بڑھانے کے حکم کو کہنا قرآن میں کہیں نہیں اور اسی بنا پر احادیث صحیحہ سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ کہہ کر رُد کر دینا کہ داڑھی بڑھانا اخلاق میں ہوتا تو قرآن میں کیوں نہ آتا وہ پیٹ بھرے بے فکرے بے نصیبے بے بہرے کی بات ہے جس کی پیشگوئی حضور عالم ماکان ومایکون فرما چکے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ سچ فرمایا رب جل وعلا نے:

فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما[1]

تمھارے پروردگار کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک وہ آپس کے جھگڑوں میں تمھیں حاکم تسلیم نہ کرلیں، پھر تمھارے فیصلہ سے اپنے دلوں میں ذرا سی تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ اسے دل وجان سے بغیر کسی کھٹک کے مان لیں۔ (ت)

قرآن عظیم قسم کھا کر فرماتا ہے کہ اے نبی! جب تک تیری باتیں دل سے نہ مان لیں ہرگز مسلمان نہ ہوں گے طوطے کی طرح زبان سے لاکھ رٹے جائیں کیا ہوتا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۶۲۱، ۶۲۲)

(۴۹) اسی مبحث (وجوبِ لحیہ) میں مزید فرمایا:

تنبیہ ہفتم آیاتِ قرآنیہ میں۔ حق فرمایا ہمارے رب جل وعلا نے:

فانها لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[2]

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۵ [2] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

ہے یُوں کہ آنکھیں نہیں اندھی ہوتیں بلکہ وُہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔
ان بے بصیرتوں کو اگر کبھی کھُلی آنکھوں سے قرآن عظیم کی زیارت نصیب ہوتی تو جانتے کہ داڑھی بڑھانے کی طرف ارشاد اس میں ایک دو نہیں بلکہ بکثرت آیاتِ کریمہ میں موجود ہے ، اس میں دو طریق ہیں :

اول طریق عموم : یہ دو وجہ پر ہے :

وجہ اوّل کہ صحابہ کرام و ائمۂ اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم امثالِ مقام میں استعمال فرماتے رہے۔

آیت ۱ : قال اللہ عزّوجل :

ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا۔[1]

جو کچھ یہ رسولِ کریم تمھیں دے اختیار کرو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

آیت ۲ : قال تعالٰی :

یٰایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔[2]

اے ایمان والو ! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی اور اپنے علماء کی۔

آیت ۳ : قال عزّوجل :

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔[3]

جو رسول کے فرمانے پر چلا اس نے اللہ کا حکم مانا۔

رب تبارک وتعالٰی ان آیات اور ان کے امثال میں نبی کا حکم بعینہٖ اپنا حکم اور نبی کی اطاعت بعینہٖ اپنی اطاعت بتاتا ہے تو تمام احکام کہ احادیث میں ارشاد ہوئے سب قرآن عظیم سے ثابت ہیں جو اخلاقی حکم حدیث میں ہے کتاب اللہ اس سے ہرگز خالی نہیں اگرچہ بظاہر تصریح جزئیہ ہماری نظر میں نہ ہو۔

احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ سب ائمہ اپنی مسند و صحاح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا :

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۷
[2] القرآن الکریم ۴/ ۵۹
[3] القرآن الکریم ۴/ ۸۰

لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات لخلق اللہ۔

اللہ کی لعنت بدن گودنے والیوں اور گدوانے والیوں اور مُنہ کے بال نوچنے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں میں کھڑکیاں بنانے والیوں اللہ کی بنائی چیز بگاڑنے والیوں پر۔

یہ سُن کر ایک بی بی خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: میں نے سُنا ہے آپ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی، فرمایا:

مالی لا العن من لعن رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو فی کتاب اللہ۔

مجھے کیا ہُوا کہ میں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور جس کا بیان قرآن عظیم میں ہے۔

اُن بی بی نے کہا: میں نے قرآن اوّل سے آخر تک پڑھا اس میں کہیں اس کا ذکر نہ پایا، فرمایا:

ان کنتِ قرأتیہ لقد وجدتیہ، اما قرأتِ ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ و ما نھٰکم عنہ فانتھوا۔

اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا یہ بیان اس میں ضرور پاتیں۔ کیا تم نے یہ آیت نہ پڑھی کہ جو رسول تمھیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

انھوں نے عرض کی: ہاں ـــ فرمایا: فانہ قد نھٰی عنہ[1] تو بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان حرکات سے منع فرمایا۔

منکر دیکھے کہ اس کا خیال وہی اُن بی بی کا خیال، اور ہمارا جواب بعینہٖ حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کا جواب ہے یا نہیں۔ یہ بی بی اُمّ یعقوب اسدیہ ہیں کبار تابعین وثقات صالحات سے ہونے میں تو کلام نہیں، اور حافظ الشان نے فرمایا: صحابیہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ بہر حال ان کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۳۴
صحیح البخاری کتاب اللباس باب الموصولۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۷۹
سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب صلۃ الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۱۸
جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی الواصلۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/۱۰۲
سنن النسائی کتاب الزینۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۲۹۲

فضیلت وصلاح قبول حق پر باعث ہوئی سمجھ لیں اور اس کے بعد خود اس حدیث کو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتیں،

کما رواہ البخاری[۱] من طریق عبد الرحمٰن بن عابس عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جیسا کہ امام بخاری نے عبدالرحمٰن ابن عابس کے طریقہ سے، اس نے بی بی صاحبہ سے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

ابنائے زمانہ سے گزارش کرنی چاہیئے کہ ع

دلا مردانگی زیں زن بیاموز

(اے دل! اس عورت سے مردانہ جرأت سیکھ۔ ت)

ع ولٰکن الھدایۃ لن تنالا بلا فضل من المولٰی تعالٰی

(لیکن تُو ہرگز ہدایت نہیں پاسکے گا اللہ تعالٰی کے فضل کے بغیر۔ ت)

ایک بار عالمِ قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مکہ معظمہ میں فرمایا: مجھ سے جو چاہو پوچھو میں قرآن سے جواب دوں گا۔ کسی نے سوال کیا: احرام میں زنبور کو قتل کرنے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم "وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا" و حدثنا سفیٰن بن عیینۃ عن عبد الملک بن عمیر عن ربعی بن حراش عن حذیفۃ بن الیمان عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر، وحدثنا سفیٰن بن مسعر بن کدام عن قیس بن مسلم عن طارق بن شھاب عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ امر بقتل المحرم الزنبور[۲] ذکرہ الامام السیوطی فی الاتقان[۲]۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، جو کچھ تمھیں رسول کریم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے تمھیں منع فرمائیں اس سے باز رہو (اللہ عزوجل نے تو فرمایا کہ ارشادِ رسول پر عمل کرو) ہم سے سفیان بن عیینہ نے فرمایا اس نے عبدالملک بن عُمیر سے، اُس نے رِبعی بن خراش سے، اُس نے حذیفہ بن یمان سے، انھوں نے نبی

---

[۱] صحیح مسلم باب تحریم فعل الواصلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۰۵

[۱] صحیح البخاری کتاب اللباس باب الواشمہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۹

[۲] الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی النوع الخامس والستون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۵۹

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی۔ ت) کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہمیں حدیث پہنچی کہ حضور نے فرمایا: میرے بعد ابو بکر وعمر کی پیروی کرنا، اور ہم سے سفیان بن مسعر بن کدام نے بیان کیا انھوں نے قیس بن مسلم سے انھوں نے طارق بن شہاب سے روایت کی کہ ہمیں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث پہنچی کہ انھوں نے احرام باندھے ہوئے کو قتلِ زنبور کا حکم دیا (امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اسے "الاتقان فی علوم القرآن" میں ذکر فرمایا۔ ت)

وجہ ثانی: اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت)

آیت ۴: قال جل ذکرہ (اللہ جل جلالہ نے فرمایا):

لقد کان لکم فی رسول اللہ اُسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر و ذکر اللہ کثیرا۔[1]

البتہ بیشک تمھارے لئے رسول اللہ کے چال طریقہ میں اچھی ریت ہے اس کے لئے جو ڈرتا ہو اللہ اور پچھلے دن سے اور بہت یاد کرے اللہ کی۔

اس آیۂ کریمہ میں مولٰی جل وعلا اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے طریق وروش پر چلنے کی ہدایت فرماتا اور مسلمانوں کو یوں جوش دلاتا ہے کہ دیکھو ہماری یہ بات وہ مانے گا جس کے دل میں ہمارا خوف، ہماری یاد، ہم سے امید، قیامت سے دہشت ہوگی اور موافق مخالف حتی کہ نصارٰی و یہود ومجوس وہنود وتمام جہان جانتا ہے کہ اس سرورِ جہاں وجہانیاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّتِ دائمہ مستمرہ داڑھی رکھنی تھی جس پر تمام عمر مداومت فرمائی، محافظت فرمائی، تاکید فرمائی، ہدایت فرمائی، معاذ اللہ کبھی تجویزِ خلاف نے گنجائش نہ پائی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۶۲۸ تا ۶۳۱)

نوٹ: احادیث مؤیدہ کی تفصیل فتاوٰی رضویہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۵۰) داڑھی کے وجوب سے متعلق مزید فرمایا:

دوم طریق خصوص: اس میں بھی بحمد اللہ تعالٰی فیضِ جلیل قرآن جلیل سے آیاتِ کثیرہ عبدِ ذلیل پر فائضِ برکات ہوئیں۔

فاقول وباللہ التوفیق (پس میں اللہ تعالٰی کی توفیق ومدد سے ہی کہتا ہوں۔ ت)

یہ نفیس طریق وجوہِ عدیدہ رکھتا ہے جن سے اعفائے لحیہ کا امر یا طلب یا اس کے خلاف پر وعید یا

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۲۱

مذمت ثابت ہو۔

وجہ ثالث ــــ آیت ۵ : قال تعالٰی وتقدس :

وان یدعون الا شیطانا مریدا ہ لعنہ اللہ وقال لاتخذن من عبادك نصیبا مفروضا ہ ولاضلنھم ولامنینھم ولامرنھم فلیبتکن اٰذان الانعام ولامرنھم فلیغیرن خلق اللہ[1]

کافر نہیں پوجتے مگر شیطان سرکش کو جس پر خدا نے لعنت کی اور وہ بولا میں ضرور لے لوں گا تیرے بندوں میں سے اپنا ٹھہرا ہوا حصہ اور میں ضرور انھیں بہکادوں گا اور ضرور خیالی لالچوں میں ڈالوں گا اور ضرور انھیں حکم دوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور بیشک انھیں حکم دوں گا کہ اللہ کی بنائی چیز بگاڑیں گے۔

یہی وہ آیہ کریمہ ہے جس کی رُو سے حضور پُر نور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زنانِ مذکورہ پر لعنت فرمائی اور اس کی علت یہی خدا کی بنائی چیز بگاڑنی بتائی، بعینہٖ یہی کیفیت داڑھی منڈوانے کی ہے، منہ کے بال نوچنے والیاں تغییر خلق اللہ کرتی ہیں، یونہی داڑھی منڈوانے والے، تو یہ سب اسی فلیغیرن خلق اللہ (تو وہ اللہ تعالٰی کی بناوٹ میں تبدیلی کریں گے۔ ت) میں داخل اور شیطان کے محکوم اور اللہ و رسول کے ملعون ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی اکلیل فی استنباط التنزیل میں زیرِ آیہ کریمہ فرماتے ہیں :

یستدل بالاٰیۃ علٰی تحریم الخصاء والوشم وما یجری مجراہ من الوصل فی الشعر وبرد الاسنان والنمص وھو نتف الشعر من الوجہ[2]

آیت مذکورہ سے استدلال کیا جاتا ہے خصی کرنے، بدن گودنے اور ان جیسے دیگر اعمال مثلاً بال جوڑنے، دانتوں میں کشادگی پیدا کرنے اور چہرے کے بال نوچنے کی حُرمت پر۔ (ت)

تفسیر مدارک شریف میں ہے :

فلیغیرن خلق اللہ بالخصاء او الوشم او تغیر الشیب بالسواد والتخنث[3] اھ باختصار۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۷ تا ۱۱۹

[2] الاکلیل فی استنباط التنزیل سورۃ النساء مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ ص ۸۲

[3] مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) تحت الآیۃ ۴/ ۱۱۹ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۲

اللہ تعالٰی کی بنائی ہوئی صورت کو تبدیل کریں گے یعنی خصی کرنے، بدن گدوانے، سفید بالوں کو سیاہ کرنے اور زنانہ اوصاف اپنانے میں۔ مختصراً عبارت ختم ہوئی۔ (ت)

شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث المغیرات خلق اللہ (اللہ تعالٰی کی بناوٹ کو بدلنے والی عورتیں۔ ت) فرماتے ہیں:

علت وحرمت مثلہ وحلق لحیہ وامثال آں نیز ہمیں ست [1]

مثلہ یعنی حلیہ بگاڑنا اور داڑھی مونڈنے یا منڈوانے اور اس قسم کے دوسرے کام کرنے کے حرام ہونے کی یہی علت اور سبب ہے۔ (ت)

وجہ رابع — آیت ۶: قال جل مجدہ:

ذٰلک ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب [2]

بات یہ ہے اور جو بڑائی کرے دین الٰہی کے شعاروں کی تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں۔

آیت ۷: قال عزّ شانہ:

یایہا الذین اٰمنوا لا تحلوا شعائر اللہ [3]

اے ایمان والو! حلال نہ ٹھہرا لو دینِ خدا کے شعاروں کو۔

شک نہیں کہ داڑھی شعارِ دینِ اسلام سے ہے۔ امام بدر محمود عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں ختنہ کی نسبت نقل فرماتے ہیں:

انہ شعار الدین کالکلمۃ وبہ یتمیز المسلم من الکافر [4]

ختنہ کرنا کلمہ شریف کی طرح شعائرِ اسلام میں سے ہے، اس سے مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز ہوتا ہے۔ (ت)

جب ختنہ حالانکہ امر خفی ہے مثل کلمۂ طیبہ کے شعارِ دین اور وجہِ امتیازِ مومنین وکافرین قرار پایا یہاں تک کہ مسلمانانِ ہند نے اس کا نام بھی "مسلمانی" رکھ لیا، تو داڑھی کہ امر ظاہر ہے اور پہلی نظر اسی پر پڑتی ہے

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۷۲

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

[3] ؍؍ ؍؍ ۵/ ۲

[4] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب اللباس باب قص الشارب دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۲/ ۸۰

بدرجۂ اولٰی شعائرِ اسلام و مابہ الامتیاز کرام ولیام ہے، اور بعض کفار کا اس میں شریک ہونا منافیِ شعاریت اسلام نہیں جس طرح ختنہ کرنے میں یہود شریکِ مسلمین ہیں خود نفس آیاتِ کریمہ ہی میں دیکھئے موردِ نزولِ جانورانِ ہدی ہیں کہ حرمِ محترم کو قربانی کے لئے بھیجے جاتے ہیں انھیں شعارِ دینِ الٰہی فرمایا حالانکہ تمام مشرکینِ عرب اس فعل میں شریک تھے۔ اور جب داڑھی شعارِ دین ہے اور بیشک یُونہی ہے تو بحکمِ قرآن اس کے ازالہ کو حلال ٹھہرا لینا اور اس کی تعظیم تقوٰی قلوب کا کام۔

وجہِ خامس آیت ۸ : قال عزّ مجدہٗ :

ثم اوحینا الیك ان اتبع ملة ابراھیم حنیفا۔[1]

پھر ہم نے تمھاری طرف وحی بھیجی کہ جناب ابراہیم علیہ السّلام کے دین کو اپناؤ (یعنی دین ابراہیمی کی پیروی کرو) جو ہر قسم کے باطل سے الگ تھلگ رہنے والے تھے (ت)

آیت ۹ : قال سبحٰنہ وتعالٰی :

قل بل ملة ابراھیم حنیفا۔[2]

تم فرماؤ بلکہ ہم ابراہیم کا دین لیتے ہیں۔ (ت)

آیت ۱۰ : قال جلت الاؤہ (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا کہ جس کی بڑی بڑی نعمتیں ہیں۔ت):

ومن یرغب عن ملة ابراھم الا من سفه نفسه۔[3]

اور ملّتِ ابراہیمی سے کون بے رُخی کرسکتا ہے سوا اس کے جسے اس کے نفس نے بیوقوف بنا ڈالا ہو۔(ت)

آیت ۱۱ : قال توالت نعماؤہ (اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا بندوں پر جس کے انعامات مسلسل اور لگاتار ہیں) :

قد كانت لكم اسوة حسنة فی ابرٰھیم والذین معه۔[4]

بیشک تمھارے لئے حضرت ابراہیم اور ان اہلِ ایمان حضرات کی زندگیوں میں، جو ان کے ساتھی تھے، بہترین اقتدا ہے۔(ت)

آیت ۱۲ : قال جل ذکرہ (اللہ تعالٰی جس کا ذکر بڑا ہے نے ارشاد فرمایا :

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۲۳
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۵
[3] " " ۲/ ۱۳۰
[4] " " ۶۰/ ۴

لقد کان لکم فیھم اُسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخرؕ و من یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید[1]

بیشک تمھارے لئے ان میں (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں میں) بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالٰی اور قیامت پر یقین رکھتا ہو اور جو کوئی ہمارے حکم سے منہ پھیرے تو بیشک اللہ تعالٰی بے نیاز اور لائقِ تعریف ہے۔(ت)

ہر ذی علم جانتا ہے کہ داڑھی بڑھانا ملتِ ابراہیمی کا مسئلہ شریعتِ ابراہیمی کا طریقہ ہے اور ان آیات میں رب جل وعلا نے ہمیں ملتِ ابراہیم علٰی ابنہ الکریم وعلیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی اتباع کا حکم دیا اور معاذ اللہ اس سے اعراض کو سخت حماقت اور سفاہت فرمایا اور ان کی رسم و راہ اختیار کرنے کی کمال ترغیب دی اور آخر میں فرمادیا کہ جو ہمارے حکم سے پھرے تو اللہ بے نیاز بے پروا ہے اور ہر حال میں اسی کے لئے حمد ہے۔

وجہ سادس ـــــ آیت ۱۳: قال تقدست اسماؤہ (اللہ تعالٰی جس کے اسماء پاک ہیں، نے ارشاد فرمایا):

اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ[2]۔

یہ انبیاء وہ ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے راہ دکھائی تو تُو انھیں کی راہ کی پیروی کر۔

صدرِ کلام میں احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ کی حدیث اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے گزری کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ[3] الحدیث۔

دس چیزیں شرائع قدیمہ مستمرہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہیں، از انجملہ لبیں ترشوانی اور داڑھی بڑھانی، الحدیث۔

مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ داڑھی بڑھانی راہِ قدیم حضرت رُسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ہے، اور اللہ عزوجل نے فرمایا کہ راہِ انبیاء کی پیروی کرو۔ یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ لاتأخذ

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۶

[2] ؎ ۶/ ۹۰

[3] سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب السواک من الفطرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸

بلحیتی[1] (میری داڑھی نہ پکڑو۔ ت) میں لحیہ کا فقط ذکر ہی نہیں بلکہ داڑھی بڑھانے کی طرف ارشاد نکلتا ہے کہ ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی انبیائے کرام بلکہ بالخصوص ان اٹھارہ رسولوں میں ہیں جن کا نام پاک اس رکوع میں بالتصریح ذکر فرماکر اُن کی اقتدار کا حکم ہوا،

قال سبحانہ "ومن ذریتہ داؤد وسلیمٰن وایوب ویوسف وموسٰی وھٰرون و کذٰلک نجزی المحسنین[2]"

پاک پروردگار نے ارشاد فرمایا اور ان کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسٰی اور ہارون علیہم السلام ہوئے ہیں اور ہم یونہی نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ (ت)

وجہ سابع ــــ آیت ۴ا: قال جل ثناؤہ (اللہ تعالٰی، بہت زیادہ تعریف کا حق رکھنے والی ذات، جس کی تعریف بڑی ہے، نے ارشاد فرمایا:

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولّٰی ونصلہ جہنم ؕ وساءت مصیرا[3]

جو خلاف کرے رسول کا حق واضح ہوئے پر اور چلے راہِ مسلمانان کے سوا راہ، ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں اور جہنم میں ڈالیں اور کیا بُری پلٹنے کی جگہ۔

مسلم تو مسلم، کفار تک جانتے ہیں کہ روزِ اول سے مسلمانوں کی راہ داڑھی رکھنی ہے، اہلبیتِ کرام و صحابۂ عظام و ائمۂ اعلام اور ہر قرن و طبقہ کے اولیائے اُمت و علمائے ملت بلکہ قرونِ خیر میں تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے یہاں تک کہ ازالہ تو ازالہ اگر خلقۃً کسی کی داڑھی نہ نکلتی اس پر سخت تاسف کرتا اور یہ ہر عیب سے بدتر عیب سمجھا جاتا، علمائے کرام علاماتِ قیامت میں گنا کرتے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے کہ داڑھیاں منڈوائیں کتروائیں گے، اس پیشگوئی کے مطابق یہ داڑھی مُنڈوں مخرشوں مترشوں کی تراشیں خراشیں کافروں مشرکوں کی دیکھا دیکھی مدتہا مدت کے بعد مسلمانوں میں آئیں وہ بھی رند و اوباش و بدوضع لوگوں میں، پھر اُن میں بھی جو ایمان سے حصہ رکھتے ہیں اب تک اپنی اس حرکت کو مثل اور معاصی و قبائح کے بُرا جانتے ہیں اور طریقۂ اسلامی سے جُدا سمجھتے بلکہ اُن میں بعض خوش عقیدہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۹۴

[2] " ۶/ ۸۴

[3] " ۴/ ۱۱۵

اپنے معظمین دینی کے سامنے میں جاتے لجاتے انھیں منہ دکھاتے شرماتے ہیں، الحمد للہ یہ ان کے ایمان کی بات ہے شامتِ نفس سے گناہ کریں لیکن اُسے گناہ وقبیح جانیں مگر چوری سرزوری والوں سے خدا کی پناہ کہ داڑھی رکھنے پر قہقہے اڑا کر شعارِ اسلام کے ساتھ نفسِ اسلام وایمان بھی مونڈ کر پھینک دیں۔ امام اجل عارف باللہ سیدی محمد بن علی بن عباس مکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب طریق المرید للوصول الیٰ مقام التوحید پھر امام ہمام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

وھذا لفظ المکی قال فی ذکر سنن الجسد، ذکر ما فی اللحیۃ من المعاصی والبدع المحدثۃ قد ذکر فی بعض الاخبار ان للہ تعالٰی ملٰئکۃ یقسمون والذی زین بنی اٰدم باللحی وفی وصف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان کث اللحیۃ، وکذٰلک ابوبکر وکان عثمان طویل اللحیۃ دقیقھا وکان علی عریض اللحیۃ قد ملأت ما بین منکبیہ، ووصف بعض بنی تمیم من رھط الاحنف بن قیس قال (وعبارۃ الاحیاء قال اصحاب الاحنف بن قیس) وددنا انا اشترینا للاحنف اللحیۃ بعشرین الفا فلم یذکر حنفہ فی رجلہ ولا عورۃ فی عینہ وذکر کراھیۃ عدم لحیتہ وکان عاقلا حلیما وقد روینا من غریب تاویل قولہ تعالٰی "یزید فی الخلق ما یشاء" قال اللحی وذکر عن شریح القاضی قال (ولفظ الاحیاء قال شریح) وددت لوان لی لحیۃ بعشرۃ اٰلاف، ففی اللحیۃ من خفایا الھوٰی ودقائق اٰفات النفوس ومن البدع المحدثۃ اثنتا عشرۃ خصلۃ من ذٰلک النقصان منھا وذٰلک مثلۃ وذکر عن جماعۃ ان ھذا من اشراط الساعۃ[1] اھ ملخصًا۔

یعنی یہ ذکر ہے کہ ان معصیتوں اور نو پیدا بدعتوں کا جو لوگوں نے داڑھی میں نکالیں، حدیث میں ہے اللہ عزوجل کے کچھ فرشتے ہیں کہ یوں قسم کھاتے ہیں اس کی قسم جس نے فرزندانِ آدم کو داڑھی سے زینت بخشی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے حلیہ شریف میں ہے ریش مبارک گھنی تھی، اور ایسے ہی ابوبکر صدیق اور عثمان غنی کی داڑھی دراز وباریک، مولٰی علی کی داڑھی چوڑی سارا سینہ بھرے ہوئے رضی اللہ تعالٰے عنہم۔ احنف بن قیس (کہ اکابر ثقات تابعین وعلماء وحکمائے کاملین سے تھے

---

[1] قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب الفصل السادس والثلاثون دار صادر بیروت ۲/ ۱۴۲ تا ۱۴۴
احیاء العلوم النوع الثانی فیما یحدث فی البدع الخ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۴۴

زمانہ رسالت میں پیدا ہوئے ۶۷ھ یا ۷۲ھ میں وفات پائی) عاقل وحلیم تھے (پاؤں میں کج تھا ایک آنکھ جاتی رہی تھی داڑھی خلقۃً نہ نکلی تھی) ان کے اصحاب نہ اس کج پر افسوس کرتے نہ یک چشمی پر بلکہ داڑھی نہ ہونے کی کراہیت ذکر کرتے اور کہتے ہمیں تمنا ہے کاش اگر بیس ہزار کو ملتی تو احنف کے لئے داڑھی خریدتے۔ نادر تفسیروں سے آیۂ کریمہ یزید فی الخلق ما یشاء کی تفسیر میں ہمیں روایت پہنچی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بڑھاتا ہے صورت میں جو چاہے، اس سے داڑھی مراد ہے۔ شریح قاضی (کہ اجلہ ائمہ و اکابر تابعین سے ہیں زمانہ رسالت میں ولادت پائی بلکہ کہا گیا صحابی ہیں امیر المومنین عمر فاروق پھر امیر المومنین مولیٰ علی کی سرکار میں قاضی تھے امیر المومنین علی فتاوٰی میں اُن سے رائے لیتے ۸۰ھ ہجری سے پہلے یا بعد انتقال ہوا داڑھی خلقۃً نہ تھی) وہ فرماتے کہ مجھے آرزو ہے کہ کاش دس ہزار دے کر داڑھی مل جاتی، تو داڑھی میں شیطانی خواہشوں کے بقایا اور نفسانی آفتوں کے دقائق اور نو پیدا بدعتوں سے بارہ۱۲ باتیں لوگوں نے ایجاد کی ہیں از انجملہ داڑھی کم کرنی اور یہ مُثلہ یعنی صورت بگاڑنی ہے اور ایک جماعت علمائے سے مروی ہوا کہ یہ قیامت کی نشانیوں سے ہے، انتہی۔

مدارج شریف میں ہے:

آوردہ اند کہ لحیۂ امیر المومنین علی پُر می کرد سینہ او را و ہمچنیں لحیۂ امیر المومنین عمر و عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین و در حلیۂ حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوشتہ اند کہ کان طویل اللحیۃ وعریضھا[1]

منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی داڑھی مبارک ان کے سینۂ اقدس کو ڈھانپ دیتی تھی یا ڈھانپے ہوتی تھی، اور اسی طرح امیر المومنین عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مبارک داڑھیاں تھیں کہ بڑی اور گنجان ہونے کی وجہ سے ان کے سینوں کو ڈھانپ دیتی تھیں، اور حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حلیۂ مبارکہ میں تحریر کیا گیا ہے کہ آپ کی ریش مبارک دراز اور چوڑی تھی، صلے اللہ تعالیٰ علیٰ ابیہ الکریم وعلیہ وبارک وسلم (ت)

وجہ ثامن — آیت ۱۵، ۱۶؛ قال تبارک شانہ فی البقرۃ وفی الانعام

(اللہ تعالیٰ جس کی شان بابرکت ہے، نے سورۃ بقرہ اور سورۃ انعام میں ارشاد فرمایا):

ولا تتبعوا خطوات الشیطن انہ لکم عدو مبین[2]

---

[1] مدارج النبوت باب اوّل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۸ و ۶/ ۱۴۲

شیطان کے قدم پر قدم نہ رکھو بیشک وہ تمھارا دشمن ہے۔

آیت ۱۷ : قال عزوعلا (اللہ تعالٰی غالب اور بزرگ و برتر ذات نے ارشاد فرمایا) :

یایھا الذین اٰمنوا لاتتبعوا خطوات الشیطٰن ومن یتبع خطوات الشیطٰن فانہ یامر بالفحشاء والمنکر[1]

اے ایمان والو! شیطان کے رستے پر نہ چلو اور جو شیطان کی راہ پر چلے تو وہ یہی بے حیائی اور بُری بات کا حکم کرتا ہے۔

آیت ۱۸ : قال عزمن قال (کہنے والوں پر جو غالب اور حاوی ہے اس نے ارشاد فرمایا) :

یایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کآفّۃ ولاتتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ۰ فان زللتم من بعد ماجاء تکم البیّنٰت فاعلموا انّ اللہ عزیز حکیم ۰ ھل ینظرون الّا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملٰئکۃ وقضی الامر والی اللہ ترجع الامور[2]

اے ایمان والو! پورے اسلام میں داخل ہو اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو یقیناً وہ تمھارا صریح بدخواہ ہے پھر اگر اس کی طرف جھکو بعد اس کے کہ تمھارے پاس آچکیں الٰہی حجتیں تو جان رکھو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے یہ لوگ کس انتظار میں ہیں مگر یہ کہ آئے ان پر عذاب خدا کا بادل کی گھٹاؤں میں اور فرشتے اور ہو جائے ہونے والی، اور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں سب کام۔

جلالین میں ہے :

نزل فی عبداللہ بن سلام واصحابہ لما عظموا السبت وکرھوا الابل بعد الاسلام "یایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم" الاسلام "کافۃ" حال من السلم ای فی جمیع شرائعہ فان زللتم ملتم عن الدخول فی جمیعہ عزیز لایعجزہ شئ عن انتقامہ منکم ھل ینظرون ینتظر التارک الدخول فیہ قضی الامر تم امر اھلاکھم[3]

یعنی جب حضرت عبداللہ بن سلام اور اُن کے ساتھی رضی اللہ تعالٰی عنہم کہ اکابر علمائے یہود سے تھے مشرف بہ اسلام ہوئے، عادتِ سابقہ کے باعث تعظیم روز شنبہ کا ارادہ کیا اور گوشتِ شُتر کھانے

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۲۱
[2] القرآن الکریم ۲/۲۰۸ تا ۲۱۰
[3] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۲/۲۰۸ اصح المطابع دہلی ص ۳۱

سے کراہت ہوئی۔ رب عزّ وجل نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ اے ایمان والو! اسلام لائے ہو تو پورا اسلام لاؤ اسلام کی سب باتیں اختیار کرو، یہ نہ ہو کہ مسلمان ہو کر کچھ عادتیں کافروں کی رکھو، اور اگر نہ ما تو خوب جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے تم پر عذاب لاتے اُسے کوئی روک نہیں سکتا پھر فرمایا جو مسلمان ہو کر بعض کفری خصلتیں اختیار کریں وُہ کاہے کا انتظار کر رہے ہیں یہی نا کہ آسمان سے اُن پر عذاب اُترے اور ہونے والی ہو چکے یعنی ہلاک و تمام کر دیئے جائیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

ان آیات میں رب العزت جلّ وعلا نے خصلتِ کفّار اختیار کرنے پر کیسی تہدید اکید و وعیدِ شدید فرمائی اور شک نہیں کہ داڑھی منڈانا کترنا خصلتِ کفار ہے۔ عنقریب بعونہٖ تعالٰی بکثرت احادیثِ متعددہ سے اس کا بیان آتا ہے اور خود بیان کی حاجت کیا ہے کہ امر آپ ہی واضح اور نیز تقریراتِ سابقہ سے لائح۔ اصل میں یہ خصلت ملعونہ مجوس ملاعنہ کی تھی اُن سے اور کفار نے سیکھی، جب عہد معدلت مہد امیر المومنین غیظ المنافقین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں عجم فتح ہوا اور کسرٰی خبیث کا تخت ہمیشہ کے لئے الٹ دیا گیا، مجوس منحوس کچھ اسلام لائے کچھ بقبول جزیہ رہے، کچھ پریشان و سرگرداں دار الکفر ہندوستان میں آنکلے، یہاں کے راجہ نے اُن سے تحریم گاؤ و تحریم مادر و دختر و خواہر کا عہد لے کر جگہ دی۔ ہنود بے بہبود نے داڑھی منڈانا، نوروز و مہرگان بنام ہولی و دیوالی منانا، ان میں آگ پھیلانا و غیر ذٰلک من الخصال الشنیعہ ان سے اُڑایا، مجوس ایران کہ مسلمان ہوئے تھے ان میں بہت بدباطن اپنی تباہی ملک و افسر و تاراج مال و دختر کے باعث دلوں میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کینہ رکھتے تھے مگر مسلمان کہلا کر اسلام کی عزت و شوکت، اسلام کی قوت و دولت، اسلام کے تاج و معراج یعنی امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شان میں گستاخی کی کیا مجال تھی۔ جب ابن سبا یہودی خبیث نے مذہب رفض ایجاد کیا اور رُشدہ شدہ یہ ناشدنی مذہب ایرانیوں تک پہنچا، ان آتش پرست مغبچوں کی دبی آگ نے موقع پایا کہ اہلِ اسلام میں بھی ایسا مذہب نکلا کہ امیر المومنین پر تبرا کہئے اور خاصے مومنین بنے رہئے۔ اُنھوں نے بہزار جان لبیک کہی اور نئے دین کی تاصیل تفریع بڑھ چلی، باپ دادا کی قدیم سُنتیں اپنا رنگ لائیں، نوروز منائے، داڑھیاں کترائیں، اتیان ادبار و اباحت و اعارت و اجارتِ فرج کی گیا گنتی، نکاح محارم تک منظور رہا، مگر پردۂ تحریہ میں مستور رہا، ادھر اسلامی فاتحوں کی شیرانہ تاختنے

ع۵ اہل سنت شیعہ را بعض مسائل قبیحہ طعن میکردند جمعے از علمائے مذہب الشان تدبیر دفع آں طعن بایں صورت

(باقی برصفحہ آئندہ)

سیاہانِ ہند کے مُنہ سپید کر دیئے، ہزاروں مارے لاکھوں قید کئے، یہاں تک کہ ہندو کے معنٰی ہی غلام ٹھہر گئے۔ یہاں کے نومسلم مسلم تو ہو گئے مگر ہزاروں اپنے آبائی خصال کے پابند رہے، داڑھیاں منڈائیں، بسنت منائیں، ساونی کریں، چنریاں رنگائیں، عورتیں بدلحاظی کے کپڑے پہنیں، کنبے بھر کی سب غیریں سامنے آنے کے واسطے نہیں، شادیوں میں معاذ اللہ فحش گیت، سالی بہنوئی میں ہنسی کی رِیت، یہاں تک کہ بہت پوربی اضلاع میں چھوت اور چوکا تک مشہود۔ اور اکثر دیہات میں ہولی دیوالی بلکہ اس سے زائد شیطنت موجود، پھر اس عملداری میں شیوع نیچریت بے قیدی شرع وآزادیِ نفس کے لئے سونے میں سہاگہ کچھ اتباعِ فرنگ، کچھ زنانی امنگ، صفائی رخسار کا نصیب جاگا۔ لاجرم اس حرکت کے عادیوں کو چند حال سے خالی نہ پایئے گا، نسلاً مجوسی یا مذہباً رافضی یا پوربی تہذیب کا دلدادہ نیچری یا جھوٹے متصوفہ یا مبتلائے رفضِ خفی یا باپ دادا ہندو نومسلم غافل یا ان صحبتوں کا بگڑا آوازہ جاہل، بہر حال اس کا مبدء و منبع و مرجع وہی خصلتِ کفار جس سے خدا ناراض رسول بیزار، جس پر قرآن عظیم میں وہ سخت وعید وہ قاہر مار، آئندہ ماننے نہ ماننے کا ہر شخص مختار، والتوفیق باللہ العزیز الغفار۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۶۴۳ تا ۶۴۴)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کردہ اند کہ از کُتبِ خود آں مسائل را محو نمودند و کُتبِ قدیمہ را مخفی ساختند مثل لواطت با مملوک و با مادر و خواہر لف حریر[1] ۱۲ تحفہ اثنا عشریہ ملخصاً۔

شیعاں کے بعض قبیح مسائل پر اہلسنّت طعن کرتے ہیں تو ان کے مذہبی علماء کے ایک گروہ نے ان باتوں کے جواب کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ اپنی کتابوں سے ان مسائل کو حذف کر دیا (یعنی نکال دیا) اور پرانی کتابوں کو چھپالیا، اپنے غلام کے ساتھ بدکاری کرنا، ماں بہن کے ساتھ ریشم لپیٹ کر ہمبستری کرنا وغیرہ جیسے مسائل ۱۲ تحفہ اثنا عشریہ کی تلخیص۔

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ   باب ثانی   کید سی و پنجم   سہیل اکیڈمی لاہور   ص ۴۵

فتاوی رضویّہ جلد ۲۳

(۱) حلال شرعی کو حرام قرار دینے اور غیر مقلدین کی ناحق مدد کرنے والے جھوٹوں کے بارے میں فرمایا:

ایسے لوگ سخت گنہگار بلکہ گمراہ ہیں کہ حق کے مقابل باطل کی اعانت کرتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز ناجائز ہے بلکہ جب تک توبہ نہ کریں مسلمانوں کو اُن سے بالکل قطع علاقہ کر دینا چاہیے کہ وُہ ظالم ہیں اور ظالم بھی کس پر، دین پر۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[1]

اور اگر تمھیں شیطان بُھلاوے میں مبتلا کر دے تو پھر یاد آنے کے بعد کبھی ظالموں کے پاس مت بیٹھو(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۱۰۲)

(۲) محلہ دار مسلمانوں کے اجتماعی طور پر صدقہ وخیرات سے متعلق ایک صورت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

فعل مذکور کو بفضلہٖ مسطور اور اہلِ دعوت کو وُہ کھانا کھانا شرعًا جائز و روا، جس کی ممانعت شرع مطہر میں اصلاً نہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا[2]

تم پر کچھ گناہ نہیں کھاؤ مل کر یا الگ الگ۔

تو بے منع شرعی ارتکابِ ممانعت جہالت و جرأت۔

وانا اقول وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہُوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ت) نظر کیجیے تو یہ عمل چند دواؤں کا نسخہ جامعہ ہے کہ اس سے مساکین وفقراء بھی کھائیں گے، علماء و صلحاء بھی، عزیز و رشتہ دار بھی، قریب و اہلِ جوار بھی، تو اس میں بعددِ ابوابِ جنت آٹھ خوبیاں ہیں:

(۱) فضیلتِ صدقہ (۲) خدمتِ صلحاء

(۳) صلۂ رحم (۴) مواساۃِ جار

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱

(۵) سلوکِ نیک سے مسلمانوں خصوصاً غرباء کا دل خوش کرنا۔
(۶) ان کی مرغوب چیزیں ان کے لئے مہیا کرنا۔
(۷) مسلمان بھائیوں کو کھانا دینا۔
(۸) مسلمانوں کا کھانے پر مجتمع ہونا۔

اور ان سب امور کو جب بہ نیتِ صالحہ ہوں باذن اللہ تعالیٰ رضائے خدا عفو وخطا و دفعِ بلا میں دخل تام ہے ظاہر ہے کہ قحط، وبا، ہر مصیبت و بلا گناہوں کے سبب آتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر"[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تمھیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا، اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔ (ت)

تو اسبابِ مغفرت و رضا و رحمت بلاشبہہ اس کے عمدہ علاج ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۱۳۶، ۱۳۷)

(۳) بغرضِ حصولِ شفاء و دفعِ بلا پانچ متفرق اشیاء کو جمع کرنے کا ایک عجیب نسخہ نافعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ اکبر، غور کیجئے بحمد اللہ کیسا نسخہ جلیلہ، جمیلہ، جامعہ، کافیہ، شافیہ، صافیہ، وافیہ ہے کہ ایک مفرد دوا اور اس قدر منافع جانفزا، وفضل اللہ اوسع واکبر واطیب واکثر (اللہ کا فضل بہت وسیع، بہت بڑا، بہت پاکیزہ اور بہت زیادہ ہے) علماء تو بغرضِ حصولِ شفاء و دفعِ بلا متفرق اشیاء جمع فرماتے ہیں کہ اپنی زوجہ کو اس کا مہر کل یا بعض دے وہ اس میں سے کچھ بطیبِ خاطر اسے ہبہ کر دے ان داموں کا شہد و روغنِ زیتون خریدے بعض آیاتِ قرآنیہ خصوصاً سورۂ فاتحہ اور آیاتِ شفاء رکابی میں رکھ کر آبِ باراں اور وہ نہ ملے تو آبِ دریا سے دھوئے، قدرے وہ روغن وشہد ملا کر پیئے، بعونہٖ تعالیٰ ہر مرض سے شفا پائے کہ اس نے دو شفائیں قرآن وشہد، دو برکتیں باران و زیت، اور ہنی و مری زرِ موہوب مہر پانچ چیزیں جمع کیں۔

لقولہ تعالیٰ "ننزل من القراٰن ماھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین"[2] وقولہ تعالیٰ فیہ شفاءٌ للناس[3]۔ وقولہ تعالیٰ "ونزلنا من السماء ماء مبٰرکا"[4]۔ وقولہ تعالیٰ "شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ"[5] وقولہ تعالیٰ "فان طبن لکم عن شیئ منہ نفسا فکلوہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۳۰
[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۲
[3] " ۱۶/ ۶۹
[4] " ۵۰/ ۹
[5] " ۲۴/ ۳۵

هنیئاً مریئاً[1]

یعنی ہم اتارتے ہیں قرآن سے وہ چیز کہ شفاء و رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔ شہد میں شفا ہے لوگوں کے لئے۔ اور اتارا ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اور مبارک پیڑ زیتون کا۔ پھر اگر عورتیں اپنے جی کی خوشی کے ساتھ تمھیں مہر میں سے کچھ دے دیں تو اسے کھاؤ رچتا پچتا۔

ان مبارک ترکیبوں کی طرف حضرت امیر المؤمنین مولی المسلمین علی مرتضٰی شیرِ خدا مشکلکشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنی و حضرت سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہدایت فرمائی، ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں بسندِ حسن مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

اذا اشتکی احدکم فلیستوھب من امرأتہ من صداقھا درھما فلیشتر بہ عسلا ثم یأخذ ماء السماء فیجمع ھنیئا مریئا مبارکا۔[2]

جب تم میں سے کوئی بیمار ہو تو اسے چاہئے اپنی عورت سے اس کے مہر میں سے ایک درہم ہبہ کرائے اس کا شہد مول لے پھر آسمان کا پانی لے کہ رچتا پچتا برکت والا جمع کرے گا۔

ایک بار فرمایا:

اذا اراد احدکم الشفاء فلیکتب اٰیۃ من کتاب اللہ فی صحفۃ ولیغسلھا بماء السماء ولیأخذ من امرأتہ درھما عن طیب نفس منھا فلیشتربہ عسلا فلیشربہ فانہ شفاء ذکرہ الامام القسطلانی فی المواھب اللدنیۃ۔[3]

جب تم میں سے کوئی شخص شفا چاہے تو قرآن عظیم کی کوئی آیت رکابی میں لکھے اور آبِ باراں سے دھوئے اور اپنی عورت سے ایک درہم اس کی خوشی سے لے اس کا شہد خرید کر پیئے کہ بیشک شفاء ہے۔ (امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اسے ذکر کیا ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۱۵۴، ۱۵۵)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴

[2] تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت آیۃ فکلوا ھنیئا مریئا مکتبہ نزار مصطفی البازمکۃ المکرمۃ ۳/ ۸۶۲
المواہب اللدنیہ بحوالہ ابن ابی حاتم فی التفسیر المقصد الثامن، الفصل الاول النوع الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۷۹

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳/ ۴۷۹

(۴) مسئلہ مذکورہ کے بارے میں مزید فرمایا :

فقرا۔ کہ آئیں کہ ان کی مدارات و خاطر داری میں سعی جمیل کریں، اپنا احسان ان پر نہ رکھیں بلکہ آنے میں اُن کا احسان اپنے اوپر جانیں کہ وُہ اپنا رزق کھاتے اور تمھارے گناہ مٹاتے ہیں، اُٹھانے بٹھانے کھلانے، کسی بات میں برتاؤ ایسا نہ کریں جس سے اُن کا دل دُکھے کہ احسان رکھنے ایذا دینے سے صدقہ بالکل اکارت جاتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی :

الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منًّا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ○ قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ یتبعھا اذی والله غنی حلیم ○ یاَیھا الذین اٰمنوا لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس[1] الاٰیۃ۔

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال خدا کی راہ میں پھر اپنے دیئے کے پیچھے نہ احسان رکھیں نہ دل دکھانا اُن کے لئے ان کا ثواب ہے اپنے رب کے پاس، نہ اُن پر خوف اور نہ وہ غم کھائیں، اچھی بات (کہ ہاتھ نہ پہنچا تو میٹھی زبان سے سائل کو پھیر دیا) اور درگزر (کہ فقیر نے ناحق ہٹ یا کوئی بے جا حرکت کی تو اس پر خیال نہ کیا اسے دُکھ نہ دیا) یہ اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دل ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ ہے (کہ تمھارے صدقہ وخیرات کی پرواہ نہیں رکھتا، احسان کس پر کرتے ہو) حلم والا ہے (کہ تمھیں بے شمار نعمتیں دے کر تمھاری سخت سخت نافرمانیوں سے درگزر فرماتا ہے تم ایک نوالہ محتاج کو دے کر وجہ بے وجہ اسے ایذا دیتے ہو) اے ایمان والو! اپنی خیرات اکارت نہ کرو احسان رکھنے اور دل ستانے سے اس کی طرح جو مال خرچ کرتا ہے لوگوں کے دکھاوے کو (کہ اس کا صدقہ سرے سے اکارت ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۱۵۹، ۱۶۰)

(۵) بلیات و آندھی اور طوفان وغیرہ کے وقت اذان دینے سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

جائز ہے اور جواز کے لئے حدیث صحیح :

ما من شئ انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ[2] فاذا رأیتم ذٰلک فافزعوا الی ذکر اللہ[3]

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۲ تا ۲۶۴

[2] جامع الترمذی کتاب ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل الذکر امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۳

[3] صحیح البخاری باب الذکر فی الکسوف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۵

ذکرِ الٰہی سے زیادہ کوئی شے اللہ تعالٰی کے عذاب سے چھڑانے والی نہیں۔ پھر جب تم عذاب دیکھو تو اس (گھبراہٹ کی) حالت میں اللہ تعالٰی کے ذکر کے ذریعے پناہ حاصل کرو۔ (ت)

اور آیہ کریمہ:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[۱]

سُن لو! اللہ تعالٰی کے ذکر ہی سے دلوں کو چین و اطمینان نصیب ہوتا ہے (ت)

وغیرہ کافی ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۱۷۴، ۱۷۵)

(۶) نماز کے بعد بآوازِ بلند کلمہ شریف پڑھنے کے بارے میں ایک استفتار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ذکرِ الٰہی افضل الاعمال بلکہ اصل جملۂ اعمال حسنہ صالحہ ہے یہاں تک کہ بعد ایمان اعظم ارکانِ اسلام نماز سے بھی وہی مقصود ہے،

قال اللہ تعالٰی "اقم الصلٰوۃ لذکری[۲]"۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ (ت)

اور کلمہ طیبہ کہ اصل الاصول ہے افضل الاذکار ہے،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ[۳]"۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے اچھا ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے (ت)

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ذکر کا مطلق حکم فرمایا اور تعمیم احوال فرمائی:

یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلٰی جنوبھم[۴]

(اللہ تعالٰے کے مقبول بندے) وہ ہیں جو اللہ تعالٰی کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے ہیں یعنی ہر حال میں خدا کا ذکر کرتے ہیں (ت)

بلکہ اس کی تکثیر کا حکم فرمایا۔

قال اللہ تعالٰی "واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[۵]"

---

[۱] القرآن الکریم ۱۳/ ۲۸ [۲] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۴

[۳] سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب الحامدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۷۸

[۴] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۱

[۵] " ۶۲/ ۱۰

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (ت)

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون"[1]

(رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا) اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہنے لگیں یہ تو دیوانہ ہے۔

جس چیز کی اتنی کی تکثیر شارع کو مطلوب ہو اس کی تقلیل نہ چاہے گا مگر وہ جسے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ضد ہے۔ رہا خوف ریا، وہ متعلق بہ قلب ہے۔ ریا سے اگر نماز ہو تو وہ بھی ناجائز ہے مگر عقل و دین والا ریا سے منع کرے گا نماز سے نہ روکے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۱۷۸، ۱۷۹)

(۷) جن عام راستوں کی پاکی اور ناپاکی تصدیق نہیں وہاں حمد و نعت پڑھنے کے بارے میں فرمایا:

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[2]

جب جمعہ کی نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت ذکرِ الٰہی کرو کہ تم فلاح پاؤ۔

جمعہ کے نمازیوں کو حکم ہے کہ جمعہ پڑھ کر باہر نکلو تو زمین میں اپنے اپنے کاموں کو پھیل جاؤ اور ذکرِ الٰہی بکثرت کرو، راستوں میں بھی ذکرِ الٰہی کا یہاں سے صریح حکم نکلا، اور جس جگہ کی پاکی ناپاکی کی تحقیق نہیں وہ پاک ہی ہے یہاں تک کہ اس پر نماز جائز ہے۔ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل[3]

میرے لئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنائی گئی تو میرے امتی کو جہاں کہیں نماز کا وقت آئے نماز پڑھے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۱۸۱)

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب اکثروا ذکر اللہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۹

[2] القرآن الکریم ۶۲/ ۱۰

[3] صحیح البخاری کتاب التیمم قول اللہ عزوجل فلم تجدوا ماءً الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸

(۸) دو حقیقی بہنوں سے نکاح کو جائز قرار دینے والے قاضی کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ نکاح بنصِ صریح قرآن مجید حرام قطعی حرام قطعی حرام قطعی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "ان تجمعوا بین الاختین"[۱]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: دو بہنوں کو (نکاح میں) جمع نہ کرو۔ (ت)

اس نکاح کو درست کہنا صریح کلمۂ کفر ہے، اس قاضی پر لازم ہے کہ نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھے اور اپنے اس قولِ نجس سے توبہ کرے، اور اگر عورت رکھتا ہے تو بعد تجدیدِ اسلام اس سے ازسرِ نو نکاح کرے، اس لفظ کے بعد جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب باطل ہوئیں، جس جس نے جو جو نماز پڑھی اُس کا پھیرنا اُس پر لازم ہے، اور اب جب تک تجدیدِ اسلام نہ کرے اُس کے پیچھے نماز باطل محض ہے کہ پڑھنا حرام، اور پڑھ لی ہو تو پھیرنا فرض، اور اس سے نکاح ہرگز نہ پڑھوایا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۱۹۲)

(۹) مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی خدمت ونسب نافع ہے۔ اس سلسلہ میں قصۂ موسیٰ وخضر علیہما السلام سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

جب مقبولانِ خدا سے اتنا سا علاقہ کہ کبھی ان کو پانی پلا دیا یا وضو کو پانی دے دیا، عمر میں اس کا کوئی کام کر دیا، آخرت میں ایسا نفع دے گا تو خود ان کا جُز ہونا کس درجہ نافع ہونا چاہئے بلکہ دُنیا و آخرت میں صالحین سے علاقہ نسب کا نافع ہونا قرآن عظیم سے ثابت ہے:

واما الجدار فکان لغلمین یتیمین فی المدینة وکان تحتہ کنز لھما وکان ابوھما صالحا فاراد ربك ان یبلغا اشدھما ویستخرجا کنزھما رحمة من ربك[۲]

وہ دیوار شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا، اور ان کا باپ نیک تھا تو میرے رب نے اپنی رحمت سے چاہا کہ اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں۔

خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ایک دیوار گرتے دیکھی اور ہاتھ لگا کر اسے قائم کر دیا اور وہاں والوں نے اُن کو اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مہمانی دینے سے انکار کر دیا تھا اور ان کو کھانے کی حاجت تھی، اس پر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ "آپ چاہتے تو اس پر اُجرت لیتے۔" خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[۲] ؍؍ ۱۸/ ۸۲

نے اس کا یہ جواب دیا کہ :

"یہ دیوار دو۲ یتیموں کی ہے جو ایک مرد صالح کی اولاد میں ہیں اور اس میں نیچے ان کا خزانہ ہے ، دیوار گر جاتی تو خزانہ ظاہر ہو جاتا ، لوگ لے جاتے ، لہذا آپ کے رب عزوجل نے اپنی رحمت سے چاہا کہ دیوار قائم اور خزانہ محفوظ رہے کہ وہ جوان ہو کر نکالیں ، ان کے صالح باپ کے صدقہ میں ان پر یہ رحمت ہوئی ۔"

علماء فرماتے ہیں : وہ ان بچوں کا آٹھواں یا دسواں باپ تھا ۔

حدیث ۱۱۱ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں :

حفظ الصلاح لابیھما وما ذکر عنھما صلاحا ۔

ان کے باپ کی صلاح کا لحاظ فرمایا گیا ، ان کی اپنی صلاح کا کوئی ذکر نہ فرمایا ۔

یعنی وہ اگرچہ خود بھی صالح ہوں اور کیوں نہ ہوں گے کہ ان کے لئے خزانہ لازوال محفوظ رکھا تھا سونے کی تختی پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ، اور کچھ نصائح و مواعظ ۔

کما رواہ ابنا ابی حاتم و مردویہ فی تفاسیرھما عن ابی ذر وھذا عن علی رضی اللہ تعالٰی عنھما کلاھما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، والشیرازی فی الالقاب والخرائطی فی قمع الحرص وابن عساکر فی التاریخ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما من قولہ ۔

جیسا کہ اسے روایت کیا ہے ابن حاتم و مردویہ نے اپنی تفاسیر میں ابی ذر سے اور یہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہما سے ، دونوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے ۔ اور شیرازی نے القاب میں اور خرائطی نے قمع الحرص میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ان کا قول روایت کیا ہے ۔

ل الدرالمنثور بحوالہ ابی ذر و علی رضی اللہ عنہما تحت الآیۃ ۱۸/۸۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۲۰

" " " الشیرازی فی الالقاب " " " " " " " "

" " الخرائطی فی قمع الحرص و ابن عساکر فی التاریخ عن ابن عباس " "

مگر یہ صلاح کا سبب تھا نہ کہ نتیجہ، نتیجہ ان کے باپ کی صلاح تھا،

رواہ الامام عبد اللہ بن المبارک[1] والامام احمد فی الزھد وسعید ابن منصور فی سننہ وابن المنذر وابن ابی حاتم فی تفاسیرھما والحاکم فی المستدرک۔

اس کو روایت کیا ہے عبد اللہ بن مبارک نے اور امام احمد نے زہد میں اور سعید ابن منصور نے اپنی سُنن میں اور ابن منذر وابن ابی حاتم نے اپنی اپنی تفسیروں میں اور حاکم نے مستدرک میں۔(ت)

حدیث ۱۱۱۲ تا ۱۱۱۴ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ یصلح بصلاح الرجل ولدہ وولد ولدہ ویحفظہ فی ذریتہ والدویرات حولہ فمایزالون فی سترمن اللہ وعافیۃ۔ رواہ ابن مردویۃ[2] عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما مرفوعا وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما من قولہ وھذا اللفظ والمرفوع بمعناہ ونحوہ لابن المبارک وابن ابی شیبۃ عن محمد بن المنکدر موقوفاً۔

بیشک اللہ تعالٰی آدمی کی صلاح سے اس کی اولاد اور اولادِ اولاد کی صلاح فرما دیتا ہے، اور اس کی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی رعایت فرما دیتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہمیشہ پردہ پوشی و امان میں رہتے ہیں۔ اس کو روایت کیا ہے ابن مردویہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ان کا قول روایت کیا یہ اس کے الفاظ ہیں اور مرفوع حدیث اسی کے معنٰی میں ہے اور اسی کی مثل ابن مبارک اور ابن ابی شیبہ نے محمد بن منکدر سے موقوفاً روایت کیا۔(ت)

اولاد کا ثواب اور اس کا اجر

حدیث ۱۱۱۵ کعب احبار نے فرمایا:

ان اللہ یخلف العبد المومن فی ولدہ ثمانین عاما۔ رواہ احمد[3] فی الزھد۔

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ ابن ابن مبارک وسعید بن منصور واحمد فی الزھد الخ تحت الآیۃ ۱۸/ ۸۲ داراحیاء التراث العربی ۵/ ۳۷۱

[2] تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۱۸/ ۸۲ مکتبہ نزار مصطفٰی البازمکۃ المکرمۃ ۷/ ۲۳۷۵

الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس وابن مردویہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہما ۵/ ۳۷۱

〃 بحوالہ ابن مبارک وابن ابی شیبہ عن محمد بن المنکدر موقوفاً 〃 〃

[3] 〃 بحوالہ احمد فی الزہد تحت الآیۃ ۱۸/ ۸۲ داراحیاء التراث العربی بیروت 〃 〃

اللہ تعالٰی بندۂ مومن کی اولاد میں اسّی برس تک اس کی رعایت کرتا ہے۔ اس کو احمد نے زہد میں روایت کیا ہے۔

حدیث ۱۱۶ سیدنا عیسٰی ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

طوبٰی لذریۃ المؤمن ثم طوبٰی لہم کیف یحفظون من بعدہ۔ مومن کی ذریت کے لئے خوبی وخوشی ہے، پھر خوبی وخوشی ہے کیسی، اس کے بعد ان کی حفاظت ہوتی ہے۔

اس پر خیثمہ نے وہی آیت تلاوت کی فکان ابوھما صالحا۔

اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد فی الزھد وابن ابی حاتم عن خیثمۃ۔[۱]

اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ اور احمد نے زہد میں اور ابن ابی حاتم نے خیثمہ سے۔

وقال عزّ وجل (اور اللہ عزوجل نے فرمایا:)

والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنٰھم من عملھم من شیئ[۲]

اور وہ جو ایمان لائے اور اُن کی اولاد ایمان میں اُن کی تابع ہُوئی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملادی اور اُن کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا۔

حدیث ۱۱۷ کہ فرماتے ہیں صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم:

انّ اللہ یرفع ذریۃ المؤمن الیہ فی درجتہ وان کانوا دونہ فی العمل لتقربھم عینیہ۔

بیشک اللہ تعالٰی مومن کی ذریت کو اس کے درجہ میں اس کے پاس اٹھالے گا اگرچہ وہ عمل میں اس سے کم ہو تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں (ت)

پھر یہی آیت کریمہ من شیئ تک تلاوت کی، اور اس کی تفسیر میں فرمایا:

وما نقصنا الاٰباء بما اعطینا البنین۔ رواہ البزار وابن مردویۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو عند سعید بن منصور وھناد وابناء جریر والمنذر وابی حاتم والحاکم والبیھقی فی سننہ[۳]

---

[۱] الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ واحمد فی الزہد وابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۱۸/ ۸۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۲۸
الزہد لامام احمد بن حنبل من مواعظ عیسٰی علیہ السلام دارالدیان للتراث قاہرہ ص ۷۲

[۲] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۱

[۳] الدرالمنثور بحوالہ البزار وابن مردویہ عن ابن عباس تحت الآیۃ ۵۲/ ۲۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۵۵۵
〃 〃 سعید بن منصور وابناء جریر والمنذر و ابی حاتم والحاکم والبیہقی 〃 〃 〃 〃 〃

فتاوٰی رضویہ جلد ۲۹

عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قولہ۔

ہم نے جو اولاد کو عطا کیا اس کے سبب والدین کو کچھ اجر کم نہ فرمایا۔ اسے روایت کیا بزار اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے اور اس کو سعید بن منصور، ھناد، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے موقوفاً روایت کیا ہے۔

حدیث ۱۱۸ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

اذا دخل الرجل الجنّۃ سأل عن ابویہ و ذریّتہ وولدہ فیقال انھم لم یبلغوا درجتك وعملك فیقول یارب قد عملت لی ولھم فیؤمر بالحاقھم بہ۔ رواہ عنہ الطبرانی[1] وابن مردویہ۔

جب آدمی جنّت میں جائے گا اپنے ماں باپ اور اولاد کو پوچھے گا۔ ارشاد ہو گا کہ وہ تیرے درجے اور عمل کو نہ پہنچے۔ عرض کرے گا اے رب میرے! میں نے اپنے اور ان کے سب کے نفع کے لئے اعمال کئے تھے۔ اس پر حکم ہو گا کہ وہ اس سے ملا دیئے جائیں۔ اسے طبرانی نے اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا۔

اس کی تصدیق میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کریمہ مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ھم ذریۃ المؤمن یموتون علی الاسلام فان کانت منازل اٰبائھم ارفع من منازلھم لحقوا بأبائھم ولم ینقصوا من اعمالھم التی عملوا شیئا۔ رواہ عنہ ابن ابی حاتم[2]۔

یہ ذریتِ مومن کا حال ہے جو اسلام پر مریں، اگر ان کے باپ دادا کے درجے ان منزلوں سے بلند تر ہوئے تو یہ اپنے باپ دادا سے ملا دیئے جائیں گے اور ان کے اعمال میں کوئی کمی نہ ہو گی۔ اسے روایت کیا ابن عباس سے ابن ابی حاتم نے۔

صحابہ اور اہل بیت کی اولاد کے درجات

جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل و اولاد کو دین و دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے تو

---

[1] الدر المنثور بحوالہ الطبرانی وابن مردویہ تحت الآیۃ ۵۲/۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۵۵۵

[2] " " ابن ابی حاتم " " " " " " " ۵۲

صدیق و فاروق و عثمان و علی و جعفر و عباس و انصارِ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم کی صلاح کا کیا کہنا ، جن کی اولاد میں شیخ، صدیقی و فاروقی و عثمانی و علوی و جعفری و عباسی و انصاری ہیں یہ کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین و دُنیا و آخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر حضرات عُلیہ سادات کرام اولادِ امجاد حضرت خاتونِ جنّت بتول زہرا کہ حضور پرنور سیّد الصالحین سیّد العالمین سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع و اعلٰے و بلند و بالا ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

انّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا[1]۔

اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دُور رکھے اے نبی کے گھروالو! اور تمھیں ستھرا کر دے خوب پاک فرما کر۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۳۹ تا ۲۴۴)

(۱۰) آیت کریمہ "ولسوف یعطیك ربّك فترضٰی" کی تفسیر سے متعلق نقل فرمایا:

حدیث ۱۲۴ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ کریمہ "ولسوف یعطیك ربك فترضٰی" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

من رضا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان لا ید خل احد من اھل بیتہ النار۔ رواہ ابن جریر[2] عنہ من طریق السدی۔

یعنی اللہ عزّوجل حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے وعدہ فرماتا ہے کہ بیشک عنقریب تمھارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی رضا یہ ہے کہ حضور کے اہل بیت سے کوئی شخص دوزخ میں نہ جائے۔ اسے روایت کیا ابن جریر نے سدی کے حوالہ سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۴۵)

(۱۱) فضل نسب سے متعلق آیات و احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا:

تنبیہ نبیہ اور نتیجہ — اقول ان نصوصِ جلیلۂ قرآن عظیم و احادیثِ نبی کریم علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصّلوٰۃ والتسلیم سے روشن ہوا کہ:

(۱) حدیثِ مسلم: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ من ابطأ بہ

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۳۳

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۹۳/۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۰/۲۸۱
الدرالمنثور بحوالہ ابن جریر عن السدی " " " " " ۸/۴۹۸

عملہ لم یسرع بہ نسبہ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جو عمل میں پیچھے ہو اس کا نسب نفع بخش نہ ہوگا۔ (ت)

میں نفیِ نفع مطلق ہے نہ کہ نفی مطلق، ورنہ معاذ اللہ کریمہ والحقنا بھم ذریتھم[2] (ہم نے ان کی ذریت کو ان سے ملا دیا) کے صریح معارض ہوگی۔

(۲) نہ کہ کریمہ:

فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساءلون[3]۔

توجب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے۔

کہ ایک وقت مخصوص کے لئے ہے۔

الا ترٰی قولہ تعالٰی (کیا آپ دیکھ نہیں رہے اللہ تعالٰی کے ارشاد کی طرف۔ ت):

ولا یتساءلون (اور نہ ایک، دوسرے کی بات پوچھے۔ ت)

مع قولہ عزوجل:

واقبل بعضھم علٰی بعض یتساءلون[4]۔

اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف منہ کیا پوچھتے ہوئے۔ (ت)

روی سعید بن منصور فی سننہ وابناء حمید والمنذر وابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال انھا مواقف فاما المؤقف الذی لا انساب بینھم ولا یتساءلون عند الصعقۃ الاولٰی لا انساب بینھم فیھا اذا صعقوا فاذا کانت النفخۃ الاخرۃ فاذا ھم قیام یتساءلون[5]۔

سعید ابن منصور نے اپنی سنن میں اور پسران حمید و منذر، اور ابی حاتم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: مواقف

---

[1] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل الاجتماع علٰی تلاوۃ القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۵

[2] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۱ [3] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۰۱

[4] " " ۵۲/ ۲۵

[5] الدر المنثور بحوالہ سعید بن منصور وابناء حمید و المنذر و ابی حاتم داراحیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۱۰۹

(منازل حضوری) چند ہیں، لیکن وہ موقف جس میں نہ رشتے کام آئیں نہ ان کے ذریعہ سفارش، وہ صعقۂ اولیٰ (پہلی کڑک) ہے اس میں رشتے کام نہ آئیں گے جب لوگ گھبرائے ہُوئے اُٹھیں گے، اور جب صعقۂ ثانیہ ہوگا تو سب کھڑے ہوکر رشتوں سے سوال کریں گے۔

(۳) جبکہ احادیث متواترہ سے فضل نسب، فرقِ احکام و نفعِ آخرت بلاشُبہہ ثابت تو امثال حدیث؛ الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لاحمر علی اسود[1] (نہ عربی کی فضیلت عجمی پر ہے اور نہ ہی سفید کی کالے پر) وحدیث: انظر فانك لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضله بتقوی[2] (بے شک تم سفید اور کالے سے بہتر نہیں ہو مگر تم کو صرف تقوٰی سے فضیلت حاصل ہے) میں مثل کریمہ: ان اکرمکم عند الله اتقاکم[3] (بے شک تم میں اللہ کے نزدیک مکرم وُہ ہے جو پرہیزگار ہے) سلب فضل کُلّی ہے نہ کہ سلب کلی فضل۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۴۷، ۲۴۸)

(۱۲) لیلۃ القدر کے موقع پر مساجد وغیرہ کو آراستہ کرنا اور چراغاں کرنا کیسا ہے۔ اس سلسلہ میں فرمایا:

تزیینِ مذکور شرعًا جائز ست قال تعالٰی قل من حرم زینة الله التی اخرج لعبادہ[4] ہمچناں روشنی بقدر حاجت و مصلحت نیز حاجت باختلاف ضیق وسعت مکان وقلت وکثرت مردمان و وحدت وتعدد منازل وغیر ذٰلک مختلف گردد در منزلے تنگ و مجمع قلیل دو سہ چراغ باہمیں یکے بسند ست و در دار وسیع و مجمع کثیر و منازل عدیدہ حاجت تا دہ و بست و بیشتر می رسد۔

مذکورہ زیب و زینت شرعًا جائز ہے۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: فرما دیجئے کہ اس زینت و زیبائش کو کس نے حرام ٹھہرا دیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائی ہے۔ اسی طرح ضرورت اور مصلحت کے مطابق روشنی کا انتظام کرنا بھی جائز ہے (مختلف حالات کے لحاظ سے ضرورت بدلتی رہتی ہے) مثلًا مکان کی تنگی اور کشادگی، لوگوں کی قلت و کثرت، منازل کی وحدت و تعدد وغیرہ ان صورتوں میں ضرورت اور حاجت میں تبدیلی آجاتی ہے۔ تنگ منزل اور تھوڑے مجمع میں دو تین چراغ بلکہ ایک بھی کافی ہوتا ہے۔ کشادہ اور بڑے گھر زیادہ لوگوں اور متعدد منزلوں کے لئے دس بیس بلکہ ان سے بھی زیادہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۵۸)

---

[1] الترغیب والترهیب الترهیب من احتقار المسلم الخ حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲
[2] " " " " " حدیث ۸ " ۳/ ۶۱۲
[3] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳
[4] القرآن الکریم ۷/ ۳۲

(۱۳) درختوں کو پیر صاحب کا کر کے جلانے اور استعمال میں لانے کو حرام سمجھنے کے بارے میں فرمایا:
درختوں کو رب خواہ عبد کسی کے نام کا ٹھہرا کر اُن کا جلانا اور صرف میں لانا حرام سمجھنا اپنی طرف سے شریعتِ جدیدہ نکالنا اور بحیرہ و سائبہ مشرکین کی پیروی کرنا ہے جس پر رَدّ و انکارِ شدید خود قرآن مجید میں موجود،

وقال تعالٰی "وقالوا ھٰذہٖ انعام وحرث حجر لا یطعمھا الّا من نشاء بزعمھم الٰی قولہ تعالٰی سیجزیھم بما کانوا یفترون[1]"

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: اور مشرک اپنے خیال میں کہنے لگے یہ چوپائے اور کھیتی جن کی بندش کردی گئی ہے ان کو وہی کھائے گا یا کھا سکے گا جسے ہم چاہیں گے، اللہ تعالٰی کے اس ارشاد تک، عنقریب اللہ تعالٰی انھیں سزا دے گا اس جھوٹ کی جو وہ بناتے رہتے ہیں (ت)

مسلمانوں پر ایسی بدعت شنیعہ باطلہ سے احتراز فرض ہے اللہ تعالٰی سے ڈریں اور جلد توبہ کریں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۶۱)

(۱۴) کھیت میں سے حضور پرنور سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے نام مبارک پر حصّہ دینے کے بارے میں فرمایا:

کھیت میں سے حضور پُرنور رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام پاک پر حصّہ دینا اگر یُوں ہے کہ حضور کو اس حصہ کا مالک سمجھا جاتا ہے یا اس دینے سے تصدّق لوجہ اللہ منظور نہیں بلکہ حضور کی طرف تقرب بالذّات مقصود، یا یہ سمجھتے ہیں کہ یُوں نہ کرینگے تو حضور معاذ اللہ ناراض ہوکر مضرت دیں گے یا کوئی بلا پہنچے گی، تو یہ سب اعتقادات باطلہ و فاسدہ و بدعاتِ سیّئہ ہیں، اور اگر یُوں نہیں بلکہ اللہ عزّوجل کے لئے تصدّق منظور، تو کھیتوں میں سے ایسا حصّہ دینا خود قرآنِ عظیم میں مطلوب۔

قال تعالٰی "واٰتوا حقّہ یوم حصادہٖ[2]"

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) (لوگو!) کھیتی سے (حقداروں کا) حق اس کی کٹائی والے دن ادا کیا کرو۔ (ت)

اور اس کے روکنے کی مذمّت قصۂ اصحاب الجنّۃ میں مذکور،

قال تعالٰی فتنادوا مصبحین ۝ لا ان اغدوا علٰی حرثکم ان کنتم

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۸ [2] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۱

صارمین ○ فانطلقوا وھم یتخافتون ○ ان لایدخلنھا الیوم علیکم مسکین○ الاٰیات۔[1]
اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ باغ والے صبح ہوتے ہی سویرے سویرے ایک دوسرے کو بُلانے لگے کہ سویرے اپنی کھیتی کی طرف چلو اگر تم اسے کاٹنے کا ارادہ رکھتے ہو پھر وُہ چلے گئے جبکہ وہ آپس میں آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے کہ آج تمھارے پاس کوئی محتاج نہیں آنا چاہئے (یعنی کسی محتاج کو اپنے قریب نہ آنے دیا جائے) (ت)

اور اس کا ثواب نذرِ روحِ اقدس کرنا اُس عملِ طیّب میں طیب و خوبی ہی بڑھائے گا جبکہ کسی عقیدۂ باطلہ کے ساتھ نہ ہو اس صورت میں اسے:

وجعلوا للہ ممّا ذرا من الحرث والانعام نصیبًا فقالوا ھذا للہ بزعمھم وھٰذا لشرکائنا[2] الاٰیۃ۔

جو کھیتی اور جانور اللہ تعالٰی نے پیدا کئے ان میں انھوں نے اللہ تعالٰی کا ایک حصّہ مقرر کیا ہے، پھر وہ اپنے خیال میں باطل کی بناء پر کہنے لگے یہ اللہ تعالٰی کا حصّہ ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا، الآیۃ۔(ت)

میں داخل سمجھنا محض جہالت و زبان زوری ہے کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۶۱، ۲۶۲)

(۱۵) نومولود کے لئے ولادت سے قبل نیا مکان بنوانا اور پرانے کو منحوس جاننا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

ایں رسم شنیع در آں زمان پاک اصلاً نہ بود بلکہ بعد آں نیز تا قرون متطاولہ بلکہ ہنوز ہم در عامہ ولایت اسلام ازاں نشانے نیست، ایں بر رسم مشرکین و ہنود ماند بلکہ ازاں ہم بالاتر رفتہ است ہندوان نیز ایں چنیں نہ کنند ایں کار اگر بخیال ضلال بدفال نبودی اسراف بودے واللہ تعالٰی یقول "ولا تسرفوا انّہ لایحب المسرفین"[3] اسراف نکنید کہ خدائے دوست ندارد اسراف کنندگان را بلکہ بوجہ غلو از فائدہ تبذیر بودے واللہ

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۲۱ تا ۲۴
[2] 〃 ۶/ ۱۳۶
[3] 〃 ۷/ ۳۱

تعالٰی یقول"ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین"[1] مال بے سود برباد دہندگان برادران شیاطین اند حالانکہ مبتنی براں وہم شیطانی ست۔

یہ قبیح رسم اس پاک زمانے میں بالکل نہ تھی بلکہ اس کے بعد بھی عرصہ دراز تک بلکہ اب تک عام اسلامی ممالک میں اس کا نام ونشان تک نہیں پایا جاتا، یہ ہندوانہ اور مشرکانہ رسوم کے مشابہ بلکہ ان سے بھی بدتر ہے کیونکہ ہندو بھی ایسا نہیں کرتے، اگر یہ عمل بدفالی اور گمراہی کے خیال سے نہ ہو تب بھی بوجہ اسراف معیوب ہے جبکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ"لوگو! بے جا خرچ کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ اللہ تعالٰی کو فضول خرچ کرنے والے لوگ پسند نہیں تم اسراف نہ کیا کرو، اللہ تعالٰی اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں بناتا"۔ یہ اقدام متعدد وجوہ کی بنا پر فائدے اور بھلائی سے خالی ہے اور تبذیر کے زمرے میں آتا ہے جبکہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے کہ"مال کو بے مقصد برباد کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں"۔ اس وہم کی بنیاد شیطانی ہے۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۶۵)

(۱۶) بعد ولادت نومولود کی ناری چھیدنے کو دائی جنائی کے ساتھ مختص قرار دینے والوں کے بارے میں فرمایا:

بچّہ کی ناری چھیدنا سنّت ہے اور اس کی خصوصیت کوئی نہیں کہ یہ کام دائی جنائی کرے یا باپ بھائی جو کرے، جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دائی جنائی کے ساتھ خاص ہے اوروں کو جائز نہیں وہ دل سے مسئلہ نکالتے ہیں اور شریعت پر افترا کرکے گنہگار ہوتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی"ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھٰذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون"[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تمھاری زبانیں جو کچھ جھوٹ بیان کرتی ہیں اس کے بارے میں یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو۔ بیشک جو لوگ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۶۹، ۲۷۰)

(۱۷) بہن کے گھر بھائی کا رہنا اور خوشدامن کے گھر داماد کا رہنا شرعاً کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۷
[2] ؍؍ ۱۶/ ۱۱۶

رسمِ مردود ہنود یہ ہے کہ بہن بیٹی کے گھر کا پانی پینا بُرا جانتے ہیں کھانا تو بڑی چیز ہے، یہ رسم ضرور ناپاک و مردود ہے۔ مولیٰ سبحٰنہٗ وتعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لیس علی الاعمٰی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ولا علٰی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت اٰبائکم او بیوت امّھاتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخواتکم او بیوت اعمامکم او بیوت عمّٰتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خٰلٰتکم او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم[1]۔

نہ اندھے پر تنگی نہ لنگڑے پر نہ بیمار پر نہ آپ تم پر کہ اپنی اولاد کے گھر کھانا کھاؤ یا اپنے باپ کے گھر یا ماں کے گھر یا بھائیوں کے گھر یا بہنوں کے گھر یا چچا کے گھر یا پھوپی کے گھر یا ماموں کے گھر یا خالہ کے گھر یا جس کی کنجیاں تمھارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں۔

اس اجازت میں جیسے ایک وقت کا کھانا داخل ہے یوں ہی بشرطِ رضا و عدم بار چند وقت کا خصوصاً جبکہ بہن یا ساس یا ان لوگوں کا مکان دوسرے شہر میں ہو اور یہ بعد مدت ملنے کو جائے جب تک یہ نہ جانے کہ ان پر بار و ناگوار نہ ہوگا جہاں تک ایسے تعلقات میں ایسے بُعد سے اتنے دنوں بعد مہمان داری معروف ہے بلاشُبہہ رہ سکتا ہے، ہاں اتنا رہنا کہ اکتا جائے اور ناگوار ہو، ناجائز، اور وہ کھانا بھی ناجائز، اگرچہ ماں باپ ہی کا گھر ہو، ہاں ماں باپ جبکہ محتاج ہوں مالدار اولاد کے یہاں جتنے دن چاہیں رہ سکتے ہیں اگرچہ اسے ناگوار ہو کہ اس کے مال میں اتنا ان کا حق ہے اس کی بے مرضی بھی لے سکتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۷۲، ۲۷۳)

(۱۸) شادی بیاہ کے موقع پر مروّج غلط رسومات سے متعلق رسالہ "ھادی الناس فی رسوم الاعراس" میں فرماتے ہیں:

آتشبازی جس طرح شادیوں اور شبِ برات میں رائج ہے بیشک حرام اور پورا جرم ہے کہ اس میں تضییعِ مال ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کو شیطان کے بھائی فرمایا۔

قال اللہ تعالٰی "لاتبذر تبذیرا ○ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین ط وکان الشیطان لربہ کفورا○[2]"

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۱

[2] 〃 ۱۷/ ۲۶ و ۲۷

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کسی طرح بے جا نہ خرچ کیا کرو کیونکہ بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بہت بڑا ناشکرا ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۲ ص ۲۷۹)

(۱۹) آتش بازی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تبذر تبذیرا ۝ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین ط وکان الشیطان لربہ کفورا ۝[1]

بے جا خرچ نہ کیا کرو کیونکہ بے جا اور فضول خرچ کرنے والے شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔(ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ حرّم علیکم عقوق الامھات ووأد البنات ومنعا وھات وکرہ لکم قیل وقال وکثرت السؤال واضاعۃ المال۔ رواہ الشیخان[2] عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی حرام کردی، اور بچیوں کو زندہ درگور کرنا اور بُخل کرنا اور گداگری کرنا اور اِدھر اُدھر کی فضول باتیں کرنا تم پر حرام کردیا ہے، اور فرمایا: زیادہ سوال کرنا اور مال کو ضائع کرنا بھی حرام کردیا گیا ہے۔ بخاری ومسلم نے اس کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۸۹)

(۲۰) ایک اور سوال کے جواب میں آتشبازی کے بارے میں فرمایا:

ممنوع وگناہ ہے،

لقولہ تعالیٰ "ولا تبذر تبذیرا ۝"[3] ولقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "کلّ لھو

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶ ، ۲۷

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۴

صحیح مسلم کتاب الاقضیۃ باب النھی من کثرۃ السوال الخ " " " ۲/ ۷۵، ۷۶

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۶

المسلم حرام الا ثلثا[1]"

کیونکہ اللہ تعالٰی کا قول ہے بے جا خرچ نہ کیا کرو۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مسلمان کا ہر لہو حرام ہے سوائے تین کے۔ (ت)

مگر جو صورت خاصہ لہو ولعب و تبذیر و اسراف سے خالی ہو، جیسے اعلانِ ہلال، یا جنگل میں یا وقتِ حاجت شہر میں بھی دفعِ جانورانِ موذی یا کھیت یا میوے کے درختوں سے جانوروں کے بھگانے اڑانے کو ناڑیاں، پٹاخے، تومڑیاں چھوڑنا۔

۔ فان الامور بمقاصدھا وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی[2]"

اس لئے کہ امور اپنے مقاصد پر مبنی ہوا کرتے ہیں اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کی بنیاد ارادوں اور نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۹۰، ۲۹۱)

(۲ | ۱) لہو ولعب میں مستغرق اور محرمات کے مرتکب شخص کے بارے میں بزبانِ فارسی سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اللّٰھم اغفر لنا، در فاسق و فاجر و مرتکبِ کبائر بودنِ ایں کس چہ جائے سخن ومجال دم زدن، قال اللہ تعالٰی فرمان ایزدی ست، قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذٰلک ازکٰی لھم ط ان اللہ خبیر بما یصنعون[3] اے نبی! مسلماناں را فرمائے تا چشمانِ خود بپوشند، وشرمگاہِ خود رانگاہ دارند۔ ایں پاکیزہ تراست مرایشاں را۔ ہر آئینہ خدائے آگاہ است بہر کارے کہ می کنند، وقال تعالٰی "ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا ط اولٰئک لھم عذاب مھین[4]" از مردمان کسے است کہ مے خرد سخن لاغ و بازی تابراندازد از راہِ خدائے نادانستہ وسخرہ گیرد

---

[1] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۸
جامع الترمذی ابواب فضائل الجہاد ۱/ ۱۹۷ و سنن ابن ماجہ ابواب الجہاد ص ۲۰۷
[2] صحیح البخاری باب کیف کان بدؤ الوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲
[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۰ [4] القرآن الکریم ۳۱/ ۶

آں را۔ مرایں کساں کیفرے است خوار کنندہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس و امام حسن بصری و سعید بن جبیر و عکرمہ و مجاہد و مکحول وغیرہم ائمہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین دریں آیۂ کریمہ سخن لاغ و بازی را بہ غنا و سرود تفسیر فرمودہ اند۔

ابوالصہباء گوید ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما را ازیں آیت پرسیدم، گفت ھوالغناء واللہ الذی لا الٰہ الا ھو[1] او سرود است سوگند بخدائے کہ ہیچ خدائے نیست جز او۔ ویردد ھا ثلث مرات[2] سہ بار ہمیں سخن و سوگند را تکرار فرمود بلکہ خود در حدیث آمدہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمود لا یحل تعلیم المغنیات ولا بیعھن واثمانھن حرام، وفی مثل ھذا أنزلت ھذہ الاٰیۃ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ[3] الحدیث،

(ترجمہ) روا نیست زنانِ سرایندہ را آموختن و نہ آنہا را خریدن و فروختن، و بہائے آنہا حرام است و درہمچنیں کار ایں آیت فرود آمدہ است کہ برخے از مردم سخن لاغ مے خرند تا مردماں را از راہِ خدائے دور برند، رواہ الامام البغوی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

وقال اللہ تعالٰی: قال اذھب فمن تبعک منھم فان جھنم جزاؤکم جزاءً موفورا ○ واستفزز من استطعت منھم بصوتک واجلب علیھم بخیلک ورجلک وشارکھم فی الاموال والاولاد وعدھم وما یعدھم الشیطان الا غرورا ○ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان[4] ○ حق جل وعلا مر ابلیس لعین را فرمود دور شو، پس ہر کہ از فرزندانِ عالم ترا پیروی کند، پس ہر آئینہ دوزخ پاداشِ ہمہ شما است پاداشِ کامل، و سبک سار کن بلغزاں ہر کہ بر و دست یابی از ایشاں بآوازِ خود، الآیۃ۔

امام مجاہد کہ از اجلۂ تلامذہ سلطان المفسرین عبداللہ بن عباس است رضی اللہ تعالٰی عنہم دریں آیۂ کریمہ آوازِ شیطان را بغنا و مزامیر تفسیر کردہ است۔

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۱/ ۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۴۲۲
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[3] معالم التنزیل 〃 〃 〃 〃 〃 ۳/ ۴۲۱
[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۳ تا ۶۵

وقال تعالیٰ : وليضربن بخمرهن علٰى جيوبهن ولا يبدين زينتهن الّا لبعولتهن او اٰبائهن[1] الاٰية يعنی اے نبی! زنانِ مومنات را فرمائے کہ بزنند سراندازہائے خود را برگریبان ہائے خود (تا سر و مُو و سینہ و گلو ہمہ نہاں ماند) و نہ نمایند آرائشِ خود را مگر لشوہران یا محارم۔

وقال اللہ تعالیٰ فی اٰخر الکریمۃ "ولا يضربن بارجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن ط وتوبوا الى الله جميعا ايها المؤمنون لعلكم تفلحون[2]" (ترجمہ) و زنان نزنند پاہائے خویش را تا دانستہ شود آنچہ نہاں مے دارند از آرائشِ خود و ہمہ بازگردید بسوئے خدائے تعالیٰ اے مسلمانان تا بکام رسید (نجات یابید)۔

وقال تعالیٰ ، ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن[3] (ترجمہ) و نزدیک مشوید کارہائے بے حیائی را ہرچہ از آنہا آشکارا است و ہرچہ نہاں است۔ ایں ہمہ آیات وغیر اینہا در تحریم ہمہ اجزائے ایں کارِ شنیع نصِ ملیح است ، و در احادیث خود کثرتے است کہ احصا نتواں کرد۔

بالجملہ زنِ اجنبیہ را ایں چنیں بے حجابانہ بمجلسِ مردان راہ دادن (یکے) ، و ہرچہ تمام تر ہر ہفت و آراستہ بودنش (دو) ، مردماں را بسوئے او بنظر تلذذ دیدن (سہ) ، و باعضائے عورتِ او از سر و مو و مساعد و بازو و سینہ و گلو نگریستن (چہار) ، و سرود و زمزمہ اش (پنج) ، و لفظِ مزامیر بر آں آتش تیز و تند (شش) ، و پائے کوبی آں زن خاصہ با آوازِ خلخال و زنگلۂ زیور (ہفت) ، و دیگر حرکات فتنہ انگیز و شہوت خیز (ہشت) ، ایں ہمہ ہا در شرعِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم حرام و حرام و حرام است ، "ظلمت بعضها فوق بعض[4]"

الحاصل حرمت ایں فاحشۂ شنیعہ از ضروریاتِ دینِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تا آنکہ ہرکہ او را حلال داند بالقطع والیقین کافر شود ، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

یا اللہ! بخش دیجئے ، اس شخص کے فاسق و فاجر ہونے میں بوجہ کبائر کے مرتکب ہونے کے کیا شک باقی رہ جاتا ہے ، چنانچہ اللہ تعالٰے کا ارشاد : "اے محبوب نبی! مسلمانوں سے فرما دیجئے

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۱

[2] " "

[3] " " ۶/ ۱۵۱

[4] " " ۲۴/ ۴۰

اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنے ستر کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ بہتر اور پاکیزہ طریقہ ہے یقیناً اللہ تعالیٰ پوری طرح باخبر ہے اُن کاموں سے جو وہ کیا کرتے تھے"۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "لوگوں میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو باقاعدہ کھیل کُود کی باتیں خریدتا ہے تاکہ لوگوں کو بربنائے جہالت راہِ خدا سے بہکا دے اور اس کو یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے کو ہنسی مذاق بنا دے، ان لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والی سزا ہے"۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، خواجہ حسن بصری، سعید بن جبیر، عکرمہ، مجاہد، مکحول اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ، صحابہ کرام اور تابعین عظام (اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو) اس آیت کریمہ میں بیہودگی اور کھیل کی بات سے گانا بجانا مراد لیتے ہیں اور اس کی یہی تفسیر فرماتے ہیں۔

ابو الصہباء فرماتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیت مذکورہ کے متعلق پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ اس سے گانا مراد ہے اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔ چنانچہ اس بات اور قسم کا تین مرتبہ تکرار فرمایا، بلکہ خود حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "گویا عورتوں کو تعلیم دینا جائز نہیں اور نہ ہی ان کی خرید و فروخت جائز ہے بلکہ ان کی قیمت وصول کرنا بھی حرام ہے، اسی سلسلہ میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ لوگوں میں کوئی وہ شخص ہے جو یاوہ گوئی والی باتیں خریدتا ہے تاکہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے دُور کر دے"۔ امام بغوی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ابلیس لعین کو مخاطب کرتے ہوئے حکم فرمایا کہ یہاں سے چلا جا پھر اولادِ آدم میں جو کوئی تیرے پیچھے جائے گا یقیناً دوزخ ان سب کے لئے پوری اور کامل سزا ہے پھر ان میں سے جس پر تُو قابو پائے اپنی آواز سے اُسے ہلکا پھلکا کرتے ہوئے پھسلا دے اور ان پر لام باندھ لا اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا، اور ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں، اور انھیں وعدہ دے اور شیطان انھیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے، بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

امام مجاہد جو مفسرین کے بادشاہ حضرت عبداللہ ابن عباس کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں (اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو) وہ اس آیت کریمہ میں مذکور شیطان کی آواز سے گانا بجانا اور اس کے آلات وغیرہ مراد لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے نبی مکرم! مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنے دوپٹے

اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھا کریں تاکہ سر، بال، سینہ اور گلا سب باپردہ ہوجائیں اور اپنی زیبائش کو نمایاں نہ کیا کریں بجز ان کے جو اُن کے شوہر یا دیگر محارم ہیں۔

اور اللہ تعالٰی نے آیت کریمہ کے آخر میں ارشاد فرمایا: عورتیں اپنے پاؤں زور سے زمین پر نہ ماریں جس سے ان کی مخفی زینت ظاہر ہونے لگے، اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف لوٹ جاؤ تاکہ مراد پالو۔

نیز ارشادِ خداوندی ہے: لوگو! بے حیائی کے کاموں کے قریب بھی مت جاؤ خواہ وہ ظاہر ہوں یا مخفی۔ یہ تمام آیات اور ان کے علاوہ دوسری آیتیں اس بُرے کام کے تمام اجزاء کے حرام قرار دینے کے لئے قوی اور مضبوط نصوص ہیں۔ رہا احادیث کا معاملہ، تو وہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کو احاطۂ شمار میں نہیں لایا جاسکتا۔

(خلاصۂ کلام) اس بُرے عمل میں بہت سی خرابیاں ہیں: (۱) غیر محرم عورت کا اس طرح بے پردہ مردوں کی محفل میں جانا ہیجان خیز اور فتنے کا باعث ہے (۲) اس کا آراستہ و پیراستہ ہونا اور بن ٹھن کر نکلنا (۳) مردوں کا اسے شہوت کی نگاہ سے حصولِ لذت کے لئے دیکھنا (۴) اس کے اعضاء مثلاً سر، بال، بازو، سینہ اور گلا ان سب کی طرف دیکھنا (۵) اس کا ترنّم سے گیت گانا (۶) گانے بجانے کے آلات استعمال کرنا، یہ ان پر مزید تُند و تیز آگ ہے (۷) اس خاص عورت کا زور سے پاؤں زمین پر مارنا کہ جس سے اس کے زیورات کی جھنکار محسوس ہونے لگے (۸) ان سب کے علاوہ، دوسری فتنہ برپا کرنے والی حرکات اور شہوت خیز انداز، یہ سب کام حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شریعت میں حرام، حرام اور حرام ہیں، اور یہ ایک دوسرے پر مزید اندھیرے ہیں (ت)

خلاصہ یہ ہے کہ اس بُرے اور بے حیائی کے کام کی حرمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین میں واضح ہے، یہاں تک کہ جو کوئی اس کو حلال جانے وہ قطعی اور یقینی طور پر کافر ہوجائے گا۔ اللہ تعالٰی کی پناہ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۹۲ تا ۲۹۶)

(۲۲) اعلانِ نکاح کے لئے دف بجانے اور ہوائی فائرنگ کرنے سے متعلق عربی زبان میں ایک استفتاء کا مولانا ریاست علی خان اور مولانا شاہ سلامت اللہ علیہما الرحمہ نے عربی زبان میں جواب تحریر فرمایا۔ اعلیحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس پر محققانہ تبصرہ فرمایا۔ بعد ازاں اسی مسئلہ کے بارے میں وہابی مفتی کے فتوٰی کا ردِّ بلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

امّا زعم بعض جھلۃ الوھابیۃ ولعمری ما فی الوھابیۃ الا الجھلۃ

انه اسراف والاسراف حرام، فجہل منہم بمعنی الاسراف واعظم منہ ان اجہلہم تلا فی تحریمہ اٰیۃ "ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین[1]"، ولم یدر المسکین ما فی الانفاق فی غرض محمود وفی مذموم او فی عبث من بون مبین ولوکان کل انفاق شیئ فی غرض مباح بل ومحمود اسرافا مذموما اذا امکن حصولہ باقل منہ لکان کل توسع فی مأکل او مشرب او منکح او مرکب او ملبس او مسکن حراما وھو خلاف الاجماع والنصوص الصریحۃ بغیر نزاع وھذا ربنا عزوجل قائلا "قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق[2]" ھذا نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم قائلا "ان اللہ تعالٰی یحب ان یرٰی اثر نعمتہ علٰی عبدہ رواہ الترمذی[3]" وحسنہ والحاکم وصححہ عن عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما مع قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الحدیث الصحیح بحسب ابن اٰدم لقیمات یقمن صلبہ[4] الحدیث، وجعل لمن ابی التثلیث وقد اجمعوا علٰی جوازہ حتی الشبع وانت ترٰی ھؤلاء الناھین المجترئین علی اللہ تعالٰی بما تصف السنتہم الکذب، ان ھذا حرام وھذا ممنوع یأکلون الالوان ویلبسون الرقاق ویفعلون ویفعلون ولو اجترأوا بعشر ما انفقوا لکفٰی، وضرب الدف ایضا لایخلوعن نفقۃ اِمّا ثمن واِمّا اُجرۃ ولعلّہ قد یفوق ثمن البارود وانما السرف الصرف الٰی غرض لایحمد وتعدّی القصد وتجاوز الحد فانظر ان ھذا من ذالک

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۷

[2] " " ۷/ ۳۲

[3] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء ان اللہ یحب ان یرٰی اثرہ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۰۵
المستدرک للحاکم کتاب الاطعمہ " " " " " " " دارالفکر بیروت ۴/ ۱۳۵

[4] جامع الترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی کراھیۃ کثرۃ الاکل امین کمپنی دہلی ۲/ ۶۰
سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب الاقتصاد فی الاکل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۸
الترغیب والترہیب الترہیب من الامعان فی الشبع مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۳۶

واللہ یتولی ھداك نعم من اراد التفاخر فذلك الحرام جملة واحدة ان اللہ لایحب من کان مختالًا فخورًا ولا اختصاص لھذا بالدف والبندقة بل لو تلا القراٰن ونوی التفاخر لکان حرامًا محظورًا والتالی اثمًا موزورًا کما لایخفی فھذا ما عندنا فی الباب وربنا سبحٰنہ اعلم بالصواب و صلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰینا والاٰل والاصحاب اٰمین!

رہا بعض جاہل وہابیوں کا یہ خیال کہ یہ اسراف ہے، مجھے اپنی بقا کی قسم وہابیوں میں سوائے جہالت کے کچھ نہیں۔ لہٰذا اقول وہابیہ کہ یہ اسراف ہے اور اسراف حرام ہے، تو ان کا یہ قول معنی اسراف سے جہالت ہے اور اس سے بھی عظیم جہالت ان کے بڑے جاہل سے صادر ہوئی اس نے اس کام کی حُرمت میں قرآن مجید کی آیۂ مبارکہ پڑھ لی "بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں"۔ اور وہ بیچارہ یہ نہ سمجھا کہ اچھی اور بُری غرض اور بے فائدہ کام میں خرچ کرنے میں کتنا واضح اور کُھلا فرق ہے، اگر ہر خرچ کرنا مباح کام میں بلکہ اچھی غرض میں اسراف اور مذموم ہوتا تو جب اس کا اس سے معمولی درجہ میں بھی حصول ممکن ہوتا پھر کھانے پینے نکاح کرنے، سواری، لباس اور جائے سکونت اور ان سب میں وسعت اختیار کرنا حرام ہوتا حالانکہ یہ اتفاقِ امت کے بالکل خلاف ہے اور صریح نصوص اس میں بغیر کسی نزاع کے وارد ہیں۔ غور کیجئے کہ ہمارا پروردگار عزت وعظمت کا مالک اپنے محبوب کریم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمارہا ہے: فرمادیجئے کس نے حرام کردی اللہ تعالٰی کی وہ زیب وزینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے ظاہر فرمائی اور وہ پاکیزہ کھانے کی چیزیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہہ اللہ تعالٰی اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اپنے کسی بندے پر آثارِ نعمت دیکھے۔ چنانچہ امام ترمذی نے اس کو روایت کرکے اس کی تحسین فرمائی، اور حاکم نے اس کو عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا اور اس کو صحیح قرار دیا۔ اس کے باوجود کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا حدیث صحیح میں یہ ارشاد موجود ہے: ابنِ آدم کے لئے غذا کے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں (الحدیث)۔ یہ اس کے لئے مقرر فرمایا جس نے تین لقموں کا انکار کیا حالانکہ اس کے جواز پر ائمۂ کرام نے اتفاق کیا، تم دیکھتے ہو کہ ان روکنے والوں، اللہ تعالٰی پر جرأت کرنے والوں کو ایسی چیز سے جو ان کی زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ یہ حرام ہے اور یہ منع ہے کہ لوگ رنگارنگ کھانے کھاتے ہیں باریک اور پتلا لباس پہنتے ہیں اور یہ اور وہ کرتے ہیں، کاش وہ لوگ اس دسویں حصے پر اکتفا کرتے جو انھوں نے خرچ کیا تو کافی تھا، اور یہ بھی خیال رہے کہ دف بجانا بھی خرچ سے خالی نہیں یا تو دف خریدنے پر خرچ آئے گا یا بجانے کی اُجرت دینی پڑے گی اور شاید یہ بارود کی قیمت سے زیادہ ہو، اور خالص اسراف یہ ہے کہ

ایسی غرض کے لئے خرچ کیا جائے جس میں کوئی حُسن وخُوبی اور فائدہ نہ ہو، اور یہ میانہ روی سے متجاوز ہو۔
لہذا غور کیجئے کہ یہ کہاں اور وہ کہاں (بلکہ دونوں میں واضح فرق ہے) اور اللہ تعالٰی تیری ہدایت کا مالک ہے،
ہاں اگر کسی نے آپس کے خرچ کرنے سے فخر کرنے کا ارادہ کیا تو یہ بالکل حرام ہے کیونکہ اللہ تعالٰی اِترانے
والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا، لہذا حرمت کا دف اور بندوق سے کوئی اختصاص نہیں بلکہ اگر آپس
میں تفاخر سے تلاوتِ کلامِ پاک کی جائے تو یہ بھی حرام اور ممنوع ہے۔ پس اس صورت میں تلاوت کرنے والا
گنہ گار اور گناہ بر داشتہ ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں، لہذا اس باب میں ہماری یہی تحقیق ہے، اور ہمارا
پاک پروردگار راہِ صواب کو اچھی طرح جانتا ہے، ہمارے آقا و سردار اور ان کی آل اولاد وصحابہ پر اللہ تعالٰی
کی خصوصی بارانِ رحمت ہو، آمین! (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۱۶ تا ۳۱۹)

(۲۳) حدِ قذف کے بارے میں ایک طویل استفتار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں زید ضرور مرتکب قذف کا ہُوا اس نے سخت گناہ کبیرہ کیا اسلامی سلطنت میں وہ
اسّی کوڑوں کا سزاوار تھا۔

قال اللہ تعالٰی "فاجلدوھم ثمانین جلدۃ و لا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولٰئك
ھم الفاسقون[1]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تہمت لگانے والوں کو اسّی کوڑے لگاؤ پھر کبھی بھی ان کی گواہی نہ مانو
اور وہی نافرمان ہیں۔ (ت)

مگر یہاں نہ اسلامی سلطنت ہے نہ حدود جاری ہو سکتے ہیں نہ غیر سلطان کو حد کا اختیار ہے اور تعزیر
بالمال منسوخ ہے کما حققہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ امام طحاوی
رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور منسوخ پر عمل جائز نہیں صرف چارۂ کار یہ ہے
کہ اُسے برادری سے خارج کریں مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں جب تک توبہ نہ کرے، اگر توبہ
کرے تو اللہ عزّوجل قبول فرمانے والا ہے۔ خود کریمۂ مذکورہ میں الا الذین تابوا[2] کا استثناء ہے،
مگر اس کی توبہ صرف یہی نہ ہوگی کہ اللہ عزّوجل کے حضور تائب ہو بلکہ لازم ہوگا کہ عمرو سے اپنے قصور
کی معافی مانگے کہ وہ نہ صرف حق اللہ بلکہ حق العبد میں بھی گرفتار ہے اور تنہائی میں توبہ بھی کافی نہ ہوگی،

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/۴
[2] " ۲۴/۵

اس نے مجمع میں گناہ کیا ہے مجمع ہی میں توبہ کرے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ۔[1]

جب تو کوئی گناہ کرے تو چھپے گناہ کی خفیہ اور برملا گناہ کی اعلانیہ توبہ کر۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۲۴)

(۲۴) بلا ثبوت کسی کو بدکار سمجھ کر اس کے پیچھے نماز چھوڑ دینے کے بارے میں فرمایا:

مسلمان پر بدگمانی حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی: "یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔[2]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ کچھ گمان گناہ ہیں (ت)

خاص معائنہ کے چار گواہ مرد ثقہ متقی پرہیزگار درکار ہیں بغیر اس کے جو اسے متہم بزنا کرے گا شرعًا اسّی کوڑوں کا مستحق ہوگا۔ زید کی امامت میں کوئی حرج نہیں، اور توبہ واستغفار مسلمان کو ہر حال میں چاہیے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۲۶)

(۲۵) زناکاری اور ناچ گانے کو پیشہ بنانے والوں کے بارے میں فرمایا:

ان سے میل جول نہ چاہیے،

قال تعالٰی "واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین۔[3]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان کسی بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آجانے کے بعد کبھی ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

بلکہ اور بہت فاسقوں سے اس بارے میں ان کا حکم اشد ہے کہ ان سے ملنے میں آدمی متہم ہوتا ہے اور موضع تہمت سے بچنے کا حکم مؤکد ہے۔ حدیث میں ہے:

من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقع التھم۔[4]

---

[1] کنز العمال حدیث ۱۰۱۸۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۲۰۹

[2] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[3] ؍؍ ۶/ ۶۸

[4] مراقی الفلاح علٰی ہامش حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضہ نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۴۹

جو کوئی اللہ تعالیٰ اور دن قیامت پر یقین رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ مقاماتِ تہمت میں نہ ٹھہرے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۲۷)

(۲۶) ایک مجلس میں چند افراد کا مجتمع ہو کر اکٹھے قرآن مجید پڑھنا کیسا ہے؟ اس سلسلہ میں فرمایا:

قرآن مجید پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر غور سے سُننا اور خاموش رہنا فرض ہے،

قال اللہ تعالیٰ "واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہٗ وانصتوا لعلکم ترحمون[1]"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اُسے کان لگا کر (بغور) سُنو اور خاموشی اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

علماء کو اختلاف ہے کہ یہ استماع و خاموشی فرض عین ہے کہ جلسہ میں جس قدر حاضر ہوں سب پر لازم ہے اُن میں جو کوئی اس کے خلاف کچھ بات کرے مرتکبِ حرام و گناہگار ہو گا یا فرض کفایہ ہے کہ اگر ایک شخص بغور متوجہ ہو کر خاموش بیٹھا سُن رہا ہے تو باقی پر سے فرضیت ساقط، ثانی اوسع اور اوّل احوط ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۵۲)

(۲۷) سوال آیا کہ مسجد میں وعظ کس کی اجازت سے ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

وعظ میں اور ہر بات میں سب سے مقدم اجازتِ اللہ و رسول ہے جل اللہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جو کافی علم نہ رکھتا ہو اُسے واعظ کہنا حرام ہے اور اس کا وعظ سُننا جائز نہیں، اور اگر کوئی معاذ اللہ بدمذہب ہے تو وہ نائبِ شیطان ہے اس کی بات سُننی سخت حرام ہے، اور اگر کسی کے بیان سے فتنہ اٹھتا ہو تو اُسے بھی روکنے کا امام اور اہل مسجد سب کو حق ہے، اور اگر پورا عالم سُنّی صحیح العقیدہ وعظ فرمائے تو اُسے روکنے کا کسی کو حق نہیں بقولہ تعالیٰ:

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہٗ[2]۔

اور اس سے بڑا ظالم کون ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے گھروں میں اس کا نام لینے سے روکے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۷۸)

(۲۸) مکتب و مدرسہ میں بروز جمعہ چھٹی پر قرآن سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا:

جمعہ کی چھٹی ہمیشہ معمولِ علمائے اسلام ہے اور اسی قدر اس کی سند کے لئے کافی، ایسی

---

[1] القرآن الکریم ۷/۲۰۴

[2] " " ۲/۱۱۴

جگہ بالخصوص آیت یا حدیث ہونا ضرور نہیں، اور آیت وحدیث سے یُوں بھی نکال سکتے ہیں کہ حدیث صحیح میں جمعہ کی پہلی ساعت سے جمعہ کی طرف جانے کی ترغیب فرمائی تو صبح سے فراغ جمعہ تک تو وقت اہتمام و انتظارِ جُمعہ میں گزرا، پڑھنے کا کیا وقت ہے، اگر کہئے مسجد میں جاکر پڑھے تو قبلِ جمعہ حلقہ سے ممانعت فرمائی، بعد نماز فرمایا گیا:

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ[1]

جب نماز ہوچکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

یہاں بھی تجارت وکسبِ حلال کا ذکر فرمایا نہ کہ تعلیم علم کا، تو معلوم ہوا کہ وُہ دن چُھٹّی کا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۷۹)

(۲۹) کسی شخص نے کہا ہماری چارپائی دُور بچھاؤ تاکہ وعظ کی آواز ہمارے کان میں نہ آئے، اس کے بارے میں فرمایا:

اگر یہ امرواقعی ہے کہ وہ واعظ سُنّی العقیدہ پورا عالم صحیح البیان تھا اور اس شخص نے بلاوجہ شرعی محض تکبّر وعناد کے سبب وہ الفاظ کہے تو ضرور گنہگار اور سخت مواخذہ کا سزاوار ہوگا۔

فمالھم عن التذکرۃ معرضین کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ[2]

انھیں کیا ہوا کہ وعظ سے منہ پھیرتے ہیں گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگے ہوں۔

اور اگر وہ واعظ بدمذہب تھا یا جاہل تھا یا غلط سلط بیان کرتا یا عالم کہ کسی طمع وغیرہ کے سبب اُلٹی کہتا اس وجہ سے احتراز کیا تو بجا کیا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۸۶، ۳۸۷)

(۳۰) گم شُدہ چیز کا پتا چلانے کے لئے یٰسٓ شریف سے نام نکالنا یا کوئی طریقہ اپنانا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

یہ طریقے نامحمود ومضر ہیں اور ان سے جس کا نام نکلے اسے چور سمجھ لینا حرام۔

قال اللّٰہ تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۱۰

[2] " " ۷۴/ ۴۹ تا ۵۱

[3] " " ۴۹/ ۱۲

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[1]

گمان سے بچو کیونکہ گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۳۹۶)

(۳۱) آیت کریمہ "من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منہا ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منہا وکان اللہ علیٰ کل شئ مقیتا" کا مطلب اور شفاعت حسنہ وسیئہ سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق فرمایا :

نیک بات میں کسی کی سفارش کرنا مثلاً سفارش کرکے مظلوم کو اُس کا حق دلا دینا یا کسی مسلمان کو ایذا سے بچا لینا یا کسی محتاج کی مدد کرا دینا شفاعت حسنہ ہے ایسی شفاعت کرنے والا اجر پائیگا اگرچہ اس کی شفاعت کارگر نہ ہو۔ اور بُری بات کے لئے سفارش کرنا مثلاً سفارش کرکے کوئی گناہ کرا دینا شفاعت سیئہ ہے، اس کے فاعل پر اس کا وبال ہے اگرچہ نہ مانی جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۴۰۷)

(۳۲) فونوگراف میں قرآن مجید بھرنے، سُننے اور اس سے مزامیر کی آوازیں سُننے کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے رسالہ "الکشف شافیا حکم فونوجرافیا" میں فرمایا :

مقدمۂ ثانیہ علمائے کرام نے وجود شئے کے چار مرتبے لئے ہیں :

(۱) وجود فی الاعیان جس طرح زید کہ خارج میں موجود ہے۔

(۲) وجود فی الاذہان کہ صورتِ زید جو اس کے لئے مرآت ملاحظہ ہے ذہن میں حاضر ہے۔

(۳) وجود فی العبارۃ کہ زبان سے نامِ زید لیا گیا،

فان الاسم عبارۃ عن المسمی وفی مسند احمد وسنن ابن ماجۃ وصحاح الحاکم وابن حبان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ عزوجل "انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ[2]"

---

[1] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظن والتجسس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۶

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۴۰
صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ لاتحرک بہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۲۲
الترغیب والترھیب کتاب الذکر والدعاء مصطفی البابی مصر ۲/۳۹۳ و ۳۹۴

کیونکہ نام اپنے مسمّٰی سے عبارت ہے (اور اُسی کو ظاہر کرتا ہے) چنانچہ مسند امام احمد، سنن ابن ماجہ، صحیح حاکم اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حوالے سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے پروردگار عزّ وجل سے ذکر فرمایا (کہ وہ ارشاد فرماتا ہے کہ) میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔ (ت)

(۴) وجود فی الکتابۃ کہ نام زید لکھا گیا،

قال اللہ تعالٰی "یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰىۃ والانجیل"[1]

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) اس نبی کو اہل کتاب اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ظاہر ہے کہ عامہ اعیان میں یہ دو نحو اخیر بلکہ نحو ثانی بھی شَے کے خود اپنے وجود نہیں کہ حصول اشیاء باشباحہا ہے نہ کہ بانفسہا۔

اقول وھذا ھو عندی حقیقۃ انکار ائمتنا المتکلمین الوجود الذھنی ای ان الشیئ لیس فی الذھن بل شبیھہ وحملہ الامام الرازی علی انکار کونہ علما ثم ذھب بہ المتاخرون الٰی ما ذھبوا والا فانکار قیام معان بالاذھان مما لا یعقل عن عاقل فضلا عن اولٰئك اساطین العلم والعرفان۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہی میرے نزدیک حقیقت ہے۔ اور ہمارے ائمہ اہل کلام کا وجود ذہنی کا انکار کرنا بایں معنٰی ہے کہ خود شَے ذہن میں نہیں ہوتی بلکہ اس کی شبیہ اور مثال ہوتی ہے۔ اور امام فخر الدین رازی نے اس بات کو اس پر حمل کیا کہ اس سے علم شَے کے ہونے کا انکار مراد ہے۔ پھر ائمہ متاخرین اِس مسئلہ میں گئے ہیں کہ جس طرف رہ گئے ہیں ورنہ اذہان کے ساتھ قیام معانی کا انکار کرنا کسی صاحبِ عقل سے غیر معقول ہے (جو تابع فہم نہیں) چہ جائیکہ اُن علم وعرفان کے ستونوں سے (اس بات کا انکار ہو)۔ (ت)

مگر ہمارے ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے عقیدہ حقہ صادقہ میں یہ چاروں نحو قرآن عظیم کے حقیقی مواطن وجود و تحقیقی مجالی شہود ہیں وہی قرآن کہ صفتِ قدیمہ حضرت عزّت عزّہ وجلالہ اور اس کی

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

ذات پاک سے ازلاً ابداً قائم ومستحیل الانفکاک ولاھو ولاغیرہ لاخالق ولامخلوق (جوازلی ابدی طور پر (اللہ تعالٰی کی ذات کے ساتھ) قائم ہے پس اس کا جُدا ہونا محال ہے، نہ عین ذات ہے، اور نہ وہ اس کا غیر ہے، نہ وُہ خالق ہے اور نہ مخلوق ہے) ہے یقیناً وہی ہماری زبانوں سے متلو، ہمارے کانوں سے مسموع، ہمارے اوراق میں مکتوب، ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔ نہ یہ کہ یہ کوئی اور جُدا شَے قرآن پر دال ہے، نہیں نہیں، یہ سب اسی کی تجلیاں ہیں، ان میں حقیقۃً وہی متجلی ہے بغیر اس کے کہ وہ ذاتِ الٰہی سے جُدا ہوا یا کسی حادث سے ملا یا اس میں حلول کیا، یا کسوتوں کے حدوث سے اس کے دامن قدم پر کوئی داغ آیا، یا ان کے تکثر سے اس کی طرف تعدد نے راستہ پایا ؎

دمبدم گر لباس گشت بدل　　　　شخص صاحب لباس راچہ خلل

(اگر ساعت بہ ساعت لباس بدل گیا تو صاحبِ لباس کا اس میں کیا نقصان ہے۔ ت)

؎ مہرے ست دراز تاب خفاشش　　　　ایمان باید ترا نہ کنکاشش

(چمگادڑ طویل کھلی والی کا مہر ہے، تجھے ایمان ہونا چاہئے نہ کہ صلاح ومشورہ۔ ت)

ابوجہل نے جبرئیل امین علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کو شتر نوجوان کی شکل میں دیکھا کہ مُنہ کھولے ہُوئے اس پر حملہ کیا، کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ جبرئیل نہ تھے کوئی اور چیز جبرئیل پر دلالت کرنے والی تھی؟ حاشا یقیناً جبرئیل ہی تھے اگرچہ یہ بھی یقیناً معلوم ہے کہ جبرئیل کی صورت جمیلہ ہرگز صورت جمیلہ نہیں لہ ستمائۃ جناح قد سد الافق (اس کے یعنی جبرئیل علیہ السلام کے چھ سو پر ہیں جو آسمان کے کناروں پر روک بن گیا۔ ت) اس راز کو اہلِ حقائق ہی خوب سمجھتے ہیں ہم پر تسلیم واذعان واجب ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون[1]

جب قرآن مجید پڑھا جائے تو خاموش ہوکر اُسے کان لگا کر سُنو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ[2]

تو اُسے پناہ دو (یعنی آنے والے کو) تاکہ وُہ اللہ تعالٰی کا کلام سُنے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۴

[2] ؍؍ ۹/ ۶

فاقرءوا ماتیسر من القرآن[1]

پڑھو جس قدر قرآن مجید آسان ہو (یعنی آسانی سے پڑھ سکو) ۔(ت)

اور فرماتا ہے:

ولقد یسّرنا القرآن للذکر فھل من مدکر[2]

یقیناً ہم نے نصیحت کے لئے قرآن مجید آسان کر دیا، بھلا ہے کوئی نصیحت ماننے والا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

بل ھو اٰیٰت بیّنٰت فی صدور الذین اوتوا العلم[3]

بلکہ وہ روشن اور واضح آیتیں ہیں اُن لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں جنھیں علم سے نوازا گیا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

وانّہ لفی زبر الاوّلین[4]

بیشک وہ پہلے لوگوں کے صحیفوں میں موجود ہے ۔(ت)

اور فرماتا ہے:

فی صحف مکرمۃ ٥ مرفوعۃ مطھرۃ۔[5]

وہ باعزّت، بلند اور پاک صحیفوں میں مرقوم ہے ۔(ت)

اور فرماتا ہے:

بل ھو قرآن مجید ٥ فی لوح محفوظ۔[6]

بلکہ شرف و بزرگی والا قرآن کریم لوحِ محفوظ (محفوظ تختی) میں (لکھا ہوا) ہے ۔(ت)

اور فرماتا ہے:

انہ لقراٰنٌ کریم ٥ فی کتاب مکنون ٥ لا یمسّہ الاّ المطھّرون ٥[7]

بیشک یہ باعزت قرآن مجید ایک پوشیدہ کتاب میں درج ہے، اس کو سوائے پاکیزہ افراد کے

---

[1] القرآن الکریم ۷۳/ ۲۰
[2] القرآن الکریم ۵۴/ ۱۷
[3] ″ ۲۹/ ۴۹
[4] ″ ۲۶/ ۱۹۶
[5] ″ ۸۰/ ۱۳، ۱۴
[6] ″ ۸۵/ ۲۱ و ۲۲
[7] ″ ۵۶/ ۷۷تا۷۹

اور کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

نزل به الروح الامین ○ علی قلبك لتکون من المنذرین ○ بلسان عربی مبین○[1]

——— الی غیر ذلك من الآیات۔

اسے روح الامین (حضرت جبریل علیہ السلام) نے واضح عربی زبان میں تمہارے قلبِ اطہر پر اتارا تاکہ تم ڈر سنانے والے حضرات میں سے ہو جاؤ ——— یہاں تک کہ ان کے علاوہ اور بھی بے شمار اس نوع کی آیات ہیں۔ (ت)

دیکھو اسی کو مقروء، اسی کو مسموع، اسی کو محفوظ، اسی کو مکتوب قرار دیا۔ اُسی کو قرآن اور اپنا کلام فرمایا۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

القرآن کلام اللہ فی المصاحف مکتوب وفی القلوب محفوظ وعلی الالسنۃ مقرو وعلی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منزل ولفظنا بالقرآن مخلوق وکتابتنا له مخلوق وکلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق۔[2]

قرآن مجید اللہ کا کلام صحیفوں میں لکھا ہے اور دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں پر پڑھا گیا ہے اور حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر اُتارا گیا ہے، اور ہمارا قرآن مجید کو بولنا اور اسی طرح اس کو لکھنا اور پڑھنا مخلوق ہے لیکن بایں ہمہ اللہ کا کلام مخلوق نہیں۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۲۳ ص ۴۳۹ تا ۴۴۲)

(۳۳) رسالہ مذکورہ میں فونوگراف کی ساخت اور حقیقت پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

وجہ دوم: یہ صورت تو وہ تھی کہ اُن کا گلاسوں پلیٹوں کا پلید ونجس ہونا معلوم یا مظنون نہ ہو فان الظن فی الفقھیات ملتحق بالیقین لاسیما مثل امر الاحتیاط فی الدین (کیونکہ فقہی مسائل میں گمان، یقین کے ساتھ ملحق ہے خصوصاً اس نوع کے دینی احتیاط کے معاملہ میں۔ ت) بلکہ اگر حالتِ شبہہ ہو جب بھی حکمِ احتراز ہے کہ محرمات میں شبہہ ملتحق بیقین ہے کما نص علیه فی الھدایۃ وغیرھا (جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) اب وہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۹۳ تا ۱۹۵

[2] فقہ اکبر مع وصیت نامہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۴

صورت فرض کیجئے کہ پلیٹ وغیرہ کی طہارت یقینی ہو اس کے اجزاء اور بنانے کا طریقہ معلوم ہو جس میں کہیں نجاست کا خلط نہیں تو اس میں ایک کھلی سخت شدید نجاست معنوی رکھی ہوئی ہے وہ یہ کہ اس کا عام بجانا، سُننا، سنانا سب کھیل تماشے کے طور پر ہوتا ہے، قرآن عظیم اسی لئے نہیں اُترا، اُسی عزت والے عزیز عظیم سے پُوچھو کہ وہ کھیل کے طور پر اپنے سننے والوں کی نسبت کیا فرماتا ہے:

اقترب للناس حسابهم وهم فی غفلة معرضون ٥ ما یاتیهم من ذکر من ربهم محدث الا استمعوه وهم یلعبون ٥ لاهیة قلوبهم[1]

لوگوں کے لئے ان کا حساب نزدیک آیا اور وہ غفلت میں رُوگرداں پڑے ہیں، نہیں آتا اُن کے پاس اُن کے رب سے کوئی نیا ذکر مگر اُسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں دل کھیل میں پڑے ہوئے۔

اور فرماتا ہے:

افمن هٰذا الحدیث تعجبون ٥ وتضحکون ولا تبکون ٥ وانتم سامدون ٥[2]

تو کیا اس کلام کو اچنبھا بناتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھیل میں پڑے ہو۔

اور فرماتا ہے:

وذر الذین اتخذوا دینهم لعبا ولهوا وغرتهم الحیٰوة الدنیا وذکر به ان تبسل نفس بما کسبت لیس لها من دون الله ولی ولا شفیع وان تعدل کل عدل لا یؤخذ منها اولٰئك الذین ابسلوا بما کسبوا لهم شراب من حمیم وعذاب الیم بما کانوا یکفرون ٥[3]

چھوڑ دے اُن کو جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا اور دُنیا کی زندگی نے انھیں فریب دیا اور اس قرآن سے لوگوں کو نصیحت دے کہیں پکڑی نہ جائے کوئی جان اپنے کئے پر کہ خدا سے جُدا نہ اُس کا کوئی حمایتی ہو نہ سفارشی، اور اگر اپنے چھڑانے کو سارے بدلے دے کچھ نہ لیا جائے یہ ہیں وہ لوگ کہ اپنے کئے پر گرفتار ہوئے، اُنھیں پینا ہے کھولتا پانی اور دُکھ کی مار بدلہ ان کے کفر کا۔

اور فرماتا ہے:

ونادٰی اصحٰب النار اصحٰب الجنّة ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم الله

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱ تا ۳
[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۵۹ تا ۶۱
[3] " " ۶/ ۷۰

قالوا انّ اللہ حرّمھما علی الکٰفرین ٥ الذین اتخذوا دینھم لھوا ولعبا وغرتھم الحیٰوۃ الدنیا فالیوم ننسٰھم کما نسوا لقاء یومھم ھذا وما کانوا بایٰتنا یجحدون[1]۔

دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں اپنے فیض سے تھوڑا پانی دو یا وہ رزق جو خدا نے تمھیں دیا، وہ کہیں گے بیشک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اور انھیں دُنیا کی زندگی نے فریب دیا تو آج ہم اُن کو بھلا دیں گے جیسا وُہ بھولے اُس دن کا ملنا اور جیسا جیسا ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

واقعی کفّار نے یہ بڑا داؤ مسلمانوں سے کھیلا کہ اُن کے دین کی جڑ اُن کے ایمان کی اصل قرآن عظیم کو خود اُن کے ہاتھوں کھیل تماشا بنوا دیا، یہ ان لوگوں کے فونو سے قرآن سُننے سُنانے کا خاص جزئیہ ہے کہ قرآن عظیم نے اس کی ایجاد سے تیرہ سو برس پہلے ظاہر فرما دیا، اس سے بڑھ کر اور سخت بلا کیا ہو گی، اس سے بدتر اور گندی نجاست کیا ہوگی! والعیاذ باللہ ربّ العالمین۔

وجہ سوم: زید اس مجمع لہو ولغو میں ہے تماشے کے طور پر قرآن مجید سُنایا جا رہا ہے اس کا دعوٰی ہے کہ میں تذکر و تفکر ہی کے طور پر سُن رہا ہوں مجھے لہو مقصود نہیں، اگر یہ صحیح ہو جب بھی وہ گناہ و جرم سے بری نہیں، ایسے مجمع میں شریک ہونا ہی کب جائز تھا اگرچہ تیری نیت نیتِ خیر ہو۔ کیا قرآن عظیم نے نہ فرمایا:

واذا رأیت الذین یخوضون فی اٰیٰتنا فاعرض عنھم حتّٰی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ واِمّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]۔

اور جب تُو انھیں دیکھے جو ہماری آیتوں کو مشغلہ بنا رہے ہیں تو اُن سے مُنہ پھیر لے یہاں تک کہ وہ کسی اور بات کے شغل میں پڑیں، اور جو کہیں تجھے شیطان بُھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس سے فوراً اُٹھ کھڑا ہو۔

یہ کیا اسی کی یاد دہانی میں دوسری جگہ اس سے بھی صاف تر و سخت تر نہ فرمایا:

وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتّٰی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ انکم اذا مثلھم ان اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۵۰

[2] ؍؍ ۶/ ۶۸

جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جھنم جمیعا[1]

بیشک اللہ تم پر قرآن میں حکم اتار چکا کہ جب تم سنو کہ خدا کی آیتوں پر گرویدگی نہیں کی جاتی اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو تم ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات کے شغل میں نہ پڑیں اور وہاں بیٹھے تو تم بھی انھیں جیسے ہو، بیشک اللہ تعالٰی منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

آیتوں کو کھیل بنانے والے کافر ہوئے، اس وقت ان کے پاس بیٹھنے والے منافق ٹھہرے، یہاں پاس بیٹھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہنم میں بھی اکٹھے رہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ معالم التنزیل میں ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا:

دخل فی ھٰذہ الاٰیۃ کل محدث فی الدین وکل مبتدع الٰی یوم القیٰمۃ۔[2]

اس آیت میں قیامت تک کا ہر مبتدع ہر بدمذہب داخل ہے۔

وجہ چہارم: صلحاء نے خاص اپنا جلسہ کیا جس میں سب نیت صالح والے ہیں اور تفکر و تذکر ہی کے طور اس میں سے قرآن مجید سنا خاص اس سے سننے کی یہ ضرورت تھی کہ اس میں کسی اعلٰی قاری کی نہایت دردناک و دلکش قراءت بھری ہے اس میں سے قراءت سنانے والا بھی انھیں میں کا ہے کہ اس نے اس کا بنانا چلانا سیکھ لیا ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اب یہاں دو نظریں ہیں:
نظر اولٰی و نظر دقیق۔

نظر اولٰی صاف حکم کرے گی کہ اب اس میں کیا حرج ہے، جب پلیٹیں طاہر و پاک فرض کرلی گئیں تو حرج صرف نیتِ لہو کا رہا، اس سے یہ لوگ منزّہ ہیں اور بھرنے والوں کی نیت فاسدہ کا ان پر کیا اثر۔

قال اللہ تبارک وتعالٰی "ولا تزر وازرۃ وزر اُخرٰی"[3]

اللہ تبارک وتعالٰی نے ارشاد فرمایا: کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی (ت)

اور کوئی فی نفسہٖ جائز کام کفار سے سیکھنے میں حرج نہیں اگرچہ انھیں کی ایجاد ہو جیسے گھڑی، تار، ریل

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰
[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۴/ ۱۴۰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۹۲
[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

وغیرہا، اور فونو بذاتِ خود معازف و مزامیر سے نہیں کہ اس کے لئے کوئی خاص آواز ہی نہیں جس کے واسطے اُسے وضع کیا ہو اس سے قصد کی جاتی ہو وہ تو ایک آلہ مطلقہ ہے جس کی نسبت ہر گونہ آواز کی طرف ایسی ہے جیسی اوزانِ عروضیہ کی کلام کی طرف، بلکہ حروفِ ہجا کی معنیٰ کی طرف، حروفِ ہجا من حیث ہی حروف الہجا علوم رسمیہ میں کسی خاص معنی کے لئے موضوع نہیں بلکہ وہ آلۂ تادیہ معانی مختلفہ ہیں جیسے معنی چاہیں اُن سے ادا کر سکتے ہیں اچھے ہوں خواہ بُرے، یہاں تک کہ ایمان سے کفر تک سب انھیں حروف سے ادا ہوتا ہے ایسے آلۂ مطلقہ کو من حیث ہی کذا حسن یا قبیح کسی کے ساتھ موصوف نہیں کر سکتے بلکہ وہ مدح و ذم و ثواب و عقاب میں اس چیز کا تابع ہوتا ہے جو اس سے ادا کی جائے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۵۴ تا ۵۸۴)

(۳۴) ایک خیال باطل کا دفعیہ کرتے ہُوئے فرمایا:

اقول (میں کہتا ہُوں۔ ت) اور یہ خیال کہ ایک ہمارے چھوڑے سے کیا ہوتا ہے ہم نہ لیں گے تو اور ہزاروں لینے والے ہیں مقبول نہیں، ہر ایک کا یہی خیال کرے تو کوئی بھی نہ چھوڑے تو حکمِ شرع معطل رہ جائے، چھوٹے گا یُوں ہی کہ ہر ایک اپنے ہی استعمال کو اس کا ذریعۂ اصطناع سمجھے، جب سب چھوڑ دیں گے آپ ہی بنانا معدوم ہو جائے گا، اور اگر نہ چھوڑیں تو ہر ایک کو اپنی قبر میں سونا اپنے کئے کا حساب دینا ہے اوروں سے کیا کام، ایسی ہی جگہ کے لئے ارشاد ہوا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[1]

اے ایمان والو! تم اپنی جان کی اصلاح کر لو تمھیں اوروں کی گمراہی سے نقصان نہیں جبکہ تم خود راہ پر ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۴۶۴)

(۳۵) جمہور کے نزدیک سیاہ خضاب ممنوع ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا:

عقود الدریہ میں ہے:

العمل بما علیہ الاکثر[2]

اس پر عمل کرنا ہے جس پر اکثر ہیں۔ (ت)

قولِ جمہور پر حدیث صحیح صحاح ستّہ:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ مسائل و فوائد شتّٰی من الحظر والاباحۃ الخ حاجی عبدالغفار ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۳۵۶

رد المحتار فصل فی البئر ۱/ ۱۵۱ و کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع ۵/ ۲۴۷ داراحیاء التراث العربی بیروت

لعن اللہ الواشمات والمستوشمات والناصمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللہ[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمایا کہ اللہ تعالٰی ان عورتوں پر لعنت کرے جو "خال" گودنے والی اور خال گدوانے والی ہیں، چہرہ کے بال نوچنے اور نچوانے والی ہیں، اور خوبصورتی کے پیش نظر دانتوں کے درمیان کشادگی بنانے والی ہیں، اللہ تعالٰی کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والی ہیں۔ (ت)

شاہد عدل ہے عورت زیادہ اس کی محتاج ہے کہ شوہر کی نگاہ میں آراستہ ہو، جب اسے یہ امور تغیر خلق اللہ کے سبب حرام و موجب لعنت ہوئے تو مرد پر بدرجۂ اولٰی۔

وقد قال تعالٰی لا تبدیل لخلق اللہ[2] وقال تعالٰی عن عدوہ ابلیس ولاٰمرنھم فلیغیرن خلق اللہ[3]

اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) اللہ تعالٰی کی تخلیق (پیدائش) میں کوئی تبدیلی نہیں۔ نیز اللہ تعالٰی نے اپنے دشمن شیطان لعین سے حکایتاً فرمایا (کہ اس نے کہا) ضرور انھیں حکم دوں گا کہ وہ اللہ تعالٰی کی تخلیق میں تبدیلی کریں گے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۴۹۳)

(۳۶) شادی کے موقع پر دولھا یا اس کا والد دلھن کے استاذ کو کچھ پیسے دے تو اس کو لینا کیسا ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

اگر بخوشی دیئے لینا جائز ہے اور مجبوری سے دیئے تو حرام۔

قال اللہ تعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم[4]" واللہ تعالٰی اعلم۔

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) آپس میں اپنے مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمھاری رضامندی

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب الموصولۃ و باب المستوشمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۹ - ۸۸۰
صحیح مسلم " باب تحریم فعل الواصلۃ " " " ۲/ ۲۰۵
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۳۴
جامع الترمذی باب ماجاء فی الواصلۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱
سنن ابی داؤد باب صلۃ الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۸
سنن النسائی کتاب الزینۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۹۲

[2] القرآن الکریم ۳۰/ ۳۰ [3] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۹ [4] القرآن الکریم ۴/ ۲۹

سے تجارت اور کاروبار ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳۷) ہندوؤں کے سُودی معاملہ کی وثیقہ نویسی کرنے والے کے بارے میں استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ[1]

جو اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ پہنچے اور جو اللہ پر بھروسا کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔

اے اپنے رب سے ڈرنے والے بندے! بیشک سُود لینا اور دینا اور اس کا کاغذ لکھنا اور اس پر گواہی کرنا دینا سب کا ایک حکم ہے اور سب پر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے :

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٰکل الربا ومؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سُود کھانے والے، کھلانے والے، اسے دیکھنے والے، اسے لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا : یہ سب گناہ میں برابر ہیں۔ (ت)

فوراً اس کا چھوڑ دینا اور اس سے توبہ کرنا فرض ہے، اور بشارت ہو کہ یہ نیک پاکیزہ خیال کہ اللہ عزّ وجل کے خوف سے پیدا ہوا بحکم آیت مذکورہ وجہ حلال سے رزق طیب ملنے اور اللہ عزّ وجل کی رضا کی خوشخبری دیتا ہے اور بیشک جو اللہ تعالےٰ پر توکل کرتا ہے اللہ اسے بس ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۵۶، ۵۵۷)

(۳۸) وظائف و اعمال کے اثر کرنے کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرمایا :

(۲) صبر و تحمل، دن گزریں تو گھبرائیں نہیں کہ اتنے دن پڑھتے گزرے ابھی کچھ اثر نہ ہوا یوں اجابت بند کر دی جاتی ہے بلکہ لپٹا رہے اور لَو لگائے رہے کہ اب اللہ و رسول اپنا فضل کرتے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۲ و ۳

[2] صحیح مسلم کتاب البیوع باب الربٰو قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ولو انھم رضوا ما اٰتاھم اللہ و رسولہ و قالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ و رسولہ انا الی اللہ راغبون[1]

کیا خوب ہوتا اگر وہ اللہ اور رسول کے دینے پر راضی ہو جاتے اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب ہمیں عطا فرماتے ہیں اللہ و رسول اپنے فضل سے ، بے شک ہم اللہ کی طرف لَو لگائے ہیں۔

حدیث میں ہے :

یستجاب لاحدکم مالم یعجل فیقول قد دعوت فلم یستجب لی[2]

تمھاری دعائیں قبول ہوتی ہیں جب تک جلدی نہ کرو کہ میں نے دعا کی اور اب تک قبول نہ ہوئی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۵۸)

(۳۹) مجلس میلاد کے لئے چندہ دے کر واپس لے لیا کہ ہم مسجد کی مرمت میں صرف کریں گے۔ اس میں ایک روپیہ زائد بھی آگیا۔ پھر اس کو کھا پی گئے۔ اب کیا حکم ہے ؟ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا :

جو وعدہ مسجد میں صرف کرنے کا کیا تھا اگر اس پر قائم تھے اور بوجہ حاجت اس وقت صرف کر لیا اور دل میں یہ نیت تھی کہ اس کے عوض مسجد میں اتنا لگا دیں گے تو اللہ عزوجل سے وعدہ خلافی بھی نہ ہوئی، اور اگر یہ نیت نہ تھی تو خلاف وعدہ کا وبال ہوا، اور معاذ اللہ اس کی نحوست شدید ہے۔

قال اللہ تعالٰی "فاعقبھم نفاقا فی قلوبھم الی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ و بما کانوا یکذبون[3]"

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) پھر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں میں نفاق جما دیا اُس دن تک کہ اس سے وہ ملیں گے اس لئے کہ اُنھوں نے اپنے کئے ہوئے وعدہ کی اللہ تعالٰی سے خلاف ورزی کی اور اس لئے کہ وہ جھوٹ کہا کرتے تھے (ت)

مگر وہ ایک روپیہ زائد جو اُن کو دیا گیا اس کا کھا لینا ہر طرح انھیں حرام تھا بہر حال وہ مرتکب غصب و حرام

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۵۹
[2] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب انہ یستجاب للداعی مالم یعجل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۵۲
[3] القرآن الکریم ۹/ ۷۷

ہُوئے اُن پر توبہ فرض ہے اور اس ایک روپیہ کا تاوان دینا لازم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۶۰)

(۴۰) وظیفہ مقرر ہونے کے باوجود لوگوں سے کچھ لینے والے قاضیوں کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اگر بجبر میگیرند ظالم و غاصب اند، قال اللہ تعالٰی "ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل"[1] و قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ[2] و اگر بسوال وتضرع میگیرند نیز حرام ست قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی[3] در ہندیہ وغیرہاست ما جمع السائل بالتکدی فہو خبیث[4] بر سلطانِ اسلام وولاۃ وحکام ومحتسبان ولاۃ مقام فرض است کہ آنہا را ازیں کردار باز دارند قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان[5] قال اللہ تعالٰی "لولا ینھٰھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون[6]" نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

اگر وہ لوگوں سے زبردستی لیتے ہیں تو اس صورت میں ظالم اور غاصب ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لوگو! ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان پر حرام ہے اس کا خون، مال اور آبرو۔ اور اگر عاجزانہ طور پر گڑگڑا کر سوال کرتے اور لیتے ہیں تو پھر بھی حرام ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدقہ وخیرات کسی مالدار اور طاقتور اور تندرست آدمی کے لئے حلال نہیں۔ چنانچہ فتاوٰی ہندیہ وغیرہ میں ہے: کاوش اور چھینا جھپٹی سے جو کچھ سائل نے جمع کیا ہے وہ خبیث (ناپاک) مال ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۸

[2] صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم ظلم المسلم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۷

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث عبد اللہ بن عمرو دار الفکر بیروت ۲/ ۱۹۲
سنن ابی داود کتاب الزکوٰۃ باب من یعطی من الصدق الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۱

[4] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۹

[5] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۴۹

[6] القرآن الکریم ۵/ ۶۳

لہٰذا شاہِ اسلام، مقرر کردہ والی، حکّام اور احتساب کرنے والے، بلند عہدہ رکھنے والے، اُن پر فرض ہے کہ ایسے ذلیل سائلوں کو اس کارروائی سے روک دیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی تم میں سے کوئی بُرائی دیکھے تو اسے زورِ بازو سے بدل دے (یعنی اسے بند کر دے) اگر یہ طاقت نہ ہو تو پھر زبان سے اصلاح کرے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر اُسے دل سے بُرا سمجھے لیکن یہ سب سے ضعیف تر ایمان ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے اللہ والے اور پادری انھیں کیوں نہیں روکتے بلاشبہہ بہت بُری کارروائی ہے جو وہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۶۴، ۵۶۵)

(۴۱) محکمہ آبکاری میں ملازمت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

شراب کا بنانا، بنوانا، چھُونا، اٹھانا، رکھنا، رکھوانا، بیچنا، بکوانا، مول لینا، دلوانا سب حرام حرام ہے۔ اور جس نوکری میں یہ کام یا شراب کی نگاہداشت اس کے داموں کا حساب کتاب کرنا ہو سب شرعًا ناجائز ہیں۔ قال اللہ تعالےٰ:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]

(لوگو!) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۶۵، ۵۶۶)

(۴۲) شرع میں تخویف واقعی معتبر ہے نہ کہ محض دھمکی۔ چنانچہ فرمایا:

ایک تخویف واقع ہوتی ہے معلوم ہے کہ ایسا نہ ہوا تو معاذ اللہ ضبطی جائداد وغیرہ ناقابل مضرتوں کا سامنا ہے اور ایک نری دھمکی، ثانی کا اعتبار نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ انما ذٰلکم الشیطان یخوف اولیاءہ فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مؤمنین[2]

(اللہ تعالےٰ نے فرمایا) یہ شیطان ہے کہ تمھیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تو اُن سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

اور اوّل ضرور معتبر ہے اور "الا من اکرہ"[3] کی حد میں داخل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۶۹، ۵۷۰)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۵ [3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

(۴۳) قرضِ حسنہ دے کر واپسی کا مطالبہ کرنے کے بارے میں فرمایا :

قرضِ حسنہ دے کر مانگنے کی ممانعت نہیں، ہاں مانگنے میں بیجا سختی نہ ہو،

وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ۔[1]

اگر مقروض تنگدست (اور نادار) ہو تو اُسے آسانی تک مہلت دینی چاہئے۔ (ت)

اور اگر مدیون نادار ہے جب تو اسے مہلت دینا فرض ہے یہاں تک کہ اس کا ہاتھ پہنچے، اور جو دے سکتا ہے اور بلا وجہ لیت ولعل کرے وہ ظالم ہے اور اس پر تشنیع و ملامت جائز۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطل الغنی ظلم[2]، ولیّ الواجد یحل مالہ و عرضہ[3]

حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: مالدار کا (ادائیگی قرض میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اور پانے والے کا کترانا اور پہلو بچانا اس کے مال اور عزت کو مباح کر دیتا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۸۵، ۵۸۶)

(۴۴) حاجی نے حج کے لئے رقم ایک کمپنی کو جمع کرائی، کمپنی نے بنک میں جمع کرا کے اس پر سُود لیا، اس پر حاجی گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا :

حاجی نہ اپنی خوشی سے جمع کرتا ہے نہ اس کی یہ نیت ہے کہ کمپنی سُود لے، اگر لے گی تو اس کا وبال اس پر ہے حاجی پر الزام نہیں،

لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی[4] ○ وتحلل فعل فاعل مختار یقطع النسبۃ کما فی الھدایۃ وغیرھا۔

کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔ فاعل مختار کا فعل درمیان میں آڑے آگیا جو نسبت کو قطع کر دیتا ہے، جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۹۹)

(۴۵) منطق و فلسفہ و دیگر علوم عقلیہ حاصل کرنے کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرمایا :

خامسًا اس کا ذہن بھی سلیم اور طبع مستقیم دیکھ لے بعض طبائع خواہی نخواہی زیغ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۰

[2و3] صحیح البخاری کتاب الاستقراض باب مطل الغنی ظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۳

[4] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

کی طرف جاتے ہیں حق بات اُن کے دلوں پر کم اثر کرتی اور جھوٹی جلد پر جاتی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا ۰ وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا"[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اگر درستی اور ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس پر نہیں چلتے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھ لیں تو اس پر چلنے لگتے ہیں۔ (ت)

بالجملہ گمراہ ضال یا مستعد ضلال کو اس کی تعلیم حرام قطعی ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۳۵)

(۴۶) دینی معلم واستاذ کے حقوق وتعظیم کے بارے میں تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

اُسی میں تاتارخانیہ سے ہے:

یقدم حق معلمہ علی حق ابویہ وسائر المسلمین، ویتواضع لمن علمہ خیرا ولوحرفا ولا ینبغی ان یخذلہ ولا یستاثر علیہ احدا فان فعل ذلک فقد فصم عروۃ من عری الاسلام ومن اجلالہ ان لا یقرع بابہ بل ینتظر خروجہ[2] اھ۔

یعنی استاذ کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو اس کے لئے تواضع کرے اور لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے، اپنے استاد پر کسی کو ترجیح نہ دے، اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام سے رشتوں سے ایک رسّی کھول دی، اور استاذ کی تعظیم سے ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پہ ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے اھ۔

قال اللہ تعالیٰ "ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ولوانھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم"[3]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یقیناً جو لوگ آپ کے حجروں کے باہر سے پکارتے اور آوازیں

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۶

[2] فتاوٰی عالمگیری کتاب الکراھیۃ الباب الثلاثون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۷۸

[3] القرآن الکریم ۴۹/ ۴ و ۵

دیتے ہیں ان میں زیادہ تر بے عقل اور ناسمجھ ہیں، اگر وہ آپ کے باہر تشریف لانے (کا انتظار کرتے ہوئے) صبر کرتے تو یہ اُن کے حق میں بہت بہتر ہوتا۔ اور اللہ تعالٰی بخشنے والا بے حد مہربان ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۳۸)

(۴۷) حفظِ قرآن کو بیکار و بے ثمر سمجھنے کے وسوسے میں مبتلا شخص کے بارے میں فرمایا:

انجام اس وسوسۂ ابلیس و فساد باطنی کا یہ ہے کہ وہ قرآن مجید بھول جائے اور ان وعیدوں کا مستحق ہو جو اس باب میں وارد ہوئیں۔ اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَن ذِكْرِی[1] الاٰیۃ۔

جو میرے ذکر یعنی قرآن سے مُنہ پھیرے گا سو اس کے لئے تنگ عیش ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ کہے گا اے میرے رب! تُو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا اور میں تو انکھیارا تھا، اللہ تعالٰی فرمائے گا یونہی آئی تھیں تیرے پاس ہماری آیتیں سو تُو نے انھیں بُھلا دیا اور ایسے ہی آج تو بُھلا دیا جائے گا کہ کوئی تیری خبر نہ لے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۴۶)

(۴۸) علومِ دینیہ کی تکمیل کے بعد اقلیدس و حساب وغیرہ دیگر علوم و فنون سیکھنا مباح ہے۔ چنانچہ فرمایا:

غرض یہ علوم ضروریہ تو ضرور مقدم ہیں اور ان سے غافل ہو کر ریاضی، ہندسہ، طبعیات، فلسفہ یا دیگر خرافات و فلسفہ پڑھنے پڑھانے میں مشغولی بلاشبہہ متعلم و مدرس دونوں کے لئے حرام ہے اور ان ضروریات سے فراغ کے بعد پُورا علم دین فقہ، حدیث، تفسیر، عربی زبان اس کی صَرف، نحو، معانی، بیان، لغت، ادب وغیرہا آلات علوم دینیہ بطور آلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین[2]۔

پھر ایسا نہ ہوا کہ ان کے گروہ میں سے ایک جماعت نکلتی تاکہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے (ت)

یہی علوم علمِ دین ہیں اور انھیں کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب، اور ان کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کارِ ثواب نہیں، ہاں جو شخص ضروریاتِ دین مذکورہ سے فراغت پاکر اقلیدس، حساب،

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۴

[2] " ۹/ ۱۲۲

مساحت ، جغرافیہ وغیرہا وہ فنون پڑھے جن میں کوئی امر مخالف شرعی نہیں تو ایک مباح کام ہوگا جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے ورنہ ؎

مبادا دل آں فرومایہ شاد　　　　از بہر دنیا دہد دیں بباد

(اللہ کرے اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جس نے دنیا کے لئے دین برباد کیا۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۴۸)

(۴۹) دُوسروں کو حقیر اور خود کو بڑا سمجھنے والے شخص کے بارے میں فرمایا :

رہا اپنے آپ کو بہتر سمجھنا یہ تکبّر ہے اس کے لئے یہی آیت کافی ہے کہ اللہ عزّوجل فرماتا ہے :

الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین [۱]

کیا نہیں ہے دوزخ میں ٹھکانا تکبّر کرنے والوں کا ، یعنی ضرور ان کا ٹھکانا جہنّم ہے ۔

والعیاذ باللہ تعالٰی ۔　　(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۵۰)

(۵۰) جو عالم و حافظ اپنے بچّوں کو دینی علم سے محروم رکھ کر انگریزی تعلیم دلائے اور اپنی لڑکیوں کے عقد غیر متشرع سے کرے قیامت میں اس سے بازپرس ہوگی یا نہیں ؟ اس کے جواب میں فرمایا :

ضرور بازپرس کا محل ہے ، اللہ عزّوجل فرماتا ہے :

یٰایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا [۲]

اے ایمان والو ! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آتشِ دوزخ سے بچاؤ (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ [۳]

تم میں سے ہر ایک چرواہا (نگہبان) ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت (زیردست) کے بارے میں بازپُرس ہوگی ۔ (ت)　　(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۵۱)

(۵۱) قرآن مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے محذوفات و مطالب وغیرہ کو خطوط ہلالی یعنی بریکٹ میں لکھنا کیسا ہے ؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا :

---

[۱] القرآن الکریم ۳۹ / ۶۰

[۲] 〃 〃 ۶۶ / ۶

[۳] کنز العمال　حدیث ۱۴۷۰۱۰　مؤسسۃ الرسالہ بیروت　۶ / ۳۰

الحمدُ للہ قرآن عظیم بحفظ الٰہی عزوجل ابدالآباد تک محفوظ ہے تحریفِ محرفین و انتحالِ منتحلین کو اس کے سراپردۂ عزت کے گرد بار ممکن نہیں لایاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ[1] (باطل اس کے آگے اور پیچھے سے نہیں آسکتا۔ ت) حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے قرآن اتارا اور اس کا حفظ اپنے ذمۂ قدرت پر رکھا،

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحفظون[2]۔

ہم ہی نے قرآن پاک کو اُتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (ت)

توریت و انجیل کچھ تو ملعون احباروں نے اپنے اغراضِ ملعونہ سے روپے لے کر اپنے مذہب ناپاک کے تعصب سے قصداً بدلیں اور کچھ ایسے ہی ترجمہ کرنے والوں نے اس غلط وخبط کی بنیادیں ڈالیں مرورِ زمان کے بعد وہ اصل زیادت مل ملا کر سب ایک ہوگئیں، کلامِ الٰہی و کلامِ بشر مختلط ہو کر تمیز نہ رہی۔ الحمدُ للہ نفسِ قرآن میں اگرچہ یہ امر محال ہے تمام جہان اگر اکٹھا ہو کر اُس کا ایک نقطہ کم و بیش کرنا چاہے ہرگز قدرت نہ پائے مگر ترجمہ سے مقصود اُن عوام کو معانیِ قرآن سمجھانا ہے جو فہمِ عربی سے عاجز ہیں خطوط ہلالی نقول و در نقول خصوصاً مطابع میں ضرور مخلوط و نامضبوط ہو کر نتیجہ یہ ہوگا کہ دیکھنے والے عوام اصل ارشاد قرآن کو اس مترجم کی زیادت سمجھیں گے اور مترجم کی زیادات کو رب العزۃ کا ارشاد یہ باعثِ ضلال ہوگا اور جو امر منجر بہ ضلال ہو اس کی اجازت نہیں ہوسکتی اسی لئے علماء مترجمین نے ترجمہ کا یہی دستور رکھا کہ بین السطور میں صرف ترجمہ اور جو فائدہ زائدہ ایضاحِ مطلب کے لئے ہو وہ حاشیہ پر لکھا انھیں کی چال چلنی چاہئے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۷۸، ۶۷۹)

(**۵۲**) وہابیوں کے پاس اپنے بچّوں کو پڑھانا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

حرام حرام حرام، اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال و مبتلائے آثام۔ قال اللہ تعالیٰ:

یاایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا[3] واللہ سبحٰنہ و تعالیٰ اعلم۔

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ واللہ سبحانہٗ و تعالےٰ اعلم۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۸۲)

(**۵۳**) براہِ سخن پروری عبارت کتب میں اپنی طرف سے چند الفاظ داخل کر کے علماءِ کرام اور اپنے اساتذہ کو دھوکا دینا کیسا ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۲
[2] القرآن الکریم ۱۵/ ۹
[3] القرآن الکریم ۶۶/ ۶

سخن پروری یعنی دانستہ باطل پر اصرار و مکابرہ ایک کبیرہ۔ کلماتِ علماء میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے الحاق کرکے ان پر افترا۔ دوسرا کبیرہ۔ علماءِ کرام اور خود اپنے اساتذہ کو دھوکا دینا خصوصًا امرِ دین میں تیسرا کبیرہ۔ یہ سب خصلتیں یہود لعنہم اللہ تعالٰی کی ہیں۔

قال اللہ تعالٰی "ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون[1]o"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) حق کے ساتھ باطل نہ ملاؤ اور نہ حق کو چھپانے والے بنو جبکہ تم (حق کو خوب) جانتے ہو۔ (ت)

وقال تعالٰی "فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون[2]o"

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: خرابی اور بربادی ہے ان لوگوں کے لئے بوجہ ان کے ہاتھوں کی لکھائی کے، اور خرابی ہے ان کے لئے بوجہ ان کی کمائی کے جو وہ کمارہے ہیں۔ (ت)

وقال تعالٰی یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون[3]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ لوگ اللہ کے کلام کو سمجھنے اور جاننے کے باوجود بدل ڈالتے ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۸۲، ۶۸۳)

(۵۴) عالم بے عمل اور جاہل باعمل میں سے کون افضل ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

جاہل، عالم کی فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا جبکہ وہ عالم عالمِ دین ہو۔

قال اللہ تعالٰی "قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[4]"

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) تم فرماؤ کیا برابر ہو جائیں گے علم والے اور بے علم۔

جاہل بوجہ جہل اپنی عبادت میں سَو گناہ کرلیتا ہے اور مصیبت یہ کہ انھیں گناہ بھی نہیں جانتا اور عالمِ دین اپنے گناہ میں وہ حصّہ خوف و ندامت کا رکھتا ہے کہ اُسے جلد نجات بخشتا ہے۔ ولہذا حدیث میں ارشاد ہوا کہ عالم کا ہاتھ ربّ العزّت کے دستِ قدرت میں ہے اگر وہ لغزش بھی کرے تو اللہ تعالٰی جب چاہے اُسے اُٹھالے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۸۶، ۶۸۷)

(۵۵) ایک شخص نے کہا کہ درمختار کو حدیث کے سامنے نہیں مانتا تو اس کا کیا جواب ہوا؟ اس کے بارے میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۴۲
[2] القرآن الکریم ۲/ ۷۹
[3] 〃 ۲/ ۷۵
[4] 〃 ۳۹/ ۹

اس کا جواب وہی مناسب ہے جو قرآن عظیم نے تعلیم کیا ہے کہ:

سلامٌ علیکم لا نبتغی الجٰھلین[1]

تم پر (الوداعی) سلام ہو، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۹۰)

(۵۶) لڑکیوں کو لکھائی سکھانے کے بارے میں فرمایا:

عورتوں لڑکیوں کو لکھنا سکھانا منع ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تعلموھن الکتابۃ[2]

عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ۔

اس میں فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے۔ اور اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

والفتنۃ اشدّ من القتل[3]

فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۹۱، ۶۹۲)

(۵۷) منکرِ قیامت اور لواطت کے قائل زانی شخص کے پاس اولاد کو تعلیم دلوانے کے بارے میں فرمایا:

جو شخص قیامت کا منکر اور دین کا معاذ اللہ تنزل چاہنے والا ہے وہ کسی طرح مسلمان نہیں ہو سکتا، اور مرتد کی صحبت آگ ہے نہ کہ اس کے زیرِ تربیت ہو،

قال اللہ تعالیٰ "و امّا ینسینّك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4]"

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اگر تمھیں کبھی شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ہرگز ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ (ت)

اور جب وہ دین کا تنزّل چاہنے والا ہے تو تعلیمِ دین کی ترقی اس سے کیونکر متوقع ہے، اس مدرسہ کے پاس نہ جانا چاہئے اور چھوڑ دیا جائے کہ اُسی کے خیال والے اس میں پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۵

[2] الکامل لابن عدی ترجمہ جعفر بن نصر دار الفکر بیروت ۲/ ۵۷۵

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱

[4] " ۶/ ۶۸

کتبِ فقہائے کرام کا منکر گمراہ بددین ہے اور حلِ لواطت کا قائل کافر، ایسے شخص کے پاس بیٹھنا حرام ہے نہ کہ اس سے پڑھنا۔

قال اللہ تعالٰی "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: ظالموں کی طرف مت جھکو ورنہ تمھیں (دوزخ کی) آگ پہنچے گی۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۹۴)

(۵۸) علمِ نجوم وجفر وطلسم وغیرہ کے بارے میں ایک طویل استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

جفر بیشک نہایت نفیس جائز فن ہے، حضرات اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم کا علم ہے، امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے اپنے خواص پر اس کا اظہار فرمایا اور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے معرضِ کتابت میں لائے، کتاب مستطاب جفر جامع تصنیف فرمائی۔ علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

امام جعفر صادق نے جفر جامع میں ما کان و ما یکون تحریر فرمادیا۔[2]

سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے الدر المکنون والجوھر المصئون میں اس علم شریف کا سلسلہ سیدنا آدم و سیدنا شیث وغیرہما انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قائم کیا اور اس کے طرق واوضاع اور ان میں بہت غیوب کی خبریں دیں۔[3]

عارف باللہ سیدی امام عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے ایک رسالہ اس کے جواز میں لکھا اس کا انکار نہ کرے گا مگر ناواقف یا گمراہ متعسف۔ نجوم کے دو ٹکڑے ہیں، علم وفن تاثیر۔ اول کی طرف تو قرآن عظیم میں ارشاد ہے:

الشمس والقمر بحسبان[4] والشمس تجری لمستقر لھا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم ○ والقمر قدرنٰہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم ○ لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النھار وکل فی فلک یسبحون[5] وجعلنا الیل

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[2] شرح المواقف المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۶/ ۲۲

[3] الدر المکنون والجوھر المصئون

[4] القرآن الکریم ۵۵/ ۵

[5] القرآن الکریم ۳۶/ ۳۸ تا ۴۰

والنہار اٰیتین فمحونا اٰیۃ الیل وجعلنا اٰیۃ النہار مبصرۃ لتبتغوا فضلا من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب وکل شیٔ فصلنٰہ تفصیلا[1] o والسماء ذات البروج[2] o تبارك الذی جعل فی السماء بروجا[3] o فلا اقسم بالخنس o الجوار الکنس[4] o ویتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحٰنك فقنا عذاب النار[5] o الم تر الٰی ربك کیف مد الظل ولوشاء لجعلہ ساکنا ثم جعلنا الشمس علیہ دلیلا o ثم قبضنٰہ الینا قبضا یسیرا[6] o الٰی غیر ذٰلك من اٰیات کثیرۃ۔

سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں، یہ سورج ہے جو اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے، یہ اس (اللہ تعالٰی) کا اندازہ مقرر کیا ہُوا ہے جو زبردست اور سب کچھ اچھی طرح جاننے والا ہے، ہم نے چاند کے لئے مختلف منازل کا ایک اندازہ کرلیا ہے یہاں تک کہ وہ آخرکار کھجور کی پُرانی (اور بوسیدہ) ٹہنی کی طرح ہوجاتا ہے، اور نہ سُورج کی یہ طاقت ہے کہ وہ پیچھے سے چاند کو آپکڑے، اور نہ رات میں یہ قوت ہے کہ وہ دن سے آگے نکل جائے۔ یہ سب کے سب اپنے مرکز (مدار) میں تیر رہے ہیں۔ ہم نے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو[1] نشانیاں بنایا لیکن ہم نے رات کی نشانی مٹادی (یعنی اسے مدھم کردیا) اور دن کی نشانی کو روشن کردیا تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو (یعنی دن کو رزقِ حلال کی تلاش کرو) تاکہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب کو جان سکو، اور ہم نے ہر چیز کو خُوب اچھی طرح تفصیل سے بیان کردیا۔ برجوں والے آسمان کی قسم بڑا بابرکت ہے (اللہ تعالٰی) جس نے آسمان میں بُرج رکھے۔ پھر میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والے تاروں کی۔ اور وہ (خدا کے مقبول بندے) آسمان و زمین کی پیدائش (بناوٹ) میں گہرا غور و فکر کرتے ہیں۔ (پھر عرض کرتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! تُو نے یہ سب کچھ بیکار اور بے فائدہ نہیں بنایا، لہٰذا تمام عیوب و نقائص سے تیری ذات پاک ہے لہٰذا ہمیں آتشِ دوزخ کے عذاب سے بچا اور محفوظ فرمادے۔ کیا آپ نے اپنے پروردگار کے (بےشمار نشانات قدرت میں سے اِس نشانی کو) نہیں دیکھا کہ کس طرح سایہ کو پھیلادیتا ہے، اور اگر وُہ چاہتا تو ٹھہرا ہُوا بنادیتا۔ پھر ہم نے اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۲
[2] القرآن الکریم ۸۵/ ۱
[3] القرآن الکریم ۲۵/ ۶۱
[4] القرآن الکریم ۸۱/ ۱۵، ۱۶
[5] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۱
[6] القرآن الکریم ۲۵/ ۴۵، ۴۶

وجود پر سورج کو دلیل ٹھہرا دیا، پھر ہم آہستہ آہستہ اُسے (سایہ کو) اپنی طرف سمیٹتے رہتے ہیں۔ پس آیاتِ مذکورہ کے علاوہ اور بھی بہت سی آیاتِ قرآنیہ ہیں (جو علم نجوم کی طرف راہنمائی کرتی ہیں)۔ (ت)

اور اس کا فن تاثیر باطل ہے تدبیر عالم سے کواکب کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا نہ اُن کے لئے کوئی تاثیر ہے، غایت درجہ حرکات فلکیہ مثل حرکات نبض علامات ہیں کما قال اللہ تعالٰی:

وعلٰمٰت ط وبالنجم ھم یھتدون[1]

اور کچھ نشانیاں ہیں اور وہ لوگ ستاروں سے راہ پاتے ہیں۔ (ت)

نبض کا اختلاف اعتدال سے طبیعت کے انحراف پر دلیل ہوتا ہے مگر وُہ انحراف اس کے اثر نہیں بلکہ یہ اختلاف اس کے سبب سے ہے اس علامت ہی کی وجہ سے کبھی اس کی طرف اکابر نے نظر فرمائی ہے،

فنظر نظرۃ فی النجوم ۝ فقال انی سقیم[2]۔

پھر ایک نگاہ ستاروں پر ڈالی تو ارشاد فرمایا میں تو بلاشُبہہ بیمار ہُوں۔ (ت)

زمانۂ قحط میں امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حکم دیا کہ باران کے لئے دعا کرو اور منزل قمر کا لحاظ کرلو۔ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے منقول ہے:

لاتسافروا والقمر فی العقرب[3]۔

سفر نہ کرو جبکہ چاند برج عقرب میں ہو (ت)

اگرچہ علماء نے اس کی یہ تاویل فرمائی ہے کہ عقرب ایک منزل تھی اور قمر ایک راہزن کا نام تھا کہ اس منزل میں تھا۔ علم تکسیر علمِ جفر سے جُدا دوسرا فن ہے اگرچہ جفر میں تکسیر کا کام پڑتا ہے یہ بھی اکابر سے منقول ہے۔ امام حجۃ الاسلام غزالی و امام فخر الدین رازی و شیخ اکبر محی الدین ابن عربی و شیخ ابوالعباس بونی و شاہ محمد غوث گوالیاری وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی اس فن کے مصنف و مجتہد گزرے ہیں اس میں مشرف قمر وغیرہ ساعات کا لحاظ اگر اسی علامت کے طور پر ہو جس کی طرف ارشاد فاروقی نے اشارہ فرمایا تو لاباس بہ ہے اور پابندی اوہام منجمین کے طور پر ہو تو ناجائز۔

ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم و اٰباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان[4] ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ ذٰلک الدین القیم ولکن اکثر

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۶ [2] القرآن الکریم ۳۷/ ۸۸ و ۸۹

[3] کشف الخفاء تحت الحدیث ۳۰۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۲۰

[4] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۳

الناس لا یعلمون[1]

وہ تو نہیں مگر کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں ورنہ اللہ تعالٰی نے ان کی کوئی سند (دلیل) نہیں اتاری۔ حکم اللہ تعالٰی کے سوا کسی کا نہیں، پس اس نے یہ حکم فرمایا کہ اس کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو یہی ٹھیک دین ہے، لیکن زیادہ تر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں مانتے۔ (ت)

طلسم و نیرنجات سراسر ناجائز ہیں، نیرنج تو شعبدہ ہے اور شعبدہ حرام کما فی الدر المختار وغیرہ من الاسفار (جیساکہ درمختار وغیرہ بڑی بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ ت) اور طلسم تصاویر سے خالی نہیں اور تصویر حرام۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۶۹۷ تا ۷۰۰)

(۵۹) اگر کوئی صاحب علم اپنے استاد مربّی کا انکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

استاذ کا انکار کفرانِ نعمت ہے اور کفرانِ نعمت موجب سزا و عقوبت، وھل نجزی الا الکفور[2] (ہم بدلہ یعنی سزا نہیں دیتے سوائے اس کے جو ناشکرا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۰۷، ۷۰۸)

(۶۰) نذیر احمد بی، اے کا ترجمۂ قرآن کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

نذیر احمد کا یہ ترجمہ صحیح ہے نہ ایمان، وہ شخص منکرِ خدا تھا، جیسے اس نے اور کتابیں نصرانیت و نیچریت آمیز لکھیں جن سے مال کمانا مقصود تھا ویسے ہی یہ ترجمہ بھی کر دیا گیا اس سے بھی داموں ہی کی غرض تھی، ورنہ جو شخص اللہ ہی کو نہ مانتا ہو وہ قرآن کے ترجمہ کو کیا جانے گا۔ اس کا ترجمہ ہرگز نہ پڑھا جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۰۸)

(۶۱) جھوٹا مسئلہ بیان کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت شدید کبیرہ ہے اگر قصداً ہے تو شریعت پر افتراء ہے اور شریعت پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[3]

وہ جو اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰
[2] القرآن الکریم ۳۴/ ۱۷
[3] 〃 ۱۰/ ۶۹ و ۱۶/ ۱۱۶

اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ فتوٰی دے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم لعنتہ ملٰئکۃ السماء والارض[1]

جو بغیر علم کے فتوٰی دے اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۱۱، ۷۱۲)

(۶۲) جاہل مفتی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

اور اگر فتوٰی سے اگرچہ صحیح ہو وجہ اللہ مقصود نہیں بلکہ اپنا کوئی دنیاوی نفع منظور ہے تو یہ دوسرا سببِ لعنت ہے کہ آیات اللہ کے عوض ثمن قلیل حاصل کرنے پر فرمایا گیا:

اولٰئك لا خلاق لهم في الاٰخرة ولا يكلمهم الله ولا ينظر اليهم يوم القيٰمة ولا يزكيهم ولهم عذاب اليم[2]

ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ ان سے کلام نہ فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظرِ رحمت کرے اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۱۶)

(۶۳) ضیافت میں علماء و سادات کے لئے امتیازی اہتمام کرنا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

بلاشبہہ جائز ہے، علماء سادات کو رب العزت عزّوجل نے اعزاز و امتیاز بخشا تو ان کا عام مسلمانوں سے زیادہ اکرام امر شرع کا امتثال اور صاحبِ حق کو اس کے حق کا ایفا ہے۔

قال اللہ تعالٰی "قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون[3]"

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) تُو فرما کیا برابر ہو جائیں گے عالم اور جاہل۔

جب اللہ جل وعلاہی نے علماء و جُہلا کو برابر نہ رکھا تو مسلمانوں پر بھی اُن کا امتیاز لازم، اسی باب سے ہے علمائے دین کو مجالس میں صدر مقام و مسندِ اکرام پر جگہ دینا کہ سلفاً و خلفاً شائع و ذائع اور شرعاً و عرفاً مندوب و مطلوب۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۱۸)

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۹۰۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۳/۷۷

[3] " ۳۹/۹

(۶۴) زید جاہل ہونے کے باوجود امامت میں سبقت کرتا ہے، وعظ کہتا ہے اور خود اپنے آپ کو مولوی صاحب لکھتا اور کہلواتا ہے۔ اس کے بارے میں ایک استفتار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یوں ہی اپنے آپ کو بے ضرورتِ شرعی مولوی صاحب لکھنا بھی گناہ و مخالفِ حکمِ قرآنِ عظیم ہے۔

قال اللہ تعالٰی "ھو اعلم بکم اذ انشاکم من الارض و اذ انتم اجنّۃ فی بطون امھٰتکم فلا تزکّوا انفسکم ط ھو اعلم بمن اتقٰی"[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اللہ تعالٰی تمھیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمھیں زمین سے اٹھان دی اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں چھپے تھے تو اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ کہو خدا خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہے۔

اور فرماتا ہے:

الم تر الی الذین یزکّون انفسھم ط بل اللہ یزکّی من یشاء[2]

کیا تُو نے نہ دیکھا اُن لوگوں کو جو آپ اپنی جان کو ستھرا بتاتے ہیں بلکہ خدا ستھرا کرتا ہے جسے چاہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال انا عالم فھو جاھل۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط[3] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

جو اپنے آپ کو عالم کہے وُہ جاہل ہے (امام طبرانی نے الاوسط میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت)

ہاں اگر کوئی شخص حقیقت میں عالمِ دین ہو اور لوگ اُس کے فضل سے ناواقف ہوں اور یہ اس سچی نیّت سے کہ وہ آگاہ ہو کر فیض لیں ہدایت پائیں اپنا عالم ہونا ظاہر کرے تو مضائقہ نہیں، جیسے سیّدنا یوسف علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا تھا: انی حفیظٌ علیم[4] (بیشک میں حفاظت

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲
[2] " ۴/ ۴۹
[3] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۶۸۴۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/ ۴۳۳
[4] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۵

کرنے والا اور جاننے والا ہوں۔ ت) پھر یہ بھی سچّے عالموں کے لئے ہے۔

زید جاہل کا اپنے آپ کو مولوی صاحب کہنا دونا گناہ ہے کہ اس کے ساتھ جھوٹ اور جھوٹی تعریف کا پسند کرنا بھی شامل ہوا۔

قال اللہ عزوجل "لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا و یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنّھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم[1]"

(اللہ عزوجل نے فرمایا) ہرگز نہ جانیو تو انھیں جو اتراتے ہیں اپنے کام پر اور پسند رکھتے ہیں اسے کہ تعریف کئے جائیں اس بات سے جو انھوں نے نہ کی تو ہرگز نہ سمجھنا انھیں عذاب سے پناہ کی جگہ میں، اور اُن کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

معالم شریف میں عکرمہ تابعی شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول:

یفرحون باضلالھم الناس وبنسبۃ الناس ایاھم الی العلم ولیسوا باھل العلم[2]

خوش ہوتے ہیں لوگوں کو بہکانے پر اور اس پر کہ لوگ انھیں مولوی کہیں حالانکہ مولوی نہیں۔

جاہل کی وعظ گوئی بھی گناہ ہے۔ وعظ میں قرآن مجید کی تفسیر ہوگی یا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث یا شریعت کا مسئلہ اور جاہل کو ان میں کسی چیز کا بیان جائز نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ رواہ الترمذی[3]۔

جو بے علم قرآن کی تفسیر بیان کرے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے (اس کو امام ترمذی نے روایت کیا۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۲۶، ۷۲۷)

(۶۵) مسائلِ شرع کا مذاق اڑانے اور داڑھی منڈوں کو داڑھی والوں سے بہتر کہنے والے پیر کے بارے میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۸

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳/ ۱۸۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۰۳

[3] جامع الترمذی ابواب تفسیر القرآن امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

اگر عیاذاً باللہ استخفاف وتحقیر کی نیت ہو تو صریح کفر ہے، یُونہی مسائلِ شرعیہ کے ساتھ استہزاء صراحۃً کفر ہے،

قال اللہ تعالٰی "قل اباللہ و اٰیٰتہ و رسولہ کنتم تستھزءون ○ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اے میرے محبوب رسول! ان لوگوں سے فرما دیجئے کیا تم اللہ تعالٰی اس کی آیات اور اس کے رسول سے استہزاء اور مذاق کرتے ہو۔ بہانے نہ بناؤ کیونکہ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔ (ت)

یُونہی وہ کلمۂ ملعونہ کہ داڑھی مُنڈانے والے رکھانے والوں سے بہتر ہیں الخ صاف سُنّتِ متواترہ کی توہین اور کلمۂ کُفر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۴۳۶)

(۶۶) بطریقِ روافض واقعاتِ کربلا بیان کرنے اور بدمذہبوں کی دلجوئی کے لئے ذکرِ صحابہ کرام سے منع کرنے والے شخص کے بارے میں سوال کا جواب جو دلیل یہ دیتا ہے کہ اگر تم ان صحابہ کی تعریف کرو گے تو بدمذہب دل میں ان کو بُرا کہیں گے۔ چنانچہ اس شخص کے بارے میں فرمایا:

وہ شخص جو اس عذر بادو باطل سے اس فرض کو منع کرتا ہے یا سخت سفیہ جاہل ہے یا درپردہ اُن کفار و اشقیا کا ممد و معاون۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ شقِ ثانی ہو تو اس سے مطلقاً قطع تعلق کریں۔ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[2]

ان سے دُور بھاگو اُن کو اپنے سے دُور کرو کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

اور شقِ اول ہو تو اُسے سمجھائیں کہ پرائی خباثت کے سبب ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایّھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[3]

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵، ۶۶

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[3] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

اے ایمان والو! اپنی جانوں کی فکر کرو، جو بھٹک گیا وہ تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ (ت)

تو علماء فرماتے ہیں کہ:

لاتترك سنة لاقترانها مع بدعة من غيره۔

کسی ایسی سنّت کو نہ چھوڑا جائے جو کسی دوسرے کی بدعت کے ساتھ مخلوط ہو (ت)

نہ کہ ایسے مہمل خیال پر اس درجہ اہم فرض کو چھوڑنا اور پھر نتیجہ یہ کہ اُن کی خباثتیں فاش و آشکار ہوں اور ادھر سے جواب نہ ہو اور عوام ان کے شکار ہوں آج وہ دل میں بُرا کہتے ہیں کل سیکڑوں کو علانیہ بُرا کہنے والا بنالیں، ایسی اوندھی مت کا کیا ٹھکانا ہے، یُوں تو اذان بھی حرام ہو جائے گی کہ دُور سے سُن کر بھی اعداء دین کے کلیجے شق ہوتے ہیں اور خفیہ جو منہ پر آتا ہے بکتے ہیں، اگر یہ جاہل سمجھ جائے فبہا ورنہ معلوم ہو گا کہ جاہل نہیں معاند ہے اس سے بھی قطع تعلق لازم ہو گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما ينسينك الشيطن فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمين[1]۔

اگر شیطان تمھیں کسی بُھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۴۲)

(۶۷) تواجد کے بارے میں فرمایا:

تواجد یعنی باختیارِ خود وجد کی سی حالت بنانا، یہ اگر لوگوں کے دکھاوے کو ہو تو حرام ہے اور ریا اور شرکِ خفی ہے، اور اگر لوگوں کی طرف نظر اصلاً نہ ہو بلکہ اہل اللہ سے تشبّہ اور بہ تکلف اُن کی حالت بنانا کہ امام حجۃ الاسلام وغیرہ اکابر نے فرمایا ہے کہ اچھی نیت سے حالت بناتے بناتے حقیقت مل جاتی ہے اور تکلیف دفع ہو کر تواجد سے وجد ہو جاتا ہے تو یہ ضرور محمود ہے مگر اس کے لئے خلوت مناسب ہے مجمع میں ہونا اور ریا سے بچنا بہت دشوار ہے، پھر بھی دیکھنے والوں کو بد گمانی حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

يايها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم[2]۔

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۲۴۵)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] " " ۴۹/ ۱۲

(۶۸) مجلس کانفرنس جس کا ممبر ہر مذہب کا ہوسکتا ہے، میں شرکت کے بارے میں جناب سید احمد صاحب علیہ الرحمہ کے سوال کا جواب لکھتے ہوئے فرمایا:

یہ مجلس نیچریوں کی ہے اس میں شرکت جائز نہیں۔

قال اللہ تعالٰی "و اما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[۱]"

وقال اللہ تعالٰی "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[۲]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: "اگر تمھیں شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔" اور نیز اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: "(لوگو!) ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی۔" (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۴۷)

(۶۹) ذکرِ ولادت اقدس کے وقت محفلِ میلاد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں قیام کرنے کے بارے میں فرمایا:

مجلسِ میلاد مبارک میں وقتِ ذکرِ ولادتِ مقدس قیام جس طرح حرمین شریفین و جمیع بلادِ دارالاسلام میں دائر و معمول ہے مستحب و مستحسن ہے۔

قال اللہ عزّ وجل "وتعزروہ وتوقروہ[۳]"

اللہ عز وجل نے فرمایا: ان کی یعنی حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی عزت و توقیر کرو۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی "ومن یعظم شعائر اللہ فانّھا من تقوی القلوب[۴]"

اور اللہ تعالٰے نے فرمایا: جو کوئی اللہ تعالٰی کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کا تقوٰی (پرہیزگاری) ہے۔ (ت)

علامہ سید جعفر برزنجی مدنی عقد الجوہر میں فرماتے ہیں:

وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ائمۃ ذو روایۃ ودرایۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ[۵]

---

[۱] القرآن الکریم ۶/ ۶۸ [۲] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[۳] " " ۴۸/ ۹ [۴] " " ۲۲/ ۳۲

[۵] عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر ترجمہ وحاشیہ نوربخش توکلی جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۶،۲۵

بیشک حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر ائمہ صاحبِ روایۃ اور صاحبِ مشاہدہ نے قیام کو مستحسن قرار دیا ہے۔ لہذا اس خوش نصیب کے لئے خوشخبری ہو کہ جس کی نگاہ میں آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم بجالانا اس کا غایۃ مقصد اور قرار نگاہ کا محل ہو۔ (ت)

(۷۰) خاص ایام میں میلاد شریف کی محافل منعقد کرنا خصوصًا ربیع الاول شریف میں اور مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

ذکر سیدالمحبوبین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورِ ایمان و سرورِ جان ہے، ان کا ذکر بعینہٖ ذکرِ رحمٰن ہے۔ قال تعالٰی:

ورفعنا لك ذكرك[1]

اے حبیب! ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کر دیا ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے:

اس آیۂ کریمہ کے نزول کے بعد سیدنا جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حاضرِ بارگاہِ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوئے اور عرض کی حضور کا رب فرماتا ہے:

اتدری کیف رفعت لك ذكرك۔

کیا تم جانتے ہو میں نے کیسے بلند کیا تمہارے لئے تمہارا ذکر۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی: اللہ اعلم (اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

ارشاد ہوا:

جعلتك ذكرا من ذكرى فمن ذكرك فقد ذكرنى[2]

اے محبوب! میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا کہ جس نے تمہارا ذکر کیا بیشک اس نے میرا ذکر کیا۔

اور ماہِ ربیع الاول شریف اس کے لئے زیادہ مناسب، جیسے دورِ قرآن وختمِ قرآن کے لئے ماہِ رمضان کہ اُسی مہینے میں اُترا۔

شهر رمضان الذى انزل فيه القراٰن[3]

---

[1] القرآن الکریم ۹۴/۴

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول الفصل الاول دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۰ و ۲۱

[3] القرآن الکریم ۲/۱۸۵

ماہِ رمضان شریف وُہ بابرکت مہینہ ہے کہ جس میں قرآن مجید اُتارا گیا۔ (ت)
یہاں اس عالم میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رونق افروز ہونا ماہِ ربیع الاول میں ہوا، ولہذا حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم روزِ جان افروز دوشنبہ کو روزۂ شکر کے لئے خاص فرماتے اور اس کی وجہ یُوں ارشاد فرماتے کہ فیہ ولدت وفیہ انزل علی[1] اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر کتاب اُتری۔ یہ تخصیصات بوجہ مناسبات ہیں تو اُن پر طعن جہل ہے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۲، ۵۳)

(۷۱) مزید فرمایا:
امام قسطلانی رحمہ اللہ تعالٰی نے مواہب اللدنیہ شریف میں تصریح فرمائی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدح شریف الحانِ خوش کے ساتھ سُننا محبتِ حضور کو ترقی دیتا ہے[2] اور ولادتِ اقدس پر اظہارِ فرحت وسرور خود نصِ قرآن سے مامور۔ قال اللہ تعالٰی:
قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا[3]
تم فرماؤ کہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ملنے پر چاہئے کہ لوگ اس پر فرحت وسرور کریں۔ (ت)
انسان العیون میں ہے، بعض صالحین خواب میں زیارت جمال اقدس سے مشرف ہوئے عرض کی، یارسول اللہ! یہ جو لوگ ولادتِ حضور کی خوشی کرتے ہیں، فرمایا:
من فرح بنا فرحنا بہ[4]
جو ہماری خوشی کرتا ہے ہم اس سے خوش ہوتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۴)

(۷۲) ایک گنہگار شخص نے انتہائی محبّت سے محفل میلاد منعقد کرکے ذکرِ محبوب سُننا اختیار کیا ہے اور کچھ لوگ اُسے اچھا نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا:
اگر یہ بیان واقعی ہے کہ اچھے لوگ اسے اچھا سمجھتے ہیں تو بد باطنوں کے بُرا سمجھنے سے بُرا نہیں ہوسکتا، نہ لوگوں کی بدگمانی سے کوئی اثر ہو سوا اس کے کہ بدگمانی کرنے والے خود ہی گنہگار ہوں۔ قال اللہ تعالٰی:

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی قتادۃ الانصاری المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۹۷ و ۲۹۹
[2] المواہب اللدنیہ المقصد السابع محبتہ ذکرہ صلے اللہ علیہ وسلم " " " ۳/ ۳۱۱ و ۳۱۲
[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸
[4] سبل الہدٰی والرشاد الباب الثالث عشر فی اقوال العلماء فی عمل المولد الشریف دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۶۳

یاایہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہیں (ت)

جھوٹی تہمت رکھنے والا سخت گنہگار و مستحقِ عذاب ہے اور اس بنا پر اس کے یہاں مجلس مبارک پڑھنے سے لوگوں کو روکنا مناع للخیر ہونا ہے، ظاہر سوال کا جواب تو یہ ہے اور واقع کا علم اللہ عزوجل کو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۵۵)

(۷۳) شہادتِ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی پیشگوئی موجود ہے یا نہیں؛ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

قرآن مجید میں تمام ما کان و مایکون کا بیان ہے،

قال اللہ تعالٰی نزلنا علیک الکتٰب تبیانا لکل شیئ[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ہم نے آپ پر ایک عظیم کتاب نازل فرمائی جو ہر چیز کا واضح بیان ہے۔ (ت)

اور حدیثوں میں شہادتِ شریفہ کا صاف ذکر ہے، امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی صواعق محرقہ وغیرہا میں اُن کی تفصیل ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۵۵)

(۷۴) محفلِ میلاد میں ذکرِ ولادت باسعادت کے موقع پر قیام کرنے کے بارے میں فرمایا:

اللہ تعالٰی نے اپنی نعمتوں کا بیان و اظہار اور اپنے فضل و رحمت کے ساتھ مطلقاً خوشی منانے کا حکم دیا ہے، قال اللہ تعالٰی:

واما بنعمۃ ربک فحدث[3]

اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔ (ت)

وقال تعالٰی:

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا[4]

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[2] " ۱۶/ ۸۹

[3] " ۹۳/ ۱۱

[4] " ۱۰/ ۵۸

(اے محبوب ! آپ) فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (کے ملنے) پر چاہیے کہ (لوگ) خوشی کریں۔ (ت)

ولادت حضور صاحب لولاک تمام نعمتوں کی اصل ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا۔[1]

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

وما ارسلنٰک الّا رحمۃ للعٰلمین[2]

(اے محبوب!) اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا مگر رحمت دونوں جہان کے لئے۔ (ت)

تو آپ کی خوبیوں کے بیان و اظہار کا نص قطعی سے ہمیں حکم ہوا اور کارِ خیر میں جس قدر مسلمان کثرت سے شامل ہوں اسی قدر زائد خوبی اور رحمت کا باعث ہے۔ اسی مجمع میں ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر کرنے کا نام مجلس و محفلِ میلاد ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۵۹، ۶۰)

(۷۵) میلاد منانے کے بارے میں وہابیہ کے نظریات اور اسے بدعت سیئہ کہنے کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ وہابیہ کا بدعت کو صرف بدعت سیئہ میں منحصر ماننا اور اس کی کیفیت کی طرف نظر کرنا محض ادعا اور باطل ہے، بلکہ بعض بدعت بدعت حسنہ ہے اور بعض بدعت واجبہ ہے جس کلیہ کے تحت داخل ہو ویسا ہی حکم ہوگا، اور یہ شروع میں تحریر ہو چکا ہے کہ ذکر ولادت شریف واما بنعمۃ ربّک فحدّث[3] (اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ ت) کے تحت میں ہے تو قطعاً مندوب و مشروع ہوا۔ علامہ ابن حجر نے فتح المبین میں لکھا ہے:

والحاصل ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبھا وعمل المولد واجتماع الناس لہ کذلک۔[4]

یعنی بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے اور عمل مولد شریف اور اس کے لئے لوگوں کا جمع ہونا اسی قبیل سے ہے۔

لیجئے اس میں مجمع کی تصریح بھی موجود ہے، اور مسلم الثبوت میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۴ [2] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷
[3] ؍؍ ۹۳/ ۱۱
[4] انسان العیون بحوالہ ابن حجر باب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم محمدا و احمدا المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۴

شاع و ذاع احتجاجھم سلفاً و خلفاً بالعمومات من غیر نکیر[1]۔

شرع کے عموم کو حجت ماننا اسلاف و اخلاف میں بلا انکار مشہور و معروف ہے (ت)

اور یہ بھی اسی میں ہے:

والعمل بالمطلق یقتضی الاطلاق[2]۔

مطلق پر عمل میں اطلاق کا لحاظ ہوتا ہے۔ (ت)

تحریر الاصول علامہ ابن الھمام اور اُس کی شرح میں ہے:

العمل بہ ان یجری فی کل ما صدق علیہ المطلق[3]۔

اس پر عمل یوں کہ جس پر مطلق صادق آتا ہے اس میں حکم جاری ہوگا۔ (ت)

قال اللہ تعالٰی:

واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون[4]۔

یعنی اللہ تعالٰی کا ذکر بکثرت کرو تاکہ فلاح پاؤ۔ (ت)

اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر بعینہٖ خدا کا ذکر ہے، حق سبحانہٗ و تعالٰی اپنے پیارے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

ورفعنا لک ذکرک[5]۔

بلند کیا ہم نے تمھارے ذکر کو تمھارے واسطے۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یُوں نقل فرماتے ہیں:

جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک ذکرنی[6]۔

---

[1] مسلم الثبوت الفصل الخامس مسئلۃ للعموم صیغ مطبع الانصاری دہلی ص ۷۳

[2] ؍؍ فصل المطلق ما دل علی فرد منتشر ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۱۹

[3] التقریر والتحریر مسئلۃ الاکثران منتہی التخصیص جمع یزید علی نصفہ الخ دار الفکر بیروت ۱/۲۶۶-۲۶۵

[4] القرآن الکریم ۸/۴۵

[5] ؍؍ ۹۴/۴

[6] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الفصل الاول دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۰ و ۲۱

یعنی اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ میں نے تم کو اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا پس جو تمھاری یاد کرے اس نے میری یاد کی۔

بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ حضرت سرورِ کائنات صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی یاد و تعریف بعینہٖ خدا کی یاد ہے۔ پس حکمِ اطلاق جس جس طریقہ سے آپ کی یاد کی جائے گی حسن و محمود رہے گی، ایسا ہی قیام بوقتِ ذکرِ ولادت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اوّلاً اس کے جواز کو ثابت کرنے میں ہمیں ضرورت نہیں کیونکہ کل اشیاء میں حلت ہے، جو کوئی عدمِ جواز کا دعوٰی کرے اس پر دلیل و بینہ ہے، ہمارے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ عدمِ جواز کی کوئی دلیل نہیں، حدیث شریف میں ہے:

الحلال ما احل اللّٰہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللّٰہ فی کتابہ و ما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ[1]

اللہ تعالٰی نے جو اپنی کتاب میں حلال کر دیا ہے وہ حلال ہے اور جو حرام فرمادیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت اختیار کیا وہ معاف ہے۔ (ت)

ہاں ہم قیام کے مستحسن ہونے کا ثبوت بھی دیتے ہیں، نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مسلمانوں کا عین ایمان ہے اور اس کی خوبی و تعریف قرآنِ عظیم سے مطلقاً ثابت ہے۔ قال اللہ تعالٰے:

انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا ۝ لتؤمنوا باللّٰہ و رسولہ و تعزروہ و توقروہ۔[2]

بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰے:

ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانھا من تقوی القلوب[3]

اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰے:

---

[1] جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الفراء امین کمپنی دہلی ۱/۲۰۶
سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب اکل الجبن والسمن ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۹
[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۸ و ۹ [3] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

ومن یعظم حُرمات اللّٰہ فھو خیرٌ لہ عند ربہ[1]

اور جو اللّٰہ کی حُرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے (ت)

پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللّٰہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقہ سے کی جائے گی حسن و محمود رہے گی اور خاص طریقوں کے لئے جُدا گانہ ثبوت کی ضرورت نہ ہوگی، ہاں اگر کسی طریقہ کی ممانعت شرعاً ثابت ہوگی تو وہ بیشک ممنوع ہوگا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۷۶۲ تا ۷۶۵)

فتاوٰی رضویہ جلد ۲۴

(۱) تالیاں بجانے کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اقول تصدیق اس کی کہ تالی بجانا افعالِ کفّار سے ہے، خود قرآن عظیم میں موجود اللّٰہ عز و جل فرماتا ہے:

وما کان صلاتھم عند البیت الا مکاء وتصدیۃ۔[2]

نہ تھی اُن کی نماز کعبے کے پاس مگر سیٹی اور تالی۔

معالم میں ہے:

قال ابن عباس والحسن، المکاء الصفیر والتصدیۃ التصفیق قال ابن عباس کانت قریش تطوف بالبیت وھم عراۃ یصفرون ویصفقون۔[3]

عبداللّٰہ ابن عباس اور حسن بصری نے فرمایا: قرآن مجید میں جو لفظ "المکاء" آیا ہے اس کے معنی سیٹی بجانا ہے اور تصدیۃ کے معنی ہیں تالی بجانا۔ ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰے عنہ نے فرمایا کہ قریش کعبہ شریف کا ننگے ہوکر طواف کرتے اور سیٹیاں بجایا کرتے تھے۔ (ت)

اور جو فعل حرام ہے اس میں شریک ہونا اس کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے،

کما افادہ فی غیر ما مسئلۃ وقد سمعت الاٰن ان الاستماع کالفعل۔

جیسا کہ بہت سے مسائل میں اس کا افادہ کیا اور ابھی آپ نے سُنا (پڑھا) کہ سُننا فعل کی طرح ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۹۱)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۳۰

[2] " " ۸/۳۵

[3] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۸/۳۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۰۸

(۲) رقص وتمایل اور تالیوں کے ساتھ ذکر کی محفل سے چلے جانے والوں پر آیت کریمہ "ومن اعرض عن ذکری" کو منطبق کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

جو امر حرام و لغو میں دائر ہو اس سے احتراز ہی طریق صواب ہے آیہ کریمہ "ومن اعرض عن ذکری"[1] کا اس پر ورود کیونکر ممکن جہاں خود بحکم شرع ہی چلا جانا مطلوب ہو، آیہ کریمہ میں اعراض عن الذکر سے ایمان نہ لانا مقصود، تو خود آیت قرآنیہ اس ارادے پر شاہد عدل موجود، قال اللہ تعالٰی:

فاما یاتینکم منی ھدًی فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی ۝ ومن اعرض عن ذکری[2] الآیۃ۔

بعد واقعہ ابلیس لعین و تناول شجرہ حضرت آدم وحوا اور ان کے دشمن کو جنت سے اتارتے وقت ارشاد ہوا کہ اگر تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ گمراہ نہ ہو نہ سختی جھیلے اور جو میرے ارشاد سے منہ پھیرے اس کے لئے تنگ زندگانی اور اسے ہم روزِ قیامت اندھا اٹھائیں گے۔

اسی مضمون کو سورۂ بقرہ میں یوں ادا فرمایا ہے:

فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلاخوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝ والذین کفروا وکذبوا باٰیٰتنا اولٰئک اصحٰب النار ھم فیھا خٰلدون[3]

اگر تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں انھیں کچھ خوف نہیں، نہ وہ غمگین ہوں اور جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخی ہیں اور ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے۔

ایک ہی قصہ ہے ایک ہی ارشاد ہے تو خود قرآن عظیم نے شرح فرمادی ہے کہ اعراض عن الذکر سے کفر مراد ہے۔ اب نقل اقوال مفسرین کی حاجت نہ رہی، حدیث میں ہے کچھ لوگوں نے چلا چلا کر مسجد میں ذکر کرنا شروع کیا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں نکلوا دیا اب خواہ یہ نکلوانا اس بنا پر ہو کہ ان کے نزدیک ذکرِ جہر ممنوع تھا خواہ اس لئے کہ ان کے چلانے سے نمازیوں پر تشویش تھی خواہ کسی وجہ سے ہو بہرحال جب ایسی حالتوں میں خود ذاکرین کو نکلوا دینا معیوب نہ ہوا تو آپ اٹھ کر چلا جانا کیونکر محلِ طعن ہوسکتا ہے، غرض آیت سے نہ یہ ارادہ صحیح نہ اُن مسلمانوں پر یہ حکم لگانا درست، حلقے میں کا وہ شخص جو اس کا قائل ہوا اگر جاہل ہے تو دو سخت کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوا:

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۴
[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۳ و ۱۲۴
[3] ؍؍ ۲/ ۳۸، ۳۹

اوّلاً بے علم قرآن عظیم کی تفسیر کرنا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ رواہ الترمذی[1] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وقال صحیح۔

جو بے علم قرآن میں کچھ بولے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے (امام ترمذی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالہ سے اسے روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ ت)

ثانیاً بے علم فتوٰی دینا حکم لگانا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ رواہ الائمۃ احمد[2] والبخاری ومسلم والترمذی وابن ماجۃ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بے علم فتوٰی دیا تو آپ گمراہ ہوئے اوروں کو گمراہ کیا (ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا۔ ت)

اور اگر ذی علم ہے اور دانستہ تفسیر غلط کی غلط حکم لگایا تو اشد واعظم کبائر کا ارتکاب کیا کہ اللہ عزّوجل پر بہتان اٹھایا شریعت مطہرہ پر افترا باندھا، اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا[3]۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ عزّوجل پر جھوٹ افترا کرے۔

اس شخص پر توبہ تو ہر صورت میں فرض ہے، جب تک توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا سخت مکروہ ہے اور اسے امام بنانا گناہ،

لانہ فاسق وفی الغنیۃ شرح المنیۃ محتجا بفتاوی الحجۃ انہم لو قدموا فاسقا یاثمون[4]

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

[2] " ابواب العلم باب ماجاء فی ذہاب العلم " ۲/ ۹۰

صحیح مسلم کتاب العلم ۲/ ۳۴۰ و صحیح البخاری کتاب العلم ۱/ ۲۰

سنن ابن ماجہ باب اجتناب الرای والقیاس ص ۶ و مسند امام احمد بن حنبل ۲/ ۱۶۲

[3] القرآن الکریم ۶/ ۲۱

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

اس لئے کہ وہ فاسق ہے (یعنی حدودِ شرعیہ سے تجاوز کرنے والا ہے) اور غنیہ شرح منیہ میں فتاوٰی حجہ سے دلیل لاتے ہوئے فرمایا اگر لوگ فاسق کو امامت کے لئے آگے کریں تو گنہگار ہوں گے۔ (ت)

اور برتقدیر علم کہ دانستہ اس کا مرتکب ہوا تجدید اسلام و نکاح کا بھی حکم ہے کہ جان بوجھ کر رب العزت عزّ جلالہ پر افترا کرنے کو اکثر علماء نے کفر ٹھہرایا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون بایٰت اللہ[1]

جھوٹ وہی گھڑتے ہیں جو آیاتِ الٰہی پر ایمان نہیں رکھتے۔ (ت)

موضوعاتِ کبیر میں ہے:

ای الکذب علی اللہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان الکذب علی غیرھما لایخرجہ عن الایمان باجماع اھل السنۃ والجماعۃ۔[2]

اللہ تعالٰی اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے متعلق جھوٹ کہنا آدمی کو ایمان سے خارج نہیں کرتا، اہل سنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی الفتاوی الصغری من قال یعلم اللہ انی فعلت کذا وکان لم یفعل کفر ای لانہ کذب علی اللہ تعالٰی۔[3]

فتاوٰی صغرٰی میں ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے حالانکہ اس نے وہ کام نہ کیا ہو تو وہ کافر ہو جاتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ اس نے اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۰۰ تا ۱۰۳)

(۳) ایک شخص نے کہا کہ تفسیر جلالین ظاہری تفسیر ہے اہل باطن کے لئے دوسرا قاعدہ ہے۔ اس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اور شرع مطہر کو ایسا ویسا یعنی حقیر جاننے والا تو قطعاً اجماعاً کافر مرتد زندیق ملحد ہے ایسا کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[4] جو اس کے کافر و مستحقِ نار ہونے میں شک کرے وہ خود

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۵

[2] الاسرار الموضوعۃ تحت حدیث ۹۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۹

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر مسائل متفرقۃ قول ۱۶ دار البشائر الاسلامیۃ بیروت ص ۵۱۱

[4] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

کافر ہے۔ اسی طرح جو تفسیر جلالین شریف خواہ کسی کتاب دینی کی فی نفسہٖ نہ کسی امر خارج عارض کے باعث بلاشبہہ و تاویل تحقیر کرے کافر ہے مگر کلام مذکور فی السوال نہ تنقیص شرع مطہر میں صریح ہے نہ تحقیر جلالین شریف میں نص کریمہ مذکورہ کے وہ معنی کہ اس قائل نے بتائے معانی مذکورۂ تفاسیر کے منافی نہیں کہ ان کی تصحیح کو ان کا ابطال ضرور ہے بلکہ ایک معنی جداگانہ ہیں تو اس کے قول کا یہی محل نہیں کہ معانی ظاہرہ معاذ اللہ باطل ہیں حق وہ ہے جو اہل باطن ان کے خلاف جانتے ہیں بلکہ اس کا مطلب بننے کو اس قدر کافی کہ جو کچھ ان تفاسیر میں ہے یہ معانی ظاہرہ ہیں اور افادات قرآن عظیم انھیں میں محصور نہیں بلکہ ان کے سوا اور نکاتِ انیقہ و لطائفِ دقیقہ بھی ہیں جنھیں اہل باطن جانتے ہیں اس میں نہ کوئی توہین ہوئی نہ تحقیر بلکہ یہ حق ہے اگرچہ اس محل پر آیۂ کریمہ کا ایراد، اور یہ ادعائے مراد باطل ہے تو یہاں معاذ اللہ ثبوتِ کفر کا کوئی محل نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۰۴)

(۴) وجد کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

باقی رہا یہ امر کہ فلاں شخص یا اشخاص خاص کا وجد حق ہے یا باطل، ہیہات اس کے ادراک کی طرف راہ سخت دشوار والہ سرشار و متصنع ریاکار میں حالت قلب کا تفاوت ہے اور اوساط صادقین متشبہین بالعاشقین و اراذل فاسقین مرائین میں فرق اُس سے بھی سخت باریک و دقیق تر کہ یہاں صرف نیت کا تغایر ہے اور نیت و قلب دونوں غیب ہیں اور مسلمان پر بدگمانی حرام،

قال اللہ تعالٰی "ولا تقف مالیس لك به علمؕ ان السمع والبصر والفؤاد كل اولٰئك كان عنه مسئولا ۵[1]"

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان، آنکھ، دل سب سے سوال ہوتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2]

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۰۵)

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶
[2] ؍؍ ۴۹/ ۱۲

(۵) منہ پر کپڑا ڈال کر ڈومنیوں کا گانا سُننا کیسا ہے، کیا امام غزالی اور حضرت شاہ محمد کالپوی نے اسے جائز لکھا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

یہ مضمون کہ منہ پر کپڑا ڈال کر رنڈیوں ڈومنیوں کا گانا سُننا جائز ہے دونوں حضرات ممدوح قدسنا اللہ باسرارہما میں کسی سے ثابت نہیں، نہ ہرگز شرع مطہرہ میں اس کا پتا، نہ اصولِ شرع اُس کی مساعد، نہ ایسی نقول مذہب پر قاضی ہوسکیں۔

شریعتِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے جس طرح فتنہ کو حرام فرمایا دواعی فتنہ کو بھی حرام فرمادیا۔

قال اللہ تعالٰی "تلك حدود اللہ فلا تقربوھا"[1] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "من رتع حول الحمی اوشك ان یقع فیہ"[2]۔

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالٰی کی حدیں ہیں لہٰذا ان کے پاس نہ جاؤ۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی کسی چراگاہ کے آس پاس جانور چرائے تو قریب ہے کہ چراگاہ میں گھس جائے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۲۰)

(۶) مزید فرمایا:

جبکہ منشاءِ تحریم داعی ہونا ہے اور اس میں ہر داعی مستقل تو ایک کی تحریم دوسرے کے وجود پر موقوف نہیں ہوسکتی،

والا لم یکن شئ منہا داعیا بل المجموع او لم یکن داعیا الا شرط وجودہ وکان الاخر لغوا ساقطا من البین۔

ورنہ ان میں سے کوئی چیز داعی نہ ہو بلکہ مجموعہ یا داعی نہ ہو مگر اس کے پائے جانے کی شرط سے۔ اور دُوسرا بے فائدہ درمیان سے ساقط ہو۔ (ت)

شرع مطہر نے یہاں نفسِ صوتِ فتنہ پر حکم فرمایا ہے،

قال اللہ تعالٰی "واستفزز من استطعت منہم بصوتك"[3]، وعن انس وعن

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۷

[2] صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/ ۲۷۵ و صحیح مسلم کتاب المساقات ۲/ ۲۸
شرح السنۃ للبغوی باب مضاجعۃ الحائض المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۳۰

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۴

عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "صوتان ملعونان فی الدنیا والاٰخرۃ مزمار عند نعمۃ ورنۃ عند مصیبۃ۔"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تو پھسلا دے ان میں سے جس کو تُو اپنی آواز سے پھسلا سکتا ہے (یہ شیطان سے خطاب فرمایا)، اور حدیث میں حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں دو آوازیں دُنیا اور آخرت میں ملعون ہیں: (۱) آسائش کے وقت گانا بجانا (۲) مصیبت کے وقت بین کرنا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۲۲)

(۷) آریہ کا لیکچر سُننے کے لئے جانے والوں کے بارے میں فرمایا:

آریہ کا لیکچر سننے جانا اور بھی سخت تر حرام ہے وہ کفر بکتے ہیں اور یہ کُفر سُننے جاتے ہیں، ایسے جلسے میں شریک ہونے کو قرآن عظیم نے فرمایا ہے: انکو اذا مثلھم[2] جب تو تم بھی انھیں جیسے ہو۔

اور فرمایا:

ان اللہ جامع المنٰفقین والکٰفرین فی جہنم جمیعا۔[3]

بیشک اللہ تعالٰی اُن کافروں اور اُن نام کے مسلمانوں، ان کے جلسے میں شریک ہونیوالوں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۴۳)

(۸) زینت کے جائز و ناجائز ہونے کے بارے میں فرمایا:

زینت مباحہ بہ نیت مباحہ مطلقاً اسراف نہیں، اسراف حرام ہے۔ قال تعالٰی:

ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین[4]

بے جا خرچ نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالٰی فضول خرچی سے کام لینے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (ت)

اور زینت جب تک بروجہ قبیح یا بہ نیت قبیحہ نہ ہو حلال ہے۔ قال تعالٰی:

قل من حرّم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ۔[5]

---

[1] کنز العمال بحوالہ البزار والضیاء عن انس حدیث ۴۰۶۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۲۱۹
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰
[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰
[4] 〃 ۷/ ۳۱
[5] 〃 ۷/ ۳۲

فرما دیجئے اس زیب و زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی ہے۔(ت)
اور حلال و حرام ایک نہیں ہو سکتے ہمیں شق قلوب و تطلع غیوب و اسارت ظنون کا حکم نہیں بل نحسن الظن مھما امکن واللہ سبحٰنہ یعلم الضمائر ویتولی السرائر (بلکہ ہم اچھا گمان کرتے ہیں جب تک ممکن ہو اور اللہ تعالیٰ پاک ہے، دلوں کی پوشیدہ باتیں جانتا ہے، اور چھپے رازوں سے آشنا ہے۔ ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۴۷)

(۹) ممنوعات و محرمات کی نسبت رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کرنا بے ادبی ہے، چنانچہ فرمایا:

اُن محرمات اباطیل کو معاذ اللہ حضور پُر نور سیّد عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا ضرور حضور میں سُوئے ادب اور سیّد عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم پر افتراء وکذب ہے،
وکفٰی بہ اثما مبینا[1]، انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون[2]
یہی کُھلا گناہ ہے، اور جھُوٹ وہی گھڑتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۵۷)

(۱۰) جو پیر اپنے فاسق و فاجر مریدوں کی اصلاح نہیں کرتا اس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

امر بالمعروف ونہی عن المنکر ضرور بنصوصِ قاطعۂ قرآنیہ اہم فرائضِ دینیہ سے ہے اور بحال وجوب اس کا تارک آثم و عاصی، اور اُن نافرمانوں کی طرح خود بھی مستحقِ عذابِ دُنیوی و اُخروی۔ احادیثِ کثیرہ اس معنٰی پر ناطق ہیں، اور اہلسنّت وغیرہم کا واقعہ خود قرآن عظیم میں مذکور۔ قال اللہ تعالیٰ:
لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علٰی لسان داؤد وعیسٰی بن مریم ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون ۝ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون[3]
بنی اسرائیل کے کافروں پر لعنت پڑی داؤد و عیسٰے بن مریم کی زبان سے، یہ بدلہ تھا ان کی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۰
[2] " " ۱۶/ ۱۰۵
[3] " " ۵/ ۷۸ و ۷۹

نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کا، بُرے کام سے ایک دوسرے کو منع نہ کرتے تھے ضرور ان کا یہ فعل سخت بُرا تھا۔

اصحابِ سبت پر داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا کی: الٰہی! انھیں لعنت کر اور لوگوں کے لئے نشانی بنادے۔ بندر ہو گئے۔ اہلِ مائدہ پر عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی دعا کی، سُور ہو گئے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

کلا واللہ لتأمرون بالمعروف ولتنھون عن المنکر او لیضربن اللہ بقلوب بعضکم علٰی بعض ثم لیلعننکم کما لعنھم۔ رواہ ابوداؤد عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ھٰذا مختصر۔[1]

یُوں نہیں، خدا کی قسم یا تو تم ضرور امر بالمعروف کرو گے اور ضرور نہی عن المنکر کرو گے یا ضرور اللہ تعالٰے تمہارے دل آپس میں ایک دوسرے پر مارے گا پھر تم سب پر اپنی لعنت اتارے گا جیسی اُن بنی اسرائیل پر اتاری (امام ابوداؤد نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ کے حوالے سے اسے روایت کیا ہے۔ یہ مختصر ہے۔ ت)

مگر یہ امر و نہی نہ ہر شخص پر فرض نہ ہر حال میں واجب، تو بحال عدم وجوب اس کے ترک پر یہ احکام نہیں بلکہ بعض صور میں شرع ہی اُسے ترک کی ترغیب دے گی جیسے جبکہ اُس سے کوئی فتنہ اشد پیدا ہوتا ہو، یُونہی اگر جانے کہ بے سُود ہے کارگر نہ ہو گا تو خواہی نخواہی چھیڑنا ضرور نہیں خصوصاً جبکہ کوئی امر اہم اصلاح پا رہا ہو، مثلاً کچھ لوگ حریر کے عادی نماز کی طرف جُھکے یا عقائد سنت سیکھنے آتے ہیں اور جب حریر و پابندی وضع میں ایسے منہمک ہیں کہ اس پر اصرار کیجئے تو ہرگز نہ مانیں گے غایت یہ کہ آنا چھوڑ دیں گے وہ رغبت نماز و تعلم عقائد بھی جائے گی تو ایسی حالت میں بقدر تیسرا انھیں ہدایت اور باقی کے لئے انتظار وقت و حالت، ترک امر و نہی نہیں بلکہ اُسی کی تدبیر و سعی ہے۔

واللہ یعلم المفسد من المصلح[2]۔ واللہ علیم بذات الصدور[3]۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب الامر والنہی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۰

[3] " ۳/ ۱۵۴

اللہ تعالیٰ فسادی اور مصلح دونوں سے واقف ہے اور وہ سینے میں پوشیدہ راز جاننے والا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۶۰، ۱۶۱)

(۱۱) مرتکبِ نواہی شخص جو معصیت کے جواز کے لئے آیۂ کریمہ "انّ الحسنٰت یذھبن السیّئٰت" پیش کرتا ہے۔ اس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

معصیت کے جواب میں اس آیت کریمہ کو دستاویز بنانا جاہل مغرور کا کام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "زیّن لھم الشیطٰن اعمالھم[1]" وقال اللہ تعالیٰ "ولا یغرّنکم باللہ الغرور[2]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شیطان نے اُن کے لئے ان کے کرتُوت (بُرے اعمال) خوشنما بنا ڈالے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگو! انھیں خدا تعالیٰ کے معاملہ میں وہ بڑا فریبی یعنی شیطان دھوکے میں نہ ڈال دے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۲) عالم کا وعظ کرنا اور سامعین کو اسے باادب سننا مذہبی عبادت ہے یا نہیں؟ اس میں بے جا دخل اندازی کرنا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

عالمِ دین کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا بندگانِ خدا کو دینی نصیحتیں دینا جسے وعظ کہتے ہیں ضرور اعلیٰ فرائضِ دین سے ہے، اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

کنتم خیر امّۃٍ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ[3]

تم سب اُمتوں سے بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں حکم دیتے ہو بھلائی کا اور منع کرتے ہو برائی سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

اور فرماتا ہے:

ولتکن منکم امّۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر ط و اولٰئک ھم المفلحون ۝[4]

لازم ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا رہے کہ نیکی کی طرف بُلائے اور بھلائی کا حکم دے اور برائی

---

[1] القرآن الکریم ۸/۴۸ و ۲۷/۲۴ [2] القرآن الکریم ۳۵/۵
[3] ؎ ؎ ۳/۱۱۰ [4] ؎ ؎ ۳/۱۰۴

سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

وذکّر فان الذکرٰی تنفع المؤمنین[1]

وعظ کہتا رہ کہ وعظ مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

اور حاضرین کا ادب و خاموشی و رجوعِ قلب کے ساتھ اُسے سُنتے رہنا بھی مذہبی عبادت اور دینی فرض ہے، اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

فبشر عبادی ۝ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ[2]

خوشخبری دے میرے اُن بندوں کو جو متوجہ ہو کر بات سُنتے پھر اس کے بہتر پر عمل کرتے ہیں۔

اس میں دست اندازی کرنا غُل مچانا گالیاں بکنا ضرور مذہبی توہین اور خاص عادتِ کفارِ بے دین ہے۔

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

وقال الذین کفروا لاتسمعوا لھٰذا القراٰن والغوا فیہ لعلکم تغلبون[3]

کافر بولے اس قرآن کو نہ سُنو اور اس کے پڑھے جانے میں غُل شور کرو شاید یونہی تم غالب آؤ۔

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی برادر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں:

"یہ جاہلوں کا زور ہے شور مچا کر سُننے نہ دینا۔"[4]

اور فرماتا ہے:

فما لھم عن التذکرۃ معرضین ۝ کانھم حمر مستنفرۃ ۝ فرت من قسورۃ ۝[5]

انھیں کیا ہوا وعظ سے منہ پھیرے ہیں گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگے ہیں۔

وعظ سے رُوگردانی تو شیر سے گدھے کا بھڑکنا ٹھہرے اس پر غُل مچانا گالیاں بکنا کیا چاند پر کتوں کا بھونکنا نہ ہوگا۔ وعظ تو وعظ کہ وہ بنصِ صریح قرآن مجید فرض مذہبی ہے کتبِ دینیہ میں تصریح ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۱/۵۵
[2] القرآن الکریم ۳۹/۱۷ و ۱۸
[3] " " ۴۱/۲۶
[4] تفسیر موضح القرآن بر ترجمہ شاہ رفیع الدین تحت آیۃ وقال الذین کفروا لاتسمعوا الخ ممتاز کمپنی لاہور ص۵۲۶
[5] القرآن الکریم ۷۴/۴۹ تا ۵۱

ہر خطبے حتی کہ خطبۂ نکاح وخطبۂ ختمِ قرآن کا سُننا بھی فرض ہے اور اُن میں خلل کرنا حرام حالانکہ خطبۂ نکاح صرف سنّت ہے اور خطبۂ ختم نرا مستحب۔ دُرمختار میں آیا ہے:

کذا یجب الاستماع لسائر الخطب کخطبۃ نکاح و خطبۃ عید و ختم علی المعتمد[1]۔

اسی طرح معتمد قول کے مطابق تمام خطبات کا سُننا واجب ہے مثلاً خطبۂ جمعہ، عیدین، نکاح اور ختمِ قرآن وغیرہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ وختم ای ختم القراٰن کقولھم الحمد للّٰہ رب العٰلمین حمد الصابرین[2] الخ۔

صاحبِ درمختار کا قول "وختم" سے مراد ختمِ قرآن ہے جیسے اس موقع پر ان کا کہنا ہے الحمد للّٰہ رب العٰلمین حمد الصابرین یعنی تعریف اس خدا کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ایسی تعریف جو صبر کرنے والوں کی تعریف جیسی ہو۔ (ت)

طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں انواع کلام ممنوع میں ہے:

النوع الثانی والخمسون قطع کلام الغیر من غیر ضرورۃ خصوصًا اذا کان فی مذاکرۃ العلم الشرعی وقدمران السلام علیہ ای علی الجالس لمذاکرۃ العلم (اثم) لما فیہ من قطع الخیر وایذاء المسلم المتکلم والسامع (وکذا تکلم من ھو) جالس (فی مجلس عظۃ) ای وعظ وتذکیر (ولو مع الاخفاء وکذا مجرد التفاتہ وتحرکہ) وقیامہ واتکائہ (من غیر حاجۃ وکل ھذا سوء ادب وخفۃ وعجلۃ و سفہ بل یتعین التوجہ الیہ والانصات والاستماع الی ان ینتھی کلامہ بلا التفات ولا تحرک ولا تکلم[3] اھ مختصرًا۔

یعنی کلام ممنوع کا نوع پنجاہ و دوم بے ضرورتِ شرعیہ دوسرے کی بات کاٹنا ہے جبکہ وہ علم شرعی کے ذکر میں ہو، اور اُوپر گزر چکا کہ اس پر اس وقت سلام کرنا بھی گناہ ہے کہ اس میں اُسی نیک کلام کا قطع کرنا اور قائل اور سامعین مسلمانوں کو ایذا دینا ہے یوں ہی جو مجلسِ وعظ میں بیٹھا ہو اُسے بھی بات

---

[1] درمختار | کتاب الصلوٰۃ | باب الجمعہ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۱۱۳

[2] ردالمحتار | " | " | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۱/۵۵۱

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ | النوع الثانی والخمسون قطع کلام الغیر | مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۳۵۰ تا ۳۵۲
الطریقۃ المحمدیۃ | مطبعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۲/۱۹۲، ۱۹۳

کرنا گناہ ہے اگرچہ آہستہ ہی ہو اسی طرح صرف بے ضرورت اِدھر اُدھر دیکھنا یا کوئی حرکت و جنبش کرنا کھڑا ہو جانا یا تکیہ لگا لینا اور یہ سب گستاخی و بے ادبی اور ہلکا پن خفیف الحرکاتی اور جلد بازی اور حماقت ہے بلکہ لازم یہی ہے کہ اُسی کی طرف توجہ کئے خاموش کان لگائے سُنتے رہیں یہاں تک کہ اس کا کلام ختم ہو اُس وقت تک نہ اِدھر اُدھر دیکھیں نہ کوئی جنبش نہ اصلاً کچھ بات کریں۔

جب وعظ میں مطلق حرکت اور آہستہ بات بے ضرورت بھی گستاخی و بے ادبی و گناہ ٹھہرے تو غُل مچانا گالیاں بکنا کس قدر سخت توہین ہوگا یہ توہین اُس عالمِ دین کی توہین نہ ہوگی جو اُس وقت وعظ کرتا ہے بلکہ اصل دین اسلام اور خود ہمارے نبی اکرم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی توہین ٹھہرے گی کہ مسند وعظ اصل مسند حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

یایّھا النّبی انّا ارسلنٰك شاھدًا و مبشّرًا و نذیرًا ۝ و داعیا الی اللّٰہ باذنہ وسراجا منیرا ۝[1]

اے نبی! ہم نے تجھے بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سُناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بُلاتا اور آفتاب روشنی پہنچاتا۔

نیکیوں پر مژدہ دیتا، بُرائیوں پر ڈر سناتا، اللہ کی طرف مطابق شریعت بلاتا۔

یہی معنیٰ وعظ ہے اور آیہ کریمہ وذکّر فانّ الذکرٰی تنفع المؤمنین[2] (لوگوں کو نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت کرنا ایمان والوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ ت) میں بھی اصل مخاطب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں یہ کام علمائے دین حضور کی وراثت سے کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان العلماء ورثۃ الانبیاء۔ رواہ ابوداؤد والترمذی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[3]

بیشک علماء انبیاء کے وارث ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام (امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے اسے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور نائب جب مسندِ نیابت پر ہو تو اس دربار کی توہین اصل سلطان کی توہین ہے، ہر عاقل

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۵، ۴۶

[2] " " ۵۱/ ۵۵

[3] سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۷

جانتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ادنٰی درجے کے اجلاس میں غل کرے گالیاں بکے تو وہ اس ادنٰی ہی کی توہین نہ ہو گی بلکہ اصل بادشاہ کی، والعیاذ باللہ رب العلمین ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰی بلند و برتر اور بڑی شان رکھنے والے کی توفیق عطا کے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۶۸ تا ۱۷۲)

(۱۳) منہیاتِ شرعیہ کی حرمت بیان کرنے والے عالمِ دین سے اپنی انا کی وجہ سے قطع تعلق کرنے والی جماعت کے بارے میں فرمایا:

اس صورت میں جماعت سخت ظالم اور عذاب شدید کی اور اس آیت کریمہ کی مصداق ہے:

واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جھنم[1]

اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ تعالٰی سے ڈریئے تو اسے گناہ مزید ضد (اور طیش) پر آمادہ کرے اور ابھارے پس اس (بدنصیب) کے لئے دوزخ ہی کافی ہے۔ (ت)

اگر وہ لوگ توبہ نہ کریں تو مسلمانوں کو ان سے قطع تعلق چاہیئے ورنہ بحکم احادیثِ کثیرہ وہ بھی ان کے ساتھ شریک ہوں گے اوشك ان یعمھم اللہ بعقاب منه (قریب ہے کہ اللہ تعالٰی انھیں اس کے عذاب میں شامل اور شریک فرمائے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۷۳، ۱۷۴)

(۱۴) دفع مرض ہیضہ کے لئے اذان دینے کے بارے میں فرمایا:

اذان ذکرِ الٰہی ہے اور ذکرِ الٰہی کے برابر غضب و عذابِ الٰہی سے نجات دینے والی بلا، غم و پریشانی کی دفع کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[2]

سن لو اللہ تعالٰی کی یاد ہی سے دلوں کو چین ملتا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۸۱)

(۱۵) آیت کریمہ "ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ" کا مصداق و مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

القاء الایدی الی التھلکۃ (ہاتھوں کو ہلاکت میں ڈالنا۔ ت) کیا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۶

[2] " " ۱۳/ ۲۸

تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کو نہ ماننا، ورنہ یہ آیت تحریم جہاد کے لئے عمدہ دستاویز ہو جائے گی، جو تہلکہ چمکتی تلواروں اور برستے تیروں اور توپ کے متواتر گولوں کے سامنے ہے طاعون میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں تو جہاد اکبر سے زائد حرام ہوگا اور جہاد سے بھاگنا فرض حالانکہ قرآن نے اس کا عکس فرمایا ہے، قرآن عظیم ترکِ جہاد و فرار عن الجہاد ہی کو تہلکہ فرماتا ہے جسے یہ عبدۃ الھوٰی ہلاک سمجھیں وہ نجات ہے اور جسے نجات سمجھ رہے ہیں وہ ہلاک ہے۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کریمہ لا تلقوا ہم انصار میں اُتری کہ جب دین متین کو اللہ عزوجل نے عزت بخشی اور اسلام پھیل گیا ہم نے کہا اب جہاد کی کیا ضرورت ہے اب خانگی امور جو اتنے روزوں سے خراب پڑے ہیں بنالیں، اس پر ارشاد ہُوا:

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔[1]

اپنی جان اور مال جہاد میں خرچ کرو اور ترکِ جہاد کرکے اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ (ت)

معالم شریف میں ہے:

فالتھلکۃ الاقامۃ فی الاھل والمال وترك الجھاد۔[2]

"التھلکۃ" اہل و مال سے وابستہ رہنا اور جہاد کے لئے نہ نکلنا ہے۔ (ت)

امام اجل احمد بن حنبل مسند میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف ومن صبر فیہ کان لہ اجر شھید۔[3]

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہے جیسے جہاد میں کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا، اور جو اس میں صبر کئے بیٹھا رہے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔

اور جہاد سے بھاگنے والے کو اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فقد باء بغضب من اللہ ومأوٰہ جھنم وبئس المصیر۔[4]

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/ ۱۹۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۱۸

[2] " " " " " " " " " " " " "

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۳۶۰

کنز العمال حدیث ۲۸۴۴۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۷۹

[4] القرآن الکریم ۸/ ۱۶

وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنّم ہے اور کیا بُری بازگشت ہے۔

تو ثابت ہُوا کہ طاعون سے بھاگنے والا اللہ کے غضب میں جاتا ہے اور جہنم اس کا ٹھکانا ہے اسی کو فرمایا کہ:

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ[1]

اپنے ہاتھوں ہلاکت و غضب خدا اور استحقاق جہنم میں نہ پڑو۔

اب بتائیے کہ طاعون سے بھاگنا "تہلکہ" ہے یا اپنے رب عزّوجل پر توکّل کرکے صابر و مقیم رہنا۔ اللہ تعالٰی توفیق دے کہ احکامِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو ہوائے نفس سے رَد نہ کیا جائے ولاحول ولاقوۃ اِلّا باللہ العلی العظیم (گناہ سے بچنے اور نیکی کی قوت و طاقت کسی میں نہیں بجز اللہ تعالٰے بلند مرتبہ اور عظیم الشان کی توفیق کے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۹۱، ۱۹۲)

(۱۶) طاعون والی جگہ سے بھاگنے کے بارے میں فرمایا:

طاعون سے بھاگنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الفار من الطاعون کالفار من الزحف[2]

طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہی ہے جیسے کہ جہاد میں کافروں کو پیٹھ دے کر بھاگنے والا۔

جسے اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

فقد باء بغضب من اللہ و مأوٰہ جھنم و بئس المصیر[3]

وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنّم ہے اور بہت ہی بُری جگہ پھرنے کی۔

کیا ایسی چیز دوا کے حکم میں آسکتی ہے نہ کہ معاذ اللہ سنّت ہونا جس پر اللہ کا غضب ہو اور جہنّم ٹھکانا۔ جو لوگ اس سے بھاگ کر کہیں بھی جاتے ہیں سب گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں، اس کی تفصیل ہمارے رسالہ تیسیر الماعون میں ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ لوگ اس میں بے موت مر جاتے ہیں وہ گمراہ ہیں، اس میں قرآن عظیم میں انکار ہے، ان پر توبہ فرض ہے اور تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح چاہیے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۸۲، ۱۴۵، ۱۵۵
کنز العمال حدیث ۲۸۴۴۴ مؤسسۃ الرسالۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۷۹

[3] القرآن الکریم ۸/ ۱۶

وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ مؤجلا[1]۔

کوئی جان بے حکمِ خدا نہیں مرسکتی لکھا ہوا حکم ہے وقت باندھا ہوا۔

پیڑ سے ایک آدھ پھل ٹپکتا رہتا ہے اسی کا ٹپکنا لکھا تھا اور ایک آدھ آندھی آتی ہے کہ ہزاروں پھل ایک ساتھ جھڑ پڑتے ہیں اُن کا ساتھ ہونا ہی لکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وکل صغیر وکبیر مستطر[2]۔

ہر چھوٹی بڑی بات سب لکھی ہوئی ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۹۹)

(۷۱) زید کے پاس قوّتِ مردانگی کا نسخہ ہے جو وہ اس خیال سے کسی کو دیتا اور بتاتا نہیں کہ لوگ حرامکاری میں مبتلا ہوں گے تو مجھے بھی گناہ ہوگا۔ اس کے بارے میں فرمایا:

اگر وہ نسخہ نہ بتائے اسے دوا بنا کر دے جبکہ اس میں کوئی ناجائز چیز نہ ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ[3]۔

جو کوئی تم میں سے اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو اُسے نفع پہنچانا چاہیے۔ (ت)

اور اس کا یہ خیال کہ لوگ حرام کریں گے اور اس پر وبال ہوگا محض غلط ہے مسلمان پر بدگمانی حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[4]"

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچتے رہو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں (ت)

اور جب اس کی نیت نفع رسانی مسلم ہے تو دوسرا گناہ کرے بھی تو اُس کا مواخذہ اس پر نہیں ہوسکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لا تزر وازرۃ وزر اُخرٰی[5]۔

کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہ اُٹھائے گی (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۲۴ ص ۲۰۳)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۵ [2] القرآن الکریم ۵۴/ ۵۳

[3] صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۲۴

[4] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲ [5] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

(۱۸) عورت کو بانجھ کرنے کے گناہ سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

بانجھ کرنا نہ کرنا اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے بشر کی طاقت نہیں یجعل من یشاء عقیما[1] (اللہ تعالٰی جس کو چاہے بانجھ کردے۔ ت) ہاں ایسی دوا کا استعمال جس سے حمل نہ ہونے پائے اگر کسی ضرورتِ شدیدہ قابلِ قبول شرع کے سبب ہے حرج نہیں، ورنہ سخت شنیع و معیوب ہے، اور شرعاً ایسا قصد ناجائز و حرام۔

وقد نہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الخصاء وعن التبتل والرھبانیۃ وھذا بمعناھا۔

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خصی کرنے اور الگ تھلگ کٹ کر رہنے اور رہبانیت اختیار کرنے سے منع فرمایا۔ اور مانع حمل دوا کا استعمال انہی کے معنٰی میں ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۲۰۷، ۲۰۸)

(۱۹) طاعون سے بھاگنے کی ترغیب دینے والے کے بارے میں فرمایا:

فرار کی ترغیب دینے والا فرار کرنیوالے سے اشد وبال میں ہے، نفسِ گناہ میں احکامِ الٰہیہ سے معارضہ و مخالفت کی وہ شان نہیں جو برعکس حکمِ شرع نہی عن المعروف و امر بالمنکر میں ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

المنٰفقون والمنٰفقٰت بعضھم من بعض یامرون بالمنکر وینھون عن المعروف الٰی قولہ عزوجل والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر[2]

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک ہیں بُرائی کا حکم دیتے اور بھلائی سے منع کرتے ہیں اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں دینی بات پر ایک دوسرے کے مددگار ہیں بھلائی کا حکم دیتے اور بُرائی سے روکتے ہیں۔

گنہگار اپنی جان کو گرفتارِ عذاب کرتا ہے اور گناہ کی ترغیب دینے والا خود عذاب میں پڑا اور دوسرے کو بھی عذاب میں ڈالنا چاہتا ہے، جتنے اس کی بات پر چلتے ہیں سب کا وبال اُن سب پر

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۵۰

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۷ تا ۷۱

اور اُن کے برابر اس اکیلے پر ہوتا ہے ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۲۸۹، ۲۹۰)

(۲۰) طاعون سے بھاگنے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے فرمایا :

خامساً سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرار عن الطاعون کو جس کا مماثل فرمایا یعنی جہاد سے بھاگنا اُسی کے ملاحظہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ شہر چھوڑ کر دوسرے شہر کو چلے جانے ہی پر فرار محصور نہیں کیا، اگر امام مسلمانان بیرون شہر کفار سے جہاد کررہا ہو اور کچھ لوگ مقابلہ سے بھاگ کر اپنے گھروں میں جا بیٹھیں تو فرار نہ ہوگا ضرور ہوگا بلکہ گھروں میں جا بیٹھنا درکنار، اگر معرکہ سے بھاگ کر اُسی میدان کے کسی پہاڑ یا غار میں جا چھپے ضرور عار فرار نقد وقت ہوگی کہ میدانِ کارزار تو ہر طرح چھوڑا اور مقابلۂ کفار سے مُنہ موڑا، نصِ قرآنی اس پر دلیلِ صریح ہے :

قال اللہ عزّ وجلّ " انّ الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعٰن انّما استزلّھم الشیطٰن ببعض ماکسبوا ولقد عفا اللہ عنھم انّ اللہ غفور حلیم[1] " وقال جل من قائل " ولقد عفا عنکم واللہ ذو فضل علی المؤمنین ○ اذ تصعدون ولا تلوون علٰی احد والرسول یدعوکم فی اخرٰىکم فاثابکم غمّا بغمّ[2] الاٰیۃ ۔

اللہ تعالٰے غالب اور بڑی ذات کا ارشاد ہے : بیشک تم میں سے جن لوگوں نے دو جماعتوں کے (جنگ کے لئے) آمنے سامنے والے دن منہ پھیرا ان کے بعض افعال کی وجہ سے شیطان نے انھیں پھسلا دیا، بیشک اللہ تعالٰے نے انھیں معاف کردیا کیونکہ اللہ تعالٰے معاف فرمانے والا بُردبار ہے۔ اور اس نے ارشاد فرمایا جو کہنے والوں سے بڑی شان رکھتا ہے، بے شک اللہ تعالٰے نے تمھیں معاف فرمادیا اور اللہ تعالٰی مومنوں پر احسان فرمانے والا ہے، اور یاد کرو جب تم اوپر چڑھ رہے تھے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور رسولِ مکرم تمھیں آوازیں دے دے کر بُلا رہے تھے پھر تمھیں غم پر غم نے آلیا الاٰیۃ ۔ (ت)

معالم میں ہے :

قرأ ابو عبدالرحمٰن السلمی وقتادۃ تصعدون بفتح التاء والعین والقراءۃ المعروفۃ بضم التاء وکسر العین، والاصعاد السیر فی الارض والصعود الارتفاع علی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۵

[2] " " ۳/ ۱۵۲ و ۱۵۳

الجبال والسطوح وکلتا القراءتین صواب فقد کان یومئذ من المنہزمین مصعد وصاعد[1] اھ باختصار۔

ابوعبدالرحمن سلمی اور قتادہ نے اس لفظ تصعدون کے حرف تاء اور عین کو زبر سے پڑھا ہے جبکہ مشہور قراءت تاء کی پیش اور عین کی زیر کے ساتھ ہے، پھروہ اس طور پر ابواب مزید فیہ باب افعال سے ہونے کی وجہ سے "اَلْاِصْعَاد" سے بنا ہے جس کے معنی "زمین میں چلنا" ہے جبکہ پہلے طور پر مجرد ہونے کی وجہ سے لفظ "صعود" سے بنا ہے جس کے معنی "اوپر چڑھنا، بلندی پر جانا" ہے خواہ چھتوں پر ہو یا پہاڑوں پر۔ اور دونوں قراءتیں درست اور صحیح ہیں۔ پس اس دن کچھ شکست خوردہ لوگ منہ اٹھائے بھاگے جارہے تھے اور کچھ قریبی پہاڑی پر چڑھ رہے تھے اھ باختصار (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۰۲، ۳۰۳)

(۲۱) کفار کے ساتھ بے تکلف کھانے پینے والے مسلمانوں کے بارے میں فرمایا:

بے شک کفار سے ایسی مخالطت اور ان کے ساتھ ہم پیالہ وہم نوالہ ہونے سے بہت ضرور احتراز کرنا چاہیے خصوصًا جہاں اسلام ضعیف ہو، شرع مطہر سے بہت دلائل اس پر قائم جن کے بعض کہ اس وقت کی نظر میں ذہن فقیر میں مستحضر ہوئے مذکور ہوتے ہیں:

اوّل قال عزوجل:

وامّا ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]

اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

اور کافر سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔ قال اللہ جل جلالہ:

فمن اظلم ممن کذب علی اللہ وکذب بالصدق اذجاءہ ط الیس فی جہنم مثوی للکٰفرین[3]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے خدا پر جھوٹ باندھا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا کیا نہیں ہے دوزخ میں کافروں کا ٹھکانا۔

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳/ ۱۵۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۸۴

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] ؍؍ ۳۹/ ۳۲

جب کافر حد درجہ کا ظالم ہو اور ظالم کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا تو شیر و شکر و ہمکاسہ ہونا تو اور بدتر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۱۱، ۳۱۲)

(۲۲) مزید فرمایا:

یازدہم تجربہ شاہد کہ ساتھ کھانا مورثِ محبت و وداد ہوتا ہے اور کفار کی موالات سمِ قاتل ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ومن یتولھم منکم فانہ منھم[1]

جو تم میں اُن سے دوستی رکھے گا اُنھیں میں سے شمار کیا جائے گا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۱۵)

(۲۳) روافض کے ساتھ برتاؤ کے بارے میں فرمایا:

رافضی وغیرہ بدمذہبوں میں جس کی بدعت حدِ کفر تک پہنچی ہو وہ تو مرتد ہے اس کے ساتھ کوئی معاملہ مسلمان بلکہ کافر ذمی کے مانند بھی برتاؤ جائز نہیں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے وغیرہا تمام معاملات میں اسے بعینہٖ مثل سوٗر کے سمجھیں اور جس کی بدعت اس حد تک نہ ہو اُس سے بھی دوستی محبت تو مطلقاً نہ کریں۔

قال اللہ تعالٰی "ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2]"

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا تو وہ یقیناً انھی میں سے ہوگا۔ (ت)

اور بے ضرورت و مجبوری محض کے خالی میل جول بھی نہ رکھیں کہ بدمذہب کی محبت آگ ہے اور صحبتِ ناگ اور دونوں سے پوری لاگ۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

و اما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3]

اگر تجھے شیطان بھلا ڈالے تو یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

جاہل کو ان کی صحبت سے یوں اجتناب ضرور ہے کہ اس پر اثرِ بد کا زیادہ اندیشہ ہے اور عام مقتدا

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[2] " " "

[3] " " ۶/ ۶۸

یوں بچے کہ جہال اسے دیکھ کر خود بھی اس بلا میں نہ پڑیں بلکہ عجب نہیں کہ اسے اُن سے ملتا دیکھ کر اُن کے مذہب کی شناعت اُن کی نظروں میں ہلکی ہو جائے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

یکرہ للمشہور المقتدی بہ الاختلاط الی رجل من اھل الباطل والشر الا بقدر الضرورۃ لانہ یعظم امرہ بین یدی الناس ولوکان رجلا لا یعرف یداریہ لیدفع الظلم عن نفسہ عن غیر اثم فلا باس بہ کذا فی الملتقط[1]

مشہور پیشوا کے لئے ایسے شخص سے میل جول رکھنا جو اہلِ باطل اور اہلِ شر میں سے ہو مکروہ ہے مگر ضرورت کی حد تک جائز ہے (یہ ممانعت اس لئے ہے) کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو جائیگا (جس کے بُرے اثرات مرتّب ہوں گے) اور اگر غیر معروف شخص ان میں محض اپنے دفاع اور ظلم سے بچاؤ کے لئے گھومے پھرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ الملتقط میں یونہی مذکور ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۲۰)

(۲۴) شراب خوروں اور غیر مقلدوں کی طرفداری کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

غیر مقلدوں کا ساتھ اور اُن کی طرفداری کرنا گمراہی و بددینی ہے اور شراب خوروں اور چانڈو بازوں کی طرفداری اگر ان کے اس گناہ میں ہے تو سخت عظیم کبیرہ ورنہ بیجا و بد۔

قال اللہ تعالٰی "وامّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[2]"۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلادے تو پھر یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۲۹)

(۲۵) کفار سے موالات ناجائز جبکہ دُنیوی معاملہ سوائے مرتد کے باقیوں کے ساتھ جائز ہے۔ چنانچہ فرمایا:

محیط میں ہے:

قال محمد مابعثہ ملک العدو من الھدیۃ الی امیر جیش المسلمین او الی الامام الاکبر وھو مع الجیش فانہ لاباس بقبولھا ویصیر فیئاً للمسلمین وکذلک اذا اھدی ملکھم الی قائد من قوّاد المسلمین لہ منعۃ ولوکان اھدی الی واحد من کبار المسلمین لیس لہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۶

[2] کنز العمال حدیث ۳۲۵۲۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۰

منعة یختص ھو بھا[1]۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دشمن کا بادشاہ اسلامی لشکر کے امیر یا امیر اکبر کو جو کچھ تحفہ و ہدیہ بھیجے جبکہ وہ لشکر میں ہو تو اس کو قبول کرنے میں کچھ حرج نہیں، اور وہ اہل اسلام کے لئے مالِ غنیمت ہو جائیگا، یونہی ان کا بادشاہ مسلمانوں کے کسی ایسے قائد کو ہدیہ بھیجے کہ جس میں قوت وزور ہو (تو اس کو لینے میں بھی کوئی حرج نہیں) اور اگر وہ مسلمانوں کے کسی بڑے فرد کو ہدیہ پیش کرے کہ جس میں قوتِ دفاع نہ ہو تو وہ پھر اس کے لئے مختص ہوگا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لو ان عسکرا من المسلمین دخلوا دار الحرب فاھدی امیرھم الی ملك العدو ھدیۃ فلاباس بہ وکذٰلك لو ان امیر الثغور اھدی الی ملك العدو ھدیۃ واھدی ملك العدو الیہ ھدیۃ[2]، وقال اللہ تعالٰی والمحصنٰت من المؤمنات والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن[3]، وتمام تحقیقہ فی فتاوٰنا، وقال تعالٰی وان جنحوا للسلم فاجنح لھا[4]، وقال تعالٰی الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الٰی مدتھم ان اللہ یحب المتقین[5]، وقال تعالٰی واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا[6]، وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الصلح جائز بین المسلمین الا صلحا احل حراما او حرم حلالا[7]، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تغدروا[8]

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب السادس الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۳۶

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] القرآن الکریم ۵/۵

[4] 〃 ۸/۶۱

[5] 〃 ۹/۴

[6] 〃 ۱۷/۳۴

[7] سنن ابی داؤد کتاب القضاء باب فی الصلح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۵۰

[8] مسند احمد بن حنبل عن بریدۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۵۸

اگر اسلامی فوج دارِ حرب میں داخل ہو پھر ان کا امیر دشمن کے حکمران کو کوئی ہدیہ پیش کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ اور اسی طرح اگر امیرِ سرحدِ اسلامی دشمن کے بادشاہ کو کوئی ہدیہ پیش کرے اور دشمن کا بادشاہ اسلامی امیر کو کوئی تحفہ و ہدیہ پیش کرے (تو دونوں صورتوں میں کچھ مضائقہ نہیں)، اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: مسلمان پارسا عورتیں اور اُن لوگوں کی پارسا عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب عطا ہوئی (یعنی اہلِ کتاب یہودی اور عیسائی) جب تم انھیں ان کے مہر ادا کردو (تو پھر ان دونوں سے عقدِ نکاح کرنا جائز ہے)، اور اس کی پوری تحقیق ہمارے فتاوٰی میں مذکور ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر وہ صلح کے لئے جھک جائیں تو پھر تم بھی اس کے لئے جھک جاؤ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: مگر وہ شرک کرنے والے کہ جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انھوں نے تم سے کوئی کمی نہ کی اور تم پر کسی کو غلبہ نہ دیا تو ان سے ان کی طے شدہ مدت تک ان سے کیا ہوا وعدہ پورا کرو بیشک اللہ تعالٰی ڈرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) وعدہ پورا کرو اس لئے کہ وعدے کے بارے میں (اللہ تعالٰی کے ہاں) بازپرس ہوگی۔ اور حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے کہ صلح مسلمانوں کے درمیان جائز ہے، مگر وہ صلح جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرائے (ایسی جائز نہیں)، اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگو!) دھوکا بازی نہ کیا کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۳۴ تا ۳۳۵)

(۲۶) ایک صاحبِ علم حاجی مالِ یتیم زبردستی کھاتا ہے اور یتیم دربدر ٹھوکریں کھا رہا ہے، اس کے بارے میں فرمایا:

ایسا شخص سخت ظالم، فاجر، مرتکب کبائر، مستحقِ عذابِ نار و غضبِ جبّار ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا[1]

بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور قریب ہے کہ دوزخ کی بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔

قبولِ عمل و عبادت ہر شخص کا حق سبحانہٗ و تعالٰی کے اختیار ہے، ہاں اس ناپاک مال سے جو عبادت

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۰

مالی کرے گا ہرگز قبول نہ ہوگی۔ حدیث میں ہے:

ان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب[1]

بیشک اللہ تعالٰی پاک ہے اور پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔ (ت)

حج بھی اگر اسی روپے سے کیا تو مستحق مردودی ہے۔ حدیث میں ہے، جو مالِ حرام سے حج کو جائے جب لبیک کہے فرشتہ اُسے جواب دیتا ہے:

لا لبیك ولا سعدیك وحجك مردود علیك حتی ترد ما فی یدیك[2]

نہ تیری لبیک قبول، نہ خدمت قبول، اور تیرا حج تجھ پر مردود ہے یہاں تک کہ تو یہ مال حرام جو تیرے پاس ہے واپس دے۔

ایسے شخص سے ابتدا بسلام ناجائز و گناہ ہے۔ درمختار میں ہے:

یکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا[3]

جو کوئی اعلانیہ فاسق ہو اسے سلام دینا مکروہ ہے (ت)

مسلمانوں کو ایسے شخص سے میل جول رکھنا، اس کے پاس موافقت کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا نہ چاہیے، کہیں اُس کی آگ اُن میں بھی سرایت نہ کرے۔ قال اللہ تعالٰی:

واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین[4]

اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

وقال تعالٰی:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[5]

ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں آگ چھوئے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۳۹، ۳۴۰)

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلوٰۃ الاستسقاء دار صادر بیروت ۳/۳۴۶

[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب اسرار الحج الباب الثالث " " ۴/۴۳۱

کنز العمال حدیث ۱۱۹۰۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/۲۷

العلل المتناہیۃ حدیث فی الحج بمال حرام حدیث ۹۳۰ دار نشر الکتب الاسلامیہ مصر ۲/۷۵

[3] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

[4] القرآن الکریم ۶/۶۸ [5] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

(۲۷) تحقیرِ سیّد کے بارے میں فرمایا :

اور اس میں شک نہیں جو سیّد کی تحقیر بوجہ سیادت کرے وہ مطلقاً کافر ہے، اس کے پیچھے نماز محض باطل ہے ورنہ مکروہ۔ اور جو سیّد مشہور ہو اگرچہ واقعیت نہ معلوم ہو اسے بلا دلیل شرعی کہہ دینا کہ یہ صحیح النسب نہیں اگر شرائط کذب کا جامع ہے تو صاف کبیرہ ہے، اور ایسا کہنے والا اسّی کوڑوں کا سزاوار، اور اس کے بعد اس کی گواہی ہمیشہ کو مردود، اور اگر شرطِ قذف نہ ہو تو کم از کم بلاوجہ شرعی ایذائے مسلم ہے، اور بلا وجہ شرعی ایذائے مسلم حرام قطعی۔ قال اللہ تعالیٰ :

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا[1]

جو لوگ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں بغیر اس کے کہ انھوں نے (کوئی معیوب کام) کیا ہو ان کا دل دُکھاتے ہیں تو بیشک اُنھوں نے اپنے سر پہ بہتان باندھا اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھالیا (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۴ ص ۴۲۳)

(۲۸) لوگوں پر ظلم کرنے والے غاصب اور اس کے مددگاروں نیز قدرت کے باوجود مظلوموں کی دادرسی نہ کرنے والوں کے بارے میں استفتار کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

(ا) جس شخص میں امور مذکورۂ سوال ہوں وہ مستحقِ عذابِ نار و غضبِ جبّار و لعنتِ پروردگار ہے والعیاذ باللہ تعالےٰ، وہ اللہ و رسول کو ایذا دیتا ہے اور اللہ و رسول کو ایذا دینے والا فلاح نہیں پاتا۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنٰت ثمّ لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم و لھم عذاب الحریق[2]

بیشک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو فتنے میں ڈالا پھر توبہ نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے آگ کا عذاب۔

رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[3]

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۵۸ [2] القرآن الکریم ۸۵/۱۰

[3] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۳۷۳

جس نے ناحق کسی مسلمان کو ایذا دی بیشک اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزّ وجل کو ایذا دی۔

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[1]۔

سُنتا ہے اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ[2]۔

ظلم اندھیریاں ہے قیامت کے دن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ظلم کے مددگار ظالم ہیں اور اس سے بڑھ کر عذاب وغضب ولعنت کے سزاوار۔

اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

لا تعاونوا علی الاثم والعدوان[3]۔

تم پر حرام ہے کہ گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام۔ رواہ الطبرانی[4] فی المعجم الکبیر والضیاء فی صحیح المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جو دیدہ ودانستہ کسی ظالم کے ساتھ اُسے مدد دینے چلا وہ اسلام سے نکل گیا (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور ضیاء نے صحیح المختارہ میں اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت) واللہ تعالےٰ اعلم۔

(۳) ہاں مددگاروں پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور اُس کی مدد سے جُدا ہوں، اللہ عزّوجل قرآن کریم

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

[2] صحیح البخاری کتاب المظالم باب الظلم ظلمات یوم القیٰمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۱

[3] القرآن الکریم ۵/ ۲

[4] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۶۱۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۲۷

کنز العمال حدیث ۱۴۹۵۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۸۵

میں کسی مسلمان کے ساتھ مسخرگی کرنے ، اُس پر طعن کرنے ، اُس کا بُرا لقب رکھنے سے منع کرکے فرماتا ہے :

ومن لم یتب فاولٰئك ھم الظّٰلمون[1]

جو ان باتوں سے توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

ان باتوں کو افعالِ مذکورہ سوال سے کیا نسبت ، جو ان میں مدد سے توبہ نہ کریں کیسے سخت درجے کے ظالم ہوں گے ۔ اہلِ برادری یا کسی مسلمان کو ظالم کا حکم اس کے ظلموں میں ماننا جائز نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لا طاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالٰی[2]

اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔

اور ظالم باز نہ آئے تو مسلمانوں کو چاہئے اُسے برادری سے نکال دیں ، اُس سے میل جول چھوڑ دیں ، اُس کے پاس نہ بیٹھیں کہ اس کی آگ انھیں بھی نہ پھونک دے ۔ اور فرماتا ہے اللہ تبارک وتعالٰی :

واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[3]

اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ ۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) جو مظلوم کی دادرسی پر قادر ہو اور نہ کرے تو اس کے لئے ذلّت کا عذاب ہے ۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من اغتیب عندہ اخوہ المسلم فلم ینصرہ وھو یستطیع نصرہ ادرکہ اللہ تعالٰی فی الدنیا والاٰخرة ۔ رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة وابن عدی فی الکامل[4] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹ / ۱۱

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة دارالفکر بیروت ۳ / ۱۲۳

[3] القرآن الکریم ۶ / ۶۸

[4] ذم الغیبة مع موسوعہ رسائل ابن ابی الدنیا حدیث ۱۰۸ مؤسسة الکتب الثقافیة ۴ / ۱۰۲

الکامل لابن عدی ترجمہ ابان بن ابی عیاش دارالفکر بیروت ۱ / ۳۷۷

المطالب العالیہ باب الزجر عن الاستطاعة فی عرض المعلم حدیث ۲۷۰۶ عباس احمد البانی مکة المکرمة ۳ / ۲

جس کے سامنے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور یہ اس کی مدد پر قادر ہو اور نہ کرے اللہ تعالٰی اسے دُنیا و آخرت دونوں میں ذلیل کرے گا (اس کو محدث ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبۃ میں اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور حکم سُن کر گناہ پر ہٹ کرنا استحقاق عذاب نار ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واذا قیل له اتق الله اخذته العزة بالاثم فحسبه جهنم ط ولبئس المهاد[1]

جب اس سے کہا جائے اللہ سے ڈر تو اسے گناہ کی ضد چڑھے ایسے کو جہنم کافی ہے اور کیا بُرا ٹھکانا۔

ابلیس کی پیروی سے حکمِ خدا و رسول پر نہ چلنا اور ظالم کے حکم پر چلنا گناہ کبیرہ ہے استحقاقِ جہنم ہے مگر کوئی مسلمان کیسا ہی فاسق فاجر ہو یہ خیال نہیں کرتا کہ اللہ و رسول کے حکم پر اس کے حکم کو ترجیح ہے ایسا سمجھے تو آپ ہی کافر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۴۵ تا ۳۴۸)

(۲۹) جھوٹوں کے بارے میں فرمایا:

بلا ضرورتِ شرعی جھوٹ بولنا اور بلوانا کبیرہ گناہ ہے،

قال الله تعالٰی "قتل الخراصون"[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: مارے جائیں وہ لوگ جو اٹکل پچو سے باتیں بنانے والے ہیں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۵۶)

(۳۰) اولاد بالغ کو تنبیہِ خیر کرنا والدین پر واجب ہے یا فرض؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

جو حکم فعل کا ہے وہی اس پر آگاہی دینی ہے فرض پر فرض، واجب پہ واجب، سنت پہ سنت، مستحب پہ مستحب، مگر بشرطِ قدرت بقدرِ قدرت بامیدِ منفعت، ورنہ:

عليكم انفسكم لا يضركم من ضل اذا اهتديتم[3]

(لوگو!) اپنی جانوں کی فکر کرو، لہذا تمھیں کچھ نقصان نہیں دے سکے گا جو بھٹک گیا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۷۰)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۶
[2] " ۵۱/ ۱۰
[3] " ۵/ ۱۰۵

(۳۱) حقوق اللہ کی معافی کے بارے میں فرمایا:

حقوق اللہ معاف ہونے کی دو صورتیں ہیں:

اوّل توبہ، قال اللہ تعالٰی:

ھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ و یعفوا عن السیئات[۱]

وہی (اللہ تعالٰی) ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے (ت)

دوم عفوالٰہی، قال اللہ تعالٰی:

فیغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء[۲] اللہ تعالٰی جس کو چاہے معاف فرمادے اور جس کو چاہے سزا دے۔ (ت)

و قال تعالٰی:

ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً انہ ھوالغفور الرحیم[۳]

یقیناً اللہ تعالٰی سب گناہ بخش دیتا ہے کیونکہ وہی گناہ بخشنے والا اور مہربان ہے (ت)

اور حقوق العباد معاف ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں:

(۱) جو قابلِ ادا ہے ادا کرنا ورنہ اُن سے معافی چاہنا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کانت لہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ اوشئ فلیتحللہ منہ الیوم قبل ان لایکون دینار ولا درھم ان کان لہ عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمتہ و ان لم تکن لہ حسنات اخذ من سیئات صاحبہ فحمل علیہ[۴]

جس کے ذمّہ اپنے بھائی کا آبرو وغیرہ کسی بات کا مظلمہ ہو اسے لازم ہے کہ یہیں اس سے معافی چاہ لے قبل اس وقت کے آنے کے کہ وہاں نہ روپیہ ہوگا نہ اشرفی، اگر اس کے پاس کچھ نیکیاں ہوں گی تو بقدر اس کے حق کے اس سے لے کر اسے دی جائیں گی ورنہ اس کے گناہ اس پر رکھے جائیں گے۔

---

[۱] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۵

[۲] 〃 ۲/ ۲۸۴

[۳] 〃 ۳۹/ ۵۳

[۴] صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب من کانت لہ مظلمۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۱

(۲) دوسرا طریقہ یہ کہ صاحبِ حق بلا معاوضہ لئے معاف کر دے۔ قال تعالٰی:

فاعفوا واصفحوا[1]

تم دوسروں کو معاف کر دو اور ان سے درگزر کرو۔ (ت)

وقال تعالٰی:

الا تحبون ان یغفر اللہ لکم[2]

کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالٰی تمھیں بخش دے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۷۳، ۳۷۴)

(۳۲) زوجین کے ایک دوسرے پر حقوق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مرد پر عورت کا حق نان ونفقہ دینا، رہنے کو مکان دینا، مہر وقت پر ادا کرنا، اُس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا، اسے خلافِ شرع باتوں سے بچانا۔ قال تعالٰی:

وعاشروھن بالمعروف۔[3]

عورتوں سے اچھی طرح رہنا سہنا کرو۔ (ت)

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا قُوا انفسکم واھلیکم نارا۔[4]

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

اور عورت پر مرد کا حق خاص امور متعلقہ زوجیّت میں اللہ ورسول کے بعد تمام حقوق حتی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے ان امور میں اس کے احکام کی اطاعت اور اس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے، بے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جاسکتی اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن وہ بھی صبح سے شام تک کے لئے اور بہن، بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپی کے یہاں سال بھر بعد اور شب کو کہیں نہیں جاسکتی۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۰۹

[2] " ۲۴/۲۲

[3] " ۴/۱۹

[4] " ۶۶/۶

"اگر میں کسی کو غیر خدا کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے"[1]
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۷۹، ۳۸۰)

(۳۳) قیامت میں حقوق العباد کے مؤاخذہ کا تعلق فقط مومنوں کے ساتھ خاص ہے یا وہ عام ہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

اخبار و آثار در مطلق حقوق ست مومن را باشد یا کافر ذمی را انسان را باشد یا حیوان وقد نصوا ان خصومة الدابة اشد من خصومة الذمی، وخصومة الذمی اشد من خصومة المسلم کما فی الخانیة والدر[2] وغیرھما، و باجماع اہلسنت ہیچ وعید در حق مسلم قطعی نیست قال اللہ تعالٰی "ان اللہ لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذٰلك لمن یشاء"[3] انچہ در اشدیت خصومت ذمی گفتہ اند انہ لا یرجی منہ العفو فیبقی فی خصومتہ فاقول ای یطول خصومتہ ولیس فیہ ان الوعید ینفذ ولابد حقوق واصحاب ہمہ را مالک حقیقی حضرت حق ست عزجلالہ فیفعل ما یشاء[4] و یحکم ما یرید[5]۔ نسأل اللہ العفو والعافیة۔

اخبار اور آثار مطلق حقوق کے متعلق وارد ہیں خواہ مومن ہو یا کافر ذمی، انسان ہو یا حیوان۔ اس لئے کہ ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ جانوروں کا جھگڑنا اور فریقِ مخالف ہونا ذمی کافر کی مخالفت سے زیادہ سخت ہے، اور ذمی کی مخالفت مسلمان کی مخالفت سے زیادہ سخت ہے جیسا کہ فتاوٰی قاضیخان اور درمختار وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور اہلِ سنّت کا اتفاق ہے کہ کوئی دھمکی مسلمان کے حق میں قطعی نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ بیشک اللہ تعالٰی اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس سے کمتر جس کے لئے چاہے معاف کر دیتا ہے، اور

---

[1] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۸
کنز العمال برمز حم حدیث ۴۵۸۶۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/۵۵۸
[2] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۴۹
[3] القرآن الکریم ۴/۴۸ و ۱۱۶
[4] " " ۳/۴۰ و ۲۲/۱۸
[5] " " ۵/۱

یہ جو وارد ہوا ہے کہ ذمی کی مخالفت زیادہ سخت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے معافی کی امید نہیں، پھر وہ اپنی مخالفت میں باقی رہے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی مخالفت طویل ہو جائے گی اور اس میں یہ نہیں کہ عذاب کی دھمکی ضرور نافذ ہو گی۔ حقوق واصحاب سب کا حقیقی مالک اللہ تعالٰی ہے کہ جس کی عزت بڑی ہے، لہذا وہ کرتا ہے جو چاہے، اور فیصلہ کرتا ہے جس کا ارادہ فرمائے۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۸۱، ۳۸۲)

(۳۴) سوتیلی ماں کا حق بیٹے پر کیا ہے اور سوتیلی ماں پر تہمت لگانے والے کا کیا حکم ہے؛ اس کے جواب میں فرمایا:

حقوق تو مسلمان پر ہر مسلمان رکھتا ہے اور کسی مسلمان کو تہمت لگانی حرام قطعی ہے خصوصًا معاذ اللہ اگر تہمتِ زنا ہو، جس پر قرآنِ عظیم نے فرمایا:

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[1]

اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب ایسا نہ کرنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

تہمتِ زنا لگانے والے کو اسّی کوڑے لگتے ہیں اور ہمیشہ کو اس کی گواہی مردود ہوتی ہے اللہ تعالٰی نے اس کا نام فاسق رکھا، یہ سب احکام ہر مسلمان کے معاملے میں ہیں اگرچہ اس سے کوئی رشتہ علاقہ اصلاً نہ ہو، اور سوتیلی ماں تو ایک عظیم وخاص علاقہ اس کے باپ سے رکھتی ہے جس کے باعث اس کی تعظیم وحرمت اس پر بلاشبہہ لازم۔ اسی حرمت کے باعث رب العزت جل وعلا نے اسے حقیقی ماں کی مثل حرام ابدی کیا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۸۶، ۳۸۷)

(۳۵) اولاد پر والدین میں سے کس کا حق زیادہ ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اولاد پر باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم۔ قال اللہ تعالٰی:

ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا ط حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا ط وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا ط[2]

اور ہم نے تاکید کی آدمی کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کی، اسے پیٹ میں رکھے رہی اس کی ماں تکلیف سے، اور اسے جنا تکلیف سے، اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھٹنا تیس مہینے میں ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۷
[2] القرآن الکریم ۴۶/ ۱۵

اس آیۂ کریمہ میں رب العزت نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کر کے گنا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل و ولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اشد و اعظم ہو گیا شمار فرمایا، اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد فرمایا:

ووصّینا الانسان بوالدیه حملته امه وھنا علی وھن وفصاله فی عامین ان اشکر لی ولوالدیك[1]

تاکید کی ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے حق میں کہ پیٹ میں رکھا اسے اس کی ماں نے سختی پر سختی اٹھا کر، اور اس کا دودھ چھٹنا دو برس میں ہے، یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہ رکھی کہ انھیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا، فرماتا ہے: شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۴ ص ۳۸۷، ۳۸۸)

(۳۶) حقِ والدین کے سلسلہ میں مزید فرمایا:

خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لئے اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت و رحمت کے مظہر ہیں، ولہذا قرآن عظیم میں اللہ جل جلالہٗ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا کہ ان اشکر لی ولوالدیك[2] حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۴ ص ۴۰۱)

(۳۷) استاذ کے احترام کے بارے میں فرمایا:

استاذ کی تعظیم یہ ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔

قال اللہ تعالیٰ "ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ۝ ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم[3]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بیشک اے حبیب! جو لوگ حجروں سے باہر کھڑے ہو کر تمھیں بلاتے ہیں ان میں سے اکثر بیوقوف ہیں وہ صبر کرتے حتی کہ تم خود بخود باہر تشریف لاتے تو ان کے لئے بہتر تھا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/۱۴ [2] القرآن الکریم ۳۱/۱۴ [3] القرآن الکریم ۴۹/۴ و ۵

عالمِ دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استادِ علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائبِ حضور پُرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہے، ہاں اگر کسی خلافِ شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے۔

لا طاعة لاحد فی معصیة اللہ۔

اللہ تعالےٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۳)

(۳۸) ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا جو فلسفہ کی چند کتابیں پڑھ کر اپنے دینی معلم کے مقابلے پر اُتر آیا اور ان کو امامت سے معزول کرا کے خود امام بننے کی کوشش کرنے لگا حالانکہ وہ معلم صاحب معمر، عالم باعمل اور سید ہیں۔ اس کی نالائقیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اوّل تو وہ ناشکرا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

حق عزوجل فرماید لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید[1] ہر آئینہ اگر سپاس آرید بیشک بیفزایم و بیشتر بخشم شمارا و اگر ناسپاسی ورزید پس بدرستیکہ عذابِ من سخت ست و فرمود جلت عظمتہ ان اللہ لایحب کل مختال فخور[2] بدرستیکہ خدائے دوست نمی دارد ہر بسیار داغل سخت ناسپاس را، و فرمود عزّشانہٗ ھل نجزی الا الکفور[3] ما کرا سزا میدہیم و سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم فرمود من اولی معروفا فلم یجد لہ جزاء الا الثنا فقد شکرہ ومن کتمہ فقد کفرہ ہر کہ باوے احسانے کردہ شد و او راعوض نیافت جز آنکہ برائے محسن ثنائے نیک نمودہ پس بہ تحقیق کہ سپاس او نجا آورد و ہر کہ پوشید پس بدرستیکہ کافر نعمت شد اخرجہ البخاری فی الادب المفرد وابوداؤد[4] فی السنن والترمذی فی الجامع وابن حبان فی التقاسیم والانواع والمقدسی فی المختارۃ برواۃ ثقات عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم انّ عذابی لشدید اگر تم نے شکر ادا کیا

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۷

[2] ؍؍ ۳۱/ ۱۸

[3] ؍؍ ۳۴/ ۱۷

[4] موارد الظمآن باب شکر المعروف حدیث ۲۰۷۳ المطبعة السلفیة ص ۵۰۶
الترغیب والترھیب الترغیب فی شکر المعروف مصطفی البابی مصر ۲/ ۷۷

تو بیشک میں تمھیں اور زیادہ دُوں گا اور اگر ناشکری اختیار کرو گے تو (جان لوکہ) بیشک میرا عذاب سخت ہے۔ نیز ارشاد فرمایا: اللہ لایحب کل مختال فخور بیشک اللہ تعالٰی ہر اِترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ یہ بھی فرمایا: ھل نجزی الا الکفور ہم ناشکرے ہی کو بدلہ دیں گے۔ سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلّم نے فرمایا: من اولی معروفا فلم یجد لہ جزاءً الا الثناء فقد شکرہ و من کتمہ فقد کفر جس کے ساتھ نیکی کی گئی وہ سوائے تعریف کے محسن کے لئے کچھ نہ کرسکا تو اس نے اس کا شکریہ ادا کر دیا اور جس نے اس احسان کو چھپایا وہ کافرِ نعمت (ناشکرا) ہوا۔ (بخاری (ادب المفرد)، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، مقدسی از جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰے عنہما)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۷۴)

(۳۹) اپنے سید استاذ کی نافرمانی کرنے والے شخص کی دسویں نالائقی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

دھم آنکہ سید موصوف گو اوستاذ ایں کس مباش اما آخر مسلمانیست وایں کار کہ فلاں خواست بالبداہت موجب ایذائے اوست و ایذائے مسلم بے وجہ شرعی حرام قطعی قال اللہ تعالٰی "والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا[1]" آنانکہ آزار دہند مردان مومن و زنانِ مومنہ را بے جرم پس بہ تحقیق کہ بہتان و گناہ آشکارا برخود برداشتند۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۴۲۵، ۴۲۶)

دھم سید موصوف اگرچہ اس شخص کے استاذ نہ ہوں آخر مسلمان تو ہیں اور یہ کام جو اس شخص نے اختیار کیا ہے واضح ہے کہ اس میں سید صاحب کی تکلیف ہے اور مسلمان کو بغیر کسی شرعی وجہ کے تکلیف دینا قطعی حرام ہے۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا: والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا وہ لوگ جو ایماندار مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی جرم کے تکلیف دیتے ہیں بیشک اُنھوں نے بُہتان اور کُھلا گناہ اپنے ذمّے لے لیا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۴۲۵، ۴۲۶)

(۴۰) بیٹے کا باپ پر کس قدر حق ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

اللہ عزوجل نے اگرچہ والد کا حق ولد پر نہایت اعظم بتایا یہاں تک کہ اپنے حق کے برابر اس کا ذکر فرمایا کہ اَنِ اشکرلی ولوالدیک[2] حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ مگر ولد کا حق بھی والد پر

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۸   [2] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

عظیم رکھا ہے کہ ولد مطلق اسلام، پھر خصوصِ جوار، پھر خصوصِ قرابت، پھر خصوصِ عیال، ان سب حقوق کا جامع ہو کر سب سے زیادہ خصوصیتِ خاصہ رکھتا ہے، اور جس قدر خصوص بڑھتا جاتا ہے حق اشد و آکد ہوتا جاتا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۴۵۱)

(۴۱) جن لوگوں کے حقوق روزِ قیامت اللہ تعالٰی معاف کرائے گا ان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

پنجم اولیائے کرام صوفیۂ صدق اربابِ معرفت قدست اسرارھم و نفعنا اللہ ببرکاتھم فی الدنیا والآخرۃ (ان کے راز پاک کردیئے گئے، اللہ تعالٰی ہمیں دنیا اور آخرت میں ان کی برکتوں سے فائدہ پہنچائے۔ت) کہ بنصِ قطعی قرآن روزِ قیامت ہر خوف و غم سے محفوظ و سلامت ہیں۔

قال تعالٰی "الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: (لوگو!) آگاہ ہوجاؤ یقیناً اللہ تعالٰی کے دوست (ہر خوف اور غم سے محفوظ ہوں گے) نہ انھیں کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے (ت)

تو ان میں بعض سے اگر بتقاضائے بشریت بعض حقوقِ الٰہیہ میں اپنے منصب و مقام کے لحاظ سے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین کوئی تقصیر واقع ہو تو مولٰی عزوجل اسے وقوع سے پہلے معاف کرچکا کہ:

قد اعطیتکم من قبل ان تسألونی و قد اجبتکم من قبل ان تدعونی و قد غفرت لکم من قبل ان تستغفرونی[2]

میں نے تمھیں عطا فرمادیا اس سے پہلے کہ تم مجھ سے مانگو، اور میں نے تمھاری درخواست قبول کرلی قبل اس کے کہ تم مجھے پکارو، اور یقیناً تمھاری نافرمانی کرنے سے پہلے میں نے تمھیں معاف کردیا (ت)

یوں ہی اگر باہم کسی طرح کی شکر رنجی یا کسی بندہ کے حق میں کچھ کمی ہو جیسے صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے مشاجرات کہ فرمایا:

ستکون لاصحابی زلۃ یغفرھا اللہ تعالٰی لھم لسابقتھم معی[3]

عنقریب میرے ساتھیوں سے کچھ لغزشیں ہوں گی جنھیں ان کی پیش قدمی کے باعث اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۲
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) سورۃ القصص تحت الآیۃ وما کنت بجانب الغربی الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۴/ ۲۲۰
[3] الجامع الصغیر حدیث ۴۳۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۰۱

معاف فرمادے گا (ت)

تو مولیٰ تعالیٰ وہ حقوق اپنے ذمہ کرم پر لے کر اربابِ حقوق کو حکم تجاوز فرمائے گا اور باہم صفائی کرا کر آمنے سامنے جنّت کے عالیشان تختوں پر بٹھائے گا کہ :

ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علٰی سرر متقبلین[1]

ان کے سینوں کو کینوں اور کدورتوں سے ہم صاف کر دیں گے پھر وہ بھائی بھائی ہو کر ایک دوسرے کے آمنے سامنے تخت نشین ہوں گے ۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص ۴۷۲ ، ۴۷۳)

(۴۲) جو شخص اپنے نابالغ بچوں کے فوت ہونے پر صبر کرے قیامت میں اُسے کیا جزا ملے گی ؟ اس کے جواب میں فرمایا :

اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب[2]۔

یونہی ہے کہ صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر پورا پورا دیا جائے گا بے شمار ۔

اور فرماتا ہے :

اولٰئك علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولٰئك ھم المھتدون[3]۔

ایسے ہی لوگوں پر درودیں ہیں ان کے رب کی طرف سے اور مہربانی ، اور یہی لوگ راہ پانے والے ہیں ۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ما من مسلم یموت لہ ثلٰثۃ لم یبلغوا الحنث الا ادخلہ اللہ الجنۃ بفضل رحمتہ ایاھم ۔ رواہ الشیخان[4] والنسائی وابن ماجۃ عن انس بن مالك ۔

جس مسلمان کے تین بچے نابالغی میں مریں گے اللہ تعالےٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۴۷ [2] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۰

[3] " " ۲/ ۱۵۷

[4] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المسلمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۴

سنن ابن ماجہ ابواب ما جاء فی الجنائز باب ما جاء فی ثواب من اصیب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶

سنن النسائی کتاب الجنائز باب ثواب من احتسب الخ نور محمد کارخانہ کراچی ۱/ ۲۶۴

اس رحمت کی برکت سے جو اُن بچّوں پر فرمائے گا۔ (امام بخاری، مسلم، نسیائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک کے حوالے سے اس کو روایت کیا ہے۔ ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۴۷۷، ۴۷۸)

(۴۳) سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے استعانت کے بارے میں فرمایا:

ہاں سیدنا حضرت عالی مقام علٰی جدّہ الکریم ثم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اپنی حاجت میں استمداد و استعانت وطلبِ دُعاء و شفاعت جائز و محبوب،

قال اللہ تعالٰی "وابتغوا الیہ الوسیلۃ[1]" و قال اللہ تعالٰی "اولئك الذین یدعون یبتغون الٰی ربھم الوسیلۃ[2]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی کی بارگاہ تک رسائی کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔ اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: یہ وہ مقبول بندے ہیں جنھیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۴۹۵)

(۴۴) زید کہتا ہے کہ تعزیہ چونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف منسوب اور ان کے روضہ کا نقشہ ہے لہٰذا تعزیہ بنانا ضروری اور باعثِ ثواب ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا:

تعزیہ جس طرح رائج ہے نہ ایک بدعت مجمعِ بدعات ہے، نہ وہ روضہ مبارک کا نقشہ ہے، اور ہو تو ماتم اور سینہ کوبی اور تاشے باجوں کے گشت اور خاک میں دبانا یہ کیا روضہ مبارک کی شان ہے، اور پریوں اور بُراق کی تصویریں بھی شاید روضہ مبارکہ میں ہوں گی، امام عالی مقام کی طرف اپنی ہوساتِ مخترعہ کی نسبت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی توہین ہے، کیا توہینِ امام قابلِ تعظیم ہے۔ کعبہ معظمہ میں زمانۂ جاہلیت میں مشرکین نے سیدنا ابراہیم و سیدنا اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں بنائیں اور ہاتھ میں پانسے دیئے تھے جن پر لعنت فرمائی اور ان تصویروں کو محو فرمادیا، یہ تو انبیائے عظام کی طرف نسبت تھی کیا اس سے وہ ملعون پانسے معظم ہوگئے یا تصویریں قابلِ ابقاء۔ اور اسے ضروری کہنا تو اور سخت تر افترائے اخبث ہے، وہ بھی کس پر، شرع مطہر پر۔

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[3]

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۳۵

[2] " ۱۷/ ۵۷

[3] " ۱۰/ ۶۹ و ۱۶/ ۱۱۶

بیشک جو اللہ تعالٰی کے ذمے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہ ہوں گے (ت)

اور اس کے منکر کو یزید کہنا رفض پلید ہے تعزیہ میں کسی قسم کی امداد جائز نہیں۔

قال اللہ تعالٰی "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان"[1]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا، گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۰۶، ۵۰۷)

(۴۵) شہادت نامے اور تعزیہ داری میں فرق احکام بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بالجملہ شہادت نامے کی حقیقت ہنوز وہی امرِ مباح و محمود ہے اور شنائع زوائد و عوارض اگر ان سے خالی اور نسبت نامحمود سے پاک ہو ضرور مباح ہے اور تعزیہ داری کی حقیقت ہی یہ امورِ ناجائزہ ہیں، "اس قدر جائز ہے" جیسے کوئی تعلق نہ رہا، نہ اس کے وجود سے موجود ہوتی ہے نہ اس کے عدم سے معدوم، تو یہ فی نفسہٖ ناجائز و حرام ہے۔ اس کی نظیر امم سابقہ میں آغازِ اصنام ہے۔ وَد و سواع و یغوث و یعوق و نسر صالحین تھے ان کے انتقال پر اُن کی یاد کے لئے اُن کی صورتیں تراشیں، بعد مرورِ زماں پچھلی نسلوں نے اُنھیں کو معبود سمجھ لیا، تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُن بُتوں کی حالت اپنی اسی ابتدائی حقیقت پر باقی تھی یہ شنائع زوائد عوارض خارجہ تھے، ولہذا شرائع الٰہیہ مطلقاً ان کے رَدّ و انکار پر نازل ہوئیں۔ بخاری وغیرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

کانوا اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطٰن الٰی قومھم ان انصبوا الٰی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا وسمّوھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتّٰی اذا ھلک اولٰئک ونسخ العلم عبدت۔[2]

وَد، سواع وغیرہ قومِ نوح علیہ السلام کے نیک لوگوں کے نام تھے، جب وہ وفات پاگئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اُن کی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے ان کے مجسمے بنا کر کھڑے کردو اور اُن کے اسماء کا ذکر کرو (یعنی انھیں یاد کرو) چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا مگر وُہ ان کی عبادت میں مشغول نہیں ہوئے تاآنکہ وُہ لوگ دُنیا سے رخصت ہوگئے اور علم مِٹ گیا اور پچھلے لوگ یعنی بعد میں آنے والی نسل حقیقت سے ناآشنا ہوتے ہوئے ان کی پُوجا

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورہ نوح ۷۱، باب وَدًّا ولاسواعًا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳۲
فتح الباری باب وَدًّا ولاسواعا الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۹/ ۵۷۶

کرنے لگی۔ (ت)

فاکہی عبید اللہ بن عبید بن عمیر سے راوی:

قال اول ماحدثت الاصنام علٰی عہد نوح وکانت الابناء تبر الاٰباء فمات رجل منہم فجزع علیہ ابنہ فجعل لایصبر عنہ فاتخذ مثالا علٰی صورتہ فکلما اشتاق الیہ نظرہ ثم مات ففعل بہ کما فعل ثم تتابعوا علٰی ذٰلک فمات الاٰباء فقال الابناء مااتخذ اٰباؤنا ھٰذہ الا انہا کانت اٰلھتہم فعبدوھا۔[1]

عبد اللہ ابن عبید نے کہا سب سے پہلے بُت پرستی کا ظہور زمانہ نوح میں ہُوا، اور بیٹے اپنے آباء سے حُسنِ سلوک کیا کرتے تھے، پھر ان میں سے کوئی شخص مرجاتا تو اُس کا بیٹا اس کے لئے بیقرار اور بےچین ہوجاتا اور صبر نہ کرسکتا اور اپنی تسکین کے لئے اس کی مورتی بنالیتا اور جب اصل کو دیکھنے کا شوق ہوتا تو اس شبیہہ کو دیکھ کر دل کو تسلی دے لیتا اور جب وُہ مرجاتا تو اس کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا، عرصہ دراز تک لگاتار اور مسلسل یہ کام ہوتا رہا، اور جب پہلے باپ دادا مرگئے تو آنے والی اولاد کہنے لگی کہ یہ تو ہمارے پہلے باپ دادوں کے معبود تھے پھر یہ ان کی عبادت کرنے لگے (بس اس طرح بُت پرستی کا آغاز ہوا)۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۱۸ تا ۵۲۰)

(۶۴) ایک شخص نے کہا مسجد اور تعزیہ میں کوئی فرق نہیں۔ اس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

یہ شخص صریح گمراہ و بدعقل و بدزبان ہے، مسجد کو کوئی سجدہ نہیں کرتا، نہ اس کی حقیقت اینٹ گارا ہے بلکہ وُہ زمین کہ نماز و عبادتِ الٰہی بجالانے کے لئے تمام حقوق عباد سے جُدا کرکے اللہ عزوجل کے حکم سے اس کی طرف تقرب کے واسطے خاص ملک الٰہی پر چھوڑی گئی اب وہ شعائر اللہ سے ہوگئی اور شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب[2]

اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے (ت)

اس مجموعہ بدعات کو اس سے کیا نسبت، مگر جہلِ مرکب سخت مرض ہے، والعیاذ باللہ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۲۵)

---

[1] فتح الباری بحوالہ فاکہی عن عبید اللہ بن عبید باب ودا ولا سواعا الخ دارالکتب العلمیہ بیروت ۹/ ۵۷۸
الدر المنثور تحت الآیۃ ۷۱/ ۲۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۲۷۳

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۲

(۴۷) مذکورہ بالا شخص کے جواب میں دوسرے نے کہا بھائی یہ باتیں شرع کی ہیں لکھ کر شرع کے سپرد کرو۔ آپس میں جھگڑا مت کرو۔ اس شخص ثانی کی تحسین کرتے ہوئے فرمایا:

اس شخص نے اچھا کیا، مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ جو بات نہ جانے خود اس پر کوئی حکم نہ لگائے بلکہ اہلِ شرع سے دریافت کرے۔ قال اللہ تعالٰی:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون[1]

(اے لوگو!) علم والوں سے پُوچھو اگر تمھیں علم نہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۲۵)

(۴۸) دھوتی پہننا کیسا ہے، اور تشبّہ بالکفار کون سا ممنوع ہے؟ اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا:

اس تحقیق سے روشن ہو گیا کہ تشبُّہ وہی ممنوع و مکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبّہ کی ہو یا وُہ شَے اُن بد مذہبوں کا شعارِ خاص یا فی نفسہٖ شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو۔ بغیر ان صورتوں کے ہرگز کوئی وجہِ ممانعت نہیں۔ اب مسئلہ مسئولہ کی طرف چلئے، دھوتی باندھنے والے مسلمانوں کا یہ قصد تو ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ کافروں کی سی صورت بنائیں، نہ مدعی نے اس پر بنائے کلام کی، بلکہ دھوتی باندھنے کو ان سخت شدید اختراعی احکام کا مورد قرار دیا، نہ زنہار قلب پر حکم روا، نہ بدگمانی جائز۔

قال اللہ تعالٰی "ولا تقف مالیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئك کان عنه مسئولا"۔[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اُن باتوں کے پیچھے نہ پڑو جن کا تمھیں کچھ علم نہیں۔ بیشک کان، آنکھ اور دل کے متعلق (بروزِ قیامت) پُوچھا جائے گا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۳۴)

(۴۹) حُقّہ پینے اور پان کھانے کو حرام قرار دینے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

پان بیشک حلال ہے، حضرت محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ اُن سے پہلے اولیاءِ کرام نے اس کا استعمال فرمایا ہے۔ حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اس کی مدح فرمائی، اس میں چونے کا جواز کتاب نصاب الاحتساب میں مصرح ہے۔ حقّہ کا جواز غمز العیون و شرح ہدیہ ابن العماد و کتاب الصلح بین الاخوان و درمختار و طحطاوی و ردّ المحتار وغیرہ کتبِ معتمدہ میں مصرح ہے۔ حلال کو حرام کہنا اس شخص کی بڑی جرأت ہے اور یہ کہ پان کھانے والا یا حقّہ پینے والا جماعت میں شریک نہ ہو اس کا

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/۴۳ و ۲۱/۷

[2] القرآن الکریم ۱۷/۳۶

ظلمِ شدید بلکہ ضلالِ بعید ہے وہ اسے حکمِ شرع ٹھہرا کر شرع مطہر پر افتراء کرتا ہے اور اللہ پر افتراء کرنے والا عذابِ شدید کا مستحق ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلل وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ط ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون [1]

جو کچھ تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں اس کے متعلق یہ نہ کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تاکہ تم اللہ کے ذمّے جھوٹ لگاؤ۔ بے شک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں یعنی اس کے ذمّے جھوٹ لگاتے ہیں وہ کبھی کامیاب اور بامراد نہیں ہوسکتے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۵۶)

(۵۰) بزرگوں کی تصاویر بطور تبرک گھر میں رکھنے کا حکمِ شرعی بیان کرنے کے لئے اعلحضرت علیہ الرحمۃ نے مستقل رسالہ "العطایا القدیر فی حکم التصویر" تحریر فرمایا۔ اس میں فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے، دنیا میں بت پرستی کی ابتداء یونہی ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں تبرکاً رکھیں اور اُن سے لذتِ عبادت کی تائید سمجھی، شدہ شدہ وہی معبود ہوگئیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے آیۂ کریمہ:

وقالوا لا تذرن الھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا [2]

کافروں نے کہا ہرگز اپنے خداؤں کو نہ چھوڑو، اور وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کبھی نہ چھوڑو۔ (ت)

کی تفسیر میں ہے:

قال کانوا اسماء رجال صالحین من قوم نوح فلما ھلکوا اوحی الشیطان الی قومھم ان نصبوا الی مجالسھم التی کانوا یجلسون انصابا وسموھا باسمائھم ففعلوا فلم تعبد حتی اذا ھلک اولئک ونسخ العلم عبدت [3]

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] " " ۷۱/ ۲۳

[3] صحیح البخاری کتاب التفاسیر باب ودا و سواعا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳۲

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا یہ حضرت نوح (علیہ السلام) کی قوم کے نیک اور پارسا لوگوں کے نام ہیں، جب وہ وفات پاچکے تو شیطان نے بعد والوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ جہاں یہ لوگ بیٹھتے تھے وہیں اُن مجالس میں اُنھیں نصب کردو (یعنی قرینے سے انھیں کھڑا کردو) اور جوان کے نام (زندگی میں) تھے وہی نام رکھ دو، تو لوگوں نے (جہالت سے) ایسا ہی کیا۔ پھر کچھ عرصہ ان کی عبادت نہ ہوئی، یہاں تک کہ جب وہ تعظیم کرنے والے مرگئے اور علم مٹ گیا (اور ہرطرف جہالت پھیل گئی) پھر ان کی عبادت شروع ہوگئی۔ (ت)

عبد بن حمید اپنی تفسیر میں ابوجعفر بن المہلب سے راوی:

قال کان ود رجلا مسلما وکان محببا فی قومہ فلما مات عسکروا حول قبرہ فی ارض بابل وجزعوا علیہ فلما رأی ابلیس جزعھم علیہ تشبہ فی صورۃ انسان ثم قال أری جزعکم علی ھذا فھل لکم ان اصور لکم مثلہ فیکون فی نادیکم فتذکرونہ بہ؟ قالوا نعم فصورلھم مثلہ فوضعوہ فی نادیھم وجعلوا یذکرونہ فلما رأی مالھم من ذکرہ قال ھل لکم ان اجعل لکم فی منزل کل رجل منکم تمثالا مثلہ فیکون فی بیتہ فتذکرونہ؟ قالوا نعم فصور لکل اھل بیت تمثالا مثلہ فاقبلوا فجعلوا یذکرونہ بہ قال وادرك ابنائھم فجعلوا یرون مایصنعون بہ وتناسلوا ودرس امرذکرھم ایاہ حتی اتخذوہ الٰھا یعبدونہ من دون اللہ، قال وکان اول ماعبد غیراللہ فی الارض ود الصنم الذی سموہ بود[1]

ابوجعفر نے فرمایا: "ود" ایک مسلمان شخص تھا جو اپنی قوم میں ایک پسندیدہ اور محبوب شخص تھا جب وُہ مرگیا تو سرزمینِ بابل میں لوگ اس کی قبر کے آس پاس جمع ہوئے اور اس کی جدائی پر بیقرار ہوئے (اور صبر نہ کرسکے) جب شیطان نے اس کی جُدائی میں لوگوں کو بیتاب پایا تو وہ انسانی صورت میں ان کے پاس آیا اور کہنے لگا میں اس کے مرنے پر تمھاری بیقراری دیکھ رہا ہوں کیا مناسب سمجھتے ہو کہ میں بالکل اس جیسی تمھارے لئے اس کی تصویر بنادوں پھر وہ تمھاری مجلس میں رہے پھر اس کی تصویر دیکھ کر تم اسے یاد کرو۔ لوگوں نے کہا ہاں یہ تو اچھی تجویز ہے۔ پھر شیطان نے لوگوں کے لئے بالکل اُسی جیسی اس کی تصویر بنادی اور لوگوں نے اسے اپنی مجالس میں سجا رکھا اور اس کی یاد کرنے لگے۔ پھر جب شیطان نے دیکھا کہ اس کے ذکر سے لوگوں کی جو حالت ہوتی ہے۔ پھر شیطان کہنے لگا کیا تم یہ مناسب کہتے ہو کہ میں تم میں سے ہر شخص کے لئے اس کے گھر

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ عبد بن حمید تحت الآیۃ ۷۱/ ۲۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۲۷۳، ۲۷۴

میں اس کے بزرگ کا عکس تیار کرکے سجادوں تاکہ وہ اس کے گھر میں موجود ہو، اور تم سب لوگ (انفرادی اور اجتماعی طور پر) اس کا تذکرہ کرتے رہو۔ لوگ کہنے لگے ہاں یہ بالکل ٹھیک ہے۔ پھر اس نے سب گھر والوں کے لئے بالکل اُسی جیسا اس کا ایک ایک فوٹو تیار کر دیا پھر لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کا فوٹو دیکھ کر اسے یاد کرتے رہے۔ راوی نے کہا اور ان کی اولاد نے یہ دَور پالیا، پھر وہ دیکھتے رہے جو کچھ ان کے بڑے کرتے رہے اور پھر نسل آگے بڑھی (اور پھیلی)۔ اور جب اس کے ذکر کا سلسلہ کچھ پرانا ہو گیا یہاں تک کہ جہالت سے پچھلے اور آنے والی نسلوں نے اسے خدا بنالیا کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرنے لگے۔ (راوی نے کہا) سب سے پہلے زمین پر اللہ تعالےٰ کے علاوہ جس کی عبادت کی گئی وُہ یہی بُت ہے کہ جس کا نام لوگوں نے "وَدّ" رکھا ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۵۷۳، ۵۷۴)

(۵۱) شکرا اور باز پالنے اور ان سے شکار کرانے کے بارے میں فرمایا:

شکرا و باز پالنا درست ہے اور ان سے شکار کرانا اور اس کا کھانا بھی درست ہے لقولہ تعالیٰ وما علمتم من الجوارح[۱] الاٰیۃ (اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے "اور جن زخمی کرنے والے جانوروں کو تم نے شکار کرنے کا طریقہ سکھا رکھا ہے۔ ت) مگر یہ ضرور ہے کہ شکار غذا و دوا یا کسی نفع صحیح کی غرض سے ہو، محض تفریح و لہو ولعب نہ ہو، ورنہ حرام ہے، یہ گنہگار رہو گا، اگرچہ ان کا مارا ہوا جانور جبکہ وہ تعلیم پا گئے ہوں اور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہو حلال ہو جائے گا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۵۴)

(۵۲) اپنے ایک بیٹے کا نام مطیع الاسلام، دوسرے کا پاکس اور بیٹی کا کنول دیوی رکھنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

یہ اس کا فعلِ شیطانی شیطانی حرکت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

یاایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین[۲]

اے ایمان والو! اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۵/۴

[۲] " ۲/۲۰۸

طحطاوی علی الدر المختار و ابو السعود الازہری علی الکنز میں ہے،

قسم یختص بالکفار کجرجس و بطرس و یوحنا و نحوھا فھذا لایجوز للمسلمین التسمی بہ لما فیہ من المشابہۃ[1]

ناموں کی ایک قسم کفار سے مختص ہے جیسے جرجس، پطرس اور یوحنا وغیرہ، لہذا اس نوع کے نام مسلمانوں کے لئے رکھنے جائز نہیں کیونکہ اس میں کفار سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۶۳، ۶۶۴)

(۵۲) عبدالنبی و عبدالرسول جیسے نام رکھنے اور ان پر بدمذہبوں کے اعتراض سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا:

شفاء امام قاضی عیاض و مواہب لدنیہ امام احمد قسطلانی میں ہے حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

من لم یر نفسہ فی ملك النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یذق حلاوۃ سنتہ[2]

جو اپنے آپ کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مملوک نہ جانے اُس نے اُن کی سنّت کا مزہ نہ چکھا۔

بالجملہ اس معنی پر تمام جہان اُن کی ملک اُن کا بندہ اُن کا عبد ہے، یُوں اپنا لقب عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفٰی رکھنا عین سعادت ہے، اور اس سے اسلام و کفر کا فرق روشن ہے کہ اللہ عزوجل کی عبدیت سے کسی کافر کو بھی استنکاف نہ ہوگا حتی کہ وہابیہ بھی بڑی خوشی سے اپنے آپ کو عبداللہ کہیں گے اگرچہ واقع میں شیخ نجدی کے بندے اور عبدالشیطان ہیں، مگر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ ہرگز اپنے آپ کو نہ بتائیں گے۔ عبدالنبی اور عبدالشیطان دونوں عبداللہ ہیں، وہ عبدالنبی ہیں جن کو فرمایا:

فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی[3]

(اے نفس مطمئنہ!) میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ (ت)

اور وہ عبدالشیطان ہیں جن کو فرمایا:

یحسرۃ علی العباد ما یأتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون[4]

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الجہاد فصل فی الجزیہ المکتبۃ العربیہ کوئٹہ ۲/ ۴۷۳

[2] المواہب اللدنیۃ المقصد السابع الرضی بما شرعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۹۹ و ۳۰۰

الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الثانی الباب الثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۳

[3] القرآن الکریم ۸۹/ ۲۹ و ۳۰ [4] القرآن الکریم ۳۶/ ۳۰

ہائے افسوس (نافرمان) بندوں پر کہ ان کے پاس (خدا کا) کوئی رسول نہیں آتا مگر یہ اس کے ساتھ ہنسی و مذاق کرتے ہیں۔ (ت)

مگر عبدالشیطان ہرگز عبدالنبی عبدالمصطفٰی نہیں ہوسکتا اور اسے معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین سے کیا علاقہ، نقل کرنے والے نے ضرور غلط نقل کیا یا غلط سمجھا، ہاں عبد بمعنی بندۂ خاص یعنی مطیع و فرمانبردار ہونا ضرور دشوار ہے اور بایں معنی عبداللہ و عبدالنبی ایک ہے کہ:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[1]

جو شخص رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے اس نے درحقیقت اللہ تعالٰی کی اطاعت کی (ت)

اس معنی پر اپنے آپ کو اُس وصفِ عظیم سے یاد کرنا ضرور تزکیۂ نفس و خودسرائی ہے کہ بنصِ قرآن مجید حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی فلا تزکوا انفسکم[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اپنے نفوس کو پاکیزہ نہ بتاؤ۔ (ت)

جو لوگ اپنا لقب مطیع النبی، مطیع الرسول رکھیں جاہل بیخرد ہیں یا قرآن عظیم کے دانستہ مخالف۔ خود انھیں کا قول اُن کی تکذیب کو بس ہے، جو مطیع النبی و مطیع الرسول ہوگا ہرگز اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۶۷، ۶۶۸)

(۵۴) کسی سُنّی مسلمان کو لہبڑا کہنے والے کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہُوئے فرمایا:

کسی سُنّی العقیدہ شخص کو لہبڑا کہنا فسق ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سباب المسلم فسوق[3] مسلمان کو بلا وجہ شرعی بُرا کہنا فسق ہے۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فاولئک هم الظّٰلمون[4]

مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کو بُرے لقب سے یاد نہ کرو ایمان کے بعد فاسق کہلانا کیا ہی بُرا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۰ [2] القرآن الکریم ۵۳/ ۳۲

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲

[4] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۱

آیۂ کریمہ بتارہی ہے کہ تم نے مثلاً سُنّی مسلمان کا لقب "لہبڑا" رکھا تو وہ تمہارے کہنے سے لہبڑا نہ ہو جائیگا مگر تمہارا نام بدل گیا مومن سے فاسق ہو گیا، کتنی بُری تبدیلی ہے، اور جو توبہ نہ کرے وہی ظالم۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۶۹، ۶۷۰)

(۵۵) معیذ الدین نام رکھنے سے متعلق فرمایا:
معیذ الدّین کے یہ معنیٰ ہیں: "دین کو پناہ دینے والا"۔ اور اپنا نام ایسا رکھنا سخت عظیم تزکیۂ نفس و خودستائی ہے اور وہ حرام ہے۔
قال تعالٰی فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی[1]۔
اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) اپنی جانوں کی پاکیزگی نہ بتایا کرو اس لئے کہ اللہ تعالٰی اچھی طرح جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے۔ (ت)
ردّ المحتار میں ہے:
العارف باللہ تعالٰی الشیخ سنان فی کتابہ تبیین المحارم، اقام الطامۃ الکبرٰی علی المتسمین بمثل ذٰلک وانہ من التزکیۃ المنھی عنھا فی القراٰن ومن الکذب[2] اھ۔
عارف باللہ حضرت شیخ سنان نے اپنی کتاب تبیین المحارم میں اس کے نام رکھنے والوں کے خلاف حجتِ قاہرہ قائم کی (اور فرمایا) یہ ایسا تزکیہ اور جھوٹ ہے کہ قرآن مجید میں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۷۱)

(۵۶) احمد بخش، پیر بخش، مدار بخش وغیرہ نام رکھنے کے بارے میں فرمایا:
یہ نام شرعاً درست ہیں، ان میں معاذ اللہ کسی طرح کوئی شرک نہیں، نہ شرع سے کہیں ممانعت ثابت ہے بلکہ قرآن عظیم سے اس کا جواز ثابت ہے۔ حضرت جبریل امین علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے حضرت مریم سے کہا:
انما انا رسول ربك لاھب لك غلاما زکیا[3]۔
میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں اس لئے کہ میں تم کو ایک ستھرا بیٹا دوں۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/۳۲
[2] ردالمحتار۔ کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۹
[3] القرآن الکریم ۱۹/۱۹

قرآن عظیم سیدنا عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جبریل بخش بتارہا ہے۔ پھر بخش معنی عطا کے لئے متعین نہیں بمعنی حصہ و بہرہ بھی کثیرالاستعمال ہے۔ معہذا علمائے دین تصریح فرماتے ہیں کہ اگر ملحد کہے انبت الربیع البقل (بہار نے سبزہ اُگایا۔ ت) تو اس کے الحاد پر محمول ہے، اور اگر مسلم کہے تو یقیناً تجوز ہے اور اس کا اسلام ہی قرینہ بس ہے کما نص علیہ فی الفتاوٰی وغیرھا (جیساکہ فتاوٰی اور اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں اس کی صراحت کر دی گئی۔ ت) منع کرنے والا اگر بربنائے اصولِ وہابیت منع کرتا ہے تو اس پر الزامِ وہابیت بے جا نہیں، من یغفر الذنوب الا اللہ[1] (سوائے اللہ تعالٰی کے کون گناہ معاف کرنے والا ہے۔ ت) اپنا ایمان ہے، اور ولمن صبر وغفر ان ذٰلك لمن عزم الامور[2] (بیشک جس نے صبر اختیار کیا اور معاف کیا تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ ت) بھی ایمان ہے، وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان اللہ غفور رحیم[3] (اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو، تو اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے۔ ت) بھی ایمان ہے، واذا ما غضبوا ھم یغفرون[4] (اور جب وہ غصہ میں ہو جائیں تو معاف کر دیتے ہیں۔ ت) بھی ایمان ہے۔ اس قسم کے استدلال خارجیوں کی ایجاد ہیں کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم پر حکم کفر لگایا کہ انھوں نے غیر خدا کو حکم بنایا حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ان الحکم الا للہ[5] (اللہ تعالٰی کے سوا کسی کا حکم نہیں۔ ت) اور نہ دیکھا کہ وہی رب عزوجل فرماتا ہے:

فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا[6]۔

تو پھر ایک پنچ مرد کے خاندان میں سے اور ایک پنچ عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔ (ت)

یہ مضمون کہ جب تک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ بخشیں گے اللہ عزوجل نہ بخشے گا۔ اس قائل سے پہلے حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا:

ارحم الراحمین نہ بخشاید — بے رضائے تو یا رسول اللہ[7]

سب سے زیادہ رحم و کرم فرمانے والا (اللہ تعالٰی) نہ بخشے گا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۳۵
[2] القرآن الکریم ۴۲/ ۴۳
[3] ؍؍ ۶۴/ ۱۴
[4] ؍؍ ۴۲/ ۳۷
[5] ؍؍ ۱۲/ ۴۰
[6] ؍؍ ۴/ ۳۵
[7]

علیہ وسلم) جب تک آپ کی مرضی نہ ہوگی۔ت)

حقوق العباد میں کہا جاتا ہے کہ جب تک صاحبِ حق نہ بخشے اللہ عزوجل نہ بخشے گا، اس کے یہ معنی کسی کے وہم میں نہیں آسکتے کہ معاذ اللہ اس کی مغفرت پر رب العزت قادر نہیں یا مغفرتِ ذنوب میں کوئی اس کا شریک ہے، بندوں کا مالک بھی وہی ہے اور بندوں کے حقوق کا مالک بھی وہی ہے مگر صاحبِ حق کی دلداری کے لئے اس کی مغفرت اس کے بخشنے پر موقوف رکھی پھر وہ دلداری کہ اُسے اپنے حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی منظور ہے اُس کی مقدار کا جاننا کس کا مقدور ہے، صحیح بخاری میں ہے اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں:

ارٰی ربك یسارع فی ھواك[1]

میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجے گئے اور مومنین پر بالخصوص کمال مہربان ہیں رؤف رحیم ہیں ان کا مشقت میں پڑنا اُن پر گراں ہے ان کی بھلائیوں پر حریص ہیں جیسے کہ قرآن عظیم ناطق:

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم[2]۔

بیشک تمہارے پاس تمہاری ہی جانوں میں سے (ایک عظیم الشان) رسول تشریف لائے کہ تمہارا مشقت میں پڑنا انھیں ناگوار گزرتا ہے، وہ تمہاری (اصلاح کی) بہت چاہت اور حرص رکھتے ہیں اور مسلمانوں پر بڑی شفقت اور رحم فرمانے والے ہیں (ت)

تمام عاصیوں کی شفاعت کے لئے تو وہ مقرر کئے گئے،

واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنٰت[3]۔

اور اپنی شان کے خلاف امور کے لئے استغفار کیجئے (یعنی طلب بخشش کیجئے) اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے بھی۔(ت)

کیا وہ ان میں کسی کی بخشش نہ چاہیں گے، کیا مسلمان کا مشقت میں پڑنا اُن پر گراں نہ ہوگا، یہ تو نص آیت کے خلاف ہے، ضرور وہ کہ جس کا بخشنا حضور نہ چاہیں گے وہ ہوگا جو مسلمان نہیں، اور جو مسلمان نہیں

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب باب قولہ ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۶
کتاب النکاح باب ھل للمرأۃ ان تھب نفسھا لاحد " " ۲/ ۷۶۶

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۸ [3] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹

اللہ اسے نہ بخشے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۷۳ تا ۶۷۵)

(۵۷) غلام غوث، غلام جیلانی اور غلام علی جیسے ناموں کے بارے میں فرمایا:

غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی اور ان کے امثال تمام نام جن میں اسمائے محبانِ خدا کی طرف اضافت لفظ غلام ہوں سب کا جواز بھی قطعاً بدیہی ہے۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہٗ نے اپنے فتاوٰی میں ان ناموں پر ایک فتوٰی قدرے مفصل لکھا اور قرآن و حدیث اور خود پیشوایانِ وہابیہ کے اقوال سے ان کا جواز ثابت کیا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ویطوف علیھم غلمان لھم کانھم لؤلؤ مکنون[1]

انکے گرد غلام گشت کرتے ہوں گے گویا وہ موتی ہیں محفوظ رکھے ہوئے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۹۱)

(۵۸) مولانا عبدالحی لکھنوی صاحب کے ایک فتوٰی پر تبصرہ کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اس فتوٰی کی بنیاد پر خود اُن کا اپنا نام بھی ممنوع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

رابعاً سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبداللہ میں شرک سے سوال کیا تھا حضرت مجیب نے اپنی نبالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا کہ اپنے نام نامی کو ایہامِ شرک سے بچالیں مگر جناب کی دلیل سلامت ہے تو اس ایہام سے سلامت بخیر ہے۔ عبدالحی میں دو جزو ہیں اور دونوں کے دو دو معنی، ایک عبد مقابل الٰہ، دوم مقابل آقا۔

قال اللہ تعالٰی "وانکحوا الایامٰی منکم والصّٰلحین من عبادکم و امائکم[2]"

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: لوگو! تم میں سے جو نکاح کے بغیر (یعنی غیر شادی شدہ) ہیں اور تمہارے صالح غلام اور لونڈیاں ہیں ان کے ساتھ نکاح کر دو (ت)

دیکھو حق سبحٰنہ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا، یونہی ایک حی اسمِ الٰہی کہ حیات ذاتیہ، ازلیہ، ابدیہ، واجبہ سے مشعر، اور دوسرا من و تو، زید و عمرو سب پر صادق، جس سے آیۂ کریمہ تخرج الحی من المیت[3] (اے اللہ تعالٰی! تو مردے سے زندہ نکالتا ہے۔ ت) وغیرہا مظہر۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۴

[2] " ۲۴/ ۳۲

[3] " ۳/ ۲۷

اب اگر عبد بمعنی اوّل اور حی بمعنی دوم لیجئے قطعاً شرک ہے وہی چار صورتیں ہیں اور وہی ایک صورت پر شرک موجود، پھر عبد الحی ایہامِ شرک سے کیونکر محفوظ، اس سے بھی احتراز لازم تھا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۶۹۷)

(۵۹) عبدالنبی نام رکھنے سے متعلق مولانا عبدالحی لکھنوی کے فتوٰی کے مخدوش ہونے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

سادساً بات یہ ہے کہ آپ کے خیال شریف میں مالک و مملوک کے یہی معنٰی تھے کہ زید و عمرو کو تانبے کے کچھ ٹکوں یا چاندی کے چند ٹکڑوں پر خریدے جبھی تو محمد رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مالکیت کو خلاف واقع فرمادیا حالانکہ یہ مالکیت سخت پوچ، لچر محض، بے وقعت، بے قدر ہے کہ جان درکنار گوشت پوست پر بھی پوری نہیں، سچّی کامل مالکیت وُہ ہے کہ جان و جسم سب کو محیط اور جن و بشر سب کو شامل ہے یعنی اولٰی بالتصرف ہونا کہ اس کے حضور کسی کو اپنی جان کا بھی اصلاً اختیار نہ ہو یہ مالکیت حقہ صادقہ محیط شاملہ تامہ کاملہ حضور پرنور مالک الناس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بخلافتِ کبرٰی حضرت کبریا عزّ وعلا تمام جہان پر حاصل ہے۔

قال اللہ تعالٰی "النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم[1]"

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) نبی زیادہ والی و مختار ہے تمام اہلِ ایمان کا خود ان کی جانوں سے۔

وقال اللہ تبارك وتعالٰی "ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ط ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبینا[2]"

(اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا:) نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو جب حکم کردیں اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا کہ انھیں کچھ اختیار رہے اپنی جانوں کا، اور جو حکم نہ مانے اللہ اور رسول کا تو وہ صریح گمراہ ہوا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں:

انا اولٰی بالمؤمنین من انفسھم، رواہ احمد والبخاری[3] ومسلم والنسائی و

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۶ [2] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۶

[3] صحیح البخاری کتاب الکفالۃ ۱/ ۳۰۸ و کتاب الفرائض ۲/ ۹۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی

صحیح مسلم کتاب الجمعۃ ۱/ ۲۸۵ و 〃 ۲/ ۳۵ 〃 〃

سُنن ابن ماجہ ابواب الصدقات باب من ترک دَینا الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۶

مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۹۰ و ۴۵۳

ابن ماجة عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

میں زیادہ والی و مالک و مختار ہوں تمام اہلِ ایمان کا خود ان کی جانوں سے (اسے بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اگر یہ معنیٰ مالکیت جناب مجیب کے خیال میں ہوتے تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مالکیت کو خلافِ واقع نہ جانتے اور خود اپنی جان اور سارے جہان کو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مِلک جانتے اور اس سے زائد مرتبہ حق حقائق ہے جس کے سُننے کو گوشِ شنوا سمجھنے کو دلِ بینا درکار ہے۔

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا[1]، وفوق کل ذی علم علیم[2]، وما یلقھا الا الذین صبروا وما یلقّھا الا ذو حظ عظیم[3]۔

تمھیں صرف تھوڑا سا علم دیا گیا ہے، ہر علم والے پر بڑے علم والا ہے، نہیں پاتے اس کو مگر جو لوگ صبر والے ہوں اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۷۰۳، ۷۰۴)

(۶۰) اسلامی تنظیم اور اسلامی جلسہ کا رکن کسی خوجہ کو بنانے کے بارے میں ایک استفتاء کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

خوجہ کو اسلامی جلسہ کا رُکن بنانا حرام اور مخالفتِ شارع علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالاً ودّوا ما عنتّم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بیّنّا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون۝ ھانتم اولاء تحبّونھم ولا یحبونکم وتؤمنون بالکتٰب کلّہ واذا لقوکم قالوا اٰمنّا واذا خلوا عضّوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[4]۔

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمھاری نقصان رسانی میں گئی نہ کریں گے وہ جی سے چاہتے ہیں کہ تم مشقت میں پڑو۔ بیر اُن کے مونھوں سے ظاہر ہو چکا اور وہ جو ان کے سینوں میں دبا ہے اور بھی بڑا ہے ہم نے تمھارے سامنے نشانیاں کھول دیں اگر تم میں عقل ہے ارے یہ جو تم ہو تم توان سے

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۵
[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۷۶
[3] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۵
[4] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸ و ۱۱۹

محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے حالانکہ تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر انگلیاں چباتے ہیں جلن سے، اے محبوب! تم ان سے فرمادو کہ مرجاؤ اپنی جلن میں، بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علٰی ھدم الاسلام[1]

جس نے بدمذہب کی توقیر کی بیشک اس نے دینِ اسلام ڈھانے میں مدد دی۔

دوسری حدیث میں ہے:

من لقیہ بالبشر فقد استخف بما انزل علی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]

جو کسی بدمذہب سے بکشادہ پیشانی ملا بیشک اس نے حقیر سمجھا اس چیز کو جو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اتاری گئی۔

فتاوی الحرمین میں یہ مضمون مفصل ہے جس پر علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق مُہریں کیں سُنّی بھائیوں کو چاہئے کہ اپنے دین کی قدر کریں اور بدمذہب کو رکنیت سے فوراً جدا کردیں، اللہ فرماچکا کہ وہ تمھاری بھلائی کبھی نہ چاہیں گے جہاں تک بن پڑے نقصان ہی پہنچائیں گے، قرآن وحدیث کے مقابل یہ جاہلانہ خیال نہ کریں کہ ۹۴ سُنّیوں میں ایک بدمذہبی کیا اثر کرے گی، دیکھو پورا نوے ۹۴ قطرے گلاب ہو اور ایک بُوند پیشاب ڈال دو سب پیشاب ہوجائے گا، اہلِ مجلس ان احکامِ شرعیہ کا اتباع کریں اور مجلس کو خالص اہلسنت کی کرلیں اور اگر اپنی بیجا ہٹ پر قائم رہیں تو شرعی احکام سُن چکے کہ وہ دینِ اسلام کے ڈھادینے پر مدد دیتے ہیں اور جو کچھ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اُترا اس کی تحقیر کرتے ہیں تو مسلمانوں پر لازم کہ انھیں اور اُن کی مجلس کو یک لخت چھوڑدیں لیقترفوا ماھم مقترفون[3] (چاہئے کہ وہی کمائیں جو کچھ وہ کمارہے ہیں۔ ت) کبھی اس میں شریک نہ ہوں۔

قال اللہ تعالٰی "واما ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظّٰلمین[4]"۔

---

[1] شعب الایمان — حدیث ۹۴۶۴ — دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۶۱

[2] مسند الشہاب — باب من اعان صاحب بدعۃ الخ — مطبوعہ بیروت ۱/ ۳۱۹

تاریخ بغداد — ترجمہ عبدالرحمٰن بن نافع — دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۲۶۴

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۳ — [4] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اگر تمھیں شیطان بھلاوے میں ڈال دے تو پھر یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ مت بیٹھو۔ (ت)

اور اصلاً اس کی مدد نہ کریں،

قال اللہ تعالٰی "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[1]"۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: (لوگو!) آپس میں گناہ اور زیادتی کے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۴ ص ۱۷، ۱۸)

فتاوٰی رضویہ جلد ۲۵

(۱) کافر کا قرض مسلمان کے ذمہ تھا، ادائیگی سے قبل دونوں فوت ہو گئے، اس صورت کے بارے میں فرمایا:

اور وہ کافر ذمّی ہے تو اگر یہ قرض اس نے سچی نیت سے لیا اور اس کے ادا کا قصد رکھتا تھا اور قدرت نہ پائی کہ مر گیا تو مسلمان پر اس کے باعث عذاب نہ ہوگا کہ قرض لینا گناہ نہیں اور ادا پر قادر نہ ہونا اس کا فعل نہیں۔ اور اللہ عزّ وجل بے کسی گناہ کے عذاب نہیں فرماتا۔ رہا اس کا حق، اسے اللہ تعالٰی جس طرح چاہے راضی فرمادے گا اگرچہ اس پر کسی عذاب یا ہول کی تخفیف سے ہر کافر پر کفر و معاصی سب کے سبب عذاب ہے۔ قال تعالٰی:

ما سلککم فی سقر ○ قالوا لم نک من المصلین[2]۔ الاٰیۃ۔

مسلمان کافروں سے کہیں گے تمھیں کس چیز نے جہنّم میں پہنچایا، تو وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۶۳)

(۲) مزید فرمایا:

بالجملہ یہ معنی ہرگز نہیں کہ ظلم ذمّی پہ عذاب واجب وقطعی و ضروری الوقوع ہے کہ یہ مذہب اہلسنّت کے صریح خلاف ہے ہمارے نزدیک کفر کے سوا کسی گناہ کا عذاب ضروری الوقوع نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] " " ۷۴/ ۴۲ و ۴۳

قال تعالیٰ "ویغفر مادون ذٰلک لمن یشاء[1]"۔ کما نبهت علیه فی هامش الحدیقة هٰهنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ شرک کے سوا جس کے گناہ چاہے معاف فرمادے۔ جیسا کہ اس بات پر میں نے حدیقہ کے حاشیہ میں تنبیہ کی ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۶۷)

(۳) زید نے بکر کو قرض دیا پھر بکر بھاگ گیا تو کیا زید وہی قرض خالد سے وصول کر سکتا ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

اگر نہ خالد نے بکر کی ضمانت مال مذکور کر لی تھی نہ اس کا مطالبہ اپنے اوپر اتار لیا تھا نہ خالد کو بکر کا مال ورانہ پہنچا تو اس کو بکر کے مطالبہ میں ماخوذ کرنا محض ظلم و غصب ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "لا تزر وازرة وزر اخرٰی[2]"

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۶۸)

(۴) قرض وصول ہونے کے بعد غلط کارروائی کرکے دوبارہ رقم وصول کرنے کے بارے میں فرمایا:

وہ کارروائی بکر وغیرہ نے وصول شدہ روپے دوبارہ زید سے حاصل کرنے کی کی حرام قطعی تھی اور اس کے بعد عمرو نے کہ وہ روپیہ خود وصول کریں حرام و خبیث ہوا وہ سب کے سب مستحق نار ہوئے۔

قال اللہ تعالیٰ "یاایها الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل[3]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۷۲)

(۵) حقہ پینے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

یہ جاہلانہ خیالات کہ حقہ پینے والا زیارتِ اقدس حضور پُرنور رحمۃ للعٰلمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معاذ اللہ محروم ہے یا حضور رحمتِ عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معاذ اللہ اس کا تحفہ درود شریف قبول نہ فرمائیں گے، یہ سب دروغ بے فروغ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر افترا ہے۔ بہت بندگانِ خدا

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۸

[2] " ۶/ ۱۶۴ و ۱۷/ ۱۵

[3] " ۴/ ۲۹

حُقّہ پینے والے خواب میں زیارتِ جمال جہاں آرائے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بارہا مشرف ہوئے اور حضور رؤف ورحیم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غایت کرم ومہربانی کے کلمات ارشاد فرمائے۔

قل لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربی اذا لامسکتم خشیۃ الانفاق ط وکان الانسان قتورا۔[1]

اے محبوب! فرمادیں اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو انھیں تم روک رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہوجائیں، اور آدمی بڑا کنجوس ہے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۱۰۴)

(۶) افیونی کی مدد وحمایت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

مخالفتِ شرع میں کسی کی مدد کرنی ہر اہی یعنی خود مخالفتِ شرع کرنی ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تأخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ[2]

اور تمھیں ان پر ترس نہ آئے اللہ تعالٰی کے دین میں۔(ت)

افیونی اگر بھوکا محتاج ہو تو اُس کے بھوکے ہونے کی نیت سے کھانا دینے میں حرج نہیں بلکہ ثواب ہے کہ بھوکے کُتّے کا بھی پیٹ بھرنا باعثِ اجر ہے آدمی تو آدمی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی کل کبد حراء رطبۃ اجر[3]

ہر تر جگر والی شَے میں ثواب ہے۔(ت)

اور کھانے کے علاوہ دام نہ دیئے جائیں جبکہ معلوم ہو کہ انھیں افیون میں صَرف کرے گا۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان[4]

اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۱۰۵،۱۰۶)

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۱۰۰

[2] " " ۲۴/۲

[3] صحیح البخاری ابواب المظالم والقصاص باب الآبار علی الطریق الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۳۳

مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۲۲ و ۵۱۷

[4] القرآن الکریم ۵/۲

(۷) حرام کی رائے دینا بھی حرام ہے۔ چنانچہ فرمایا:

حرام کا ارتکاب کرنا اور رائے دینا دونوں حرام ہیں، دوسرے کو ایک حرام سے بچانے کے لئے خود بھی حرام کا ارتکاب اور اُسے بھی دوسرے حرام میں ڈالنا کیا مقتضائے عقل و دیانت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

یاایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[1]

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو، جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمھیں نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۲۰۸)

(۸) تمامیتِ رہن کے لئے قبضہ شرط ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اور رہن یُوں بے معنیٰ ہے کہ وہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔

قال اللہ تعالیٰ "فرھٰن مقبوضۃ[2]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو رہن ہو قبضہ میں لیا ہُوا۔ (ت)

قدوری میں ہے:

الرھن یتم بالقبض[3] رہن کی تکمیل قبضہ سے ہوتی ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۲۵۱)

(۹) مزید فرمایا:

اور اس کے سوا یہاں ایک اور نکتہ ہے رہن تو شرع میں نہیں ہوتا مگر دخلی،

قال تعالیٰ فرھٰن مقبوضۃ[4]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو رہن قبضہ میں کیا ہوا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۲۶۷)

(۱۰) بکر کے کچھ پیسے زید کے پاس جمع تھے، بکر فوت ہوگیا، کیا زید ان پیسوں سے بکر کی طرف سے حج کر سکتا ہے؟

اس کے جواب میں فرمایا:

زید کو اس روپے میں کسی تصرف کا اختیار نہیں کہ وُہ امانت دار تھا اب اُس امانت کے مالک

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵

[2] " ۲/ ۲۸۳

[3] القدوری کتاب الرہن مطبع مجیدی کانپور ص ۱۰۰

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۳

وارثانِ بکر ہوئے زید پر واجب ہے کہ سب روپے انھیں واپس دے۔

قال اللہ تعالیٰ "انّ اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الیٰ اھلھا"[1]

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) بیشک اللہ عزوجل حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۳۷۳ ، ۳۷۴)

(۱۱) یتیموں کے اولیاء ان کے مال سے کسی کو ہدیہ وتحفہ بھیج سکتے ہیں یا نہیں ؟ اس کے جواب میں فرمایا ؛

وُہ ولی جسے مالِ یتیم میں تصرف جائز ہو تین ہیں ؛ باپ کا وصی ، دادا اور دادا کا وصی۔ ان کے سوا اور اقارب اگرچہ مادر و برادر و عم وخواہر ہوں انھیں راسا تصرف فی المال کا اختیار نہیں۔

فی الدرالمختار ولیہ احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ[2] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے اس کا ولی چار میں سے کوئی ایک ہوگا باپ پھر اس کا وصی، دادا پھر اس کا وصی اھ تلخیص۔ (ت)

اب رہے اولیائے ثلثہ ، انھیں بھی یہ مجال نہیں کہ مالِ یتیم کسی کو بخش دیں یا ہدیۃً دیں یا کسی طرح کا تبرع اس سے عمل میں لائیں ، نہ مہدی الیہ یا موہوب لہ کو اس کا لینا جائز اگرچہ ہزار قرابت رحمی رکھتا یا تالیف ومحابت کا قصد کرتا ہو۔

قال تبارک وتعالیٰ "انّ الذین یاکلون اموال الیتامٰی ظلمًا انما یاکلون فی بطونھم نارًا وسیصلون سعیرا"[3]

(اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا) جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں یونہی ہے کہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور جلد پیٹھیں گے دہکتی آگ میں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۳۷۵)

(۱۲) وصیت کو رَد کرنے والے وارثوں کے بارے میں فرمایا ؛

ورثہ اگر وصیت کو روکیں رَد کر دیں گنہگار ہوں گے اور دوسرے کے حق پر ظالم وستمگار، قرآن عظیم

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۸

[2] الدرالمختار کتاب الھبہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۶۰

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۰

نے ورثہ کا حق وصیت سے مؤخر رکھا ہے :

من بعد وصیة توصون بها او دین[1]۔

جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض نکالنے کے بعد۔ (ت)

یہی آیت ثبوتِ ایجاب میں بس ہے کہ ورثہ کو ان کا حق پہنچانا ضرورۃً فرض ہے اور وہ بنصِ قرآن تقدیمِ وصیت پر محوّل،

وما لایتأتی الواجب الا به وجب ان یحکم بایجابه۔

جس کے بغیر واجب حاصل نہ ہو تو اس کے ایجاب کا حکم واجب ہے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۲۵ ص ۴۰۸)

(۱۳) وصیت مکروہہ کے صحیح ہونے کی ایک صورت بیان کرتے ہوئے فرمایا :

صورت ثالثہ یعنی وصیت قربت صحیح ہے اگرچہ نظر بخارج کراہت ہو اس کے دلائل وہ تمام مسائل ہیں جن میں قربت کے لئے ثلث سے زائد وصیت کو صحیح مانا اور ورثہ اجازت دیں تو پوری مقدار میں نافذ جانا، پُر ظاہر کہ ہنگام قیام ورثہ مثلاً کل مال کی وصیت ممنوع ہے وہی بعض شراح مشکوٰۃ اعنی علامہ ابن فرشتہ اُسی حدیث کے نیچے اُسی قول میں فرماتے ہیں :

فیضار ان الوصیة ای یوصلان الضرر الی الوارث بسبب الوصیة للاجنبی باکثر من الثلث[2] الخ۔

وہ دونوں وصیت میں ضرر پہنچائیں یعنی اجنبی کے حق میں تہائی سے زائد کی وصیت کرکے وارث کو نقصان پہنچائیں الخ (ت)

جلالین میں زیر آیت ہے :

(او اثما) بان تعمد ذٰلک بالزیادۃ علی الثلث او تخصیص غنی مثلاً[3]۔

(یا گناہ کیا) بایں صورت کہ تہائی سے زائد کا قصد کیا یا غنی کو وصیت کے ساتھ مختص کیا (ت)۔

مگر از انجا کہ فعل فی نفسہ قربت اور منع بوجہ عارضی یعنی تعلق حق ورثہ ہے باطل نہ ہوئی ورنہ اجازت

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲

[2] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ ابن الملک باب الوصایا الفصل الثانی تحت حدیث ۳۰۷۵ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۲۵۷

[3] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۲/ ۱۸۲ اصح المطابع الدہلی النصف الاول ص ۲۶

ورثہ سے بھی نافذ نہ ہوسکتی۔

فان الباطل لا وجود لہ والمعدوم لا ینفذ بالتنفیذ۔

کیونکہ باطل کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور معدوم کسی کے نافذ کرنے سے نافذ نہیں ہوتا۔ (ت)

میں این وآن سے استدلال کرتا ہوں قرآنِ عظیم دلیل اکبر ہے کہ وصیت باوصف ظلم و معصیت صحیح ومعتبر ہے۔

قال اللہ عزوجل "فمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بینہم فلا اثم علیہ ط ان اللہ غفور رحیم"[1]

(اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا) جو کسی کی وصیت میں ظلم یا گناہ پر اطلاع پائے پس ورثہ اور موصی لہم میں صلح کرادے تو اس پر گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

وصیّت بحال کراہت اگر باطل ہوتی تو باطل پر صلح کے کیا معنٰی تھے اور موصی لہم کیوں قرار پاتے۔

معالم میں ہے:

قال الاٰخرون انہ اراد بہ انہ اذا اخطأ المیّت فی وصیتہ اوجار معتمدا فلاحرج علٰی ولیہ اووصیہ اووالی امور المسلمین ان یصلح بعد موتہ بین ورثتہ و بین الموصی لھم ویرد الوصیۃ الی العدل والحق۔[2]

دوسروں نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جب میّت نے وصیّت میں خطا کی یا جان بوجھ کر ظلم کیا تو ولی یا وصی یا مسلمانوں کے امور کے والی کے لئے کوئی حرج نہیں کہ وہ موصی کی موت کے بعد اس کے وارثوں اور وصیّت والوں کے درمیان صلح کرادیں اور وصیّت کو عدل وحق کی طرف لوٹادیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۴۲۶ تا ۴۲۸)

(۱۴) اوصیاء کا بعض وصایا میں تعمیل نہ کرنا نفاذ میں خلل نہیں ڈال سکتا۔ چنانچہ فرمایا:

اوصیاء کا بعض وصایا بجا نہ لانا وصیّت میں کیا خلل ڈال سکتا ہے تنفیذ وصیّت حق موصی لہ یا صرف حق موصی ہے اور وُہ ان کے گناہ سے بری۔

قال اللہ تعالٰی "فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ط

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۲

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/ ۱۸۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۰۴

ان اللّٰہ سمیع علیم[1]۔

اللّٰہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: تو جو وصیت کو سُن سنا کر بدل دے اس کا گناہ انھیں بدلنے والوں پر ہے بیشک اللّٰہ سُنتا جانتا ہے۔(ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۴۳۰، ۴۳۱)

(۱۵) نابالغ یتیموں کا مال کھانے والوں کے بارے میں فرمایا:

نابالغوں خصوصًا یتیموں کا مال آگ ہے انھیں نقصان دینے والا سخت کبیرۂ شدیدہ کا مرتکب ہے اُن کا مال یا اُن کے مال میں سے ایک ذرّہ دیدہ و دانستہ خود غصب کرنے والا اگرچہ کسی فیصلہ کے زور سے ہو یا دوسرے کو دے دینے یا دِلا دینے والا یا اُن کی ادنٰی حق تلفی پر راضی ہونے والا سب شدید عذابِ جہنّم کے مستحق ہیں۔ حق سبحانہٗ و تعالٰی قرآن عظیم میں فرماتا ہے:

انّ الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا و سیصلون سعیرا[2]۔

بیشک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھائیں وہ اپنے پیٹ میں نِری آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکتے دوزخ میں غرق ہوں گے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۴۴۳)

(۱۶) کچہری چیف کورٹ ریاست بہاولپور کے جج کی طرف سے وصیت و وراثت سے متعلق ایک استفتار آٹھ مفتیوں کے فتووں سمیت ان مفتیوں کے نام حذف کرکے اعلٰی حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا گیا جس کا آپ نے مفصّل تحقیقی جواب تحریر فرماتے ہُوئے آٹھوں فتووں کو خطا پر مبنی قرار دیا۔ اپنے تحقیقی و تفصیلی جواب کے شروع میں ارشاد فرمایا:

الحمدُ للّٰہ یہاں فتوٰی پر فیس نہیں لی جاتی ان اجری الا علٰی رب العٰلمین[3] (میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ ت) منی آرڈر واپس کر دیا، سوالات اور ان کے متعلق آٹھ فتوے ملاحظہ ہوئے، مفتیوں کے نام نہ لکھنا عجب نہ تھا ایک کے فتوٰی میں دوسرے کا جو ذکر تھا وہ لکھ کر محو کر دیا گیا یا بیاض چھوڑی ہے یہاں اس سے کوئی بحث نہیں بعونہٖ عزّوجل تحقیقِ حق سے کام ہے مگر اتنی گزارش مناسب ہے بحمدہٖ تعالٰی یہاں مسائل میں نہ کسی دوست کی رعایت ہے، ہمارے رب عزّوعلا نے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۱ [2] القرآن الکریم ۴/ ۱۰

[3] 〃 〃 ۲۶/ ۱۰۹ و ۱۲۷ و ۱۴۵ و ۱۶۴ و ۱۸۰

یایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علٰی انفسکم[1]

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہوجاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے چاہے اس میں تمھارا اپنا نقصان ہو۔ (ت)

نہ کسی مخالف سے ضد اور نفسانیت۔ کیا ہمارے مولٰی تبارک وتعالٰی نے نہ فرمایا:

لایجرمنکم شناٰن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی[2]

اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ انصاف نہ کرو، انصاف کرو وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۵۴۲، ۵۴۳)

(۱۷) کسی کی طرف حرامکاری کی نسبت کرنے اور اس وجہ سے اس کو وصیت کا حقدار نہ سمجھنے والے کے بارے میں فرمایا:

رہا شاہ محمد خاں کا ادعا کہ مدعیہ (معاذ اللہ) حرامکاری کرتی ہے اس لئے بروئے وصیت مکانات میں نشست کی بھی حقدار نہ رہی، اوّل تو ایسی ناپاک بات ہے جس کی نسبت رب عزوجل کا ارشاد ہے:

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مؤمنین[3]

اللہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

اور جس کی نسبت ہم کو ہدایت فرماتا ہے کہ اُسے سُنتے ہی فوراً کہیں: سبحانك ھٰذا بھتان عظیم[4] پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔ اور جس کی نسبت حکم فرماتا ہے کہ اگر وُہ چار گواہ نہ لائیں (چاروں مرد ثقہ عادل جنھوں نے نہ کوئی گناہِ کبیرہ کیا ہو نہ کسی گناہِ صغیرہ کے عادی ہوں، نہ کوئی حرکت خلافِ مروّت اُن سے صادر ہُوئی ہو، اور چاروں یک زبان گواہی دیں کہ ہم نے اس عورت کو اپنی آنکھوں سے زنا کرتے دیکھا اور اس طرح دیکھا جیسے سُرمہ دانی میں سلائی) ایسے چار گواہ نہ لاسکیں فاولٰئك عند اللہ ھم الکٰذبون[5] تو وہی اللہ کے نزدیک جھُوٹے ہیں۔ پھر ان کی سزا بیان فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۵
[2] ؍؍ ۵/ ۸
[3] ؍؍ ۲۴/ ۱۷
[4] ؍؍ ۲۴/ ۱۶
[5] ؍؍ ۲۴/ ۱۳

فاجلدوهم ثمانین جلدۃ ولاتقبلوا لھم شہادۃ ابدا۔[1]
ان کو اسّی کوڑے مارو اور کبھی ان کی گواہی نہ مانو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۵ ص ۵۷۸، ۵۷۹)

افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
فوائد تفسیریہ
و
علوم قرآنیہ
فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں
جلد سوم
ترتیب
علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی
شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
0321-9415300, 0300-9475300

افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
فوائدِ تفسیریہ و علومِ قرآنیہ
فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں
ترتیب
علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی
رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

افادات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

فوائدِ تفسیریہ و علومِ قرآنیہ

فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں

جلد سوم

ترتیب

علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

0321-9415300 0300-9415300

نام کتاب ــــــ فوائدِ تفسیریہ وعلومِ قرآنیہ فتاوٰی رضویہ کی روشنی میں جلد ۳
ترتیب ــــــ حافظ محمد عبدالستار سعیدی شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
فیضانِ کرامت ــــــ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
سرپرستی ــــــ صاحبزادہ مولانا محمد عبدالمصطفٰی ہزاروی ناظم اعلٰی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، شیخوپورہ
اہتمام ــــــ صاحبزادہ مولانا محمد عبدالمجتبٰی ہزاروی ناظم شعبۂ نشر واشاعت " " " "
تخریج وتصحیح ــــــ مولانا نذیر احمد سعیدی ۔ حافظ محمد شہزاد ہاشمی
کتابت ــــــ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
صفحات ــــــ ۶۳۸
اشاعت ــــــ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ / جولائی ۲۰۰۸ء
ناشر ــــــ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
مطبع ــــــ
قیمت ــــــ

ملنے کے پتے

(۱) رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲
(۲) مکتبۂ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
(۳) ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
(۴) شبیر برادرز ۔ ۴۰ بی اردو بازار، لاہور
(۵) مکتبہ برکات المدینہ، بہادر آباد، کراچی
۰۲۱-۴۲۱۹۳۲۴

فہرست مضامین

جلد ۲۶

جلد ۲۷

جلد ۲۸

جلد ۲۹

جلد ۳۰

فہرست آیاتِ قرآنی

سُورۃ الفاتحۃ

سُورۃ البقرۃ

2/2

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلمّا جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین ۔ (آیت: ۸۹) ص: ۴۸۶ - ۵۱۲

یسمعون کلٰم اللہ ۔ (آیت: ۷۵) ص: ۴۹۲

وھو بکل شئ علیم ۔ (آیت: ۲۹) ص: ۴۹۹

تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض منھم من کلّم اللہ ورفع بعضھم درجٰت۔ (آیت: ۲۵۳) ص: ۵۲۷

یاٰدم اسکن انت وزوجک الجنّۃ ۔ (آیت: ۳۵) ص: ۵۲۹

یٰموسٰی لن نصبر علیٰ طعام واحد ۔ (آیت: ۶۱) ص: ۵۳۲

یاَیھا الّذین اٰمنوا ۔ (آیت: ۱۸۳) ص: ۵۳۴

فلنولینّک قبلۃ ترضٰھا ۔ (آیت: ۱۴۴) ص: ۵۲۹

والعبد مؤمن خیر من مشرک ۔ (آیت: ۲۲۱) ص: ۵۵۶

بل لعنھم اللہ بکفرھم فقلیلا مایؤمنون ۔ (آیت: ۸۸) ص: ۵۹۱

لیس البرّ ان تولّوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البرّ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنّبیّن ۔ (آیت: ۱۷۷) ص: ۵۹۵

افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذٰلک منکم الاخزی فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم القیٰمۃ یردون الیٰ اشد العذاب (الیٰ قولہ تعالیٰ) ولاھم ینصرون۔ (آیت: ۸۵-۸۶) ص: ۵۹۸ - ۶۳۴

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلّمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم ۔ (آیت: ۱۲۹) ص: ۶۱۰ - ۶۲۸

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم اٰیٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون ۔ (آیت: ۱۵۱) ص: ۶۱۱

سُورۃ اٰل عمران

والرٰسخون فی العلم یقولون اٰمنّا بہ کل من عند ربّنا وما یذکر الّا اولوا الالباب۔ (آیت: ۷) ص: ۹۶ - ۳۵۰ - ۳۵۴ - ۳۷۵

انّ اللہ لا یخفی علیہ شئ فی الارض ولا فی السماء ○ ھو الذی یصورکم فی الارحام
کیف یشاءؕ لا الہ الا ھو العزیز الحکیم۔ (آیت: ۵-۶) ص: ۱۰۵ - ۳۴۱
ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم ط انما نملی لھم لیزدادوا اثما
ولھم عذاب مھین۔ (آیت: ۱۷۸) ص: ۱۳۹
بل احیاء عند ربھم۔ (آیت: ۱۶۹) ص: ۱۴۶ - ۲۲۷
ابرئ الاکمہ والابرص واُحی الموتیٰ باذن اللہ۔ (آیت: ۴۹) ص: ۲۰۰
نزل علیک الکتٰب بالحق مصدقًا لما بین یدیہ۔ (آیت: ۳) ص: ۲۱۱
ومصدقا لما بین یدیّ من التوراۃ۔ (آیت: ۵۰) ص: ۲۱۲
انّ الدین عند اللہ الاسلام۔ (آیت: ۱۹) ص: ۲۴۴
وما محمد الا رسول۔ (آیت: ۱۴۴) ص: ۲۸۷
ھم للکفر یومئذ اقرب منھم للایمان۔ (آیت: ۱۶۷) ص: ۳۰۷
یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھمؕ واللہ اعلم بما یکتمون۔ (آیت: ۱۶۷) ص: ۳۰۷
لو نعلم قتالا لاتبعنٰکم۔ (آیت: ۱۶۷) ص: ۳۰۷
فانّ اللہ غنی عن العٰلمین۔ (آیت: ۹۷) ص:
ھو الذی انزل علیک الکتٰب منہ اٰیٰت محکمٰت ھن ام الکتٰب و اُخر متشٰبھٰتؕ فاما ۳۵۱
الذین فی قلوبھم زیغ (الیٰ قولہ تعالیٰ) وما یذکر الا اولوا الالباب۔ (آیت: ۷)
ص: ۳۵۲ - ۳۵۳ - ۳۵۴-
خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ (آیت: ۵۹) ص: ۳۷۱
وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔
(آیت: ۱۷۹) ص: ۴۴۰ - ۶۰۲ - ۶۳۶
لاٰیٰت لاولی الالباب ○ الذین یذکرون اللہ قیامًا وقعودًا وعلیٰ جنوبھم۔
(آیت: ۱۹۰ - ۱۹۱) ص: ۵۰۰
واذ اخذ اللہ میثاق النبیّن لما اتیتکم من کتٰب وحکمۃ (الیٰ قولہ تعالیٰ)
ھم الفٰسقون۔ (آیت: ۸۱ - ۸۲) ص: ۵۱۰
لتؤمننّ بہ ولتنصرنہ۔ (آیت: ۸۱) ص: ۵۱۵ - ۵۵۶

سورة النساء

اِنِ امرؤٌا ھلك لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترك ۔ (آیت: ۱۷۶) ص: ۶۹

وَلَھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین ۔ (آیت: ۱۲) ص: ۶۹ - ۷۳ - ۷۵

لَن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا ۔ (آیت: ۱۴۱) ص: ۷۱

اَلَم ترالی الذین یزعمون انھم اٰمنوا بما انزل الیك وما انزل من قبلك یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت (الیٰ قولہ تعالیٰ) ضللاً بعیدا ۔ (آیت: ۶۰) ص: ۷۲

وَاِن کانت واحدۃ فلھا النصف ۔ (آیت: ۱۱) ص: ۷۳

فَلا وربك لایؤمنون حتّٰی یحکّموك فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجًا مما قضیت ویسلّموا تسلیما ۔ (آیت: ۶۵) ص: ۷۴

اِنّ الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلمًا انما یاکلون فی بطونھم نارًا ط وسیصلون سعیرا ۔ (آیت: ۱۰) ص: ۷۵

یٰاَیھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ۔ (آیت: ۵۹)

ص: ۷۹ - ۱۰۱ - ۲۰۰ - ۴۱۸

وَعلّمك ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیك عظیما ۔ (آیت: ۱۱۳)

ص: ۱۰۹ - ۴۲۵ - ۵۸۲

وَلَو ردّوہ الی الرسول واِلیٰ اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم ۔ (آیت: ۸۳) ص: ۲۰۰

فَاِذا فریق منھم یخشون الناس کخشیۃ اللہ او اشد خشیۃ ۔ (آیت: ۷۷) ص: ۲۰۸

وَیقولون طاعۃ فاذا برزوا من عندك بیّت طائفۃ منھم غیر الذی تقول ط واللہ یکتب ما یبیّتون ۔ (آیت: ۸۱) ص: ۲۶۶

وَکان اللہ بکل شیٔ علیما ۔ (آیت: ۱۲۶) ص: ۳۷۲ - ۳۷۷

وَجئنا بك علیٰ ھٰؤلاء شھیدًا ۔ (آیت: ۴۱) ص: ۴۴۹

وَلو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ۔ (آیت: ۶۴) ص: ۴۶۲ - ۴۶۹ - ۶۰۳

وَلا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیٰما وارزقوھم فیھا

سورة المائدة

سورۃ الانعام

لا تزر وازرۃ وزر اخری ۔ (آیت: ۱۶۴) وبنی اسراءیل (آیت: ۱۵) و فاطر (آیت: ۱۸)
ص: ۲۰۱

وھٰذا کتاب انزلنٰہ مبارک مصدق الذی بین یدیہ ۔ (آیت: ۹۲) ص: ۲۱۱
ذٰلک ان لم یکن ربک مھلک القرٰی بظلم و اھلھا غٰفلون ۔ (آیت: ۱۳۱) ص: ۲۴۱
ان تقولوا انما انزل الکتٰب علٰی طائفتین من قبلنا و ان کنا عن دراستھم لغٰفلین ۔
(آیت: ۱۵۶) ص: ۲۴۲
الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم ۔ (آیت: ۸۲) ص: ۲۸۳
ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ ۔ (آیت: ۲۸) ص: ۳۰۵
کتب علٰی نفسہ الرحمۃ ۔ (آیت: ۱۲) ص: ۳۰۵
ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیٔ ۔ (آیت: ۱۵۹) ص: ۳۴۰
خالق کل شیٔ فاعبدوہ ۔ (آیت: ۱۰۲) ص: ۳۷۴
ھو اللہ فی السمٰوٰت و فی الارض ۔ (آیت: ۳) ص: ۳۸۶
کتب ربکم علٰی نفسہ الرحمۃ ۔ (آیت: ۵۴) ص: ۳۹۲
ولٰکن الظٰلمین بایٰت اللہ یجحدون ۔ (آیت: ۳۳) ص: ۴۰۳
ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدٰی فلا تکونن من الجٰھلین ۔ (آیت: ۳۵) ص: ۴۰۷
ذٰلک جزینٰھم ببغیھم و انا لصٰدقون ۔ (آیت: ۱۴۶) ص: ۴۱۰
ولا حبۃ فی ظلمٰت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتٰب مبین ۔ (آیت: ۵۹)
ص: ۴۱۵-۴۵۷

الا ان یشاء ربی شیئا ۔ (آیت: ۸۰) ص: ۴۲۶
لانذرکم بہ ومن بلغ ۔ (آیت: ۱۹) ص: ۴۳۴
وکذٰلک نری ابرٰھیم ملکوت السمٰوٰت والارض ۔ (آیت: ۷۵) ص: ۴۴۸
ما فرطنا فی الکتٰب من شیٔ ۔ (آیت: ۳۸) ص: ۴۵۶
وھم ینھون عنہ وینئون عنہ وان یھلکون الا انفسھم وما یشعرون (آیت: ۲۶)
ص: ۴۷۸

قال النار مثوٰکم ۔ (آیت: ۱۲۸) ص: ۵۰۷

سُورۃ الاعراف

سُورۃ الانفال

سُورۃ التوبۃ

ولو انہم رضوا ما اٰتٰھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انا الی اللہ راغبون۔(آیت: ۵۹) ص: ۲۰۰ - ۲۰۶

انما یعمر مسجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر۔(آیت: ۱۸) ص: ۲۰۶

فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مؤمنین۔ (آیت: ۱۳) ص: ۲۰۸ - ۲۰۹

یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم۔(آیت: ۲۵) ص: ۲۳۰

ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ و اٰیٰتہ ورسولہ کنتم تستھزءون o لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔(آیت: ۶۵-۶۶)

ص: ۳۹۵ - ۵۹۳ - ۵۹۸

خضتم کالذی خاضوا۔ (آیت: ۶۹) ص: ۴۲۶

لا تعلمھم۔(آیت: ۱۰۱) ص: ۴۵۸

والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم۔(آیت: ۶۱) ص: ۴۶۰ - ۵۴۲ - ۵۷۸

ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین انھم اصحٰب الجحیم۔(آیت: ۱۱۳) ص: ۴۷۲ - ۴۸۹

فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ۔ (آیت: ۶) ص: ۴۹۲

ورحمۃ للذین اٰمنوا منکم۔ (آیت: ۶۱) ص: ۵۲۴ - ۵۴۲

ھو اذن۔(آیت: ۶۱) ص: ۵۴۱

اذن خیر لکم۔ (آیت: ۶۱) ص: ۵۴۲

یؤمن باللہ۔ (آیت: ۶۱) ص: ۵۴۲

وایدہ بجنود لم تروھا۔ (آیت: ۴۰) ص: ۵۴۹

عفا اللہ عنک لم اذنت لھم۔ (آیت: ۴۳) ص: ۵۵۵

انما المشرکون نجس۔ (آیت: ۲۸) ص: ۵۵۸

قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموالٌ اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا (الیٰ قولہ تعالیٰ) واللہ لا یھدی القوم الفٰسقین۔ (آیت: ۲۴) ص: ۵۷۴

یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی

الایمانؕ و من یتولهم منکم فاولٰٓئک هم الظّٰلمون ۔ (آیت : ۲۳) ص : ۵۷۷

یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامهم ۔ (آیت : ۷۴)

ص : ۵۹۲ - ۵۹۸ - ۶۰۲

وما منعهم ان تقبل منهم نفقٰتهم الّآ انهم کفروا باللہ و برسوله ولا یأتون الصلٰوة الّا وهم کسالٰی ولا ینفقون الا وهم کٰرهون ۔ (آیت : ۵۴) ص : ۵۹۵

فان تابوا واقاموا الصلٰوة واٰتوا الزکٰوة فاخوانکم فی الدینؕ ونفصل الاٰیٰت لقومٍ یعلمون ○ وان نکثوا ایمانهم من بعد عهدهم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمة الکفر انهم لا ایمان لهم لعلهم ینتهون ۔ (آیت : ۱۱ – ۱۲) ص : ۵۹۶

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزکیهم بها وصل علیهم ان صلٰوتک سکن لهم ۔ (آیت : ۱۰۳) ص : ۶۱۳

والمؤمنون والمؤمنٰت بعضهم اولیاء بعض ۔ (آیت : ۷۱) ص : ۶۲۱

قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاٰخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسوله۔ (آیت : ۲۹) ص : ۶۳۴

سورۂ یونس

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۔ (آیت : ۶۹) و النحل (آیت : ۱۱۶)

ص : ۱۲۲ - ۱۵۷

قل بفضل اللہ وبرحمته فبذٰلک فلیفرحوا ۔ (آیت : ۵۸) ص : ۱۲۳ - ۳۴۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶

قل من یرزقکم من السماء والارض امن یملک السمع والابصار ومن یخرج الحیّ من المیت ویخرج المیت من الحیّ ومن یدبر الامر فسیقولون اللہ فقل افلا تتقون ۔ (آیت : ۳۱) ص : ۱۲۲ - ۱۴۳ - ۶۱۷

یدبر الامر ۔ (آیت : ۳) ص : ۱۴۳

جعل الشمس ضیاء والقمر نورا ۔ (آیت : ۵) ص : ۱۴۷

سبحٰنه وتعالٰی عمّا یشرکون ۔ (آیت : ۱۸) والنحل (آیت : ۱) والروم (آیت : ۴۰)

ص : ۱۴۸

سُورۃ ھُود

سُورۃ یُوسف

سُورۃ الرّعد

سُورۃ ابرٰھیم

سورۃ الحجر

سورۃ النحل

فہرست جلد ۳

انّ الخزی الیوم والسوء علی الکفرین ۝ الذین تتوفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم ۔
(آیت: ۲۷ - ۲۸) ص: ۶۳۲

کذٰلک یجزی اللہ المتقین ۝ الذین تتوفّٰھم الملٰئکۃ طیّبین ۔ (آیت: ۳۱ - ۳۲)

ص: ۶۳۲

سُورۃ بنی اسرائیل

سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام ۔ (آیت: ۱)

ص: ۱۳۰ - ۴۶۴ - ۴۶۶ - ۵۴۸

تسبح لہ السمٰوٰت السبع والارض ومن فیھن ط وان من شئ الّا یسبح بحمدہ ولٰکن لا تفقھون تسبیحھم ۔ (آیت: ۴۴) ص: ۱۳۵ - ۱۳۶

سبحٰنہ وتعالٰی عما یقولون علوّا کبیرا ۔ (آیت: ۴۳) ص: ۱۴۱

اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس ۔ (آیت: ۷۸) ص: ۱۸۳ - ۱۸۶

وماکنّا معذّبین حتّٰی نبعث رسولا ۔ (آیت: ۱۵) ص: ۲۴۰

اَبعث اللہ بشرا رسولا ۔ (آیت: ۹۴) ص: ۲۴۴

لا تقل لھما اف ولا تنھرھما ۔ (آیت: ۲۳) ص: ۳۴۸

ومن اراد الاٰخرۃ وسعٰی لھا سعیھا وھو مؤمن فاولٰئک کان سعیھم مشکورا ۔
(آیت: ۱۹) ص: ۴۲۰

عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا ۔ (آیت: ۷۹)

ص: ۴۵۹ - ۴۶۱ - ۴۶۹ - ۵۴۵ - ۵۵۱

ولا تجعل یدک مغلولۃ الٰی عنقک ۔ (آیت: ۲۹) ص: ۵۲۴

انّی لاظنک یٰموسٰی مسحورا ۔ (آیت: ۱۰۱) ص: ۵۳۸

لقد علمت ما انزل ھٰؤلاء الّا ربّ السمٰوٰت والارض بصائر و انی لاظنک یٰفرعون مثبورا ۔ (آیت: ۱۰۲) ص: ۵۳۸

سُورۃ الکہف

وَعلمنٰہ من لدنا علما۔ (آیت: ۶۵) ص: ۷۷ - ۱۴۱ - ۵۸۳
کَبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ط ان یقولون الا کذبا۔ (آیت: ۵) ص: ۱۱۳
حتّیٰ اذابلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع علیٰ قوم لم نجعل لھم من دُونھا ستراً۔
(آیت: ۹۰) ص: ۱۸۶
وَتری الشمس اذا طلعت تزٰور عن کھفھم ذات الیمین واذا غربت تقرضھم
ذات الشمال وھم فی فجوۃ منہ ط ذٰلک من اٰیٰت اللہ۔ (آیت: ۱۷) ص: ۱۸۶
قُل لوکان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی
ولوجئنا بمثلہ مددا۔ (آیت: ۱۰۹) ص: ۲۷۵
فَلعلک باخع نفسک علیٰ اٰثارھم ان لم یؤمنوا بھٰذا الحدیث اسفا۔ (آیت: ۶)
ص: ۴۰۶
وَقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انّا اعتدنا للظّٰلمین
نارا احاط بھم سرادقھا۔ (آیت: ۲۹) ص: ۴۱۱
وَلا یشرک فی حکمہ احدا۔ (آیت: ۲۶) ص: ۴۲۴
اَلحمد للہ الذیٓ انزل علیٰ عبدہ الکتٰب ولم یجعل لہ عوجا۔ (آیت: ۱) ص: ۴۶۴
فَوجدا عبدا من عبادنا اٰتینٰہ رحمۃ من عندنا وعلمنٰہ من لدنا علما۔الخ۔
(آیت: ۶۵ تا ۸۲) ص: ۴۶۷
مَالھم من دونہ من ولی۔ (آیت: ۲۶) ص: ۶۲۱

سُورۃ مریم

وَرفعنٰہ مکانا علیا۔ (آیت: ۵۷) ص: ۷۹
لَم یمسسنی بشرا ولم اک بغیًا۔ (آیت: ۲۰) ص: ۹۹
اِنما انا رسول ربک لاھب لک غلٰمًا زکیا۔ (آیت: ۱۹)
ص: ۱۳۰ - ۱۹۹ - ۶۱۸

سُورۃ طٰہٰ

سورۃ الانبیاء

سورۃ الحج

ضَعف الطالب والمطلوب ۔ (آیت : ۷۳) ص : ۱۴۴

یٰاَیہا الناس ضرب مثل فاستمعوالہ ط ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوالہ ۔ (آیت : ۷۳) ص: ۱۴۴

انہالا تعمی الابصار ولٰکن تعمی القلوب التی فی الصدور ۔ (آیت : ۴۶) ص: ۱۴۹

وَلولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدّمت صوامع وبیع وصلوٰت و مسٰجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا ۔ (آیت : ۴۰) ص: ۲۰۶ - ۶۳۸ - ۴۱۹ - ۶۰۴

ثم محلہا الی البیت العتیق ۔ (آیت : ۳۳) ص: ۲۲۷

وَاذّن فی الناس بالحج ۔ (آیت : ۲۷) ص: ۲۳۲

ھُو سمّٰکم المسلمین من قبل ۔ (آیت : ۷۸) ص: ۲۴۵

ولن یخلف اللہ وعدہ ط (آیت : ۴۷) ص: ۴۰۰

وَتری الناس سکٰری وما ہم بسکٰری ۔ (آیت : ۲) ص: ۴۹۴

سُورۃ المؤمنُون

ثَم ارسلنا موسٰی واخاہ ھارون بایٰتنا وسلطٰن مبینٍ الی فرعون وملائہ فاستکبروا وکانوا قوما عالین ۔ (آیت : ۴۵ - ۴۶) ص: ۹۷

فتبٰرک اللہ احسن الخالقین ۔ (آیت : ۱۴) ص: ۱۴۳

اِن ھی الّا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما نحن بمبعوثین ۔ (آیت : ۳۷) ص: ۱۷۶

قل لمن الارض ومن فیہا ان کنتم تعلمون سیقولون للہ ط قل افلا تذکرون ۝
(الٰی قولہ تعالٰی) قل فانّٰی تسحرون ۔ (آیت : ۸۴ تا ۸۹) ص: ۲۴۲

وَلقد خلقنا الانسان من سلٰلۃ من طین ۝ ثم جعلنا نطفۃ فی قرار مکین ۝
(آیت : ۱۲ - ۱۳) ص: ۳۰۳

سُورۃ النّور

سُورۃ الفرقان

تبٰرک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا۔ (آیت ۱:)

ص: ۳۷۷ - ۴۶۴ - ۵۲۰ - ۶۲۹

لم یکن لہ شریک فی الملک۔ (آیت ۲:) ص: ۴۲۴

تبٰرک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذٰلک جنّٰت تجری من تحتہا الانہٰر و یجعل لک قصورًا۔ (آیت ۱۰:) ص: ۴۶۰

وقدمنا الیٰ ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ہباء منثورًا۔ (آیت ۲۳:)

ص: ۴۶۸ - ۵۶۲ - ۵۷۳

والذین یبیتون لربہم سُجّدا و قیاما۔ (آیت ۶۴:) ص: ۴۹۳

ارأیت من اتخذ الٰہہ ھواہ ط افانت تکون علیہ وکیلا ٥ ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ٥ ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا۔ (آیت ۴۳ - ۴۴:) ص: ۵۸۵

سُورۃ الشعراء

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ (آیت ۲۲۷:) ص: ۱۲۳ - ۳۴۶ - ۴۶۰

وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علیٰ رب العٰلمین۔ (آیت ۱۰۹ - ۱۲۷ - ۱۴۵ - ۱۶۴ - ۱۸۰) ص: ۴۰۶

قال الم نربک فینا ولیدا ولبثت فینا من عمرک سنین۔ (آیت ۱۸:) ص: ۴۸۴

واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین۔ (آیت ۲۱۵:) ص: ۵۲۳

ولا تخزنی یوم یبعثون۔ (آیت ۸۷:) ص: ۵۴۸

ففررت منکم لما خفتکم۔ (آیت ۲۱:) ص: ۵۴۹

واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین۔ (آیت ۸۴:) ص: ۵۵۱

ویضیق صدری ولا ینطلق لسانی فارسل الیٰ ھارون۔ (آیت ۱۳:) ص: ۵۵۳

وتوکل علی العزیز الرحیم ٥ الذی یراک حین تقوم ٥ وتقلبک فی السّٰجدین۔ (آیت ۲۱۷ تا ۲۱۹) ص: ۵۵۹

سُورۃ النّمل

اٰمن یہدیکم فی ظلمٰت البرّ والبحر ومن یرسل الریٰح بشرًا بین یدی رحمتہ (آیت ۶۳:)
ص: ۲۱۳

فلما جاءها نودی ان بورك من فی النار ومن حولها ط وسبحٰن اللہ رب العٰلمین ۔
(آیت : ۸) ص : ۳۸۷

قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ ۔ (آیت : ۶۵) ص : ۴۰ - ۴۰۴ - ۶۰۰

انی لا یخاف لدیّ المرسلون ۔ (آیت : ۱۰) ص : ۵۲۴

انی وجدت امرأۃ تملکھم واوتیت من کل شیء ولھا عرش عظیم ۔ (آیت : ۲۳)

ص : ۶۱۹

سورۃ القصص

وجد من دونھم امرأتین تزودان ۔ (آیت : ۲۳) ص : ۱۰۳

احسن کما احسن اللہ الیك ۔ (آیت : ۷۷) ص : ۱۱۴

انما اوتیته علی علم عندی ۔ (آیت : ۷۸) ص : ۱۱۴

فخسفنا به وبدارہ الارض فما کان له من فئة ینصرونه من دون اللہ وما کان
من المنتصرین ۔ (آیت : ۸۱) ص : ۱۱۴

وربك یخلق ما یشاء ویختار ط ما کان لھم الخیرۃ ط سبحٰن اللہ وتعالٰی عما
یشرکون ۔ (آیت : ۶۸) ص : ۱۵۰

فجاءته احدٰھما تمشی علی استحیاء ۔ (آیت : ۲۵) ص : ۲۳۱

جعل لکم الیل والنھار لتسکنوا فیه ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون (آیت : ۷۳)

ص : ۳۳۷

ولما بلغ اشدہ واستوٰی ۔ (آیت : ۱۴) ص : ۳۵۵

قال انی ارید ان انکحك احدی ابنتیّ ھاتین علی ان تاجرنی ثمنی حجج
(الی قوله تعالٰی) واللہ علی ما نقول وکیل ۔ (آیت : ۲۷ - ۲۸) ص : ۴۱۶ - ۵۰۷

فوکزہ موسٰی فقضٰی علیه ۔ (آیت : ۱۵) ص : ۴۲۶

انك لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین ۔
(آیت : ۵۶) ص : ۴۷۰ - ۶۳۴

سورة العنکبوت

سورة الرّوم

سورة لقمٰن

سُورۃ السّجدۃ

سُورۃ الاحزاب

انعم الله علیه و انعمت علیه (آیت: ۳۷) ص: ۶۰۶

وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ط

ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضللا مبينا۔ (آیت: ۴۵-۴۶) ص: ۶۳۵

یایها النبی انا ارسلنك شاهدا ومبشرا ونذيرا٥ وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا۔ (آیت: ۴۵-۴۶) ص: ۶۳۷

سورۃ سبا

علم الغيب لا يعزب عنه مثقال ذرة فى السموت ولا فى الارض ولا اصغر من

ذلك ولا اكبر الا فى كتب مبين۔ (آیت: ۳) ص: ص: ۱۱۱ - ۱۵۶ - ۳۷۵

ورزقنهم كل ممزق ط (آیت: ۱۹) ص: ۱۹۶

وقال الذين كفروا لن نؤمن بهذا القرآن ولا بالذى بين يديه۔ (آیت: ۳۱) ص: ۲۱۲

افلم يروا الى ما بين ايديهم وما خلفهم من السماء والارض۔ (آیت: ۹) ص: ۲۱۴

ومن الجن من يعمل بين يديه باذن ربه ط (الى قوله تعالى) يعملون له ما يشاء

من محاريب وتماثيل وجفان كالجواب وقدور رسيت۔ (آیت: ۱۲-۱۳) ص: ۲۱۴

ما بصاحبكم من جنة ط ان هو الا نذير لكم بين يدى عذاب شديد۔ (آیت: ۴۶) ص: ۲۱۴

انه سميع قريب۔ (آیت: ۵۰) ص: ۳۸۷

والنا له الحديد٥ ان اعمل سبغت وقدر فى السرد واعملوا صالحا انى بما تعملون

بصير۔ (آیت: ۱۰-۱۱) ص: ۴۱۵

وما ارسلنك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا ولكن اكثر الناس لا يعلمون۔

(آیت: ۲۸) ص: ۵۲۰

تبينت الجن ان لو كانوا يعلمون الغيب ما لبثوا فى العذاب المهين (آیت: ۱۴) ص: ۶۰۰

سورۃ فاطر

والله خلقكم من تراب ثم من نطفة ثم جعلكم ازواجا ط وما تحمل من انثى و

لا تضع الا بعلمه ط وما يعمر من معمر ولا ينقص من عمره الا فى كتب ان ذلك

على الله يسير٥ (آیت: ۱۱) ص: ۱۰۶

هل من خالق غير الله۔ (آیت: ۳) ص: ۱۴۴ - ۴۱۰ - ۴۲۴

سُورہ یٰس

سُورۃ الصّٰفّٰت

انّی ذاھب الٰی ربّی سیھدین ۔ (آیت ۹۹) ص: ۵۴۸

سُورۃ صٓ

فسجد الملٰئکۃ کلھم اجمعون ۔ (آیت ۷۳) ص: ۹۸

واذکر عبٰدنا ابرٰھیم و اسحٰق و یعقوب اولی الایدی و الابصار ۔ (آیت ۴۵) ص: ۱۱۰

یٰداؤد انّا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض ۔ (آیت ۲۶) ص: ۲۰۰-۵۳۰

انّا سخّرنا الجبال معہ یسبّحن بالعشیّ و الاشراق ۝ والطیر محشورۃ ط کل لہ اوّاب ۔ (آیت ۱۸ ۔ ۱۹) ص: ۲۰۰

فسخّرنا لہ الریح تجری بامرہٖ رخاءً حیث اصاب ۔ (آیت ۳۶) ص: ۲۰۰

والشیٰطین کل بنّاء و غواص ۔ (آیت ۳۷) ص: ۲۰۰ - ۲۲۲

و اٰخرین مقرنین فی الاصفاد ۔ (آیت ۳۸) ص: ۲۰۰

ھٰذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب ۔ (آیت ۳۹) ص: ۲۰۰

ولا تتبع الھوٰی فیضلک عن سبیل اللہ ۔ (آیت ۲۶) ص: ۵۵۰

حتٰی توارت بالحجاب ۔ (آیت ۳۲) ص: ۶۲۹

ردّوھا علیّ ط (آیت ۳۳) ص: ۶۲۹

سُورۃ الزّمر

فی ظلمٰت ثلٰث ط (آیت ۶) ص: ۱۱۱

ضرب اللہ مثلاً رجلا فیہ شرکاء متشاکسون و رجلا سلما لرجل ط ھل یستوٰین مثلاً ط الحمد للہ بل اکثرھم لا یعلمون ۔ (آیت ۲۹) ص: ۱۳۴

ولٰکن حقّت کلمۃ العذاب علی الکٰفرین ۔ (آیت ۷۱) ص: ۴۲۶

ثم نفخ فیہ اخرٰی فاذا ھم قیام ینظرون ۔ (آیت ۶۸) ص: ۴۹۳

قل ھل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون ۔ (آیت ۹) ص: ۶۰۱

اللہ یتوفی الانفس حین موتھا ۔ (آیت ۴۲) ص: ۶۱۸

سُورۃ المؤمن

كَذٰلك يطبع الله علىٰ كل قلب متكبر جبار۔ (آیت : ۳۵) ص: ۱۱۴
اٰمنّا بالله وحدہ۔ (آیت : ۸۴) ص: ۱۴۳
وَقال ربکم ادعونی استجب لکم۔ (آیت : ۶۰) ص: ۴۱۷-۵۵۲
وَاستغفر لذنبك (آیت : ۵۵) و محمد صلی اللہ علیہ وسلم (آیت : ۱۹) ص: ۴۳۳
وَمنهم من لم نقصص علیك۔ (آیت : ۷۸) ص: ۴۵۷
فَلم یك ینفعهم ایمانهم لمّا رأوا باسنا ط سنّت الله التی قد خلت فی عبادہٖ ج
وخسر هنالك الکٰفرون۔ (آیت : ۸۵) ص: ۴۸۷

سُورۃ حٰمٓ السّجدۃ

الیه یردّ علم الساعة ط وما تخرج من ثمرٰت من اکمامها و ما تحمل من انثٰی
ولا تضع الّا بعلمه۔ (آیت : ۴۷) ص: ۱۰۶-۱۵۲
وَانه لکتٰب عزیز o لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه۔ (آیت ۴۱-۴۲)
ص: ۲۱۲
اذ جاء تهم الرسل من بین ایدیهم ومن خلفهم۔ (آیت : ۱۴) ص: ۲۱۳-۲۱۶
وَقیضنا لهم قرناء فزیّنوا لهم ما بین ایدیهم وما خلفهم۔ (آیت : ۲۵) ص: ۲۱۴
فَالذین عند ربك یسبحون له۔ (آیت: ۳۸) ص: ۲۲۷
انه هو السمیع العلیم۔ (آیت : ۳۶) ص: ۲۲۸
فَان اعرضوا فقل انذرتکم صٰعقة مثل صٰعقة عاد وثمود۔ (آیت : ۱۳) ص: ۳۰۳
الآ انهم فی مریة من لّقاء ربهم ط الا انه بکل شئ محیط۔ (آیت : ۵۴) ص: ۳۷۲
اعملوا ما شئتم انه بما تعملون بصیر۔ (آیت : ۴۰) ص: ۴۱۱

سُورۃ الشّورٰی

ومآ اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر۔ (آیت : ۳۰) ص: ۱۴۰

سُورۃ الزخرف

سُورۃ الجاثیۃ

سُورۃ الاحقاف

4

سُورة محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ولا تبطلوا اعمالکم۔ (آیت: ۳۳) ص: ۱۳۸

فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت۔ (آیت: ۱۹)

ص: ۴۳۵ - ۴۶۲ - ۴۶۹ - ۵۵۱

واللہ یعلم متقلبکم ومثوٰکم۔ (آیت: ۱۹) ص: ۴۳۵

سُورة الفتح

انّا ارسلنٰک شاھدًا ومبشّرًا ونذیرا۔ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزّروہ وتوقروہ۔

(آیت: ۸ - ۹) ص: ۱۳۱ - ۳۴۴ - ۳۹۷ - ۵۸۳

انّ الذین یبایعونک انّما یبایعون اللہؕ ید اللہ فوق ایدیھم۔ (آیت: ۱۰)

ص: ۱۳۴ - ۱۳۷ - ۱۳۸

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔ (آیت: ۱۸) ص: ۱۳۵ - ۱۳۷

فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ۔ (آیت: ۱۰) ص: ۱۹۷

کزرع اخرج شطأہ فاٰزرہ فاستغلظ فاستوٰی علیٰ سُوقہٖ۔ (آیت: ۲۹) ص: ۳۵۶

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر۔ (آیت: ۲) ص: ۴۲۶ - ۴۵۸

لیدخل المؤمنین والمؤمنٰت جنّٰتٍ تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا و

یکفّر عنھم سیّاٰتھمؕ وکان ذٰلک علی اللہ یسیرًا۔ (آیت: ۵) ص: ۴۵۸

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہٖؕ

وکفٰی باللہ شھیدا۔ (آیت: ۲۸) ص: ۴۶۴ - ۵۲۹

محمّد رسول اللہ۔ (آیت: ۲۹) ص: ۴۶۹

یریدون ان یبدلوا کلٰم اللہ۔ (آیت: ۱۵) ص: ۴۹۲

ویھدیک صراطا مستقیما۔ (آیت: ۲) ص: ۵۴۸

وینصرک اللہ نصرا عزیزا۔ (آیت: ۳) ص: ۵۵۱

ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنٰت لم تعلموھم ان تطؤھم فتصیبکم منھم

معرۃ بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمتہ من یشاء لوتزیّلوا لعذّبنا الذین کفروا منہم عذاباً الیما ○ (آیت : ۲۵) ص: ۶۰۴

انّا فتحنا لک فتحاً مبینا ۔ (آیت : ۱) ص: ۶۰۵

سُورۃ الحُجرات

یاایہا الذین لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون (الیٰ قولہ تعالیٰ) لہم مغفرۃ واجرٌ عظیم ۔ (آیت : ۲ ۔ ۳) ص: ۲۰۷

یاایّہا الذین اٰمنوا لا تقدّموا بین یدی اللہ ورسولہ ۔ (آیت : ۱) ص: ۲۱۵

انّ الّذین یغضّون اصواتہم عند رسول اللہ الآیۃ (آیت : ۳) ص: ۲۲۵

یاایہا الناس انا خلقنکم من ذکرٍ وانثیٰ وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا انّ اکرمکم عند اللہ اتقکم انّ اللہ علیم خبیر ○ (آیت : ۱۳) ص: ۲۴۸ ۔ ۳۲۵ ۔ ۴۲۹ ۔ ۵۶۵

اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ ۔ (آیت : ۳) ص: ۳۲۷

قالت الاعراب اٰمنّا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم ۔ (آیت : ۱۴) ص: ۵۹۲

سُورۃ قٓ

وسبّح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ۔ (آیت : ۳۹) ص: ۱۸۶

افلم ینظروا الی السماء فوقہم کیف بنینہا وزیّنّہا وما لہا من فروج ۔ (آیت : ۶) ص: ۱۹۷

ونحن اقرب الیہ من حبل الورید ۔ (آیت : ۱۶) ص: ۳۷۷ ۔ ۳۸۶

ما یبدّل القول لدیّ ۔ (آیت : ۲۹) ص: ۴۰۰

قال قرینہ ربنا ما اطغیتہ ولکن کان فی ضلال بعید ○ قال لا تختصموا لدیّ وقد قدمت الیکم بالوعید ○ ما یبدل القول لدیّ وما انا بظلام للعبید ○ (آیت : ۲۷ تا ۲۹) ص: ۴۱۱

سُورۃ الذّٰریٰت

سُورۃ الطّور

سُورۃ النّجم

سُورۃ القمر

اقتربت الساعة وانشق القمر ۔ (آیت ۱) ص: ۲۲۵ - ۲۷۱

انّ المتقین فی جنّٰت ونهرٍ ۝ فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر ۝ (آیت ۵۴-۵۵)

ص: ۲۲۶ - ۲۸۳

وکل صغیر وکبیر مستطر ۔ (آیت ۵۳) ص: ص: ۳۱۴

سُورۃ الرحمٰن

الرحمٰن ۝ علّم القراٰن ۝ خلق الانسان ۝ علّمه البیان ۔ (آیت ۱ تا ۴) ص: ۱۱۰

کل من علیها فانٍ ۝ ویبقٰی وجه ربك ذوالجلال والاکرام ۔ (آیت ۲۶ - ۲۷)

ص: ۱۵۴

الشمس والقمر بحسبان ۔ (آیت ۵) ص: ۱۹۳

سُورۃ الحدید

ذٰلك فضل الله یؤتیه من یشاء ط والله ذوالفضل العظیم ۔ (آیت ۲۱) ص: ۱۲۳، ۵۳۹

یوم تری المؤمنین والمؤمنٰت یسعٰی نورهم بین ایدیهم وبایمانهم ۔ (آیت ۱۲) ص: ۲۱۵

والذین اٰمنوا بالله ورسله اولٰئك هم الصدیقون والشهداء عند ربهم ط لهم

اجرهم ونورهم ۔ (آیت ۱۹) ص: ۳۲۲-۳۹۴

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقٰتل ط اولٰئك اعظم درجة من الذین

انفقوا من بعد وقٰتلوا ط وکلًّا وعد الله الحسنٰی ط والله بما تعملون خبیر ۔

(آیت ۱۰) ص: ۳۴۴ - ۳۵۴ - ۳۹۱ - ۳۹۳ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ -

۴۲۷ - ۴۲۸ -

هوالذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستة ایام ثم استوٰی علی العرش ط (آیت ۴)

ص: ۳۵۷

وهو معکم این ما کنتم ۔ (آیت ۴) ص: ۳۸۷

سُورۃ المجادلة

انّ امّھتھم الاّ الّٰئی ولدنھم ۔ (آیت : ۲) ص : ۶۳

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اُوتوا العلم درجٰت ۔ (آیت : ۱۱) ص : ۱۱۰

یاَیھا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ ۔
(آیت : ۱۲) ص : ۲۱۵

ءَاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقات ۔ (آیت : ۱۳) ص : ۲۱۵

لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوآدّون من حآدّ اللہ ورسولہ ولوکانوا اٰبآئھم او ابنآئھم او اخوانھم او عشیرتھم (الیٰ قولہ تعالیٰ) الاان حزب اللہ ھم المفلحون ۔ (آیت : ۲۲) ص : ۵۶۱

سُورۃ الحشر

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا ۔ (آیت : ۷) ص : ۱۲۸

ولکن اللہ یسلط رسولہ علیٰ من یشاء ۔ (آیت : ۶) ص : ۲۰۰

اُولٰئک ھم الصّٰدقون ۔ (آیت : ۸) ص : ۲۸۸

الملک القدوس السلٰم ۔ (آیت : ۲۳) ص : ۳۵۱

لایستوی اصحٰب النار واصحٰب الجنّۃ اصحٰب الجنّۃ ھم الفائزون ۔ (آیت : ۲۰)
ص : ۵۶۳

وینصرون اللہ ورسولہ ۔ (آیت : ۸) ص : ۶۳۷

سُورۃ المُمتحنة

یاَیھا النبی اذا جاءک المؤمنٰت یبایعنک علیٰ ان لایشرکن باللہ شیئا ولایسرقن ولایزنین ولایقتلن اولادھن ولایأتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولایعصینک فی معروف (الیٰ قولہ تعالیٰ) ان اللہ غفور رحیم ۔
(آیت : ۱۲) ص : ۱۳۷ - ۲۱۵

یٰاَیہا الذین اٰمنوا لاتتخذ وا عدوی و عدوکم اولیاء (الیٰ قولہ تعالیٰ) تسرون الیہم بالمودة وانا اعلم بما اخفیتم و ما اعلنتم و من یفعلہ منکم فقد سواء السبیل (الیٰ قولہ تعالیٰ) واللہ بما تعملون بصیر۔ (آیت: ۱ تا ۳) ص: ۵۷۸

قد کانت لکم اسوة حسنة فی ابرٰھیم (الیٰ قولہ تعالیٰ) و من یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید۔ (آیت: ۴ تا ۶) ص: ۵۸۷

سُورة الصّفّ

مصدقالما بین یدیّ من التورٰیة و مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد۔ (آیت: ۶) ص: ۲۱۲ - ۵۱۲

یٰاَیہا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون ○ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ (آیت: ۲ - ۳) ص: ۴۸۰

سُورة الجُمُعَة

یٰاَیہا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلٰوة من یوم الجمعة فاسعوا الیٰ ذکر اللہ۔ (آیت: ۹) ص: ۲۰۵

وذروا البیع۔ (آیت: ۹) ص: ۲۰۵

ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ (آیت: ۴) ص: ۲۴۳

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم۔ (آیت: ۲) ص: ۴۶۳

مثل الذین حملوا التورٰیة ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا بئس مثل القوم الذین کذبوا باٰیٰت اللہ واللہ لا یہدی القوم الظٰلمین۔ (آیت: ۵) ص ۵۸۹

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیہم اٰیٰتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتٰب والحکمة (الیٰ قولہ تعالیٰ) واللہ ذو الفضل العظیم۔ (آیت: ۲ تا ۴) ص: ۶۱۱

سُورة المنٰفقون

واذا قیل لہم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لووا رءوسہم و رأیتہم یصدون وھم مستکبرون۔ (آیت: ۵) ص: ۱۵۹ - ۴۶۳

هُم الذین یقولون لاتنفقوا علیٰ من عند رسول اللہ حتّٰی ینفضوا ۔ (آیت: ۷) ص: ۲۲۶
ذٰلک بانّهم اٰمنوا ثم کفروا فطبع علیٰ قلوبهم فهم لا یفقهون۔ (آیت: ۳) ص: ۲۴۰
نشهد انک لرسول اللہ ۔ (آیت: ۱) ص: ۴۸۹
واللہ یعلم انک لرسوله ط واللہ یشهد ان المنٰفقین لکٰذبون۔ (آیت: ۱) ص: ۴۸۹
لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعزّ منها الاذلّ ۔ (آیت: ۸) ص: ۵۴۲
وللہ العزّة ولرسوله وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لایعلمون ۔ (آیت: ۸) ص: ۵۴۲-۵۶۵
اذا جاءک المنٰفقون قالوا نشهد انّک لرسول اللہ ط واللہ یعلم انک لرسولهٗ ط
واللہ یشهد انّ المنٰفقین لکٰذبون۔ (آیت: ۱) ص: ۵۹۲

سُورۃ الطلاق

وانّ اللہ قد احاط بکل شئ علمًا ۔ (آیت: ۱۲) ص: ۱۱۱ - ۲۷۲
ومن یتق اللہ یجعل له مخرجا ه ویرزقه من حیث لا یحتسب ۔ (آیت: ۲-۳) ص: ۱۶۲

سُورۃ التحریم

قوا انفسکم واهلیکم نارا ۔ (آیت: ۶) ص: ۱۳۴
یوم لایخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معه نورهم یسعٰی بین ایدیهم و بایمانهم۔
(آیت: ۸) ص: ص: ۲۱۵-۴۵۹-۵۴۸
اذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنة ۔ (آیت: ۱۱) ص: ۲۲۷
فانّ اللہ هو مولٰه وجبریل وصالح المؤمنین ج والملٰئکة بعد ذٰلک ظهیر ۔
(آیت: ۴) ص: ۵۴۹-۶۱۸-۶۳۷

سُورۃ الملک

خلق الموت والحیٰوة ۔ (آیت: ۲) ص: ۱۲۴
ویقولون متٰی هذا الوعد ان کنتم صٰدقین ه قل انّما العلم عند اللہ و انما انا نذیر
مبین ۔ (آیت: ۲۵-۲۶) ص: ۱۵۲

سُورۃ القلم

سُورۃ المعارج

سُورۃ نُوح

سُورة الجن

سُورة المزّمّل

سُورة المدّثّر

سُورة القیٰمة

سُورة الدّهر

سُورة المرسلٰت

سُورۃ النّبا

وَالجبال اوتادًا ۔ (آیت ۷) ص: ۱۴۰
الم نجعل الارض مھٰدًا ۔ (آیت ۶) ص: ۱۶۳ - ۱۸۹
وجعلنا الیل لباسا ۔ (آیت ۱۰) ص: ۳۳۷

سُورۃ النّزٰعٰت

فالمدبّرات امرا ۔ (آیت ۵) ص: ۱۹۹ - ۶۱۴ - ۶۳۰

سُورۃ التّکویر

انّہ لقول رسول کریم ۝ ذی قوّۃ عند ذی العرش مکین ۝ مطاع ثم امین ۔ (آیت ۱۹ تا ۲۱) ص: ۱۹۹
وما تشاءون الّا ان یشاء اللہ رب العٰلمین ۔ (آیت ۲۹) ص: ۲۴۰ - ۴۱۰
وما ھو علی الغیب بضنین ۔ (آیت ۲۴) ص: ۳۴۳ - ۴۴۰ - ۱۴۴
فلا اقسم بالخنّس ۝ الجوار الکنس ۔ (آیت ۱۵ - ۱۶) ص: ۵۰۹

سُورۃ المطفّفین

کلّا بل ران علیٰ قلوبھم ما کانوا یکسبون ۔ (آیت ۱۴) ص: ۲۴۰

سُورۃ البُروج

واللہ من ورائھم محیط ۔ (آیت ۲۰) ص: ۳۷۲

سُورۃ الطارق

ان کل نفس لمّا علیھا حافظ ۔ (آیت ۴) ص: ۶۳۲
وما ادرٰلک ما الطارق ۝ النجم الثاقب ۔ (آیت ۲ - ۳) ص: ۶۳۸

سُورۃ الاعلٰی

سُورۃ الغاشیۃ

سُورۃ البلد

سُورۃ الّیل

سُورۃ والضّحٰی

سورۃ الانشراح

سورۃ العلق

سورۃ البیّنۃ

سورۃ العصر

سورۃ الھُمَزۃ

سُورۃ القریش

سُورۃ الکوثر

سُورۃ اللّھب

سُورۃ الاخلاص

فتاوی رضویہ جلد ۲۶

(۱) متبنّٰی بنانے کے بارے میں فرمایا:

رہا متبنّٰی کرنا، وہ شرعاً کوئی چیز نہیں،

قال اللہ تعالٰی ان امھٰتھم الا الّٰئی ولدنھم[1] واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔ واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم (ت)

(فتاوٰی رضوی ج ۲۶ ص ۹۲)

(۲) زید ادائیگی مہر سے قبل فوت ہوگیا۔ زوجہ تقدیم مہر جبکہ ورثاء تقدیم تقسیم ترکہ چاہتے ہیں۔ اس مسئلہ کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ادائے مہر تقسیم ترکہ پر مقدم ہے جب تک مہر ادا یا معاف نہ ہولے کوئی وارث کچھ نہیں پا سکتا جبکہ اس کی مقدار ترکہ سے زائد ہے۔

قال تعالٰی "من بعد وصیّۃ توصون بھا او دین"[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس وصیت کے بعد جو تم کر جاؤ اور قرض کے بعد۔ (ت)

مگر عین جائداد کا مہر میں دیا جانا ضروری نہیں ورثہ کو اختیار ہے کہ مہر اپنے پاس سے ادا کریں اور جائداد تقسیم ترکہ کے لئے بچالیں یا جائداد بیچ کر ادائے مہر میں صرف کی جائے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۹۶)

(۳) ارث جبری ہے ساقط نہیں ہوسکتی نیز بیٹیوں اور شوہر کے حصہ شرعی کے بارے میں فرمایا:

یہاں تک کہ نہ مانگنا درکنار اگر وارث صراحۃً کہہ دے کہ میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا جب بھی اس کی

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲

[2] القرآن الکریم ۴/۲۴

[3] " " ۴/۱۲

مِلک زائل نہ ہوگی تو شاہ محمد علیؔ کے ترکہ میں بشرطِ عدمِ مانع ارث و وارث آخر و تقدیم دین و وصیت، ہر دختر سات سہام سے ایک سہم کی مالک ہوئی اور ہر دختر کے متروکہ سے بشرائط مذکورہ اگر لاولد تھی شوہر نصف ورنہ ربع کا، جس کے ثبوت میں دو آیۂ قرآنیہ :

یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[1]

اللہ تعالٰے تمھیں حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے بارے میں، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (ت)

وقولہ تعالٰی " ولکم نصف ما ترك ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن من بعد وصیۃ یوصین بھا اودین[2] "

اور اس کا فرمان ہے : اور تمھاری بیبیاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمھیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمھارے لئے چوتھائی ہے جو وصیت وہ کر گئیں اور دین نکال کر۔ (ت)

اشباہ میں ہے :

لایدخل ملك الانسان شیئ بغیر اختیارہ الا الارث اتفاقا الخ۔[3]

انسان کی ملکیت میں اس کے اختیار کے بغیر کوئی شے داخل نہیں ہوتی مگر میراث بالاتفاق داخل ہوتی ہے الخ (ت)

اسی میں ہے :

لوقال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقہ اذ الملك لایبطل بالترك[4]

اگر وارث نے کہا کہ میں نے اپنا حق چھوڑ دیا ہے تو اس کا حق باطل نہیں ہوگا کیونکہ مِلک چھوڑ دینے سے باطل نہیں ہوتا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۱۱۳، ۱۱۴)

(۴) عورت لاولد فوت ہوئی جس کا مہر شوہر کے ذمہ ہے تو کیا شوہر (زید) اس واجب الادا مہر میں سے نصف حصہ پاسکتا ہے ؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا :

صورتِ مستفسرہ میں ضرور نصف مہر ذمۂ زید سے ساقط ہوا نہ بمعنی عدم وجوب رأساً کہ مہر بعد تاکد

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱

[2] " ۴/ ۱۲

[3] الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملك ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۰۲

[4] " " " " احکام النقد " ۲/ ۱۹۰

بالموت بایں معنی قابلیت سقوط نہیں رکھتا اور رعایت مذکورہ میں اگر کچھ نقص آتا تو اسی صورت سے، بلکہ بمعنی تملک بخلافت و وراثت زوجہ لقولہ تعالٰی "ولکم نصف ما ترك ازواجکم ان لم یکن لھن ولد[1]" (اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے "اور تمھاری بیبیاں جو چھوڑ جائیں ان میں سے تمھیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو۔") اور شک نہیں کہ مہر بھی متروکۂ زوجہ میں داخل ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۱۴۸)

(۵) زید فوت ہوا، ایک بیوی اس کی فوت ہوچکی ہے دُوسری زندہ ہے، مہر دونوں کا واجب الادا ہے، زید کی اولاد بھی ہے، اور ترکہ سے پُورا مہر بھی ادا نہیں ہوسکتا، تو اب حکمِ شرعی کیا ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں دونوں مہر اور اسی طرح اور جو دَین ذمۂ زید ہو حصۂ رسد ادا کریں، پہلی بی بی اس سبب سے کہ اس کا نکاح پہلے ہُوا پہلے پانے کی (کہ جب تک اس کا مہر ادا نہ ہولے زوجۂ ثانیہ کا بقیہ مہر یا اور کسی دائن کا دَین ثابت ادا نہ کیا جائے) ہرگز مستحق نہیں بلکہ وہ سب ایک ساتھ ادا کئے جائیں گے اور جبکہ جائداد اور نہیں، کافی نہیں دونوں مہروں اور ہر دَین ثابت کو حصۂ رسد ادا کیا جائے گا اور جب کچھ نہ بچے ورثہ کچھ بذریعہ وراثت نہ پائیں گے۔

قال اللہ تعالٰی "من بعد وصیۃ توصون بھا او دین[2]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس وصیت کے بعد جو تم کر جاؤ اور قرض کے بعد۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۱۵۰)

(۶) عصبہ بنفسہ، خصوصًا اس کی قسم چہارم میں جو الفاظ "او عالیھا" ہیں ان کا مأخذ کیا ہے، اس کے بارے میں فرمایا:

مأخذ اس کا کلام اللہ عزوجل وسنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔ قال اللہ تبارک و تعالٰی:

واولوا الارحام بعضھم اولٰی ببعض فی کتٰب اللہ ان اللہ بکل شیئ علیم[3]

اور رشتہ والے ایک سے دوسرے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں۔ بیشک اللہ سب کچھ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲

[2] " ۴/ ۱۲

[3] " ۸/ ۷۵

جانتا ہے۔ (ت)

حدیث اوّل[1]: عبدبن حمید و ابن جریر اپنی تفسیر میں قتادہ سے راوی:

ان ابابکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ قال فی خطبتہ الا ان الاٰیۃ التی ختم بہا سورۃ الانفال انزلھا فی اولی الارحام بعضھم اولٰی ببعض فی کتاب اللہ ما جرت بہ الرحم من العصبۃ[1]، ھذا مختصر۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: خبردار وہ آیت جس میں سورۃ انفال ختم کی گئی اللہ تبارک وتعالٰی نے اس کو رشتہ والوں کے بارے میں نازل فرمایا کہ "ان میں سے بعض بعض سے اولٰی ہیں اللہ تعالٰی کی کتاب میں"۔ یعنی ہر وہ عصبہ جس میں نسبی رشتہ جاری ہو۔ یہ مختصر ہے (ت)

حدیث دوم[2]: احمد و بخاری و مسلم و ترمذی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فھو لاولی رجل ذکر[2]۔

فرائض ذوي الفروض کو دو، اور جو بچ جائے وہ قریب ترین مرد کے لئے۔ (ت)

حدیث سوم[3]: صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من مؤمن الّا وانا اولٰی بہ فی الدنیا والاٰخرۃ اقرء وا ان شئتم "النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم" فایما مؤمن مات وترک مالا فلیرثہ عصبتہ من کانوا ومن ترک دینا او ضیاعا فلیأتنی فانا مولاہ، والحدیث عند الشیخین[3] واحمد والنسائی وابن ماجۃ وغیرھم عنہ نحوہ۔

کوئی مومن نہیں مگر یہ کہ میں دُنیا و آخرت میں اس کا ولی ہوں، اگر تم چاہو تو آیت پڑھ لو "یہ نبی (صلی اللہ

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۴/ ۱۷۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۵۰
الدر المنثور بحوالہ عبدبن حمید وغیرہ " " " " " " ۲/ ۷۰۳

[2] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب میراث الولد من ابیہ وامہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۷
صحیح مسلم کتاب الفرائض ۲/ ۳۴ و جامع الترمذی ۲/ ۳۱ و مسند احمد بن حنبل ۱/ ۳۲۵

[3] صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض الخ باب الصلوٰۃ علی من ترک دینا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۳
" کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب " " ۲/ ۷۰۵

تعالیٰ علیہ وسلم) مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے"۔ پس جو کوئی مومن مرگیا اور اس نے کوئی مال چھوڑا تو وہ اس کے قریبی وارثوں اور عصبہ کے لئے ہے جو بھی وہ ہوں، اور جس نے قرض یا کمزور اولاد چھوڑی ہو تو وہ میرے پاس آئے میں اس کا مولیٰ ہوں۔ اور یہ حدیث شیخین، امام احمد اور نسائی وغیرہ کے نزدیک ثابت ہے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۲۶ ص ۱۵۵، ۱۵۶)

(۷) کیا عصبات نسبی کا غیر موجود ہونا ممکن ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

ہرگز ناممکن نہیں بلکہ بارہا واقع ہوا اور خود زمانۂ رسالت میں ہُوا، اور اب واقع ہے اور عادۃً واقع ہوتا رہے گا۔

اوّلاً فرض کیجئے مجوس وہنود و نصاریٰ و یہود وغیرہم کفار کی اقوام سے ایک شخص مسلمان ہوا اور اس کے باقی رشتہ دار اپنے کفر پر ہیں ان میں ان کا عصبۂ نسبی کون ہے کوئی نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ انه لیس من اھلك انه عمل غیر صالح[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۲۶ ص ۱۵۸)

(۸) کسی کا منہ بولا بیٹا اپنے حقیقی باپ کے ترکہ سے پائے گا یا نہیں۔ اس کے بارے میں فرمایا:

پسر خواندہ چنیں کس را پسر میشود نہ خود بے علاقہ از پدر ان الحقائق لا تغیر، شرعاً وارثِ پدر ست نہ اینکس دیگر، خواستہ اش حسب خواستہ است کہ وصیت کرد بدست متبنّٰی آمدہ باشد ایں وراثت نیست الا لاوصیة لوارث[2]، قال اللہ تعالیٰ "وما جعل ادعیاء کم ابناء کم" الیٰ قوله تعالیٰ "ادعوهم لاٰبائهم هو اقسط عند اللہ[3] الاٰیة"، وقال اللہ تعالیٰ "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[4]" نیست خاصہ تبنّٰی کسے از موانع ارث ارث پسر از پدر و ھذا اظھر من ان یظھر۔

منہ بولا بیٹا نہ ایسے شخص کا بیٹا ہوتا ہے اور نہ ہی اپنے باپ سے بے تعلق ہوتا ہے کیونکہ حقیقتوں میں

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا باب لاوصیة لوارث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۹

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴ و ۵

[4] " " ۴/ ۱۱

تغیر نہیں ہوتا۔ شرعی طور پر وہ اپنے باپ کا وارث ہے نہ کہ اس دوسرے شخص کا جس نے اُس کو منہ بولا بیٹا بنایا ہے۔ اگر دوسرا شخص چاہے تو منہ بولے بیٹے کے حق میں وصیت کر دے تاکہ اس کا مال اس کے منہ بولے بیٹے کے ہاتھ میں آجائے۔ اور یہ وراثت نہ ہوگی۔ خبردار وارث کے لئے وصیت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے پالکوں کو تمھارا بیٹا نہیں بنایا" (اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد تک) "انھیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے" الآیہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اللہ تمھیں حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے بارے میں، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔" اور کسی کا منہ بولا بیٹا بن جانا اس کے لئے باپ کی میراث سے مانع نہیں ہوتا۔ اور یہ بات سب سے زیادہ ظاہر ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۱۷۸، ۱۷۹)

(۹) نافرمان اولاد سخت گنہگار ہے مگر نافرمانی کی وجہ سے میراث سے محروم نہ ہوگی اگرچہ والدین لکھ دیں۔

اس مسئلہ میں ارشاد فرمایا:

اگر اللہ عزوجل والدین کو راضی کرکے اس کا گناہ معاف نہ فرمائے تو اس کی سزا جہنم ہے والعیاذ باللہ، مگر میراث پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا، نہ والدین کا لکھ دینا کہ ہماری اولاد میں فلاں شخص عاق ہے ہمارا ترکہ اسے نہ پہنچے اصلاً وجہ محرومی ہو سکتا ہے کہ اولاد کا حقِ میراث قرآن عظیم نے مقرر فرمایا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[1]"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (ت)

والدین خواہ تمام جہان میں کسی کا لکھا اللہ عزوجل کے لکھے پر غالب نہیں آسکتا ولہذا تمام کتبِ فرائض و فقہ میں کسی نے اسے موانعِ ارث سے نہ گنا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۱۸۱، ۱۸۲)

(۱۰) مولوی عبد الحی لکھنوی کے ایک فتوٰی کی رُو سے بہن کو بیوی کا حصہ نکال کر نصفِ باقی ملنا لازم آتا ہے، اعلیحضرت علیہ الرحمہ مولوی صاحب کی اس لغزش کی نشان دہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس تقدیر پر بہن کا حصہ نصفِ باقی بعد فرض الزوجہ ہو جائے گا یعنی زوجہ کا حصہ نکال کر جو بچا اس کا آدھا، حالانکہ نصِ قطعی قرآن عظیم سے بہن کا سہم نصف کل متروکہ تھا۔

قال اللہ تعالیٰ "ان امرؤا هلك ليس له ولد وله اخت فلها

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۱

نصف ما ترک[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے۔ (ت)

لاجرم یہ سراسر غلط اور حسبِ تصریح علمائے کرام خلافِ اجماع ہے۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۲۱۵، ۲۱۶)

(۱۱) شوہر مقروض کے ترکہ سے بیوی اپنا آٹھواں حصہ الگ کرکے دیون دوسرے وارثوں کے سہام پر ڈالنا چاہتی ہے۔ اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

عورت کا مہر اگر باقی ہے تو وہ بھی مثل سائر دیون ایک دَین ہے اس کے ذریعہ سے حصہ رسد ثمن سدس نصف ثلث کم زائد جو کچھ پڑے اپنے لئے بچا سکتی ہے مگر یہ خواہش کہ ترکہ سے اپنا ثمن حق زوجیت بذریعہ وراثت جدا کرے اور دیون صرف دیگر ورثہ سہام پر ڈالے یہ محض باطل تغییرِ حکمِ شرع ہے۔

قال تعالیٰ "فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیۃ توصون بھا او دین[2]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان (بیویوں) کے لئے آٹھواں حصہ ہے اس وصیت کو نکالنے کے بعد جو تم کرجاؤ اور قرض کی ادائیگی کے بعد۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۲۷۸، ۲۷۹)

(۱۲) ترکہ میں سے لڑکیوں کو حصہ نہ دینے والوں کے بارے میں فرمایا:

لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرام قطعی ہے اور قرآن مجید کی صریح مخالفت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[3]"

اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے: اللہ تعالےٰ تمھیں حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے بارے میں کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (ت)

ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فر من میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ[4]

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۷۶
[2] " ۴/۱۲
[3] " ۴/۱۱
[4] سنن ابن ماجہ کتاب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۸

جو اپنے وارث کو میراث پہنچنے سے بھاگے گا اللہ تعالٰی جنّت سے اس کی میراث قطع فرمادے گا۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۳۱۴)

(۱۳) باپ کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرنے والی لڑکی اپنے باپ کے ترکہ سے محروم نہیں ہوتی چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا:

پھر اگر غیر کفو کے معنٰی یہ ہیں کہ جس سے نکاح ہوا وہ مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اس کے باپ کے لئے باعثِ ننگ وعار ہو تو وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں محض باطل ہے اگر قربت ہوگی زنا ہوگی ان دونوں مرد و عورت پر فوراً جُدا ہو جانا لازم ہے بایں ہمہ لڑکی ترکہ سے محروم نہ ہوگی۔

قال اللہ تعالٰی "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[1]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی تمھیں حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے بارے میں کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۳۱۵)

(۱۴) مرتد کی امامت کے بارے میں فرمایا:

اس کی امامت کے کیا معنٰی جو اس کی اس حالت پر آگاہ ہوکر اسے قابلِ امامت جانے گا اس کی نماز درکنار ایمان بھی نہ رہے گا،

لان من شك فی عذابه وکفره فقد کفر[2]

اس لئے کہ جو اس کے عذاب اور کُفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ (ت)

قال اللہ تعالٰی "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار[3]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جُھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی (ت)

وقال اللہ تعالٰی "واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین[4]"

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۱

[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

الدر المختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[3] القرآن الکریم ۱۱/۱۱۳

[4] " " ۶/۶۸

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۳۱۸)

(۱۵) کیا زید کے مسلمان بچے زید کی ہندو ماں کو پرورش کے لئے دیئے جاسکتے ہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

زید کی ماں یا کسی ہندو کا اُن میں کچھ حق نہیں۔ قرآن عظیم میں ہے:
لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا۔[1]
اور اللہ تعالٰی ہرگز کافروں کو مومنین پر کوئی راہ نہیں دے گا۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۳۲۷)

(۱۶) متبنّٰی کرنے اور اس کو وارث بنانے سے متعلق حکم شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

متبنّٰی کرنا اسلام میں کچھ اصل نہیں رکھتا، نہ وہ وارث ہو سکے۔

قال اللہ تعالٰی "ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اٰبائھم فاخوانکم فی الدین وموالیکم۔[2]"

اللہ تعالٰی نے فرمایا: انھیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ تعالٰی کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے پھر اگر تمھیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمھارے بھائی ہیں اور بشریت میں تمھارے چچازاد۔ (ت)
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۳۳۱، ۳۳۲)

(۱۷) متبنّٰی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اگر یہ بیان صحیح ہے تو مولوی یعقوب علی خاں صاحب وزیر خاں کے پسر ہیں، نواب غلام احمد خاں سے کوئی تعلق نہیں، متبنّٰی بنانے کا مسئلہ ہنود کے یہاں ہے شریعتِ مطہرہ نے اسے باطل فرمادیا ہے۔

قال اللہ تعالٰی "ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اٰبائھم فاخوانکم فی الدین وموالیکم[3]" وقال اللہ تعالٰی "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین[4]۔" وقال اللہ تعالٰی "لکیلا یکون علی المؤمنین حرج

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۴۱
[2] القرآن الکریم ۳۳/۵
[3] " ۳۳/۵
[4] " ۳۳/۴۰

فی ازواج ادعیائهم [1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انھیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے، پھر اگر تمھیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمھارے بھائی ہیں اور بشریت میں تمھارے چچا زاد۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، محمد (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لئے پالکوں کی بیویوں میں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۳۳، ۴۳۴)

(۱۸) دنیوی فائدے کے لئے اپنے آپ کو ہندو دھرم شاستر کا پابند بنانے اور اپنے خاندان کو اس کی طرف منسوب کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

اپنے دُنیوی فائدے مال حرام خلافِ شرع ملنے کے لئے اپنے آپ کو برخلاف احکامِ قرآن مجید ہندو دھرم شاستر کا پابند بنانا معاذ اللہ اپنے کفر کا اقرار کرنا ہے اور اپنے سارے خاندان کی طرف اُسے نسبت کرنا سارے خاندان کو کافر بنانا ہے، ایسے لوگوں کو تجدیدِ اسلام کا حکم ہے پھر از سرِ نو اپنی عورتوں سے نکاح کریں۔

قال اللہ تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئك هم الكٰفرون [2]۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۴۱)

(۱۹) قانونِ شریعت کے بجائے ہندو مذہب کے مطابق میراث لینے اور دینے والوں کے بارے میں فرمایا:

قال اللہ عزّ وجل اُلم تر الی الذین یزعمون انھم اٰمنوا بما انزل الیك وما انزل من قبلك یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ط ویرید الشیطٰن ان یضلھم ضلٰلًا بعیدا [3]۔

(اللہ عزوجل نے فرمایا:) کیا تم انھیں نہیں دیکھتے جن کا زبانی دعوٰی تو یہ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمھاری طرف اتارا گیا اور جو تم سے پہلے اتارا گیا، پھر فیصلہ چاہتے ہیں کفر کا، اور انھیں حکم

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۷

[2] " ۵/ ۴۴

[3] " ۴/ ۶۰

تو یہ تھا کہ اس سے انکار کریں، اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کر کے دُور پھینک دے۔

جو لوگ شریعتِ مطہرہ کے خلاف میراث مانگیں یا لیں یا خوشی دیں یا اس میں سعی کریں سب گمراہ میں اور عذابِ شدید کے سزاوار، اور اگر اسے پسند کریں تو کھُلے کفار۔ بہر حال وہ مال اُن کے لئے حرام و قطعۂ نار، اور جو مجبور ہو کر دے وہ مظلوم و معذور۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۳۴۷)

(۲۰) جس بیٹے کو والد عاق قرار دے وہ والد کا وارث بنے گا یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

اولاد کسی طرح اولاد ہونے سے خارج نہیں ہو سکتی سوا کفر کے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور کسی طرح ترکہ سے محروم نہیں ہو سکتی سوا موانع خمسہ معلومہ کے کہ دِین[۱] مختلف ہو یا دار[۲] مختلف یا مملوک[۳] ہو یا معاذ اللہ مورث[۴] کو قتل کرے یا دونوں[۵] کا اس طرح انتقال ہو کہ معلوم نہ ہو ان میں پہلے کون مرا، ان کے سوا وہی عام حکم ہے کہ،

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین[۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے بارے میں کہ بیٹے کا حصّہ دو[۲] بیٹیوں کے برابر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۳۴۹)

(۲۱) ایک شخص ایک بیٹی، دو حقیقی بہنیں، چار بھتیجے اور ایک بیوی چھوڑ کر فوت ہوا، اس کے ترکہ کی تقسیم کے بارے میں فرمایا:

صورتِ مستفسرہ میں حسبِ شرائط فرائض ترکہ اس شخص کا سولہ[۱۶] سہام ہو کر دو[۲] سہم اس کی زوجہ اور آٹھ[۸] سہم دختر اور تین[۳] تین سہم ہر بہن کو ملیں گے اور بھتیجے کچھ نہ پائیں گے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم[۱]۔

پھر اگر تمھاری اولاد ہو تو ان (بیویوں) کا تمھارے ترکہ میں سے آٹھواں حصّہ ہے (ت)

اور فرماتا ہے:

وان کانت واحدۃ فلھا النصف[۳]۔

اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا حصّہ آدھا ہے (یعنی ترکہ کا نصف)۔ (ت)

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۱۱

[۲] " ۴/ ۱۲

[۳] " ۴/ ۱۱

اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ۔[1]

بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بنادو۔ (ت)

اور اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

واولوا الارحام بعضھم اولٰی ببعض فی کتاب اللہ۔[2]

اور رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں۔ (ت)

جو لوگ بیٹیوں اور بہنوں کو ترکہ نہیں دیتے قرآن مجید کے خلاف ہیں، اور جن کا یہ قول ہو کہ ان کو میت کے مال سے کچھ نہیں پہنچتا جس کے ظاہر معنٰی یہ ہیں کہ ان کا ترکہ میں کوئی حق نہیں ہوتا یہ صریح کلمۂ کفر ہے، ایسوں پر توبہ فرض ہے نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھیں اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح دوبارہ کریں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۳۵۲، ۳۵۳)

(۲۲) کچھ ہندو مسلمان ہوگئے مگر اسلامی قانونِ وراثت کو نہیں مانتے، ان کے بارے میں حکمِ شرع کیا ہے؟ اور کیا وہ مسجد کے متولی ہوسکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

یہ لوگ ہرگز مسلمان نہیں، اگر مسلمان ہوئے بھی تھے تو دربارہ وراثت احکامِ شرعیہ ماننے سے انکار کرکے مرتد ہوگئے، وہ مسجد کے متولی کئے جاسکتے ہیں نہ اوقافِ مسلمین کے۔

قال اللہ تعالٰی "فلا وربك لایؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما"[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رُکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۳۵۴)

(۲۳) زید نے بوقتِ نکاح زوجہ کے لئے مہر معجل رکھا جو بعد از مدتِ طویلہ بواسطہ کچہری ادا ہوا۔ زید کے مرنے کے بعد اس کی زوجہ وارث ہے یا نہیں کیونکہ طلاق کا کوئی ثبوت تقریری و تحریری نہیں ہے۔

---

[1] سنن الدارمی کتاب الفرائض باب فی بنت و اخت حدیث ۲۸۸۴ دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۲/ ۲۵۱
السراجی فی المیراث فصل فی النساء مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی ص ۱۶

[2] القرآن الکریم ۸/ ۷۵

[3] " " ۴/ ۶۵

اس سوال کے جواب میں فرمایا:

مہر معجل کا ادا کرنا پیش رخصت ضرور ہوتا ہے اور اگر عورت قبل رخصت نہ مانگے تو جب طلب کرے اس کا ادا کرنا کسی طرح طلاق دینے کی دلیل کیا شبہہ بھی نہیں ہوسکتا اور بے ثبوت شرعی طلاق ہرگز نہیں مانی جاسکتی عورت ضرور مستحق میراث ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن مما ترکتم من بعد وصیة توصون بھا او دین"[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تمھارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی حصّہ ہے اگر تمھاری اولاد نہ ہو، پھر اگر تمھاری اولاد ہو تو ان کا تمھارے ترکہ میں سے آٹھواں حصّہ ہے بعد اس کے جو وصیت تم کرجاؤ اور قرض نکال کر۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۳۵۶)

(۲۴) اناث کو ترکہ سے محروم سمجھنے والوں کے بارے میں فرمایا:

اناث کو محروم کرنا حرام قطعی ہے، ہنود کا اتباع اور شریعتِ مطہرہ سے منہ پھیرنا ہے جبکہ اس میں نابالغوں کا حق مخلوط ہے اور معلوم ہے کہ یہ خالص اپنے حصے سے نہیں کرتے بلکہ کل کو اپنا ہی حصہ جانتے ہیں تو اس میں سے نہ کھانا جائز نہ کچھ لینا۔

قال اللہ تعالیٰ "ان الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا و سیصلون سعیرا"[2]

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا) وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں نہیں بھرتے مگر آگ اور عنقریب بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۳۶۶)

(۲۵) ہاروت و ماروت کی حقیقت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ان کو جن یا انس مانا جائے جب بھی درازیِ عمر مستبعد نہیں۔ سیدنا خضر و سیدنا الیاس و سیدنا عیسٰے صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم انس ہیں اور ابلیس جن ہے۔

اور راجح یہی ہے کہ ہاروت و ماروت دو فرشتے ہیں جن کو رب عزوجل نے ابتلائے خلق کے لئے مقرر فرمایا کہ جو سحر سیکھنا چاہے اسے نصیحت کریں کہ:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲

[2] " ۴/ ۱۰

انما نحن فتنة فلا تکفر[1]

ہم تو آزمائش ہی کے لئے مقرر ہوئے ہیں تو کفر نہ کر۔

اور جو نہ مانے اپنے پاؤں جہنم میں جائے اسے تعلیم کریں تو وہ طاعت میں ہیں نہ کہ معصیت میں۔

به قال اکثر المفسرین علی ما عزا الیهم فی الشفاء الشریف[2]۔

اکثر مفسرین نے یہی کہا ہے جیساکہ شفا شریف میں یہی ان کی طرف منسوب ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۳۹۷)

(۲۶) اعراب قرآن کی ایجاد کس سنہ میں ہوئی اور اس کا بانی کون ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

زمن عبد الملک بن مروان میں اس کی درخواست سے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے شاگرد رشید حضرت ابو الاسود دُؤلی نے یہ کار نیک کیا، بدعت حسنہ تھا، اور تمام ممالک عجم میں یقیناً واجب کہ عام لوگ بے اس کے اس کی صحیح تلاوت نہیں کر سکتے۔ بدعت ضلالت وہ ہے کہ رد و مزاحمت سنّت کرے، اور یہ تو مؤید و معین سنت، بلکہ ذریعہ ادائے فرض ہے،

فان اللحن حرام بلاخلاف کما فی العٰلمگیریة[3] فترکه فرض و هذا سبیله۔

کیونکہ لحن بلاخلاف حرام ہے جیساکہ عالمگیری میں ہے۔ لہٰذا اس کا چھوڑنا فرض ہے اور یہ اس سے بچنے کا راستہ ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۳۹۹)

(۲۷) حضرت خضر و الیاس علیہما السلام کے آپس میں رشتہ داری کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

سیدنا الیاس علیہ السلام نبی مرسل ہیں،

قال اللہ تعالٰی "انّ الیاس لمن المرسلین[4]"۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک الیاس (علیہ السلام) مرسلین میں سے ہیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۲

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی القول فی عصمة الملائکة دار الکتب العلمیة بیروت ۲/ ۱۰۹

[3] فتاوٰی ہندیة کتاب الکراہیة الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۷

[4] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۲۳

اور سیدنا خضر علیہ السلام بھی جمہور کے نزدیک نبی ہیں اور ان کو خاص طور سے علمِ غیب عطا ہوا ہے۔
قال اللہ تعالٰی "وعلّمناہ من لدنا علماً[1]"
اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی عطا فرمایا۔ (ت)
یہ دونوں حضرات ان چار انبیاء میں ہیں جن کی وفات ابھی واقع ہی نہیں ہُوئی۔ دو آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے، سیدنا ادریس و سیدنا عیسٰی علیہما الصلوٰۃ والسلام۔ اور یہ دونوں (خضر اور الیاس) زمین پر تشریف فرما ہیں، دریا خضر علیہ السلام کے متعلق ہے اور خشکی سیدنا الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ دونوں صاحبان حج کو ہر سال تشریف لاتے ہیں، بعدِ حج آبِ زمزم شریف پیتے ہیں کہ وہی سال بھر تک ان کے کھانے پینے کو کفایت کرتا ہے۔ دونوں صاحب اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آپس میں بھائی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:
الانبیاء بنو علات[2]
سارے نبی آپس میں بھائی ہیں (ت)
اس کے سوا ان دونوں صاحبوں کا اور کوئی رشتہ معلوم نہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۰۱، ۴۰۲)

(۲۸) زمانۂ جاہلیت میں مہینوں کی تعیین کے بارے میں فرمایا:
لکنی اقول وباللہ التوفیق (لیکن میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) مہینے زمانہ جاہلیت میں معیّن نہ تھے اہلِ عرب ہمیشہ شہرِ حرم کی تقدیم تاخیر کر لیتے جس کے سبب ذی الحجہ ہر ماہ میں دورہ کر جاتا۔
قال اللہ تعالٰی انما النسیئ زیادۃ فی الکفر یضل بہ الذین کفروا یحلونہ عاما و یحرمونہ عاما لیواطئوا عدۃ ما حرم اللہ[3]
اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کا مہینے پیچھے ہٹانا نہیں مگر اور کفر میں بڑھنا، اس سے کافر بہکائے جاتے ہیں، ایک برس اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور دوسرے برس اسے حرام مانتے ہیں کہ اس گنتی کے برابر

---

[1] القرآن الکریم ۱۸ / ۶۵
[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۱۹، ۴۳۷، ۴۶۳، ۵۴۱
صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالٰی واذکر فی الکتاب مریم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸۹
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل عیسٰی علیہ السلام " " ۲/ ۲۶۴، ۲۶۵
[3] القرآن الکریم ۹/ ۳۷

ہوجائیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی (ت)

یہاں تک کہ صدیقِ اکبرو مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہما نے جو ہجرت سے نویں سال حج کیا وہ مہینہ واقع میں ذیقعدہ تھا سال دہم میں ذی الحجہ اپنے ٹھکانے سے آیا سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج فرمایا اور ارشاد کیا:

ان الزمان قد استدار کھیأتہ یوم خلق السمٰوٰت والارض الحدیث، رواہ الشیخان[1]۔

یعنی زمانہ دورہ کرکے اُسی حالت پر آگیا جس پر روزِ تخلیق زمین وآسمان تھا اس حدیث کو امام بخاری وامام مسلم نے روایت فرمایا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۰۹، ۴۱۰)

(۲۹) بارہ اماموں کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اگر امامت بمعنی خلافتِ عامہ مراد ہے تو وہ ان میں صرف امیر المومنین مولیٰ علی وسیدنا امام حسن مجتبیٰ کو ملی اور اب سیدنا امام مہدی کو ملے گی وبس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، باقی جو منصبِ امامت ولایت سے بڑھ کر ہے وہ خاصہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے جس کو فرمایا:

انی جاعلك للناس اماما[2] (میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ ت)

ع۵ اس پر اعتراض ہے کہ بروزِ عرفہ صدیق ومرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اعلان احکام الٰہیہ فرمایا جسے رب عزوجل نے واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ برئ من المشرکین ورسولہ[3] (اور منادی پکار دیتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ت) فرمایا اگر وہ ذی الحجہ نہ ہوتا ایسا نہ فرماتا اقول وفیہ نظر بوجوہ فتامل منہ غفرلہ (میں کہتا ہوں اس میں کئی وجوہ سے نظر ہے پس غور کرو۔ ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ براءۃ باب قولہ ان عدۃ الشہور الخ قدیمی کتب خانہ پشاور ۲/ ۶۷۲
صحیح مسلم کتاب القسامۃ باب تغلیظ تحریم الدماء 〃 〃 ۲/ ۶۰
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۲۴ [3] القرآن الکریم ۹/ ۳

وہ امامت کسی غیر نبی کے لئے نہیں مانی جاسکتی۔

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم[1]

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (ت)

ہر نبی کی امامت اولی الامر منکم تک ہے جیسے فرمایا:

وجعلنٰھم ائمۃ یھدون بامرنا[2]

اور ہم نے انھیں امام کیا کہ ہمارے حکم سے بلاتے ہیں۔ (ت)

مگر اطیعوا الرسول کے مرتبہ تک نہیں ہوسکتی اس حد پر ماننا جیسے روافض مانتے ہیں صریح ضلالت و بے دینی ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ تک تو بلاشبہہ یہ حضرات مجتہدین و ائمۂ مجتہدین تھے، اور باقی حضرات بھی غالباً مجتہد ہوں گے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۳۰، ۴۳۱)

(۳۰) سورۂ فاتحہ کے شانِ نزول سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

سورۂ فاتحہ رحمتِ الٰہی ہے، دعا و ثنا ہے کہ رب عزوجل نے اپنے بندوں کو تعلیم فرمائی، کسی خاص واقع کے لئے اس کا نزول نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۳۵)

(۳۱) آیت کریمہ "انما اموالکم و اولادکم فتنۃ" اور آیت کریمہ "یایھا الذین لا تلھکم اموالکم و اولادکم عن ذکر اللہ" کے مصداق کے بارے میں سوال آیا۔ اس کے جواب میں فرمایا:

یہ خطاب عام ہے خاص اشخاص اس سے مراد نہیں، سب مسلمانوں سے فرمایا جاتا ہے کہ تمھارے مال و اولاد آزمائش ہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے سبب یادِ الٰہی سے تم غافل ہوجاؤ اور جو ایسا کرے گا وہ نقصان پائے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۳۵، ۴۳۶)

(۳۲) ایک سوال کہ خضر علیہ السلام مالک بری ہیں یا بحری اور ادریس علیہ السلام اب کہاں ہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

مالک بحر و بر و ہر خشک و تر اللہ عزوجل ہے اور اس کی عطا سے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حضور کی نیابت سے خضر علیہ السلام کے تصرفات خشکی و دریا دونوں میں ہیں۔ ادریس علیہ السلام آسمان پر ہیں، قال اللہ تعالٰی ورفعنٰہ مکانا علیا[3] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے اور ہم نے اسے بلند مکان پر اٹھالیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۳۰، ۴۳۱)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۹ [2] القرآن الکریم ۲۱/ ۷۳

[3] 〃 ۱۹/ ۵۷

(۳۳) معراج شریف سے متعلق ایک روایت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
یہ روایت بعض کتبِ تصوف[1] میں ہے، حدیث میں اس کی کچھ اصل نہیں، اور ہو تو وہ عالمِ مثال کی تصویریں ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ "وان من شیئ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم[2]"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور کوئی چیز نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں، ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے سے۔ (ت) (فتاوی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۳۷)

(۳۴) تاریخ جمع و تدوین قرآن اور اس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا جو مندرجہ ذیل ہے:

جمع القرآن وبم عزوہ لعثمان (۱۳۲۲ھ)

(قرآن کو جمع کرنا اور اس کی نسبت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کیوں کرتے ہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ ۲۴۸ از شہر کہنہ بریلی ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس امر میں کہ قرآن شریف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع کیا تھا یا ان سے پہلے بھی کسی نے جمع کیا؟ اور یہ جو سنا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع کیا، اور ان کا جمع کیا ہوا مدفون کردیا گیا، یہ سچ ہے یا غلط؟ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

قرآنِ عظیم کی جمع وترتیبِ آیات وتکمیل وتفصیلِ سُوَر زمانۂ اقدس حضور پُرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بامرِ الٰہی حسبِ بیانِ جبریلِ امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وارشاد وتعلیم حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واقع ہوئی تھی، مگر قرآنِ عظیم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سینوں اور متفرق کاغذوں، پتھروں کی تختیوں، بکری دُنبے کی پوستوں، شانوں،

---

[1] رہبر حق ص ۴۰
[2] القرآن الکریم ۱۵/ ۲۱

پسلیوں وغیرہا میں تھا، ایک جگہ سارا قرآن عظیم مجموع نہ تھا۔ جب جنگ یمامہ میں کہ مسیلمہ کذّاب ملعون مدعی نبوت سے زمانۂ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہوئی صدہا صحابہ کرام حفّاظِ قرآن نے شہادت پائی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دل الہام منزل میں حق جل وعلا نے القا کیا کہ حضرت خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر گزارش کی کہ اس لڑائی میں بہت صحابہ جن کے سینوں میں قرآن عظیم تھا شہید ہوئے، یونہی جہادوں میں حفّاظ صحابہ شہید ہوتے گئے اور قرآن عظیم متفرق رہا تو بہت قرآن جاتے رہنے کا اندیشہ ہے میری رائے میں حکم دیجئے کہ قرآن عظیم کی سب سورتیں یکجا کرلی جائیں۔ خلیفۂ رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی رائے پسند فرمائی اور حضرت زید بن ثابت وغیرہ حفّاظ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو اس امرِ جلیل کا حکم دیا کہ بحمد اللہ تعالٰی سارا قرآن عظیم یکجا ہوگیا، ہر سورت ایک جدا صحیفے میں تھی، وہ صحیفے تا حیاتِ صدیقی حضرت خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کے بعد حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم اور ان کے بعد حضرت ام المومنین حفصہ بنت الفاروق زوجہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم کے پاس رہے۔ عرب میں ہر قوم وقبیلہ کی زبان بعض الفاظ کے تلفظ میں مختلف تھی، مثلاً حرفِ تعریف میں کوئی الف لام کہتا تھا کوئی الف میم کہ اسی لغت پر حدیث:

لیس من امبر امصیام فی امسفر[1]

سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔ (ت)

وارد ہے۔ علاماتِ مضارع حروف اتین کو کوئی مفتوح پڑھتا تھا کوئی مکسور، ماآشبہ بلیس کی خبر کو کوئی منصوب کرتا کوئی مرفوع، اِنَّ و اَنَّ وغیرہما کے اسم کو کوئی نصب دیتا کوئی رفع پر رکھتا۔ بعض قبائل ہر جگہ (ب) کو (م) بولتے (م) کو (ب)، تاء رحمۃ ونحوہا کو کوئی حالت وقفی میں کوئی (ہ) کہتا کوئی (ت) منصوب منوّن پر، کوئی (الف) سے وقف کرتا کوئی صرف سکون سے، بعض مرفوع ومجرور پر بھی واؤ و یا سے وقف کرتے۔ بعض قومیں حروفِ مدّہ حرکاتِ موافقہ پر قناعت کرتیں اَعُوْذُ کو اَعُذُ، تعالٰی کو تعَالَ وغیرہ ذٰلک کہتیں۔ اسی قسم کے بہت سے تفاوتِ لہجہ وطرزِ ادا تھے۔ قرآن عظیم خاص لغتِ قریش پر اُترا تھا کہ صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قریشی تھے؎

گلبن تو کہ زگلزار قریشی گل کرد | زاں سبب آمدہ قرآن بزبان قرشی

(آپ کا شجرہ گلاب چونکہ قریش کے باغ سے ظاہر ہوا اسی سبب سے قرآن مجید قریش کی لغت پر آیا۔ ت)

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الصیام باب الصیام فی السفر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۸۵

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶

زمانۂ اقدس حضور پُرنور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ میں کہ قرآنِ عظیم نیا نیا اُترا تھا اور ہر قوم و قبیلہ کو اپنے مادری لہجہ قدیمی عادات کا دفعۃً بدل دینا دشوار تھا آسانی فرمائی گئی تھی کہ ہر قومِ عرب اپنے طرز و لہجہ میں قراءتِ قرآنِ عظیم کرے، زمانۂ نبوت کے بعد شدہ شدہ اقوامِ مختلفہ سے بعض بعض لوگوں کے ذہن میں جم گیا جس لہجہ و لغت میں ہم پڑھتے ہیں اسی میں قرآنِ کریم نازل ہوا ہے یہاں تک کہ زمانۂ امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بعض بعض لوگوں کو اس بات پر باہم جنگ و جدل و زد و کوب کی نوبت پہنچی یہ کہتا تھا قرآن اس لہجہ میں ہے وہ کہتا تھا نہیں بلکہ دوسرے میں ہے، ہر ایک اپنے لغت پر دعویٰ کرتا تھا، جب یہ خبر امیر المومنین عثمانِ غنی کو پہنچی فرمایا ابھی سے تم میں اختلاف پیدا ہوا تو آئندہ کیا امید ہے۔ لہذا حسبِ مشورۂ امیر المومنین سیدنا علی مرتضےٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و دیگر اعیان صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم یہ قرار پایا کہ اب ہر قوم کو اس کے لب و لہجہ کی اجازت میں مصلحت نہ رہی بلکہ فتنہ اٹھتا ہے لہذا تمام اُمت کو خاص لغتِ قریش پر جس میں قرآنِ عظیم نازل ہُوا ہے جمع کر دینا اور باقی لغات سے باز رکھنا چاہئے، صحیفہائے خلیفۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ حضرت ام المومنین بنت الفاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے پاس محفوظ ہیں منگا کر اُن کی نقلیں لے کر تمام سُورتیں ایک مصحف میں جمع کریں اور وہ مصاحف بلادِ اسلام میں بھیج دیں کہ سب اسی لہجہ کا اتباع کریں اِس کے خلاف اپنے اپنے طرزِ ادا کے مطابق جو صحائف یا مصاحف بعض لوگوں نے لکھے ہیں دفعِ فتنہ کے لئے تلف کر دیئے جائیں۔ اسی رائے صائب کی بنا پر امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہلا بھیجا کہ صحیفہائے صدیقی بھیج دیجئے ہم ان کی نقلیں لے کر شہروں کو بھیجیں اور اصل آپ کو واپس کر دیں گے۔ اُمّ المومنین نے بھیج دیئے، امیر المومنین نے زید بن ثابت و عبد اللہ بن زبیر و سعید بن عاص و عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو نقلیں کرنے کا حکم دیا، وہ نقلیں مکۂ معظمہ و شام و یمن و بحرین و بصرہ و کوفہ کو بھیجی گئیں اور ایک مدینہ طیبہ میں رہی اور اصل صحیفے جمع فرمودۂ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جن سے یہ نقلیں ہوئی تھیں حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو واپس کر دیئے، ان کی نسبت معاذ اللہ دفن کرنے یا کسی طرح تلف کرا دینے کا بیان محض جھوٹ ہے، وہ مبارک صحیفے خلافتِ عثمانی پھر خلافتِ مرتضوی پھر خلافتِ امام حسن پھر خلافتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک بعینہا محفوظ تھے یہاں تک کہ مروان نے لے کر چاک کر دیئے۔ بالجملہ اصل جمعِ قرآن تو بحکمِ ربّ العزت حسبِ ارشاد حضور پُرنور سید الاسیاد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو لیا تھا سب سُور کا یکجا کرنا باقی تھا امیر المومنین صدیقِ اکبر نے بمشورۂ امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمع کیا پھر اُسی جمع فرمودۂ صدیقی کی نقلوں سے مصاحف بنا کر امیر المومنین عثمانِ غنی نے بمشورۂ امیر المومنین مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلادِ اسلام میں شائع کئے اور تمام اُمت کو اصل لہجۂ قریش پر مجتمع ہونے کی ہدایت فرمائی اسی وجہ سے وہ جناب جامع القرآن کہلائے ورنہ حقیقۃً

جامع القرآن رب العزت تعالیٰ شانہ، ہے، کما قال عز من قائل:

انّ علینا جمعہ و قرانہ[1]

بیشک اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمے ہے۔ (ت)

اور بنظرِ ظاہر حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ایک جگہ اجتماع کے لحاظ سے سب میں پہلے جامع القرآن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، حاکم مستدرک میں بشرط بخاری و مسلم حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،

قال کنّا عند رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نؤلف القراٰن من الرقاع[2]۔

یعنی ہم زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں قرآن پارچوں میں جمع کرتے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی اتقان شریف میں فرماتے ہیں،

قد کان القراٰن کتب کلہ فی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکن غیر مجموع فی موضع واحد ولا مرتب السور[3]۔

سارا قرآن رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے عہدِ اقدس میں لکھا گیا تھا لیکن وہ ایک جگہ جمع نہیں تھا اور سورتیں مرتب نہیں ہوئی تھیں۔ (ت)

صحیح بخاری شریف میں انھیں سے مروی:

فارسل الیّ ابوبکر مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر بن الخطاب عندہ فقال ابوبکر ان عمر اتانی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القراٰن و انی اخشی ان یستحر القتل بالقراء بالمواطن فیذھب کثیر من القراٰن وانی اریٰ ان تأمر بجمع القراٰن قال زید قال ابوبکر انک رجل شابّ عاقل لانتھمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتتبع القراٰن فاجمعہ فتتبعت القراٰن اجمعہ من العسب واللّخاف وصدور الرجال، فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمر حیاتہ ثم عند حفصۃ بنت عمر[4] وھذا مختصر۔

---

[1] القرآن الکریم ۷۵/ ۱۷

[2] المستدرک للحاکم کتاب التفسیر جمع القرآن لم یکن مرۃ واحدۃ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۲۹

[3] الاتقان النوع الثامن عشر فی جمعہ و ترتیبہ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۰۷

[4] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۴۵، ۷۴۶

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جنگِ یمامہ کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلوایا میں حاضر ہُوا تو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں موجود تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے پاس حضرت عمر آئے ہیں اور کہا ہے کہ جنگِ یمامہ میں بہت سے قرّاءِ قرآن شہید ہوئے ہیں مجھے خوف ہے کہ اگر جنگوں میں قرّا کثرت سے شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بہت سا حصہ ضائع ہوجائیگا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم دیں، حضرت زید نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے فرمایا تم ایک نوجوان عقلمند مرد ہو ہم آپ کو کسی معاملے میں تہمت نہیں لگاتے اور آپ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتے تھے قرآن مجید کو تلاش کرو اور اُس کو جمع کردو، چنانچہ میں نے قرآن مجید کو ڈھونڈھا اور اس کو کھجور کے پٹھوں، پتھر کی سلوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرتا تھا، وہ صحیفے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تک ان کے پاس رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہے آپ کے وصال کے بعد سیّدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس موجود رہے، اختصار۔ (ت)

اس حدیثِ طویل کا خلاصہ وہی ہے کہ بعد جنگِ یمامہ فاروق نے صدیق کو جمعِ قرآن کا مشورہ دیا اور صدیق نے زید بن ثابت کو اس کا حکم دیا کہ متفرق پرچوں سے سب سورتیں یکجا ہو کر صدیق پھر عمر فاروق پھر امیر المومنین کے پاس رہیں رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین۔ امیر المومنین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

اعظم الناس فی المصاحف اجرا ابوبکر رحمۃ اللہ علیٰ ابی بکر ھو اول من جمع کتاب اللہ۔[1] رواہ ابن ابی داؤد فی المصاحف بسند حسن عن عبد خیر قال سمعت علیا یقول فذکرہ۔

مصاحف میں سب سے زیادہ ثواب ابوبکر کا ہے اللہ ابوبکر پر رحمت کرے سب سے پہلے اُنھیں نے قرآن جمع کیا (اس کو ابن ابی داؤد نے مصاحف میں سندِ حسن کے ساتھ عبد خیر سے روایت کیا انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ کو فرماتے سنا، پھر وہی حدیث ذکر کی۔ ت)

امام اجل عارف باللہ محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب فہم السنن میں فرماتے ہیں:

کتابۃ القراٰن لیست بمحدثۃ فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یأمر بکتابتہ ولکنہ کان مفرقا فی الرقاع والاکتاف والعسب فانما امر الصدیق بنسخھا من مکان الی مکان مجتمعا وکان ذٰلك بمنزلۃ اوراق وجدت فی بیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیھا القراٰن منتشر فجمعھا جامع وربطھا بخیط حتی لا یضیع منھا

---

[1] الاتقان بحوالہ ابن ابی داؤد فی المصاحف النوع الثامن عشر دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۰۸

شئ۔ نقلہ فی الاتقان[1]۔

یعنی قرآن کا لکھنا کوئی نیا کام نہیں، یہ تو زمانۂ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بحکم اقدس ہوچکا تھا مگر متفرق تھا، پارچوں، شانے کی ہڈیوں اور کھجور کے پٹھوں پر لکھا ہوا تھا، صدیق نے یکجا کردیا، تو گویا یہ ایسا ہوا کہ قرآن کے اوراق جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کاشانۂ مبارک میں منتشر تھے وہ جمع کرنے والے نے ایک ڈورے میں باندھ دیئے تاکہ اس میں سے کوئی شئے ضائع نہ ہو (اس کو اتقان میں نقل کیا۔ ت)۔

صحیح بخاری شریف میں ہے:

حدثنا موسٰی ثنا ابراھیم ثنا ابن شھاب ان انس بن مالك حدثه ان حذیفة بن الیمان قدم علٰی عثمان وکان یغازی اھل الشام فی فتح ارمینیة واذربیجان مع اھل العراق فافزع حذیفة اختلافھم فی القراءة فقال حذیفة لعثمان یا امیر المؤمنین ادرك ھذہ الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیھود والنصارٰی فارسل عثمٰن الی حفصة رضی اللہ تعالٰی عنھا ان ارسلی الینا بالصحف ننسخھا فی المصاحف ثم نردّھا الیك فارسلت بھا حفصة الٰی عثمٰن فامر زید بن ثابت وعبد اللہ بن زبیر وسعید بن العاص وعبد الرحمٰن بن الحارث ابن ھشام فنسخوھا فی المصاحف وقال عثمٰن للرھط القرشیین الثلٰثة اذا اختلفتم انتم وزید بن ثابت فی شیئ من القراٰن فاکتبوہ بلسان قریش فانما نزل بلسانھم ففعلوا حتی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف رد عثمٰن الصحف الٰی حفصة وارسل الی کل افق بمصحف مما نسخوا وامر بما سواہ من القراٰن فی کل صحیفة او مصحف ان یحرق[2]۔

ہمیں موسٰی نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہمیں ابراہیم نے انھوں نے کہا ہمیں ابن شہاب نے حدیث بیان کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں حدیث بیان کی کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آئے جبکہ وہ اہل شام اور اہل عراق کو آرمینیہ اور آذربائیجان کے ساتھ جنگ کرنے اور ان کو فتح کرنے کے لئے لشکر تیار کر رہے تھے حذیفہ کو اہل شام اور اہل عراق کے قرآن پڑھنے کے اختلاف نے گھبراہٹ میں ڈال دیا تو انھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] الاتقان۔ بحوالہ المحاسبی فی کتاب فہم السنن النوع الثامن عشر دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۱۰ و ۲۱۱

[2] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۴۶

سے کہا اے امیر المومنین! اس امت کو یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کرنے سے روکیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو اُم المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا کہ وہ صحیفے ہمارے پاس بھیج دیں ہم ان کو مصحف میں لکھ کر پھر آپ کو واپس کر دیں گے۔ اُم المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صحیفے امیر المومنین کے پاس بھیج دیئے تو انھوں نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو حکم دیا، انھوں نے اس کو مصاحف میں لکھ دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں قریشیوں کو حکم دیا کہ جب تمھارا اور زید بن ثابت کا قرآن مجید کے کسی کلمے میں اختلاف ہو جائے تو اس کو لغتِ قریش کے مطابق لکھو کیونکہ قرآن مجید صرف لغتِ قریش پر نازل ہوا تو انھوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حکم کی تعمیل کی حتی کہ جب انھوں نے صحیفوں کو مصاحف میں لکھ دیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وہ صحیفے ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو واپس بھیج دیئے، اور ملک کے ہر کونے میں ایک مصحف بھیج دیا جو انھوں نے لکھا تھا اور حکم دیا اس کے سوا جو قرآن کسی صحیفہ یا مصحف میں ہے اس کو جلا دیا جائے۔ (ت)

دیکھو یہ حدیث صحیح بخاری صاف گواہ عدل ہے کہ امیر المومنین عثمان نے اختلاف لہجہ و لغات سُن کر صحیفہائے صدیقی حضرت حفصہ سے منگائے اور انھیں کی نقلوں سے مصحف بنا کر بلادِ اسلام میں بھیجے اور وہ صحیفے بعد نقل حضرت ام المومنین کو واپس دیئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ابن اشتہ کتاب المصاحف میں راوی:

اختلفوا فی القراءۃ علی عھد عثمٰن رضی اللہ تعالیٰ حتی اقتتل الغلمان والمعلمون فبلغ ذٰلک عثمٰن بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال عندی تکذبون بہ و تلحنون فیہ، فمن نأی عنی کان اشد تکذیبا و اکثر لحنا یا اصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجتمعوا فاکتبوا للناس اماما فاجتمعوا فکتبوا الحدیث رواہ من طریق ایوب عن ابی قلابۃ قال حدثنی رجل من بنی عامر یقال لہ انس بن مالک[1] فذکرہ۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد میں لوگوں میں قرآن مجید کے اندر اس قدر اختلاف پڑ گیا جس کی وجہ سے پڑھنے والے بچوں اور پڑھانے والے اساتذہ میں لڑائی ہونے لگی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر پہنچی تو انھوں نے فرمایا کہ تم میرے سامنے قرآن کو جھٹلاتے اور اس میں غلطی کرتے ہو تو جو مجھ سے دُور ہیں

---

[1] الاتقان بحوالہ ابن اشتہ النوع الثامن عشر دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۱۲

وہ اس سے بھی زیادہ جھٹلاتے اور غلطی کرتے ہوں گے، اے اصحابِ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم! جمع ہو جاؤ اور لوگوں کے لئے ایک امام (قرآن) لکھو۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے جمع ہو کر قرآن لکھا۔ اس حدیث کو ابن اشتہ نے ایوب کے طریق پر ابو قلابہ سے روایت کیا اس نے کہا مجھ سے بنی عامر کے ایک مرد نے بیان کیا جس کو انس بن مالک کہا جاتا ہے، پھر وہی حدیث مذکور ذکر کی۔ (ت)

سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

لاتقولوا فی عثمٰن الا خیرا فواللہ ما فعل فی المصاحف الاعن ملأمنا قال ما تقولون فی هذا القراءة فقد بلغنی ان بعضهم یقول ان قراءتی خیر من قراءتك و هذا یکاد یکون کفرا قلنا فما تری، قال اری ان یجمع الناس علی مصحف واحد فلا تکون فرقة ولا اختلاف، قلنا نعم ما رأیت[1]۔ رواه ابوبکر بن ابی داؤد بسند صحیح عن سوید بن غفلة قال قال علی رضی اللہ تعالٰی عنه فذکره۔

یعنی عثمان کے حق میں سوا کلمہ خیر کے کچھ نہ کہو خدا کی قسم معاملہ مصاحف میں انھوں نے جو کچھ کیا ہم سب کے مشورہ و اتفاق سے کیا انھوں نے ہم سے کہا کہ تم ان مختلف لہجوں میں کیا کہتے ہو مجھے خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ اوروں سے کہتے ہیں میری قرارت تیری قرارت سے اچھی ہے اور یہ بات کفر کے قریب تک پہنچی ہوئی ہے، ہم نے کہا بھلا آپ کی کیا رائے ہے، فرمایا میری رائے یہ ہے کہ سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کردیں کہ پھر باہم نزاع و اختلاف نہ ہو، ہم سب نے کہا آپ کی رائے بہت خوب ہے (اس کو ابوبکر بن ابوداؤد نے سندِ صحیح کے ساتھ سوید بن غفلہ سے ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا، پھر حدیثِ مذکور ذکر کی۔ ت)

اتقان میں ہے:

قال ابن التین وغیرہ الفرق بین جمع ابی بکر وجمع عثمٰن ان جمع ابی بکر کان لخشیة ان یذهب من القراٰن شیئ بذهاب حملته لانه لم یکن مجموعا فی موضع واحد فجمعه فی صحائف مرتبا لاٰیات سورہ علی ما وقفهم علیه النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، وجمع عثمٰن کان لما کثر الاختلاف فی وجوه القراءة حین قرؤوه بلغاتهم علی اتساع اللغات فادی ذٰلك بعضهم الی تخطئة بعض فخشی من تفاقم الامر فی ذٰلك فنسخ تلك الصحف فی مصحف واحد مرتبا لسورہ واقتصر من سائر اللغات علی لغة

---

[1] الاتقان بحوالہ ابن اشتہ النوع الثامن عشر دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۱۳

قریش محتجا بانہ نزل بلغتھم، وان کان قد وسع قراء تہ بلغۃ غیرھم رفعا للحرج والمشقۃ فی ابتداء الامر فرأی ان الحاجۃ الی ذلك انتھت فاقتصر علی لغۃ واحدۃ[1]"

ابن تین وغیرہ نے کہا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قرآن جمع کرنے میں فرق یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جمع کرنا اس خوف سے تھا کہ قرار قرآن کی شہادت کے سبب سے قرآن کا کچھ حصّہ ضائع نہ ہو جائے کیونکہ قرآن مجید یکجانہ تھا، چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قرآن مجید کو صحیفوں میں اس طرح جمع کر دیا کہ ہر ایک سورت کی آیتیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بیان کے مطابق مرتب کر کے درج فرما دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس وقت قرآن مجید جمع فرمایا جب قرات کی وجوہ میں بکثرت اختلاف واقع ہوا، جبکہ عربوں نے وسیع لغات کی بنا پر اپنی اپنی زبانوں میں الگ الگ قرات میں قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور ایک زبان والے دوسری زبان والوں کی قرات کو غلط قرار دینے لگے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو لوگوں کے درمیان معاملہ حد سے بڑھ جانے کا خوف محسوس ہوا اس لئے آپ نے تمام صحیفوں کو ایک مصحف میں سورتوں کی ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا اور تمام لغات کو چھوڑ کر صرف لغتِ قریش پر اکتفار کیا۔ اس بات سے استدلال کرتے ہوئے کہ قرآن مجید لغتِ قریش پر نازل ہوا اگرچہ حرج اور مشقت سے بچنے کے لئے شروع شروع غیر قریش کی لغات میں پڑھنے کی بھی اجازت تھی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سمجھا کہ اب اس کی حاجت نہیں رہی لہذا آپ نے ایک ہی لغت پر انحصار فرمایا۔ (ت)

امام بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں،

کان ھذا سببا لجمع عثمٰن القراٰن فی المصحف، والفرق بینہ وبین الصحف ان الصحف ھی الاوراق المحررۃ التی جمع فیھا القراٰن فی عھد ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ وکانت سورا مفرقۃ کل سورۃ مرتبۃ بایاتھا علٰی حدۃ، لکن لم یرتب بعضھا اثر بعض فلما نسخت ورتب بعضھا اثر بعض صارت مصحفا، ولم یکن مصحفا الا فی عھد عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]۔

یہ تھا سبب حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مصحف میں قرآن جمع کرنے کا۔ صحیفوں اور مصحف میں فرق یہ ہے کہ صحیفے وہ اوراق ہیں جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہد مبارک میں قرآن مجید

---

[1] الاتقان النوع الثامن عشر دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۱۳

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن " " " ۲۰/ ۲۶

لکھا گیا اس میں سُورتیں الگ الگ تھیں، ہر سورت اپنی آیات کے ساتھ الگ مرتب تھی لیکن بعض کو بعض کے بعد بالترتیب نہیں رکھا گیا تھا، جب اُن کو اس طرح لکھا گیا بعض سورتوں کو بعض کے بعد بالترتیب رکھا گیا تو مصحف بن گیا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہد سے پہلے مصحف نہ تھا۔ (ت)

عمدۃ القاری و اتقان شریف میں ابوبکر بن ابی داؤد سے منقول:

قال سمعت اباحاتم السجستانی یقول کتب سبعۃ مصاحف فارسل الی مکۃ و الی الشام و الی الیمن و الی البحرین و الی البصرۃ و الی الکوفۃ وحبس بالمدینۃ واحدا[1]

اس نے کہا میں نے ابوحاتم سجستانی کو کہتے سنا کہ حضرت عثمان نے سات مصحف تحریر فرمائے، ایک مکہ مکرمہ، ایک شام، ایک یمن، ایک بحرین، ایک بصرہ اور ایک کوفہ میں بھیج دیا جبکہ ایک مدینہ منورہ میں رکھ لیا۔ (ت)

امام قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

(حتی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف رد عثمٰن الصحف الی حفصۃ) فکانت عندھا حتی توفیت فاخذھا مروان حین کان امیرا علی المدینۃ من قبل معٰویۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فامربھا فشققت وقال انما فعلت ھذا لانی خشیت ان طال بالناس زمان ان یرتاب فیہا مرتاب، رواہ ابن ابی داؤد[2] وغیرہ۔

(یہاں تک کہ جب انھوں نے صحیفے مصحف میں لکھ لئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہ صحیفے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو واپس بھیج دیئے) وہ وصال تک حضرت حفصہ کے پاس رہے، پھر مروان امیر معاویہ کی طرف سے مدینہ منورہ کا امیر بنا تو اس نے ان کو لے کر پھاڑ دینے کا حکم دیا اور کہا میں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ زیادہ عرصہ گزر جانے پر کوئی شک کرنے والا اس میں شک نہ کرے۔ اس کو ابن ابی داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

کان التالیف فی الزمن النبوی والجمع فی الصحف فی زمن الصدیق والنسخ فی المصاحف فی زمن عثمٰن وقد کان القراٰن کلہ مکتوبا فی عہدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکنہ غیر مجموع فی موضع واحد ولا مرتب

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۰/ ۲۶

[2] ارشاد الساری ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۱/ ۲۶۵

السور[۱] انتہی واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

قرآن مجید کی تالیف عہدِ نبوی میں ہوئی۔ صحیفوں میں جمع زمانۂ صدیقی میں ہوا اور مصاحف میں اس کی کتابت زمانۂ عثمانی میں ہوئی، بیشک سارا قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں لکھا ہوا تھا لیکن وہ سارا یکجا لکھا ہوا نہیں تھا اور نہ ہی سورتیں ترتیب وار لکھی ہوئی تھیں انتہی (ت) (فتاوی رضویہ ۲۶ص ۴۴۹ تا ۴۵۰)

(۳۵) سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جامع قرآن کہنے کے بارے میں ایک اور سوال کے جواب میں فرمایا:

قرآن عظیم کا جامع حقیقی اللہ تعالیٰ ہے، قال جل وعلا:

انّ علینا جمعہ وقرانہ[۲]

بیشک ہمارے ذمّے ہے قرآن کا جمع کرنا اور پڑھنا۔

پھر جامع عزوجل کے مظہر اولیٰ و اتم و اکمل حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے۔ آیاتِ قرآنیہ اسی ترتیبِ جمیل پر کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے مطابق ترتیب لوحِ محفوظ حسب تبلیغ جبریل وتعلیم جلیل صاحبِ تنزیل صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں اپنی اپنی سورتوں میں جمع ہولیں، قرآن عظیم ۲۳ برس میں حسبِ حاجت عبادت متفرق آیتیں ہوکر اُترا، کسی سورت کی کچھ آیات اُترتیں پھر دوسری سورت کی آیتیں آتیں پھر سورتِ اولیٰ کی نازل ہوتیں، حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر بار ارشاد فرماتے کہ یہ آیات فلاں سورت کی ہیں فلاں آیت کے بعد فلاں کے پہلے رکھی جائیں، اسی طرح سورۂ قرآنیہ منتظم ہوتیں، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر حضور سے سُن کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی ترتیب پر اُسے نمازوں تلاوتوں میں پڑھتے، قرآن عظیم صرف ایک واحد لغتِ قریش پر نازل ہُوا، عرب میں مختلف قبائل اور ان کے لہجے باہم حرکات وسکنات وبعض اجزائے کلمات میں مختلف تھے، علاماتِ مضارع کو قریش مفتوح رکھتے، دیگر بعض قبائل ات ن کو مکسور کرکے نِعبد نِستعین کہتے، لغتِ قریش میں "تابوت" آخر میں تائے قرشت سے تھا دوسروں کی لغت میں "تابوۃ" ہائے ہوّز سے۔ اسی قسم کے بالائی اختیارات بکثرت تھے جن سے معنیٰ کلام بلکہ جوہرِ نظم کو بھی کوئی ضرر نہ پہنچتا، اور مادری لہجہ زبانوں پر چڑھا ہوا دفعۃً بدل دینا سخت دشوار۔ لہٰذا حضور پُرنور رحمت مہدہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے رب سے عرض کرکے دیگر قبائل والوں کے لئے ان کے لہجوں کی

---

[۱] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۱/ ۲۶۰

[۲] القرآن الکریم ۷۵/ ۱۷

رخصت لے لی تھی، جبریل امین علیہ التحیۃ والتسلیم ہر رمضان مبارک میں جس قدر قرآن عظیم اب تک اُتر چکا ہوتا حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا دَور کرتے جو سنتِ سنیہ اب تک بحمد اللہ تعالےٰ حفاظِ اہلسنت میں باقی ہے اور باقی رہے گی حتی یاتی امر اللہ وھم علٰی ذٰلك (یہاں تک کہ اللہ تعالٰی کا امر آجائے گا اور وہ اس پر قائم ہوں گے۔ ت) سالِ اخیر میں حاملِ وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو بار صرف اصل لغتِ قریش پر جس میں قرآن مجید نازل ہُوا تھا حضور پُرنور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ دَور کیا، اور اس کی تکرار سے اشارہ ہُوا کہ وہ رخصت منسوخ اور اب صرف اسی لغت پر جس میں اصل نزول ہے استقرار امر ہوا سُوَر اگرچہ زمانۂ اقدس میں مرتب ہو چکی تھیں مگر یکجا مجتمع نہ تھیں متفرق پرچوں، بکری کے شانوں وغیرہا میں متفرق جگہ تھیں سوا اُن مبارک سینوں کے جن میں سارا قرآن عظیم محفوظ تھا حالی یہی تھا یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے نظرِ عوام سے احتجاب فرمایا، خلافتِ خلیفۂ برحق صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں جنگِ یمامہ واقع ہوئی جس میں بکثرت صحابہ کرام حافظانِ قرآن شہید ہوئے، حافظ حقیقی جامع ازلی جل جلالہ نے اپنا وعدہ صادقہ وانّا لہٗ لحٰفظون[1] (اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ ت) پورا فرمانے کو پہلے یہ کریم داعیہ قلب کریم حضرت موافق الرائے بالوحی والکتاب سیدنا امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں ڈالا حضرت فاروق نے بارگاہِ صدیقی میں عرض کی کہ جنگِ یمامہ میں بہت حُفّاظ شہید ہُوئے اور میں ڈرتا ہوں کہ یوں ہی قرآن متفرق پرچوں میں رہا اور حفّاظ شہادت پا گئے تو بہت سا قرآن مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہے گا میری رائے ہے کہ حضرت جمع قرآن کا حکم فرمائیں، صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ابتداءً اس میں تامل ہوا کہ جو فعل حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نہ کیا ہم کیونکر کریں، فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا کہ اگرچہ حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ کیا مگر واللہ وہ کام خیر ہے، بالآخر رائے صدیق بھی موافق ہوئی اور زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بلا کر فرمان خلافت نسبت جمع کتاب اللہ صادر ہوا زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی وہی شبہہ پیش کہ کیونکر کیجئے گا وُہ کام جو حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے نہ کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وہی جواب دیا کہ اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نہ کیا مگر واللہ وہ کام خیر کا ہے، یہاں تک کہ صدیق و فاروق و زید بن ثابت و جملہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اجماع سے یہ مسئلہ طے ہُوا اور قرآن عظیم متفرق مواضع سے جمع کر لیا گیا، اور وہابیہ کا یہ شبہہ جس پر آدھی وہابیت کا دارومدار ہے کہ جو فعل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ کیا دُوسرا کیا اُن سے زیادہ مصالح دین جانتا ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹

اُسے کرے گا باجماعِ صحابہ مردود قرار پایا، والحمد للہ رب العالمین، سُوَرِ قرآنیہ اگرچہ متفرق مواقع سے ایک مجموعہ میں مجتمع ہوگئی تھیں اور وہ مجموعہ صدیق پھر فاروق پھر اُم المومنین حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پاس تھا مگر ہنوز تین کام باقی تھے:

(۱) ان مجموع صحیفوں کا ایک مصحفِ واحد میں نقل ہونا۔

(۲) اُس مصحف کے نسخے معظم بلادِ اسلام مملکتِ اسلامیہ کے عظیم عظیم قسمتوں میں تقسیم ہونا۔

(۳) رخصتِ سابقہ کی بناء پر جو بعض اختلافاتِ لہجہ کے آثار کتابتِ قرآنِ عظیم میں متفرق لوگوں کے پاس تھے اور وہ قرآنِ عظیم کے حقیقی اصل منزّل من اللہ ثابت مستقر غیر منسوخ لہجے سے جدا تھے دفعِ فتنہ کے لئے اُن کا محو ہونا۔

یہ تینوں کام حفظ حافظ حقیقی جامع ازلی جلالہٗ نے اپنے تیسرے بندے امیر المومنین جامع القرآن ذی النورین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے لئے اور قرآنِ عظیم کا جمع کرنا حسبِ وعدۂ الٰہیہ تام و کامل ہوا اس لئے اس جناب کو جامع القرآن کہتے ہیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۵۰ تا ۴۵۲)

(۳۶) آیت کریمہ "ومنهم من عاهد الله لئن اٰتٰنا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصّٰلحين"[1] کا شانِ نزول حدیث ثعلبہ ابن حاطب ہے یا کوئی اور؟ یہ ثعلبہ بن حاطب بدری ہیں یا کوئی اور؟ اس سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے فرمایا:

بدری حضرت سیدنا ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن عبید انصاری ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اور یہ شخص جس کے باب میں یہ آیت اُتری ثعلبہ ابن ابی حاطب ہے اگرچہ یہ بھی قومِ اَوس سے تھا۔ اور بعض نے اس کا نام ثعلبہ ابن حاطب کہا۔ مگر وہ بدری خود زمانۂ اقدس حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں جنگِ اُحد میں شہید ہوئے، اور یہ منافق زمانۂ خلافتِ امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں مرا جب اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، اور آیۂ کریمہ اس کی مذمت میں اُتری۔ حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا حضور نے قبول نہ فرمائی، پھر صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت میں لایا انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تیری زکوٰۃ قبول نہ فرمائی اور میں قبول کر لوں، ہرگز نہ ہوگا۔ پھر خلافتِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حاضر لایا۔ فرمایا: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابوبکر قبول نہ فرمائیں اور میں لے لوں، یہ کبھی نہ ہوگا۔ پھر خلافتِ عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالٰی عنہ میں لایا۔ فرمایا: رسول اللہ صلے اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۵

تعالٰی علیہ وسلم و صدیق و فاروق نے قبول نہ فرمائی میں بھی نہ لُوں گا۔ آخر اُنھیں کی خلافت میں مر گیا۔

اللہ عزّ وجل اہلِ بدر رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نسبت فرما چکا:

اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم[1]۔

جو چاہو کرو میں تمھیں بخش چکا۔

اور اس منافق کے باب میں فرماتا ہے:

فاعقبهم نفاقا فی قلوبهم الٰی یوم یلقونه[2]۔

اس کے پیچھے اللہ نے اُن کے دلوں میں نفاق پیدا کیا کہ مرتے دم تک نہ جائے گا۔

حاشا للہ نور و ظلمت کیونکر جمع ہو سکتے ہیں۔

امام حافظ الشان اصابہ میں فرماتے ہیں:

ثعلبة بن حاطب بن عمرو الانصاری ذکرہ موسٰی بن عقبة و ابن اسحٰق فی البدریین وکذا ذکرہ ابن الکلبی و زاد انه قتل باحد[3]۔

ثعلبہ بن حاطب بن عمرو انصاری کو موسٰی بن عقبہ اور ابن اسحاق نے اہلِ بدر میں ذکر کیا۔ اسی طرح ابن کلبی نے ذکر کیا اور یہ اضافہ کیا کہ وہ اُحد میں شہید ہوئے۔ (ت)

تفسیر امام ابن جریر میں ہے:

حدثنی محمد ابن سعد حدثنی ابی حدثنی عمی حدثنی ابی عن ابیه عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما ان رجلا یقال له ثعلبة ابن حاطب اخلف ما وعده فقصّ اللہ تعالٰی شانه فی القراٰن ومنهم من عاهد اللہ الٰی قوله یکذبون[4]۔

مجھ سے محمد بن سعد نے بیان کیا انھوں نے کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا اس نے کہا مجھ سے میرے چچا نے بیان کیا اس نے کہا مجھ سے میرے باپ نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا انھوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ایک شخص کو ثعلبہ بن

---

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۹۲۸ دار صادر بیروت ۱/ ۱۹۸

کنز العمال حدیث ۳۷۹۵۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۶۹

[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۷

[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۹۲۷ دار صادر بیروت ۱/ ۱۹۸

[4] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۹/ ۷۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۲۱۳

حاطب کہا جاتا ہے جس نے اللہ تعالٰی کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کی اللہ تعالٰی نے اس کے حال کو قرآن مجید میں بیان فرمایا یعنی "ومنھم من عٰھد اللہ" سے "یکذبون" تک۔ (ت)

تفسیر معالم میں ہے:

قال الحسن و مجاھد نزلت فی ثعلبۃ بن حاطب[1] الخ۔

امام حسن اور مجاہد نے کہا یہ آیت ثعلبہ بن حاطب کے بارے میں نازل ہوئی الخ (ت)

تفسیر ابن جریر و ثعلبی وغیرہم میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

فانزل اللہ تعالٰی فیہ "ومنھم من عاھد اللہ" الخ وعند رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجل من اقارب ثعلبۃ فسمع ذٰلک فخرج حتی اتاہ فقال ویحک یا ثعلبۃ قد انزل اللہ فیک کذا وکذا فخرج ثعلبۃ حتی اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فسألہ ان یقبل منہ صدقتہ فقال ان اللہ منعنی ان اقبل منک صدقتک، ثم اتی ابابکر حین استخلف فقال اقبل صدقتی فقال ابوبکر لم یقبلھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا اقبلھا؟ فلما ولی عمر اتاہ فقال یا امیر المؤمنین اقبل صدقتی فقال لم یقبلھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا ابوبکر وانا لا اقبلھا منک ثم ولی عثمٰن فاتاہ فسألہ فقال لم یقبلھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا ابوبکر ولا عمر رضوان اللہ تعالٰی علیہما وانا لا اقبلھا منک فلم یقبلھا منہ وھلک ثعلبۃ فی خلافۃ عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ[2] اھ مختصرًا۔

تو اللہ تعالٰی نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی " اور ان میں کوئی وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا" الخ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ثعلبہ کے قریبی رشتہ داروں میں سے ایک شخص موجود تھا جس نے اس آیت کو سُنا تو وہ وہاں سے نکلا اور ثعلبہ کے پاس آکر کہا اے ثعلبہ! تیرے لئے ہلاکت ہو اللہ تعالٰی نے تیرے بارے میں ایسا حکم نازل فرمایا ہے۔ تو ثعلبہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور درخواست کی کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے تو نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی نے مجھے منع فرمادیا ہے کہ میں تیرا صدقہ قبول کروں۔ پھر جب ابوبکر صدیق

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹/ ۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۴

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) " " دار احیاء التراث العربی " ۱۰/ ۲۱۴

رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے تو ثعلبہ نے ان کے پاس آکر کہا میرا صدقہ قبول کرلیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا اور میں قبول کرلوں؟ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین بنے تو ثعلبہ نے آکر کہا اے امیر المومنین! میرا صدقہ قبول فرمالیں، تو آپ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے قبول نہیں فرمایا اور نہ ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قبول فرمایا اور میں بھی اس کو قبول نہیں کرتا۔ پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین بنے تو اس نے آکر صدقہ قبول کرنے کی درخواست پیش کی آپ نے فرمایا اسے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا اور نہ ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قبول فرمایا تو میں بھی اسے قبول نہیں کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے قبول نہیں فرمایا اور آپ ہی کی خلافت میں ثعلبہ مر گیا اھ اختصار (ت)

یہ سب اس حدیثِ ثعلبہ کی تسلیم پر ہے، ورنہ وہ سرے سے ثابت الصحت نہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں فرمایا:

ان صح الخبر ولا اظنہ یصح[1]۔

اگر یہ خبر صحیح ہو اور میں اس کو صحیح گمان نہیں کرتا۔ (ت)

اقول یہ حدیثِ ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں بجائے ابن ابی حاطب، ابن حاطب کہا۔ ابن جریر و بغوی و ثعلبی و ابن السکن و ابن شاہین و باوردی سب کے یہاں بطریق معاذ ابن رفاعہ عن علی بن یزید عن القاسم عن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے، اور علی بن یزید میں کلام معلوم ہے۔ حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا: ضعیف[2]۔ امام دارقطنی نے فرمایا: متروک[3]۔ امام بخاری نے فرمایا: منکر الحدیث[4]۔ اور فرمایا:

کل من اقول فیہ منکر الحدیث لا تحل الروایۃ عنہ[5]۔

جسے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت حلال نہیں۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۵۳ تا ۴۵۷)

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ	ترجمہ ۹۲۸	دار صادر بیروت	۱/ ۱۹۸
[2] تقریب التہذیب	ترجمہ علی بن یزید ۴۸۳۳	دار الکتب العلمیہ بیروت	۱/ ۷۰۵
[3] میزان الاعتدال بحوالہ الدارقطنی	ترجمہ ۵۹۶۶	دار المعرفۃ بیروت	۳/ ۱۶۱
[4] ″ ″ ″ بحوالہ البخاری	″	″	″
[5] ″ ″	ترجمہ ابان بن جبلہ ۳	″	۱/ ۶

(۳۷) ترجمہ قرآن مجید کے بارے میں مولوی حکیم غلام محی الدین لاہوری کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
فقیر کی رائے قاصر یہ ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ پیشِ نظر رکھا جائے اور اس میں چار تبدیلیں محفوظ رہیں:

(۱) وُہ الفاظ کہ متروک یا نامانوس ہو گئے فصیح وسلیس ورائج الفاظ سے بدل دیئے جائیں۔

(۲) مطلب اصح حسب کے مطالعہ کو جلالین کہ اصح الاقوال پر اقتصار کا جن کو التزام ہے سرِدست بس ہے ہاتھ سے نہ جائے۔

(۳) اصل معنی لفظ اور محاورات عرفیہ دونوں کے لحاظ سے ہر مقام پر اس کے کمال پاس رہے، مثلاً غیر المغضوب علیہم[۱] کا یہ ترجمہ کہ "جن پر غصّہ ہوا یا تُو نے غصّہ کیا" فقیر کو سخت ناگوار ہے، غصّہ کے اصل معنی اُچھو کے ہیں یعنی کھانے کا گلے میں پھنسنا' جیسے طعاماً ذا غصّۃ[۲] فرمایا، اس سے استعارہ کرکے ایسے غضب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جسے آدمی کسی خوف یا لحاظ سے ظاہر نہ کرسکے، گویا دل کا جوش گلے میں پھنس کر رہ گیا۔ عوام کہ دقائق کلام سے آگاہ نہیں فرق نہ کریں، مگر اصل حقیقت یہی ہے کہ علماء پر اس کا لحاظ لازم ہے۔ ترجمہ یُوں ہُوا: "نہ ان کی جن پر تُو نے غضب فرمایا' یا جن پر تیرا غضب ہے، یا جن پر غضب ہوا، یا جو غضب میں ہیں" خیال کرنے سے ان کے ترجمہ میں اس کی بہت سی نظائر معلوم ہوسکتی ہیں۔

(۴) سب سے اہم واعظم واقدم والزم مراعات و متشابہات کہ ان میں ہمارے ائمہ کرام سے دُو مذہب ہیں:

اوّل ہم نصوص پر ایمان لائے، نہ تاویل کریں نہ اپنی رائے کو دخل دیں اٰمنّا بہ کل من عند ربّنا[۳] (ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ ت) معنیٰ ہمیں معلوم ہی نہیں، ان سے اگر قولہٖ تعالیٰ ثم استوی الی السماء[۴] کا ترجمہ کرائیے تو وہ فرمائیں گے: "پھر استواء فرمایا آسمان کی طرف" اگر پوچھئے استوٰی کے کیا معنیٰ، تو لاندری (ہم نہیں جانتے۔ ت) سے جواب ملے گا۔

دوم تاویل کہ متاخرین نے تفہیمِ جہّال کے لئے اختیار کیا کہ کسی خوبصورت معنی کی طرف پھیر دیں

---

[۱] القرآن الکریم ۱/۷
[۲] القرآن الکریم ۷۳/۱۳
[۳] " " ۳/۷
[۴] " " ۲/۲۹

7

جس کا ظاہر شانِ عزت پر محال نہ ہو۔ اور طرف تجویز و تجارب میں لفظِ کریم سے قرب بھی رکھتا ہو۔ ان سے اگر آیۂ کریمہ مذکورہ کا ترجمہ کراتیے تو وہ کہیں گے: "پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا" مگر یہ کہ تفویض چھوڑیں اور تاویل بھی نہ کریں بلکہ معنیٰ محال و ظاہر کا صریح ادا کرنے والا لفظ قائم کر دیں جیسے کریمۂ مذکورہ کا ترجمہ "پھر چڑھ گیا آسمان کو" کہ چڑھنا اور اُترنا شانِ عزت پر محال قطعی اور جہال کے لئے معاذ اللہ موہم بلکہ مصرح بہ جسمانیت ہے۔ یہ ہمارے ائمہ متقدمین کا دین نہ متاخرین کا مسلک، اس سے احتراز فرض قطعی ہے۔ فقیر نے جہاں تک دیکھا ترجمہ منسوبہ بحضرتِ قدسی منزلت سیدنا مصلح الدین سعدی قدس سرہ العزیز اس عیب مشابہ سے پاک و منزہ ہے، ان میں اس سے مدد لی جائے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۵۷، ۴۵۸)

(۳۸) آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار پر ابلیس کو خطاب کرتے ہوئے اللہ عزوجل نے فرمایا:

"استکبرت ام کنت من العالین" یہ عالین کون لوگ ہیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

عالی بمعنی متکبر ہے، قال اللہ تعالٰی:

ثم ارسلنا موسٰی و اخاہ ھارون بایٰتنا وسلطٰن مبین○ الی فرعون و ملائہ فاستکبروا وکانوا قوما عالین[1]

پھر ہم نے موسٰی اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور روشن حجت کے ساتھ فرعون اور اس کے جتھے کی طرف بھیجا تو انھوں نے تکبر کیا اور وہ تھے ہی متکبر لوگ۔

تو معنیٔ آیت یہ ہوئے کہ رب عزوجل نے شیطانِ لعین سے فرمایا کہ تُو نے جو آدم کو سجدہ نہ کیا یہ ایک تکبر تھا کہ اس وقت تجھے پیدا ہوا، یا تُو قدیم سے متکبر ہی تھا۔ تفسیر ابن جریر میں ہے:

یقول تعالٰی لابلیس تعظمت عن السجود لاٰدم فترکت السجود لہ استکبارا علیہ، و لم تکن من المتکبرین العالین قبل ذٰلک" ام کنت من العالین" یقول ام کنت کذٰلک من قبل ذا علو و تکبر علی ربك[2]

اللہ تعالٰی نے ابلیس سے فرمایا تُو نے حضرت آدم کے سجدہ سے اپنے کو بڑا سمجھا اور اُن پر بڑائی ظاہر کرتے تُو نے سجدہ ترک کر دیا دراصل تُو متکبرین میں سے نہ تھا، یا یہ کہ پہلے ہی سے اپنے رب پر علو و تکبر ظاہر کرنے والا تھا۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۴۵، ۴۶

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۳۸/ ۷۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳/ ۲۱۷

یا یہ کہ تکبر خاص تجھی میں پیدا ہوا، یا تیری قوم ہی متکبر ہے۔ معالم میں ہے:

"ام کنت من العالین" المتکبرین یقول استکبرت بنفسك ام کنت من القوم الذین یتکبرون فتکبرت عن السجود لکونك منهم[1]

"یا تو عالین متکبرین میں سے تھا" فرماتا ہے کہ تُو نے خود ہی تکبر کیا، یا تو متکبرین کے گروہ میں سے تھا تو سجدہ سے تکبر کیا۔ (ت)

یا عالین کو بمعنٰی بلند و رفیع المرتبت لیں، اور معنٰی یہ ہوں کہ تُو نے جو سجدہ نہ کیا یہ تیرا تکبر تھا کہ واقع میں تجھے آدم پر بڑائی نہیں اور براہِ غرور آپ کو بڑا ٹھہرایا یا واقع ہی میں تجھے اس پر فضیلت ہے۔ بیضاوی میں ہے:

"استکبرت ام کنت من العالین" تکبرت من غیر استحقاق او کنت ممن علا واستحق التفوق۔[2]

"تو نے تکبر کیا یا عالین میں سے تھا" مطلب یہ کہ بے استحقاق کے تُو غرور میں مبتلا ہوا یا ان میں سے تھا جن کو بلندی اور تفوق حاصل ہے۔

اور یہ معنٰی نہیں کہ ملائکہ میں کوئی گروہ عالین ہے کہ وہ حکمِ سجود سے مستثنٰی تھا وان وقع فی کلام سیدنا الشیخ الاکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ (اگرچہ ہمارے سردار شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کلام میں واقع ہوا ہے۔ ت) رب عزوجل نے متعدد تاکیدوں سے مؤکد فرمایا فسجد الملٰئکۃ کلھم اجمعون[3] تمام، جمیع، سب ملائکہ نے سجدہ کیا، فاللام للاستغراق واکدت بکل واکد باجمعون (لام استغراق کے لئے ہے پھر کل اور اجمعون کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۵۹، ۴۶۰)

(۴۹) ایک استفتاء میں تین سوال پوچھے گئے:

(۱) بعد ولادتِ حضرت عیسٰی علیہ السلام حضرت مریم باکرہ تھیں یا نہیں؟

(۲) قرآن مجید میں ناسخ آیات کتنی اور منسوخ کتنی ہیں؟

(۳) آنحضرت اور حضرت عیسٰی علیہما السلام کے درمیان کوئی اور رسول تھے یا نہیں؟

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۸/۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۶۰

[2] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " دار الفکر بیروت ۵/۵۵

[3] القرآن الکریم ۳۸/۷۳

اس استفتاء میں مندرج تینوں سوالوں کا ترتیب وار جواب دیتے ہوئے فرمایا :

(ا) سیدنا عیسٰی کلمۃ اللہ علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلٰوۃ والتسلیم کی ولادت کے بعد بھی حضرت بتول طیبہ طاہرہ سیدتنا مریم بکر تھیں، بکر ہی رہیں، اور بکر ہی اٹھیں گی، اور بکر ہی جنت النعیم میں داخل ہوں گی یہاں تک کہ حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کے نکاحِ اقدس سے مشرف ہوں گی۔ ان کی شانِ کریم :

لم یمسسنی بشر ولم اك بغیا۔[1]

نہ مجھے کسی نے ہاتھ لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔

ظاہر ہے کہ بعد ولادت بھی صادق ہے، اور یہی معنی بکریت ہے۔ رہا بکارت بمعنی پردۂ عروق کا زوال، اوّلاً اس ولادتِ معجزہ میں ہونا کیا ضرور اور اس کا کہاں ثبوت۔ جو بے باپ کے پیدا کرسکتا ہے بے زوالِ بکارت ولادت دینے پر بھی قادر ہے۔ بکر کے لئے بھی منفذ ہوتا ہے جس سے خون آتا ہے، اور بالفرض اس کا زوال ہو بھی تو منافیِ بکریت نہیں۔ بہت ابکار کا یہ پردہ کسی صدمہ یا خونِ حیض کی حدت وغیرہ سے جاتا رہتا ہے، مگر وہ بکر سے ثیب، نارسیدہ سے شوہر دیدہ نہیں ہوجاتیں بلکہ حقیقۃً بھی بکر ہوتی ہیں، اور حکمِ شرع میں بھی بکر ہی رہتی ہیں۔ ان کا نکاح ابکار کی طرح ہوتا ہے اور وہ ابکار کے لئے وصیت میں داخل ہوتی ہیں۔ تنویر الابصار میں ہے :

من زالت بکارتھا بوثبۃ او درور حیض او جراحۃ او کبر بکر حقیقۃ۔[2]

جس کا پردۂ بکارت کودنے، حیض آنے یا زخم یا زیادتیِ عمر کی وجہ سے زائل ہوا وہ عورت حقیقۃً باکرہ ہے۔

فتاوٰی ظہیریہ اور ردالمحتار میں ہے :

البکر اسم لامرأۃ لم تجامع بنکاح ولا غیرہ۔[3]

باکرہ اس عورت کو کہتے ہیں جس سے بہ نکاح یا بلا نکاح صحبت نہ کی گئی ہو۔ (ت)

بحر و شامی میں ہے :

حاصل کلامھم ان الزائل فی ھذا المسائل العذرۃ ای الجلدۃ التی علی

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۲۰

[2] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

[3] ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۲

المحل لا البکارۃ فکانت بکرا حقیقۃ وحکما ولذا تدخل فی الوصیۃ لابکار بنی فلان[1]

ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ان مسائل میں عذرۃ زائل ہوئی ہے یعنی وہ جھلی جو شرمگاہ میں ہوتی ہے، تو عورت ان صورتوں میں حقیقۃً اور حکماً ہر طرح باکرہ ہوتی ہے، اس لئے کہ اگر کسی نے بنی فلاں کی باکرہ عورتوں کے لئے وصیت کی تو یہ بھی ان میں داخل ہوگی۔ (ت)

(۲) اس میں اختلافِ کثیرہ ہیں۔ حازمی کی کتاب الناسخ والمنسوخ اور اتقان وغیرہ میں مفصل بیان ہے اور اختلاف کا بڑا منشاء اختلافِ اصطلاح بھی ہے کما لایخفی علی من سیر و نظر و تامل وتدبر (جیسا کہ اس شخص پر پوشیدہ نہیں جو گھوما پھرا، دیکھا اور غور وفکر کیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولی الناس بعیسی بن مریم فی الدنیا والاٰخرۃ لیس بینی وبینہ نبی، رواہ احمد[2] والشیخان وابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دنیا و آخرت میں سب سے زیادہ عیسٰے ابن مریم کا ولی میں ہوں، مجھ میں اور ان میں کوئی نبی نہیں۔ (اس کو امام احمد، بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

انا دعوۃ ابراھیم وکان اٰخر من بشر بی عیسٰی بن مریم۔ رواہ الطیالسی وابن عساکر[3] وغیرھما عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور سب میں پچھلے میری بشارت دینے والے عیسٰے علیہم الصلٰوۃ والسلام تھے (اس کو طیالسی اور ابن عساکر وغیرہ نے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے۔

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۲

[2] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالٰی واذکر فی الکتاب مریم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸۹، ۴۹۰
صحیح مسلم کتاب الفضائل ۲/ ۲۶۴، ۲۶۵ و سنن ابی داؤد ۲/ ۲۸۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۱۹

[3] کنز العمال حدیث ۳۱۸۸۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۵

حدیث صحیحین اصح ما ورد فی الباب ہے۔ فلایعارضہ ما یذکر من حدیث خالد بن سنان وغیرہ لہٰذا خالد بن سنان وغیرہ کی روایت سے مذکور حدیث اس کا معارضہ نہیں کرسکتی۔ (ت)

معہٰذا انبیاء علیہم السلام میں احتیاط یہ ہے کہ:

اٰمنّا بانبیاء اللہ جمیعا لانفرق بین احد من رسلہ۔

ہم تمام انبیاء پر ایمان لائے ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے،

کہ بعض پر ایمان لائیں اور معاذ اللہ بعض پر نہیں، جیساکہ یہود و نصارٰی خذلہم اللہ تعالٰی نے کیا، اور بالیقین کسی کو نبی ماننے کے لئے تواتر شرط ہے، یہاں احاد کافی نہیں لما تقرر ان الاحاد لاتفید الاعتماد فی مثل الاعتقاد واللہ الھادی الٰی سبیل الرشاد (کیونکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اخبار احاد اعتقادیات جیسے امور میں اعتماد کا فائدہ نہیں دیتیں اور اللہ تعالٰی ہی راہِ ہدایت عطا فرمانے والا ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۵۹ تا ۴۶۳)

(۴۰) "اولی الامر" کے معنٰی کی تعیین اور حدیث "جس نے امام وقت کو نہ پہچانا جاہلیت کی موت مرا" کے معنٰی کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا:

"اولی الامر" میں اصح قول یہی ہے کہ اس سے مراد علماء دین ہیں کما نص علیہ الزرقانی وغیرہ (جیساکہ اس پر زرقانی وغیرہ نے نص فرمائی ہے۔ ت) نہ کہ سلاطین جن کے بہت احکام خلافِ شرع ہوتے ہیں۔ یزید پلید کے وقت میں بکثرت صحابہ کرام و تابعین اعلام تھے وہی "اولی الامر" تھے نہ کہ یزید علیہ مایستحقہ۔ ہر رسالت کے زمانہ میں وہ رسول اور اس کی کتاب امام ہوتی ہے۔

قال تعالٰی "کتٰب موسٰی اماما ورحمۃ۔"[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: موسٰی علیہ السلام کی کتاب پیشوا اور مہربانی ہے۔ (ت)

زمانۂ ختمیت میں آخر دہر تک قرآن عظیم و حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امام ہیں، جس نے انھیں نہ پہچانا ظاہر کہ وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۶۳، ۴۶۴)

(۴۱) خطبہ میں "لایکلف اللہ نفسا الا دون وسعھا" پڑھنا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں لفظ دون کے معانی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۹
[2] " " ۴۶/ ۱۲

آیۂ کریمہ بدونِ "دون" ہے، خطبہ میں اگرچہ نہ وہ آیت ہونا ضرور نہ قرآنِ عظیم سے اقتباس محذور، مگر زیاداتِ موہومہ خلافِ مراد محذور۔

دون زبانِ عرب میں دس معنیٰ پر مشتمل ہے؛

(۱) غیر، اَئِفکاً اٰلھۃ دون اللہ تریدون[۱]، ای غیرہ[۲]۔

غیر، کیا بہتان سے اللہ تعالٰی کے سوا اور خدا چاہتے ہو یعنی اس کا غیر۔ (ت)

(۲) تحت، ومنا دون ذٰلک[۳]۔

تحت، اور ہم میں سے کچھ اس سے کمتر ہیں۔ (ت)

(۳) فوق، فھی اذن من الاضداد کما افادہ المجد[۴]۔

فوق، تو اس صورت میں یہ اضداد کے قبیلہ سے ہوگا جیسا کہ مجد نے اس کا افادہ فرمایا ہے۔ (ت)

(۴) اقل، لیس فیما دون خمس اواق صدقۃ[۵]۔

اقل، پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (ت)

(۵و۶) وراء و امام، یعنی اِس پار یا اُس پار ؎

کیف الوصول الٰی سعاد "ودونھا" قلل الجبال ودونھن حتوف[۶]

وراء و امام، سعاد تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے حالانکہ اس کے سامنے بلند چوٹیوں والے پہاڑ ہیں اور ان کے پیچھے موتیں ہیں۔ (ت)

وفی الحدیث من قتل دون اھلہ فھو شھید[۷] ای امامھم فی حفظھم والدفاع عنھم،

---

[۱] القرآن الکریم ۳۷/ ۸۶

[۲] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۳۷/ ۸۶ اصح المطابع دہلی ص ۳۷۶

[۳] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۱

[۴] القاموس المحیط باب النون فصل الدال تحت لفظ "دون" مصطفی البابی مصر ۴/ ۲۲۵

[۵] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۱۸۹، ۱۹۴ و صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۳۱۵

[۶] المنجد العلوم علم التعابی فی الحروب ۲/ ۱۶۵

[۷] جامع الترمذی ابواب الدیات باب ماجاء فیمن قتل دون مالہ فھو شھید الخ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۰

وفی الحدیث لیس دونہ تعالیٰ منتھی ای ورائہ، وقد جمعھا قولہ فی الخمر ع
تریك القذی من دونھا وھی دونہ[2]

اور حدیث میں ہے جو اپنے اہل وعیال کے سامنے قتل کیا گیا وہ شہید ہے یعنی ان کے سامنے ان کا دفاع کرتے ہوئے۔ اور حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ سے آگے کوئی منتھی نہیں۔ اور شراب سے متعلق شاعر کے قول نے ان معانی کو جمع کردیا ہے یہ شراب تجھے دکھاتی ہے کہ تنکا اس کے آگے ہے اور وہ اس کے پیچھے ہے۔ (ت)

(۷) حقیر، ع:

ویقنع بالدون من کان دونہ[3]

حقیر چیز پر قناعت کرلیتا ہے وہ جو حقیر ہوتا ہے۔ (ت)

(۸) شریف،

حکاہ بعض النحاۃ وقال المجد علیہ ضد[4]۔

بعض نحویوں نے اس کو حکایت کیا ہے، اور مجد نے کہا کہ یہ پہلے معنی کی ضد ہے۔ (ت)

(۹) نزدیک تر چیزے بہ نسبت مضاف الیہ، ووجد من دونھم امرأتین تذودان[5]

مضاف الیہ کی بہ نسبت زیادہ قریب چیز، اور اس نے ان مردوں کے قریب دو عورتوں کو دیکھا جو اپنے جانور روک رہی ہیں۔ (ت)

(۱۰) مقارب مضاف الیہ مکانا مکانۃ "ھذا دونک" ای قریب[6]۔

مضاف الیہ کے قریب مکان، یہ تیرے قریب ہے۔

ظاہر ہے کہ معنی ۷، ۸ کو تو یہاں سے تعلق ہی نہیں، اور باقی معانی سب مخالفِ قرآن ہیں۔

---

[1] مجمع بحار الانوار باب الدال مع الواو تحت لفظ "دون" مکتبۃ دارالایمان المدینۃ المنورۃ ۲/۲۱۶

[2] تاج العروس باب النون فصل الدال " " " داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/۲۰۳

[3] " " " " " " " "

[4] القاموس المحیط " " " " مصطفی البابی مصر ۴/۲۲۵

تاج العروس تحت لفظ دون داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/۲۰۳

[5] القرآن الکریم ۲۸/۲۳

[6] تاج العروس باب النون فصل الدال تحت لفظ "دون" داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/۲۰۳

قرآن عظیم یہ حصر فرماتا یہ چاہتا ہے کہ اللہ عزّ وجل کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدرِ قدرت و وسعت و طاقت۔ اور یہاں یہ حصر ہوگا کہ اللہ سبحانہٗ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت کے سوا، یا طاقت سے نیچے، یا طاقت کے اوپر، یا طاقت سے کم، یا طاقت سے اُس پار، یا طاقت سے اِس پار۔ اور یہی نیچے اور کم اور اس پار کا حاصل۔ دو معنی اخیر میں نکلے گا کہ ان پانچوں معنی میں منتہیٰ تک نہ پہنچنا ملحوظ ہے۔ صحاح و صراح و مجمع البحار وغیرہا میں ہے:

معناہ تقصیر عن الغایۃ۔[1]

اس کا معنی ہے کہ غایت تک نہ پہنچنا۔ (ت)

تو ان پانچوں کا حصر صریح مخالفِ قرآن ہے اور ان دو یعنی اوپر اور اُس پار کا شدید مناقض۔ اور سوا تو صراحۃً نقیضِ معنیٔ قرآن ہے، وبعد التیا والتی تاویلات دُور از کار کو گنجائش دی جائے تو ایہامِ معانی باطلہ نقد وقت ہے اور اسی قدر منع کے لئے بس ہے۔

فی رد المحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار "مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع"[2]

ردالمحتار وغیرہ معتمد کتابوں میں ہے کہ محض معنی محال کا ایہام ممانعت کے لئے کافی ہے (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۶ ص ۴۶۴ تا ۴۶۶)

(۲۴) حضرت مولانا قاضی محمد عبد الوحید حنفی فردوسی کی طرف سے ایک استفتار اعلیٰحضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ اللہ پاک قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ پیٹ کا حال کوئی نہیں جانتا کہ بچّہ ذکور سے ہے یا اناث سے حالانکہ ایک آلہ نکلا ہے جس سے سب حال معلوم ہو جاتا ہے اور پتا ملتا ہے؛ اس سوال کا تفصیلی و تحقیقی جواب دیتے ہوئے رسالہ **الصمصام علیٰ مشکک فی اٰیۃ علوم الارحام** تحریر فرمایا جو حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی "لایخفی علیہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء"، والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم الانبیاء، الاٰتی بکتاب مبین فیہ رحمۃ

---

[1] مجمع البحار تحت لفظ دون ۲/ ۲۱۶ و الصحاح تحت لفظ دون ۵/ ۲۱۱۵

[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

وشفاءٌ وماحظّ الکٰفرین منہ الّا نقمۃ وشقاء وعلٰی اٰلہ وصحبہ البررۃ الاتقیاء، الذین ھم فی بطون امھاتھم سعداء ماجُنّ جنینٌ فی ظلمٰتٍ ثلٰثٍ بین غشاء وغطاء، اٰمین!

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس پر زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ وہ وہی ہے جو تمھاری صورت بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جیسے چاہے، اور درود و سلام ہو خاتم الانبیاء پر جو روشن کتاب لے کر تشریف لانے والے ہیں جس میں رحمت وشفاء ہے، کافروں کا اس سے سوائے انتقام اور بدبختی کے کچھ حصہ نہیں، اور آپ کے آل واصحاب پر جو نیک اور متقی ہیں اور وہ ماؤں کے پیٹوں میں سعادتمند ہوئے، جبکہ جنین تین تاریکیوں میں پردے اور اندھیرے کے درمیان پوشیدہ رہے۔ آمین! (ت)

مولٰنا حامیِ سُنّت، ماحیِ بدعت اکرمکم اللہ تعالٰی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ تعالٰی جلّ وعلا سُورۂ آلِ عمران شریف میں ارشاد فرماتا ہے:

انّ اللہ لا یخفی علیہ شیئٌ فی الارض ولا فی السماء ○ ھوالذی یصوّرکم فی الارحام کیف یشاء ط لا الٰہ الّا اللہ ھوالعزیز الحکیم[1] ○

بیشک اللہ پر کوئی چیز چھپی نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں، وہی ہے جو تمھارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جیسا چاہے، کوئی سچا معبود نہیں مگر وہی زبردست حکمت والا۔

سورۂ رعد شریف میں فرماتا ہے:

اللہ یعلم ماتحمل کل انثٰی وما تغیض الارحام وما تزداد ط وکل شیئٍ عندہ بمقدار ○ عٰلم الغیب والشھادۃ الکبیر المتعال[2] ○

اللہ جانتا ہے جو کچھ پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ اور جتنے سمٹتے ہیں پیٹ اور جتنے پھیلتے یا جو کچھ گھٹتے ہیں اور جو کچھ بڑھتے، اور ہر چیز اس کے یہاں ایک اندازے سے ہے، جاننے والا نہاں وعیاں کا، سب سے بڑا بلندی والا۔

سورۂ حج شریف میں فرماتا ہے:

ونقر فی الارحام مانشاء الٰی اجل مسمّی[3]

اور ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں مادہ کے پیٹ میں جو کچھ چاہیں ایک مقرر وعدے تک۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۵، ۶

[2] القرآن الکریم ۱۳/ ۸، ۹

[3] 〃 〃 ۲۲/ ۵

سورۂ لقمان شریف میں فرماتا ہے:

انّ اللہ عندہ علم الساعۃ ج وینزل الغیث ج ویعلم ما فی الارحام ط وما تدری نفس ماذا تکسب غدا ط وما تدری نفس بای ارض تموت ط انّ اللہ علیم خبیر۔[1]

بیشک اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا اور اتارتا ہے مینہ، اور جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اور کوئی جی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا، اور کسی کو اپنی خبر نہیں کہ کہاں مرے گا، بیشک اللہ ہی جاننے والا خبردار۔

اور سورۂ ملٰئکہ شریف میں فرماتا ہے:

واللہ خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم جعلکم ازواجا ط وما تحمل من انثٰی ولا تضع الّا بعلمہ ط وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الّا فی کتٰب ط ان ذٰلک علی اللہ یسیر○[2]

اللہ نے بنایا تمھیں مٹی سے، پھر منی سے، پھر کیا تمھیں جوڑے جوڑے، اور نہیں گابھن ہوتی کوئی مادہ اور نہ جنے مگر اس کے علم سے، اور نہ کوئی عمر والا عمر دیا جائے اور نہ گھٹایا جائے اس کی عمر سے، مگر یہ سب لکھا ہے ایک نوشتہ میں، بیشک یہ سب اللہ کو آسان ہے۔

سورہ حٰم السجدہ شریف میں فرماتا ہے:

الیہ یرد علم الساعۃ ط وما تخرج من ثمرٰت من اکمامھا وما تحمل من انثٰی ولا تضع الّا بعلمہ[3]

اللہ ہی کی طرف پھرا جاتا ہے علم قیامت کا اور نہیں نکلتا کوئی پھل اپنے غلاف سے، اور نہ پیٹ رہے کسی مادہ کو اور نہ جنے مگر اس کی آگاہی سے۔

اور سورۂ والنجم شریف میں فرماتا ہے:

ھو اعلم بکم اذ انشأکم من الارض واذ انتم اجنّۃ فی بطون امّھٰتکم ج فلا تزکوا انفسکم ط ھو اعلم بمن اتقٰی[4]

اللہ خوب جانتا ہے تمھیں جب اس نے بنایا تم کو زمین سے اور جب تم چھپے ہوئے تھے ماں کے

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۳۴ — [2] القرآن الکریم ۳۵/ ۱۱
[3] 〃 ۴۱/ ۴۷ — [4] 〃 ۵۳/ ۳۲

پیٹ میں، تو آپ اپنی جان کو ستھرا نہ کہو، اسے خوب خبر ہے کون پرہیزگار ہوا۔

آیاتِ کریمہ میں مولیٰ سبحٰنہ وتعالےٰ اپنے بے پایاں علوم کے بیشمار اقسام سے ایک سہل قسم کا بہت اجمالی ذکر فرماتا ہے کہ ہر مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے سب کا سارا حال پیٹ رہتے[1] وقت اور اس[2] سے پہلے اور[3] پیدا ہوتے اور پیٹ میں رہتے اور[4] جو کچھ اس پر گزرا اور[5] گزرنے والا ہے، جتنی عمر[6] پائے گا، جو[7] کچھ کام کرے گا، جب[8] تک پیٹ میں رہے گا، اس[9] کا اندرونی بیرونی ایک ایک عضو ایک ایک پرزہ جو صورت دیا گیا جو دیا جائے گا، ہر[10] ہر رونگٹا جو مقدار مساحت وزن پائے گا۔ بچے[11] کی لاغری، فربہی، غذا، حرکتِ خفیفہ زائدہ، انبساط، انقباض اور زیادت وقلتِ خون، طمث وحصول فضلات وہوا و رطوبات وغیرہا کے باعث آن آن پر پیٹ جو سمٹتے پھیلتے ہیں غرض ذرہ ذرہ سب اُسے معلوم ہے ان میں کہیں نہ تخصیص ذکورت وانوثت کا ذکر، نہ مطلق علم کی نفی وحصر، تو یہ مہمل ومختل اعتراض یا درہوا کہ بعض یا دریان یا دربند ہوا کی تازہ گھڑت ہے اس کا اصل منشا معنی آیات میں بے فہمی محض یا حسبِ عادت دیدہ ودانستہ کلامِ الٰہی پر افترار وتہمت ہے۔
قرآن عظیم نے کس جگہ فرمایا ہے کہ کوئی کبھی کسی مادہ کے حمل کو کسی طرح تدبیر سے اتنا معلوم نہیں کرسکتا کہ نر ہے یا مادہ۔ اگر کہیں ایسا فرمایا ہو تو نشان دو۔ اور جب یہ نہیں تو بعض وقت بعض اناث کے بعض حمل کا حال بعض تدابیر سے بعض اشخاص نے بعد جہل طویل وعجز مدید کے بعض آلات بیجان کا فقیر ومحتاج ہو کر اس فانی و زائل وبے اصل وبے حقیقت نام کے ایک ذرہ علم و قدرت سے (کہ وہ بھی اسی بارگاہِ علیم و قدیر سے حصہ رسد چند روز سے چند روز کے لئے پائے اور اب بھی اسی کے قبضہ واقتدار میں ہیں کہ بے اس کے کچھ کام نہ دیں) اگر صحرا سے ذرہ سمندر سے قطرہ معلوم کرلیا تو یہ آیاتِ کریمہ کے کس حرف کا خلاف ہوا، وہ خود فرماتا ہے:

يعلم ما بين ايديهم و ما خلفهم ج و لا يحيطون بشئ من علمه الا بما شاء ج[1]

اللہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم سے کسی چیز کو مگر جتنی وہ چاہے۔

تمام جہان میں روزِ اول سے ابدالآباد تک جس نے جو کچھ جانا یا جانے گا سب اسی الا بما شاء کے استثنار میں داخل ہے جس کے لاکھوں کروڑوں سربفلک کشیدہ پہاڑوں سے ایک نہایت قلیل و ذلیل و بمقدار ذرہ یہ آلہ بھی ہے، ایسا ہی اعتراض کرنا ہو تو بےگنتی گزشتہ وآئندہ باتوں کا جو علم ہم کو ہے اسی سے کیوں نہ اعتراض کرے جو صیغہ یعلم ما فی الارحام میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۵

بعینہٖ وہی صیغہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم[1] میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آئے گا اور جو کچھ گزرا۔

جب ان بے شمار علوم تاریخی و آسمانی ملنے میں کسی عاقل منصف کے نزدیک اس آیت کا کچھ خلاف نہ ہوا، نہ تیرہ سو برس (۱۳۰۰) سے آج تک کسی پادری صاحب کو ان علوم کے باعث اس آیۂ کریمہ پر لب کشائی کا جنون اچھلا تو اب ایک ذرا سی آلیا نکال کر اس آیت کا کیا بگاڑ متصور ہوسکتا ہے، ہاں عقل نہ ہو تو بندہ مجبور ہے، یا انصاف نہ ملے تو انکھیارا ابھی کور ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثم اقول وباللہ التوفیق (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی سے ہے۔ ت) مفصلاً حق واضح کو واضح تر کروں — **اصل** یہ ہے کہ کسی علم کی حضرت عزت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے:

اوّل علم کا ذاتی ہونا کہ بذاتِ خود بے عطائے غیر ہو۔

دوم علم کا غنا کہ کسی آلۂ جارحہ و تدبیر و فکر و نظر و التفات و انفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔

سوم علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔

چہارم علم کا وجوب کہ کبھی کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔

پنجم علم کا ثبات و استمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیّر، تبدّل، فرق، تفاوت کا امکان نہ ہو۔

ششم علم کا اقصٰی غایات کمالات پر ہونا کہ معلوم کی ذات، ذاتیات، اعراض، احوال، لازمہ، مفارقہ، ذاتیہ، اضافیہ، ماضیہ، آتیہ، موجودہ، ممکنہ سے کوئی ذرّہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہوسکے۔

ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے قطعاً مطلقاً منفی یعنی کسی کو کسی ذرّہ کا ایسا علم جو ان چھ وجوہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں جو کسی غیر الٰہی کے لئے عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرّے کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے۔ ان تمام وجوہ کی طرف آیاتِ کریمہ میں باطلاق کلمۂ **یعلم** اشارہ فرمایا کہ یہاں علم کو مطلق رکھا اور مطلق فرد کامل کی طرف منصرف اور علم کامل بلکہ علم حقیقی حق الحقیقیہ وہی ہے جو ان وجوہِ ستّہ کا جامع ہو اسی لحاظ پر ہے وہ جو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا:

یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لاعلم لنا[2]

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۵ [2] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۹

جس دن اللہ عزّ وجل رسولوں کو جمع کرکے فرمائے گا تمھیں کیا جواب ملا، عرض کریں گے، ہمیں کچھ علم نہیں۔

کفّار کے پاس ان محبوبانِ خدا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم کا تشریف لانا ہدایت فرمانا ان ملاعنہ کا تکذیب وانکار و اصرار و استکبار و بیہودہ گفتار سے پیش آنا کسے معلوم نہیں، مگر حضرات انبیاء عرض کریں گے لاعلم لنا ہمیں اصلاً علم نہیں، لا نفی جنس کا ہے سلب مطلق فرمائیں گے یعنی وہی علمِ کامل کہ بحقیقت حقیہ علم اسی کا نام ہے اصلاً اس کا کوئی فرد ہمیں حاصل نہیں، حقِ حقیقت تو یہ ہے جب اس سے تجاوز کرکے حقیقت عرفیہ یعنی مطلق دانستن کی طرف چلئے خواہ بالذات ہو یا بالغیر ہو، غنی ہو یا محتاج، سرمدی ہو یا حادث، ابدی ہو یا فانی، واجب ہو یا ممکن، ثابت ہو یا متغیر، تام ہو یا ناقص، بالکنہ ہو یا بالوجہ، بایں معنی مطلق علم کہ ایک آدھ چیز کے جاننے سے بھی صادق زنہار مختص بحضرت عزّت عزّت عظمۃ نہیں، نہ معاذ اللہ قرآن عظیم نے ہرگز کہیں اس کا دعوٰی کیا بلکہ جس طرح معنیٰ اوّل کا غیر کے لئے اثبات کفر ہے اس معنی کے غیر سے نفی مطلق بھی کفر ہے کہ یہ خود صدہا نصوص قرآن عظیم بلکہ تمام قرآن عظیم بلکہ تمام ملل وشرائع وعقل ونقل وحس سب کی تکذیب ہوگی قرآن عظیم نے اپنے محبوبوں کے لئے بے شمار علوم عظیمہ ثابت فرمائے اور ان کے عطا سے منت رکھی۔

○ قال تعالٰی وعلّمك مالم تكن تعلم ط وكان فضل الله عليك عظيما[۱]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اور سکھا دیا اللہ نے تجھے اے نبی! جو تجھے معلوم نہ تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے۔

○ وبشروہ بغلٰم علیم[۲]

اور فرشتوں نے ابراہیم کو مژدہ دیا علم والے لڑکے کا۔

○ وانّہ لذو علم لما علّمنٰہ[۳]

اور بیشک یعقوب علم والا ہے ہمارے علم عطا فرمانے سے۔

○ وعلّم اٰدم الاسماء کلھا[۴]

سکھا دیے آدم کو سب نام۔

---

[۱] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۳ [۲] القرآن الکریم ۵۱/ ۲۸
[۳] " " ۱۲/ ۶۸ [۴] " " ۲/ ۳۱

○ واذکر عبدنا ابراھیم واسحٰق ویعقوب اولی الایدی والابصار[۱]

اور یاد کر ہمارے بندوں ابراہیم واسحٰق ولیعقوب قدرت والوں اور علم والوں کو۔

○ یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت[۲]ط

بلند کرے گا اللہ تعالےٰ تمہارے ایمان والوں کو اور ان کو جنھیں علم عطا ہوا درجوں میں۔

بلکہ عام بشر کو فرماتا ہے ؛

○ الرحمٰن ○ علم القراٰن ○ خلق الانسان ○ علمہ البیان ○[۳]

رحمان نے سکھایا قرآن ، بنایا آدمی ، اسے بتایا بیان۔

○ علم الانسان مالم یعلم[۴]

سکھایا آدمی کو جو نہ جانتا تھا۔

○ واللہ اخرجکم من بطون امھٰتکم لاتعلمون شیئا وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لا لعلکم تشکرون ○[۵]

اللہ نے نکالا تمھیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نرے نادان، اور دیئے تمھیں کان اور آنکھیں اور دل، شاید تم حق مانو۔

بلکہ عام تر فرماتا ہے ؛

○ الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السمٰوٰت والارض والطیر صٰفٰت ط کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ ط واللہ علیم بما یفعلون ○[۶]

کیا تُو نے نہ دیکھا کہ اللہ کی پاکی بولتے ہیں جو آسمان و زمین میں ہیں اور پرندے پرا باندھے، سب نے جان لی ہے اپنی نماز و تسبیح ، اور اللہ کو خوب خبر ہے جو وہ کرتے ہیں۔

تو کوئی اندھے سے اندھا بھی کسی آیت کا یہ مطلب نہیں کہہ سکتا کہ باین معنی مطلق علم کو غیر سے نفی فرمایا ہے ہاں اس معنی پر علم مطلق غیر سے ضرور مسلوب۔ اور یہ وجہ مفہم حصر و تخصیص کی ہے یعنی تمام موجودات و ممکنات و مفہومات و ذوات و صفات و نصب و اضافات و واقعیات و موہومات غرض

---

[۱] القرآن الکریم ۳۸/ ۴۵
[۲] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۱
[۳] ″ ۵۵/ ا تا ۴
[۴] ″ ۹۶/ ۵
[۵] ″ ۱۶/ ۷۸
[۶] ″ ۲۴/ ۴۱

ہر شَے و مفہوم کو علم کا عام و تام و محیط و مستغرق ہونا کہ غیر متناہی معلومات کے غیر متناہی سلاسل اور ہر سلسلے کے ہر فرد سے غیر متناہی علوم متعلق اور یہ سب نامتناہی نامتناہی نامتناہی علوم معًا حاصل ہوں جن کے احاطے سے کوئی فرد اصلاً خارج نہ ہو جیسے فرماتا ہے :

وان اللہ قد احاط بکل شیئ علما[1]

بیشک اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہوا۔

اور فرماتا ہے :

عٰلم الغیب ج لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السمٰوٰت و لا فی الارض و لا اصغر من ذٰلك و لا اکبر الا فی کتٰب مبین[2]

جاننے والا ہر چھپی چیز کا، اس سے چھپی نہیں کوئی ذرّہ بھر چیز آسمانوں میں نہ زمین میں، اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر سب ایک روشن کتاب میں ہے۔

ایسا علم بھی غیر کے لئے محال اور دوسرے کے واسطے اس کا اثباتِ کفر و ضلال کما بیّنّاہ فی رسالتنا "مقامع الحدید علٰی خد المنطق الجدید" (جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے رسالہ مقامع الحدید علٰی خدّ المنطق الجدید میں بیان کردیا ہے۔ ت) مانحن فیہ میں مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی نے اس وجہ ہفتم کی طرف اشارہ فرمایا کل انثٰی میں کلمۂ کل اور ما تحمل من انثٰی میں نکرۂ منفیہ پھر تاکید بہ من اور ما فی الارحام عموم ما اور لامِ استغراق سے، وعلٰی ھذا القیاس۔

اب آلۂ محدثہ کی طرف چلئے، فقیر اس پر مطلع نہ ہوا، نہ کسی سے اس کا کچھ حال سنا، ظاہرا ایسی صورت میسر نہیں کہ جنین رحم میں بحال وفی ظلمٰت ثلٰث[3] تین اندھیریوں میں رہے اور بذریعۂ آلہ مشہود ہو جائے اس کا جسم بالتفصیل آنکھوں سے نظر آئے کہ بعد علوق فمِ رحم سخت منضم ہو جاتا ہے جس میں میل سرمہ بدقت جائے اور اس جائے تنگ و تار میں جنین محبوس ہوتا ہے وہ بھی یوں نہیں بلکہ خود اس پر تین غلاف اور چڑھے ہوتے ہیں ایک غشائے رقیق ملاقی جسم جنین جس میں اس کا فضلۂ عرق جمع ہوتا ہے اس پر ایک اور حجاب اس سے کثیف تر مسمّٰی بہ غشائے لفافی جس میں فضلۂ بول مجتمع رہتا ہے اس پر ایک اور

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۱۲

[2] ؍؍ ۳۴/ ۳

[3] ؍؍ ۳۹/ ۶

غلافِ الکثف کہ سب کو محیط ہے جسے مشیمہ کہتے ہیں، ایسی حالتوں میں بدن نظر آنے کا کیا محل ہے، تو ظاہراً آلے کا محصّل صرف بعض علامات و امارات ممیزہ منجملہ خواص خارجیہ کا بتانا ہوگا جن سے ذکور و انوثت کا قیاس ہو سکے جیسے رحم کی تجویف الیمن یا الیسر میں حمل کا ہونا یا اور بعض تجربیات کہ تازہ حاصل کئے گئے ہوں اگر اسی قدر ہے جب تو کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی مجربین قیاسات فارقہ رکھتے تھے جیسے دہنی یا بائیں طرف جنین کا بیشتر جنبش، یا حاملہ کی پستانِ راست یا چپ کے حجم میں افزائش، یا سرہائے پستان میں سُرخی یا ادواہٹ آنا، یا رنگ رُوئے زن پر شادابی یا تیرگی چھانا، یا حرکاتِ زن میں خفت یا ثقل پانا، یا قارورے میں اکثر اوقات حمرت یا بیاض غالب رہنی، یا عورت کے خلافِ عادت بعض اطعمۂ جیدہ یا ردیہ کی رغبت ہونی، یا پشم کبود میں زرانذو مدقوق بعسل سرشتہ کا صبح علی الریق حمول اور ظہر تک مثل صائم رہ کر مزۂ دہن کا امتحان کہ شیریں ہوا یا تلخ، الیٰ غیر ذٰلک ممایعرفہ اھل الفن و لکل شروط یراعیھا البصیر فیصیب الظن (اس کے علاوہ جس کو اہلِ فن جانتا ہے، اور عقلمند تمام شرائط کو ملحوظ رکھتا ہے تو گمان درست ہوتا ہے۔ت)۔

اور عجائب صنع الٰہی جلت حکمتہ سے یہ بھی محتمل کہ کچھ ایسی تدابیر القاء فرمائی ہوں جن سے جنین مشاہدہ ہی ہو جاتا ہو مثلاً بذریعہ قواسر پانچوں حجابوں عہ میں بقدر حاجت کچھ توسیع و تفریج دے کر روشنی پہنچا کر کچھ شیشے ایسی اوضاع پر لگائیں کہ باہم تادیۂ عکوس کرتے ہوئے زجاج اقرب پر عکس لے آئیں یا زجاجات متخالفۃ الملا ایسی وضعیں پائیں کہ اشعۂ بصریہ کو حسبِ قاعدۂ معروضہ علم مناظر انعطاف دیتے ہوئے جنین تک لے جائیں جس طرح آفتاب کا کنارہ کہ ہنوز افق سے دُور اور مقابلۂ نظر سے محجوب و مستور ہوتا ہے بوجہ اختلاف ملا و غلظت عالم نسیم ہمیں محاذاتِ بصر سے پہلے ہی نظر آجاتا اور طلوع حقیقی سے طلوع مرئی کہ وہی ملحوظ فی الشرع ہے پیشتر ہوتا ہے یوں ہی جانب غروب بعد زوال محاذات و وقوع حجاب میں کچھ دیر تک دکھائی دیتا اور غروب مرئی معتبر فی الشرع غروب حقیقی کے بعد ہوتا ہے، ولہذا فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے جب کبھی مو امرات زیجیہ سے محاسبہ کیا اور اسے مشاہدۂ بصری سے ملایا ہے ہمیشہ نہار عرفی کو نہار نجومی پر اس سے بھی زائد پایا ہے جو طرفین طلوع و غروب میں تفاوت افقین حسی و حقیقی بحسب ارتفاع قامت معتدلۂ انسانی و تفاضل نیم قطر فاصل میان حاجت و مرکز کا مقتضٰے ہے نیز اسی لئے فقیر کا مشاہدہ ہے کہ قرص شمس تمام و

عہ ہر سہ غشا ہائے مذکورہ و فوق آنہا زیر و بالا دو طبقۂ زہدان بر ہمدگر غلاف است ۱۲

تینوں مذکورہ پردے اور ان پر اُوپر نیچے دو طبقے زہد کے ایک دوسرے پر غلاف ہیں ۱۲ (ت)

8

کمال بالائے افق مشہور ہوتے پر بھی ظلمت شب مطلع و مغرب میں نظر آتی ہے حالانکہ مخروط ظلی و شمسی میں ہرگز نیم دور سے کم فصل نہیں اور اختلاف منظر آفتاب غایت قلت میں ہے کہ مقدار عشر قطر تک بھی نہیں پہنچتا۔ خیر کچھ بھی ہو ہم یہی صورت فرض کرتے ہیں کہ مجرد کسی امارت خارجہ کی بنا پر قیاس ہی نہیں بلکہ بذریعہ آلہ اعضائے جنیں باچناں وچنیں حجابات وکمیں مشہود ہو جاتے ہیں بہرحال آخر تمام منشا و بنائے اعتراض مہمل صرف اس قدر کہ جو علم قرآن عظیم نے مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی کے لئے خاص مانا تھا ہمیں اس آلے سے حاصل ہو جاتا ہے حالانکہ "لا واللہ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ط ان یقولون الا کذبا[1]" کیا بڑا بول ہے جو اُن کے منہ سے نکلتا ہے وہ تو نہیں کہتے مگر جھوٹ۔ ہم پوچھتے ہیں اس آلے سے تم کو اُتنا ہی علم دیا جو وجہ ہشتم عام و شامل میں ہے جس کا باری عزوجل سے خاص جاننا محال اور خود بحکم قرآن عظیم کفر و ضلال تھا جب تو اعتراض کتنا مالیخولیا اور کس درجہ کا جنون ہے کہ سرے سے ملنی ہی باطل وملعون ہے اس قسم علم یعنی دانستن کو اگرچہ کیسا ہی ہو حضرت عزت عزت عظمتہ سے قرآن عظیم نے کب خاص مانا تھا اس قسم کے کروڑوں علم عام انسان بلکہ تمام حیوانات کو روزانہ ملتے رہتے ہیں اور قرآن عظیم خود غیر خدا کے لئے انھیں ثابت فرماتا ہے ایک اس کے ملنے میں کیا نئی شاخ نکلی کہ آیت الٰہی کا خلاف ہو گیا یہ بھی اس علم الانسان ما لم یعلم[2] (انسان کو سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا) کے ناپیدا کنار صحراؤں سے ایک ذلیل ذرہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے سکھایا آدمی کو جو اسے معلوم نہ تھا دیکھو ابھی تمھیں آیت سنا چکا ہوں کہ اللہ نے تمھیں نکالا ماں کے پیٹ سے نرے جاہل کہ کچھ نہ جانتے تھے پھر تمھیں عقل و ہوش و چشم و گوش دیئے کہ اس کا حق مانو، تم نے اچھا حق مانا کہ اسی کی برابری کرنے لگے۔ اور اگر یہ مقصود کہ اس سے تمھیں اُن سات وجوہ مخصوصہ بحضرت باری عزوجل سے کسی وجہ کا علم مل گیا تو یہ اس سے بھی لاکھوں درجہ بدتر جنون ہے۔ کیا یہ علم تمھارا ذاتی ہے، عطائے الٰہی سے نہیں؟ اہل کتاب کہلاتے ہو شاید، ایسا خدائی دعوٰی تو نہ کرو، ابھی چند روز ہوئے تم اس آلے سے جاہل تھے اللہ عزوجل نے تمھیں تمھاری بساط کے لائق عقل دی، ریاضی سکھائی، دنیا کمانے کی راہ بتائی، تمھارے ذہن میں اس کا طریقہ ڈالا، آنکھیں ہاتھ جوارح دیئے جن کے ذریعہ سے کام کر سکو، جس چیز کا کوئی آلہ بناؤ اور جس چیز پر اسے استعمال میں لاؤ انھیں تمھارے لئے مسخر کیا اسباب مہیا کر کے تمھارے دل میں اس کا خیال ڈالا پھر تمھارے جوارح کو کام کی طرف مصروف فرمایا پھر محض اپنی

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵

[2] " " ۹۶/ ۵

قدرتِ کاملہ سے بنادیا اور اس کا بننا تمھارے ہاتھوں پر ظاہر ہوا تم سمجھے ہم نے اپنی قدرت اپنے علم سے بنالیا اندھے ہمیشہ ایسا ہی سمجھا کرتے ہیں جو ظاہری سبب کے غلام اور حلقہ بگوش اور مسبب وخالق و عالم و قادر حقیقی سے غافل و بیہوش ہیں کذٰلك یطبع اللّٰہ علیٰ کل قلب متکبر جبار[1] (اللہ تعالیٰ یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔ ت) جیسے قارون ملعون جسے اللہ عزوجل نے بے شمار خزانے دیئے دنیا بھر کی نعمتیں بخشیں جب اس سے کہا گیا:

احسن کما احسن اللّٰہ الیك[2]

بھلائی کر جیسے اللہ نے تیرے ساتھ بھلائی کی۔ (ت)

تو کافر کیا بکتا ہے:

انما اوتیتہ علیٰ علم عندی[3] ط

یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو مجھے آتا ہے۔

پھر بدلا دیکھا کس مزے کا چکھا:

فخسفنا بہ وبدارہ الارض قف فما کان لہ من فئة ینصرونہ من دون اللّٰہ ق وما کان من المنتصرین[4]

دھنسا دیا ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں پھر نہ ہوئے اس کے کچھ یار کہ اسے بچالیتے اللہ کی گرفت سے اور نہ وہ مدد لاسکا۔

اور[2] اس علم کا غنی نہ ہونا خود بدیہی کہ ایک بے جان آلے کی بودگی پر ہے جب تک آلہ نہ تھا تو ڈاکٹر صاحب کچھ نہ کہہ سکتے تھے کہ میم صاحب کے پیٹ میں مس میڈیم ہے یا باوا لوگ، آزلی ابدی واجب[3] کیسے کہہ سکتے ہو جب تم خود ہی حادث فانی باطل ہو۔ ازلی بڑی چیز ہے ایامِ حمل ہی میں مدتوں اپنے جہل و عجز کا اقرار کرنا پڑے گا جب تک نطفہ صورت نہ پکڑے پانی کی بوند یا خون بستہ یا گوشت کا ٹکڑا رہے ڈاکٹر صاحب کی ڈاکٹری کچھ نہیں چل سکتی کہ نر نظر آتا ہے یا مادہ۔ کیا[5] تمھارا علم ثابت[6] ناقابلِ نقصان و زیادت ہے استغفر اللہ قبل مشاہدہ کی حالت کو مشاہدۂ اجمالی، مشاہدۂ اجمالی کو نظرِ تفصیلی، نظرِ تفصیلی بالائی کو نظر بعد تصریح عملی سے ملاؤ۔ حالتِ التفات و ذہول کا فرق دیکھو پھر طریان نسیان تو سرے سے ارتفاع ہے۔ کیا

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵
[2] القرآن الکریم ۲۸/ ۷۷
[3] ؍؍ ۲۸/ ۷۸
[4] ؍؍ ۲۸/ ۸۱

تمھارا علم کامل ہے، حاش للہ اضافات بتانے کی کیا قدرت کہ وہ غیر متناہی ہیں مثلاً اُس کے بدن کا کوئی ذرّہ لے لیجئے اور اس کی ماں کے بدن اور تمام اجسام عالم میں جتنے نقطے فرض کئے جا سکتے ہیں اس کے بدن کے ہر ذرّے کا اس ہر نقطہ ارضی وسماوی وشرقی وغربی وجنوبی وشمالی ونزدیک ودُور وموجود وحال وماضی واستقبال سے بعد بتاؤ یہ لاتعد ولاتحصٰے خطوط جو ہر نقطۂ جسم جنین سے تمام نقاط عالم تک نکل کر بیحد وبلیشمار زاویے بناتے آئے ہر زاویے کی مقدار بولو، نہ سہی یہی بتادو کتنے خطوط پیدا ہوں گے، نہ سہی یہی کہہ دو کہ تمام اجسام جہان میں کتنے نقطے نکلیں گے، نہ سہی اتنا ہی کہو کہ صرف جنین کے بدن میں کس قدر نقاط مانے جائیں گے اور جب یہ ادنیٰ علم جو علوم الٰہیہ متعلقہ بجنین کے کرور ہا کرور کے حصوں سے ایک حصہ بھی نہیں ایک جنین میں بھی اس قلیل کے اقل القلیل حصے کا جواب نہیں دے سکتے اگرچہ دنیا بھر کے ڈاکٹر و پادری اکٹھے ہو جاؤ تو باقی علوم کی کیا گنتی ہے حالانکہ واللہ العظیم یہ تمام علوم، تمام نسبتیں، تمام خطوط، تمام نقاط، تمام زاویے، تمام مقادیر گزشتہ وموجودہ وآئندہ تمام جن وبشر وحیوانات کے تمام حملوں میں رب العزت آنِ واحد میں معًا تفصیلاً ازلاً ابدًا جانتا ہے اور یہ اس کے بحارِ علوم سے ایک قطرہ بلکہ بے شمار یم سے ادنیٰ نم ہے اور یہ سب کا سب مع ایسے ایسے ہزار ہا علوم کے جن کی اجناسِ کلیہ تک بھی وہم بشری نہ پہنچ سکے شمار افراد درکنار سب انھیں دو۲ کلموں کے شرح میں داخل ہیں کہ یعلم مافی الارحام جانتا ہے جو کچھ پیٹ میں ہے۔ تمھاری تنگ نظری، کوتاہ فہمی دو۲ لفظ دیکھ کر ایسے سستے سمجھ لئے کہ ایک آلے کی ناچیز وبے حقیقت ہستی پر علم ارحام کے مدعی بن بیٹھے، ہاں نصب واضافات کو جانے دو کہ نامتناہی ہیں معدود ومحدود ہی اشیاء بتاؤ اور وہ بھی کسی ایک جنین کی نسبت اور وہ بھی خاص اپنے گھر کے کہ آدمی کو گھر کا حال خوب معلوم ہوتا ہے اپنا اور اپنی جورو کا واقعہ تو خود اسی پر گزرا اس کے سامنے ہی گزرا اور اوپر سے مدد دینے کو آلہ موجود۔ کوئی پادری صاحب آلہ لگا کر بولیں کہ جس وقت ان کی میم صاحب کو پیٹ رہا نطفہ کتنے وزن کا گرا تھا اس مین کتنے حیوان منوی تھے، گرتے وقت رحم کے کس حصّہ پر پڑا، رحم میں کتنی دیر بعد کون سی خمل ونقرہ میں مستقر ہوا، جب سے اب تک کتنا خونِ حیض اس کے کام آیا، یہ اصل نطفہ کس کس غذا کے کس کس کے جُز اور کتنے وزن کا فضلہ تھا، وہ کہاں کی مٹّی سے پیدا ہوئی تھی، کھانے کے کتنی دیر بعد اس نے صورتِ نطفیہ اخذ کی تھی، جب سے اب تک ایک ایک منٹ کے فاصلہ پر اس کی وزن ومساحت وہیأت میں کیا کیا اور کتنا کتنا تغیّر ہوا، حوادث مذکورہ بالا کے باعث جب سے اب تک میم صاحبہ کی رحم شریف کے بار اور کتنی کتنی دیر کو اور کس کس قدر سمٹی پھیلی، بچّہ کتنی دفعہ اور کس کس قدر اور کدھر کدھر کو پھُرپھُرایا، ہر جنبش پر وضعِ اعضا میں کیا کیا تغیّر ہوا۔ یہی سب احوال اب سے پیدا ہونے تک کس کس طرح گزریں گے، منٹ منٹ پر وضع ووزن ومساحت ومکان وحرکت وسکون و

غذا و احوال جنین و رحم میں کیا کیا تغیرات ہوں گے، یا وا لوگ رحم شریف میں کب تک لبسیں گے، کس گھنٹے منٹ سکنڈ تھرڈ پر برآمد ہوں گے، پہلے کون سا عضو آگے بڑھائیں گے، اس وقت کتنے فربہ کتنے دراز ہوں گے، دروازہ برآمد کی وسعت کس مقدار مخصوص تک چاہیں گے، آسانی گزر کو کتنی رطوبت کی پچکاریاں ساتھ لائیں گے، آپ کے بار زور لگائیں گے، میم صاحبہ سے کتنے کرائیں گے، کون سی چیخ پر باہر آئیں گے، برآمد بھی ہوں گے یا کچے ہی گر جائیں گے، جی بچے تو کیا عمر پائیں گے، کہاں کہاں بسیں گے، کیا کیا کھائیں گے، کس مشن میں لونڈے پڑھائیں گے، الیٰ غیر ذٰلك مما لا یعد و لا یحصی (اس کے علاوہ جن کی گنتی اور شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ت)۔

واللہ کہ تمام عالم کی تمام ماضی و موجود و مستقبل حملوں رحموں کے ایک ایک ذرہ احوال مذکورہ و غیر مذکورہ گزشتہ و موجودہ و آئندہ کو رب العزت عزوجل کا علم ازلاً ابداً معاً تفصیلاً محیط ہے اور یہ سب انھیں دو پاک کلمہ یعلم ما فی الارحام (جانتا ہے جو کچھ پیٹوں میں ہے۔ ت) کی شرح میں داخل، تم اپنے ہی گھر کے ایک ہی پیٹ کے مختصر احوال کے کروڑوں حصوں سے ایک حصہ کا بھی ہزارواں حصہ نہیں بتا سکتے اور عالم ارحام بننے کے مدعی نہ سہی ماضیہ و آتیہ کو بھی جانے دو صرف موجودہ ہی لو اور حالات میں بھی فقط موجودہ ہی پر قناعت کرو۔ کیا انھیں کو تمہارا علم عام ہے، سبحان اللہ!

اوّلاً ان کا بھی علم بالفعل کہاں، تمام عالم میں جتنے حمل اس وقت موجود ہیں سب کی گنتی تو کوئی بتا ہی نہیں سکتا سب کے حال پر اطلاع کجا۔

ثانیاً اچھا علم بالفعل سے بھی گزرو صرف بذریعہ آلہ امکان علم ہی پر قناعت کرو کہ گو ہمیں کچھ معلوم نہیں مگر جو پاس آئے اور قدرت ملے تو آلہ لگا کر جان سکتے ہیں اگرچہ صاف ظاہر کہ یہ علم نہ ہوا کھلا جہل و اقرارِ جہل ہوا، تاہم موجود حملوں میں آدمی کے حمل اور ہر گونہ جانور طیر و وحش و سباع و بہائم و ہوام سب کے سب گابھ داخل، ذرا کوئی پادری صاحب آلہ آپ لگا کر یا کسی ڈاکٹر صاحب سے لگوا کر بتائیں تو کہ چیونٹی کے پیٹ میں کے انڈے ہیں اُن میں کتنی چیونٹیاں ہیں کتنے چیونٹے ہیں۔ ایک چیونٹی کیا خفاش کے سوا سب پرند اور نیز مچھلیاں، سانپ، گرگٹ، گوہ، ناکا، سقنقور وغیرہا لاکھوں میں داخل نہ تھے۔

ثالثاً اور اتروں فقط بچے ہی والوں پر قناعت سہی کیا ان سب کے پیٹ آلے کے قابل ہیں۔

رابعاً خامساً تا عاشراً وغیرہ، اس سے بھی درگزروں فقط قابل آلہ بلکہ فقط

انسان بلکہ فقط امریکا یا انگلستان بلکہ فقط پادریان بلکہ فقط پادری فلاں بلکہ ان کے گھر کا بھی فقط ایک ہی پیٹ بلکہ وہ بھی فقط اُسی وقت جب بچّہ خوب بن لیا اور اپنی نہایت تصویر کو پہنچ چکا اور وہ بھی فقط اتنی دیر کے لئے جبکہ میم صاحبہ کے پیٹ میں آلہ لگا ہوا ہے کلام کروں اب لو لاکھوں عموم کے دریا سمٹ کر صرف بالشت بھر کی ایک ہی گھڑیا کی تلاش رہ گئی کیوں پادری صاحب! کیا آپ کے مافی الرحم میں صرف بچّہ کا آلۂ تناسل داخل ہے کہ نر مادہ بتایا اور یعلم ما فی الارحام صادق آیا اس کے اعضائے اندرونی کیا رحم میں نہیں جنین کے دل و دماغ گردے شُشش سپرز مثانے تلّی امعا معدے رگ پٹھے عظم عضلے ایک ایک پرزے کا وزن مقدار مساحت طول عرض عمق فربہی لاغری کے اختلافات غرض سب حالات صحیح صحیح محقق مفصل نہ فقط شرابی کی زق زق یا اندھے کی اٹکل بیان کرو۔ اچھا جانے دو اندرونی اعضائے آلہ و آلہ پرست سب کورے ہیں بیرونی ہی سطح کا حصہ سہی۔ بولو مسٹر میڈم! جو پیٹ میں جلوہ آرا ہیں ان کے سر پر کتنے بال ہیں، ہر بال کا طول کس قدر، عرض کتنا، عمق کس قدر، وزن کتنا، جلد میں مسام کتنے ہیں، ہر سوراخ کے ابعاد ثلثہ کیا کیا ہیں، ان میں کتنے باہم ایک دوسرے سے $\frac{9}{14}$ کی نسبت رکھتے ہیں ہر ایک باقی سے کتنا متفاوت ہے بغل اور سینے اور ران اور پیرا اور دونوں لب بالا چاروں لب زیریں وغیرہا جوڑوں وصلوں میں ہر ایک کا زاویہ کس حد و نہایت تک پھیل سکتا ہے، کے درجے دقیقے ثانیے عاشرے وغیرہا تک پہنچتا ہے دس تجاویف[عہ] ظاہرہ میں طبعاً و قسراً کہاں تک پھیلنے کی قابلیت ہے کہ اس سے ذرہ بھر قسر زائد واقع ہو تو قطعاً خارق ہو اور اس حد تک یقیناً تحمل کے قابل ولائق ہو تجاویف حاصلہ و تجاویف صالحہ میں ہر جگہ کتنا تفرقہ ہے الٰی غیر ذٰلک من احوال الزاھرۃ فی السطوح الظاھرۃ (اس کے علاوہ روشن احوال، ظاہر سطحوں میں۔ ت) یہ تمام تفاصیل تو یعلم ما فی الارحام کے لاکھوں سمندروں سے ایک خفیف

[عہ] پنج در نصف بالا صماخین و منخرین و دہن و پنج در نصف زیریں ثقبہ در قلہ جبل الزہرہ کہ سُرّہ و ناف نامند و سہ در دامان ازانہا دو در ابرۃ الزہرہ کہ بطر و نوف خوانندہ یکے پائینش کہ مہبل گویند کہ و پنجم فرجہ پسین ۱۲۔

پانچ اوپر والے نصف میں، دو کانوں کے اندر، دو ناک کے اندر اور ایک منہ۔ اسی طرح پانچ نیچے والے نصف میں، جبل الزہرہ کے بالائی حصہ میں سوراخ جسے سُرّہ اور ناف کہا جاتا ہے، اور تین اس کے دامان میں ہیں جن میں سے دو ابرۃ الزہرہ میں جن کا نام بظر اور نوف ہے اور ایک نیچے کی طرف جسے مہبل کہتے ہیں، اور پانچواں سوراخ پیچھے کی طرف ۱۲ (ت)

قطرہ بھی نہیں اسی کو بتادو۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین[1]۔
پھر اگر نہ بتاؤ اور ہرگز نہ بتا سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن ہیں آدمی اور پہاڑ، تیار رکھی ہے کافروں کے لئے۔

بالجملہ اس اعتراض کی ایک بہت ناقص نظیر یہ ہوسکتی کہ بادشاہِ تمام رُوئے زمین اپنی مدح کرے میں ہوں مالکِ خزائن عامرہ، میں ہُوں صاحبِ اموالِ متکاثرہ، میرے لئے ہیں بلاد وقریے کے محصول، پہاڑوں کے حاصل، صحراؤں کی کانیں، دریاؤں کے محاصل۔ یہ سُن کر ایک بے ادب، گستاخ، فقیر، قلاش، گداگر، بے معاش، لنجھا، بولا، اندھا، ہیولے چوتڑوں کے بَل گھسٹتا بادشاہی کے کسی گاؤں میں بادشاہی کی رعیت سے ہاتھ پاؤں جوڑ کر بادشاہی کے دیئے ہُوئے مال سے ایک پھُوٹی کوڑی مانگ لائے اور سرِ بازار تالیاں بجائے کہ لیجئے بادشاہ تو اپنے ہی آپ کو مالکِ خزائن واموال ومحاصل معادن وبحار وجبال بتاتا تھا یہ دیکھو مدّتوں مصیبت جھیل کر پاپڑ بیل کر ہم نے بھی ایک کانی کوڑی پائی ہے کیوں ہم بھی مالک خزائن ومحاصل بحار ہوئے یا نہیں، مسلمانو! نہ فقط مسلمانو، ہر قوم کے عاقلو! کیا اس اندھے کا ہلکا سا لقب مجنون نہ ہوگا کیا اس سے نہ کہا جائے گا کہ او بے عقل اندھے! کیا بادشاہ نے کہیں یہ فرمایا تھا کہ ہمارے خزانہائے عامرہ کے سوا ممکن نہیں کسی کے پاس کوئی پھوٹی کوڑی نکل سکے اگرچہ ہماری عطا کی ہُوئی ہو، حاش للہ! سلطان نے تو جابجا صاف فرمادیا ہے کہ ہم نے اپنی رعایا کو بہت اموال کثیرہ عطایائے عزیزہ انعام فرمائے ہیں اور ہمیشہ فرمائیں گے، ہاں اصل مالک ہمارے سوا کوئی نہیں، نہ ہمارے برابر کسی کا خزانہ ہو، او مجنوں اندھے! کیا یہ بھیک کی کوڑی لاکر تو اس کا ذاتی مالک بے عطائے سلطان ہوگیا یا اُس پھُوٹی کوڑی سے تیرا مال خزائن شاہی کے برابر ہولیا اور جب کچھ نہیں تو کس ملعون بنا پر فرمانِ شاہی کی تکذیب کرتا اور قہرِ جبار قہّار سے نہیں ڈرتا ہے۔ ہاں ہاں یہ پادری معترض اس اندھے سے بھی بہت بدتر حالت میں ہے اندھا فقیر اور وہ بادشاہ کبیر دونوں ان باتوں میں کانٹے کی تول برابر ہیں کہ دونوں مالک بالذات نہیں، دونوں مالک حقیقی نہیں، دونوں کی ملک مجازی حادث، دونوں کی ملک فانی زائل، دونوں حقیقت میں نرے محتاج، دونوں بیشمار خزانوں کے مجازًا بھی مالک نہیں، پھر اس کوڑی کو اس کے خزائن سے ایک نسبت ضرور کہ دونوں محدود اور ہر متناہی کو دوسری متناہی سے کچھ نسبت ضرور دے سکتے ہیں اگرچہ نسبت نما میں ہزار صفر لگا کر۔ بخلاف

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۴

علمِ حقیقی خالق وعلم اسمی مخلوق جن میں اصلاً کوئی تناسب ہی نہیں وہ ذاتی یہ عطائی، وہ غنی یہ محتاج، وہ ازلی یہ حادث، وُہ ابدی یہ فانی، وہ واجب یہ ممکن، وہ ثابت یہ متغیر، وہ کامل یہ ناقص، وہ محیط یہ قاصر، وہ ازلاً ابداً نامتناہی در نامتناہی در نامتناہی، یہ ہمیشہ ہر وقت معدود ومحدود، پھر متناہی کو نامتناہی سے کوئی نسبت بتا ہی نہیں سکتے کہ یہ اس کا فلاں حصّہ ہے، بھلا اُس اندھے کو تو ہر عاقل مجنون کہتا، اِن اندھوں کو کیا کہا جائے، یہ تو مجنون سے بھی کئی لاکھ درجے بدتر ہُوئے، اور اندھے پن میں بھی اس سے کہیں بڑھ کر، اس کی آنکھیں تو باقی ہیں اگرچہ بے نور ہیں، یہاں آنکھوں کا نشان تک نہیں، ہاں ہاں کون سی آنکھیں، یہ دوچتلی کوڑیاں نہیں خر و خوک سب کے منہ پر لگی ہوتی ہیں بلکہ دل کی، جنھیں قرآن عظیم میں فرماتا ہے :

فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[1]

تو ہے یُوں کہ ان کافروں کی آنکھیں اندھی نہیں وہ دل اندھے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

والعیاذ باللہ رب العٰلمین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خیر کسی کافر سے کیا شکایت، مجھے تو ان ناسمجھ مسلمانوں سے تعجب آتا ہے جو مہمل و بے معنی شکوک واہیہ سُن کر متحیر ہوتے ہیں، سبحان اللہ، اللہ اللہ اللہ، کہاں اللہ ربّ السمٰوٰت والارض عالم الغیب و الشہادۃ سبحٰنہ وتعالٰی اور کہاں کوئی بے تمیز بونگا ہیولٰی ہبنقہ ناپاک ناشستہ کھڑے ہوکر مُوتنے والا ع

ببیں کہ از کہ بریدی و باکہ پیوستی

(دیکھا تُو نے کس سے قطع تعلق کیا اور کس کے ساتھ منسلک ہوا ہے۔ ت)

خدارا انصاف، وہ عقل کے دشمن، دین کے رہزن، جنم کے کودن کہ ایک اور تین میں فرق نہ جانیں، ایک خدا کے تین مانیں، پھر ان تینوں کو ایک ہی جانیں، بے مثل بے کفو کے لئے جورو بتائیں، بیٹا ٹھہرائیں، اس کی پاک باندی سُتھری کنواری پاکیزہ بتول مریم پہ ایک بڑھئی کی جورو ہونے کی تہمت لگائیں، پھر خاوند کی حیات خاوند کی موجودگی میں بی بی کے جو بچہ ہوا سے دوسرے کا گائیں، خدا کا بیٹا ٹھہرا کر ادھر کافروں کے ہاتھ سے سُولی دلوائیں، ادھر آپ کے خون کے پیاسے بوٹیوں کے بھُوکے روٹی کو اس کا گوشت بنا کر دَر دَر چبائیں، شراب ناپاک کو اس پاک معصوم کا خون ٹھہرا کر غٹ غٹ چڑھائیں، دنیا یوں گزری اُدھر موت کے بعد کفّارے کو اسے بھینٹ کا بکرا بنا کر جہنم بھجوائیں، لعنتی کہیں ملعون بنائیں، اے سبحان اللہ اچھا خدا جسے سُولی دی جائے، عجب خدا جسے دوزخ جلائے۔ طرفہ خدا جس پر لعنت آئے جو بکرا بنا کر بھینٹ دیا جائے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

اے سبحان اللہ باپ کی خدائی اور بیٹے کو سولی، باپ خدا بیٹا کس کھیت کی مولی، باپ کی جہنم کو بیٹے ہی سے لاگ، سرکشوں کو چھٹی بے گناہ پر آگ، اُمتی ناجی رسول ملعون، معبود پر لعنت بندے مامون۔ تف تف وہ بندے جو اپنے ہی خدا کا خون چکھیں، اسی کے گوشت پر دانت رکھیں۔ اُف اُف وہ گندے جو انبیاء و رسل پر وہ الزام لگائیں کہ بھنگی چمار بھی جن سے گھن کھائیں، سخت فحش بیہودہ کلام گھڑیں اور کلام الٰہی ٹھہرا کر پڑھیں، زہ زہ بندگی خہ خہ تعظیم پہ پہ تہذیب قہ قہ تعلیم (مثال کے لئے دیکھو بائبل پرانا عہد نامہ یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۲۳ ورس[عہ] ۱۵ تا ۱۸) خدا کا معاذ اللہ زنا کی خرچی کو مقدس ٹھہرانا اور اپنے مقربوں کے لئے اسے چن رکھا کہ کھائیں اور مستائیں۔ ایضاً کتاب پیدائش باب ۱۹ ورس[عہ۲] ۳۰ تا ۳۸ سیدنا لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاذ اللہ اپنی دختروں سے زنا کرنا بیٹیوں کا باپ سے حاملہ ہو کر بیٹے جننا۔ ایضاً کتاب دوم اشمویل نبی باب ۱۱ ورس[عہ۳] ۲ تا ۵ سیدنا داؤد

[عہ] وہ عبارت یہ ہے (۱۵) اس دن ایسا ہوگا کہ صور کسی بادشاہ ایام کے مطابق ستر برس تک فراموش ہو جائیگی، اور ستر برس کے پیچھے صور کو چھنال کے مانند گیت گانے کی نوبت ہوگی (۱۶) او چھنال جو کہ فراموش ہوگئی ہے بربط اٹھالے اور شہر میں پھرا کر تار کو خوب چھیڑ اور بہت سی غزلیں گا تا کہ تجھے یاد کریں (۱۷) کیونکہ ستر برس کے بعد ایسا ہوگا کہ خداوند صور کی خبر لینے آئے گا اور پھر خرچی کے لئے جائے گی اور روئے زمین کی ساری مملکتوں سے زنا کرے گی (۱۸) لیکن اس کی تجارت اور اس کی خرچی خداوند کے لئے مقدس ہوگی اس کا مال ذخیرہ نہ کیا جائے گا اور رکھ چھوڑا جائے گا بلکہ اس کی تجارت کا حاصل ان کے لئے ہوگا جو خداوند کے حضور رہتے ہیں کہ کھا کے سیر ہوں اور نفیس پوشاک پہنیں۔

[عہ۲] (۳۰) لوط اپنی دونوں بیٹیوں سمیت پہاڑ پر جا رہا (۳۱) پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا (۳۲) آؤ ہم باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم بستر ہوں (۳۳) پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم بستر ہوئی (۳۴) دوسرے روز پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا دیکھ کل رات میں اپنے باپ سے ہمبستر ہوئی آؤ آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کے اس سے ہمبستر ہو (۳۵) سو اس رات چھوٹی اس سے ہمبستر ہوئی (۳۶) سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں (۳۷) اور بڑی ایک بیٹا جنی اس کا نام موآب رکھا وہ موآبیوں کا جواب تک ہیں باپ ہو (۳۸) اور چھوٹی بھی ایک بیٹا جنی اس کا نام بنی عمی رکھا وہ بنی عمون کا جواب تک ہیں باپ ہوا اھ مختصراً ۱۲۔

[عہ۳] (۲) ایک دن شام کو داؤد چھت پر ٹہلنے لگا وہاں سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی (۳) تب داؤد نے اس عورت کا حال دریافت کرنے آدمی بھیجے انھوں نے کہا حتی اوریاہ کی جورو (۴) داؤد نے لوگ بھیج کے اس عورت کو بلالیا اور اس سے ہمبستر ہوا وہ اپنے گھر چلی گئی (۵) اور وہ عورت حاملہ ہوگئی سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں اھ مختصراً۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے ہمسایے کی خوبصورت جورو کو ننگی نہاتے دیکھ کر بلانا اور معاذ اللہ اس سے زنا کر کے پیٹ رکھانا، ایضاً کتاب حزقیل نبی باب ۲۳ درس یکم تا ۲۱ معاذ اللہ خدا کی دو جوروؤں کا قصہ

ع۵ (۱) خداوند کا کلام مجھے پہنچا اس نے کہا (۲) اے آدم زاد! دو عورتیں تھیں جو ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں (۳) انھوں نے مصر میں زناکاری کی وے اپنی جوانی میں یار باز ہوئیں وہاں ان کی چھاتیاں ملی گئیں ان کی بکر کے پستان چھوئے گئے (۴) ان میں بڑی کا نام اہولہ اور اس کی بہن اہولیبہ اور وے میری جورواں ہوئیں (۵) اہولیبہ جن دنوں میں میری تھی چھنالا کرنے لگی اور اسوریوں پہ عاشق ہوگئی (۶) وے سرلشکر اور حاکمان تھے دلپسند جوان ارغوانی پوشاک (۷) اس نے ان سب کے ساتھ چھنالہ کیا (۸) اس نے ہرگز اس زناکاری کو جو اس نے مصر میں کی تھی نہ چھوڑا کیونکہ انھوں نے اس کی بکر کی پستانوں کو ملا تھا اور اپنی زنا اس پر انڈیلی تھی (۹) اس لئے میں نے اس کے یاروں کے یاروں کے ہاتھ میں، ہاں اسوریوں کے ہاتھ میں ہاں اسوریوں کے ہاتھ میں جن پر وہ مرتی تھی کر دیا (۱۰) انھوں نے اسکو بے ستر کیا (۱۱) اس کی بہن اہولیبہ نے یہ سب کچھ دیکھا پر وہ شہوت پرستی میں اس سے بدتر ہوئی، اس نے اپنی بہن کی زناکاری سے زیادہ زناکاری کی (۱۲) وہ بنی اسور جو اس کے ہمسایہ تھے جو بھڑکیلی پوشاک پہنتے اور گھوڑوں پر چڑھتے اور دلپسند جوان تھے، عاشق ہوئی (۱۳) اور میں نے دیکھا کہ وہ بھی ناپاک ہوگئی (۱۴) بلکہ اس نے زناکاری زیادہ کی کیونکہ جب اس نے دیوار پر مردوں کی صورتیں دیکھیں کسدیوں کی تصویریں شنگرف سے کھچی تھیں (۱۵) کمروں پر پٹکے کسے، سروں پر اچھی رنگین پگڑیاں (۱۶) تب دیکھتے ہی وہ ان پہ مرنے لگی اور قاصدوں کو ان کے پاس بھیجا (۱۷) سو بابل کے بیٹے اس پاس آکے بستر پر چڑھے اور انھوں نے اس سے زنا کر کے اسے آلودہ کیا اور جب وہ ان سے ناپاک ہوئی تو اس کا جی ان سے بھر گیا (۱۸) تب اس کی زناکاری علانیہ ہوئی اور اس کی برہنگی بے ستر ہوئی تب جیسا میرا جی اس کی بہن سے ہٹ گیا تھا ویسا میرا دل اس سے بھی ہٹا (۱۹) اس پر بھی اس نے اپنی جوانی کے دنوں کو یاد کر کے جب وہ مصر کی زمین میں چھنالا کرتی تھی زناکاری پر زناکاری کی (۲۰) سو وہ پھر اپنے ان یاروں پہ مرنے لگی جن کا بدن گدھوں کا سا بدن اور جن کا انزال گھوڑوں کا سا انزال تھا (۲۱) اس طرح تو نے اپنی جوانی کی شہوت پرستی کہ جس وقت مصری تیری جوانی کے پستانوں کے سبب تیری چھاتیاں ملتے تھے یاد دلائی اھ ملخصاً۔

اور سخت شرمناک الفاظ میں ان کی بیحد زنا کاریوں سے شہوت رانیوں کا تذکرہ نیا عہدنامہ پولس رسول کا خط گلیٹوں کو باب ۳ ورس۱۳ عــہ نصارٰی کے یسوع مسیح مصنوع کا ملعون ہونا الٰی غیر ذٰلک مما لا یعد ولا یحصی۔

اٰمنّا باللّٰہ وما انزل الینا وما انزل الٰی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی وعیسٰی وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون[1]

ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اُترا اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور ان کی اولاد پر، اور جو عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں۔ (ت)

الا لعنۃ اللّٰہ علی الظٰلمین ○ الذین یصدون عن سبیل اللّٰہ ویبغونھا عوجا وھم بالاٰخرۃ ھم کٰفرون[2]

ارے ظالموں پر خدا کی لعنت جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔ (ت)

ان الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لا یفلحون[3]

وُہ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ (ت)

فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم ثم یقولون ھٰذا من عند اللّٰہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون[4]

توخرابی ہے ان کے لئے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں، تو خرابی ہے ان کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کے لئے اس کمائی سے۔ (ت)

اللہ اللہ یہ قوم یہ قوم یہ سراسر لوم، یہ لوگ یہ لوگ جنھیں عقل سے لاگ جنھیں جنون کا روگ، یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون،

عــہ مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکا دیا گیا سو لعنتی ہے ۱۲۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۶
[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸ و ۱۹
[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۹ و ۱۶/ ۱۱۶
[4] القرآن الکریم ۲/ ۷۹

ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم (بے شک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، اور نہیں ہے گناہ سے بچنے کی طاقت اور نہ نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ تعالٰی کی توفیق سے جو بلندی وعظمت والا ہے۔ ت) یہ پہلے اپنی ساختہ بائبل تو سنبھالیں قاہر اعتراض باہر ایراد اس پر سے اٹھالیں، انگریزی میں ایک مثل کیا خوب ہے کہ شیش محل کے رہنے والو پتھر پھینکنے کی ابتدا نہ کرو یعنی رب جبار قہار کے محکم قلعوں کو تمہاری کنکریوں سے کیا ضرر پہنچ سکتا ہے مگر ادھر سے ایک پتھر بھی آیا تو حجارۃ من سجیل (کنکر کا پتھر۔ ت) کا سماں کعصف ماکول (کھائی ہوئی کھیتی۔ ت) کا مزہ چکھادے گا۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] ۝ و اٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خاتم النبیین سیدنا ومولانا محمد و اٰلہ وصحبہٖ اجمعین اٰمین!

اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ اور ہماری دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا، اور درود و سلام ہو آخری نبی پر جو ہمارے آقا و مولا محمد مصطفٰی ہیں اور آپ کے تمام آل واصحاب پر، آمین! (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۶۸ تا ۴۸۷)

(۴۳) سوال ہوا کہ قرآن مجید میں اہلِ نار کی حالت یُوں لکھی ہے "لایموت فیھا ولایحیٰی"۔ اس سے ارتفاع نقیضین لازم آتا ہے تو یہ کیسے جائز ہوگا؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

قرآن عظیم محاورۂ عرب پر اُترا ہے،

قال اللہ تعالٰی "فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون[2] ۝"

اللہ تعالٰی نے فرمایا، تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بیشک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔ (ت)

اور عرب بلکہ تمام عرب وعجم کا محاورہ ہے کہ ایسی کرب شدید و مصیبت مدید کی زندگی کو یوں ہی کہتے ہیں کہ نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں نہ زندوں میں نہ مُردوں میں، لاحی فیرجی ولامیت فیرثی (نہ زندہ ہے کہ امید رکھی جائے اور نہ مُردہ ہے کہ مرثیہ کہا جائے۔ ت) اس کا بیان دوسری آیتِ کریمہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[2] " ۵۱/ ۲۳

میں ہے کہ:

یاتیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت[1]ط

اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور مرے گا نہیں۔

یاتیہ الموت من کل مکان یہ "لایحیٰی" ہوا، اور ماھو بمیت یہ "لایموت فیھا" ہوا، اور موت وحیات نقیضین نہیں کہ انسان نہ موت ہے نہ حیات، بلکہ ان میں تقابل وتضاد ہے اگر موت وجودی ہے، اور عدم وملکہ اگر عدمی۔

والاول ھوالصحیح عندی لظاھر قولہ تعالٰی "خلق الموت والحیٰوۃ[2] ولحدیث ذبح الکبش یوم القیٰمۃ[3]"

اور اول ہی میرے نزدیک صحیح ہے اللہ تعالیٰ کے ظاہر فرمان کی وجہ سے کہ اس نے موت اور حیات کو پیدا کیا، اور قیامت کے دن مینڈھے کو ذبح کرنے والی حدیث کی وجہ سے۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۸۸، ۴۸۹)

(۴۴) آیۂ کریمہ "فلما اخذتھم الرجفۃ[4]" میں رجفہ کا معنٰی ایک شخص "کڑکڑانا" اور دوسرا "زلزلہ" بتاتا ہے، کون سا معنٰی صحیح ہے؟ اس سوال کے جواب میں لفظ رجفہ کی معنوی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا:

رجفہ کے معنٰی میں یہ کڑکڑانا محض باطل وبے اصل ہے جس پر نہ لغت شاہد نہ تفسیر، تو یہ ضرور تفسیر بالرائے ہے اور اس کا حصر کرنا کہ یہی ہیں حضرت عزت عظمتہ پر افترا، اور اس کا استدلال کہ وہ سببِ استدلال آیت میں دوسری تحویل اور لفظ کو حقیقت سے مجاز کی طرف تبدیل ہے کہ اخذِ عذاب حقیقت ہے اور سبب کی طرف اسناد مجاز یا بحذف مضاف تقدیر وبال کی جائے، بہر حال محض بلاوجہ بلکہ بلا مجال وحی عدول بہ مجاز ہے کہ باطل و نامجاز ہے۔ اسی قصہ میں دوسری جگہ فاخذتکم الصٰعقۃ[5] (تو تم کو صاعقہ نے پکڑا۔ت) فرمایا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۱۷

[2] " " ۶۷/ ۲

[3] روح البیان تحت آیۃ وفدیناہ بذبح عظیم ۲۳/ ۴۷۷ ومرقاۃ المفاتیح تحت الحدیث ۵۵۹۱ ۹/ ۵۵۵

[4] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۵

[5] " " ۲/ ۵۵

صاعقہ کے معنٰی میں بھی اسی دلیل سے یہی کڑکڑانا ہوگا بلکہ جہاں جہاں قرآن عظیم نے اقوالِ کفار پر نار یا حمیم یا غساق وغیرہا کا ذکر فرمایا ہے ان سب کے معنٰی میں یہی کڑکڑانا آئے گا کہ یہی اس عذاب کا سبب ہوا ایسی بات علم تو علم عقل سے بعید ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۸۹، ۴۹۰)

(۴۵) ایک تفسیری قول کے حوالہ سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

دُرمنثور جلد ۴ ص ۵۸:

اخرج ابن المنذر وابن مردویہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یأتی اُحدا کل عام فاذا تفوہ الشعب سلم علی قبور الشہداء فقال "سلم علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" وابوبکر وعمر وعثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہم[1]

ابن منذر اور ابن مردویہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سیدنا حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تخریج کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال اُحد میں تشریف لاتے تھے، جب گھاٹی کی فراخی میں داخل ہوتے تو قبورِ شُہداء پر سلام کہتے ہوئے یوں فرماتے: سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گیا ہی خُوب مِلا۔ سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (ت)

ابن جریر جلد ۱۳ ص ۸۴:

حدثنی المثنی ثنا سوید قال اخبرنا ابن المبارک عن ابراہیم بن محمد عن سہل بن ابی صالح عن محمد بن ابراہیم قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یأتی قبور الشہداء علی رأس کل حول فیقول "السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" وابوبکر وعمر وعثمٰن[2] رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

مجھے مثنٰی نے بحوالہ سوید حدیث بیان کی، سوید نے کہا ہمیں ابن المبارک نے خبر دی، انھوں نے ابراہیم بن محمد سے، انھوں نے سہل بن ابو صالح سے، انھوں نے محمد بن ابراہیم سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال کے اختتام پر شہداء کی قبروں پر تشریف لاتے اور یُوں فرماتے: تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کا

---

[1] الدر المنثور تحت الآیۃ ۱۳/ ۲۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۵۶۷، ۵۶۸

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۱۳/ ۲۴ " " " " ۱۳/ ۱۷۰

بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (ت)

تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۲۹۵:

عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یأتی قبور الشہداء رأس کل حول فیقول "السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" والخلفاء الاربعۃ ھکذا کانوا یفعلون[1] رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال کے اختتام پر شہیدوں کی قبروں پر تشریف لاتے اور یوں فرماتے: سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو آخرت کا گھر کیا ہی خوب ملا۔ خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (ت)

تفسیر نیشاپوری جلد ۱۳ ص ۹۲:

وروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یأتی قبور الشہداء علی رأس کل حول فیقول "سلم علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار[2]"

نبی انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال کے اختتام پر شہیدوں کی قبروں پر تشریف لاتے اور یوں فرماتے: سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۹۰ تا ۴۹۲)

(۴۶) قرآن مجید کی تیس ۳۰ پاروں پر تقسیم سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

پاروں پر تقسیم امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نہ کی نہ کسی صحابی نہ کسی تابعی نے۔ معلوم نہیں اس کی ابتدا کس نے کی، یہ بہت حادث ہے، ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے اس کی ابتداء کی اس نے اپنے پاس کے مصحف شریف کو تیس ۳۰ حصوں پر کہ باعتبار عدد اوراق مساوی تھے تقسیم کرلیا اور یہ تقسیم ان ان مواقع پر آکے واقع ہوئی، اور یہی ان بلاد میں رائج ہوگئی، سب جگہ اس پر اتفاق بھی نہیں بلکہ شام وغیرہ کی تقسیم اس سے کچھ مختلف ہے۔ بہرحال یہ کچھ ضروری بات نہیں، نہ اس کے ماننے میں حرج۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۹۲)

(۴۷) قرآن مجید پر اعراب لگانے سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا:

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۱۳/ ۲۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹/ ۳۷

[2] غرائب القرآن ” ” مصطفٰی البابی مصر ۱۳/ ۸۳

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قرآن عظیم کی عبارت کریمہ نازل ہوئی عبارت میں اعراب نہیں لگائے جاتے حضور کے حکم سے صحابہ کرام مثل امیر المومنین عثمان غنی و حضرت زید بن ثابت و امیر معاویہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم اسے لکھتے ان کی تحریر میں بھی اعراب نہ تھے یہ تابعین کے زمانے سے رائج ہوئے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۹۲ ، ۴۹۳)

(۴۸) بوقتِ ذکرِ ولادتِ مبارکہ قیام تعظیمی کے اثبات میں رسالہ "اقامۃ القیامۃ علٰی طاعن القیام لنبی تہامۃ" میں فرمایا:

مقام اوّل: اللہ عزوجل نے شریعتِ غرا، بیضا، زہرا، عامہ، تامہ، کاملہ، شاملہ اتاردی اور بحمدہٖ تعالٰی ہمارے لئے ہمارا دین کامل فرمادیا اور اس کے کرم نے اپنے حبیب اکرم حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صدقہ میں اپنی نعمت ہم پر تمام فرمادی۔ قال اللہ تعالٰی:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا[1]۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند فرمایا۔ (ت)

والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی من بہ انعم علینا فی الدنیا والدین و بہ ینعم ان شاء اللہ تعالٰی فی الاٰخرۃ الٰی ابد الاٰبدین۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور درود نازل ہو اس ذات پر جس کے صدقے اللہ تعالٰی نے دین و دنیا کی نعمتیں ہمیں عطا فرمائیں، اور ان کے طفیل ان شاء اللہ ابدالآباد تک آخرت کی نعمتیں بھی ہمیں عطا ہوں گی۔ (ت)

الحمد للہ ہماری شریعتِ مطہرہ کا کوئی حکم قرآن عظیم سے باہر نہیں، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

حسبنا کتاب اللہ[2] (ہمیں قرآن عظیم بس ہے۔ ت)

مگر قرآن عظیم[ع] کا پورا سمجھنا اور ہر جزئیہ کا صریح حکم اس سے نکال لینا عام کو نامقدور ہے اس لئے قرآن کریم

ع: قرآن امام حدیث ہے، حدیث امام مجتہدین، مجتہدین امام علماء، علماء امام عوام الناس۔ اس سلسلہ کا توڑنا گمراہ کا کام۔

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۳

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲

نے دو مبارک قانون ہمیں عطا فرمائے :

اوّل : مااٰتکم الرسول فخذوہ و ما نھٰکم عنہ فانتھوا۔[1]

جو کچھ رسول تمھیں دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

اقول (میں کہتا ہوں ۔ ت) "لو" صیغہ امر کا ہے اور امر وجوب کے لئے ہے تو پہلی قسم واجباتِ شرعیہ ہوئی، اور "باز رہو" نہی ہے، اور نہی منع فرمانا ہے، یہ دوسری قسم ممنوعاتِ شرعیہ ہوئی۔

حاصل یہ کہ اگرچہ قرآن مجید میں سب کچھ ہے :

ونزلنا علیك الکتٰب تبیانا لکل شیئ۔[2]

اے محبوب ! ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری جس میں ہر شے ہر چیز ہر موجود کا روشن بیان ہے۔

مگر اُمت اسے بے نبی کے سمجھائے نہیں سمجھ سکتی، لہذا فرمایا :

وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانُزّل الیھم۔[3]

اے محبوب ! ہم نے تم پر یہ قرآن مجید اتارا کہ تم لوگوں کے لئے بیان فرمادو جو کچھ اُن کی طرف اُترا ہے۔

یعنی اے محبوب ! تم پر تو قرآن حمید نے ہر چیز روشن فرمادی اس میں جس قدر امت کے بتانے کو ہے وہ تم ان پر روشن فرمادو، لہذا آیۂ کریمہ اولٰی میں نزلنا علیك فرمایا جو خاص حضور کی نسبت ہے اور آیۂ کریمۂ ثانیہ میں ما نزّل الیھم فرمایا جو نسبت بہ امت ہے۔

دوم : فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔[4]ع

علم والوں سے پوچھو جو تمھیں نہ معلوم ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۴۹۷ تا ۴۹۹)

ع اس آیۂ کریمہ کے متصل ہی کریمۂ ثانیہ ہے :

ان کنتم لا تعلمون بالبیّنٰت والزبر وانزلنا الیك الذکر[5] الاٰیۃ۔

اگر تمھیں علم نہیں تو روشن دلیلوں اور کتابوں کے جاننے والوں سے پوچھو اور اے محبوب ! ہم نے تمھاری طرف یہ قرآن مجید اتارا الآیۃ۔ (ت) (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۷
[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹
[3] " ۱۶/ ۴۴
[4] " ۱۶/ ۴۳ والانبیاء ۷
[5] " ۱۶/ ۴۳ و ۴۴

9

(۴۹) وہابیہ صرف تسکینِ عوام کے لئے قرآن وحدیث کا نام لیتے ہیں، چنانچہ اس کی تائید میں فرمایا:
ان سب کے مُنہ سے قرآن وحدیث کا نام محض برائے تسکین عوام ہے کہ کھلا منکر نہ جان لیں ورنہ حالت وہ ہے جو ان کے مذہبی قرآن تقویۃ الایمان سے ظاہر، جو کہے "اللہ ورسول نے غنی کر دیا وہ مشرک"[1]، حالانکہ حالانکہ خود قرآن عظیم فرماتا ہے:

اغنٰھم اللّٰہ ورسولہ من فضلہ[2]

اللہ ورسول نے انھیں دولتمند کر دیا اپنے فضل سے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مصنف نے یہاں معالم التنزیل کے حاشیہ پر تحریر فرمایا:

اقول ھذا من محاسن نظم القراٰن العظیم امر الناس ان یسئلوا اھل الذکر العلماء بالقراٰن العظیم وارشد العلماء ان لا یعتمدوا علٰی اذھانھم فی فھم القراٰن بل یرجعوا الٰی مابیّن لھم النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فرد الناس الی العلماء والعلماء الی الحدیث والحدیث الی القراٰن وان الی ربک المنتھٰی فکما ان المجتھدین لو ترکوا الحدیث ورجعوا الی القراٰن لضلوا کذٰلک العامۃ لو ترکوا المجتھدین ورجعوا الی الحدیث فضلوا ولھذا قال الامام سفیٰن بن عیینۃ احد ائمۃ الحدیث قریب زمن الامام الاعظم والامام المالک رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم الحدیث مضلۃ الا للفقھاء نقلہ عنہ الامام ابن الحاج المکی فی المدخل[3]

میں کہتا ہُوں کہ یہ عبارت قرآن عظیم کی خوبیوں سے ہے، لوگوں کو حکم دیا کہ علماء سے پوچھو جو قرآن مجید کا علم رکھتے، اور علماء کو ہدایت فرمائی کہ قرآن کے سمجھنے میں اپنے ذہن پر اعتماد نہ کریں بلکہ جو کچھ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیان فرمایا اس کی طرف رجوع لائیں، تو لوگوں کو علماء کی طرف پھیرا اور علماء کو حدیث کی طرف اور حدیث کو قرآن کی طرف، اور بیشک تیرے رب ہی کی طرف انتہا ہے، تو جس طرح مجتہدین اگر حدیث چھوڑ کر قرآن کی طرف رجوع کرتے بہک جاتے، یونہی غیر مجتہد اگر مجتہدین کو چھوڑ کر حدیث کی طرف رجوع لائیں تو ضروری گمراہ ہوجائیں، اسی لئے امام سفیان بن عیینہ نے کہ امام اعظم و امام مالک کے زمانہ کے قریب حدیث کے اماموں سے تھے فرمایا کہ حدیث بہت گمراہ کر دینے والی ہے مگر فقہاء کو۔ اسے امام ابن حاج مکی نے ان سے مدخل میں نقل فرمایا ۱۲ مصحح غفرلہ (ت)

---

[1] تقویۃ الایمان
[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۴
[3] تعلیقات المصنف علٰی معالم التنزیل تحت الآیۃ ۱۶/ ۴۳، ۴۴ مرکزی مجلس رضا لاہور ص ۴۲

محمد بخش، احمد بخش نام رکھنا شرک، حالانکہ خود قرآن حمید فرماتا ہے کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب حضرت سیدتنا مریم کے پاس آئے کیا کہا یہ کہ:

انما انا رسول ربك لاھب لك غلمًا زكيا[1]

میں تمھارے رب کا رسول ہوں اس لئے کہ میں تم کو ستھرا بیٹا دوں۔

صرف محمد بخش نام شرک ہوا حالانکہ وہ معنی عطا میں متعین بھی نہیں، بخش بہرہ و حصہ کو بھی کہتے ہیں تو جبریل کہ صریح لفظوں میں اپنا بیٹا دینا کہہ رہے ہیں دین اسمٰعیلی میں کیسے مشرک نہ ہوں گے اور قرآن عظیم کہ اس شرک وہابیت کو ذکر فرما کر مقرر رکھتا ہے کیوں نہ اسے شرک پسند کتاب ٹھہرائیں گے۔

(فتاوی رضویہ ۲۶ ص ۵۰۴)

(۵۰) ذکرِ نبی بعینہٖ ذکرِ خدا ہے، اس نکتہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اب سنئے ذکر الٰہی کی خوبی شرع سے مطلقاً ثابت:

قال اللہ تعالیٰ "اذکروا اللہ ذکرًا کثیرا[2]"

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) خدا کو یاد کرو بہت یاد کرنا۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء و اولیاء[ف] اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یاد میں خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد ہے تو اسی لئے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں یہ اللہ کے ولی ہیں، معہذا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد مجالس و محافل میں یونہی ہوتی ہے کہ حضرت حق تبارک و تعالیٰ نے انھیں یہ مراتب بخشے یہ کمال عطا فرمائے اب چاہے اسے نعمت سمجھ لو یعنی ہمارے آقا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایسے ہیں جنھیں حق سبحانہ، و تعالےٰ نے ایسے درجے دیئے اس وقت یہ کلام کریمہ ورفع بعضھم درجات[3] (اور کوئی وہ ہے جس کو سب پر درجوں بلند کیا۔ ت) کی قبیل سے ہوگا، چاہے حمد سمجھ لو یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے اس وقت یہ کلام کریمہ سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ[4] (پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ ت) و آیہ کریمہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی[5] (وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔ ت) کے طور پر ہو جائے گا۔ حق سبحانہ، و تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرماتا ہے: ورفعنا لك ذكرك[6] اور بلند کیا ہم نے تمھارے لئے تمھارا ذکر۔

ف: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر بعینہٖ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۱۹ [2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۱ [3] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۳
[4] " ۱۷/ ۱ [5] " ۹/ ۳۳ [6] " ۹۴/ ۴

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی شفاء شریف میں اس آیۃ کریمہ کی تفسیر سیدی ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں :

جعلتك ذکرا من ذکری فمن ذکرك ذکرنی۔[1]

یعنی حق تعالٰی اپنے حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمھیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمھارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا۔

بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کرسکتا کہ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد بعینہٖ خدا کی یاد ہے پس بحکمِ اطلاق جس جس طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی حسن ومحمود ہی رہے گی اور مجلس میلاد وصلٰوۃ بعد اذان وغیرہما کسی خاص طریقے کے لئے ثبوت مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہو گی ہاں جو کوئی ان طُرق کو ممنوع کہے وہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے، اسی طرح نعمتِ الٰہی کے بیان و اظہار کا ہمیں مطلقاً حکم دیا گیا،

قال اللہ تعالٰی "واما بنعمۃ ربك فحدث۔[2]"

(اللہ تعالٰے نے فرمایا) اپنے رب کی نعمت خوب بیان کرو۔

اور ولادتِ اقدس حضور صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام نعمتوں کی اصل ہے تو اس کے خوب بیان و اظہار کا نص قطعی قرآن سے ہمیں حکم ہوا اور بیان و اظہار مجمع میں بخوبی ہوگا تو ضرور چاہئے کہ جس قدر ہو سکے لوگ جمع کئے جائیں اور انھیں ذکرِ ولادت باسعادت سنایا جائے اسی کا نام مجلس میلاد ہے علٰی ہذا القیاس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مسلمان کا ایمان ہے اور اس کی خوبی قرآن عظیم سے مطلقاً ثابت۔ قال اللہ تعالٰے :

انا ارسلنك شاھدا ومبشرا ونذیرا ○ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔[3]

اے نبی! ہم نے تمھیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو! تم خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم کرو۔

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الاول الفصل الاول دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۱

[2] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱

[3] 〃 〃 ۴۸/ ۸، ۹

وقال تعالٰی ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانہا من تقوی القلوب[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ بیشک دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

وقال تعالٰی ومن یعظم حرمٰت اللّٰہ فھو خیر لہ عند ربہ[2]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) جو تعظیم کرے خدا کی حُرمتوں کی تو یہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے رب کے یہاں۔

پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقے سے کی جائے گی حسن ومحمود رہے گی اور خاص خاص طریقوں کے لئے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا، ہاں اگر کسی خاص طریقہ کی بُرائی بالتخصیص شرع سے ثابت ہوجائے گی تو وہ بیشک ممنوع ہوگا جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سجدہ کرنا یا جانوروں کو ذبح کرتے وقت بجائے تکبیر حضور کا نام لینا۔ اسی لئے علامہ ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

تعظیم النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللّٰہ تعالٰی فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللّٰہ ابصارھم[3]

یعنی نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی تعظیم تمام انواعِ تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالٰے کے ساتھ الوہیت میں شریک کرنا لازم نہ آئے ہر طرح امرِ مستحسن ہے ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ نے نور بخشا ہے۔

پس یہ قیام کہ وقت ذکرِ ولادت شریفہ اہلِ اسلام محض بنظرِ تعظیم واکرام حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام بجالاتے ہیں بیشک حسن ومحمود ٹھہرے گا تاوقتیکہ مانعین خاص اس صورت کی بُرائی کا قرآن وحدیث سے ثبوت دیں وانّٰی لھم ذٰلک (اور یہ ان کے لئے کہاں سے ہوگا۔ ت)۔ (ف)

تنبیہ: یہاں سے ثابت ہوا کہ تابعین وتبع تابعین تو درکنار خود قرآن عظیم سے مجلس وقیام کی خُوبی ثابت ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۵۲۹ تا ۵۳۱)

ف: نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کا نفیس طریقہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۳۲

[2] 〃 ۲۲/۳۰

[3] الجوہر المنظم مقدمہ فی آداب السفر الفصل الاول المکتبۃ القادریۃ فی الجامعۃ النظامیہ لاہور ص ۱۲

(۵۱) جو میلاد شریف آج کل مروّج ہے اس کا حکم شرعی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مسلمانوں کو جمع کرکے ذکرِ ولادتِ اقدس وفضائلِ عَلیہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سنانا، ولادتِ اقدس کی خوشی کرنی، اس میں حاضرین کو کھانا یا شیرینی تقسیم کرنی بلا شبہہ جائز و مستحب ہے اور جائز زینت فی نفسہٖ جائز، اور بہ نیتِ فرحتِ ولادت شریفہ و تعظیمِ ذکرِ انور قطعاً مستحب۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

واما بنعمة ربك فحدث[۱]

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

وذكرهم بايام الله[۲]

اور انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا[۳]

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہئے کہ لوگ خوشی کریں۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبٰت من الرزق[۴]

تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۵۵۳، ۵۵۴)

(۵۲) ایک شخص کے دو شیخ طریقت ہوسکتے ہیں؟ اور مرید و طالب میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

مرید غلام ہے اور طالب وہ کہ غیبتِ شیخ میں بضرورت یا باوجود شیخ کسی مصلحت سے، جسے شیخ جانتا ہے یا مرید شیخ غیر شیخ سے استفادہ کرے، اسے جو کچھ اس سے حاصل ہو وہ بھی فیضِ شیخ ہی جانے ورنہ دَو دِر کبھی فلاح نہیں پاتا۔ اولیائے کرام فرماتے ہیں:

---

[۱] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱
[۲] القرآن الکریم ۱۴/ ۵
[۳] " " ۱۰/ ۵۸
[۴] " " ۷/ ۳۲

لا یفلح مرید بین شیخین [1]

جو دو پیروں کے درمیان ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ضرب اللہ مثلاً رجلاً فیہ شرکاء متشاکسون ورجلاً سلماً لرجل ط ھل یستویان مثلاً ط الحمد للہ بل اکثرھم لایعلمون [2]

اللہ تعالٰی ایک مثال بیان فرماتا ہے، ایک غلام میں کئی بدخُو آقا شریک ہوں اور ایک نرے ایک مولٰی کا، کیا ان دونوں کا حال ایک سا ہے۔ سب خُوبیاں اللہ کو ہیں بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۵۵۸)

(۵۳) کوئی شیخ طریقت اپنی زوجہ مرید بنا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

زوجہ کو مرید کرنا جائز ہے۔ تمام اُمّت انبیائے کرام علیہم الصّلوٰۃ والسلام کی مرید ہی ہوتی ہے پھر وہ انھیں میں سے تزوّج فرماتے ہیں۔ مرید حقیقۃً اولاد نہیں ہوتی وہ ایک دینی علاقہ ہے جو نہ صرف پیر بلکہ استاذِ علمِ دین کو بھی شاگرد پر حاصل ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما انا لکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم [3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمھارے والد کی طرح ہوں تمھیں تعلیم دیتا ہوں۔ (ت)

اور زوجہ کو مسائلِ دینی تعلیم کرنے کا زوج کو حکم ہے۔

قال تعالٰی "قوا انفسکم واھلیکم ناراً [4]"

اللہ تعالٰے نے فرمایا کہ خود اپنی ذاتوں کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۵۶۴)

(۵۴) بیعت غائبانہ کے جواز کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم [5]

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۳۹/۲۹

[3] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب کراہیۃ استقبال القبلۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳

[4] القرآن الکریم ۶۶/۶

[5] القرآن الکریم ۴۸/۱۰

وہ جو تم سے بیعت کرتے ہیں تو وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔
اور فرماتا ہے:

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرۃ[1]

بیشک اللہ راضی ہوا مسلمانوں سے جب وہ تم سے بیعت کرتے ہیں درخت کے نیچے۔

صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے جب یہ بیعت ہوئی ہے امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ غائب تھے۔ بیعت حدیبیہ میں ہوئی اور وہ مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کو فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے، پھر اسے اپنے دوسرے دست مبارک پر مار کر ان کی طرف سے بیعت فرمائی اور فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے۔ لفظ حدیث یہ ہیں:

واما تغیبہ عن بیعۃ الرضوان فانہ لوکان احد اعز ببطن مکۃ من عثمان بن عفان لبعثہ مکانہ فبعث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عثمان وکانت بیعۃ الرضوان بعد ما ذھب عثمان الی مکۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیدہ الیمنٰی ھٰذہ ید عثمان فضرب بھا علٰی یدہ وقال ھٰذہ لعثمان[2]

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۵۶۵، ۵۶۶)

(۵۵) بوجہ غفلت تسبیح گر جانے والے درخت یا پتّہ اور ذبح ہو جانے والے جانور کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

رب عزوجل فرماتا ہے:

تسبح لہ السمٰوٰت السبع والارض ومن فیھن ط وان من شیئ الا یسبح بحمدہٖ ولکن لا تفقھون تسبیحھم ط[3]

اس کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

یہ کلیہ عامہ جمیع اشیائے عالم کو شامل ہے، ذی روح ہو یا بے روح۔ اجسام محضہ جن کے ساتھ

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۸

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالٰی ان الذین تولوا منکم الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۵۸۲

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۴۴

کوئی روحِ نباتی بھی متعلق نہیں، دائم التسبیح ہیں کہ "ان من شئ" کے دائرے سے خارج نہیں، مگر ان کی تسبیح بے منصبِ ولایت نہ مسموع نہ مفہوم۔ اور وہ اجسام جن سے روحِ انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے ان کی دو تسبیحیں ہیں، ایک تسبیح جسم، کہ اس رُوحِ متعلق کے اختیار میں نہیں وہ اسی ان من شئ کے عموم میں اس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے دوسری تسبیح رُوح، یہ ارادی اختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم۔ اِس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان و نبات کو قطع سے دی جاتی ہے۔ اور اس کے بعد یا جب جانور مر جائے یا نبات خشک ہو جائے منقطع ہو جاتی ہے۔ ولہٰذا ائمہ دین نے فرمایا کہ تر گھاس مقابر سے نہ اکھاڑیں فانہ مادام رطبا یسبح اللہ فیؤنس المیت[1] کہ جب تک وہ تر ہے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتی ہے تو میت کا دل بہلتا ہے مگر قتل و قطع و موت و یبس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفسِ جسم کی تھی جب تک اس کا ایک جز و لایتجزی باقی رہے گا منقطع نہ ہوگی کہ "ان من شئ الا یسبح بحمدہ[2]" (اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے۔ت) اسے رُوح سے تعلق نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۵۶۹)

(۵۶) مرید ہونے کا حکمِ شرعی اور اس کا فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مرید ہونا سُنّت ہے اور اس سے فائدہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اتصال مسلسل۔ تفسیر عزیزی دیکھو آیۂ کریمہ:

صراط الذین انعمت علیھم[3]

راستہ اُن کا جن پر تُو نے انعام کیا۔ (ت)

میں اُس کی طرف ہدایت ہے، یہاں تک فرمایا گیا:

من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطٰن[4]

جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۵۷۰)

---

[1] رد المحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطلب فی وضع الجرید ونحو الآس علی القبور دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۰۶

[2] القرآن الکریم ۱۷/۴۴

[3] " " ۱/۷

[4] عوارف المعارف الباب الثانی عشرۃ مطبعۃ المشھد الحسینی القاھرۃ ص ۷۸
الرسالۃ القشیریۃ الوصیۃ للمریدین دار الفکر بیروت ص ۲۵۵

(۵۷) بیعت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

بیعت بیشک سنت محبوبہ ہے۔ امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین عمر رحمہ اللہ تعالٰی کی عوارف شریف سے شاہ ولی اللہ دہلوی کی قول الجمیل تک اس کی تصریح اور ائمہ واکابر کا اس پر عمل ہے، اور رب العزت عزوجل فرماتا ہے:

ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ[1]

بیشک وُہ جو تمھاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

ید اللہ فوق ایدیھم[2]

ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرۃ۔[3]

بے شک اللہ تعالٰی راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمھاری بیعت کرتے تھے۔ (ت)

اور بیعت کو خاص بجہاد سمجھنا جہالت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا النبی اذا جاءك المؤمنٰت یبایعنك علٰی ان لایشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن ولا یعصینك فی معروف فبایعھن واستغفر لھن اللہ ان اللہ غفور رحیم[4]

اے نبی! جب تمھارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمھاری نافرمانی نہیں کریں گی، تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

(۵۸) پیالہ پلا کر بیعت کرنے کو سُنّتِ رسول قرار دینے والے شخص کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

اُس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء کیا کہ حضور کا طریقہ بیعت پانی پلانا تھا

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۰
[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۰
[3] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۸
[4] القرآن الکریم ۶۰/ ۱۲

حاشَ للہ بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا، اور یہی طریقہ آج تک مشائخ میں ہے، پیالہ پلانا بھنگڑ دل بیقیدوں کے یہاں ہے۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے :

انّ الذین یبایعونك انما یبایعون الله ید الله فوق ایدیهم[1]

اے نبی! یہ جو تم سے بیعت کر رہے ہیں یہ تو اللہ سے بیعت کرتے ہیں یہ تمھارا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر نہیں اللہ کا دستِ قدرت اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

معلوم ہوا کہ طریقۂ بیعت ہاتھ پر ہاتھ رکھنا تھا نہ کہ پیالہ پلانا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۵۸۹)

(۵۹) نماز میں حرکات اور شور و غل کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا :

صحابہ کرام اور اکابر اولیاء عظام سے ایسا کبھی منقول نہ ہوا ان سے زیادہ تاثیر و برکت کس کی ہو سکتی ہے۔ مگر صادقین سے برکت ہوتی ہے اور کاذبین سے حرکت۔

قال اللہ تعالٰی "ولا تبطلوا اعمالکم[2]"

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اپنے عمل باطل نہ کرو۔

وقال تعالٰی "وقوموا للہ قٰنتین[3]"

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) اللہ کے حضور ادب سے کھڑے رہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۵۹۲)

(۶۰) اللہ تبارک وتعالٰی کی شان جمال وجلال کی مثالیں پیش کرتے ہوئے فرمایا :

اللہ جل وعلا رحیم بھی ہے اور قہار بھی ہے رحمت شان جمال ہے اور قہر شان جلال۔ دوستوں کو انواعِ نعمت سے نوازنا اُن کے لئے بہشت اور اس کی خوبیاں آراستہ فرمانا، انھیں اپنی رضا و دیدار سے بہرہ مندی بخشنا تجلی شان جمال ہے۔ دشمنوں کو اقسام عذاب کی سزا دینا ان کے لئے دوزخ اور اس کی سختیاں مہیّا فرمانا اُنھیں اپنے غضب و حجاب میں مبتلا کرنا تجلی شان جلال ہے۔ پھر دنیا میں جو کچھ نعمت و نقمت و راحت و آفت ہے انھیں دونوں شانوں کی تجلی سے ہے۔ کبھی یہ شانیں ایک دوسرے کے لباس میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ مثلاً دنیا میں اپنے محبوبوں کے لئے بلا بھیجنا کہ :

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۰
[2] القرآن الکریم ۴۷/ ۳۳
[3] ؍؍ ۲/ ۲۳۸

اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل [1]
تمام لوگوں سے بڑھ کر تکلیفیں نبیوں پر آئیں پھر ان سے کم درجہ والوں پر پھر ان سے کم درجہ والوں پر۔ (ت)
بظاہر شانِ جلال ہے اور حقیقۃً شانِ جمال کہ اس کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتیں پاتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

لا تحسبوہ شرًا لکم بل ھو خیر لکم [2]

اسے اپنے لئے بُرا نہ جانو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

کفار کو کثرتِ مال وغیرہ دُنیا کی راحتیں دینا بظاہر شانِ جمال ہے اور درحقیقت شانِ جلال ہے کہ اُس کے سبب وہ اپنی غفلت و گمراہی کے نشے میں پڑے رہتے ہیں اور ہدایت کی توفیق نہیں پاتے۔ قال اللہ تعالیٰ:

ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین [3]

کافر ہرگز اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ ڈھیل جو ہم انھیں دے رہے ہیں کچھ اُن کے لئے بھلا ہے، یہ ڈھیل تو ہم اس لئے دیتے ہیں کہ وہ اور گناہ میں پڑیں، اور ان کے لئے ذلت کی مار ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۵۹۶، ۵۹۷)

(۶۱) سورۂ یٰس میں اللہ تعالیٰ کے ایک اسم مقدس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
وہ سورۂ مبارکہ کی ایک پوری آیت ہے، کارڈ میں آیت نہیں لکھی جا سکتی، اس کا اول س ل م اور آخر ر ح ی م۔ اس سائل نے ۱۶ حرف یوں بتائے کہ سلام چار حرف سمجھے یہ غلط ہے مصحف کریم میں یہ لفظ بے الف ہے تو پندرہ ہی حرف ہیں اور اس میں چار حرف منقوط ہیں ق ن ب ي، مگر نون کے اوپر نقطہ کہنا نہ چاہئے کہ وہ جوف میں ہے فقط۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص ۶۰۹)

---

[1] کنز العمال حدیث ۶۷۸۰ و ۶۷۸۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/۳۲۸ و ۳۲۹

[2] القرآن الکریم ۲۴/۱۱

[3] " " ۳/۱۷۸

فتاوٰی رضویّہ جلد ۲۷

(۱) ابتدائے آفرینش زمین کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

خطیب تاریخ بغداد اور ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال ان اول شیئ خلق اللہ القلم فقال لہ اکتب، فقال یارب وما اکتب؟ قال اکتب القدر فجری من ذٰلک الیوم ما ھو کائن الی ان تقوم الساعۃ ثم طوی الکتاب و ارتفع القلم وکان عرشہ علی الماء فارتفع بخار الماء ففتقت منہ السمٰوٰت ثم خلق النون فبسطت الارض علیہ والارض علی ظھر النون فاضطرب النون فمادت الارض فاثبتت بالجبال[۱] کما قال تعالٰی "والجبال اوتادا[۲]" وقال تعالٰی "والقٰی فی الارض رواسی ان تمید بکم[۳]"

فرمایا: اللہ عزوجل نے ان مخلوقات میں سب سے پہلے قلم پیدا کیا اور اس سے قیامت تک کے تمام مقادیر لکھوائے، اور عرشِ الٰہی پانی پر تھا، پانی کے بخارات اُٹھے اُن سے آسمان جُدا جُدا بنائے گئے، پھر مولٰی عزوجل نے مچھلی پیدا کی اس پر زمین بچھائی، زمین پشتِ ماہی پر ہے، مچھلی تڑپی، زمین جھونکے لینے لگی اس پر پہاڑ جما کر بوجھل کر دی گئی۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور پہاڑوں کو میخیں بنایا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس نے زمین میں لنگر ڈالے کہ کہیں تمہیں لے کر نہ کانپے۔ (ت)

مگر یہ زلزلہ ساری زمین کو تھا۔ خاص خاص مواضع میں زلزلہ آنا دوسری جگہ نہ ہونا، اور جہاں ہونا وہاں بھی شدت وخفت میں مختلف ہونا، اس کا سبب وہ نہیں جو عوام بتاتے ہیں، سببِ حقیقی تو وہی ارادۃ اللہ ہے، اور عالمِ اسباب میں باعث اصلی بندوں کے معاصی۔

ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر[۴]

---

[۱] الدرالمنثور تحت الآیۃ ۶۸/۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/۲۲۴
[۲] القرآن الکریم ۷۸/۷ [۳] القرآن الکریم ۱۶/۱۵
[۴] " " ۴۲/۳۰

تمھیں جو مصیبت پہنچتی ہے تمھارے ہاتھوں کی کمائیوں کا بدلہ ہے ، اور بہت کچھ وُہ معاف فرمادیتا ہے ۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۹۵ ، ۹۶)

(۲) دن رات کی تبدیلی کا سبب گردشِ ارضی ہے یا سماوی ؛ اس سوال کے جواب میں فرمایا :

دن رات کی تبدیلی گردشِ ارضی سے ماننا قرآن عظیم کے خلاف اور نصارٰی کا مذہب ہے ، اور گردشِ سماوی بھی ہمارے نزدیک باطل ہے ، حقیقۃً اس کا سبب گردشِ آفتاب ہے ۔ قال اللہ تعالٰی :

والشمس تجری لمستقر لہا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم[1]

اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے ، یہ اندازہ ہے زبردست علم والے کا ۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۱۰۲)

(۳) مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی کی آٹھ فلسفیانہ اقوال پر مشتمل کتاب "المنطق الجدید لناطق النالۃ الحدید" کا رَدِّ بلیغ کرنے کے لئے اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے مستقل کتاب "مقامع الحدید علٰی خد المنطق الجدید" لکھی ، اس میں سنبھلی صاحب کے پہلے قول کا رَد کرتے ہوئے فرمایا :

قولِ اوّل کہ اس میں بالتصریح باری عزّ مجدہٗ کو تدبیر و تصرفِ مادیات سے بے علاقہ مانا — مثلاً بدن انسانی میں جو مُبین متین ، ظاہر باہر ، زاہر قاہر تدبیریں صبح شام ، دن رات ہر وقت عیاں و نہاں ہوتی رہتی ہیں جن کی حکمتوں میں عقولِ مُتوسّطہ انگشت بر دنداں ہیں ، یہ سب جلیل و جمیل کام نفسِ ناطقہ کی خوبیاں ہیں ، اللہ تعالٰی کو اصلاً ان سے تعلق نہیں ، نہ اس کا بندوں کے بدنوں میں کوئی تصرف ۔

لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ (اللہ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں ۔ ت) — استغفر اللہ (میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہُوں ۔ ت) — والعیاذ باللہ (اللہ کی پناہ ۔ ت) — ہیہات ہیہات ! ! اس سے بڑھ کر کون سا کفر ملعون ہوگا — سبحٰنہ وتعالٰی عمّا یقولون علوًّا کبیرًا[2] (اُسے پاکی اور برتری اُن کی باتوں سے بڑی برتری ۔ ت) ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۶ / ۳۸

[2] " ۱۷ / ۴۳

سورۂ یونس و سورۂ رعد و سورۂ الم تنزیل السجدہ کے پہلے رکوع اس نزعہ فلسفیہ کے رد کو بس ہیں ــــ اور سورۂ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رکوع چہارم میں فرماتا ہے:

قل من یرزقکم من السماء والارض امن یملك السمع والابصار ومن یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی ومن یدبر الامر فسیقولون اللہ ج فقل افلا تتقون[1]

تو فرما کون تمھیں روزی دیتا ہے آسمان سے (مینہ اتار کر) اور زمین سے (کھیتی اتار کر) یا کون مالک ہے شنوائی اور نگاہوں کا ــــ (کہ مُسبّبات کو اسباب سے ربطِ عادی دیتا ہے۔ اور قرع سے ہوا کو صوت کا حامل کرتا، پھر اُسے اذن حرکت دیتا، پھر اُسے عصبہ مفروشہ تک پہنچاتا، پھر اس کے بچنے کو محض اپنی قدرتِ کاملہ سے ذریعۂ ادراک فرماتا ہے ــــ اور اگر وہ نہ چاہے تو صُور کی آواز بھی کان تک نہ جائے۔ یونہی جو چیز آنکھ کے سامنے ہو اور موانع و شرائط عادیہ مرتفع و مجتمع ــــ واللہ اعلم انّ ذٰلك بالانطباع او خروج الشعاع، کما قد شاع، اوکیفما شاء (اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے کہ وہ انطباع کے ساتھ ہوا یا شعاع کے نکلنے سے ہوا جیسا کہ مشہور ہے یا جیسے اس نے چاہا۔ ت) اُس وقت ابصار کا حکم دیتا ہے ــــ اور اگر وہ نہ چاہے روشن دن میں بلند پہاڑ نظر نہ آئے) ــــ اور وہ کون ہے جو نکالتا ہے زندے کو مُردے سے (کافر سے مومن نطفہ سے انسان، انڈے سے پرند) اور نکالتا ہے مردے کو زندے سے (مومن سے کافر، انسان سے نطفہ، پرندے سے انڈا) اور کون تدبیر فرماتا ہے ہر کام کی۔ (آسمان میں اس کے کام، زمین میں اس کے کام ــــ ہر بدن میں اس کے کام کہ غذا پہنچاتا ہے، پھر اسے روکتا ہے، پھر ہضم بخشتا ہے، پھر سہولتِ دفع کو پیاس دیتا ہے۔ پھر پانی پہنچاتا ہے۔ پھر اس کے غلیظ کو رقیق، لزج کو مُنزلِق کرتا ہے۔ پھر ثُفلِ کیلُوس کو اَمعاء کی طرف پھینکتا ہے۔ پھر ماساریقا کی راہ سے خالص کو جگر میں لے جاتا ہے، وہاں کیمُوس دیتا ہے۔ تلچھٹ کا سودا، جھاگوں کا صفرا، کچے کا بلغم، پکے کا خون بناتا ہے۔ فُضلہ کو مثانہ کی طرف پھینکتا ہے۔ پھر انھیں بابُ الکَبِد کے راستہ سے عُروق میں بہاتا ہے۔ پھر وہاں سہ بارہ پکاتا ہے۔ بے کار کو پسینہ بنا کر نکالتا ہے۔ عطر کو بڑی رگوں سے جداول، جداول سے سَواقی، سَواقی سے باریک عُروق، پیچ در پیچ تنگ بر تنگ راہیں چلاتا ہوا، رگوں کے دہانوں سے اعضاء پر انڈیلتا ہے۔ پھر یہ محال نہیں کہ ایک عضو کی غذا دوسرے پر گرے۔ جو جس کے مناسب ہے اسے پہنچاتا ہے۔ پھر اعضاء میں چوتھا طبخ دیتا ہے کہ اس صورت کو چھوڑ کر صورتِ عُضویہ لیں ــــ اِن حکمتوں سے بقائے شخص کو مَایَتَحَلَّل کا عوض بھیجتا ہے ــــ جو حاجت سے بچتا ہے اُس سے بالیدگی

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۱

دیتا ہے ـــــ اور وُہ اِن طریقوں کا محتاج نہیں، چاہے تو بے غذا ہزار برس جِلائے اور نمایٔ کام پر پہنچائے۔ پھر جو فضلہ رہا اُسے منی بنا کر صُلب و ترائب میں رکھتا ہے۔ عقد و انعقاد کی قوت دیتا ہے۔ زن و مرد میں تالیف کرتا ہے۔ عورت کو باوجود مشقتِ حمل و صعوبتِ وضع شوق بخشتا ہے۔ حفظِ نوع کا سامان فرماتا ہے۔ رحم کو اذنِ جذب دیتا ہے ـــــ پھر اس کے اِمساک کا حکم کرتا ہے ـــــ پھر اُسے پکا کر خون بناتا ہے ـــــ پھر طبخ دے کر گوشت کا ٹکڑا کرتا ہے ـــــ پھر اس میں کلیاں، کنپھیاں نکالتا ہے ـــــ قسم قسم کی ہڈیاں، ہڈیوں پر گوشت، گوشت پر پوست، سیکڑوں رگیں، ہزاروں عجائب ـــــ پھر جیسی چاہے تصویر بناتا ہے ـــــ پھر اپنی قدرت سے رُوح ڈالتا ہے۔ بے دست و پا کو اِن ظلمتوں میں رزق پہنچاتا ہے۔ پھر قوت آنے کو ایک مدت تک روکے رہتا ہے ـــــ پھر وقتِ معین پر حرکت و خروج کا حکم دیتا ہے۔ اُس کے لئے راہ آسان فرماتا ہے ـــــ مٹی کی مورت کو پیاری صورت، عقل کا پُتلا، چمکتا تارا، چاند کا ٹکڑا کر دکھاتا ہے ـــــ فتبٰرك الله احسن الخالقين[1] (تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔ ت)

اور وہ ان باتوں کا محتاج نہیں، چاہے تو کروڑوں انسان پتھر سے نکالے آسمان سے برسالے۔

ہاں بتاؤ وہ کون ہے جس کے یہ سب کام ہیں؟ فسيقولون الله[2] فقل افلا تتقون ○ (اب کہا چاہتے ہیں کہ اللہ، تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں؟)

اٰمنّا بالله وحده[3] (ہم ایک اللہ پر ایمان لائے۔ ت) ـــــ آہ! آہ! اے مُتفلسف مسکین! کیوں اب بھی یقین آیا یا نہیں کہ تدبیر و تصرف اسی حکیم علیم کے کام ہیں! جَلَّ جلالُهٗ وعَمَّ نوالُهٗ۔ فبایّ حديث بعده يؤمنون[4] (پھر اس کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔ ت)۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ نے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں یہ دو حرف مختصر بقدر ضرورت ذکر کئے، ورنہ روزِ اوّل سے اب تک جو کچھ ہوا اور آج سے قیامت، اور قیامت سے ابد الآباد تک جو کچھ ہو گا وہ سب کا سب اِن دو لفظوں کی شرح ہے کہ:

يُدَبِّرُ الامر[5] (وہ تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ ت)

سُبحانهٗ ما اَعظمَ شانهٗ (وہ پاک ہے اور کتنی عظیم اس کی شان ہے۔ ت)

مسلمان غور کرے کہ یہ عظیم حکیم کام جن کے بحر سے ایک قطرے، اور صحرا سے ایک ذرے کی طرف ہم نے

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/۱۴ [2] القرآن الکریم ۱۰/۳۱ [3] القرآن کریم ۴۰/۸۴

[4] " ۷۷/۵۰ [5] " ۱۰/۳

اجمالی اشارہ کیا، شبانہ روز انسان کے بدن میں ہوا کرتے ہیں اور لاکھوں کروروں نفوسِ ناطقہ کی زمین کو اُن کی خبر نہیں ہوتی ــــ ہزاروں میں دو ایک، سالہا سال کے ریاض و تعلیم میں، اُن میں سے اَقل قلیل پر بقدرِ قُدرت اطلاع پاتے ہیں ــ اِس پر جوکل بگڑی بنائے نہیں بنتی ــــ جو ڈور اُلجھے سُلجھائے نہیں سُلجھے ــ پھر کیسا سخت جاہل ہے جو تدبیرِ ابدانِ نفس کے سردھرے ــــ اچھا مُدَبِّر اور اچھے مُعْتَقِدْ !! ــــ ضعف الطالب والمطلوب[1] (کتنا کمزور چاہنے والا اور وہ جس کو چاہا۔ ت)۔

سُبحٰن اللہ! اگر یہی بات واقعی ہے، اور ہمارے رب تعالٰی کو اِن امور سے اصلاً علاقہ نہیں، جیسا کہ اِس مُتَفَلسِفْ نے اِدّعا کیا تو وائے جہالت! نفس ہی کو نہ پُوجے جو ایسی قدرتِ قاہرہ رکھتا، اور بہ طورِ خود اپنے بدن کی یہ جلیل تدبیر کیا کرتا ہے ــــ وربّنا الرحمٰن المستعان علٰی ما تصفون[2] (اور ہمارے رب رحمان ہی کی مدد درکار ہے ان باتوں پر جو تم بتاتے ہو۔ ت)۔

زید کے اِس قول میں ایک کُفرِ جلی تو یہ ہے ــــ **ثمّ اقول** (میں پھر کہتا ہوں۔ ت) ناظرِ عارف، مناظرِ منصف آگاہ و واقف کہ سَوقِ عبارت سے خالقیتِ عقول متبادر و منکشف ــــ اور قائلانِ عقول کا یہ مسلک ہونا اس کا اَقویٰ مُشَیِّد و مرصّف ــ اگرچہ پائے مکابر لنگ، نہ مجالِ مناقشہ تنگ ــ اور اگر نہ سہی، تاہم تعادُلِ کِفّتَین میں اشتباہ نہیں ــ اور نہ بھی مانو تو ایہامِ شدید سے بچنے کی راہ نہیں ــ اور ایسی جگہ مجرّد ایہام بحکمِ شرع ممنوع و حرام، کما سیأتی۔

بہرحال اگر یہی مقصود، تو اس کا کفر بواح ہونا خود ایسا بیّن کہ محتاجِ بیان نہیں ــــ رب تبارک و تعالٰی فرماتا ہے:

هل من خالق غیرُ اللہ۔[3]

کیا کوئی اور بھی خالق ہے خدا کے سوا۔

اور ارشاد فرماتا ہے عزَّ وجلَّ:

یٰایها الناس ضرب مثل فاستمعوا له ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابًا ولو اجتمعوا له۔[4]

اے لوگو! ایک کہاوت بیان کی گئی اسے کان لگا کر سُنو، بیشک وہ جنھیں تم اللہ کے سوا معبود

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۳
[2] القرآن کریم ۲۱/ ۱۱۲
[3] ″ ″ ۳۵/ ۳
[4] ″ ″ ۲۲/ ۷۳

ٹھہراتے ہو ہرگز ایک مکھی نہ بنائیں اگرچہ اس پر ایکا کرلیں۔

اور فرماتا ہے جَلَّتْ عَظَمَتُہٗ:

الالہ الخلق والامر تبٰرک اللہ رب العٰلمین[1]۔

سُن لو! خاص اُسی کے کام ہیں خلق وتکوین، برکت والا ہے اللہ مالک سارے جہان کا۔

اور فرماتا ہے تعالٰی شانہٗ:

اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ھل من شرکائکم من یفعل من ذٰلکم من شیئ سبحٰنہ وتعالٰی عما یشرکون[2]۔

اللہ وہ ہے جس نے تمھیں بنایا، پھر روزی دی، پھر مارے گا، پھر جِلائے گا۔ تمھارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو اِن کاموں میں سے کچھ کرے؟ پاکی اور برتری ہے اسے ان کے شرک سے۔

اور سورۂ لقمٰن میں افلاک وعناصر وجمادات وحیوانات وآثارِ عَلَوِیّہ ونباتات سب کی طرف اجمالی اشارہ کرکے اِرشاد فرماتا ہے تَقَدَّسَ اسْمُہٗ:

ھذا خلق اللہ فارونی ماذا خلق الذین من دونہ بل الظٰلمون فی ضلٰل مبین[3]۔

یہ توسب خدا کا بنایا ہوا ہے وہ مجھے دکھاؤ کہ اس کے سوا اوروں نے کیا بنایا، بلکہ ناانصاف لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

صدق اللہ سبحٰنہٗ ــــــ یہاں تک کہ اِس امر کا باری عَزَّ اِسْمُہٗ سے خاص ہونا مدارکِ مشرکینِ عرب میں بھی مرتسم تھا۔ قال جَلَّ ذِکْرُہٗ:

ولئن سألتھم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللہ[4]۔

اور بیشک اگر تو اُن سے پُوچھے کہ آسمان وزمین کس نے بنائے، ضرور کہیں گے اللہ نے۔

یہ سخافتِ جَلِیّہ وخرافاتِ عَلِیّہ جس نے انھیں اَمِیْرُ الحَمِیر بنایا عُقَلائے فلسفہ کا حصہ تھی قاتلھم اللہ انّٰی یؤفکون[5] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت)۔

سَلَّمْنا کہ زید کا یہ مطلب نہیں، نہ وُہ عقولِ عشرہ کو خالق بالذّات وموجدِ مستقل مانے بلکہ انھیں صرف

---

[1] القرآن الکریم ۷/۵۴

[2] القرآن الکریم ۳۰/۴۰

[3] القرآن الکریم ۳۱/۱۱

[4] القرآن الکریم ۳۱/۲۵ و ۳۹/۲۸

[5] القرآن الکریم ۹/۳۰ و ۶۳/۴

10/10

شرط و واسطہ جانتا، اور باری تعالٰی کی تاثیر و فاعلیت کا مُتمّم مانتا ہے تو گویا "مثلاً" اسی تنویع کی طرف مُشیر، کہ علاقہ خلق ہو یا وساطت فی الخلق ـــــ اور اس قدر سے اُسے انکار کی گنجائش نہیں کہ دوسرے رسالہ میں خود اس کا اقرار کیا اور اُسے مذہب محقَّق و مشربِ حق قرار دیا ـــــ تو یہ خود کفرِ واضح و ارتدادِ فاضح ہونے میں کیا کم ہے کہ اس میں صراحۃً اُس قادرِ ذوالجلال، غنیِ مُتعال تبارک و تعالٰی کو خلق و ایجاد میں غیر کافی، اور دُوسری چیز کے توسّط و آلیت کا محتاج ـــــ اور صاف صاف اس قدیر مجید عزّوجل کو فاعلیت میں ناقص، اور عقولِ عشرہ کو اُس کا کامل و تام کرنے والا ماننا ـــــ وَاَیُّ کُفْرٍ اَفْحَشُ مِنْ ھٰذَا؟ (اور کون سا کفر اس سے بدتر ہے؟۔ ت) ـــــ یہ ایک کُفر نہیں بلکہ معدنِ کُفر ہے۔

باری کا عجز ایک کفر ـــــ دوسرے کی طرف نیاز دو کفر ـــــ آپ ناقص ہونا تین کفر غیر سے تکمیل پانا چار کفر ـــــ خالق مستقل نہ ہونا پانچ کفر ؎

فکفرٌ فوق کفرٍ فوق کفرٍ　　　کانّ الکفر من کثرٍ و وفرٍ

کماءٍ اٰسنٍ فی نتنِ دفرٍ　　　تتابعَ قطرہٗ من ثقبِ کفرٍ

(وہ ایک کُفر ہے اوپر کفر کے اوپر کفر کے۔ گویا کہ کفر اس کی کثرت و بہتات سے ہے جیسے گندہ بدبُودار متعفّن پانی جس کے قطرے بڑے پہاڑ کے سوراخ سے پے در پے نکل رہے ہیں۔ ت)

لاحول ولاقوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) استقصا کیجئے تو ہنوز تعدد خالق کے لوائح، کلامِ زید سے عَلانیہ لائح ـــــ قولِ وسیط کی تقریر ـــــ اس میں چاند سورج کی تنظیر ـــــ قیدِ "بالذات" کی بار بار تکریر صاف صاف بتا رہی ہے کہ عقول سے صرف خالقیتِ ذاتیہ مُنتفی مانتا ہے ـــــ نہ خالقیتِ مُستفادہ۔ اور اس قدر واقع و نفسُ الامر میں صدقِ خالق کا منافی نہیں ـــــ یُوں تو علم و سمع و بصر و حیات بلکہ نفس وجود تمام عالم سے منفی اور حضرت حق جل و عُلا سے خاص ـــــ پھر بایں ہمہ اِنّہٗ لذوعلمٍ[1] (بیشک وہ صاحبِ علم ہے۔ ت) فجعلنٰہ سمیعًا بصیرًا[2] (ہم نے اسے سُنتا دیکھتا کردیا۔ ت) و "بل احیاءٌ عند ربھم"[3] (بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ ت) فانما یقول لہٗ

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۶۸　　[2] القرآن الکریم ۷۶/ ۲

[3] ″ ″ ۳/ ۱۶۹

کن فیکون[1] (تو اس سے یہی فرماتا ہے کہ ہوجا تو وہ فورًا ہوجاتی ہے۔ ت) قضایائے حقہ صادقہ ہیں۔ اور حقائق الاشیاء ثابتۃ[2] (اشیاء کی حقیقتیں ثابت ہیں۔ ت)۔

پہلا عقیدہ خود اپنی ہی نظیر میں دیکھے کہ نورِ قمر تابِ آفتاب سے مستفاد ہونا جعل الشمس ضیاء والقمر نورا[3] (اس نے سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند چمکتا۔ ت) کے مخالف نہ ٹھہرا۔

اور لفظ "مجازی" جس طرح "حقیقت" کے مقابل بولتے ہیں، یونہی بہ مقابلۂ ذاتی اطلاق، اور ذاتی کو بہ لفظِ حقیقت خاص کرتے ہیں ـــــ ہماری مِلک مِلکِ مجازی ہے یعنی بہ عطائے الٰہی، نہ اپنی ذات سے، نہ یہ کہ حقیقت و نفس الامر میں باطل ہے۔

قال تعالٰی: فھم لھا مالکون[4] (تو یہ ان کے مالک ہیں۔ ت) وقال تعالٰی: ما ملکت ایمانھم[5] (وہ جس کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ۔ ت)

ولہذا واسئل القریۃ[6] (اور اس بستی سے پوچھ۔ ت) مجاز ہوا کہ علم و سماع و قدرت علی الجواب جو مصحّحِ استفسارِ حقیقی ہیں وہاں مسلوب و معدوم ـــــ اور سلھم ایھم بذلک زعیم[7] (تم ان سے پوچھو ان میں کون سا اس کا ضامن ہے۔ ت) قطعًا حقیقت کہ ثبوت یقینی ـــــ اگرچہ عطائی ہے۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ مدارِ حقیقت ثبوت فی الواقع پر ہے ـــــ اور وہ ذاتی و مستفاد دونوں سے عام ـــــ ع

ھذا الذی تعرف البطحاء وطأتہ
(یہ وہی ہے جس کے روندنے کو وادیٔ بطحا پہچانتی ہے۔ ت)

اور ـــــ ع

العرب تعرف من انکرت والعجم
(جس کا تُو نے انکار کیا اس کو عرب و عجم پہچانتے ہیں۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۷
[2] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۸
[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۵
[4] القرآن الکریم ۳۶/ ۷۱
[5] 〃 ۱۶/ ۷۱
[6] 〃 ۱۲/ ۸۲
[7] 〃 ۶۸/ ۴۰

میں جو فرقِ استعمال ہے عاقل پر مستور نہیں ــــ ہیہات ! اگر حقیقت منوط بہ ذاتیت ہو تو لازم آئے کہ معاذ اللہ خلقِ اشیاء حقیقۃً جناب باری سے مسلوب بلکہ محال ہو اور اُس کا اثبات فقط مجازی خیال کہ جب حقیقۃً افاضہ وجود نہ ہوا تو واقع میں کچھ نہ بنا ــــ اعطیٰ کل شیئٍ خلقہٗ[1] (اس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی۔ ت) کیونکر صادق آئے، وقس علی ھذا اشنا ئع اُخریٰ (اسی پر دوسری برائیوں کو قیاس کرلو۔ ت)۔

لا جرم ایسی مجازیت صدقِ حقیقی کی نافی، نہ ثبوتِ واقعی کے منافی ــــ تو زید کا یہ بیان علی الاعلان مُنادی کہ عقولِ عشرہ سے صرف خالقیتِ ذاتیہ منفی، ورنہ حقیقۃً وہ خالقِ عالم ہیں۔ جیسے چاند منیرِ زمین اگرچہ خالقیت حق جل وعلا سے مُستعار، جس طرح شمس سے قمر کے انوار۔

قرآن و اہلِ قرآن سے پُوچھ دیکھئے کہ یہ عقیدہ اُن کے نزدیک کس درجہ بُطلان پر ہے۔ حاشَ للہ ! نہ اللہ کے سوا کوئی خالق بالذات، نہ ہرگز ہرگز اُس نے منصبِ ایجادِ عالم کسی کو عطا فرمایا کہ قدرتِ مستفادہ سے خالقیت کیا کرے۔ سبحٰنہٗ وتعالیٰ عما یشرکون[2] (اسے پاکی اور برتری ہے ان کے شرک سے۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۱۱۳ تا ۱۲۴)

(۴) سنبھلی صاحب کے پانچویں قول کا رَد کرتے ہوئے فرمایا :

ثانیاً اور اشدّ و اعظم قباحت لازم کہ اس تقدیر پر قدرتِ الٰہیہ صرف انواعِ موجودہ میں مُنحصر ہُوئی جاتی ہے۔ اور جو نوع نہ بنی اس کے یہ معنٰی کہ حق جلّ وعلا کو اس پر قدرت ہی نہ تھی کہ اگر مقدور ہوتی تو ممکن ہوتی۔ اور طبیعتِ مُطلقہ میں نفسِ امکان مُستلزمِ فیضان ــــ تو انتفائے لازم انتفائے ملزوم پر دلیلِ جازم۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ شناعتِ خبیثہ تو ایسی ہے کہ جس طرح اسلامیوں کے نزدیک کفر، یُونہی شاید فلسفیوں کو بھی مقبول نہ ہو کہ وہ بھی تقاسیمِ کُلی میں کلی معدوم الافراد کو قسیمِ ممتنع الافراد کی قسم بتاتے ہیں۔ کما صُرِّحَ بہ فی اسفارھم (جیسا کہ ان کی معتمد کتابوں میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ ت)۔

یا للعجب ! اگر باقر غافل تھا تو "متبقر" تو عاقل تھا، ولکن صدقَ ربُّنا تبارک وتعالٰی (لیکن ہمارے رب تعالٰی نے صدق فرمایا۔ ت) :

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۵۰

[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۱۸ و ۱۶/ ۱ و ۳۰/ ۴۰

انہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور[1]۔

آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔(ت)

ثالثاً تابع ومتبوع کا یہ قول کہ "جانب مبدء میں بخل نہ ہونا مستلزم فیضان ہے" اصولِ سنّت سے محض مباین۔ اہلِ سنّت کا ایمان ہے کہ مبدئ تبارک وتعالٰی جواد، کریم، اکرم الاکرمین ہے جل جلالہ وتقدس فعالہ۔ مگر بایں ہمہ کوئی شَے اس پر واجب نہیں مانتے۔

عالم جب نہ بنایا تھا وہ جب بھی جواد تھا، اور اگر کبھی نہ بناتا تاہم جواد ہوتا۔ نہ اِس نہ بنانے سے کوئی عیب اُسے لگتا نہ کوئی نقصان اس کے کمالِ اکمل میں آتا۔ کسی شَے کا ایجاد و اِعدام کچھ اس پر ضرور نہیں۔

قال تعالٰی: فعّال لما یرید[2] (تمہارا رب جو چاہے کرے۔ت) وقال تعالٰی: یفعل اللہ ما یشاء[3] ویحکم ما یرید[4] (اور اللہ جو چاہے کرے اور وہ حکم فرماتا ہے جو چاہے۔ت) وقال تعالٰی: لا یسئل عمّا یفعل وھم یسئلون[5] (اس سے نہیں پُوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ت) وھذا واضح جلیّ عند کل من نوّر اللہ بصیرتہ (اور یہ واضح اور خوب روشن ہے ہر اُس شخص پر جس کی بصیرت کو اللہ تعالٰی نے منوّر فرمایا۔ت) ——— ومن لم یجعل اللہ لہٗ نورًا فما لہٗ من نور[6] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے جسے اللہ تعالٰی نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ت)۔

تو یہ استلزام بھی اسی فلسفۂ ملعونہ پر مبنی کہ قادرِ مختار تعالٰی شانہ، کو فاعلِ موجب اور ایجادِ عالم کو اس کے کمال کا سبب جانتے ہیں۔ تعالی اللہ عمّا یقول الظّٰلمون علوًّا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے جو ظالم کہتے ہیں۔ت)۔

رابعًا متفلسف تابع نے شطرنج میں بغلہ اور طنبور میں ایک نغمہ اور زائد کیا کہ "اگر غیر اَحق صادر اور اَحق غیر صادر ہو تو ترجیح مرجوح لازم آئے گی۔"

سُبحان اللہ! نہ وہاں کوئی اَحق، نہ قادر حمید، فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ پر بھی تمہاری عقول سخیفہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶
[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۷ و ۸۵/ ۱۶
[3] " " ۱۴/ ۲۷
[4] " " ۵/ ۱
[5] " " ۲۱/ ۲۳
[6] " " ۲۴/ ۴۰

حاکم — نہ ہمارے نزدیک اس کے ارادہ کے سوا کوئی مُرجّح — اور ہو بھی تو اس پر کچھ اعتراض نہیں۔
قال تعالیٰ : اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ[1] (حکم نہیں مگر اللہ کا۔ ت) — وقال تعالیٰ : واللہ یحکم لامعقب لحکمہ[2] (اور اللہ حکم فرماتا ہے اس کا حکم پیچھے ڈالنے والا کوئی نہیں۔ ت) —
وقال تعالیٰ :
وربك یخلق مایشاء ویختار ماکان لھم الخیرۃ سبحٰن اللہ وتعالٰی عما یشرکون[3]
اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے ان کا کچھ اختیار نہیں، پاکی اور برتری ہے اللہ کو ان کے شرک سے۔ (ت)
واضح تر کہوں — حاصلِ مذہبِ اہلِ سُنّت یہ ہے کہ تمام مقدورات اُس جنابِ رفیع کے حضور یکساں ہیں۔ کوئی اپنی ذات سے کچھ استحقاق نہیں رکھتا کہ ایک کو راجح دوسرے کو مرجوح کہیں۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۱۳۸ تا ۱۴۰)

(۵) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا :
شرح عقائد نسفی میں ہے :
لیت شعری مامعنٰی وجوب الشیئ علی اللہ تعالٰی، اذ لیس معناہ استحقاق تارکہ الذم والعقاب وھو ظاھر، ولا لزوم صدورہ عنہ تعالٰی بحیث لایتمکن من الترك بناءً علی استلزامہ محالاً من سفہ اوجھل اوعبث او بخل او نحو ذٰلك۔ لانہ رفضٌ لقاعدۃ الاختیار، ومیلٌ الی الفلسفۃ الظاھرۃ العوار[4]
کاش میرا علم حاضر ہو، اللہ تعالٰی پر کسی شئے کے واجب ہونے کا کیا معنٰی ہے اس لئے کہ یہاں یہ معنٰی تو ہو نہیں سکتا کہ اس کا تارک ذم وعقاب کا مستحق ہے اور وہ ظاہر ہے۔ اور نہ ہی یہ معنٰی ہو سکتا ہے کہ اُس واجب کا صدور اللہ تعالٰی سے لازم ہے بایں طور کہ اس کے ترک پر قادر نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۰
[2] ″ ۱۳/ ۴۱
[3] ″ ۲۸/ ۶۸
[4] شرح عقائد النسفی دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۷۶

اس بنیاد پر یہ محال کو مستلزم ہے یعنی سفہ، جہل، عبث، بخل یا اس کی مثل کوئی اور قباحت لازم آئے گی۔ یہ معنی اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اس سے مختار ہونے کے قاعدے کا ٹوٹ جانا اور اس سے فلسفہ کی طرف میلان لازم آتا ہے جس کا عیب ظاہر ہے۔ (ت)

دیکھو اِس عبارت میں اُس فلسفی کے الزامِ بخل کا بھی رَدّ ہے وللہ الحجۃ السامیۃ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی حجت بلند ہے۔ت) ـــ اور یہ سب مطالب کہ علماء نے افادہ فرمائے فرداً فرداً اُن آیات کریمہ سے کہ فقیر نے تلاوت کیں، ثابت۔ اور اگر کچھ نہ ہوتا سوا آیۂ کریمہ "ان اللہ علی کل شیء قدیر[1] (بیشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ت) کے، تو بس تھی، کہ مرجوح بھی ایک شَے ہے اور ہر شَے مقدور ـــ اور معنیٔ قدرت نہیں مگر صحتِ فعل و ترک، یعنی کرے یا نہ کرے دونوں یکساں، اور کسی تقدیر پر کچھ حرج و نقصان نہیں۔ طوالع میں ہے:

القادر ھو الذی یصحُّ منہ ان یفعل المقدور وان لا یفعل[2] اھ۔

قادر وہ ہے جس سے مقدور کو کرنا اور نہ کرنا دونوں صحیح ہوں اھ۔(ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۱۴۲، ۱۴۳)

(۶) سنبھلی صاحب کے چھٹے قول کی تردید میں فرمایا:

قولِ ششم میں کہ "عقولِ عشرہ کا تمام نقائص و قبائح سے مقدس و مُنزّہ، اور ان کے علم کا تام و محیط با حاطۂ تامہ ہونا نقل کیا، یہاں تک کہ کوئی ذرّہ ذرّاتِ عالَم سے اُن پر مخفی رہنا ممکن نہیں"۔ یہ خاص صفت حضرت عالم الغیب والشہادۃ کی ہے جَلَّ وَعَلاَ۔ قال تعالیٰ:

وما یعزب عن ربك من مثقال ذرۃ فی الارض ولا فی السماء[3]

نہیں چھپتی تیرے رب سے ذرّہ برابر چیز زمین میں اور نہ آسمان میں۔

اور اس کا غیرِ خدا کے لئے ثابت کرنا قطعاً کفر، العزۃ للہ (عزّت اللہ کے لئے ہے۔ت) اِس عَدَمِ اِمکان کو مسلمان غور کرے کہ کیسا کفر و اشنگاف، اور کتنے صریح نصوصِ قرآنیہ کا خلاف ہے۔ قال تعالیٰ:

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۰ و ۲/۱۰۹ و ۲/۱۴۸

[2] طوالع الانوار من مطالع الانظار

[3] القرآن الکریم ۱۰/۶۱

وما یعلم جنود ربك الا ھو[1]

کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا۔

وقال تعالٰی:

الیہ یرد علم الساعۃ[2]

اسی کی طرف پھیرا جاتا ہے علم قیامت کا۔

وقال تعالٰی:

ویقولون متٰی ھٰذا الوعد ان کنتم صٰدقین ۝ قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین ۝[3]

کافر کہتے ہیں یہ قیامت کا وعدہ کب ہے اگر تم سچے ہو۔ تو فرما اس کا علم تو خدا ہی کو ہے، اور میں تو یہی ڈر سنانے والا ہوں صاف صاف۔

وقال تعالٰی:

لا یحیطون بشیئ من علمہٖ الا بما شاء[4]

نہیں گھیرتے اس کے علم سے کچھ، مگر جتنا وہ چاہے۔

وقال تعالٰی حکایۃً عن ملٰئکتہٖ:

سبحٰنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم الحکیم[5]

پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تُو نے ہمیں سکھایا، بیشک تُو ہی ہے دانا، حکمت والا۔

سبحان اللہ! متفلسفہ کہتے ہیں کہ "عقولِ عشرہ" ملٰئکہ سے عبارت ہے۔ اگرچہ یہ بات محض غلط کہ جو امور وہ بے عقول اِن دسِ عقول کے لئے ثابت کرتے ہیں صفاتِ ملائکہ سے اصلاً علاقہ نہیں رکھتے۔ ولا اکذب ممن کذبہ القراٰن (اس سے بڑھ کر کوئی جھوٹا نہیں جس کو قرآن نے جھوٹا قرار دیا۔ ت) بلکہ یہ صرف اُن سُفہاء کے اوہامِ تراشیدہ ہیں جن کی اصل نام کو نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۷۴/ ۳۱ [2] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۷

[3] ؍؍ ۶۷/ ۲۵، ۲۶ [4] ؍؍ ۲/ ۲۵۵

[5] ؍؍ ۲/ ۳۲

اِن ھی الّا اسماء سمیتموھا انتم و اٰباءکم ما انزل اللہ بھا من سلطٰن[1]

وہ تو نہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔ (ت)

تاہم اگر مان لیں، اور یُوں سمجھیں کہ مشرکینِ عرب نے شانِ اَملاک (فرشتے) میں غُلو کے ساتھ تفریط بھی کی کہ اُنھیں عورتیں ٹھہرایا۔ کفارِ یونان نے وُہ اِفراطِ خالص بنایا کہ اوصافِ خَلق سے متعالی بتایا۔ تو اب اس آیۂ کریمہ سے اُن عقول کی حالتِ اِدراک کیجئے۔

کس طرح اِن احمقوں کو جھٹلاتے، اور اپنے مالک کے حضور اپنے عجز و بے علمی کا اقرار لاتے، اور پاکی و قدوسی اُس کے وجہِ کریم کے لئے خاص ٹھہراتے ہیں۔ صدق اللہ تعالٰی:

سیکفرون بعبادتھم و یکونون علیھم ضدًّا۔[2]

عنقریب وہ ان کی بندگی سے منکر ہوں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۱۴۴ تا ۱۴۶)

(۷) سنبھلی صاحب کے ساتویں قول کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

قول ہفتم میں اس کفرِ بَواح کو خوب چمکایا اور رُوئے ریا سے پردۂ حیا اٹھا کر حقِّ مبین و قولِ محققین ٹھہرایا، صاف لکھا کہ:

"عدم زمانی حقیقۃً عدم نہیں جس نے کسی وقت میں خلعتِ وجود پایا یا پائے گا وہ نہ معدوم تھا، نہ معدوم ہو، بلکہ یہ فقط پردہ و حجاب ہیں۔ پہلے نہ تھا، یعنی پوشیدہ تھا۔ اور اب نہ رہا، یعنی چُھپ گیا۔ ورنہ حقیقۃً وہ واقع و نفسُ الامر میں وجود سے مُنفک نہیں"۔ انّا للہ و اِنّا اِلیہِ رَاجعون (بیشک ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت)۔

اِس قولِ شنیع پر جو شناعاتِ شدیدہ لازم، حَدِّ عَدّ سے خارج۔ ولکن ما لا یُدرَکُ کُلُّہٗ لایترکُ کُلُّہٗ (لیکن جو چیز مکمل طور پر پائی نہ جا سکتی ہو وہ مکمل طور پر چھوڑی نہ جائے گی۔ ت)۔

فاقول و باللہ التوفیق (تو میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے توفیق ہے۔ ت)

اولًا نصوصِ صریحۂ قرآنیہ کا خلاف، اللہ تبارک و تعالٰی فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۳

[2] " ۱۹/ ۸۲

اَوَ لا یذکر الانسان انّا خلقنٰہ من قبل و لم یک شیئا۔[1]

کیا آدمی یاد نہیں کرتا کہ ہم نے اسے بنایا اِس سے پہلے، اور وہ کچھ نہ تھا۔

زید مُتفَلسِف کہتا ہے: تھا کیوں نہیں؟ البتہ پوشیدہ تھا۔ حق جلّ وَ علا فرماتا ہے:

وانّہ اھلک عادا الاولیٰ ○ وثمودَ فما ابقیٰ[2]

اللہ نے ہلاک کر دیا اگلی قومِ عاد اور ثمود کو، سو ان میں کوئی باقی نہ رکھا۔

زید متفلسف کہتا ہے: باقی کیسے نہیں؟ واقع ونفس الامر میں رُوحیں بدن سے متعلق ہیں ہاں نگاہوں سے چھُپ گئے۔

رب تعالےٰ وتقدس فرماتا ہے:

کل من علیہا فان ○ ویبقٰی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام[3]

جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا تیرے رب کا وجہ کریم عظمت و تکریم والا۔

زید متفلسف کہتا ہے: باقی تو سبھی رہیں گے مگر — اور پردہ میں، اور تو ظاہر۔

اسی طرح صدہا آیات واحادیث ہیں جن سے زنہار زید کو جواب ممکن نہیں، مگر یہ کہ جہاں جہاں قرآن و حدیث میں خلق و ایجاد و ابداع وتکوین واقع ہوئے ہیں، انھیں بمعنی ظہور اور اِماتت و اِہلاک و اِفنا و اِعدام کو بمعنی تغییب، اور عدم وفنا وموت وہلاک کو بمعنیٰ غیبوبت (کہے)ع۔

اور پُرظاہر کہ یہ تاویل نہیں، تبدیل ہے کہ ہرگز لغت وعرف کچھ اس کے مُساعد نہیں — اشقیائے فلاسفہ قرآن عظیم میں یوں ہی تحریفِ معنوی کرتے ہیں — جنّت کیا ہے؟ — لذّتِ نفسانی نار کیا ہے؟ — اَلَمِ روحانی — تطلع علی الافئدۃ[4] (وُہ آگ جو دلوں پر چڑھ جائے گی۔ ت) دیکھا،

ع سقط من نسختنا المخطوطۃ ولا بد منہ او من نحوہ ۱۲ محمد احمد

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۷

[2] ؍؍ ۵۳/ ۵۰، ۵۱

[3] ؍؍ ۵۵/ ۲۶، ۲۷

[4] ؍؍ ۱۰۴/ ۷

فی عمد ممددۃ[1] (لمبے لمبے ستونوں میں اُن پر بند کردی جائے گی۔ ت) سے کام نہیں۔ عیاذًا باللہ (اللہ تعالٰی کی پناہ۔ ت)۔

وُہ دن قریب آتا ہے کہ:

یوم یدعون الٰی نار جھنم دعًا[2]۔

جس دن جہنم کی طرف دھکّا دے کر دھکیلے جائیں گے۔ (ت)

جہنّم میں دھکّا دے کر پُوچھا جائے گا:

افسحرٌ ھٰذا ام انتم لا تبصرون[3]۔

کیوں بھلا یہ جادو ہے یا تمھیں سُوجھتا نہیں؟

اُس وقت اِن تاویلوں کا مزہ آئے گا۔

فانتظروا انّی معکم من المنتظرین[4]۔

تو راستہ دیکھو میں بھی تمھارے ساتھ دیکھتا ہُوں۔ (ت)

اور ایک اِنھیں پر کیا ہے، دُنیا بھر کے بدعتی نصوصِ شرع کے ساتھ یُوں ہی کھیلتے ہیں۔ خود اصلِ بدعت و منشارِ ضلالت اسی قسم کی تاویلیں ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں:

والوزن یومئذٍ الحق[5] تول اس دن حق ہے یعنی جانچ ہوگی، میزان کچھ نہیں۔

وجوہ یومئذ ناضرۃ ۵ الٰی ربھا ناظرۃ[6]۔

کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۱۴۷ تا ۱۴۹)

(۸) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

ثالثًا جو مسلمان بشفاعتِ سیّد الشافعین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا بمحض رحمتِ ارحم الراحمین

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۴/ ۹
[2] 〃 ۵۲/ ۱۳
[3] 〃 ۵۲/ ۱۵
[4] 〃 ۷/ ۷۱ و ۱۰/ ۲۰ و ۱۰۲
[5] 〃 ۷/ ۸
[6] القرآن الکریم ۷۵/ ۲۲، ۲۳

جلّت عظمتہ، جہنّم سے نکل کر جنّت میں جائیں اِس مذہب پر لازم کہ وہ واقع و نفسُ الامر میں جہنّم میں ہوں، اور اس نکلنے کا صرف یہ حاصل کہ اُن کا دوزخ میں ہونا مخفی ہے۔

یُوں ہی ابلیس قبلِ انکارِ سجود جنّت میں تھا۔ قال تعالیٰ:

فاهبط منها فما یکون لك ان تتکبر فیها [1]

اُتر جنّت سے کہ تیرے لیے یہ نہ ہوگا کہ تُو اس میں غرور کرے۔

تو لازم کہ واقع و نفسُ الامر میں وُہ جنّت میں ہے اور یہ نکالنا فقط اُس امر کا چُھپا ڈالنا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۱۵۰)

(۹) مزید فرمایا:

اے مسکین! البتہ یہ شان ہمارے نزدیک علمِ باری عزّ مجدُہٗ کی ہے کہ ازلاً و ابداً تمام کوائن ماضیہ و آتیہ کو محیط، اور زمانہ سے مُنزّہ۔

لایعزب عنه مثقال ذرّۃ فی السمٰوٰت ولا فی الارض [2]

اس سے غائب نہیں ذرّہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۱۵۳)

(۱۰) سنبھلی کی کتاب کے نام کی تغلیط کرتے ہوئے فرمایا:

فاقول وبعونِ اللہ اَجُول (چنانچہ میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے گھومتا ہوں۔ت) اُس میں باعتبارِ اختلافِ اضافت و توصیفِ لفظ "ناطق" احتمالاتِ عدیدہ پیدا۔ مگر کوئی محذورِ شرعی سے خالی نہیں۔

برتقدیرِ اضافت عام ازاں کہ نام میں لام ہو یا من۔ ظاہر و متبادر "ناطق اَلتّالہ الحدید" سے جناب الٰہی ہے تعالیٰ و تقدس — کہ اس کا صریح ترجمہ اَلتّالہ الحدید کہنے والے کا منطقِ جدید — یا — اس کی طرف سے منطق جدید — اور پُر ظاہر کہ اِس کلام کا فرمانے والا کون ہے؟ ہمارا مولےٰ تبارک و تعالیٰ۔

اِس تقدیر پر متعدد شناعاتِ شدیدہ لازم:

---

[1] القرآن الکریم ۷/۱۳

[2] ″ ۳۴/۳

اوّلاً مضامینِ کتاب کو حضرتِ عزت تبارک مجدہٗ کی طرف نسبت کرنا، کہ جنابِ الٰہی جلّ ذکرہٗ پر کھلا افترا۔ حق عزّ من قائل فرماتا ہے:

ان الذین یفترون علی اللّٰہ الکذب لایفلحون[1]

بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں مراد کو نہ پہنچیں گے۔

اور فرماتا ہے:

فمن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذبا۔[2]

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر بہتان اُٹھائے۔

یہاں تک کہ جمہور علماء ایسے شخص کو مطلقاً کافر کہتے ہیں۔ شرحِ فقہِ اکبر میں ہے:

فی الفتاوی الصغری من قال" یعلم اللّٰہ انی فعلت کذا" وکان لم یفعل کفر، ای لانہ کذب علی اللّٰہ[3]

فتاوٰی صغرٰی میں ہے جس نے کہا اللہ تعالٰی جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے حالانکہ اس نے وہ کام نہ کیا ہو تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۱۶۲)

(۱۱) مزید فرمایا:

ثانیاً یہود و نصارٰی سے کامل مشابہت۔ قال تعالٰی:

فویل للذین یکتبون الکتٰب باید یھم ثمّ یقولون ھذا من عنداللّٰہ لیشتروا بہ ثمنًا قلیلًا فویل لھم ممّا کتبت اید یھم وویل لھم ممّا یکسبون[4]

سو خرابی ہے اُن کے لئے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تاکہ اس کے بدلے تھوڑی قیمت لیں۔ سو خرابی ہے انھیں ان کے ہاتھوں کے لکھے سے۔ اور خرابی ہے انھیں اس چیز سے جو کماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۹ و ۱۶/ ۱۱۶

[2] " " ۶/ ۱۴۴ و ۷/ ۳۷ و ۱۰/ ۱۷ و ۱۸/ ۱۵

[3] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر مسائل متفرقہ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت ص ۵۱۱

[4] القرآن الکریم ۲/ ۷۹

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من تشبّہ بقومٍ فھو منھم ۔ اخرجہ احمد وابوداؤد[1] وابویعلٰی والطّبرانی فی الکبیر عن ابن عمر باسنادٍ حسنٍ، وعلّقہ خ ۔ واخرجہ الطبرانی فی الاوسط بسندٍ حسنٍ عن حُذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انھیں میں سے ہے ۔ (احمد، ابوداوٗد، ابویعلٰی اور طبرانی نے معجم کبیر میں اسنادِ حسن کے ساتھ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے تخریج کی ۔ اور خ نے اس کو بطورِ تعلیق بیان کیا ۔ اور طبرانی نے معجم اوسط میں سندِ حسن کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تخریج کی ہے ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۱۶۳، ۱۶۴)

(۱۲) کتاب " مقامع الحدید " کے خاتمہ میں چند تنبیہات ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

تنبیہِ اوّل : اے عزیز ! آدمی کو اس کی انانیت نے ہلاک کیا، گناہ کرتا ہے، اور جب اس سے کہا جائے توبہ کر، تو اپنی کسرِشان سمجھتا ہے ۔ عقل رکھتا تو اصرار میں زیادہ ذلت وخواری جانتا ۔

یا ھذا ، ہرگز منصبِ علم کے منافی نہیں کہ حق کی طرف رجوع کیجئے، بلکہ یہ عین مقتضائے علم ہے اور سخن پروری ہر جہل سے بدتر جہل ــــ وہ بھی کاہے میں ؟ کفریات میں ــــ والعیاذ باللہ (اللہ کی پناہ ۔ت)۔

یا ھذا ، صغیرہ پر اصرار اُسے کبیرہ کر دیتا ہے ــــ کفریات پر اصرار کس قعرِ نار میں پہنچائے گا ۔

یا ھذا ، تیرا رب ایک شخص کی مذمت کرتا ہے :

واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جھنم ولبئس المھاد[2] ۔

یعنی جب اس سے کہا جائے خدا سے ڈر، تو اُسے غرور کے مارے گناہ کی ضد چڑھتی ہے ۔ سو کافی ہے اسے جہنّم، اور بیشک کیا بُرا ٹھکانا ہے ۔

للہ ! اپنی جان پر رحم کر، اور اس شخص کا شریکِ حاصل نہ ہو ۔

یا ھذا ، تیرا مالک ایک قوم پر رد فرماتا ہے :

واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لوّوا رءُوسھم ورأیتھم یصدّون

---

[1] سُنن ابی داوٗد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۳

المعجم الاوسط حدیث ۸۳۲۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۹/۱۵۱

[2] القرآن الکریم ۲/۲۰۶

وھم مستکبرون[1]

جب ان سے کہا جائے آؤ تمھارے لئے بخشش چاہے خدا کا رسول، تو اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تو انھیں دیکھے کہ باز رہتے ہیں تکبّر کرتے ہوئے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۱۸۶، ۱۸۷)

(۱۳) مزید فرمایا:

عزیزو! احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم، بیہقی، عبد بن حمید بغوی باسانید صحیحہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی، سیّد عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انّ العبد اذا اخطأ خطیئۃ نکتت فی قلبہ نکتۃ سوداء فان ھو نزع واستغفر وتاب صقل قلبہ، وان عاد زید فیھا حتی تعلو علی قلبہ، وھو الرّان الذی ذکر اللہ تعالٰی: "کلاّ بل ران علٰی قلوبھم ما کانوا یکسبون[2]"

جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ دھبا پڑجاتا ہے، پس اگر وہ اس سے جُدا ہوگیا اور توبہ استغفار کی تو اس کے دل پر صیقل ہوجاتی ہے۔ اور اگر دوبارہ کیا تو سیاہی بڑھتی ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر چڑھ جاتی ہے۔ اور یہی ہے وہ زنگ جس کا اللہ تعالےٰ نے ذکر فرمایا کہ: یوں نہیں بلکہ زنگ چڑھادی ہے اُن کے دلوں پر ان کے گناہوں نے کہ وہ کرتے تھے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۱۹۱)

(۱۴) حضرت مولانا پروفیسر حاکم علی صاحب نے زمین و آسمان کی حرکت وسکون سے متعلق کچھ تفسیری حوالہ جات پر مشتمل ایک مفصل استفتاء اعلحضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا۔ اس کے جواب میں آپ نے آیاتِ قرآنیہ اور ان کی تفاسیر پر مشتمل ایک رسالہ بنام "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان" تحریر فرمایا، چونکہ وہ رسالہ مکمل طور پر فوائد وابحاثِ تفسیریہ پر مشتمل ہے لہٰذا مع استفتاء درج کیا جاتا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/۵

[2] کنز العمال برمز حم، ت، ہ، حب، ن، حب عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۰۱۸۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۲۱۰

جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ ویل للمطففین امین کمپنی دہلی ۲/۱۶۸ و ۱۶۹

موارد الظمآن کتاب التفسیر ″ ″ حدیث ۱۷۷۰ المکتبۃ السلفیہ ص ۴۳۹

″ کتاب التوبۃ باب ماجاء فی الذنوب ″ ۲۴۴۸ ص ۶۰۷

مسئلہ ازموتی بازار، لاہور مسئولہ مولوی حاکم علی صاحب ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

یاسیدی اعلیحضرت سلمکم اللہ تعالٰی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امّا بعد ھذا من تفسیر جلالین (انّ اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا) ای یمنعھما من الزوال[1]، و ایضاً (اَوَلم تکونوا اقسمتم) حلفتم (من قبل) فی الدنیا (مالکم من) زائدۃ (زوال) عنھا الی الاٰخرۃ، وایضاً (وان) ما (کان مکرھم) وان عظم (لتزول منہ الجبال) المعنی لایعبأ بہ ولایضر الا انفسھم والمراد بالجبال ھنا قیل حقیقتھا وقیل شرائع الاسلام المشبھۃ بھا فی القرار والثبات وفی قراءۃ بفتح لام لتزول ورفع الفعل فان مخففۃ والمراد[ع] تعظیم مکرھم وقیل المراد بالمکر کفرھم ویناسبہ علی الثانیۃ "تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا" وعلی الاول ماقرئ وما کان[3]۔ وسرّ ارمن وامت برکاتکم واین ست از تفسیر حسینی (انّ اللہ) بدرستیکہ خدائے تعالٰی (یمسک السمٰوٰت والارض) نگاہ میدارد آسمانہا وزمین را (ان تزولا) برائے آنکہ زائل نہ شوند از اماکن خود چہ ممکن را درحال بقانا چاراست از نگاہ دارندہ آوردہ اند کہ چوں یہود و نصارٰی عزیر و عیسٰی را بفرزندی حق سبحٰنہ نسبت کردند آسمان و زمین نزدیک بآں رسید کہ شگافتہ گردد حق تعالٰی فرمود کہ من بقدرت نگاہ می دارم ایشاں را تازوال نیابند یعنی از جائے خود نروند[4] وایضاً

ع والمعنی ولان کان مکرھم من الشدۃ بحیث تزول عنھا الجبال تنقطع عن اماکنھا[5] ۱۲ کمالین۔

معنٰی یہ ہے کہ اُن کا مکر اس قدر شدید ہے کہ اس سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں ۱۲ کمالین۔ (ت)

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۳۵/ ۴۱ مطبع مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۳۶۵

[2] " " ۱۴/ ۴۴ " " " " اول " ۲۰۸

[3] " " ۱۴/ ۴۶ " " " " " "

[4] تفسیر حسینی تحت الآیۃ ۳۵/ ۴۱ مطبع محمدی واقع بمبئی انڈیا ص ۷۰۵

[5] کمالین علٰی ہامش جلالین " ۱۴/ ۴۶ مطبع مجتبائی دہلی نصف اول " ۲۰۸

(اولم تکونوا) درجواب ایشاں گویند فرشتگان آیا نبود دید شما کہ از روئے مبالغہ (اقسمتم من قبل) سوگندمے خوردید پیش ازیں در دنیا کہ شما پایندہ وخوابیدہ بودید (مالکم من زوال) نباشد شمارا ہیچ زوالے مراد آنست کہ می گفتند کہ ما در دنیا خواہیم بود وبسرائے دیگر نقل نخواہیم نمود[1]، وایضاً (وان کان مکرھم) وبدرستیکہ بود مکر ایشاں در سختی و ہول ساختہ وپرداختہ (لتزول) تا از جائے برود (منہ الجبال[2]) ازاں مکر کوہ ہا۔

بعدازیں یہ تفسیر جلالین کی عبارت ہے (بیشک اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں) یعنی ان کو زوال سے روکے ہوئے ہے۔ یہ بھی اسی میں ہے (تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے دنیا میں (نہیں ہے تمھیں) من زائدہ ہے (ہٹ کے کہیں جانا) دنیا سے آخرت کی طرف۔ اور یہ بھی اسی میں ہے (اور نہیں ہے ان کا مکر) اگرچہ بہت بڑا ہے (کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں) معنیٰ یہ ہے کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں اور ان کا نقصان خود انہی کو ہے۔ اور یہاں پہاڑوں سے مراد ایک قول کے مطابق حقیقتاً خود پہاڑ ہیں، اور ایک قول کے مطابق احکام شرع ہیں جن کو قرار وثبات میں پہاڑوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور جس قراءۃ میں لتزول کا لام مفتوح اور فعل مرفوع ہے اُس قراءۃ میں اِنْ مخففہ ہوگا اور مراد ان کے مکر کی بڑائی۔ اور کہا گیا ہے کہ مکر سے مراد ان کا کفر ہے۔ اور قراءۃِ ثانیہ کی صورت میں اس قول کی تائید قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ کرتی ہے (قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھہ کر) اور اول کی صورت میں جو پڑھا گیا ہے وما کان یعنی نہیں تھا (اُن کا مکر)، اور میرے سردار! آپ کی برکتیں ہمیشہ رہیں، یہ ہے تفسیر حسینی کی عبارت (انّ اللہ) بیشک اللہ تعالیٰ (یمسک السمٰوٰت والارض) محفوظ رکھتا ہے آسمانوں اور زمین کو (ان تزولا) اس واسطے کہ اپنی جگھوں سے زائل نہ ہو جائیں کیونکہ ممکن کے لئے حالتِ بقاء میں کسی محافظ کا ہونا ضروری ہے۔ منقول ہے کہ جب یہود ونصاریٰ نے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا تو آسمان وزمین پھٹنے کے قریب ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنی قدرت کے ساتھ ان کو محفوظ رکھتا ہوں تاکہ یہ زوال نہ پائیں یعنی اپنی جگہ سے ہٹ نہ جائیں۔ اُسی میں ہے (اَوَلم تکونوا اقسمتم من قبل) ان کے جواب میں فرشتے بطورِ مبالغہ کہیں گے کہ کیا تم نے اس سے پہلے دنیا میں قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم دنیا میں ہمیشہ رہو گے

---

[1] تفسیر حسینی قادری تحت آیۃ ۱۴/۴۴ مطبع محمدی واقع بمبئی انڈیا ص ۴۱۹
[2] " " " ۱۴/۴۶ " " " " " "

فتاویٰ رضویہ جلد ۳

11/11

(مالکم من زوال) تمھارے لئے کوئی زوال نہیں ہوگا۔ مراد یہ ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم دنیا میں ہمیشہ رہیں گے اور دوسرے جہان میں منتقل نہیں ہوں گے۔ اور اسی میں ہے (وان کان مکرھم) یقیناً ان کا مکر سختی و ہولناکی میں اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ (لتزول منہ الجبال) اس کی وجہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے۔ (ت)

اے محبوب و محبِ فقیر ایدکم اللہ تعالٰی فی کل حال (اللہ تعالٰی ہر حال میں آپ کی مدد فرمائے۔ ت) جب کافروں کے زوال کا معنٰی ان کا اس دنیا سے دار الآخرۃ میں جانا مسلّم ہوا تو معاملہ صاف ہوگیا کیونکہ کافر زمین پر پھرتے چلتے ہیں، اس پھرنے چلنے کا نام زوال نہ ہوا کہ یہ اُن کا چلنا پھرنا اپنے اماکن میں ہے کہ جہاں تک اللہ تعالٰی نے ان کو حرکت کرنے کا امکان دیا ہے وہاں تک ان کا حرکت کرنا ان کا زوال نہ ہوا، یہی حال پہاڑوں کا ہوا کہ ان کا اپنے اماکن سے زائل ہو جانا ان کا زوال ہوا۔ جب یہ حال ہے تو زمین کا بھی اپنے اماکن سے زائل ہو جانا اس کا زوال ہوگا اور اپنے اماکن میں اس کا حرکت کرنا زوال نہیں ہو سکتا، شکر ہے اس پروردگار کا کہ کسی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے چلنی گریز نہ ہوا اور میری مشکل بھی از بارگاہِ حل المشکلات حل ہوگئی ببرکۃ کلامِ کریم:

و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب[1]۔

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور وُہ اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہوگا۔ (ت)

اور یہ اس طرح ہوا کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آسمان کے سکون فی مکان کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا یعنی آسمان کی تصریح کی طرح تصریح نہ فرمائی یعنی خاموشی فرمائی۔ قربان جاؤں احسن الخالقین تبارک وتعالٰی کے اور باعثِ خلقِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اور حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کہ سائنس کی سرکوبی کے لئے زمین کے زوال اس کے اماکن کے معنٰی آپ کے اس تابعدار مجاہد کبیر پر عیاں فرمائے کہ زمین کے زوال نہ کرنے کے یہ معنٰی ہیں کہ جن اماکن میں اللہ تعالٰی نے اس کو امساک کیا ہے اس سے یہ باہر نہیں سرک سکتی مگر ان اماکن میں اس کو حرکتِ امر کردہ شدہ عطا فرمائی ہوئی ہے جیسے کہ اس پر کافر چلتے پھرتے ہیں اور یہ اُن کا زوال نہیں ہے۔ اسی طرح سے اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں امساک کردہ شدہ ہے اور

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۲، ۳

جاذبہ اور رفتار کیا ہے صرف اللہ پاک کے امساک کا ایک ظہور ہے اور کچھ نہیں، اب چاہیں تو جاذبہ اور رفتار دونوں کو معدوم کردیں اور ہر چیز کو اس کے حیّز میں ساکن فرمادیں اس سے زائل نہیں ہوسکتی جیسے کہ سورج والشمس تجری لمستقر لھا[1] (اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے۔ ت) کی رُو سے اپنے مجرے میں امساک میں امساک کیا گیا ہُوا ہے اور اپنے مجرے میں چل رہا ہے مگر اس کے اس چلنے کا نام زوال نہیں بلکہ جریان ہے، تو زمین کا بھی اپنے مدار میں اور سورج کی ہمراہی میں چلنا اس کا جریان ہے نہ کہ زوال۔

ذٰلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء[2]، فالحمد للّٰه ربّ العٰلمين والشكر والمنّة۔

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا، اور اس کا شکر اور احسان ہے۔ (ت)

غریب نواز! کرم فرماکر میرے ساتھ متفق ہوجاؤ تو پھر ان شاء اللہ تعالٰی سائنس کو اور سائنسدانوں کو مسلمان کیا ہوا ہاں الم نجعل الارض مھادا[3] (کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ ت) کے بجائے الذی جعل لکم الارض مھدا[4] الخ (وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا کیا۔ ت) درج فرمادیں دیباچہ میں۔ سب کو سلام مسنون قبول ہو۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰه الذی بامرہ قامت السماء والارض والصلٰوۃ والسلام علٰی شفیع یوم العرض واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین، اٰمین!

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، اور درود وسلام ہو روزِ قیامت شفاعت کرنے والے پر اور ان کی آل، اصحاب، اولاد اور تمام امت پر، آمین۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۳۸
[2] " ۵۷/ ۲۱
[3] " ۷۸/ ۶
[4] " ۲۰/ ۵۳ و ۴۳/ ۱۰

مجاہد کبیر، مخلص فقیر، حق طلب حق پذیر سلمہ اللہ القدیر! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ دسواں دن ہے آپ کی رجسٹری آئی میری ضروری کتاب کہ طبع ہو رہی ہے اس کی اصل کے صفحہ ۸۰ تک کاتب لکھ چکے اور ۹۰ کے بعد سے مجھے تقریباً چالیس صفحات کے قدر مضامین بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی، یہ مباحث جلیلہ دقیقہ پر مشتمل تھی، میں نے ان کی تکمیل مقدم جانی کہ طبع جاری ہے، اُدھر طبیعت کی حالت آپ خود ملاحظہ فرماگئے ہیں وہی کیفیت اب تک ہے، اب بھی چار آدمی کرسی پر بٹھاکر مسجد کو لے جاتے لاتے ہیں، ان اوراق کی تحریر اور اُن مباحث جلیلہ غامضہ کی تنقیح وتقریر سے بحمدہٖ تعالیٰ رات فارغ ہوا اور آپ کی محبت پر اطمینان تھا کہ اس ضروری دینی کام کی تقدیم کو ناگوار نہ رکھیں گے۔

آپ نے اپنا لقب مجاہد کبیر رکھا ہے مگر میں تو اپنے تجربے سے آپ کو مجاہد اکبر کہہ سکتا ہوں۔ حضرت مولانا اسد اللہ الاسد الاشد مولوی محمد وصی احمد صاحب محدّث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کا لہجہ جلد سے جلد حق قبول کرلینے والا میں نے آپ کے برابر نہ دیکھا اپنے جمے ہوئے خیال سے فوراً حق کی طرف رجوع لے آنا جس کا میں بارہا آپ سے تجربہ کرچکا نفس سے جہاد ہے اور نفس سے جہاد جہادِ اکبر ہے تو آپ اس میں مجاہدِ اکبر ہیں بارك اللہ تعالٰی وتقبل آمین! امید ہے کہ بعونہٖ تعالٰی اس مسئلہ میں بھی آپ ایسا ہی جلد از جلد قبولِ حق فرمائیں گے کہ باطل پر ایک آن کے لئے بھی اصرار میں نے آپ سے نہ دیکھا وللہ الحمد۔

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین وآسمان دونوں ساکن ہیں کواکب چل رہے ہیں کل فی فلك یسبحون[1] ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے، جیسے پانی میں مچھلی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد آپ کے پیشِ نظر ہے:

انّ اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا ۵ ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ انہ کان حلیما غفورا ۵[2]

بیشک اللہ آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انھیں کون روکے، بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔ (ت)

میں یہاں اوّلاً اجمالاً چند حرف گزارش کروں کہ اِن شاء اللہ تعالٰی آپ کی حق پسندی کو وہی کافی ہوں، پھر قدرے تفصیل۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۴۰

[2] ؍؍ ۳۵/ ۴۱

اجمال یہ کہ افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود و صاحب سرِ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے اس آیۂ کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی، یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا (دیکھئے نمبر ۲)

حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا۔ (دیکھئے آخر نمبر ۲)

ان حضرات سے زائد عربی زبان و معانیِ قرآن سمجھنے والا کون!

علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے تفسیر رغائب الفرقان میں اس آیۂ کریمہ کی تفسیر فرمائی:

(ان تزولا) کراھۃ زوالھما عن مقرھما و مرکزھما۔[1]

یعنی اللہ تعالٰی آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقر و مرکز سے ہٹ نہ جائیں۔

مقر ہی کافی تھا کہ جائے قرار و آرام ہے، قرار سکون ہے منافیِ حرکت۔ قاموس میں آتا ہے: قر سکن۔[2] مگر انھوں نے اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس کا عطف تفسیری مرکزھما زائد کیا مرکز جائے رکز۔ رکز گاڑنا، جمانا۔ یعنی آسمان و زمین جہاں جمے ہوئے گڑے ہوئے ہیں وہاں سے نہ سرکیں۔ نیز غرائب القرآن میں زیرِ قولہ تعالےٰ:

الذی جعل لکم الارض فراشا (اور جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ ت)

فرمایا:

لایتم الافتراش علیہا مالم تکن ساکنۃ، ویکفی فی ذٰلک ما اعطاھا خالقھا ورکز فیھا من المیل الطبیعی الی الوسط الحقیقی بقدرتہ واختیارہ "ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا"۔[3]

زمین کو بچھونا بنانا اس وقت تک تام نہیں ہوتا جب تک وہ ساکن نہ ہو۔ اور اس میں کافی ہے وہ جو اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت و اختیار کے ساتھ اس میں وسط حقیقی کی طرف میل طبعی مرتکز فرمایا ہے۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: بیشک اللہ تعالےٰ آسمانوں اور زمینوں کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے

---

[1] غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) تحت الآیۃ ۳۵/ ۴۱ مصطفی البابی مصر ۲۲/ ۸۴
[2] القاموس المحیط باب الراء فصل القاف " " " ۲/ ۱۱۹
[3] غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) تحت الآیۃ ۲/ ۲۲ " " " ۱/ ۱۹۲، ۱۹۳

نہ پائیں ۔(ت)

اِسی آیت کے نیچے تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے :

اعلم ان کون الارض فراشا مشروط بکونھا ساکنۃ ، فالارض غیر متحرکۃ لا بالاستدارۃ ولا بالاستقامۃ ، وسکون الارض لیس الا من اللّٰہ تعالٰی بقدرتہ واختیارہ ولھذا قال اللّٰہ تعالٰی ان اللّٰہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا[1] اھ ملتقطا۔

جان لے کہ زمین کا بچھونا ہونا اس کے ساکن ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔ لہذا زمین نہ تو حرکت مستدیرہ کے ساتھ متحرک ہے اور نہ ہی حرکت مستقیمہ کے ساتھ۔ اور زمین کا ساکن ہونا محض اللہ تعالٰے کی قدرت و اختیار سے ہے جیسا کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا : بیشک اللہ تعالٰے آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سِرکنے نہ پائیں اھ التقاط (ت)

قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ و تابعین و مفسرین معتمدین نے لئے ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہوسکتا ہے۔ قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ ہے جس پر حکم ہے :

فلیتبوأ مقعدہ من النار[2]۔

وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

یہ تو اُس سے بھی بڑھ کر ہوگا کہ قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں بلکہ رائے نصارٰی کے موافق، والعیاذ باللہ ، یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰے عنہما وہ صحابی جلیل القدر ہیں جن کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے اپنے اسرار سکھائے ان کا لقب ہی صاحبِ سِرِّ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہے امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ اُن سے اسرارِ حضور کی باتیں پُوچھتے ، اور عبداللہ تو عبداللہ ہیں ، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ یہ جو فرمائیں اسے مضبوط تھامو تمسّکوا بعھد ابن مسعود[3] (ابن مسعود کے فرمان کو مضبوطی سے تھامو۔ ت) ، اور ایک حدیث میں ارشاد ہے :

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/ ۲۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۹۴ و ۹۵

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۱۹

[3] جامع الترمذی باب المناقب مناقب عبداللہ بن مسعود " " " ۲/ ۲۲۱

حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۱ عبداللہ بن مسعود حدیث ۳۹۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۷۶

رضیت لامتی ما رضی لہا ابن ام عبد وکرھت لامتی ما کرہ لہا ابن ام عبد[1]۔

میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمایا جو اس کے لئے عبد اللہ ابن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند رکھا جو اس کے لئے ابن مسعود ناپسند رکھیں۔

اور خود ان کے علمِ قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا:

استقرأوا القراٰن من اربعۃ من عبد اللہ ابن مسعود[2] الحدیث۔

قرآن چار شخصوں سے پڑھو۔ سب میں پہلے عبد اللہ ابن مسعود کا نام لیا۔

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بروایت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حضرت اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے۔

اور عجائب نعمائے الٰہیہ سے یہ کہ آیہ کریمہ ان تزولا کی یہ تفسیر اور یہ کہ محور پر حرکت بھی موجبِ زوال ہے چہ جائے حرکت علی المدار۔ ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، دونوں کی نسبت حضورِ انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ جو بات تم سے بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔ دونوں حدیثیں جامع ترمذی شریف کی ہیں۔ اول:

ماحدثکم ابن مسعود فصدقوہ[3]۔

جو بات تم سے ابن مسعود بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔ (ت)

دوم:

ماحدثکم حذیفۃ فصدقوہ[4]۔

جو بات تم سے حذیفہ بیان کرے اس کی تصدیق کرو۔ (ت)

اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں بلکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسے مانو

---

[1] مجمع الزوائد کتاب المناقب باب ماجاء فی عبد اللہ بن مسعود دار الکتاب العربی بیروت ۹/۲۹۰
[2] صحیح البخاری " " " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۳۱
صحیح مسلم کتاب الفضائل فضائل " " " ۲/۲۹۳
[3] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عمار بن یاسر امین کمپنی دہلی ۲/۲۲۱
مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۸۵، ۴۰۲
[4] جامع الترمذی ابواب المناقب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب حذیفہ ابن الیمان امین کمپنی دہلی ۲/۲۲۲

اس کی تصدیق کرو، والحمد للہ رب العلمین، ہمارے معنیٰ کی تو یہ عظمت شان ہے کہ مفسرین سے ثابت، تابعین سے ثابت، اجلہ صحابہ کرام سے ثابت، خود حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے اُس کی تصدیق کا حکم۔

اور عنقریب ہم بفضل اللہ تعالیٰ اور بہت **آیات** اور صدہا **احادیث** اور **اجماعِ اُمت** اور خود اقرار مجاہد کبیر سے اس معنیٰ کی حقیقت اور زمین کا سکون مطلق ثابت کریں گے و باللہ التوفیق۔
آپ نے جو معنیٰ لئے کیا کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام، کسی تفسیر، یا جانے دیجئے چھوٹی سے چھوٹی کسی اسلامی عام کتاب میں دکھا سکتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمین گردِ آفتاب دورہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ اسے صرف اتنا روکے ہوئے ہے کہ اس مدار سے باہر نہ جائے لیکن اس پر اسے حرکت کرنے کا امر فرمایا ہے۔
حاش للہ! ہرگز کسی اسلامی رسالہ، پرچہ، رقعہ سے اس کا پتا نہیں دے سکتے سوا سائنس نصاریٰ کے۔ آگے آپ انصاف کرلیں کہ معنیٔ قرآن وہ لئے جائیں یا یہ۔ مجا مخلصا! وہ کون سا نص ہے جس میں کوئی تاویل نہیں گھڑ سکتے یہاں تک کہ قادیانی کافر نے وخاتم النبیین میں تاویل گھڑ دی کہ رسالت کی افضلیت اُن پر ختم ہوگئی اُن جیسا کوئی رسول نہیں[1]۔ نانوتوی نے گھڑ دی کہ وہ نبی بالذات اور سوائے آپ کے اور نبی بالعرض، اور موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے[2] ان کے بعد بھی اگر کوئی نبی ہو تو ختمِ نبوت کے خلاف نہیں حتیٰ کہ یوں ہی کوئی مشرک لا الٰہ الا اللہ میں تاویل کرسکتا ہے کہ اعلیٰ میں حصر ہے یعنی اللہ کے برابر کوئی خدا نہیں اگرچہ اس سے چھوٹے بہت سے ہوں، جیسے حدیث شریف میں ہے:

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذو الفقار[3]۔

نہیں ہے کوئی جوان مگر علی (کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) اور نہیں ہے کوئی تلوار مگر ذو الفقار۔ (ت)

دوسری حدیث:

لا وجع الا وجع العین ولا ھم الا ھم الدین[4]۔

---

[1]

[2] تحذیر الناس کتب خانہ رحیمیہ سہارن پور انڈیا ص ۴

[3] الاسرار المرفوعہ حدیث ۱۰۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۶۵

[4] الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرہ حرف لا حدیث ۴۴۹ المکتب الاسلامی بیروت ص ۱۸۷

درد نہیں مگر آنکھ کا درد، اور پریشانی نہیں مگر قرض کی پریشانی۔

ایسی تاویلوں پر خوش نہ ہونا چاہئے بلکہ جو تفسیر ماثور ہے اس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور و مقبول ہے مسلمان اُسی پر اعتقاد لائے۔

محبی مخلصی! اللہ عزوجل نے آپ کو پکا مستقل سُنّی کیا ہے آپ جانتے ہیں کہ اب سے پہلے رافضی جو مرتد نہ تھے کاہے سے رافضی ہوئے، کیا اللہ یا قرآن یا رسول یا قیامت وغیرہا ضروریاتِ دین سے کسی کے منکر تھے؟ ہرگز نہیں، انھیں اسی نے رافضی کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عظمت نہ کی۔

محبا! دل کو صحابہ کی عظمت سے مملو کرلینا فرض ہے انھوں نے قرآن کریم صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پڑھا حضور سے اس کے معانی سیکھے اُن کے ارشاد کے آگے اپنی فہم ناقص کی وہ نسبت سمجھنی بھی ظلم ہے جو ایک علامہ متبحر کے حضور کسی جاہل گنوار بے تمیز کو۔

محبا! صحابہ اور خصوصاً حذیفہ وعبداللہ ابن مسعود جیسے صحابہ کی یہ کیا عظمت ہوئی اگر ہم خیال کریں کہ جو معنٰی قرآن عظیم اُنھوں نے سمجھے غلط ہیں ہم جو سمجھے وہ صحیح ہیں۔ میں آپ کو اللہ عزوجل کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کے دل میں ایسا خطرہ بھی گزرے۔

فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الرحمین[1]۔

تو اللہ تعالٰی سب سے بہتر نگہبان ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (ت)

میں امیدِ واثق رکھتا ہوں کہ اسی قدر اجمالِ جمیل آپ کے انصافِ جزیل کو بس۔ اب قدرے تفصیل بھی عرض کروں:

(۱) زوال کے اصلی معنٰی سرکنا، ہٹنا، جانا، حرکت کرنا، بدلنا ہیں۔

قاموس میں ہے:

الزوال الذھاب والاستحالۃ[2]

زوال کا معنٰی ہے جانا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا۔ (ت)

اُسی میں ہے:

کل ماتحول فقد حال واستحال[3]

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۶۴

[2] القاموس المحیط فصل الزاء باب اللام تحت لفظ "الزوال" مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۰۲

[3] " " " فصل الحاء " " " الحول " " ۳/ ۳۷۴

ہروہ جس نے جگہ بدلی تو بیشک اس نے حال بدلا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوا۔ (ت)

ایک نسخہ میں ہے:

کل ما تحرك او تغیّر[1]

ہروہ جس نے حرکت کی یا تبدیل ہوا۔ (ت)

یوں ہی عُباب میں ہے:

تحول او تحرك[2] (بدلا یا حرکت کی۔ ت)

تاج العروس میں ہے:

(ازال اللہ تعالٰی زوالہ) ای اذھب اللہ حرکتہ وزال زوالہ ای ذھبت حرکتہ[3]

اللہ تعالٰی نے اس کے زوال کا ازالہ فرمایا یعنی اس کی حرکت کو ختم فرمادیا۔ اور اس کا زوال زائل ہوا یعنی اس کی حرکت ختم ہوگئی۔ (ت)

نہایہ ابن اثیر میں ہے:

فی حدیث جُندب الجھنی "واللہ لقد خالطہ سھمی ولوکان زائلۃ لتحرك" الزائلۃ کل شیئ من الحیوان یزول عن مکانہ ولا یستقر، وکان ھذا المرمی قد سکّن نفسہ لا یتحرك لئلا یحس بہ فیجھز علیہ[4]

کہتے ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹ جائے اور قرار نہ پکڑے۔ جس کو تیر لگا تھا اس نے اپنے آپ کو حرکت سے روک لیا تاکہ اس کے بارے میں پتا نہ چل سکے اور اس کو ہلاک نہ کردیا جائے (ت)

(ا) دیکھو زوال بمعنی حرکت ہے اور قرآن عظیم نے آسمان وزمین سے اس کی نفی فرمائی تو حرکتِ زمین وحرکتِ آسمان دونوں باطل ہوئیں۔

(ب) "زوال" جانا اور بدلنا ہے، حرکتِ محوری میں بدلنا ہے اور مدار پر حرکت میں جانا بھی، تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج) نیز نہایہ و دُرِّ منثور امام جلال الدین سیوطی میں ہے:

---

[1] تاج العروس فصل الحاء من باب اللام تحت لفظ "الحول" داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۹۴

[2] " بحوالہ العباب " " " " " " " " " " " "

[3] " فصل الزاء " " " " " " " " ۷/ ۳۶۲

[4] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر باب الزاء مع الواو تحت لفظ "زول" دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۸۰

النزویل الانزعاج بحیث لایستقر علی المکان وھو والنزوال بمعنی[1]

"نزویل" کا معنی بیقراری ہے اس طور پر کہ کسی ایک جگہ قرار نہ پکڑے۔ نزویل اور نزوال کا معنی ایک ہی ہے۔(ت)

قاموس میں ہے:

نزعجہ اقلقہ وقلعہ من مکانہ کانزعجہ فانزعج[2]

اس کو بیقرار و مضطرب کیا اور اس کو اپنی جگہ سے ہٹایا، جیسے اس کو بیقرار کیا تو وہ بیقرار ہوگیا۔(ت)

لسان میں ہے:

الانزعاج نقیض الاقرار[3]

انزعاج (بیقرار کرنا) اقرار (ایک جگہ ٹھہرانے) کی ضد ہے۔ (ت)

تاج میں ہے:

قلق الشیئ قلقا وھو ان لایستقر فی مکان واحد[4]

قلق الشیئ قلقاً کا معنی یہ ہے کہ شے ایک جگہ میں قرار نہ پکڑے۔ (ت)

مفرداتِ امام راغب میں ہے:

قر فی مکانہ یقر قرارًا اذا ثبت ثبوتا جامدا واصلہ من القر وھو البرد وھو یقتضی السکون والحر یقتضی الحرکۃ[5]

قر فی مکانہ یقر قرارًا کا معنی یہ ہے کہ شے اپنی جگہ ثابت ہو کر ٹھہر گئی۔ یہ اصل میں مشتق ہے قر سے، جس کا معنی سردی ہے اور وہ سکون کا تقاضا کرتی ہے جبکہ گرمی حرکت کی مقتضی ہے۔(ت)

---

[1] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر باب الزاء مع الواو تحت لفظ "ز و ل" دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/

[2] القاموس المحیط فصل الراء والزاء باب الجیم تحت لفظ "زعجہ" مصطفی البابی مصر ۱/۱۹۸

[3] لسان العرب تحت لفظ "زعج" دار صادر بیروت ۲/۲۸۸

[4] تاج العروس فصل القاف تحت لفظ "القلق" دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۵۸

[5] المفردات فی غرائب القرآن القاف مع الراء نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۴۰۶

قاموس میں ہے :

قر بالمکان ثبت وسکن کاستقر[1]

قر بالمکان کا معنیٰ ٹھہرنا اور ساکن ہونا جیسا کہ استقر کا معنیٰ بھی یہی ہے۔ (ت)

دیکھو زوال انزعاج ہے، اور انزعاج قلق، اور قلق مقابل قرار، اور قرار سکون تو زوال مقابل سکون ہے اور مقابل سکون نہیں مگر حرکت، تو ہر حرکت زوال ہے۔ قرآن عظیم آسمان و زمین کے زوال سے انکار فرماتا ہے، لاجرم ان کی ہر گونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے۔

(د) صراح میں ہے :

زائلہ جنبیدہ و رونده و آئنده[2]

زائلہ کا معنیٰ جنبش کرنے والا، جانے والا اور آنے والا ہے۔ (ت)

زمین اگر محور پر حرکت کرتی جنبیدہ ہوتی اور مدار پر تو آئندہ و رونده بھی، بہر حال زائلہ ہوتی اور قرآن عظیم اس کے زوال کو باطل فرماتا ہے، لاجرم اس سے ہر نوعِ حرکت زائل۔

(۲) کریمہ وان کان مکرھم لتزول منه الجبال[3] ان کا مکر اتنا نہیں جس سے پہاڑ جگہ سے ٹل جائیں، یا اگرچہ اُن کا مکر ایسا بڑا ہو کہ جس سے پہاڑ ٹل جائیں، یہ قطعاً ہماری ہی مؤید اور گونہ حرکتِ جبال کی نفی ہے۔

(أ) ہر عاقل بلکہ غبی تک جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن و مستقر ایک جگہ جمے ہوئے ہیں جن کو اصلاً جنبش نہیں۔ تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے :

ثبوت الجبل یعرفه الغبی والذکی[4]

پہاڑ کے ثبوت و قرار کو کُند ذہن اور تیز ذہن والا دونوں جانتے ہیں۔ (ت)

قرآن عظیم میں ان کو رواسی فرمایا، راسی ایک جگہ جما ہُوا پہاڑ، اگر ایک اُنگل بھی سرک جائے گا قطعاً زال الجبل صادق آئے گا نہ یہ کہ تمام دُنیا میں لُڑھکتا پھرے۔ اور زال الجبل نہ کہا جائے

---

[1] القاموس المحیط | فصل القاف | باب الراء | مصطفی البابی مصر | ۲/ ۱۱۹

[2] صراح | فصل الزاء | باب اللام | نولکشور لکھنؤ | ص ۳۴۳

[3] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۶

[4] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی حاشیۃ الشہاب تحت الآیہ ۱۴/ ۴۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۴۸۶

ثبات وقرار ثابت رہے کہ ابھی دنیا سے آخرت کی طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہوگیا۔ اپنی منقولہ عبارت جلالین دیکھئے پہاڑ کے اسی ثبات و استقرار پر شرائع اسلام کو اُس سے تشبیہ دی ہے جن کا ذرہ بھر ہلانا ممکن نہیں۔

(ب) اسی عبارتِ جلالین کا آخر دیکھئے کہ تفسیر دوم پر یہ آیت آیۃ و تخر الجبال ھدا کے مناسب ہے یعنی ان کی ملعون بات ایسی سخت ہے جس سے قریب تھا کہ پہاڑ ڈھہ کر گر پڑتے۔ یوں ہی معالم التنزیل میں ہے،

وھو معنی قولہ تعالٰی " و تخر الجبال ھدا"[1]

اور یہی معنٰی ہے اللہ تعالٰی کے اس قول کا " اور پہاڑ ڈھہ کر گر پڑتے۔" (ت)

یہ مضمون ابوعبید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، نیز جویبر ضحاک سے راوی ہوئے:

کقولہ تعالٰی " و تخر الجبال ھدا"[2]

جیساکہ اللہ تعالٰی کا قول " اور وہ پہاڑ گر جائیں گے ڈھہ کر۔" (ت)

اسی طرح قتادہ شاگرد انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ظاہر ہے کہ ڈھہ کر گرنا اُس جنگل سے بھی اسے نہ نکال دے گا جس میں تھا نہ کہ دنیا سے۔ ہاں جما ہوا ساکن مستقر نہ رہے گا تو اُسی کو زوال سے تعبیر فرمایا اور اسی کی نفی زمین سے فرمائی تو وہ ضرور جمی ہوئی ساکن مستقر ہے۔

(ج) رب عزوجل نے سیدنا موسٰی علٰی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا:

لن ترانی ولٰکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی[3]

تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لوگے۔

پھر فرمایا:

فلما تجلّٰی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسٰی صعقا[4]

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۱۴/ ۴۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۶

[2] جامع البیان عن الضحاک (تفسیر ابن جریر) " ۱۴/ ۴۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳/ ۲۹۰

[3] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۳

[4] " ۷/ ۱۴۳

جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور موسٰی غش کھا کر گرے۔ کیا ٹکڑے ہوکر دُنیا سے نکل گیا یا ایشیا یا اُس ملک سے۔ اس معنی پر تو ہرگز جگہ سے نہ ٹلا، ہاں وہ خاص محل جس میں جما ہوا تھا وہاں نہ جما رہا۔ تو معلوم ہوا اسی قدر عدمِ استقرار کو کافی ہے۔ اور اوپر گزرا کہ عدمِ استقرار عین زوال ہے، زمین بھی جہاں جمی ہوئی ہے وہاں سے سرکے تو بیشک زائلہ ہوگی اگرچہ دُنیا یا مدار سے باہر نہ جائے۔

(د) اس آیہ کریمہ کے نیچے تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے،

ولئن کان مکرھم فی غایۃ المتانۃ والشدۃ معدا لازالۃ الجبال عن مقارھا[1]۔

اگرچہ ان کا مکر مضبوطی اور سختی کی زیادتی کے سبب سے پہاڑوں کو اپنی جگھوں سے ہٹانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ (ت)

نیشاپوری میں ہے،

ازالۃ الجبال عن اماکنھا[2]۔

پہاڑوں کو ان کی جگھوں سے ہٹانا۔ (ت)

خازن میں ہے،

تزول عن اماکنھا[3] (پہاڑ اپنی جگھوں سے ہٹ جائیں۔ ت)

کشاف میں ہے؛

تتقلع عن اماکنھا[4] (پہاڑ اپنی جگھوں سے اُکھڑ جائیں۔ ت)

مدارک میں ہے؛

تنقطع عن اماکنھا[5] (پہاڑ اپنی جگھوں سے جُدا ہوجائیں۔ ت)

اسی کے مثل آپ نے کمالین سے نقل کیا، یہاں بھی مکان و مقر سے قطعاً وہی مراد ہے جو کریمہ فات

---

[1] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت الآیۃ ۱۴/۴۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵۸
[2] غرائب القرآن و رغائب القرآن 〃 〃 مصطفٰی البابی مصر ۱۳/۱۴۲
[3] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر خازن) 〃 〃 دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۴۴
[4] الکشاف تحت الآیۃ ۱۴/۴۶ مکتب الاعلام الاسلامی قم ایران ۲/۵۶۶
[5] مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) 〃 〃 دار الکتاب العربی بیروت ۲/۲۶۶

استقر مکانہ[1] میں تھا ارشاد کا ارشاد مقام ھا جا ہائے قرار اور کشاف کا لفظ تنقلع خاص قابل لحاظ ہے کہ اُکھڑ جانے ہی کو زوال بتایا۔

(۵) سعید بن منصور اپنے سنن اور ابن ابی حاتم تفسیر میں حضرت ابو مالک غزوان غفاری کوفی استاذ امام سُدی کبیر و تلمیذ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

وان کان مکرھم لتزول منه الجبال قال تحرکت[2]

اگرچہ ان کا مکر اس حد تک تھا کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا اس کا معنٰی یہ ہے کہ حرکت کریں۔ (ت)

اُنھوں نے صاف تصریح کر دی کہ زوالِ جبال ان کا حرکت کرنا جنبش کھانا ہے۔ اسی کی زمین سے نفی ہے وللہ الحمد۔

(۳) اُوپر گزرا کہ زوال مقابل قرار وثبات ہے اور قرار وثبات حقیقی سکون مطلق ہے، دربارۂ قرار عبارت امام راغب گزری۔ اور قاموس میں ہے:

المثبت کمکرم من لاحراك به من المرض وبکسر الباء الذی ثقل فلم یبرح الفراش وداء ثبات بالضم معجز عن الحرکة[3]

مثبَت بروزن مکرَم وہ شخص ہے جس میں بیماری کی وجہ سے حرکت نہ ہو، اور اگر مثبِت یعنی بار کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنٰی ہوگا وہ شخص جس کی بیماری بڑھ گئی اور وہ صاحبِ فراش ہوگیا۔ اور داء کا معنٰی ثُبات ہوا، ثار پر ضمہ کے ساتھ، یعنی حرکت سے عاجز کردینے والا مرض۔ (ت)

مگر توسّعاً قرار وثبات ایک حالت پر بقار کو کہتے ہیں اگرچہ اس میں سکون مطلق نہ ہو تو اس کا مقابل زوال اُسی حالت سے انفصال ہوگا۔ یونہی مقر و مستقر و مکان ہر جسم کے لئے حقیقۃً وہ سطح یا بُعد مجرد یا موہوم ہے جو جمیع جوانب سے اس جسم کو حاوی اور اس سے ملاصق ہے یعنی علمائے اسلام کے نزدیک وہ فضائے متصل جسے یہ جسم بھرے ہوئے ہے ظاہر ہے کہ وہ دہنے و سرکنے سے بدل گئی، لہذا اس حرکت کو حرکت اینیہ کہتے ہیں یعنی جس سے دمبدم اَین کہ مکان و جائے کا نام ہے بدلتا ہے یہی جسم کا مکان خاص ہے اور اسی میں

---

[2] الدر المنثور تحت الآیۃ ۱۴/ ۴۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۹
تفسیر القرآن العظیم (ابن ابی حاتم) تحت الآیۃ ۱۴/ ۴۶ مکتبہ نزار مصطفٰی الباز ۷/ ۲۲۵۲
[3] القاموس المحیط فصل الثاء والثاء باب الثاء مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۱۵۰

قرار وثبات حقیقی ہے اس کے لئے یہ بھی ضرور کہ وضع بھی نہ بدلے، کُرہ کہ اپنی جگہ قائم رہ کر اپنے محور پر گھومے مکان نہیں بدلتا مگر اسے قار وثابت وساکن نہ کہیں گے بلکہ زائل وحائل ومتحرک۔ پھر اسی توسّع کے طور پر بیت بلکہ دار بلکہ محلّے بلکہ شہر بلکہ کثیر ملکوں کے حاوی حصّہ زمین مثل ایشیا بلکہ ساری زمین بلکہ تمام دنیا کو مقر ومستقر ومکان کہتے ہیں، قال تعالٰی:

ولکم فی الارض مستقر و متاع الٰی حین ۔[1]

اور تمھیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔ (ت)

اور اس سے جب تک جدائی نہ ہو اُسے قرار وقیام بلکہ سکون سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ ہزاروں حرکات پر مشتمل ہو ولہذا کہیں گے کہ موتی بازار بلکہ لاہور بلکہ پنجاب بلکہ ہندوستان بلکہ ایشیا بلکہ زمین ہمارے مجاہد کبیر کا مسکن ہے وہ ان میں سکونت رکھتے ہیں وہ ان کے ساکن ہیں حالانکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ سکون وحرکت متبائن، مگر یہ معنی مجازی ہیں، لہذا جائے اعتراض نہیں۔ لاجرم محلِ نفی میں ان کا مقابل زوال بھی انھیں کی طرح مجازی و توسّع ہے اور وہ نہ ہوگا جب تک اُن سے انتقال نہ ہو، کفار کی وہ قسم کہ مالنا من زوال اسی معنی پر تھی یہ قسم نہ کھاتے تھے کہ ہم ساکن مطلق ہیں چلتے پھرتے نہیں، نہ یہ کہ ہم ایک شہر یا ملک کے پابند ہیں اس سے منتقل نہیں ہو سکتے بلکہ دنیا کی نسبت قسم کھاتے تھے کہ ہمیں یہاں سے آخرت میں جانا نہیں،

ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیا وما نحن بمبعوثین ۔[2]

وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں۔ (ت)

مولٰی تعالٰی فرماتا ہے:

واقسموا باللہ جھد ایمانھم لا یبعث اللہ من یموت ۔[3]

اور انھوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے کہ اللہ تعالٰی مُردے نہ اٹھائے گا۔ (ت)

لاجرم تیسری آیہ کریمہ میں زوال سے مراد دنیا سے آخرت میں جانا ہو نہ یہ کہ دنیا میں ان کا چلنا پھرنا زوال نہیں قطعاً حقیقی زوال ہے جس کی سندیں اوپر سُن چکے، اور عظیم شافی بیان آگے آتا ہے، مگر یہاں اس کا ذکر ہے جس کی وُہ قسم کھاتے تھے اور وُہ نہ تھا مگر دُنیا سے انتقال۔ معنی مجازی کے لئے قرینہ درکار

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳۶
[2] القرآن الکریم ۲۳/ ۳۷
[3] ؍؍ ۱۶/ ۳۸

ہوتا ہے یہاں قرینہ ان کے یہی اقوال بعینہٖ ہیں بلکہ خود اسی آیت صدر میں قرینہ صریحہ مقالیہ موجود کہ روزِ قیامت ہی کے سوال وجواب کا ذکر ہے، فرماتا ہے :

وانذر الناس یوم یاتیھم العذاب فیقول الذین ظلموا ربنا اخرنا الی اجل قریب نجب دعوتك ونتبع الرسل اولم تکونوا اقسمتم من قبل مالکم من زوال۔[1]

اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا، تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب! تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں، تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے کہ ہمیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں۔ (ت)

لیکن کریمہ ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا[2] (بیشک اللہ تعالٰی آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں جنبش نہ کریں۔ ت) میں کوئی قرینہ نہیں تو معنی مجازی لینا کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا بلکہ قطعاً زوال اپنے معنی حقیقی پر رہے گا یعنی قرار وثبات وسکون حقیقی کا چھوڑنا، اس کی نفی ہے تو ضرور سکون کا اثبات ہے ایک جگہ معنی مجازی میں استعمال دیکھ کر دوسری جگہ بلاقرینہ مجاز مراد لینا ہرگز حلال نہیں۔

(۴) نہیں نہیں بلاقرینہ نہیں بلکہ خلافِ قرینہ۔ یہ اور سخت تر ہے کہ کلام اللہ میں پوری تحریفِ معنوی کا پہلو دے گا، رب عزوجل نے یمسك فرمایا ہے، اور امساك روکنا، تھامنا، بند کرنا ہے۔ ولہذا جو زمین کے پانی کو بہنے نہ دے روک رکھے اسے مسك اور مساك کہتے ہیں انہار وابحار کو نہیں کہتے حالانکہ اُن میں بھی پانی کی حرکت وہیں تک ہوگی جہاں تک احسن الخالقین جل وعلا نے اس کا امکان دیا ہے۔ قاموس میں ہے :

امسکه حبسه والمسك محرکة الموضع یمسك الماء کالمساك کسحاب۔[3]

امسکه کا معنٰی ہے اس کو روکا اور المَسَك (س پر حرکت کے ساتھ) اس جگہ کو کہتے ہیں جو پانی کو روکے، جیسے مساك بروزن سحاب۔ (ت)

یوں تو دنیا بھر میں کوئی حرکت کبھی بھی زوال نہ ہو کہ جہاں تک احسن الخالقین تعالٰی نے امکان دیا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/۴۴

[2] " " ۳۵/۴۱

[3] القاموس المحیط فصل المیم باب الکاف مصطفی البابی مصر ۳/۳۲۹

اُس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

(۵) اگران معنی کو مجازی نہ لیجئے بلکہ کہئے کہ زوال عام ہے مکان و مستقر حقیقی خاص سے سرکنا اور موقع عام اور موطن اعم اور اعم از اعم سے جُدا ہونا سب اس کے فرد ہیں تو ہر ایک پر اس کا اطلاق حقیقت ہے جیسے زید و عمرو و بکر وغیرہم کسی فرد کو انسان کہنا تو اب بھی قرآن کریم کا مفاد زمین کا وہی سکون مطلق ہوگا نہ کہ اپنے مدار سے باہر نہ جانا۔ تزولا فعل ہے اور محلِ نفی میں وارد ہے اور علمِ اصول میں مصرح ہے کہ فعل قوۃ نکرہ میں ہے اور نکرہ حیزِ نفی میں عام ہوتا ہے، تو معنیٔ آیت یہ ہوئے کہ آسمان و زمین کو کسی قسم کا زوال نہیں، نہ موقع عام سے نہ مستقر حقیقی خاص سے، اور یہی سکون حقیقی ہے وللہ الحمد۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مجاہد کبیر کو اپنی عبارت میں ہر جگہ قید بڑھانی پڑی زمین کا اپنے اماکن سے اُٹل ہوجانا اس کا زوال ہوگا۔ زائل ہوجانا قطعاً مطلقاً زوال ہے، "زائل ہوجانا" زوال کا ترجمہ ہی تو ہے مکانِ خاص سے ہو خواہ اماکن سے، مگر اول کے اخراج کو اس قید کی حاجت ہوتی یونہی فرمایا زمین کا زوال اس کے اماکن سے، پھر فرمایا؛ جن اماکن میں اللہ تعالٰی نے اُس کو امساک کیا ہے اس سے باہر سرک نہیں سکتی۔ پھر فرمایا؛ اپنے مدار میں امساک کردہ شدہ ہے اس سے زائل نہیں ہوسکتی۔ اور نفی کی جگہ فرمایا؛ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہیں فرمایا۔ یہاں جمع اماکن کا ظاہر کردیا مگر رب عزوجل نے تو ان میں سے کوئی قید نہ لگائی مطلق یمسك فرمایا ہے اور مطلق ان تزولا۔ اللہ آسمان و زمین ہر ایک کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائے۔ یہ نہ فرمایا کہ اس کے مدار میں روکے ہوئے ہے، یہ نہ فرمایا کہ ہر ایک کے لئے اماکن عدیدہ ہیں اُن اماکن سے باہر نہ جانے پائے، تو اس کا بڑھانا کلامِ الٰہی میں اپنی طرف سے پیوند لگانا ہوگا ازپیشِ خویش قرآن عظیم کے مطلق کو مقیّد، عام کو مخصص بنانا ہوگا۔ اور یہ ہرگز روا نہیں۔ اہل سنّت کا عقیدہ ہے جو اُن کی کتبِ عقائد میں مصرح ہے کہ النصوص تحمل علی ظواھرھا[1] (نصوص اپنے ظواہر پر محمول ہوتی ہیں۔ ت) بلکہ تمام ضلالتوں کا بڑا پھاٹک یہی ہے کہ بطورِ خود نصوص کو ظاہر سے پھیریں مطلق کو مقید عام کو مخصوص کریں، مالکم من زوال[2] (تمہارے لئے زوال نہیں۔ ت) کی تخصیص واضح سے ان تزولا کو بھی مخصص کرلینا اس کی نظیر یہی ہے کہ ان اللہ علٰی کل شیئ قدیر[3] (بیشک

---

[1] شرح عقائد نسفیہ دارالاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۱۱۹

[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۴

[3] " " ۲/ ۲۰

اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے۔ ت) کی تخصیص دیکھ کر ان اللہ بکل شیئ علیم[1] (بیشک اللہ تعالٰی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ت) کو بھی مخصص مان لیں کہ جس طرح وہاں ذات وصفات ومحالات زیرِ قدرت نہیں یونہی معاملہ صاف ہوگیا کہ ذات وصفات ومحالات کا معاذاللہ علم بھی نہیں۔ زیادہ تشفی بحمدہٖ تعالٰی نمبر ۸ میں آتی ہے جس سے واضح ہوجائے گا کہ اللہ ورسول وصحابہ ومسلمین کے کلام میں یہاں یعنی خاص محلِ نزاع میں زوال سے مطلقاً ایک جگہ سے سرکنا مراد ہوا ہے اگرچہ اماکن معینہ سے باہر نہ جائے یا زوال کفار کی طرح دنیا خواہ مدار چھوڑ کر الگ بھاگ جانا، فانتظر (چنانچہ انتظار کر۔ ت)۔

(۶) لاجرم وہ جنھوں نے خود صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قرآن کریم پڑھا، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کے معانی سیکھے انھوں نے آیہ کریمہ کو ہر گونہ زوال کی نافی اور سکون مطلق حقیقی کی مثبت بتایا۔ سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر نے حضرت شقیق ابن سلمہ سے کہ زمانہ رسالت میں پائے ہوئے تھے روایت کی اور یہ حدیث ابن جریر بسند صحیح برجال صحیحین بخاری ومسلم ہے:

حدثنا ابن بشار ثنا عبدالرحمٰن ثنا سفیٰن عن الاعمش عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فقال من این جئت؟ قال من الشام۔ فقال من لقیت؟ قال لقیت کعبا۔ فقال ما حدثك کعب؟ قال حدثنی ان السمٰوت تدور علٰی منکب ملك۔ قال فصدقتہ او کذبتہ؟ قال ما صدقتہ ولا کذبتہ۔ قال لوددت انك افتدیت من رحلتك الیہ براحلتك ورحلھا وکذب کعب ان اللہ یقول ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا ۵ ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہٖ[2]، زاد غیر ابن جریر وکفٰی بھا زوالا ان تدورا[3]۔

ہمیں ابن بشار نے حدیث بیان کی کہ ہم کو عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی کہ ہم کو اعمش نے بحوالہ ابو وائل حدیث بیان کی، ابو وائل نے کہا کہ ایک صاحب حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور حاضر ہوئے، فرمایا: کہاں سے آئے؟ عرض کی: شام سے۔ فرمایا: وہاں کس سے ملے؟ عرض

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۷۵

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۳۵/ ۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲/ ۱۷۰

[3] الدر المنثور " " " " ۷/ ۳۲

کی: کعب سے۔ فرمایا: کعب نے تم سے کیا بات کی؟ عرض کی: یہ کہا کہ آسمان ایک فرشتے کے شانے پر گھومتے ہیں۔ فرمایا: تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب؟ عرض کی: کچھ نہیں (یعنی جس طرح حکم ہے کہ جب تک اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہو اہل کتاب کی باتوں کو نہ سچ جانو نہ جھوٹ)۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: کاش! تم اپنا اونٹ اور اس کا کجاوہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دے دیتے کعب نے جھوٹ کہا اللہ تعالٰی فرماتا ہے: بیشک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ ہٹیں تو اللہ کے سوا انھیں کون تھامے۔ ابن جریر کے غیر نے یہ اضافہ کیا کہ گھومنا اُن کے سرک جانے کو بہت ہے۔

نیز محمد طبری نے بسندِ صحیح براصولِ حنفیہ برجال بخاری ومسلم حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ امام اجل ابراہیم نخعی سے روایت کی:

حدثنا جریر عن مغیرۃ عن ابراھیم قال ذھب جُندب البجلی الی کعب الاحبار فقدم علیه ثم رجع، فقال له عبداللہ حدثنا ما حدثك، فقال حدثنی ان السماء فی قطب کقطب الرحا والقطب عمود علٰی منکب ملك، قال عبداللہ لوددت انك افتدیت رحلتك بمثل راحلتك، ثم قال ماتنتکت الیھودیة فی قلب عبد فکادت تفارقه ثم قال ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض ان تزولا، کفٰی بھا زوالا ان تدور۔[1]

ہمیں جریر نے بحوالہ مغیرہ ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ ابراہیم نے کہا کہ جُندب بجلی کعب احبار کے پاس جاکر واپس آئے، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: کہو کعب نے تم سے کیا کہا؟ عرض کی: یہ کہا کہ آسمان چکّی کی طرح ایک کیلی ہے اور کیلی ایک فرشتے کے کاندھے پر ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: مجھے تمنا ہوئی کہ تم اپنے ناقہ کے برابر مال دے کر اس سفر سے چھُٹ گئے ہوتے، یہودیت کی خراش جس دل میں لگتی ہے پھر مشکل ہی سے چھوٹتی ہے، اللہ تو فرما رہا ہے بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ نہ سرکیں، ان کے سرکنے کو گھومنا ہی کافی ہے۔

عبد بن حمید نے قتادہ شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

ان کعبًا کان یقول ان السماء تدور علٰی نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفة بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنھما کذب کعب "ان اللہ یمسك السمٰوٰت والارض

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۳۵ /۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲ /۱۷۰ و ۱۷۱

ا۔ تزولا [1]

کعب کہا کرتے تھے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے چکّی کی کیلی۔ اس پر حذیفۃ الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کعب نے جھوٹ کہا، بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔

دیکھو ان اجلّہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اسے بقائے خیالات یہودیت سے بتایا، کیا وہ اتنا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب کیوں فرمائیں آیت میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے اور اُن کا یہ پھرنا چلنا اپنے اماکن میں ہے جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے اُن کو حرکت کا امکان دیا ہے وہاں تک اُن کا حرکت کرنا اُن کا زوال نہ ہوگا' مگر اُن کا ذہن مبارک اس معنی باطل کی طرف نہ گیا نہ جاسکتا تھا بلکہ اس کے ابطال ہی کی طرف گیا اور جانا ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً زوال کی نفی فرمائی ہے نہ کہ خاص زوال عن المدارکی' تو انھوں نے روا نہ رکھا کہ کلامِ الٰہی میں اپنی طرف سے یہ پیوند لگالیں۔ لاجرم اُس پر رَد فرمایا اور اس قدر شدید و اشد فرمایا وللہ الحمد۔

تنبیہ: کعب احبار تابعین اخیار سے ہیں خلافتِ فاروقی میں یہودی سے مسلمان ہوئے کتبِ سابقہ کے عالم تھے، اہلِ کتاب کی احادیث اکثر بیان کرتے انھیں میں سے یہ خیال تھا جس کی تغلیط ان اکابر صحابہ نے قرآن عظیم سے فرمادی تو کَذَبَ کَعْب کے یہ معنی ہیں کہ کعب نے غلط کہا نہ کہ معاذ اللہ قصداً جھوٹ کہا۔ کَذَبَ بمعنی اَخْطَأَ محاورۂ حجاز ہے اور خراشِ یہودیت بمشکل چھوٹنے سے یہ مراد کہ ان کے دل میں علمِ یہود بھرا ہُوا تھا وہ تین قسم ہے: باطل صریح و حق صحیح اور مشکوک کہ جب تک اپنی شریعت سے اس کا حال نہ معلوم ہو حکم ہے کہ اس کی تصدیق نہ کرو ممکن کہ ان کی تحریفات یا خرافات سے ہو، نہ تکذیب کرو ممکن کہ توریت یا تعلیمات سے ہو اسلام لاکر قسم اول کا حرف حرف قطعاً اُن کے دل سے نکل گیا، قسم دوم کا علم اور مستجل ہوگیا، یہ مسئلہ قسم سوم بقایائے علم یہود سے تھا جس کے بطلان پر آگاہ نہ ہو کر اُنھوں نے بیان کیا اور صحابہ کرام نے قرآن عظیم سے اس کا بطلان ظاہر فرمادیا یعنی یہ نہ توریت سے ہے نہ تعلیمات سے بلکہ اُن خبیثوں کی خرافات سے، تابعین صحابہ کرام کے تابع و خادم ہیں مخدوم اپنے خدام کو ایسے الفاظ سے تعبیر کرسکتے ہیں اور مطلب یہ ہے جو ہم نے واضح کیا وللہ الحمد۔

(۷) اس ساری تحریر میں مجھے آپ سے اس فقرے کا زیادہ تعجب ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود

---

[1] الدر المنثور فی التفسیر الماثور تحت الآیۃ ۳۵/۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۳۲

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا خاموشی فرمائی، اسے آپ نے اپنی مشکل کا حل تصور کیا، کعب احبار نے آسمان ہی کا گھومنا بیان کیا تھا اور یہود اسی قدر کے قائل تھے زمین کو وہ بھی ساکن مانتے تھے بلکہ ۱۵۴۰ء سے پہلے (جس میں کوپرنیکس نے حرکت زمین کی بدعت ضالہ کو کہ دو ہزار برس سے مُردہ پڑی تھی جِلایا) نصارٰی بھی سکونِ ارض ہی کے قائل تھے، اسی قدر یعنی صرف دورۂ آسمان کا ان حضرات عالیات کے حضور تذکرہ ہوا اس کی تکذیب فرمادی، دورۂ زمین کہا کس نے تھا کہ اس کا رَد فرماتے، اگر کوئی صرف زمین کا دَورہ کہتا صحابہ اسی آیۂ کریمہ سے اس کی تکذیب کرتے، اور اگر کوئی آسمان و زمین دونوں کا دَورہ بتاتا صحابہ اسی آیت سے دونوں کا ابطال فرماتے۔ جواب بقدر سوال دیکھ لیا یہ نہ دیکھا کہ جس آیت سے وہ سند لائے اس میں آسمان و زمین دونوں کا ذکر ہے یا صرف آسمان کا، آیت پڑھئے صراحۃً دونوں ایک حالت پر مذکور ہیں دونوں پر ایک ہی حکم ہے، جب حسبِ ارشادِ صحابہ آیۂ کریمہ مطلق حرکت کا انکار فرماتی ہے اور وہ انکار آسمان و زمین دونوں کے لئے ایک نسق ایک لفظ ان تزولا میں ہے جس کی ضمیر دونوں کی طرف ہے تو قطعاً آیت نے زمین کی بھی ہر گونہ حرکت کو باطل فرمایا جس طرح آسمان کی۔ ایک شخص کے حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آفتاب کو اپنے لئے سجدہ کرتے نہ دیکھا تھا اس پر عالم فرمائے وہ جھوٹا ہے، آیۂ کریمہ میں ہے:

انی رأیت احد عشر کوکباً والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین[1]

کہ میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔

اس کے بعد ایک دُوسرا اُٹھے اور چاند کو ساجد دیکھنے سے منکر ہو اور کہے قربان جائیے۔ عالم نے سورج کے سجدہ کی تصریح فرمائی مگر چاند کے بارے میں ایسا نہ فرمایا خاموشی فرمائی اُسے کیا کہا جائے گا اب تو آپ نے خیال فرمالیا ہوگا کہ قائل حرکت ارض کو اجلّہ صحابہ کرام بلکہ خود صاف ظاہر نصِ قرآنِ عظیم سے گریز کے سوا کوئی چارہ نہیں اور یہ معاذ اللہ خسرانِ مبین ہے جس سے اللہ تعالٰی ہمیں اور آپ اور سب اہلسنت کو بچائے، آمین!

(۸) عجب کہ آپ نے آفتاب کا زوال نہ سُنا' اسے تو میں نے آپ سے بالمشافہ کہہ دیا تھا۔

(۱) حدیثوں میں کتنی جگہ زالت الشمس (سورج ڈھل گیا۔ ت) ہے، بلکہ قرآن عظیم میں ہے:

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴

اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس[1]۔

نماز قائم کرو سورج ڈھلتے وقت۔ (ت)

تفسیر ابن مردویہ میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لدلوک الشمس کی تفسیر میں فرمایا، لزوال الشمس[2]۔

ابن جریر نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اتانی جبرئیل لدلوک الشمس حین زالت فصلی بی الظھر[3]۔

میرے پاس جبرائیل آئے جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے میرے ساتھ نمازِ ظہر پڑھی۔

نیز ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی الظھر اذا زالت الشمس، ثم تلا اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس[4]۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی کہ سورج ڈھلتے وقت نماز قائم کرو۔ (ت)

نیز مثل سعید ابن منصور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے:

دلوکھا زوالھا[5] (سورج کے دلوک کا معنٰی اس کا زوال ہے۔ ت)

بزار و ابوالشیخ و ابن مردویہ نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے:

دلوک الشمس زوالھا[6] (سورج کے دلوک کا معنی اس کا زوال ہے۔ ت)

عبدالرزاق نے مصنف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۸

[2] الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور (بحوالہ ابن مردویہ) تحت آیۃ ۱۷/ ۷۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۸۰

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۷/ ۷۸ 〃 〃 ۱۵/ ۱۵۸

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[5] الدرالمنثور بحوالہ سعید بن منصور و ابن جریر 〃 〃 ۵/ ۲۸۱

[6] الدرالمنثور بحوالہ البزار و ابی الشیخ و ابن مردویہ 〃 〃 ۵/ ۲۸۰

دلوك الشمس اذا زالت عن بطن السماء[1]

سورج کادلوک یہ ہے کہ جب وہ آسمان کے بطن سے ڈھل جائے۔ (ت)

مجمع بحارالانوار میں ہے:

زاغت الشمس مالت وزالت عن اعلٰی درجات ارتفاعها[2]

زاغت الشمس کا معنٰی یہ ہے کہ وہ اپنی بلندی کے اعلٰی درجے سے ڈھل گیا۔ (ت)

فقہ میں وقتِ زوال ہر کتاب میں مذکور اور عوام تک کی زبانوں پر مشہور، کیا اس وقت آفتاب اپنے مدار سے باہر نکل جاتا ہے اور احسن الخالقین جل وعلا نے جہاں تک کی حرکات کا اسے امکان دیا ہے اُس سے آگے پاؤں پھیلاتا ہے؟ حاشا! مدار ہی میں رہتا ہے اور پھر زوال ہوگیا، یونہی زمین اگر دورہ کرتی ضرور اسے زوال ہوتا اگرچہ مدار سے نہ نکلتی، اس پر اگر یہ خیال جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکنا تو آفتاب کو ہر وقت ہے پھر ہر وقت کو "زوال" کیوں نہیں کہتے، تو یہ محض جاہلانہ سوال ہوگا، وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی۔ کتب میں یہ مشہور حکایت ہے کہ مطرد ماننے والے سے پوچھا جرجیر یعنی چینے کو کہ ایک قسم کا ناج ہے جرجیر کیوں کہتے ہیں، کہا لانہ یتجرجر علی الارض اس لئے کہ وہ زمین پر جنبش کرتا ہے، کہا تمھاری داڑھی کو جرجیر کیوں نہیں کہتے یہ بھی تو جنبش کرتی ہے۔ قارورے کو قارورہ کیوں کہتے ہیں، کہا لان الماء یقر فیھا اس لئے کہ اس میں پانی ٹھہرتا ہے، کہا تمھارے پیٹ کو قارورہ کیوں نہیں کہتے اس میں بھی تو پانی ٹھہرتا ہے۔ یہاں تین ۳ ہی موضع ممتاز تھے: افق شرقی و غربی و دائرہ نصف النہار، ان سے سرکنے کا نام طلوع و غروب رکھا کہ یہی انسب و وجہِ تمایز تھا اور اس سے تجاوز کو زوال کہا اگرچہ جگہ سے زوال آفتاب کو بلاشبہہ ہر وقت ہے، کریمہ والشمس تجری لمستقر لھا میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قراءت ہے لامستقر لھا یعنی سورج چلتا ہے کسی وقت اسے قرار نہیں۔ اور ہرگز زاکہ قرار کا مقابل زوال ہے، جب کسی وقت قرار نہیں تو ہر وقت زوال ہے اگرچہ تسمیہ میں ایک زوال معیّن کا نام زوال رکھا، غرض کلام اس میں ہے کہ احادیث مرفوعہ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و آثارِ صحابہ کرام و اجماعِ اہلِ اسلام نے آفتاب کا اپنے مدار میں رہ کر ایک جگہ سے سرکنے کو زوال کہا، اگر زمین متحرک ہوتی تو یقیناً ایک جگہ سے اُس کا سرکنا ہی زوال ہوتا

---

[1] المصنف لعبدالرزاق حدیث ۲۰۴۰ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵۳۸

[2] مجمع بحارالانوار باب الزاء مع الیاء مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ ۲/ ۴۵۶

اگرچہ مدار سے باہر نہ جاتی لیکن قرآن عظیم نے صاف ارشاد میں اس کے زوال کا انکار فرمایا ہے تو قطعًا واجب کہ زمین اصلاً متحرک نہ ہو۔

(ب) بلکہ خود یہی زوال کہ قرآن و حدیث و فقہ و زبانِ جملہ مسلمین سب میں مذکور قائلانِ دَورہ زمین اسے زمین ہی کا زوال کہیں گے کہ وہ حرکتِ یومیہ اُسی کی جانب منسوب کرتے ہیں یعنی آفتاب یہ حرکت نہیں کرتا بلکہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے جب وہ حصہ جس پر ہم ہیں گھوم کر آفتاب سے آڑ میں ہوگیا رات ہوئی، جب گھوم کر آفتاب کے سامنے آیا کہتے ہیں آفتاب نے طلوع کیا، حالانکہ زمین یعنی اُس حصہ ارض نے جانب شمس رُخ کیا جب اتنا گھوما کہ آفتاب ہمارے سروں کے محاذی ہوا یعنی ہمارا دائرہ نصف النہار مرکزِ شمس کے مقابل آیا دوپہر ہوگیا، جب زمین یہاں سے آگے بڑھی دوپہر ڈھل گیا، کہتے ہیں آفتاب کو زوال ہُوا حالانکہ زمین کو ہوا، یہ اُن کا مذہب ہے اور صراحۃً قرآن عظیم کا مکذِّب و مکذَّب ہے مسلین تو مسلمین، بیروت وغیرہ کے سُفہائے قائلانِ حرکتِ ارض بھی جن کی زبان عربی ہے اس وقت کو وقتِ زوال اور دھوپ گھڑی کو مزولہ کہتے ہیں یعنی زوال پہچاننے کا آلہ۔ اور اگر ان سے کہئے کیا شمس زوال کرتا ہے؟ کہیں گے نہیں بلکہ زمین۔ حالانکہ وہ مدار سے باہر نہ گئی۔ تو آپ کی تاویل موافقین و مخالفین کسی کو بھی مقبول نہیں۔

(ج) اَوروں سے کیا کام، آپ تو بفضلہٖ تعالٰی مسلمان ہیں، ابتدائے وقتِ ظہر زوال سے جانتے ہیں، کیا ہزار بار نہ کہا ہوگا کہ زوال کا وقت ہے، زوال ہونے کو ہے، زوال ہوگیا۔ کاہے سے زوال ہوا دائرہ نصف النہار سے۔ کس کا زوال ہوا، آپ کے نزدیک زمین کا کہ اُسی کی حرکتِ محوری سے ہوا، حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ زمین کو زوال نہیں۔ اب خود مان کر کہ زمین متحرک ہو تو روزانہ اپنے مدار کے اندر ہی رہ کر اسے زوال ہوتا ہے دنیا سے، زوال کفار پیش کرنے کا کیا موقع رہا، انصاف شرط ہے، اور قرآن عظیم کے ارشاد پر ایمان لازم، وباللہ التوفیق۔

(د) یہاں سے بحمدہٖ تعالٰی حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اُس ارشاد کی خوب توضیح ہوگئی کہ صرف حرکتِ محوری زوال کو بس ہے۔

(۹) بحمد اللہ تین آیتیں یہ گزریں:

آیت ۱ : ان اللہ یمسک[1] بیشک اللہ تعالٰی روکے ہُوئے ہے۔ (ت)

آیت ۲ : ولئن زالتا[2] اگر وُہ ہٹ جائیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/ ۴۱

[2] القرآن الکریم ۳۵/ ۴۱

آیت ۳ : لدلوك الشمس[1] سورج ڈھلتے وقت (ت)

آیت ۴ : فلمّا افلت[2] پھر جب وُہ ڈوب گیا (ت)

آیت ۵ : وسبّح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب[3]

اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہُوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے (ت)

آیت ۶ : وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها[4]۔

اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج چمکنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے (ت)

آیت ۷ : حتّٰی اذا بلغ مطلع الشمس وجدها تطلع علٰی قوم لم نجعل لهم من دونها ستراً[5]۔

یہاں تک کہ سورج نکلنے کی جگہ پہنچا اسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کیلئے ہم نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی۔

اور ان سب سے زائد **آیت ۸** :

وتری الشمس اذا طلعت تزٰور عن کهفهم ذات الیمین واذا غربت تقرضهم ذات الشمال وهم فی فجوة منه ذٰلك من اٰیٰت الله[6]۔

تو آفتاب کو دیکھے گا جب طلوع کرتا ہے ان کے غار سے دہنی طرف مائل ہوتا ہے اور جب ڈوبتا ہے ان سے بائیں کترا جاتا ہے حالانکہ وہ غار کے کُھلے میدان میں ہیں، یہ قدرتِ الٰہی کی نشانیوں سے ہیں۔ (ت)

یُونہی صدہا احادیث ارشاد سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خصوصاً حدیث بخاری ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے :

قال النبی صلّی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم لابی ذر حین غربت الشمس اتدری این تذهب قلت اللّٰہ ورسوله اعلم قال فانّها تذهب حتی تسجد تحت العرش فتستأذن فیؤذن لها ویوشك ان تسجد فلا یقبل منها وتستأذن فلا یؤذن لها یقال لها ارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربها فذٰلك قوله تعالٰی "والشمس تجری لمستقر لها ذٰلك تقدیر العزیز العلیم[7]"

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۸ — [2] القرآن الکریم ۶/ ۷۸

[3] " ۵۰/ ۳۹ — [4] " ۲۰/ ۱۳۰

[5] " ۱۸/ ۹۰ — [6] " ۱۸/ ۱۷

[7] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ الشمس والقمر بحسبان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۴

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمایا جبکہ سورج غروب ہو چکا تھا کیا تم جانتے ہو کہ سُورج کہاں جاتا ہے ؟ حضرت ابوذر کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں ۔ تو آپ نے فرمایا : وُہ جاتا ہے تاکہ عرش کے نیچے سجدہ کرے ۔ چنانچہ وہ اجازت طلب کرتا ہے تو اس کو اجازت دے دی جاتی ہے قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے وہ سجدہ اس کی طرف سے قبول نہ کیا جائے اور وہ اجازت طلب کرے تو اس کو سجدہ کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور اسے کہا جائے کہ تو لوٹ جا جہاں سے آیا ہے ، پھر وہ مغرب سے طلوع ہوگا ۔ یہی معنٰی ہے اللہ تعالٰی کے ارشاد کا " اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے ، یہ حکم ہے زبردست علم والے کا " (ت)

یونہی ہزارہا آثارِ صحابہ عظام و تابعینِ کرام و اجماعِ اُمت جن سب میں ذکر ہے کہ آفتاب طلوع و غروب کرتا ہے آفتاب کو وسطِ سماء سے زوال ہوتا ہے آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے بدیہی ہے اور خود مخالفین کو تسلیم کہ طلوع و غروب و زوال نہیں مگر حرکتِ یومیہ سے ' تو جس کے یہ احوال ہیں حرکتِ یومیہ اسی کی حرکت ہے تو قرآنِ عظیم و احادیثِ متواترہ و اجماعِ امت سے ثابت کہ حرکتِ یومیہ حرکتِ شمس ہے نہ کہ حرکتِ زمین ، لیکن اگر زمین حرکتِ محوری کرتی تو حرکتِ یومیہ اسی کی حرکت ہوتی جیسا کہ مزعومِ مخالفین ہے تو روشن ہُوا کہ زعمِ سائنس باطل و مردود ہے ۔ پھر شمس کی حرکتِ یومیہ جس سے طلوع و غروب و زوال ہے نہ ہوگی مگر یُوں کہ وُہ گردِ زمین دَورہ کرتا ہے ، تو قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہُوا کہ آفتاب حولِ ارض دائر ہے ، لاجرم زمین مدارِ شمس کے جوف میں ہے تو ناممکن ہے کہ زمین گردِ شمس دَورہ کرے اور آفتاب مدارِ زمین کے جوف میں ہو تو بحمد اللہ تعالٰی آیاتِ متکاثرہ و احادیثِ متواترہ و اجماعِ امتِ طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکت محوری و مداری دونوں باطل ہیں وللہ الحمد ، زیادہ سے زیادہ مخالف یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ " غروب تو حقیقۃً شمس کے لئے ہے کہ وہ غیبت ہے اور آفتاب ہی اس حرکتِ زمین کے باعث نگاہ سے غائب ہوتا ہے اور زوال حقیقۃً زمین کے لئے ہے کہ یہ ہٹتی ہے نہ کہ آفتاب ، اور طلوع حقیقۃً کسی کے لئے نہیں کہ طلوع صعود اور اُوپر چڑھنا ہے ۔ حدیث میں ہے :

لکل حد مطلع [1]

ہر حد کے لئے چڑھنے کی جگہ ہے ۔ (ت)

نہایہ و دُرِ نثیر و مجمع البحار و قاموس میں ہے :

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین کتاب آداب تلاوۃ القرآن الباب الرابع دار الفکر بیروت ۴/ ۵۲۷
القاموس المحیط باب العین فصل الطاء مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۶۱

ای مصعد یصعد الیه من معرفة علمه[1]

یعنی چڑھنے کی جگہ جس کی طرف وُہ اپنی علمی معرفت کے ساتھ چڑھتا ہے۔(ت)

نیز ثلاثہ اصول و تاج العروس میں ہے:

مطلع الجبل مصعدہ[2]

پہاڑ کا مطلع اس پر چڑھنے کی بلند جگہ ہے۔(ت)

حدیث میں ہے: طلع المنبر[3] (منبر پر چڑھا۔ت) ــــ مجمع البحار میں ہے: ای علاہ[4] (یعنی اس کے اُوپر چڑھا۔ت)۔

ظاہر ہے کہ زمین آفتاب پر نہیں چڑھتی، اور مخالف کے نزدیک آفتاب بھی اس وقت زمین پر نہ چڑھا کہ طلوع اس کی حرکت سے نہیں، لاجرم طلوع سرے سے باطل محض ہے مگر مکان زمین کو حرکت زمین محسوس نہیں ہوتی، اُنھیں وہم گزرتا ہے کہ آفتاب چلتا، چڑھتا، ڈھلتا ہے لہذا طلوع و زوالِ شمس کہتے ہیں، یہ کوئی کافر کہہ سکے مسلمان کیونکر روا رکھ سکے کہ جاہلانہ وہم جو لوگوں کو گزرتا ہے قرآنِ عظیم بھی معاذاللہ اُسی وہم پر چلا ہے اور واقع کے خلاف طلوع و زوال کو آفتاب کی طرف نسبت فرمادیا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ لاجرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکت شمس و سکونِ زمین پر ایمان لائے، واللہ الہادی۔

(۱۰) سورۂ طٰہٰ و سورۂ زخرف دو جگہ ارشاد ہوا:

الذی جعل لکم الارض مھدا[5]۔

وہ جس نے تمھارے لئے زمین کو بچھونا کیا۔(ت)

دونوں جگہ صرف کوفیوں مثل امام عاصم نے جن کی قراءت ہند میں رائج ہے مَھْدًا پڑھا، باقی ائمۂ قراءت نے مِھٰدًا بزیادتِ الف۔ دونوں کے معنی ہیں بچھونا، جیسے فرش و فراش، یُونہی مَھْد و مِھاد۔

---

[1] القاموس المحیط باب العین فصل الطاء مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱

[2] تاج العروس شرح القاموس باب العین " دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۴۳

[3] مجمع بحار الانوار باب الطاء مع اللام مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورہ ۳/ ۴۵۹

[4] " " " " " " " " " " " " "

[5] القرآن الکریم ۲۰/ ۵۳ و ۴۳/ ۱۰

(ا) پس قراءت عام ائمہ نے قراءت کوفی کی تفسیر فرمادی کہ مَھْد سے مراد فرش ہے ــــ
مدارک شریف سورۂ طٰہٰ میں ہے:

(مَھْدًا) کوفی وغیرھم مھادا وھما لغتان لما یبسط ویفرش[1]

(مَھْدًا) یہ کوفیوں کی قراءۃ ہے ان کے غیر مِھَادًا پڑھتے ہیں، یہ دونوں لغتیں ہیں، اس کا معنی ہے وہ شے جس کو بچھایا جاتا ہے اور بچھونا بنایا جاتا ہے۔ (ت)

اُسی کی سورۂ زخرف میں ہے:

(مَھْدًا) کوفی وغیرہ مھادًا ای موضع قرار[2]

(مَھْدًا) کوفی قراءۃ ہے اور اُن کے غیر کی قراءۃ مِھادًا ہے یعنی قرار کی جگہ۔ (ت)

معالم شریف میں ہے:

قرأ اھل الکوفۃ "مَھْدًا" ھٰھنا وفی الزخرف فیکون مصدرًا ای فرشًا وقرأ الاٰخرون "مھادًا" کقولہ تعالٰی "الم نجعل الارض مھادًا" ای فراشا وھو اسم مایفرش کالبساط[3]

اہلِ کوفہ نے یہاں اور سورۂ زخرف میں مَھْدًا پڑھا ہے یعنی فرش، اور دوسروں نے مھادًا پڑھا ہے، جیسے اللہ تعالٰی کا قول "کیا ہم نے زمین کو مھاد نہیں بنایا" یعنی فراش۔ وہ اس چیز کا نام ہے جسے بچھایا جاتا ہے جیسے بچھونا۔ (ت)

تفسیر ابن عباس میں دونوں جگہ ہے: (مَھْدًا) فراشًا[4] (یعنی بچھونا۔ ت)، نیز یہی مضمون قرآن عظیم کی بہت آیات میں ارشاد ہے، فرماتا ہے:

الم نجعل الارض مھادًا[5]

کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہ کیا۔ (ت)

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲۰/۵۳ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۵۵
[2] " " " " " ۴/۱۱۴
[3] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) " دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۱۸۶
[4] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس " " و ۴۳/۱۰ مکتبہ سرحد مردان ص ۱۹۵، ۳۰۴
[5] القرآن الکریم ۷۸/۶

فرماتا ہے:

والارض فرشنٰہا فنعم الماھدون[1]

اور زمین کو ہم نے فرش کیا تو ہم کیا ہی اچھا بچھانے والے ہیں (ت)

فرماتا ہے:

واللہ جعل لکم الارض بساطا۔[2]

اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ (ت)

فرماتا ہے:

الذی جعل لکم الارض فراشا۔[3]

جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ (ت)

اور قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے کہ خود قرآن کریم فرمائے۔

(ب) بچّے کا مہد ہو تو وہ کیا اس کے بچھونے کو نہیں کہتے۔ جلالین سورۂ زخرف میں ہے:

(مہادًا) فراشًا کالمھد للصبی۔[4]

(مہادًا) بچھونا جیسے بچے کے لئے گہوارہ۔ (ت)

لاجرم حضرت شیخ سعدی و شاہ ولی اللہ نے مَھْدًا کا ترجمہ طٰہٰ میں "فرش" اور زخرف میں "بساط" ہی کیا، اور شاہ رفیع الدین نے دونوں جگہ "بچھونا"۔

(ج) "گہوارہ" ہی لو تو اس سے تشبیہ آرام میں ہوگی نہ کہ حرکت میں، ظاہر کہ زمین اگر بالفرضِ باطل جنبش بھی کرتی تو اس سے نہ ساکنوں کو نیند آتی ہے نہ گرمی کے وقت ہوا لاتی ہے تو گہوارہ اسے بحیثیت جنبش مشابہت نہیں، ہے تو بحیثیت آرام و راحت ہے۔ خود گہوارہ سے اصل مقصد یہی ہے نہ کہ ہلانا، تو وجہِ شُبہ وہی ہے نہ یہ۔ لاجرم اسی کو مفسرین نے اختیار کیا۔

(د) لطف یہ کہ علماء نے اس تشبیہِ مہد سے بھی زمین کا سکون ہی ثابت کیا بالکل نقیض اس کا جو

---

[1] القرآن الکریم ۵۱/ ۴۸

[2] " ۷۱/ ۱۹

[3] " ۲/ ۲۲

[4] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۴۳/ ۱۰ مطبع مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۴۰۴

آپ چاہتے ہیں، تفسیر کبیر میں ہے:

کون الارض مھدا انما حصل کونھا واقفۃ ساکنۃ ولما کان المھد موضع الراحۃ للصبی جعل الارض مھد الکثرۃ ما فیھا من الراحات[1]

زمین کا گہوارہ ہونا اس کے ٹھہرنے اور ساکن ہونے کی وجہ سے حاصل ہوا، اور جب گہوارہ بچے کے لئے راحت کی جگہ ہے تو زمین کو اس کے لئے گہوارہ قرار دیا گیا کہ اس میں کئی طرح متعدد راحتیں موجود ہیں۔ (ت)

خازن میں ہے:

(جعل لکم الارض مھدا) معناہ واقفۃ ساکنۃ یمکن الانتفاع بھا ولما کان المھد موضع راحۃ الصبی فلذٰلک سمی الارض مھادا لکثرۃ ما فیھا من الراحۃ للخلق[2]

(تمہارے لئے زمین کو گہوارہ بنایا) اس کا معنٰی ہے کہ وہ ٹھہری ہوئی پُر سکون ہے جس سے نفع اٹھانا ممکن ہے، جبکہ گہوارہ بچے کے لئے راحت کی جگہ ہے تو اسی لئے زمین کا نام گہوارہ رکھا گیا کیونکہ اس میں مخلوق کے لئے کثیر راحتیں موجود ہیں۔ (ت)

خطیب شربینی پھر فتوحاتِ الٰہیہ میں زیر کریمہ زخرف ہے:

ای لوشاء لجعلھا متحرکۃ فلا یمکن الانتفاع بھا فالانتفاع بھا انما حصل لکونھا مسطحۃ قارۃ ساکنۃ[3]

یعنی اگر اللہ تعالٰی چاہتا تو زمین کو متحرک بناتا جس سے نفع حاصل کرنا ممکن نہ ہوتا۔ نفع تو اس صورت میں حاصل ہوا کہ وہ ہموار، قرار پکڑنے والی اور ساکن ہے۔ (ت)

اِس ارشادِ علماء پر کہ "زمین متحرک ہوتی تو اس سے انتفاع نہ ہوتا" کاسہ لیسان فلسفہ جدیدہ کو اگر یہ شبہہ لگے کہ "اس کی حرکت محسوس نہیں" تو اُن سے کہئے یہ تمہاری ہوس خام ہے۔ "فوزمبین" دیکھئے ہم نے خود فلسفہ جدیدہ کے مسلّماتِ عدیدہ سے ثابت کیا ہے کہ اگر زمین متحرک ہوتی جیسا وہ مانتے ہیں تو یقیناً

---

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت الآیۃ ۴۳/ ۱۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲۷/ ۱۶۹
[2] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۴۳/ ۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۱۰۶
[3] الفتوحات الالٰہیۃ (تفسیر جمل) تحت الآیۃ ۴۳/ ۱۰ دار الفکر بیروت ۷/ ۸۰

اس کی حرکت ہر وقت سخت زلزلہ اور شدید آندھیاں لاتی، انسان حیوان کوئی اس پر نہ بس سکتا۔ زبان سے ایک بات ہانک دینا آسان ہے مگر اس پر جو قاہر رَد ہوں اُن کا اٹھانا ہزار ملبانس پیرا تا ہے۔

(۱۱) دیباچہ میں جو آپ نے دلائلِ حرکتِ زمین کتبِ انگریزی سے نقل فرمائے الحمدللہ ان میں کوئی تام کو تام نہیں سب پا دَر ہوا ہیں، زندگی بالخیر ہے تو آپ اِن شاء اللہ تعالٰی ان سب کا رَدِّ بلیغ فقیر کی کتاب "فوزِ مبین" کی فصل چہارم میں دیکھیں گے بلکہ وہ آٹھ سطریں جو میں نے اول میں لکھ دی ہیں کہ یورپ والوں کو طرزِ استدلال اصلاً نہیں آتا انھیں اثباتِ دعوٰی کی تمیز نہیں، اُن کے اوہام جن کو بنامِ دلیل پیش کرتے ہیں یہ یہ علّتیں رکھتے ہیں، منصف ذی فہم مناظرہ داں کے لئے وہی اُن کے رَد میں بس ہیں کہ دلائل بھی انھیں علّتوں کے پابند ہوس ہیں اور بفضلہ تعالٰی آپ جیسے دیندار و سُنّی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشادِ قرآنِ عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم و مسئلہ اسلامی و اجماعِ اُمّتِ گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہوسکتی، اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رَد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود' اور قرآن و حدیث و اجماع سچے۔ یہ ہے بحمداللہ شانِ اسلام۔

محبِّ فقیر! سائنس یُوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دُور از کار کرکے سائنس کے مطابق کرلیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام، وہ مسلمان ہوگی تو یُوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے دلائلِ سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے جابجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکات ہو، یُوں قابو میں آئے گی، اور یہ آپ جیسے فہیم سائنسدان کو باذنہٖ تعالٰی دشوار نہیں آپ اُسے بچشمِ پسند دیکھتے ہیں ع

وعین الرضی عن کل عیب کلیلۃ[1]

(رضامندی کی آنکھ ہر عیب کو دیکھنے سے عاجز ہوتی ہے۔ ت)

اُس کے معائب مخفی رہتے ہیں مولٰی عزوجل کی عنایت اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسا کرکے اس کے دعاوی باطلہ مخالفۂ اسلام کو بنظرِ تحقیر و مخالفت دیکھئے اُس وقت ان شاء اللہ العزیز القدیر اس کی ملمع کاریاں آپ پر کُھلتی جائیں گی اور آپ جس طرح اب دیوبندیہ مخذولین پر مجاہد ہیں یُونہی سائنس کے مقابل آپ نُصرتِ اسلام کے لئے تیار ہوجائیں گے کہ ع

ولکن عین السخط تبدی المساویا[2]

---

[1] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث ۳۶۶۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۴۸۸

(لیکن ناراضگی کی آنکھ عیبوں کو عیاں کرتی ہے۔ ت)

مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں : ؎

دشمنِ راہِ خدا را خوار دار   دزد را منبر منہ بر دار دار[1]

(اللہ تعالٰی کے راستے کے دشمن کو ذلیل رکھ، چور کے لئے منبر مت بچھا بلکہ اس کو سُولی پر چڑھا۔ ت)

ربِ کریم بجاہِ نبی رؤف رحیم علیہ افضل الصّلوٰۃ والتسلیم ہمیں اور آپ اور ہمارے بھائیوں اہلسنّت خادمانِ ملّت کو نصرتِ دینِ حق کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے، آمین!

الٰہ الحق اٰمین واعف عنّا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰینا فانصرنا علی القوم الکٰفرین ۵ والحمد للہ رب العٰلمین ۵ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰینا محمد و اٰلہ وصحبہٖ وابنہٖ وحزبہٖ اجمعین ۵ اٰمین ، واللہ تعالٰی اعلم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۱۹۵ تا ۲۲۸)

(۱۵) امریکی منجم پروفیسر البرٹ ایف، پورٹا کی ایک ہولناک پیشگوئی کا رَد کرتے ہوئے رسالہ "معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین" میں فرمایا :

یہ سب اوہام باطلہ وہوساتِ عاطلہ ہیں، مسلمانوں کو ان کی طرف اصلاً التفات جائز نہیں۔

(۱) منجم نے ان کی بناء کواکب کے طول وسطی پر رکھی جسے ہیأتِ جدیدہ میں طول بلفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں، اس میں وہ چھ کواکب باہم ۲۶ درجے ۲۳ دقیقے کے فصل میں ہوں گے مگر یہ فرض خود فرض باطل و مطرود اور قرآن عظیم کے ارشادات سے مردود ہے، نہ شمس مرکز ہے نہ کواکب اس کے گرد متحرک، بلکہ زمین کا مرکزِ ثقل مرکزِ عالم ہے اور سب کواکب اور خود شمس اس کے گرد دائر۔ اللہ تعالٰی عزوجل فرماتا ہے :

والشمس والقمر بحسبان[2] سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے۔

اور فرماتا ہے :

والشمس تجری لمستقر لہا ذٰلک تقدیر العزیز العلیم[3]

سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے، یہ سادھا ہوا ہے زبردست علم والے کا۔

---

[1] مثنوی معنوی رجوع بحکایت زاہد با غلام امیر دفتر پنجم نورانی کتب خانہ پشاور ص ۸۷

[2] القرآن الکریم ۵۵ / ۵

[3] ؍؍ ۳۶ / ۳۸

اور فرماتا ہے :

کل فی فلک یسبحون[1]

چاند سورج ایک ایک گھیرے میں تیر رہے ہیں۔

اور فرماتا ہے :

و سخر لکم الشمس والقمر دائبین[2]

تمھارے لئے چاند اور سورج مسخر کئے کہ دونوں باقاعدہ چل رہے ہیں۔

اور سورہ رعد میں فرماتا ہے :

و سخر الشمس والقمر کل یجری لاجل مسمّی[3]

اللہ نے مسخر فرمائے چاند سورج، ہر ایک ٹھہرائے وقت تک چل رہا ہے۔

بعینہٖ اسی طرح سورہ لقمان، سورہ ملٰئکۃ، سورہ زمر میں فرمایا۔ اس پر جو جاہلانہ اختراع پیش کرے اس کے جواب کو آیہ کریمہ تعلیم فرمادی ہے :

الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر[4]

کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا، اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبردار۔ (ت)

تو پیشگوئی کا سرے سے مبنیٰ ہی باطل ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۲۳۰، ۲۳۱)

(۱۶) رسالہ مذکورہ "معین مبین" کے ایک حاشیہ میں فرمایا :

تنبیہ ضروری : آفتاب کو مرکز ساکن اور زمین کو اس کے گرد دائر ماننا تو صراحۃً آیات قرآنیہ کا صاف انکار ہے ہیئات یونان کا مزعوم کہ آفتاب مرکز زمین کے گرد دائر تو ہے مگر نہ خود بلکہ حرکت فلک سے، آفتاب کی حرکت عرضیہ ہے جیسے جالس سفینہ کی۔ یہ بھی ظاہر قرآن کریم کے خلاف ہے بلکہ خود آفتاب متحرک ہے آسمان میں تیرتا ہے جس طرح دریا میں مچھلی۔ قال اللہ تعالٰی :

و کل فی فلک یسبحون[5]

اور چاند سورج ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۶ / ۴۰
[2] القرآن الکریم ۱۴ / ۳۳
[3] " ۱۳ / ۳۵
[4] " ۶۷ / ۱۴
[5] " ۳۶ / ۴۰

افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبداللہ بن مسعود صاحبِ سِرِّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے حضور کعب کا قول مذکور ہوا کہ "آسمان گھومتا ہے" دونوں حضرات نے بالاتفاق فرمایا :

کذب کعب (انّ اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا)[1]

کعب نے غلط کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکیں نہیں۔

زاد ابن مسعود : وکفی بھا زوالا ان تدور[2]۔ رواہ عنہ سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر وعن حذیفۃ عبد بن حمید۔

ابن مسعود نے اتنا زیادہ کیا کہ گھومنا اس کے زوال کے لئے کافی ہے۔ اس کو عبداللہ بن مسعود سے سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے روایت کیا جبکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عبد بن حمید نے روایت کیا (ت)

اس آیت میں اگرچہ تاویل ہو سکے، صحابہ کرام خصوصاً ایسے اجلّہ اعلم بمعانی القرآن ہیں اور ان کا اتباع واجب ۱۲ منہ مدظلہ العالی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۲۳۵)

(۱۷) سمندر کے نیچے آگ کا اثبات کرتے ہوئے فرمایا :

ہمارے یہاں تو ثابت ہی تھا کہ سمندر کے نیچے آگ ہے۔ قرآن عظیم نے فرمایا :

والبحر المسجور[3] (اور قسم ہے سلگائے ہوئے سمندر کی۔ ت)

حدیث میں ہے :

انّ تحت البحر نارا[4] (بیشک سمندر کے نیچے آگ ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۲۶۹)

---

[1] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت الآیۃ ۳۵ / ۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲ / ۱۷۰
الدر المنثور 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۷ / ۳۲

[2] جامع البیان (تفسیر الطبری) 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۲ / ۱۷۱
الدر المنثور 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۷ / ۳۲

[3] القرآن الکریم ۵۲ / ۶

[4] المستدرک للحاکم کتاب الاھوال ان البحر ھو جہنم دار الفکر بیروت ۴ / ۵۹۶

(۱۸) چاند اور چاندنی کے گرم نہ ہونے کے بارے میں فرمایا:

اقول یہ بھی ہیأتِ جدیدہ پر وارد ہے جس میں آسمان نہ مانے گئے۔ فضائے خالی میں جنبش ہے تو ضرور چاند کا آگ اور چاندنی کا سخت دھوپ سا گرم ہوجانا تھا لیکن ہمارے نزدیک کل فی فلک یسبحون[1] ہر ایک ایک گھیرے میں پیرتا ہے۔ ممکن کہ فلک قمر یا اس کا وہ حصہ جتنے میں قمر شناوری کرتا ہے خالق عظیم عزجلالہ نے ایسا سرد بنایا ہو کہ اس حرارت حرکت کی تعدیل کرتا اور قمر کو گرم ہونے دیتا ہو جس طرح آفتاب کے لئے حدیث میں ہے کہ اُسے روزانہ برف سے ٹھنڈا کیا جاتا ہے ورنہ جس چیز پر گرتا جلا دیتا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۳۴۳)

(۱۹) فلسفہ قدیمہ کے رَد میں تحریر فرمودہ کتاب "الکلمۃ الملھمۃ" میں فرمایا:

مقام اوّل: اللہ عزوجل فاعل مختار ہے اس کا فعل نہ کسی مرجح کا دستِ نگر نہ کسی استعداد کا پابند، یہ مقدمہ نظر ایمانی میں تو آپ ہی ضروری و بدیہی۔

یفعل اللہ مایشاء[2] فعال لمایرید[3] لہ الخیرۃ۔

اور اللہ جو چاہے کرے، جب جو چاہے کرے، اختیار اسی کو ہے۔ (ت)

یُوں ہی عقل انسانی میں بھی آدمی اپنے ارادے کو دیکھ رہا ہے کہ دو متساویوں میں بے کسی مرجح کے آپ ہی تخصیص کرلیتا ہے۔ دو جام یکساں ایک صورت ایک نظافت کے دونوں میں ایک سا پانی بھرا ہو، اس سے ایک قرب پر رکھے ہوں، یہ پینا چاہے اُن میں سے جسے جی چاہے اٹھالے گا۔ ایک مطلوب تک دو راستے بالکل برابر و یکساں ہوں جسے چاہے چلے گا۔ ایک سے دو کپڑے ہوں جسے چاہے گا پہنے گا۔ پھر اُس فعّالٌ لمایرید کے ارادے کا کیا کہنا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۳۸۶)

(۲۰) ومزقناھم کل ممزق الآیۃ میں تمزیق سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں جزء لایتجزی کا ابطال کرتے ہوئے فرمایا:

فاقول قال المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ، ومزقنھم کل ممزق[4] (اور انھیں پوری پریشانی سے پراگندہ کردیا۔ ت) تمزیق پارہ پارہ کرنا۔ ہم نے ان کی کوئی تمزیق باقی نہ رکھی سب بالفعل کردیں۔ ظاہر ہے کہ یہاں تمزیق موجود مراد نہیں ہوسکتی کہ تحصیل حاصل ناممکن۔ لاجرم تمزیق ممکن مراد لینی جہاں

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/۴۰ — [2] القرآن الکریم ۱۴/۲۷
[3] ؍؍ ۱۱/۱۰۷ — [4] ؍؍ ۳۴/۱۹

تک تجزیہ کا امکان تھا سب بالفعل کر دیا تو ضرور یہ تجزیہ اُن اجزاء پر منتہی ہُوا جن کے آگے تجزیہ ممکن نہیں ورنہ کل ممزّق نہ ہوتا کہ ابھی بعض تمزیقیں باقی تھیں اور وہ اجزاء جن کا تجزیہ ناممکن ہو نہیں مگر اجزائے لاتتجزّٰی، تو اس[ع] تقدیر پر حاصل یہ ہُوا کہ اُن کے اجسام کے تمام اتصالاتِ حسّیہ ہر حصّے اور ہر ہر حصے کے حصّے باطل فرما کر اُن کے اجزائے لاتتجزّٰی دُور دُور بکھیر دیتے کہ اب کسی جُز کو دوسرے سے اتصالِ حسّی بھی نہ رہا۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۵۳۹)

(۲۱) مزید فرمایا:

ثالثًا ہم نے اجزائے لاتتجزّٰی کی طرف بعض اجسام کی تحلیل قرآن کریم سے استفادہ کی تھی، بعض اجسام کا متصل بلا انفصال ہونا بھی کتاب عزیز سے استفادہ کریں۔

قال عزّ وجل "افلم ینظروا الی السماء فوقھم کیف بنینٰھا وزیّنّٰھا ومالھا من فروج[۱]"

عزت وجلال والے اللہ نے فرمایا، کیا اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھتے ہم نے اسے کیسے بنایا اور آراستہ فرمایا اور اس میں اصلاً رخنے نہیں۔

آسمان اگر اجزائے لاتتجزّٰی سے مرکب ہوتا تو بلاشبہہ اس میں بے شمار رخنے ہوتے کہ کوئی جُز دوسرے سے نہ مل سکتا تو ثابت ہوا کہ آسمان جسم متصل ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۵۷۲)

(۲۲) جامع شرائط پیر طریقت سے انحراف گناہ ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا:

پیرِ طریقت جامع شرائط صحت بیعت سے بلاوجہ شرعی انحراف ارتداد طریقت ہے اور شرعاً معصیت کہ بلاوجہ ایذاء و احتقار مسلم ہے، اور وہ دونوں حرام۔

اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

فمن نکث فانما ینکث علٰی نفسہ[۲]۔

تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بُرے عہد کو توڑا۔ (ت)

ع یعنی جبکہ ترکب اجزا سے فرض کریں ورنہ اجزائے لاتتجزّٰی کی طرف تحلیل تو ضرور مفاد ارشاد ہے کما سیأتی ۱۲ منہ غفرلہ۔

---

[۱] القرآن الکریم ۵۰/۶
[۲] " " ۴۸/۱۰

اور فرماتا ہے :

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنٰت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبینا۔[1]

اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۵۷۷ ، ۵۷۸)

(۴۳) محمد طیب نامی ایک شخص جو عرب صاحب کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے تقلید کے بارے میں اعلٰحضرت کی خدمت میں خط بھیجا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا :

ولو انك یا اخی رجعت فی هٰذا الی الکلام المبین لاغناك عن مراجعة مثلی من المقلدین کمابه تغنیت فیما تمنیت عن الائمة المجتهدین رضوان الله تعالٰی علیهم اجمعین الم تر الٰی ربك کیف یقول وقوله الحق "وما کان المؤمنون لینفروا کافة فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون[2]"، فقد فرض التفقه فی الدین واعفی عنه عامة المؤمنین ولم یترك احدا منهم سدی فانما ارشد للتقلید من اهتدی الم تعلم ان لله علی خلقه فرائض لا تترك ومحارم لا تنتهب وحدودا من تعداها فقد ظلم وهلك ولکلها اوجلها شرائط وتفاصیل لایهتدی الیها الا قلیل، وما یعقلها الا العالمون[3]، فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون[4]

برادرم! اگر آپ اس معاملے میں قرآن عظیم کی طرف رجوع کرتے تو مجھ جیسے مقلد کی جانب رجوع کی حاجت نہ ہوتی جیسا کہ آپ اپنے خیال میں قرآن فہمی کے باعث حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے بے نیاز ہو گئے ہیں، آپ نے دیکھا کہ آپ کا رب کیا فرما رہا ہے اور اسی کا قول سچا ہے وما کان المؤمنون لینفروا کافة الاٰیة یعنی مسلمان سب کے سب تو باہر جانے سے رہے تو کیوں نہ ہوا کہ ہر گروہ سے ایک ٹکڑا نکلتا کہ دین میں فقہ سیکھے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائے اس امید پر کہ وہ خلافِ حکم کرنے سے بچیں، تو اللہ تعالٰی نے فقہ سیکھنا فرض فرمایا اور عام مومنین کو اس سے معاف فرمایا اور مہمل اور آزاد کسی کو نہیں رکھا ہے تو ضرور اہلِ ہدایت کو تقلید ہی کا ارشاد ہوا ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۳۳ /۵۸
[2] القرآن الکریم ۹ /۱۲۲
[3] " ۲۹ /۴۳
[4] " ۱۶ /۴۳

اللہ عزوجل کے لئے اپنی مخلوق پر کچھ فرض ہیں کہ چھوڑنے کے نہیں کچھ حرام ہیں کہ حُرمت توڑنے کے نہیں، کچھ حدیں ہیں کہ جو ان سے آگے بڑھے ظالم ہو اور ہلاکت میں پڑے، اور ان سب یا اکثر کے لئے شرطیں اور تفصیلیں ہیں جنھیں گنتی ہی کے لوگ جانتے ہیں اور ان کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو، تو اہلِ ذکر سے مسئلہ پُوچھو اگر تمھیں علم نہ ہو۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۷ ص ۶۴۷، ۶۴۸)

(۴۲) محمد طیب (عرب صاحب) نے دوسرا خط اولیاء اللہ کے تصرف کے بارے میں بھیجا، اعلٰحضرت علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیتے ہُوئے فرمایا:

ان کان معناك واجیرك باللہ ان یکون مرماك ان البشر ان یکون المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی شرف جمعا من عبادہ المکرمین بان اذن لہم فی التصرف فی العٰلمین من دون ان یجری فی ملکہ الا ما یشاء او یکون لغیرہ ذرۃ من ملك فی ارض او سماء او یتوھم ھناك شئ من تعطیل او تحمل وزرا و تخفیف ثقیل کما اذن سبحٰنہ لجبریل ومیکائیل وعزرائیل وغیرھم من مقربی حضرۃ الجلیل علیہم الصلٰوۃ والسلام بالتبجیل فی تدابیر القطر والمطر والزرع والنبات والریاح والجنود والحیٰوۃ والممات وتصویر الاجنۃ فی بطون الامہات وتیسیر الرزق وقضاء الحاجات الٰی غیر ذٰلك من حوادث الکائنات وھم فیما بینہم علٰی منازل شتی کما انزلھم ربھم حتما وبتا سلاطین ووزراء واعوان و امراء فھٰذا ما یقولہ المسلم ولا مراء وھذا کلام اللہ قولا فصلا وحکما عدلا قائلا "فالمدبرٰت امرا٥"[1] توفتہ رسلنا[2] قل یتوفّٰکم ملك الموت الذی وکل بکم[3]، وھو القاھر فوق عبادہ ویرسل علیکم حفظۃ[4]، لہ معقبٰت من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ[5]، اذ یوحی ربك الی الملٰئکۃ انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا[6]، انہ لقول رسول کریم٥ ذی قوۃ عند ذی العرش مکین٥ مطاع ثم امین[7]٥ انما انا رسول ربك لاھب لك غلاما زکیا[8]٥ انی جاعل فی الارض خلیفۃ[9] یا داؤد انا جعلنٰك خلیفۃ فی

---

[1] القرآن الکریم ۷۹/۵
[2] القرآن الکریم ۶/۶۱
[3] القرآن الکریم ۳۲/۱۱
[4] 〃 ۶/۶۱
[5] 〃 ۱۳/۱۱
[6] 〃 ۸/۱۲
[7] 〃 ۸۱/۱۹، ۲۰، ۲۱
[8] 〃 ۱۹/۱۹
[9] 〃 ۲/۳۰

الارض[1] انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشی والاشراق ○ والطیر محشورۃ کل له اواب[2] ○ فسخرنا له الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب[3] ○ والشیاطین کل بناء وغواص[4] ○ واٰخرین مقرنین فی الاصفاد[5] ○ ھٰذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب[6] ○ ابرئ الاکمه والابرص واُحی الموتٰی باذن الله[7] ولکن الله یسلط رسله علٰی من یشاء[8] اغناھم الله ورسوله من فضله[9] حسبنا الله سیؤتینا الله من فضله ورسوله[10] - یٰایھا الذین اٰمنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[11]، ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمه الذین یستنبطونه منھم[12] - فنبئنی بعلم ماذا تستبشع فیه انما عھدی بك عقولا غیر سفیه والله الھادی وولی الایادی -

اگر آپ کی مراد یہ ہو (اور میں آپ کو خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ یہ آپ کی مراد ہو) کہ ناخوش یہ ہے کہ اللہ عزوجل اپنے گرامی بندوں سے ایک گروہ کو شرف بخشے انھیں عالم میں تصرف کا اذن دے بغیر اس کے کہ اس کے ملک میں بے اس کے چاہے کچھ ہو سکے یا اس کے غیر کے لئے زمین یا آسمان میں کوئی ذرہ بھر ملک ہو یا یہاں کسی قدر معطل ہونے یا بوجھ اٹھانے بار بار ہلکا کرنے کا وہم گزرے جیسے اس پاک بے نیاز نے جبریل و میکائیل و عزرائیل وغیرہم مقربانِ بارگاہِ عزت علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کو بوندوں اور بارش اور روئیدگی اور ہواؤں اور لشکروں اور زندگی اور موت کی تدبیر اور ماؤں کے پیٹ میں بچوں کی تصویر اور خلق کے لئے روزی آسان اور حاجتیں روا کرنے اور ان کے سوا اور حوادثِ کائنات کا اِذن دیا ہے اور وہ قطعاً یقیناً اپنے آپس میں مختلف مرتبوں پر ہیں جسے اس کے رب نے جو مرتبہ بخشا ہے بادشاہ و وزیر و سپاہی و امیر، تو یہ بات بیشک مسلمانوں کے کہنے کی ہے اور یہ ہے اللہ کا کلام فیصلہ کرنے والا ارشاد اور عدالت والا حاکم کہ فرما رہا ہے: قسم ان کی جو کاموں کی تدبیر کرتے ہیں، اسے ہمارے رسولوں نے وفات دی تو فرما تمھیں ملک الموت وفات دیتا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/ ۲۶
[2] القرآن الکریم ۳۸/ ۱۸، ۱۹
[3] " ۳۸/ ۳۶
[4] " ۳۸/ ۳۷
[5] " ۳۸/ ۳۸
[6] " ۳۸/ ۳۹
[7] " ۳/ ۴۹
[8] " ۵۹/ ۶
[9] " ۹/ ۷۴
[10] " ۹/ ۵۹
[11] " ۴/ ۵۹
[12] " ۴/ ۸۳

جو تم پر مقرر فرمایا گیا ہے، اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان، آدمی کے لئے بدلی والے ہیں اس کے آگے اور پیچھے کہ اس کی حفاظت کرتے ہیں خدا کے حکم سے، جب وحی بھیجتا ہے تیرا رب فرشتوں کو کہ میں تمھارے ساتھ ہوں تو تم ثابت قدمی بخشو ایمان والوں کو۔ بیشک وہ ایک عزت والے زبردست رسول کی بات ہے کہ مالکِ عرش کے حضور جس کی عزت ہے وہاں اس کا حکم چلتا ہے امانت والا ہے، میں تو یہی تیرے رب کا رسول ہوں اور میں تجھے ستھرا بیٹا عطا کروں، بیشک میں زمین میں نائب بنانے والا ہوں۔ اے داؤد! بیشک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا۔ بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑوں کو قابو کر دیا پاکی بولتے ہیں پچھلے دن اور سورج چمکتے اور پرندوں کو مسخر کر دیا گروہ کے گروہ جمع کئے ہوئے، سب اس کی طرف رجوع لاتے ہیں۔ تو ہم نے سلیمان کے قابو میں ہوا کو کر دیا کہ سلیمان کے حکم سے نرم نرم چلتی ہے جہاں وہ چاہے اور دیو مسخر کر دیئے اور ہر راج اور غوطہ خور اور بندھنوں میں جکڑے ہوئے، یہ ہماری دین ہے تُو چاہے دے چاہے روک رکھ بےحساب۔ میں مادر زاد اندھے اور سپید داغ والے کو اچھا کرتا ہوں اور میں مُردے جِلا دیتا ہوں خدا کے حکم سے۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں کو قابو دیتا ہے جس پر چاہے۔ انھیں غنی کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے۔ ہمیں خدا بس ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اللہ کا رسول۔ اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں کاموں کے اختیار والے ہیں۔ اور اگر اسے لاتے رسول کے حضور اور اپنے ذی اختیاروں کے سامنے تو ضرور اس کی حقیقت جان لیتے وہ جو ان میں بات کی تہ کو پہنچ جانے والے ہیں۔ تو اب علمی راہ سے کہئے اس میں آپ کو کیا بُرا لگتا ہے، اور میں نے آپ کو جب دیکھا تھا عاقل غیر سفیہ ہی پایا تھا اور اللہ ہادی اور نعمتوں کا مالک ہے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۲۷ ص ۶۶۲ تا ۶۶۵)

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۸

(۱) ولد الزنا کی امامت و خلافت کے بارے میں فرمایا:

یونہی اگر وہ لائقِ خلافت ہے اُسے خلافت دینی اور عقیدت کے ساتھ اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں کوئی حرج نہیں، نہ اُس پر نہ اُس کے شیخ پر اس میں کچھ الزام۔

قال اللہ تعالٰی "لا تزر وازرۃ وزر اُخرٰی"[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) کوئی بوجھ اُٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۲)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۴

(۲) آیت کریمہ اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ الاٰیۃ میں نداء سے مراد اذانِ خطبہ ہے۔ چنانچہ تفاسیر کے حوالے پیش کرتے ہُوئے رسالہ شمائم العنبر میں فرمایا :

ففی تفسیر الخازن ، (اذا نودی للصلٰوۃ من یوم الجمعۃ) اراد بھذا الاذان عند قعود الامام علی المنبر لانہ لم یکن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نداء سواہ ، ولابی داؤد قال کان یؤذن بین یدی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علٰی باب المسجد[1] اھ مختصرًا۔

وفی تفسیر الکبیر قولہ تعالٰی " اذا نودی " یعنی النداء اذا جلس الامام علی المنبر یوم الجمعۃ۔ وھو قول مقاتل وانہ کما قال لانہ لم یکن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نداء سواہ ، کان اذا جلس علیہ الصلٰوۃ والسلام علی المنبر اذن بلال علٰی باب المسجد وکذا علٰی عھد ابی بکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنھما[2] اھ۔

وفی الکشاف النداء الاذان ، وقالوا المراد بہ الاذان عند قعود الامام علی المنبر ، وقد کان لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مؤذن واحد فکان اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد فاذا نزل اقام للصلٰوۃ ، ثم کان ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنھما علٰی ذٰلک حتی اذا کان عثمٰن وکثر الناس وتباعدت المنازل زاد مؤذنا اٰخر فامر بالتاذین الاول علی دارہ التی تسمّٰی " زوراء " فاذا جلس علی المنبر اذن المؤذن الثانی فاذا نزل اقام للصلٰوۃ[3] اھ۔

وفی الدر الشفاف لعبداللہ بن الھادی کان لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مؤذن واحد فکان اذا جلس علی المنبر اُذّن علٰی باب المسجد فاذا نزل اقام الصلٰوۃ[4] اھ۔

وکذا فی النھر الماد من البحر لابی حیان کذٰلک کان فی زمان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا صعد علی المنبر اُذّن علٰی باب المسجد فاذا نزل بعد

---

[1] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۶۲/۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۹۰
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " " میدان الجامع الازہر مصر ۳۰/ ۸
[3] الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل " " " دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۵۳۲
[4] الدر الشفاف

الخطبة أقيمت الصلٰوة ، وكذا كان فى زمن ابى بكر وعمر الى زمن عثمان وكثر الناس وتباعدت المنازل فزاد مؤذنا اٰخر على دارہ التى تسمّٰى الزوراء ، فاذا جلس على المنبر أذّن الثانى ، فاذا نزل من المنبر اقيمت الصّلٰوة ولم يعب احد ذٰلك[1]

وفى تقريب الكشاف (لابى الفتح محمد بن مسعود) ، كان لرسول اللہ صلى اللہ تعالٰى عليه وسلم وكذا الشيخين بعدہ مؤذّن واحد يؤذّن عند الجلوس على المنبر على باب المسجد[2] اھ۔

وفى تجريد الكشاف لابى الحسن على بن القاسم كان له صلّى اللہ تعالٰى عليه وسلم مؤذن واحد فكان اذا جلس على المنبر اذّن على باب المسجد فاذا نزل اقام الصّلٰوة[3] اھ۔

وفى تفسير النيسابورى النداء الاذان فى اول وقت الظهر وقد كان لرسول اللہ صلى اللہ تعالٰى عليه وسلم مؤذن واحد فكان اذا جلس على المنبر اذن على باب المسجد[4] الخ مثل ما فى الكشاف۔

وفى تفسير الخطيب ثم الفتوحات الالٰهية قوله تعالٰى "اذا نودى للصلٰوة" المراد بهٰذا النداء الاذان عند قعود الخطيب على المنبر لانه لم يكن فى عهد رسول اللہ صلى اللہ تعالٰى عليه وسلم نداء سواہ فكان له مؤذن واحد اذا جلس على المنبر اذّن على باب المسجد فاذا نزل اقام الصّلٰوة ثم كان ابوبكر وعمر وعلى بالكوفة رضى اللہ تعالٰى عنهم على ذٰلك ، حتى كان عثمان رضى اللہ تعالٰى عنه وكثر الناس وتباعدت المنازل زاد اذانا آخر[5] الخ۔

تفسیر خازن میں ہے : (جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے) اس سے وہ اذان

---

[1] النہر الماد من البحر علی ہامش البحر المحیط تحت الآیۃ ۶۲/۹ دار الفکر بیروت ۸/۲۶۵
[2] تقریب الکشاف لابی الفتح محمد بن مسعود
[3] تجرید الکشاف لابی الحسن علی بن قاسم
[4] غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری) تحت الآیۃ ۶۲/۹ مصطفی البابی مصر ۲۸/۵۲
[5] الفتوحات الالٰہیہ (الشہیر بالجمل) 〃 〃 دار الفکر بیروت ۸/۷

مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے اس لئے کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کے علاوہ اور اذان نہیں تھی۔ ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر بیٹھتے تو ان کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی اھ مختصراً۔

تفسیر کبیر میں ہے: اللہ تعالٰے کا قول "جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے" یعنی ندا جو جمعہ کے دن امام کے منبر پر بیٹھتے وقت دی جاتی ہے، یہی مقاتل کا قول ہے۔ اور ایسا ہی بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے زمانہ میں اس اذان کے علاوہ کوئی اذان نہیں دی جاتی تھی، جمعہ کے دن جب حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تو بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتے۔ ایسا ہی ابوبکر و عمر رضوان اللہ تعالٰی علیہما کے زمانہ میں بھی تھا اھ۔

تفسیر کشاف میں ہے: (سورۂ جمعہ کی آیت میں) نداء سے مراد اذان ہے، کہتے ہیں کہ اس اذان کی طرف اشارہ ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی تھی۔ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک ہی مؤذن آپ کے منبر پر بیٹھتے ہی مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا۔ خطبہ کے بعد آپ منبر سے اُتر کر نماز قائم فرماتے۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوا اور دُور دُور تک مکانات ہو گئے تو آپ نے ایک مؤذن کا اور اضافہ فرمایا اور اسے پہلی اذان کا حکم دیا جو آپ کے گھر موسوم بہ "زوراء" پر دی جاتی (یہ مکان مسجد سے دور بازار میں تھا) اور جب آپ منبر پر بیٹھتے تو دوسرے مؤذن اذان دیتے، پھر آپ منبر سے اُتر کر نماز قائم فرماتے اھ۔

درشفاف لعبد اللہ بن الہادی میں ہے: آپ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ایک ہی مؤذن تھے جو آپ کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دروازۂ مسجد پر اذان دیتے پھر آپ منبر سے اُتر کر نماز قائم فرماتے اھ۔

نہر الماد من البحر لابی حیان میں ہے: حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ایسا ہی ہوتا تھا کہ جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی، اور جب خطبہ کے بعد آپ اترتے تو نماز قائم ہوتی۔ ایسے ہی صاحبین کے عہد تا ابتدائِ عہدِ عثمانِ غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوتا رہا۔ پھر عثمان کے زمانہ میں مدینہ شریف کی آبادی بڑھ گئی لوگ زیادہ ہو گئے اور مکانات دُور تک پھیل گئے تو آپ نے ایک مؤذن کا اضافہ فرمایا اور انھیں حکم فرمایا کہ پہلی اذان آپ کے مکان "زوراء" پر دیں۔ پھر جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مؤذن دوسری اذان دیتا۔ پھر آپ منبر سے اُتر کر نماز قائم فرماتے۔ اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

تقریب کشاف لابی الفتح محمد بن مسعود میں ہے: حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور آپ کے بعد شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے عہد میں ایک ہی مؤذن تھا جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت مسجد کے دروازے

اذان دیتا تھا۔

اور تجرید کشاف لابی الحسن علی بن القاسم میں ہے: حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا ایک مؤذن تھا، جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا، اور آپ جب منبر سے اُترتے تو نماز قائم فرماتے اھ۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے: نداء اول وقتِ ظہر میں اذان ہے۔ حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کا ایک مؤذن تھا، جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا الخ (موافق تفسیر کشاف)۔

تفسیر خطیب و فتوحاتِ الٰہیہ میں ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان " جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دی جائے" اس نداء سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے پر دی جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں اس اذان کے علاوہ تھی ہی نہیں، ایک ہی مؤذن تھا، جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ دروازہ پر اذان دیتا اور جب آپ منبر سے اُترتے تو نماز قائم ہوتی۔ پھر ابوبکر و عمر و علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کوفہ میں اسی پر عامل رہے، مدینہ میں عہدِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آبادی بڑھی اور مکانات دُور دُور تک پھیل گئے تو انھوں نے ایک اذان اور زائد کی۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۱۰۸ تا ۱۱۲)

(۴) جو شخص کہتا ہے کہ عہدِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اذانِ جمعہ تھی ہی نہیں اس کے رد میں فرمایا:

ولا یدری ھذا المسکین ان ھذا انکار للاجماع وتصریح القراٰن فقد اجمعوا انه لم یکن من عھدِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للجمعة الا ھذا الاذان واللہ تعالیٰ یقول یٰایّھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلٰوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ[1]، وانما الامر بالسعی للغائبین دون الحاضرین لاستحالة تحصیل الحاصل واللہ تعالیٰ یقول وذروا البیع[2]، وانما البیع والشراء کان فی الاسواق لا فی المسجد فدل النص ان اذان الخطبة علیٰ عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان نداء للغائبین الی الصلٰوة ھذا ھو الاذان المصطلح الشرعی۔

اس مسکین کو یہ معلوم نہیں کہ اجماعِ اُمّت و تصریحِ قرآن کا انکار ہے، کیونکہ سب کا اس پر اجماع ہے کہ " حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے عہد میں خطبہ کے علاوہ کوئی اذان نہ تھی"۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " اے ایمان والو! جمعہ کے دن اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے دوڑ پڑو"۔ یہ مسجد کی طرف سعی کا حکم غائبین

---

[1] و [2] القرآن الکریم ۶۲/۹

کے لئے ہی تو ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ بیع وشراء چھوڑ دو۔ بیع وشراء تو بازار میں ہوتی ہے مسجد میں نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذانِ خطبہ مسجد میں موجود نہ رہنے والوں کو نماز کے لئے بلانے کے لئے ہی ہوتی تھی، اور یہی اذان شرعی و اصطلاحی ہے۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۱۲۷)

(۴) "انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر" سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں فرمایا:

والاٰخر الارض مع البناء وھو الاصل مع الوصف فالبنیان کالجدران والبیبان، داخل بھذا المعنی فیہ وعلی الاول قولہ تعالیٰ "انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر"[1]۔ اخرج الائمۃ احمد والدارمی والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم، وصححہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رأیتم الرجل یعتاد المسجد فاشھدوا لہ بالایمان[2] قال اللہ تعالیٰ "انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر"[3] فعمارتھا بالصلوٰۃ فیھا لو لم یکن ثم بناء کالمسجد الحرام فی زمن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فما کان الا ارضا حول الکعبۃ مخلاۃ للطواف، وعلی الاٰخر قولہ عزوجل "لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد"[4]، فما الھدم الا للبناء۔

(ب) اس اطلاق میں زمین مع بنیادوں کے مسجد ہے، تو دروازے اور دیواریں سب مسجد میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ (مسجدیں اللہ تعالیٰ پر

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۸

[2] جامع الترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی حرمۃ الصلوٰۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۸۶

مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۶۸

المستدرک للحاکم کتاب الصلوٰۃ دار الفکر بیروت ۱/ ۲۱۲ و ۲۱۳

موارد الظمآن باب الجلوس فی المسجد للخیر حدیث ۳۱۰ المکتبۃ السلفیہ ص ۹۹

صحیح ابن خزیمہ باب الشھادۃ بالایمان لعمار المسجد حدیث ۱۵۰۲ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۷۹

[3] القرآن الکریم ۹/ ۱۸

[4] " ۲۲/ ۴۰

ایمان لانے والے تعمیر کرتے ہیں) میں یہی مراد ہے۔ امام احمد، دارمی اور ترمذی نے اس کو تخریج کیا، اور ترمذی نے حسن کہا۔ ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابنِ حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی روایت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ مسجد کی حاضری اس کی عادت بن چکی ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: "مسجد تو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان لائیں۔" مسجد کی آبادی تو نماز پڑھنے سے ہے اگرچہ وہاں کوئی عمارت نہ ہو۔ جیسا حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد حرام کا حال تھا کہ وہ کعبہ کے گرد زمین تھی جو طواف کے لئے خالی چھوڑی ہوئی تھی۔ اور اس دوسرے معنیٰ پر ہی اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان ہے: لھدمت صوامع و بیع (تو البتہ یہود و نصاریٰ کے صوامع اور عبادت خانے ڈھادیئے جاتے) اور بنی ہوئی عمارت ہی ڈھائی جاتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۱۳۷، ۱۳۸)

(۵) اذانِ خطبہ مسجد سے باہر ہونا سنت ہے۔ اس مسئلہ پر تحریر کردہ اپنے رسالہ "شمائم العنبر" کے تیسرے شمامہ میں اعلحضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا:

قال اللہ عزوجل: "یاایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لاتشعرون ○ ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوٰی لھم مغفرۃ واجر عظیم[1]"

ارشدنا القراٰن الکریم الیٰ ادب حضرۃ الرسالۃ و انہ لایجوز رفع الصوت فیھا واوعد علیہ الوعید الشدید ان فیہ لخشیۃ حبط الاعمال والعیاذ باللہ تعالیٰ و ندب الی غض الصوت عندہ ووعد علیہ الوعد الجمیل مغفرۃ من اللہ واجر عظیم۔

ولاشک ان لیس ذٰلک الالھیبۃ المقام واجلال صاحبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فالحضرۃ الالٰھیۃ احق واعظم الم تسمع ربک عزوجل یقول: "وخشعت الاصوات للرحمٰن فلاتسمع الاھمسا[2]" وما المصلی الاحضرۃ العلی الاعلی عزوعلا و تبارک و تعالیٰ۔ فلعمری لویتذکر الناس حین حضورھم المساجد قیامھم بین یدی ربھم

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۲، ۳

[2] " ۲۰/ ۱۰۸

عزوجل یوم القیامة واستحضروا عظمة المقام وتفطنوا این ھم وبین یدی من ھم لخشعت الاصوات للرحمٰن فلا یکاد یخرج صوت الا من اذن له الرحمٰن وقال صوابا کالقاری والخطیب فکان الاصل فی المساجد فیما لم یرد به الاذن ان لا تسمع الا ھمسا ولذا اتت الاحادیث تنھٰی عن رفع الصوت فیھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اے ایمان والو! نبی مکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز ایسے بلند نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے آواز بلند کرتے ہو، کہیں تمھارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمھیں پتا بھی نہ چلے۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حضور اپنی آواز پست کرتے ہیں اللہ تعالےٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے آزما لیا ہے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

اللہ تعالےٰ نے دربارِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ادب کی طرف راہنمائی کی کہ اس بارگاہ میں بلند آوازی جائز نہیں، اور ایسی شدید وعید فرمائی کہ اس میں (معاذ اللہ) عمل ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے، اور وہاں پست آوازی پر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ ہے۔

اور شبہہ نہیں کہ یہ اہتمام صاحبِ مقام کی ہیبت و اجلال کے لئے ہے (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) تو دربارِ الٰہی جل جلالہ کا ادب و احترام تو اس سے بدرجہا اعلیٰ و اہم ہے۔ اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان کس نے نہ سُنا: "قیامت کے دن دربارِ الٰہی میں ساری آوازیں سہمی ہوں گی، اور سرگوشی کے علاوہ کچھ بھی سُن نہ سکوگے"۔ مسجد اللہ تبارک وتعالیٰ کا دربارِ عالی ہے، واللہ العظیم، اگر آدمی مسجد کی حاضری کے وقت قیامت میں رب العالمین کے حضور اپنا کھڑا ہونا یاد کرے اور مقام کی عظمت یاد کرکے سوچے کہ کہاں اور کس واسطے کھڑا ہے، تو اجازت یافتہ انسانوں (یعنی قاری اور خطیب) کے علاوہ کسی کی آواز نہ نکلے۔ پس اصل حکم یہی ہوا کہ مسجد میں اجازت یافتہ لوگوں کے سوا کسی کی سرگوشی کے علاوہ کچھ نہ سُنا جا سکے۔ اسی لئے احادیثِ کریمہ میں مسجد میں آواز بلند کرنے کی ممانعت آئی۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۱۵۶ تا ۱۵۸)

(۶) اسی سلسلہ میں مزید فرمایا:

نفحہ ۲: نسمع ربنا تبارك وتعالیٰ یعاتب قوما اذ یقول عز من قائل: "اذا فریق منھم یخشون الناس کخشیة اللہ او اشد خشیة"[1] وقال عز وجل: "فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مؤمنین"[2]۔ ولقد علم من غشی ابواب السلطان انه

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۷۷ [2] القرآن الکریم ۹/ ۱۳

اذا کان قوم خارج الحضرۃ وامر الملک بدعائہم لم یکن للحجاب ان ینادوھم فی الحضرۃ بل یخرجون فینادون ولو قاموا علی رأس السلطان وجعلوا یصیحون بالنداء، لاساؤا الادب واستجلبوا الغضب واستحقوا التادیب، ومن لم یر الملوک فینظر قضاۃ بلادنا کفارھم ومسلموھم اذا امروا بنداء الخصوم او الشھود لم تقدر الاعوان ان ینادوھم فی دار القضاء بل یخرجون خروجا فیدعون وھذا مشھود کل یوم ومن انکر کونہ اساءۃ ادب فلیجرب علی نفسہ ولیقم بین یدی حاکمھم المسمّٰی عندھم جج، ویرفع صوتہ بیا فلان یا فلان لناس خارج المکان فسیرٰی مایبدل البیان بالعیان، وما ذٰلک الا الادب المقام وخشیۃ الحکام" فاللّٰہ احق ان تخشوہ ان کنتم مؤمنین[1]"

نفحہ ۲ : اللہ تبارک وتعالیٰ ایک قوم کی حالت بیان کرتا ہے " ایک گروہ آدمیوں سے خدا سے ڈرنے کی طرح ڈرتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ خوف کھاتا ہے"۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :" حالانکہ مومنوں کو اللہ تعالیٰ سے ہی سب سے زیادہ ڈرنا چاہئے"۔ اور جو آدمی بادشاہوں کے دربار میں حاضری دیتا ہے خوب جانتا ہے کہ جب کوئی شخص دربار کے باہر رہتا ہے اور بادشاہ اس کو بلانے کا حکم دیتا ہے تو دربان دربار کے اندر سے ہی اُسے پکارنے نہیں لگتے، بلکہ باہر نکل کر آواز دیتے ہیں۔ اگر یہ دربان بادشاہ کے سر پہ ہی کھڑے ہو کر چلّانے لگیں تو بے ادبی کے مرتکب ہوں گے، بادشاہ کے غضب کے مستحق اور سزا کے مستوجب ہوں گے۔ اور جو بادشاہوں کے دربار میں نہ جاسکا ہو تو وہ ہمارے علاقہ کے ججوں کی کچہری میں حاضر ہو، جج مسلمان ہوں یا غیر مسلم، وہ دیکھے گا کہ جج جب گواہوں یا مدعی و مدعا علیہ کو حاضر کرنے کا حکم دیتے ہیں تو چپراسی انھیں کچہری کے کمرہ کے اندر سے نہیں بلاتے بلکہ دروازہ کے باہر آکر پکارتے ہیں، یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے، اور جو اس کے بے ادبی ہونے میں شبہہ کرے وہ خود ہی اس کا تجربہ کرے کہ جج کے سامنے کھڑے ہو کر "فلاں حاضر ہو فلاں حاضر ہو" پکارنے لگے تو ہمارا بیان اس کے لئے مشاہدہ میں تبدیل ہو جائے گا، تو اس کا سبب کچہری کا ادب اور حکّام کا خوف ہی ہے۔ پس اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے تو اس سے زیادہ ڈرنا چاہئے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۱۶۳، ۱۶۴)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۳

14/14

(۷) مزید فرمایا:

نفحہ ۳: قال المولیٰ تبارك وتعالیٰ: یایها الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علیٰ اھلھا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون۝ فان لم تجدوا فیہا احدا فلا تدخلوھا حتی یؤذن لکم[1]

نھی اللہ سبحانہ عن دخول الانسان فی بیت غیرہ بغیر اذنہ (تستأنسوا تستأذنوا)[عہ] والمساجد بیوت ربنا عزوجل اخرج الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "ان بیوت اللہ فی الارض المساجد وان حقا علی اللہ تعالیٰ ان یکرم من زارہ فیہ[2]" ورواہ ابوبکر بن شیبۃ عن امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ من قولہ[3]۔

نفحہ ۳: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اے ایمان والو! دوسرے کے گھر میں بے انس پیدا کئے اور گھر والوں کو سلام کئے بغیر داخل نہ ہو، یہ تمھارے لئے بہتر ہے تاکہ نصیحت حاصل کرو۔ اگر

عہ فی الاٰیۃ امران الاستیذان والسلام، فالاستیذان فی المساجد کما نبیّن، امّا السلام فاقیم مقامہ السلام علیٰ حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانہ حاضر دائما فی حضرتہ فامر کل من یدخل مسجدا، او یخرج منہ ان یقول "بسم اللہ والحمد للہ والسلام علیٰ رسول اللہ[عہ]" الیٰ اخر الدعاء الوارد فی الاحادیث صحیحۃ شہیرۃ کثیرۃ ۱۲ منہ۔

آیۂ کریمہ میں دو امر ہیں: (۱) استیذان (۲) سلام۔ استیذان مساجد میں ہوتا ہے جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔ رہا سلام، تو نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا اس کے قائم مقام ہے، اس لئے کہ آپ کی بارگاہ میں حاضری دائمی ہے۔ چنانچہ مسجد میں داخل ہونے والے یا مسجد سے نکلنے والے ہر شخص کو حکم ہے کہ وہ یوں کہے "بسم اللہ والحمد للہ والسلام علیٰ رسول اللہ" آخر تک پوری دُعا پڑھے جو متعدد مشہور احادیثِ صحیحہ میں وارد ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۷، ۲۸

[2] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن مسعود حدیث ۲۰۷۰۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۶۵۱

[3] الکتاب المصنف لابن ابی شیبہ حدیث ۲۵۸۱۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۲۵۶

کسی کو گھر میں نہ پاؤ تو جب تک اجازت نہ ملے گھر میں داخل نہ ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسرے انسانوں کے گھر میں بے اذن وانس داخلہ ممنوع فرمایا، اور مسجدیں اللہ رب العزت جل وعلا کے گھر ہیں۔ طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا "روئے زمین پر مسجدیں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لیا کہ اس میں زیارت کو آنیوالوں کی تکریم فرمائے گا" ابوبکر ابن شیبہ نے اس کو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بتا کر نقل کیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۱۶۷ تا ۱۶۹)

(۸) لفظ "بین یدیہ" کے قرآن مجید میں استعمالات کے بارے میں تحقیق پیش کرتے ہوئے اعلحضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا:

وجدت اللفظة وردت فى القرآن الكريم فى ثمان وثلثين موضعا، فى عشرين منها لا دلالة على القرب وفى واحد جاء على حقيقة اجزائه التركيبية وفى سبعة عشر فيد القرب على تفاوت عظيم فيه من الاتصال الحقيقى الى فصل مسيرة خمسمائة سنة، جعلنا ما لا دلالة فيه على القرب فريقا والبواقى فريقا:

فمن الاول (۱) قول ربنا عز وجل فى سورة البقرة[۱] (۲) فى طٰهٰ[۲] (۳) فى الانبياء[۳] (۴) فى الحج "يعلم ما بين ايديهم وما خلفهم"[۴] (۵) فى مريم "له ما بين ايدينا وما خلفنا وما بين ذٰلك"[۵]

فعلم الله تعالىٰ وملكه لا يمكن اختصاصه بقريب او بعيد سواء اخذ الظرف مكانيا او زمانيا، او لوحظ معنى عام كما هو الانسب بالمقام الافخم۔

(۶) فى سورة البقرة: "فانه نزله على قلبك باذن الله مصدقا لما بين يديه"[۶]

(۷) فى آل عمران "نزل عليك الكتاب بالحق مصدقا لما بين يديه"[۷]

(۸) فى سورة الانعام "وهذا كتاب انزلناه مبارك مصدق الذى بين يديه"[۸]

---

[۱] القرآن الکریم ۲/۲۵۵ [۲] القرآن الکریم ۲۰/۱۱۰

[۳] " ۲۱/۲۸ [۴] " ۲۲/۷۶

[۵] " ۱۹/۶۴ [۶] " ۲/۹۷

[۷] " ۳/۳ [۸] " ۶/۹۲

(۹) فی یونس "ماکان ھٰذا القرآن ان یفتری من دون اللہ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ"۔[1]

(۱۰) فی یوسف "ماکان حدیثا یفتری ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شیئ"۔[2]

(۱۱) فی سبأ "وقال الذین کفروا لن نؤمن بھٰذا القرآن ولا بالذی بین یدیہ"۔[3]

(۱۲) فی الملٰئکۃ "والذی اوحینا الیک من الکتاب ھو الحق مصدقا لما بین یدیہ"۔[4]

(۱۳) فی حٰم السجدۃ "وانہ لکتٰب عزیز ۵ لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ"۔[5]

(۱۴) فی الاحقاف "قالوا یٰقومنا انا سمعنا کتٰبا انزل من بعد موسٰی مصدقا لما بین یدیہ"۔[6]

فالقرآن الکریم مصدقا لکل کتاب الٰھی نزل قبلہ قریبا او بعیدا ولا یخالفہ[ع۱] شیئ من کتب اللہ تعالٰی والکفرۃ[ع۲] بشیئ لایؤمنون۔

(۱۵) ومن ذٰلک فی اٰل عمران عن عبدہ عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام "ومصدقا لما بین یدی من التوراۃ"۔[7]

(۱۶) فی المائدۃ "وقفینا علٰی اٰثارھم بعیسی ابن مریم مصدقا لما بین یدیہ من التوراۃ"۔[8]

(۱۷) فی الصف "مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"۔[9]

فما فسروہ الا بالقبلیۃ حملا لہ علٰی نظائرہ فی القرآن العزیز وھو الذی یسبق

ع۱ ناظر الی الاٰیۃ الثالثۃ عشر ۱۲ منہ علیہ الرحمۃ (تیرھویں آیت کی طرف اشارہ ہے۔ ت)

ع۲ ناظر الی الاٰیۃ الحادیۃ عشر ۱۲ منہ (گیارھویں آیت کی طرف اشارہ ہے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۷

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۱۱

[3] " ۳۴/ ۳۱

[4] " ۳۵/ ۳۱

[5] " ۴۱/ ۴۱ و ۴۲

[6] " ۴۶/ ۳۰

[7] " ۳/ ۵۰

[8] " ۵/ ۴۶

[9] " ۶۱/ ۶

الیٰ الفہم و ان امکن حملہ ھٰہنا علی الحضور۔

(۱۸) فی سورۃ البقرۃ "فجعلناھا نکالا لمابین یدیھا وما خلفھا[۱]" علی التفسیر "لما قبلھا ومابعدھا من الامم اذا ذکرت حالھم فی زبرالاولین واشتھرت قصتھم فی الاٰخرین"۔ (بیضاوی[۲])

(۱۹) وفی حٰم السجدۃ "اذجاءتھم الرسل من بین ایدیھم ومن خلفھم[۳]"۔

عن الحسن انذرھم من وقائع اللہ فیمن قبلھم من الامم وعذاب الاٰخرۃ اھ (نسفی[۴]) اومن قبلھم ومن بعدھم اذ قد بلغتھم خبرالمتقدمین واخبرھم ھود وصالح عن المتاخرین داعین الی الایمان بھم اجمعین (بیضاوی[۵])۔

(۲۰) فی الاحقاف "(اذانذر قومہ بالاحقاف وقد خلت النذر من بین یدیہ[۶])" ای من قبل ھود (ومن خلفہ) من بعدہٖ الیٰ اقوامھم (ان لا تعبدوا الا اللہ) (جلال[۷])۔

ومن الثانی (۲۱) فی الاعراف "وھوالذی یرسل الریح بشرًا بین یدی رحمتہ[۸]"

(۲۲) وفی الفرقان "وھو الذی ارسل الریح بشرًا بین یدی رحمتہ[۹]"

(۲۳) فی النمل "امن یھدیکم فی ظلمٰت البر والبحر ومن یرسل الریح بشرًا بین یدی رحمتہ[۱۰]"۔ (فانھا تدل علی قرب المطر)۔

۱؎ القرآن الکریم ۲/ ۶۶

۲؎ انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۲/ ۶۶ دارالفکر بیروت ۱/ ۳۳۸

۳؎ القرآن الکریم ۴۱/ ۱۴

۴؎ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۴۱/ ۱۴ دارالکتاب العربی بیروت ۴/ ۹۰

۵؎ انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " دارالفکر بیروت ۵/ ۱۱۰

۶؎ القرآن الکریم ۴۶/ ۲۱

۷؎ تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۴۶/ ۲۱ اصح المطابع دہلی ص ۴۱۸

۸؎ القرآن الکریم ۷/ ۵۷ ۹؎ القرآن الکریم ۲۵/ ۴۸

۱۰؎ " ۲۷/ ۶۳

(۲۴) فی الاعراف "لاٰتینهم من بین ایدیهم ومن خلفهم وعن ایمانهم وعن شمائلهم"[1]
فلابد للموسوس من القرب والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۲۵) فی الرعد "له معقبٰت من بین یدیه ومن خلفه"[2]۔ فان شان الحافظ القرب۔

(۲۶) فی سبأ "افلم یروا الیٰ مابین ایدیهم وما خلفهم من السماء والارض"[3]۔ یرید سماء الدنیا المرئیۃ لنا الاقرب الینا۔

(۲۷) فیها "ومن الجن من یعمل بین یدیه باذن ربه (الیٰ قوله عزّ وجلّ) یعملون له مایشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور راسیٰت"[4]۔ فان المقصود من العمل بین یدی الملك ان یکون بمرأی منه علی وفق مایشاء۔

(۲۸) فیها "مابصاحبکم من جنة ان هو الّا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید"[5]۔ دل علی قرب القیامۃ۔

(۲۹) فی یٰس "وجعلنا من بین ایدیهم سدًّا ومن خلفهم سدًّا"[6]۔ هذا علی الاتصال الحقیقی لیورث العمی والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۳۰) وفیها (واذا قیل لهم اتقوا مابین ایدیکم[7] من عذاب الدنیا کغیرکم (وما خلفکم) من عذاب الاٰخرۃ (جلال)[8]۔

(۳۱) فی حٰم سجدۃ (وقیضنا لهم قرناء فزیّنوا لهم مابین ایدیهم من امر الدنیا واتباع الشهوات (وما خلفهم[9]) من امر الاٰخرۃ (جلال)[10]۔

(۳۲) فی الحجرات: "یٰاَیّها الّذین اٰمنوا لاتقدّموا بین یدی اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷ — [2] القرآن الکریم ۱۳/ ۱۱
[3] 〃 ۳۴/ ۹ — [4] 〃 ۳۴/ ۱۲، ۱۳
[5] 〃 ۳۴/ ۴۶ — [6] 〃 ۳۶/ ۹
[7] 〃 ۳۶/ ۴۵
[8] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۳۶/ ۴۵ اصح المطابع دہلی ص ۳۷۰
[9] القرآن الکریم ۴۱/ ۲۵
[10] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۴۱/ ۲۵ اصح المطابع دہلی ص ۳۹۸

ورسوله"[1] فان المفاد النهی عن قطع امر قبل حکم اللہ ورسولہ وتصویر شناعۃ ھٰذا المحسوس وھو تقدم العبد علیٰ مولاہ فی المسیر وانما یستہجن من قرب ما۔

(۳۳) فی الحدید "یوم تری المؤمنین والمؤمنٰت یسعٰی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم"[2] کلمۃ "یسعٰی" تدل علیٰ ارادۃ ماینورلھم فالمدلول القرب اما النور فمتصل حقیقۃ۔

(۳۴) فی المجادلۃ "یایھا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدّموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ"[3]

(۳۵) فیھا "أاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقات"[4] فان المقصود تعظیم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا یظھر الا بالقرب۔

(۳۶) فی الممتحنۃ (ولایأتین ببھتان یفترینہ بین ایدیھن وارجلھن[5]) ای بولد ملقوط ینسبنہ الی الزوج ووصف بصفۃ الولد الحقیقی فان الامر اذا وضعتہ سقط بین یدیھا ورجلیھا اھ (جلال[6]) فھذا علی الحقیقۃ الترکیبیۃ۔

(۳۷) فی التحریم "نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم"[7]

(۳۸) فی الجن (عٰلم الغیب فلایظھر علیٰ غیبہ احداً الّا من ارتضٰی من رسول فانہ یسلک[8]) یجعل ویسیر (من بین یدیہ) ای الرسول (ومن خلفہ رصداً) ملٰئکۃ یحفظونہ حتّی یبلغہ فی جملۃ الوحی (جلال[9])، ھٰذہ واضحات۔

ومنھا "فجعلناھا نکالا لما بین یدیھا وما خلفھا[10]" علی الاظھر الاشھر ای

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۱
[2] القرآن الکریم ۵۷/۱۲
[3] " ۵۸/۱۲
[4] " ۵۸/۱۳
[5] " ۶۰/۱۲
[6] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۶۰/۱۲ اصح المطابع دہلی ص ۴۵۸
[7] القرآن الکریم ۶۶/۸
[8] " ۷۲/۲۶، ۲۷
[9] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۷۲/۲۶، ۲۷ اصح المطابع دہلی ص ۴۷۷
[10] القرآن الکریم ۲/۶۶

للامم التی فی زمانہا و بعدھا (جلالین[1]) اولما بحضرتہا من القری وما تباعد عنہا - او لاھل تلک القریۃ وماحوالیہا (بیضاوی[2])۔

وکذا " اذجائتہم الرسل من بین ایدیہم ومن خلفہم[3] علی معنی اتوھم من کل جانب وعملوا فیہم بکل حیلۃ اھ (مدارک[4]، بیضاوی)

واما تفسیر ائمۃ اللغۃ والتفسیر ففی الصحاح والقاموس، ثم مختار الصحاح و تاج العروس وغیرھا "بین یدی الساعۃ" ای قدامہا[5] اھ، وفی الصراح "بین یدی پیش روئے[6]" ۔ وفی التاج "یقال بین یدیک بکل شئ امامک[7] اھ" وفی معالم التنزیل من الحجرات "معنی بین الیدین الامام والقدام[8]"۔ وفی الخازن من اٰل عمران "مابین یدیہ فھو امامہ[9] اھ، وفی ابی السعود والفتوحات الالٰہیۃ من یونس علیہ الصلٰوۃ و السلام "بین یدیہ ای امامہ[10] اھ" وفی الجلال من الرعد "بین یدیہ قدامہ[11] اھ"۔ وفیہ من مریم "مابین ایدینا ای امامنا[12] اھ" وفیہ وفی غیرہ من البقرۃ وغیرھا "مصدقا لما بین یدیہ قبلہ من الکتب[13]"۔ ثم فی الانموذج الجلیل تحت الکریم

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۲/ ۶۶ اصح المطابع دہلی ص ۱۱

[2] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) " " دار الفکر بیروت ۱/ ۳۳۸

[3] القرآن الکریم ۴۱/ ۱۴

[4] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۴۱/ ۱۴ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۹۰

[5] تاج العروس فصل الیاء من باب الواو والیاء (یدی) احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۴۱۹

[6] صراح باب الواو والیاء فصل الیاء مطبع مجیدی کانپور ص ۵۹۸

[7] تاج العروس فصل الیاء من باب الواو والیاء "یدی" احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۴۱۹

[8] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۴۹/ ۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۱۸۸

[9] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۳/ ۳ " " ۱/ ۲۲۴

[10] الفتوحات الالٰہیۃ (تفسیر الجمل) " ۱۰/ ۳۷ دار الفکر بیروت ۳/ ۳۷۳

[11] تفسیر جلالین " ۱۳/ ۱۱ اصح المطابع دہلی ص ۲۰۱

[12] " " " ۱۹/ ۶۴ " " " ۲۵۸

[13] " " " ۲/ ۹۷ " " " ۱۵

السادسة والعشرین" مابین یدی الانسان هو کل شئ یقع نظرہ علیہ من غیران یحول وجھہ الیہ اھ[1]، وفی الکرخی ثم الفتوحات الالٰھیۃ ایضا تحتھا " من المعلوم ان مابین یدی الانسان ھو کل مایقع نظرہ علیہ من غیران یحول وجھہ الیہ اھ[2]، وفی تکملۃ مجمع البحار" فعلتہ بین یدیك ای بحضرتك اھ[3]" وفی عنایۃ القاضی من اٰیۃ الکرسی " اطلاق مابین ایدیھم علی امور الدنیا لانھا حاضرۃ والحاضر یعبر عنہ بذٰلك، و امور الاٰخرۃ مستورۃ کما یستتر عنك ما خلفك اھ[4]" وفی الجمل منھا (مابین ایدیھم) ای ماھو حاضر مشاھد لھم اھ[5]"، وفی الخطیب الشربینی ثم الجمل (بین یدی اللہ ورسولہ) معناہ بحضرتھما لان مایحضرہ الانسان فھو بین یدیہ ناظر الیہ الخ[6]"

میں نے تتبع اور تلاش سے قرآن پاک میں اڑتیس[۳۸] جگہ یہ لفظ [بین یدیہ] پایا جن میں بیس مقامات پر قرب پر کوئی دلالت نہیں۔ اور ایک مقام پر معنی ترکیبی حقیقی کے لئے ہے اور سترہ[۱۷] مقامات پر قرب کے لئے۔ مگر اس قرب میں بھی تفاوتِ عظیم ہے کہ اتصالِ حقیقی سے پانچ سو برس کی راہ کی دُوری تک پر قرب کا اطلاق ہوا ہے، ہم نے ان سب آیتوں کو دو[۲] قسموں پر تقسیم کیا ہے:

قسمِ اوّل (۱) سورۂ بقرہ (۲) سورہ طٰہٰ (۳) سورۂ انبیاء (۴) سورۂ حج۔ ان سب سورتوں میں آیات کے الفاظ یکساں ہیں" یعلم مابین ایدیھم وما خلفھم" ان کے پس و پیش کا اسے علم ہے۔
(۵) سورۂ مریم شریف کی آیت " لہ مابین ایدینا وما خلفنا وما بین ذٰلك" اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہے ہمارا پس و پیش اور اس کے درمیان کی حکومت۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالٰی کی حکومت اور اس کا علم قریب یا بعید کے ساتھ خاص نہیں۔

---

[1] الانموذج الجلیل
[2] الفتوحات الالٰھیہ (تفسیر الجمل) تحت الآیۃ ۳۴/ ۹ دارالفکر بیروت ۶/ ۲۱۶
[3] تکملہ مجمع بحار الانوار حرف الیاء "ید" مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورۃ ۵/ ۴۳۱
[4] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشھاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۵۸۰
[5] الفتوحات الالٰھیہ (تفسیر الجمل) 〃 〃 دار الفکر بیروت ۱/ ۲۴۱
[6] 〃 〃 〃 ۴۹/ ۱ 〃 〃 ۷/ ۲۴۰
السراج المنیر (تفسیر الشربینی) 〃 〃 دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۴۶

(۶) سورۂ بقرہ میں " فانه نزله علیٰ قلبك مصدقالما بين يديه " اللہ پاک نے قرآنِ عظیم کو آپ کے قلب پر اتارا جو اپنے سے پہلے کی تصدیق کرتا ہے۔

(۷) آل عمران میں " نزل عليك الكتاب بالحق مصدقالما بين يديه " آپ پر کتاب اتاری حق کے ساتھ جو گزرے ہوئے کی تصدیق کرتی ہے۔

(۸) سورۂ انعام میں " ہم نے اس مبارک کتاب کو اتارا جو گزرے ہوئے کی تصدیق کرتی ہے۔"

(۹) سورۂ یونس میں " یہ قرآن غیر خدا کی طرف سے افترا نہیں ہے یہ تو گزرے ہوئے کی تصدیق ہے۔"

(۱۰) سورۂ یوسف میں " یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے پہلے کاموں کی تصدیق اور ہر شے کی تفصیل ہے۔

(۱۱) سورۂ سبا میں " کافروں نے کہا ہم نہ تو اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں نہ اس پر جو گزشتہ ہے۔"

(۱۲) سورۂ ملٰئکہ میں " جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی کی حق ہے اور گزرے ہوئے کی تصدیق ہے۔"

(۱۳) سورۂ حم السجدہ میں " یہ عزت والی کتاب کہ باطل کو اس کی طرف راہ نہیں، نہ اس کے آگے سے نہ پیچھے سے۔"

(۱۴) سورۂ احقاف میں " اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی جو موسٰی کے بعد اتاری گئی اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی ہے۔"

(ان سب آیات میں ہے کہ قرآن عظیم گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے)

اور بلاشبہ قرآن عظیم تمام ہی گزری ہوئی آسمانی کتابوں کی تصدیق فرماتا ہے قریب کی ہو یا بعید کی، اور گزشتہ کتابوں میں کوئی بھی اس کی مخالفت نہیں کرتی۔ اور کافر کسی پر بھی ایمان نہیں لاتے۔

(۱۵) آل عمران کی یہ آیت بھی قسم اول میں ہی ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حکایت کرتی ہے کہ " میں تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی۔"

(۱۶) سورۂ مائدہ کی آیت " ہم ان نبیوں کے نشانِ قدم پر عیسٰی بن مریم کو لائے تصدیق کرتا ہوا توریت کی جو اس سے پہلے تھی۔

(۱۷) اور سورۂ صف کی آیت " میں اپنے سے پہلے کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوا اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

ان آیات میں لفظ " بين يديه " کو حضور پر حمل کیا جا سکتا تھا لیکن مفسرین نے اس کی تفسیر من قبلہ سے کی ہے کہ ذہن کا تبادر اسی طرف ہوتا ہے۔

(۱۸) اور سورۂ بقرہ میں" تو ہم نے (اس بستی کا) واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لئے عبرت کر دیا"۔ اس کی تفسیر بھی" اگلی اور پچھلی امتیں" کی گئی جس کا ذکر گزشتہ اُمتوں میں مذکور اور بعد والی قوموں میں مشہور ہوا (بیضاوی)۔

(۱۹) اور حٰم سجدہ میں" اور جب رسول آن کے آگے پیچھے پھرتے تھے" حضرت حسن بصری سے اس کی تفسیر مروی ہے کہ رسول انھیں پہلی امتوں کے حادثات اور آخرت میں آنے والے عذاب سے ڈراتے (نسفی) یا گزشتہ اور آئندہ قومیں کہ انھیں پہلوں کی خبر پہنچی، اور ہود اور صالح علیہما السلام نے انھیں دعوت دیتے ہوئے متاخرین کا حال بتایا (بیضاوی)۔

(۲۰) سورۂ احقاف میں" حضرت ہود نے اپنی قوم کو مقامِ احقاف میں ڈرایا اور اس کے پہلے سنانے والے گزر چکے تھے اور بعد میں آئے" یعنی حضرت ہود سے پہلے اور ان کے بعد اپنی قوموں کی طرف کہ سوائے خدا کے کسی اور کو نہ پوجو۔ (جلالین)

قسم ثانی (۲۱) سورۂ اعراف میں" اللہ تعالےٰ نے ہواؤں کو بارش سے پہلے بشارت دینے والی بنا کر بھیجا"۔

(۲۲) سورۂ فرقان میں" اللہ تعالےٰ نے ہواؤں کو بارش سے پہلے بشارت دینے والی بنا کر بھیجا"۔

(۲۳) سورۂ نمل میں" یا وہ جو تمھیں راہ دکھاتا ہے اندھیریوں میں خشکی اور تری کی، اور وہ کہ ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے خوشخبری سُناتی"۔

(ان آیات میں لفظ "بین یدیہ" بارش کے قریب ہونے پر دلالت کرتا ہے)

(۲۴) اعراف میں" ہم ان پر آئیں گے ان کے آگے، ان کے پیچھے اور دائیں بائیں"۔
اس آیت میں شیطانوں کے وسوسہ کا بیان ہے جس کے لئے ان کا ان لوگوں کے قریب ہونا ضروری ہے جس کو وسوسہ دیں گے اس سے خدا کی پناہ۔

(۲۵) سورۂ رعد میں" اس کے نگران اس کے آگے پیچھے ہیں"۔ اس آیت میں نگرانی کا ذکر ہے جو قریب سے ہوتی ہے۔

(۲۶) سورۂ سبا میں" تو کیا انھوں نے نہ دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے ہے آسمان و زمین"۔
اس آیت میں سماء سے مراد آسمانِ دنیا ہے جو نسبتہً ہم سے قریب ہے اور ہم پر سایہ فگن ہے۔

(۲۷) اسی میں ہے:" اور جنّوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے، اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اُونچے اُونچے محل اور تصویریں اور بڑے بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگردار دیگیں"۔
اس آیت میں بادشاہ کے حسبِ مرضی کام کرنے والوں کے اس کے سامنے ہونے سے مراد اس کی نگاہ میں ہونا ہے۔

(۲۸) اسی میں "تمھارے ان صاحب میں جنون کی کوئی بات نہیں، وہ تو نہیں مگر تمھیں ڈرسانے والے ایک سخت عذاب کے آگے"۔ اس میں لفظ بین یدی قیامت کے قُرب پر دلالت کرتا ہے۔

(۲۹) سورہ یٰسٓ میں "ہم نے ان کے آگے ایک دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار"۔ یہاں لفظ "بین ایدی" اتصال حقیقی کے لئے ہے تاکہ نابینائی پیدا ہو"۔ (پناہ بخدا)۔

(۳۰) اسی میں ہے: "جب اُن سے کہا گیا کہ سامنے اور پیچھے کے عذاب سے بچو"۔ یعنی دوسروں کی طرح کہا گیا کہ عذابِ دنیا اور عذابِ آخرت سے بچو۔ (جلالین)

(۳۱) حٰمٓ سجدہ میں" اور ہم نے ان پر کچھ ساتھی تعینات کئے، انھوں نے انھیں مزیّن کر دیا جو ان کے آگے اور جو ان کے پیچھے ہے"۔ "مابین ایدیھم" سے مراد امورِ دُنیا اور شہوتوں کی اتباع اور "خلفھم" سے مراد امورِ آخرت۔ (جلالین)

(۳۲) سورہ حجرات میں" اے ایمان والو! اللہ و رسول پر سبقت نہ کرو"۔ اس آیت میں نفی کا مفاد حکمِ خدا و رسول سے پہلے کسی امر کے فیصلہ کی ممانعت ہے اور اس کی شناعت کو محسوس کے ساتھ ممثل کرکے دکھایا گیا۔ اگر چلنے میں غلام آقا سے آگے چلے تو بُرا ہے، اور یہ بُرائی قُرب کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

(۳۳) سورہ حدید میں" اس دن تم دیکھو گے کہ مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے اور دائیں چلے گا" یہاں کلمہ "یسعیٰ" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آگے اور دائیں سے مراد وُہ جگہ ہے جو ان کے لئے روشن کی گئی ہے تو یہاں "بین یدیہ" سے مراد قُرب ہے، اور نور تو مومنوں سے متصل ہی ہوگا۔

(۳۴) سورہ مجادلہ میں ہے: "اے ایمان والو! رسولِ کریم سے بات کرنا چاہو تو اس سے پہلے صدقہ پیش کرو"۔

(۳۵) اسی میں ہے: "بات چیت سے قبل صدقہ پیش کرنے سے ڈر رہے ہو"۔

ان دونوں آیتوں میں مراد تعظیمِ رسول ہے، تو یہ قُرب سے ہی ظاہر ہوگی۔

(۳۶) سورہ ممتحنہ میں ہے: "اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں"۔

وہ لڑکا جو دوسرے کا ہو عورت اس کو اپنے شوہر کی طرف نسبت کرے اور اس کو شوہر کا حقیقی لڑکا بتائے، تو عورت جب بچّہ جنے گی تو وہ حقیقۃً اس کے پاؤں اور ہاتھوں کے بیچ میں ہوگا اھ (جلالین)، تو یہاں "بین یدیہ" کے معنیٰ حقیقی ترکیبی مراد ہیں۔

(۳۷) سورہ تحریم میں" ان کا نور اُن کے آگے آگے اور دائیں چل رہا ہوگا"۔

(۳۸) سورہ جن میں" اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو مطلع نہیں کرتا ان رسولوں کے آگے پیچھے نگران چلتے ہیں"۔ یعنی فرشتے جو وحی کی تبلیغ تک ان کی حفاظت کرتے ہیں۔

یہ سب آیات واضح ہیں۔

اسی سے ہے: "ہم نے (اس بستی) کا یہ واقعہ اس کے آگے اور پیچھے والوں کے لئے عبرت کر دیا" مشہور اور ظاہر یہی ہے کہ مابین یدیہ اور خلفہ سے مراد وہ امتیں ہیں جو اس زمانہ میں تھیں اور ان کے بعد میں (جلالین) یا جو دیہات قریب تھے اور وہ جو دور تھے یا ان دیہاتوں والے۔ (بیضاوی)

ایسا ہی آیت مبارکہ "جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے فرشتے آئے ان کے آگے اور پیچھے"۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں فرشتے ان کے پاس ہر طرف سے آئے اور ان کے ساتھ ہر طرح کے حیلے برتے۔ (مدارک، بیضاوی)

ائمہ تفسیر و لغت کا بیان یہ ہے: صحاح[1]، قاموس[2]، مختار الصحاح[3]، تاج العروس[4] وغیرہ میں "بین یدی الساعۃ" کے معنی قیامت سے پہلے، اور صراح[5] میں آگے جانے والے۔ اور تاج العروس[6] میں ہے کہ "بین یدیك" ہر اس چیز کو کہا جائے گا جو تمہارے آگے ہو۔ معالم التنزیل[7] تفسیر سورۂ حجرات میں "بین الیدین" کے معنی آگے ہے۔ اور خازن[8] میں ہے بین یدیہ کے معنی جو اس کے آگے ہو۔ تفسیر ابو سعود[9] اور فتوحات الٰہیہ میں سورۂ یونس علیہ السلام میں بین یدیہ کے معنی "اس کے آگے"۔ اور جلالین[10] میں سورۂ رعد کے لفظ بین یدیہ کے معنی "اس کے آگے"۔ اسی[11] میں سورۂ مریم کے لفظ مابین ایدینا کے معنی "ہمارے آگے"۔ اسی[12] میں اور دیگر تفاسیر[13] میں سورہ بقرہ اور دیگر سورتوں کے لفظ مصدقا لما بین یدیہ کے معنی "اس سے پہلے کی کتابیں" ہے۔ انموذج[14] جلیل میں ۲۷ ویں آیت کے تحت ہے: "مابین یدی الانسان" ہر وہ چیز جس پر انسان کی نظر چہرہ پھیرے بغیر پڑے۔ کرخی[15] اور فتوحات الٰہیہ[16] میں اسی آیت کے تحت ہے: انسان کے مابین یدیہ وہ چیز ہے جس پر اس کی نظر چہرہ پھیرے بغیر پڑے۔ تکملہ[17] مجمع البحار میں ہے: فعلتہ بین یدیك کا ترجمہ "میں نے اس کو تیرے حضور میں کیا"۔ اور عنایۃ[18] القاضی میں آیۃ الکرسی کے مابین ایدینا کے معنی لکھے ہیں کہ مابین یدیہ کا اطلاق امورِ دنیا پر ہے کہ وہ تمہارے سامنے ہیں اور حاضر کی تعبیر مابین یدیہ سے کی جاتی ہے۔ اور امورِ آخرت تم سے پوشیدہ ہیں جیسے وہ چیز تمہارے پیچھے ہو۔ اور جمل[19] میں اسی آیت کی تفسیر میں مابین ایدیھم کے معنی "جو حاضر و مشاہد ہو" لکھے ہیں۔ خطیب[20] شربینی اور جمل[21] میں بین یدی اللہ و رسولہ کے معنی "ان دونوں کے حضور" کئے ہیں کہ جو آدمی کے پاس ہو وہ بین یدیہ ہے، اور آدمی اس کو دیکھنے والا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۱۷۸ تا ۱۹۰)

(۹) اگر بین یدیہ بمعنی قریب بھی مان لیا جائے تو چیز کا قرب اسی کے حساب سے ہوگا۔ اس پر شواہد پیش کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) الاتری الی الاٰیۃ الحادیۃ والعشرین دلت علی قرب المطر لکن لیس ان

تهب الریاح فینزل بل کما قال عزوجل: "حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقنٰه لبلد میت فانزلنا به الماء"[1]

(۲) فی السادسة والعشرین جعل السماء بین ایدینا و بیننا و بینها مسیرة خمسمائة سنة۔ وھذا ترجمان القراٰن علامة الکتاب من افصح العرب و اعلمھا باللسان عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما یقول فی تفسیر اٰیة الکرسی یعلم ما بین ایدیھم یرید من السماء الی الارض وما خلفھم یرید من فی السمٰوٰت (رواہ الطبرانی فی کتاب السنة)[2]۔

(۳) و فی السابعة والعشرین ذکر عمل الجن بین یدی سیدنا سلیمٰن و ھٰؤلاء الجن ھم الشیاطین کما قال تعالٰی، والشیاطین کل بنّاء وغواص[3] وما کان لھم ان یدخلوا الحضرة السلیمانیة لیعملوا ثمہ محاریب و تماثیل وجفانا کالجواب وقدور راسیات تکفی واحدة منھا الف رجل۔

و روٰی ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن سیدنا سعید بن جبیر قال "کان یوضع لسلیمان علیه الصلٰوة والسلام ثلٰثمائة الف کرسی، فیجلس مؤمنو الانس مما یلیه و مؤمنو الجن من ورائھم[4] اھ۔ فما کانت الشیاطین الا وراء کل ذٰلک۔

(۴) وفی الثامنة والعشرین ارشد الٰی ان بعثة نبینا صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بقرب القیامة کما قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بعثت انا والساعة کھاتین (رواہ احمد والشیخان[5] عن سھل بن سعد وھم والترمذی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنھما) وقد امھل اللہ الامة المرحومة الی وقتنا ھذا الفا وثلٰثمائة وخمسا اربعین سنة

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۵۷

[2] الدر المنثور بحوالہ الطبرانی فی السنة تحت الآیة ۲/ ۲۵۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۹

[3] القرآن الکریم ۳۸/ ۳۷

[4] تفسیر القرآن العظیم تحت الآیة ۲۷/ ۱۷ حدیث ۱۶۱۹۰ مکتبہ نزار مصطفٰی الباز مکۃ المکرمۃ ۹/ ۲۸۵۵

[5] مسند احمد بن حنبل عن انس بن مالک ۳/ ۱۲۴، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۹۳، ۲۳۷، ۲۷۵

صحیح البخاری کتاب الرقاق باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بعثت انا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳

صحیح مسلم کتاب الفتن باب قرب الساعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۰۶

وستزيد والحمد لله الحميد، ولم ينافِ ذٰلك الاٰية ولا قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم بعثت بين يدی الساعة بالسيف حتی يعبد الله تعالٰی وحده لاشريك له (رواه احمد و ابو يعلٰی والطبرانی فی الكبير بسند حسن عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالٰی عنه وعلقه البخاری)

(۱) دیکھو اکیسویں آیت میں "بین یدیہ" کے معنی بارش قریب ہونے کے ہیں، لیکن ایسا نہیں کہ ہوا چلی اور بارش آئی، بلکہ اس طرح جیسا قرآن عظیم میں ہے: "ہوا نے بادل کو اٹھالیا تو ہم نے اسے خشک علاقہ کی طرف روانہ کیا تو اس سے بارش ہوئی۔

(۲) ۲۲ ویں آیت میں آسمان کو ہمارے قریب (بین یدیہ) بتایا، اور وہ ہم سے پانچ سو برس کی راہ کی دوری پر ہے۔ حضرت ترجمان القرآن، علامۃ الکتاب، افصح العرب اور اعلم القوم باللسان سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آیۃ الکرسی کے "یعلم ما بین ایدیھم" کے معنی "زمین سے آسمان تک" بتائے، اور "ما خلفھم" کے معنی "آسمان" متعین فرمائے (طبرانی نے اسے کتاب السنۃ میں روایت کیا)۔

(۳) ۲۷ ویں آیت میں کہا گیا کہ جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے (بین یدیہ) چیزیں بناتے تھے حالانکہ وہ شیاطین تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں داخل ہوکر وہ عظیم الشان عمارتیں، مجسمے اور میدانوں کی طرح وسیع و عریض لگن، بڑی بڑی دیگیں کہ ایک ہزار آدمیوں کے کھانے کو کافی ہوں، بنا ہی نہیں سکتے تھے۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت بن جبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں تین لاکھ کرسیاں بچھائی جاتیں جن پر مومن انسان بیٹھتے، ان کے پیچھے مومن جن ہوتے، تو شیطان ان سب کے بعد میں ہی ہوں گے۔

(۴) ۲۸ ویں آیت میں ارشاد فرمایا: حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بعثت قیامت کے قریب ہے۔ خود حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا: میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ مبعوث کئے گئے (احمد و شیخان نے سہل بن سعد سے اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کو روایت کیا) اور اللہ تعالٰی نے آج ۱۴۲۳ھ تک امتِ مرحومہ کو مہلت دی، اور اس کے بعد بھی یہ امت باقی رہے گی۔ اس کے باوجود یہ مہلت نہ تو آیت کریمہ کے منافی ہے نہ حدیث مقدس کے۔ آپ کی حدیث ہے کہ مجھے قیامت کے قریب تلوار دے کر بھیجا گیا تاکہ لوگ ایک خدا کو پوجیں (احمد و ابو یعلٰی اور طبرانی نے کبیر میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس حدیث کو سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۱۹۱ تا ۱۹۳)

(۱۰) مزید فرمایا:

(۷) فی الکریمة التاسعة والعشرین ارید الاتصال الحقیقی لان العمی لا یحصل الا بذالک۔

(۷) انتیسویں[29] آیت میں لفظ "بین یدیه" سے مراد اتصال حقیقی ہے اس لئے کہ اندھاپن بے اس کے متحقق نہیں ہو سکتا۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۱۹۴)

(۱۱) اسی معنیٰ مذکور کی تائید میں تفاسیر کے حوالے سے فرمایا:

(۶) فی قولك جلست بین یدیه یحتاج الی قرب اکثر مما یفید مجرد الابصار فانه یکون للمکالمة والسمع اقصر مدی من البصر والیه اشار وا فی الکشاف والمدارك والشربینی وغیرها بقولهم "حقیقة قولهم جلست بین یدی فلان ان یجلس بین الجهتین المسامتتین لیمینه وشماله قریبًا منه فسمیت الجهتان یدین لکونهما علی سمت الیدین مع القرب منهما توسعا کما یسمی الشئ باسم غیره اذا جاوره"[1] اھ۔

(۶) مقولہ "جلست بین یدیه" میں مراد حدود بصر سے بھی کم اور محدود دائرہ ہوگا کہ یہ بیٹھنا بات چیت کے لئے ہے جس کا تعلق سماع سے ہے اور سماع کا دائرہ بصر کے دائرہ سے بھی محدود و مختصر ہے۔ چنانچہ کشاف، مدارک اور شربینی وغیرہ کے مصنفین نے اسی امر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "قول جلست بین یدی فلان کی حقیقت یہ ہے کہ دائیں بائیں کی دو مقابل جہتوں کے بیچ میں فلاں کے قریب بیٹھا جائے، ان دونوں جہتوں کو دو ہاتھ سے تعبیر کیا کہ یہ جہتیں انھیں دونوں ہاتھوں پر ان سے قریب ہیں، اور یہ مجازاً ہے، جیساکہ دو پاس والی چیزوں میں ایک کا نام دوسری کو دے دیا جاتا ہے اھ۔"

(فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۱۹۵، ۱۹۶)

(۱۲) مزید فرمایا:

(۱۰) وجعلنا من بین ایدیهم سدًّا[2] علی الاتصال الحقیقی کما علمت۔

---

[1] تفسیر الکشاف تحت الآیة ۴۹/۱ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۴۹، ۳۵۰
مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) ״ ״ ״ ״ ״ ۴/۱۶۵
السراج المنیر (تفسیر الشربینی) ״ ״ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۴۶
[2] القرآن الکریم ۳۶/۹

15 (۱۰) ہم نے ان کے آگے ایک دیوار بنا دی۔ یہ اتصال حقیقی پر محمول ہے، جیسا کہ تُو نے جانا۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۱۹۷)

(۱۳) مزید فرمایا:
ثالثاً حفظت شیئا وغابت عنك اشیاء۔ ایھا الراغب الی قول الراغب ھل تظنہ مخالفا للنصوص التی قدمنا عن ائمۃ اللغۃ وجھابذۃ التفسیر ام لا؟ فعلی الاول ما الذی راغبك عنھم الی من شذ وھم الجم الغفیر وعلی الثانی لم یکفك ما للحاضر المشاھد من القرب فان الرؤیۃ العادیۃ مشروط لھا القربؑ ام زعمت ان القرب حد معین لا تشکیك فیہ فاذن لا یحاورك الا مثلك سفیہ وھذا ربنا تبارك وتعالٰی قائلا وقولہ الحق "اقتربت الساعۃ وانشق القمر[1]"، بل قال عزوجل "اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون[2]" والحساب بعد قیام الساعۃ بنصف الیوم، والیوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ۔

ثالثاً راغب کے قول میں یہ رغبت ظاہر کرنے والوں کو کچھ یاد رہا اور کچھ بھول گئے کیونکہ مخالف نے امام راغب کے قول کے جو معنیٰ بتائے وہ ان ائمہ لغت وتفسیر کے خلاف ہے یا موافق، اگر خلاف ہے تو آپ نے جمہور ائمہ لغت کی تصریحات کو چھوڑ کر امام راغب کے شاذ قول کی طرف کیوں رغبت ظاہر فرمائی، اور اگر خلاف نہیں تو حاضر ومشاہد میں جتنا قرب ہے اس پر قناعت کیوں نہیں، حالانکہ رؤیت عادیہ کے لئے قریب ہونے کی شرط لابدی ہے، یا تم قرب کی ایک متعین حد مانتے ہو اور اسے کلی مشکک نہیں مانتے۔ پھر تو آپ کا جواب آپ کے جیسا ناسمجھ ہی دے سکے گا۔ اللہ تبارک وتعالٰی اپنے قولِ حق میں فرماتا ہے: "قیامت قریب آ گئی اور چاند شق ہو چکا"، بلکہ اسی قدوس وپروردگار نے فرمایا: "لوگوں کے حساب کی گھڑی آ پہنچی اور وہ ابھی غفلت میں اعراض کر رہے ہیں"۔ حالانکہ حساب قیامِ قیامت کے بعد آدھا دن گزار کر ہوگا، اس وقت ایک دن کی مقدار آج کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۲۰۱)

(۱۴) مختلف ومتعدد قرآنی آیات سے لفظ عند کے معنی کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا:
(۱) قال اللہ عزوجل: ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ[3] الآیۃ۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۴/۱
[2] القرآن الکریم ۲۱/۱
[3] " ۴۹/۳

ومرّت فی النفحة الاولی القرآنیة امرکل من فی مشهدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغض الصوت ولا یختص بالذی یلیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فسواء فیہ من لدیہ ومن علی الباب کلھم عند رسول اللہ بلا ارتیاب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا یحل لاحد ان یصیح و یصرخ فی حضرتہ اویرفع صوتا فوق ضرورتہ ولوکان مفاد "عند" ما یزعمون لشمل ھٰذا الوعد الجمیل بمغفرۃ و اجرعظیم من قام بحضرتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی فصل عدۃ اذرع فجعل یصیح مع اٰخرصیاحا شدیدًا منکرًا فاذا کان منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بفصل شبر مثلاً اوتکلم ھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غضّ صوتہ وھذا لا یقول بہ مسلم لہ عقل۔

(۲) قال جل وعلا: ھم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا[1]"۔

وھذا اوسع من ذاک یشمل کل من فی خدمتہ وان لم یکن الاٰن فی حضرتہ۔

(۳) قال تبارک وتعالیٰ: "یقولون طاعة فاذا برزوا من عندک بیت طائفة منھم غیرالذی تقول واللہ یکتب مایبیتون[2]"

ھذا فی المنافقین وما کانوا یلونہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المجلس انما کان ذٰلک لابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما ثم لا یختص بمن کان اقرب منھم بالنسبة الی الاٰخر یشمل ھم جمیعًا۔

(۴) قال المولیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ: "ان المتقین فی جنّٰت ونھرٍ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر[3]"۔

عمت کل متق ولکن این احاد الصلحاء من العلماء والعلماء من الاولیاء و الاولیاء من الصحابة والصحابة من الانبیاء والانبیاء من سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرق لایقدر ولایقدر بشران یتصور اعظم بالوف الاف مرّات ممّا بین الفلک الاعلیٰ وما تحت الثریٰ وقد شملت کلھم عند۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/۷
[2] " ۴/۸۱
[3] " ۵۴/۵۴، ۵۵

(۵) مثله قوله عزوجل: "ان للمتقین عند ربهم جنّٰت النعیم"[1]

(٦) فی آیة اخرٰی وقال العلی الاعلی تبارک وتعالٰی: "اذ قالت رب ابن لی عندک بیتًا فی الجنة"[2]

ومعلوم ان اللہ تعالٰی قد استجاب لها وقد فرج لها فی الدنیا عن بیتها کما فی حدیث[3] سلمان وحدیث ابی ھریرة بسند صحیح رضی اللہ تعالٰی عنهما وما کانت لتطلب اقرب المنازل وان تفضل علی الانبیاء والرسل علیهم وعلیها الصلٰوة والسلام، بل قربًا یلیق بها وان لم یساوها لخدیجة وفاطمة وعائشة رضی اللہ تعالٰی عنهن فضلا عن الانبیاء الکرام علیهم الصلٰوة والسلام۔

(۷) وقال عزوعلا فی الشهداء: "بل احیاء عند ربهم"[4]

واین رجل من احاد الشهداء من سیدهم حمزة رضی اللہ تعالٰی عنه بل من نبی اللہ یحیٰی وغیره ممن استشهد من الانبیاء علیهم الصلٰوة والسلام۔

(۸) قال جل ذکره فی الملٰئکة: "فالذین عند ربک"[5]

وتفاوتهم فیما بینهم معلوم غیر مفهوم" ومامنا الا له مقام معلوم"[6]

(۹) قال عزمن قائل: "وقد مکروا مکرهم وعنداللہ مکرهم"[7]

وما کان لمکر الکفار ان یکون له قرب من العزیز الجبار لامکانًا لاستحالته ولامکانة لاستهانته وانما هو للحضور ای حاضر بین یدیه لایخفٰی علیه فیرجع الی معنی العلم۔

(۱۰) قال سبحانه ما اعظم شانہ: "ثم محلها الی البیت العتیق"[8] یعنی البدن

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/۳۴

[2] " ۶۶/۱۱

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیة ۶۶/۱۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۸/۱۹۲
الدر المنثور " " " " ۸/۲۱۳

[4] القرآن الکریم ۳/۱۶۹

[5] القرآن الکریم ۴۱/۳۸

[6] " ۳۷/۱۶۴

[7] " ۱۴/۴۶

[8] " ۲۲/۳۳

قال فی المعالم" ای عند البیت العتیق یرید ارض الحرم کلھا قال فلایقربوا المسجد الحرام ای الحرم کلہ اھ[۱]" جعل جمیع اجزاء الحرم اذ کلھا منحر عند البیت العتیق ومعلوم ان کثیرا منھا علی فصل فراسخ من البیت الکریم۔

(۱) اللہ تعالٰی نے فرمایا: "جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور اپنی آواز پست کرتے ہیں۔"

نفحۂ اولٰی قرآنیہ میں ہم واضح کر آئے ہیں کہ یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیشِ نگاہ ہو حضور کے بالکل پاس بیٹھنے والوں کے لئے کچھ خاص نہیں بلکہ جو پاس ہے اور جو بابِ مسجد کے پاس ہے سب کے لئے یہی حکم ہے۔ محرابِ رسول اور دروازۂ مسجد پر بیٹھنے والے دونوں ہی عند رسول اللہ کہے جائیں گے۔ سبھی کے لئے چیخنا اور چلّانا منع ہے بلکہ یہ کہئے کہ ضرورت سے زیادہ آواز نکالنا منع ہے۔ اور اس مقام پر اگر عند کے وہی معنی ہوں جو یہ لوگ اذان عند منبر میں مراد لیتے ہیں تو آواز پست رکھنے پر مغفرت اور اجر عظیم کے وعدہ کا مستحق وہ بے ادب بھی ہو جائے گا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے چند ہاتھ کی دُوری پر کھڑا چیخ رہا ہو، یا صرف اس کے لئے خاص ہو گی جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بالشت کی دُوری پر کھڑا ہو کر کسی سے پست آواز میں بات کرے یا خود حضور ہی سے کلام کرے، اور چار ہاتھ دُور کھڑا ہو کر کسی سے بات کرے تو وہ دائرۂ رحمت ومغفرت سے باہر ہے کہ (وہ عند رسول اللہ نہیں) بھلا کون عقلمند مسلمان ایسا کہہ سکے گا۔

(۲) ارشادِ الٰہی ہے: "یہ منافقین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس رہنے والوں پر خرچ نہ کرو تاکہ یہ اِدھر اُدھر منتشر ہو جائیں۔"

یہاں عند کا مفہوم پہلے والی آیت سے بھی وسیع ہے کیونکہ یہاں تو عند سے مراد وہ سبھی لوگ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہوں اگرچہ فی الحال حضور سے بہت دُور ہوں۔

(۳) اللہ تبارک وتعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے (کہ منافق آپ کے سامنے کہتے ہیں): "ہم آپ کے فرمانبردار ہیں، اور جب آپ کے پاس سے دُور ہو جاتے ہیں تو رات کو ان کی ایک جماعت اس کے خلاف بولنے لگتی ہے جو آپ کے سامنے کہہ چکے اور اللہ لکھ رکھتا ہے ان کے رات کے منصوبے کو۔"

یہ منافقین کے حال کا بیان ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دربار میں آپ کے بالکل پاس نہیں بیٹھتے تھے۔ قریب کی جگہ تو ابوبکر وعمر، عثمان وعلی ودیگر مخلصین صحابہ کے لئے تھی۔ منافقین تو اِدھر اُدھر آنکھ بچا کر بیٹھتے تھے، اگر کچھ کسی مجبوری سے آپ کے سامنے بیٹھ بھی گئے ہوں تو عند کہہ کر

---

[۱] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۲/۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۲۴۲

سبھی منافقین مراد ہیں ۔ قریب بیٹھنے والے ہوں یا دُور ۔

(۴) اللہ تعالےٰ نے فرمایا : بیشک متقین باغوں اور نہروں میں سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور حاضر ہوں گے ۔"

یہ آیت تو سارے ہی متقیوں کو گھیرے ہوئے ہے لیکن اس میں کہاں بہ نسبت علماء کے کسی صالح مسلمان کا درجہ ، اور بہ نسبت اولیاء کے کسی عالم کا درجہ ، اور بہ نسبت صحابہ کے کسی ولی کا درجہ ، اور بہ نسبت انبیاء کے کسی نبی کا درجہ ، اور کہاں سیدالانبیاء اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا درجہ ۔ ان مراتب میں تو فلک الافلاک اور تحت الثریٰ سے بھی زیادہ فاصلہ ہے مگر سب کو عند اللہ سے بیان کیا گیا ہے ۔

(۵) اسی طرح اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے : " بیشک متقین کے لئے رب کے پاس جنت نعیم ہے ۔"

(۶) دوسری آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا : " اُس نے دُعا مانگی یا اللہ ! میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک مکان بنا دے ۔"

(مذکورہ بالا آیت کے تحت) حضرت سلمان و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پاک بی بی کی دُعا قبول کرلی ، تو کیا وہ انبیاء و اولیاء سے بھی زیادہ قربِ الٰہی کی طالب تھیں ۔ وہ تو اس کی خواستگار تھیں کہ قُرب کا وُہ مقام جو ان کے لائق ہو ، چاہے حضرت خدیجہ و فاطمہ و عائشہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہن کے درجہ کے ہم پلہ بھی نہ ہو ، چہ جائیکہ انبیاء ، اولیاء عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کے درجہ کے برابر ہو ۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے شہدائے کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا : " شہداء اللہ تعالےٰ کے پاس زندہ ہیں ۔"

تو بھلا کہاں سیدالشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مقام بلند اور کہاں اللہ تعالیٰ کے نبی یحییٰ علیہ السلام کا مقام بلند اور کہاں عام شہداءِ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم کی منزل ، بلکہ انبیاءِ کرام علیہم السلام میں شہادت پانے والوں کی منزلیں ۔

(۸) اللہ تعالےٰ فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے : " جو فرشتے تمھارے رب کے پاس ہیں ۔"

ان فرشتوں میں باہم درجات کا کتنا تفاوت ہے ، ہم اس کی حقیقت تو نہیں جان سکتے مگر تفاوت ہونا یقیناً معلوم ہے ۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کیلئے ایک متعیّن مقام ہے ۔

(۹) اللہ عزوجل فرماتا ہے : " کافروں نے خدا سے مکر کیا ان کا مکر تو خدا ہی کے پاس ہے ۔"

کافروں کے مکر کے لئے اللہ تعالیٰ سے کوئی قُرب نہیں ، نہ قُربِ مکانی کہ یہ ذاتِ باری کے لئے محال ہے نہ قربِ مرتبی کہ مکر تو نہایت ذلیل چیز ہے ۔ لامحالہ اس آیت میں قُرب سے مراد حضور ہے یعنی یہ اللہ تعالےٰ

کے سامنے ہے اس سے پوشیدہ نہیں، تو یہ حضورِ علمی ہوا۔

(۱۰) اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا: "قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کی جگہ بیت اللہ کے پاس ہے۔"
معالم التنزیل میں فرمایا: "الی البیت العتیق کا مطلب ہے عند البیت العتیق ہے یعنی حرم کی پوری زمین (چنانچہ دوسری جگہ) ارشاد ہوا پورے حرم کے قریب نہ جاؤ۔ آیت مذکورہ بالا میں پورے حرم کو منحر عند البیت العتیق قرار دیا جبکہ حدود حرم مختلف جہات میں بیت اللہ شریف سے کوسوں دوری پر ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۲۰۸ تا ۲۱۳)

(۱۵) عند ظرف زمان و مکان دونوں کے لئے آتا ہے۔ قرآنی آیات سے تائید پیش کرتے ہوئے فرمایا:

نفحہ ۵: لئن نتزلنا الی مثل مدارکھم فلا شك ان عند ظرف زمان و مکان قال تعالیٰ: "خذوا زینتکم عند کل مسجد[۱]" ای ثیابکم وقت کل صلوۃ۔ والوقت یضاف الی الامکنۃ والاجسام ایضا اذا کان لہ اختصاص بہا۔ قال تعالیٰ: یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم[۲]۔"

وانما حنین اسم مکان وکذا یوم بدر، یوم احد، یوم الدار، لیلۃ العقبۃ، لیلۃ المعراج، لیلۃ الغار۔

نفحہ ۵: اگر ہم ان لوگوں کے معیارِ فہم پر اُتر کر بھی بات کریں تو اتنا تو سب پر ظاہر ہے کہ عند ظرفِ زمان اور ظرفِ مکان دونوں ہی کے لئے ہے، جیسا کہ ارشادِ باری ہے: "ہر مسجد کے پاس اپنی زینت اختیار کرو" یعنی ہر نماز کے وقت کپڑے پہنو، اور خود وقت بھی مکان اور اجسام دونوں ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے جب کہ وقت کے ساتھ ان کو کوئی خصوصیت ہو۔ ارشادِ الٰہی ہے: "اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر اِترا گئے تھے" "حنین" ایک جگہ کا نام ہے، یہی حال یومِ بدر، یومِ اُحد، یومِ دار، لیلۃ العقبہ، لیلۃ المعراج اور لیلۃ الغار کا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۲۱۸)

(۱۶) اذانِ خطبہ مسجد کے اندر ہونے کو جائز قرار دینے والوں نے فقہاء کے قول علی المنبر سے استدلال کیا، ان کے رَد میں لفظ علیٰ کے معنیٰ کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا:

وفی تحریر الامام ابن الہمام وتقریر الامام ابن امیر الحاج: "وھو ای اللزوم

---

۱ القرآن الکریم ۷/ ۳۱
۲ 〃 ۹/ ۲۵

هو بمعنی الحقیقی اھ[1]۔

وفی الرضی شرح الکافیۃ: "منہ سر علیٰ اسم اللہ تعالیٰ ای ملتزمًا اھ[2]"۔

قال ربنا عزّوجلّ: فجاءتہ احدٰھما تمشی علی استحیاء[3]"۔ ای ملازمۃ للحیاء۔

تحریر امام امیر ابن الحاج اور تقریر امام ابن امیر الحاج میں ہے: "لزوم ہی علیٰ کے حقیقی معنی ہیں"۔

اور رضی شرح کافیہ میں ہے: "اسی محاورہ سے ہے "اللہ کے نام پر سیر کر" یعنی اس کو لازم پکڑو"۔

قرآن عظیم میں یہ لفظ اسی معنیٰ میں وارد ہوا۔ ارشادِ الٰہی ہے: "ان دو عورتوں میں سے ایک شرم کرتی ہوئی آئی، یعنی وہ شرم کو لازم کئے ہوئے تھی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۲۲۱)

(۱۷) علیٰ بمعنی مصاحبت آتا ہے۔ اس کے متعلق فرمایا:

قال الامام الجلیل الجلال السیوطی فی الاتقان: علیٰ حرف جرلہا معان (الیٰ ان قال) ثانیہا للمصاحبۃ کمع نحو "واٰتی المال علیٰ حبہ" ای مع حبہ۔ "وان ربك لذو مغفرۃ للناس علیٰ ظلمھم[4] اھ۔

امام جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں: "علیٰ حرفِ جر ہے، اس کے چند معانی ہیں، دوسرا معنیٰ مصاحبت ہے، جیسے لفظ مع قرآنِ عظیم میں ہے کہ مال کو محبت کے باوجود قرابت داروں کو دیا (دوسری مثال) تمہارا رب ظلم کے باوجود لوگوں کی مغفرت کرنے والا ہے (یہاں علیٰ ظلمہم کا مطلب مع ظلمہم ہے)"۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۲۲۱)

(۱۸) علیٰ کبھی وقت و زمانہ کے لئے آتا ہے، تو اس طرح یہ عند زمانیہ کا ہم معنیٰ ہوا۔ چنانچہ فرمایا:

ثالثًا قال ربنا عزّوجلّ "واتبعوا ما تتلوا الشیٰطین علیٰ ملك سلیمٰن[5]"۔ قال فی الاتقان والفتوحات الالٰہیۃ: (ای فی زمن ملکہ[6])، وفی مدارك الامام النسفی: "ای

---

[1] التقریر والتحبیر مسئلۃ علی للاستعلاء حسًا دار الفکر بیروت ۲/۸۶

[2] الرضی فی شرح الکافیۃ حروف الجر حرف "علیٰ" دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۴۲

[3] القرآن الکریم ۲۸/۲۵

[4] الاتقان فی علوم القرآن النوع الاربعون دار الکتاب العربی بیروت ۱/۴۹۸

[5] القرآن الکریم ۲/۱۰۲

[6] الفتوحات الالٰہیۃ الشہیر بالجمل تحت الآیۃ ۲/۱۰۲ دار الفکر بیروت ۱/۱۳۸

علیٰ عهد ملکه و فی زمانه[1] اھ، ولاشك ان هذا الاذان علیٰ عهد المنبر و فی زمانه، فرجعت الیٰ معنیٰ عند الزمانية۔

ثالثاً اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: "اور انھوں نے ملک سلیمان پر شیطانوں کے پڑھے ہوئے کی اتباع کی"۔ اتقان اور فتوحاتِ الٰہیہ میں ہے: "یعنی ان کی حکومت کے زمانہ میں"۔ مدارک امام نسفی میں ہے: "یعنی ان کی حکومت اوران کے زمانہ میں"۔ اور اس میں کوئی شُبہہ نہیں کہ اذانِ خطبہ منبر کے وقت اور زمانہ میں ہے تو یہ عند زمانیہ کے ہم معنیٰ ہوگیا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۲۲۲، ۲۲۳)

(۱۹) اذان اندرونِ مسجد کا جواز کچھ لوگوں نے قرآن مجید سے ثابت کرنا چاہا، ان کے رُد میں فرمایا:

نفحہ ۱۸: حاول بعض الوهابية الفجرة ان يثبت مطلوبه الباطل بآيات القرآن العظيم وحاشا القرآن ان يكون لباطل ظهيرًا قال قال عزوجل: واذن فی الناس بالحج[2] " واخرج سعيد بن منصور و آخرون عن مجاهد قال لما امر ابراهيم ان يؤذن فی الناس بالحج، قام على المقام فنادى بصوت اسمع من بين المشرق والمغرب، یاایها الناس اجيبوا ربكم[3]

واخرج ابن المنذر وابن ابی حاتم عن مجاهد قال تطاول به المقام حتی کان کاطول جبل فی الارض فاذن فیهم بالحج فاسمع من تحت البحور السبع[4]

واخرج ابن جرير عن مجاهد عن ابن عباس رضی الله تعالىٰ عنهما قال قام ابراهيم خليل الله على الحجر فنادىٰ "یاایها الناس کتب علیکم الحج فاسمع من فی اصلاب الرجال وارحام النساء[5]"

نفحہ ۱۸: بعض وہابی صاحبان نے اپنا مقصد قرآن پاک سے ثابت کرنے کا قصد کیا ہے

---

[1] مدارک التنزیل تفسیر النسفی تحت الآیۃ ۲/۱۰۲ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۶۵

[2] القرآن الکریم ۲۲/۲۷

[3] الدر المنثور بحوالہ سعید بن منصور تحت الآیۃ ۲۲/۲۷ حدیث ۱۳۸۸۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۳۳
تفسیر القرآن العظیم لابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۲۲/۲۷ حدیث ۱۳۸۸۰ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۸/۲۴۸۷

[4] " " " " " " " " " " " " " " " "
الدر المنثور بحوالہ ابن المنذر وابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۲۲/۲۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۳۳

[5] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) " " " " " ۱۷/۱۶۹

حالانکہ قرآن عظیم باطل کا مددگار نہیں ہو سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن عظیم نے فرمایا: "(اے ابراہیم!) لوگوں میں حج کا اعلان کرو"۔ اور سعید بن منصور اور دوسرے محدثین نے حضرت مجاہد سے روایت کی: جب حضرت ابراھیم علیہ السلام کو حج کے اعلان کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے فرمایا (جسے مشرق و مغرب کے سبھی لوگوں نے سنا) کہ اے لوگو! اپنے رب کا جواب دو۔

ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مقام ابراہیم پر اعلان کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ انھیں لے کر بلند ہونے لگا یہاں تک کہ زمین کے تمام پہاڑوں سے بلند ہو گیا، آپ نے اسی بلندی پر سے لوگوں میں حج کا اعلان کیا جو سات سمندروں کی تہ سے بھی سنا گیا۔

ابن جریر نے حضرت مجاہد سے روایت کی اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر پکارا: "اے لوگو! اللہ تعالٰی نے تم پر حج فرض کیا"۔ تو باپوں کی پشتوں سے اور ماؤں کے شکموں سے لوگوں نے ان کی آواز سنی۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۲۷۴، ۲۷۵)

(۲۰) مقام ابراہیم والا پتھر زمانۂ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کہاں تھا اور یہ کہ اعلانِ حج حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہاں کھڑے ہو کر فرمایا، اس سلسلے میں متعدد تفاسیر کے حوالے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

خامساً بل قد ورد ما یدل علٰی انه کان فی غیر هذا المحل حین اذن علیه وکفٰی به قاطعا لشقشقته اخرج الازرقی عن ابی سعید الخدری رضی الله تعالٰی عنه قال "سألت عبد الله بن سلام عن الاثر الذی فی المقام، فقال لما امر ابراهیم علیه الصلٰوة والسلام ان یؤذن فی الناس بالحج قام علی المقام، فلما فرغ امر بالمقام فوضعه قبله، فکان یصلی الیه مستقبل الباب[1]۔" (الحدیث)

وسادساً ان شئت قطعت راس الشبهة من راسها وذٰلك لان روایة قیامه علیه الصلٰوة والسلام حین الاذان علی المقام روایة اسرائیلیة کما رأیت

---

[1] الدر المنثور بحواله الازرقی تحت الآیة ۲/۱۲۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۵-۲۶۶

وسیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان یاخذ عنہم کما ھنا، وروی ابن ابی حاتم عن الربیع بن انس قال سمعنا عن ابن عباس انہ حدث عن رجال من علماء اھل الکتاب ان موسیٰ دعا ربہ[1] (الحدیث) فی قصۃ ملاقاتہ الخضر علیہما الصلوٰۃ والسلام واقرھا واخرج ابن ابی شیبۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سئلت کعباً ما سدرۃ المنتہیٰ؟ قال سدرۃ ینتہی الیہا علم الملئکۃ، وسألتہ عن جنۃ الماویٰ، فقال جنۃ فیہا طیر خضر ترتقی فیہا ارواح الشہداء[2]۔

واخرج ابن جریر عن شمر قال جاء ابن عباس الی کعب فقال لہ حدثنی عن قول اللہ "سدرۃ المنتہیٰ"[3] (الحدیث)۔

وقد صح عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ انہ اذن علیٰ ثبیر، روی عبدالرزاق وغیرہ عن معمر قال قال ابن جریج قال ابن المسیب قال علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما فرغ ابراھیم من بنائہ، بعث اللہ جبریل فحج بہ حتی اذا رأی عرفۃ قال قد عرفت وکان اتاھا قبل ذلک مرۃ، فلذلک سمیت عرفۃ حتی اذا کان یوم النحر عرض لہ الشیطان فقال احصب فحصبہ بسبع حصیات، ثم الیوم الثانی فالثالث فلذلک کان رمی الجمار قال اعل علیٰ ثبیر فعلاہ فنادیٰ یا عباد اللہ اجیبوا اللہ یا عباد اللہ اطیعوا اللہ فسمع دعوتہ من بین الابحر السبع[4] (الحدیث)۔

وھذا کما تریٰ سند صحیح علیٰ اصولنا فھذا نص عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکما لان الامر لا دخل فیہ للرأی وما کان امیر المؤمنین علی لیاخذ عن اھل الکتاب فلم یکن الا سماعا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فثبت ان الاذان کان علیٰ جبلٍ بمزدلفۃ وسقط انہ کان داخل المسجد علی المقام ولک ان تقول لا خلف فان ثبیراً من الحرم وقد افاد ابن عباس نفسہ "ان مقام ابراھیم الحرم کلہ"[5]

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم سورۃ الکہف ۱۷ تا ۸۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۳۷۹

[2] الدر المنثور " ابن ابی شیبہ تحت الآیہ ۵۳/ ۱۴ " " " " ۷/ ۵۴۲

[3] جامع البیان " " " " " ۲۷/ ۶۳

[4] الدر المنثور بحوالہ عبدالرزاق " ۲۲/ ۲۶ " " " ۶/ ۳۱

[5] " بحوالہ عبد بن حمید و ابن ابی حاتم " ۲/ ۱۲۵، ۱/ ۲۶۴، تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۳/ ۹۷ ۳/ ۷۱۱

اخرجه عنه عبد بن حمید و ابن ابی حاتم بل اخرج هذا عنه قال "مقام ابراھیم الحج کله"۔[1]

وسابعًا اضطربت الروایة عن ابن عباس ففی بعضها "اذن علی المقام" وفی بعضها "علی ابی قبیس" رواہ عنه ابن ابی حاتم رضی اللہ تعالٰی عنه قال "لما امر اللہ ابراھیم ان ینادی فی الناس بالحج صعد ابا قبیس فوضع اصبعیه فی اذنیه ثم نادٰی، ان اللہ تعالٰی کتب علیکم الحج فاجیبوا ربکم"[2] الحدیث، وفی اُخری له عنه رضی اللہ تعالٰی عنه قال "صعد ابراھیم ابا قبس، فقال اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰه الا اللہ، واشھد ان ابراھیم رسول اللہ ایھا الناس ان اللہ امرنی ان انادی فی الناس بالحج ایھا الناس اجیبوا ربکم"۔[3]

وفی بعضها علی الصفا رواہ عبد بن حمید عن مجاھد قال "امر ابراھیم ان یوذن بالحج فقام علی الصفا فنادی بصوت سمعه ما بین المشرق والمغرب یاایھا الناس اجیبوا الٰی ربکم"۔[4]

وروی ھو وابن المنذر عن عطاء قال "صعد ابراھیم علی الصفا فقال یاایھا الناس اجیبوا ربکم"۔[5]

ومعلوم ان الروایة عن مجاھد روایة عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم فالاضطراب بالتثلیث والا فلا شك فی التثنیة فکان من ھذا الوجه ایضا حدیث امیر المؤمنین احق بالاخذ ولذا مشٰی علیه القطبی فی تاریخه ولم یلتفت لما سواہ فانحضت الشبھة عن راس، والحمد للہ رب الناس۔

خامسًا اس امر کی روایت ہے کہ مقامِ ابراہیم اعلانِ حج کے وقت موجودہ مقام پر موجود نہیں تھا

---

[1] تفسیر القرآن العظیم تحت الآیۃ ۳/۹۷ حدیث ۳۸۴۷ و ۳۸۴۸ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمہ ۳/۷۱۱

[2] ″ ″ لابن ابی حاتم ″ ۲۲/۲۷ ″ ۱۳۸۷۸ ″ ″ ″ ″ ۸/۲۴۸۷

[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱۳۸۸۴ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمہ ۸/۲۴۸۷، ۲۴۸۸

الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم ″ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۳۴

[4] ″ ″ عبد بن حمید ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۶/۳۳

[5] ″ بحوالہ عبد بن حمید و ابن المنذر تحت الآیۃ ۲۲/۲۷ ″ ″ ″ ″ ″ ۶/۳۳

جس سے تمام اوہام کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ازرقی نے ہی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ "میں نے حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مقام ابراہیم میں پڑے ہوئے نشان کے بارے میں سوال کیا، تو انھوں نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اعلانِ حج کا حکم دیا گیا تو آپ نے اسی پتھر پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا۔ اعلان سے فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ اس پتھر کو لیجا کر کعبہ کے دروازے کے سامنے رکھا جائے۔ اور آپ اسی پتھر کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

سادسًا اس شُبہ کو جڑ بنیاد سے اس طرح ختم کیا جا سکتا ہے کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعلانِ حج کے وقت مقامِ ابراہیم پر کھڑے ہونے کی روایت اسرائیلی ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما بنی اسرائیل کی روایت قبول فرماتے تھے جیسا کہ اس مبحوثہ روایت میں انھوں نے کیا۔ ابن ابی حاتم ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اہلِ کتاب سے روایت کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دُعا کی۔ یہ حضرت موسیٰ و خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات کے قصہ میں ہے۔ مندرجہ ذیل روایت کو ابن ابی شیبہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہی ثابت رکھا کہ "میں نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے سدرۃ المنتہیٰ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ انتہائی حد پر ایک بیری کا درخت ہے جہاں تک فرشتوں کا علم پہنچتا ہے۔ اور میں نے ان سے جنۃ الماویٰ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: ایسا باغ جس میں شُہدا کی رُوحیں سبز پرندوں کے جسم میں رہ کر سیر کرتی ہیں۔

ابن جریر نے شمر سے روایت کی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضرت کعب کے پاس آئے اور سدرۃ المنتہیٰ کے بارے میں پوچھا۔ (القصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسرائیلی روایت قبول کرتے تھے اور روایتِ مبحوثہ بھی اسرائیلی ہے)

ادھر حضرت امیر المومنین مولا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے صحیح روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوہِ ثبیر پر چڑھ کر اعلانِ حج فرمایا تھا۔ عبدالرزاق وغیرہ نے معمر سے انھوں نے ابن جریج سے انھوں نے حضرت علی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے روایت کی کہ "جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی بنا سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے جبریل امین کو بھیجا اور انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کرایا۔ آپ نے عرفات کو دیکھ کر فرمایا میں اس میدان کو پہچان گیا۔ ایک بار اس سے قبل بھی حضرت خلیل یہاں آئے تھے۔ اور اسی وجہ سے اس کا نام "عرفہ" پڑا۔ یوم النحر کے دن شیطان نے آپ سے تعرض کیا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں مارنے کی ہدایت کی۔ اور آپ نے ابلیس کو سنگسار کیا، پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہُوا، اسی لئے حج میں رمی جمار مشروع ہوئی۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے فرمایا:

کوہِ ثبیر پر چڑھو۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے ثبیر کی پہاڑی پر چڑھ کر اعلان فرمایا" اے بندگانِ خدا! اللہ تعالےٰ کی پکار کا جواب دو، اے بندگانِ خدا! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔" تو ان کا یہ اعلان سات سمندروں سے سنا گیا۔

یہ سند ہمارے اصول پر صحیح ہے، اور یہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ہی فرمان ہے، اور معاملہ چونکہ قیاسی نہیں بالکلیہ سماعی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم چونکہ اہل کتاب کی روایت قبول نہیں کرتے تھے اس لئے لامحالہ یہ بات اُنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ہی سُن کر بیان فرمائی۔ تو اس روایت سے یہ ثابت ہُوا کہ اعلان حج منیٰ شریف کے پہاڑ سے ہوا۔ اور یہ بات ساقط الاعتبار ہوگئی کہ اعلانِ حج مسجد کے اندر مقامِ ابراہیم سے ہوا۔ اور ان دونوں روایتوں میں کوئی ایسا تعارض بھی نہیں کہ جبلِ ثبیر بھی حدودِ حرم کے اندر ہی ہے۔ چنانچہ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، سارا حرم مقامِ ابراہیم ہے، بلکہ حضرت ابن عباس سے تو یہ بھی مروی ہے کہ مقامِ ابراہیم پُورا حج ہے۔

وسابعًا اعلان حج کے مقام میں حضرت ابنِ عباس سے روایتیں مضطرب ہیں۔ بعض میں تو وہی مقامِ ابراہیم ہے، اور بعض میں یہ ہے کہ جبلِ ابوقبیس پر اعلانِ حج ہوا۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی کہ" حضرت ابراہیم علیہ السلام جبلِ ابوقبیس پر چڑھے اور کہا" اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، واشھد ان ابراھیم رسول اللہ۔ اے لوگو! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میں لوگوں میں حج کا اعلان کروں، تو تم لوگ اللہ تعالےٰ کی پکار کا جواب دو۔"

اور بعض روایتوں میں جبلِ ابوقبیس کے بجائے کوہِ صفا کا ذکر ہے۔ ابن حمید کی یہ روایت امام مجاہد سے اس طرح مروی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ مقامِ صفا پر لوگوں کو حج کا اعلان کریں۔ آپ نے ایسی آواز سے پکارا کہ مشرق و مغرب کے لوگوں نے سُنا۔ اعلان کے الفاظ یہ تھے:" اے لوگو! اپنے رب کی پکار کا جواب دو۔"

ابو حاتم اور ابن منذر نے عطا سے روایت کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کوہِ صفا پر چڑھے اور پکارا: " اے لوگو! اپنے رب کا جواب دو۔"

یہ معلوم ہے کہ حضرت مجاہد کی روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہی ہے تو اس روایت میں تین[۳] اضطراب ہوئے، ورنہ دو[۲] ہونے میں تو شبہہ ہی نہیں ہے۔ پس اس اعتبار سے بھی امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی روایت راجح اور اولیٰ بالاخذ ہے اس لئے قطبی نے اپنی تاریخ میں امیر المومنین کی روایت پر ہی اعتماد کیا اور دوسری روایتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۲۷۸ تا ۲۸۳)

(۲۱) مخالفین کے قرآن مجید سے ایک اور غلط استدلال کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

نفحہ ۱۹: ثم تمسک بقولہ تعالٰی: "ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ[1]" وقولہ تعالٰی: "ومسٰجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا[2]" وقولہ تعالٰی: فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ[3]" وفی حدیث الصحیحین[عہ]: ان ھذہ المساجد لاتصلح لشیئ من ھذا البول و القذر و انما ھی لذکر اللہ والصلٰوۃ وقراءۃ القراٰن[4]۔

اقول اولاً قضینا الوتر عن کشف ھٰذہ الشبھۃ فی النفحۃ الاولی القراٰنیۃ، و بیّنا ان الاذان لیس ذکرا خالصًا۔

وثانیاً منع الاذان فی المسجد منع رفع الصوت فیہ ومنع رفع الصوت بالذکر لیس منع الذکر۔

نفحہ ۱۹: مسجد کے اندر اذان جائز ہونے پر اس آیت سے بھی مخالفین نے استدلال کیا ہے "اس سے بڑا ظالم کون ہے جو مسجد میں اللہ کا نام لینے سے منع کرے" اور آیت مبارکہ "اور مسجد جس میں اللہ تعالٰے کا ذکر بہت ہوتا ہے" اور آیت گرامی "ان گھروں کو اللہ تعالٰے نے بلند کرنے کا اور ان میں اپنا نام لینے کا حکم دیا" اور بقول صاحبِ مشکوٰۃ صحیحین کی ایک حدیث، ورنہ مخرجین نے اسے صرف مسلم کی حدیث قرار دیا ہے "یہ مسجدیں پیشاب اور گندگی کے لئے نہیں، یہ تو ذکرِ الٰہی، نماز اور تلاوتِ قرآن کے لئے ہیں"۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) **اولاً** ہم نفحہ قرآنیہ میں اس شبہہ کو بالکل حل کرچکے ہیں کہ اذان محض ذکرِ الٰہی ہی نہیں ہے۔

عہ تبع فیہ صاحب المشکوٰۃ وانما عزاہ المخرجون لمسلم وحدہ اھ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] " ۲۲/ ۴۰

[3] " ۲۴/ ۳۶

[4] صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب وجوب غسل البول الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۸
مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ صحیحین کتاب الطہارۃ باب تطہیر النجاسات الفصل الاول " ص ۵۲

وثانیًا مسجد میں اذان منع کرنے کا مطلب آواز بلند کرنے کو منع کرنا ہے اور ذکرِ الٰہی کے ساتھ آواز بلند کرنے کی ممانعت ذکر کی ممانعت نہیں ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۲۸۶، ۲۸۷)

(۲۲) سوال آیا کہ سورۂ فاتحہ اور اخلاص میں صرف اللہ تعالٰی کی ہی تعریف ہے یا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی بھی ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

سورۂ فاتحہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح مدح ہے الصراط المستقیم محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہیں اور ان کے اصحاب ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰے عنہما، انعمت علیهم چاروں فرقوں کے سردار انبیاء ہیں انبیاء کے سردار مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وعلیہم وسلم۔ شیخ محقق نے اخبار الاخیار میں بعض اولیاء کی ایک تفسیر بتائی جس میں انھوں نے ہر آیت کو نعت کر دیا ہے اس میں سورہ اخلاص بھی داخل ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ۲۸ ص ۳۶۶)

(۲۳) آیتِ کریمہ "قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء"[1] سے حاصل ہونے والی ہدایتوں کا ذکر کرتے ہوئے رسالہ طرد الافاعی میں فرمایا:

اس آیت کریمہ سے مسلمان کو دو ہدایتیں ہوئیں:

ایک یہ کہ مقبولانِ بارگاہِ احدیت میں اپنی طرف سے ایک کو افضل دوسرے کو مفضول نہ بنائے کہ فضل تو اللہ تعالٰے کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

دوسرے یہ کہ جب دلیل مقبول سے ایک کی افضلیت ثابت ہو تو اس میں اپنے نفس کی خواہش اپنے ذاتی علاقہ نسب یا نسبت شاگردی یا مریدی وغیرہا کو اصلاً دخل نہ دے کہ فضل ہمارے ہاتھ نہیں کہ اپنے آباء واساتذہ ومشائخ کو اوروں سے افضل ہی کرلیں جسے خدا نے افضل کیا وہی افضل ہے اگرچہ ہمارا ذاتی علاقہ اُس سے کچھ نہ ہو اور جسے مفضول کیا وہی مفضول ہے اگرچہ ہمارے سب علاقے اُس سے ہوں۔ یہ اسلامی شان ہے مسلمانوں کو اِسی پر عمل چاہیے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۳۶۸، ۳۶۹)

(۲۴) کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ حضرت سید احمد رفاعی علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ اس قولِ باطل کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

بہرحال اس پر وہ فقرہ تراشیدہ کہ اس وقت حضور قطب العالمین غوث العارفین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت رفیع رفاعی کے ہاتھ پر معاذ اللہ بیعت فرمائی کذب وافتراءِ خالص و دروغ بیفروغ ہے، اور

---

[1] القرآن الکریم ۳/۷۳

اور اللہ واحد قہار جھوٹ کو دشمن رکھتا ہے نہ کہ ایسا جھوٹ جس سے زمین و آسمان ہل جائیں، قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین[1] لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔ فاذ لم یاتوا بالشھداء فاولٰئك عند اللہ ھم الکٰذبون[2] پھر جب وہ گواہان عادل نہ لاسکے تو جو ایسا دعوٰی کریں اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ وقد خاب من افتریٰ[3] خاب و خاسرا ہوا جس نے افتراء باندھا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۳۷۱)

(۲۵) ابن السقاء غوث پاک کی گستاخی کی وجہ سے زندگی میں رُسوا ہوا، وُہ جانتا تھا کہ یہ اس گستاخی کی سزا ہے، اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر وُہ اسلام کیوں نہیں لاتا تھا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اقول اس کا جواب قرآن عظیم دے گا:

وما تشاءون الا ان یشاء اللہ رب العٰلمین[4]۔

تم کیا چاہو جب تک اللہ نہ چاہے جو مالک سارے جہان کا ہے۔

اور فرماتا ہے:

کلا بل ران علٰی قلوبھم ما کانوا یکسبون[5]۔

کوئی نہیں بلکہ اُن کی بداعمالیوں نے اُن کے دلوں پر زنگ چڑھادی ہے۔

اور فرماتا ہے:

ذٰلك بانھم اٰمنوا ثم کفروا فطبع علٰی قلوبھم فھم لا یفقھون[6]۔

یہ اس لئے کہ وہ ایمان لائے پھر کفر کیا تو اُن کے دِلوں پر مُہر لگادی گئی کہ اب اُنھیں کچھ سمجھ نہ رہی۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۴۰۰)

(۲۶) اہلِ فترت کے بارے میں اقوال اور آیت کریمہ "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رسالہ تنزیہ المکانۃ الحیدریۃ میں فرمایا:

جماہیر ائمہ اشاعرہ رحمہم اللہ تعالٰی کے نزدیک جب تک بعثتِ اقدس حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوکر دعوتِ الٰہیہ انھیں نہ پہنچی یہ سب فرقے ناجی و غیر معذب تھے لقولہ تعالٰی "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا[7]" اللہ تعالٰی کے اس قول کے مطابق "ہم عذاب فرمانے والے نہ تھے یہاں تک کہ بھیج لیں رسول۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۱
[2] القرآن الکریم ۲۴/۱۳
[3] " ۲۰/۶۱
[4] " ۸۱/۲۹
[5] " ۸۳/۱۴
[6] " ۶۳/۳
[7] " ۱۷/۱۵

(والجواب بتعميم الرسول العقل او تخصيص العذاب بعذاب الدنیا خلاف الظاهر فلا یصار الیہ الا بموجب ولا موجب **اقول** بلٰی احادیث صحیحۃ صریحۃ کثیرۃ بشیرۃ ناطقۃ بعذاب بعض اھل الفترۃ کعمرو بن لحی وصاحب المحجن وغیرھما و بہ علم ان ردھا بجعلھا معارضۃ للقطعی کما صدر عن العلامۃ الابی والامام السیوطی وکثیر من الاشعریۃ لاسبیل الیہ فان قطعیۃ الدلالۃ غیر مسلم فلا یھجم بمثل ذٰلك علی رد الصحاح والکلام ھٰھنا طویل لیس ھذا موضعہ ولا نحن بصددہ)

(اشاعرہ کا جواب میں یہ کہنا کہ رسول سے مراد عام ہے خواہ انسان ہو یا عقل، یا یہ کہ عذاب سے مراد صرف عذابِ دنیا ہے (یعنی جب تک ہم کوئی رسول نہ بھیج لیں دنیا میں عذاب نہیں دیتے اور عذابِ آخرت دعوتِ رسول پہنچے بغیر بھی ہوسکتا ہے) یہ (تاویل) خلافِ ظاہر ہے جس کی طرف رجوع کا کوئی موجب نہیں **اقول** کیوں نہیں بہت ساری صحیح صریح حدیثیں بعض اہلِ فترت کے عذاب (دنیاوی) پر ناطق ہیں جیسے عمرو بن لحی اور ٹیڑھے ڈنڈے والا آدمی (جو اپنے ڈنڈے سے لوگوں کی چیزیں اُچک کر چرا لیتا تھا) اور اُن دونوں کے علاوہ اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان صحیح حدیثوں کو رَد کرنے کی کوئی وجہ نہیں یہ کہتے ہوئے کہ یہ احادیث نصِ قطعی کے خلاف ہیں جیسا کہ علامہ اُبّی، امام سیوطی اور بہت سے اشعریہ نے یہی کہہ کر رَد کردیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس معنٰی پر آیت کی دلالت قطعی ہونا مسلّم نہیں تو پھر غیر قطعی الدلالۃ نص سے احادیثِ صحیحہ کے رَد کا ارتکاب نہیں کیا جاسکتا۔ کلام یہاں پر طویل ہے جس کا یہ محل نہیں اور نہ ہی یہاں پر ہمارا مقصود ہے ۱۲ مترجم)

خصوصاً جہّالِ عرب جنھیں قرآنِ عظیم جابجا اُمّی و جاہل و بےخبر بتا رہا ہے صاف ارشاد ہوتا ہے:

تنزیل العزیز الرحیم ○ لتنذر قومًا ما انذر اٰباؤھم فھم غٰفلون○[1]

اتارا ہوا زبردست مہر والے کا کہ تو ڈرائے اُن لوگوں کو کہ نہ ڈرائے گئے ان کے باپ دادا تو وہ غفلت میں ہیں۔

اور خود ہی ارشاد ہوتا ہے:

ذٰلك ان لم یکن ربك مھلك القرٰی بظلم واھلھا غٰفلون○[2]

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۵، ۶ [2] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۱

فتاوٰی رضویہ جلد ۳۰

یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ظلم سے جب کہ ان کے رہنے والے غفلت میں ہوں۔

قلت ای وھٰذا وان کان ظاھرًا فی عذاب الدنیا و عذاب الاٰخرۃ منتفٍ بالفحوٰی فان الملک الکریم الذی لم یرض للغافل بعذاب منقطع لا یرضٰی بعذاب دائم من باب اَولٰی **اقول** لٰکن الغفلۃ انما ھی علٰی امر الرسالۃ والنبوت و السمعیات کبعث وغیرہ، وقد قلنا بموجبھا فی ذٰلک۔ امّا التوحید فلا غفلۃ عنہ مع وضوح الدلائل وکفایۃ العقل وقد قال اللہ تعالٰی قل لمن الارض ومن فیھا ان کنتم تعلمون ○ سیقولون للہ ط قل افلا تذکرون ○ قل من رّبّ السمٰوٰت السبع و ربّ العرش العظیم ○ سیقولون للہ ط قل افلا تتقون ○ قل من بیدہ ملکوت کل شیٔ وھو یجیر ولا یجار علیہ ان کنتم تعلمون ○ سیقولون للہ ط قل فانّٰی تُسحرون ○[1] وقال تعالٰی "ولئن سألتھم من خلق السمٰوٰت والارض وسخّر الشمس والقمر لیقولن اللہ ج فانّٰی یؤفکون ○[2]" الٰی غیر ذٰلک من الاٰیات، کل ذٰلک مع قولہ عز من قائل "ان تقولوا انّما انزل الکتٰب علٰی طائفتین من قبلنا وان کنّا عن دراستھم لغٰفلین ○[3]" فافھم۔

قلت یہ آیت اگرچہ غفلت والے سے عذابِ دنیا کی نفی میں ظاہر ہے اور عذابِ آخرت کی نفی مفہوم سے ہو جاتی ہے کیونکہ جس بادشاہِ کریم غافل کے لئے دُنیا کا فانی عذاب پسند نہ کیا وہ آخرت کا دائمی عذاب بدرجۂ اَولٰے پسند نہ فرمائے گا **اقول** لیکن یہ وہ غفلت ہے جو رسالت، نبوت اور سمعی عقائد بعث وغیرہ کے باب میں ہو اور اس باب میں موجبِ غفلت پائے جانے کے ہم قائل ہیں لیکن توحید سے غفلت کا کوئی موجب نہیں جب کہ اس کے دلائل واضح ہیں اور عقل اس کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ باری تعالٰے کا ارشاد ہے: تم فرماؤ کس کی ہے زمین اور جو اس میں ہیں اگر تم جانتے ہو؟ بولیں گے: اللہ کی۔ تم فرماؤ پھر تم کیوں دھیان نہیں دیتے؟ تم فرماؤ کون ہے ساتوں آسمان کا مالک اور بڑے عرش کا مالک؟

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/۸۴ تا ۸۹

[2] " ۲۹/۶۱

[3] " ۶/۱۵۶

بولیں گے : یہ اللہ ہی کی شان ہے - فرماؤ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے ؟ تم فرماؤ کون ہے جس کے ہاتھ ہر چیز کا اقتدار ہے اور وہ پناہ دینے والا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی اگر تم جانتے ہو ؟ بولیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے - فرماؤ پھر تم کس جادو کے فریب میں پڑے ہو - اور ارشاد باری ہے : اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے بنائے آسمان اور زمین ' اور کام میں لگائے سورج اور چاند ؟ تو ضرور کہیں گے اللہ نے ۔ پھر کہاں اوندھے جاتے ہیں - اور ان کے علاوہ آیات - ساتھ ہی یہ ارشاد بھی ہے : کبھی تم کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی اور ہم اس کے پڑھنے پڑھانے سے غافل تھے - غور کیجئے (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۱۴۴ تا ۳۴۴)

(۲۷) حضرت علی مرتضٰی اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہما ہمیشہ مسلمان تھے کبھی شرک میں مبتلا نہیں ہوئے، اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا :

عالمِ ذرّیت سے روزِ ولادت تک اسلام میثاقی تھا کہ الست بربکم ط قالوا بلٰی[۱] (کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں، انھوں نے کہا کیوں نہیں) روزِ ولادت سے سنِ تمیز تک اسلام فطری کہ :

کل مولودٍ یُولد علی الفطرۃ۔[۲]

ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے ۔ (ت)

سنِ تمیز سے روزِ بعثت تک اسلام توحیدی کہ اُن حضراتِ والاصفات نے زمانۂ فترت میں بھی کبھی بُت کو سجدہ نہ کیا، کبھی غیرِ خدا کو خدا نہ قرار دیا ہمیشہ ایک ہی جانا، ایک ہی مانا، ایک ہی کہا، ایک ہی سے کام رہا۔

ذٰلك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ط واللہ ذوالفضل العظیم۔[۳]

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے ۔ (ت)

پھر ظہورِ بعثت سے ابد الآباد تک حال تو ظاہر و قطعی و متواتر ہے ۔ والحمد للہ رب

---

[۱] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۲

[۲] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المشرکین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۵
سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ۲/ ۲۹۲ و جامع الترمذی ابواب القدر ۲/ ۳۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۳۳

[۳] القرآن الکریم ۶۲/ ۴

العٰلمین (سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۴۵۹)

(۲۸) مسئلہ مذکورہ بالا میں فرمایا:

ثمّ **اقول** و باللہ التوفیق (میں پھر کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ت)
ظاہر ہے کہ تا اَوانِ (وقت) فترت اس زمانِ جاہلیت و مکانِ اُمّیت و ہیجانِ غفلت میں سمعیات پر اطلاع کے تو کوئی معنٰی ہی نہ تھے، اسی طرح نبوت و کتاب کہ وہ لوگ ان امور سے واقف ہی نہ تھے، و لہذا براہِ عجب کہتے:

ابعث اللہ بشرا رسولا[1]

کیا خدا نے آدمی کو رسول بنایا۔

اور کہتے:

مالِ ھٰذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق[2]

یہ رسول کیسا ہے کہ ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔

اور پُر ظاہر کہ حکم، بے تصورِ محکوم علیہ محال قطعی۔ توجس چیز سے ذہن اصلاً خالی اس کی تصدیق و تکذیب دونوں ممتنع عقلی۔

وقد قال تعالٰی "ما انذر اٰباؤھم فھم غٰفلون"[3]

بیشک اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے تو وہ بے خبر ہیں۔ (ت)

لہذا اس زمانے میں صرف توحید مدارِ اسلام و مناطِ نجات و نافیِ کفر تھی۔ موحدانِ جاہلیت کا مسئلہ اجماعیہ کسے نہیں معلوم؟ ــــ بایں ہمہ وہ اسلام ضروری تھا کہ اُس وقت اُسی قدر ممکن تھا اصلِ دین و مرضیِ رب العٰلمین جسے انّ الدین عند اللہ الاسلام[4] (بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ ت) فرمایا گیا تمام ایمانیات پر ایمان لانا ہے،

کلٌ اٰمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ[5]

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۹۴
[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۷
[3] " ۳۶/ ۶
[4] " ۳/ ۱۹
[5] " ۲/ ۲۸۵

سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔ (ت)

یہ بغیر بعثت و بلوغِ دعوت ناممکن ــــ اور اس کا بھی فردِ اکمل وُہ ہے جس کی نسبت ابراہیم خلیل و اسمٰعیل ذبیح صلی اللہ تعالٰی علیہما وسلم نے دُعا کی :

ومن ذریتنا اُمۃ مسلمۃ لک[1]

اور ہماری اولاد میں سے ایک اُمت تیری فرمانبردار ہو۔ (ت)

جس کی نسبت ارشاد ہوتا ہے :

ھو سمّٰکم المسلمین من قبل[2]

اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں۔ (ت)

یعنی اس نبی کریم افضل المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کی اُمّتِ مرحومہ میں داخل ہونا ــــ یہ اسلام کا اطلاقِ اخص و اکمل و اجل و اجمل ہے ــــ ان دونوں معنٰی پر ان حضرات عالیات رضی اللہ تعالٰی عنہما کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ آٹھ یا دس برس کی عمر میں اسلام لائے۔ یہ ارشاد اقدس سنتے ہی فورًا بلا تامل مسلمان ہوئے، معہذا اس میں ایک سِر یہ ہے کہ بعد بعثت و بلوغِ دعوت صرف اُس اسلامِ ضروری پر قناعت کافی و وجہِ نجات نہیں۔ اگر کوئی شخص فترت میں صدہا سال مُوَحِّد رہتا اور بعدِ دعوت تصدیق نہ کرتا وہ اسلامِ سابق سے یقینًا زائل ہو کر کافر مخلّد فی النّار ہو جاتا ــــ تو جس نے فورًا تصدیق کی اس پر حکمِ اسلام اُس وقت سے تام و قائم و محکم و مستقر ہوا۔

علاوہ بریں ربّ العزت عزّ وجل اپنے خلیلِ جلیل سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت فرماتا ہے :

اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العٰلمین[3]

جب اس سے فرمایا اس کے رب نے کہ اسلام لا، بولا میں اسلام لایا ربّ العٰلمین کیلئے۔

جب خلیل کبریا علیہ الصلوٰۃ والثناء کو اسلام لانے کا حکم ہونا اور اُن کا عرض کرنا کہ میں اسلام لایا' معاذ اللہ اُن کے ایمانِ قدیم و اسلامِ مُستمر کا منافی نہ ہوا کہ حضرات انبیاء علیہم التحیۃ والثناء کی طرف بعد نبوت و پیش از نبوت کبھی کسی وقت ایک آن کے لئے بھی غیر اسلام کو اصلًا راہ نہیں، تو صدیق و مرتضٰے رضی اللہ تعالٰی عنہما کی نسبت یہ الفاظ کہ فلاں دن مسلمان ہُوئے اُس روز اسلام لائے' اُن کے اسلامِ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۲۸
[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸
[3] " ۲/ ۱۳۱

سابق کے معاذاللہ کیا مخالف ہوسکتے ہیں۔

ھذا کلہ واضح مبین ، والحمد للہ رب العلمین۔

یہ سب واضح نمایاں ہے ، اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے کُل جہانوں کا۔(ت)

بحمداللہ تعالٰی فقیر کی اس تقریر سے جس طرح روافض کا نفیِ خلافتِ صدیقی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے براہِ عناد و مکابرہ آیہ کریمہ لاینال عھدی الظّٰلمین[1] (میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ت) سے سفیہانہ استدلال، جس کا نہ صُغرٰی صحیح نہ کُبرٰی ٹھیک، ہباءً منثورا ہوگیا۔یُونہی تفضیلیہ کا وُہ باطل خیال کہ "قِدمِ اسلام خاصہ حضرتِ مرتضوی کرم اللہ تعالٰی وجہہ ہے لہذا وہ خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل" مدفوع ومقہور ہوگیا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۴۶۰ تا ۴۶۲)

(۲۹) حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالٰے عنہ کے دائمی مومن ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

بیشک حضرت مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الاسنٰی ہمیشہ سے مسلمان صحیح الایمان تھے اور بیشک انھوں نے آٹھ دس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا، ان دونوں باتوں میں اصلاً تنافی نہیں۔یہ اسلامِ مُتاخّر وہ ہے جس کا ذکر (اللّٰھم صلِّ علٰی علم الایمان اصل الایمان عین الایمان وٰالہ وسلم، اے اللہ! درود وسلام نازل فرما علامتِ ایمان ، اصلِ ایمان ، عینِ ایمان اور آپ کی آل پر۔ت) آیہ کریمہ:

ماکنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان ولکن جعلنٰہ نورًا[2] الآیۃ

اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکامِ شرع کی تفصیل ، ہاں ہم نے اسے نور کیا۔(ت)

میں ہے یعنی اسلام خاصِ زمانِ بعثت کہ کتاب و رسول پر ایمان اور عقائدِ سمعیّہ کے اِذعان پر مشتمل ہو۔یہ بیشک بعدِ بعثت حاصل ہُوا اس کا حدوث قِدمِ اسلامِ توحیدی کا منافی نہیں۔

کما لا یخفٰی علٰی من کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید۔

جیسا کہ یہ پوشیدہ نہیں اُس شخص پر جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔(ت)

تفسیر کبیر میں زیرِ آیہ کریمہ منجملہ وجوہِ تاویل مذکور:

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۲۴

[2] " ۴۲/۵۲

الرابع (الایمان) عبارۃ عن الاقرار بجمیع ما کلّف اللہ تعالٰی بہ وانہ قبل النبوۃ ماکان عارفا بجمیع تکالیف اللہ تعالٰی، بل انہ کان عارفا باللہ تعالٰی وذٰلک لاینافی ماذکرناہ، الخامس صفات اللہ تعالٰی علٰی قسمین، منہا مایمکن معرفتہ بمحض دلائل العقل، ومنہا مالایمکن معرفتہ الا بالدلائل السمعیّۃ، فہٰذا القسم الثانی لم تکن معرفتہ حاصلۃ قبل النبوۃ [1]

وجہ چہارم، ایمان ان تمام چیزوں کے مان لینے کا نام ہے جن کا اللہ تعالٰی نے بندوں کو مکلّف بنایا، اور حضور قبل نبوت اللہ تعالٰی کے عائد کردہ تمام احکام وتکالیف سے واقف نہ تھے بلکہ وہ خداوند تعالٰی کے عارف تھے اور یہ اس کے منافی نہیں جو ہم نے ذکر کیا (کہ قبل وحی بھی انبیاء کا کفر سے منزّہ ہونا اجماعی ہے)۔ وجہ پنجم، صفاتِ الٰہی کی دو۲ قسمیں ہیں: (۱) وہ جن کی معرفت عقلی دلیلوں سے ہوسکتی ہے (۲) وہ جن کی معرفت سمعی دلیلوں کے بغیر ممکن نہیں۔ تو اسی قسم دوم کی معرفت قبلِ نبوت نہ تھی۔ (ت)

تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے:

ای الایمان بتفاصیل مافی تضاعیف الکتاب من الامور التی لاتہتدی الیہا العقول، لا الایمان بمایستقل بہ العقل والنظر، فان درایتہ علیہ الصلٰوۃ والسلام لہ ممالاریب فیہ قطعا [2]

اس آیت میں ایمان سے مراد اُن امور کی تفصیلات پر ایمان ہے جو کتاب کے وسیع صفحات میں مندرج ہیں جن تک ازخود عقلوں کی رسائی نہیں، ان امور سے متعلق ایمان کی نفی مراد نہیں جن کو عقل وفکر خود جان لیتی ہے (اور کتاب وغیرہ کی محتاج نہیں ہوتی) قبلِ نبوت بھی اس سے حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے آشنا ہونے میں قطعاً کوئی شک وشبہہ نہیں۔ (ت)

اسی کے قریب قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے شفا شریف میں نقل کرکے فرمایا: وھو احسن وجوھہ [3] (وجوہِ تاویل میں یہ سب سے عمدہ ہے۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۶۴، ۶۶۷)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۴۲/۵۲ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۲۷/۱۹۱
[2] ارشاد العقل السلیم " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۳۸
[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واما عصمتہم من ہذا الفن قبل النبوۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۷۲

(۳۰) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کے بارے میں تحریر کردہ اپنے رسالے "الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی" کی ابتداء میں فرمایا:

قال ربنا تبارك وتعالیٰ "یایها الناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثیٰ وجعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر"[۱] اراد اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ رد ما کانت علیہ الجاهلیة من التفاخر بالاٰباء والطعن فی الانساب وتعلی النسب علیٰ غیرہ من الناس حتی کانہ عبد لہ او اذل، وکان بدء ھذہ النزعة اللئیمة من الذلیل الخسیس عدو اللہ ابلیس اذ قال "انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین"[۲] فرد اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ علیهم بان اباکم واحد وامکم واحدة فانہ تعالیٰ "خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً کثیرا ونساء"[۳]۔ فما منکم من احد الا وھو یدلی بمثل ما یدلی بہ الاٰخر سواءً بسواءٍ، فلا مساغ للتفاضل فی النسب والتفاخر بالام والاب، واما ما رتبناکم علیٰ اجیال تحتها شعوب تحتها قبائل فانما ذٰلك لتعارفوا فتصلوا ارحامکم ولا ینتمی احد الیٰ غیر ابیہ، لا لان تتفاخروا ویزدری بعضکم بعضا نعم ان اردتم التفاضل فالفضل عندنا بالتقویٰ فکلما زاد الانسان تقویٰ زاد کرامة عند ربہ تبارك وتعالیٰ، فاکرمکم عندنا من کان اتقی لا من کان انسب۔ ان اللہ علیم بکرم النفوس وتقواها خبیر بهم النفوس فی ھواها۔

قال البغوی قال ابن عباس نزلت فی ثابت بن قیس وقولہ للرجل الذی لم یفسح لہ "ابن فلانة یعیرہ بامہ قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "من الذاکر فلانة؟" فقال ثابت انا یارسول اللہ، فقال انظر فی وجوہ القوم، فنظر، فقال ما رأیت یا ثابت؟ فقال رأیت احمر وابیض واسود، قال فانك لا تفضلہ الا فی الدین والتقویٰ، فنزلت فی ثابت ھٰذہ الاٰیة وفی الذی لم یتفسح لہ "یایها الذین اٰمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا"۔ وقال مقاتل لما کان یوم فتح مکة

---

[۱] القرآن الکریم ۴۹ / ۱۳

[۲] " ۷ / ۱۲ و ۳۸ / ۷۶

[۳] " ۴ / ۱

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلالا حتی علا ظہر الکعبۃ و اذن، فقال عتاب بن اُسَید بن ابی العیص: الحمد للہ الذی قبض ابی حتی لم یر ھذا الیوم۔ و قال الحارث بن ھشام اما وجد محمد غیر ھذا الغراب الاسود مؤذنا۔ و قال سھیل بن عمرو ان یرد اللہ شیئا یغیرہ۔ وقال ابو سفیان انی لا اقول شیئا اخاف ان یخبر بہ رب السماء، فاتی جبریل فاخبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بما قالوا فدعاھم وسألھم عما قالوا فاقروا فانزل اللہ تعالٰی ھٰذہ الاٰیۃ وزجرھم عن التفاخر بالانساب والتکاثر بالاموال والازراء بالفقراء[1]

قال العلامۃ النسفی فی المدارک تبعًا للزمخشری فی الکشاف "عن یزید بن شجرۃ مر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی سوق المدینۃ فرأی غلامًا اسود یقول من اشترانی فعلی شرط ان لا یمنعنی من الصلوات الخمس خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فاشتراہ بعضھم فمرض فعادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ و اٰلہٖ وسلم، ثم توفی فحضر دفنہ فقالوا فی ذٰلک شیئا فنزلت[2]۔"

وبالجملۃ فمحصل الاٰیۃ نفی التفاخر بالانساب وان الکرم عند اللہ تعالٰی انما ینال بالتقوٰی فمن لم یکن تقیا لم یکن لہ حظ من الکرامۃ و سلبہ کلیًا لا یصح الا عن کافر اذ کل مؤمن یتقی اکبر الکبائر الکفر والشرک، ومن کان تقیا کان کریما ومن کان اتقی کان اکرم عند اللہ تعالٰی، ولعلک تظن ان سردنا تلک الروایات فی شان النزول مما لا یغنینا فیما نحن بصددہ، ولیس کذٰلک بل ھو ینفعنا فی نفس الاحتجاج وتکسر بہ سورۃ بعض الاوھام ان شاء اللہ تعالٰی، کما ستطلع علیہ، فانتظر، ھٰذہ مقدمۃ۔

ہمارا رب تبارک وتعالٰی فرماتا ہے: "اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمھیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے" (ترجمہ رضویہ) اللہ تعالٰی کی مراد اس

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الاٰیۃ ۴۹/ ۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۱۹۵

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " " " " ۴/ ۱۶۳

طریقہ کارد ہے جس پر اہلِ جاہلیت چلتے تھے کہ باپ دادا پر فخر کرتے اور دوسروں کے نسب پر طعنہ زن ہوتے اور نسب کی وجہ سے آدمی دوسرے آدمی پر ایسی تعلی کرتا گویا کہ وہ اس کا غلام ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ خوار ہے ، اور اس ذلیل طریقہ کی ابتداء ذلیل خسیس دشمنِ خدا ابلیس سے ہوئی جس نے کہا تھا کہ " اے رب ! میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور آدم (علیٰ نبینا وعلیہ السلام) کو مٹی سے بنایا "، تو اللہ نے ان کا یوں رد فرمایا کہ تمھارا باپ ایک ہے اور تمھاری ماں ایک ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے تو تم میں ہر ایک اپنی اصل سے وہی اتصال رکھتا ہے جو دوسرا رکھتا ہے، تو نسب میں ایک کو دوسرے پر فضیلت کی راہ نہیں، اور ماں باپ سے ایک دوسرے پر فخر کی مجال نہیں ، رہا یہ کہ ہم نے تمھیں اصول پر مرتب کیا جن کے نیچے ان کی شاخیں ہیں اور ان کے نیچے قبیلے ہیں تو یہ محض اس لئے کہ آپس میں پہچان رکھو اور اپنے قریبی عزیزوں سے ملو اور کوئی باپ کے سوا اور کی طرف منسوب نہ ہو نہ اس لئے کہ تم نسب پر گھمنڈ کرو اور ایک دوسرے کو حقیر جانو ، ہاں اگر فضیلت چاہو تو فضیلت ہمارے یہاں تقویٰ (پرہیز گاری) سے ہے تو جب انسان پرہیز گاری میں بڑھے اپنے رب کے یہاں عزت میں بڑھے ۔ تو ہمارے یہاں تم میں زیادہ عزت والا ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے نہ کہ وہ جو بڑے نسب والا ہے بیشک اللہ تعالےٰ نفوس کی عزت اور ان کی پرہیز گاری کو جانتا ہے اور نفوس کی اپنی خواہش میں کوشش سے خبردار ہے۔

امام بغوی نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا یہ آیت حضرت ثابت بن قیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں اور ان کے اس شخص سے جس نے ان کے لئے مجلس میں جگہ کشادہ نہ کی فلانی کا بیٹا کہنے کے باب میں اتری تو نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : کون ہے جس نے فلانی کو یاد کیا ؟ حضرت ثابت نے عرض کیا ، وہ میں ہوں یا رسول اللہ ! ۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا : لوگوں کے چہروں میں بغور دیکھو ، تو انھوں نے دیکھا ، پھر فرمایا ، اے ثابت ! تم نے کیا دیکھا ؟ ۔ عرض کی ، میں نے لال ، سفید اور کالے چہرے دیکھے ۔ سرکار (علیہ السلام والتحیۃ المدرار) نے فرمایا : تو بیشک تمھیں ان پر فضیلت نہیں مگر دین اور تقویٰ میں ۔ تو حضرت ثابت کے لئے یہ آیت اتری ، اور جنھوں نے مجلس میں کشادگی نہ کی تھی ان کے حق میں ارشاد نازل ہوا : اے ایمان والو ! جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو۔

اور مقاتل کا قول ہے کہ جس دن مکہ فتح ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا (کہ اذان دیں) ، تو وہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور انھوں نے اذان کہی ، تو عتاب بن اسید بن ابی العیص نے کہا : اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میرے باپ کو اٹھا لیا اور انھوں نے یہ دن نہ دیکھا ۔ اور حارث بن ہشام

نے کہا : کیا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اس کالے کوّے کے سوا کوئی اذان دینے والا نہ ملا۔ اور سہیل بن عمرو نے کہا : اللہ کو اگر کوئی چیز ناپسند ہوگی وہ اسے بدل دے گا۔ اور ابوسفیان بولے : میں کچھ نہیں کہتا مجھے خوف ہے کہ آسمان کا رب انھیں خبردار کردے گا۔ تو جبریل (علیٰ نبینا وعلیہ السلام) نازل ہوئے پھر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اُن لوگوں کی باتیں بتا دیں، تو حضور (علیہ الصّلوٰۃ والسلام) نے اُن سے ان کے اقوال کی بابت پُوچھا تو انھوں نے اقرار کیا، تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت اتاری اور انھیں نسب پر فخر اور اموال پر گھمنڈ اور فقراء کی تحقیر سے منع فرمایا۔

علامہ نسفی نے زمخشری کی اتباع کرتے ہوئے مدارک میں فرمایا : یزید بن شجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے بازار میں گزرے تو ایک سیاہ فام غلام دیکھا جو کہتا تھا مجھے جو خریدے تو اس شرط پر خریدے کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے پنجگانہ نماز سے نہ روکے گا۔ تو اُسے کسی نے خرید لیا، پھر وُہ بیمار پڑا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کو تشریف لائے پھر اس کی وفات ہوگئی تو سرکار اس کے دفن میں رونق افروز ہُوئے، تو لوگوں نے اس بارے میں کچھ کہا تو یہ آیت اُتری۔

مختصر یہ کہ آیتِ کریمہ کا حاصل نسب پر فخر کی نفی ہے اور یہ کہ اللہ کے یہاں عزّت تقوٰی ہی سے ملتی ہے، تو جو متقی نہیں اس کے لئے عزت سے کچھ حصہ نہیں، اور تقوٰی کا سلب کُلی طور پر کافر کے سوا کسی سے نہیں، اس لئے کہ ہر مومن اکبر الکبائر کفر و شرک سے بچتا ہے اور جو متقی ہوگا وہ باعزت ہوگا اور جو زیادہ تقوٰی والا ہوگا وہ زیادہ عزت دار اپنے رب کے یہاں ہوگا۔ اور شاید تمھیں گمان ہو کہ ہمارا ان روایتوں کو ذکر کرنا اس مدعی میں جس کے ثابت کرنے کے ہم درپے ہیں ہمیں نفع بخش نہیں حالانکہ بات یوُں نہیں بلکہ وہ ہمیں نفس استدلال میں فائدہ دے گا اور ہم اس سے کچھ وہمیوں کا زور توڑیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، جیسا کہ تم عنقریب اس پر مطلع ہو گئے، تو انتظار کرو، یہ ایک مقدمہ ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۰۰ تا ۵۰۵)

(۳۱) آیت کریمہ وسیجنّبہا الاتقٰی کے شانِ نزول کے بارے میں فرمایا :

المقدمۃ الاُخرٰی قال اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ : وسیجنبہا الاتقیo الذی یؤتی مالہ یتزکیo وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیo الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلٰی ولسوف یرضیo[1] اجمع المفسرون من اھل السنۃ والجماعۃ علی ان الاٰیۃ نزلت فی

[1] القرآن الکریم ۹۲ / ۱۷ تا ۲۱

الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ وانہ ھو المراد بالاتقی۔

اخرج ابن ابی حاتم والطبرانی ان ابابکر اعتق سبعۃ کلھم یعذب فی اللہ فانزل اللہ تعالٰی قولہ وسیجنبھا الاتقی الٰی اٰخرالسورۃ[1]، قال البغوی قال ابن الزبیر کان ابوبکر یبتاع الضعفۃ فیعتقھم، فقال لہ ابوہ: ای بنی لوکنت تبتاع من یمنع ظھرک؟ قال منع ظھری ارید، فنزل "وسیجنبھا الاتقی" الٰی اٰخرالسورۃ[2]۔

دُوسرا مقدمہ یہ ہے اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بہت اس سے دُور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

اہلسنّت وجماعت کے مفسرین کا اجماع ہے اس پر کہ یہ آیت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں اُتری اور الاتقی سے وہی مراد ہیں۔

ابن ابی حاتم وطبرانی نے حدیث روایت کی کہ ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے ان سات کو آزاد کیا جو سب کے سب اللہ کی راہ میں ستائے جاتے تھے تو اللہ تعالٰی نے اپنا فرمان (وسیجنبھا الاتقی تا آخر سورۃ) نازل فرمایا۔ بغوی نے فرمایا کہ ابن الزبیر کا قول ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کمزوروں کو خریدتے پھر انھیں آزاد کردیتے۔ تو ان سے ان کے والدین نے کہا: اے بیٹے! ایسے غلاموں کو خریدتے ہوتے جو تمھاری حفاظت کرتے۔ ابوبکر نے فرمایا میں اپنی حفاظت ہی چاہتا ہُوں۔ تو یہ آیت تا آخر سورت نازل ہُوئی۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۰۵، ۵۰۶)

(۳۲) مزید فرمایا:

وقال سعید بن المسیّب بلغنی ان امیّۃ بن خلف قال لابی بکر فی بلال حین قال اتبیعہ؟ قال نعم ابیعہ بنسطاس وکان نسطاس عبد لابی بکر صاحب عشرۃ اٰلاف دینار، وغلمان وجوار ومواش وکان مشرکا حملہ ابوبکر علی الاسلام علی ان یکون مالہ لہ، فأبٰی فابغضہ ابوبکر، فلما قال لہ امیّۃ ابیعہ بغلامک

---

[1] الصواعق المحرقۃ بحوالہ ابن ابی حاتم والطبرانی الباب الثالث الفصل الثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۸
الدرالمنثور 〃 〃 〃 تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۷ تا ۲۱ داراحیاء التراث العربی 〃 ۸/ ۴۹۳
الحاوی للفتاوٰی الفتاوی القرآنیۃ سورۃ اللیل الفصل الاول دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۲۷

[2] معالم التنزیل تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۴۶۳ و ۴۶۴

نسطاس، اغتنمه ابوبکر وباعه منه فقال المشرکون ما فعل ذٰلك ابوبکر الالید، کانت لبلال عندہٗ فانزل اللہ تعالیٰ وما لاحد عندہٗ من نعمة تجزٰی [1]

وذکر العلامة ابوالسعود فی تفسیرہ قد روی عطاء والضحاك عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما (وذکر قصة شراء بلال واعتاقه قال) فقال المشرکون ما اعتقه ابوبکر الالید کانت له عندہ فنزلت [2] ملخصًا۔

وفی الازالة عن عروة ان ابابکر الصدیق اعتق سبعة کلھم یعذب فی اللہ بلالا وعامر بن فھیرة والنھدیة وابنتھا وزنیرة وام عیسٰی وامة بنی المؤمل، وفیه نزلت وسیجنبھا الاتقی [3] الٰی اٰخر السورة۔

وعن عامر بن عبد اللہ بن الزبیر عن ابیه قال قال ابو قحافة لابی بکر اراك تعتق رقابًا ضعافًا فلوانك اذا فعلت ما فعلت اعتقت رجالًا جلدًا یمنعونك ویقومون دونك، فقال یا ابت انما ارید وجه اللہ، فنزلت ھٰذہ الاٰیة "فاما من اعطی واتقی" الی قوله "وما لاحد عندہ من نعمة تجزٰی الا ابتغاء وجه ربه الاعلی ولسوف یرضٰی" [4]

وعن سعید بن المسیب قال نزلت "وما لاحد عندہ من نعمة تجزٰی" فی ابی بکر اعتق ناسا لم یلتمس منھم جزاء ولا شکورًا ستة اوسبعة منھم بلال وعامر بن فھیرة۔ [5]

وعن ابن عباس فی قوله تعالیٰ "وسیجنبھا الاتقی" قال ھو ابوبکر الصدیق۔ [6]

قلت وقد اخرج ابن ابی حاتم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه ان ابابکر اشتری بلالا من امیة بن خلف ببردة وعشرة اواق فاعتقه للہ تعالیٰ، فانزل اللہ ھٰذہ الاٰیة

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الاٰیة ۹۲/ ۱۷تا۲۱ دار الکتب العلمیه بیروت ۴/ ۴۶۴

[2] ارشاد العقل السلیم 〃 ۹۲/ ۱۹ داراحیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۱۶۸

[3] ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء فصل ہشتم مقصد اول مسلك اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۳۰۱

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۳۰۱

[5] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۳۰۱

[6] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۳۰۱

و ان سعیکم لشتّٰی ای ان سعی ابی بکر وامیّۃ وابی لمفترق فرقانا عظیما فشتان ما بینھما[1] اھ۔
وقد قال السید ابن السید عمار بن یاسر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما فی اشتراء الصدیق بلالاً واعتاقہ شعراً ؎

جزی اللّٰہ خیراً عن بلالہ وصحبہ	عتیقا واخزی فاکھا و ابا جھل
عشیۃ ھمافی بلال بسوءۃ	ولم یحذرا مایحذر المرءُ ذو العقل
بتوحید رب الانام وقولہ	شھدت بان اللّٰہ ربّی علیٰ مھل
فان تقتلونی فاقتلونی فلم اکن	لاشرک بالرحمٰن من خیفۃ القتل
فیارب ابراھیم و العبد یونس	وموسٰی وعیسٰی نجّنی ثم تملی
لمن ظل یھوی الغی من اٰل غالب	علیٰ غیر حق کان منہ و لاعدل[2]

اورسعید بن المسیّب (رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی کہ اُمیّہ بن خلف نے ابوبکر (رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ) سے بلال کے معاملہ میں اس وقت جب انھوں نے اس سے پوچھا کیا بلال کو فروخت کروگے؟ کہا ہاں میں اسے نسطاس کے بدلے بیچتا ہوں۔ نسطاس سیدنا ابوبکر رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ کا غلام تھا جو دس ہزار دینار اور بہت سے لونڈی اور غلام اور چوپایوں کا مالک اور مشرک تھا، اور ابوبکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی خواہش تھی کہ نسطاس اسلام لے آئے اور اس کا مال اُسی کا رہے، تو وہ نہ مانا، تو حضرت ابوبکر نے اس کو مبغوض جانا۔ پھر جب امیّہ نے کہا بلال کو میں آپ کے غلام (نسطاس) کے بدلے دیتا ہوں۔ ابوبکر رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ نے اس بات کو غنیمت جانا اور نسطاس کو امیہ کے ہاتھ بیچ دیا تو مشرکین بولے ابوبکر رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ نے اس بات کو غنیمت جانا اور نسطاس کو امیّہ کے ہاتھ بیچ دیا۔ تو مشرکین بولے، ابوبکر (رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ) نے ایسا صرف اس لئے کیا ہے کہ بلال (رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ) کا ان پر کوئی احسان ہے۔ تو اللّٰہ تعالےٰ نے یہ آیت اتاری و مالاحد عندہ الخ یعنی اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

اور علامہ ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ عطا اور ضحاک نے ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (اس روایت میں خریداریِ بلال اور ان کے آزاد ہونے کا قصّہ ذکر کیا پھر کہا) تو مشرکین بولے، ابوبکر نے بلال کو ان کے کسی احسان ہی کی وجہ سے آزاد کیا ہے تو یہ آیت (مندرجہ بالا) اُتری اھ ملخصًا۔

اور ازالہ میں عروہ سے ہے کہ ابوبکر صدیق (رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ) نے سات کو آزاد کیا، ان سب پر

---

[1] الصواعق المحرقۃ بحوالہ ابن ابی حاتم الباب الثالث الفصل الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۹۹
[2] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر خازن) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴/۴۳۶

اللہ کی راہ میں ظلم توڑا جاتا تھا وہ بلال و عامر بن فہیرہ اور نہدیہ اور اس کی بیٹی اور زنیرہ اور ام عیسٰی اور بنی مؤمل کی کنیز ہیں، اور انھیں کے لئے آیت اتری وسیجنبھا الا تقی اور اس (دوزخ) سے بہت دُور رکھا جائے گا اُسے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے — تا آخر سورت۔

اور عامر بن عبداللہ بن الزبیر سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت ابو قحافہ نے ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے فرمایا: میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ کمزور غلاموں کو آزاد کرتے ہو تو کاش اِتم تندرست و توانا غلام آزاد کرتے جو تمھاری حفاظت کرتے اور جنگ میں تمھاری سپر ہوتے۔ تو ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا: اے میرے باپ! میں تو صرف اللہ کی رضا چاہتا ہوں۔ تو یہ آیت نازل ہوئی فاما من اعطی واتقی یعنی جس نے دیا اور پرہیزگاری کی — اللہ تعالٰی کے قول وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی تک، یعنی ان پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے، اور بیشک قریب ہے کہ وُہ راضی ہوگا۔

اور سعید بن المسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ آیت کریمہ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے بارے میں اُتری کہ اُنھوں نے کچھ لوگوں کو آزاد کیا اُن سے نہ بدلہ چاہا نہ شکرگزاری، وہ آزاد شدہ چھ یا سات تھے، اُنھیں میں بلال و عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما تھے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے "وسیجنبھا الاتقی" کی تفسیر میں ہے فرمایا وہ ابوبکر صدیق ہیں (آیت میں جن کا ذکر ہے)۔

میں کہتا ہوں اور ابن ابی حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ خود روایت کی کہ امیّہ بن خلف سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت بلال کو ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے عوض خریدا پھر انھیں خاص اللہ تعالٰی کے لئے آزاد کردیا تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری جس کا مطلب یہ ہے: "بیشک تمھاری کوشش مختلف ہے" یعنی ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور اُمیّہ اور اُبی بن خلف کی کوششوں میں عظیم فرق ہے تو ان میں بون بعید ہے۔

اور سردار بن سردار عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو خرید کر آزاد کرنے کے بارے میں یہ اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے: اللہ جزائے خیر دے بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے عتیق (ابوبکر) کو اور امیہ اور ابوجہل کو رسوا کرے

وہ شام یاد کرو جب اُن دونوں نے بلال کا بُرا چاہا اور اس سے نہ ڈرے جس سے ذی عقل آدمی ڈرتا ہے، انھوں نے بلال کا بُرا اس لئے چاہا کہ بلال نے خلق کے خدا کو ایک جانا، اور اس نے یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے میں اس پر مطمئن ہوں تو اگر تم مجھے قتل کرو تو اس حال میں قتل کرو گے کہ میں رحمان کا شریک نہیں ٹھہراتا قتل کے ڈر سے، تو اے ابراہیم اور اپنے بندے یونس اور موسٰی و عیسٰی کے رب! مجھے نجات دے پھر اسے مہلت نہ دے جو ناحق ظالمانہ آلِ غالب کی گمراہی کی آرزو کئے جاتا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۰۸ تا ۵۱۱)

(۳۳) تفاسیر کی روشنی میں "الاتقٰی" کا مصداق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

هذا وقد قال البغوی فی الاتقی یعنی ابا بکر الصدیق فی قول الجمیع[1]۔

وقال الرازی فی مفاتیح الغیب "اجمع المفسرون منا علی ان المراد منه ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنه[2]"۔

ونقل ابن حجر فی الصواعق عن العلامة ابن جوزی اجمعوا انها نزلت فی ابی بکر[3] حتی بلغنی ان الطبرسی معرفضه لم یسغ له انکاره فی تفسیره مجمع البیان، و الفضل ما شهدت به الاعداء، والحمد للہ رب العٰلمین۔

ثم ان الامام الفاضل فخر الدین الرازی حاول تفسیره اثبات ان الاٰیة لا تصلح الا للصدیق بطریق النظر والاستدلال علٰی ما هو دابه رحمه اللہ تعالٰی فقال "اعلم ان الشیعة باسرهم ینکرون هذه الروایة ویقولون انها نزلت فی حق علٰی ابن ابی طالب علیه السلام والدلیل علیه قوله تعالٰی "ویؤتون الزکٰوة وهم راکعون"، فقوله "الاتقی الذی یؤتی ماله یتزکی" اشارة الٰی ما فی تلك الاٰیة من قوله "یؤتون الزکٰوة وهم راکعون" ولما ذکر ذٰلك بعضهم فی محضری قلت اقیم الدلالة العقلیة علٰی ان المراد من هٰذه الاٰیة ابوبکر، وتقریرها" ان المراد من هذا الاتقی هو افضل الخلق، فاذا کان کذٰلك وجب ان یکون المراد هو ابوبکر، فهاتان المقدمتان متی صحتا صح المقصود، انما

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/۴۶۳

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/۲۰۵

[3] الصواعق المحرقۃ الباب الثالث الفصل الثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۸

17

قلنا ان المراد من هذا الاتقی افضل الخلق لقولہ تعالیٰ "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" والاکرم هو الافضل، فدل علیٰ ان کل من کان اتقی وجب ان یکون افضل، فثبت ان الاتقی المذکور ههنا لابد و أن یکون افضل الخلق عند اللہ تعالیٰ، فنقول لابد وان یکون المراد بہ ابابکر لان الامۃ مجمعۃ علیٰ ان افضل الخلق بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اما ابوبکر او علی، ولایمکن حمل هٰذہ الاٰیۃ علیٰ علی بن ابی طالب فتعین حملها علیٰ ابی بکر، وانما قلنا انہ لایمکن حملها علیٰ علی بن ابی طالب لانہ تعالیٰ قال فی صفۃ هذا الاتقی "وما لأحد عندہ من نعمۃ تجزی" وهذا الوصف لا یصدق علیٰ علی بن ابی طالب لانہ کان فی تربیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لأنہ اخذہ من ابیہ وکان یطعمہ ویسقیہ ویکسوہ ویربیہ، وکان الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منعما علیہ نعمۃ یجب جزاؤها، امّا ابوبکر فلم یکن للنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نعمۃ دنیویۃ بل ابوبکر کان ینفق علی الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بلیٰ کان للرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام علیہ نعمۃ الهدایۃ والارشاد الی الدین، الا ان هذا لایجزی لقولہ تعالیٰ "ما اسئلکم علیہ من اجر" والمذکور ههنا لیس مطلق النعمۃ بل نعمۃ تجزی، فعلمنا ان هذہ الاٰیۃ لاتصلح لعلی بن ابی طالب، واذا ثبت ان المراد بهٰذہ الاٰیۃ من کان افضل الخلق، وثبت ان ذٰلک الافضل من الامۃ اما ابوبکر اوعلی، وثبت ان الاٰیۃ غیر صالحۃ لعلی تعین حملها علی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وثبت دلالۃ الاٰیۃ ایضا علی ان ابابکر افضل الامۃ اھ ملخصًا۔

اسے یاد رکھو اور امام بغوی نے الاتقٰی کی تفسیر میں کہا اس لفظ سے خدا کی مراد سب مفسرین کے قول کے بموجب ابوبکر صدیق ہیں۔

امام رازی نے مفاتیح الغیب میں فرمایا "ہم سُنّیوں کے مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اتقٰی سے مراد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔"

صواعق میں ابن حجر نے علامہ ابن الجوزی سے نقل کیا: علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت ابوبکر کے حق میں نازل ہوئی۔ یہاں تک کہ مجھے خبر پہنچی کہ طبرسی کو باوجود رفض اپنی تفسیر مجمع البیان میں اس کا

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۱/ ۱۸۵ و ۱۸۶

انکار نہ بن پڑا، اور افضل وہی ہے جس کی شہادت دشمن دیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

پھر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق اپنی تفسیر میں عقلی استدلال و نظر کی راہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش فرمائی کہ آیت کا مفہوم صدیق اکبر کے سوا کسی کے لئے نہیں بنتا، تو انھوں نے فرمایا تمھیں معلوم ہو کہ تمام شیعہ اس روایت کے منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آیت علی بن ابی طالب کے حق میں اُتری ہے اور اس کی دلیل اللہ کا فرمان ہے ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون یعنی اور رکوع کی حالت میں وہ زکوٰۃ دیتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کا قول الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکّی یعنی وہ سب سے بڑا پرہیزگار جو ستھرا ہونے کو اپنا مال دیتا ہے، اسی وصف کی طرف اشارہ ہے جو اس آیت میں مذکور ہوا یعنی اللہ کا یہ فرمانا "ویؤتون الزکوٰۃ" الآیۃ اور جب ایک رافضی نے یہ بات میری مجلس میں کہی میں نے کہا میں اس پر دلیل عقلی قائم کروں گا کہ اس آیت سے مراد صرف ابوبکر ہیں، اور تقریر دلیل یوں ہے کہ مراد اس بڑے پرہیزگار سے وہی ہے جو سب سے افضل ہے، تو جب معاملہ ایسا ہے تو ضروری ہے کہ اس سے مراد ابوبکر ہوں، تو جب یہ دونوں مقدمے صحیح ہوں گے دعوٰی درست ہوگا۔ اور ہم نے یہ اسی لئے کہا کہ اس بڑے پرہیزگار سے مراد سب سے افضل ہے کہ اللہ تعالےٰ کا قول ہے "اللہ کے یہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو" اور اکرم ہی افضل ہے۔ تو آیت نے بتایا کہ ہر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو گا ضروری ہے کہ وہ سب سے زیادہ مرتبے والا ہو۔ تو ثابت ہوگیا کہ سب سے بڑا پرہیزگار جس کا یہاں (آیت میں) ذکر ہوا ضروری ہے کہ اللہ کے یہاں سب سے افضل ہو۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ضروری ہے کہ اس سے مراد ابوبکر ہی ہوں اس لئے کہ ساری اُمت اس پر متفق ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خلق افضل ابوبکر ہیں یا علی۔ اور یہ ممکن نہیں کہ یہ آیت علی پر محمول کی جائے تو ابوبکر کے لئے اس کا مصداق ہونا متعین ہوگیا، اور ہم نے یہ اسی لئے کہا کہ آیت کو علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) پر محمول کرنا ممکن نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اس سب سے بڑے پرہیزگار کی صفت میں فرمایا ہے؛ وما لاحد من نعمۃ تجزی یعنی اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، اور یہ وصف علی بن ابی طالب (کرم اللہ وجہہ) پر صادق نہیں آتا اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تربیت میں تھے بایں سبب کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے علی کو ان کے باپ سے لے لیا تھا اور حضور انھیں کھلاتے، پلاتے، پہناتے اور پالتے تھے۔ اور حضور (رسول) صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم علی کے ایسے محسن ہیں کہ ان کے احسان کا بدلہ واجب ہوا۔ رہے ابوبکر، تو حضور (نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کا ان پر دُنیوی احسان نہیں بلکہ ابوبکر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خرچ اٹھاتے تھے۔ ہاں کیوں نہیں ابوبکر پر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین کی طرف ہدایت و

ارشاد کا احسان ہے، مگر یہ ایسا نہیں جس کا بدلہ دیا جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی حکایت کرتے ہوئے) میں تبلیغ پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اور یہاں مطلق احسان کا ذکر نہیں بلکہ بات اس احسان کی ہے جس کا بدلہ دیا جائے تو ہم نے جان لیا کہ آیت کا یہ معنی علی بن ابی طالب کے لئے نہیں بنتا، اور جب یہ ثابت ہے کہ مراد اس آیت کی وہی ہے جو افضل خلق ہے، اور یہ ثابت ہے کہ امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں یا علی، اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مفہوم آیت علی کے شایاں نہیں تو اس کا مصداق ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لئے متعین ہوگیا، اور آیت کی دلالت اس پر بھی ثابت ہوگئی کہ ابوبکر ساری امت سے افضل ہیں اھ ملخصًا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۱۵)

(۳۴) افضلیتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر استدلال کرتے ہوئے مزید فرمایا:

علی أنا بحمد اللہ بعد ما ثبت الاجماع علی ان الصدیق ھو المراد فی غنی عن ھذہ التجشمات کما لایخفیٰ، اذ اثبت ھذا **فنقول** وصف اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ الصدیق بأنہ اتقی ووصف الاتقی بأنہ اکرم انتجت المقدمتان أن الصدیق اکرم عند اللہ تعالیٰ والافضل والاکرم والارفع درجۃ والاعلی مکانۃ کلھا الفاظ معتورۃ علیٰ معنی واحد، فثبت الفضل المطلق الکلی للصدیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق، ھذا تقریر الدلیل بحیث یشفی العلیل ویروی الغلیل والحمد للمولی الجلیل واعلم أن ھذا الاحتجاج اطبقت علیہ کلمات العلماء سلفا وخلفا وارتضوہ وتلقوہ بالقبول تلیدا وطارفا ولا شك انہ لجدیر بذلك۔

مزید برآں بحمد اللہ اس پر اجماع کہ صدیق ہی مرادِ آیت ہیں کے ثابت ہونے کے بعد ہم ان تکلفات سے بے نیاز ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے، جب یہ بات ثابت ہو چکی تو ہم کہتے ہیں اللہ تعالےٰ نے صدیق کا وصف بیان فرمایا کہ وہ اتقی ہیں اور اتقی کا وصف بتایا کہ وہ اکرم ہے، ان دو مقدموں نے نتیجہ دیا کہ صدیق اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم (سب سے افضل) ہیں اور افضل واکرم اور ارفع درجۃ اور اعلیٰ منزلت یہ سب الفاظ ایک ہی معنیٰ پر صادق آتے ہیں، لہذا افضل مطلق کلّی صدیق کے لئے ثابت ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے، اور تم جان لو کہ اس استدلال پر جملہ علماءِ سلف وخلف کا اتفاق ہے اور سب نے اسے پسند کیا اور قبول کے ہاتھوں لیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ اس کے قابل ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۳۰)

(۳۵) تفضیلیہ کے اس مقام پر تین شبہات ہیں، ان کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

فنقول الشبھة الاولیٰ ان من المفسرین من فسر الاتقی بالتقی کما فی المعالم و البیضاوی وغیرھما من التفاسیر فسقط الاحتجاج عن اصله **اقول** ولا علینا ان نمهد اولا مقدمات تعینك ان شاء الله تعالیٰ فی الجواب عن ھٰذا الارتیاب ثم نرفع الحجاب عن وجه الصواب بتوفیق العلیم الوھاب فاستمع لما یلقی علیك۔

المقدّمة الاولیٰ ما تظافرت الادلة من العقل والنقل وناھیك بهما امامین علی اَنّ الالفاظ لا تصرف عن ظواھرھا ما لم تمس حاجة شدیدة لا تندفع الا به والا لم یکن ھذا تاویلا بل تغییرا و تبدیلا، ولو فتح باب التصرفات من دون ضرورة تلجیٔ لارتفع الامان عن النصوص کما لا یخفیٰ وھذا بغایة ظهوره اغنانا عن تجشم اقامة الدلیل علیه حتی ان بعض العلماء ادرجوه فی متون العقائد، وانه لحقیق به فان قصاری ھمم المبتدعین عن اٰخرھم انما ھو صرف النصوص عن الظواھر وارتکاب تاویلات فاسدة واحتمالات کاسدة واعذار باردة فوجب علینا حسم مادتها بایجاب حمل النصوص علیٰ ما یعطیه ظاھرھا الا بضرورة ابداً و ھٰذا ظاھر جدًا۔

المقدّمة الثانیة لیس کل ما یذکر فی اکثر التفاسیر المتداولة واجب القبول وان لم یساعده معقول ویؤیده منقول، والوجه فی ذٰلك ان التفسیر المرفوع وھو الذی لا محیص عن قبوله ابداً نذر یسیر جدّا لا یبلغ المجموع منه جزء او جزئین۔

قال الامام الجوینی علم التفسیر عسیر یسیر اما عسره فظاھر من وجوه اظھرھا انه کلام متکلم لم یصل الناس الیٰ مراده بالسماع منه، ولا امکان للوصول الیه بخلاف الامثال والاشعار ونحوھا فان الانسان یمکن علمه منه اذا تکلم بأن یسمع منه او ممن سمع منه، واما القراٰن فتفسیره علیٰ وجه القطع لا یعلم الا بان یسمع من الرسول صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و ذٰلك متعذر الا فی اٰیات متعددة قلائل، فالعلم بالمراد یستنبط بأمارات ودلائل، والحکمة فیه ان الله تعالیٰ اراد ان یتفکر عباده فی کتابه، فلم یامر نبیّه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بالتنصیص علی المراد

فی جمیع آیاتہ[1] اھ۔

وقال الامام الزرکشی فی البرہان للناظر فی القرآن لطالب التفسیر مآخذ کثیرۃ، امہاتہا اربعۃ الأول النقل عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھذا ھو الطراز الاول لکن یجب الحذر من الضعیف فیہ والموضوع فانہ کثیر[2] الخ۔ قال الامام السیوطی الذی صح من ذٰلک قلیل جدا بل اصل الموضوع منہ فی غایۃ القلۃ، وکذٰلک الماثور عن الصحابۃ الکرام والتابعین لھم باحسان قلائل لھٰذہ الطوامیر الاکبر والاقاویل الذاھبۃ شذر مذر فیہا لاخبر ولا اثر وانما حدثت بعدھم لما کثرت الاراء وتجاذبت الاھواء قام کل لغوی ونحوی وبیانی وکل من لہ ممارسۃ بشئ من انواع علوم القرآن یفسر الکلام العزیز بما سمح بہ فکرہ وادی الیہ نظرہ ثم جاء الناس مھرعین وبجمع الاقوال مولعین فنقلوا ما وجدوا وقلیلا ما نقدوا فعن ھذا جاءت کثرۃ الاقاویل واختلاف الصواب بالأباطیل۔

وذکر ابن تیمیۃ کما نقلہ الامام السیوطی قائلا انہ نفیس جدا ذٰلک وجہین، احدھما قوم اعتقدوا معانی، ثم ارادوا حمل الفاظ القرآن علیہا، والثانی قوم فسروا القرآن بمجرد ما یسوغ ان یریدہ من کان من الناطقین بلغۃ العرب من غیر نظر الی المتکلم بالقرآن والمنزل علیہ والمخاطب بہ، فالاولون راعوا المعنی الذی رأوہ من غیر نظر الی ما یستحقہ الفاظ القرآن من الدلالۃ والبیان، والاٰخرون راعوا مجرد اللفظ وما یجوز ان یرید بہ العربی من غیر نظر الی ما یصلح للمتکلم وسیاق الکلام۔ ثم ھٰؤلاء کثیراً ما یغلطون فی احتمال اللفظ لذٰلک المعنی فی اللغۃ کما یغلط فی ذٰلک الذین قبلھم کما ان الاولین کثیرا ما یغلطون فی صحۃ المعنی الذی فسروا بہ القرآن کما یغلط فی ذٰلک الاٰخرون وان کان نظر الاولین الی المعنی اسبق ونظر الاٰخرین الی اللفظ اسبق، والأولون صنفان تارۃ یسلبون لفظ القرآن ما دل علیہ واریدبہ وتارۃ یحملونہ علیٰ ما لم یدل علیہ ولم یرد بہ،

---

[1] الاتقان بحوالہ الجوینی فصل الحاجۃ الی التفسیر دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۳۰

[2] البرہان فی علوم القرآن فصل فی امہات مآخذ التفسیر للناظر فی القرآن دار الفکر ″ ۲/ ۱۵۶

وفی کلا الامرین قد یکون ما قصدوا نفیہ او اثباتہ من المعنی باطلا فیکون خطأھم فی الدلیل والمدلول وقد یکون حقا فیکون خطؤھم فی الدلیل لا فی المدلول (الی ان قال) وفی الجملۃ من عدل عن مذاھب الصحابۃ والتابعین وتفسیرھم الی ما یخالف ذٰلک کان مخطئا فی ذٰلک بل مبتدعا لانھم کانوا اعلم بتفسیرہ ومعانیہ کما انھم اعلم بالحق الذی بعث اللہ بہ رسولہ[1]ملخصًا۔

ہم کہتے ہیں کہ پہلا شُبہہ یہ ہے کہ بعض مفسرین نے اتقٰی کی تفسیر تقی (صفت مشبہ جس میں فضیلت دوسرے پر ملحوظ نہیں کہ صرف تقوٰی سے اتصاف ہے) سے کی، جیسا کہ معالم وبیضاوی وغیرہما تفاسیر میں ہے تو استدلال (جس کی بنیاد اتقٰی کے اسم تفضیل ہونے پر تھی) جڑ سے اُکھڑ پڑا۔ میں کہتا ہُوں ہمارا کوئی حرج نہیں اس میں کہ ہم پہلے کچھ ایسے مقدمات کی تمہید اٹھائیں جو جواب میں اِن شاء اللہ تمھاری مدد کریں پھر ہم خدائے دانا وبخشندہ کی توفیق کے سہارے چہرۂ صواب سے حجاب اُٹھائیں تو سُنو جو تم سے کہا جائے۔

پہلا مقدمہ عقل ونقل کی بکثرت دلیلیں (اور یہ دونوں امام تمھیں کافی ہیں) اس پر متفق ہیں کہ الفاظ کو اپنے ظاہری معنٰی سے پھیرنا منع ہے جب تک کہ سخت حاجت نہ ہو جو لفظ کو ظاہری معنٰی سے پھیرے بغیر دفع نہ ہو ورنہ بے ضرورت پھیرنا تاویل نہ ہوگا بلکہ تغییر وتبدیل ٹھہرے گا اور اگر بے ضرورت پھیرنے کا دروازہ کُھل جائے تو نصوص شرعیہ سے امان اُٹھ جائے جیسا کہ پوشیدہ نہیں، اور یہ مسئلہ چونکہ نہایت ظاہر ہے اس لئے اس نے ہمیں دلیل قائم کرنے کی زحمت سے بے نیاز کردیا حتّٰی کہ بعض علمائے نے اسے عقائد کے متون میں رکھا، اور یہ مسئلہ اس کا سزاوار ہے اس لئے کہ سب بدمذہبوں کی ساری کوشش یہی ہے کہ عبارات شرعیہ کو ان کے ظاہری معنٰی سے پھیردیں اور فاسد تاویلوں اور کھوٹے احتمالوں اور نہ چلنے والے بہانوں کے مرتکب ہوں تو ہم پر واجب ہے کہ نصوص شرعیہ کو مقامِ ضرورت کے سوا ہمیشہ ان کے ظاہری معنٰی پر رکھنا واجب بنا کر ان تاویلات کا مادہ کاٹ دیں، اور یہ بات خُوب ظاہر ہے۔

دوسرا مقدمہ بہت سی متداول تفسیروں میں جو مذکور ہوتا ہے وہ سب ایسا نہیں جس کا قبول کرنا ضروری ہو اگرچہ نہ کوئی دلیل عقلی اس کی معین ہو نہ کوئی دلیل شرعی اس کی مؤید ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر مرفوع (جو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمائی) وہ بہت تھوڑی ہے جس کا مجموعہ دو جُز بلکہ ایک جُز کو بھی نہیں پہنچتا۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۴۴ تا ۴۴۶

امام جوینی کا قول ہے علمِ تفسیر مشکل ہے اور کم ہے، اس کا مشکل ہونا تو کئی وجوہ سے ظاہر ہے، ان میں روشن تر وجہ یہ ہے کہ وہ ایسے متکلم (عزّ جلالہٗ) کا کلام ہے جس کی مراد کو لوگ اس سے سُن کر نہ پہنچے اور نہ اس کی طرف رسائی کا امکان ہے بخلاف امثال و اشعار اور ان جیسی اور باتوں کے کہ انسان کو بولنے والے کی مراد معلوم ہو سکتی ہے جب وہ بولے بایں طور کہ وہ اس سے خود سُنے یا اس سے سُنے جس نے اس سے سُنا ہو۔ رہی قرآن کی قطعی طور پر تفسیر تو وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سُنے بغیر معلوم نہ ہو گی اور وہ (جو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سُنا گیا) چند گنتی کی آیتوں کے ماسوا میں متعذر ہے تو مرادِ الٰہی کا علم امارات و دلائل سے مستخرج ہوتا ہے اور حکمت اس میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ اس کے بندے اس کی کتاب میں غور و فکر کریں لہٰذا اپنے نبی (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اپنی تمام آیات کی مراد واضح طور پر بتانے کا حکم نہ دیا اھ۔

اور امام زرکشی نے برہان میں فرمایا جو شخص قرآن میں تفسیر کے حصول کے لئے نظر کرتا ہے اس کے لئے بہت سے مراجع ہیں جن کے اصول چار ہیں، اول وہ تفسیر جو نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے منقول ہو اور یہی پہلا نمایاں طریقہ ہے، لیکن اس میں ضعیف و موضوع سے احتراز واجب ہے اس لئے کہ وُہ (ضعیف و موضوع) زیادہ ہے الخ۔ اور اسی طرح وہ تفسیر جو صحابہ کرام اور ان کے تابعینِ نیکوکار سے منقول ہے وہ ان بڑے طوماروں اور ان اقوال کے مقابل کم ہیں جو مختلف راہوں میں چلے گئے اور ان کے لئے کوئی حدیث یا صحابی و تابعی کا قول نہیں، یہ اقوال تو صحابہ و تابعین کے بعد ظاہر ہُوئے۔ جب خیالات بسیار ہُوئے اور مذاہب میں کشاکش ہُوئی تو ہر لغوی ہر نحوی اور ہر عالمِ بلاغت اور ہر وہ شخص جسے علوم قرآن کی قسموں سے کسی قسم کے علم کی ممارست تھی اس کلام سے کلامِ عزیز کی تفسیر کرنے لگا جو اس کی سمجھ تک تھا اور جس کی طرف اس کی نظر پہنچی۔ پھر لوگ رواں دواں اقوال کو جمع کرنے کے شائق ہُوئے تو جو اُنھوں نے پایا اسے نقل کر دیا اور تحقیق کم کی تو اسی سے اقوال کی کثرت اور حق کی ناحق سے آمیزش آئی۔

اور ابن تیمیہ نے جیسا کہ امام سیوطی نے اس کا کلام یہ کہہ کر نقل کیا کہ وُہ بہت نفیس ہے اس کی دو وجہیں ذکر کیں، پہلی وجہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کچھ معانی کو عقیدہ ٹھہرا لیا، پھر انھوں نے قرآن کے الفاظ کو ان پر رکھنا چاہا۔ اور دوسری وجہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے قرآن کی تفسیر محض ان الفاظ سے کی جو کسی عربی زبان بولنے والے کی مراد ہو سکتے ہیں اُنھوں نے قرآن کے متکلم (باری تعالیٰ) اور جس پر اُترا اور وہ جو اس کا مخاطب ہے کی طرف نظر نہ کی تو پہلی جماعت نے تو اس معنیٰ کی رعایت کی جو اُن کا عقیدہ تھا، اُنھوں نے قرآن کے الفاظ کی دلالت اور بیان جس کے وہ الفاظ سزاوار ہیں کو نظر انداز کر دیا۔ اور دوسروں نے صرف لفظ اور جو عربی

کی مراد ہوسکتا ہے اس کا لحاظ کیا قطع نظر اس سے کہ متکلم کے شایان کیا ہے اور سیاقِ کلام کیا ہے۔ پھر یہ لوگ بسا اوقات لغت کے اعتبار سے لفظ کے اس معنی کو (جو انھوں نے مراد لئے) محتمل ہونے میں خطا کرتے ہیں جیسا کہ ان کے پہلے والے بھی یہی غلطی کرتے ہیں جس طرح یہ اگلے اسی معنی کی صحت میں غلطی کرتے ہیں جس سے انھوں نے قرآن کی تفسیر کی جیسا کہ دوسرے لوگ یہی خطا کرتے ہیں اگرچہ پہلے والوں کی نظر معنٰی کی طرف پہلے پہنچتی ہے اور دوسروں کی نظر لفظ کی طرف سبقت کرتی ہے، اور پہلی جماعت دو صنف ہے کبھی تو لفظِ قرآن سے اس کا مدلول و مراد چھین لیتے ہیں اور کبھی لفظ کو اس پر رکھتے ہیں جو اس کا معنی و مطلب نہیں اور دونوں باتوں میں کبھی وہ معنی جس کی نفی یا اثبات ان کا مقصود ہوتی ہے باطل ہوتا ہے تو ان کی خطا لفظ و معنی دونوں میں ہوتی ہے اور کبھی حق ہوتا ہے تو ان کی خطا لفظ میں ہوتی ہے نہ کہ معنی میں۔ (ابن تیمیہ نے یہاں تک کہا) مختصر یہ کہ جو صحابہ و تابعین اور ان کی تفسیر سے پھر کر ان کا خلاف اختیار کرے گا وہ اس میں بر سرِ خطا ہوگا بلکہ بدمذہب ہوگا اس لئے کہ صحابہ و تابعین کو قرآن کی تفسیر اس کے مطالب کا علم سب سے زیادہ تھا جس طرح اُنھیں اس حق کی جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا خبر سب سے زیادہ تھی اھ ملخصاً (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۳۰ تا ۵۳۵)

(۳۶) مزید فرمایا:

ولذا قال الامام ابوطالب الطبری فی اوائل تفسیرہ فی القول فی آداب المفسر، و یجب ان یکون اعتمادہ علی النقل عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و عن اصحابہ و من عاصرھم و یتجنب المحدثات[1] الخ۔ وقال ابن تیمیۃ ایضا کان النزاع بین الصحابۃ فی تفسیر القراٰن قلیلاً جداً وھو (و) ان کان بین التابعین اکثر منہ بین الصحابۃ فھو قلیل بالنسبۃ الٰی ما بعدھم[2] الخ۔ وقال السیوطی بعد ما ذکر تفاسیر القدماء "ثم الف فی التفسیر خلائق فاختصروا الاسانید و نقلوا الاقوال بتراً فدخل من ھنا الدخیل والتبس الصحیح بالعلیل، ثم صار کل من یسنح لہ قول یوردہ، ومن یخطر ببالہ شیئ یعتمدہ، ثم ینقل ذٰلک عنہ من یجیئ بعدہ ظانا ان لہ اصلاً غیر ملتفت الٰی تحریر ما ورد عن السلف الصالح ومن یرجع الیھم فی

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۳۵

[2] ″ ″ ″ بحوالہ ابن تیمیہ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۲/۴۳۷

التفسیر حتی رأیت من حکی فی تفسیر قولہ تعالٰی "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین" نحو عشرۃ اقوال، وتفسیرھا بالیھود والنصارٰی ھو الوارد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و جمیع الصحابۃ والتابعین واتباعھم حتی قال ابن ابی حاتم لا اعلم فی ذٰلک اختلافا بین المفسرین[1] (الٰی ان قال)، فان قلت فأی التفاسیر ترشد الیہ وتأمر الناظر ان یعول علیہ۔

قلت تفسیر الامام ابی جعفر بن جریر الطبری الذی اجمع العلماء المعتبرون علی انہ لم یؤلف فی التفسیر مثلہ[2] الخ۔

وفی المقاصد والبرھان والاتقان وغیرھا عن الامام اجل احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ثلثۃ لیس لھا اصل المغازی والملاحم والتفسیر[3] اھ۔

قلت وھذا ان لم یکن جاریا علی اطلاقہ لما[عہ] یشھد بہ الواقع الا انہ لم یقلہ مالم یر الخلط غالبا علیھا کما لایخفٰی وھذا فی زمانہ فکیف بما بعدہ و فی مجمع بحار الانوار عن رسالۃ ابن تیمیۃ "وفی التفسیر من ھٰذہ الموضوعات کثیرۃ کما یرویہ الثعلبی والواحدی والزمخشری فی فضل السور والثعلبی فی نفسہ کان ذاخیر ودین لکن کان حاطب لیل ینقل ماوجد فی کتب التفسیر من صحیح وضعیف وموضوع والواحدی صاحبہ کان ابصر منہ بالعربیۃ لکن ھو ابعد عن اتباع السلف، والبغوی تفسیرہ مختصر من الثعلبی لکن صان تفسیرہ عن الموضوع والبدع[4] اھ، وفیہ عن جامع البیان لمعین بن صیفی قد یذکر محی السنۃ البغوی فی تفسیرہ من المعانی والحکایات ما اتفقت کلمۃ المتاخرین علی ضعفہ بل علی وضعہ[5] اھ، وفیہ عن الامام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی

عہ لعلہ کما۔ الازہری غفرلہ

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون فی طبقات المفسرین دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۷۴، ۴۷۵

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۴۷۶

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ النوع الثامن والسبعون ؍؍ ؍؍ ۲/۴۴۰

[4] مجمع بحار الانوار نوع فی تعیین لبعض الوضاع وکتبھم مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورہ ۵/۲۳۱

[5] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

علیہ انہ قال" فی تفسیر الکلبی من اولہ الیٰ اٰخرہ کذب لا یحل النظر فیہا[1] اھ۔

وقد عد الخلیلی فی الارشاد اجزاء قلائل من التفسیر صحت اسانیدھا و غالبہا بل کلہا لا توجد الآن اللہم الا نقول عنہا فی اسفار المتاخرین" قال وھذہ التفاسیر الطول التی اسندوھا الیٰ ابن عباس غیر مرضیۃ و رواتہا مجاھیل کتفسیر جویبر عن الضحاک عن ابن عباس[2] "الخ۔ وقال فاما ابن جریج فانہ لم یقصد الصحۃ و انما روی ماذکر فی کل اٰیۃ من الصحیح والسقیم، وتفسیر مقاتل بن سلیمان فمقاتل فی نفسہ ضعفوہ و قد ادرک الکبار من التابعین والشافعی اشار الیٰ ان تفسیرہ صالح[3] اھ قال المولی السیوطی قدس اللہ سرہ واوھی طرقہ (یعنی تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الیٰ ذٰلک روایۃ محمد بن مروان السدی الصغیر فہی سلسلۃ الکذب وکثیرا ما یخرج منہا الثعلبی والواحدی، ولکن قال ابن عدی فی الکامل للکلبی احادیث صالحۃ وخاصۃ عن ابی صالح وھو معروف بالتفسیر ولیس لاحد تفسیر اطول منہ ولا اشبع، وبعدہ مقاتل بن سلیمان الا ان الکلبی یفضل علیہ لما فی مقاتل من المذاھب الردیئۃ وطریق الضحاک بن مزاحم عن ابن عباس منقطعۃ فان الضحاک لم یلقہ فان انضم الیٰ ذٰلک روایۃ بشر بن عمارۃ عن ابی روق عنہ فضعیفۃ لضعف بشر، وقد اخرج من ھٰذہ النسخۃ کثیرا ابن جریر وابن ابی حاتم، وان کان من روایۃ جویبر عن الضحاک فاشد ضعفاً لان جویبرًا شدید الضعف متروک[4] الخ، قال ورأیت عن فضائل الامام الشافعی لابی عبد اللہ محمد بن احمد بن شاکر القطان، انہ اخرج بسندہ من طریق بن عبد الحکم قال سمعت الشافعی یقول لم یثبت عن ابن عباس فی التفسیر الا شبیہ بمائۃ حدیث[5]

---

[1] مجمع بحار الانوار نوع فی تعیین بعض الوضاع وکتبہم مکتبۃ دار الایمان مدینۃ المنورہ ٥/ ٢٣٠

[2] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ الخلیلی النوع الثمانون دار الکتاب العربی بیروت ٢/ ٤٧٠

[3] " " " " " " " ٢/ ٤٧١

[4] " " " " " " " ٢/ ٤٧١، ٤٧٢

[5] " " " " " " " ٢/ ٤٧٢

قلت وھذہ معالم التنزیل للامام البغوی مع سلامۃ حالھا بالنسبۃ الیٰ کثیر من التفاسیر المتداولۃ ودنوھا الی المشرع الحدیثی یحتوی علی قناطیر مقنطرۃ من الضعاف والشواذ والواھیات المنکرۃ وکثیرا ماتدور اسانیدھا علیٰ ھٰؤلاء المذکورین بالضعف والجرح کالثعلبی والواحدی والکلبی والسدی ومقاتل وغیرھم ممن قصصنا علیک او لم نقصص فما ظنک بالذین لااعتناء لھم بعلم الحدیث ولا اقتدار علیٰ نقد الطیب من الخبیث کالقاضی البیضاوی وغیرہ ممن یحذو حذوہ، فلا تسئل عما عندھم من اباطیل لازمام لھا ولاخطام دع عنک ھذا یالیتھم اقتصروا علیٰ ذٰلک لکن بعضھم تعدوا ماھنالک وسلکوا مسالک تجرالی مھالک فادلجوا فی تفسیر القرٰان ما تقف لہ الشعر وتنکرہ القلوب وتمجہ الاذان اذ قرر واقصص الانبیاء الکرام والملائکۃ العظام بماینقض عصمتھم وینقص او یزیل عن قلوب الجھال عظمتھم کما یظھر علیٰ ذٰلک من راجع قصۃ اٰدم وحواء وداؤد واوریا وسلیمان والجسد الملقٰی والالقاء فی الامنیۃ والغرانقۃ العُلیٰ وھارُوت ومارُوت وما ببابل جری فباللہ التعوذ والیہ المشتکی فاصابھم فی ذٰلک ما اصاب اھل السیر والملاحم فی نقل مشاجرات الصحابۃ، اذجاء کثیر منھا مناقضا للدین وموھنا للیقین وازداد وخنا علی وخن وھنات علی ھنات ان اطلع علی کلامھم بعض من لیس عندہ اٰثارۃ من علم ولاامانۃ من حلم فضل واُضل اما اغترارًا بکلماتھم جھلامنہ بما فیہ من الوبال البعید والنکال الشدید واماّ ظلمًا وعلوًّا لاجترارہ بذٰلک علیٰ ابانۃ ما فی قلبہ المرض من تنقیص الانبیاء وتفسیق الاولیاء فمضی علیہ الکبیر ونشأ علیہ الصغیر فاختل دین کثیر من الناقصین وصار واشرًا من العوام العامین اذلم یقدروا علیٰ مطالعتھا فنجوا عن فتنتھا وقد بذل علماءنا النصح للثقلین فشددوا النکیر علیٰ کلا الفریقین اعنی التفاسیر الواھیۃ والسیر الداھیۃ فاعلنوا انکارھا وبیّنوا اعوارھا کالقاضی فی الشفاء والقاری فی الشرح والخفاجی فی النسیم والقسطلانی فی المواھب والزرقانی فی الشرح والشیخ فی المدارج وغیرھم فی غیرھا رحمۃ اللہ علیھم اجمعین، والحمد للہ رب العٰلمین، ولقد الان القول ابوحیان اذ قال کما نقل الامام السیوطی ان المفسرین ذکروا ما لایصح من اسباب نزول واحادیث فی الفضائل وحکایات لاتناسب وتواریخ اسرائیلیۃ ولاینبغی

ذکر ھذا فی علم التفسیر[1] انتھی۔

اور اسی لئے امام ابوطالب طبری نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں آدابِ مفسر کے بیان میں فرمایا کہ ضروری ہے کہ مفسر کا اعتماد اس پر ہو جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے منقول ہے اور نئی باتوں سے بچے۔ نیز ابن تیمیہ کا قول ہے صحابہ کے درمیان قرآن کی تفسیر میں بہت کم اختلاف تھا اور تابعین میں اگرچہ اختلاف صحابہ سے زیادہ ہُوا مگر ان کے بعد والوں کی بہ نسبت تھوڑا تھا، اور سیوطی علیہ الرحمہ نے قدمار کی تفسیروں کا ذکر فرما کے فرمایا" پھر تفسیر میں بہت لوگوں نے کتابیں تصنیف کیں تو انھوں نے سندوں کو مختصر کر دیا اور ناتمام اقوال نقل کئے تو اس وجہ سے دخیل گُھسا اور صحیح وغیر صحیح مخلوط ہوگئے پھر ہر شخص جس کے دل میں کوئی بات آئی اس کو ذکر کرنے لگا۔ اور جس کے فکر میں جو خطرہ گزرا وہ اس پر اعتماد کرنے لگا۔ پھر اس کے بعد جو آتا رہا وہ اس کے یہ خیالات نقل کرتا رہا اس گمان میں کہ اس کی کوئی اصل ہے، سلف صالحین اور ان لوگوں سے جو تفسیر میں مرجع ہیں جو وارد ہوا اس کی تحقیق کی طرف توجہ نہ کی یہاں تک کہ میں نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کی تفسیر میں تقریباً دس قول نقل کئے حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے یہی منقول ہے کہ اس سے یہود و نصارٰی مراد ہیں یہاں تک کہ ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ مجھے مفسرین کے درمیان اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں (یہاں تک کہ اُنھوں نے کہا) اب اگر تم کہو تو کون سی تفسیر کی طرف آپ رہنمائی فرماتے ہیں اور ناظر کو کس پر اعتماد کا حکم دیتے ہیں۔

میں کہوں گا" تفسیر امام ابوجعفر بن جریر طبری کی تفسیر معتمد علمار نے جس کے لئے بالاتفاق فرمایا کہ تفسیر میں اس جیسی کوئی تالیف نہیں ہوئی الخ"

اور مقاصد، برہان اور اتقان وغیرہ میں امام اجل احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا، تین کتابوں کی کوئی اصل نہیں، کتب سیر و غزوات و تفسیر اھ۔ میں کہتا ہوں اگرچہ یہ بات اپنے اطلاق پر جاری نہیں جیسا کہ واقعہ اس کا گواہ ہے مگر یہ بات یقینی ہے کہ امام احمد نے یہ بات نہ کہی جب تک ان کتابوں میں صحیح وسقیم کے خلط کا غلبہ نہ دیکھ لیا جیسا کہ ظاہر ہے، اور یہ تو ان کے زمانہ میں تھا تو اُن کے بعد کیسی حالت ہوئی ہوگی۔ اور مجمع بحار الانوار میں رسالہ ابن تیمیہ سے منقول ہے اور تفسیر میں ان موضوعات سے بہت ہے جیسے وہ حدیثیں جو ثعلبی اور واحدی اور زمخشری سورتوں کی فضیلت میں روایت کرتے ہیں اور ثعلبی اپنی صفات میں صاحبِ خیر و دیانت تھے، لیکن رات کے لکڑہارے کی طرح تھے کہ تفسیر کی

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۶۳

کتابوں میں صحیح، ضعیف، موضوع جو کچھ پاتے نقل کر دیتے تھے، اور ان کے ساتھی واحدی کو عربیت میں ان سے زیادہ بصیرت تھی لیکن وہ سلف کی پیروی سے بہت دُور تھا، اور بغوی کی تفسیر ثعلبی کی تلخیص ہے، لیکن انھوں نے اپنی تفسیر کو موضوعات اور بدعتوں سے بچایا ہے اور اسی میں جامع البیان مصنفہ معین بن صیفی سے ہے "کبھی محی السنہ بغوی اپنی تفسیر میں وہ مطالب وحکایات ذکر کرتے ہیں جسے متأخرین نے بہ یک زبان ضعیف بلکہ موضوع کہا ہے"۔ اور اسی میں امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے کہ انھوں نے فرمایا، تفسیر کلبی میں شروع سے آخر تک جھوٹ ہے اس کا مطالعہ حلال نہیں اھ۔

اور بیشک خلیلی نے ارشاد میں تھوڑے تفسیر کے جُز ایسے شمار کئے جن کی سندیں صحیح ہیں اور ان کا اکثر بلکہ وہ سب اب نہیں ملتا۔ الٰہی! تیری مدد ہو۔ مگر چند نقول ان کی متأخرین کی کتابوں میں ہیں۔ ابن تیمیہ نے کہا اور یہ لمبی تفسیریں جن کی نسبت لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کی ہے ناپسندیدہ ہیں اور اس کے راوی مجہول ہیں جیسے تفسیر جویبر بروایت ضحاک عن ابن عباس الخ۔ اور کہا رہے ابن جریج، تو انھوں نے ہر آیت کی تفسیر میں جو کچھ صحیح وسقیم مذکور ہوا روایت کر دیا۔ اور مقاتل بن سلیمان کو علماء نے فی نفسہٖ ضعیف بتایا حالانکہ اُنھوں نے اکابر تابعین سے اور امام شافعی سے ملاقات کی، یہ اشارہ ہے کہ ان کی تفسیر لائق قبول ہے اھ۔

امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی سب سے کمزور سند کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ہے پھر اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان سدی صغیر کی روایت مل جائے تو یہ جھوٹ کا سلسلہ ہے، اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ ثعالبی اور واحدی اس سلسلہ سے روایت کرتے ہیں لیکن ابن عدی نے کامل میں فرمایا کلبی کی احادیث قابلِ قبول ہیں اور خصوصًا ابو صالح کی روایت سے، اور وہ تفسیر کے سبب معروف ہیں، اور کسی کی تفسیر ان سے زیادہ طویل اور بھرپور نہیں۔ اور ان کے بعد مقاتل بن سلیمان ہیں، مگر کلبی کو ان پر اس لئے فضیلت ہے کہ مقاتل کے یہاں رُدّی خیالات ہیں، اور سند ضحاک بن مزاحم عن ابن عباس منقطع ہے اس لئے کہ ضحاک نے ابن عباس سے ملاقات نہ کی، پھر اگر اس کے ساتھ روایت بشر بن عمارہ عن ابی روق مل جائے تو بوجہ ضعفِ بشر ضعیف ہے۔ اس نسخہ سے بہت حدیثیں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے تخریج کیں، اور اگر جویبر کی کوئی روایت ضحاک سے ہو تو سخت ضعیف ہے اس لئے کہ جویبر شدید الضعف متروک ہے، انھوں نے کہا اور میں نے فضائل امام شافعی مصنفہ ابو محمد محمد بن احمد بن شاکر قطان میں دیکھا کہ انھوں نے اپنی سند بطریق ابن عبد الحکم روایت کیا کہ ابن عبد الحکم نے فرمایا میں نے امام شافعی کو فرماتے سنا کہ ابن عباس (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کی تفسیر میں تقریبًا سو حدیثیں ثابت ہیں۔

میں کہوں گا اور یہ معالم التنزیل ہے جو امام بغوی کی تصنیف ہے، باوصف یہ کہ بہت سی رائج تفسیریں

کے مقابل غلطیوں سے محفوظ ہے اور طرفہ حدیث سے قریب ہے بہت ضعیف و شاذ، اور واہی منکر روایتوں پر مشتمل ہے، اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ اس کی روایت کی سندیں ان پر دورہ کرتی ہیں جن کا نام ضعف و جرح کے ساتھ لیا جاتا ہے جیسے ثعلبی، واحدی، کلبی، سدی اور مقاتل وغیرہم جن کا ہم نے تم سے بیان کیا اور جن کا بیان نہ کیا تو تمہارا گمان ان کے ساتھ کیسا ہے جنھیں علم حدیث کا اہتمام نہیں اور ستھرے کو میلے سے الگ کرنے کی قدرت نہیں جیسے قاضی بیضاوی اور ان کے علاوہ جو بیضاوی کے طریقہ پر چلتے ہیں، تو ان کے پاس ان باطل اقوال کا حال نہ پوچھو جن کے لئے نہ لگام ہے نہ بندش کی رسّی، اس خیال کو اپنے سے دور رہنے دو، کاش! یہ لوگ اسی پر بس کرتے، مگر ان میں سے کچھ لوگ اس سے آگے بڑھے اور ایسے رستے چلے جو ہلاکتوں کی طرف کھینچ کرلے جائیں تو انھوں نے قرآن کی تفسیر میں ایسی باتیں داخل کردیں جن سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل اُنھیں ناپسند کرتے اور کان انھیں پھینکتے ہیں، اس لئے انبیاء کرام وملائکہ عظام کے قصوں میں ایسی باتوں کو مقرر رکھا جن سے اُن کی عصمت نہیں رہتی اور جاہلوں کے دل میں ان کی عظمت کم ہوجاتی ہے یا زائل ہوجاتی ہے۔ چنانچہ یہ بات آدم وحوا و داؤد و اوریا اور سلیمان اور اُن کی کُرسی پر پڑے ہوئے جسم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاوت کے دوران شیطان کے القاء اور غرانیق عُلیٰ کے واقعات اور ہاروت و ماروت اور بابل کے ماجرے کا مطالعہ کرنے والے پر ظاہر ہے تو اللہ ہی کی پناہ اور اسی سے ان کی شکایت ہے تو ان کو ان باتوں سے وہ مرض لگا جو مصنّفین واقعاتِ سیرت ومغازی کو صحابہ کے اختلافات کو نقل کرنے سے لگا اس لئے کہ بہت باتیں دین کے مخالف اور ایمان کو کمزور کرنے والی ان لوگوں سے ظاہر ہوئیں اور فساد پر فساد اور خطاؤں پر خطائیں یوں بڑھ گئیں کہ ان لوگوں کے کلام کی اطلاع کچھ ان لوگوں کو ہوگئی جن کے پاس نہ کچھ بچا کھچا علم تھا نہ عقل کی پختگی، تو وہ خود گمراہ ہوئے اور اوروں کو گمراہ کیا یا تو ان کے کلمات سے دھوکا کھا کر اس کے وبال شدید وسخت عذاب سے بے خبری میں یا ظلم وسرکشی کی وجہ سے اس لئے کہ ان باتوں سے انھیں اس کے اظہار کی جرأت ہوتی، جو انبیاء کی تنقیص اور اولیاء کی تفسیق ان کے دل میں تھی تو اس پر بڑے گزرے اور چھوٹے پروان چڑھے اور یہ عامی لوگوں سے بدتر ہوگئے کہ عامیوں کو ان کتابوں کے مطالعہ کی قدرت نہ تھی تو وہ ان کے فتنہ سے بچے رہے اور بیشک ہمارے علماء نے دونوں فریقوں کو بھرپور نصیحت کی، چنانچہ اُنھوں نے دونوں فریق کی سخت مذمّت کی یعنی واہی تفاسیر اور سیرت کی ناپسندیدہ کتابوں کی تو انھوں نے ان کتابوں کا ناپسندیدہ ہونا ظاہر کیا اور ان کا عیب کھولا جیسے علامہ قاضی عیاض نے شفاء میں اور علامہ قاری نے شرح شفا میں اور علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں اور علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں اور شیخ (محقق عبدالحق دہلوی) نے مدارج میں اور دوسروں نے

دوسری تصانیف میں، رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین والحمد للہ رب العالمین ۔ اور یقیناً ابوحیان نے بات کو سہل و نرم کیا کہ انھوں نے کہا جیساکہ امام سیوطی علیہ الرحمہ نے نقل کیا کہ مفسرین نے ایسے اسباب نزول اور فضائل میں وہ حدیثیں جو صحیح نہیں اور نامناسب حکایات اور تواریخ اسرائیلی کو ذکر کیا ہے حالانکہ اس کا ذکر تفسیر میں مناسب نہیں انتہی۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۳۶ تا ۵۴۳)

(۳۷) مزید فرمایا:

واعلم ان هناك اقواما يعتريهم نزغة فلسفية لما افنوا عمرهم فيها و ظنوها شيئا شهيا فيولعون بابداء احتمالات بعيدة ولو لم يكن فيها حلاوة ولا عليها طلاوة حتى ذكر بعضهم في قوله تعالٰى "وانشق القمر"[1] ما تعلقت به جهلة النصارى و اٰخرون ممن يتلجلجون في الايمان فيلهجون بكلمة الاسلام وفي قلوبهم من بغض النبي صلّى الله تعالٰى عليه وسلم وانكار معجزاته جبال عظام فانا لله وانا اليه راجعون هذا الذي أعيى السيوطي حتّى تبرأ عنها كلها واقتصر على الارشاد الى تفسير ابن جرير۔

اور تم جان لو کہ اس جگہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنھیں فلسفی وسوسے آتے ہیں اس لئے کہ انھوں نے اپنی عمر اس میں فنا کی اور اُسے مرغوب شئے گمان کیا تو ان کو دُور از کار احتمالوں کو ظاہر کرنے کی لت ہے اگرچہ ان میں شیرینی ہو نہ ان پر رونق ہو، یہاں تک کہ کسی نے قولِ باری تعالٰی وانشق القمر (اور چاند شق ہوگیا) کی تفسیر میں وہ بات ذکر کی جس سے جاہل نصرانی اور دوسرے وہ لوگ جو ایمان میں ثابت نہیں اس لئے زبان سے کلمہ اسلام پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے دلوں میں نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے عداوت اور ان کے معجزات کے انکار کے بڑے پہاڑ ہیں اِنّا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھرنا ہے) یہی سبب تھا کہ سیوطی اس درجہ عاجز ہوئے کہ تمام تفسیروں سے بیزاری فرمائی اور صرف تفسیر ابن جریر کی طرف رہنمائی پر بس کیا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۴۳، ۵۴۴)

(۳۸) تفاسیر قرآن مجید سے متعلق ایک ضروری تنبیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ایقاظ مهم اعيذك بالله ان يستفزك الوهم عن الذي القينا عليك فتفترى علينا غيره او يوسوسك قلة الفهم انا لا نكترث للتفسير ولا نلقى له بالا ولا نسلم له خيره وانما المعنى أن غالب الزبر المتداولة لا تسلم عن الدخيل و تجمع من الاقوال كل صحيح وعليل فمجرد حكايتها لا يوجب التسليم ولا يصد الناقد عن نقد السقيم فما هي عندنا أسوء حالا من اكثر كتب الاحاديث اذ نعاملها مرة بالترك

---

[1] القرآن الكریم ۵۴/ ۱

ومرة بالاحتجاج لما نعلم انها ترد كل مورد فتحمل تارة عذبا فراتا وتأتي مرة بملح اجاج، وبالجملة فالامر يدور على نظافة الحديث سنداً ومتناً فاينما وجدنا الرطب اجتنيناه وان كان في منابت الحنظل وحيثما رأينا الحنظل اجتنبنا وان نبت في مسيل العسل۔

ولقد علمت أن أكثر هذا الداء العضال انما دخل التفاسير من باب الاعضال و في امثال تلك المحال اذا لم يعرف السند يؤل الامر الى نقد المقال فما كان منها ينافي النصوص و يرد المنصوص او فيه ازراء بالرسل والانبياء او غير ذلك مما لا يحتمل علمنا انه قول مغسول وان كان مريئا من الآفات نقيا من الواهيات قبلناها على تفاوت عظيم بين قبول وقبول وليس هذا من باب ما نهينا عنه من الاجتراء على التفسير بالآراء ومعاذ الله ان نجترئ عليه فان علم التفسير اشد عسير ويحتاج فيه الى ما ليس بحاصل و لاميسير كما قد فصل بعضه العلامة السيوطي رحمة الله تعالى عليه وكذلك اذا اتانا منها ما فيه العدول عن ظاهر المدلول وصح ذلك عمن لا يسعنا خلافه، او كانت هناك خلة لا تنسد الا به تعين القبول والا فدلالة كلام الله تبارك وتعالى احق بالتعويل من قال وقيل هذا الذي قصد فلا تنقص ولا تزد۔

ضروری تنبیہ: میں تمھیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس بات سے کہ تمھیں وہم اس بات سے ڈگمگا دے جو ہم نے تم پر القا کیا، تو تم ہم پر اس سے جدا بات کا بہتان باندھو یا فہم کی کمی یہ وسوسہ ڈالے کہ ہم تفسیر کی پروا نہیں کرتے اور اس کا ہمیں کوئی خیال نہیں اور ہم اس کی اچھی بات بھی نہیں، مقصد صرف اتنا ہے کہ اکثر کتب متداولہ دخیل سے محفوظ نہیں اور وہ ہر صحیح و سقیم قول کو اکٹھا کرتی ہیں تو ان کتابوں میں کسی قول کی مجرد حکایت اس کو مان لینا واجب نہیں کرتی اور پرکھنے والوں کو کھوٹے کی پرکھ سے نہیں روکتی تو یہ ان کتابوں کا حال ہمارے نزدیک حدیث کی اکثر کتابوں سے زیادہ بُرا نہیں اس لئے کہ ہم ان کے ساتھ کبھی کسی قول کو چھوڑنے اور کبھی کسی کو حجت بنانے کا معاملہ کرتے ہیں یوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ ہر گھاٹ پر اُترتی ہیں تو کبھی میٹھا پانی اٹھا لیتی ہیں اور کبھی سخت کھاری پانی جس سے منہ جل جائے لاتی ہیں، بالجملہ مدارکار حدیث کی نظافت (پاکیزگی) سند و متن کے لحاظ سے ہے تو جہاں کہیں ہم میٹھا پھل پائیں گے اُسے چُن لیں گے اگرچہ وُہ کسی خراب جگہ اُگا ہو، اور جہاں کہیں کڑوا پھل دیکھیں گے تو اس کو چھوڑ دیں گے اگرچہ وُہ شہد کی نہر میں اُگا ہو۔

اور یقیناً تمھیں معلوم ہے کہ اس لاعلاج مرض کا بیشتر حصہ تفاسیر میں جہالت سند کے دروازہ سے گھسا اور ایسے مقامات میں جب سند معروف نہ ہو ما آل کا ربات کو پرکھنا ہے تو جو بات نصوص سے ٹکراتی اور منصوص کو رَد کرتی ہو یا اس میں رُسل و انبیاء کی تنقیص ہو یا اور کوئی بات جو قابلِ قبول نہ ہو ہم جان لیں گے کہ یہ قول دھو دینے کے قابل ہے اور اگر خرابیوں سے بری، علتوں سے پاک ہو ہم اسے قبول کرلیں گے باوجودیکہ اسے قبول کرنے میں اور دوسرے قول کو قبول کرنے میں عظیم تفاوت ہے اور یہ تفسیر بالرائے کے باب سے نہیں ہے جس سے ہمیں روکا گیا، اور اللہ کی پناہ اس سے کہ ہم اس پر جرأت کریں اس لئے کہ علمِ تفسیر سخت دشوار ہے اور اس میں اس کی حاجت ہے جو ہمیں حاصل نہیں اور نہ اس کا حاصل ہونا آسان ہے جیساکہ ان علوم ضروریہ میں سے بعض کی تفصیل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی ہے اور یونہی جب ہمیں ان میں کوئی قول ایسا پہنچے جس میں ظاہر معنیٰ سے عدول ہو اور وہ اس سے ثابت ہو جس کا خلاف ہمیں نہیں پہنچا یا کوئی حاجت ہو جو ظاہر سے عدول کے بغیر پوری نہ ہو تو اسے قبول کرنا متعین ہے ورنہ کلامِ الٰہی کی دلالت قیل و قال سے اعتماد کی زیادہ حقدار ہے یہی ہمارا مقصود ہے تو اس سے نہ کم کرو نہ زیادہ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۴۶ تا ۵۴۸)

(۲۹) مقتضائے لغت کے مطابق تفسیر کرنے کے بارے میں فرمایا:

قال الامام السیوطی "قال بعضهم فی جواز تفسیر القرآن بمقتضی اللغة روایتان عن احمد وقیل الکراهة تحمل علی صرف الاٰیة عن ظاهرها الی معان خارجة محتملة یدل علیها القلیل من کلام العرب ولا یوجد غالبًا الا فی الشعر ونحوه ویکون المتبادر خلافها" اھ[1]۔

وقال عن برهان الزرکشی "کل لفظ احتمل معنیین فصاعدًا، فهو الذی لا یجوز لغیر العلماء الاجتهاد فیه، وعلیهم اعتماد الشواهد والدلائل دون مجرد الرأی، فان کان احد المعنیین اظهر وجب الحمل علیه الا ان یقوم دلیل علی ان المراد هو الخفی" اھ[2]۔

وقال "قال العلماء یجب علی المفسر ان یتحری فی التفسیر مطابقة المفسر

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن   النوع الثامن والسبعون   دار الکتاب العربی بیروت   ۲/ ۴۴۴

[2] // // // // // // ۲/ ۴۵۳

وأن يتحرز فی ذلك من نقص عما يحتاج اليه فی ایضاح المعنی ، أو زيادة لا تليق بالغرض ومن كون المفسر فيه زيغ عن المعنی وعدول عن طريقه وعليه برعاة المعنی الحقيقی والمجازی ، ومراعاة التاليف والغرض الذی سيق له الكلام[1] الخ.

امام سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا : بعض علماء نے فرمایا کہ مقتضائے لغت کے مطابق قرآن کی تفسیر کے جواز میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں اور کچھ کا قول یہ ہے کہ کراہت اس پر محمول ہے کہ آیت کو اس کے ظاہری معنیٰ سے پھیر کر ایسے معانی خارجہ محتملہ پر محمول کرے جن پر قلیل کلام عرب دلالت کرتا ہو اور وہ غالباً شعر اور اسکے مثل کلام کے سوا عام بول چال میں نہ پائے جائیں اور ذہن کا تبادر اس کے خلاف ہو اھ۔

اور سیوطی نے زرکشی کی برہان سے حکایت کیا : ہر وہ لفظ جو دو یا دو سے زائد معنیٰ کا احتمال رکھے اس میں تو غیر علماء کو اجتہاد جائز نہیں اور علماء کو لازم ہے کہ وہ شواہد و دلائل پر بھروسہ کریں نہ کہ محض رائے پر ، تو اگر دو معنیٰ میں سے ایک ظاہر تر ہے تو اسی پر محمول کرنا واجب ہے مگر یہ کہ دلیل قائم ہو کہ مراد خفی ہی ہے اھ۔

اور فرمایا : علماء کا قول ہے کہ مفسر پر واجب ہے کہ وہ تفسیر میں یہ تجویز کرے کہ تفسیر لفظ مفسر کے مطابق ہو اور اس سے کم کرنے سے بچے جس کی حاجت توضیح مراد کے لئے ہو اور ایسے لفظ کو زیادہ کرنے سے احتراز کرے جو مقصد کے مناسب نہ ہو ، اور اس بات کی احتیاط رکھے کہ تفسیر میں معنیٰ سے انحراف اور اس کی راہ سے عدول نہ ہو ، اور اس پر لازم ہے کہ معنی حقیقی و مجازی کی رعایت کرے اور ترکیب اور اس غرض کی جس کے لئے کلام ذکر کیا گیا رعایت رکھے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۵۴۸ ، ۵۴۹)

(۴۰) وجوہ تاویل کے بارے میں ارشاد فرمایا :

المقدمة الثالثة . كثيرًا ما ترى المفسرين يذكر بعضهم تحت الآية وجها من التاويل والبعض الأخرون وجها أخرو ربما جمعوا وجوها كثيرة ، وغالبه ليس من باب الاختلاف او التردد المانع عن التمسك بأحدها لاسيما الاظهر الانور منها وانما هو تفنن فی المرام ، أو بيان لبعض ماينتظمه الكلام وذلك ان القرآن ذو وجوه وفنون و لكل حرف منه غصون وشجون وله عجائب لاتنقضی ومعان تمد ولاتنتهی ، فجاز

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۶۱

الاحتجاج به علیٰ کل وجوهه وهذا من اعظم نعم اللہ سبحٰنه وتعالیٰ علینا ومن ابلغ وجوه اعجاز القرآن ولوکان الأمر علیٰ خلاف ذٰلك لعادت النعمة بلیة والاعجاز عجزًا والعیاذ باللہ تعالیٰ وقد وصف اللہ سبحٰنه وتعالیٰ القرآن بالمبین، فلیس تنوع معاینه کتذبذب المحتملات فی کلام مبهم مختلط لایستبین المراد منه، ولقد قال اللہ تبارك وتعالیٰ "قل لوکان البحر مدادًا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولوجئنا بمثله مددًا[1]" وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم علیٰ ما اخرج ابونعیم وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما القرآن ذلول ذووجوہ فاحملوہ علیٰ احسن وجوهه[2]۔ وقال سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما کما اخرج ابن ابی حاتم عنه ان القرآن ذو شجون وفنون وظهور وبطون لاتنقضی عجائبه ولاتبلغ غایته[3] الحدیث۔

قال السیوطی "قال ابن سبع فی شفاء الصدور ورد عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنه انه قال لایفقه الرجل کل الفقه حتی یجعل للقرآن وجوها، وقد قال بعض العلماء لکل آیة ستون الف فهم[4] "انتهی ملخصًا۔ وللہ دار الامام البوصیری حیث یقول ؎

لهامعان کموج البحر فی مدد	وفوق جوهرہ فی الحسن والقیم
فلاتعد ولاتحصا عجائبها	ولاتسام علی الاکثار بالسأم[5]

فثبت بحمد اللہ ان بعض معانیه لاینافی بعضا ولا یوجب وجه لوجه رفضا، من جراء هذا تری العلماء لم یزالو محتجین علیٰ احد التاویلات، ولم یمنعهم عن ذٰلك علمهم بان هناك وجوها اُخر لاتعلق لها بالمقام، وعلام کان یصدهم وقد

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۱۰۹
[2] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ ابی نعیم وغیرہ عن ابن عباس النوع الثامن والسبعون دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۴۶، ۴۴۷
[3] " " " النوع الثامن والسبعون " " " " ۲/ ۴۶۰
[4] " " " " " " " " " " ۲/ ۴۶۰
[5] الکوکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ص ۴۰

علموا أن القرآن حجۃ بوجوھہ جمیعا ولیس ھذا الاتفننا وتنویعًا ھذا ھو الاصل العظیم الذی یجب المحافظۃ علیہ انبأنا المولی السراج عن المفتی الجمال عن السند السندی عن الشیخ صالح عن محمد بن السنۃ وسلیمان الدرعی عن الشریف محمد بن عبد اللہ عن السراج بن الالجائی عن البدر الکرخی والشمس العلقمی کلھم عن الامام جلال الملّۃ والدّین السیوطی قال فی الاتقان ناقلا عن ابن تیمیۃ "الخلاف بین السلف فی التفسیر قلیل و غالب مایصح عنھم من الخلاف یرجع الی اختلاف تنوع لا اختلاف تضاد۔ و ذٰلک صنفان:

احدھما ان یعبر واحد منھم عن المراد بعبارۃ غیر عبارۃ صاحبہ تدل علی معنی فی المسمی غیر المعنی الاخر مع اتحاد المسمی کتفسیرھم "الصراط المستقیم" بعض بالقراٰن أی اتباعہ، وبعض بالاسلام فالقولان متفقان لأن دین الاسلام ھو اتباع القراٰن، ولٰکن کل منھا نبہ علیٰ وصف غیر الوصف الاخر کما ان لفظ الصراط یشعر بوصف ثالث، وکذٰلک قول من قال ھو السنۃ والجماعۃ وقول من قال ھو طریق العبودیۃ وقول من قال ھو طاعۃ اللہ ورسولہ وامثال ذٰلک، فھؤلاء کلھم اشاروا الیٰ ذات واحدۃ ولٰکن وصفھا کل منھم بصفۃ من صفاتھا۔

الثّانی ان یذکر کل منھم من الاسم العام بعض انواعہ علیٰ سبیل التمثیل وتنبیہ المستمع علی النوع، لا علی سبیل الحد المطابق للمحدود فی عمومہ و خصوصۃ مثالہ ما نقل فی قولہ تعالیٰ "ثم اورثنا الکتٰب الذین اصطفینا" الاٰیۃ فمعلوم أن الظالم لنفسہ یتناول المضیع للواجبات والمنتھک للحرمات والمقتصد یتناول فاعل الواجبات وتارک المحرمات، والسابق یدخل فیہ من سبق فتقرب بالحسنات مع الواجبات فالمقتصدون اصحاب الیمین والسابقون السابقون اولٰئک المقربون، ثم ان کلا منھم یذکر ھٰذا فی نوع من انواع الطاعات کقول القائل السابق الذی یصلی فی اول الوقت والمقتصد الذی یصلی فی اثنائہ والظالم لنفسہ الذی یؤخر العصر الی الاصفرار، اویقول السابق المحسن بالصدقۃ مع الزکٰوۃ، و المقتصد الذی یؤدی الزکٰوۃ المفروضۃ فقط، والظالم مانع الزکٰوۃ اھ[1]

وعن الزرکشی" ربما یحکی عنھم عبارات مختلفۃ الالفاظ فیظن من لا فھم

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۳۸

عندہ ان ذلك اختلاف محقق فیحکیه اقوالاً، ولیس کذلك بل یکون کل واحد منهم ذکر معنی من الآیة لکونه اظهر عندہ أو الیق بحال السائل وقد یکون بعضهم یخبر عن الشئ بلازمه و نظیرہ والآخر بمقصودہ وثمرته والکل یؤول الی معنی واحد غالباً[1] الخ۔

وعن البغوی والکواشی وغیرهما "التاویل صرف الآیة الی معنی موافق لما قبلها وبعدها تحتمله الآیة غیر مخالف للکتاب والسنة من طریق الاستنباط غیر محظور علی العلماء بالتفسیر کقوله تعالیٰ "انفروا خفافاً وثقالاً" قیل شباباً و شیوخاً، وقیل اغنیاء وفقراء، وقیل عزاباً و متاهلین، وقیل نشاطاً وغیر نشاط، وقیل اصحاء ومرضی۔ وکل ذلك سائغ والآیة تحتمله[2] الخ۔ وهذا فصل عمیق بعید لو فصلنا فیه الکلام خرج بناء عما نحن بصددہ من المراد، وفیما اوردناہ کفایة لأولی الاحلام لاسیما من له اجالة نظر فی کلمات المفسرین وتمسکات العلماء بالقرآن المبین۔

مقدمہ سوم مفسرین کو تم بہت دیکھو گے کہ ان میں سے کوئی آیت کے تحت کوئی وجہ تاویل ذکر کرتا ہے اور بعض دوسرے دوسری وجہ ذکر کرتے ہیں اور کبھی بہت سی وجوہ جمع کر دیتے ہیں اور بیشتر وجوہ اختلاف و تردد کے باب سے نہیں جس میں سے کسی ایک کے اخذ کرنا دوسری سے تمسک کا مانع ہو خصوصاً ان میں جو ظاہر تر اور روشن تر ہو بلکہ یہ وجوہ بیان مقصد میں تفننِ عبارت ہے یا کلام جن وجوہ کو شامل ہے اس میں سے کچھ کو بیان کر دینا ہے اور یہ اس لئے کہ قرآن مختلف وجوہ رکھتا ہے اور اس کے ہر لفظ کے متعدد معانی ہیں اور اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے اور معانی بڑھتے ہیں اور کسی حد پر نہیں تھمتے، لہٰذا اس کی تمام وجوہ کو حجت بنانا جائز ہے، اور یہ ہمارے لئے اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے اور قرآن کے اعجاز کے اسبابِ بلیغہ سے ایک سبب ہے، اور اگر معاملہ اس کے برخلاف ہوتا تو نعمت مصیبت ہو جاتی اور اعجاز عجز ہو جاتا والعیاذ باللہ تعالیٰ، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کا وصف مبین فرمایا ہے تو اس کے معانی کا قسم قسم ہونا کلام مبہم میں جس کی مراد ظاہر نہ ہو محتملات کے تردد کی طرح نہیں، اور یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اے محبوب! تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے روشنائی ہو جائے تو سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم اس جیسا اور اس کی مدد کو لے آئیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۴۴
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۴۴۸

تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جیساکہ ابونعیم وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، "قرآن نرم و آسان ہے مختلف وجوہ والا ہے تو اسے اس کی سب سے اچھی وجہ پر محمول کرو۔" اور سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا جیساکہ ابن ابی حاتم نے ان سے روایت کی: "قرآن مختلف معانی و مطالب اور ظاہری و باطنی پہلو رکھتا ہے، اس کے عجائب بے انتہا ہیں اس کی بلندی تک رسائی نہیں" (الحدیث)۔

سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ابن سبع نے شفاء الصدور میں فرمایا کہ ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کہ "آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے مختلف وجوہ نہ جان لے۔" اور بعض علماء کا قول ہے کہ "ہر آیت کے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں۔" اور امام بوصیری کی خوبی اللہ ہی کے لئے ہے کہ وہ فرماتے ہیں "قرآنی آیات کے وہ معانی کثیر ہیں جیسے سمندر کی موج افزائش میں، اور وہ حسن و قیمت میں سمندر کے گوہر سے بڑھ کر ہیں، تو ان آیتوں کے عجائب کی نہ گنتی ہوسکے نہ شمار میں آئیں، اور اس کثرت کے باوجود ان سے اکتانے کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔"

اب بحمداللہ ثابت ہُوا کہ اس قرآن کا کوئی معنی دوسرے کے منافی نہیں، اور کوئی وجہ دوسری وجہ کو چھوڑ دینا واجب نہیں کرتی، اسی وجہ سے تم دیکھو گے کہ علماء ایک تاویل پر بنائے دلیل رکھتے ہیں اور اس بات سے باز نہیں رکھتا انھیں ان کا یہ علم کہ اس جگہ دوسری وجوہ بھی ہیں جن کو ان کے مقصد سے تعلق نہیں، اور کاہے کو باز رکھے حالانکہ انھیں خبر ہے کہ قرآن اپنی تمام وجوہ پر حُجت ہے اور یہ اختلافِ وجوہ تو محض تفنّنِ کلام و تلوّنِ عبارت ہے یہ وہ عظیم اصل ہے جس کی حفاظت ضروری ہے خبر دی سراج نے مفتی جمال سے انھوں نے سند سندی سے انھوں نے شیخ صالح سے انھوں نے محمد بن السنۃ اور سلیمان درعی سے انھوں نے سراج بن الالجائی سے انھوں نے بدر کرخی و شمس علقمی سے، ان سب نے جلال الملۃ والدین سیوطی سے روایت کی کہ اُنھوں نے اتقان میں ابن تیمیہ سے نقل فرمایا کہ تفسیر میں سلف کے درمیان اختلاف کم ہے اور اکثر اختلاف جو سلف سے ثابت ہے اختلاف طرز تعبیر کی طرف لوٹتا ہے متضاد باتوں کا اختلاف نہیں اور یہ (تعبیروں کا اختلاف) دو صنف ہے؛

ان میں سے ایک صنف یہ کہ ان لوگوں میں سے کوئی اپنی مراد کی تعبیر ایک عبارت سے کرے جو اس کے ساتھی کی عبارت سے جداگانہ ہو اور معنی ایک ہو جیسے علمائے نے الصراط المستقیم کی تفسیر کی، کسی نے قرآن کہا یعنی قرآن کی پیروی، اور کسی نے اسلام، تو یہ دونوں قول ایک دوسرے کے موافق ہیں اس لئے کہ دین اسلام تو قرآن کی پیروی ہے۔ لیکن ان دونوں نے ایک دوسرے کے وصف سے جُدا ایک وصف پر متنبّہ کیا جیسے کہ لفظ صراط تیسرے وصف کی خبر دیتا ہے، اسی طرح اس کی بات

جس نے یہ کہا تھا کہ صراطِ مستقیم مسلکِ اہلسنّت وجماعت ہے، اور اس کی بات جس نے کہا کہ وہ طریقِ بندگی ہے، اور اس کا قول جو بولا کہ وُہ اللہ ورسول (جل وعلا وصلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کی اطاعت ہے، اور اس طرح کے دوسرے اقوال، اس لئے کہ ان سب نے ایک ذات کی طرف رہنمائی کی لیکن ہر ایک نے اس کی ایک صفت اس کی صفات سے بیان کر دی۔

دوسری صنف یہ ہے کہ ہر عالم لفظ عام کی کوئی قسم مثال کے اوپر ذکر کرے اور مخاطب کو اس نوع پر متنبہ کرے اور اس نوع کو ذکر کرنا اس کے عموم وخصوص میں ذات کی حدتام وتعریف تمام کے طور پر نہ ہو اس کی مثال وہ جو اللہ تعالٰے کے قول ثمّ اورثنا الکتٰب الذین اصطفینا الآیۃ کی تفسیر میں منقول ہوا اس لئے کہ معلوم ہے کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اس کو شامل ہے جو واجبات کو ضائع کرے اور حُرمتوں کو توڑے اور مقتصد واجبات کی تعمیل اور محرمات کو ترک کرنے والے کو شامل ہے، اور سابق میں وہ داخل ہے جو سبقت کرے تو واجبات کے ساتھ حسنات سے اللہ کی قربت حاصل کرے، تو مقتصد لوگ دہنے ہاتھ والے ہیں اور سابق سابق ہیں وہی اللہ کے مقرب ہیں پھر ان میں سے ہر عالم اس مثال کو انواعِ عبادات میں سے کسی قسم میں ذکر کرتا ہے جیسے کسی نے کہا: سابق وہ ہے جو اول وقت میں نماز پڑھے، اور مقتصد وُہ ہے جو درمیان وقت میں پڑھے، اور ظالم وہ ہے جو عصر کو سورج زرد ہونے تک مؤخر کر دے۔ اور کوئی کہے: سابق وُہ ہے جو صدقہ نفل زکوٰۃ کے ساتھ دے کر نیکی کرے، اور مقتصد وُہ ہے جو صرف زکوٰۃ فرض دے، اور ظالم وُہ ہے جو زکوٰۃ نہ دے الخ۔

اور سیوطی نے زرکشی سے نقل کیا بسا اوقات علماء سے مختلف عبارتیں منقول ہوتی ہیں تو جو فہم نہیں رکھتا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ اختلاف حقیقی ہے تو وہ اس کو کئی قول بنا کر حکایت کرتا ہے حالانکہ بات یوں نہیں، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ہر عالم آیت کا ایک معنیٰ ذکر کرتا ہے اس لئے کہ وہ اس کے نزدیک ظاہر تر یا حال سائل کے زیادہ شایاں ہوتا ہے، اور کبھی کوئی عالم شئے کا لازم یا اس کی نظیر بتاتا ہے اور دوسرا اس کا مقصود وثمرہ بتاتا ہے، اور اکثر سب کا بیان ایک ہی معنی کی طرف لوٹتا ہے الخ۔

اور سیوطی علیہ الرحمۃ نے بغوی وکواشی وغیرہما سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ تاویل براہِ استنباط آیت کو ایسے معنیٰ کی طرف پھیرنا ہے جو اس کی اگلی آیۃ پچھلی آیت کے موافق ہو، اور آیت اس کا احتمال رکھتی ہو اور وہ معنیٰ کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو، ایسی تاویل ان لوگوں کو منع نہیں جنھیں تفسیر کا علم ہے جیسے اللہ تعالٰے کے قول "انفروا خفافاً وثقالاً" (یعنی کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے) میں کسی نے کہا: بوڑھے اور جوان۔ اور کسی نے کہا: غنی وفقیر۔ اور کسی کا قول ہے: شادی شدہ

اور مجرد۔ اور کسی کا قول ہے، چست وسُست۔ اور کسی نے کہا، صحت مند و بیمار (یعنی یہ سب کوچ کریں) اور یہ تمام وجوہ بنتی ہیں اور آیت سب کی محتمل ہے، اور یہ فصل وسیع وعریض ہے اگر ہم اس میں مفصل کلام کریں تو وہ کلام ہمیں ہمارے اس مقصود سے باہر کردے گا جس کے ہم درپے ہیں، اور جو ہم نے ذکر کیا اس میں مفصل کلام کریں تو وہ کلام ہمیں ہمارے اس مقصود سے باہر کردے گا جس کے ہم درپے ہیں، اور جو ہم نے ذکر کیا اس میں سمجھ والوں اور ان کے لئے جن کی نظر کلماتِ مفسرین اور علماء کے قرآن مبین سے تمسکات میں رواں ہے کفایت ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۴۹ تا ۵۵۵)

(۴۱) اتقٰی کی تفسیر تقی کرنے والا فقط ابوعبیدہ خارجی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

المقدمة الرابعة هذا التاويل الذى فتحنا ابواب الكلام على ايهامه اعنى تفسير الاتقى بالتقى انما هو مروى عن ابى عبيدة كما صرح به العلامة النسفى رحمه الله تعالٰى فى مدارك التنزيل[1] وحقائق التاويل وابوعبيدة هذا رجل نحوى لغوى من الطبقة السابعة اسمه معمر بن المثنّٰى كان يرى رأى الخوارج وكان سليط اللسان وقاعًا فى العلماء، وتلميذه ابوعبيد القاسم بن سلام احسن منه حالاً وابصر منه بالحديث۔

چوتھا مقدمہ یہ تاویل جس کے ضعف بتانے کے لئے ہم نے کلام کے دروازے کھولے (یعنی اتقٰی کی تفسیر تقی سے کرنا) یہ صرف ابوعبیدہ سے منقول ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں کی ہے، اور یہ ابوعبیدہ ایک آدمی ہے نحو ولغت کا عالم، جو ساتویں طبقہ میں ایک فرد ہے، اس کا نام معمر بن المثنّٰی ہے، خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا، اور یہ بدزبان، علماء کا بدگو تھا، اور اس کے شاگرد ابوعبید قاسم بن سلام کا حال اس سے اچھا تھا اور انھیں حدیث میں اس سے زیادہ بصیرت تھی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۵۶)

(۴۲) اشقٰی کی تفسیر شقی سے استدلالِ مخالف کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

المقدمة الخامسة لعلك يا من يفضل عليًا على الشيخين رضى الله تعالٰى عنهم اجمعين تفرح وتمرح ان هٰؤلاء المفسرين انما عدلوا عن الاتقى الى التقى كيلا يلزم تفضيل الصديق رضى الله تعالٰى عنه على من عداه وحاشاهم عن ذٰلك، الاترى أنهم كما فسروا الاتقى بالتقى كذٰلك اولوا الاشقى بالشقى فاين هذا

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۶۳

من قصدك الذميم تريد لاجله تغيير القرآن العظيم وانما الباعث لهم على ذالك ما ذكره ابوعبيدة بنفسه۔

انبأنا سراج العلماء عن المفتی ابن عمر عن عابد السندی عن یوسف المزجاجی عن ابيه محمد بن العلاء عن حسن العجيمی عن خير الدين الرملی عن العلامة احمد بن امين الدين بن عبد العال عن ابيه عن جده عن العز عبد الرحيم بن الفرات عن ضياء الدين محمد بن محمد الصنعانی عن قوام الدين مسعود بن ابراهيم الكرمانی عن المولٰی حافظ الدين ابی البركات محمود النسفی قال فی مدارك التنزيل" قال ابوعبيدة الاشقی بمعنی الشقی وهو الكافر، والاتقی بمعنی التقی وهو المؤمن لانه لا يختص بالصلی اشقی الاشقياء ولا بالنجاة اتقی الاتقياء وان زعمت انه تعالٰی نكر النار فاراد نارًا مخصوصة بالاشقی، فما تصنع لقوله وسيجنبها الاتقی لأن التقی يجنب تلك النار المخصوصة لا الاتقی منهم خاصة[1] انتهی۔

وتلخيص المقام ان قوله سبحٰنه وتعالٰی" فانذرتكم نارا تلظّٰی ۝ لا يصلٰها الا الاشقی ۝ الذی كذب وتولّٰی[2] ۝ لايمكن اجراءه علی ظاهره لانه يقتضی قصر دخول النار علی اشقی الاشقياء من الكفار فيلزم ان لا يدخلها احد غيره كالفجار والكافرين القاصرين عنه فی الشقاء والاستكبار وهذا باطل قطعاً، فاختار الواحدی والرازی والقاضی والمحلی وابو السعود وأخرون ما ملحظه أن ليس المراد بالاشقی رجل مخصوص يكون أشقی الاشقياء بل المعنی من كان بالغا فی الشقاء متناهيا فيه وهم الكفار عن أخرهم لانسلاخهم عن السعادة بالمرة، امّا المؤمن الفاجر فان كان له وجه الی الشقاء الزائل فوجهه الأخر الی السعادة الابدية وهی الايمان، وهٰؤلاء القائلون لما رأوه مادة الايراد لم تنحسم اذ دخول بعض الفجار ايضاً مقطوع فزعوا الٰی تاويل الصلی باللزوم، وزعم الواحدی انه معناه الحقيقی فقال كما نقل الرازی معنی" لا يصلاها" لايلزمها فی حقيقة اللغة يقال صلی

---

[1] مدارك التنزيل (تفسير النسفی) تحت الآية دار الكتاب العربی بيروت ۴/ ۳۶۳
[2] القرآن الكريم ۹۲/ ۱۴ تا ۱۶

الکافر النار اذالزمها مقاسیا شدتها وحرها، وعندنا ان هذہ الملازمۃ لاتثبت الا الکافر امّا الفاسق فاما ان لایدخلها او ان دخلها تخلص منہا[1] انتہی۔

اقول وما احسن ھذا تاویلا او اصفاہ لولا ان یکدرہ ما سأذکرہ قریبا فارتقب وترکت الرازی الیٰ وجہ اٰخر من التاویل وھو ان یخص عموم ھذا الظاھر بالاٰیات الدالۃ علی وعید الفساق[1]

اقول ھذا جمع بین التاویل والتخصیص وھو مستغنی عنہ اذلو قیل بالتخصیص فکما دلت الاٰیات علیٰ وعید الفساق کذٰلک دلت علیٰ ایعاد سائر الکفار بدلالۃ اظھر واجلی، اللّٰھم اِلا اَن یقال فیہ تکثیر التخصیص جدّا والقصر علی فرد واحد اشد بعدًا ھٰذا ولقد سلک القاضی الامام ابوبکر کما اثرعنہ الفخر الرازی فی مفاتیح الغیب مسلکًا حسنًا اذحاول ابقاء الاشقی علیٰ معناہ الحقیقی اعنی من لایدانیہ احد فی الشقاء وذکر لتصحیح الحصر وجہین یرتاح بہما اللبیب وینداحض کل شک مریب:

الاوّل ان یکون المراد بقولہ تعالیٰ "نارًا تلظّٰی" نارًا مخصوصۃ من النیران لانہا درکات بقولہ تعالیٰ "انّ المنٰفقین فی الدرک الاسفل من النار" فالاٰیۃ تدلّ علیٰ ان تلک النار المخصوصۃ لایصلہا سوی ھذا الاشقی، ولا تدل علیٰ أن الفاسق وغیر من ھذا صفتہ من الکفار لایدخل سائر النیران[2] انتہی۔

اقول فکان کقولہ تعالیٰ "یتجنبہا الاشقی الذی یصلی النار الکبرٰی[3]" ای اعظم النیران جمیعًا علی احد وجوہ التاویلات وردّہ الرازی بان قولہ تعالیٰ "نارًا تلظّٰی" یحتمل ان یکون ذٰلک صفۃ لکل النیران وان یکون صفۃ لنار مخصوصۃ لکنہ تعالیٰ وصف کل نار جہنّم بہٰذا الوصف فی اٰیۃ اخرٰی فقال "انہا لظٰی نزاعۃ للشوٰی[4]"۔

اقول یتراأی من ھٰذہ العبارۃ للایراد وجہتان:

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الاٰیۃ ۹۲/۱۵، ۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳۱/۱۸۵
[2] " " " ۱۴/۱۵، ۱۶ " " ۳۱/۱۸۴
[3] القرآن الکریم ۸۷/۱۱، ۱۲
[4] " ۷۰/۱۵، ۱۶

الاولیٰ ان المورد کانہ ظن ان القاضی الامام یدعی تخصیص النار بصفۃ التلظی کما یتخصص الغلام فی قولنا جاء نی غلام عاقل بصفۃ العقل، ومن ھذا الطریق یقول ان المراد نار مخصوصۃ اعظم النیران فالایراد ح ظاھر الورود اذ الاوصاف انما تخصص اذا کانت خصائص توجد فی فرد دون اٰخر والتلظی لا یختص بنار دون نار، الا تری أن اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ وصف النار مطلقا بانھا لظی نزاعۃ للشوی[۱] ولکن لم یکن القاضی الامام لیرید ھذا وانما ملحظہ الیٰ أن التنکیر للتعظیم فقولہ تعالیٰ ناراً ای ناراً اعظیما لیس کمثلہ نار کانہ اشیر بالتنکیر الیٰ انھا بشھرۃ امرھا وشیوع فزعھا واخذ اھوالھا بمجامع القلوب صارت بمثابۃ لا تسبق الاذھان الا الیھا، فاغنت شھرتھا وانتشار ذکرھا عن تعریف اسمھا کما یفید ذٰلک تنکیر الملیک فی قولہ تعالیٰ "فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر"[۱] وتنکیر الظلم فی قولہ تعالیٰ "الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم"[۲] ای ظلم لا ظلم کمثلہ وھو الشرک۔

پانچواں مقدمہ اے تفضیلیہ! شاید تُو خوش ہو اور فخر کرے کہ یہ مفسرین اتقی سے تقی کی طرف اشقی لئے پھرے کہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ان کے ماسوا دوسرے صحابہ پر لازم نہ آئے اور وہ اس خیال سے بری ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ انھوں نے جس طرح اتقی کی تفسیر تقی سے کی یُونہی اشقی کی تاویل شقی سے کی، تو مفسرین کی اس روش کو تیرے اس بد ارادے سے کیا علاقہ ہے جس کے لئے تُو قرآن عظیم کو بدلنا چاہتا ہے، ان کے لئے اس تفسیر پر ابوعبیدہ کا قول مذکور باعث ہوا۔

ہمیں سراج العلماء نے خبر دی مفتی ابن عمر سے انھوں نے روایت کی عابد سندی سے انھوں نے یوسف مزجاجی سے روایت کی انھوں نے اپنے باپ محمد بن علاء سے انھوں نے حسن العجیمی سے روایت کی انھوں نے خیر الدین رملی سے انھوں نے علامہ احمد بن امین الدین بن عبدالعال سے انھوں نے اپنے باپ سے پھر اپنے دادا سے انھوں نے عز بن عبدالرحیم بن فرات سے انھوں نے ضیاء الدین محمد بن محمد صنعانی سے انھوں نے مولیٰ حافظ الدین ابوالبرکات محمود نسفی سے روایت کیا کہ (علامہ نسفی نے) مدارک التنزیل میں فرمایا ابوعبیدہ نے کہا اشقی بمعنی شقی کے ہے اور وُہ کافر ہے، اور اتقی تقی کے معنی میں ہے اور اس سے مراد مومن ہے اس لئے کہ آگ میں جانا سب اشقیاء سے بڑھ کر شقی کی خصوصیت نہیں ہے اور نجات

---

[۱] القرآن الکریم ۵۴/ ۵۵ و ۷۰/ ۱۵ و ۱۶

[۲] 〃 ۶/ ۸۲

پانا سب پرہیزگاروں سے افضل کے لئے مخصوص نہیں ہے، اور اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ نے نار کو نکرہ فرمایا (اور نکرہ جب محلِ اثبات میں ہو تو اس سے مراد فردِ مخصوص ہوتا ہے) تو اللہ تعالیٰ کی مراد ایک مخصوص نار ہے تو تم اللہ تعالیٰ کے قول (اس سے بہت دُور رکھا جائے گا سب سے بڑا پرہیزگار) کے ساتھ کیا کرو گے اس لئے کہ ہر متقی اس نارِ مخصوص سے دُور رکھا جائے گا نہ کہ خاص کر سب سے بڑا متقی۔

مقامِ تلخیص یہ ہے کہ اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ کے قول فانذرتکم نارا تلظی لا یصلٰھا الا الاشقی الذی کذب وتولّٰی (تو میں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جائیگا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) کو اس کے ظاہری معنیٰ پر جاری رکھنا ممکن نہیں اس لئے کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ دوزخ میں وہی جائے جو کافروں میں سب بدنصیبوں سے بڑا بدنصیب ہو تو لازم آئے گا کہ وُہ فجّار و کفار جو بدنصیبی اور گھمنڈ میں اس سے کم رُتبے کے بدنصیب ہوں دوزخ میں نہ جائیں، اور یہ قطعاً باطل ہے، لہٰذا واحدی و رازی و قاضی و محلی و ابوالسعود اور دیگر مفسرین نے وُہ اختیار کیا جن میں یہ لحاظ ہے کہ اشقی سے مراد کوئی خاص نہیں جو سب سے بڑا شقی ہو بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شقاوت میں حد کو پہنچا ہُوا ہو اور اس مفہوم کے مصداق سارے کافر ہیں اور وہ سعادت سے بالکل محروم ہیں۔ رہا مومنِ فاجر تو اس کا ایک پہلو شقاوتِ فانیہ کی طرف ہے تو دوسرا ابدی سعادت کی طرف ہے اور وُہ سعادتِ ابدی ایمان ہے۔ اور ان لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ اعتراض کا مادہ بالکل ختم نہ ہوا اس لئے کہ بعض بدعمل مسلمانوں کا دوزخ میں جانا ہی قطعی امر ہے۔ لہٰذا یہ لوگ صلی کی تاویل لزوم سے کرنے کی طرف راغب ہوئے۔ واحدی نے کہا کہ لزوم اس کا حقیقی معنیٰ ہے جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے کہ "لا یصلٰھا" کا معنیٰ حقیقت لغت میں "لایلزمھا" ہے۔ کہتے ہیں کہ صَلِیَ الکَافِرُ النَّار جب وہ اس حال میں آگ کو لازم پکڑے درانحالیکہ اس کی شدّت و حرارت کو برداشت کرے۔ اور ہماری رائے یہ ہے کہ ملازمۃ فقط کافر کے لئے ثابت ہے۔ رہا فاسق، تو وہ یا تو اس میں داخل ہی نہ ہو گا یا داخل تو ہو گا مگر اس سے چھٹکارا پالے گا" انتہی۔

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ تاویل کس قدر اچھی ہے اور یہ رنگ کتنا صاف تھا اگر اس کو اس بات نے مکدر نہ کیا ہوتا جو میں عنقریب کروں گا، تو انتظار کرو، اور رازی ایک دوسری تاویل کی طرف مائل ہوئے، اور وُہ یہ کہ اس کے ظاہری معنیٰ کا عموم ان آیات کے ساتھ خاص ہو جو فساق کی وعید پر دلالت کرتی ہو۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ تاویل وتخصیص کو یکجا کرنا ہے اور اس کی حاجت نہیں اس لئے کہ

اگر تخصیص کا قول کیا گیا تو جس طرح آیات فساق کی وعید پر دلالت کرتی ہیں یُونہی تمام کافروں کی وعید پر روشن اور صاف تر دلالت فرماتی ہیں ۔ الٰہی ! تُو مدد فرما ۔ مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں بہت زیادہ تخصیص لازم آئے گی ، اور ایک فرد پر منحصر کر دینا بہت مستبعد ہے یہ لو ، اور قاضی امام ابوبکر نے جیسا کہ امام فخر رازی نے مفاتیح الغیب میں نقل کیا ہے ایک اچھا مسلک اختیار کیا اس لئے کہ اُنھوں نے اشقٰی کو اس کے حقیقی معنٰی پر باقی رکھنے کی کوشش کی اور حصر کی صحت کے لئے دو۲ وجہیں ایسی ذکر کیں جن سے دانشمند چین پائے اور دھوکے میں ڈالنے والا ہر شک زائل ہو جائے ۔

پہلی وجہ یہ کہ قولِ خدا تعالٰے " نارًا تلظّٰی " سے دوزخ کی آتشوں سے ایک مخصوص آتش مراد ہو اس لئے کہ آگ کے مختلف طبقے ہیں کہ اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ " بے شک منافق آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں " اب آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مخصوص آگ میں یہی اشقی جائے گا ، اور اس کا یہ معنٰی نہیں کہ اس بڑے بدنصیب کے سوا دوسرے کافر اور فاسق آگ کے باقی طبقوں میں نہ جائیں انتہی ۔

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی کے فرمان " ویتجنبھا الاشقی الذی یصلی النار الکبرٰی "۲ (دُور رہے گا اس سے وُہ بڑا بدنصیب جو بڑی آگ میں دھنسے گا) یعنی ایک تاویل پر سب سے بڑی آگ دلیل ہو گئی ، اور رازی نے اس قول کو یُوں رَد کیا کہ اللہ تعالٰے کے قول " نارًا تلظّٰی " میں احتمال ہے کہ وہ سب آتشوں کی صفت ہو ، اور ممکن ہے کہ مخصوص آتش کی صفت ہو ۔ لیکن اللہ تعالٰے نے جہنم کی سب آتشوں کا یہی وصف دوسری آیت میں فرمایا ، اس کا ارشادِ گرامی ہے : " انھا لظی نزاعۃ للشوی " (وہ تو بھڑکتی آگ ہے کھال اتار لینے والی) ۔

اقول (میں کہتا ہُوں) اس عبارت سے اعتراض کی دو۲ جہتیں نظر آتی ہیں ؛

پہلی تو یہ ہے کہ گویا معترض نے یہ گمان کیا کہ قاضی امام ابوبکر آتشِ جہنم کے لپٹ مارنے کی صفت سے مخصوص ہونے کے مدعی ہیں اس طور پر جیسے غلام ہمارے قول جاء نی زید عاقل میں صفتِ عقل سے مخصوص ہے ۔ اور اس طریقے سے وُہ فرماتے ہیں کہ مراد خاص آگ ہے جو سب سے بڑی آگ ہے ، تو اعتراض کا ورود اس صورت میں ظاہر ہے اس لئے کہ اوصاف ذات کے ساتھ اسی وقت خاص ہوتے ہیں جبکہ وہ اس فرد کا خاصہ ہوں کہ دُوسرے میں نہ پائے جائیں ، اور لپٹ مارنا ایسا نہیں کہ ایک آگ کی خاص صفت ہو دوسری کی نہ ہو ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی مطلقاً آتشِ جہنم کا وصف بیان فرماتا ہے ؛ انھا لظی نزاعۃ للشوی (یعنی وُہ تو بھڑکتی آگ ہے کھال اتار لینے والی) ۔ لیکن حضرت قاضی امام یہ معنٰی مراد لینے والے نہیں ان کا اشارہ تو اس طرف ہے کہ نکرہ تعظیم کے لئے ہے تو اللہ تعالٰے کے فرمان نارًا کا

مطلب یہ ہے کہ وُہ بڑی آگ ہے اس جیسی کوئی آگ نہیں، گویا وہ اپنی حالت کی شہرت اور اس کی ہیبت کے عام چرچے اور اس کی ہولناکیوں کی پُورے دلوں پر پکڑ کے سبب اس مقام پر ہے کہ ذہن اسی کی طرف سبقت کرتے ہیں، تو اس کی شہرت اور اس کے عام ذکر نے اس سے بے نیاز کر دیا کہ اس کا نام لے کر اسے معین کیا جائے جس طرح یہی فائدہ لفظ ملیك اللہ تعالٰی کے قول "فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر" (یعنی سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور) کا نکرہ ہونا دیتا ہے اور لفظ ظلم اللہ تعالٰی کے قول "الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم" میں یہی فائدہ دیتا ہے یعنی ایسا ظلم کہ کوئی ظلم اس جیسا نہیں اور وہ ظلم شرک ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۵۹ تا ۵۶۸)

(۴۳) آیت کریمہ "انّ الشرك لظلم عظیم" کے شانِ نزول کے بارے میں فرمایا:

أنبأنا مولانا السید حسین جمال اللیل امام الشافعیۃ بمکّۃ المحمیۃ عن خاتمۃ المحدثین محمد عابد السندی عن صالح الفلانی عن محمد بن سِنّۃ عن احمد العجلی عن قطب الدین النھروانی عن ابی الفتوح عن یوسف الھروی عن محمد بن شاہ بخت عن ابی النعمان الختلانی عن الفربری عن محمد بن اسمٰعیل البخاری ثنا ابن ابی عدی ثنا شعبۃ عن سلیمان عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللّٰہ "لما نزلت الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئك لھم الامن وھم مھتدون"، قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اینا لم یظلم فانزل اللہ انّ الشرك لظلم عظیم[1]۔

انبأنا شیخ العلماء مولانا السید زین دحلان المکی الشافعی عن العلامۃ عثمان بن حسن الدمیاطی الشافعی الازھری عن الامیر الکبیر العلامۃ محمد المالکی الازھری والشیخ عبد اللہ الشرقاوی الشافعی و سیدی محمد الشنوانی الشافعی و اُخرین باسانیدھم الی الامام مسلم بن الحجاج النیسابوری بسندہ الی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال فیہ قالوا اینا لایظلم نفسہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس ھو کما تظنون انما ھو کما قال لقمان لابنہ "یا بنیّ لا تشرك باللہ ان الشرك لظلم

---

[1] صحیح البخاری باب ظلم دون ظلم ۱/۱۰ ۲/۶۶۶ و باب قولہ تعالٰی لا تشرک باللہ ۲/۷۰۴ قدیمی کتب خانہ کراچی
انوار التنزیل واسرار التاویل (تفسیر البیضاوی) ۲/۸۲ دار الفکر بیروت ۲/۴۲۵، ۴۲۶

عظیم » وھکذا اخرجہ الامام احمد[1] والترمذی وقد اختار الرازی بنفسہ عین ھذا التوجیہ فی قولہ تعالٰی " ارأیت الذی ینھی عبدًا اذا صلّی " قال التنکیر فی عبدًا یدل علی کونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاملاً فی العبودیۃ کانہ تعالٰی یقول انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبد لا یفی العالم بشرح بیانیہ وصفۃ اخلاصہ فی عبودیتہ[2] انتھی۔

والثانیۃ ان توصیفہ بالتلظی ینافی ھذا التخصیص لانہ وصف مطلق النار لا نار مخصوص، **اقول** ولیس بشیئ اذ لا یمتنع توصیف فرد عظیم من جنس بوصف عام تشترک فیہ الأفراد جمیعا وانما الممتنع عکسہ، اعنی توصیف جمیع الافراد بما یختص بہ فرد خاص، الاتری الی قولہ تعالٰی "ما محمد الا رسول[3]" مع انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظم الرسل واکرمھم بالاطلاق، والرسالۃ وصف عام یشترک فیہ المرسلون جمیعا، ولیس فی الاٰیۃ مایدل علی القصر حتی ینافی العموم علی ان التلظی مقول بالتشکیک فیجوز ان یراد ھنا تلظ خاص لیس کمثلہ تلظ کما قال اللہ سبحٰنہ وتعالٰی "یایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم[4]" اطلق الضلال واراد الضلال البعید وھو الکفر۔

اخرج الامام احمد والطبرانی وغیرھما عن ابی عامر الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ھذہ الاٰیۃ فقال لا یضرکم من ضل من الکفار اذا اھتدیتم[5]

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب صدق الایمان واخلاصہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۷
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الانعام امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۳۲
مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۴
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الاٰیۃ ۹۶/ ۱۰۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۲/ ۲۱
[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۴
[4] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵
[5] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی عامر الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۹ و ۲۰۱
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب التفسیر سورۃ المائدۃ دار الکتاب العربی بیروت ۷/ ۱۹

والعجب ان الرازی جنح بنفسه الیٰ نحو من ھذا فی قولہ تعالیٰ "نارٌ حامیۃ" قال والمعنی ان سائر النیران بالنسبۃ الیہا کانہا لیست حامیۃ ، وھٰذا القدر کاف فی فی التنبیہ علیٰ قوۃ سخونتہا نعوذ باللہ منہا[1] الخ فما للشعیر یوکل ویذم۔

اقول لك ان تقول ان تلظی من المجرد وتلظی من المزید وزیادۃ اللفظ تدل علیٰ زیادۃ المعنی ، کما قالوا فی الرحمٰن والرحیم وغیر ذٰلك مع فیہ من التشدید لفظا المنبئ عن الشدۃ معنی کما فی قتل وقتّل وقاتل وقتّال مع أن باب الادعاء واسع و قصر الوصف علیٰ اعظم من یوصف شائع ، قال تعالیٰ فی المھاجرین "اولٰئك ھم الصادقون[2]" ویمکن أن تجعل من ھذا القبیل امثال قولہ تعالیٰ "انہ ھو السمیع العلیم[3]" وقد حققنا المسئلۃ فی خاتمۃ رسالتنا سلطنۃ المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بما لامزید علیہ ھٰذا وکان قلب ابی عبیدۃ رکن الیٰ ھذا الوجہ الذی ذکر القاضی الامام شیئا قلیلا ثم بدا لہ ما بدا فانحجم کما حکینا لك کلامہ ستسمع مناجوا بہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

الثانی من وجھی القاضی "ان المراد بقولہ تعالیٰ "نارًا تلظّٰی" النیران اجمع ، ویکون المراد بقولہ تعالیٰ لایصلٰہا الا الاشقی ای ھٰذا الاشقی بہ احق ، وثبوت ھٰذہ الزیادۃ فی الاستحقاق غیر حاصل الا لھٰذا الاشقی[4]" انتھی ۔ والیٰ نحو من ھذا یمیل ما جزم بہ الزمخشری فی الکشاف مقتصرا علیہ ونقلہ الامام النسفی رامزا الیہ من ان "الأیۃ واردۃ فی الموازنۃ بین حالتی عظیم من المشرکین وعظیم من المؤمنین فارید أن یبالغ فی صفتیھما ، فقیل الأشقی وجعل مختصا بالصلی کان النار لم تخلق الا لہ ، وقیل الاتقی وجعل مختصا بالنجاۃ کان الجنۃ لم تخلق الا لہ[5]" انتھی۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۱۰۱/۱۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۲/۷۱

[2] القرآن الکریم ۵۹/۸

[3] القرآن الکریم ۴۱/۳۶

[4] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/۱۵، ۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۱/۱۸۴

[5] مدارک التنزیل تحت الآیۃ ۹۲/۱۶ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۶۳

اقول وھذا ھو الحصر الادعائی الذی وصفنا لک ولا شک انہ دائر سائر بین البلغاء یشھد بھٰذا من تتبع دواوین العرب وکلامھم فی المدح والھجاء ومعلوم ان الزمخشری لہ ید طولٰی وکعب عُلیا فی فنون الادب وصنائع الادباء فقول الرازی انہ ترک الظاھر من غیر دلیل[1] انتھی غیر مستحسن وای شیئ اکبر دلالۃ من الاحتیاج الٰی تصحیح الکلام ولیس تاویل الأشقی بالشقی اقرب الی الظاھر من ھذا الحصر مع شیوعہ و کثرۃ وقوعہ نظماً ونثراً وتصحیح الکلام قرینۃ کافیۃ فی امثال ھذا المقام" الا تری انک اذا سمعت رجلا یقول"زید ھو الکریم" علمت اوّل وھلۃ من دون تأمل ولا مھلۃ ان مرادہ ان لیس کریم مثلہ لا أن لاکریم سوہ وھذا ظاھر جدا ، ھذا مایتعلق بحکم الاشقی، ولا شک أن الکلام ھٰھنا محتاج بظاھرہ الٰی تاویل اوتوجیہ لکن اباعبیدۃ زاد فی الشطرنج بغلۃ ثم تتابع فی قوم من المتاخرین ینقلون کلامہ من دون تنقیح کما حکینا لک دیدنہم من کلام الامام العلامۃ السیوطی رحمہ اللہ تعالٰی حملہ علی ذٰلک" ان ظن" ان اٰیۃ الاتقی ایضا محتاجۃ الی التاویل حیث قال وان زعمت انہ تعالٰی نکرالنار الٰی اُخر ما نقلنا عنہ فلم یثبت أن اخذ الاتقی بمعنی التقی لیشمل کل مؤمن و وافقہ علٰی ذٰلک الزمخشری وغیرہ لکنھم لم یوفقوہ علی التاویل کما سمعت وھذا کلام لایقوم علٰی ساق اذلیس فی قولہ تعالٰی"وسیجنبھا الاتقی" مایدل علی الحصر والقصر وانما یصف اللہ سبحٰنہ وتعالٰی عبدًا لہ اتقی بانہ یجتنب النار ویبعد عنھا لاانہ لایجنب النار الاھو ورحم اللہ الرازی حیث تفطن لھذا فذکر فی الاشقی قولا انہ بمعنی الشقی و لم یذکرہ فی الاتقی رأسا بل صرح بخلافہ حیث قال"ھذا لایدل علٰی حال غیر الاتقی الّا علٰی سبیل المفھوم والتمسک بدلیل الخطاب[2] الخ۔

اقول بل ولایتمشی علٰی مذھب القائلین بمفھوم الصفۃ ایضًا فان الکلام مسوق لمدح الاتقی کما یدل علیہ سبب النزول ومقام المدح والذم مستثنٰی عندھم ایضا کماھو مذکور فی کتب الاصول فیا للعجب من القاضی البیضاوی الشافعی کیف تمسک

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳۱/ ۱۸۵

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ھٰھنا بالمفھوم مع انه لیس مخله بالاتفاق و أشد العجب من القاضی الامام ابی بکر الشافعی اذ زل قلمه فمال الی افادة الحصر مع انه یخالف ائمته فی القول بالمفهوم رأساً، وھکذا یرینا اللّٰه اٰیاته فی الاٰفاق و فی انفسنا کیلا یغتر مغتر بدقة انظارہ و لا یسخر ساخر من عاثر فی افکارہ اذ نری کل صارم ینبو وکل جواد یکبو فعلام یزھو من یزھو وسقی اللّٰه عهد من قالوا وما ادرٰک من قالوا سادة کرام قادة الامة ابراھیم النخعی ومالك بن انس وغیرھما من الائمة اذ قالوا ولنعم ما قالوا کل احد ماخوذ من کلامه ومردود علیه الا صاحب ھٰذا القبر صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم، نسأل اللّٰه الوقایة فی البدایة والنھایة، والحمد للّٰه رب العٰلمین۔

ہمیں خبر دی مولانا سید حسین جمال اللیل نے جو مکہ میں امام شافعیہ ہیں وہ روایت کرتے ہیں خاتمۃ المحدثین محمد عابد سندی سے انھوں نے روایت کیا صالح فلانی سے انھوں نے روایت کی محمد بن سنّہ سے انھوں نے احمد عجلی سے انھوں نے قطب الدین نہروانی سے انھوں نے ابوالفتوح سے انھوں نے یوسف ہروی سے انھوں نے محمد بن شاہ بخت سے انھوں نے ابوالنعمان ختلانی سے انھوں نے فربری سے انھوں نے محمد بن اسمٰعیل بخاری سے، بخاری نے فرمایا ہم سے ابن ابی عدی نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی انھوں نے سلیمان سے انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے علقمہ نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی کہ جب یہ آیت کریمہ "الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئك لھم الامن وھم مھتدون" (یعنی وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انھیں کے لئے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں) نازل ہوئی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اصحاب بولے ہم میں کون ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا، اللہ تعالٰی نے آیہ کریمہ "ان الشرك لظلم عظیم" (شرک بڑا ظلم ہے) نازل فرمائی۔

ہمیں شیخ العلماء مولانا سید احمد زینی دحلان مکی شافعی نے خبر دی انھوں نے علامہ عثمان بن حسن دمیاطی شافعی ازہری سے انھوں نے امیر کبیر علامہ محمد مالکی ازہری اور شیخ عبداللہ شرقاوی الشافعی اور سیدی محمد شنوانی شافعی اور دیگر علماء سے ان کی سندوں کے ساتھ جو امام مسلم بن حجاج نیشاپوری

---

[1] الیواقیت والجواھر المبحث التاسع والاربعون دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۷۸

الانصاف لولی اللہ دہلوی مکتبہ حقیقۃ دار الشفقت استنبول ترکی ص ۱۳

تک پہنچتی ہیں انھوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ تک اپنی سند سے روایت کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا صحابہ کرام نے عرض کی ہم میں کس نے ظلم نہ کیا، تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ظلم نہیں جو تم گمان کرتے ہو یہ تو اس طرح ہے جیسے لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے! اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور مسلم کے حدیث کے مثل امام احمد و ترمذی نے بھی روایت کیا اور خود رازی نے یہی توجیہ اللہ تعالٰے کے قول "ارأیت الذی ینھی عبدًا اذا صلّٰی" (بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے) میں اختیار کی انھوں نے فرمایا کہ عبدًا کا نکرہ ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبودیت میں کامل ہیں گویا اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ تمام جہان حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حقیقت کے بیان اور عبودیت میں ان کے اخلاص کی توصیف کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

دوسری یہ کہ آگ کو تلظّی (بھڑکنے) سے موصوف فرمانا اس تخصیص کے منافی ہے اس لئے کہ بھڑکنا مطلقًا ہر آگ کی صفت ہے نہ کہ کسی خاص آگ کی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض کوئی چیز نہیں اس لئے کہ کسی جنس کے عظیم فرد کو ایسے عام وصف سے موصوف کرنا جس میں سارے افراد شریک ہوں ممتنع نہیں، ممتنع تو اس کا عکس ہے یعنی تمام افراد کو ایسی صفت سے موصوف کیا جائے جو کسی خاص فرد کی صفت ہو، کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالٰی کے اس قول کی طرف "اور محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں" حالانکہ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سب رسولوں سے مطلقًا افضل و اعلٰی ہیں اور رسالت ایک وصف عام ہے جس میں سب رسول شریک ہیں، اور آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو حصر پر دلالت کرتا ہو کہ عموم کے منافی ہو، مزید برآں تلظّی (بھڑکنا) کلی متشکک ہے لہذا جائز ہے کہ اس جگہ خاص تلظّی (بھڑکنا) مراد ہو جس کے مثل کوئی تلظّی نہ ہو، جیسے اللہ سبحٰنہ وتعالٰی نے فرمایا: "اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو تمھارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو" مطلق ضلال بولا اور ضلال بعید مراد لیا اور وہ کفر ہے۔

امام احمد و طبرانی وغیرہما نے ابو عامر اشعری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کی انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دریافت کیا اس آیت کے بارے میں، تو حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا: تمھارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ جو گمراہ ہوا (یعنی کافر لوگ) جبکہ تم راہ پر ہو۔

اور تعجب تو یہ ہے کہ فخر رازی خود اس کے قریب توجیہ کی طرف مائل ہوئے اللہ تعالٰے کے قول نارٌ حامیۃ کی تفسیر میں انھوں نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ ہر آگ جہنم کی آگ کے مقابل گویا گرم ہی نہیں اور اتنی بات آتشِ جہنّم کی سخت گرمی پر متنبہ فرمانے کو کافی ہے ہم اللہ کی اس سے پناہ مانگتے ہیں تو کیا بات ہے جو کھایا جائے اور بُرا بھی کہا جائے۔

میں کہتا ہوں اور تمھیں پہنچتا ہے کہ تم کہو کہ لفظی مجرد کے قبیل سے ہے اور تلظی مزید کے قبیل سے ہے اور لفظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ رحمان و رحیم وغیرہ میں علماء نے فرمایا اس کے ساتھ تلظی میں لفظی شدت ہے جو معنوی شدت کی خبر دیتی ہے جیسے لفظ قتل اور قتّل اور قاتل و قتّال ہیں، اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ادعاء کا باب واسع ہے اور صفت کو سب موصوفین سے بڑے موصوف پر مقصود رکھنا عرف شائع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مہاجرین کے بارے میں ارشاد ہے اولٰئك هم الصادقون (یہی لوگ سچے ہیں) اور ممکن کہ تم اللہ تعالیٰ کے قول (بیشک وہی سنتا جانتا ہے) کو اس قبیل سے قرار دو، اور ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق اپنے رسالہ سلطنۃ المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتمہ میں ایسے کلام سے جس پر زیادتی نہیں ہوسکتی کی ہے اور اس توجیہ کی طرف جو قاضی امام نے بیان فرمائی ابو عبیدہ کا دل کچھ مائل ہوا تھا پھر اس کو سوجھی جو سوجھی تو وہ اس سے منحرف ہوگیا جیسا کہ ہم تم سے اس کا کلام ذکر کرچکے اور عنقریب تم ہم سے اس کا جواب سنو گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قاضی کی ارشاد فرمودہ دو وجہوں میں سے دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول نارًا تلظّی سے مراد تمام آتشیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے قول لا یصلٰھا الا الاشقی (اس میں نہ جائے گا مگر وہ سب سے بڑا بدبخت) سے مراد یہ ہے کہ یہ سب سے بڑا بدبخت ان تمام آزمائشوں کے سب سے زیادہ سزاوار ہے اور استحقاق کی زیادتی اسی سب سے بڑے بدبخت کو حاصل ہے انتہی۔ اور اس سے قریب توجیہ کی طرف وہ توجیہ مائل ہے جس پر زمخشری نے جزم کیا کشاف میں اس پر اکتفاء کرتے ہوئے، اور زمخشری کی وہ توجیہ امام نسفی نے اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے نقل فرمائی وہ توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے ایک عظیم اور مومنین کے ایک عظیم کے دو متناقض صفتوں میں مبالغہ فرمایا جائے تو اشقی فرمایا گیا اور اسے آتشِ جہنم میں جانے کے لئے مخصوص ٹھہرایا گیا گویا جہنم کی آگ اسی کے لئے پیدا ہوئی ہے، اور اتقی فرمایا گیا اور نجات کے لئے مخصوص فرمایا گیا گویا جنت اسی کے لئے بنی ہے انتہی۔

میں کہتا ہوں یہی وہ حصر ادعائی ہے جس کا بیان ہم نے تم سے کیا اور کوئی شک نہیں کہ یہ بلغاء میں دائر و سائر ہے اس کی گواہی عرب کے دیوانوں کو اور مدح و ہجو میں ان کے کلام کو خوب مطالعہ کرنے والا دے گا، اور یہ معلوم ہے کہ زمخشری کو فنونِ ادب اور ادیبوں کی صنعتوں میں بڑی دسترس ہے اور اونچا درجہ حاصل ہے تو فخر رازی کا زمخشری پر یہ اعتراض کہ اس کی یہ توجیہ ظاہر کو بے دلیل چھوڑنا ہے انتہی خوب نہیں، اور کلام کی تصحیح کی حاجت سے بڑی کون سی دلیل ہے اور اشقی کی تاویل شقی سے اس حصر کی بہ نسبت ظاہر سے نزدیک تر نہیں باوجود اس کے یہ حصر عرف میں شائع ہے اور نظم و نثر میں بکثرت واقع ہے

اور تصحیح کلام کی حاجت اس جیسے مقامات میں قرینہ کافیہ ہے ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم کسی کو یہ کہتے سنو کہ زید ہی کریم ہے تو پہلی فرصت میں تم جان جاؤ گے کہ زید جیسا کوئی کریم نہیں، نہ یہ کہ زید کے سوا کوئی کریم نہیں ، اور یہ خوب ظاہر ہے ، یہ تو حکم اشقی سے متعلق تھا اور کوئی شک نہیں کہ اس مقام پر کلام اپنے ظاہر سے تاویل یا توجیہ کا محتاج ہے لیکن ابوعبیدہ نے شطرنج کے مہروں میں بغلہ (خچر) بڑھا دیا پھر متاخرین میں سے کچھ لوگ پے در پے اس کا کلام بغیر تنقیح کے نقل کرتے رہے ، جیسا کہ ہم نے تم سے امام علامہ سیوطی کے کلام سے ان کی عادت کی حکایت کی ، اس کے لئے اس کا سبب یہ ہوا کہ اس نے یہ گمان کیا کہ وہ آیت تھی جس میں اتقی وارد ہوا تاویل کی حاجتمند ہے اس لئے کہ اس نے کہا کہ اگر تم کہو کہ اللہ تعالیٰ نے نار کو نکرہ فرمایا آخر تک جو ہم نے ان سے نقل کیا تو کچھ دیر نہ ٹھہرا کہ اتقی کو بمعنی تقی کے لیا تا کہ آیت ہر مومن کو شامل ہو جائے اور اسی بات میں زمخشری وغیرہ نے اس سے اتفاق کیا مگر اس کی تاویل میں ان لوگوں نے اس کی موافقت نہ کی جیسا کہ تو نے سنا ، اور یہ کلام پایۂ ثبات پر قائم نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے قول وسیجنبها الاتقی میں کوئی لفظ نہیں جو حصر پر دلالت کرتا ہو، اللہ تعالیٰ تو اپنے ایک بندے کا وصف بیان فرماتا ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہو ، یوں کہ وہ جہنم کی آتش سے بہت دور رکھا جائے گا، یہ مطلب نہیں کہ جہنم کی آگ سے وہی بچایا جائے گا ۔ اور اللہ تعالیٰ علامہ رازی پر اپنی رحمت فرمائے کہ اُنھوں نے اس امر کو سمجھ لیا لہذا اشقی میں ایک قول ذکر کیا کہ وہ بمعنی شقی کے ہے، اور اتقی میں اسے بالکل ذکر نہ کیا بلکہ اس کے خلاف تصریح کی اُنھوں نے فرمایا یہ آیت کریمہ جس میں اتقی کے لئے بشارت ہے غیر اتقی کے حال پر دلالت نہیں کرتی مگر اپنے مفہوم کے اعتبار سے اور دلیل خطاب سے تمسک کے طور پر الخ۔

میں کہتا ہوں بلکہ یہ بات اُن کے مذہب پر بھی نہیں چلتی جو مفہوم صفت کے قائل ہیں اس لئے کہ کلام مدحتِ اتقی کے لئے لایا گیا ہے جیسا کہ اس پر سببِ نزول دلالت کرتا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک مقامِ مدح و ذم بھی مستثنیٰ ہے جیسا کہ کتب اصولِ فقہ میں مذکور ہے تو قاضی بیضاوی شافعی پر تعجب ہے اُنھوں نے کیونکر مفہوم سے استدلال کیا حالانکہ بالاتفاق یہ اس کا محل نہیں ، اور سخت تعجب تو قاضی امام ابوبکر شافعی پر ہے کہ ان کے قلم نے لغزش کی تو وہ اس طرف مائل ہوئے کہ آیت حصر کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ وہ قول بالمفہوم میں اپنے ائمہ کے بالکل مخالف ہیں ، اور یونہی اللہ ہمیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور ہمارے نفوس میں دکھاتا ہے تا کہ کوئی اپنی باریک بینی پر مغرور نہ ہو اور کوئی ہنسنے والا اپنے افکار میں لغزش کرنے والے سے نہ ہنسے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں ہر تلوار اُچٹتی ہے اور ہر گھوڑا گرتا ہے تو گھمنڈ کرنے والا کاہے کو گھمنڈ کرے ۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانے کو سیراب کرے

جنھوں نے فرمایا اور تمھیں کیا خبر وہ کون لوگ ہیں جنھوں نے فرمایا سرداران بزرگ اُمّت کے مقتدا ابراہیم نخعی و مالک بن انس وغیرہ ائمہ کہ انھوں نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا کہ ہر شخص کی کوئی بات مقبول ہوتی ہے اور کوئی نامقبول، مگر اس قبر شریف کے ساکن یعنی حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کہ ان کی ہر بات قبول ہے۔ ہم اللہ تعالٰے سے حفاظت مانگتے ہیں ابتداء وانتہاء میں، والحمد للہ رب العالمین۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۶۸ تا ۵۷۷)

(۴۴) اتقٰی کی تفسیر تقی سے کرنے پر ابو عبیدہ کا رَدِّ بلیغ کرتے ہوئے فرمایا:

والاٰن اٰن اٰن نستکمل الرد علیٰ ابی عبیدۃ فیما فرعنه وفیما اطمأن علیه فاقول وباللہ التوفیق زعم الرجل اوّلاً ان تاویل الاشقی بالشقی ینجیه عما فیه اذ اٰل الکلام الیٰ ان لایصلی النار الاکافر وھذا حق لاغبار علیه۔

قلنا نظرت الموصوف وترکت الصفة یقول اللہ سبحٰنه وتعالیٰ "لا یصلٰھا الا الاشقی الذی کذب وتولّٰی"[1] ومعلوم ان من الکفار من لم یکذب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم مدة عمرہ لا بجنانه ولا بلسانه وانما کفرہ ان سبق الکتاب وخذل التوفیق والعیاذ بوجه المولی الکریم۔

اقول وھذا ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم أفنی عمرہ فی حفظه وحمایته وبلغ الغایة القصوٰی من محبته وولایته قدکان حبه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم أخذ بمجامع قلبه، حتی کان یفضله علی الاطفال الصغار من بنی صلبه، ولما بعث اللہ تعالیٰ نبیه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فدعا المشرکین الی التوحید وھجم علیه الاعداء من کل شاء وبعید، قام یناضل عنه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فاعظم برہ ولازم نصرہ وقاسی ما قاسی من شدائد لا تحصی فی مھاجرة المشرکین من عشیرته الاقربین، وھو الذی لما تمالأت قریش علی المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ونفروا عنه من یرید الاسلام انشاء قصیدة تدل علی عظم حبه المصطفیٰ وشدة بغضه اعدائه اللیام کما روی ابن اسحٰق وغیرہ من الثقات ومنھا ھذہ الابیات ؎

---

[1] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۵، ۱۶

اعبد مناف انکو خیر قومکم — فلا تشرکوا فی امرکم کل واغل
فقد خفت ان لو یصلح اللہ امرکم — تکونوا کما کانت احادیث وائل
اعوذ برب الناس من کل طاعن — علینا بسوء او ملح بباطل
ومن کاشح یسعیٰ لنا بغیبة — ومن ملحق فی الدین مالم یحاول
وثور ومن ارسیٰ ثبیراً مکانه — وراق لبرٍّ فی حراء ونازل
وبالبیت حق البیت فی بطن مکة — وباللہ ان اللہ لیس بغافل
کذبتم وبیت اللہ نبزی محمداً — ولما نطاعن دونه ونناضل
ونسلمه حتی نصرع حوله — وننذهل عن ابناءنا والحلائل
لعمری لقد کلفت وجدا باحمد — واجبته داب المحب المواصل
فمن مثله فی الناس ای مؤمل — اذا قاسه الحکام عند التفاضل
حلیم رشید عاقل غیر طائش — یوالی الاها لیس عنه بغافل
فو اللہ لولا ان اجئ بسبة — تجرّعلی اشیاخنا فی المحافل
لکنا اتبعناه علیٰ کل حالة — من الدهر جدا غیر قول التهازل
فاصبح فینا احمد فی ارومة — تقصر عنها سورة المتطاول
حدبت بنفسی دونه وحمیته — ودافعت عنه بالذرا والکلاکل[1]

ولقد کان یتبرک بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویتوسل بہ الی اللہ تعالیٰ فی الدعاء کما یدل علیہ ما روی العلماء من سنة قریش وحدیث الاستسقاء[2]، وقد حث الناس علیٰ اتباعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واخبر عن امور لم تقع فصدق سبحنہ وتعالیٰ ظنہ ووقع کشل اخبارہ فوقع ولقد کان لہ موقع عظیم فی قلب النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰة والتسلیم حتی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما جاءہ اعرابی فقال یا رسول اللہ اتیناک وما لنا صبی یصیح ولا بعیر یبط وانشد ابیاتاً فقام

---

[1] السیرة النبویة لسید احمد زینی دحلان علی ہامش السیرة الحلبیة باب وفاة عبدالمطلب المکتبة الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۳
السیرة النبویة لابن ہشام شعر ابی طالب فی استعطاف قریش دار ابن کثیر بیروت الجزء الاول والثانی ص ۲۷۲ تا ۲۸۰
[2] صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۷

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجر رداءہ حتی صعد المنبر ورفع یدیہ الی السماء فو اللہ مارد یدیہ بکر یمین حتی التقت السماء بأبراقھا وجاءوا یضجون خوف الغرق، فضحک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ وتذکر قول ابی طالب فی مدحہ حیث یقول ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتٰمی عصمۃ للارامل[1]

فقال للہ در ابی طالب لوکان حیا لقرت عیناہ من ینشدنا قولہ، فقال علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ یارسول اللہ کانک ترید قولہ وابیض یستسقی، وذکر ابیاتاً فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجل کما اخرجہ البیہقی فی دلائل النبوۃ[2] عن سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فانظر الی قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "للہ درّ ابی طالب" وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "لوکان حیّا لقرت عیناہ" وقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "من ینشدنا قولہ" ولم ینقل عنہ مرۃ انہ رد علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقولا کذبہ فیہ بل ھو القائل فی تلک القصیدۃ مخاطبا لقریش ؎

لقد علموا ان ابننا لا مکذب لدینا ولا یعنی بقول الاباطل[3]

ولذا کان اھون اھل النار عذاباً کما فی الصحاح ونفعتہ شفاعۃ الشفیع المرتجی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی اخرج الی ضحضاح[4] علی خلاف من سائر الکافرین الذین لا تنفعھم شفاعۃ الشافعین، ویالیتہ لو اسلم لکان من افضل اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولکن قضاء اللہ لایرد وحکمہ لایعقب وللہ الحجّۃ السامیۃ ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم وقد فصّلنا المسئلۃ فی بعض فتاوٰنا واظھرنا بطلان قول من قال باسلامہ واذا کان ذٰلک کذٰلک ظھر ان الحصر فی الشق المکذّب ایضاً غیر مستقیم الی ھذا اشار القاضی الامام حیث قال "لایمکن اجراء ھٰذہ الاٰیۃ علیٰ ظاھرھا، ویدل علی

---

[1] صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۷
دلائل النبوۃ للبیہقی باب استسقاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۱۴۱

[2] " " " " " " " " " "

السیرۃ النبویۃ سید احمد زینی دحلان علی ہامش السیرۃ الحلبیۃ باب وفاۃ عبدالمطلب المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۲

[3] " " " " " " " " " ۱/ ۸۳

[4] صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸

ذٰلک ثلٰثۃ اوجہ :

احدھا أنہ یقتضی ان لایدخل النار" الاالاشقی الذی کذب وتولی" فوجب فی الکافر الذی لم یکذب ولم یتول ان لایدخل النار[1] الخ۔

قلت وبما قررنا المقال بان لک انخساف ماقال الرازی متعقبا للامام القاضی ان کل کافر لابد وان یکون مکذباً للنبی فی دعواہ ویکون متولیاً عن النظر فی دلالۃ صدق ذٰلک النبی[2] الخ وظھر ایضاً أن ھٰذا التاویل الذی ارتضاہ کثیر من المتاخرین و لایسد خلۃ ولایشفی غلۃ وعلیک بتلطیف القریحۃ۔

وزعم ثانیاً ان اٰیۃ الأتقی ایضا تفتقر الی التاویل لقرینتھا فارتکب ماکان فی مندوحۃ عنہ کما حققنا۔

وزعم ثالثاً ان تاویلہ الاتقٰی بالتقی مما یفیدہ ویغنی زعما منہ ان غیرالتقی المذکور فی الاٰیۃ لایجنب النار۔

اقول ولایرد علیہ ماسینطق أن این رحمۃ اللہ تعالٰی علی العصاۃ وقد اٰذنت نصوص قواطع ان کثیرا من الفجار والمثقلین بالاوزار والھالکین علی الاصرار لایسمعون حسیس النار بمحض رحمۃ العزیز الغفار وفیض شفاعۃ الشفیع المختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اذ التقوی درجات وفنون اولھا اتقاء الکفر وھٰذا یستوی فیہ المؤمنون وقد افصح ابوعبیدۃ عن مرادہ اذقال" الاتقی بمعنی التقی وھو المؤمن[3] انتھی۔

اقول وبہ اندفع مایترأی من النقض بالصبیان والمجانین فان المراد بالتقی المؤمن والصبی ان عقل فاسلامہ معقول مقبول والجنون ان طرء فیستصحب الایمان السالف والا فینسحب علیھما حکم الفطرۃ الاسلامیۃ۔

اوراب وقت آگیا ہے کہ ہم ابوعبیدہ کا رَد اس میں جس سے اس نے فرار اختیار کیا اور جس پر وُہ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۵، ۱۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳۱/ ۱۸۴

[2] " " " " " " " " "

[3] مدارک التنزیل (التفسیر النسفی) بحوالہ ابی عبیدہ " ۹۲/ ۱۷ دارالکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۶۳

مطمئن ہُوا تمام کریں، تو میں کہتا ہُوں اور اللہ ہی سے توفیق ہے اس شخص نے پہلے یہ خیال کیا کہ اشقی کی تاویل شقی سے اسے اس آفت سے نجات دے دے گی جس میں وہ مبتلا ہے اس لئے کہ کلام کا مآل یہ ہوا کہ دوزخ کی آگ میں کافر ہی جائے گا۔ اور یہ بات حق ہے جس پر کوئی غبار نہیں۔

ہم کہیں گے کہ تم نے موصوف کو دیکھا اور صفت کو چھوڑ دیا اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ فرماتا ہے لا یصلٰہا الا الاشقی الذی کذب وتولّی (اس میں نہ جائے گا مگر وہ سب سے بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) اور یہ معلوم ہے کہ کافروں میں وہ بھی ہیں جنھوں نے اپنی تمام عمر نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نہ جھٹلایا نہ اپنے دل سے نہ اپنی زبان سے، اس کا کفر تو یُوں ہوا کہ اللہ کا لکھا غالب آیا اور توفیقِ الٰہی نے اس کا ساتھ نہ دیا اور مولائے کریم کی ذات کی پناہ ہے۔

میں کہتا ہُوں یہ ہیں ابو طالب رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے چچا جنھوں نے اپنی عمر حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی حفاظت وحمایت میں فنا کر دی اور وہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت اور نصرت کی انتہائی حد کو پہنچے، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت نے ان کے پورے دل کو ایسا پکڑ لیا تھا کہ اپنے صلبی کم سن بچوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فضیلت دیتے تھے اور جب اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو سرکار نے مشرکین کو وحدانیت کی طرف بُلایا اور دین کے دشمن ہر سمت دُور دراز سے حملہ آور ہُوئے ابو طالب ان کی حمایت کو کافروں سے لڑنے کو کھڑے ہو گئے تو سرکار کے ساتھ بڑی نیکی کی اور ہمیشہ ان کی مدد کی اور اپنے قریبی رشتہ مشرکوں کی طرف سے کیسی بے شمار سختیاں جھیلیں۔ یہ وہی ابو طالب تھے کہ جب سارے قریش مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مخالف ہوئے اور اسلام کے خواہشمندوں کو سرکار علیہ السلام سے دُور کیا تو اُنھوں نے ایک قصیدہ کہا جو مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بڑی محبت اور ان کے کمین دشمنان سے شدید عداوت کی دلیل ہے، جیسا کہ ابن اسحٰق نے معتمد راویوں سے روایت کیا ہے، اسی قصیدہ کے یہ شعر ہیں: (ترجمہ):

اے عبد مناف کے بیٹو! تم اپنی قوم میں سب سے بہتر ہو، تو تم اپنے معاملے میں ہر خسیس کو شریک نہ کرو۔ بیشک مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اللہ نے تمھارا حال ٹھیک نہ کیا تو تم وائل کے افسانوں کی طرح افسانہ ہو جاؤ گے۔ میں لوگوں کے رب کی پناہ چاہتا ہوں ہر برائی کا طعنہ دینے والے اور باطل پر اصرار کرنے والے سے اور کینہ پرور سے جو ہم پر گھمنڈ کی کوشش کرے اور اس سے جو دین میں ایسی بات شامل کرے جو دین میں کبھی نہ پائی گئی ہو۔ اور کوہِ ثور سے اور اس سے جس نے کوہِ ثبیر کو اپنی جگہ جمایا اور کوہِ حرا میں عبادت کے لئے چڑھنے اور اُترنے والے سے۔

اور اللہ تعالیٰ کے سچے گھر کی قسم (جو مکہ شہر میں ہے) اور اللہ کی قسم بیشک اللہ تعالیٰ بےخبر نہیں ۔ اللہ کے گھر کی قسم! اے کافرو! تم جھوٹے ہو اس گمان میں کہ ہم محمد (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کو چھوڑ دیں گے ۔ حالانکہ ابھی ہم نے حضور علیہ السلام کے گرد نیزوں اور تیروں سے جنگ نہ کی اور کیا ہم محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تمھارے سپرد کر دیں گے جب تک کہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں سے غافل نہ ہو جائیں ۔ مجھے اپنی جان کی قسم! مجھے محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شدید محبّت ہے اور میں انھیں ایسا چاہتا ہوں جس طرح پیہم چاہنے والے کی عادت ہوتی ہے ۔ جب فیصلہ کرنے والے مقابلے کے وقت کسی کو ان پر قیاس کریں تو ان جیسا لوگوں میں کون ہے جس کے لئے یہ امید ہو کہ وہ ان کا ہم پلّہ ہوگا ۔ حلم والے، رشد والے، طیش والے نہیں وہ بیوقوف و بے قدر سے محبّت رکھتے ہیں جو ان سے غافل نہیں۔ تو خدا کی قسم! اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں ایسا کام کروں جو ہمارے بزرگوں پر محافل میں ملامت کا سبب بنے ۔ تو ہم نے زمانہ کی ہر حالت میں ان کی پیروی کی ہوتی تو یہ بات سنجیدگی سے بے مذاق کے کہتا ہوں ۔ تو احمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہمارے اندر ایسے عالی نسب ہیں جس کو فخر کرنے والے کی محبّت پانے سے عاجز ہے ۔ میں نے اپنی جان کو ان کے سپرد کر دیا اور ان کی حمایت کی اور سرداروں اور گروہوں کے ذریعہ (یا سروں اور سینوں کے ذریعہ) دشمنوں سے حضور کا بچاؤ کیا ۔

اور نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے برکت طلب کرتے اور دعا میں آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بناتے چنانچہ اس پر قریش کی قحط سالی اور سرکار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے وسیلہ سے بارش طلب کرنے کا واقعہ جسے علمائے نے روایت فرمایا ہے دلالت کرتا ہے اور بیشک ابو طالب نے لوگوں کو سرکار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی اتباع پر اُبھارا اور اُن باتوں کی خبر دی جو واقع نہ ہوئی تھیں تو ایسا ہی ہوا جیسا اُنھوں نے خبر دی اور نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے دل میں ان کے لئے مقام عظیم تھا یہاں تک کہ جب سرکار علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک اعرابی نے آکر عرض کی کہ ہم سرکار کے پاس آئے ہیں اور حال یہ ہے کہ ضُعف سے ہمارے بچّوں کی آواز نہیں نکلتی اور ہمارے اُونٹ لاغری سے کراہتے نہیں اور اس اعرابی نے سرکار کی مدح میں کچھ اشعار پڑھے تو سرکار علیہ الصّلوٰۃ والسلام چادر اقدس کو گھسیٹتے ہوئے اُٹھے اور منبر پر صعود فرمایا اور آسمان کی جانب اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو خدا کی قسم ابھی سرکار علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ نیچے نہ کئے تھے کہ آسمان بجلیوں سے بھر گیا اور اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ

پکارتے ہوئے آئے کہ ہم ڈوبے۔ تو سرکار علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے تبسّم فرمایا یہاں تک کہ دندانِ اقدس چمکے اور آپ کو اپنی تعریف میں ابوطالب کا قول یاد آیا جب اُنھوں نے عرض کیا تھا کہ:

سرکار گورے ہیں جن کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کی ٹیک اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔

پھر سرکار علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ کے لئے ابُوطالب کی خوبی ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں، کون ہمیں ان کے شعر سنائے گا؟ تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کیا گویا سرکار کی مراد ان کا وہ قصیدہ ہے جس میں انھوں نے عرض کی "وہ گورے رنگ والے جن کے چہرے کے ذریعہ بارش طلب کی جاتی ہے"۔ اور سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ نے چند شعر پڑھے تو سرکار علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں میں یہی چاہتا تھا۔ جیسا کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں سیّدنا انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا تو سرکار ابد قرار علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے قول "دَرُّ ابی طالب" (اللہ کے لئے ابوطالب کی خوبی ہے) کو دیکھو اور حضور صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس فرمان کو دیکھو:

"اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں"۔ اور حضور صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کے اس ارشاد پر نظر کرو کہ "ہمیں کون ابوطالب کے شعر سنائے گا"۔ اور ایک بار بھی منقول نہ ہوا کہ ابوطالب نے سرکار کی کسی بات کو رَد کیا ہو یا سرکار کو جھٹلایا ہو، بلکہ خود اسی قصیدہ میں قریش سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ:

"خدا کی قسم! لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا فرزند ہمارے نزدیک ایسا نہیں کہ جھٹلایا جائے اور نہ اُسے جھوٹی باتوں سے کام ہے۔"

اور اسی وجہ سے ابوطالب پر تمام دوزخیوں سے ہلکا عذاب ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہوا، اور شفیع مرتجٰی (امیدگاہِ عاصیاں) صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت نے انھیں نفع دیا تو ان پر تخفیف کے لئے انھیں جہنّم کے بالائی سرے پر رکھ دیا گیا اور یہ معاملہ ان کے ساتھ سارے کافروں کے برخلاف ہے جنھیں شفیعوں کی شفاعت کام نہ دے گی اور کاش! وہ ایمان لاتے تو نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے افضل صحابہ سے ہوتے۔ لیکن اللہ کا لکھا ہُوا نہیں ٹلتا اور اس کا حکم نہیں بدلتا اور اللہ ہی کے لئے حجت بلند ہے اور معصیت سے پھرنے کی قوت اور طاعت کی طاقت اللہ عزیز حکیم کے دیئے بغیر نہیں، اور ہم نے اس مسئلہ کو اپنے بعض فتاوٰی میں تفصیل سے بیان کیا اور ابوطالب کے اسلام کے قائل کی رائے کا بطلان ظاہر کیا ہے اور جب یہ بات یُوں ہے تو ظاہر ہُوا کہ حصر شقی مکذِّب (جھٹلانے والے) میں بھی درست نہیں، اسی طرف قاضی امام ابوبکر نے

اشارہ کیا چنانچہ اُنھوں نے فرمایا کہ اس آیت کو اس کے ظاہری معنیٰ پر جاری کرنا ممکن نہیں اور اس پر تین وجوہ دلالت کرتی ہیں ؛

ان میں سے **ایک** یہ ہے کہ یہ حصر اس کا مقتضی ہے کہ جہنم میں وہی کافر جائے گا جو سب سے بڑا بدبخت ہو جس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی ہو اور ان کی سچائی کے دلائل میں نظر سے اعراض کرتا ہو، تو لازم آیا کہ وُہ کافر جس سے تکذیب و اعراض سرزد نہ ہوا (جیسے ابوطالب) جہنم میں نہ جائے ۔

میں کہتا ہُوں جس طور پر ہم نے اپنے مقالہ کی تقریر کی اس سے امام رازی کے اس قول کا ضعف ظاہر ہوگیا جو انھوں نے امام قاضی پر بطور اعتراض کیا ہے کہ ہر کافر نبی کو اس کے دعوے میں جُھٹلانا ضروری ہے اور اس نبی کے دلائل صدق میں نظر سے رُوگردانی اسے لازم ہے الخ اور یہ بھی ظاہر ہُوا کہ یہ تاویل جسے بہت سے متاخرین نے پسند کیا کوئی حاجت پُوری نہیں کرتی نہ تشنگی کو بجھاتی ہے اور تم لطافتِ طبع کو لازم پکڑو ۔

اور **ثانیاً** اُسے گمان کیا کہ وہ آیت جو اتقٰی کے بارے میں ہے وہ بھی اپنے ساتھ والی آیت کی طرح محتاج تاویل ہے ، تو اس کا ارتکاب کیا جس سے وُہ بے نیاز تھے جیسا کہ ہم نے تحقیق کی ۔

اور **ثالثاً** گمان کیا کہ اس کا اتقٰی کو تقی کی طرف مؤول کرنا اسے فائدہ دے گا اور غنا بخشے گا اس گمان کی بناء پر کہ اس کے نزدیک آیت میں مذکور تقی کے سوا کوئی آتشِ دوزخ سے نہ بچایا جائے گا ۔

میں کہتا ہُوں اور اس پر وُہ سوال وارد نہیں ہوتا جسے عنقریب وُہ بولے گا کہ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت گنہگاروں پر کہاں گئی حالانکہ قطعی دلیلیں بتا چکیں کہ بہت سے بدعمل اور گناہوں سے بوجھل اور مرتے دم تک گناہوں کے عادی محض رحمتِ عزیز غفار اور شفیعِ مختار صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب آتشِ دوزخ کی بھنک نہ سُنیں گے اس لئے کہ تقویٰ کے درجات و اقسام میں ان کا پہلا درجہ کُفر سے بچنا ہے جس میں مومن برابر ہیں ، اور ابوعبیدہ نے اپنی مراد ظاہر کردی کہ اس نے کہا اتقٰی بمعنی تقی کے ہے اور تقی مومن ہے اھ ۔

میں کہتا ہُوں اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہوگیا جو بچّوں اور پاگلوں سے نقض کے ذریعہ اٹھتا معلوم ہوتا تھا اس لئے کہ تقی سے مراد مومن ہے اور بچہ اگر سمجھ والا ہے تو اس کا اسلام معقول اور مقبول ہے ، اور مجنون پر جنون اگر طاری ہے تو شرعاً اس کا ایمان سابق اس کے ساتھ مانا جائے گا ورنہ ان دونوں پر حکم فطرت اسلامیہ جاری (یعنی انھیں بہ حکم مسلمان جانیں گے) ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۷۸ تا ۵۸۶)

(۴۵) اتقی کے معانی پر مزید بحث کرتے ہوئے فرمایا:

لکنی **اقول** اولاً فمِ ماذا تصنع باللام الداخلۃ علی الاتقی اذ قد تقرر فی الاصول انہا ان لم تکن للعھد فللاستغراق[1]، ومعلوم ان من المؤمنین من یعذب ولا یجنب ولا ینفع ارادۃ اللزوم بالصلی اذ الکنایۃ للنار دون الصلی، ولقد اغرب من تفطن لبعض من ھذا کالقاضی البیضاوی فحمل الکلام علی من یتقی الکفر والمعاصی

اقول نعم الاٰن یصح الاستغراق ولکن من للحصر المزعوم الذی یرتکب لاجلہ تاویل الاتقی، اذ من الفجار من یجنب ولا یعذب کما ذکرنا وعلی ھذا یرد النقض ایضا بالصبی والمجنون۔

و **اقول** ثانیاً اغمضنا ھذا کلہ وترکناکم وشانکم فاذھبوا بالکلام الٰی ما تشتھیہ انفسکم الا انکم اغفلتم الصفۃ ھٰھنا غفولکم عنہا فی "الاشقی الذی کذب وتولّٰی[2]" فان اللہ سبحٰنہ وتعالٰی لم یرسل الاتقی ارسالا بل خصہ "بالذی یؤتی مالہ یتزکی[3]" ومعلوم ان التقی الفقیر لا مال لہ وانہ مجنب عن النار لا شک، فان کان الکلام علی الحصر کما زعمتم فالحصر لم یستقم بعد والا فما ذا یلجئکم الی التاویل والعدول عن ظاھر التنزیل، عن ھذا نقول ان الوجہ ترک التکلف وصون اللفظین لاسیما الاتقی عن التغییر والتصرف لانعدام الحاجۃ فی احدی الاٰیتین واندفاعہا بطریق اسلم فی الاخرٰی کما یفیدہ الوجہان اللذان ذکرھما القاضی الامام مع ما شاھدنا ان التاویل یراد ولا مفاد ویقادر ولا ینقاد بید أنی ما یدرینی لعل الجدال یوری نارا موقدۃ تطلع علی الافئدۃ، فیقوم قائل ان وجھی القاضی ایضا یحکم علیہما بشیئ فلا مناص من تشدید الارکان وتجدید الاعیان علٰی حسب الامکان۔

فاقول وربّی ولی الاحسان یستبعد علی الوجہ الاوّل وصف الاتقی بانہ یجنب تلک النار الکبری فان مدح اکرم القوم بانہ لیس أرذل القوم مما لا یستملح۔

اقول والمخلص الاستخدام وھو شائع فی فصیح الکلام بل عدوہ والتوریۃ اشرف

---

[1] التوضیح والتلویح نورانی کتب خانہ پشاور ص ۱۳۶

[2] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۵ و ۱۶

[3] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۸

انواع البدیع ، بل منھم من قدمہ فی الشرف علی الجمیع کما ذکر الامام العلامۃ السیوطی[1] و منہ فی القرآن العظیم قولہ تعالٰی " ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین[2]۔"

المراد بالانسان أبونا آدم علیہ السلام و بالضمیر ولدہ ، ومنہ قولہ تعالٰی " اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ[3]۔"

المراد بامر اللہ بعثۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی احد الوجوہ فی تاویلہ اخرج ابن مردویۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فی قولہ تعالٰی اتی امر اللہ قال محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، والمراد بالضمیر قیام الساعۃ قالہ العلامۃ السیوطی[4] نفعنا اللہ تعالٰی بعلومہ آمین ۔

اقول فان قلت اذا اردتم بالنار اعظم النیران المخصوص باشقی الاشقیاء ، فما معنی انذار سائر الناس عنہ قلت المعنی إن شاء اللہ تعالٰی ان الاشقی انما بلغ ما بلغ من کمال الشقاء وسوء الجزاء وجھد البلاء بما ثابر علیہ من الکفر و العناد والاصرار والاستکبار فاحذروا انتم یایھا الناس ان لم تنیبوا الی الحق ودمتم کدوامہ ان تعادلوہ فی الشقاء فتلقوا اثاما کمثل اثامہ فکانت الآیۃ علی حد قولہ تعالٰی " فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد وثمود[5]" فانھم انما اصابھم ما اصابھم لمثل ھذا الاعراض فما ذا یؤمنکم ان مضیتم علی دابھم ان تعذبوا بعذابھم او حصل الانذار بأنہ تعالٰی أخبر أن ھناک عدوًا اشقی من یوجد ولہ جزاء اسوء ما یکون و الناس غیر دارین انہ من ھو ، ولم یذکر اللہ من صفاتہ الا التکذیب والتولی ، فحق ان تنقطع قلب کل مکذب وینفلق کبد کل متول خوفا وفرقا ان یکون ھو ھو فمن ھذا الوجہ جاء الانذار لسائر الناس فاتقنہ فانہ من احسن السوانح بتوفیق الملک العلیم الفاتح

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والخمسون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۱۵۳
[2] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۲، ۱۳ [3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱
[4] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والخمسون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۱۵۴
[5] القرآن الکریم ۴۱/ ۱۳

جل جلاله وهذا الکلام یجری بعضه فی الوجه الثانی ایضا، لکن هنا دقیقة غامضة و هی أن امثال هٰذا الحصر الادعائی انما تناسب المقام اذا کان سوق الکلام لذم هٰذا الاشقی الملام، فکانه قیل انه بلغ من الشقاء مبلغاً تضمحل دونه سائر الشقاوات فکانه لایلج النار الاھو، امّا اذا سیق مساق الانذار لجمیع الکفار أوقصد ذٰلک ایضا مع قصد الذم فلعلّه لایستحسن حینئذ حصر العقاب فی رجل واحد، تأمل فانه موضعه، والعبد الضعیف لهذا یجد نفسه ارکن الی الوجه الاول دون الثانی، وفیه الغنیة وحصول المنیة، والحمد لله معطی الامانی، ثم لما بلغت هذا المقام راجعت العزیزی بعدما استعرته من بعض الاعزة فرأیت المولیٰ عبد العزیز تجاوز الله تعالیٰ عنا وعنه تنبه لهذا الاستبعاد الذی ذکرته فی الوجه الاول وجهی القاضی و حق له ان یتنبه فانه العلم فی الذکاء والفطانة، ثم اجاب عنه بجوابین:

الاوّل یقارب ما قالوا من القول بالاستخدام۔

والثانی ان التجنیب من تلک النار المخصوصة بالکفار ایضا لها عرض عریض و غایة القصوی مختصة بالاتقی وسائر المومنین وان کانوا مجنبین لکن لاکمثله[1] انتهی معرّبا۔

اقول الوجه الوجه الاول وعلیه عندی المعول و امّا ماذکر من الوجه الثانی فلیس بشئ عندی وان کان هو المرضی لدیه حتی اورد الاول بصیغة التمریض وذٰلک لان کون التجنیب مقولا بالتشکیک مسلم فی مطلق النار التی یمکن ان یدخلها بعض المؤمنین ومعنی العرض العریض فیه کما یسبق الیه ذهنی القاصر أن الذنوب مقتضاها الأصلی الذی لوخلیت هی وطبایعها ما اقتضت الا ایاہ انما هو اصابة الجزاء الذی اوعدبه علیها وهٰذا ظاهر جدّا، فکل من اذنب ذنبا ولو مرة استحق بذنبه هذا أن یؤاخذه الملک جل جلاله، ولا تقبض حسناته المتکاثرة علی العزیز المقتدر اذ نفع الحسنات انما یعود الیه، فکیف یمن علی الله تعالیٰ بما عمله لنفع نفسه، فکیف یجعله ذریعة الی ابطال منشور الجزاء عن راسه وقد قیل له

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیة ۹۲/۱۷ مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۰۴

بأفصح بیان ان کما تدین تدان[1]، غایة الامر ان یقسم لبثه فی الدارین علی مقدار لبثه فی العملین کماً وکیفاً، فیجوز ان تمسّه النار بما یعدل هذا المقدار، وقد اعتقدنا نحن معشر اهل السنة والجماعة رزقنا الله سبحٰنه وتعالیٰ حظ الرحمة والشفاعة انه تبارک وتعالیٰ له أن یؤاخذ عبده کل جریمة ولو صغیرة کما ان له ان یتجاوز عن کل کبیرة، هٰذا فضل وذٰلک عدل[2] وما الله بظلّامٍ للعبید۔ ثم ان المولیٰ جل وعلا بغایة عدله وضع الجزاء مشاکلاً للعمل لذا ید یم تنعیم المؤمن وتعذیب الکافر اذ قد علم من نیتهما ومکنونات طویتهما أنهما عازمان علیٰ ادامة ما فیهما من الکفر والایمان حتی لو داموا فی الدنیا لداموا علیه الا تری الیٰ قوله تعالیٰ "ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه[2]" ولذٰلک لما انسلخ ابو طالب عن الکفار بشراشره واثبت قدمیه علیٰ تلک الملة الخبیثة نجا الدیان سبحٰنه سائر بدنه من النار وسلط العذاب علی قدمیه کما فی حدیث الشیخین[3] وغیرهما فقضیة المشاکلة أن من تساوت حسناته وسیّاٰته یساوی لبثه فی العذاب بلبثه فی دار الثواب ومن اذنب ذنبا واحدا اذیق اثامه ومن الم بسیئة ثم انقلع عنها فجزاءه المشاکل ان یدنی الی النار ثم یبعد عنها لیذوق من الفزع والغم قدر ما ذاق من اللذة فی اللمم هذا حکم العدل وحکم العدل هو الاصل لکن المولیٰ الجواد الکریم الذی "کتب علیٰ نفسه الرحمٰة[4]" وجعل لها السبقة علی الغضب منة ونعمة تشفع الیه شفیعان رفیعان وجیهان حبیبان لایردان ولا یخیبان رحمته الکاملة العامة الشاملة وهذا النبی الکریم المبعوث من الحرم بفیض الجود والکرم صلی الله تعالیٰ علیه واٰله وبارک وسلم فوعد بالطاف جمیلة ورحمات جلیلة فضلا من لدیه من دون وجوب علیه، وحاشاه أن یجب علیه شیئ "وهو یجیر ولا یجار علیه[5]"

---

[1] کنز العمال حدیث ۴۳۰۳۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۷۷۲

[2] القرآن الکریم ۶/ ۲۸

[3] صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸
صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب " " ۱/ ۱۱۵

[4] القرآن الکریم ۶/ ۱۲ [5] القرآن الکریم ۲۳/ ۸۸

20/20

ولبشر" أن الحسنات يذهبن السيئات[۱]" وان اللمم معفوعنا(ان شاء الله تعالیٰ)"ان ربك واسع المغفرة[۲]" وان الله تجاوز لناعنا ماهمت به انفسنا ما لم نعمل او نتكلم و أن من تعادلت كفتاه لم يدخل النار وان لا يهلك عند الله الامارد متمرد وهذا كله تفضل وتكرم من المولى الحی جلت آلاه وتوالت نعماؤه وله الحمد كما يحب ويرضیٰ فكل من اذنب اولم ثم جنبه المولى النار فانما جنبه على استحقاق منه لجزاء ماعمله كما قال تبارك وتعالیٰ "ان ربك لذو مغفرة للناس على ظلمهم[۳]"، بل لامعنى للمغفرة الا التجاوز صاحب الحق عن استيفاء حقه كلاً او بعضاً فهذا تجنيب بعد تقريب وأنجا بعد الجباء مع ما فيه ايضا من تفاوت الرتب كما لا يخفی ، اما الذی بلغ من التقوی غايته القصوی حتی تنزه عن كل مايكره وفنی عن الخلق وبقی على الحق وارتفع شانه عن اتيان عصيان ونظر بالرضی الیٰ مايبغض الرحمٰن، فهذا محال ان يكون من النار فی شئ أو النار منه فی شئ لاسيما اتقی الاتقياء وأصفی الاصفياء الذی لم يزل من الحق بعين الرضا فی جميع احواله ، ولم يسوء النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فعلة من افعاله ، فذاك العبد ذاك العبد كلت الالسن عن شرح كماله وتاهت العقول فی تيه جلاله جالت وعالت ، فبقيت تكبو ثم رجعت فسئلت فقالت هو هو فغاية القول فيه أنه أولى العباد وأول المراد بقول الجواد "ان الذين سبقت لهم منا الحسنیٰ اولٰئك عنها مبعدون ۝ لا يسمعون حسيسها وهم فی ما اشتهت انفسهم خالدون ولا يحزنهم الفزع الاكبر وتتلقٰهم الملٰئكة هذا يومكم الذی كنتم توعدون[۴]۝" هذا معنى العرض العريض للتجنيب من مطلق النار على حسب مايطيقه البيان ، و لايتأتی مثله فی النار المخصوصة بالكفار اذ انما هی جزاء الكفر والمؤمنون كلهم متساوون فی التباعد عنه اذ الكفر والايمان لا يزيدان ولا ينقصان والمسئلة اجماعية

---

۱ القرآن الكريم ۱۱/۱۱۴

۲ " ۵۳/۳۲

۳ " ۱۳/۶

۴ " ۲۱/۱۰۱ تا ۱۰۳

والنزاع لفظی فوجب ان یتساووا فی البُعد عن جزاء الکفر ایضًا، و امّا قوله تبارك وتعالیٰ "هم للکفر یومئذٍ اقرب منهم للایمان[1]" فهذا بالنظر الی الظاهر اذ الاٰیة فی المنافقین لقوله "یقولون بافواههم مالیس فی قلوبهم ؕ والله اعلم بما یکتمون[2]" یعنی أنهم کانوا یتظاهرون بالایمان فیظن الجاهل بما فی السرائر انهم مؤمنون، لما کانوا یتباعدون بالسنتهم عن الکفر ثم لما انعزلوا عن عسکر المؤمنین و قالوا "لونعلم قتالا لاتبعناکم[3]" تخرق الحجاب وغلب علی الظنون انهم لیسوا بمؤمنین مع تجویزان یکون هذا القول منهم تکاسلاً واخلاداً الی ارض الدعة، فهذا معنی القرب والبعد او المراد بالکفر و الایمان اهلوهما اذ تقلیلهم سواد المؤمنین بالانعزال عنهم تقویة للمشرکین کذا قال المفسرون هذا ماعندی، والله سبحٰنه وتعالیٰ اعلم۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ اوّلاً جب اتقی بمعنی تقی کے ٹھہرا تو اس صورت میں اس لام کے ساتھ کیا معاملہ کروگے جو اتقی پر داخل ہے اس لئے کہ اصول میں مقرر ہوچکا ہے کہ لام اگر عہد کے لئے نہ ہوگا تو استغراق کے لئے ہوگا۔ اور یہ معلوم ہے کہ مومنوں میں وہ ہیں جنھیں عذاب ہوگا اور وہ آتشِ دوزخ سے نہ بچائے جائیں گے اور یہ مفید نہیں کہ یَصلٰی سے بجائے آگ میں جانے کے آگ کا لازم ہونا مراد لیا جائے اس لئے کہ یجنبھا (اسے دوزخ سے دُور کیا جائے گا) میں ضمیر جہنم کی آگ کی طرف لَوٹتی ہے نہ کہ صلی مصدر کی طرف (جس کا معنٰی آگ میں جانا ہے) اور جس کا ذہن ان باتوں میں سے بعض کی طرف پہنچا اس نے عجیب وغریب کام کیا جیسے قاضی بیضاوی، توانھوں نے کلام کو اس پر محمول کیا جو کفر اور گناہوں سے بچے لیکن اس حصرِ مزعوم کا مددگار کون جس کی وجہ سے اتقی کی تاویل کا ارتکاب کیا جاتا ہے اس لئے کہ فاجروں میں وُہ بھی ہے جو دوزخ کی آگ سے دُور رہے گا اور اسے عذاب نہ ہوگا۔

اور ثانیًا میں کہتا ہُوں کہ ہم نے ان تمام باتوں سے آنکھ میچی اور آپ کو آپ کے حال پر چھوڑا تو کلام کو جدھر چاہئے لے جائیے مگر آپ لوگ یہاں بھی صفت سے غافل رہے جس طرح اشقی

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷

[2] " " ۳/ ۱۶۷

[3] " " ۳/ ۱۶۷

(جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا) کے معاملہ میں آپ نے صفت سے غفلت کی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اتقی کو مطلق نہ رکھا بلکہ اسے اس کے ساتھ خاص کیا جو اپنا مال ستھرا ہونے کو راہِ خدا میں دے، اور یہ معلوم ہے کہ تقی فقیر کے پاس مال نہیں ہے حالانکہ وہ آتشِ دوزخ سے دُور رہے گا۔ تو اگر کلام بر سبیل حصر ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا زعم ہے تو حصر تو اب بھی درست نہیں ہوا اور اگر حصر پر بناء نہیں تو آپ کو تاویل اور ظاہر تنزیل سے عدول کی طرف کون سی چیز مضطر کرتی ہے اسی سبب سے ہم کہتے ہیں کہ صحیح طریقہ یہی ہے کہ تکلف چھوڑا جائے اور دونوں لفظوں خصوصًا اتقی کو تصرف و تغیّر سے محفوظ رکھیں اس لئے کہ ایک آیت میں تاویل کی حاجت نہیں اور دوسری میں مسلک اسلم سے حاجت مندفع ہو جاتی ہے جیسا کہ ان دُو وجہوں نے افادہ کیا جو قاضی امام نے ذکر فرمائیں باوجودیکہ ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ تاویل مراد ہوتی ہے حالانکہ کوئی مفاد نہیں ہوتا اور وہ کھینچی جاتی ہے جبکہ وہ نہیں کھنچتی۔ لیکن میں کیا جانوں شاید بحث روشن آگ کو بھڑکائے جو دلوں پر چمکے تو کوئی قائل کھڑا ہو جائے اور کہے کہ قاضی کی مذکورہ دُو وجہوں پر بھی کچھ غبار ہے لہٰذا ارکان کو مضبوط کرنا اور اشیاء کی تجدید بقدرِ امکان ضروری ہے۔

تو میں کہتا ہوں اور میرا رب ولیِ نعمت ہے، پہلی وجہ پر اتقی کا یہ وصف بیان کرنا کہ وہ بڑی آگ سے دُور رکھا جائے گا مستبعد ہے اس لئے کہ قوم کے بزرگ ترین کے لئے یہ کہنا کہ وہ رذیل ترین نہیں ہے، اس میں کوئی ملاحت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اور اس سے نجات دہندہ وہ استخدام ہے اور وہ کلام فصیح میں شائع ہے، بلکہ علماء نے استخدام و توریہ کو بدیع کی سب سے عمدہ قسم شمار کیا ہے، بلکہ بعض علماء نے استخدام کو شرف میں تمام اقسامِ بدیع پر مقدم رکھا ہے، جیسا کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے، اور اس قبیل سے قرآن عظیم میں اللہ تعالےٰ کا قول ہے: "اور بیشک ہم نے آدمی کو چُنی ہوئی مٹّی سے بنایا پھر اسے پانی کی بُوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔"

آیت میں انسان سے مراد ہم انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام ہیں اور ضمیر سے مراد ان کی اولاد ہے، اور اسی قبیل سے اللہ تعالےٰ کا قول ہے کہ "اللہ تعالےٰ کا حکم آیا تو اس کی جلدی نہ مچاؤ۔" اس آیت میں ایک وجہ پر امر اللہ سے مراد محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہے اس تاویل کو ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ اللہ تعالےٰ کے قول "اتیٰ امر اللہ" میں "امر اللہ" سے مراد محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں۔ اور ضمیر سے مراد قیامت کا قائم ہونا ہے،

یہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے ذکر کیا ہے اللہ تعالےٰ ہمیں ان کے علوم سے نفع بخشے، آمین!

میں کہتا ہوں اب اگر تم کہو جبکہ آپ نے آیت میں مذکور نار سے دوزخ کی سب سے بڑی آگ مراد لی جو تمام اشقیاء سے بدتر شقی کے لئے مخصوص ہے تو سب لوگوں کو اس سے ڈرانے کا کیا مقصد ہے' تو میں کہوں گا کہ مقصد ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ہے کہ وہ سب سے بڑا شقی کمال شقاوت اور بُری جزا اور سخت بلا کے جس درجہ پر پہنچا اس کا سبب وُہی کفر و عناد ہے اور اصرار اور گھمنڈ ہے جس پر وہ قائم رہا' تو اے لوگو! تم ڈرو کہ اگر تم حق کو نہ مانو اور ناحق پر جمے رہو جیسا کہ وُہ بڑا بدبخت جما رہا کہیں تم بدبختی میں اس کے برابر نہ ہو جاؤ تو اس کے عذاب جیسا عذاب پاؤ تو یہ آیت اللہ تعالےٰ کے قول "پھر اگر وہ مُنہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ میں تمھیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی" کے طور پر ہے اس لئے کہ عاد و ثمود پر جو مصیبت اُتری وہ اسی طور کے اعراض (رُوگردانی) کے سبب اُتری تو تمھیں کون سی چیز بے خوف کرتی ہے، اگر تم ان اگلوں کی عادت پر جمے رہو ان جیسا عذاب پانے سے یا سب کے لئے تنبیہ ہو گئی کہ اللہ تعالےٰ نے بتایا کہ آخرت میں اللہ تعالےٰ کا ایک دشمن نہایت بدبخت ہوگا اور اس کے لئے نہایت بدترین سزا ہے اور لوگ نہیں جانتے کہ وُہ کون ہے، اور اللہ تعالےٰ نے اس کی صفات میں سے جھٹلانے اور منہ موڑنے کے سوا کچھ ذکر نہیں کیا تو بجا ہے کہ ہر جھٹلانے والے کا دل کٹ جائے اور ہر مُنہ موڑنے والے کا کلیجہ پھٹ جائے اس ڈر سے کہ کہیں وہی نہ سب سے بڑا بدبخت ہو جس کی یہ سزا سُنائی گئی تو اس وجہ سے یہ تخویف سب لوگوں کے لئے آئی، اس نکتہ کو یاد رکھو کہ یہ بادشاہ علیم فاتح (علم والے عقدہ کھولنے والے جل جلالہ) کی توفیق سے ایک اچھا خیال ہے اور یہ تقریر کچھ وجہ ثانی میں بھی جاری ہے، لیکن یہاں ایک نہایت خفی نکتہ ہے اور وُہ یہ کہ ایسے حصر ادعائی موقع کے مناسب اسی وقت ہوں گے جبکہ سیاقِ کلام اس بڑے بدبخت و قابلِ ملامت کی مذمت کے لئے ہو' تو گویا یُوں فرمایا گیا کہ یہ شخص شقاوت کے اس درجہ تک پہنچا جس کے آگے سب شقاوتیں ہیچ ہیں تو گویا دوزخ میں اس کے سوا کوئی نہ جائے گا، مگر جبکہ یہ کلام تمام کافروں کی تخویف کے لئے ہو یا مذمت کے ساتھ یہ قصد بھی ہو تو شاید عذاب کو ایک شخص میں منحصر بتانا مستحسن نہیں، غور کرو کہ یہ مقامِ غور ہے اور یہ بندۂ ناتواں اسی لئے خود کو دوسری وجہ کے بجائے پہلی وجہ کی طرف زیادہ مائل پاتا ہے اور اسی میں بے نیازی اور مطلب کا حصول ہے، اور اللہ تعالےٰ کے لئے حمد ہے جو مرادیں عطا فرماتا ہے، پھر میں جب اس مقام تک پہنچا میں نے تفسیر عزیزی اپنے بعض اعزّہ سے عاریۃً لے کر دیکھی تو میں نے حضرت مولانا عبدالعزیز کو (اللہ تعالےٰ ہمیں اور انھیں معاف فرمائے) دیکھا کہ وہ اس اعتراض کی طرف متنبہ ہوئے جو وجہ اوّل پر

اعلیٰحضرت نے فرمایا اور انھیں متنبّہ ہونا ہی چاہیئے اس لئے کہ وُہ ذکاوت و فطانت کا پہاڑ ہیں ۔ پھر اس کے دو۲ جواب دیئے :

پہلا تو وہی ہے جو علمائے نے اختیار فرمایا یعنی استخدام کا طریقہ ۔
دُوسرا یہ کہ اس نار سے دُور رکھا جانا جو کافروں کے ساتھ خاص ہے اس میں بڑی وسعت ہے اور اس کی آخری حد اتقی کے لئے خاص ہے اور باقی مسلمان اگرچہ وہ بھی اس آگ سے دُور رہیں گے لیکن اس کی طرح نہیں اھ ۔

میں کہتا ہُوں وجہ تو پہلی وجہ ہے اور میرے نزدیک وہی معتمد ہے ، اور جو دوسری وجہ ذکر کی وہ میرے نزدیک کوئی چیز نہیں اگرچہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کو دُوسری پسند ہے کہ پہلی کو ایسے صیغہ سے ذکر کیا جس سے اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لئے کہ نار سے دُور رہنا اس کا کلی مشکک ہونا مطلق نار میں مسلّم ہے جس میں بعض مومن داخل ہو سکتے ہیں اور تجنیب (نارِ دوزخ سے دُور رہنا) میں بڑی وسعت کا معنیٰ جیسا کہ میرا ذہن قاصر اس کی طرف سبقت کرتا ہے کہ گناہوں کا وہ مقتضائے اصلی کہ گناہ اپنی طبیعت کے ساتھ چھوڑ دیئے جائیں تو اسی کا تقاضا کریں تو یہ ہے کہ بندہ کو وہ سزا ملے جس کی اسے گناہوں پر وعید سُنائی گئی ، اور یہ بہت ظاہر ہے ، تو ہر وہ شخص جس نے ایک بار بھی گناہ کیا اللہ تعالٰے کی پکڑ کا مستحق ہے اور بندہ کی بکثرت نیکیاں خدائے غالب و قدیر کو مانع نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ نیکیوں کا نفع تو بندہ ہی کو پہنچتا ہے تو کیسے اللہ تعالٰے کو اپنے بھلے کے لئے کیئے ہُوئے کام کا احسان جتائے گا اور کیونکر اسے سزا کے دستور کو سرے سے باطل کرنے کا ذریعہ بنائے گا ، حالانکہ بندہ کو خوب واضح بیان سے کہہ دیا گیا ہے کہ جیسا تُو کرے گا ویسا تجھے بدلہ دیا جائے گا ۔ غایت امر یہ ہے کہ دُنیا و آخرت میں بندہ کی مدتِ اقامت کو نیک و بد ہر دو عمل میں ٹھہرنے کی مقدار پر باعتبارِ قدر و کیفیت تقسیم کریں تو ممکن ہے کہ اسے آگ اتنی مدت تک چھُوئے جو اس کے مقدار عمل کے برابر ہو ، اور ہم اہلسنّت و جماعت (اللہ ہمیں رحمت و شفاعت سے نصیب عطا فرمائے) کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰے کو حق ہے کہ وُہ بندے سے ہر جُرم پر مواخذہ کرے اگرچہ صغیرہ ہو جس طرح کہ اس کو سزاوار ہے کہ ہر گناہ سے درگزر فرمائے اگرچہ کبیرہ ہو ، اور یہ اس کا فضل ہے اور وُہ اس کا عدل ، اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا ۔ اسی لئے جنّت میں مومنین کی آسائش اور جہنم میں کافر کا عذاب ہمیشہ ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالٰے کو ان کی نیت اور مخفی ارادے کا علم ہے کہ یہ دونوں اپنی اپنی حالت کفر و ایمان پر قائم و دائم رہنے کا عزم کیئے ہُوئے ہیں یہاں تک کہ اگر دُنیا میں ہمیشہ رہتے اپنے حال پر ہمیشہ رہتے کیا تم اللہ کے فرمان کو

نہیں دیکھتے" اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کئے گئے تھے" اور جب ابوطالب کفار سے تمام وکمال جُدا ہُوئے اور اپنے قدم اس خبیث ملت پر جمائے رکھے جزا دینے والے رب سبحٰنہ وتعالٰے نے ان کے سارے بدن کو نار سے نجات دی اور عذاب کو ان کے قدموں پر مسلط کر دیا جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے، تو عمل وجزاء میں مشاکلت کا مقتضٰے یہ ہے کہ جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں اس کا عذاب میں رہنا ثواب کے گھر میں رہنے کے برابر ہوا، جو ایک گناہ کرے وُہ اس کا عذاب چکھے اور جو بُرائی کے قریب جائے پھر اس سے جُدا رہے تو اس کی جزا مشابہ عمل یہ ہے کہ وہ نار کے قریب کیا جائے پھر اس سے دُور رکھا جائے تاکہ غم اور گھبراہٹ کا مزہ ارادۂ گناہ میں لذت کے بمقدار چکھے، یہ حکمِ عدل ہے اور حکمِ عدل ہی اصل ہے، لیکن جُود وکرم والے مولٰے نے اپنے اوپر رحمت کو لازم فرمایا اور اس کے لئے غضب پر سبقت رکھی اپنے کرم واحسان سے اس سے سفارش کی جو رفعت و وجاہت والے اور پیارے شفیعوں نے جو نہ پھیرے جائیں نہ محروم ہوں ایک اللہ تعالٰی کی رحمتِ تمام وعام اور دوسرے یہ نبی کریم جو حرم سے فیض جود وکرم کے ساتھ مبعوث ہوئے تو اللہ تعالٰے نے جمیل مہربانیوں اور جلیل رحمتوں کا وعدہ فرمایا محض اپنے فضل سے نہ اس سبب سے کہ اس پر کچھ واجب ہے اور وہ اس سے منزّہ ہے کہ اس پر کچھ واجب ہو، حالانکہ وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اور اس نے خوشخبری دی کہ نیکیاں برائیوں کو دُور کر دیتی ہیں اور یہ کہ لمم (ارادۂ گناہ) پر نہیں معافی دے دی گئی، بے شک تمھارے رب کی مغفرت وسیع ہے اور بیشک اللہ تعالٰے ان باتوں سے درگزر فرماتا ہے جن کا ارادہ ہمارے نفوس کرتے ہیں جب تک ان کو انجام نہ دیں یا انھیں نہ بولیں، اور جس کے دونوں پلّے برابر ہوں گے وُہ نار میں نہ جائے گا۔ اور یہ کہ اللہ تعالٰی کے یہاں صرف نہایت سرکش نافرمان ہی ہلاک ہوگا (یعنی کافر)، اور یہ سب مولائے غنی کریم کا فضل وکرم ہے، اس کی نعمتیں جلیل ہیں اور اس کے احسان پیہم ہیں، اور اسی کے لئے حمد ہے جیسی وہ چاہے اور پسند فرمائے، تو ہر وُہ شخص جس نے گناہ کیا یا گناہ کے پاس جاکر رُک گیا پھر اللہ تعالٰی نے اسے نار سے دُور رکھا تو اسے اس کے استحقاق کی جہت سے اس کے عمل کی جزا دینے کو دُور رکھا چنانچہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ "بے شک اللہ تعالٰی لوگوں کو بخشنے والا ہے ان کے ظلم کے باوجود" بلکہ مغفرت کا معنٰی یہی ہے کہ صاحبِ حق اپنے حق کو لینے سے کُلّی یا جُزوی طور پر درگزر کرے تو یہ نار سے قریب کرکے اس سے دُور رکھنا ہے اور نار کی طرف لیجاکر اس سے بچانا ہے اس کے باوجود اس میں رُتبوں کا تفاوت ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں، مگر جو تقوٰی کی سب سے آخری حد تک پہنچ گیا یہاں تک کہ ہر ناپسندیدہ بات سے دُور رہا اور خلق سے فانی اور حق پر باقی ہوگیا اور اس کی شان معصیت

کے ارتکاب سے اور رحمٰن کے مبغوض کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے سے بلند ہوگئی، تو محال ہے کہ ایسے شخص کو نار سے علاقہ ہو یا نار کو اس سے کوئی تعلق ہو خصوصاً وہ متقیوں کا متقی اور سارے اصفیا سے زیادہ صاف باطن جس کے تمام احوال پر حق کی چشمِ رضا رہی، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس کا کوئی کام بُرا نہ لگا تو یہی وہ خدا کا بندہ ہے یہی وُہ خاص بندہ ہے زبانیں جس کے کمال کو بیان کرنے سے عاجز ہیں جس کی عظمت کے صحرا میں عقلیں گُم ہیں اس میں عقلیں دوڑیں اور گھومتی پھریں، پھر گرتی پڑتی رہیں پھر لوٹیں تو ان سے پُوچھا تو بولیں وہی وُہ ہے، تو اس خاص بندہ کے بارے میں آخری بات یہ ہے کہ وُہ سارے بندوں سے اولیٰ اور خدائے جواد کے قول " بے شک وُہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنّم سے دُور رکھے گئے ہیں وُہ اس کی بھنک نہ سُنیں گے اور وہ اپنی من مانی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے انھیں غم میں نہ ڈالے گی وُہ سب سے بڑی گھبراہٹ' اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا" کی پہلی مراد ہے، مطلق نار سے دُور رکھنے میں جو بڑی وسعت ہے اس کا مقدور بیان کے مطابق یہی معنیٰ ہے اور ایسی بات اس نار کے بارے میں نہیں بنتی جو کفّار کے ساتھ مخصوص ہے وُہ تو کفر کی سزا ہے اور تمام مسلمان اس نار سے دُور رہنے میں برابر ہیں اس لئے کہ کفر و ایمان یہ دونوں وصف گھٹتے بڑھتے نہیں ہیں اور یہ مسئلہ (کفر و ایمان کا کم زیادہ نہ ہونا) اجماعی ہے اور اختلاف لفظی ہے تو ضروری ہے کہ مسلمان کفر کی سزا سے دُور رہنے میں بھی برابر ہوں۔ رہا اللہ تعالےٰ کا قول " اس دن وُہ ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں" تو یہ باعتبار ظاہر کے ہے اس لئے کہ آیت منافقین کے بارے میں ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

" اپنے مُنہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چُھپا رہے ہیں"۔ مطلب یہ ہے کہ منافقین ظاہری طور پر ایمان والے بنتے تھے تو ان کے دلوں میں چُھپی بات سے بے خبر یہ گمان کرتا تھا کہ وہ مسلمان ہیں چونکہ منافقین کفر سے دُوری ظاہر کرتے تھے پھر جب وہ مسلمانوں کے لشکر سے جُدا ہو گئے اور بولے کہ:

" اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمھارا ساتھ دیتے"۔ ان کا پردہ فاش ہوگیا اور گمانوں پر غالب ہوگیا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں اس احتمال کے ساتھ کہ منافقوں کی یہ بات سُستی اور آسائش کی زمین پکڑنے کی وجہ سے ہو تو قُرب اور بُعد کا یہ معنیٰ ہے یا کفر و ایمان سے مراد صاحبانِ کفر و ایمان ہیں اس لئے کہ منافقوں کا مسلمانوں کے گروہ کو کم کرنا مسلمانوں کے لشکر سے جُدا ہو کر مشرکوں کو تقویت دینا ہے' ایسا ہی مفسرین نے فرمایا ہے، یہ ہے وُہ جو میری رائے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۵۸۶ تا ...)

(۴۶) مبحث مذکور کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وبالجملة فهبت نسائم التحقيق على ان الوجه ابقاء اللفظين على ظاهرهما وانما تحتاج الى امرين لايعد شئ منهما تكلفاً وتغيراً۔

الاول ان تنكير ناراً للتعظيم وهو كما ترى شائع فى الكلام الفصيح قرانا وقديما وحديثا واخذ التلظى بمعنى اشد مايكون حملا للمطلق على فرده الكامل وهو ايضا منتشر مستطير۔

والثانى الاستخدام وهو كما سمعت اعلى او من اعلى انواع البديع او ارجاع الضمير الى نفس الموصوف مجرداً عن الصفة وهذا ليس من التاويل فى شئ على ان غرضنا يتم باية الاتقى ولامساغ فيه للتاويل بتا وقطعا هكذا ينبغى التحقيق وولى التوفيق والحمد لله رب العالمين۔

خلاصہ یہ کہ اب تحقیق کی ہوائیں چلیں اس پر کہ وجہ تو یہی ہے کہ دونوں لفظوں کو ان کے ظاہر پر رکھا جائے اور ہمیں حاجت صرف دو امر کی ہوگی اور ان میں سے کوئی نہ تکلف کے شمار میں ہے نہ تغیر کی گنتی میں۔

پہلی بات یہ کہ "ناراً" نکرہ تعظیم کے لئے ہے اور یہ اسلوب جیسا کہ تم جانتے ہو قرآن وحدیث اور قدیم وجدید کلامِ فصیح میں شائع ہے اور تلظّی (آگ کی بھڑک) مطلق کو فردِ کامل پر محمول کرتے ہوئے سخت ترین بھڑکنے کے معنٰی میں لیا جائے اور یہ بھی خوب شائع ہے۔

اور **دوسری** بات استخدام، اور وہ جیسا کہ تم نے سنا اقسامِ بدیع میں سب سے اعلٰی ہے یا منجملہ اعلٰی قسم کے ہے یا ضمیر کو نفس موصوف کی طرف بلالحاظ صفت لوٹائیں اور یہ تاویل سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا۔ علاوہ بریں ہماری غرض تو آیت اتقی سے تمام ہوتی ہے اس میں قطعاً تاویل کی گنجائش نہیں، اسی طرح تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے اور ساری خوبیاں اللہ کے لئے جو مالک ہے سب جہانوں کا۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۰۰)

(۴۷) چند وجوہ سے شبہات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

اذا وعيت هذا ودريت ما فيه وألقيت السمع وانت نبيه هان عليك الجواب عن هذه **الشبهة الاولى** بوجوه:

الاول ظاهر اللفظ واجب الحفظ الا بضرورة واين الضرورة۔

الثانی ماما لوا الیہ لم یزدد الا قدحًا فوجب ان نضرب عنہ صفحًا، و ابو عبیدۃ فیما عانی لا أصاب ولا أغنی فکیف نترک ظاہر قول اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بقول رجل لم یکن معصوما ولا صحابیًا ولا تابعیًا ولا سنیًا ولا مصیبًا فی ما طلب ولا مجدیا فی ما الیہ ھرب۔

ایہا الناس انّی سائلکم عن شئ فھل انتم مخبرون أرأیتم لوان الاٰیۃ وردت بلفظ التقی وفسرہ بالاتقی ابو عبیدۃ اللغوی فتعلقناہ بقولہ و ندبناکم الی قبولہ ماذا کنتم فاعلین لکن الانصاف شئ عزیز ولا یؤتی الا ذا حظ عظیم۔

الثالث سلمنا کونہ فی الاٰیۃ وجھًا وجیہًا لکن ھو الوجہ فیہا بل وجہنا ھو الأوضح والأجلی ولا تنافی بین نجاۃ التقی والاتقی والقراٰن محتج بہ علی کل تاویل واحد الوجہین یوجب التفصیل والوجہ الاٰخر لا ینافیہ فوجب القبول والقول بما فیہ۔

ولذٰلک نری علمائنا رحمہم اللہ تعالٰی لم یزالوا محتجین بالاٰیۃ الکریمۃ علٰی تفضیل العتیق الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ وہم ادری منّا ومنکم بما قالہ ابو عبیدۃ وغیرہ، ثم ھذا لم یقعدھم عن سلوک تلک المسالک ولم ینکر علیہم احد ذٰلک فثبت ان مقصودنا بحمد اللہ حاصل ومزعومکم بحول اللہ باطل، و الحمد للہ رب العٰلمین ایاہ نرجوا و بہ نستعین۔

الشبہۃ الثانیۃ مانقلہ المولی الفاضل استاذ استاذی عبد العزیز بن ولی اللہ الدھلوی سامحنا اللہ وایاھما بلطفہ الخفی و فضلہ الوفی فی تفسیر فتح العزیز ماذکر استدلال اھل السنۃ والجماعۃ باٰیۃ الکریمۃ علی الطریق المشہور بین علماء الدھور، قال "وقال اھل التفضیل ان الاتقی محمول علی التقی منسلخ عن معنی التفضیل اذلولاہ لشمل باطلاقہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیلزم ان یکون الصدیق اتقی منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو باطل قطعًا بالاجماع قال واجاب اھل السنۃ والجماعۃ ان حمل الاتقی علی التقی یخالف اللسان العربی والقراٰن انما نزل بہ فحملہ علی ما لیس منہا غیر سدید، وماذکروا من الضرورۃ مندفع بان الکلام فی سائر الناس دون الانبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام لما علم من الشریعۃ ان الانبیاء اعلی کرامۃ واشرف مکانۃ عند اللہ تبارک وتعالٰی فلایقاسون بسائر الناس ولایقاس سائر الناس بہم فعرف الشرع حین جریان الکلام فی مقام التفاضل وتفاوت الدرجۃ یخصص امثال ھذا اللفظ بالامۃ والتخصیص العرفی اقوٰی من التخصیص الذکری کقول القائل خبز القمح احسن خبز لن یفہم منہ تفضیلہ علٰی خبز اللوز لأن استعمالہ غیر متعارف وھو خارج عن المبحث اذ الکلام انما انتظم الحبوب دون الفواکہ[1]، ھذا کلامہ فی التفسیر الفارسی اوردناہ نقلاً بالمعنٰی۔

اقول وباللہ التوفیق امّا ماذکر من ان یخالف اللسان العربیۃ فممنوع ومدفوع، الاتری الٰی قولہ تعالٰی "ھوالذی یبدؤا الخلق ثم یعیدہ وھو اھون علیہ[2]" ولیس شیئ اھون علی اللہ تعالٰی من شیئ والمعنی فی نظرکم علی احد تاویلات فی عسٰی ولعل الواردین فی القراٰن، والٰی قولہ تعالٰی "اصحٰب الجنّۃ یومئذ خیر مستقرا واحسن مقیلاً[3]" ولاخیر للغیر ولاحسن لأھل الضیر اولأیۃ جاریۃ علٰی سبیل التھکم بہم کما قال المفسرون لکن الأمر أن الافعل حقیقتہ فی التفضیل ولایصار الی الانسلاخ عنہ الا لضرورۃ دعت بقرینۃ قامت کما فی الأیتین اللتین تلونا وحیث لاضرورۃ ولاقرینۃ مبا نحن فیہ لانقول بہ والمصیر الیہ اشبہ بالتحریف منہ بالتفسیر کما قد حققنا وھذا القدر یکفی للرد علیہم، وأما ما ذکر من حدیث التخصیص عرفا فجری منہ علٰی تسلیم مادعی الخصم من أن اللفظ بصیغتہ یشمل الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وان بغیت الحق المرصوص فلاشمول ولاخصوص لأن الاتقٰی ان عم عم افرادہ وھم المفضلون المرجون دون المرجوحین المفضل علیہم۔

وسر المقام بتوفیق الملک العلام ان الافضل لابد لہ من مفضل ومفضل علیہ والمفضل علیہ یذکر صریحا اذا استعمل مضافا او بمن اما اذا استعمل باللام

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۹۲ / ۱۷ پ عم مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۰۴

[2] القرآن الکریم ۳۰ / ۲۷

[3] " ۲۵ / ۲۴

فلا یورد فی الکلام ولکن اللام تشیر الیہ علی سبیل العھد فی ضمن الاشارۃ الی المفضل لاتہ ذاتاما لہ الفضل کما ھو مفاد لفظ افعل بلا لام لاتتعین الا وقد تعین المفضل علیہ فعھدھا یستلزم عھدہ واذلم یکن ھناک عھد فی اللفظ فالمصیر الی العھد الحکمی وقد عھد فی الشرع المطھر تفضیل بعض الامۃ علی بعض لا تفضیلھم علی الانبیاء الکرام فلا یقصدہ المتکلم ولا یفھمہ السامع فلم یدخلوا حتی یخرجوا، تأمل، انہ دقیق، وقد کنت أظن ھکذا من تلقاء نظری الی ان رأیت علماء النحو صرحوا بما ابدی فکری وللہ الحمد۔

قال المولی السامی نور الملّۃ والدّین الجامی قدس اللہ سرہ وضعہ للتفضیل الشیٔ علی غیرہ فلابد فیہ من ذکر الغیر الذی ھو المفضل علیہ وذکرہ مع من والاضافۃ ظاھر، واما مع اللام فھو فی حکم المذکور ظاھراً لانہ یشار باللام الی معین بتعیین المفضل علیہ قبل لفظاً اوحکماً کما اذا طلب شخص افضل من زید، قلت عمرو الافضل أی الشخص الذی قلنا انہ افضل من زید، فعلی ھذا لا تکون اللام فی افعل التفضیل الا للعھد[1] انتھی۔

قلت وتنقیح المرام بتحقیق المقام یستدعی بسطا نحن فی غنی عنہ (**لطیفتان**) بمثل ما صرّح المولی الجامی صرّح الرضی الاسترآبادی الذی لم تکن فی مصرہ عمارۃ عصرہ الابنحوہ لکنا لم ناثرعنہ لان علی قلبہ أفۃ لاحد لھا فھم من فھم ھذا ثم ان المولی الفاضل نقل فی التفسیر جواباً آخر عن بعض الجملۃ الاکابر ولعلہ یرید بہ اباہ وھو أن الاتقی ھھنا علی معناہ اعنی من فضل فی التقوی علی کل من عداہ نبیا کان اوغیرہ الا انہ یختص بالاحیاء الموجودین فالصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوصف بہ فی اٰخر عمرہ حین خلافتہ بعد ارتحال المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصّلوٰۃ والسلام لما کان مرفوعا الی السماء لم یبق فی حکم الاحیاء، ولا یجب للاتقی

---

[1] شرح الجامی الاسماء والوافقہا بحث اسم التفضیل مطبع مصطفائی لکھنؤ ص ۲۷۷

ان یکون اتقی فی جمیع الاوقات وبالنسبة الٰی کل احد من الاحیاء والاموات و الّا لم یوجد لہ فی العٰلمین مصداق اذ لایتصوّر التقوی فی زمن الصبا وکل منصب محمود شرعًا فالعبرة فیہ بأخر العمر کالعدل والصلاح والغوثیة والقطبیة والولایة والنبوة ولہذا یدعی بہٰذہ الاوصاف من تشرف بہا فی اواخر عمرہ وان لم یکن لہ ذٰلک من بدء امرہ، فالاتقی من فضل بالتقوی من سائر الموجودین فی أخر عمرہ الذی ھو وقت اعتبار الاعمال وبہ یثبت المدعی بلا تکلّف ولا تاویل[1] اھ بالتعریب وقد ارتضاہ المولی الفاضل جانحا الیہ وساکتا علیہ۔

اقول وان جعل اللہ الفطانة بمرائ العین من قلب وکیع اتقن وأیقن ان ھذا لایزید علٰی تلمیع ھب ان حدیث "العبرة بالخواتیم[2]" حق واجب التسلیم لکن الیس العقل السلیم شھیدًا بانّہ اذا ذکر أحد من الاحیاء الموجودین بنعت من النعوت لایفھم منہ الا اتصافہ فی الحال لا انہ یصیر ھکذا بالمأل والتبادر دلیل الحقیقة والافتیاق الٰی قرینة تصرف الافھام وتظھر المرام امارة المجاز فماذا یحوجنا الیہ مع استقامة الحقیقة من دون تکلف ولا تاویل، امّا علٰی طریقتنا فالأمر أبین واجلی واما علٰی طریقة الشیخ العزیز عبد العزیز فلان امثال تلک التخصیصات تکون مرتکزة فی الاذھان من دون حاجة الی البیان، ولیس دلالة ھذا التلویح أدون من ارشاد التصریح ولہٰذا لاینزل العام عن درجة القطعیة کما فی الکتب الاصولیة واعجب من ھٰذا عدّہ تکلّفا وتاویلا مع شیوعہ فی النصوص حدیثا وتنزیلا فلوکان من باب التکلف فما اکثر التکلف فی افصح الکلام وکلام من ھو افصح الانام علیہ افضل الصلوٰة واکمل السلام واغرب من ھذا زعم طریقتہ بریئة من التکلّف مع انہا تحتاج الٰی ماھو ابرد وابعد فان الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یکن بالحقیقة أتقی الموجودین

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیة ۹۲/۱۷ پ عم مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۸۴، ۳۰۵

[2] صحیح البخاری کتاب القدر باب العمل بالخواتیم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۷۸

کنز العمال حدیث ۵۹۰ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱/ ۱۲۵

فی حین من الاحیان لحیات سیدنا عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام علٰی ارجح الاقوال وزعم التحاقہ بالاموات لارتفاعہ الی السمٰوٰت کلمۃ ھو قائلھا ما علیھا دلیل ولا برھان، و ان سلم فاین انت من سیدنا الخضر علیہ السلام مع أن المعتمد المختار نبوتہ وحیاتہ[1]، فان قلت انہ مختف عن الابصار معتزل عن الامصار فالتحق بالاموات کان عذرا أفسد من الاول فافھم علٰی أنا قد اثبتنا اطلاق الصفۃ علٰی من سیکون کذا تجوز ولا تجوز الا بقرینۃ ولا قرینۃ الا تخصیص الانبیاء شرعاً فباتکائہ حمل الکلام علی الحقیقۃ اولٰی ام المصیر الی التجوز معتمدا علٰی تلک القرینۃ نفسھا، وقد بقی بعد خبایا فی زوایا لا نذکرھا مخافۃ للتطویل فحق الجواب والحق فی الجواب ماذکر العبد الذلیل وولی التوفیق ربی الجلیل۔

ثم اقول وھناک نکتۃ اخرٰی أحق واخرٰی بقبول النھٰی لم ار من تنبہ لھا وھی ان افعل التفضیل لامحید لہ من مفضل علیہ فالمحلی منہ باللام اما ان یکون مفادہ التفضیل علٰی جمیع من عھد التفاضل فیما بینھم فی امثال ھٰذا المقام کالحبوب فی قولنا خبز البر ھو الاحسن والاکثر فیما نحن فیہ، او علٰی بعضھم دون بعض اولا ولا بل احتمالا علی الاول حصل المقصود والثانی باطل بالبداھۃ الا تری الٰی قولہ تعالٰی "سبح اسم ربک الاعلٰی[2]"، وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ دبر الصلٰوۃ اسمع واستجب اللہ اکبر الاکبر علٰی روایۃ الرفع، اخرجہ ابوداؤد والنسائی[3] وابن السنی وقول ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بین الصفاء والمروۃ "رب اغفر وارحم انک انت الاعز الاکرم"، رواہ ابن ابی شیبۃ[4] بل الٰی قول کل مصل فی سجودہ سبحٰن ربی الاعلٰی" وعلی الثالث

---

[1] شرح المقاصد المقصد السادس الفصل الرابع المبحث السابع دارالمعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ۲/ ۳۱۱

[2] القرآن الکریم ۸۷/ ۱

[3] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب مایقول الرجل اذا سلم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۱۱

عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول فی دبر صلٰوۃ الصبح دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ص ۳۲

[4] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الحج باب ۴۶۰ حدیث ۱۵۵۵۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۴۰۴

کانت الآیة مجملة فی حق المفضل علیهم والمجمل ان لم یبین عد من المتشابهات ولم یعدها أحد منها لکنا بحمد الله وجدنا البیان من صاحب البیان علیه افضل الصلوٰة والسلام، اخرج الامام ابو عمر بن عبد البر من حدیث مجالد عن شعبی قال سألت ابن عباس او سئل ای الناس اول اسلامًا قال اما سمعت قول حسان بن ثابت ؎

اذا تذکرت شجوًا من اخی ثقة | فاذکر اخاك ابا بکر بما فعلا
خیر البریة اتقاها و اعدلها | بعد النبی واوفاها بما حملا
والثانی التالی المحمود مشهده | واول الناس من صدق الرسلا[1] انتھی

جب یہ بات ثابت ہوگئی اور تم نے اس کے مضمون کو سمجھ لیا اور تم نے کان دھرا اور تم ذہین ہو تو تمھیں اس پہلے شبہہ کا جواب چند وجوہ سے آسان ہے:

پہلی وجہ یہ ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی کی حفاظت واجب ہے یعنی لفظ کو ظاہر سے پھیرنا جائز نہیں مگر بہ ضرورت، اور ضرورت کہاں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جس تاویل کی طرف لوگ مائل ہوئے اس سے تو قباحت ہی زیادہ ہوئی تو ضرور ہوا کہ ہم اس سے منہ پھیریں، اور ابو عبیدہ نے جو پاپڑ بیلے اس کاوش میں وہ نہ صواب کو پہنچا اور نہ کوئی مفید بات کہی تو ہم اللہ تعالٰی کے قول کے ظاہری معنی کو ایسے شخص کے کہنے سے کیسے چھوڑ دیں جو نہ معصوم تھا، نہ صحابی تھا، نہ تابعی، نہ سُنّی، نہ اپنے مطلب میں صواب کو پانے والا نہ اپنے مَفَر میں نفع بخش۔

اے لوگو! میں تم سے ایک بات پوچھوں تو کیا جواب دو گے، مجھے بتاؤ اگر آیت لفظ تقی کے ساتھ وارد ہوتی اور ابو عبیدہ لغوی اسے اتقی سے تفسیر کرتا تو ہم اس کے قول سے چمٹ جاتے اور تمھیں اسے قبول کرنے کی دعوت دیتے اب تم کیا کرتے، لیکن انصاف کمیاب شئی ہے اور بڑے نصیب والے ہی کو ملتا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے آیت میں اس کا وجہ وجیہ ہونا مان لیا، مگر آیت میں کیا یہی وجہ ہے، بلکہ ہماری وجہ واضح تر اور زیادہ روشن ہے اور تقی اور اتقی کی نجات میں کوئی منافات نہیں ہے اور قرآن ہر تاویل پر حجت ہے، اور دو وجہوں میں سے ایک تفصیل کی مقتضی ہے اور دوسری اس کے منافی نہیں تو قبول کرنا اور اس وجہ کے مضمون کا قائل ہونا ضروری ہے۔

اسی لئے ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی کو دیکھتے ہو کہ وہ اس آیت سے سیدنا عتیق صدیق

---

[1] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب حرف العین ترجمہ ۱۶۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۹۳

کی فضیلت پر دلیل لاتے ہیں حالانکہ وہ ابو عبیدہ وغیرہ کے کلام کو ہم سے اور تم سے زیادہ جانتے ہیں، پھر بھی علماء کو اس بات نے ان مسالک پر چلنے سے نہ روکا، نہ کسی نے ان مسالک کو ناپسند کیا۔ اب ثابت ہوگیا کہ ہمارا مقصد بحمد اللہ تعالیٰ حاصل ہے اور تمھارا زعم اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باطل ہے، اور سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو مالک ہے سب جہانوں کا، ہم اسی سے اُمید رکھیں اور اسی سے مدد چاہیں۔

دُوسرا شبہہ وُہ ہے جو میرے استاذ الاستاذ مولائے فاضل عبد العزیز بن ولی اللہ الدہلوی (اللہ تعالیٰ ہمیں اور اُنھیں اپنے لُطفِ خفی اور فضلِ کامل سے معاف فرمائے) نے تفسیر فتح العزیز میں اس آیت کریمہ سے اہلِ سُنّت و جماعت کے استدلال کو علمائے زمانہ کے درمیان مشہور طریقہ پر ذکر کرنے کے بعد نقل فرمایا، انھوں نے فرمایا کہ تفضیلیہ نے کہا کہ اتقی بمعنی تقی ہے، اور وہ (اسم تفضیل) معنی تفضیل سے مجرد ہے اس لئے کہ اگر یہ معنیٰ نہ ہو تو اسم تفضیل کے اطلاق کے سبب صدیق کی فضیلت نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شامل ہوگی تو لازم آئے گا کہ صدیق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اتقی ہوں، اور یہ قطعاً اجماعی طور پر باطل ہے۔ شاہ عبد العزیز نے فرمایا کہ اہل السنت والجماعت نے جواب دیا کہ اتقی کو تقی کے معنیٰ میں لینا عربی زبان کے خلاف ہے اور قرآن تو اسی میں اُترا، تو ایسے طریقہ پر محمول کرنا جو زبان عربی کے دستور میں نہ ہو صحیح نہیں ہے اور جو ضرورت تفضیلیہ نے ذکر کی وہ مندفع ہے اس لئے کہ کلامِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر باقی لوگوں میں ہے کیونکہ شریعت سے یہ معلوم ہے کہ انبیاء کی عظمت سب سے زیادہ ہے اور ان کا مرتبہ سب پر بلند ہے تو انھیں باقی لوگوں پر قیاس نہ کیا جائے گا، نہ باقی لوگ ان پر قیاس کئے جائیں گے، تو شریعت کا عُرف مقام فضیلت اور تفاوت مراتب کی جاری گفتگو میں ایسے الفاظ کو اُمّت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور تخصیص عُرفی تخصیص ذکری سے زیادہ قوی ہے جیسے کوئی کہے کہ گیہوں کی روٹی سب سے اچھی روٹی ہے، اس سے گیہوں کی روٹی کی فضیلت بادام کی روٹی پر نہ سمجھی جائے گی اس لئے کہ اس کا استعمال متعارف نہیں ہے اور وہ بحث سے خارج ہے اس لئے کہ کلام اناج کو شامل ہے نہ کہ میووں کو ـــ یہ شاہ عبد العزیز کا تفسیر فارسی میں کلام تھا جس کے مفہوم کو ہم نے نقل کیا۔

میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے، رہی وہ بات جو شاہ صاحب نے ذکر کی کہ یہ (اتقی بمعنی تقی ہونا) ممنوع و مدفوع ہے، کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ کا قول "اور وہی ہے کہ اوّل بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور یہی تمھاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہیئے" حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز دوسری چیز سے زیادہ آسان نہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر یکساں

قدرت حاصل ہے) اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ دوبارہ بنانا تمھاری نظر میں زیادہ آسان ہونا چاہئے اور یہ عسیٰ و لعل جو قرآن میں وارد ہیں ان کی تاویلات میں سے ایک تاویل کی بناء پر ہے اور کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالےٰ کا یہ قول "جنت والوں کا اُس دن (سب سے) اچھا ٹھکانا اور حساب کی دوپہر کے بعد (سب سے) اچھی آرام کی جگہ" حالانکہ غیر کے لئے خیر نہیں اور خسارہ والوں کے لئے کوئی اچھائی نہیں، یا آیتِ کفار سے استہزاء کے طور پر جاری ہے، جیساکہ مفسرین نے فرمایا ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اسمِ تفضیل کا معنیٰ حقیقی تفضیل ہے اور تفضیل سے مجرد ہونے کی طرف بغیر ضرورت داعیہ بہ سبب قرینہ قائمہ نہ پھرے گی جیساکہ ان دو ۲ آیتوں میں ہے جو ہم نے تلاوت کیں اور جہاں نہ ضرورت ہو اور نہ قرینہ ہو وہاں ہم تفضیل سے مجرد ہونے کا قول نہ کریں گے اور اس طرف پھرنا تفسیر کی بہ نسبت تحریف سے زیادہ مشابہ ہے جیساکہ ہم نے تحقیق کی، اور اس قدر ان کے رَد کے لئے کافی ہے۔ اور رہی وہ تخصیص عرفی کی بات جو شاہ صاحب نے ذکر فرمائی تو مدعی کا وہ دعوٰی کہ لفظ اپنے صیغہ کے سبب انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام کو بھی شامل ہے تسلیم کرنے کی تقدیر پر جاری ہوئی اور اگر تم حق محکم کو چاہو تو نہ شمول ہے نہ خصوص ہے اس لئے کہ اَتقی اسم تفضیل اگر عام ہے تو اپنے افراد کو عام و شامل ہے، اور اس کے افراد وُہ ہیں جنھیں فضیلت و ترجیح دی گئی نہ کہ وہ مرجوح جن پر دوسروں کو فضیلت دی گئی۔

اور اس مقام میں علم والے بادشاہ کی توفیق سے راز یہ ہے کہ افضل کے لئے ایک مفضّل اور دوسرا مفضّل علیہ لازم ہے اور جب اسمِ تفضیل اضافت کے ساتھ یا مِن کے ساتھ مستعمل ہو تو مفضّل علیہ صراحۃً مذکور ہوتا ہے، لیکن جب اسمِ تفضیل الف لام کے ساتھ آتا ہے تو اس میں مفضّل علیہ کلام میں ذکر نہیں کیا جاتا لیکن لامِ تعریف بر سبیلِ عہد مفضّل علیہ کی طرف مفضل کی طرف اشارہ کے ضمن میں اشارہ کرتا ہے اس لئے کہ کوئی ذات جس کو دوسرے پر فضیلت ہو جیساکہ صیغہ افضل کا مفاد ہے بغیر لام تعریف کے اسی وقت متعین ہوگی جب مفضل علیہ متعین ہو تو اس کی تعیین مفضل علیہ کی تعیین کو مستلزم اور جب کہ تعیین صراحۃً موجود نہیں تو مآلِ کار کا حکماً تعیین ماننا ہے اور شرع مطہر میں بعض اُمتیوں کی تفضیل دُوسرے اُمتیوں پر معروف ہے نہ کہ انبیاءِ کرام علیہم الصّلوٰۃ والسلام پر فضیلت ہو تو نہ متکلم کی مراد ہوتی ہے نہ مخاطب ہی یہ معنیٰ سمجھتا ہے، اب انبیائے کرام عموم میں داخل ہی نہیں کہ اس سے مستثنےٰ کئے جائیں، اس کلام میں غور کرے، بیشک یہ دقیق ہے اور میں اپنی سمجھ سے یہی گمان کرتا تھا یہاں تک کہ میں نے نحو کے عالموں کی تصریح اپنے نتیجۂ فکر کے مطابق دیکھی وللہ الحمد۔

حضرت بلند مرتبت نور الملّۃ والدّین جامی قدس اللہ تعالےٰ سرہٗ نے فرمایا اسمِ تفضیل کی وضع

شَے کی غیر پر فضیلت بتانے کے لئے ہے، لہٰذا اس میں غیر کا مفضل علیہ مذکور ہونا ضروری ہے اور مِن اور اضافت کے ساتھ تو مفضل علیہ کا مذکور ہونا ظاہر ہے۔ رہا لام تعریف کے ساتھ تو مفضل علیہ صریح مذکور کے حکم میں ہے اس لئے کہ لام تعریف سے ایک معین کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو لفظ میں مذکور یا حکم میں موجود مفضل علیہ کی تعیین سے متعین ہوتا ہے جیسے اگر کوئی شخص زید سے افضل مطلوب ہو تو تم کہو کہ عمرو افضل ہے (لام تعریف کے ساتھ) تو مطلب یہ ہے کہ وُہ شخص جسے ہم نے زید سے افضل کہا عمرو ہے، تو اس بناء پر صیغۂ افعل التفضیل میں لام عہد (تعیین) ہی کے لئے ہوگا انتہی۔

قلت (میں نے کہا) مقصود کی تنقیح اس بحث کی تحقیق کے ذریعہ تفصیل کو چاہتی ہے جس سے ہم بے نیاز ہیں (**دُوسرا لطیفہ**) جس طرح اسم تفضیل کے بارے میں فاضل جامی نے تصریح کی ایسی ہی تصریح رضی استر آبادی نے بھی کی جس کے شہر میں اس کے زمانے میں اسی کی نہج ونحو پر عمارت قائم ہوئی، مگر ہم نے اس کا کلام نقل نہ کیا اس لئے کہ اس کے دل پر ایسی آفت ہے جس کی حد نہیں ہے، اس کو سمجھا جو سمجھا۔ پھر فاضل مولانا نے بعض گرامی قدر اکابر سے ایک اور جواب نقل کیا اور شاید ان کی مراد ان کے والد ہیں اور وُہ یہ کہ اتقی اس جگہ اپنے معنیٰ پر ہے یعنی جو تقوٰی میں اپنے ماسوا سے افضل ہو خواہ نبی ہو یا غیر نبی، مگر یہ کہ اس صورت میں یہ ان کے ساتھ خاص ہوگا جو زندہ موجود ہیں۔ پھر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اتقی کے مصداق اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنی خلافت کے دَور میں مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ہُوئے، اور سیدنا عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آسمان پر اٹھالئے گئے تو وہ زندوں کے حکم میں نہ رہے ——— اور اتقی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ تمام اوقات میں اتقی ہو اور تمام احیاء واموات سے افضل ہو، ورنہ عالم میں کوئی اس کا مصداق نہ ہوگا کیونکہ بچپن کے زمانہ میں تقوٰی متصور نہیں، اور ہر منصب جو شرعاً محمود ہو اس میں اعتبار آخر عمر کا ہے جیسے عدل وصلاح غوثیت و قطبیت ولایت ونبوت اسی لئے جو ان اوصاف سے مشرف ہوتا ہے اسے اس کے آخری ایام میں ان اوصاف کے ساتھ موسوم کرتے ہیں اگرچہ یہ اوصاف ان لوگوں کو ابتداء سے حاصل نہیں ہوتے تو اتقی وُہ ہے جو تمام موجودین کے بیچ تقوٰی میں سب سے افضل ہو اپنی اواخر عمر میں جس وقت اعمال کا اعتبار ہوتا ہے اور اس تقریر سے صدیق کی افضلیت کا دعوٰی بے تکلف وتاویل ثابت ہوجاتا ہے۔ عربی عبارت کے ساتھ ترجمہ ختم ہُوا اور اس تقریر کو فاضل مولانا نے اس کی طرف میلان اور اس پر سکوت کرتے ہوئے پسند کیا۔

اقول (میں کہتا ہُوں) اور اگر اللہ تعالٰی ذہانت کو قلب کے سامنے رکھے تو وہ محکم یقین کرلے گا کہ یہ ملمع سے زیادہ نہیں، مان لیا کہ حدیث کا ارشاد ہے: "خاتمہ کا اعتبار ہے" حق واجب التسلیم ہے

لیکن کیا عقل سلیم شاہد نہیں کہ جب دُنیا میں زندہ موجود لوگوں میں سے کوئی کسی وصف کے ساتھ مذکور ہو تو اس سے اس کا فی الحال متصف ہونا ہی مفہوم ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ ایسا آئندہ ہو جائے گا، اور تبادر (معنٰی کی طرف سبقت فہم) معنٰی حقیقی کی دلیل ہے اور قرینہ کی حاجت جو ذہن کو دوسرے معنٰی کی طرف پھیرے اور مقصد ظاہر کرے مجازی معنٰی کی علامت ہے تو ہمیں مجاز کی ضرورت کس لئے پڑی باوجودیکہ حقیقت بغیر تکلّف و بغیر تاویل درست ہے ہمارے طریقے پر تو معاملہ خوب ظاہر و باہر ہے، اور شیخ عبدالعزیز کے طریقہ پر حقیقی معنٰی کی درستگی اس لئے کہ ایسی تخصیصات عرفی اذہان میں مرتکز ہوتی ہیں جن کے بیان کی حاجت نہیں ہوتی اور عرف عام کے اس اشارہ کی دلالت صراحت کی دلالت سے کم رتبہ نہیں، اور اسی لئے عام درجۂ قطعیت (تیقن) سے نہیں گزرتا، جیساکہ اصولِ فقہ کی کتب میں مصرح ہے، اور اس سے عجیب تر یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے اس (تخصیص) عرفی کو تکلف و تاویل میں شمار کیا باوجودیکہ یہ قرآن و حدیث کی نصوص میں شائع ہے تو اگر یہ تکلف کے باب سے ہو تو افصح الکلام (قرآن) اور سب سے زیادہ فصیح حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے کلام میں کس قدر تکلف ہوگا اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے پسندیدہ طریقہ کو تکلّف سے بری کہا جب کہ وُہ بہت دُور کی اور بہت بارد تاویل کا محتاج ہے اس لئے کہ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کسی وقت بھی تمام موجودین سے حقیقۃً زیادہ متقی نہ تھے اس لئے کہ راجح مذہب پر سیدنا عیسٰی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام دُنیا میں زندہ ہیں اور آسمانوں میں حضرت عیسٰی علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے ہونے کے سبب انھیں اموات سے ملحق بتانا ایسی بات ہے جو انھوں نے کہی اور اس پر کوئی دلیل و برہان نہیں ہے۔ پھر اگر یہ بات تسلیم کرلیں تو تم سیدنا خضر علیہ السلام سے کہاں غافل ہو باوجودیکہ معتمد و مختار یہ ہے کہ وُہ نبی ہیں اور زندہ ہیں تو اگر تم کہو کہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ اور شہروں سے جُدا ہیں اس بنا پر اموات سے ملحق ہیں تو یہ عذر پہلے سے زیادہ فاسد ہوگا تو تم سمجھ لو۔ علاوہ ازیں ہم ثابت کر چکے کہ صفت کا اطلاق ایسے شخص پر جو آئندہ صفت کا مصداق ہوگا مجاز ہے اور مجاز بغیر قرینہ کے ماننا درست نہیں اور قرینہ شرعی انبیاء کی تخصیص ہے، تو کلام کو حقیقت پر محمول کرنا اولٰی ہے یا مجاز کی طرف اسی قرینہ پر اعتماد کی وجہ سے پھیرنا انسب ہے اور کچھ پوشیدہ باتیں گوشوں میں رہ گئی ہیں جنھیں ہم طوالت کے ڈر سے ذکر نہیں کرتے، تو جواب برحق اور جواب کا حق وہی ہے جو بندۂ ناتواں نے اپنے ربِ جلیل کی توفیق و اعانت سے ذکر کیا۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) اس مقام میں ایک دوسرا نکتہ ہے جو عقلوں کو قبول ہونے کا زیادہ سزاوار ہے، میں نے نہ دیکھا کہ کسی کو اس نکتہ کی طرف توجہ ہوئی ہو اور وُہ نکتہ یہ ہے کہ

افضل التفضیل کے لئے مفضل علیہ ضروری ہے تو اس صیغہ پر جب لامِ تعریف داخل ہوگا تو یا تو ایسے مقام میں ان تمام افراد پر فضیلت ہوگا جن کے درمیان ایسے مواقع پر حرف میں تفاضل سمجھا جاتا ہے جیسے ناج کی قسموں میں ہمارے جملہ "گیہوں کی روٹی ہی اچھی ہے" میں اور وہی زیادہ تر مستعمل ہے اس مقام میں جس کی بابت ہم گفت گو کر رہے ہیں، یا اس صیغہ سے بعض پر فضیلت سمجھی جائے گی اور بعض پر فضیلت مفہوم نہ ہوگی یا نہ پہلی صورت ہوگی نہ دوسری، بلکہ دونوں کا احتمال ہوگا۔ پہلی تقدیر پر ہمارا مدعا حاصل ہے اور دوسری تقدیر پر بداہتہً باطل ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالےٰ کے قول "اپنے رب اعلیٰ کی پاکی بولو" کی طرف اور نماز کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول "اے رب! دعا سُن لے اور قبول فرما، اللہ اکبر، الاکبر" کی طرف۔ اکبر کے مرفوع ہونے کی روایت پر اس حدیث کو روایت کیا ابوداؤد، نسائی اور ابن السنی نے، اور صفا و مروہ کے درمیان ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قول "اے رب! بخش دے اور مہر فرما بیشک تو ہی عزت والا اکرم والا ہے" کو نہیں دیکھتے۔ اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ نے، بلکہ سجدے میں ہر نمازی کے قول "سبحان ربی الاعلیٰ" کو نہیں دیکھتے اور تیسری تقدیر پر ہر آیت مفضل علیہم کے حق میں مجمل ہوگی اور مجمل آیت کا بیان اگر نہ ہوا ہو تو وہ متشابہ آیتوں میں شمار ہوگی حالانکہ اس آیت کو کسی نے متشابہات میں شمار نہ کیا، لیکن ہم نے بحمداللہ اس آیت کا بیان صاحبِ بیان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پایا۔

امام ابو عمر ابن عبداللہ نے روایت کی حدیث مجالد سے انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالےٰ عنہما) سے پوچھا یا ابن عباس سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے پہلے کون اسلام لایا۔ انھوں نے فرمایا: کیا تم نے حسان بن ثابت کے یہ شعر نہ سُنے:

> (ترجمۂ اشعار) جب تجھے سچے دوست کا غم یاد آئے، تو اپنے بھائی ابوبکر کو ان کے کارناموں سے یاد کر جو نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد ساری مخلوق سے بہتر، سب سے زیادہ تقویٰ اور عدل والے، اور سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والے، جو نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے، جو نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پیچھے سفرِ ہجرت میں چلے، جن کا منظر محمود ہے اور لوگوں میں سب سے پہلے جنھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔ (صلے اللہ تعالےٰ علےٰ سیدنا محمد وآلہ وسلم)۔
>
> (فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۶۰۰ تا ۶۱۳)

(۴۸) تفضیلیہ کے آیت کریمہ "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" پر ایک شبہہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

الشبهة الثالثة وهي تتعلق بالكبرى من قياس اهل السنة والجماعة ان

المحمول فی قولہ تعالٰی "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[1]" ھو الاتقی فکان حاصل المقدمتین ان الصدیق اتقی و کل اکرم اتقی وھذا لیس من الشکل الاول فی شیئ ولا ثانیًا ایضًا لعدم الاختلاف فی الکیف وان عکستم الکبرٰی جاءت جزئیۃ لا تصلح لکبرویۃ الشکل الاول فمفاد الاٰیتین لایضرنا ولا ینفعکم وھٰذہ الشبھۃ ھی التی بلغنی عن بعض المفضلۃ عرضھا علی بعض المتکلمین منا۔

وانا اقول وباللہ التوفیق مااستخفہ تشکیکا واضعفہ دخلاً رکیکًا غلط ساقط باطل عاطل لایستحق الجواب ولکن اذا قیل وسئل فلابد من ابانۃ الصواب فاعلم ان اللطیف الخفی وفقنی لازھاق ھٰذا التلبیس الفلسفی باثنی عشر وجھا امھاتھا ثلثۃ وجوہ کل منھا یکفی ویشفی۔

الاوّل لوکان لھذا القائل علم بمحاورات القراٰن اوالحدیث او بما روی العلماء فی شان النزول اوالتفسیر المرفوع الی جناب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوکلمات العلماء والائمۃ الفحول اورزق حظا من فھم الخطاب ودرک المفاد وتنزیل الکلام علی الغرض المراد لعلم ان حمل الاکرم ھو المعتبر وصدر الکلام بتصدیر الخبر وذٰلک بوجوہ اوقفنی اللہ تعالٰی علیھا بمنہ وعمیم کرمہ۔

فاقول اوّلاً کانت الجاھلیۃ تتفاخر بالانساب وتظن ان الانسب ھو الافضل فجاءت کلمۃ الاسلام یرد کلمۃ الجاھلیۃ "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[2]" فالنزاع انما وقع فی موصوف الافضل لافی صفتہ وھذا کما اذا سأل سائل عن الذ الاطعمۃ فقال قائل الحامض الذ فنقول ردا علیہ لابل الذھا احلاھا فانما ترید ان الاحلی ھو الالذ والوجہ ان الاتقی فی الاٰیۃ کالاحلی فی قولک ھٰذہ مراٰۃ لملاحظۃ الذات والاکرم حکم علیہ کالالذ وانما الخبر ما حکم بہ لاما حکم علیہ ولقد دری من لہ قلیل ممارسۃ بکلام العرب ان الذھن اوّل ما تلقی الیہ امثال ھذا الکلام لایسبق الا الی ان المراد مدح الاتقیاء والترغیب فی التقوٰی والوعد الجمیل بان من یتق یکن کریمًا علینا عظیمًا لدینا وھٰکذا فھم المفسرون فھذا الزمخشری

---

[1] و [2] القراٰن الکریم ۴۹/ ۱۳

النکتة فی الادب الشامة فی معرفة کلام العرب یقول فی تفسیرہ " المعنی ان الحکمة التی من اجلها رتبکم علی شعوب و قبائل ھی ان یعرف بعضکم نسب بعض فلا یعتزی الی غیر آبائہ ، لا ان تتفاخروا بالآباء والاجداد وتدعوا التفاوت والتفاضل فی الانساب " ثم بیّن الخصلة التی بہا یفضل الانسان غیرہ ویکتسب الشرف والکرم عند اللہ تعالی فقال انّ اکرمکم عند اللہ اتقکم " وقریٔ انّ بالفتح کانہ قیل لم لایتفاخر بالانساب فقیل لان اکرمکم عند اللہ اتقاکم لا انسبکم[1] الخ وبمثلہ قال الامام النسفی فی المدارک[2]

و **اقول ثانیًا** القرآن انما نزل لبیان الاحکام التی لانطلع علیہا الا باطلاع اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ کالنجاة والھلاک والکرامة والھوان والرد والقبول والغضب والرضوان لا لبیان الامور الحسیة وکون الرجل تقیا او فاجرا مما یدرک بالحس ففی جعل الاکرم موضوعا کقلب الموضوع ولقد کان ھذا الوجہ من اول ما سبق الیہ فکری حین استماع الشبھة ثم فی اثناء تحریر الرسالة لما راجعت مفاتیح الغیب رأیت الفاضل المدقق تنبہ للشبھة ودندن فی الجواب حول ما اومأنا الیہ حیث یقول " فان قیل الآیة دلت علی ان کل من کان اکرم کان اتقی " وذلک لا یقتضی ان کل من کان اتقی کان اکرم ، قلنا وصف کون الانسان اتقی معلوم مشاھد ، ووصف کونہ افضل غیر معلوم ولا مشاھد والاخبار عن المعلوم بغیر المعلوم ھو الطریق الحسن ، اما عکسہ فغیر مفید ، فتقدیر الآیة کانہ وقعت الشبھة فی ان الاکرم عند اللہ من ھو ؟ فقیل ھو الاتقی ، واذا کان کذلک کان التقدیر اتقکم اکرمکم عند اللہ[3] انتھی ۔

قلت ولعلک لا یخفی علیک ما بین التقدیرین من الفرق وما بین ھذا الوجہ ووجوھنا الباقیة من التفاوت العظیم " ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء[4] " والحمد للہ رب العٰلمین ۔

---

[1] الکشاف تحت الآیة ۴۹/۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۷۵

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " " " ۴/۱۷۳

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیة ۹۲/۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۱/۱۸۵

[4] القرآن الکریم ۵/۵۴

ثم **اقول** عسٰی ان یزعجك الوھم المسئول فیلجئك ان تقوم تقول الیس التقوٰی من افعال القلوب، قال اللہ سبحٰنہ و تعالٰی " اولٰئك الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوٰی[1] " وقال تعالٰی " ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[2] " وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم " التقوٰی ھٰھنا ، التقوٰی ھٰھنا ، التقوٰی ھٰھنا ، یشیر الٰی صدرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم " اخرجہ مسلم[3] وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم " لکل شیئ معدن ومعدن التقوٰی قلوب العارفین " اخرجہ الطبرانی[4] عن ابن عمر والبیھقی عن الفاروق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنھما ، فکیف قلتم انھا من المحسوسات۔

قلت بلٰی ان التقوی مقامھا القلب وعن ھذا قلنا ان الصدیق لما کان اتقی الامّۃ باسرھا وجب ان یکون اعرفھا باللہ تعالٰی لکن القلب امیر الجوارح فاذا استولٰی علیہ سلطان شیئ اذعنت لہ الجوارح طرًّا ولمعت علیھا اٰثارہ جھرًا وھذا مشاھد فی الحیاء والحزن والفرح والغضب وغیرذٰلك من صفات القلب قال المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم " الا وان فی الجسد مضغۃ اذا اصلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب " اخرجہ الشیخان[5] عن نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تیسرا شُبہہ اس کا تعلق اہلسنت وجماعت کے قیاس کے کبرٰی کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالٰی کے قول " انّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم " میں محمول الاتقٰی ہے۔ تو دونوں مقدموں کا حاصل یہ ہُوا کہ صدیق اتقٰی ہیں اور ہر اکرم اتقٰی ہے ، اور یہ کسی طرح شکل اوّل کے قبیل سے نہیں اور

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۳

[2] " ۲۲/ ۳۲

[3] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۷

[4] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۱۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۳۰۳

[5] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترك الشبھات " " ۲/ ۲۸

شکل ثانی بھی نہیں اس لئے کہ کیف میں اختلاف نہیں ہے، اور اگر کبریٰ کا عکس کر دیا جائے اس صورت میں موجبہ جزئیہ ہوگا جو شکل اوّل کے کبریٰ بننے کے لائق نہیں، تو دونوں آیتوں کا مفاد تمہیں مضر نہیں اور تمہیں مفید نہیں، اور یہ وہی شبہہ ہے جس کے بارے میں مجھے خبر پہنچی کہ کسی تفضیلی نے ہمارے کسی عالم سے عرض کیا۔

اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی سے ہے، یہ کتنی سخیف تشکیک ہے اور کس قدر ضعیف اعتراض رکیک ہے جو غلط ہے ساقط ہے باطل و عاطل ہے جواب کا مستحق نہیں، لیکن یہ جب کہا گیا اور پوچھا گیا تو صواب کو ظاہر کرنا ضروری ہے، اب تم جانو کہ اللہ لطیف خفی نے اس قید فلسفی کے قلع قمع کے لئے مجھے بارہ[11] وجوہ سے توفیق بخشی ان بارہ[12] کی اصل تین[3] وجہیں ہیں ان میں سے ہر ایک کافی و شافی ہے:

پہلی یہ کہ اگر اس معترض کو قرآن و حدیث کے محاورات یا شانِ نزول میں علماء کی روایات جناب رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب و مرفوع تفسیر یا علماء اور جلیل القدر ائمہ کے کلمات کا علم ہوتا یا نظمِ قرآن کی سمجھ اور مفاد و معنی کی فہم اور کلام کو غرض مقصود پر رکھنے سے کچھ حصّہ روزی دیا ہوتا تو وہ جان لیتا کہ اکرم کو محمول بنانا ہی معتبر ہے تو کلام اس طرح صادر ہوا کہ اس میں تقدیم خبر ہے اور یہ دعویٰ چند دلیلوں سے ثابت ہے اس پر اللہ تبارک و تعالےٰ نے مجھے اپنے احسان اور لطفِ عام سے مطلع کیا۔

فاقول (میں کہتا ہوں) **اولاً** اہلِ جاہلیت نسب پر فخر کرتے تھے اور وہ گمان کرتے تھے کہ جس کا نسب بہتر ہے وہی افضل ہے تو اسلام کا کلمہ جاہلیت کے بول کو رَد کرتا ہُوا آیا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (بیشک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے) تو نزاع تو اس میں ہے کہ وصف اول کا موصوف کون ہے نہ کہ صفت افضل میں۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی پُوچھنے والا پُوچھے کہ کھانوں میں سب سے مزیدار کھانا کون سا ہے؟ تو کوئی کہے الذھا اخلاھا (کھٹا سب سے زیادہ مزیدار ہے) تو اس کا رَد کرنے کو تم یُوں کہو: نہیں بلکہ الذّھا احلاھا (سب سے زیادہ مزیدار میٹھی چیز ہے)۔ تو ہماری مراد یہی ہے کہ سب سے زیادہ میٹھا سب سے زیادہ مزیدار ہے، اور وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اتقٰی تمہارے اس قول "ذات کے ملاحظہ کے لئے یہ آئینہ ہے" میں احلی کی مثل ہے اور اکرم محکوم علیہ ہے جیسے الذ۔ اور خبر تو محکوم بہ ہوتی ہے نہ کہ محکوم علیہ۔ اور بیشک وُہ سمجھتا ہے جسے کلامِ عرب سے تھوڑا سا سابقہ ہو کہ جیسے ہی ایسا کلام ذہن میں آتا ہے اس کی سبقت اسی طرف ہوتی ہے کہ مراد پرہیزگاروں کی تعریف' اور تقوٰی کی رغبت دلانا ہے اور یہ وعدۂ جمیل کہ جو تقوٰی اختیار کرے گا ہمارے یہاں عزت و کرامت والا ہوگا۔ اور اسی طرح مفسرین نے سمجھا تو یہ زمخشری جو ادب میں نکتہ کی مانند اور کلامِ عرب میں تِل کی مثال سے ہے اپنی تفسیر

میں قائل ہیں بیشک وہ حکمت جس کی وجہ سے تمھاری ترتیب کنبوں اور قبیلوں پر رکھی وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کا نسب جان لے۔ تو اپنے آباء و اجداد کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے نہ یہ کہ تم آباء و اجداد پر فخر کرو اور نسب میں فضیلت اور برتری کا دعوٰی کرو۔ پھر اللہ نے وہ خصلت بیان کی جس سے انسان دوسرے سے برتر ہوتا ہے اور اللہ کے یہاں عزت و بزرگی کا اکتساب کرتا ہے تو اللہ نے فرمایا اِنَّ اَکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ اور ایک قراءت اَنَّ فتح ہمزہ کے ساتھ ہے گویا کہ کہا گیا ہے کہ نسب پر فخر نہ کرو ، تو بتایا گیا کہ اس وجہ سے کہ تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے نہ وہ جو سب سے بڑے نسب والا ہو الخ۔ اور اسی طرح امام نسفی نے مدارک میں فرمایا۔

اقول ثانیاً قرآن تو ان احکام کے بیان کے لئے نازل ہوا ہے جن کا علم اللہ سبحٰنہ و تعالٰی کے اطلاع کئے بغیر نہیں ہو سکتا جیسے کہ نجات و ہلاکت ، عزت و دولت اور مردود و مقبول ہونا اور غضب و رضائے الٰہی، وہ محسوسات کے بیان کے لئے نہیں اُترا اور آدمی کا پرہیزگار یا مددگار ہونا ان باتوں سے ہے جن کا علم احساس سے ہوتا ہے تو اکرم کو موضوع بنانا قلب موضوع ہے اور بیشک یہ وجہ ان باتوں سے ہے جن کی طرف میری فکر نے شبہہ کو سُن کر سبقت کی، پھر اس رسالہ کی تصنیف کے دوران جب میں نے تفسیر "مفاتیح الغیب" دیکھی تو میں نے فاضل مدقق کو دیکھا کہ وہ اس شبہہ کی طرف متنبہ ہوئے اور جواب میں جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا اس کے گرد مبہم کلام فرمایا اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں پھر اگر کہا جائے کہ یہ آیت تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ شخص جو اکرم (بڑا عزت والا) ہوگا اتقی (بڑا پرہیزگار) ہوگا ، اور یہ اس بات کا مقتضی نہیں کہ ہر وہ شخص جو اتقی (بڑا پرہیزگار) ہو وہ اکرم (بڑا عزت دار) ہو۔ ہم کہیں گے کہ انسان کا اتقی ہونا وصفِ معلوم و محسوس ہے اور انسان کا افضل ہونا نہ وصفِ معلوم ہے اور نہ محسوس۔ اور معلوم کے بارے میں وصف غیر معلوم کے ذریعہ خبر دینا ، یہی بہتر طریقہ ہے۔ رہا اس کا عکس ، تو وہ مفید نہیں۔ تو آیت میں عبارت مقدر ہے، گویا کہ اس بارے میں شبہہ ہوا کہ اللہ کے نزدیک اکرم کون ہے ؟ تو فرمایا گیا کہ اکرم اتقی ہے ، اور جب بات یوں ہے تو آیت کی تقدیر یوں ہوگی اتقٰکم اکرمکم عند اللہ (تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اللہ کے نزدیک تم سب میں عزت والا ہے)۔

قلت (میں کہتا ہوں) اور شاید تم پر پوشیدہ نہ ہو وہ فرق جو دونوں تقدیروں میں ہے اور وہ عظیم تفاوت جو اس وجہ میں اور ہماری باقی وجوہ میں ہے یہ اللہ کے فضل میں ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے جو رب ہے جہان والوں کا۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) قریب ہے کہ تمھیں وہم بے چین کرے پھر تمھیں مجبور کرے کہ

تم کھڑے ہوکر یہ کہو کہ کیا تقوٰی افعال القلوب سے نہیں، اللہ سبحٰنہ وتعالٰے کا ارشاد ہے: "یہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے۔" اور اللہ تعالٰے فرماتا ہے: "اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔" اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "تقوٰی یہاں ہے، تقوٰی یہاں ہے، تقوٰی یہاں ہے۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرماتے تھے۔" اس حدیث کو مسلم وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا، اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے: "ہر شئے کے لئے کان ہے اور تقوٰی کی کان اولیاء کے دل ہیں۔" اس حدیث کو طبرانی نے ابن عمر سے اور بیہقی نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، تو آپ نے کیسے کہہ دیا کہ تقوٰی محسوسات سے ہے۔

قلت (میں جواب میں کہتا ہوں) ہاں بیشک تقوٰی کا مقام قلب ہے اور اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ بیشک جب صدیق تمام اُمت سے زیادہ پرہیزگار ہُوئے تو ضروری ہُوا کہ وہ سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہوں لیکن قلب اعضاء کا امیر ہے، تو جب قلب پر کسی شئے کا سلطان غالب ہوتا ہے تو تمام اعضاء اس کے تابع ہوجاتے ہیں اور اعضاء پر اس کے آثار صاف جھلکتے ہیں اور حیاء وغم، خوشی و غضب وغیرہ صفاتِ قلب میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں: "خبردار! بیشک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ سُدھرتا ہے پورا جسم سُدھر جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے پورا جسم بگڑ جاتا ہے، سنئے! ہو وہ قلب ہے۔" اس حدیث کو بخاری ومسلم نے نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت کیا۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۱۶ تا ۶۲۳)

(۴۹) آیت کریمہ "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم" پر ایک اور اعتراض کا منطقی انداز میں شافی جواب دیتے ہُوئے فرمایا:

من وجوہ الجواب عن ھذا الارتیاب اقول بتوفیق الوھاب لئن جئنا علی المماکسة والاستقصاء لما ترکنا کم ان تزعموا ان الاٰیة لا تقتضی باکرمیة الاتقٰی وان سلمنا ان الموضوع ھو الاکرم وذٰلک لان اتقٰکم واکرمکم لا یصدقان بل لا یصلحان لان یصدقا الا علی واحد ولا یجوز تعددھما بمعنی الصدق مرة علی ھذا واخری علی ذاک فاذا ثبت اتحادھما فی الوجود کما ھو مقتضی الحمل وجب التعاکس اذ لما اتحد مصداقھما وقد علمنا بطلان التعدد کانا کعنوان لجرمی واحد لک ان تجعل ایھما شئت مراٰة لملاحظة وایھما شئت محمولا علیه وله نظائر جمة تقول افضل الانبیاء اولھم خلقا

واکرم الرسل اٰخرھم بعثا، واحسن الجنّت اقربھا الی العرش، واعظم شجرۃ فی الجنۃ طوبیٰ، ومنتھی جبریل سدرۃ المنتہی، وافضل الصلوات الصلوٰۃ الوسطی، وابوك ابوہ، وامك امہ، و اول من دخل اٰخر من خرج، و اقل الاعداد اول الاعداد، والشمس النیر الاعظم، واعلی الافلاك اکبرھا حجما، واخص الکلیات اقلھا افراداً و فلك جوزہو فلك القمر وسیارۃ لا تدویرلھا ذکاء والمتحیرۃ السوداء زحل، والخانس الکانس الاحمر مریخ الیٰ غیر ذلك مما لا یعد ولا یحصی ومحال ان تبدی مثالاً یحمل فیہ افعل احترازعن المستعمل بمن مضافا علی افعل مضافا الی ما اضیف الیہ الاول مع جریانھما علی معناھما الحقیقی

ثم لا یصح العکس، فاذا صدقت القضیۃ بالنظر الی الواقع کفانا ھذا لانتظام القیاس واستنتاج المدعی، والسر فی ذٰلك ان الموجبات انما تنعکس الی ما لا یصلح لکبرویۃ الاول لجواز عموم المحمول و اذا کان ھناك مفھومان لیس لکل منھما الا مصداق واحد بحسب ظرف الخارج او الذھن ایضاً بطل عمومھما بحسب ذٰلك الظرف (فلا یجوز ان یکون احدھما اعم من الاٰخر بمعنی شمولہ لہ ولغیرہ فی ذٰلك الظرف) فلم یبق باعتبارہ الا التساوی او التباین ولا ثالث لھما، فان صدقت الحملیۃ القائلۃ ان ھذا ذاك وجب صدق القائلۃ ان ذاك ھذا او الجاز السلب فیتباینان فتبطل الاولی ھف فاذا بلغنا مثلاً عن رجل قولان احدھما قولہ لعمرو زید ابوك والاٰخر قولہ ابی ابوك امکن لنا ان نعمل من قولیہ شکلاً ینتج ان زیدا ابی لانہ اذا صدق قولہ ابی ابوك لزم صدق ابوك ابی والا لتعدد ابواھما فبطل الاول واذا صدقت ھذہ انتظم الشکل بان زیدا ابوك وابوك ابی فزید ابی، وافعل التفضیل مضافاً الی جماعۃ اذا کان باقیاً علیٰ معناہ الحقیقی المتبادر منہ شانہ ھذا، اذ لا یکون الفرد الاکمل من جماعۃ الا واحدا ولن یصدقن ابدا قضیتان قائلتان بان ھذا اکملھم و ذٰلك اکملھم معًا و ھذا ظاھر جدا بل شان ھذا انور من شان الشمس واخواتھا فان العقل یجیز صدقھا علی افراد کثیرۃ کثیرۃ واذا وجد لھا فی الخارج فرد لم یستبعد وجود اٰخر بخلاف افعلھم فانما یقبل الاشتراك علیٰ سبیل البدلیۃ واذا صدق فی الخارج علیٰ فرد احال العقل صدقہ علی اٰخر منحازاً عنہ کذا اسماء الاشارۃ سواء بسواء فصدق العکس ھٰھنا ابین واجلی، واما قول اھل المیزان لا تنعکس الموجبۃ الا جزئیۃ معناہ ان کلما جعلت موضوع موجبۃ کلیۃ محمولاً

ومحمولہا موضوعًا واتیت بسور الکلیۃ کانت القضیۃ کاذبۃ، فان الواقع یکذبہ بل المعنی عدم الاطراد، وھم لا اقتصر نظرھم علی الکلیات لایعدون الا المطرد المضبوط الذی لایتخلف فی مادۃ من المواد، وعدم الاطراد لایستلزم المراد العدم، ولا اقول انہ عکس منطقی، ولا انہا تلزم القضیۃ لزومًا عامًا لکنہا تلزم فی امثال المقام لا شک، فتصدق القضیۃ بالنظر الی الواقع سمّاھا المیزانیون عکسًا اوّلًا وھذا القدر یکفی لانتظام الشکل فان صادقین مستجمعتین للشرائط لاتنتجان الا صادقۃ ولا یلزم اثبات الصدق علی انہا عکس منطقی لقضیۃ صادقۃ وانکار ھذا من اخفی المکابرات، ثم ھذا العکس لم یرشدنا الیہ الا الاٰیۃ الکریمۃ اذھی التی دلتنا علی اتحادھما فی الوجود فاذا کان ھذا فی مفھومین لاتعدد لمصداق شیئ منھما کان ارشادا الی التعاکس قطعًا، کما اذا سمعت رجلًا یقول ابی زید جارلک ان تقول کان الرجل یقول زید ابی لان زیدا لایتعدد وابو الرجل لایتعدد فاذا کان ابوہ زیدا کان زید اباہ کذا ھذا من دون شک ولا اشتباہ والحمد للہ علی نعمائہ وعلیک بتسکین الھواجس یا فلسفیاہ۔

الثالث من وجوہ الجواب **اقول** وربی ھادی الصواب اخترنا عن ھذا کلہ وسلمنا ان مفاد الاٰیۃ الاولیٰ قولنا کل اکرم اتقی وینعکس بعکس النقیض الی قولنا "من لیس باتقی لیس باکرم" وقد اثبتنا فیما اسلفنا عرش التحقیق علی ان المراد بالاتقی فی الاٰیۃ الثانیۃ اعنی قولہ تعالیٰ "وسیجنبہا الاتقی"[1] اتقی الصحابۃ جمیعًا فوجب ان لایکون احد من الصحابۃ اتقی منہ ولا مساویًا لہ فی التقوی، اذا ثبت ھذا فنقول کل صحابی فھو لیس باتقی من ابی بکر ومن لیس باتقی منہ لیس باکرم منہ، انتج ان کل صحابی فھو لیس باکرم من ابی بکر وصغری القیاس معدولۃ کما لوحنا الیہ بتقدیم اداۃ الربط علی حرف السلب، ولک ان تجعلہا موجبۃ سالبۃ المحمول اعنی علی قول قوم من المتاخرین ویرشدک الی ما یزیح وھمک جعل السلب فی الکبری مرآۃ لملاحظۃ افراد الاوسط، وان شئت لم تعکس الاٰیۃ الاولیٰ ایضا ونسجت الشکل علی منوال الثانی بان تقول لاشیئ من الصحابۃ اکرم

---

[1] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۷

من ابی بکر ولعلك ان تقررہ قیاسًا استثنائیًا یرفع المقدم لرفع التالی فتقول لوکان احد من الامۃ اکرم من الصدیق لکان اتقی منہ لان کل اکرم اتقی لکنھم لیسوا باتقی منہ للاٰیۃ الثانیۃ فلیسوا باکرم منہ وفیہ المقصود۔

اس شبہہ کے جواب میں دوسری وجہ، میں اللہ وہاب کی توفیق سے کہتا ہوں اگر ہم اس بحث کا دائرہ بند کرنے پر اور حد تک پہنچانے پر آجائیں تو ہم تم کو نہ چھوڑیں کہ تم یہ کہو کہ آیت اتقٰی کی فضیلت کا تقاضا نہیں کرتی اگرچہ ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ آیت میں اکرم ہی موضوع ہے، یہ اس وجہ سے کہ اتقاکم اور اکرمکم صادق نہیں آتے بلکہ ان میں صلاحیت ہی نہیں اس کی کہ وہ ایک ذات واحد پر صادق آئیں تو ان دونوں کا تعدد جائز نہیں بایں معنی کہ کبھی اس پر صادق ہوں اور کبھی اُس پر صادق ہوں کہ جب ان کا وجود میں اتحاد ثابت ہوگیا تو دونوں کا باہم عکس ضروری ہوا اس لئے کہ جب دونوں کا مصداق ایک ہے اور ہم نے تعدد کا باطل ہونا جان لیا تو یہ دونوں ایک ذات واحد کے دو علم کی مثال ہوئے تمھیں اختیار ہے کہ جس کو چاہو ذات کے لئے مرآۃِ ملاحظہ بناؤ اور جس کو چاہو محمول علیہ بناؤ، اور اس کی بہت ساری مثالیں ہیں، تم کہتے ہو سب نبیوں سے افضل وہ ہیں جو سب سے پہلے مخلوق ہوئے اور سب رسولوں سے اکرم وہ ہیں جو سب کے بعد مبعوث ہوئے۔ اور سب جنتوں سے بہتر وہ جنت ہے جو سب سے زیادہ عرش سے قریب ہے۔ اور جنت میں سب سے بڑا پیڑ طوبٰی ہے، اور جبریل کا منتہٰی سدرۃ المنتہٰی ہے۔ اور سب نمازوں سے بہتر بیچ کی نماز عصر ہے، اور تمھارا باپ اس کا باپ ہے اور تمھاری ماں اس کی ماں ہے۔ اور سب سے پہلے داخل ہونے والا سب کے بعد نکلنے والا ہے، اور عدد میں سب سے کمتر پہلا عدد ہے۔ اور سورج نیرِ اعظم ہے اور سب سے اونچا فلک حجم میں سب سے بڑا ہے اور خاص تر کلی سب سے کم افراد والی ہے اور فلک جوزہر فلک قمر ہے اور وہ سیارہ جس میں گولائی نہیں وہ سورج ہے اور سیارہ متحیرہ زحل ہے اور سیدھے چل کر اُلٹے پھرنے والا اور غائب ہو جانے والا سرخ سیارہ مریخ ہے۔ اس کے علاوہ بہت ساری مثالیں جن کی گنتی اور شمار نہیں، اور محال ہے کہ تم ایسی مثال ظاہر کرو جس میں افعل التفضیل مضاف ہو کر دوسرے افعل التفضیل پر محمول ہو درانحالیکہ وہ اس کی طرف مضاف ہو جس کی طرف پہلا مضاف ہوا ہے اور اسی کے ساتھ دونوں اپنے معنی حقیقی پر جاری ہوں پھر ان دونوں کا عکس صحیح نہیں۔ تو جب قضیہ نظر بنفس الامر صادق ہے تو ہمیں نظم قیاس اور مدعا کا نتیجہ حاصل کرنے کے لئے یہی کافی ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ موجبہ قضیے کا عکس وہ آتا ہے جو شکل اول کے کبرٰی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے کہ محمول کے عموم کا احتمال ہے اور جبکہ

دو مفہوم وہاں ایسے ہوں کہ جن میں سے ہر ایک کے مصداق کا اعتبار اس کے محل خارجی کے اعتبار سے ایک ہو یا ذہن میں بھی متحد ہو تو ان دونوں کے مفہوم کا عموم باعتبار اس محل کے باطل ہے تو اس کے اعتبار سے نہ رہی مگر تساوی یا تباین اور ان دونوں کا ثالث نہیں تو اگر قضیہ حملیہ جس میں یہ دعویٰ ہو کہ بیشک یہ شخص وہی ہے صادق آئے تو ضروری ہے کہ یہ قضیہ حملیہ صادق آئے کہ وہ شخص یہی ہے ورنہ اس کا سلب جائز ہوگا تو آپس میں دونوں متباین ہوں گے تو پہلا قضیہ باطل ہو جائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے لہذا اگر ہمیں ایک شخص سے دو باتیں پہنچیں ان میں سے ایک اس کا قول عمرو سے مخاطب ہو کر کہ زید تیرا باپ ہے اور دوسرا اس کا قول کہ میرا باپ تیرا باپ ہے تو ہمیں ممکن ہے کہ ہم اس کے دونوں قول سے ایک شکل بنائیں تو وہ نتیجہ دے کہ زید میرا باپ ہے اس لئے کہ جب اس کا یہ قول کہ میرا باپ تیرا باپ ہے صادق ہے تو لازم ہے کہ یہ قول صادق ہو کہ تیرا باپ میرا باپ ہے ورنہ ان دونوں کے باپ متعدد ہوں گے تو پہلا قول باطل ہو جائے گا اور جب یہ قضیہ صادق ہے تو شکل اسی طور پر بنے گی کہ زید تیرا باپ ہے اور تیرا باپ میرا باپ ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ زید میرا باپ ہے۔ اور افعل التفضیل جو ایک جماعت کی طرف مضاف ہو تو جب وہ اپنے اس معنیٰ حقیقی پر باقی ہو جو اس سے متبادر ہوتے ہیں تو اس کی شان یہی ہوتی ہے اس لئے کہ کسی جماعت سے فرد اکمل ایک ہوگا اور ہرگز کبھی ایسے دو قضیے صادق نہ آئیں گے جو یہ دعویٰ کرتے ہوں کہ یہ شخص ساری جماعت سے اکمل ہے اور وہ شخص ساری جماعت سے افضل ہے، اور یہ سب ظاہر ہے بلکہ اس کا معاملہ سورج اور اس کے امثال کے ظہور سے روشن تر ہے اس لئے کہ عقل شمس وغیرہ کے مفہومات کا صادق آنا بہت سارے افراد پر جائز جانتی ہے اور جب ان مفہومات کا خارج میں کوئی فرد پایا جائے تو عقل دوسرے فرد کے وجود کو بعید نہیں جانتی بخلاف اَفۡعَلُهُمۡ کہ یہ تو اشتراک کو بر سبیل بدلیت قبول کرتا ہے اور جب خارج میں کسی فرد پر اس کا مصداق پایا جائے تو عقل محال جانتی ہے کہ افعل التفضیل کا مصداق دوسرے پر صادق آئے جو اس سے منفرد ہو اس کا معاملہ اسمائے اشارہ کے مانند برابر برابر ہے تو یہاں پر عکس کا صادق ہونا روشن تر اور ظاہر تر ہے۔ رہا منطق والوں کا یہ قول کہ موجبہ کا عکس نہیں ہوتا مگر جزئیہ، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب کبھی تم موجبہ کلیہ کے موضوع کو محمول بناؤ اور اس کے محمول کو موضوع بناؤ اور اس پر کلیہ کا سور لاؤ تو قضیہ کاذب ہوگا اس لئے کہ واقعہ اس بات کو جھٹلاتا ہے بلکہ معنیٰ یہ ہے کہ یہ مطرد نہیں، اور منطقیوں کی نظر چونکہ کلیات تک محدود ہوتی ہے تو وہ اعتبار نہیں کرتے مگر اس مفہوم کا جو مطرد و مضبوط ہو مواد میں سے کسی مادہ میں جس کا حکم متخلف نہ ہو اور عدمِ اطراد اطرادِ عدم کو مستلزم نہیں ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ یہ عکس منطقی ہے، نہ یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ یہ قضیہ کو عام طور پر لازم ہے لیکن اس مقام کے امثال میں

بلاشبہ عکس لازم ہوتا ہے توقضیہ منعکسہ واقعہ پر نظر کرتے ہوئے صادق ہے اہل منطق نے اس کا نام عکسِ اول رکھا ہے اور اتنی مقدار انتظام شکل کے لئے کافی ہے اس لئے کہ دو قضایا صادقہ جو شرائط کے جامع ہوں ایک قضیہ صادق ہی کا نتیجہ دیں گے اور صدق کا ثابت کرنا اس پر موقوف نہیں کہ وہ قضیہ صادقہ عکس منطقی ہو اور اس کا انکار نہایت بے شرمی کے مکابرات میں سے ہے۔ پھر اس عکس کی طرف آیت کریمہ نے ہی رہنمائی کی اس لئے کہ اسی نے ہم کو یہ دکھایا کہ دونوں قضیے وجوب میں متحد ہیں تو جب یہ حال ایسے دو مفہوموں میں ہے کہ ان میں سے کسی شے کا مصداق متعدد نہیں تو یہ یقیناً دونوں قضیے کے باہم منعکس ہونے کی طرف رہنمائی ہے جیسے کہ جب تم کسی شخص کو کہتے سنو کہ میرا باپ زید ہے تو تمھیں جائز ہے کہ تم کہو گویا کہ یہ شخص یوں کہہ رہا ہے کہ زید میرا باپ ہے اس لئے کہ زید متعدد نہیں اور اس شخص کے باپ متعدد نہیں، تو جب اس کا باپ زید ہوا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زید اس شخص کا باپ ہے، اسی طور پر بلا شک وشبہہ یہ آیت ہے اور اللہ کے لئے اس کی نعمتوں پر حمد، اور اے فلسفی! تجھے لازم ہے کہ وساوس کو سکون دے۔

وجوہِ جواب میں سے تیسری وجہ، میں کہتا ہوں اور میرا رب راہِ صواب دکھانے والا ہے ہم نے اس سب کو اختیار کیا اور مان لیا۔ آیت اولٰے کا مفاد ہمارا یہ قول ہے کہ کل اکرم اتقی (یعنی ہر اکرم سب سے بڑا متقی ہے) اور اس کا عکس نقیض ہمارا یہ قول ہے کہ من لیس باتقٰی لیس باکرم (جو اتقی سب سے بڑا متقی نہیں ہے وُہ اکرم نہیں ہے) اور ہم نے ان کلمات میں جو ہم پہلے کہہ چکے عرشِ تحقیق کو ثابت کر دیا کہ مراد اتقی سے آیت ثانیہ یعنی اللہ تبارک و تعالٰے کے قول وسیجنبہا الاتقی میں تمام صحابہ سے زیادہ متقی شخص مراد ہے تو ضروری ہے کہ صحابہ میں کوئی اس سے بڑھ کر متقی نہ ہو اور نہ تقوٰی میں اس کے کوئی مساوی ہو، جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ ہر صحابی ابوبکر سے بڑھ کر متقی نہیں اور جو ان سے بڑھ کر متقی نہیں وُہ کرامت میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر صحابی ابوبکر سے زیادہ عزّت والا نہیں اور اس قیاس کا صغرٰی معدولہ ہے جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اداتِ ربط کو حرفِ سلب پر مقدم کر کے اشارہ کیا اور تمھیں اختیار ہے کہ تم اس قضیہ کو موجبہ سالبۃ المحمول بناؤ یعنی متاخرین میں سے ایک قوم کے قول پر اور تمھاری رہنمائی اس بات کی طرف جو تمھارے وہم کو دُور کر دے سلب کو کبرٰی میں افراد اوسط کے لئے مرآۃِ ملاحظہ بنانے سے ہوگی، اور اگر تم چاہو تو آیتِ اولٰے کا عکس نہ کرو اور شکل کو آیتِ ثانیہ کے طرز پر منتظم کرو بایں طور کہ تم کہو کہ کوئی صحابی ابوبکر سے بڑھ کر عزّت والا نہیں۔ اور شاید تم اس کو قیاس استثنائی کے طور پر مقرر رکھو

جو مقدم کو ارتفاع تالی کی وجہ سے مرتفع کردے تو تم یوں کہو اُمت میں اگر کوئی صدیق سے بڑھ کر عزت والا ہوتا تو وہ ضرور صدیق سے بڑھ کر متقی ہوتا اس لئے کہ ہر اکرم اتقی ہے لیکن ساری امت صدیق سے بڑھ کر متقی نہیں بدلیل آیت ثانیہ، تو وہ صدیق سے بڑھ کر عزت والے نہیں، اور اسی میں ہمارا مقصود ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۵۳ تا ۶۶۰)

(۵۰) مفاتیح امام رازی سے سورۂ والضحٰی اور والیل کے یکجا ہونے پر نکاتِ عجیبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لطیفة: قال الامام الرازی فی مفاتیح الغیب "سورة واللیل سورة ابی بکر، وسورة والضحٰی سورة محمد علیه الصلٰوة والسلام ثم ماجعل بینهما واسطة لیعلم انه لا واسطة بین محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم و ابی بکر فان ذکرت اللیل اوّلًا وهو ابوبکر ثم صعدت وجدت بعده النهار وهو محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم وان ذکرت والضحٰی اولًا وهو محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ثم نزلت وجدت بعده واللیل وهو ابوبکر لیعلم انه لا واسطة بینهما[1] انتهی۔

اقول وکان تقدیم واللیل علی هٰذا التقدیر لانها جواب عن طعن الکفار فی جناب الصدیق والضحٰی جواب عن طعنهم فی سیّد المرسلین صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم وتبرئة النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لاتستلزم تبرئة الصدیق لانه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اعلٰی وبراءة الاعلٰی لاتوجب براءة الادنی وتبرئة الصدیق رضی اللّٰه تعالٰی عنه تحکم تبرئة النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم بالطریق الاولٰی اذ انما بریٔ لانه عبد بذالك البریٔ النقی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فکان فی تقدیم واللیل استعجالًا الی الجواب عن الطعنین معًا ولو اخر لتأخر الجواب عن طعن الصدیق۔

واقول تسمیة سورة الصدیق باللیل وسورة المصطفٰی بالضحٰی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ورضی اللّٰه تعالٰی عنه کانه اشارة الی ان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم نور الصدیق

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیة ۹۲/ ۱ تا ۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۱/ ۱۸۹

وھداہ ووسیلۃ الی اللہ بہ یبتغی فضلہ ورضاہ والصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ راحۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ووجہ انسہ وسکونہ واطمینان نفسہ وموضع سرہ ولباس خاصتہ فقد قال تبارک وتعالیٰ "وجعلنا الیل لباسا"[1] وقال تعالیٰ "وجعل لکم الیل و النھار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون"[2] وتلمیح الی ان نظام عالم الدین انما یقوم بھما کما ان نظام عالم الدنیا یقوم بالملوین فلولا النھار لما کان ابصار ولولا اللیل لما حصل قرار، فالحمد للہ العزیز الغفار۔

لطیفہ: فرمایا امام رازی نے مفاتیح الغیب میں کہ سورۂ واللیل ابوبکر کی سورۃ ہے اور سورۂ والضحیٰ محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سورۃ ہے، پھر اللہ تعالےٰ نے ان سورتوں کے درمیان واسطہ نہ رکھا تاکہ معلوم ہو کہ محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور ابوبکر کے درمیان کوئی شخص واسطہ نہیں، تو اگر تم پہلے واللیل کا ذکر کرو وہ ابوبکر ہیں پھر چڑھو تو اس کے بعد دن کو پاؤ گے تو وہ محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں، اور اگر تم پہلے والضحیٰ کا ذکر کرو وہ محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، پھر اترو تو اس کے بعد واللیل کو اور وہ ابوبکر ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

اقول اور واللیل کی تقدیم اس تقدیر پر اس لئے ہے کہ وُہ جناب صدیق کے بارے میں کفار کے طعنہ کا جواب ہے اور والضحیٰ ان کے طعنہ کا جواب ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں، اور نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی برارت صدیق کی برارت کو مستلزم نہیں اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اعلیٰ ہیں اور اعلےٰ کی برارت ادنیٰ کی برارت کو لازم نہیں کرتی اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برارت بدرجۂ اولےٰ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی برارت کا حکم کرتی ہے اس لئے کہ صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس لئے بری ہُوئے کہ اس بریٔ نقی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے غلام ہیں تو واللیل کی تقدیم میں ایک ساتھ دونوں طعنوں کے جواب کی حجت ہوئی، اور اگر واللیل کو مؤخر کیا جاتا تو صدیق کے طعنہ کا جواب مؤخر ہوجاتا۔

اقول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی سورت کو واللیل کا نام دینا اور مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سورۃ کا نام ضحےٰ رکھنا گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] القرآن الکریم ۷۸/ ۱۰

[2] " " ۲۸/ ۷۳

صدیق کا نور اور ان کی ہدایت اور اللہ کی طرف ان کا وسیلہ جن کے ذریعہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کی جاتی ہے اور صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی راحت اور ان کے انس وسکون اور اطمینان نفس کی وجہ ہیں اور ان کے محرم راز اور ان کے خاص معاملات سے وابستہ رہنے والے اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالٰی فرماتا ہے: "اور رات کو پردہ پوش کیا"۔ اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "تمہارے لئے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو اور اس لئے کہ تم حق مانو"۔ اور یہ اس بات کی طرف تلمیح ہے کہ دین کا نظام ان دونوں سے قائم ہے جیسے کہ دنیا کا نظام دن رات سے قائم ہے، تو اگر دن نہ ہو تو کچھ نظر نہ آئے اور رات نہ ہو تو سکون حاصل نہ ہو۔ تو اللہ عزیز غفار ہی کے لئے حمد ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۷۹ تا ۶۸۱)

(۵۱) آیاتِ قرآنیہ سے افضلیتِ صدیقِ اکبر بر مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر ایک نکتۂ عجیبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

لطیفہ: استنبط القاضی الامام ابوبکر الباقلانی من الاٰیات الکریمۃ وجھا اٰخر لتفضیل سیدنا الصدیق علٰی سیدنا المرتضی لقاھما اللہ تعالٰی باحسن الرضا، انبانا السراج عن الجمال عن السندی عن الفلانی عن محمد سعید عن محمد طاھر عن ابیہ ابراھیم الکردی عن القشاشی عن الرملی عن الزین زکریا عن ابن حجر عن مجد الدین الفیروزآبادی عن الحافظ سراج الدین القزوینی عن القاضی ابی بکر التفتازانی عن شرف الدین محمد بن محمد الھروی عن محمد بن عمر الرازی قال فی مفاتیح الغیب" ذکر القاضی ابوبکر الباقلانی فی کتاب الامامۃ فقال الاٰیۃ الواردۃ فی حق علی کرم اللہ وجھہ الکریم" انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا ۝ انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا ۝" والاٰیۃ الواردۃ فی حق ابی بکر" الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلٰی ولسوف یرضٰی" فدلت الاٰیتان علی ان کل احد منھما انما فعل ما فعل لوجہ اللہ الا ان اٰیۃ علٰی تدل علٰی انہ فعل ما فعل لوجہ اللہ وللخوف من یوم القیٰمۃ علی ما قال" انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا" واما اٰیۃ ابی بکر فانھا دلت علی انہ فعل ما فعل لمحض وجہ اللہ تعالٰی من غیران یشوبہ طمع فیما یرجع الی رغبۃ فی ثوب اورھبۃ من عقاب فکان مقام ابی بکر اعلٰی واجل[1] انتھی۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/۲۰، ۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۱/۱۸۶ و ۱۸۷

لطیفہ: قاضی امام ابوبکر باقلانی نے اس آیہ کریمہ سے حضرت سیدنا مرتضٰے پر فضیلت صدیق کی دوسری وجہ استنباط کی، اللہ تبارک وتعالیٰ دونوں کو اپنی بہترین رضا سے ہمکنار کرے۔ ہمیں خبر دی سراج نے، وہ روایت کرتے ہیں جمال سے، وہ روایت کرتے ہیں سندی سے، وہ روایت کرتے ہیں فلانی سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد سعید سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ ابراہیم کردی سے، وہ روایت کرتے ہیں قشاشی سے، وہ روایت کرتے ہیں رملی سے، وہ روایت کرتے ہیں زین زکریا سے، وہ روایت کرتے ہیں ابن حجر سے، وہ روایت کرتے ہیں مجدالدین فیروز آبادی سے، وہ روایت کرتے ہیں حافظ سراج الدین قزوینی سے، وہ روایت کرتے ہیں قاضی ابوبکر تفتازانی سے، وہ روایت کرتے ہیں شرف الدین محمد بن محمد الهروی سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد بن عمر رازی سے، انھوں نے مفاتیح الغیب میں فرمایا قاضی ابوبکر باقلانی نے کتاب الامامۃ میں ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ آیت جو علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں وارد ہے: "ان سے کہتے ہیں ہم تمھیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکرگزاری نہیں مانتے بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے۔" اور وہ آیت جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں وارد ہوئی "صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔" یہ دونوں آیتیں دلالت کرتی ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے نیکی اللہ کی خوشنودی کے لئے کی مگر یہ کہ سیدنا علی کے حق میں جو آیت اتری وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انھوں نے جو کچھ کیا وہ اللہ کی خوشنودی اور روز قیامت کے ڈر سے کیا اسی بناء پر انھوں نے کہا: "بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہے۔" اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں اترنے والی آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ انھوں نے جو کچھ کیا محض اللہ کے لئے کیا بغیر اس کے کہ اس میں کچھ طمع کا شائبہ ہو اس امر میں جو ثواب میں رغبت یا عذاب میں ہیبت کی طرف لوٹتا ہے، تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام اعلیٰ اور اجل ہوا انتہی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۸ ص ۶۸۱ تا ۶۸۳)

فتاوٰی رضویہ جلد ۲۹

(۱) ترجمہ کرتے وقت کیا احتیاطیں ضروری ہیں؟ اس بارے میں ارشاد فرمایا:

خصوصاً ترجمہ کہ وہ گویا متکلم کی طرف سے اس کی زبان کا بیان ہوتا ہے، تو نہایت ضرور ہے کہ اس کی عظمت و شان ملحوظ رہے، وہ لفظ لکھے جائیں جو اس کے کہنے کے ہوں، بعض گمراہوں نے ترجمۂ قرآن مجید میں اس کا

لحاظ نہ رکھا یہ سخت سُوئے ادب ہے۔ غرض ایک ہی بات اختلافِ طرزِ بیان سے تعظیم سے توہین تک بدل جاتی ہے جیسے اوشش فرمائیے، تناول فرمائیے، نوشِ جان فرمائیے۔ کھاؤ، نگلو، ٹھورو، زہر مار کرو اور تعظیم و توہین میں کس قدر مختلف ہیں تو صرف اتنا عذر کہ ہم نے ترجمہ کیا ہے کافی نہیں ہو سکتا جبکہ طرزِ بیان بیہودہ ہو۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۶۰)

(۲) آیت کریمہ "ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ" سے ثابت ہے کہ کسی کے دُو دل نہیں ہو سکتے۔ زید کا کہنا ہے کہ کوئی شخص پیدا ہوا ہے اس کے دُو دل ہونے کی ڈاکٹروں نے تصدیق کر دی ہے۔ اور وہ اس کے جواز پر آیت کریمہ "ھو الذی یصوّرکم فی الارحام کیف یشاء" سے استدلال کرتا ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں فرمایا:

قلب وُہ عضو ہے کہ سلطان اقلیم بدن ومحل، عقل وفہم ومنشا قصد واختیار و رضا و انکار ہے ایک شخص کے دُو دل نہیں ہو سکتے،

دُو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجد

(ایک سلطنت میں دُو بادشاہ نہیں ہوتے۔ ت)

آیۂ کریمہ میں رجل نکرہ ہے اور تحت نفی داخل ہے تو مفید عموم واستغراق ہے یعنی اللہ عزوجل نے کسی کے دُو دل نہ بنائے، نہ کہ فقط اس شخص خاص کی نسبت انکار فرمایا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب[1]

سُنتے ہو بدن میں ایک پارۂ گوشت ہے کہ وہ ٹھیک ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور وہ بگڑ جائے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے، سُنتے ہو وہ دل ہے۔

تو اگر کسی کے دُو دل ہوں اُن میں ایک ٹھیک رہے ایک بگڑ جائے تو چاہیئے معاً ایک آن میں سارا بدن بگڑا اور سنبھلا دونوں ہوا، اور یہ محال ہے۔ جب دُو دل ہیں ایک نے ارادہ کیا یہ کام کیجئے دوسرے نے ارادہ کیا نہ کیجئے تو اب بدن ایک کی اطاعت کرے گا یا دونوں کی یا کسی کی نہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں کی اطاعت محال ہے، اور کسی کی نہ ہو تو ان میں کوئی قلب نہیں کہ قلب تو وہی ہے کہ بدن اسی کے ارادے سے حرکت وسکون

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳
صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترک الشبہات " " " ۲/ ۲۸

ارادی کرتا ہے اور اگر ایک کی اطاعت کرے گا دوسرے کی نہیں تو جس کی اطاعت کرے گا وہی قلب ہے اور دوسرا ایک بدگوشت ہے کہ بدن میں صورتِ قلب پر پیدا ہو گیا جیسے کسی کے پنجے میں چھ انگلیاں، اور بعض کے ایک ہاتھ میں دو ہاتھ لگے ہوتے ہیں ان میں جو کام دیتا ہے اور ٹھیک موقع پہ ہے وہی ہاتھ ہے دوسرا بدگوشت ہے۔ ڈاکٹروں کا بیان اگر سچا ہو تو اس کی یہی صورت ہو گی کہ بدن میں ایک بدگوشت بصورتِ دل زیادہ پیدا ہو گیا ہو گا۔ ہاتھ میں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصلی اور زائد دونوں ہاتھ کام دیں مگر قلب میں یہ ناممکن ہے۔ آدمی روحِ انسانی سے آدمی ہے اور اسی کے مرکب کا نام قلب ہے اور رُوحِ انسانی متجزی نہیں کہ آدھی ایک دل میں رہے آدھی دوسرے میں۔ تو جس سے وہ اصالۃً متعلق ہو گی تو وہی قلب ہے دوسرا اسلب ہے۔ اور آیۂ کریمہ میں یصوّرکم فی الارحام کیف یشاء[1] فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تمھاری تصویر بناتا ہے جیسی وہ چاہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ کیف تشاؤن بتخیلاتکم تخترعون جیسی تم چاہو اور اپنے خیالات میں گھڑ لو ویسی ہی تصویر بنا دے، یہ محض باطل ہے۔ اور اس نے اپنی مشیت بتا دی کہ کسی کے جوف میں میں نے دو دل نہ رکھے تو اس کے خلاف تصویر نہ ہو گی۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۹ ص ۷۶، ۷۷)

(۳) ایک رافضی نے کہا کہ آیت کریمہ "انا من المجرمین منتقمون" کے عدد ۱۲۰۲ ہیں اور یہ ہی ابوبکر و عمر و عثمان کے ہیں۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

رافضی نے عدد غلط بتائے۔ امیر المؤمنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد بارہ سو ایک[۱۲۰۱] ہیں نہ کہ دو۔ ہاں او رافضی:

(۱) بارہ سو دو[۱۲۰۲] عدد کا ہے کے ہیں، ابن سینا رافضیہ کے۔

(۲) ہاں او رافضی! بارہ سو دو[۱۲۰۲] عدد ان کے ہیں، ابلیس، یزید، ابن زیاد، شیطان الطاق کلینی، ابن بابویہ قمی، طوسی حلی۔

(۳) ہاں او رافضی! اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

انّ الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیٔ[2]۔

بیشک جنھوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے اے نبی! تمھیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/۶

[2] " " ۶/۱۵۹

اس آیہ کریمہ کے عدد ۲۸۲۸ ہیں، اور یہی عدد ہیں رفاض اثنا عشریہ شیطنیہ اسمٰعیلیہ کے۔ اور اگر اپنی طرف سے اسمٰعیلیہ میں الف چاہے تو یہ ہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ و نصیریہ و اسماعیلیہ کے۔

(۴) ہاں اور رافضی! اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

لھم اللعنۃ ولھم سوء الدار[1]

ان کے لئے ہے لعنت اور اُن کے لئے ہے بُرا گھر۔

اس کے عدد چھ سو چوالیس ۶۴۴ ہیں اور یہی عدد ہیں شیطان الطاق طوسی حلی کے۔

(۵) نہیں اور رافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم[2]

وہی اپنے رب کے یہاں صدیق و شہید ہیں ان کے لئے ان کا ثواب ہے۔

اس کے عدد چودہ سو بنتالیس ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر، عمر، عثمٰن، علی اور سعد کے۔

(۶) نہیں اور رافضی! بلکہ مولٰی تعالٰی فرماتا ہے:

اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم[3]

وہی اپنے رب کے حضور صدیق و شہید ہیں اُن کے لئے ہے اُن کا ثواب اور اُن کا نور۔

اس کے عدد ہیں ۱۷۵۲ ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر و عمر و عثمٰن و علی و طلحہ و زبیر و سعد کے۔

(۷) نہیں اور رافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم[4]

جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق و شہید ہیں ان کے لئے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔

آیہ کریمہ کے عدد ۳۰۱۶، اور یہی عدد ہیں صدیق، فاروق، ذوالنورین، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، ابوعبیدہ، عبدالرحمٰن بن عوف کے۔

الحمدللہ! آیہ کریمہ کا تمام و کمال جملہ مدح بھی پُورا ہوگیا اور حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۲۵

[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۹

[3] 〃 〃 ۵۷/ ۱۹

[4] 〃 〃 〃

اسمائے طیبہ بھی سب آگئے جس میں اصلاً تکلف وتصنع کو دخل نہیں، کچھ روزوں سے آنکھ دکھتی ہے یہ تمام آیاتِ عذاب واسمائے اشرار وآیتِ مدح واسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کئے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی مگر بعونہٖ تعالےٰ اس قدر بھی کافی ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۸۱، ۸۲)

(۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمِ غیب نہیں تھا تقویۃ الایمان میں اس دعوے کے ثبوت پر کچھ قرآنی آیات سے استدلال کیا گیا اس کے جواب میں فرمایا:

علم غیب ذاتی کہ اپنی ذات سے بے کسی کے دیئے ہوئے اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے اُن آیتوں میں یہی معنیٰ مراد ہیں کہ بے خدا کے دیئے کوئی نہیں جان سکتا اور اللہ کے بتائے سے انبیاء کو معلوم ہونا ضروریاتِ دین سے ہے، قرآن مجید کی بہت آیتیں اس کے ثبوت میں ہیں، ازانجملہ سورۂ جن میں فرماتا ہے:

عٰلم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا ۝ الّا من ارتضٰی من رسول[1]

اللہ ہے غیب کا جاننے والا تو اپنے خاص غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔

اور فرماتا ہے:

تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک[2]

یہ غیب کی باتیں ہیں کہ ہم تمھیں بتاتے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

وما ھو علی الغیب بضنین[3]

یہ نبی غیب کی باتیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۹۲، ۹۳)

(۵) محفلِ میلاد شریف میں بوقتِ ذکرِ ولادتِ مبارکہ قیام اور خوش الحانی سے نعتیہ اشعار پڑھنے کے بارے میں فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶، ۲۷
[2] ″ ۱۱/ ۴۹
[3] ″ ۸۱/ ۲۴

یہ سب باتیں جائز و مستحسن و باعثِ برکات ہیں اور ان کی اصل قرآن عظیم کے ان احکام کا ماننا ہے کہ:
اما بنعمة ربك فحدث [1]
اپنے رب کی نعمتیں لوگوں کے سامنے خوب بیان کرو۔
وذكرهم بايام الله [2]
انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔
قل بفضل الله وبرحمته فبذالك فليفرحوا [3]
تم حکم دو کہ اللہ کے فضل اور اللہ کی رحمت کی خوشی منائیں۔
لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزروه وتوقروه [4]
تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔
(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۹۷)

(۶) "محرم نامہ" نامی کتاب میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں گستاخانہ کلمات مندرج ہیں اس کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
منکر اگر احادیث کو بھی نہ مانے تو قرآن عظیم کو تو مانے گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:
لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل ط اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا ط وكلا وعد الله الحسنى ط والله بما تعملون خبير [5]
تم میں برابر نہیں جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ و قتال کیا وہ درجے میں اُن سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ و قتال کیا اور دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ کہ تم کرو گے۔
اللہ عزوجل نے صحابہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دو قسم فرمایا، ایک مومنین قبل فتح مکہ، دوسرے مومنین بعد فتح مکہ۔ فریق اول کو فریق دوم پر فضیلت بخشی اور دونوں فریق کو فرمایا کہ اللہ نے اُن سے بھلائی کا وعدہ کیا۔ عمرو بن العاص مومنین قبلِ فتح مکہ میں ہیں۔ اصابہ فی تمییز الصحابہ

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱
[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۵
[3] ؍؍ ۱۰/ ۵۸
[4] ؍؍ ۴۸/ ۹
[5] ؍؍ ۵۷/ ۱۰

میں ہے :

عمرو بن العاص بن وائل بن ھاشم بن سُعَید بالتصغیر ابن سھم بن عمرو ابن ھصیص بن کعب بن لوی القرشی السھمی امیر مصر یکنی ابا عبداللہ و ابا محمد، اسلم قبل الفتح فی صفر سنۃ ثمان وقیل بین الحدیبیۃ وخیبر۔[1]

عمرو بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سُعَید (تصغیر کے ساتھ) بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی قرشی سہمی امیرِ مصر جن کی کنیت ابوعبداللہ اور ابومحمد ہے وہ فتح مکّہ سے پہلے ماہِ صفر ۸ھ ہجری میں اسلام لائے، کہا گیا ہے کہ حدیبیہ اور خیبر کے درمیان اسلام لائے۔ (ت)

اور بعد فتح تو راہِ خدا میں جو اُن کے جہاد ہیں آسمان و زمین اُن کے آوازے سے گونج رہے ہیں اور اللہ عزّوجل نے دونوں فریق سے بھلائی کا وعدہ فرمایا، اور مریض القلب معترضین جو اُن پر طعن کریں کہ فلاں نے یہ کام کیا فلاں نے یہ کام کیا اگر ایمان رکھتے ہوں تو ان کا منہ تتمہ آیت سے بند فرما دیا کہ واللہ بما تعملون خبیر[2] مجھے خوب معلوم ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو مگر میں تو تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اب یہ بھی قرآنِ عظیم ہی سے پوچھ دیکھئے کہ اللہ عزّوجل نے جس سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اس کے لئے کیا ہے، فرماتا ہے :

ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولٰئک عنھا مبعدون ۝ لا یسمعون حسیسھا و ھم فی ما اشتھت انفسھم خٰلدون ۝ لا یحزنھم الفزع الاکبر و تتلقٰھم الملٰئکۃ ھٰذا یومکم الذی کنتم توعدون۔[3]

بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سُنیں گے اور اپنی من مانتی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے وہ قیامت سب سے بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی اور ملائکہ ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہُوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

ان ارشاداتِ الٰہیہ کے بعد مسلمان کی شان نہیں کہ کسی صحابی پر طعن کرے۔ بفرضِ غلط بفرضِ باطل طعن کرنے والا جتنی بات بتاتا ہے اُس سے ہزار حصّے زائد سہی اس سے یہ کہئے ءانتم اعلم ام اللہ[4]

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف العین ترجمہ عمرو بن العاص ۵۸۸۲ دار صادر بیروت ۲/۳

[2] القرآن الکریم ۵۷/۱۰

[3] 〃 ۲۱/۱۰۱ تا ۱۰۳

[4] 〃 ۲/۱۴۰

کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ، کیا اللہ کو ان باتوں کی خبر نہ تھی، بایں ہمہ وہ ان سے فرما چکا کہ میں نے تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما لیا تمھارے کام مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ تو اب اعتراض نہ کرے گا مگر وہ جسے اللہ عزّوجل پر اعتراض مقصود ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ جلیل القدر قریشی ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جدِّ امجد کعب بن لوی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی اولاد سے، اور ان کی نسبت وہ ملعون کلمہ طعن فی النسب کا اگر کہا ہوگا تو کسی رافضی نے، پھر وہ صدیق و فاروق کو کب چھوڑتے ہیں عمرو بن عاص کی کیا گنتی، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1]

اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

(فتاوی رضویہ ج ۲۹ ص ۱۰۰ تا ۱۰۲)

(۷) بعد از وصال اولیاء اللہ کے تصرفات کے بارے میں فرمایا:

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں زیرِ آیۂ کریمہ والقمر اذا اتسق لکھتے ہیں:

بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ، و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اویسیان تحصیل کمالات باطنی از آنہا مے نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنہا می طلبند و مے یابند۔[2]

اللہ تعالٰی کے بعض خاص اولیاء ہیں جن کو بندوں کی تربیتِ کاملہ اور راہنمائی کے لئے ذریعہ بنایا گیا ہے، انھیں اس حالت میں بھی دنیا کے اندر تصرف کی طاقت و اختیار دیا گیا ہے اور کامل وسعتِ مدارک کی وجہ سے ان کا استغراق اس طرف متوجہ ہونے سے مانع نہیں ہوتا۔ صوفیائے اویسیہ باطنی کمالات ان اولیاء اللہ سے حاصل کرتے ہیں اور غرض مند و محتاج لوگ اپنی مشکلات کا حل ان سے طلب کرتے اور پاتے ہیں۔ (ت)

نیز تفسیر عزیزی میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ / ۲۲۷

[2] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم تحت آیۃ والقمر اذا اتسق الخ مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

سوختن گویا روح را بے مکان کردن است و دفن کردن گویا مسکنے برائے روح ساختن است بنا بریں از اولیائے مدفونین و دیگر صلحائے مومنین انتفاع و استفادہ جاری ست و آنہا را افادہ و اعانت نیز متصور۔[1]

جلادینا گویا کہ روح کو بے مکان کرنا ہے جبکہ دفن کرنا گویا کہ رُوح کے لئے ٹھکانا بنانا ہے۔ اسی سبب سے دفن شدہ اولیاء اللہ اور دیگر صلحائے مومنین سے نفع و فائدہ کا حصول جاری ہے اور ان کے لئے امداد و فائدہ رسانی بھی متصور ہے۔ (ت)

نیز اسی میں تفسیر سورۂ مطففین میں ہے:

مقامِ علیین بالائے ہفت آسمان ست و پائین آں متصل بسدرۃ المنتہیٰ است و بالائے آں متصل بہ پایۂ راست عرش مجید است و ارواح نیکاں بعد از قبض در آنجا می رسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء دراں مستقر می مانند، و عوام صلحاء را بر حسبِ مراتب در آسمانِ دنیا یا درمیان آسمان و زمین، یا در چاہِ زمزم قرار می دہند و تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را می باشد کہ بحضور زیارت کنندگان و اقارب و دیگر دوستاں بر قبر مطلع و مستانس میگردند زیرا کہ روح را قُرب و بُعد مکانی مانع ایں دریافت نمی شود، و مثال آں در وجودِ انسانی رُوحِ بصری ست کہ ستارہ ہائے ہفت آسمان درون چاہ مے تواند دید۔[2] (ت)

مقامِ علیین ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے، اس کا نچلا حصہ سدرۃ المنتہیٰ اور اوپر والا عرش مجید کے دائیں پائے سے ملا ہوا ہے، نیک لوگوں کی رُوحیں قبض ہونے کے بعد وہاں پہنچتی ہیں۔ مقربین یعنی انبیاء و اولیاء تو وہیں برقرار رہتے ہیں جبکہ عام صالحین کو ان کے مراتب کے مطابق آسمانِ دنیا یا آسمان و زمین کے درمیان یا چاہِ زمزم میں ٹھہراتے ہیں اور ان رُوحوں کا تعلق قبروں کے ساتھ بھی قائم رہتا ہے، چنانچہ وہ زیارت کے لئے قبر پر آنے والے عزیز و اقارب اور دوستوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور ان سے انس حاصل کرتے ہیں کیونکہ مکانی قُرب و بُعد رُوح کے لئے اس دریافت و علم سے مانع نہیں ہوتا، اس کی مثال انسانی وجود میں رُوحِ بصری ہے جو ساتوں آسمانوں کے ستاروں کو چاہ کے اندر دیکھ سکتی ہے۔ (ت)

حیاتِ شہداء قرآن عظیم سے ثابت ہے اور شہداء سے علماء افضل۔ حدیث میں ہے:

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پارہ عم سورۃ عبس استفادہ از اولیاءِ مدفونین مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ سورۃ مطففین مقامِ ارواحِ انبیاء و صلحاء ؍؍ ؍؍ ص ۱۹۳

"روزِ قیامت شہداء کا خون اور علماء کی دوات کی سیاہی تولے جائیں گے، علماء کی دوات کی سیاہی شہدائے کے خون پر غالب آئے گی"۔[1]

اور علماء سے اولیاء افضل ہیں، تو جب شہداء زندہ ہیں اور فرمایا کہ انھیں مُردہ نہ کہو، تو اولیاء کہ بدرجہا اُن سے افضل ہیں ضرور ان سے بہتر حی ابدی ہیں۔ قرآن عظیم کے ایجازات میں یہ بھی ہے کہ امر ارشاد فرماتے ہیں اور اس سے اس کے امثال اور اس سے امثل پر دلالت فرمادیتے ہیں، جیسے،

لا تقل لهما اُفٍّ ولا تنهرهما۔[2]

اُن سے ہُوں نہ کہنا اور اُنھیں نہ جھڑکنا۔ (ت)

ماں باپ کو ہُوں کہنے سے ممانعت فرمائی، جو کچھ اس سے زیادہ ہو وہ خود ہی منع ہوگیا۔ اور یہیں دیکھئے حیاتِ شہداء کی تصریح فرمائی اور حیاتِ انبیاء کا ذکر نہیں کہ اعلٰی خود ہی مفہوم ہوجائے گا۔ اس دلالۃ النص میں اولیاء بلاشبہہ داخل۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۱۰۳ تا ۱۰۵)

(۸) قرآن مجید کی جامعیت اور واقعہ افک سے علمِ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام پر استدلال کے بارے میں فرمایا:

قرآن عظیم میں بے شک سب کچھ موجود ہے مگر اُسے کوئی نہ سمجھ سکتا اگر حدیث اس کی شرح نہ فرماتی۔ قال اللہ تعالٰی:

لتبين للناس ما نزل اليهم[3]

تاکہ تم لوگوں سے بیان کرو جو اُن کی طرف اُترا۔ (ت)

اور حدیث بھی کوئی نہ سمجھ سکتا اگر ائمہ مجتہدین اس کی شرح نہ فرماتے، ان کی سمجھ میں مدارج مختلف ہیں۔ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رب مبلغ يبلغه اوعى له من سامع[4]

بہت سے لوگ جن تک بات پہنچائی جاتی ہے وہ سننے والے سے زیادہ اس کو یاد رکھنے والے

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۸۷۱۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۴۱
" " ۲۸۸۹۹ و ۲۸۹۰۲ " " " " ۱۰/ ۱۷۳

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۳ [3] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۴

[4] سنن ابن ماجہ باب من بلغ علماً ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱

ہوتے ہیں۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۱۰۷)

(۹) مزید فرمایا:

اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلے اللہ تعالےٰ پر قرآنِ عظیم اتارا کہ ہر چیز اُن پر روشن فرما دی۔ قال اللہ تعالےٰ:

نزلنا علیك الکتٰب تبیانا لکل شیء [۱]

ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔ (ت)

قرآنِ عظیم تھوڑا تھوڑا کر کے تیئیس ۲۳ برس میں نازل ہوا، جتنا قرآنِ عظیم اُترتا گیا حضور پر غیب روشن ہوتا گیا، جب قرآنِ عظیم پورا نازل ہو چکا روزِ اوّل سے روزِ آخر تک کا جمیع ماکان ومایکون کا علم محیط حضور کو حاصل ہوگیا، تمامی نزولِ قرآن سے پہلے اگر کوئی واقعہ کسی حکمتِ الٰہیہ کے سبب منکشف نہ ہُوا تو احاطہ علمِ اقدس کا منافی نہیں معہذا زمانۂ افک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور کو علم نہ تھا، اپنے اہل کی براءت اپنی زبان سے ظاہر فرمانا یہ بہتر ہوتا یا یہ کہ ربّ السمٰوٰت والارض نے قرآن کریم میں سترہ ۱۷ آیتیں اُن کی براءت میں نازل فرمائیں جو قیامِ قیامت تک مساجد ومجالس ومجامع میں تلاوت کی جائیں گی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۱۰۸)

(۱۰) اللہ تعالےٰ کو عرش پر سمجھنے کے بارے میں ایک غلط فتویٰ کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

حاش للہ! ہرگز عقیدہ اہلسنت کا نہیں۔ وہ مکان وتمکن سے پاک ہے، نہ عرش اس کا مکان ہے نہ دوسری جگہ۔ عرش وفرش سب حادثات ہیں، اور وہ قدیم ازلی ابدی سرمدی، جب تک یہ کچھ نہ تھے کہاں تھا، جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہے اور جیسا اب ہے ویسا ہی ابدالآباد تک رہے گا۔ عرش وفرش سب متغیر ہیں، حادثات ہیں، فانی ہیں، اور وہ اور اس کی صفات تغیّر وحدوث وفنا سب سے پاک۔ استواء پر اجماع نقل کرنے کی کیا حاجت۔ خود رحمٰن عزّوجل فرماتا ہے:

الرحمٰن علی العرش استوٰی [۲]

وہ بڑا مہر والا اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے (ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۱۶/۸۹

[۲] ؍؍ ۲۰/۵

مگر اعتقاد اہلِ سنّت کا وُہ ہے جوان کے رب عزّ وجل نے راسخین فی العلم کو تعلیم فرمایا:

والراسخون فی العلم یقولون اٰمنّا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب۔[1]

اور وُہ پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے، اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔ (ت)

اعتقاد اہلِ سنّت کا وُہ ہے جو اُمّ المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا:

الاستواء معلوم والکیف مجھول والایمان بہ واجب والسؤال عنہ بدعۃ۔[2]

استواء معلوم ہے اور کیفیت مجہول، اور اس پر ایمان واجب اور اس کی تفتیش گمراہی۔

اہلِ سنت کے دو مسلک آیاتِ متشابہات میں ہیں سلف صالح کا مسلک تفویض کا، ہم نہ ان کے معنی جانیں نہ ان سے بحث کریں جو کچھ اُن کے ظاہر سے سمجھ میں آتا ہے وہ قطعاً مراد نہیں اور جو کچھ ان کے رب عزّ وجل کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے۔

اٰمنّا بہ کل من عند ربنا۔[3]

ہم سب اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ (ت)

دوسرا مسلک متاخرین کا کہ حفظ دین عوام کے لئے معنی محال سے پھیر کر کسی قریب معنی کی طرف لے جائیں مثلاً استواء بمعنی استیلاء بھی آتا ہے؛ ؎

قد استوی بشر علی العراق　　من غیر سیف ودم مھراق[4]

(تحقیق بشر عراق پر غالب آگیا تلوار کے ساتھ خون بہائے بغیر۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ۲۹ ج ۱۱۶، ۱۱۷)

(۱۱) آیاتِ متشابہات پر آریہ کے اعتراضات نیز وہابیہ مجسمہ کے استدلالات کا تحقیقی جواب دینے کے لئے اعلٰحضرت علیہ الرحمہ نے رسالہ "قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار" تحریر فرمایا جس میں

---

1. القرآن الکریم ۳/ ۷
2. الدر المنثور　تحت الآیۃ ۷/ ۵۴　دار احیاء التراث العربی بیروت　۳/ ۴۲۹
   فتح الباری　کتاب التوحید باب قولہ وکان عرشہ علی الماء　دار الکتب العلمیہ بیروت　۱۴/ ۳۴۶
3. القرآن الکریم ۳/ ۷
4. فتح الباری　کتاب التوحید باب قولہ وکان عرشہ علی الماء　دار الکتب العلمیہ بیروت　۱۴/ ۳۴۵
   الاسماء والصفات　تحت الحدیث ۸۷۰　داؤد ابن رجب　ص ۵۱۹

تنزیہ باری تعالیٰ سے متعلق پندرہ[۱۵] عقائد بیان کرنے کے بعد فرمایا:

محل تفصیل میں عقائد تنزیہیہ بے شمار ہیں، یہ پندرہ کہ بقدرِ حاجت یہاں مذکور ہوئے اور ان کے سوا اُن جملہ مسائل کی اصل یہی تین عقیدے ہیں جو مذکور ہوئے اور ان میں بھی اصل الاصول عقیدۂ اولیٰ ہے کہ تمام مطالب تنزیہیہ کا حاصل وخلاصہ ہے ان کی دلیل قرآن عظیم کی وہ سب آیات ہیں جن میں باری عزوجل کی تسبیح وتقدیس و پاکی و بے نیازی و بے مثلی و بے نظیری ارشاد ہوئی آیاتِ تسبیح خود کس قدر کثیر ووافر ہیں؛

وقال تعالیٰ:

الملك القدوس السلٰم[۱]

بادشاہ نہایت پاکی والا ہر عیب سے سلامت۔

وقال تعالیٰ:

فان اللّٰہ غنی عن العٰلمین[۲]

بے شک اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

وقال تعالیٰ:

ان اللّٰہ ھو الغنی الحمید[۳]

بے شک اللہ ہی بے پروا ہے سب خُوبیوں سراہا۔

وقال تعالیٰ:

لیس کمثلہٖ شیئ[۴]

اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔

وقال تعالیٰ:

ھل تعلم لہ سمیا[۵]

کیا تُو جانتا ہے اس کے نام کا کوئی۔

وقال تعالیٰ:

ولم یکن لہ کفوًا احد[۶]

اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔

---

[۱] القرآن الکریم ۵۹/۲۳　[۲] القرآن الکریم ۳/۹۷　[۳] القرآن الکریم ۳۱/۲۶

[۴] " ۴۲/۱۱　[۵] " ۱۹/۶۵　[۶] " ۱۱۲/۴

ان مطالب کی آیتیں صدہا ہیں، یہ آیات محکمات ہیں، یہ اُم الکتاب ہیں، ان کے معنے میں کوئی خفاو اجمال نہیں، اصلاً دقت و اشکال نہیں جو کچھ ان کے صریح لفظوں سے بے پردہ روشن و ہویدا ہے بے تغیر و تبدیل بے تخصیص و تاویل اس پر ایمان لانا ضروریاتِ دینِ اسلام سے ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۱۲۰، ۱۲۱)

(۱۲) آیاتِ متشابہات کے باب میں اہلسنت کا اعتقاد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قال اللہ تعالٰی "ھو الذی انزل علیك الکتٰب منه اٰیٰت محکمٰت ھن ام الکتٰب و اخر متشٰبھٰت ط فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله ۵ وما یعلم تاویله الا اللہ م والرٰسخون فی العلم یقولون اٰمنّا به کل من عند ربنا ج وما یذکر الا اولوا الالباب ۵"[1]

(موضح القرآن میں اس کا ترجمہ یوں ہے:)(اللہ تعالٰی نے فرمایا:) وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب، اس میں بعض آیتیں پکی ہیں سو جڑ ہیں کتاب کی، اور دُوسری ہیں کئی طرف ملتی، سو جن کے دل ہیں پھرے ہُوئے وہ لگتے ہیں اُن کے ڈھب والیوں سے۔ تلاش کرتے ہیں گمراہی اور تلاش کرتے ہیں ان کی کل بٹھانی، اور ان کی کل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ اور جو مضبوط علم والے ہیں سو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے، اور سمجھائے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے[2]۔

اور اس کے فائدے میں لکھا:

"اللہ صاحب فرماتا ہے کہ ہر کلام میں اللہ نے بعضی باتیں رکھی ہیں جن کے معنے صاف نہیں کھلتے تو جو گمراہ ہو اُن کے معنے عقل سے لگے پکڑنے اور جو مضبوط علم رکھے وہ اُن کے معنے اور آیتوں سے ملا کر سمجھے جو جڑ کتاب کی ہے اس کے موافق سمجھ پائے تو سمجھے اور اگر نہ پائے تو اللہ پر چھوڑ دے کہ وہی بہتر جانتے ہم کو ایمان سے کام ہے[3] انتہی"

اقول (میں کہتا ہُوں۔ت) بات یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے قرآن مجید اتارا ہے ہدایت

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

[2] موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر ۱۲۱ء تاج کمپنی لاہور ص ۶۲

[3] " " " " " " " " " "

فرمانے اور بندوں کو جانچنے آزمانے کو،

یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا[1]۔

اسی قرآن سے بہتوں کو گمراہ فرمائے اور بہتیروں کو راہ دکھائے۔

اس ہدایت وضلالت کا بڑا منشا قرآن عظیم کی آیتوں کا دو[2] قسم ہونا ہے:

محکمات، جن کے معنے صاف بے دقت ہیں جیسے اللہ تعالٰی کی پاکی و بے نیازی و بے مثلی کی آیتیں جن کا ذکر اوپر گزرا۔

اور دوسری متشابہات، جن کے معنٰی میں اشکال ہے یا تو ظاہر لفظ سے کچھ سمجھ ہی نہیں آتا جیسے حروف مقطعات الـمّ وغیرہ یا جو سمجھ میں آتا ہے وہ اللہ عزوجل پر محال ہے جیسے الرحمٰن علی العرش استوٰی[2] (وہ بڑا مہر والا اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ ت) یا ثم استوی علی العرش[3] (پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ ت) پھر جن کے دلوں میں کجی و گمراہی تھی وہ تو ان کو اپنے ڈھب کا پاکر ان کے ذریعہ سے بے علموں کو بہکانے اور دین میں فتنے پھیلانے لگے کہ دیکھو قرآن میں آیا ہے کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہے، عرش پر چڑھا ہوا ہے، عرش پر ٹھہر گیا ہے۔ اور آیات محکمات جو کتاب کی جڑ تھیں اُن کے ارشاد دل سے بھلا دیئے حالانکہ قرآن عظیم میں تو استواء آیا ہے اور اس کے معنے چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا ہونا کچھ ضرور نہیں یہ تو تمھاری اپنی سمجھ ہے جس کا حکم خدا پر لگا رہے ہو ما انزل اللہ بھا من سلطٰن[4] (اللہ تعالٰی نے اس پر کوئی دلیل نازل نہ فرمائی۔ ت) اگر بالفرض قرآن مجید میں یہی الفاظ چڑھنا، بیٹھنا، ٹھہرنا آتے تو قرآن ہی کے حکم سے فرض قطعی تھا کہ انھیں ان ظاہری معنٰی پر نہ سمجھو جو ان لفظوں سے ہمارے ذہن میں آتے ہیں کہ یہ کام تو اجسام کے ہیں اور اللہ تعالٰی جسم نہیں مگر یہ لوگ اپنی گمراہی سے اسی معنٰی پر جم گئے انھیں کو قرآن مجید نے فرمایا: الذین فی قلوبھم زیغ[5] ان کے دل پھرے ہوئے ہیں۔ اور جو لوگ علم میں پکے اور اپنے رب کے پاس سے ہدایت رکھتے تھے وہ سمجھے کہ آیاتِ محکمات سے قطعاً ثابت ہے کہ اللہ تعالٰی مکان و جہت و جسم و اعراض سے پاک ہے، بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے سے منزّہ ہے کہ یہ سب باتیں اس بے عیب کے حق میں عیب ہیں جن کا بیان اِن شاء اللہ المستعان عنقریب آتا ہے اور وہ ہر عیب

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۶
[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۵
[3] 〃 ۷/ ۵۴ و ۱۰/ ۳
[4] 〃 ۱۲/ ۴۰
[5] 〃 ۳/ ۷

پاک ہے ان میں اللہ عزوجل کے لئے اپنی مخلوقِ عرش کی طرف حاجت نکلے گی اور وہ ہر احتیاج سے پاک ہے
ان میں مخلوقات سے مشابہت ثابت ہوگی کہ اٹھنا، بیٹھنا، چڑھنا، اترنا، سرکنا، ٹھہرنا اجسام کے
کام ہیں اور وہ ہر مشابہت خلق سے پاک ہے تو قطعاً یقیناً ان لفظوں کے ظاہری معنے جو ہماری سمجھ میں
آتے ہیں ہرگز مراد نہیں، پھر آخر معنے کیا لیں۔ اس میں یہ ہدایت والے دو روش ہوگئے۔ اکثر نے فرمایا
جب یہ ظاہری معنے قطعاً مقصود نہیں اور تاویلی مطلب متعین و محدود نہیں تو ہم اپنی طرف سے کیا کہیں، یہی
بہتر کہ اس کا علم اللہ پر چھوڑیں ہمیں ہمارے رب نے آیاتِ متشابہات کے پیچھے پڑنے سے منع فرمایا اور
ان کی تعیینِ مراد میں خوض کرنے کو گمراہی بتایا تو ہم حد سے باہر کیوں قدم دھریں، اسی قرآن کے بتائے حصے
پر قناعت کریں کہ اٰمنّا بہ کل من عند ربنا[1] جو کچھ ہمارے مولٰی کی مراد ہے ہم اس پر ایمان لائے
محکم متشابہ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ یہ مذہب جمہور ائمہ سلف کا ہے اور یہی اسلم و
اولٰی ہے، اسے مسلکِ تفویض و تسلیم کہتے ہیں۔ ان ائمہ نے فرمایا: استواء معلوم ہے کہ ضرور اللہ تعالٰی
کی ایک صفت ہے اور کیف مجہول ہے کہ اس کے معنے ہماری سمجھ سے وراء ہیں اور ایمان اس پر
واجب ہے کہ نص قطعی قرآن سے ثابت ہے اور سوال اس سے بدعت ہے کہ سوال نہ ہوگا مگر تعیینِ مراد
کے لئے اور تعیینِ مراد کی طرف راہ نہیں اور بعض نے خیال کیا کہ جب اللہ عزوجل نے محکم و متشابہ دو قسمیں
فرماکر محکمات کو ھُنّ اُمّ الکتٰب[2] فرمایا کہ وہ کتاب کی جڑ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ہر فرع اپنی اصل کی
طرف پلٹتی ہے تو یہ آیۂ کریمہ نے تاویلِ متشابہات کی راہ خود بتادی اور ان کی ٹھیک معیار ہمیں سُجھادی
کہ ان میں وُہ درست و پاکیزہ احتمالات پیدا کرو جن سے یہ اپنی اصل یعنی محکمات کے مطابق آجائیں
اور فتنہ و ضلال و باطل و محال راہ نہ پائیں۔ یہ ضرور ہے کہ اپنے نکالے ہوئے معنے پر یقین نہیں
کرسکتے کہ اللہ عزوجل کی یہی مراد ہے مگر جب معنے صاف و پاکیزہ ہیں اور مخالفت محکمات سے بری و
منزّہ ہیں اور محاوراتِ عرب کے لحاظ سے بن بھی سکتے ہیں تو احتمالی طور پر بیان کرنے میں کیا حرج ہے
اور اس میں نفع یہ ہے کہ بعض عوام کی طبائع صرف اتنی بات پر مشکل سے قناعت کریں کہ ان کے
معنے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور جب انھیں روکا جائے گا تو خواہ مخواہ ان میں فکر کی اور حرص بڑھے گی،
ان ابن اٰدم لحریص علٰی ما منع[3] (انسان کو جس چیز سے منع کیا جائے وہ اس پر

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷
[2] القرآن الکریم ۳/ ۷
[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۸۸۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۳۱

حریص ہوتا ہے۔ ت)

اور جب فکر کریں گے فتنے میں پڑینگے گمراہی میں گریں گے، تو یہی انسب ہے کہ ان کی افکار ایک مناسب وملائم معنی کی طرف کہ محکمات سے مطابق محاورات سے موافق ہوں پھیر دی جائیں کہ فتنہ وضلال سے نجات پائیں، یہ مسلک بہت علمائے متاخرین کا ہے کہ نظر بحال عوام اسے اختیار کیا ہے اسے مسلک تاویل کہتے ہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۲۹ ص ۱۲۱ تا ۱۲۴)

(۱۳) استوا علی العرش کے معنی میں وجوہِ تاویل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

یہ علماء بوجوہِ کثیرہ تاویلِ آیت فرماتے ہیں: ان میں چار وجہیں نفیس و واضح ہیں،

اوّل استواء بمعنی قہر وغلبہ ہے، یہ زبانِ عرب سے ثابت و پیدا ہے عرش سب مخلوقات سے اُوپر اور اونچا ہے اس لئے اس کے ذکر پر اکتفا فرمایا اور مطلب یہ ہوا کہ اللہ تمام مخلوقات پر قاہر وغالب ہے۔

دوم استواء بمعنی علو ہے اور علو اللہ عزوجل کی صفت ہے نہ علو مکان بلکہ علو مالکیت و سلطان۔ یہ دونوں معنے امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں ذکر فرمائے جس کی عبارات عنقریب آتی ہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔

سوم استواء بمعنی قصد وارادہ ہے، ثم استوٰی علی العرش یعنی پھر عرش کی طرف متوجہ ہوا یعنی اس کی آفرینش کا ارادہ فرمایا یعنی اس کی تخلیق شروع کی، یہ تاویل امامِ اہلسنت امام ابوالحسن اشعری نے افادہ فرمائی۔ امام اسمٰعیل ضریر نے فرمایا: انه الصواب[1] یہی ٹھیک ہے، نقله الامام جلال الدین سیوطی فی الاتقان (اس کو امام جلال الدین سیوطی نے اتقان میں نقل کیا ہے۔ ت)

چہارم استواء بمعنی فراغ وتمامی کار ہے یعنی سلسلہ خلق وآفرینش کو عرش پر تمام فرمایا اس سے باہر کوئی چیز نہ پائی، دُنیا و آخرت میں جو کچھ بنایا اور بنائے گا دائرہ عرش سے باہر نہیں کہ وہ تمام مخلوق کو حاوی ہے۔ قرآن کی بہتر تفسیر وُہ ہے جو قرآن سے ہو۔ استواء بمعنی تمامی خود قرآن عظیم میں ہے، قال اللہ تعالٰی:

ولمّا بلغ اشدّہ واستوٰی[2]

جب اپنی قوت کے زمانے کو پہنچا اور اس کا شباب پُورا ہوا۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثالث والاربعون فی المحکم والمتشابه دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۵

[2] القرآن الکریم ۲۸/ ۱۴

اسی طرح قولہ تعالٰی :

کزرع اخرج شطأہ فاٰزرہ فاستغلظ فاستوٰی علٰی سوقہ[1]

جیسے پودا کہ اس کا خوشہ نکلا تو اس کو بوجھل کیا تو وہ موٹا ہوا تو وہ اپنے تنے پر درست ہوا۔ (ت)

میں استواء حالتِ کمال سے عبارت ہے، یہ تاویل امام حافظ الحدیث ابن الحجر عسقلانی نے امام ابوالحسن علی بن خلف ابنِ بطال سے نقل کی اور یہ کلام ابوطاہر قزوینی کا ہے کہ سراج العقول میں افادہ فرمایا، اور امام عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الیواقیت[2] میں منقول۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۱۲۴ تا ۱۲۶)

(۱۴) قرآن مجید میں لفظ استواء کے مواضع بیان کرتے ہوئے فرمایا :

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) اور اس کے سوا یہ ہے کہ قرآن عظیم میں یہ استواء سات جگہ مذکور ہوا، ساتوں جگہ ذکر آفرینش آسمان و زمین کے ساتھ اور بلا فصل اس کے بعد ہے۔ سورۂ اعراف و سورۂ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرمایا :

ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش[3]

تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا چھ دنوں میں پھر عرش پر استواء فرمایا۔ (ت)

سورۂ رعد میں فرمایا :

اللہ الذی رفع السمٰوٰت بغیر عمد ترونہا ثم استوٰی علی العرش[4]

اللہ تعالٰی وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا تم دیکھ رہے ہو پھر عرش پر استواء فرمایا۔ (ت)

سورۂ طٰہٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرمایا :

تنزیلا ممن خلق الارض والسمٰوٰت العلٰی ۝ الرحمٰن علی العرش استوٰی ۝[5]

قرآن نازل کردہ ہے اس ذات کی طرف سے جس نے پیدا کیا زمین کو اور بلند آسمانوں کو، وہ رحمٰن ہے جس نے عرش پر استواء فرمایا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸ / ۲۹

[2] الیواقیت والجواہر بحوالہ سراج العقول المبحث السابع عشر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱ / ۸۲ و ۸۳

[3] القرآن الکریم ۱۰ / ۳ [4] القرآن الکریم ۱۳ / ۲

[5] " " ۲۰ / ۴، ۵

سورۂ فرقان میں فرمایا :

الذی خلق السمٰوٰت والارض وما بینھما فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش[1]

وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر استواء فرمایا۔ (ت)

سورۂ حدید میں فرمایا :

ھو الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش[2]

وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر استواء فرمایا۔ (ت)

یہ مطالب کہ اوّل سے یہاں تک اجمالاً مذکور ہوئے، صدہا ائمہ دین کے کلماتِ عالیہ میں ان کی تصریحات جلیہ ہیں اُنھیں نقل کیجئے تو دفترِ عظیم ہو، اور فقیر کو اس رسالہ میں التزام ہے کہ جن کتابوں کے نام مخالف گمنام نے اغوائے عوام کے لئے لکھ دئے ہیں اس کے رَد میں انہی کی عبارتیں نقل کرے کہ مسلمان دیکھیں کہ وہابی صاحب کس قدر بے حیا، بیباک، مکّار، چالاک، بددین، ناپاک ہوتے ہیں کہ جن کتابوں میں ان کی گمراہیوں کے صریح رَد لکھے ہیں انہی کے نام اپنی سند میں لکھ دیتے ہیں ع

چہ دلاور ست دُزدے بکف چراغ دارد

(چور کیسا دلیر ہے کہ ہاتھ میں چراغ لئے ہوئے ہے۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۱۲۶، ۱۲۷)

(۱۵) آیت کریمہ "الرحمٰن علی العرش استوی" آیاتِ متشابہات سے ہے۔ اس پہ حوالہ جات پیش کرتے ہوئے فرمایا :

مباحث آئندہ میں جو عبارات اُن کتابوں کی منقول ہوں گی انھیں سے ان شاء اللہ العظیم یہ سب بیان واضح ہوجائیں گے یہاں صرف آیات متشابہات کے متعلق بعض عبارات نقل کروں جن سے مطلب سابق بھی ظاہر ہو اور یہ بھی کُھل جائے کہ آیۂ کریمہ "الرحمٰن علی العرش استوٰی" آیات متشابہات سے ہے، اور یہ بھی کہ جس طرح مخالف کا مذہبِ نامہذب یقیناً صریح ضلالت اور مخالف جملہ اہلِ سنت ہے یونہی اجمالاً اس آیت کے معنے جاننے پر مخالف سلف صالح وجمہور ائمہ اہلسنت وجماعت ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۵۹

[2] " " ۵۷/ ۴

(۱) موضح القرآن کی عبارت اوپر گزری۔

(۲) معالم ومدارک وکتاب الاسماء والصفات وجامع البیان کے بیان یہاں سُنئے کہ یہ پانچوں کتابیں بھی انھیں کُتب سے ہیں جن کا نام مخالف نے گن دیا۔ معالم التنزیل میں ہے:

اما اھل السنۃ یقولون الاستواء علی العرش صفۃ للّٰہ تعالٰی بلاکیف یجب علی الرجل الایمان بہ ویکل العلم فیہ الی اللّٰہ عزوجل[1]۔

یعنی رہے اہلسنت، وہ یہ فرماتے ہیں کہ عرش پر استواء اللہ عزوجل کی ایک صفت بے چونی وچگونگی ہے۔ مسلمان پر فرض ہے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کے معنے کا علم خدا کو سونپے۔

مخالف کو سُوجھے کہ اُسی کی مستند کتاب نے خاص مسئلۂ استواء میں اہلسنت کا مذہب کیا لکھا ہے شرم رکھتا ہے تو اپنی خرافات سے باز آئے اور عقیدہ اپنا مطابق اعتقاد اہلسنت کرے۔

(۳) اُسی میں ہے:

ذھب الاکثرون الی ان الواو فی قولہ "والراسخون" واو الاستئناف وتم الکلام عند قولہ "ومایعلم تاویلہ الا اللّٰہ" وھو قول ابی بن کعب وعائشۃ وعروۃ بن الزبیر رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم، وروایۃ طاؤس عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما وبہ قال الحسن واکثر التابعین واختارہ الکسائی والفراء والاخفش (الٰی ان قال) ومما یصدق ذٰلک قراءۃ عبداللّٰہ "ان تاویلہ الاعند اللّٰہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنّا" وفی حرف ابی (ویقول الراسخون فی العلم اٰمنّا بہ) وقال عمر بن عبدالعزیز فی ھٰذہ الاٰیۃ انتھی علم الراسخین فی العلم بتاویل القراٰن الٰی ان قالوا اٰمنّا بہ کل من عند ربنا و ھذا القول اقیس فی العربیۃ واشبہ بظاھر الاٰیۃ[2]۔

یعنی جمہور ائمہ دین وصحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ والراسخون فی العلم سے جُدا بات شروع ہوتی پہلا کلام وہیں پُورا ہوگیا کہ متشابہات کے معنے اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہی قول حضرت سیّد قاریان صحابہ ابی بن کعب اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ہے، اور یہی امام طاؤس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا،

---

[1] معالم التنزیل تحت الآیۃ ۷/۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/۱۳۷

[2] " " " ۳/۷ " " " ۱/۲۱۴، ۲۱۵

اور یہی مذہب امام حسن بصری واکثر تابعین کا ہے، اور اسی کو امام کسائی وفراء واخفش نے اختیار کیا اور اس مطلب کی تصدیق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس قرارت سے بھی ہوتی ہے کہ آیات متشابہات کی تفسیر اللہ عزوجل کے سوا کسی کے پاس نہیں، اور پکے علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے، اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرارت بھی اسی معنی کی تصدیق کرتی ہے۔ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ان کی تفسیر میں محکم علم والوں کا منتہائے علم بس اس قدر ہے کہ کہیں ہم ان پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے، اور یہ قول عربیت کی رُو سے زیادہ دلنشین اور ظاہر آیت سے بہت موافق ہے۔

(۴) مدارک التنزیل میں ہے:

منه اٰیٰت محکمٰت احکمت عبارتها بان حفظت من الاحتمال والاشتباه هن ام الکتٰب اصل الکتاب تحمل المتشابهات علیها وترد الیها "و اخر متشٰبهٰت" مشتبهات محتملات مثال ذٰلك الرحمٰن علی العرش استوٰی فالاستواء یکون بمعنی الجلوس وبمعنی القدرة والاستیلاء ولا یجوز الاول علی الله تعالٰی بدلیل المحکم وهو قوله تعالٰی لیس کمثله شیئ، فاما الذین فی قلوبهم زیغ میل عن الحق وهم اهل البدع فیتبعون ماتشابه فیتعلقون بالمتشابه الذی یحتمل مایذهب الیه المبتدع ممالا یطابق المحکم ویحتمل مایطابقه من قول اهل الحق "منه ابتغاء الفتنة" طلب ان یفتنوا الناس عن دینهم ویضلوهم "وابتغاء تاویله" وطلب ان یؤولوه التاویل الذی یشتهونه "ومایعلم تاویله الا الله" ای لایهتدی الی تاویله الحق الذی یجب ان یحمل علیه الا الله[1] اھ مختصرًا۔

یعنی قرآن عظیم کی بعض آیتیں محکمات ہیں جن کے معنے صاف ہیں احتمال واشتباہ کو اُن میں گزر نہیں، یہ آیات تو کتاب اصلی ہیں کہ متشابہات انھیں پر حمل کی جائیں گی اور انکے معنی انھیں کی طرف پھیرے جائینگے، اور بعض دوسری متشابہات ہیں جن کے معنی میں اشکال واحتمال ہے جیسے کریمہ الرحمٰن علی العرش استوٰی استواء بیٹھنے کے معنی پر بھی آتا ہے اور قدرت وغلبہ کے معنی پر بھی، اور پہلے معنی اللہ عزوجل پر محال ہیں کہ آیات محکمات اللہ تعالیٰ کو بیٹھنے سے پاک ومنزہ بتارہی ہیں ان محکمات سے ایک آیت ہے "لیس کمثلہ شیئ" اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں، پھر وہ جن کے دل حق سے پھرے ہوئے ہیں اور وہ بدمذہب لوگ ہیں وہ تو آیات متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں ایسی آیتوں کی آڑ لیتے ہیں جن میں ان کی بدمذہبی کے معنی کا احتمال ہوسکے جو آیات محکمات کے مطابق نہیں، اور اس مطلب کا بھی احتمال ہو جو محکمات کے مطابق اور اہلسنت کا مذہب ہے۔ وہ بدمذہب ان آیات متشابہات کی آڑ اس لئے لیتے ہیں کہ فتنہ اٹھائیں لوگوں کو سچے دین سے بھکائیں ان کے وہ معنی بتائیں جو اپنی خواہش کے موافق ہوں۔ اور ان کے معنی

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت ۳/ ۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۴۶

تو کوئی نہیں جانتا مگر اللہ، اللہ ہی کو خبر ہے ان کے حق معنی کیا ہیں جن پر ان کا اتارنا واجب ہے اھ
گمراہ شخص آنکھیں کھول کر دیکھے کہ یہ پاکیزہ تقریر یہ آیت وتفسیر اس کی گمراہی کا کیسا رَد واضح ومنیر ہے والحمد للہ رب العلمین۔

(۵) امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں فرماتے ہیں:

الاستواء فالمتقدمون من اصحابنا رضی اللہ عنہم کانوا لایفسرونہ و یتکلمون فیہ کنحو مذہبہم فی امثال ذٰلک[1]

ہمارے اصحاب متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم استواء کے کچھ معنے نہ کہتے تھے نہ اس میں اصلاً زبان کھولتے جس طرح تمام صفاتِ متشابہات میں اُن کا یہی مذہب ہے۔

(۶) اُسی میں ہے:

حکینا عن المتقدمین من اصحابنا ترک الکلام فی امثال ذٰلک، ھذا مع اعتقادھم نفی الحد والتشبیہ والتمثیل عن اللہ سبحٰنہ وتعالٰی[2]

ہم اپنے اصحاب متقدمین کا مذہب لکھ چکے کہ ایسے نصوص میں اصلاً لب نہ کھولتے اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتے کہ اللہ تعالٰی محدود ہونے یا مخلوق سے کسی بات میں متشابہ ومانند ہونے سے پاک ہے۔

(۷) اسی میں یحیٰی بن یحیٰی سے روایت کی:

کنّا عند مالک بن انس فجاء رجل فقال یا ابا عبداللہ "الرحمٰن علی العرش استوٰی" فکیف استوٰی؟ قال فاطرق مالک رأسہ حتی علاہ الرحضاء ثم قال الاستواء غیر مجہول والکیف غیر معقول والایمان بہ واجب، والسوال عنہ بدعۃ، وما اراک الا مبتدعا فامر بہ ان یخرج۔[3]

ہم امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں حاضر تھے ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کی: اے ابوعبداللہ! رحمٰن نے عرش پر استوا فرمایا یہ استوا کس طرح ہے؟ اس کے سنتے ہی امام نے سرمبارک جھکالیا یہاں تک کہ بدن مقدس پسینہ پسینہ ہوگیا، پھر فرمایا: استواء مجہول نہیں اور کیفیت معقول نہیں اور اس پر ایمان فرض اور اُس سے استفسار بدعت اور میرے خیال میں تو ضرور بدمذہب ہے۔ پھر حکم دیا کہ اسے نکال دو۔

(۸) اُسی میں عبداللہ بن صالح بن مسلم سے روایت کی:

سئل ربیعۃ الرائی عن قول اللہ تبارک وتعالٰی "الرحمٰن علی العرش استوٰی" کیف

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی حدیث ۸۶۴ دار ابن رجب ص ۵۱۵
[2] کتاب الاسماء والصفات بیہقی باب قول اللہ تعالٰی لعیسٰی علیہ السلام انی متوفیک ح ۹۰۰ ص ۵۳۴
[3] " " " باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی ۸۶۷ " " ۵۱۶

استویٰ ؛ قال الکیف مجھول والاستواء غیر معقول ویجب علیّ وعلیکم الایمان بذلک کلہ[1]

یعنی امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن استاذ امام مالک سے جنھیں بوجہ قوت عقل وکثرت قیاس ربیعۃ الرائے لکھا جاتا یہی سوال ہوا، فرمایا کیفیت مجہول ہے اور اللہ تعالٰی کا استواء غیر معقول ہے اور مجھ پر اور تم پر ان سب باتوں پر ایمان لانا واجب ہے۔

(۹) اُسی میں بطریق امام احمد بن ابی الحواری امام سفیٰن بن عیینہ سے روایت کی کہ فرماتے :

کل ماوصف اللہ تعالٰی من نفسہ فی کتابہ فتفسیرہ تلاوتہ والسکوت علیہ[2]

یعنی اس قسم کی جتنی صفات اللہ عزوجل نے قرآنِ عظیم میں اپنے لئے بیان فرمائی ہیں ان کی تفسیر یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہئے۔

بطریق اسحٰق بن موسٰی انصاری زائد کیا :

لیس لاحد ان یفسرہ بالعربیۃ ولا بالفارسیۃ[3]

کسی کو جائز نہیں کہ عربی میں خواہ فارسی کسی زبان میں اس کے معنے کہے۔

(۱۰) اُسی میں حاکم سے روایت کی انھوں نے امام ابوبکر احمد بن اسحٰق بن ایوب کا عقدنامہ دکھایا جس میں مذہب اہل سنت مندرج تھا اس میں لکھا ہے :

الرحمٰن علی العرش استوٰی بلاکیف[4]

رحمٰن کا استواء بیچون وبیچگون ہے۔

(۱۱) اسی میں ہے :

والاٰثار عن السلف فی مثل ھذا کثیرۃ، وعلٰی ھٰذہ الطریقۃ یدل مذھب الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ والیھا ذھب احمد بن حنبل والحسین بن الفضل البلخی ومن المتاخرین ابوسلیمٰن الخطابی[5]

یعنی اس باب میں سلف صالح سے روایات بکثرت ہیں اور اس طریقہ سکوت پر امام شافعی کا مذہب دلالت کرتا ہے اور یہی مسلک امام احمد بن حنبل وامام حسین بن فضل بلخی اور متاخرین سے

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی حدیث ۸۶۸ دار ابن رجب ص ۵۱۶ و ۵۱۷

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ عزوجل علی العرش استوٰی 〃 ۵۱۷ 〃 〃 〃 ۵۱۷

[3] 〃 〃 〃 باب ماجاء فی اثبات العین 〃 ۵۸۳ 〃 〃 〃 ۴۱۲

[4] و [5] 〃 〃 〃 باب ماجاء فی قول اللہ عزوجل الرحمٰن علی العرش الخ 〃 ۸۷۰ 〃 〃 〃 ۵۱۷

امام ابو سلیمٰن خطابی کا ہے۔

الحمدُ للہ امام اعظم سے روایت عنقریب آتی ہے ائمہ ثلٰثہ سے یہ موجود ہیں۔ ثابت ہوا کہ چاروں اماموں کا اجماع ہے کہ استواء کے معنی کچھ نہ کہے جائیں اس پر ایمان واجب ہے اور معنی کی تفتیش حرام۔ یہی طریقہ جملہ سلف صالحین کا طریقہ ہے۔

(۱۲) اُسی میں امام خطابی سے ہے:

ونحن احری بان لا نتقدم فیما تأخر عنه من هو اکثر علما واقدم زمانا وسنا ولکن الزمان الذی نحن فیه قد صار اهله حزبین منکر لما یروی من نوع هٰذه الاحادیث راسا ومکذبا به اصلا، وفی ذٰلك تکذیب العلماء الذین رووا هٰذه الاحادیث وهم ائمة الدین ونقلة السنن والواسطة بیننا وبین رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم، والطائفة الاخرٰی مسلمة للروایة فیها ذاهبة فی تحقیق الظاهر منها مذهبا یکاد یفضی بهم الی القول بالتشبیه ونحن نرغب عن الامرین معًا، ولا نرضی بواحد منهما مذهبا، فیحق علینا ان نطلب لما یرد من هٰذه الاحادیث اذا صحت من طریق النقل والسند، تاویلا یخرج علی معانی اصول الدین ومذاهب العلماء ولا نبطل الروایة فیها اصلا، اذا کانت طرقها مرضیة ونقلتها عدولا۔[1]

یعنی جب اُن ائمہ کرام نے جو ہم میں سے علم میں زائد اور زمانے میں مقدم اور عمر میں بڑے تھے متشابہات میں سکوت فرمایا تو ہمیں ساکت رہنا اور ان کے معنے کچھ نہ کہنا اور زیادہ لائق تھا مگر ہمارے زمانے میں دو گروہ پیدا ہوئے: ایک تو اس قسم کی حدیثوں کو سرے سے رَد کرتا اور جھوٹ بتاتا ہے، اس میں علمائے رواۃ احادیث کی تکذیب لازم آتی ہے حالانکہ وہ دین کے امام ہیں اور سُنتوں کے ناقل اور نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم تک ہمارے وسائط ووسائل۔ اور دوسرا گروہ ان روایتوں کو مان کر اُن کے ظاہری معنی کی طرف ایسا جاتا ہے کہ اس کا کلام اللہ عزوجل کو خلق سے مشابہ کر دینے تک پہنچا چاہتا ہے اور ہمیں یہ دونوں باتیں ناپسند ہیں ہم ان میں سے کسی کو مذہب بنانے پر راضی نہیں تو ہمیں ضرور ہوا کہ اس باب میں جو حدیثیں آئیں اُن کی وہ تاویل کر دیں جس سے اُن کے معنے اصول عقائد و آیات محکمات کے مطابق ہو جائیں اور صحیح روایتیں کہ علماء ثقات کی سند سے آئیں باطل

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما ذکر فی القدم والرجل حدیث ۷۵۶ دار ابن رجب ص ۴۵۲

نہ ہونے پائیں۔

(۱۳) امام ابوالقاسم لالکائی کتاب السنہ میں سیدنا امام محمد سردارِ مذہب حنفی تلمیذِ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ فرماتے:

اتفق الفقھاء کلھم من المشرق الی المغرب علی الایمان بالقراٰن وبالاحادیث التی جاء بھا الثقات عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی صفۃ الرب من غیر تشبیہ ولا تفسیر فمن فسر شیئا من ذٰلک فقد خرج عما کان علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفارق الجماعۃ فانھم لم یصفوا ولم یفسروا ولکن اٰمنوا بما فی الکتاب والسنۃ ثم سکتوا[1]

شرق سے غرب تک تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے کہ آیاتِ قرآن عظیم واحادیثِ صحیحہ میں جو صفاتِ الٰہیہ آئیں اُن پر ایمان لائیں بلاتشبیہ وبلاتفسیر، تو جو ان میں سے کسی کے معنے بیان کرے وہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقے سے خارج اور جماعتِ علماء سے جدا ہوا اس لئے کہ ائمہ نے نہ ان صفات کا کچھ حال بیان فرمایا نہ اُن کے معنے کہے بلکہ قرآن وحدیث پر ایمان لاکر چُپ رہے۔

طرفہ یہ کہ امام محمد کے اس ارشاد وذکر اجماع ائمہ امجاد کو خود ذہبی نے بھی کتاب العلو میں نقل کیا اور کہا محمد سے یہ اجماع لالکائی اور ابو محمد بن قدامہ نے اپنی کتابوں میں روایت کیا بلکہ خود ابن تیمیہ مخذول بھی اُسے نقل کرگیا وللہ الحمد ولہ الحجۃ السامیۃ (حمد اللہ تعالٰی کے لئے ہے اور غالب حجت اسی کی ہے۔ ت)۔

(۱۴) نیز مدارک میں زیر سورۂ طٰہٰ ہے:

المذھب قول علی رضی اللہ تعالٰی عنہ الاستواء غیر مجھول والتکییف غیر معقول والایمان بہ واجب والسوال عنہ بدعۃ لانہ تعالٰی کان ولامکان فھو علی ماکان قبل خلق المکان ثم لم یتغیر عما کان[2]

مذہب وہ ہے جو مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ استواء مجہول نہیں اور اس کی چگونگی

---

[1] فتح الباری بحوالہ اللالکائی باب قولہ تعالٰی وکان عرشہ علی الماء دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴/ ۳۴۹

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲۰/ ۵ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۴۸

عقل میں نہیں آسکتی اُس پر ایمان واجب ہے اور اس کے معنے سے بحث بدعت ہے اس لئے کہ مکان پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالٰی موجود تھا اور مکان نہ تھا پھر وہ اپنی اُس شان سے بدلا نہیں یعنی جیسا جب مکان سے پاک تھا اب بھی پاک ہے۔

گمراہ اپنی ہی مستند کی اس عبارت کو سُوجھے اور اپنا ایمان ٹھیک کرے۔

(۱۵) اسی میں زیر سورۂ اعراف یہی قول امام جعفر صادق و امام حسن بصری و امام اعظم ابوحنیفہ و امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل فرمایا۔[۱]

(۱۶) یہی مضمون جامع البیان سورۂ یونس میں ہے کہ:

الاستواء معلوم والکیفیۃ مجھولۃ والسؤال عنہ بدعۃ۔[۲]

استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس سے بحث وسوال بدعت ہے۔ (ت)

(۱۷) یہی مضمون سورۂ رعد میں سلف صالح سے نقل کیا کہ:

قال السلف الاستواء معلوم والکیفیۃ مجھولۃ۔[۳]

سلف نے فرمایا استواء معلوم ہے اور کیفیت مجہول ہے۔ (ت)

(۱۸) سورۂ طٰہٰ میں لکھا:

سئل الشافعی عن الاستواء فاجاب اٰمنت بلاتشبیہ واتھمت نفسی فی الادراک وامسکت عن الخوض فیہ کل الامساک۔[۴]

یعنی امام شافعی سے استواء کے معنے پُوچھے گئے، فرمایا: میں استواء پر ایمان لایا اور وُہ معنے نہیں ہوسکتے جن میں اللہ تعالٰی کی مشابہت مخلوق سے نکلے اور میں اپنے آپ کو اُس کے معنے سمجھنے میں متہم رکھتا ہُوں مجھے اپنے نفس پر اطمینان نہیں کہ اس کے صحیح معنے سمجھ سکوں لہذا میں نے اس میں فکر کرنے سے یک قلم قطعی دست کشی کی۔

(۱۹) سورۂ اعراف میں لکھا:

---

[۱] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۷/ ۵۴ دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۸
[۲] جامع البیان محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی " ۱۰/ ۳ دارنشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ۱/ ۲۹۲
[۳] " " " " ۱۳/ ۲ " " " " ۱/ ۳۴۵
[۴] " " " " ۲۰/ ۵ " " " " ۲/ ۱۵، ۱۶

اجمع السلف علیٰ ان استواءہ علی العرش صفۃ لہ بلاکیف نؤمن بہ ونکل العلم الی اللہ تعالیٰ۔[1]

سلف صالح کا اجماع ہے کہ عرش پر استوار اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیچون و بے چگون ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کا علم خدا کو سونپتے ہیں۔

(۲۰) طرفہ یہ کہ سورۂ اعراف میں تو صرف اتنا لکھا کہ اس کے معنے ہم کچھ نہیں جانتے اور سورۂ فرقان میں لکھا:

قد مر فی سورۃ الاعراف تفصیل معناہ۔[2]

اس کے معنی کی تفصیل سورۂ اعراف میں گزری۔

یونہی سورۂ سجدہ میں لکھا:

قد مر فی سورۃ الاعراف[3] (سورۂ اعراف میں گزرا۔ ت)

یونہی سورۂ حدید میں:

قد مر تفسیرہ فی سورۃ الاعراف وغیرھا[4] (اس کی تفسیر سورۂ اعراف وغیرہ میں گزر چکی ہے۔ ت)

دیکھو کیسا صاف بتایا کہ اس کے معنی کی تفصیل یہی ہے کہ ہم کچھ نہیں جانتے، اب تو کھلا کہ وہابیہ مجسمہ کا اپنی سند میں کتاب الاسماء و معالم و مدارک و جامع البیان کے نام لے دینا کیسی سخت بے حیائی تھا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۱۲۸ تا ۱۳۷)

(۱۶) ایک نجدی گمراہ نے اپنی تحریر میں بزعم خود عرش کو اللہ تعالیٰ کا مکان بتایا اور اس سلسلہ میں آیت کریمہ "الرحمٰن علی العرش استوٰی" اور دیگر آیات و احادیث سے استدلال کیا، اس کے رد میں فرمایا:

مسلمانو! دیکھو اس گمراہ نے ان چند سطور میں کیسی کیسی جہالتیں، ضلالتیں، تناقض سفاہتیں، اللہ د

---

[1] جامع البیان محمد بن عبدالرحمٰن الشافعی تحت الآیۃ ۷/۵۴ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ۱/۲۲۳
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۵/۵۹ 〃 〃 〃 ۲/۸۹
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 ۳۲/۴ 〃 〃 〃 ۲/۱۵۷
[4] 〃 〃 〃 〃 〃 ۵۷/۴ 〃 〃 〃 ۲/۳۳۶

رسول پر افترار، علمار وکتب پر تہمتیں بھر دی ہیں،

اوّلاً ادعا کیا کہ استوار علی العرش میں بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کے سوا جو کوئی اور معنے کہے بدعتی ہے، اور اسی کی سند میں بکمال جرأت وبیحیائی اُن نو کتابوں کے نام گن دیئے۔

ثانیاً زعم کیا کہ احاطۂ الٰہی صرف از رُوئے علم ہے حالانکہ اس مسئلہ کا یہاں کچھ ذکر نہ تھا مگر اس نے اس بیان سے اپنی وہ گمراہی پالنی چاہی ہے کہ اللہ تعالےٰ عرش پر ہے اور عرش کے سوا کہیں نہیں۔

ثالثاً منہ بھر کر اُس سُبّوحِ قدوس کو گالی دی کہ اس کے لئے مکان ثابت ہے، عرش اس کا مکان ہے، اور اس ثبوت میں بزورِ زبان دو حدیثیں نقل کر دیں۔

رابعاً یہ تین دعوے تو منطوق عبارت تھے مفہوم استثنار سے بتایا کہ استوار علی العرش کے معنے اللہ تعالےٰ کا عرش پر بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا مطابق سنت ہیں۔

خامساً اپنے معبود کو بٹھانے، چڑھانے، ٹھہرانے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ ان لفظوں کے مفہوم سے کہ جن صفات سے کلامِ شارع ساکت ہے اُن میں سکوت لازم ہے تمام متشابہات استوار کی طرح انھیں معانی پر محمول کر لیں جو اُن کے ظاہر سے مفہوم ہوتے ہیں۔

سادساً باوصف ان کے اصل دعویٰ یہ ہے کہ خدا عرش کے سوا کہیں نہیں۔

ہم بھی ان چھ باتوں کی بعونہٖ تعالےٰ اُسی ترتیب پر چھ تپانچوں سے خبر لیں اور ساتویں تپانچے میں دو مسئلۂ باقیہ کے متعلق اجمالی گوشمالی کریں وباللہ التوفیق۔

پہلا تپانچہ

گمراہ نے ادعا کیا کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کے سوا جو کوئی اور معنے استوار کے کہے بدعتی ہے، اور اس پر اُن نو کتابوں کا حوالہ دیا۔

ضربِ اوّل : فقیر نے اگر یہ التزام نہ کیا ہوتا کہ اس کی گنائی ہُوئی کتابوں سے سند لاؤں گا تو آپ سیر دیکھتے کہ یہ تپانچہ اس گمراہ کو کیونکر خاک وخون میں لٹاتا مگر اجمالاً اقوال مذکورہ بالا ہی ملاحظہ ہو جائیں کہ اس گمراہ نے کس کس امامِ دین وسنّت کو بدعتی بنا دیا، امام ابوالحسن علی ابن بطال، امام ابن حجر عسقلانی، امام ابو طاہر قزوینی، امام عارف شعرانی، امام جلال الدین سیوطی، امام اسمٰعیل ضریر، حتیٰ کہ خود امام اہلسنت سیدنا امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، تو کم از کم اس ضرب کو سات

ضرب سمجھئے بلکہ تیرہ[۱۳] کہ امام نسفی و امام بیہقی و امام بغوی و امام علی بن محمد ابوالحسن طبری و امام ابوبکر بن فورک و امام ابومنصور بن ابی ایوب کے اقوال عنقریب آتے ہیں۔ یہ حضرات بھی اس بدعتی کے طور پر معاذ اللہ بدعتی ہوئے۔ اور بیس[۲۰] ضرب اوپر گزریں جملہ تینتیس[۳۳] ہوئیں۔ آگے چلئے اور اب صرف اس کے مستندوں سے اس کی خبر لیجئے۔

ضرب ۳۴: مدارک شریف سورۂ سجدہ میں استواء علی العرش کا حاصل اس کا احداث اور پیدا کرنا لیا یہ انھیں معنی سوم کے قریب ہے جو اُوپر گزرے۔

ضرب ۳۵: اس سورۃ اور سورۂ فرقان کے سوا کہ وہاں استوار کی تفسیر سے سکوت مطلق ہے باقی پانچوں جگہ اُس کے معنے استیلاء و غلبہ و قابو بتائے۔ حدید میں ہے:

ثم استوٰی (استولی) علی العرش[۱] (پھر عرش پر استواء فرمایا۔ ت)

رعد میں ہے:

استولی بالاقتدار ونفوذ السلطان[۲]
اقتدار اور حکومت کا مالک ہوا۔ (ت)

اعراف میں ہے:

اضاف الاستیلاء الی العرش وان کان سبحٰنہ وتعالٰی مستولیا علی جمیع المخلوقات لان العرش اعظمہا واعلاہا[۳]۔

یعنی اللہ تعالٰی کا قابو اس کی تمام مخلوقات پر ہے، خاص عرش پر قابو ہونے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عرش سب مخلوقات سے جسامت میں بڑا اور سب سے اوپر ہے۔

ضرب ۳۶: سورہ طٰہٰ میں بعد ذکر معنی استیلاء ایک وجہ یہ نقل فرمائی:

لما کان الاستواء علی العرش وھو سریر الملک مما یردف الملک جعلوہ کنایۃ عن الملک فقال استوی فلان علی العرش ای ملک وان لم یقعد علی السریر البتۃ وھذا کقولک ید فلان مبسوطۃ ای جواد وان لم یکن لہ

---

[۱] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۵۷/۴ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۲۲۳
[۲] " " " ۱۳/۲ " " " ۲/۲۴۱
[۳] " " " ۷/۵۴ " " " ۲/۵۶

یدہ راسا۔[1]

یعنی جبکہ تخت نشینی آثار شاہی سے ہے تو عرف میں تخت نشینی بولتے اور اس سے سلطنت مراد لیتے ہیں، کہتے ہیں فلاں شخص تخت نشین ہُوا یعنی بادشاہ ہُوا اگرچہ اصلاً تخت پر نہ بیٹھا ہو، جس طرح تیرے اس کہنے سے کہ فلاں کا ہاتھ کشادہ ہے اس کا سخی ہونا مراد ہوتا ہے اگرچہ وہ سرے سے ہاتھ ہی نہ رکھتا ہو۔

حاصل یہ کہ استواء علی العرش بمعنی بادشاہی ہے حقیقۃً بیٹھنا ہرگز لازم نہیں، جب خلق کے باب میں یہ محاورہ ہے جن کا اٹھنا بیٹھنا سب ممکن، تو خالق عزوجل کے بارے میں اُس سے معاذ اللہ حقیقۃً بیٹھنا سمجھ لینا کیسا ظلم صریح ہے۔

ضرب ۲۷: معالم سورۂ اعراف کا بیان تو وہ تھا کہ اہلسنت کا طریقہ سکوت ہے اتنا جانتے ہیں کہ استواء اللہ تعالٰی کی ایک صفت ہے اور اس کے معنٰی کا علم اللہ کے سپرد ہے، یہ طریقۂ سلف صالحین تھا' سورۂ رعد میں استواء کو علو سے تاویل کیا۔ یہ معنی دوم ہیں کہ اوپر گزرے۔

ضرب ۲۸: امام بیہقی نے کتاب الاسماء میں دربارۂ استواء ائمۂ متقدمین کا وہ مسلک ارشاد فرمایا جس کا بیان اُوپر گزرا۔ پھر فرمایا:

وذھب ابوالحسن علی بن اسمٰعیل الاشعری الی ان اللہ تعالٰی جل ثناؤہ فعل فی العرش فعلا سمّاہ استواء کما فعل فی غیرہ فعلا سمّاہ رزقا او نعمۃ او غیرھما من افعالہ ثم لم یکیف الاستواء الا انہ جعلہ من صفات الفعل لقولہ تعالٰی "ثم استوی علی العرش" وثم للتراخی والتراخی انمایکون فی الافعال وافعال اللہ تعالٰی توجد بلامباشرۃ منہ ایاھا ولاحرکۃ۔[2]

یعنی امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے عرش کے ساتھ کوئی فعل فرمایا ہے جس کا نام استواء رکھا ہے جیسے من و تو زید و عمرو کے ساتھ افعال فرمائے اور ان کا نام رزق و نعمت وغیرہ رکھا اُس فعل استواء کی کیفیت ہم نہیں جانتے اتنا ضرور ہے کہ اس کے افعال میں مخلوق کے ساتھ ملنا، چھُونا، اس سے لگا ہوا ہونا یا حرکت کرنا نہیں جیسے بیٹھنے چڑھنے وغیرہ میں ہے اور استواء کے فعل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا پھر عرش پر استواء کیا تو معلوم ہُوا کہ استواء حادث ہے

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲۰/۵ دار الکتاب العربی بیروت ۳/۴۸

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی، حدیث ۸۷۰ دار ابن رجب ص ۵۱۷

پہلے نہ تھا اور حدوث افعال میں ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذات حدوث سے پاک ہیں، تو ثابت ہوا کہ استواء اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت ذاتی نہیں بلکہ اس کے کاموں میں سے ایک کام ہے جس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔

ضرب ۳۹: ابوالحسن علی بن محمد طبری وغیرہ ائمہ متکلمین سے نقل فرمایا:

القدیم سبحٰنہ عال علی عرشہ لاقاعد ولاقائم ولا مماس ولا مباین عن العرش، یرید بہ مباینۃ الذات التی ھی بمعنی الاعتزال او التباعد لان المماسۃ والمباینۃ التی ھی ضدھا والقیام والقعود من اوصاف الاجسام، واللّٰہ عزوجل احد صمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد، فلا یجوز علیہ ما یجوز علی الاجسام تبارک و تعالیٰ۔[1]

مولا تعالیٰ عرش پر علو رکھتا ہے مگر نہ اُس پر بیٹھا ہے نہ کھڑا، نہ اس سے لگا ہوا نہ اس معنیٰ پر جُدا کہ اس سے ایک کنارے پر ہو یا دُور ہو کہ لگا یا الگ ہونا اور اٹھنا بیٹھنا تو جسم کی صفتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ احد صمد ہے، نہ جنا نہ جنا گیا، نہ اس کے جوڑ کا کوئی، تو جو باتیں اجسام پر روا ہیں اللہ عزوجل پر روا نہیں ہو سکتیں۔

ضرب ۴۰: امام استاذ ابوبکر بن فورک سے نقل فرمایا کہ انھوں نے بعض ائمہ اہلسنت سے حکایت کی کہ:

استوٰی بمعنی علا ولا یرید بذٰلک علوا بالمسافۃ والتحیز والکون فی مکان متمکنا فیہ ولکن یرید معنی قول اللّٰہ عزوجل ء امنتم من فی السماء ای من فوقھا علی معنی نفی الحد عنہ وانہ لیس مما یحویہ طبق او یحیط بہ قطر۔[2]

یعنی استوار بمعنی علو ہے اور اس سے مسافت کی بلندی یا مکان میں ہونا مراد نہیں بلکہ یہ کہ وہ حدو نہایت سے پاک ہے، عرش و فرش کا کوئی طبقہ اُسے محیط نہیں ہو سکتا، نہ کوئی مکان اُسے گھیرے۔ اسی معنی پر قرآن عظیم میں اُسے آسمان کے اوپر فرمایا یعنی اس سے بلند و بالا ہے کہ آسمان میں سما سکے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں:

وھو علی ھٰذہ الطریقۃ من صفات الذات وکلمۃ "ثم" تعلقت بالمستوی

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ الرحمٰن علی العرش استوٰی حدیث ۸۷۰ دار ابن رجب ص ۵۱۸

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

علیه، لا بالاستواء وهو کقوله عز وجل "ثم الله شهید علیٰ ما یفعلون" یعنی ثم یکون عملهم فیشهده وقد اشار ابوالحسن علی بن اسمٰعیل الیٰ هٰذه الطریقة حکایة، فقال وقال بعض اصحابنا انه صفة ذات ولا یقال لم یزل مستویا علی عرشه کما ان العلم بان الاشیاء قد حدثت من صفات الذات، ولا یقال لم یزل عالما بان قد حدثت ولما حدثت بعد[1]

حاصل یہ کہ اس طریقہ پر استواء صفات ذات سے ہوگا کہ اللہ سبحٰنہ بذاتہٖ اپنی تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے نہ بلندیٔ مکان بلکہ بلندیٔ مالکیت و سلطان، اور اب پھر کا لفظ نظر بحدوثِ عرش ہوگا کہ وہ بلندی ذاتی ہر حادث سے اُس کے حدوث کے بعد متعلق ہوتی ہے جیسے قرآن عظیم میں فرمایا کہ پھر اللہ شاہد ہے اُن کے افعال پر، یعنی جب اُن کے افعال پیدا ہوئے تو شہودِ الٰہی ان سے متعلق ہوا جس طرح علمِ الٰہی قدیم ہے مگر یہ علم کہ چیز حادث ہوگئی اس کے حدوث کے بعد ہی متعلق ہوگا یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ازل میں جانتا تھا کہ اشیاء پیدا ہوچکیں حالانکہ ہنوز ناپیدا تھیں۔

ضرب ۴۱: پھر امام اہلسنت قدس سرہٗ سے نقل فرمایا:

وجوابی هو الاول وهو ان الله مستوی علی عرشه وانه فوق الاشیاء بائن منها بمعنی انها لا تحله ولا یحلها ولا یمسها ولا یشبهها ولیست البینونة بالعزلة، تعالی الله ربنا عن الحلول والمماسة علوا کبیرا[2]

میرا قول وہی پہلا ہے کہ اللہ عزوجل نے عرش کے ساتھ فعلِ استواء کیا اور ایک عرش ہی کیا وہ تمام اشیاء سے بالا اور سب سے جدا ہے بایں معنی کہ نہ اشیاء اس میں حلول کریں نہ وہ اُن میں، نہ وہ اُن سے مَس کرے نہ اُن سے کوئی مشابہت رکھے، اور یہ جُدائی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اشیاء سے ایک کنارے پر ہو، ہمارا رب حلول و مَس و فاصلہ و عزلت سے بہت بلند ہے جل وعلا۔

دیکھو ائمہ اہلسنت بیٹھنے، چڑھنے، ٹھہرنے کی کیسی جڑ کاٹ رہے ہیں۔

ضرب ۴۲: پھر امام اہلسنت سے نقل فرمایا:

وقد قال بعض اصحابنا ان الاستواء صفة الله تعالیٰ تنفی

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ الرحمٰن علی العرش استوٰی حدیث ۸۷۰ دار ابن رجب ص ۵۱۸
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

الاعوجاج عنہ[1]

یعنی بعض ائمہ اہلسنت نے فرمایا کہ صفت استواء کے معنے ہیں کہ اللہ عزوجل کجی سے پاک ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اس تقدیر پر استواء صفات سلبیہ سے ہوگا جیسے غنی یعنی کسی کا محتاج نہیں، یونہی مستوی یعنی اس میں کجی و اعوجاج نہیں، اور اب علٰی ظرف مستقر ہوگا اور راسی علو ملک و سلطان کا مفید، اور ثم تراخی فی الذکر کے لئے، کقولہ تعالٰی ثم کان من الذین اٰمنوا[2] (پھر ایمان والوں میں ہوا۔ ت) وقولہ تعالٰی "خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون"[3] (اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو فرمایا ہوجا، تو وہ ہوگیا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

ضرب ۴۳: پھر امام استاذ ابومنصور ابن ابی ایوب سے نقل فرمایا کہ انھوں نے مجھے لکھ بھیجا:

ان کثیرا من متاخری اصحابنا ذھبوا الی ان الاستواء ھو القھر والغلبۃ، و معناہ ان الرحمٰن غلب العرش وقھرہ، و فائدتہ الاخبار عن قھرہ مملوکاتہ، و انہا لم تقھرہ وانما خص العرش بالذکر لانہ اعظم المملوکات فنبہ بالاعلٰی علی الادنی، قال والاستواء بمعنی القھر والغلبۃ شائع فی اللغۃ کما یقال استوی فلان علی الناحیۃ اذا غلب اھلھا وقال الشاعر فی بشر بن مروان ؎

قد استوی بشر علی العراق

من غیر سیف و دم مھراق

یرید انہ غلب اھلہ من غیر محاربۃ[4]

یعنی بہت متاخرین علمائے اہلسنت اس طرف گئے کہ استواء بمعنی قہر و غلبہ ہے، آیت کے معنٰی یہ ہیں کہ رحمٰن عز جلالہ عرش پر غالب اور اس کا قاہر ہے، اور اس ارشاد کا فائدہ یہ خبر دینا ہے کہ مولٰی تعالٰی اپنی تمام مملوکات پر قابو رکھتا ہے مملوکات کا اس پر قابو نہیں۔ اور عرش کا خاص ذکر اس لئے فرمایا کہ وہ جسامت میں سب مملوکات سے بڑا ہے، تو اس کے ذکر سے باقی سب پر تنبیہ فرمادی، اور استواء

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی حدیث ۸۷۰ دار ابن رجب ص ۵۱۸

[2] القرآن الکریم ۹۰/ ۱۷

[3] " " ۳/ ۵۹

[4] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب ماجاء فی قول اللہ تعالٰی الرحمٰن علی العرش استوٰی حدیث ۸۷۰ دار ابن رجب ص ۵۱۸ و ۵۱۹

بمعنی قہر و غلبہ زبان عرب میں شائع ہے، پھر نثر و نظم سے اس کی نظیریں پیش کیں کہ جب کوئی شخص کسی بستی والوں پر غالب آجائے تو کہا جاتا ہے : استوٰی فلان علی الناحیۃ" اور شاعر نے بشر بن مروان کے بارے میں کہا :

تحقیق بشر عراق پر غالب آگیا تلوار کے ساتھ خون بہائے بغیر۔"

شاعر کی مراد یہ ہے کہ وہ جنگ کئے بغیر بستی والوں پر غالب آگیا۔ (ت)

گمراہ وہابیو! تم نے دیکھا کہ تمہاری ہی پیش کردہ کتابوں نے تمہیں کیا کیا سزائے کردار کو پہنچایا مگر تمہیں حیا کہاں!

دوسرا تپانچہ

جاہل بے خرد نے بک دیا کہ اللہ تعالٰی کا احاطہ فقط از روئے علم ہے اس میں اللہ عزوجل کی قدرت کا بھی منکر ہوا، اللہ عزوجل کی صفتِ بصر سے بھی بے بصر ہوا، اپنی مستندہ کتابوں کا بھی خلاف کیا، خود اپنی بیہودہ تحریر سے بھی تناقض و اختلاف کیا۔ وجوہ سنئے :

ضرب ۴۴ : قال اللہ تعالٰی :

الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الا انہ بکل شیئ محیط۔[1]

سنتا ہے وہ شک میں ہیں اپنے رب سے ملنے سے۔ سنتا ہے خدا ہر چیز کو محیط ہے۔

ضرب ۴۵ : قال اللہ تعالٰی :

وکان اللہ بکل شیئ محیطا۔[2] اللہ ہر شے کو محیط ہے۔

ضرب ۴۶ : قال اللہ تعالٰی :

واللہ من ورائھم محیط۔[3] اللہ ان کے آس پاس سے محیط ہے۔

ان تینوں آیتوں میں اللہ عزوجل کو محیط بتایا ہے، احاطہ علم کی آیت جدا ہے :

و ان اللہ قد احاط بکل شیئ علما۝[4]

بیشک اللہ تعالٰی کا علم ہر شے کو محیط ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۱ /۵۴
[2] القرآن الکریم ۴ /۱۲۶
[3] " ۸۵ /۲۰
[4] " ۶۵ /۱۲

ضرب ۴۷: ترجمہ رفیعیہ میں ہے:

"خبردار ہو تحقیق وہ بیچ شک کے ہیں ملاقات پروردگار اپنے کی سے، خبردار ہو تحقیق وہ ہر چیز کو گھیر رہا ہے۔"[1]

ضرب ۴۸: اُسی میں ہے:

"اور ہے اللہ ساتھ ہر چیز کے گھیرنے والا"۔[2]

ضرب ۴۹: اُسی میں ہے:

"اور اللہ اُن کے پیچھے سے گھیر رہا ہے"۔[3]

ضرب ۵۰: موضح القرآن میں ہے:

"سُنتا ہے وہ دھوکے میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے، سُنتا ہے وہ گھیر رہا ہے ہر چیز کو۔"[4]

ضرب ۵۱: اُسی میں زیرِ آیت ثالثہ ہے:

"اور اللہ نے اُن کے گرد سے گھیرا ہے"۔[5]

ان دونوں تیرے مستند مترجموں نے بھی یہ احاطہ خود اللہ عزوجل ہی کی طرف نسبت کیا۔

ضرب ۵۲: اُسی میں زیرِ آیت ثانیہ ہے:

"اللہ کے ڈھب میں ہے ہر چیز"۔[6]

یہ احاطہ از رُوئے قدرت لیا۔

ضرب ۵۳: جامع البیان میں زیرِ آیت اُولٰی ہے:

الکل تحت علمہ وقدرتہ[7] یعنی سب اُس کے علم و قدرت کے نیچے ہیں۔

---

[1] ترجمہ شاہ رفیع الدین آیۃ ۴۱/۵۴ ممتاز کمپنی لاہور ص ۵۲۹ و ۵۳۰
[2] 〃 〃 〃 〃 ۴/۱۲۶ ممتاز کمپنی لاہور ص ۱۰۹
[3] 〃 〃 〃 〃 ۸۵/۱۲ 〃 〃 〃 ۶۵
[4] موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر ۴۱ تاج کمپنی 〃 ۵۱۱
[5] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۷۱۶
[6] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۲۰
[7] جامع البیان لمحمد بن عبدالرحمٰن تحت الآیۃ ۴۱/۵۴ دارالنشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ۲/۲۵۲

ضرب ۵۴ : زیرِ آیت ثانیہ ہے :

بعلمہ وقدرتہ[1] اللہ علم وقدرت دونوں کی رُو سے محیط ہے ۔

ضرب ۵۵ : مدارک شریف میں زیرِ آیت ثالثہ ہے :

عالم باحوالھم وقادر علیھم وھم لایعجزونہ[2]

یعنی اللہ اُن کے احوال کا عالم اور اُن پر قادر ہے وُہ اسے عاجز نہیں کرسکتے ۔

ضرب ۵۶ : کتاب الاسماء میں ہے :

المحیط راجع الٰی کمال العلم والقدرۃ[3]۔

اسمِ الٰہی محیط کے معنے کمال علم وقدرت کی طرف راجع ہیں ۔

ان تیرے مستندوں نے احاطہ فقط از روئے علم ہونا کیسا باطل کیا ۔

ضرب ۵۷ : اللہ عزوجل کی بصر بھی محیط ہے ، قال تعالٰی :

انّہ بکلّ شیئ بصیر[4] ○ اللہ تعالٰی ہر چیز کو دیکھ رہا ہے ۔

ضرب ۵۸ : اس کا سمع بھی محیط اشیاء ہے ۔

کما حققہ عالم اھل السنّۃ مدظلہ فی منھیات سبحٰن السبوح ۔

جیسا کہ عالمِ اہلسنّت نے "سبحٰن السبوح" کے منہیات میں اس کی تحقیق فرمائی ہے (ت)

ضرب ۵۹ : قدرت بھی محیط ہے ، قال تعالٰی :

انّ اللہ علٰی کل شیئ قدیر[5] ○ بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے ۔ (ت)

ضرب ۶۰ : خالقیت بھی محیط ہے ، قال تعالٰی :

خالق کل شیئ فاعبدوہ[6] اللہ تعالٰی ہر شَے کا خالق ہے پس اسی کی عبادت کرو ۔ (ت)

---

[1] جامع البیان لمحمد بن عبدالرحمٰن آیۃ ۴/ ۱۲۶ دارنشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ۱/ ۱۴۶

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " ۸۵/ ۲۰ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۴۷

[3] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جامع ابواب ذکر الاسماء التی تتبع نفی التشبیہ الخ منہا المحیط دار ابن رجب ص ۶۴

[4] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۹

[5] " " ۲/ ۲۰ و ۳/ ۱۰۹ و ۲/ ۱۴۸

[6] " " ۶/ ۱۰۲

ضرب ۶۱: مالکیت بھی محیط ہے، قال تعالٰی:

بیدہ ملکوت کل شیئ[1]

اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے۔ (ت)

اس بے خرد وہابی نے فقط از روئے علم کہہ کر ان تمام صفاتِ الٰہیہ کے احاطہ سے انکار کر دیا، آنکھیں رکھتا ہو تو سُوجھے کہ اپنی گھری جہالت کی گھٹا ٹوپ اندھیری میں کتنی آیتوں کا رَد کر گیا۔

بالجملہ اگر مذہبِ متقدمین لیجئے تو ہم ایمان لائے کہ ہمارے مولٰی تعالٰی کا علم محیط ہے جیسا کہ سورۂ طلاق میں فرمایا، اور احاطۂ علم کے معنے ہمیں معلوم ہیں کہ:

لایعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السمٰوٰت ولا فی الارض[2]

اس سے غائب نہیں ذرّہ بھر کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ (ت)

اور ہمارا مولٰی عزّوجل محیط ہے جیسا کہ سورۂ نساء، سورۂ فصّلت و سورۂ بروج میں ارشاد فرمایا اور اس کا احاطہ ہماری عقل سے وراء ہے۔

اٰمنّا بہ کل من عند ربنا۔[3]

ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے (ت)

اور اگر مسلک متاخرین چلئے تو اللہ تعالٰی جس طرح از روئے علم محیط ہے یونہی از روئے قدرت و از رُوئے سمع و از راہِ بصر و از جہت ملک و از وجہِ خلق وغیر ذٰلک، تو فقط علم میں احاطہ منحصر کر دینا ان سب صفات و آیات سے منکر ہو جانا ہے۔

ضرب ۶۲: بیوقوف چند سطر بعد مانے گا کہ جتنی صفتیں کلامِ شارع میں وارد ہیں ان سے سکوت نہ ہوگا، یہاں احاطۂ ذات سے سکوت کیسا، انکار کر گیا، مگر وہابی را حافظہ نباشد، یہ کیسا صریح تناقض ہے۔

تیسرا تپانچہ

اصل تپانچہ قیامت کا تپانچہ جس سے مجسّمی گمراہی کا سُرمہ ہو جائے

بدمذہب گمراہ نے صاف بک دیا کہ اس کا معبود مکان رکھتا ہے عرش پر بستا ہے ــــــ

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۸۳ [2] القرآن الکریم ۳۴/ ۳ [3] القرآن الکریم ۳/ ۷

تعالی اللہ عما یقول الظّٰلمون علوا کبیرا ٥ (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو ظالم کہتے ہیں. ت)

ضرب ۶۳ : وہابیہ مجسّمہ کے پیرمغاں اسمٰعیل آنجہانی علیہ ما علیہ کے دادا پیر اور استاد اور باپ یعنی جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کا ارشاد اوپر گزرا کہ اہلسنت کے اعتقاد میں اللہ عزوجل مکان سے پاک ہے، اس کے بدعتی ہونے میں انھیں کا فتوٰی کافی۔

ضرب ۶۴ تا ۶۷ : بحرالرائق و عالمگیری و قاضی خاں و فتاوٰی خلاصہ کی عبارتیں بھی اوپر گزریں کہ جو اللہ عزوجل کے لئے مکان مانے کافر ہے۔

یہ تو اوپر کے پانچ تھے اب اصل طرز کے لیجئے یعنی اسی کی مستند کتابوں سے اسے رگیدنا، پھر کچھ دلائل قاطعہ عقلیہ و نقلیہ کے جگردوز جوشن گزار تیروں سے مجسمیت کا کلیجا چھیدنا و باللہ التوفیق و وصول التحقیق۔

ضرب ۶۸ : مدارک شریف سورۂ اعراف میں ہے :

انہ تعالٰی کان قبل العرش ولا مکان وھو الاٰن کما کان، لان التغیر من صفات الاکوان[1]۔

بیشک اللہ تعالٰی عرش سے پہلے موجود تھا جب مکان کا نام و نشان نہ تھا اور وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا جب تھا اس لئے کہ بدل جانا تو مخلوق کی شان ہے۔

ضرب ۶۹ : یونہی سورۂ طٰہٰ میں تصریح فرمائی کہ عرش مکانِ الٰہی نہیں، اللہ عزوجل مکان سے پاک ہے۔ عبارت سابقاً منقول ہوئی۔

ضرب ۷۰ : سورۂ یونس میں فرمایا :

ای استولی فقد تقدس الدیان جل وعز عن المکان والمعبود عن الحدود[2]۔

استواء بمعنی استیلاء و غلبہ ہے نہ بمعنی مکانیت' اس لئے کہ اللہ عزوجل مکان سے پاک اور معبود جل وعلا حد و نہایت سے منزّہ ہے۔

ہزار نفرین اُس بے حیا آنکھ کو جو ایسے ناپاک بول بول کر ایسی کتابوں کا نام لیتے ہوئے ذرا نہ جھپکے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۱۴۰ تا ۱۵۱)

(۱۷) مزید فرمایا :

ضرب ۹۰ : اقول عرش زمین سے غایت بُعد پر ہے اور اللہ بندے سے نہایت قرب میں۔

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) آیت ۷/۵۴ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۵۶

[2] " " " ۱۰/۳ " " " ۲/۱۵۳

قال اللہ تعالٰی:

نحن اقرب الیه من حبل الورید[1]۔

ہم تمہاری شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں (ت)

قال اللہ تعالٰی:

اذا سألك عبادی عنّی فانّی قریب[2]۔

جب تجھ سے میرے متعلق میرے بندے سوال کریں تو میں قریب ہوں۔ (ت)

تو اگر عرش پر اللہ عزوجل کا مکان ہوتا اللہ تعالٰی ہر دور تر سے زیادہ ہم سے دور ہوتا، اور وہ بنصِ قرآن باطل ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ۲۹ ص ۱۵۸)

(۱۸) مزید فرمایا:

ضرب ۹۲: اقول اگر تیرے معبود کے لئے مکان ہے اور مکان و مکانی کو جہت سے چارہ نہیں کہ جہات نفس امکنہ ہیں یا حدود امکنہ، تو اب دو[2] حال سے خالی نہیں، یا تو آفتاب کی طرح صرف ایک ہی طرف ہوگا یا آسمان کی مانند ہر جہت سے محیط۔ اوّل باطل ہے بوجوہ:

اوّلاً آیۂ کریمہ وکان اللہ بکل شیئ محیطا[3] (اللہ تعالٰی کی قدرت ہر چیز کو محیط ہے۔ ت) کے مخالف ہے۔

ثانیاً کریمہ اینما تولوا فثم وجه اللہ[4] (تم جدھر پھرو تو وہاں اللہ تعالٰی کی ذات ہے۔ ت) کے خلاف ہے۔

ثالثاً زمین کروی یعنی گول ہے اور اُس کی ہر طرف آبادی ثابت ہوئی ہے اور بحمداللہ ہر جگہ اسلام پہنچا ہوا ہے نئی پرانی دنیائیں سب محمد رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلمے سے گونج رہی ہیں شریعتِ مطہرہ تمام بقاع کو عام ہے۔

تبٰرک الذی نزّل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا[5]۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/۱۶
[2] ؍؍ ۲/۱۸۶
[3] ؍؍ ۴/۱۲۶
[4] ؍؍ ۲/۱۱۵
[5] القرآن الکریم ۲۵/۱

وُہ پاک ذات ہے جس نے اپنے خاص بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ سب جہانوں کے لئے ڈر سنانے والا ہو۔ (ت)

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ان احدکم اذا کان فی الصلوٰۃ فان اللہ تعالٰی قبل وجھہ فلا یتنخمن احد قبل وجھہ فی الصلوٰۃ [1]

جب تم میں کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالٰے اس کے مُنہ کے سامنے ہے تو ہرگز کوئی شخص نماز میں سامنے کو کھکار نہ ڈالے ۔

اگر اللہ تعالٰے ایک ہی طرف ہے تو ہر پارہ زمین میں نماز پڑھنے والے کے سامنے کیونکر ہو سکتا ہے ۔
(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۱۵۸، ۱۵۹)

(۱۹) متشابہات کے بارے میں اہل سنت کے طریق بیان کرتے ہوئے اور انھیں دو میں منحصر کرتے ہوئے فرمایا :

ضرب ۱۱۲ : اوپر معلوم ہو چکا کہ آیاتِ متشابہات میں اہل سنت کے صرف دو طریق ہیں :

اوّل تفویض کہ کچھ معنے نہ کہے جائیں، اس طریق پر اصلاً ترجمے کی اجازت ہی نہیں کہ جب معنے ہم جانتے ہی نہیں ترجمہ کیا کریں، امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ ان کی تفسیر میں منتہائے علم بس اسی قدر ہے کہ کہیں ان پر ایمان لائے ۔ کتاب الاسماء سے گزرا کہ ہمارے اصحاب متقدمین رضی اللہ تعالٰے عنہم استواء کے کچھ معنے نہ کہتے نہ اس میں اصلاً زبان کھولتے ۔

امام سفیٰن کا ارشاد گزرا کہ ان کی تفسیر یہی ہے کہ تلاوت کیجئے اور خاموش رہئے، کسی کو جائز نہیں کہ عربی یا فارسی زبان میں اس کے معنے کہے ۔

سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد گزرا کہ ان کے معنے نہ کہنا ہی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے منقول، اور اسی پر سلف صالح کا اجماع ہے ۔

طریق دوم کہ متاخرین نے بضرورت اختیار کیا اس کا یہ منشا تھا کہ وُہ معنے نہ رہیں جن سے اللہ عزوجل کا خلق سے مشابہ ہونا متوہم ہو بلکہ اس کے جلال و قدوسیت کے معنے پیدا ہو جائیں۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاذان باب ھل یلتفت لامر ینزل بہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۴

بیٹھنا، چڑھنا، ٹھہرنا توخاص اجسام کے کام اور باری عزوجل کے حق میں صریح عیب ہیں تو تم نے تاویل خاک کی بلکہ اور وہم کی جڑ جمادی۔

بالجملہ یہ تینوں معانی دونوں طریقۂ اہلسنت سے دُور ومہجور ہیں ان کو مطابق سنت کہنا نام زنگی کافور رکھنا ہے اب آپ ملاحظہ ہی کریں گے کہ ائمۂ اہلسنت نے ان معانی کو کیسا کیسا رَد فرمایا ہے، دو ایک ہندیوں کے قدم نے اگر لغزش کی اور خیال نہ رہا کہ ان لفظوں سے ترجمہ ہرگز صحیح نہیں تو ان کا لکھنا ائمۂ سلف وخلف کے اجماع کو رَد نہیں کرسکتا، نہ وُہ مسلک اہلسنت قرار پاسکتا ہے مگر وہابیوں بلکہ سب گمراہوں کی ہمیشہ یہی حالت رہی ہے کہ ڈوبتا سوار پکڑتا ہے، جہاں کسی کا کوئی لفظ شاذ مہجور پکڑ لیا خوش ہوگئے اور اس کے مقابل تصریحاتِ قاہرہ سلف وخلف بلکہ ارشاداتِ صریحہ قرآن وحدیث کو بالائے طاق رکھ دیا مگر اہلِ حق بحمداللہ تعالٰی خوب جانتے ہیں کہ شاہراہِ ہدایت اتباعِ جمہور ہے جس سے سہواً خطا ہُوئی اگرچہ معذور ہے مگر اس کا وہ قول متروک ومہجور ہے، وہ جانتے ہیں کہ لکل جواد کبوۃ لکل صارم نبوۃ ولکل عالم ھفوۃ ہر تیز گھوڑا کبھی ٹھوکر کھالیتا ہے اور ہر تیغِ بُراں کبھی کر جاتی ہے اور ہر عالم سے کبھی کوئی لغزش وقوع پاتی ہے، وباللہ العصمۃ۔

ضرب ۱۱۳: اب اپنے مستندات سے ان معانی کا رَد سُنتے جایئے جنھیں آپ نے براہِ جہالت مطابق سنّت بلکہ سنت کو انھیں میں منحصر بتایا۔ مدارک شریف سے گزرا:

الاستواء بمعنی الجلوس لایجوز علی اللہ تعالٰی۔[1]

استواء بیٹھنے کے معنے پر اللہ عزوجل کے حق میں محال ہے۔

ضرب ۱۱۴: کتاب الاسماء سے گزرا:

متعال عن ان یجوز علیہ اتخاذ السریر للجلوس علیہ۔[2]

اللہ عزوجل اس سے پاک وبرتر ہے کہ بیٹھنے کے لئے تخت بنائے۔

ضرب ۱۱۵: اسی میں امام ابوالحسن طبری وغیرہ ائمۂ متکلمین سے گزرا استواء کے یہ معنے نہیں کہ مولٰی تعالٰی عرش پر بیٹھا یا کھڑا ہے، یہ جسم کی صفات ہیں اور اللہ عزوجل ان سے پاک۔

ضرب ۱۱۶: اُسی میں فراء نحوی سے یہ حکایت کرکے کہ استواء بمعنی اقبال ہے، اور ابن عباس

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۷/۳ دار الکتاب العربی بیروت ۱/۱۴۶

[2] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی جماع ابواب ذکر اسماء التی تتبع الخ منھا المتعالی دار ابن رجب ص ۵۶

رضی اللہ تعالٰی عنہما نے چڑھنے سے تفسیر کی، فرمایا:

استوی بمعنی اقبل صحیح لان الاقبال ھو القصد والقصد ھو الارادۃ و ذٰلک جائز فی صفات اللہ تعالٰی، اما ما حکی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما فانما اخذہ عن تفسیر الکلبی والکلبی ضعیف، والروایۃ عنہ فی موضع اٰخر عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما استوی یعنی صعد امرہ[1] اھ ملخصا۔

یعنی استواء بمعنی اقبال صحیح کہ اقبال قصد ہے اور قصد ارادہ ہے، یہ تو اللہ سبحٰنہ کی صفات میں جائز ہے، مگر وہ جو ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے حکایت کی کہ استواء چڑھنے کے معنے پر ہے، یہ فرّاء نے کلبی کی تفسیر سے اخذ کیا اور کلبی ضعیف ہے اور خود ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کلبی نے دوسری جگہ یُوں روایت کی کہ استواء کے معنے حکمِ الٰہی کا چڑھنا ہے۔

ضرب ۱۱۷: اُسی میں فرمایا:

عن محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما فی قولہ تعالٰی "ثم استوی علی العرش" یقول استقر علی العرش، ھذہ الروایۃ منکرۃ وقد قال فی موضع اٰخر بھذا الاسناد استوی علی العرش یقول استقر امرہ علی السریر ورد الاستقرار الی الامر، وابو صالح ھذا والکلبی ومحمد بن مروان کلھم متروک عند اھل العلم بالحدیث، لا یحتجون بشیئ من روایاتھم لکثرۃ المناکیر فیھا وظھور الکذب منھم فی روایاتھم، اخبرنا ابو سعید المالینی (فذکر باسنادہ) عن حبیب بن ابی ثابت قال کنا نسمیہ "دروغ زن" یعنی اباصالح مولی ام ھانی، واخبرنا ابو عبداللہ الحافظ (فاسند) عن سفیٰن قال قال لی ابو صالح کل ما حدثتک کذب، واخبرنا المالینی (بسندہ) عن الکلبی قال قال لی ابو صالح انظر کل شیئ رویت عنی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما فلا تروہ، اخبرنا ابو سھل احمد بن محمد المزکی ثنا ابو الحسین محمد بن حامد العطار اخبرنی ابو عبداللہ الرازسانی قال سمعت محمد بن اسمٰعیل البخاری یقول محمد بن مروان الکوفی صاحب الکلبی سکتوا عنہ لا یکتب حدیثہ البتۃ[2] اھ مختصرًا۔

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب "الرحمٰن علی العرش استوٰی" حدیث ۸۷۱ و ۸۷۲ دار ابن رجب ص ۵۱۹ و ۵۲۰

[2] 〃 〃 〃 〃 ۸۷۳ تا ۸۷۸ 〃 〃 ۵۲۰ و ۵۲۱

یعنی محمد بن مروان نے کلبی سے اُس نے ابو صالح سے اُس نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ کے قول "ثم استوٰی علی العرش" میں عرش پر استواء کے معنے ٹھہرنا ہے، یہ روایت منکر ہے، اور خود کلبی نے اسی سند سے دوسری جگہ یوں روایت کی کہ عرش پر استواء کے معنے حکم الٰہی کا ٹھہرنا ہے، یہاں ٹھہرنے کو حکم کی طرف پھیرا، اور یہ ابو صالح اور کلبی اور محمد بن مروان سب کے سب علمائے محدثین کے نزدیک متروک ہیں ان کی کوئی روایت حجت لانے کے قابل نہیں کہ ان کی روایتوں میں منکرات بکثرت ہیں اور ان میں ان کا جھوٹ بولنا آشکارا ہے۔ حبیب بن ابی ثابت نے فرمایا ہم نے اس ابو صالح کا نام ہی "دروغ زن" رکھ دیا تھا۔ امام سفیٰن نے فرمایا: خود کلبی نے مجھ سے بیان کیا کہ ابو صالح نے مجھ سے کہا جتنی حدیثیں میں نے تجھ سے بیان کی ہیں سب جھوٹ ہیں۔ نیز کلبی نے کہا مجھ سے ابو صالح نے کہا دیکھ جو کچھ تُو نے میرے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے اس میں سے کچھ روایت نہ کرنا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کلبی کے شاگرد محمد بن مروان کوفی سے ائمۂ حدیث نے سکوت کیا ہے یعنی اس کی روایات متروک کردیں اس کی حدیث کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے۔

ضرب ۱۱۸: پھر فرمایا:

وکیف یجوز ان یکون مثل ھٰذہ الاقاویل صحیحۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما ثم لایرویھا ولایعرفھا احد من اصحابہ الثقات الاثبات مع شدۃ الحاجۃ الی معرفتھا، وما تفرد بہ الکلبی وامثالہ یوجب الحد والحد یوجب الحدث لحاجۃ الحد الی حاد خصہ بہ والباری تعالیٰ قدیم لم یزل[1]

بھلا کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایسی باتیں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح ہوں پھر ان کے ثقہ شاگرد محکم فہم وحفظ والے نہ اُنھیں روایت کریں نہ اُن سے آگاہ ہوں حالانکہ اُن کے جاننے کی کیسی ضرورت ہے اور یہ جو کچھ کلبی اور اس کی حالت کے اور لوگ تنہا روایت کر رہے ہیں اس سے تو اللہ عزوجل کا محدود ہونا لازم آتا ہے اور محدود ہونا حادث ہونے کو واجب کرتا ہے کہ حد کے لئے کوئی ایسا درکار ہے جو خاص اس حد معین سے اُس محدود کو مخصوص کرے اور اللہ عزوجل تو قدیم ہے ہمیشہ سے ہے۔

ضرب ۱۱۹: اُسی میں ہے:

---

[1] کتاب الاسماء والصفات للبیہقی باب "الرحمٰن علی العرش استوٰی" حدیث ۸۷۸ دار ابن رجب ص ۵۲۲

ان اللہ تعالٰی لامکان لہ ولا مرکب وان الحرکۃ والسکون والانتقال والاستقرار من صفات الاجسام واللہ تعالٰی احد صمد لیس کمثلہ شیئ[1] اھ باختصار۔

بے شک اللہ تعالٰی کے لئے نہ مکان ہے نہ کوئی چیز ایسی جس پر سوار ہو اور بیشک حرکت اور سکون اور ہٹنا اور ٹھہرنا یہ جسم کی صفتیں ہیں اور اللہ تعالٰی احد صمد ہے کوئی چیز اس سے مشابہت نہیں رکھتی اھ باختصار۔

ضرب ۱۲۰: مدارک شریف میں فرمایا:

تفسیر العرش بالسریر والاستواء بالاستقرار کما تقولہ المشبھۃ باطل[2]

عرش کے معنے تخت اور استواء کے معنی ٹھہرنا کہنا جس طرح فرقہ مجسمہ کہتا ہے باطل ہے۔

دیکھا تو نے حق کیسا واضح ہوا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۱۷۰ تا ۱۷۶)

(۲۰) نجدی گمراہ کی اپنی تحریر میں کئی وجوہ سے تناقض ثابت کرتے ہوئے فرمایا:

اقول طرفہ تماشا ہے جب اس گمراہ نے سب مصائب اپنے سر پر اوڑھ لئے اپنے معبود کو مکانی کہہ دیا، جسم مان لیا، عرش پر متمکن ٹھہرا کر جہت میں جان لیا، پھر یہ کیا خبط سوجھا کہ اور کہیں نہیں کہہ کر طرح طرح اپنے ہی لکھے سے تناقض کیا۔

ضرب ۱۸۳: سچا ہے تو قرآن و حدیث سے ثبوت دے کہ اللہ تعالٰی عرش پر تو ہے اور عرش کے سوا کہیں نہیں، یہ "اور کہیں" کون سی آیت و حدیث میں ہے؟ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون[3] یا یہود کی طرح بے جانے بوجھے دل سے گھڑ کر خدا پر حکم لگا دیتے ہو۔

ضرب ۱۸۴: جب تو اس سبوح و قدوس جل جلالہ کو مکان سے پاک نہیں مانتا تو اب کوئی وجہ نہیں کہ اور آیات و احادیث جن کے ظاہر الفاظ سے اور جگہ ہونا مفہوم ہوا اپنے ظاہر سے پھیری جائیں، تیرے طور پر اُن سب کو معنی لغوی حقیقی ظاہر متبادر پر عمل کرنا واجب ہوگا، اب دیکھ کہ تو نے کتنی آیات و احادیث کا انکار کر دیا اور کتنی بار اپنے اس لکھے سے کہ جو شرع میں وارد ہے اس سے سکوت نہ ہوگا صاف تناقض کیا سب میں پہلے تو یہی حدیث صحیح بخاری وھو مکانہ[4] ہے جس میں تو نے بزورِ زبان

---

[1] کتاب الاسماء والصفات باب ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ الخ حدیث ۹۴۹ دار ابن رجب ص ۵۵۸

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۷/۵۴ دار الکتاب العربی بیروت ۲/۵۶

[3] القرآن الکریم ۲/۸۰

[4] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی وکلم اللہ موسٰی تکلیما قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۲۰

ضمیر حضرت عزت جل شانہ کی طرف ٹھہرادی اور پھر مکانہ سے محض زبردستی عرش مراد لے لیا حالانکہ وہاں سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر ہے تو عرش ہی پر ہونا غلط ہوا کبھی سدرہ پر بھی ٹھہرا۔

ضرب ۱۸۵: صحیح بخاری حدیثِ شفاعت میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

فاستاذن علی ربی فی دارہ فیؤذن لی علیہ[1]

میں اپنے رب پر اذن طلب کروں گا اس کی حویلی میں، تو مجھے اس کے پاس حاضر ہونے کا اذن ملے گا۔

ظاہر ہے کہ تخت کو حویلی نہیں کہتے، نہ عرش کسی مکان میں ہے، بلکہ وہ بالائے جملہ اجسام ہے، لاجرم یہ حویلی جنت ہی ہوگی۔

ضرب ۱۸۶: صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنتان من فضۃ اٰنیتہما وما فیہما وجنتان من ذھب اٰنیتہما وما فیہما وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم عزوجل الا رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا: دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور تمام سامان چاندی کا ہے۔ دو جنتیں ہیں جن کے برتن اور تمام سامان سونے کا ہے اللہ تعالےٰ کے دیدار اور قوم کے درمیان صرف کبریائی کی چادر ہوگی جو جنتِ عدن میں اس کے چہرے پر حائل ہوگی۔ (ت)

یہاں جنت عدن میں ہونے کی تصریح ہے۔

ضرب ۱۸۷: بزار و ابن ابی الدنیا اور طبرانی بسندِ جید قوی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثِ دیدار اہل جنت ہر روزِ جمعہ میں مرفوعاً راوی:

فاذا کان یوم الجمعۃ نزل تبارک وتعالیٰ من علیین علی کرسیہ ثم حف الکرسی بمنابر من نور وجاء النبیون حتی یجلسوا علیہا[3] الحدیث۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۰۸

[2] صحیح البخاری کتاب التفسیر ۲/ ۷۲۴ و کتاب التوحید ۲/ ۱۱۰۹ " " " ۱۱۰۸

صحیح مسلم کتاب الایمان " " " ۱/ ۱۰۰

[3] الترغیب والترھیب فصل فی نظر اہل الجنۃ الی ربہم حدیث ۱۲۹ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۵۴

کشف الاستار عن زوائد البزار باب فی نعیم اہل الجنۃ " ۳۵۱۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۱۹۵

المعجم الاوسط حدیث ۶۷۱۳ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۳۶۷

جب جمعہ کا روز ہوگا تو اللہ تبارک و تعالٰی علیین سے کرسی پر نزول فرمائے گا پھر اس کے گرد نور کے منبر بچھائے جائیں گے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تشریف لاکر ان منبروں پر جلوہ گر ہوں گے الحدیث۔ (ت)

یہاں علیین سے اُتر کر کُرسی پر حلقہ انبیاء و صدیقین و شہداء و سائر اہل جنت کے اندر تجلی ہے۔

ضرب ۱۸۸: قال تعالٰی:

ءامنتم من فی السماء[1] (کیا تم اس سے نڈر ہوگئے ہو جس کی سلطنت آسمان میں ہے۔ ت)

ضرب ۱۸۹: قال تعالٰی:

ام امنتم من فی السماء[2]۔ (کیا تم نڈر ہوگئے ہو اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے۔ ت)

ضرب ۱۹۰: احمد و ابن ماجہ و حاکم بسندِ صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث قبض رُوح میں مرفوعًا راوی:

فلا یزال یقال لها ذٰلك حتی ینتهی بها الی السماء التی فیها اللّٰه تبارك وتعالٰی[3]۔

روح کو یہ کہا جاتا رہے گا حتی کہ وُہ اس آسمان تک پہنچ جائے جس میں اللہ تعالٰی ہے۔ (ت)

ضرب ۱۹۱: مسلم و ابوداؤد و نسائی معٰویہ بن حکم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث جاریہ میں راوی:

قال لها این اللّٰه، قالت فی السماء، قال من انا، قالت انت رسول اللّٰه، قال اعتقها فانها مؤمنة[4]۔

لونڈی کو فرمایا اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان میں، پھر پوچھا میں کون ہوں؟ تو اس نے

---

[1] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۶

[2] " ۶۷/ ۱۷

[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/ ۳۶۴
سُنن ابن ماجہ باب ذکر الموت والاستعداد لہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۵
کنز العمال حدیث ۴۲۴۹۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۶۳۰

[4] صحیح مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۴
سنن ابی داؤد باب تشمیت العاطس فی الصلوٰۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۳۴

کہا آپ رسول اللہ ہیں۔ تو آپ نے مالک کو فرمایا اس کو آزاد کردو کیونکہ یہ مومنہ ہے۔ (ت)

ضرب ۱۹۲: ابوداؤد و ترمذی بافادہ تصحیح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء[1]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: زمین والوں پر رحم کرو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمان میں ہے۔

ضرب ۱۹۳: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ ما من رجل یدعو امرأتہ الٰی فراشہا فتابٰی علیہ الاکان الذی فی السماء ساخطا علیہا حتی یرضٰی عنہا[2]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب کوئی خاوند اپنی بیوی کو جماع کے لئے طلب کرتا ہے اور وہ انکار کرتی ہے تو وہ ذات جو آسمان میں ہے اس عورت پر ناراض ہوتی ہے حتی کہ خاوند اس سے راضی ہوجائے۔ (ت)

ضرب ۱۹۴: ابویعلٰی و بزار و ابونعیم بسند حسن ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما القی ابراھیم فی النار قال اللّٰھم انت فی السماء واحد وانا فی الارض واحد اعبدك[3]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انھوں نے عرض کی اے اللہ! تو آسمان میں ایک ہے اور میں زمین میں ایک ہوں تیری عبادت کرتا ہوں۔ (ت)

ضرب ۱۹۵: ابویعلٰی و حکیم و حاکم و سعید بن منصور و ابن حبان و ابونعیم اور بیہقی کتاب الاسماء میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا راوی، اللہ عزوجل نے فرمایا:

یاموسٰی لوان السمٰوٰت السبع وعامرھن غیری، والارضین السبع فی کفۃ ولاالٰہ الااللہ فی کفۃ مالت بھن

---

[1] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۴
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرحمۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۹

[2] صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم امتناعہا من فراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۴

[3] حلیۃ الاولیاء مقدمۃ المؤلف حدیث ۳۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۵۱
کنز العمال بحوالہ ابی یعلٰی حدیث ۳۲۲۸۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۸۴

لا الٰہ الا اللہ[1]

اے موسٰی! اگر ساتوں آسمان اور ان میں موجود ہر چیز میرے سوا، اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں ہوں اور دوسرے پلڑے میں لا الٰہ الا اللہ ہو تو لا الٰہ الا اللہ والا پلڑا سب سے بھاری ہوگا۔ (ت)

ان آیات و احادیث سے آسمان میں ہونا ثابت۔

ضرب ۱۹۶: ہر رات آسمانِ دُنیا پر ہونے کی حدیث گزری اور احادیث اس باب میں بکثرت ہیں۔

ضرب ۱۹۷: قال اللہ تعالٰی:

ھو اللہ فی السمٰوٰت وفی الارض[2]

وہ اللہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ (ت)

ضرب ۱۹۸: قال تعالٰی:

و نحن اقرب الیہ من حبل الورید[3]

ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔

ضرب ۱۹۹: قال تعالٰی:

واسجد واقترب[4] سجدہ کر اور قریب ہو۔ (ت)

ضرب ۲۰۰: قال تعالٰی:

اذا سألك عبادی عنّی فانّی قریب[5]

جب آپ سے سوال کریں میرے بندے میرے متعلق تو میں قریب ہوں۔ (ت)

---

[1] مسند ابو یعلٰی حدیث ۱۳۸۹ مروی از ابوسعید خدری دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۵۸۰
کتاب الاسماء والصفات باب ما جاء فی فضل الکلمۃ الباقیۃ حدیث ۱۸۵ دار ابن رجب ۱/ ۱۵۰
المستدرک للحاکم کتاب الدعاء دار الفکر بیروت ۱/ ۵۲۸
موارد الظمآن حدیث ۲۳۲۴ المطبعۃ السلفیۃ ص ۵۷۷

[2] القرآن الکریم ۶/ ۳

[3] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۶

[4] " ۹۶/ ۱۹

[5] " ۲/ ۱۸۶

ضرب ۲۰۱: قال تعالٰی:

انه سمیع قریب[1] بیشک وُہ سمیع و قریب ہے۔ (ت)

ضرب ۲۰۲: قال تعالٰی:

ونادینٰہ من جانب الطور الایمن وقربنٰہ نجیا۔[2]

اور ہم نے ان کو ندا دی طور کی دائیں جانب سے اور اس کو ہم نے قریب کیا مناجات کرتے ہوئے۔ (ت)

ضرب ۲۰۳: قال تعالٰی:

فلما جاءھا نودی ان بورك من فی النار ومن حولھا وسبحٰن اللہ رب العٰلمین۔[3]

جب وہاں آئے تو ندا کی گئی کہ جو آگ میں ہے اس کو برکت دی گئی اور اس کے ارد گرد والوں کو، اور پاکی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا۔ (ت)

معالم میں ہے:

روی عن ابن عباس وسعید بن جبیر والحسن فی قولہ "بورك من فی النار" یعنی قدس من فی النار وھو اللہ تعالٰی عنی بہ نفسہ علٰی معنی انہ نادٰی موسٰی منھا واسمعہ کلامہ من جھتھا۔[4]

ابن عباس، سعید بن جبیر اور حسن رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا گیا کہ بورك من فی النار کے بارے میں، یعنی برگزیدہ ہے جو آگ میں ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے جس نے اپنی ذات کے بارے میں فرمایا، معنی یہ ہے کہ موسٰی نے ندا کی تو اس کو اپنا کلام سنایا اس جانب سے۔ (ت)

ضرب ۲۰۴: قال تعالٰی:

وھو معکم این ما کنتم[5] وہ تمھارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۴/ ۵۰
[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۵۲
[3] 〃 ۲۷/ ۸
[4] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۷/ ۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۴۸
[5] القرآن الکریم ۵۷/ ۴

ضرب ۲۰۵: صحیحین میں ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

یایھا الناس اربعوا علٰی انفسکم فانکم لا تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعونہ سمیعا قریبا وھو معکم۔[1]

اے لوگو! اپنے آپ پر نرمی کرو کیونکہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے، تم تو پکارتے ہو سمیع قریب کو، وہ تمہارے پاس ہے۔ (ت)

اسی حدیث کی ایک اور روایت میں ہے:

والذی تدعونہ اقرب الی احدکم من عنق راحلۃ احدکم۔[2]

وہ ذات جسے تم پکارتے ہو وُہ تمہاری سواری کی گردن سے بھی قریب تر ہے (ت)

ضرب ۲۰۶: مسلم، ابوداؤد و نسائی ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء۔[3]

بندہ اللہ تعالٰے کے قریب ترین ہوتا ہے جب وہ سجدہ کرتا ہے، تو دُعا زیادہ کرو (ت)

ضرب ۲۰۷: دیلمی ثوبان رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالٰی انا خلفك و امامك وعن یمینك وعن شمالك یا موسٰی انا جلیس عبدی حین یذکرنی وانا معہ اذا دعانی۔[4]

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب مایکرہ من رفع الصوت الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۲۰
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب استحباب خفض الصوت الخ ″ ″ ″ ۲/ ۳۴۶

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

[3] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب مایقال فی الرکوع الخ ″ ″ ″ ۱/ ۱۹۱
سنن ابی داؤد ″ باب الدعاء فی الرکوع والسجود آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۲۷
سنن النسائی اقرب مایکون العبد من اللہ عزوجل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۷۰

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۵۳۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۹۲

اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے موسٰی! میں تیرے پیچھے، آگے، دائیں اور بائیں ہوں۔ میں بندے کا ہم نشین ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے، اور میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ (ت)

ضرب ۲۰۸ : صحیحین میں ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے :

انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی [1]

میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ (ت)

ضرب ۲۰۹ : مستدرک میں بروایت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث قدسی ہے :

عبدی انا عند ظنك بی وانا معك اذا ذکرتنی [2]

اے بندے! میں تیرے گمان کے ساتھ ہوں جو تو میرے متعلق کرتا ہے اور میں تیرے ساتھ ہوتا ہوں جب تو مجھے یاد کرتا ہے (ت)

ضرب ۲۱۰ : سعید بن منصور ابو عمارہ سے مرفوعًا راوی :

الساجد یسجد علی قدمی اللہ تعالٰی [3]

سجدہ کرنے والا اللہ تعالٰی کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے۔ (ت)

ان آیات واحادیث سے زمین پر اور طور پر اور ہر مسجد میں اور بندے کے آگے پیچھے دہنے بائیں اور ہر ذاکر کے پاس اور ہر شخص کے ساتھ اور ہر جگہ اور ہر ایک کی شہ رگ گردن سے زیادہ قریب ہونا ثابت ہے۔

ضرب ۲۱۱ : قال اللہ تعالٰی :

ان طھرا بیتی [4] (تم دونوں میرے گھر کو صاف کرو۔ ت) یہاں کعبے کو اپنا گھر بتایا۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالٰی ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۰۱
صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء ۲/۳۴۳ و کتاب التوبۃ ۲/۳۵۴ " " "
[2] المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب قال اللہ عزوجل عبدی انا عند ظنك بی دار الفکر ۱/۴۹۷
[3] حلیۃ الاولیاء ترجمہ حسان بن عطیۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۴۲
[4] القرآن الکریم ۲/۱۲۵

ضرب ۲۱۲: معالم میں ہے مروی ہوا کہ توریت مقدس میں لکھا ہے:

جاء اللہ تعالٰی من سیناء واشرف من ساعین واستعلی من جبال فاران[1]

اللہ تعالٰی سیناء کے پہاڑ سے آیا اور ساعین کے پہاڑ سے جھانکا اور مکہ معظمہ کے پہاڑوں سے بلند ہوا۔

ذکر تحت اٰیۃ بورک (اسے آیہ بورک کے تحت ذکر کیا۔ ت)

ضرب ۲۱۳: طبرانی کبیر میں سلمہ بن نفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی اجد نفس الرحمٰن من ھٰھنا واشار الی الیمن[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: بیشک میں رحمان کی خوشبو یہاں سے پاتا ہوں۔

ضرب ۲۱۴: مسند احمد و جامع ترمذی میں حدیث سابق ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیدہ لو انکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لھبط علی اللہ عزوجل، ثم قرأ ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شئ علیم[3]

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی جان ہے اگر تم سب سے نچلی زمین تک رسّی لٹکاؤ تو وہ رسّی اللہ تعالٰی پر گرے گی۔ پھر آپ نے ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شئ علیم کو تلاوت کیا۔ (ت)

یہاں سے ثابت کہ سب زمینوں کے نیچے ہے۔ (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۱۸۰ تا ۱۸۸)

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۷/۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/۳۴۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۳۵۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۵۲
کنز العمال " ۳۳۹۵۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۵۰

[3] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الحدید حدیث ۳۳۰۹ امین کمپنی دہلی ۲/۱۶۲
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۷۰

(۲۱) سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:
اہلسنت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی تعظیم فرض ہے اور ان میں سے کسی پر طعن حرام اور اُن کی مشاجرت میں خوض ممنوع۔ حدیث میں ارشاد:

اذا ذکر اصحابی فامسکوا[1]

جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے (بحث وخوض سے) رُک جاؤ۔ (ت)

رب عزوجل کہ عالم الغیب والشہادۃ ہے اس نے صحابہ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں، مومنین قبل الفتح جنھوں نے فتح مکہ سے پہلے راہِ خدا میں خرچ و جہاد کیا، اور مومنین بعد الفتح جنھوں نے بعد کو۔ فریق اول کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ:

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل ط اولئك اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا[2]

تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وُہ مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا۔ (ت)

اور ساتھ ہی فرمادیا:

وکلا وعد اللہ الحسنٰی[3]

دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔

اور ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرمادیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہُوا، واللہ بما تعملون خبیر[4] اللہ کو تمھارے اعمال کی خوب خبر ہے، یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے باانیہمہ تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا خواہ سابقین ہوں یا لاحقین، اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پُوچھ دیکھئے کہ مولٰے عزوجل جس سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا اُس کے لئے کیا ہے فرماتا ہے:

ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولئك عنھا مبعدون ۝ لا یسمعون

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۴۲۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۹۶
[2] القرآن الکریم ۵۷/۱۰
[3] " " ۵۷/۱۰
[4] " " ۵۷/۱۰

حسیسہا وھم فیما اشتھت انفسھم خٰلدون ○ لا یحزنھم الفزع الاکبر و تتلقّٰھم الملٰئکۃ ط ھٰذا یومکم الذی کنتم توعدون[1]

بیشک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہوچکا وہ جہنّم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سُنیں گے اور وہ اپنی من مانتی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے، انھیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

سچّا اسلامی دل اپنے رب عزّوجل کا یہ ارشادِ عام سُن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سُوءِ ظن کرسکتا ہے نہ اس کے اعمال کی تفتیش۔ بفرضِ غلط کچھ بھی کیا تم حاکم ہو یا اللہ، تم زیادہ جانو یا اللہ، أانتم اعلم ام اللہ[2] (کیا تمھیں علم زیادہ ہے یا اللہ تعالٰی کو۔ ت) دلوں کی جاننے والا سچّا حاکم یہ فیصلہ فرماچکا کہ مجھے تمھارے سب اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے، ضرور ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جائیگا ضرور رضی اللہ تعالٰی عنہ کہا جائے گا، ضرور اس کا اعزاز و احترام فرض ہے ولوکرہ المجرمون[3] (اگرچہ مجرم بُرا جانیں۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۲۷، ۲۲۸)

(۲۲) یہ عقیدہ کیسا ہے کہ اللہ تعالٰی پر کسی کا کوئی حق واجب نہیں مگر وہ خود اپنے ذمّہ کرم پر کچھ واجب کرے تو جائز ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

صحیح است و آں وجوب نیست تفضل ست کتب ربکم علٰی نفسہ الرحمۃ[4]، وکان حقا علینا نصر المؤمنین[5]۔

یہ صحیح ہے، اور وہ وجوب نہیں بلکہ اس کا فضل ہے (فرمانِ الٰہی ہے) تمھارے رب نے اپنے ذمّہ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے (مزید فرمایا) اور ہمارے ذمّہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۳۲)

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱ تا ۱۰۳
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۰
[3] القرآن الکریم ۸/ ۸
[4] 〃 ۶/ ۵۴
[5] 〃 ۳۰/ ۴۷

(۲۳) ولایتِ مطلقہ ونبوتِ خاص میں سے کون سی افضل ہے؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

نبوت مطلقہ ہر ولی غیر نبی کی ولایت سے ہزاروں درجے افضل ہے کیسے ہی اعظم مرتبہ کا ولی ہو، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ نبی کی نبوت خود اس کی اپنی ولایت سے افضل ہے یا اس کی اپنی ولایت اس کی نبوت سے، اور اس اختلاف میں خوض کی کوئی حاجت نہیں۔ پہلی بات ضروریاتِ دین سے ہے اس کا اعتقاد مدارِ ایمان ہے جو کسی ولی غیر نبی حتی کہ صدیق کو کسی نبی سے افضل یا ہمسر ہی کہے کافر ہے کما قد نص علیہ الاکابر الائمۃ فی غیر ما کتاب (جیسا کہ اکابر اماموں نے متعدد کتابوں میں اس پر نص فرمائی ہے۔ ت) صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سب اولیاء کرام تھے۔ قال اللہ تعالٰی:

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا ط وکلا وعد اللہ الحسنٰی ط واللہ بما تعملون خبیر[1]

تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح مکّہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد فتح کے خرچ کیا اور جہاد کیا، اور ان سب سے اللہ تعالٰی نے جنت کا وعدہ فرماچکا، اور اللہ تعالٰی کو تمھارے کاموں کی خبر ہے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولٰئک عنہا مبعدون ۝ لا یسمعون حسیسہا وھم فی ما اشتھت انفسھم خٰلدون ۝ لا یحزنھم الفزع الاکبر وتتلقّٰھم الملٰئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون ۝[2]

بے شک جن کے لئے ہماری طرف سے نیکی کا وعدہ پہلے ہوچکا وہ اس (جہنم) سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی ہلکی سی آواز بھی نہ سنیں گے اور وہ جہاں چاہیں گے ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ انھیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ، اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[2] " ۲۱/ ۱۰۱ تا ۱۰۳

لهم اجرهم ونورهم[1]

اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے یہاں ان کے لئے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰے :

یوم لایخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم[2]

جس دن اللہ تعالٰے رُسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو، ان کا نور دوڑتا ہوگا اُن کے آگے اور ان کے دائیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۳۳، ۲۳۴)

(۲۴) آیت کریمہ "ولوکنت اعلم الغیب" الاٰیۃ کے معنٰی اور شانِ نزول سے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

"اگر میں اپنی ذات سے بے خدا کے بتائے غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی بُرائی و تکلیف نہ پہنچتی، میں تو ایمان والوں کو ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں" آیۂ کریمہ کافروں کے مہمل سوالات پر اتری تھی اس سے علمِ غیب ذاتی کی نفی ہوتی ہے کہ بے خدا کے بتائے مجھے علم نہیں ہوتا، اور خدا کے بتائے سے نہ ہو نا مراد لیں تو صراحۃً قرآن مجید کا انکار اور کُھلا کفر ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۳۴)

(۲۵) تعزیہ بنانے والے کی اولاد کو حرامی اور قیامِ مولود کو بدعتِ سیئہ کہنے کے بارے میں فرمایا :

اس کی اولاد کو حرامی کہنا اس آیۂ کریمہ میں داخل ہے :

ان الذین یرمون المحصنٰت الغافلٰت المؤمنٰت لعنوا فی الدنیا والاٰخرۃ ولھم عذاب عظیم[3]

وہ جو پارسا بے خبر ایمان والیوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں اُن پر دنیا اور آخرت میں

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۹

[2] " " ۶۶/ ۸

[3] " " ۲۴/ ۲۳

لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

قیامِ مجلس مبارک کو بدعتِ سیئہ اور حاضریِ اعراسِ طیبہ کو لغو سمجھنا شعارِ وہابیہ سے ہے، اور وہابیہ سُنّی کیا مسلمان بھی نہیں کہ اللہ و رسول کی علانیہ توہین کرتے ہیں۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل اباللہ و اٰیٰتہ و رسولہ کنتم تستھزءون ○ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1]

ان سے فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۳۷)

(۲۶) وہابیہ کی طرف سے اعلان ہوا کہ مروّج میلاد کا ثبوت قرآن سے دینے والے کو سَو روپے انعام دیا جائے گا۔ اس کے جواب میں فرمایا:

(۱) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

واما بنعمۃ ربک فحدث[2]

اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

اگر وہابیہ ثبوت دے دیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ولادت نعمتِ خدا نہیں، یا مجلسِ میلاد اس نعمت کا چرچا نہیں تو ۴۰ روپے انعام۔

(۲) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وذکرھم بایام اللہ[3]

انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔

اگر وہابیہ ثبوت دے دیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ولادت کا دن اللہ تعالےٰ کے عظمت والے دنوں میں نہیں یا مجلسِ میلاد اُس دن کا یاد دلانا نہیں تو ۴۰ روپے انعام۔

(۳) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا[4]

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵ و ۶۶ [2] القرآن الکریم ۹۳/ ۱۱

[3] " ۱۴/ ۵ [4] " ۱۰/ ۵۸

تم فرمادو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی پر لازم ہے کہ خوشیاں مناؤ۔

اگر وہابیہ ثبوت دیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہیں یا مجلسِ میلاد اس فضل و رحمت کی خوشی نہیں تو ۴۰ روپے انعام۔

(۴) اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا[1]

اور جو کچھ رسول تمھیں عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے وہ منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

اگر وہابیہ ثبوت دیں کہ قرآن مجید یا حدیث شریف میں کہیں مجلسِ میلاد مبارک کو منع فرمایا ہے تو ۴۰ روپے انعام۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۴۷، ۲۴۸)

(۲۷) میلاد شریف منانے کے بارے میں ایک رسالہ "شمس السالکین" پر تقریظ لکھتے ہوئے فرمایا:

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے مولانا مولوی ابونصر حکیم محمد یعقوب صاحب حنفی قادری رامپوری کا یہ مختصر و کافی فتوٰی مسمّٰی بہ شمس السالکین مطالعہ کیا، مولٰی عزوجل مولٰینا کی سعی جمیل قبول فرمائے اور اس فتوٰی کو حقیقۃً سالکینِ راہِ ہُدٰی کے لئے آفتاب نورانی بنائے۔ مجلس مبارک و قیام اہلِ محبت کے نزدیک تو اصلاً محتاجِ دلیل نہیں۔ اہلِ حجت میں جو انصاف پر آئیں ان کیلئے قرآن عظیم قولِ فیصل و حاکم عدل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا[2]

تم فرمادو کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ہی پر لازم ہے کہ خوشیاں مناؤ۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

وذکّرھم بایّٰم اللہ[3]

انھیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔ (ت)

اور فرماتا ہے:

واما بنعمۃ ربک فحدّث[4]

اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۷
[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۸
[3] ؍؍ ۱۴/ ۵
[4] ؍؍ ۹۳/ ۱۱

اور فرماتا ہے :

انا ارسلنٰك شاهدًا ومبشرا ونذيرا لتؤمنوا باللّٰه ورسوله وتعزّروه وتوقّروه[1]

اے نبی ! بے شک ہم نے تمھیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

فالّذين اٰمنوا به وعزّروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولٰئك هم المفلحون[2]

تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اُسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا، وہی بامراد ہوئے۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

لئن اقمتم الصلٰوة واٰتيتم الزكٰوة واٰمنتم برسلی وعزّرتموهم واقرضتم اللّٰه قرضا حسنا لاكفرن عنكم سيّاٰتكم ولادخلنّكم جنّٰت تجری من تحتها الانهٰر فمن كفر بعد ذٰلك منكم فقد ضل سواء السبيل[3]

اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اُن کی تعظیم کرو اور اللہ کو قرضِ حسن دو بیشک میں تمھارے گناہ اتار دوں گا اور ضرور تمھیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں رواں، پھر اس کے بعد جو تم میں سے کُفر کرے وُہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا۔ (ت)

پہلی تینوں آیتوں میں حکم فرماتا ہے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر شادیاں مناؤ، لوگوں کو اللہ کے دن یاد دلاؤ، اللہ کی نعمت کا خوب چرچا کرو ــــ اللہ کا کون سا فضل و رحمت، کون سی نعمت اس حبیب کریم علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلٰوۃ والتسلیم کی ولادت سے زائد ہے کہ تمام نعمتیں، تمام رحمتیں، تمام برکتیں اُسی کے صدقے میں عطا ہوئیں۔ اللہ کا کون سا دن اس نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ظہورِ پُرنور کے دن سے بڑا ہے ــــ تو بلاشبہہ قرآن حکیم ہمیں حکم دیتا ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۸، ۹

[2] ؍؍ ۷/ ۱۵۷

[3] ؍؍ ۵/ ۱۲

ولادتِ اقدس پر خوشی کرو، مسلمانوں کے سامنے اُسی کا چرچا خوب زور شور سے کرو — اسی کا نام مجلس میلاد ہے — بعد کی تین آیتوں میں اپنے رسولوں خصوصاً سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کی تعظیم کا حکم مطلق فرماتا ہے۔ اور قاعدہ شرعیہ ہے المطلق یجری علی اطلاقہ[1] (مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے ت) جو بات اللہ عزوجل نے مطلق ارشاد فرمائی وہ مطلق حکم عطا کرے گی جو جو کچھ اس مطلق کے تحت میں داخل ہے سب کو وہ حکم شامل ہے بلا تخصیص شرع جو اپنی طرف سے مطلق کو مقید کرے گا وہ کتاب اللہ کو منسوخ کرتا ہے، جب ہمیں تعظیم حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا حکم مطلق فرمایا تو جمیع طرقِ تعظیم کی اجازت ہوئی جب تک کسی خاص طریقے سے شریعت منع نہ فرمائے۔ یُونہی رحمت پر فرحت، ایامِ الٰہی کا تذکرہ، نعمتِ ربّانی کا چرچا، یہ بھی مطلق ہیں جس طریقہ سے کئے جائیں سب امتثالِ امرِ الٰہی ہیں جب تک شرع مطہر کسی خاص طریقہ پر انکار نہ فرمائے۔ تو روشن ہُوا کہ مجلس و قیام پر خاص دلیل نام لے کر چاہنا یا بعینہٖ اُن کا قرونِ ثلٰثہ میں وجود تلاش کرنا نِری اوندھی مَت ہی نہیں بلکہ قرآن مجید کو اپنی رائے سے منسوخ کرنا ہے۔ اللہ عزّوجل تو مطلق حکم فرمائے اور منکرین کہیں کہ وہ مطلق کہا کرے ہم تو خاص وہ صُورت مانیں گے جسے بالتخصیص نام لے کر جائز کیا ہو یا جس کا ہیئتِ کذائی قرونِ ثلٰثہ میں وجود ہوا ہو، انّا للہ وانّا الیہ راجعون (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت) عقل و دین رکھتے تو جو طریقہ اظہارِ فرحت و تذکرۂ نعمت و تعظیم سرکار رسالت دیکھتے اس میں یہ تلاش کرتے کہ کہیں خاص اس صورت کو اللہ و رسول نے منع تو نہیں فرمایا، اگر اُس کی خاص ممانعت نہ پاتے یقین جانتے کہ یہ اُنھیں احکام کی بجا آوری ہے جو آیاتِ کریمہ میں گزرے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۴۸ تا ۲۵۱)

(۲۸) کیا میثاقِ الست بربکم کے بعد روحیں معدوم کر دی گئی تھیں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

حاشا للہ! رُوح بعد ایجاد کبھی فنا نہ ہوگی انّما خلقتم للابد[2] (تم ہمیشہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ ت) بدن کے ساتھ حدوثِ نفس خیالِ باطل فلاسفہ ہے، قال اللہ عزّوجل:

---

[1] التوضیح والتلویح فصل حکم المطلق مطبع میر محمد کراچی ۱/ ۱۶۹

[2] شرح الصدور باب فصل الموت خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۵

وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم[1]

حالانکہ تم مُردہ تھے اس نے تمھیں جلایا پھر تمھیں مارے گا پھر تمھیں جلائے گا۔(ت)

اگر بعد میثاق رُوحیں معدوم کردی گئی ہوتیں تو تین موتیں ہوتیں اور یوں فرمایا جاتا:

کنتم امواتا فاحیاکم ثم اماتکم ثم احیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم۔

تم مُردہ تھے اس نے تمھیں زندہ کیا، پھر مارا، پھر زندہ کیا، پھر مارے گا پھر زندہ کرے گا(ت)

یہ عقیدہ اجماعی ہے مگر نہ اس درجہ پر واضح کہ جو شخص بحالِ ناواقفی اس کا خلاف کرے اُسے اہل سنّت سے خارج کیا جائے بلکہ غلط کار خاطی ہے وبس۔ اور اس پر یہ الزام ہے کہ بے جا نے لب کشائی کی جرأت کی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۵۳، ۲۵۴)

(۲۹) مولانا محمد آصف صاحب کانپوری نے آیاتِ کریمہ "فمنھم شقی وسعید" اور "واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خٰلدین فیھا مادامت السمٰوٰت والارض الا ماشاء ربک عطاء غیر مجذوذ" کی تفسیر کے بارے میں سوال بھیجا جس کے جواب میں فرمایا:

خبرِ الٰہی مثل علمِ الٰہی ہے، ان میں سے کسی کا خلاف ممکن نہیں، مگر یہ استحالہ بالغیر ہے نفیِ قدرت نہیں کرتا، علمِ الٰہی ازل میں تھا کہ زید کو فلاں وقت پیدا کرے گا، اب واجب ہوا کہ زید اس وقت پیدا ہو، اگر نہ پیدا ہو تو معاذ اللہ جہل لازم آئے، لیکن اس سے یہ لازم نہ آیا کہ مولیٰ تعالیٰ اس کو پیدا کرنے پر مجبور ہو گیا، پیدا کرنے پر قادر نہ رہا، ورنہ پھر جہل لازم آئے کہ علم میں تو یہ تھا کہ اپنی قدرت سے اسے پیدا کرے گا اور یہ نہ ہوا بلکہ معاذ اللہ مجبور ہو گیا، حاشا بلکہ زید کا وجود فنا ازلاً ابداً تحتِ قدرت ہے اور تعلق علم کے سبب جس وقت اس کا وجود علمِ الٰہی میں تھا وجود واجب ہے اور جس وقت فنا فنا واجب ہے کہ خلاف ہو تو جہل ہو اور جہل محال بالذات ہے اس محال بالذات نے ان ممکنات کو اپنے اپنے وقت میں واجب بالغیر کر دیا اس سے معاذ اللہ نہ قدرت مسلوب ہوئی نہ جہل ممکن۔ بعینہٖ یہی بات خبرِ الٰہی میں ہے اس نے خبر دی کہ اہل جنّت کو جنت میں ہمیشہ رکھے گا، اُن کا خلود واجب ہو گیا، اگر نہ ہو تو معاذ اللہ کذب لازم آئے مگر اس سے انقطاع پر قدرت مسلوب نہ ہوئی خلود و انقطاع دونوں ازلاً ابداً زیرِ قدرت ہیں مگر تعلق خبر نے خلود کو واجب بالغیر کر دیا اس سے نہ قدرت مسلوب ہوئی نہ معاذ اللہ کذب ممکن۔ کذب کے محال بالذات ہوتے ہی نے تو

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸

اس ممکن کو واجب بالغیر کیا اگر اس سے کذب ممکن ہو جائے تو اسے واجب کون کرے۔ مولٰی عزّوجل کے وعد و وعید کسی میں تخلف ممکن نہیں، خود وعید ہی کے لئے ارشاد ہوا ہے:

ما یبدل القول لدی[1]۔

میرے یہاں بات بدلتی نہیں۔ (ت)

جیسے وعدہ کو فرمایا:

لن یخلف اللّٰہ وعدہ[2]۔

اور اللہ تعالٰی ہرگز اپنا وعدہ جھوٹا نہ کرے گا۔ (ت)

بعض کے کلام میں کہ خلف وعید کا لفظ واقع ہوا، تصریحات ہیں کہ اس سے مراد عفو ہے، یہ اگر معاذ اللہ امکانِ کذب ہو تو امکان کیسا وقوع ہوا کہ عفو یقیناً واقع ہوگا۔ اس کی مفصل بحث سبحٰن السبوح میں ہے، آیہ کریمہ الا ما شاء ربك[3] (مگر جتنا تمہارے رب نے چاہا۔ت) کے وہ معنی بعونہ تعالٰی ذہنِ فقیر میں ہیں جن کے بعد ہرگز ہرگز کسی تاویل کی حاجت نہیں، معنی ظاہر پر بلا تکلف مستقیم ہیں، خلودِ اہلِ دارین کو عمرِ آسمان و زمین سے مقدر فرمایا ہے مادامت السمٰوٰت والارض[4] (جب تک آسمان و زمین رہیں گے۔ ت) ظاہر ہے کہ اس سے یہ بقائے آسمان و زمین مراد نہیں جو نفخِ صور پر منقطع ہے بلکہ سماء وارض کہ روزِ قیامت اعادہ کئے جائیں گے اُن کی عمر مراد ہے جو ابدی ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس کی مقدار جنتیوں کے جنت دوزخیوں کے دوزخ میں رہنے کی مقدار سے صدہا سال زائد ہے کہ انتہا نہ ان کو نہ اس کو، مگر اس کی ابتداء ان کی ابتداء سے سیکڑوں برس پہلے ہے۔ شروع روزِ قیامت میں آسمان و زمین پیدا ہو جائیں گے لیکن جنتی جنت اور دوزخی دوزخ میں بعد حساب جائیں گے اور باہم بھی مقداریں مختلف ہوں گے فقراء اغنیاء سے پانچسو برس پہلے جنت میں جائیں گے تو جانب ابتداء میں ان کا خلود ان سماوات وارض کے دوام سے کم ہوا کسی کا مثلاً ہزار برس کم جیسی جس کے لئے مشیت ہوگی، کسی کا دو ہزار برس کم، اِلٰی غیر

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۹

[2] " ۲۲/ ۴۷

[3] " ۱۱/ ۱۰۷ و ۱۰۸

[4] " ۱۱/ ۱۰۷ و ۱۰۸

26

ذٰلک، اس کو فرماتا ہے: الّا ما شاء ربّك[1] (مگر جتنا تمھارے رب نے چاہا۔ ت) روایت لیاتین علیٰ جہنم[2] الخ دوزخ کے طبقۂ اولیٰ کے لئے ہے جس کا نام جہنم ہے اگرچہ مجموعہ کو بھی جہنم کہتے ہیں یہ طبقہ عصاۃ موحدین کے لئے ہے یہ بیشک ایک روز بالکل خالی ہوجائیگا جب لا الٰہ الا اللہ کہنے والا کوئی اس میں نہ رکھا جائے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۶۲، ۲۶۳)

(۳۰) صحابہ کرام پر طعن کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

اللہ عزوجل نے سورۂ حدید میں صحابۂ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کی دو۲ قسمیں فرمائیں:

ایک وہ کہ قبلِ فتح مکہ شریف مشرف بایمان ہوئے اور راہِ خدا میں مال خرچ کیا جہاد کیا۔

دوسرے وہ کہ بعد۔

پھر فرمایا:

وکُلًّا وعد اللہ الحسنیٰ۔[3]

دونوں فریق سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔

اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اُن کو فرماتا ہے: اولٰئك عنہا مبعدون وہ جہنم سے دُور رکھے گئے لایسمعون حسیسہا اس کی بھنک تک نہ سُنیں گے وھم فی ما اشتہت انفسہم خٰلدون ○ لا یحزنہم الفزع الاکبر اور وہ اپنی من مانتی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے قیامت کی سب سے بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی وتتلقّٰہم الملٰئکۃ فرشتے ان کا استقبال کریں گے ھٰذا یومکم الذی کنتم توعدون[4] یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمھارا وُہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے، تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے، اور اُن کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۰۷، ۱۰۸

[2] جامع القرآن (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۱۱/ ۱۰۷ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۲/ ۱۴۲

[3] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[4] 〃 ۲۱/ ۱۰۱ تا ۱۰۳

ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں۔ رب عزوجل نے اُسی آیت میں اُس کا مُنہ بھی بند فرمادیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے بھلائی کا وعدہ کرکے ساتھ ہی ارشاد فرمایا واللہ بما تعملون خبیر[1] اور اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کروگے۔ بااینہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرماچکا اس کے بعد کوئی بکے اپنا سر کھائے خود جہنم جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں :۔

ومن یکون یطعن فی معاویۃ فذاک کلب من کلاب الھاویۃ[2]

جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰے عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کُتّوں میں سے ایک کُتّا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۶۴)

(۱۳۱) ایمان بالغیب کے بارے میں ایک استفتاء کہ آج کل کے سائنسی زمانے میں یہ کیسے ممکن ہے؟ کا جواب دیتے ہُوئے فرمایا :

بالجملہ اس کی لاکھوں مثالیں ہیں جو اشقیاء خود روزمرّہ برت رہے ہیں، مگر اللہ واحد قہار پر اعتراض کرنے کے لئے اُن کو بھلاتے اور ناپاکی کا مُنہ پھلاتے ہیں، رب عزّوجل نے غیب پر بے دلیل ایمان لانے پر مجبور نہیں فرمایا بلکہ براہینِ قاطعہ و دلائلِ ساطعہ قائم فرمائے انبیاء بھیجے انھیں معجزات دیئے آفاق و انفس میں اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں ان کے ماننے کی طرف بلایا ہے، کافر سے اس کی کیا شکایت کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھنے سے پہلے ایمان سے خالی بتایا مگر یہ کہے کہ اس واقعہ سے اس کا استدلال تحقیقاً ہے یا الزاماً، اگر تحقیقاً ہے تو خود اپنے سارے جھوٹ کو جہنم میں ڈال دیا، جہنم سے مراد دوزخ نہیں اس پر تو وہ ایمان ہی نہیں رکھتا، اس دن ایمان لائے گا یوم یدعون الٰی نار جھنم دعا ھٰذہ النار التی کنتم بھا تکذبون ۝ افسحر ھٰذا ام انتم لا تبصرون[3] ۝ جس دن دھکّے دے کر جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے، یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے، کیا یہ جادو ہے یا تمھیں سُوجھتا نہیں، بلکہ میری مراد یہ ہے کہ اس نے اپنی تمام جھوٹی خباثتوں کو بھڑکتی آگ میں ڈال کر بھسم کردیا، پے دیکھے کیونکر اعتقاد لایا کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[2] نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳/ ۴۳۰

[3] القرآن الکریم ۵۲/ ۱۳، ۱۴، ۱۵

یہ واقعہ ہوا، اور اگر الزاماً ہے تو خود اس گفتگو میں تصریح ہے کہ بیشک مجھے ایمان ہے اس کی کیفیت کی قلب کو تلاش ہے کہ اس کے وقوع کا کیا طریقہ ہوگا دیکھنے سے اس کا اطمینان چاہتا ہوں، اندھا سوال ہی کو دیکھے یہ عرض نہ کی کہ رب اتحی الموتی اے میرے رب! کیا تو مُردے جلائے گا کہ معاذاللہ جلانے میں شک سمجھا جائے، بلکہ یہ عرض کی کہ رب ارنی کیف تحی الموتی[1] اے میرے رب! جس طرح تو مُردے جلائے گا وہ صورت مجھے آنکھوں سے دکھا دے، ولکن الظّلمین بایٰت اللہ یجحدون[2] (مگر ظالم اللہ تعالٰی کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ ت)۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۷۱)

(۳۲) عظمتِ صحابہ کرام، اور گستاخوں کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

عزیز جبّار واحد قہار جل وعلا نے صحابۂ کرام کو دو قسم کیا: ایک وہ کہ قبل فتح مکہ جنھوں نے راہِ خدا میں خرچ و قتال کیا، دوسرے وہ جنھوں نے بعد فتح۔ پھر فرما دیا کہ دونوں فریق سے اللہ عزّوجل نے بھلائی کا وعدہ فرمایا، اور ساتھ ہی فرما دیا کہ اللہ کو تمھارے کاموں کی خوب خبر ہے کہ تم کیا کیا کرنے والے ہو، باایں ہمہ اُس نے تم سب سے حُسنٰی کا وعدہ فرمایا۔ یہاں قرآن عظیم نے اُن دریدہ دہنوں، بیباکوں، بےادب، ناپاکوں کے مُنہ میں پتھر دے دیا جو صحابۂ کرام کے افعال سے اُن پر طعن چاہتے ہیں وہ بشرطِ صحت اللہ عزّوجل کو معلوم تھے پھر بھی اُن سب سے حُسنٰی کا وعدہ فرمایا، تو اب جو معترض ہے اللہ واحد قہار پر معترض ہے جنت و مدارج عالیہ اس معترض کے ہاتھ میں نہیں اللہ عزّوجل کے ہاتھ میں ہیں۔ معترض اپنا سر کھاتا رہے گا اور اللہ نے جو حُسنٰی کا وعدہ اُن سے فرمایا ہے ضرور پورا فرمائے گا اور معترض جہنم میں سزا پائے گا، وہ آیۂ کریمہ یہ ہے:

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقٰتل ط اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا ط وکلا وعد اللہ الحسنٰی ط واللہ بما تعملون خبیر[3]

اے محبوب کے صحابیو! تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح سے پہلے خرچ و قتال کیا وہ رتبے میں بعد والوں سے بڑے ہیں، اور دونوں فریق سے اللہ نے حُسنٰی کا وعدہ کر لیا، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۰
[2] " ۶/ ۳۳
[3] " ۵۷/ ۱۰

تم کرنے والے ہو۔

اب جن کے لئے اللہ کا وعدہ حسنٰی ہولیا اُن کا حال بھی قرآن عظیم سے سُنئے:

ان الذین سبقت لھم منّا الحسنٰی اولٰئك عنھا مبعدون ○ لایسمعون حسیسھا وھم فی مااشتھت انفسھم خلدون ○ لایحزنھم الفزع الاکبر وتتلقٰھم الملٰئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون[1]

بیشک جن کے لئے ہمارا وعدہ حسنٰی کا ہوچکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک تک نہ سُنیں گے اور ہمیشہ اپنی من مانتی مرادوں میں رہیں گے وہ بڑی گھبراہٹ قیامت کی ہلچل انھیں غم نہ دے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہُوئے کہ یہ ہے تمھارا وہ دن جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا تھا۔

یہ ہے جمیع صحابہ کرام سید الانام علیہ وعلیہم الصلٰوۃ والسلام کے لئے قرآن کریم کی شہادت، امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضٰے مشکلکشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم قسم اول میں ہیں جن کو فرمایا: اولٰئك اعظم درجۃ[2] ان کے مرتبے قسم دوم والوں سے بڑے ہیں، اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہم قسم دوم میں ہیں، اور حسنٰی کا وعدہ اور یہ تمام بشارتیں سب کو شامل۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۷۹، ۲۸۰)

(۳۳) نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علمِ غیب کے منکر کے بارے میں فرمایا:

جو کہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علمِ غیب مطلقاً نہ تھا یا حضور کا علم اور سب آدمیوں کے برابر ہے وہ کافر ہے۔ امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ اکابر فرماتے ہیں:

النبوۃ التی ھی الاطلاع علی الغیب[3]

نبوت کا معنی غیب پر مطلع ہونا ہے (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

علم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احدا ○ الا من ارتضٰی من رسول[4]

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱ تا ۱۰۳ [2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰

[3] المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۷

[4] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶، ۲۷

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۸۳)

(۴۳) مسئلہ تقدیر کے بارے میں تحریر کردہ رسالہ "ثلج الصدر لایمان القدر" میں فرمایا:

صاحبو! تم میں خدا نے کیا پیدا کیا؟ ارادہ و اختیار۔ تو ان کے پیدا ہونے سے تم صاحبِ ارادہ صاحبِ اختیار ہوئے یا مضطر، مجبور، ناچار۔

صاحبو! تمھاری اور پتھر کی حرکت میں فرق کیا تھا؟ یہ کہ وہ ارادہ و اختیار نہیں رکھتا اور تم میں اللہ تعالٰی نے یہ صفت پیدا کی۔ عجب عجب کہ وہی صفت جس کے پیدا ہونے نے تمھاری حرکات کو پتھر کی حرکات سے ممتاز کر دیا، اسی کی پیدائش کو اپنے پتھر ہو جانے کا سبب سمجھو۔ یہ کیسی اُلٹی مت ہے؟ اللہ تعالٰی نے ہماری آنکھیں پیدا کیں، ان میں نور خلق کیا، اس سے ہم انکھیارے ہوئے، نہ کہ معاذ اللہ اندھے۔ یونہی اس نے ہم میں ارادہ و اختیار پیدا کیا اس سے ہم اس کی عطا کے لائق مختار ہوئے نہ کہ اُلٹے مجبور۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ جب وقتاً فوقتاً ہر فردِ اختیار بھی اُسی کی خلق، اُسی کی عطا ہے، ہماری اپنی ذات سے نہیں، تو "مختار کردہ" ہوئے "خود مختار" نہ ہوئے۔ پھر اس میں کیا حرج ہے؛ بندے کی شان ہی نہیں کہ خود مختار ہو سکے۔ نہ جزا و سزا کے لئے خود مختار ہونا ہی ضرور۔ ایک نوعِ اختیار چاہئے کسی طرح ہو، وہ بداہۃً حاصل ہے۔

آدمی انصاف سے کام لے تو اسی قدر تقریر و مثال کافی ہے۔ شہد کی پیالی اطاعتِ الٰہی ہے اور زہر کا کاسہ اس کی نافرمانی۔ اور وہ عالی شان حکماء انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور ہدایت اس شہد سے نفع پانا ہے کہ اللہ ہی کے ارادہ سے ہوگا، اور ضلالت اس زہر کا ضرر پہنچنا کہ یہ بھی اسی کے ارادہ سے ہوگا، مگر اطاعت والے تعریف کئے جائیں گے اور تمرّد (سرکشی) والے مذموم و ملزم ہو کر سزا پائیں گے۔ پھر بھی جب تک ایمان باقی ہے یغفر لمن یشاء[1] (جسے چاہے بخش دے۔ ت) باقی ہے۔

والحمد للہ ربّ العٰلمین، لہ الحکم والیہ ترجعون۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴

اورسب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا، حکم اُسی کا ہے اور اُسی کی طرف تمھیں لوٹنا ہے۔ (ت)

قرآن عظیم میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان اشخاص کو زیادہ ہدایت نہ کرو — ہاں یہ ضرور فرمایا ہے کہ ہدایت، ضلالت سب اس کے ارادہ سے ہے۔ اس کا بیان بھی ہوچکا اور آئندہ اِن شاء اللہ تعالیٰ اور زیادہ واضح ہوگا۔ نیز فرمایا ہے:

انّ الذین کفروا سواءٌ علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لایؤمنون[1]

وہ جو علمِ الٰہی میں کافر ہیں انھیں ایک سا ہے چاہے تم ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

ہمارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تمام جہان کیلئے رحمت بناکر بھیجے گئے جو کافر ایمان نہ لاتے ان کا نہایت غم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوتا، یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

فلعلّک باخع نفسک علٰی اٰثارھم ان لم یؤمنوا بھٰذا الحدیث اسفا[2]

شاید تم ان کے پیچھے اپنی جان پر کھیل جاؤ گے اس غم میں کہ وہ اِس کلام پر ایمان نہیں لاتے۔

لہذا حضور کی تسکینِ خاطرِ اقدس کو یہ ارشاد ہوا ہے کہ جو ہمارے علم میں کفر پر مرنے والے ہیں والعیاذ باللہ تعالےٰ وہ کسی طرح ایمان نہ لائیں گے، تم اِس کا غم نہ کرو۔ لہذا یہ فرمایا کہ تمھارا سمجھانا نہ سمجھانا "ان کو" یکساں ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ "تمھارے حق میں" یکساں ہے کہ ہدایت معاذ اللہ امرِ فضول ٹھہرے۔ ہادی کا اجر اللہ پر ہے، چاہے کوئی مانے یا نہ مانے۔

وما علی الرسول الا البلاغ المبین[3]

اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (ت)

وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علٰی ربّ العٰلمین[4]

اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۶

[2] " ۱۸/ ۶

[3] " ۲۴/ ۵۴

[4] " ۲۶/ ۱۰۹

اللہ خوب جانتا ہے اور آج سے نہیں ازل الآزال سے کہ اتنے بندے ہدایت پائیں گے اور اتنے چاہِ ضلالت میں ڈوبیں گے، مگر کبھی اپنے رسولوں کو ہدایت سے منع نہیں فرماتا کہ جو ہدایت پانے والے ہیں اُن کے لئے سببِ ہدایت ہوں اور جو نہ پائیں گے اُن پر حجّتِ الٰہیہ قائم ہو، و للہ الحجّۃ البالغۃ (اور اللہ ہی کی حجت پوری ہے۔ ت)۔

ابن جریر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما بعث اللہ تعالٰی موسٰی علیہ الصّلٰوۃ والسلام الٰی فرعون نودی لن یفعل، فلِمَ افعل؟ قال فناداہ اثنا عشر ملکا من علماء الملٰئکۃ امض لما امرت بہ، فانا جھدنا ان نعلم ھذا فلم نعلمہ[1]

ابن جریر نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ جب سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولٰی عزوجل نے رسول کرکے فرعون کی طرف بھیجا موسٰی علیہ السلام چلے تو ندا ہوئی مگر اے موسٰی! فرعون ایمان نہ لائے گا۔ موسٰی علیہ السلام نے دل میں کہا پھر میرے جانے سے کیا فائدہ ہے؟ اس پر بارہ[12] علماءِ ملائکہ عظام علیہم الصّلٰوۃ والسلام نے کہا: اے موسٰی! آپ کو جہاں کا حکم ہے جائیے، یہ وہ راز ہے کہ باوصف کوشش آج تک ہم پر بھی نہ کھُلا۔

اور آخر نفعِ بعثت سب نے دیکھ لیا کہ دشمنانِ خدا ہلاک ہوئے، دوستانِ خدا نے ان کی غلامی، ان کے عذاب سے نجات پائی۔ ایک جلسے میں ستّر ہزار ساحر سجدے میں گر گئے اور ایک زبان بولے:

اٰمنّا برب العٰلمین ط رب موسٰی وھارون[2]

ہم اس پر ایمان لائے جو رب ہے سارے جہان کا، رب ہے مُوسٰی و ہارون کا۔

مولٰی عزوجل قادر تھا اور ہے کہ بے کسی نبی و کتاب کے تمام جہان کو ایک آن میں ہدایت فرمادے۔

ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدٰی فلا تکونن من الجٰھلین[3]

اور اللہ چاہتا تو انھیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا تو اے سننے والے! تُو ہرگز نادان نہ بن۔

مگر اس نے دنیا کو عالمِ اسباب بنایا ہے اور ہر نعمت میں اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق مختلف حصہ

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۲۱، ۱۲۲

[3] 〃 ۶/ ۳۵

رکھا ہے وہ چاہتا تو انسان وغیرہ جانداروں کو بھوک ہی نہ لگتی، یا بھوک ہوتے تو کسی کا صرف اس کے نام پاک لینے سے، کسی کا ہوا سونگھنے سے پیٹ بھر جاتا۔ زمین جوتنے سے روٹی پکانے تک جو سخت مشقتیں پڑتی ہیں کسی کو نہ ہوتیں۔ مگر اس نے یونہی چاہا اور اس میں بے شمار اختلاف رکھا۔ کسی کو اتنا دیا کہ لاکھوں پیٹ اس کے دَر سے پلتے ہیں اور کسی پر اس کے اہل وعیال کے ساتھ تین تین فاقے گزرتے ہیں۔

غرض ہر چیز میں اھم یقسمون رحمة ربك ط نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوة الدنیا[1] (کیا تمھارے رب کی رحمت وہ بانٹتے ہیں، ہم نے ان کی زلیست کا سامان دُنیا کی زندگی میں بانٹا۔ ت) کی نیرنگیاں ہیں۔ احمق بد عقل یا اجہل بد دین وہ اس کے ناموس میں چون وچرا کرے کہ یُوں کیوں کیا، یوں کیوں نہ کیا ــــ سُنتا ہے اس کی شان ہے یفعل اللہ مایشاء[2] اللہ جو چاہے کرتا ہے ــــ اس کی شان ہے ان اللہ یحکم مایرید[3] اللہ جو چاہے حکم فرماتا ہے ــــ اس کی شان ہے لایسئل عما یفعل وھم یسئلون[4] وہ جو کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور سب سے سوال ہوگا۔

زید نے روپے کی ہزار اینٹیں خریدیں، پانسو مسجد میں لگائیں، پانسو پاخانہ کی زمین اور قدمچوں میں۔ کیا اس سے کوئی الجھ سکتا ہے کہ ایک ہاتھ کی بنائی ہوئی، ایک مٹی سے بنائی ہوئی، ایک آوے کی پکی ہوئی ایک روپے کی مول لی ہوئی ہزار اینٹیں تھیں۔ اُن پانسو میں کیا خوبی تھی کہ مسجد میں صرف کیں؛ اور ان میں کیا عیب تھا کہ جائے نجاست میں رکھیں ــــ اگر کوئی احمق اس سے پُوچھے بھی تو وہ یہی کہے گا کہ میری مِلک تھیں میں نے جو چاہا کیا۔

جب مجازی جھوٹی مِلک کا یہ حال ہے تو حقیقی سچّی مِلک کا کیا پُوچھنا۔ ہمارا اور ہماری جان ومال اور تمام جہان کا وہ ایک اکیلا پاک نرالا سچّا مالک ہے۔ اس کے کام، اس کے احکام میں کسی کو مجالِ دم زدن کیا معنیٰ! کیا کوئی ہمسر یا اس پر افسر ہے جو اس سے کیوں اور کیا کہے۔ مالک علی الاطلاق ہے، بے اشتراک ہے، جو چاہا کیا، اور جو چاہے کرے گا۔ ذلیل فقیر بے حیثیت فقیر اگر بادشاہِ جبّار

---

[1] القرآن الکریم ۴۳ / ۳۲
[2] " ۱۴ / ۲۷
[3] " ۵ / ۱
[4] " ۲۱ / ۲۳

سے اُلجھے تو اس کا سر کھجایا ہے، شامت نے گھیرا ہے۔ اس سے ہر عاقل یہی کہے گا کہ او بد عقل، بے ادب! اپنی حد پر رہ۔ جب یقیناً معلوم ہے کہ بادشاہ کمالِ عادل اور جمیع کمالاتِ صفات میں یکتا و کامل ہے تو تجھے اس کے احکام میں دخل دینے کی کیا مجال! اھ

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش نظامِ مملکتِ خویش خسرواں دانند[1]

(تُو خاک نشین گدا اگر ہے اے حافظ! شور مت کر، اپنی سلطنت کے نظام کو بادشاہ جانتے ہیں۔ت)

افسوس کہ دُنیوی، مجازی، جھوٹے بادشاہوں کی نسبت تو آدمی کو یہ خیال ہو اور ملک الملوک بادشہِ حقیقی جل جلالہ کے احکام میں رائے زنی کرے۔ سلاطین تو سلاطین اپنا برابر بلکہ اپنے سے بھی کم رتبہ شخص بلکہ اپنا نوکر یا غلام جب کسی صفت کا استاد ماہر ہو اور خود یہ شخص اس سے آگاہ نہیں تو اس کے اکثر کاموں کو ہرگز نہ سمجھ سکے گا۔ یہ اُتنا اِدراک ہی نہیں رکھتا۔ مگر عقل سے حصہ ہے تو اس پر معترض بھی نہ ہوگا۔ جان لے گا کہ یہ اس کام کا استاد و حکیم ہے، میرا خیال وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ غرض اپنی فہم کو قاصر جانے گا نہ کہ اس کی حکمت کو۔ پھر رب الارباب، حکیم حقیقی، عالم السّر و الخفی عزّ جلالہ، کے اسرار میں خوض کرنا اور جو سمجھ میں نہ آئے اس پر معترض ہونا اگر بے دینی نہیں جنون ہے۔ اگر جنون نہیں بے دینی ہے، والعیاذ باللہ ربّ العٰلمین۔

اے عزیز! کسی بات کو حق جاننے کے لئے اس کی حقیقت جاننی لازم نہیں ہوتی۔ دنیا جانتی ہے کہ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے، اور مقناطیسی قوت دیا ہوا لوہا ستارۂ قطب کی طرف توجہ کرتا ہے مگر اس کی کُنہ کو کوئی نہیں بتا سکتا کہ اِس خاکی لوہے اور اُس اَفلاکی ستارے میں کہ یہاں سے کروڑوں میل دُور ہے باہم کیا الفت؟ اور کیونکر اُسے اس کی جہت کا شعور ہے؟ اور ایک یہی نہیں عالم میں ہزاروں ایسے عجائب ہیں کہ بڑے بڑے فلاسفہ خاک چھان کر مر گئے اور اُن کی کُنہ نہ پائی ـــــ پھر اس سے اُن باتوں کا انکار نہیں ہو سکتا۔ آدمی اپنی جان ہی کو بتائے وہ کیا شَے ہے جسے یہ "مَیں" کہتا ہے، اور کیا چیز جب نکل جاتی ہے تو یہ مٹی کا ڈھیر بے حس و حرکت رہ جاتا ہے۔

---

[1] دیوانِ حافظ ردیف شین معجمہ سب رنگ کتاب گھر دہلی ص ۲۵۸

اللہ جل جلالہٗ فرقانِ حکیم فرماتا ہے:

وما تشاءون الّا ان یشاء اللہ رب العلمین[1]

تم کیا چاہو، مگر یہ کہ چاہے اللہ رب سارے جہان کا۔

اور فرماتا ہے:

ھل من خالق غیر اللہ[2]

کیا کوئی اور بھی کسی چیز کا خالق ہے سوا اللہ کے۔

اور فرماتا ہے:

ماکان لھم الخیرۃ[3] اختیارِ خاص اسی کو ہے۔

اور فرماتا ہے:

الا لہ الخلق والامر تبٰرک اللہ رب العلمین[4]

سُنتے ہو! پیدا کرنا اور حکم دینا خاص اُسی کے لئے ہے، بڑی برکت والا ہے اللہ سارے جہان کا۔

یہ آیاتِ کریمہ صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ پیدا کرنا، عدم سے وجود میں لانا اُسی کا کام ہے، دوسرے کو اس میں اصلاً (بالکل) شرکت نہیں، نیز اصل اختیار اسی کا ہے، نیز بے اس کی مشیّت کے کسی کی مشیّت نہیں ہوسکتی۔

اور وہی مالک و مولیٰ جلّ وعلا اسی قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ذٰلک جزینٰھم ببغیھم وانا لصٰدقون[5]

یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ انھیں دیا، اور بیشک بالیقین ہم سچے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

وما ظلمنٰھم ولٰکن کانوا انفسھم یظلمون[6]

ہم نے اُن پر کچھ ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

---

[1] القرآن الکریم ۸۱/ ۲۹
[2] القرآن الکریم ۳۵/ ۳
[3] " ۲۸/ ۶۸
[4] " ۷/ ۵۴
[5] " ۶/ ۱۴۶
[6] " ۱۶/ ۱۱۸

اور فرماتا ہے:

اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر[1]

جو تمھارا جی چاہے کئے جاؤ اللہ تمھارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

اور فرماتا ہے:

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظلمین نارا احاط بھم سرادقھا[2]

اے نبی! تم فرمادو کہ حق تمھارے رب کے پاس سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، بیشک ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کے سراپردے انھیں گھیریں گے ہر طرف آگ ہی آگ ہو گی۔

اور فرماتا ہے:

قال قرینہ ربنا ما اطغیتہ ولکن کان فی ضلال بعید ○ قال لا تختصموا لدی وقد قدمت الیکم بالوعید ○ ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید ○[3]

کافر کا ساتھی شیطان بولا اے رب ہمارے! میں نے اسے سرکش نہ کر دیا یہ آپ ہی دور کی گمراہی میں تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا: میرے حضور فضول جھگڑا نہ کرو، میں تو تمھیں پہلے ہی سزا کا ڈر سنا چکا تھا، میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں۔

یہ آیتیں صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بندہ خود ہی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، وہ اپنی ہی کرنی بھرتا ہے وہ ایک حرام کا اختیار و ارادہ ضرور رکھتا ہے۔ اب دونوں قسم کی آیتیں قطعاً مسلمان کا ایمان ہیں۔ بے شک بے شبہہ بندہ کے افعال کا خالق بھی خدا ہی ہے، بے شک بندہ بے ارادۂ الٰہیہ کچھ نہیں کر سکتا، اور بے شک بندہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، بے شک وہ اپنی ہی بداعمالیوں کے سبب مستحق سزا ہے۔

یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہو سکتیں مگر یونہی کہ عقیدۂ اہل سنت وجماعت پر ایمان لایا جائے

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۰

[2] " ۱۸/ ۲۹

[3] " ۵۰/ ۲۷ تا ۲۹

وہ کیا ہے؛ وہ جو اہلِ سنّت کے سردار و مولٰی امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے انھیں تعلیم فرمایا۔

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں بطریق امام شافعی عن یحیٰی بن سلیم امام جعفر صادق سے، وہ حضرت امام باقر، وہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار، وہ امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

انه خطب الناس یومًا (فذکر خطبته ثم قال) فقام الیه رجل ممن کان شهد معه الجَمَل، فقال یا امیر المؤمنین اَخبِرنا عن القدر، فقال بحرٌ عمیق فلا تلجه، قال یا امیر المؤمنین اخبرنا عن القدر، قال سِرّ الله فلا تتکلّفه، قال یا امیر المؤمنین اخبِرنا عن القدر، قال امّا اذا ابیت فانه امربین امرین لا جبرٌ ولا تفویض، قال یا امیر المؤمنین انّ فلانًا یقول بالاستطاعة، وهو حاضرك، فقال علیّ به فاقاموه، فلمّا راٰه سل سیفه قدر اربع اصابع، فقال الاستطاعة تملکها مع الله او من دون الله؟ وایّاك ان تقول احدهما فترتدّ فاضرب عنقك، قال فما اقول یا امیر المؤمنین قال قل اَملکها بالله الذی اِن شاء ملّکنیها۔[1]

یعنی ایک دن امیر المومنین خطبہ فرمارہے تھے، ایک شخص نے کہ واقعۂ جمل میں امیر المومنین کے ساتھ تھا کھڑے ہوکر عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں مسئلۂ تقدیر سے خبر دیجئے۔ فرمایا: گہرا دریا ہے اس میں قدم نہ رکھ۔ عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجئے۔ فرمایا: اللہ کا راز ہے زبردستی اس کا بوجھ نہ اُٹھا۔ عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجئے۔ فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان، نہ آدمی مجبورِ محض ہے نہ اختیار اُسے سپرد ہے۔ عرض کی: یا امیر المومنین! فلاں شخص کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے اور وہ حضور میں حاضر ہے۔ مولٰی علی نے فرمایا: میرے سامنے لاؤ۔ لوگوں نے اسے کھڑا کیا۔ جب امیر المومنین نے اُسے دیکھا تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی اور فرمایا: کام کی قدرت کا تُو خدا کے ساتھ مالک ہے یا خدا سے جُدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے خبردار ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہوجائے گا اور میں تیری گردن ماردوں گا۔ اس نے کہا، یا امیر المومنین! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا: یُوں کہہ کہ اس خدا کے دیئے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وُہ چاہے تو مجھے اختیار دے، بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔

بس یہی عقیدۂ اہلِ سنّت ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبورِ محض ہے نہ خود مختار، بلکہ ان دونوں کے

---

[1] حلیۃ الاولیاء

بیچ میں ایک حالت ہے جس کی کُنہ رازِ خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے ـــ اللہ عزوجل کی بے شمار رضائیں امیر المومنین علی پر نازل ہوں کہ دونوں الجھنوں کو دو فقروں میں نہایت صاف فرما دیا ۔ ایک صاحب نے اسی بارے میں سوال کیا کہ کیا معاصی بھی بے ارادۂ الٰہیہ واقع نہیں ہوتے ؟ فرمایا تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرلے گا اَفَیُعْصٰی قَہْرًا یعنی وہ نہ چاہتا تھا کہ اس سے گناہ ہو مگر اس نے کر ہی لیا تو اس کا ارادہ زبردست پڑا ۔ معاذ اللہ خدا بھی دنیا کے مجازی بادشاہوں کی طرح ہُوا کہ وہ ڈاکوؤں، چوروں کا بہتیرا بندوبست کریں پھر بھی ڈاکو اور چور اپنا کام کر ہی جاتے ہیں ۔ حاشا وہ ملک الملوک بادشاہ حقیقی قادرِ مطلق ہرگز ایسا نہیں کہ اُس کے مُلک میں بے اس کے حکم کے ایک ذرّہ جنبش کر سکے ۔ وہ صاحب کہتے ہیں فکانّما اُلْقِمَنِیْ حَجَرًا[1] مولا علی نے یہ جواب دے کر گویا میرے منہ میں پتھر رکھ دیا کہ آگے کچھ کہتے بن ہی نہ پڑا ۔ عمرو ابن عُبَید معتزلی کہ بندے کے افعال خدا کے ارادہ سے نہ جانتا تھا خود کہتا ہے کہ مجھے کسی نے ایسا الزام نہ دیا جیسا ایک مجوسی نے دیا جو میرے ساتھ جہاز میں تھا، میں نے کہا تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا ؟ کہا خدا نہیں چاہتا ۔ میں نے کہا خدا تو چاہتا ہے مگر شیطان تجھے نہیں چھوڑتے ۔ کہا میں تو شریک غالب کے ساتھ ہوں ۔ اسی ناپاک شناعت کے رُد کی طرف مولیٰ علی نے اشارہ فرمایا کہ وہ نہ چاہے تو کیا کوئی زبردستی اس کی معصیت کرلے گا ؟ ـــ باقی رہا اس مجوسی کا عذر، وہ بعینہٖ ایسا ہے کہ کوئی بھوکا ہے بھوک سے دم نکلا جاتا ہے ، کھانا سامنے رکھا ہے اور نہیں کھاتا کہ خدا کا ارادہ نہیں، اس کا ارادہ ہوتا تو میں ضرور کھا لیتا ۔ اس احمق سے یہی کہا جائے گا کہ خدا کا ارادہ نہ ہونا تُو نے کاہے سے جانا ؟ اسی سے کہ تُو نہیں کھاتا، تُو کھانے کا قصد تو کر دیکھ تو ارادۂ الٰہیہ سے کھانا ہو جائے گا ـــ ایسی اوندھی مَت اُسی کو آتی ہے جس پر موت سوار ہے ـــ غرض مولا علی نے یہ تو اس کا فیصلہ فرمایا کہ جو کچھ ہوتا ہے بے ارادۂ الٰہیہ نہیں ہو سکتا ۔

دُوسری بات کہ جزا و سزا کیوں ہے ! ـــ اس کا یُوں فیصلہ ارشاد ہُوا ، ابن ابی حاتم و اصبہانی و لالکائی و خلعی حضرت امام جعفر صادق وہ اپنے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں ؛

قال قیل لعلی بن ابی طالب ان ھٰھنا رجلاً یتکلّم فی المشیئۃ فقال لہ علی یا عبد اللہ خلقک اللہ لما یشاء او لما شئت ؟ قال بل لما یشاء قال فیمرضک اذا شاء

---

[1] قولِ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

أو اذا شئت؟ قال بل اذا شاء، قال فيميتك اذا شاء او اذا شئت؟ قال اذا شاء، قال فيدخلك حيث شاء اوحيث شئت؟ قال بل حيث يشاء، قال والله لوقلت غير ذٰلك لضربت الذی فيه عيناك بالسيف۔ ثمّ تلا علیؓ: "وما تشاءون إلّا ان يشاء الله هو اهل التقوٰی و اهل المغفرۃ"۔[۱]

مولٰی علی سے عرض کی گئی کہ یہاں ایک شخص مشیت میں گفتگو کرتا ہے۔ مولٰی علی نے اس سے فرمایا: اے خدا کے بندے! خدا نے تجھے اس لئے پیدا کیا جس لئے اس نے چاہا یا اس لئے جس لئے تو نے چاہا؟ کہا: جس لئے اس نے چاہا۔ فرمایا: تجھے جب وہ چاہے بیمار کرتا ہے یا جب تو چاہے؟ کہا: بلکہ جب وہ چاہے۔ فرمایا: تجھے اس وقت وفات دے گا جب وہ چاہے یا جب تو چاہے؟ کہا: جب وہ چاہے۔ فرمایا: تو تجھے وہاں بھیجے گا جہاں وہ چاہے یا جہاں تو چاہے؟ کہا: جہاں وہ چاہے۔ فرمایا، خدا کی قسم تو اس کے سوا کچھ اور کہتا تو یہ جس میں تیری آنکھیں ہیں (یعنی تیرا سر) تلوار سے مار دیتا۔ پھر مولٰی علی نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: "اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے وہ تقوٰی کا مستحق اور گناہ عفو فرمانے والا ہے"۔

خلاصہ یہ کہ جو چاہا کیا اور جو چاہے گا کرے گا بناتے وقت تجھ سے مشورہ نہ لیا تھا بھیجتے وقت بھی نہ لے گا۔ تمام عالم اُس کی ملک ہے، اور مالک سے در بارۂ ملک سوال نہیں ہوسکتا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۲۹۲ تا ۳۰۱)

(۳۵) خالد تقدیر الٰہی پر ایمان رکھتا ہے اور تدبیرات کو کارِ دنیوی و اُخروی میں امرِ مستحسن و بہتر جانتا ہے۔ ولید خالد کو بوجہ مستحسن جاننے تدبیرات کے کافر کہتا ہے اور اس سے سلام وجوابِ سلام بھی ترک کر رکھا ہے۔ اس کے بارے میں حکمِ شرعی کی وضاحت کرتے ہوئے رسالہ "التحبیر بباب التدبیر" میں ارشاد فرمایا:

بے شک خالد سچا، اور اس کا یہ عقیدہ خاص اہلِ حق کا عقیدہ ہے۔ فی الواقع عالم میں جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ جل جلالہٗ کی تقدیر سے ہے۔

قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

کل صغیر وکبیر مستطر[۲] اور چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔ (ت)

---

[۱] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم واللالکائی فی السنۃ والخلفی الخ تحت الآیۃ ۲۲/۲۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۱۹۶

[۲] القرآن الکریم ۵۴/۵۳

وقال تعالیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا):

وکل شیئ احصینٰہ فی امام مبین[1]

اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں۔ (ت)

وقال تعالیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا):

ولا رطب ولا یابس الّا فی کتاب مبین[2]

اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک ہے جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (ت)

الی غیر ذٰلک من الاٰیات والاحادیث (اس کے علاوہ اور بھی آیات واحادیث ہیں۔ت)

مگر تدبیر زنہار معطل نہیں۔ دنیا عالمِ اسباب ہے۔ رب جل مجدہٗ نے اپنی حکمتِ بالغہ کے مطابق اس میں مسبّبات کو اسباب سے ربط دیا، اور سنّتِ الٰہیہ جاری ہوئی کہ سبب کے بعد مسبّب پیدا ہو۔

جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا کفار کی خصلت ہے یونہی تدبیر کو محض عَبَث ومطرود و فضول ومردود بتانا کسی کھلے گمراہ یا سچے مجنون کا کام ہے جس کی رُو سے صدہا آیات واحادیث سے اعراض اور انبیاء وصحابہ وائمہ واولیاء سب پر طعن واعتراض لازم آتا ہے۔ حضرات مرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین (اللہ کے درود وسلام ہوں ان سب پر۔ت) سے زیادہ کس کا توکّل، اور ان سے بڑھ کر تقدیرِ الٰہی پر کس کا ایمان۔ پھر وہ بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے اور اس کی راہیں بتاتے اور خود کسبِ حلال میں سعی کرکے رزقِ طیّب کھاتے۔

(۱) داؤد علیہ السلام زرہیں بناتے۔ قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا):

وعلّمنٰہ صنعۃ لبوس لکم لتحصنکم من باسکم فھل انتم شاکرون[3]

اور ہم نے اُسے تمھارا ایک پہناوا سکھایا کہ تمھیں تمھاری آنچ سے بچائے، تو کیا تم شکر کروگے (ت)

(۲) وقال تعالیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ت):

والنّا لہ الحدید ان اعمل سٰبغٰت وقدّر فی السرد واعملوا صالحاً انی بما تعملون بصیر[4]

اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا کہ وسیع زرہیں بنا اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۲
[2] القرآن الکریم ۶/ ۵۹
[3] القرآن الکریم ۲۱/ ۸۰
[4] القرآن الکریم ۳۴/ ۱۰، ۱۱

اور تم سب نیکی کرو بیشک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں۔ (ت)

(۳۴) موسٰی علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے دس برس شعیب علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی بکریاں اجرت پر چرائیں۔ قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

قال انی ارید ان انکحك احدی ابنتی ھاتین علٰی ان تأجرنی ثمٰنی حجج ج فان اتممت عشرا فمن عندك ج وما ارید ان اشق علیك ط ستجدنی ان شاء اللہ من الصّٰلحین ٥ قال ذٰلك بینی وبینك ط ایما الاجلین قضیت فلا عدوان علیّ ط واللہ علٰی ما نقول وکیل ٥ فلما قضٰی موسی الاجل وسار باھلہٖ[1] الاٰیۃ۔

کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں اس مہر پر کہ تم آٹھ برس میری ملازمت کرو، پھر اگر پورے دس برس کرلو تو تمہاری طرف سے ہے اور تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا، قریب ہے اِن شاء اللہ تم مجھے نیکوں میں پاؤ گے۔ موسٰی نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان اقرار ہوچکا میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کردوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہیں اور ہمارے اس کہے پر اللہ کا ذمہ ہے۔ پھر جب موسٰی نے اپنی میعاد پُوری کردی اور اپنی بیوی کو لے کر چلا۔ (ت)

خود حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مال بطورِ مضاربت لے کر شام کو تشریف فرما ہوئے۔ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی وحضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہما بڑے نامی گرامی تاجر تھے۔ حضرت امام اعظم قدس سرہ الاکرم بزازی کرتے، بلکہ ولید منکرِ تدبیر خود کیا تدبیر سے خالی ہوگا؟ ہم نے فرض کیا کہ وہ زراعت، تجارت، نوکری، حرفت کچھ نہ کرتا ہو آخر اپنے لئے کھانا پکاتا یا پکواتا ہوگا ــــ آٹا پیسنا، گوندھنا، پکانا یہ کیا تدبیر نہیں؟ ــــ یہ بھی جانے دیجئے اگر بغیر اس کے سوال یا اشارہ وایما کے خود بخود پکی پکائی اسے مل جاتی ہو تاہم نوالہ بنانا، مُنہ تک لانا، چبانا، نگلنا یہ بھی تدبیر ــــ تدبیر کو معطل کرے تو اس سے بھی باز آئے کہ تقدیر الٰہی میں زندگی لکھی ہے بے کھائے جیئے گا یا قدرتِ الٰہی سے پیٹ بھر جائے گا یا خود بخود کھانا معدے میں چلا جائیگا ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا کہ مذہب اہلسنت میں نہ پانی پیاس بجھاتا ہے نہ کھانا بھوک کھوتا ہے ــــ بلکہ یہ سب اسبابِ عادیہ ہیں جن سے اللہ تعالٰی نے مسببات کو مربوط فرمایا اور اپنی عادتِ جاریہ کے مطابق اِن کے بعد سیری وسیرابی فرماتا ہے ــــ وہ نہ چاہے تو

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۲۷ تا ۲۹

گھڑے پڑھائے، دھڑیوں کھا جائے کچھ مفید نہ ہوگا[1] ــــ آخر مرضِ استسقاء و جوع البقر[2] میں کیا ہوتا ہے ــــ وہی کھانا، پانی جو پہلے سیر و سیراب کرتا تھا اب کیوں محض بیکار جاتا ہے اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پیئے بھوک پیاس پاس نہ آئے، جیسے زمانۂ دجال میں اہلِ ایمان کی پرورش فرمائے گا، اور ملائکہ کا بے آب و غذا زندگی کرنا کسے نہیں معلوم ــــ مگر یہ انسان میں خرقِ عادت ہے جس پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل و حماقت ــــ یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نام کر کے خورد و نوش کا عہد کر لے اور بھوک پیاس سے مر جائے، بیشک حرام موت مرے اور اللہ تعالٰی کا گنہگار ٹھہرے۔

مرگ بھی تو تقدیر سے ہے، پھر اللہ تعالٰی نے کیوں فرمایا:

(۴) ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔[1]

اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو۔

؎ گرچہ مُردن مقدّر است ولے ــــ تو مرو در دہانِ اژدہا

(اگرچہ موت امر مقدر ہے لیکن از خود اژدہوں اور سانپوں کے منہ میں نہ جا۔ت)

ہم نے مانا کہ وکیدا اپنے دعوے پر ایسا مضبوط ہو کہ یک لخت ترکِ اسباب کر کے پیمانِ وثیق (پکا عہد) کر لے کہ اصلاً دست و پا نہ ہلائے، نہ اشارۃً نہ کنایۃً کسی تدبیر کے پاس جائے گا، خدا کے حکم سے پیٹ بھرے تو بہتر ورنہ مرنا قبول، تاہم اللہ تعالٰی سے سوال کرے گا، یہ کیا تدبیر نہیں کہ دُعا خود مؤثر حقیقی کب ہے؛ صرف حصولِ مراد کا ایک سبب ہے۔ اور تدبیر کا ہے کا نام ہے؟ ــــ رب جل جلالہ فرماتا ہے:

(۵) وقال ربکم ادعونی استجب لکم[2]

تمھارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

ع[1] دھڑی: دس سیر یا پانچ سیر کا وزن ۱۲ مصباحی

ع[2] جوع البقر: اس بیماری میں کتنا بھی کھائے بھوک نہیں جاتی جس طرح استسقاء میں جس قدر بھی پیئے پیاس نہیں جاتی۔ م

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

[2] القرآن الکریم ۴۰/ ۶۰

27/27

وہ قادر تھا کہ بے دعا مراد بخشے، پھر اس تدبیر کی طرف کیوں ہدایت فرمائی؟ اور وہ بھی اس تاکید کے ساتھ کہ حدیث میں حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

(حدیث ۱):

مَنْ لَّمْ یَدْعُ اللّٰہَ غَضِبَ عَلَیْہِ [۱] رواہ الائمۃ احمد فی المسند وابوبکر بن ابی شیبۃ واللفظ لہ فی المصنف، والبخاری فی الادب المفرد، والترمذی فی الجامع، وابن ماجۃ فی السنن، والحاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جو اللہ سے دُعا نہ کرے گا اللہ تعالٰی اس پر غضب فرمائے گا۔ (اس کو ائمہ نے روایت کیا احمد نے مسند میں، ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اور لفظ اسی کے مصنف میں ہیں، بخاری نے ادب المفرد میں، ترمذی نے جامع میں، ابن ماجہ نے سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں ابوہریرہ سے، اللہ تعالٰے ان سے راضی ہو۔ ت)

بلکہ خلافت و سلطنت و قضا و جہاد و حدود و قصاص وغیرہا یہ تمام امور شرعیہ عین تدبیر ہیں کہ انتظامِ عالم و ترویجِ دین و دفعِ مفسدین کے لئے اس عالمِ اسباب میں مقرر ہوئے۔

(۶) قال تعالٰی (اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ ت):

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم [۲]

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (ت)

(۷) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰے نے فرمایا):

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ [۳]

---

[۱] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الدعاء باب فی فضل الدعاء حدیث ۲۹۱۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۲۲
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۳
جامع الترمذی ابواب الدعوات باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۳
سنن ابن ماجہ ابواب الدعاء باب فضل الدعا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۰
المستدرک للحاکم کتاب الدعاء باب من لم یدع اللہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۱

[۲] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[۳] ″ ۸/ ۳۹

اوران سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ کا ہو جائے (ت)

(۸) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذوفضل علی العلمین[1]

اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے توضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے (ت)

(۹) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا[2]

اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا توضرور ڈھادی جاتیں خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے۔ (ت)

دیکھو صاف ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ جہاد اسی لئے مقرر ہوا کہ فتنے فرو ہوں، اور دینِ حق پھیلے، اور یہ نہ ہوتا تو زمین تباہ ہوجاتی اور مسجدیں اور عبادت خانے ڈھائے جاتے۔

(۱۰) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

اِلاّ تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر[3]

ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔

فتنہ کفر کی قوت، اور فسادِ کبیر ضعفِ اسلام۔

(۱۱) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولکم فی القصاص حیٰوۃ یااولی الالباب لعلکم تتقون[4]

اور خون کا بدلہ لینے میں تمھاری زندگی ہے اے عقلمندو کہ تم کہیں بچو۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۱

[2] ؍؍ ۲۲/ ۴۰

[3] ؍؍ ۸/ ۷۳

[4] ؍؍ ۲/ ۱۷۹

یعنی خون کے بدلے خون لوگے تو مُفسدوں کے ہاتھ رُکیں گے اور بے گناہوں کی جانیں بچیں گی، اور اسی لئے حد جاری کرتے وقت حکم ہوا کہ مسلمان جمع ہو کر دیکھیں تاکہ موجبِ عبرت ہو۔

(۱۲) قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین[1]۔

اور چاہئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔ (ت)

بلکہ اور ترقی کیجئے تو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہا تمام اعمالِ دینیہ خود ایک تدبیر۔ اور رضائے الٰہی و ثوابِ نامتناہی ملنے، اور عذاب و غضب سے نجات پانے کے اسباب ہیں۔

(۱۳) قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ومن اراد الاٰخرۃ وسعٰی لہا سعیہا وھو مؤمن فاولٰئک کان سعیھم مشکورا[2]۔

اور جو آخرت چاہے اور اس کی سی کوشش کرے اور ہو ایمان والا، تو انھیں کی کوشش ٹھکانے لگی۔ (ت)

اگرچہ ازل میں ٹھہر چکا کہ:

فریق فی الجنّۃ وفریق فی السعیر[3]۔

ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔ (ت)

پھر بھی اعمال فرض کئے کہ جس کے مقدر میں جو لکھا ہے اُسے وہی راہ آسان، اور اُسی کے اسباب مہیا ہو جائیں گے۔

قال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

فسنیسرہ للیسرٰی[4] تو بہت جلد ہم اُسے آسانی مہیا کر دیں گے۔ (ت)

وقال تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

فسنیسرہ للعسرٰی[5]۔

تو بہت جلد ہم اُسے دشواری مہیا کر دیں گے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۲
[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۹
[3] " ۴۲/ ۷
[4] " ۹۲/ ۷
[5] " ۹۲/ ۱۰

(**حدیث ۲**) اسی لئے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"دوزخی جنتی سب لکھے ہوئے ہیں، اور صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! پھر ہم عمل کاہے کو کریں، ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھیں کہ جو سعید ہیں آپ ہی سعید ہوں گے اور جو شقی ہیں ناچار شقاوت پائیں گے۔ فرمایا: نہیں بلکہ عمل کئے جاؤ کہ ہر ایک جس گھر کے لئے بنا ہے اُسی کا راستہ اُسے سہل کر دیتے ہیں، سعید کو اعمالِ سعادت کا اور شقی کو افعالِ شقاوت کا۔ پھر حضور نے یہی دو۲ آیتیں تلاوت فرمائیں۔"

اخرجہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم وغیرھم عن امیرالمؤمنین علی کرّم اللہ تعالٰی وجہہ قال: کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی جنازۃ فاخذ شیئًا فجعل ینکت بہ الارض فقال مامنکم من احد الّا وقد کتب مقعدہ من النار ومقعدہ من الجنّۃ۔ قالوا یارسول اللہ افلا نتکل علی کتابنا وندع العمل (زاد فی روایۃ فمن کان من اھل السعادۃ فسیصیر الٰی عمل اھل السعادۃ ومن کان من اھل الشقاوۃ فسیصیر الٰی عمل اھل الشقاوۃ) قال اعملوا فکل میسر لما خلق لہ امّا من کان من اھل السعادۃ فییسر لعمل اھل السعادۃ وامّا من کان اھل الشقاوۃ فییسر لعمل اھل الشقاوۃ ثمّ قرأ: فامّا من اعطٰی واتقٰی وصدّق بالحسنٰی[1] الاٰیۃ۔

امام احمد، بخاری اور مسلم وغیرہ نے امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے روایت کی کہ نبی اکرم صلّے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ایک جنازہ میں شریک تھے، آپ نے کوئی چیز پکڑی اور زمین کو کریدنے لگے، اور فرمایا: تم میں ایسا کوئی نہیں جس کا ٹھکانہ دوزخ میں یا اُس کا ٹھکانہ جنت میں نہ لکھا جاچکا ہو۔ صحابہ نے عرض کی: کیا ہم تحریر پر بھروسا کرکے عمل کو چھوڑ نہ دیں (ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ جو اہلِ سعادت میں سے ہے وہ عنقریب اہلِ سعادت کے عمل کی طرف اور جو اہلِ شقاوت

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قولہ وکذب بالحسنٰی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۳۸
صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ الخ ″ ″ ۲/ ۳۳۳
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ تعالٰے عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۴۰
سنن ابن ماجہ باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹
سنن ابی داوٗد کتاب السنۃ باب القدر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۸ و ۲۸۹
جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ واللیل امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۰

میں سے ہوگا اس کو اہلِ شقاوت کا عمل میسر ہوگا۔ فرمایا عمل کئے جاؤ ہر کسی کو وہی میسر ہوگا جس کے لئے وُہ پیدا کیا گیا، جو اہلِ سعادت میں سے ہوگا اس کو اہلِ سعادت کا عمل اور جو اہلِ شقاوت میں سے ہوگا اس کو اہلِ شقاوت کا عمل میسر ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی : "تو وہ جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سب سے اچھی چیز کو سچ مانا"(ت)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ اگر تدبیر مطلقاً مُہمل (بیکار) ہو تو دین و شرائع (قوانینِ شرع) و انزالِ کتب (کتابیں اتارنا) و ارسالِ رُسُل (رسولوں کو بھیجنا) و اِتیانِ فرائض (فرائض کا کرنا) و اجتناب محرّمات (حرام کاموں سے بچنا) معاذ اللہ سب لغو وفضول وعبث ٹھہریں ــــ آدمی کی رسّی کاٹ کر بچار (آزاد چھوٹا ہُوا سانڈ) کر دیں۔ دین و دُنیا سب یکبارگی برہم ہو جائیں، ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے۔ت)۔

نہیں نہیں بلکہ تدبیر بیشک مستحسن ہے۔ اور اس کی بہت صورتیں مندوب و مسنون ہیں ــ جیسے دُعا و دَوا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۳۰۴ تا ۳۱۱)

(۳۶) اسی مسئلہ مذکورہ میں مزید فرمایا :

خود حضرت عزت جل مجدہٗ نے قرآن عظیم میں تلاش و تدبیر اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے کی ہدایت فرمائی۔

(۱۴) قال تعالٰی (اللہ تعالٰے نے فرمایا) :

وتزوّدوا فان خیر الزاد التقوٰی واتقون یاولی الالباب ○ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم[1]۔

اور توشہ ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے، اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقل والو! تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ (ت)

یمن کے کچھ لوگ بے زادِراہ لئے حج کو آتے اور کہتے ہم متوکل ہیں، ناچار بھیک مانگنی پڑتی۔ حکم آیا توشہ ساتھ لیا کرو ــ کچھ اصحاب کرام نے موسمِ حج میں تجارت سے اندیشہ کیا کہ کہیں اخلاص نیت میں فرق نہ آئے ــ فرمان آیا کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل ڈھونڈو۔ اسی طرح تلاشِ فضلِ الٰہی کی آیتیں بکثرت ہیں۔

(۱۵) وقال تعالٰی (اور اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ت) :

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۷، ۱۹۸

یاایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون [1]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (ت)

صاف حکم دیتے ہیں کہ رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈو تاکہ مراد کو پہنچو۔ اگر تدبیر و اسباب معطّل و مہمل ہوتے تو اس کی کیا حاجت تھی! (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۳۱۹)

(۳۷) ایک حدیث قدسی کے بارے میں اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

حدیث اوّل میں ہرگز نامِ اقدس حضور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہیں بلکہ یوں ہے کہ:

علی اتقی قلب رجل واحد منکم [2]

تم میں کا جو بڑا پرہیزگار شخص ہو اس کے دل پر ہو جائیں۔

اور فرض کے لئے امکان شرط نہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین [3]

تم فرماؤ اگر بفرضِ محال رحمٰن کے کوئی بچّہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پُوجتا۔ (ت)

حدیث تو لفظ لَو سے ہے کہ:

لو ان اولکم و اٰخرکم و انسکم و جنکم کانوا علی اتقی الخ [4]

اگر تمہارے، پہلے، پچھلے، انسان اور جن سب سے بڑے پرہیزکے دل پر ہو جائیں الخ (ت)

اور آیہ کریمہ میں تو لفظ اِن ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۳۲۷، ۳۲۸)

(۳۸) اہلسنت وجماعت کے دس عقائد پر مشتمل رسالہ "اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفی والاٰل والاصحاب" تحریر فرمایا جس کے عقیدۂ اُولٰی کے ضمن میں فرمایا:

مسلمان پر لا الٰہ الا اللّٰہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالٰی کو احد، صمد، لا شریک لہ جاننا فرض اول و مدارِ ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں کہ لا الٰہ الا اللّٰہ (اللہ ہے جس کے سوا کوئی

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۳۵

[2] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۹

[3] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۱

[4] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۹

معبود نہیں) نہ صفات میں کہ لیس کمثلہ شیئ [1] اس جیسا کوئی نہیں۔ نہ اسماء میں کہ ھل تعلم لہ سمیا [2] کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو؟ نہ احکام میں کہ ولا یشرک فی حکمہ احدا [3] اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا، نہ افعال میں کہ ھل من خالق غیر اللہ [4] کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے، نہ سلطنت میں کہ ولم یکن لہ شریک فی الملک [5] اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں یوں ہی اس کی صفات بھی صفاتِ مخلوق کے مماثل نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۴۲)

(۳۹) عقیدۂ اولٰی میں مزید فرمایا:

ھو ولا موجود الا ھو آیۂ کریمہ سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون [6] (پاکی اور برتری ہے اسے ان شریکوں سے) جس طرح شرک فی الالوہیت کو رد کرتی ہے (اور بتاتی ہے کہ خداوند قدوس کی خدائی اور اس معبود برحق کی الوہیت و ربوبیت میں کوئی شریک نہیں۔ ھو الذی فی السماء الٰہ و فی الارض الٰہ [7] وہی آسمان والوں کا خدا اور وہی زمین والوں کا خدا۔ تو نفسِ الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک کیا ہوتا اس کی صفاتِ کمال میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں، لیس کمثلہ شیئ [8] اس جیسا کوئی نہیں)۔

یونہی (یہ آیۂ کریمہ) اشتراک فی الوجود کی نفی فرماتی ہے (تو اس کی ذات بھی منزّہ اور اس کی تمام صفاتِ کمال بھی مبرا ان تمام نالائق امور سے جو اہلِ شرک و جاہلیت اس کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ وجود اسی ذاتِ برحق کے لئے ہے، باقی سب ظلال و پرتو)۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۴۴)

(۴۰) رسالۂ مذکورہ (اعتقاد الاحباب) کے عقیدۂ ثانیہ میں فرمایا:

اور مکلفین کو (جو تکلیف شرعی کے اہل، امر و نہی کے خطاب کے قابل، بالغ عاقل ہیں) اپنے فضل و عدل سے دو فرقے کر دیا، فریق فی الجنۃ [9] (ایک جنتی و ناجی جس نے حق قبول کیا) وفریق

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/۱۱
[2] القرآن الکریم ۱۹/۶۵
[3] 〃 ۱۸/۲۶
[4] 〃 ۳۵/۳
[5] 〃 ۲۵/۲
[6] 〃 ۳۰/۴۰
[7] 〃 ۴۳/۸۴
[8] 〃 ۴۲/۱۱
[9] 〃 ۴۲/۷

فی السعیر[1] (دوسرا جہنمی و ہالک، جس نے قبولِ حق سے جی چرایا) اور جس طرح پرتوِ وجود (موجود حقیقی جل جلالہ) سے سب نے بہرہ پایا (اور اسی اعتبار سے وہ ہست و موجود کہلایا) اسی طرح فریقِ جنت کو اس کے صفاتِ کمالیہ سے نصیبہ خاص ملا (دنیا و آخرت میں اس کے لئے فوز و فلاح کے دروازے کھلے اور علم و فضل خاص کی دولتوں سے اس کے دامن بھرے) دبستان (مدرسہ) علّمك ما لم تكن تعلم[2] (اور دار العلوم علّم الانسان ما لم یعلم[3]) میں تعلیم فرمایا (کہ جو کچھ وہ نہ جانتا تھا اُسے سکھایا پھر) وکان فضل اللّٰہ علیك عظیما[4] نے اور رنگ آمیزیاں کیں (کہ اللہ تعالیٰ کا فضلِ عمیم اس پر جلوہ گستر رہا۔ مولائے کریم نے گوناگوں نعمتوں سے اسے نوازا۔ بے شمار فضائل و محاسن سے اسے سنوارا۔ قلب و قالب، جسم و جاں، ظاہر و باطن کو رذائل اور خصائل قبیحہ مذمومہ سے پاک صاف اور محامد و اخلاقِ حسنہ سے اسے آراستہ و پیراستہ کیا۔ اور قربِ خداوندی کی راہوں پر اُسے ڈال دیا) اور یہ سب تصدق (صدقہ و طفیل) ایک ذاتِ جامع البرکات کا تھا جسے اپنا محبوب خاص فرمایا (مرتبۂ محبوبیتِ کبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق حتیٰ کہ نبی و مرسل و ملک مقرب جویائے رضائے الٰہی ہے اور وہ ان کی رضا کا طالب)۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۴۵، ۳۴۶)

(۴۱) عقیدۂ خامسہ میں اصحابِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمایا:

بالجملہ ارشاداتِ خدا و رسول عزّ مجدہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (اس پاک فرقہ اہلسنت و جماعت نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کرلیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عدل و ثقہ، تقی، نقی، ابرار (خاصانِ پروردگار) ہیں۔ اور ان (مشاجرات و نزاعات کی) تفاصیل پر نظر گمراہ کرنے والی ہے، نظیر اس کی عصمتِ انبیاء علیھم الصلوٰۃ والثناء ہے کہ اہلِ حق (اہلِ اسلام، اہل سنت و جماعت) شاہراہِ عقیدت پر چل کر (منزل) مقصود کو پہنچے۔ اور اربابِ (غوایت و اہلِ) باطل تفصیلوں میں خوض (و ناحق غور) کرکے مغاک (ضلالت اور) بد دینی (کی گمراہیوں) میں جا پڑے کہیں دیکھا وعصیٰ اٰدم ربہ فغویٰ[5] (کہ اس میں عصیان اور بظاہر تعمیل حکمِ ربانی سے رُوگردانی کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی جانب کی گئی ہے)

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۷
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۳
[3] 〃 ۹۶/ ۵
[4] 〃 ۴/ ۱۱۳
[5] 〃 ۲۰/ ۱۲۱

کہیں سنا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر[1] (جس سے ذنب یعنی گناہ و غفران ذنب یعنی بخشش گناہ کی نسبت کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جنابِ والا کی جانب گمان ہوتا ہے)

کبھی موسیٰ (علیہ السلام) و قبطی (قومِ فرعون) کا قصہ یاد آیا (کہ آپ نے قبطی کو آمادۂ ظلم پاکر ایک گھونسا مارا اور وہ قبطی قعرِ گور میں پہنچا[2])

کبھی (حضرت) داؤد (علیہ الصلوٰۃ اور ان کے ایک اُمتی) اوریاہ کا فسانہ سُن پایا (حالانکہ یہ الزام تھا یہود کا حضرت داؤد علیہ السلام پر، جسے انھوں نے خوب اچھالا اور زبان زد عوام الناس ہوگیا حتّٰی کہ بر بنائے شہرت، بلا تحقیق و تفتیش احوال بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من وعن بیان فرمادیا، جبکہ امام رازی[3] فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل و لغو ہے۔

غرض یے عقل بے دینوں اور بے دین بدعقلوں نے یہ افسانہ سُن پایا تو) لگے چون وچرا کرنے تسلیم و گردن نہادن کے زینہ سے اُترنے پھر ناراضیِ خدا و رسول کے سوا اور بھی کچھ پھل پایا؟ اور (الٹا) خضتم کالذی خاضوا[4] (اور تم بیہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے اور اتباعِ باطل میں ان کی راہ اختیار کی) نے ولکن حقت کلمۃ العذاب علی الکٰفرین[5] (مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اترا) کا دن دکھایا الّا ان یشاء ربی شیئًا[6]، ان ربک فعال لما یرید[7]۔

(مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کبیرہ گناہوں سے مطلقًا اور گناہِ صغیرہ کے عمدًا ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لئے باعثِ نفرت ہو اور مخلوقِ خدا ان کے باعث ان سے دُور بھاگے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروّت اور معززین کی شان و مرتبہ کے خلاف ہیں قبل نبوت اور بعد نبوت بالاجماع معصوم ہیں)

اللّٰھم نسئلک الثبات علی الھدیٰ انک انت العلی الاعلیٰ۔

(اے اللہ! ہم تجھ سے ہدایت پر ثابت قدمی مانگتے ہیں بے شک تُو ہی بلند و برتر ہے)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۲
[2] القرآن الکریم ۲۸/ ۱۵
[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳۸/ ۲۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۶/ ۱۶۵
[4] القرآن الکریم ۹/ ۶۹
[5] القرآن الکریم ۳۹/ ۷۱
[6] ؍؍ ۶/ ۸۰
[7] ؍؍ ۱۱/ ۱۰۷

صحابہ کرام کے باب میں یاد رکھنا چاہئے کہ (وہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں۔ ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہے۔

اللہ عزوجل نے سورۂ حدید میں صحابۂ سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں،

(۱) من انفق من قبل الفتح وقٰتل

(۲) الذین انفقوا من بعد وقاتلوا۔[۱]

یعنی ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایماں ہوئے راہ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب کہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل تھی، اور وہ ہر طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے، انھوں نے اپنے اوپر جیسے جیسے شدید مجاہدے گوارا کرکے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال ڈال کر بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کی نذر کردیا۔ یہ حضرات مہاجرین وانصار میں سے سابقین اولین ہیں، ان کے مراتب کا کیا پوچھنا۔

دوسرے وہ کہ بعد فتح مکہ ایمان لائے، راہ مولا میں خرچ کیا اور جہاد میں حصّہ لیا۔ ان اہل ایمان نے اس وقت اپنے اخلاص کا ثبوت جہاد مالی و قتالی سے دیا، جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہوچکی تھی اور مسلمان کثرت تعداد اور جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے، اجر اُن کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان سابقون اوّلون والوں کے درجہ کا نہیں۔

اسی لئے قرآن عظیم نے ان پہلوں کو ان پچھلوں پر تفضیل دی۔

اور پھر فرمایا:

کُلًّا وعد اللہ الحسنیٰ[۲]

ان سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اجر ملے گا سب ہی کو، محروم کوئی نہ رہے گا۔

اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے:

اولٰئك عنھا مبعدون[۳] وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں، لا یسمعون حسیسھا[۴] وہ جہنم

---

[۱] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰ — [۲] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۰
[۳] ؍؍ ۲۱/ ۱۰۱ — [۴] ؍؍ ۲۱/ ۱۰۲

کی بھنک تک نہ سنیں گے، وھم فی ما اشتھت انفسھم خٰلدون[1] وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے، لایحزنھم الفزع الاکبر[2] قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انھیں غمگین نہ کرے گی، تتلقٰھم الملٰئکۃ[3] فرشتے ان کا استقبال کریں گے، ھذا یومکم الذی کنتم توعدون[4] یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔

اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایاتِ کاذبہ ہیں ارشادِ الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں۔

رب عزوجل نے اسی آیتِ حدید میں اس کا منہ بھی بند کر دیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالٰے عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے۔ ساتھ ہی ارشاد فرمادیا:

واللہ بما تعملون خبیر[5]

اور اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرو گے۔

بایں ہمہ اس نے تمہارے اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ وہ تم سب سے جنت بے عذاب وکرامت و ثواب بے حساب کا وعدہ فرما چکا ہے۔

تو اب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے، کیا طعن کرنے والا اللہ تعالٰے سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

"جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰے عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔"[6]

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۳۵۹ تا ۳۶۳)

(۴۲) افضلیتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰے عنہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۲ [2] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۳ [3] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۳

[4] " " ۲۱/ ۱۰۳ [5] " " ۵۷/ ۱۰

[6] نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت برکاتِ رضا گجرات الہند ۳/ ۴۳۰

وہ صدیق جس کی افضلیتِ مطلقہ پر قرآنِ کریم کی شہادت ناطقہ ہے کہ فرمایا:

ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[1]

تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے حضور وہ ہے جو تم سب میں اتقی ہے۔

اور دوسری آیۃ کریمہ میں صاف فرمادیا:

وسیجنبھا الاتقی[2]۔

قریب ہے کہ جہنم سے بچایا جائے گا وہ اتقی۔

بشہادت آیتِ اُولٰی ان آیاتِ کریمہ سے وہی مراد ہے جو افضل واکرم امتِ مرحومہ ہے، اور وہ نہیں مگر اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر۔ اور تفضیلیہ وروافض کے نزدیک یہاں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مگر اللہ عزوجل کے لئے حمد کہ اس نے کسی تلبیس وتدلیس اور حق و باطل میں آمیزش و آویزش کو جگہ نہ چھوڑی، آیت کریمہ نے ایسے وصف خاص سے اتقی کی تعیین فرمادی جو حضرت صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آ ہی نہیں سکتا۔

فرماتا ہے:

ومالاحد عندہ من نعمۃ تجزی[3]۔

اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

اور دنیا جانتی مانتی ہے کہ وہ صرف صدیق اکبر ہی ہیں جن کی طرف سے ہمیشہ بندگی و غلامی و خدمت و نیازمندی اور مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف سے براہِ بندہ نوازی قبول و پذیرائی کا برتاؤ رہا یہاں تک کہ خود ارشاد فرمایا کہ: "بیشک تمام آدمیوں میں اپنی جان و مال سے کسی نے ایسا سلوک نہیں کیا جیسا ابوبکر نے کیا[4]۔"

جبکہ مولا علی نے مولائے کل، سید الرسل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کنارِ اقدس میں پرورش پائی۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

[2] " ۹۲/ ۱۷

[3] " ۹۲/ ۱۹

[4] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۷

حضور کی گود میں ہوش سنبھالا، اور جو کچھ پایا بظاہر حالات یہیں سے پایا۔ تو آیۂ کریمہ و ما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ[1] (اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے) سے مولا علی قطعاً مراد نہیں ہو سکتے بلکہ بالیقین صدیق اکبر ہی مقصود ہیں، اور اسی پر اجماعِ مفسرین موجود۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۷۱، ۳۷۲)

(۴۳) تقلیدِ شخصی کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

تقلید فرض قطعی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون[2]

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں ہے۔ (ت)

وقال صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

الا سئلوا ان لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال[3]

اگر وہ نہیں جانتے تو پوچھتے کیوں نہیں کیونکہ جہالت کی شفاء سوال کرنا ہے۔ (ت)

اگر ایک مذہب کی پابندی نہ کی جائے تو یا وقت واحد میں شئے واحد کو حرام بھی جانے گا اور حلال بھی، جیسے قرأتِ مقتدی شافعیہ کے یہاں واجب اور حنفیہ کے یہاں حرام، اور وقتِ واحد میں شئے کا حرام و حلال دونوں ہونا محال، یا یہ کرے گا کہ ایک وقت حلال سمجھے گا دوسرے وقت حرام، تو یہ اس آیت میں داخل ہو گا کہ:

یحلونه عاما و یحرمونه عاما۔[4]

ایک سال اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور ایک سال اسے حرام ٹھہراتے ہیں۔ (ت)

لاجرم پابندیِ مذہب لازم۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۳۹۲، ۳۹۳)

(۴۴) راما سنگھ آریہ کے تفسیر آیاتِ قرآنیہ کے بارے میں جہالت و نافہمی اور افتراء و بے ایمانی پر مبنی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۹

[2] " ۱۶/ ۴۳

[3] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب المجدور یتیمم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۴۹

[4] القرآن الکریم ۹/ ۳۷

اس سوال میں آریہ نے افترا، وجہالت ونافہمی و بے ایمانی سے کام لیا۔

(۱) عبارت کہ کشاف کی طرف نسبت کی، محض بُہتان ہے۔ کشاف میں اس کا پتا نہیں۔

(۲) بالفرض اگر کشاف میں ہوتی تو وہ ایک معتزلی بدمذہب بے ادب کی تصنیف ہے اس کا کیا اعتبار۔

(۳) یہ تفسیر کہ منسوب بسیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے نہ اُن کی کتاب ہے نہ اُن سے ثابت۔ یہ بسند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلۂ کذب ہے۔ تفسیر اتقان شریف میں ہے:

واوھی طرقه طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الٰی ذٰلك روایة محمد بن مروان السدی الصغیر فھی سلسلة الکذب[1]۔

اس کے طُرق میں سے کمزور ترین طریق کلبی کا ابوصالح سے اور اس کا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرنا ہے اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان اسدی کی روایت مل جائے تو کذب کا سلسلہ ہے۔ (ت)

(۴) اس کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی ہے، عبارت یہ ہے:

لتقصیر الشکر علی ما انعم اللہ علیك وعلٰی اصحابك۔

یعنی اللہ عزّوجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے لئے استغفار فرمائیے۔

کہاں کمی اور کہاں غفلت، نعمائے الٰہیہ ہر فرد پر بے شمار حقیقۃً غیر متناہی بالفعل ہیں کما حققه المفتی ابوالسعود فی ارشاد العقل السلیم (جیسا کہ مفتی ابوالسعود نے ارشاد العقل السلیم میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) قال اللہ عزّوجل:

وان تعدوا نعمة اللہ لاتحصوھا[2]۔

اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے۔

جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کرسکتا ہے ؎

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون فی طبقات المفسرین دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۴۷۱

[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۳۴

از دست وزباں کہ برآید   کز عہدۂ شکرش بدرآید

(کس کے ہاتھ اور زبان سے ممکن ہے کہ اس کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکے ۔ ت)

شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمۂ بشریت ہے نعمائے الٰہیہ ہر وقت ہر لمحہ ہر آن ہر حال میں متزائد ہیں خصوصاً خاصوں پر خصوصاً ان پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔

(۵) بلکہ خود نفسِ عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہرگز حقیقۃً ذنب بمعنی گناہ نہیں، ماتقدم سے کیا مراد لیا' وحی اترنے سے پیشتر کے۔ اور گناہ کسے کہتے ہیں، مخالفتِ فرمان کو۔ اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا، وحی سے۔ تو جب تک وحی نہ اُتری تھی فرمان کہاں تھا۔ جب فرمان نہ تھا مخالفتِ فرمان کے کیا معنی۔ اور جب مخالفتِ فرمان نہیں تو گناہ کیا۔

(۶) جس طرح ماتقدم میں ثابت ہو لیا کہ حقیقۃً ذنب نہیں، یوں ہی ما تأخر میں نقدِ وقت ہے قبل ابتدائے نزولِ فرمان جو افعال جائزہ ہوئے کہ بعد کو فرمان اُن کے منع پر اُترا اور انھیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقۃً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا۔ یونہی بعد نزولِ وحی وظہورِ رسالت بھی جو افعال جائزہ فرمائے اور بعد کو ان کی ممانعت اُتری اُسی طریقے سے ان کو ما تأخّر فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی کہ دفعۃً۔

(۷) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب۔ مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا۔ ایسا ہی ہے تو وہ لغویات وہزلیات وفحشیات کہ ایک مہذب آدمی کو انھیں بکتے بلکہ دوسرے آدمی سے نقل کرتے عار آئے جو آریہ کے ویدوں میں اہلی گہلی پھر رہی ہیں اور خود رہندگانِ وید نے اس کے ترجموں میں وہی حد بھر کے گندے گھناؤنے فحش لکھے اُن سے آریہ کی جان کیونکر چھوٹے گی۔ مثلاً یجر وید میں ایشور کی بیماری کا حال لکھا کہ بسترِ بیماری پر پڑے پکار رہے ہیں کہ" او سیکڑوں کی طرح عقل وعلم رکھنے والو! تمھاری سیکڑوں ہزاروں طرح کی بوٹیاں ہیں ان میں سے میرے شریر کو نروگ کرو، اے اماں جان! تو بھی ایسا ہی کر۔" نیز یہ بھی فرما رہے ہیں کہ اے بوٹیوں کے مانند فائدہ دینے والی دیوی ماتا! میں فرزند تجھ کو بہت نصیحت کرتا ہوں۔" ماتاجی کہتی ہیں:" اے لائق بیٹے! میں والدہ تیرے گھوڑے، گائیں، زمین، کپڑے، جان کی حفاظت وپرورش کرتی تو مجھے نصیحت مت کر۔" اسی یجر وید کے ادھیائے ۳۱ منتر اول میں ایشور کے متعلق ہے" اس کے ہزار سر ہیں

ہزار آنکھیں ہیں ہزار پاؤں ہیں زمین پر وہ سب جگہ ہے اُلٹا سیدھا تب بھی دس انگلی کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے۔" نیز ویدوں میں اس کا نام "سروبیاپک" ہے یعنی وہ ہر جگہ سمایا ہوا، ہر چیز میں رما ہوا، ہر خلا میں گُھسا ہوا ہے، ہر جانور کی مقعد، ہر مادہ کی فرج، ہر پاخانہ کی ڈھیری میں ایشور ہی ایشور ہے۔ دیانند نے محض زبردستی اُن کی کایا پلٹ کی اور انھیں فحش سے نکالا مگر اور مترجموں کا ترجمہ کہاں مٹ جائے گا مفسر تو اپنی طرف سے مطلب کہتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں بیان کرتا ہے ترجمے کی غلطی اگر ہوتی ہے تو دو ایک لفظ کے معنی میں، نہ کہ سارے کا سارا کلام محض فحش سے حکمت کی طرف پلٹ دیا جائے، اور اگر سنسکرت ایسی ہی پیچیدہ زبان ہے جس کی سطروں کی سطریں چاہے فحش سے ترجمہ کردو خواہ حکمت سے، تو وہ کلام کیا ہوا بھان متی کا گورکھ دھندا ہوا اور اس کے کس حرف پر اعتماد ہوسکتا ہے، نہیں معلوم کہ مالا جپی ہے یا گالی بکی ہے۔

(۸) استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ بیچارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے۔

؎ نباشد بہ آئین تحقیق دال — کچوری و پوری و بھجیا و دال

(کچوری، پوری، بھجیا اور دال آئین تحقیق پر دلالت نہیں کرتی ہیں)

شرط تمامی استدلال قطع ہر احتمال ہے علم کا قاعدۂ مسلمہ ہے:

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال [1]

جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے۔ (ت)

سورۂ مومن و سورۂ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آیاتِ کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے کہ خطاب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے۔ مومن میں تو اتنا ہے: واستغفر لذنبک [2] اے شخص! اپنی خطا کی معافی چاہ۔ کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں۔ قرآن عظیم تمام جہان کی ہدایت کے لئے اترا، نہ صرف اس کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے:

اقیموا الصلوٰۃ [3] نماز برپا رکھو۔

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۴۰/ ۵۵ و ۴۷/ ۱۹

[3] ؍؍ ۲/ ۴۳

یہ خطاب جیسا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیامِ قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔ اسی قرآن عظیم میں ہے :

لانذرکم بہ ومن بلغ [1]

"تاکہ میں اس سے تمھیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے۔ (ت)

کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے بدان اسعدک اللہ تعالٰی (تُو جان لے اللہ تعالٰی تجھے سعادتمند بنائے۔ت) میں کوئی خاص شخص مراد نہیں۔ خود قرآن عظیم میں فرمایا :

ارأیت الذی ینھٰی ۙ عبدًا اذا صلّٰی ؕ ارایت ان کان علی الھدٰی ۙ او امر بالتقوٰی ؕ [2]

(ابوجہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہا اس پر یہ آیاتِ کریمہ اُتریں) کہ کیا تُو نے دیکھا اُسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھ تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے۔

یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور غائب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے :

فما یکذبك بالدین [3]

(ان روشن دلیلوں کے بعد) کیا چیز تجھے روزِ قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہورہی ہے۔

یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکرانِ قیامت مثل مشرکین آریہ و ہنود سے، یونہی دونوں سورۂ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لئے ہے کہ اے سُننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

(۹) بلکہ آیت محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں، اس کی ابتداء یوں ہے :

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۹

[2] 〃 ۹۶/ ۹ تا ۱۲

[3] 〃 ۹۵/ ۷

فاعلم انه لا الٰه الا اللہ واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنٰت[1]

جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہ۔

تو یہ خطاب اس سے ہے جو ابھی لا الٰہ الا اللہ نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ اے سننے والے! جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کیسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہوں کی معافی مانگ۔ تتمہ آیت میں اس عموم کو واضح کر دیا کہ:

واللہ یعلم متقلبکم ومثوٰکم[2]

اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو اور جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے۔

اگر فاعلم میں تاویل کرے تو ذنبك میں تاویل سے کون مانع ہے، اور اگر ذنبك میں تاویل نہیں کرتا تو فاعلم میں تاویل کیسے کر سکتا ہے، دونوں پر ہمارا مطلب حاصل، اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

(۱۰) دونوں آیۂ کریمہ میں صیغہ امر ہے اور امر انشا ہے اور انشا وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرض وقوع استغفار واجب، نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا، جیسے کسی سے کہنا اکرم ضیفك اپنے مہمان کی عزت کرنا، اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے، نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئے گا ہی بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔

(۱۱) ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

وعصٰی اٰدم ربہ[3]

آدم نے اپنے رب کی معصیت کی۔

حالانکہ خود فرماتا ہے:

فنسی ولم نجد لہ عزما[4]۔

آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹
[2] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹
[3] " ۲۰/ ۱۲۱
[4] " ۲۰/ ۱۱۵

لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مواخذہ۔ خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ تعلیم فرمائی:

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا۔[1]

اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔

(۱۲) جتنا قرب زائد اسی قدر احکام کی شدت زیادہ ؎

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہرگز شہریوں سے پسند نہ کرے گا شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لئے وارد ہوا:

حسنات الابرار سیئات المقربین[2]

نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔

وہاں ترکِ اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترکِ اولیٰ ہرگز گناہ نہیں۔

(۱۳) آریہ بیچارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سنا، اگر نہ جانے تو ہر ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لئے ادنیٰ ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے مکان کو جس طرح اس کے مالک کی نسبت کریں گے یونہی کرایہ دار کی طرف۔ یونہی جو عاریۃً لے کر بس رہا ہے اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت کے جریب ہوا یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت، اور اضافت موجود۔ یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا، تو ذنبک سے مراد اہلبیت کی لغزشیں ہیں، اور اس کے بعد وللمؤمنین والمؤمنٰت تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمایئے اپنے اہلبیت کرام اور سب مسلمان مردوں عورتوں کے لئے۔ اب آریہ کے اس جنون کا بھی علاج ہوگیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے تعمیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[2] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۴۷/ ۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۱۴۶

ارشاد العقل السلیم " " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۹۷

رب اغفر لی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمؤمنین والمؤمنٰت [1]

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔

(۱۴) اسی وجہ پر آیۂ کریمہ سورۂ فتح میں لام لٖک تعلیل کا ہے اور ما تقدم من ذنبك تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیدنا عبداللہ وسیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منتہائے نسب کرام تک تمام آبائے کرام واُمّہات طیبات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم وشیث ونوح وخلیل واسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ما تاخر تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہلبیت وامت مرحومہ، تو حاصلِ آیۂ کریمہ یہ ہُوا کہ ہم نے تمہارے لئے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ والحمدللہ رب العٰلمین۔

(۱۵) ما تقدّم وما تأخّر سے قبل وبعد نزولِ وحی کا ارادہ جس طرح عبارتِ تفسیر میں مصرح تھا آیت میں قطعاً محتمل۔ اور ہم ثابت کر چکے کہ اب حقیقتِ ذنب خود مندفع، وللہ الحمد وصلی اللہ تعالٰی علٰی شفیع المذنبین وبارك وسلم الٰی یوم الدین وعلٰی اٰلہٖ وصحبہ اجمعین۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۳۹۵ تا ۴۰۱)

(۴۵) زید کہتا ہے کہ چونکہ عالم الغیب بالواسطہ یا بالعطا کہنا بھی جائز نہیں اور نہ ہی آپ کو کُل علمِ غیب ہے۔ اس کے رَد میں فرمایا:

مگر وہابیہ اپنی بے حیائی سے باز نہیں آتے۔ علمِ غیب عطا ہونا اور لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق اور بعض اجلّہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندۂ مومن کی نسبت صریح لفظ "یعلم الغیب" وارد ہے کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح للملّا علی القاری (جیسا کہ ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے۔ ت) بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نسبت ارشاد ہے:

کان رجلا یعلم علم الغیب [2]

وہ مرد کامل ہیں جو علمِ غیب جانتے ہیں۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷۱/ ۲۸

[2] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت الآیۃ ۱۸/ ۶۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۳۲۳

مگر ہماری تحقیق میں لفظ "عالم الغیب" کا اطلاق حضرت عزت عزجلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے :

المراد به الخفی الذی لاینفذ فیه ابتداء الاعلم اللطیف الخبیر ولهذا لایجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب[1]

اس سے مراد پوشیدہ شَے ہے جس تک ابتداءً (بالذات) سوائے باریکی جاننے والے یا خبیر (اللہ تعالٰی) کے کسی کے علم کی رسائی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علی الاطلاق یوں کہنا کہ فلاں غیب جانتا ہے جائز نہیں۔ (ت)

اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب و ماکان و ما یکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا جس طرح حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم قطعاً عزت جلالت والے ہیں تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز و جلیل نہ ہے نہ ہوسکتا ہے، مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عزوجل و محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ غرض صدق و صورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی۔

امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانتصاف میں فرماتے ہیں :

کم من معتقد لایطلق القول به خشیة ایهام غیره مما لایجوز اعتقاده فلا ربط بین الاعتقاد والاطلاق۔[2]

بہت سے معتقدات ہیں کہ جن کے ساتھ قول کا اطلاق اس ڈر سے نہیں کیا جاتا کہ ان میں ایسے غیر کا ایہام ہوتا ہے جس کا اعتقاد جائز نہیں، لہٰذا اعتقاد اور اطلاق کے درمیان کوئی لزوم نہیں (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق، اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطاء کی تصریح کر دی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ علامہ سید شریف قدس سرہٗ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں :

وانما لم یجز الاطلاق فی غیرہ تعالٰی لانه یتبادر منه تعلق علمه به ابتداء فیکون تناقضا واما اذا قید وقیل اعلمه اللہ تعالٰی الغیب او اطلعه

---

[1] الکشاف تحت آیۃ ۲/۳ انتشارات آفتاب تہران ۱/۱۲۱
[2] الانتصاف

علیہ فلا محذور فیہ[1]

علم غیب کا اطلاق غیر اللہ پر اس لئے ناجائز ہے کہ اس سے غیر اللہ کے علم کا غیب کے ساتھ ابتداء (بالذات) متعلق ہونا متبادر ہوتا ہے تو اس طرح تناقض لازم آتا ہے۔ لیکن اگر علم غیب کے ساتھ کوئی قید لگادی جائے اور یوں کہا جائے کہ اللہ تعالٰی نے اس کو غیب کا علم عطا فرمایا ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو اس صورت میں کوئی ممانعت نہیں۔ (ت)

زید کا قول کذبِ صریح وجہلِ قبیح ہے، کذب تو ظاہر کہ بے ممانعت شرعی اپنی طرف سے عدمِ جواز کا حکم لگا کر شریعت، وشارع علیہ الصلوٰۃ والسلام اور رب العزت جل وعلا پر افتراء کر رہا ہے۔

قال اللہ تعالٰی: ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۝ متاع قلیل ولھم عذاب الیم ۝[2]

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (ت)

اور جہل فاضح یہ کہ عالم الغیب صفت مختصہ باری تعالٰی ہونے پر بالواسطہ و بالعطا کہنے کے عدمِ جواز کو متفرع کر رہا ہے شاید اس کے نزدیک علم غیب بالواسطہ و بالعطا خاصہ باری تعالٰی ہے یعنی دوسرے کے دیئے سے علم غیب خاص اللہ کو ہوتا ہے اس کے غیر کو علم غیب بالذات بلاواسطہ ہے ایسا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کفر اشد کیا ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۴۰۴ تا ۴۰۶)

(۴۶) اثباتِ علم غیب کے بارے میں رسالہ "خالص الاعتقاد" میں فرمایا:

امرِ دوم: بندوں کو علمِ غیب عطا ہونے کی سندیں اور آیاتِ نفی کی مراد۔

انھیں عبارات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ علمِ غیب کا خاصہ حضرتِ عزت ہونا بیشک حق ہے اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] حاشیہ سید الشریف علی الکشاف تحت آیۃ ۲/ ۳ انتشارات آفتاب تہران ۱/ ۱۲۸

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶، ۱۱۷

قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ[1]

تم فرمادو کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔

اور اس سے مراد وہی علم ذاتی و علم محیط ہے کہ وہی باری عزوجل کے لئے ثابت ہے اور اس سے مخصوص ہیں، علم عطائی کہ دوسرے کا دیا ہوا ہو، علم غیر محیط کہ بعض اشیاء سے مطلع بعض سے ناواقف ہو، اللہ عزوجل کے لئے ہو ہی نہیں سکتا، اس سے مخصوص ہونا تو دوسرا درجہ ہے۔ اور اللہ عزوجل کی عطا سے علوم غیب غیر محیط کا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ملنا بھی قطعاً حق ہے، اور کیوں نہ ہو کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

(۱) وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء[2]

اللہ اس لئے نہیں کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کرے ہاں اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

(۲) اور فرماتا ہے:

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول[3]

اللہ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(۳) اور فرماتا ہے:

وما ھو علی الغیب بضنین[4]

یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

(۴) اور فرماتا ہے:

ذٰلک من انباء الغیب نوحیہ الیک[5]

اے نبی! یہ غیب کی باتیں ہم تم کو مخفی طور پر بتاتے ہیں۔

(۵) حتی کہ مسلمانوں کو فرماتا ہے:

یؤمنون بالغیب[6] ۔ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۷/ ۶۵ — [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹

[3] ؍؍ ۷۲/ ۲۶ و ۲۷ — [4] ؍؍ ۸۱/ ۲۴

[5] ؍؍ ۱۲/ ۱۰۲ — [6] ؍؍ ۲/ ۳

ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شے کا اصلاً علم ہی نہ ہو اس پر ایمان لانا کیونکر ممکن۔ لاجرم تفسیر کبیر میں ہے:

(۶) لا یمتنع ان تقول نعلم من الغیب مالنا علیہ دلیل[1]

یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے جس میں ہمارے لئے دلیل ہے۔

(۷) نسیم الریاض میں ہے:

لم یکلفنا اللہ الایمان بالغیب الّا وقد فتح لنا باب غیبہ[2]۔

ہمیں اللہ تعالٰی نے ایمان بالغیب کا جبھی حکم دیا ہے کہ اپنے غیب کا دروازہ ہمارے لئے کھول دیا ہے۔

فقیر نے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے کہا تھا یہ ائمہ علماء جو اپنے لئے مان رہے ہیں معلوم نہیں کہ مخالفین ان پر کون سا حکم جڑیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۴۳۸، ۴۳۹)

(۴۷) رسالہ "خالص الاعتقاد" میں مزید فرمایا:

(۱۸ و ۱۹) تفسیر معالم و تفسیر خازن میں زیر قولہ تعالٰی "وما ھو علی الغیب بضنین[3]" ہے:

یقول انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاتیہ علم الغیب فلا یبخل بہ علیکم بل یعلمکم[4]

یعنی اللہ عزّوجل فرماتا ہے: "میرے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو غیب کا علم آتا ہے وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے ہیں بلکہ تم کو بھی اس کا علم دیتے ہیں۔

(۲۰) تفسیر بیضاوی زیر قولہ تعالٰے "وعلمنٰہ من لدنا علما[5]" ہے:

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/ ۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۷
[2] نسیم الریاض فصل ومن ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/ ۱۵۱
[3] القرآن الکریم ۸۱/ ۲۴
[4] معالم التنزیل تحت الآیۃ ۸۱/ ۲۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۴۲۲
لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) " " " ۴/ ۳۹۹
[5] القرآن الکریم ۱۸/ ۶۵

ای ممایختص بنا ولا یعلم الا بتوفیقنا وھو علم الغیوب[1]

یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے وہ علم کہ ہمارے ساتھ خاص ہے اور بے ہمارے بتائے معلوم نہیں ہوتا وہ علم غیب ہم نے خضر کو عطا فرمایا ہے۔

(۲۱) تفسیر ابن جریر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے:

قال انك لن تستطیع معی صبرا، وکان رجلا یعلم علم الغیب قد علم ذلك[2]

حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موسٰی علیہ السلام سے کہا: آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ خضر علم غیب جانتے تھے انھیں علم غیب دیا گیا تھا۔

(۲۲) اُسی میں ہے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا:

لم تحط من علم الغیب بما اعلم[3]

جو علم غیب میں جانتا ہوں آپ کا علم اسے محیط نہیں۔

(۲۳) امام قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

النبوۃ التی ھی الاطلاع علی الغیب[4]

نبوت کے معنٰی ہی یہ ہیں کہ علم غیب جاننا۔

(۲۴) اُسی میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسم مبارک نبی کے بیان میں فرمایا:

النبوأۃ ماخوذۃ من النبأ وھو الخبر ای ان اللہ تعالٰی اطلعه علی غیبه[5]

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۱۸/ ۶۵ دار الفکر بیروت ۳/ ۵۱۰

[2] جامع البیان (تفسیر الطبری) " ۱۸/ ۶۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۳۲۳

[3] " " " " " " " "

[4] المواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۷

[5] " " " " " " ۲/ ۴۵، ۴۶

حضور کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنے غیب کا علم دیا۔

(۲۵) اُسی میں ہے:

قد اشتہر وانتشر امرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین اصحابہ بالاطلاع علی الغیوب[1]

بیشک صحابہ کرام میں مشہور و معروف تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیبوں کا علم ہے۔

(۲۶) اُسی کی شرح زرقانی میں ہے:

اصحابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جازمون باطلاعہ علی الغیب[2]

صحابہ کرام یقین کے ساتھ حکم لگاتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے۔

(۲۷) علی قاری شرح بُردہ شریف میں فرماتے ہیں:

علمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاو لفنون العلم (الیٰ ان قال) ومنہا علمہ بالامور الغیبیۃ[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا علم اقسامِ علم کو حاوی ہے غیبوں کا علم بھی حضور کی شاخوں سے ایک شاخ ہے۔

(۲۸) تفسیر امام طبری میں اور تفسیر درمنثور میں بروایت ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم وغیرہ ائمہ محدثین سیدنا امام مجاہد تلمیذِ خاص حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے:

انہ قال فی قولہ تعالیٰ "ولئن سألتہم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب" قال رجل من المنٰفقین یحدثنا محمد ان ناقۃ فلان بوادی کذا وکذا فی یوم کذا وکذا ومایدریہ بالغیب[4]

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الثامن الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۵۵۴

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ″ ″ دارالمعرفۃ بیروت ۷/ ۲۰۰

[3] الزبدۃ العمدۃ شرح البردۃ تحت شعر وواقفون لدیہ عند حدہم الخ جمعیت علماء سکندریہ خیرپور سندھ ص ۵۷

[4] جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت الآیۃ ۹/ ۶۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۹۶

الدرالمنثور بحوالہ ابن ابی شیبہ وغیرہ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۴/ ۲۱۰

انھوں نے فرمایا: اللہ کے قول " ولئن سألتھم الخ " کی تفسیر میں کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) ہم سے بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں دن فلاں فلاں وادی میں ہے۔ بھلا وہ غیب کی باتیں کیا جانیں۔ (ت)

یعنی کسی کا ناقہ گم ہوگیا ہمارسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ " وہ فلاں جنگل میں ہے "۔ ایک منافق بولا " محمد غیب کیا جانیں "۔ اسی پر اللہ عزوجل نے یہ آیتِ کریمہ اتاری کہ ان سے فرما دیجئے کہ " اللہ اور اس کے رسول اور اس کی آیتوں سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔

(فتاوی رضویہ ج ۲۹ ص ۴۴۰ تا ۴۴۳)

(۴۸) رسالہ مذکورہ (خالص الاعتقاد) میں فرمایا:

(۳۲) تفسیر کبیر میں ہے:

قولہ ولا اعلم الغیب یدل علی اعترافہ بانہ غیر عالم بکل المعلومات[1]

یعنی آیت میں جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تم فرما دو میں غیب نہیں جانتا، اس کے یہ معنی ہیں کہ میرا علم جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں۔

(۳۳ و ۳۴) امام قاضی عیاض شفا شریف اور علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

(ھذہ المعجزۃ) فی اطلاعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الغیب (المعلومۃ علی القطع) بحیث لایمکن انکارھا والتردد فیھا لاحد من العقلاء (لکثرۃ رواتھا واتفاق معانیھا علی الاطلاع علی الغیب) و ھذا لاینافی الاٰیات الدالۃ علی انہ لایعلم الغیب الا اللہ وقولہ ولوکنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ واما اطلاعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باعلام اللہ تعالٰی لہ فامر متحقق بقولہ تعالٰی فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا معجزہ علمِ غیب یقیناً ثابت ہے جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردّد کی گنجائش نہیں کہ اس میں احادیث بکثرت آئیں اور ان سب سے بالاتفاق حضور کا علمِ غیب ثابت ہے، اور یہ ان آیتوں کے منافی نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور یہ کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کہنے کا حکم ہو کہ میں غیب جانتا تو اپنے لئے بہت خیر جمع کرلیتا اس لئے کہ آیتوں میں نفی اس علم کی ہے جو بغیر خدا کے بتائے ہو اور اللہ تعالٰی کے بتائے سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو علمِ غیب ملنا تو قرآنِ عظیم سے ثابت ہے کہ اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب

[2] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض ومن ذٰلک ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت برکات رضا ۳/ ۱۵۰

(۳۵) تفسیر نیشاپوری میں ہے :

لا اعلم الغیب فیہ دلالۃ علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمہ الا اللہ[1]

آیت کے یہ معنٰی ہیں کہ علمِ غیب جو بذاتِ خود ہو وہ خدا کے ساتھ خاص ہے۔

(۳۶) تفسیر انموذج جلیل میں ہے :

معناہ لا یعلم الغیب بلا دلیل الا اللہ او بلا تعلیم الا اللہ او جمیع الغیب الا اللہ۔[2]

آیت کے یہ معنٰی ہیں کہ غیب کو بلا دلیل و بلا تعلیم جاننا یا جمیع غیب کو محیط ہونا یہ اللہ تعالٰی کے ساتھ خاص ہے۔

(۳۷) جامع الفصولین میں ہے :

یجاب بانہ یمکن التوفیق بان المنفی ھو العلم بالاستقلال لا العلم بالاعلام او المنفی ھو المجزوم بہ لا المظنون ویؤیدہ قولہ تعالٰی اتجعل فیہا من یفسد فیہا الآیۃ لانہ غیب اخبر بہ الملٰئکۃ ظنا منھم او باعلام الحق فینبغی ان یکفر لو ادعاہ مستقلا لا لو اخبر بہ باعلام فی نومہ او یقظتہ بنوع من الکشف اذ لامنافاۃ بینہ وبین الآیۃ لما مرّ من التوفیق[3]

(یعنی فقہاء نے دعوٰئ علمِ غیب پر حکمِ کفر کیا اور حدیثوں اور ائمۂ ثقات کی کتابوں میں بہت غیب کی خبریں موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہوسکتا)۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں تطبیق یوں ہوسکتی ہے کہ فقہاء نے اس کی نفی کی ہے کہ کسی کے لئے بذاتِ خود علمِ غیب مانا جائے، خدا کے بتائے سے علمِ غیب کی نفی نہ کی، یا نفی قطعی کی ہے نہ ظنی کی، اور اس کی تائید یہ آیت کریمہ کرتی ہے فرشتوں نے عرض کی کیا تو زمین میں ایسوں کو خلیفہ کرے گا جو اس میں فساد و خونریزی کریں گے۔ ملائکہ غیب کی خبر بولے مگر ظناً یا خدا کے بتائے سے۔ تو تکفیر اس پر چاہئے کہ کوئی بے خدا کے بتائے علمِ غیب ملنے کا دعوٰی کرے نہ یوں کہ براہِ کشف جاگتے یا سوتے میں خدا کے بتائے سے، ایسا علمِ غیب آیت کے کچھ منافی نہیں۔

---

[1] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) تحت آیۃ ۶/ ۵۰ مصطفی البابی مصر ۷/ ۱۱۰

[2]

[3] جامع الفصولین الفصل الثامن الثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۰۲

(۳۸ و ۳۹) ردالمحتار میں امام صاحبِ ہدایہ کی مختارات النوازل سے ہے :

لو ادعی علم الغیب بنفسہ یکفر[1]

اگر بذاتِ خود علمِ غیب حاصل کر لینے کا دعوٰی کرے تو کافر ہے۔

(۴۰ تا ۴۴) اسی میں ہے :

قال فی التتارخانیۃ و فی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لایکفر لان الاشیاء تعرض علٰی روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالٰی عالم الغیب فلا یظہر علٰی غیبہ احدا الامن ارتضٰی من رسول اھ، قلت بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جملۃ کرامات الاولیاء الاطلاع علٰی بعض المغیبات وردوا علی المعتزلۃ المستدلین بہذہ الاٰیات علٰی نفیہا۔[2]

تاتارخانیہ میں ہے کہ فتاوٰی حجہ میں ہے ملتقط میں فرمایا کہ "جس نے اللہ ورسول کو گواہ کرکے نکاح کیا کافر نہ ہوگا کہ اشیاء نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی روحِ مبارک پر عرض کی جاتی ہیں اور بیشک رسولوں کو بعض علمِ غیب ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے : "غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ بلکہ ائمہ اہلسنت نے کتبِ عقائد میں فرمایا کہ بعض غیبوں کا علم ہونا اولیاء کی کرامت سے ہے اور معتزلہ نے اس آیت کو اولیاءِ کرام سے اس کی نفی پر دلیل قرار دیا۔ ہمارے ائمہ نے اس کا رد کیا یعنی ثابت فرمایا کہ آیۂ کریمہ اولیاء سے بھی مطلقاً علمِ غیب کی نفی نہیں فرماتی۔

(۴۵) تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان میں ہے :

لم ینف الا الدرایۃ من قبل نفسہ و ما نفی الدرایۃ من جہۃ الوحی[3]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی ذات سے جاننے کی نفی فرمائی ہے خدا کے بتائے سے جاننے کی نفی نہیں فرمائی۔

(۴۶ و ۴۷) تفسیر جمل شرح جلالین و تفسیر خازن میں ہے :

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۷

[2] ردالمحتار کتاب النکاح قبیل فصل فی المحرمات " " " ۲/ ۲۷۶

[3] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) تحت الآیۃ ۴۶/ ۹ مصطفی البابی مصر ۲۶/ ۸

المعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ تعالٰی علیہ[1]

آیت میں جو ارشاد ہوا کہ میں غیب نہیں جانتا، اس کے معنٰی یہ ہیں کہ میں بے خدا کے بتائے نہیں جانتا۔

(۴۸) تفسیر البیضاوی میں ہے:

لا اعلم الغیب ما لم یوح الی ولم ینصب علیہ دلیل[2]

آیت کے یہ معنٰی ہیں کہ جب تک کوئی وحی یا کوئی دلیل قائم نہ ہو مجھے بذاتِ خود غیب کا علم نہیں ہوتا۔

(۴۹) تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

وعندہ مفاتیح الغیب وجہ اختصاصہا بہ تعالٰی انہ لا یعلمہا کما ھی ابتداءً الا ھو[3]

یہ جو آیت میں فرمایا کہ غیب کی کنجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اس کے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا اس خصوصیت کے یہ معنٰی ہیں کہ ابتداءً بغیر بتائے ان کی حقیقت دوسرے پر نہیں کھلتی۔

(۵۰) تفسیر علامہ نیشاپوری میں ہے:

(قل لا اقول لکم) لم یقل لیس عندی خزائن اللہ لیعلم ان خزائن اللہ وھی العلم بحقائق الاشیاء وماھیاتھا عندہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باستجابۃ دعائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی قولہ ارنا الاشیاء کما ھی ولکنہ یکلم الناس علی قدر عقولھم (ولا اعلم الغیب) ای لا اقول لکم ھذا مع انہ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علمت ماکان وما سیکون[4] اھ مختصرًا۔

یعنی ارشاد ہوا کہ اے نبی! فرما دو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، یعنی یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں، بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس ہیں، تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے خزانے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ہیں مگر حضور لوگوں

---

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۷/ ۱۸۸ و ۲/ ۲۸۰ والفتوحات الالٰہیۃ (تفسیر الجمل) ۳/ ۱۵۸

[2] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " ۶/ ۵۰ دار الفکر بیروت ۲/ ۴۱۰

[3] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی " ۶/ ۵۸ دار صادر بیروت ۴/ ۷۳

[4] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) " ۶/ ۵۰ مصطفی البابی مصر ۷/ ۱۱۲

سے ان کی سمجھ کے قابل باتیں فرماتے ہیں، اور وہ خزانے کیا ہیں، تمام اشیاء کی حقیقت و ماہیت کا علم۔ حضور نے اسی کے ملنے کی دعا کی اور اللہ عزوجل نے قبول فرمائی۔ پھر فرمایا: میں غیب نہیں جانتا یعنی تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے۔ ورنہ حضور تو خود فرماتے ہیں: مجھے ماکان و مایکون کا علم ملا یعنی جو کچھ ہو گزرا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے انتہی۔

الحمدللہ اس آیۂ کریمہ کی کہ "فرما دو میں غیب نہیں جانتا" ایک تفسیر وہ تھی جو تفسیر کبیر سے گزری کہ احاطۂ جمیع غیوب کی نفی ہے نہ کہ غیب کا علم ہی نہیں۔

دوسری وہ تھی جو بہت کتب سے گزری کہ بے خدا کے بتائے جاننے کی نفی ہے نہ یہ کہ بتائے سے بھی مجھے علمِ غیب نہیں۔

اب بحمد اللہ تعالٰی سب سے لطیف تر یہ تیسری تفسیر ہے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ مجھے علمِ غیب ہے اس لئے کہ اے کافرو! تم ان باتوں کے اہل نہیں ہو ورنہ واقع میں مجھے ماکان و مایکون کا علم ملا ہے۔ والحمد للہ رب العلمین۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۴۴۶ تا ۴۵۰)

(۴۹) مزید فرمایا:

(۷۵) تفسیر کبیر میں زیر آیۂ کریمہ وکذلک نری ابرٰھیم ملکوت السمٰوٰت والارض[1] (اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ ت) فرمایا:

الاطلاع علی اثار حکمۃ اللہ تعالٰی فی کل واحد من مخلوقات ھذا العالم بحسب اجناسھا وانواعھا واصنافھا واشخاصھا واحوالھا مما لا یحصل الا للاکابر من الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام ولھذا المعنی کان رسولنا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فی دعائہ اللھم ارنا الاشیاء کما ھی[2]

اس عالم کی تمام جنسوں اور نوعوں اور صنفوں اور شخصوں اور جزموں ہر ہر مخلوق میں حکمتِ الٰہیہ کے آثار پر اُنھیں اکابر کو اطلاع ہوتی ہے جو انبیاء ہیں علیہم الصلٰوۃ والسلام۔ اسی لئے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ الٰہی! ہم کو تمام چیزیں جیسی وہ ہیں دکھا دے اھ۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۴۶۰)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۷۵

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۶/ ۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳/ ۳۷

(۵۰) مزید فرمایا:

(۷۶) یہی مضمون شریف تفسیر نیشاپوری میں بایں عبارت ہے:

الاطلاع علٰی تفاصیل اٰثار حکمۃ اللہ تعالٰی فی کل واحد من مخلوقات ھذہ العوالم بحسب اجناسہا وانواعہا واصنافہا واشخاصہا وعوارضہا ولواحقہا کما ھی لاتحصل الا لاکابر الانبیاء ولھذا قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ ارنی الاشیاء کما ھی۔[1]

ان عالموں کی مخلوقات میں سے ہر ایک کے تمام آثار حکمتِ الٰہیہ پر ان کی جنسوں، نوعوں، قسموں اور فردوں نیز عوارض ولواحق حقیقیہ پر مطلع ہونا اکابر انبیاء کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہوتا، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعاء میں عرض کیا کہ مجھے اشیاء کی حقیقتیں جیسی وہ ہیں دکھا۔ (ت)

اس میں اٰثار حکمۃ اللہ کے ساتھ تفاصیل زائد ہے اور ھذا العالم کی جگہ ھذہ العوالم ہے کہ نظر تفصیلی پر زیادہ دلالت کرتا ہے، اور اجناس وانواع واصناف و اشخاص کے ساتھ عوارض ولواحق بھی مذکور ہے کہ احاطہ جملہ جواہر واعراض میں تصریح تر ہو اگرچہ اجناس عالم میں عوارض بھی داخل تھے پھر ان کے ساتھ کما ھی کا لفظ اور زیادہ ہے کہ صحت علم غیر مشوب بالخطاء والوہم (غلطی اور وہم کی آلائش سے پاک۔ ت) کی تاکید ہو فجزاھم اللہ تعالٰی خیر جزاء اٰمین۔

(۷۷) نیشاپوری میں زیر آیہ کریمہ "وجئنا بك علٰی ھٰؤلاء شھیدا"[2] (اور اے محبوب! تمھیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔ ت) فرمایا:

لان روحہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شاھد علٰی جمیع الارواح و القلوب والنفوس لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول ماخلق اللہ روحی۔[3]

یہ جو رب عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا کہ "ہم تمھیں ان

---

[1] غرائب القرآن (تفسیر النیسابوری) آیۃ ۶/ ۷۵ مصطفی البابی مصر ۷/ ۱۴۱

[2] القرآن الکریم ۴/ ۴۱

[3] غرائب القرآن

سب پر گواہ بنا کر لائیں گے" اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی روحِ انور تمام جہان میں ہر ایک کی رُوح، ہر ایک کے دل، ہر ایک کے نفس کا مشاہدہ فرماتی ہے (کوئی روح، کوئی دل، کوئی نفس اُن کی نظرِ کریم سے اوجھل نہیں، جب تو سب پر گواہ بنا کر لائے جائیں گے کہ شاہد کو مشاہدہ ضرور ہے) اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالےٰ نے میری رُوحِ کریم کو پیدا کیا (تو عالم میں جو کچھ ہوا حضور کے سامنے ہی ہوا)۔

(۸ ۷) حافظ الحدیث سیدی احمد سلجماسی قدس سرہٗ اپنے شیخ کریم حضرت سیدی عبدالعزیز ابن مسعود دباغ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کتاب مستطاب ابریز میں روایت فرماتے ہیں کہ انھوں نے آیہ کریمہ "وعلّم اٰدم الاسماء کلّھا"[1] (اور اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ ت) کے متعلق فرمایا:

المراد بالاسماء الاسماء العالیة لا الاسماء النازلة فان کل مخلوق له اسمٌ عال واسم نازل، فالاسم النازل ھو الذی یشعر بالمسمّٰی فی الجملة والاسم العالی ھو الذی یشعر باصل المسمّٰی ومن ایّ شیئ ھو وبفائدة المسمّٰی ولای شیئ یصلح الفاس من سائر ما یستعمل فیه وکیفیة صنعة الحداد له فیعلم من مجرد سماع لفظة ھٰذه العلوم والمعارف المتعلقة بالفاس وھکذا کل مخلوق، والمراد بقوله تعالٰی "الاسماء کلھا" الاسماء التی یطیقھا اٰدم ویحتاج الیھا سائر البشر اولھم بھا تعلق، وھی من کل مخلوق تحت العرش الی ما تحت الارض، فیدخل فی ذٰلك الجنة والنار والسمٰوٰت السبع وما فیھن وما بینھن وما بین السماء والارض وما فی الارض من البراری والقفار والاودیة والبحار والاشجار فکل مخلوق فی ذٰلك ناطق او جامدٌ الّا و اٰدم یعرف من اسمه تلك الامور الثلٰثة اصله و فائدته وکیفیة ترتیبه ووضع شکله فیعلم من اسم الجنة من این خلقت ولایّ شیئ خلقت، وترتیب مراتبھا وجمیع ما فیھا من الحور وعدد من یسکنھا بعد البعث و یعلم من

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳۱

لفظ الناس مثل ذٰلك ویعلم من لفظ السماء مثل ذٰلك ولای شئ کانت الاولیٰ فی محلها والثانیة وھٰکذا فی کل سماء ویعلم من لفظ الملٰئکة من ای شئ خلقوا ولای شئ خلقوا وکیفیة خلقهم وترتیب مراتبهم وبای شئ استحق ھذا الملك ھذا المقام واستحق غیرہ مقاما اٰخر وھٰکذا فی کل ملك فی العرش الیٰ ما تحت الفرض، فھٰذہ علوم اٰدم واولادہ من الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام والاولیاء الکمل رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم اجمعین، وانما خص اٰدم بالذکر لانه اول من علم ھٰذہ العلوم ومن علمها من اولادہ فانما علمها بعدہ ولیس المراد انه لا یعلمها الا اٰدم وانما خصصناھا بما یحتاج الیه وذریته وبما یطیقونه لئلا یلزم من عدم التخصص الاحاطة بمعلومات اللّٰہ تعالیٰ وانما قال "تنزلت" اشارة الی الفرق بین علم النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم بھٰذہ العلوم وبین علم اٰدم وغیرہ من الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام بها فانهم اذا توجهوا الیها یحصل لهم شبه مقام عن مشاهدة الحق سبحانه وتعالیٰ واذا توجهوا نحو مشاهدة الحق سبحانه وتعالیٰ حصل لهم شبه النوم عن ھذہ العلوم، ونبینا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم لقوته لا یشغله ھذا عن ھذا فهو اذا توجه نحو الحق سبحانه وتعالیٰ حصلت له المشاهدة التامة وحصل له مع ذٰلك مشاهدة ھٰذہ العلوم وغیرھا مما لا یطلق واذا توجه نحو ھٰذہ العلوم حصلت له مع حصول ھذہ المشاهدة فی الحق سبحٰنه وتعالیٰ فلا تحجبه مشاهدة الحق عن مشاهدة الخلق ولا مشاهدة الخلق عن مشاهدة الحق سبحٰنه وتعالیٰ[1]

اس کلام نورانی و اعلام ربانی ایمان افروز، کفران سوز کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز کے دو نام ہیں علوی و سفلی۔ سفلی نام تو صرف مسمّٰی سے صرف ایک گونہ آگاہی دیتا ہے۔ اور علوی نام سنتے ہی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مسمّٰی کی حقیقت و ماہیت کیا ہے اور کیونکر پیدا ہوا اور کاہے سے بنا اور کس لئے بنا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام اشیاء کے یہ علوی نام تعلیم فرمائے گئے جس سے انھوں نے حسبِ طاقت و حاجتِ بشری تمام اشیاء جان لیں، اور یہ زیرِ عرش سے زیرِ فرش

---

[1] الابریز الباب السابع دار صادر بیروت ص ۲۹۳

تک کی تمام چیزیں ہیں جس میں جنت و دوزخ و ہفت آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور جنگل اور صحرا اور نالے اور دریا اور درخت وغیرہ جو کچھ زمین میں ہے غرض یہ تمام مخلوقات ناطق وغیر ناطق ان کے صرف نام سننے سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہوگیا کہ عرش سے فرش تک ہر شئے کی حقیقت یہ ہے اور فائدہ یہ ہے اور اس ترتیب سے اس شکل پر ہے، جنت کا نام سنتے ہی اُنھوں نے جان لیا کہ کہاں سے بنی اور کس لئے بنی اور اس کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور جس قدر اس میں حوریں ہیں اور قیامت کے بعد اتنے لوگ اس میں جائیں گے۔ اسی طرح نار (دوزخ)، یوں ہی آسمان، اور یہ کہ پہلا آسمان وہاں کیوں ہُوا اور دوسرا دوسری جگہ کیوں ہوا۔ اسی طرح ملائکہ کا لفظ سننے سے انھوں نے جان لیا کہ کاہے سے بنے اور کیونکر بنے اور ان کے مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور کس لئے یہ فرشتہ اس مقام کا مستحق ہوا اور دوسرا دوسرے کا۔ اسی طرح عرش سے زیرِ زمین تک ہر فرشتے کا حال۔ اور یہ تمام علوم صرف آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو نہیں بلکہ ہر نبی اور ہر ولیِ کامل کو عطا ہوئے ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ آدم کا نام خاص اس لئے لیا کہ ان کو یہ علوم پہلے ملے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے بقدرِ طاقت وحاجت کی قید لگائی کہ صرف عرش تا فرش کی تمام اشیاء کا احاطہ اس لئے رکھا کہ جملہ معلوماتِ الٰہیہ کا احاطہ نہ لازم آئے اور ان علوم میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں یہ فرق ہے کہ اور جب ان علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ان کو مشاہدۂ حضرت عزت جلالہ سے ایک گونہ غفلت سی ہو جاتی ہے اور جب مشاہدۂ حق کی طرف توجہ فرمائیں تو ان علوم کی طرف سے ایک نیند سی آجاتی ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کی کمال قوت کے سبب ایک علم دوسرے علم سے مشغول نہیں کرتا، وہ عین مشاہدۂ حق کے وقت ان تمام علوم اور ان کے سوا اور علموں کو جانتے ہیں جن کی طاقت کسی میں نہیں اور ان علوم کی طرف عین توجہ میں مشاہدۂ حق فرماتے ہیں، اور ان کو نہ مشاہدۂ حق مشاہدۂ خلق سے پردہ ہو نہ مشاہدۂ خلق مشاہدۂ حق سے۔ پاکی و بلندی اُسے جس نے اُن کو یہ علوم اور یہ قوتیں بخشیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۴۶۱ تا ۴۶۵)

(۵۱) رسالہ "خالص الاعتقاد" میں مزید فرمایا:

(۱۰۲) امام رازی تفسیر کبیر میں ردِ معتزلہ کے لئے حقیقتِ کراماتِ اولیاء پر دلائل قائم کرنے میں فرماتے ہیں:

الحجۃ السادسۃ لا شک ان المتولی للافعال ھو الروح لا البدن ولھذا نری ان کل من کان اکثر علماً باحوال عالم الغیب کان اقوی قلباً ولھذا قال علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ واللہ ماقلعت باب خیبر بقوۃ جسدانیۃ ولکن بقوۃ ربانیۃ وکذٰلک العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ الی المقام الذی یقول اللہ تعالٰی کنت لہ سمعًا وبصرًا فاذا صار نور جلال اللہ تعالٰی سمعًا لہ سمع القریب و البعید واذا صار ذٰلک النور بصرًا لہ رأی القریب والبعید واذا صار ذٰلک النور یدًا لہ قدر علی التصرف فی الصعب والسھل والبعید والقریب[1]۔

یعنی اہلِ سنت کی چھٹی دلیل یہ ہے کہ بلاشبہہ افعال کی متولی تو رُوح ہے نہ کہ بدن۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جسے احوال عالم غیب کا علم زیادہ ہے اس کا دل زیادہ زبردست ہوتا ہے۔ و لہذا مولا علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ نے فرمایا : خدا کی قسم میں نے خیبر کا دروازہ جسم کی قوت سے نہ اکھیڑا بلکہ ربّانی طاقت سے۔ اسی طرح بندہ جب ہمیشہ طاعت میں لگا رہتا ہے تو اس مقام تک پہنچتا ہے جس کی نسبت رب عزوجل فرماتا ہے کہ وہاں میں خود اس کے کان آنکھ ہوجاتا ہُوں تو جب اجلالِ الٰہی کا نور اُس کا کان ہوجاتا ہے بندہ نزدیک دُور سب سُنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہوجاتا ہے بندہ نزدیک و دُور سب دیکھتا ہے، اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہے بندہ سہل و دشوار و نزدیک و دُور میں تصرفات کرتا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۴۷۰ ، ۴۷۱)

(۵۲) رسالہ "خالص الاعتقاد" میں مزید فرمایا :

(۱۱۵) تفسیر کبیر زیر آیہ کریمہ "عالم الغیب فلا یظھر علٰی غیبہ احدًا الّا من ارتضٰی من رسولٍ[2]" فرمایا :

ای وقت وقوع القیٰمۃ من الغیب الذی لا یظھرہ اللہ لاحد فان قیل فاذا حملتم ذٰلک علی القیٰمۃ فکیف قال "الّا من ارتضٰی من رسول" مع انہ لا یظھر ھذا الغیب لاحد قلنا بل یظھرہ عند قرب القیٰمۃ[3] (ملخصًا)۔

---

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۱۸/ ۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۱/ ۷۷

[2] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶ و ۲۷

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۷۲/ ۲۶ المطبعۃ البہیۃ المصریہ مصر ۳۰/ ۱۶۸

یعنی قیامت کے واقع ہونے کا وقت اس غیب میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اگر کہا جائے کہ جب تم نے آیت کو علمِ قیامت پر محمول کیا تو کیسے اللہ نے فرمایا الا من ارتضی من رسول، باوجودیکہ یہ غیب اللہ کسی پر ظاہر نہیں کرے گا، ہم جواب دیں گے کہ قیامت کے قریب ظاہر کرے گا ملخصاً (ت)

اس نفیس تفسیر نے صاف معنیٔ آیت یہ ٹھہرائے کہ اللہ عالم الغیب ہے وہ وقتِ قیامت کا علم کسی کو نہیں دیتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

(۱۱۶) علامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں فرقۂ باطلہ معتزلہ خذلہم اللہ تعالیٰ کے کراماتِ اولیاء سے انکار اور ان کے شبہاتِ فاسدہ کے ذکر و ابطال میں فرماتے ہیں:

الخامس وھو فی الاخبار عن المغیبات قولہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول خص الرسل من بین المرتضین بالاطلاع علی الغیب فلا یطلع غیرھم وان کانوا اولیاء مرتضین، الجواب ان الغیب ھٰھنا لیس للعموم بل مطلق او معین ھو وقت وقوع القیٰمۃ بقرینۃ السیاق ولا یبعد ان یطلع علیہ بعض الرسل من الملٰئکۃ او البشر فیصح الاستثناء[1]

یعنی معتزلہ کی پانچویں دلیل خاص علمِ غیب کے بارے میں ہے وہ گمراہ کہتے ہیں کہ اولیاء کو غیب کا علم نہیں ہوسکتا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے "غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو" جب غیب پر اطلاع رسولوں کے ساتھ خاص ہے تو اولیاء کیونکر غیب جان سکتے ہیں۔ ائمۂ اہلسنت نے جواب دیا کہ یہاں غیب عام نہیں جس کے یہ معنے ہوں کہ کوئی غیب رسولوں کے سوا کسی کو نہیں بتاتا جس سے مطلقاً اولیاء کے علومِ غیب کی نفی ہوسکے بلکہ یہ تو مطلق ہے (یعنی کچھ غیب ایسے ہیں کہ غیر رسول کو نہیں معلوم ہوتے) یا خاص وقت وقوعِ قیامت مراد ہے (کہ خاص اس غیب کی اطلاع رسولوں کے سوا اوروں کو نہیں دیتے) اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں غیب قیامت ہی کا ذکر ہے (تو آیت سے صرف اتنا نکلا کہ بعض غیبوں یا خاص وقتِ قیامت کی تعیین پر اولیاء کو اطلاع نہیں ہوتی، نہ یہ کہ اولیاء کوئی غیب نہیں جانتے، اس پر اگر شبہہ کیجئے کہ اللہ تو رسولوں کا استثناء فرما رہا ہے کہ وہ ان غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں جن کو اور لوگ

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثامن الولی ھو العارف باللہ تعالیٰ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۰۴، ۲۰۵

نہیں جانتے، اب اگر اس سے تعیینِ وقتِ قیامت لیجئے تو رسولوں کا بھی استثناء نہ رہے گا کہ یہ تو اُن کو بھی نہیں بتایا جاتا، اس کا جواب یہ فرمایا کہ) ملائکہ یا بشر سے بعض رسولوں کو تعیین وقت قیامت کا علم ملنا کچھ بعید نہیں تو استثناء کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ضرور صحیح ہے۔

(۱۱۷) امام قسطلانی شرح بخاری تفسیر سورۂ رعد میں فرماتے ہیں:

لایعلم متی تقوم الساعۃ الا اللہ الا من ارتضٰی من رسول فانہ یطلعہ علی من یشاء من غیبہ والولی التابع لہ یاخذ عنہ[1]

کوئی غیرِ خدا نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی سوائے اس کے پسندیدہ رسولوں کے کہ انھیں اپنے جس غیب پر چاہے اطلاع دیتا ہے (یعنی وقتِ قیامت کا علم بھی ان پر بند نہیں) رہے اولیاء وہ رسولوں کے تابع میں ان سے علم حاصل کرتے ہیں۔

یہاں اس خاص غیب کے علم میں بھی اولیاء کے لئے راہ رکھی، مگر یوں کہ اصالۃً انبیاء کو ہے اور ان کو ان سے ملتا ہے، اور حق یہی ہے کہ آیۂ کریمہ غیر رسل سے علم غیوب میں اصالت کی نفی فرماتی ہے نہ کہ مطلق علم کی۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۴۷۴ تا ۴۷۶)

(۵۳) نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے عالمِ ماکان وما یکون ہونے کے بارے میں تحریر کردہ رسالہ "انباء المصطفٰی بحال سر واخفٰی" میں فرمایا:

بیشک حضرت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو تمامی اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا۔ شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انھیں دکھایا، ملکوت السمٰوٰت والارض کا شاہد بنایا، روزِ اول سے روزِ آخر تک سب ماکان وما یکون انھیں بتایا، اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا، علمِ عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا، نہ صرف اجمالاً بلکہ صغیر و کبیر، ہر رطب و یابس، جو پتّہ گرتا ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلاً جان لیا، للہ الحمد کثیراً۔ بلکہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز محمد رسول اللہ کا پورا علم نہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ اجمعین وکرّم، بلکہ علمِ حضور سے ایک چھوٹا حصہ ہے، ہنوز احاطۂ علمِ محمدی میں وہ ہزار در ہزار بیحد و بے کنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت کو وہ خود جانیں یا ان کا عطا کرنے والا ان کا مالک و مولٰی جل وعلا الحمد للہ

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الرعد دار الکتاب العربی بیروت ۷/ ۱۸۶

العلیّ الاعلٰی۔

کُتبِ حدیث وتصانیف علمائے قدیم و حدیث میں اس کے دلائل کا بسط شافی اور بیان وافی ہے اور اگر کچھ نہ ہو تو بحمداللہ قرآن عظیم خود شاہد عدل وحکم فصل ہے۔

آیاتِ قرآنی

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت) :

ونزلنا علیك الکتٰب تبیاناً لکل شیئ وھدی ورحمۃ وبشری للمسلمین[1]

اتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت و رحمت و بشارت۔

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت) :

ما کان حدیثاً یفترٰی ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل کل شیئ[2]

قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شَے کا صاف جُدا جُدا بیان ہے۔

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت) :

ما فرّطنا فی الکتٰب من شیئ[3]

ہم نے کتاب میں کوئی شَے اٹھا نہیں رکھی۔

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ۔ ت) جب فرقان مجید میں ہر شَے کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا، روشن، اور روشن بھی کس درجہ کا، مفصل، اور اہلسنت کے مذہب میں شَے ہر موجود کو کہتے ہیں، تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتابت لوحِ محفوظ بھی ہے تا بالضرورت یہ بیانات محیط، اس کے مکتوب بھی بالتفصیل شامل ہوئے۔ اب یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ لوحِ محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۹
[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۱۱
[3] " " ۶/ ۳۸

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت) :

وکل صغیر وکبیر مستطر[1]

ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

وقال اللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت) :

وکل شیئ احصینٰہ فی امام مبین[2]

اور ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی ہے۔

وقال اللہ تعالٰی (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت) :

ولاحبّۃ فی ظلمٰت الارض ولا رطب ولا یابس الّا فی کتٰب مبین[3]

کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہے۔

اور اصول میں مبرہن ہوچکا کہ نکرہ حیز نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ کُل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہوکر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادۂ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گی۔ بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں، ورنہ شریعت سے امان اُٹھ جائے، نہ احادیث احاد اگرچہ کیسے ہی اعلٰی درجے کی ہوں، عموم قرآن کی تخصیص کرسکیں بلکہ اس کے حضور مضمحل ہوجائیں گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہوسکے تو بحمد اللہ تعالٰی کیسے نص صحیح قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم کو اللہ تعالٰی عزوجل نے تمام موجودات جملہ ماکان ومایکون الٰی یوم القیٰمۃ جمیع مندرجاتِ لوحِ محفوظ کا علم دیا اور شرق و غرب وسما وارض وعرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا وللہ الحجّۃ الساطعۃ، اور جبکہ یہ علم قرآن عظیم کے تبیانًا لکل شیئ[4] (ہر چیز کا روشن بیان۔ ت) ہونے نے دیا، اور پُرظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے، نہ ہر آیت یا سورت کا۔ تو نزولِ جمیع قرآن شریف سے پہلے اگر بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت ارشاد ہو لم نقصص علیک[5] (ان کا قصہ

---

[1] القرآن الکریم ۵۴ /۵۳

[2] القرآن الکریم ۳۶ /۱۲

[3] " ۶ /۵۹

[4] " ۱۶ /۸۹

[5] " ۴۰ /۷۸

ہم نے آپ پر بیان نہیں کیا۔ ت) یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے لاتعلمھم[1] (آپ ان کو نہیں جانتے۔ت) ہرگز ان آیات کے منافی اور علمِ مصطفوی کا نافی نہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۴۸۶ تا ۴۸۸)

(۴۵) حدیث "واللہ لا ادری مایفعل بی و لا بکم" سے وہابیہ کے غلط استدلال کا رَد کرتے ہوئے فرمایا:

قطع نظر اس کے کہ حدیث اول خود احاد ہے، سلیم الحواس کو سند لانی تھی تو وہ مضمون خود آیت میں تھا اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت وحدیث کے کیا معنی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں اور قطع نظر اس سے کہ خود قرآن عظیم واحادیثِ صحیحہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود کہ جب آیۂ کریمہ: لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تأخر[2] (تاکہ اللہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ) نازل ہوئی توصحابہ نے عرض کی:

ھنیئاً لک یارسول اللہ لقد بین اللہ لک ماذا یفعل بک فماذا یفعل بنا۔[3]

یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، خدا کی قسم اللہ عزوجل نے یہ تو صاف بیان فرما دیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا، اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔

اس پر یہ آیت اتری:

لیدخل المؤمنین والمؤمنٰت جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا ویکفر عنھم سیاٰتھم وکان ذٰلک عند اللہ فوزاً عظیماً۔[4]

تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ رہیں گے ان میں، اور مٹادے ان سے ان کے گناہ، اور یہ اللہ کے یہاں بڑی مراد پانا ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۴۹۰، ۴۹۱)

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۱ [2] القرآن الکریم ۴۸/ ۲

[3] صحیح البخاری کتاب المغازی ۲/ ۶۰۰ و سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۲۷۴ ۵/ ۱۷۶ و دلائل النبوۃ ۴/ ۱۵۸ و معالم التنزیل تحت الآیۃ ۴۸/ ۲ ۴/ ۱۷۰ و جامع البیان تحت الآیۃ ۴۸/ ۲ ۲۶/ ۸۲

[4] القرآن الکریم ۴۸/ ۵

(۵۵) اپنے خاتمے کا حال حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم نہ ماننے والوں کے بارے میں فرمایا:

یونہی اس کا قول بدتر از بول کہ "اپنے خاتمے کا بھی حال معلوم نہ تھا" صریح کلمۂ کفر وخسار اور بیشمار آیات قرآنیہ واحادیثِ متواترہ کا انکار ہے۔ آیۂ کریمہ لیغفر لك اللہ مع حدیث صحیحین بخاری ومسلم کہ بحمد اللہ ان مردودوں کی خاص صف اشکنی کے لئے ہی اتری اور مروی ومدون ہوئی اوپر گزری، بعض اور سنئے۔ قال اللہ تعالٰی:

وللاٰخرۃ خیرلك من الاولٰی[1]

اے نبی! بیشک آخرت تمھارے لئے دنیا سے بہتر ہے۔

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

ولسوف یعطیك ربك فترضٰی[2]

بیشک نزدیک ہے کہ تمھارا رب تمھیں اتنا عطا فرمائے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہٗ نورھم یسعٰی بین ایدیھم وبایمانھم[3]

جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے صحابہ کو ان کا نور ان کے آگے اور دہنے جولان[عہ] کرے گا۔

وقال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودا۔[4]

قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں تعریف کے مکان میں بھیجے گا جہاں اوّلین وآخرین سب تمھاری حمد کریں گے۔

عہ دوڑے گا ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۴
[2] القرآن الکریم ۹۳/ ۵
[3] " ۶۶/ ۸
[4] " ۱۷/ ۷۹

وقال اللہ تعالیٰ (اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ت) :

تبٰرك الذی ان شاء جعل لك خیرا من ذٰلك جنّٰتٍ تجری من تحتها الانهٰر و یجعل لك قصورا [۱]

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنی مشیّت سے تمہارے لئے اس خزانہ و باغ سے (جس کی طلب یہ کافر کر رہے ہیں) بہتر چیزیں کر دیں جنتیں جن کے نیچے نہریں رواں اور وہ تمھیں بہشت بریں کے اونچے اونچے محل بخشے گا۔

علٰی قراءۃ الرفع قراءۃ ابن کثیر و ابن عامر و روایۃ ابی بکر عن عاصم، الٰی غیر ذٰلك من الاٰیات۔

یجعل کو مرفوع پڑھنے کی تقدیر پر جو کہ ابن کثیر اور ابن عامر کی قرارۃ ہے اور ابو بکر کی عاصم سے ایک روایت ہے، اس کے علاوہ اور بھی متعدد آیات ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۵۰۴، ۵۰۵)

(۵۸) مزید فرمایا :

وہ شخص جو شیطان کے علم ملعون کو علم اقدس حضور پر نور عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے زائد کہے اس کا جواب اس کفرستان ہند میں کیا ہو سکتا ہے ان شاء اللہ القہار (اگر بہت قہر فرمانے والے خدا نے چاہا۔ت) روز جزا وہ ناپاک ناہنجار اپنے کیفر کفری گفتار کو پہنچے گا، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون [۲] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کون سی کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) یہاں اسی قدر کافی ہے کہ یہ ناپاک کلمہ صراحۃً محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو عیب لگانا ہے، اور حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو عیب لگانا کلمۂ کفر نہ ہوا تو اور کیا کلمۂ کفر ہوگا۔

والذین یؤذون رسول اللہ لهم عذابٌ الیم [۳]

اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں اُن کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

---

[۱] القرآن الکریم ۲۵/ ۱۰

[۲] " ۲٦/ ۲۲۷

[۳] " ۹/ ٦۱

انّ الذین یؤذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدّ لھم عذابًا مھینا۔[1]

جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو، اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے دنیا اور آخرت میں، اور اُن کے لئے تیار کر رکھی ہے ذلّت والی مار۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۵۰۷)

(۵۷) ثبوتِ شفاعت میں آیاتِ قرآنیہ نقل کرتے ہوئے فرمایا:

الاٰیات

آیتِ اُولیٰ: قال اللّٰہ تعالیٰ (اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ت):

عسٰی ان یبعثک ربّک مقامًا محمودًا۔[2]

قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقامِ محمود میں بھیجے۔

حدیث شریف میں ہے حضور شفیع المذنبین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عرض کی گئی: مقامِ محمود کیا چیز ہے؟

فرمایا: ھو الشفاعۃ[3] وہ شفاعت ہے۔

آیتِ ثانیہ: قال اللّٰہ تعالیٰ (اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ت):

ولسوف یعطیک ربّک فترضٰی۔[4]

اور قریب تر ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تُو راضی ہو جائے۔

دیلمی مسند الفردوس میں امیر المومنین مولےٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ سے راوی، جب یہ آیت اُتری حضور شفیع المذنبین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذًا لا ارضٰی و واحد من امتی فی النار۔[5]

---

[1] القرآن الکریم ۳۳ / ۵۷ [2] القرآن الکریم ۱۷ / ۷۹

[3] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل امین کمپنی دہلی ۲ / ۱۴۲

[4] القرآن الکریم ۹۳ / ۵

[5] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۳ / ۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳۱ / ۲۹۱

یعنی جب اللہ تعالٰے مجھ سے راضی کر دینے کا وعدہ فرماتا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر میرا ایک اُمتی بھی دوزخ میں رہا۔

اللّٰھم صلّ وسلّم و بارك علیہ۔

طبرانی معجم اوسط اور بزار مسند میں جناب مولی المسلمین رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی حضور شفیع المذنبین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اشفع لامتی حتی ینادینی ربی قد ارضیت یا محمد، فاقول ای رب قد رضیت[1]

میں اپنی اُمّت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد! تُو راضی ہوا؟ میں عرض کروں گا: اے رب میرے! میں راضی ہوا۔

آیتِ ثالثہ[۳]: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ ت):

واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنٰت[2]

اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو حکم دیتا ہے کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشواؤ۔ اور شفاعت کا ہے کا نام ہے!

آیتِ رابعہ[۴]: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ ت):

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توّابا رحیما[3]

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہوں، پھر خدا سے استغفار کریں، اور رسول ان کی بخشش مانگے تو بیشک اللہ تعالٰی کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۲۰۸۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۳/ ۴۴
الترغیب والترھیب کتاب البعث فصل فی الشفاعۃ مصطفٰے البابی مصر ۴/ ۴۴۶
الدر المنثور تحت الآیۃ ۹۳/ ۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۴۹۸

[2] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹

[3] " ۴/ ۶۴

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ گناہ کرکے اس نبی کی سرکار میں حاضر ہو اور اس سے درخواستِ شفاعت کرو، محبوب تمھاری شفاعت فرمائے گا تو ہم یقیناً تمھارے گناہ بخش دیں گے۔

آیت خامسہ ۵: قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ت):

واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لوّوا رءوسھم[1]

جب ان منافقوں سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمھاری مغفرت مانگیں تو اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔

اس آیت میں منافقوں کا حال بد مآل ارشاد ہوا کہ حضور شفیع المذنبین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے شفاعت نہیں چاہتے، پھر جو آج نہیں چاہتے وہ کل نہ پائیں گے۔ اللہ دنیا و آخرت میں ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۵۷۲ تا ۵۷۴)

(۵۸) میزان قیامت سے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

وہ میزان یہاں کے ترازو کے خلاف ہے وہاں نیکیوں کا پلّہ اگر بھاری ہوگا تو اوپر اُٹھے گا اور بدی کا پلّہ نیچے بیٹھے گا۔ قال اللہ عزّوجل:

الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصلح یرفعہ[2]

اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام، اور جو نیک کام ہے وہ اس کو بلند کرتا ہے (ت)

جس کتاب میں یہ لکھا ہے کہ نیکیوں کا پلّہ نیچا ہوگا غلط ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۶۲۶)

(۵۹) ۹ سوالات پر مشتمل سوال آپ کی خدمت میں آیا جس کا سوال نمبر ۶، ۷ اور ۸ یہ ہیں۔ سبحٰن الذی الخ میں لفظ سبحان کی خصوصیت، رات کو معراج ہونے کی حکمت اور قصہ ادریس و خضر وعزیر کی تفصیل کیا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

(۶) حضرت عزت جل وعلا اپنے محبوبوں کی مدح سے اپنی حمد فرمایا کرتا ہے، اس کی ابتدا کہیں ھوالذی سے ہوتی ہے، جیسے:

ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم[3]

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۵
[2] " ۳۵/ ۱۰
[3] " ۶۲/ ۲

وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں اُنھی میں سے ایک رسول بھیجا۔ (ت)

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق[1]

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچّے دین کے ساتھ بھیجا۔ (ت)

کہیں تبارك الذی سے:

تبارك الذی نزل الفرقان علٰی عبده لیکون للعٰلمین نذیرا۔[2]

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔ (ت)

کہیں حمد سے، جیسے:

الحمد للّٰه الذی انزل علٰی عبده الکتٰب ولم یجعل له عوجا۔[3]

سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی۔ (ت)

کہیں تسبیح سے ابتداء فرمائی ہے کہ:

سبحٰن الذی اسرٰی بعبده لیلاً من المسجد الحرام[4]

پاکی ہے اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے۔ (ت)

اس میں ایک صریح نکتہ یہ ہے کہ جو بات نہایت عجیب ہوتی ہے اس پر تسبیح کی جاتی ہے، سبحٰن الذی کیسی عمدہ چیز ہے، سبحٰن کیسی عجیب بات ہے، جسم کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے جانا، کرۂ زمہریر طے فرمانا، کرۂ نار طے فرمانا، کروڑوں برس کی راہ کو چند ساعت میں طے فرمانا، تمام ملک وملکوت کی سیر فرمانا۔ یہ تو انتہائی عجیب آیاتِ بیّنات ہیں ہی، اُتنی بات کہ کفارِ مکّہ پر حجّت قائم فرمانے کے لئے ارشاد ہُوئی کہ شب کو مکّہ معظمہ میں آرام فرمائیں صبح بھی مکّہ معظمہ میں تشریف فرما ہوں، اور رات ہی رات بیت المقدس تشریف لے جائیں اور واپس تشریف لائیں، کیا کم عجیب ہے! ۔ اس لئے

---

[1] القرآن الکریم ۴۸ /۲۸ و ۶۱ /۹
[2] " ۲۵ /۱
[3] " ۱۸ /۱
[4] " ۱۷ /۱

سبحٰن الذی ارشاد ہوا، کفار نے آسمان کہاں دیکھے، ان پر تشریف لے جانے کا ان کے سامنے ذکر ایک ایسا دعوٰی ہوتا جس کی وہ جانچ نہ کرسکتے بخلاف بیت المقدس جس میں ہر سال اُن کے دو پھیرے ہوتے رحلۃ الشتاء والصیف[1] (سردی اور گرمی میں کوچ کرنا۔ ت) اور وہ خوب جانتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کبھی وہاں تشریف نہ لے گئے تو اس معجزے کی خوب جانچ کرسکتے تھے اور ان پر حجتِ الٰہی پوری قائم ہوسکتی تھی، چنانچہ بحمداللہ تعالٰی یہی ہُوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بیت المقدس تشریف لے جانا اور شب ہی شب میں واپس آنا بیان فرمایا۔ ابوجہل لعین اپنے دل میں بہت خوش ہوا کہ اب ایک صریح حجت معاذاللہ ان کے غلط فرمانے کی مل گئی، ولہٰذا ملعون نے تکذیب ظاہر نہ کی بلکہ یہ عرض کی کہ آج ہی رات تشریف لے گئے؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: اور آج شب میں واپس آئے؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: اوروں کے سامنے بھی ایسا ہی فرمادیجئے گا؟ فرمایا: ہاں۔ اب اس نے قریش کو آواز دی اور وہ جمع ہوئے، اور حضور سے پھر اُس ارشاد کا اعادہ چاہا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اعادہ فرمادیا۔ کافر بغلیں بجاتے صدیق اکبر کے پاس حاضر ہوئے، یہ گمان تھا کہ ایسی ناممکن بات سُن کر وہ بھی معاذاللہ تصدیق سے پھر جائیں گے۔ صدیق سے عرض کی: آپ نے کچھ اور بھی سُنا آپ کے یار فرماتے ہیں کہ میں آج کی رات بیت المقدس میں گیا اور شب ہی میں واپس ہوا۔ صدیق اکبر نے فرمایا: کیا وہ ایسا فرماتے ہیں؟ کہا: ہاں وہ یہ حرم میں تشریف فرما ہیں۔ صدیق نے فرمایا اگر انھوں نے یہ فرمایا تو واللہ! حق فرمایا یہ تو مکہ سے بیت المقدس تک کا فاصلہ ہے میں تو اس پر اُن کی تصدیق کرتا ہوں کہ صبح شام آسمان کی خبر اُن کے پاس آتی ہے۔ پھر کافروں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیت المقدس کے نشان پُوچھے، جانتے تھے کہ یہ تو کبھی تشریف لے گئے نہیں کیونکر بتائیں گے۔ وہ جو کچھ پُوچھتے گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے گئے۔ کافروں نے کہا: واللہ! نشان تو پورے صحیح ہیں۔ پھر اپنے ایک قافلہ کا حال پوچھا جو بیت المقدس کو گیا ہوا تھا کہ وہ بھی راستہ میں حضور کو ملا تھا اور کہاں ملا تھا اور کیا حالت تھی کب تک آئے گا؟ حضور نے ارشاد فرمایا: فلاں منزل میں ہم کو ملا تھا اور یہ کہ اُتر کر ہم نے اس میں ایک پیالہ سے پانی پیا تھا اور اس میں ایک اُونٹ بھاگا اور ایک شخص کا پاؤں ٹوٹ گیا اور قافلہ فلاں دن طلوعِ شمس کے وقت آئے گا۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۶/ ۲

30
30

یہ مدت جو ارشاد ہُوئی منزلوں کے حساب سے قافلہ کے لئے بھی کسی طرح کافی نہ تھی۔ جب وُہ دن آیا کفار پہاڑ پر چڑھ گئے کہ کسی طرح آفتاب چمک آئے اور قافلہ نہ آئے تو ہم کہہ دیں کہ دیکھو معاذ اللہ وہ خبر غلط ہوئی۔ کچھ جانبِ شرق طلوعِ آفتاب کو دیکھ رہے تھے کچھ جانبِ شام راہِ قافلہ پر نظر رکھتے تھے اُن میں سے ایک نے کہا؛ وُہ آفتاب چمکا، کہ اُن میں سے دوسرا بولا کہ وہ قافلہ آیا۔ یہ ہوتی ہے سچّی نبوت جس کی خبر میں سرمُو فرق آنا محال ہے۔

قادیانی سے زیادہ تو اُن کفارِ مکّہ ہی کی عقل تھی وُہ جانتے تھے کہ ایک بات میں بھی کہیں فرق پڑ جائے تو دعوئ نبوت معاذ اللہ غلط ہو جائے گا۔ مگر یہ جھوٹا نبی ہے کہ جھُوٹ کے پھنکے اڑاتا ہے اور نہ وہ شرماتا ہے اور نہ اس کے ماننے والوں کو اس کا حس ہوتا ہے بلکہ دربکمال شوخ چشمی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتا ہے کہ ہاں ہاں اگلے چار سو انبیاء کی بھی پیشگوئیاں غلط ہوئیں اور وہ جھوٹے یعنی پنجاب کا جھُوٹا کذاب نبی اگر دروغ گو نکلا کیا پرواہ ہے اس سے پہلے بھی چار سو نبی جھُوٹے گزر چکے ہیں۔ یہ کوئی نہیں پُوچھتا کہ جب نبوت اور جھُوٹ جمع ہو سکتے ہیں تو انبیاء کی تصدیق شرطِ ایمان کیوں ہوئی ان کی تکذیب کفر کیوں ہُوئی،

ولکن لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین الذین یکذبون المرسلین۔

لیکن اللہ تعالٰی کی لعنت ہو ان ظالموں پر جو رسولوں کو جھٹلاتے ہیں۔ (ت)

ان عظیم وقائع نے معراجِ مبارک کا جسمانی ہونا بھی آفتاب سے زیادہ واضح کر دیا اگر وہ کوئی روحانی سیر یا خواب تھا تو اس پر تعجب کیا۔ زید و عمرو خواب میں حرمین شریفین تک ہو آتے ہیں اور پھر صبح اپنے بستر پر ہیں۔ رؤیا کے لفظ سے استدلال کرنا اور الّا فتنۃ للناس نہ دیکھنا صریح خطا ہے۔ رؤیا بمعنی رؤیت آتا ہے، اور فتنہ و آزمائش بیداری ہی میں ہے نہ کہ خواب میں۔ ولہذا ارشاد ہُوا؛

سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ[1]

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو لے گیا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۷) رات تجلی لطفی ہے اور دن تجلی قہری۔ اور معراج کمالِ لطف ہے جس سے مافوق

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/۱

متصور نہیں، لہذا تجلی لطفی ہی کا وقت مناسب تھا۔ معراج وصلِ محب و محبوب ہے اور وصال کے لئے عادۃً شب ہی انسب مانی جاتی ہے۔ معراج ایک معجزۂ عظیم قاہرہ ظاہرہ تھا۔ اور سنّتِ الٰہیہ ہے کہ ایسے واضح معجزہ کو دیکھ کر جو قوم نہ مانے ہلاک کر دی جاتی ہے اُن پر عذاب عام بھیجا جاتا ہے، جیسے اگلی امتوں میں بکثرت واقع ہوا۔ معراج کو تشریف لے جانا اگر دن میں ہوتا تو یا سب ایمان لے آتے یا سب ہلاک کئے جاتے۔ ایمان تو کفّار کے مقدر میں تھا نہیں تو یہ ہی شق رہی کہ اُن پر عذاب عام اُترتا، اور حضور بھیجے گئے سارے جہان کے لئے رحمت، جنھیں اُن کا رب فرماتا ہے:

وما کان اللّٰہ لیعذّبھم وانت فیھم[1]

اے رحمتِ عالم! جب تک تم ان میں تشریف فرما ہو اللہ انھیں عذاب کرنے والا نہیں۔

لہذا شب ہی مناسب ہوئی۔

(۸) تصانیفِ علماء میں قصص الانبیاء دیکھئے اگر کوئی خاص بات دریافت کرنی ہو تو پوچھئے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ قرآن عظیم ہی میں مذکور ہے کہ اُن کی رُوح قبض فرمائی پھر سَو برس بعد زندہ فرمایا، کھانا پانی جو ساتھ تھا وہ اس سَو برس میں نہ بگڑا، اور سواری کے جانور کی ہڈیاں بھی گل چکیں اُن کی نظر کے سامنے اس کی ہڈیاں اُبھاریں اُن پر گوشت چڑھایا اسے زندہ فرمایا۔[2]

حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ بھی قرآن عظیم میں ہے۔[3]

حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دُنیا سے مع جسم بہشتِ بریں میں اُٹھا لیا،

واذکر فی الکتٰب ادریس انہٗ کان صدیقا نبیا ورفعنٰہ مکانًا علیًّا۔[4]

اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بیشک وہ صدیق تھا غیب کی خبریں دیتا اور ہم نے اسے بلند مقام کی طرف اٹھالیا۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۶۳۲ تا ۶۳۶)

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۳۳
[2] ؍؍ ۲/ ۲۵۹
[3] ؍؍ ۱۸/ ۶۵ تا ۸۲
[4] ؍؍ ۱۹/ ۵۶، ۵۷

(۶۰) کیا اولادِ فاطمہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کا ہر فرد نارِ دوزخ سے بَری ہے چاہے کوئی بھی مشرب رکھتا ہو؟ اس کے جواب میں فرمایا:

سیّد کوئی مشرب رکھتا ہو یہ لفظ بہت وسیع ہے آج کل بہت مشرب صریح کفر و ارتداد کے ہیں جیسے قادیانی، نیچری، رافضی، وہابی، چکڑالوی، دیوبندی وغیرہم۔ جو مشربِ کفر رکھتا ہو ہرگز سیّد نہیں،

انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح[1]

وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں بیشک اس کے کام بہت نالائق ہیں (ت) (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۶۳۹)

(۶۱) کیا کوئی مشرک داخلِ سلسلہ ہو سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

لا الٰہ الا اللہ کوئی کافر خواہ مشرک یا موحد ہرگز نہ داخلِ سلسلہ ہو سکتا ہے نہ بے اسلام اس کی بیعت معتبر ہو سکتی ہے نہ قبل اسلام اس کی بیعت معتبر ہو اگرچہ بعد کو مسلمان ہو جائے کہ بیعت ہو یا کوئی عمل، سب کے لئے پہلی شرط اسلام ہے۔ قال تعالٰی:

و قدمنا الٰی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباء منثورا[2]

اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔ (ت)

جو اس کے کفر پر قائم رہتے ہوئے اُسے مجاز و ماذونِ بیعت و خلیفۂ طریقت کرے اور جو اسے پیرِ رشد و ہدایت سمجھے یہ سب خود کافر ہو جائیں گے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۶۴۲)

(۶۲) مومن اور ولی میں نسبت سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا:

اگر ولایت عامہ مراد ہے تو تساوی اللہ ولی الذین اٰمنوا[3] (اللہ تعالٰی ایمان والوں کا ولی ہے۔ ت) اور خاصہ تو عموم خصوص مطلق ان اولیاؤہ الا المتقون[4] (اس کے ولی تو

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۴۶
[2] ؍؍ ۲۵/۲۳
[3] ؍؍ ۲/۲۵۷
[4] ؍؍ ۸/۳۴

پرہیزگار رہیں۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۶۴۳)

(۶۳) کلمہ طیبہ کے قرآن مجید میں مذکور ہونے کے بارے میں فرمایا:

قرآن مجید سورۂ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لا الٰہ الا اللہ[1] ہے اور اس کے متصل سورۂ فتح میں محمد رسول اللہ۔[2]

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۶۵۴)

(۶۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شافعِ محشر ہونے کا قرآن مجید سے ثبوت دیتے ہوئے فرمایا:

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے:

عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔[3]

قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کر دے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (ت)

مقامِ محمود مقامِ شفاعت کا نام ہے۔ سورۂ نساء پارہ ۵ رکوع ۶ میں ہے:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جآءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توّابا رحیما۔[4]

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (ت)

رسول کا گناہگاروں کے لئے استغفار کرنا شفاعت ہی ہے۔ بے علم آدمی کو کافروں سے بدمذہبوں سے الجھنا بحث کرنا سخت حرام ہے۔ انھیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا یہ حکم ہے:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔[5]

---

۱ القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹
۲ " ۴۸/ ۲۹
۳ " ۱۷/ ۷۹
۴ " ۴/ ۶۴
۵ صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ۱/ ۱۰

اُن سے دُور رہو، انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۶۵۴)

(۶۵) ایمان ابوطالب کے بارے میں رسالہ "شرح المطالب فی مبحث ابی طالب" میں فرمایا:

آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ صحیحہ متوافرہ متظافرہ سے ابوطالب کا کفر پر مرنا اور دمِ واپسیں اسلام لانے سے انکار کرنا اور عاقبت کار اصحابِ نار سے ہونا ایسے روشن ثبوت سے ثابت جس سے کسی سُنّی کو مجالِ دم زدن نہیں۔ ہم یہاں کلام کو سات فصل پر منقسم کریں۔

فصل اوّل ــــ آیاتِ قرآنیہ

آیتِ اُولٰی: قال اللہ تبارک وتعالٰی (اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا۔ ت):

انّك لاتهدی من احببت ولٰكن اللہ یهدی من یشاء وهو اعلم بالمهتدین۔[1]

اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے، وُہ خوب جانتا ہے جو راہ پانے والے ہیں۔

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیۂ کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہُوئی۔

معالم التنزیل میں ہے:

نزلت فی ابی طالب۔[2]

ابوطالب کے حق میں نازل ہُوئی۔ (ت)

جلالین میں ہے:

نزل فی حرصه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علٰی ایمان عمّه ابی طالب۔[3]

یہ آیت حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آپ کے چچا ابوطالب کے ایمان لانے کی حرص میں نازل ہوئی۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۶

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲۸/ ۵۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۳۸۷

[3] تفسیر جلالین ″ ″ اصح المطابع دہلی ص ۳۳۲

مدارک التنزیل میں ہے :

قال الزجاج اجمع المفسرون علی انھا نزلت فی ابی طالب[1]۔

زجاج نے کہا کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی (ت)

کشاف زمخشری و تفسیر کبیر میں ہے :

قال الزجاج اجمع المسلمون انھا نزلت فی ابی طالب[2]۔

زجاج نے کہا کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ آیۃ کریمہ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی (ت)

امام نووی شرح صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں فرماتے ہیں :

اجمع المفسرون علی انما نزلت فی ابی طالب وکذا نقل اجماعھم علی ھذا الزجاج وغیرہ[3]۔

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی، اور جیسا کہ زجاج وغیرہ نے اس پر ان کا اجماع نقل کیا ہے۔ (ت)

مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں ہے :

لقولہ تعالٰی فی حقہ باتفاق المفسرین انک لاتھدی من احببت[4]۔

اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی وجہ سے جو باتفاقِ مفسرین اُس (ابوطالب) کے بارے میں ہے، "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھو۔" (ت)

حدیث اوّل : صحیح حدیث میں اس آیۂ کریمہ کا سببِ نزول یُوں مذکور کہ جب حضور اقدس سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کو ارشاد فرمایا، صاف انکار کیا اور کہا "مجھے قریش عیب لگائیں گے کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہوگیا ورنہ حضور کی خوشی کر دیتا"۔ اس پر رب العزت تبارک وتعالٰی نے یہ آیت کریمہ اتاری یعنی اے حبیب! تم اس کا غم نہ کرو تم اپنا

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲۸ /۵۶ دار الکتاب العربی بیروت ۳ /۲۴۰

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " المطبعۃ البہیۃ مصر ۲۵ /۲

تفسیر الکشاف " " دار الکتاب العربی بیروت ۳ /۴۲۲

[3] شرح صحیح مسلم للامام النووی کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱ /۴۱

[4] مرقاۃ المفاتیح کتاب الفتن باب صفۃ النار واھلہا تحت حدیث ۵۶۶۸ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۹ /۶۴۰

منصبِ تبلیغ ادا کر چکے ہدایت دینا اور دل میں نورِ ایمان پیدا کرنا یہ تمہارا فعل نہیں اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے اور اُسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا کسے محروم رکھے گا۔

صحیح مسلم شریف کتاب الایمان و جامع ترمذی کتاب التفسیر میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی :

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ (زاد مسلم فی اخرٰی عند الموت) قل لا الٰہ الا اللہ اشھد لك بھا یوم القیٰمۃ قال لولا ان تعیرنی قریش یقولون انما حملہ علٰی ذٰلك الجزع لاقررت بھا عینیك فانزل اللہ عزوجل انك لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء[1]

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا (مسلم نے دوسری روایت میں یہ اضافہ کیا کہ بوقتِ موت فرمایا) لا الٰہ الا اللہ کہہ دو میں تیرے لئے قیامت کے دن اس کی گواہی دُوں گا۔ اس نے جواب دیا : اگر یہ بات نہ ہوتی کہ قریش مجھے عار دلائیں گے کہ موت کی شدّت کے باعث مسلمان ہوگیا ہے تو میں آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔ اس پر اللہ تعالٰی نے آیت کریمہ نازل فرمائی کہ : "اے نبی ! تم ہدایت نہیں دیتے جسے دوست رکھتے ہو، ہاں خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔" (ت)

معالم و مدارک و بیضاوی و ارشاد العقل السلیم و خازن و فتوحاتِ الٰہیہ وغیرہا تفاسیر میں اسی حدیث کا حاصل اس آیت کے نیچے ذکر کیا۔

آیتِ ثانیہ : قال جل جلالہ (اللہ جل جلالہ نے فرمایا۔ ت) :

ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربٰی من بعد ماتبین لھم انھم اصحٰب الجحیم[2]

روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لئے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ ان پر ظاہر ہوچکا کہ وہ بھڑکتی آگ میں جانے والے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علٰی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ القصص امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۵۰

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۱۳

یہ آیت کریمہ بھی ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

تفسیر امام نسفی میں ہے:

ھم علیہ الصلٰوۃ والسلام ان یستغفر لابی طالب فنزل ماکان للنبی[1]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ابوطالب کے لئے استغفار کریں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ "نبی کو یہ روا نہیں"۔ (ت)

جلالین میں ہے:

نزل فی استغفارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعمہ ابی طالب[2]

یہ آیت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اپنے چچا ابوطالب کے لئے استغفار کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ (ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

قال الواحدی سمعت اباعثمان الحیری سمعت ابا الحسن بن مقسم سمعت ابا اسحٰق الزجاج یقول فی ھٰذہ الاٰیۃ اجمع المفسرون انھا نزلت فی ابی طالب[3]

یعنی واحدی نے اپنی تفسیر میں بسند خود ابواسحاق زجاج سے روایت کی کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں اتری۔

اقول ھٰکذا اثرہ ھٰھنا والمعروف من الزجاج قولہ ھٰذا فی الاٰیۃ الاولٰی کما سمعت والمذکور ھٰھنا فی المعالم وغیرھا ان الاٰیۃ مختلف فی سبب نزولھا فلیراجع تفسیر الواحدی فلعلہ اراد اتفاق الاکثرین ولم یلق للخلاف بالا فکونہ خلاف ماثبت فی الصحیح۔

میں کہتا ہوں یہاں تو ان سے ایسا ہی منقول ہے حالانکہ زجاج کا یہ قول پہلی آیت کے بارے میں معروف ہے جیسا کہ تو سُن چکا ہے۔ اور معالم وغیرہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ آیت کے سبب

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ ۹/ ۱۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۴۸

[2] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۹/ ۱۱۳ اصح المطابع دہلی ص ۱۶۷

[3] عمدۃ القاری کتاب الجنائز تحت حدیث ۱۳۶۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۸/ ۲۶۲

نزول میں اختلاف ہے، چنانچہ تفسیر واحدی کی طرف مراجعت کی جائے۔ ہوسکتا ہے کہ اُس کی مراد اکثر مفسرین کا اتفاق ہو اور اس نے مخالفت کی اس بنیاد پر کوئی پروا نہ کی ہو کہ اس کے مخالف ہے جو صحیح میں ثابت ہوچکا ہے۔ (ت)

بیضاوی میں پہلا قول اس آیت کا نزول دربارہ ابی طالب لکھا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی اس کی شرح عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں،

هوالصحیح فی سبب النزول[1] یعنی یہی صحیح ہے۔

اسی طرح اس کی تصحیح فتوح الغیب وارشاد الساری میں کی ہے اور فرمایا یہی حق ہے کما سیأتی وهذه التصحیحات ایضًا اٰیة الخلاف کما لیس بخاف (جیسا کہ عنقریب آئے گا اور یہ تصحیحیں بھی مخالفت کی علامت ہیں جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

حدیث دوم: صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن نسائی میں ہے،

واللفظ لمحمد قال حدثنا محمود فذکر بسنده عن سعید بن المسیب عن ابیه رضی الله تعالٰی عنهما ان اباطالب لما حضرته الوفاة دخل علیه النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وعنده ابوجهل فقال ای عم قل لا اله الا الله کلمة احاج لك بها عند الله فقال ابوجهل وعبدالله بن امیة یا اباطالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فلم یزالا یکلمانه حتی قال اٰخر شیئ کلمهم به علٰی ملة عبدالمطلب (زاد البخاری فی الجنائز وتفسیر سورة القصص کمثل مسلم فی الایمان وابٰی ان یقول لا اله الا الله) فقال النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لاستغفرن لك مالم انه عنه، فنزلت ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولوکانوا اولی قربٰی من بعد ما تبین لهم انهم اصحٰب الجحیم ○ ونزلت انك لاتهدی من احببت۔[2]

---

[1] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۹/ ۱۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۶۴۸

[2] صحیح البخاری کتاب الجنائز ۱/ ۱۸۱ و کتاب المناقب ۱/ ۵۴۸ قدیمی کتب خانہ کراچی
〃 کتاب التفسیر ۲/ ۶۷۵ و کتاب التفسیر ۲/ ۷۰۳ 〃 〃
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام من حضر الموت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰
سنن النسائی کتاب الجنائز النہی عن الاستغفار للمشرکین نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۱/ ۲۸۶

اور لفظ محمد کے ہیں انھوں نے کہا ہم کو حدیث بیان کی محمود نے، پھر اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیّب سے اور انھوں نے اپنے باپ سے ذکر کیا رضی اللہ تعالٰی عنہما، کہ ابو طالب جب قریب الموت ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے جبکہ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ وہاں موجود تھے، آپ نے فرمایا: اے چچا! کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لو میں اس کے ذریعے اللہ تعالٰے کے ہاں تمھارے لئے جھگڑا کروں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ نے کہا: اے ابو طالب! کیا عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرلو گے؟ وہ دونوں مسلسل ابو طالب سے یہی بات کہتے رہے یہاں تک کہ ابو طالب نے جو آخری بات انھیں کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر قائم ہوں (امام بخاری نے جنائز اور سورۂ قصص کی تفسیر میں یہ اضافہ کیا جیسا کہ امام مسلم نے کتاب الایمان میں کیا ہے کہ ابو طالب نے لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کردیا) تو نبی کریم صلّے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک مجھے منع نہ کردیا جائے میں تیرے لئے ضرور استغفار کروں گا۔ چنانچہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: "روا نہیں نبی اور ایمان والوں کو کہ استغفار کریں مشرکوں کے لئے اگرچہ وہ اپنے قرابت والے ہوں بعد اس کے کہ ان پر ظاہر ہوچکا کہ وہ بھڑکتی آگ میں جائیں گے" اور یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی "اے نبی! تم ہدایت نہیں دیتے جسے تم دوست رکھو" (ت)

اس حدیثِ جلیل سے واضح کہ ابو طالب نے وقتِ مرگ کلمہ طیبہ سے صاف انکار کردیا اور ابوجہل لعین کے اغوا سے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ارشاد قبول نہ کیا۔ حضور رحمۃ للعٰلمین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اس پر بھی وعدہ فرمایا کہ جب تک اللہ عزوجل مجھے منع نہ فرمائے گا میں تیرے لئے استغفار کروں گا۔ مولٰی سبحنہ وتعالٰی نے یہ دونوں آیتیں اتاریں اور اپنے حبیب صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ابو طالب کے لئے استغفار سے منع کیا اور صاف ارشاد فرمایا کہ مشرکوں دوزخیوں کے لئے استغفار جائز نہیں۔

نسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ، اما تزییف الزمخشری نزول الاٰیۃ فیہ بان موت ابی طالب کان قبل الھجرۃ وھٰذا اٰخرما نزل بالمدینۃ[1] اھ فمردود بما فی ارشاد الساری عن الطیبی عن التقریب انہ یجوز ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یستغفر لابی طالب الٰی حین نزولھا والتشدید مع

---

[1] الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل تحت آیۃ ۹/۱۱۳ مکتبۃ الاعلام الاسلامی فی الحوزۃ العلمیۃ قم ایران ۲/۲۱۵

الکفار انما ظھر فی ھذہ السورۃ[۱] اھ قال اعنی القسطلانی قال فی فتوح الغیب و ھذا ھو الحق و روایۃ نزولھا فی ابی طالب ھی الصحیحۃ[۲] اھ وکذا ردہ الامام الرازی فی الکبیر و قال العلامۃ الخفاجی فی عنایۃ القاضی بعد نقل کلام التقریب اعتمدہ من بعدہ من الشراح ولاینافیہ قولہ فی الحدیث فنزلت لامتداد استغفارہ لہ الی نزولھا اولان الفاء للسببیۃ بدون تعقیب[۳] اھ۔

ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ رہا زمخشری کا ابوطالب کے بارے میں اس آیت کے نزول کو اس بنیاد پر ضعیف قرار دینا کہ ابوطالب کی موت ہجرت سے پہلے ہوئی جبکہ یہ آیت کریمہ آخری مرحلہ پر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ تو وہ مردود ہے اُس دلیل کی وجہ سے جو ارشاد الساری میں طیبی سے بحوالہ تقریب مذکور ہے کہ ہوسکتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس آیت کے نزول تک استغفار کرتے رہے ہوں۔ کافروں کے ساتھ شدت پسندی تو اس سورۃ میں ظاہر ہوئی ہے اھ امام قسطلانی نے فرمایا کہ فتوح الغیب میں ہے کہ یہی حق ہے اور اس کے ابوطالب کے بارے میں نزول والی روایت ہی صحیح ہے اھ امام رازی نے تفسیر کبیر میں یونہی زمخشری کا رَدکیا ہے اور علامہ خفاجی نے عنایۃ القاضی میں تقریب کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا کہ بعدوالے تمام شارحین نے اس پر اعتماد کیا ہے اور یہ حدیث میں وارد راوی کے قول فنزلت کے منافی نہیں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نزولِ آیت تک ابوطالب کے لئے استغفار میں استمرار فرمایا اس لئے کہ فاء سببیت کے لئے ہے نہ کہ تعقیب کے لئے اھ۔ (ت)

اقول والدلیل علی الاستمرار واستدامۃ الاستغفار قول سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاستغفرن لك مالم انہ عنہ[۴] فھذا مقام الجزم دون التجویز والاستظھار، علاان الامام الجلیل الجلال السیوطی فی کتاب

---

[۱] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ توبہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۷/ ۱۵۸

[۲] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[۳] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیۃ ۹/ ۱۱۳ 〃 〃 ۴/ ۶۴۸

[۴] صحیح البخاری کتاب المناقب قصہ ابی طالب ۱/ ۵۴۸ وسورۃ التوبۃ ۲/ ۶۷۵ وسورۃ قصص ۲/ ۷۰۳
صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی صحۃ الاسلام الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۰

الاتقان[1] عقد فصلا لبیان ما نزل من اٰیات السور المکیۃ بالمدینۃ و بالعکس وذکر فیہ عن بعضھم ان اٰیۃ ماکان للنبی اٰیۃ مکیۃ نزلت فی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب لاستغفرن لک مالم انہ عنہ واقرہ علیہ فعلی ھذا یزھق الاشکال من رأسہ ثم ان لفظ البخاری فی کتاب التفسیر فانزل اللہ بعد ذٰلک[2] قال الحافظ فی فتح الباری الظاھر نزولھا بعدہ بمدۃ لروایۃ التفسیر[3] اھ وھذا ایضا یطیح الشبھۃ من راسھا افادھٰذین العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب وبعد اللتیا والتی اذقد افصح الحدیث الصحیح بنزولھا فیہ فکیف نزد الصحاح بالھوسات۔

میں کہتا ہوں کہ استغفار کے استمرار و دوام پر دلیل سیّد الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں تیرے لئے ضرور استغفار کروں گا جب تک مجھے منع نہ کیا گیا۔ لہذا یہ مقامِ جزم ہے نہ کہ مقامِ تجویز و تائید۔ علاوہ ازیں امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے کتاب الاتقان میں یہ بیان کرنے کے لئے ایک فصل قائم فرمائی ہے کہ مکّی سورتوں کی کون سی آیات مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں اور اس کے برعکس (یعنی مدنی سورتوں کی کون سی آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہیں) اور اس میں بعض مفسرین کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ آیت کریمہ "ما کان للنبی" مکّی ہے اور نبی کریم صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بارے میں نازل ہوئی جو آپ نے ابوطالب سے فرمایا کہ "جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں تیرے لئے استغفار کروں گا۔" اور امام سیوطی نے اس کو برقرار رکھا، اس بنیاد پر تو اشکال سرے سے ہی دفع ہو جائے گا۔ پھر کتاب التفسیر میں بخاری کے لفظ یہ ہیں کہ "اس کے بعد اللہ تعالٰی نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی۔ حافظ نے فتح الباری میں کہا روایتِ تفسیر کی بنیاد پر ظاہر یہ ہے کہ اس کا نزول سرکارِ دوعالم صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشادِ مذکور سے کچھ مدّت کے بعد ہُوا اھ یہ بھی سرے سے شبہہ کا ازالہ کر دیتا ہے۔ علّامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ان دونوں کا افادہ فرمایا۔ اس لمبی اور مختصر گفتگو کے بعد جب حدیثِ صحیح نے ابوطالب کے بارے میں نزولِ آیت کی تصریح کردی تو خواہشات کے ساتھ صحیح حدیثوں کو کیسے رَد کیا جا سکتا ہے۔ (ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن فصل فی ذکر ما استثنٰی من المکی والمدنی دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۳

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ ذکر وفاۃ خدیجۃ وابی طالب دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۹۳

[3] " " " " " " " " " " " " " "

آیت ثالثہ: قال عزّمجدہٗ (اللہ عزّمجدہٗ نے فرمایا۔ت)؛

وھم ینھون عنہ وینأون عنہ وان یھلکون الا انفسھم وما یشعرون[1]

وہ اس نبی سے اوروں کو روکتے اور باز رکھتے ہیں اور خود اس پر ایمان لانے سے بچتے اور دُور رہتے ہیں اور اس کے باعث وُہ خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور انھیں شعور نہیں۔

یعنی جان بُوجھ کر جو بےشعوروں کے سے کام کرے اُس سے بڑھ کر بےشعور کون!

سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور ان کے تلمیذ رشید سیدنا امام اعظم کے استاد مجید امام عطاء بن ابی رباح و مقاتل وغیرہم مفسرین فرماتے ہیں: یہ آیت ابوطالب کے باب میں اُتری۔

تفسیر امام بغوی محی السنہ میں ہے:

قال ابن عباس ومقاتل نزلت فی ابی طالب کان ینھی الناس عن اذی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویمنعھم وینأی عن الایمان بہ ای یبعد[2]

ابن عباس و مقاتل نے فرمایا کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی، وہ لوگوں کو حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے روکتا تھا اور انھیں منع کرتا تھا اور خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دُور رہتا۔(ت)

انوار التنزیل میں ہے:

ینھون عن التعرض لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وینأون عنہ فلا یؤمنون بہ کابی طالب[3]

وہ لوگوں کو رسول پاک صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا تعاقب کرنے سے روکتے اور خود آپ سے دُور رہتے، چنانچہ آپ پر ایمان نہیں لاتے جیسے ابُوطالب۔(ت)

حدیث سوم: فریابی اور عبدالرزاق اپنے مصنّف اور سعید بن منصور سُنن میں اور عبد بن حمید اور ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و طبرانی و ابوالشیخ و ابن مردویہ اور حاکم مستدرک میں

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۲۶
[2] معالم التنزیل (تفسیر بغوی) تحت الآیۃ ۶/ ۲۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۷۵
[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) ” ” دارالفکر بیروت ۲/ ۴۰۱

بافادۂ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تفسیر میں راوی،

قال نزلت فی ابی طالب کان ینھی عن المشرکین ان یؤذوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و یتباعد عما جاء بہ۔[1]

یعنی یہ آیت ابوطالب کے بارے میں اتری کہ وہ کافروں کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذائ سے منع کرتے باز رکھتے اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لانے سے دُور رہتے۔

قال فی مفاتیح الغیب "فیہ قولان منھم من قال المراد انھم ینھون عن التصدیق بنبوتہ والاقرار برسالتہ وقال عطاء ومقاتل نزلت فی ابی طالب کان ینھی قریشا عن ایذاء النبی علیہ الصلٰوۃ والسلام ثم یتباعد عنہ ولا یتبعہ علٰی دینہ، والقول الاول اشبہ لوجھین الاول ان جمیع الاٰیات المتقدمۃ علٰی ھٰذہ الاٰیۃ تقتضی ذم طریقتھم، فکذٰلک قولہ "وھم ینھون عنہ" ینبغی ان یکون محمولا علی امر مذموم فلو حملناہ علی ان ابا طالب کان ینھٰی عن ایذائہ لما حصل ھٰذا النظم، والثانی انہ تعالٰی قال بعد ذٰلک "وان یھلکون الا انفسھم" یعنی بہ ما تقدم ذکرہ ولا یلیق ذٰلک ان یکون المراد من قولہ "وھم ینھون عنہ" النھی عن اذیتہ لان ذٰلک حسن لا یوجب الھلاک[2]۔

مفاتیح الغیب میں فرمایا اس میں دو قول ہیں، ان میں سے بعض نے کہا مراد یہ ہے کہ وہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق اور آپ کی رسالت کے اقرار سے روکتے ہیں، جبکہ عطاء اور مقاتل نے کہا کہ یہ آیت کریمہ ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی وہ قریش کو

---

[1] الدر المنثور بحوالہ الفریابی وعبدالرزاق وغیرہ تحت الآیۃ ۶/۲۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۳۷
جامع البیان (تفسیر طبری) " " " " " ۷/۲۰۲
دلائل النبوۃ للبیہقی جماع ابواب المبعث باب وفاۃ ابی طالب الخ دارالکتب العلمیہ ۲/۳۴۱
تفسیر ابن ابی حاتم تحت آیۃ ۶/۲۶ مکتبہ نزار مصطفٰی الباز مکہ مکرمہ ریاض ۴/۱۲۷۷

[2] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) " " دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۲/۱۵۶

نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے روکتے تھے پھر خود آپ سے دُور رہتے اور دین میں آپ کی اتباع نہیں کرتے تھے۔ قولِ اول دو وجہ سے زیادہ مناسب ہے، وجہ اوّل یہ ہے کہ اس آیۃ کریمہ سے ماقبل والی تمام آیات قریش کے طریقہ کی مذمت کا تقاضا کرتی ہیں۔ اسی طرح یہ اللہ کا قول "وھم ینھون عنہ" (یعنی وہ اس سے روکتے ہیں) بھی امرِ مذموم پر محمول ہونا چاہئے۔ اگر ہم اس کو اس معنٰی پر محمول کریں کہ ابوطالب نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی ایذا رسانی سے روکتے تھے تو یہ نظم مذکور حاصل نہ ہوگا۔ وجہ ثانی یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے اس کے بعد فرمایا ہے کہ "وُہ خود اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں"۔ اس سے مراد وہی ہے جس کا ماقبل ذکر ہوچکا ہے اور یہ مناسب نہیں کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "اور وہ اس سے روکتے ہیں" سے مراد نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ایذاء رسانی سے روکنا ہو اس لئے کہ یہ تو حسن ہے جو موجبِ ہلاکت نہیں ہوتا اھ (ت)

اقول اصل الذم للنأی وقد نشدد بالنھی فان الذنب بعد العلم اشد منہ حین الجھل فذکر النھی لابانۃ شدۃ مایلحقہ من الذم فی ذٰلک وعظمۃ ما یعتریہ من الوزر فیما ھنالک فان العلم حجۃ اللہ مالک وعلیک الاتری الٰی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ابی طالب ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار[1] کما سیأتی مع ماعلم من حمایتہ وکفالتہ ونصرتہ ومحبتہ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طول عمرہ فانما کاد یکون فی الدرک الاسفل لولا شفاعۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما ابی الایمان مع کمال العرفان فالاٰیۃ علی وزان قولہ تعالٰی "اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتٰب افلا تعقلون[2]" فذکر فی سیاق الذم امرھم بالبر وتلاوتھم الکتاب وانما القصد الی نسیانھم نفسھم وذکر ھٰذین للتسجیل بل قال جل ذکرہ یاایھا الذین اٰمنوا لم تقولون مالا تفعلون ○ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون[3] فشدد

---

[1] صحیح البخاری مناقب الانصار باب قصۃ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸
صحیح مسلم باب شفاعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لابی طالب " " ۱/ ۱۱۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۴۴

[3] " " ۶۱/ ۲ و ۳

التنکیر علی القول من دون عمل وان کان القول خیرا فی نفسہ قال فی معالم التنزیل" قال المفسرون ان المؤمنین قالوا لو نعلم ای الاعمال احب الی اللہ عزوجل لعملناہ ولبذلنا فیہ اموالنا وانفسنا فانزل عزوجل" ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا" فابتلوا بذلك یوم احد فولوا مدبرین فانزل اللہ تعالٰی" لم تقولون ما لا تفعلون"[1] اھ و بہ ینحل الوجہان لمن انصف لاجرم ان قال الخفاجی فی العنایۃ بعد نقلہ کلام الامام فیہ نظر اھ[2] وبالجملۃ فعطاء اعلم منا ومنکم باسالیب القرآن ونظمہ فضلا عن ھذا الحبر العظیم الذی قد فاق اکثر الامۃ فی علم القرآن وفھمہ۔

میں کہتا ہوں اصل مذمت تو نائی یعنی دُور رہنے کی وجہ سے ہے جو نہی کے سبب سے شدید ہوگئی، کیونکہ علم کے بعد گناہ اس گناہ سے زیادہ شدید ہوجاتا ہے جو زمانۂ جہالت میں کیا گیا ہو۔ چنانچہ نہی کا یہاں ذکر اس شدت و عظمت کے اظہار کے لئے جو اس سے ملحق گناہ اور بوجھ سے متعلق ہوتی ہے کیونکہ علم اللہ تعالٰی کی حجت ہے تیرے حق میں اور تیرے خلاف کیا تو ابوطالب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کو نہیں دیکھا کہ" اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔" جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ ابوطالب کی طرف سے تمام عمر نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حمایت، کفالت، نصرت اور محبت کے باوجود جو کہ معلوم ہے۔ اگر نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت نہ ہوتی تو ابوطالب جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے کیونکہ کمال معرفت کے باوجود انھوں نے ایمان سے انکار کیا، چنانچہ آیت مذکورہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کی طرز پر ہے کہ" کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنی جانوں کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمھیں عقل نہیں"۔ ان کے نیکی کا حکم دینے اور کتاب پڑھنے کو مذمت کے سیاق میں ذکر کیا۔ مقصود تو ان کا اپنی جانوں کو بھلانا ہے اور ان دونوں باتوں کا ذکر بطور تمہید ہے بلکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا:" اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے، کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو"۔ تو یہاں پر قول بلاعمل پر سخت نفرت کا اظہار فرمایا اگرچہ فی نفسہ قول اچھا ہو۔ معالم التنزیل میں کہا کہ مفسرین نے فرمایا کہ مومنوں نے کہا:" اگر ہمیں معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں محبوب ترین عمل کون سا ہے تو ہم اس کو ضرور کریں گے اور اس میں

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۶۱/ ۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۰۷

[2] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی " ۶/ ۲۶ " " " ۴/ ۶۵

اپنے مال وجان قربان کردیں گے۔" تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انھیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا باندھ کر۔" پھر غزوہ اُحد میں انھیں اس میں مبتلا کر دیا تو پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے ہو۔" اور اس سے منصف کے لئے دونوں وجہیں کھل گئیں۔ علامہ خفاجی نے عنایہ میں امام کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا: "اس میں نظر ہے اھ۔" خلاصہ یہ کہ عطاء قرآن مجید کے اسالیب ونظم کو ہم سے اور تم سے زیادہ جاننے والا ہے چہ جائیکہ یہ عظیم عالم متبحر جو قرآن مجید کے علم وفہم میں اکثر امت پر فوقیت رکھتا ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۶۶۱ تا ۶۷۳)

(۶۶) رسالہ مذکورہ "شرح المطالب" میں مزید فرمایا:

امام محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ اواخر صلوٰۃ اس مسئلہ کے بیان میں کہ کافر کے لئے دعائے مغفرت ناجائز ہے، آیت دوم تلاوت کرکے فرماتے ہیں:

ثبت فی الصحیحین ان سبب نزول الاٰیۃ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابی طالب لاستغفرن لک مالم انہ عنک[1]

صحیحین میں ثابت ہوچکا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب کے لئے دعائے مغفرت کی تھی (یعنی یہ کہا تھا کہ جب تک مجھے منع نہ کیا گیا میں تیرے لئے استغفار کروں گا) اس پر یہ آیت اُتری۔

امام محی السنہ بغوی معالم شریف اول رکوع سورۂ بقرہ میں زیر قولہ تعالٰی ان الذین کفروا سواءٌ علیھم، پھر قاضی حسین بن دیار بکری مالکی مکی کتاب الخمیس میں فرماتے ہیں:

کفر چار قسم ہے:

کفر[1] انکار و کفر[2] جحود و کفر[3] عناد و کفر[4] نفاق۔

کفر انکار یہ کہ اللہ عزوجل کو نہ دل سے جانے اور نہ زبان سے مانے، جیسے ابلیس و یہود۔

اور کفر نفاق یہ کہ زبان سے مانے مگر دل میں نہ جانے۔

وکفر العناد ھو ان یعرف اللہ بقلبہ ویعترف بلسانہ ولا یدین بہ ککفر ابی طالب حیث یقول ؎

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان البریة دینا
لولا الملامة اوحذار مسبّة لوجدتنی سمحا بذاك مبینا[1]

یعنی کفرِ عناد یہ کہ اللہ تعالٰی کو دل سے بھی جانے اور زبان سے بھی کہے مگر تسلیم و گرویدگی سے باز رہے جیسے ابوطالب کا کفر کہ یہ شعر کہے ؛

"واللہ! میں جانتا ہوں کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دین تمام جہان کے دین سے بہتر ہے ، اگر ملامت یا طعنے سے بچنا نہ ہوتا تو تو مجھے دیکھتا کہ میں کیسی اہل دلی کے ساتھ صاف صاف اس دین کو قبول کر لیتا۔"

امام ممدوح یہ چاروں قسمیں بیان کر کے فرماتے ہیں ؛

جمیع هٰذه الاصناف سواء فی ان من لقی الله تعالٰی بواحد منها لا یغفر له[2]۔

یہ سب قسمیں اس حکم میں یکساں ہیں کہ جو ان میں سے کسی قسم کا کفر کر کے اللہ عزوجل سے ملے گا وہ کبھی اُسے نہ بخشے گا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۶۹۳ و ۶۹۴)

(۶۷) مزید فرمایا ؛

انوار التنزیل و ارشاد العقل میں زیر آیۂ کریمہ "انك لا تهدی من احببت" فرمایا ؛

الجمهور علٰی انها نزلت فی ابی طالب[3]۔

جمہور ائمہ کے نزدیک یہ آیت در بارۂ ابوطالب اُتری ۔

علامہ خفاجی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ؛

اشارة الی الرد علٰی بعض الرافضة اذ ذهب الٰی اسلامه[4]۔

یہ اشارہ ہے بعض رافضیوں کے رَد کی طرف کہ وہ اسلامِ ابوطالب کے قائل ہیں۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۷۰۳ ، ۷۰۴)

---

[1] تاریخ الخمیس وفاة ابی طالب مؤسسة شعبان بیروت ۱/ ۳۰۱
معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیة ۲/ ۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۱
[2] " " " " " "
[3] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " ۲۸/ ۵۶ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۹۸
[4] عنایة القاضی حاشیة الشهاب علی تفسیر البیضاوی تحت الآیة ۲۸/ ۵۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۳۰۹

(۶۸) رسالہ "شرح المطالب" میں ایمان ابی طالب سے متعلق شبہات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

شبہہ اُولیٰ — کفالت — اقول (میں کہتا ہوں۔ت) ہاں بالیقین مگر کفالت نبی مستلزم اطاعتِ نبی نہیں، قال اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ت):

فالتقطه اٰل فرعون لیکون لھم عدوا و حزنا[1] الاٰیۃ۔

تو اسے اٹھالیا فرعون کے گھر والوں نے کہ وہ ان کا دشمن اور ان پر غم ہو الآیۃ (ت)

وقال اللہ تعالیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ت):

قال الم نربك فینا ولیدا ولبثت فینا من عمرك سنین[2]

بولا کیا ہم نے تمھیں اپنے یہاں بچپن میں نہ پالا اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۷۰۵، ۷۰۶)

(۶۹) مزید فرمایا:

شبہۂ ثالثہ — محبت — اقول بیشک مگر حدِ طبعی تک جیسے چچا کو بھتیجے سے چاہئے اور بھتیجے بھی کیسے کہ حقیقی بھائی نوجوان گزرے ہوئے کی اکلوتی نشانی، پھر اس پر جمال صورت و کمال سیرت وہ کہ اپنے تو اپنے غیر دیکھیں تو فدا ہوجائیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، خاندان ہاشمی ایک اسی چراغِ محمود و شمعِ بے دُود سے روشن تھا، خاندانی حمیت ہر عاقل کو ہوتی ہے خصوصًا عرب خصوصًا قریش خصوصًا بنی ہاشم میں اس کا عظیم مادہ، ولہٰذا جب یہ آیۂ کریمہ "فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین[3]" (تو اعلانیہ کہہ دو جس بات کا تمھیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔ت) نازل ہوئی اور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے علانیہ دعوتِ اسلام شروع کی اشرافِ قریش جمع ہوکر ابوطالب کے پاس گئے اور کہا تمام عرب میں سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے بڑھ کر اچھی اُٹھان والا لڑکا ہم سے لے لو اُسے بجائے محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرورش کرو اور انھیں ہم کو دے دو، اور اسی ارادۂ فاسد پر عمارہ بن ولید کو لے کر گئے تھے کہ ابوطالب نے مانا تو اسے انھیں دے دیں گے۔ ابوطالب نے کہا:

واللہ لبئس ما تسوموننی اتعطوننی ابنکم اغذوہ لکم و اعطیکم ابنی

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۸
[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۸
[3] " ۱۵/ ۹۴

تقتلونه ھذا واللہ ما لایکون ابداً احین تروح الابل فان حلت ناقۃ الی غیر فصیلھا دفعتہ الیکم۔[1]

لخصناہ حدیث ابن اسحٰق ذکرہ بلاغا و من حدیث مقاتل ذکرہ فی المواھب۔[2]

خدا کی قسم کیا بُری گاہکی میرے ساتھ کر رہے ہو، کیا تم اپنا بیٹا مجھے دو کہ میں تمہارے لئے اسے کھلاؤں پرورش کروں اور میں اپنا بیٹا تمھیں دے دوں کہ تم اُسے قتل کرو، خدا کی قسم یہ کبھی ہونی نہیں، جب اُونٹ شام کو نکلتے ہیں تو اگر کوئی ناقہ اپنے بچّے کو چھوڑ کر دوسرے کی طرف میل کرتی ہو تو میں بھی تم سے اپنا بیٹا بدل لوں۔

(ہم نے اس کو حدیث ابن اسحٰق سے ملخص کیا جسے انھوں نے مفصّل بیان کیا، اور حدیث مقاتل سے جس کو مواہب میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت)

ابوطالب نے صاف بتا دیا کہ ان کی محبت وہی ہے جو انسان تو انسان حیوان کو بھی اپنے بچّے سے ہوتی ہے، ایسی محبت ایمان نہیں، ایمان حُبِّ شرعی ہے، ابوطالب میں اس کی شان نہیں، محبت شرعی و ایمانی ہوتی تو نار کو عار پر اختیار اور دمِ مرگ کلمہ طیبہ سے انکار اور ملّتِ جاہلیت پر اصرار کیوں ہوتا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۷۰۸، ۷۰۹)

(۷۰) مزید فرمایا:

شبہہ رابعہ ـــ نعت شریف ـــ اقول یہ تو اور حجتِ الٰھیہ قائم ہونا ہے جب ایسا جانتے ہو پھر کیوں نہیں مانتے یہود عنود قبل طلوعِ شمسِ رسالت کیا کچھ نعت و مدحت نہ کرتے جب کوئی مشکل آتی مصیبت مُنہ دکھاتی حضور سے توسّل کرتے، جب دشمن کا مقابلہ ہوتا دُعا مانگتے:

اللّٰھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اٰخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التورٰیۃ۔[3]

الٰہی! ہمیں اُن پر مدد دے صدقہ آخر الزماں کا جس کی نعت ہم تورات میں پاتے ہیں۔

پھر جان کر نہ ماننے کا کیا نتیجہ ہوا یہ جو قرآن عظیم نے فرمایا:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام مشی قریش الی ابی طالب ثالثۃ لعمارۃ ابن الولید القسم الاول دار ابن کثیر ص ۲۶۷

[2] المواھب اللدنیہ الجھر بالصلوٰۃ موقف قریش المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۲۳

[3] البحر المحیط تحت الآیۃ ۲/ ۸۹ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۰۳

کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین[1]

اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے، تو جب تشریف لایا ان کے پاس وُہ جانا پہچانا تو اس سے منکر ہو بیٹھے، تو اللہ کی لعنت ہو منکروں پر۔ (ت)

اصابہ میں فرماتے ہیں:

اما شھادۃ ابی طالب بتصدیق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالجواب عنہ وعما ورد من شعر ابی طالب فی ذٰلک انہ نظیر ماحکی اللہ تعالٰی عنہ عن کفار قریش "وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا" فکان کفرھم عنادا ومنشؤہ من الانفۃ والکبر والی ذٰلک اشار ابو طالب بقولہ لولا ان تعیرنی قریش[2]

یعنی ابوطالب کے ان اشعار وغیرہا (جن میں تصدیقِ نبی کی شہادت ہے) کا جواب یہ ہے کہ وہ اسی قبیل سے ہے جو قرآن عظیم نے کفار کا حال بیان فرمایا کہ براہِ ظلم وتکبّر منکر ہوتے اور دل میں خوب یقین رکھتے ہیں تو یہ کفر عناد ہوا اور اس کا منشا تکبّر اور اپنے نزدیک بڑی ناک والا ہونا ہے خود ابوطالب نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ اگر قریش کی طعنہ زنی کا خیال نہ ہوتا تو اسلام لے آتا۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۷۱۱، ۷۱۲)

(۱۷) ایمانِ ابی طالب کے بارے میں ایک شبہہ کے ازالہ میں علماء کرام کے جوابات ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

یہ اجوبۂ علماء ہیں اور بحمد اللہ کافی ووافی وصافی ہیں، وانا **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت):

سادساً ہم تسلیم کرتے ہیں کہ روایت اُنھیں احادیث صحیحین کی مثل سنداً ومتناً ہر طرح اعلٰی درجہ کی صحیح اور شہادتِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی بروجہ کمال مقبول ونجیح، پھر بھی نہ مستدل کو نافع نہ کفرِ ابی طالب کی اصلاً دافع۔ آخر جب بحکم احادیثِ جلیلہ آیتِ قرآنیہ مشرک وناری بتا رہی ہے تو یہ کسی کے مٹائے مٹتا نہیں، یہ دوسری حدیث کہ فرضاً اُسی پلّہ کی صحیح وجلیل ہے صرف اتنا بتاتی ہے کہ ابوطالب نے اخیر وقت لا الٰہ الا اللہ کہا، یہ نہیں بتاتی کہ وہ وقت کیا تھا، آخر وقت دو ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف الطاء ترجمہ ۶۸۵ ابوطالب دار صادر بیروت ۴/ ۱۱۷

ایک وُہ کہ ہنوز پردے باقی ہیں اور یہ وقت وقتِ قبولِ ایمان ہے، دُوسرا وُہ حقیقی آخر جب حالتِ غرغرہ ہو، پردے اُٹھ جائیں جنت ونار پیشِ نظر ہو جائیں یؤمنون بالغیب کا محل نہ رہے' کافر کا اس وقت اسلام لانا بالاجماع مردود و نامقبول ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فلم يك ينفعهم ايمانهم لما رأوا باسنا سنّة الله التى قد خلت فى عباده وخسر هنالك الكفرون[1]

توان کے ایمان نے انھیں کام نہ دیا جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں ہیں (ت)

رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انّ الله يقبل توبة العبد مالم يغرغر، رواه احمد[2] والترمذى وحسنه و ابن ماجة والحاكم وابن حبان والبيهقى فى الشعب كلهم عن سيدنا عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما.

اللہ تعالیٰ سکراتِ موت سے پہلے پہلے توبہ قبول فرماتا ہے۔ اس کو روایت کیا احمد نے، ترمذی نے، اور ترمذی نے اس کو حسن کہا۔ نیز روایت کیا اس کو ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان اور امام بیہقی نے شعب میں۔ ان تمام نے سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اب اگر وقت اول کہنا مانتے ہیں تو آیت قرآنیہ مع اُن احادیثِ صحیحہ کے اس حدیثِ صحیح مفروض سے مناقض ہوگی اور کسی نہ کسی حدیثِ صحیح کو رَد کئے بغیر چارہ نہ ملے گا، اور اگر وقتِ دوم پر مانتے ہیں تو آیت و احادیث سب حق و صحیح ٹھہرتے ہیں اور تناقض و تعارض بے تکلف دفع ہوا جاتا ہے کلمہ پڑھا اور ضرور پڑھا مگر کب، اُس وقت جب کہ وقت نہ رہا تھا، لہذا حکمِ شرک و نار برقرار رہا۔ قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ت):

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۸۵

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات باب ماجاء فی فضل التوبۃ الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۹۲
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۳۲
المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ باب ان اللہ لیغفر لعبدہ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۵۷

حتی اذا ادرکہ الغرق قال اٰمنت انہ لا الٰہ الا الذی اٰمنت بہ بنو اسرائیل وانا من المسلمین ۝ اٰلئٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین[1]

یہاں تک کہ جب اُسے ڈوبنے نے آلیا تو بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں۔ کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فسادی تھا۔ (ت)

صورتِ اُولٰے ظاہر البطلان، لہٰذا شقِ اخیر ہی لازم الاذعان، اور فی الواقع اگر یہ روایت مطابق واقع تھی تو قطعاً یہی صورت واقع ہُوئی اور وہ ضرور قرینِ قیاس بھی ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کے قریبِ مرگ ہی جلوہ افروز ہُوئے ہیں۔ اسی حالت میں کفارِ قریش سے وہ محاورات ہوئے سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بار بار باصرار دعوتِ اسلام فرمائی، کفار نے ملّتِ کفر پر قائم رہنے میں جان لڑائی، آخر پچھلا جواب وُہ دیا کہ ابوطالب ملّتِ جاہلیت پر جاتا ہے، یہاں تک بات چیت کی طاقت تھی اب سینے پر دَم آیا پردے اُٹھے غیب سامنے آیا اُس نار نے جس پر عار کو اختیار کیا تھا اپنی مہیب صورت سے منہ دکھایا، لیس الخبر کالمعاینۃ[2] (خبر مشاہدہ کی مثل نہیں۔ ت) اب کُھلا کہ یہ بلا جھیلنے کی نہیں، ڈوبتا ہُوا سوار پکڑتا ہے، اب لا الٰہ الا اللہ قدر آئی، کہنا چاہا طاقت نہ پائی، آہستہ لبوں کو جنبش ہُوئی مگر بے سُود کہ وقت نکل چکا تھا۔

انّا للہ وانّا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لَوٹ کر جانے والے ہیں، نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی قوّت ہے مگر بلندی وعظمت والے خدا کی توفیق سے۔ (ت)

تو حضرت عباس رضی اللہ تعالٰے عنہ بھی سچے کہ کلمہ پڑھا، اور قرآن وحدیث تو قطعاً سچے ہیں کہ حکمِ کفر بدستور رہا۔ والعیاذ باللہ رب العالمین (اللہ کی پناہ جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

سابعاً اس سے بھی درگزریے، یہ بھی مانا کہ حالتِ غرغرہ سے پہلے ہی پڑھا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۹۰

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۷۱

پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ تو ظاہر ہی کی گواہی دیں گے، دل کے حال کا عالم خدا ہے، کیا اگر کوئی شخص روزانہ لاکھ بار کلمہ پڑھے اور اللہ عزوجل اُسے کافر بتائے تو ہم اس کے کلمہ پڑھنے کو دیکھیں گے یا اپنے رب عزوجل کے ارشاد کو۔ ایمان زبان سے کلمہ خوانی کا نام نہیں، جب دلوں کا مالک اس کے کفر پر حاکم تو قطعاً ثابت کہ اِس کے قلب میں اذعان و اسلام نہیں، آخر نہ سُنا کہ جیتے جاگتے تندرستوں کے بڑی سے بڑی قسم کھاکر نشهد انك لرسول الله[1] (ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ ت) کہنے پر کیا ارشاد ہوا:

واللّٰہ یعلم انك لرسولہ واللّٰہ یشھد ان المنٰفقین لکٰذبون[2]

اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں (ت)

غرض لاکھ جتن کیجئے آیت برا ءت سے براءت ملے یہ شُدنی نہیں ہے ہمان آش در کاسہ (وہی قسمت وہی نصیب۔ ت) کہ:

تبین لھم انھم اصحٰب الجحیم[3]

کھل چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۲۹ ص ۴۳۷ تا ۴۳۷)

فتاوٰی رضویہ جلد ۳۰

(۱) آیت کریمہ "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمٰی" میں نفی واثبات کی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فاذا اصحت الحقیقۃ غلبت واضمحلت عندہ الصورۃ فصح نفیہ عن کاسبہ وقصر اسنادہ علٰی خالقہ وذٰلك قولہ تعالٰی "فلم تقتلوھم ولٰکن اللّٰہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمٰی[4]" فاثبت ونفی صورۃ ومعنی وما توفیقی الا باللّٰہ ما تشاؤن الا ان یشاء اللّٰہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۱
[2] القرآن الکریم ۶۳/ ۱
[3] ″ ″ ۹/ ۱۱۳
[4] ″ ″ ۸/ ۱۷

توجب اسنادِ حقیقی صحیح ہو تو وہی غالب ہو جاتی ہے، اور اسنادِ صوری مغلوب مضمحل۔ الیسی
صورت میں کاسب سے اس فعل کی نفی کرکے خالق کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے، جیسا کہ قرآنِ عظیم
میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا" ——— "اور اے محبوب! آپ نے
کنکری نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی"۔ پس نفی از روئے صورت ہے اور اثبات از روئے حقیقت ہے۔
وما توفیقی الا باللہ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ۔

(فتاوی رضویہ ج ۳۰ ص ۸۰)

۲) نعلین کی ایک تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:
اب سنئے اصطلاحِ قوم میں "نعلین" "کونین" کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ عزوجل نے
اپنے بندے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا:
فاخلع نعليك انك بالواد المقدس طوی[1]
اپنے دونوں جوتے اتار ڈالو کہ تم پاکیزہ جنگل طویٰ میں ہو۔
مفسر علام نظام الدین حسن بن محمد قمی غرائب القرآن و رغائب الفرقان معروف بتفسیر
نیشاپوری میں اس آیۂ کریمہ کی تاویل یعنی بطورِ اہلِ اشارات و حقائق میں فرماتے ہیں:
اترك الالتفات الى الكونين انك واصل الى جناب القدس[2]
یعنی نعلین سے "دونوں جہان" مراد ہیں انھیں اتار ڈالو یعنی ان کی طرف التفات نہ کرو کہ تم
بارگاہِ اقدس میں پہنچ گئے۔ (فتاوی رضویہ ج ۳۰ ص ۸۹، ۹۰)

(۳) آپ سے پوچھا گیا کہ آیۂ کریمہ فبای آلاء ربکما تکذبٰن ۵ مدھامتٰن ۵ میں آیت
"لا" ہے، اس پر ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:
ہر آیت "لا" پر وقف جائز ہے، یوں بھی سنت سے ثابت ہے۔ قرار میں بھی دونوں طریقے ہیں،
اور سب قراءتیں حق ہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۳۰ ص ۹۳)

(۴) سوال آیا کہ سورۃ ناس میں خناسِ ۵ الذی پڑھا جائے یا خناسِ ۵ الذی؟

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲
[2] غرائب القرآن تحت الآیۃ ۲۰/ ۱۲ مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۱۱۹

اس کے جواب میں فرمایا :

دونوں طرح جائز ہے ، اور اصل وہی ہے کہ خنّاس کا سین الّذی کے لام میں ملا کر پڑھیں اس میں الف گر جائے گا ، اور بحالتِ وصل اس کے گرانے کا ہی حکم ہے اور "س" پر وقف کر کے "الّذی" مع "ا" پڑھے جب بھی کچھ حرج نہیں ، دونوں طریقے سنّت سے ثابت ہیں ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۹۴)

(۵) وقتِ ختمِ قرآن تراویح میں تین[۳] بار سورۂ اخلاص کا پڑھنا کیسا ہے ؟ اس کے جواب میں فرمایا :
مستحسن ہے ، فتاوٰی عالمگیری میں ہے :

قراءۃ قل ھواللہ احد ثلاث مرات عقیب الختم یستحسنھا بعض المشائخ لجبر نقصان دخل فی قراءۃ البعض الا ان یکون ختم القرآن فی الصلوٰۃ المکتوبۃ فلا یزید علٰی مرۃ واحدۃ[۱]

ختمِ قرآن کے بعد تین مرتبہ قل ھواللہ احد الخ پڑھنے کو بعض مشائخ نے مستحسن قرار دیا ہے تاکہ اس نقصان کا ازالہ ہو جائے جو بعض کے پڑھتے وقت پیدا ہوا ہے ، مگر جب ختمِ قرآن فرض نماز کے اندر ہو تو صرف ایک ہی بار سورۂ اخلاص پڑھے زائد نہ پڑھے ۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے :

والعمل بما علیہ الاکثر[۲]

اس پر عمل کیا جائے جس پر اکثریت کا عمل ہو ۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۹۴)

(۶) حافظ میر عبد الجلیل صاحب مارہروی نے رسم القرآن کے بارے میں آٹھ سوالات پر مشتمل ایک استفتاء ، اعلٰحضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا جس کا آپ نے تفصیلی جواب تحریر فرمایا ۔ سوال و جواب مندرجہ ذیل ہیں :

سوال (۱) الفاظ جمع مذکر سالم مانند خاسئین ، قانتون ، کرھین ، خیر الفاتحین و امثالھا جن کو منشی اشرف علی نے اپنے مصحف میں محذوف الالف لکھا ہے اور اکثر جگہ حوالہ

---

[۱] الفتاوی الہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۷
[۲] العقود الدریۃ مسائل وفوائد شتی من الحظر والاباحۃ العمل بما علیہ الاکثر ارگ بازار ، افغانستان ۲/۳۵۶

شمعِ قرارت اور خلاصۃ الرسوم وغیرہ کا دیا ہے اور مولوی احمد علی سہارنپوری نے الفاظ موصوفہ کو باثباتِ الف اپنے مصحف میں لکھا ہے بلکہ ایسے الفاظ قلیل الدور کی ایک فہرست اپنے مصحف کے ابتدار میں لکھ دی ہے کہ وُہ باثبات الف ہیں' ان کی بابت آپ کا حکم کیا ہے؟

(۲) لفظ "کلام" ملک العلام میں صرف چار جگہ ہے:

ایک جگہ سورۂ بقرہ میں یسمعون کلٰم اللّٰہ[۱] (وہ اللہ کا کلام سُنتے ہیں ۔ ت)

دوم سورۂ اعراف میں:

قال یاموسٰی انی اصطفیتك علی الناس برسٰلتی وبکلامی۔[۲]

فرمایا اے موسٰی! میں نے تجھے لوگوں سے چُن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے (ت)

سوم سورۂ توبہ میں:

فاجرہ حتی یسمع کلٰم اللّٰہ۔[۳]

تو اسے پناہ دو کہ وُہ اللہ کا کلام سُنے ۔(ت)

چہارم سورۃ الفتح میں ہے:

یریدون ان یبدلوا کلٰم اللّٰہ۔[۴]

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا کلام بدل دیں ۔ (ت)

ان سب کو بعض مصاحف وکتب ورسم الخط میں باثبات الف لکھا ہے اور بعض میں محذوف الالف' اور بعض نے بعض کو مع الالف' اور بعض کو بغیر الف لکھا ہے — آپ کی ان کے باب میں کیا رائے ہے؟

(۳) لفظِ "قیام" دو مقام پر سورۂ نساء میں:

اوّلاً:

ولا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللّٰہ لکم قیٰما۔[۵]

بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات

---

[۱] القرآن الکریم ۲/ ۷۵
[۲] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۴
[۳] ″ ۹/ ۶
[۴] ″ ۴۸/ ۱۵
[۵] ″ ۴/ ۵

کیا ہے۔(ت)

دوم:

فاذکروا اللّٰہ قیامًا وقعودًا وعلٰی جنوبکم[1]

اللہ کی یاد کرو کھڑے بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔(ت)

سوم سورۃ المائدہ میں:

جعل اللّٰہ الکعبۃ البیت الحرام قیٰما للناس[2]

اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا۔(ت)

چہارم سورۃ فرقان میں:

والذین یبیتون لربھم سجدًا وقیامًا[3]

اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں۔(ت)

پنجم سورۃ زمر میں:

ثم نفخ فیہ اخرٰی فاذاھم قیام ینظرون[4]

پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہوجائیں گے۔(ت)

ششم سورۃ ذاریات میں:

فما استطاعوا من قیام وما کانوا منتصرین[5]

تو وہ نہ کھڑے ہوسکے اور نہ وہ بدلہ لے سکتے تھے۔(ت)

عام مصاحف میں یعنی مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری اور ان کے مقلدین نے سورۃ نساء کے پہلے اور سورۃ مائدہ والے کو بدون الف لکھا ہے، اور باقی سب جگہ مع الف۔ اور یہی رسالہ "مرتع الغزلان" سے ثابت ہے مگر منشی اشرف علی نے صرف آخر کے تینوں کو باثباتِ الف اور اوّل کے تینوں کو بدون الف لکھا ہے۔

(۴) للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترك

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۰۳
[2] القرآن الکریم ۵/ ۹۷
[3] 〃 ۲۵/ ۶۴
[4] 〃 ۳۹/ ۶۸
[5] 〃 ۵۱/ ۴۵

الوالدان والاقربون مما قل منه او کثر[1]

مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے، اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ترکہ تھوڑا ہو یا بہت۔ (ت)

اور:

لکل جعلنا موالی مما ترك الوالدٰن[2] الاٰیة۔

ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنا دیئے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ۔ (ت)

یہ سب مصاحف مروجہ ہندی میں الف اول موجود اور ثانی مفقود ہے مگر مؤلفِ خلاصۃ الرسوم دونوں کا حذف فرماتے ہیں اور والدین یا د نون سے سب جگہ مع الالف ہے۔

(۵) سورۂ نساء میں: لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سُکٰرٰی[3]

نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔ (ت)

اور سورۂ حج میں:

وتری الناس سکٰرٰی وماھم بسکٰرٰی[4]

اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے نشہ میں ہیں اور وہ نشہ میں نہ ہوں گے۔ (ت)

تینوں کو منشی اشرف علی اور مولوی ہادی علی صاحب نے اپنے مکتوب مصاحف میں محذوف الالف لکھا ہے، اور عام مصاحف میں خاص سورۂ نساء میں بدون الف اور باقی دونوں کو مع الالف۔ خلاصۃ الرسوم اور رسالہ نورِ سرمدی سے قولِ اوّل ثابت ہے مگر مرتع الغزلان میں لکھا ہے: ع

گیر از حج دو جا سکٰرٰی یاد[5]

یعنی محذوفات میں دو کا ذکر کیا تیسرے سے کچھ تعرض نہ کیا۔

(۶) علامہ عمرو الدانی ارشاد کرتے ہیں:

کذالك سؤۃ وسوء تکم وسیئ وسیئت وبریئون وھنیئا مریئا

---

[1] القرآن الکریم ۴/۷ [2] القرآن الکریم ۴/۳۳
[3] 〃 ۴/۴۳ [4] 〃 ۲۲/۲
[5] مرتع الغزلان فی رسم خط القرآن

وبریٓاو شبهه [1]

لیعنی ان سب کا ہمزہ بدون مرکز ہے لیکن کل مصاحف ہندی میں سوا انکم وغیرہ الف سے مرقوم ہے بالاتفاق کسی نے اس میں خلاف بھی بیان نہیں کیا۔

(۷) ومن خزی یومئذ [2] سورۂ ہود میں قرارت مفتوح المیم کو کتاب تیسیر میں نافع اور ابن عامر کے نام سے لکھا ہے، اور خلاصۃ الرسوم میں مرقوم ہے:

بکسر میم ست بقرارت غیر سوسی [3]۔

سوسی کے غیر کی قرارت میں میم کے کسرہ کے ساتھ ہے۔(ت)

(۸) اعوذ باللہ کے باب میں روایت کتاب تحفہ نذریہ مؤلفہ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی یہ ہے کہ:

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم مختار جمیع قرار است [4]

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم تمام قرار کا مختار ہے (ت)

آگے بیان کرتے ہیں کہ،

اگر کسے لفظ دیگر در تعوذ گفت آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازاں لفظ منع فرمود [5]۔

اگر کسی نے کوئی دوسرا لفظ تعوذ میں کہا تو حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس لفظ سے منع فرمایا ہے۔(ت)

پھر لکھتے ہیں:

باوجود ایں منع وتعلیم الفاظ دیگر ہم مروی شدہ اند پس تلفظ تعوذ باں الفاظ ہم جائز است اگرچہ مختار نیست [6]، انتہی عبارتہ بقدر ضرورت۔

اس منع وتعلیم کے باوجود کچھ دوسرے الفاظ بھی مروی ہیں، چنانچہ ان الفاظ کے ساتھ بھی تعوذ جائز ہے اگرچہ مختار نہیں ہے۔ تحفہ نذریہ کی عبارت ختم ہوئی جس قدر ضرورت تھی۔

اس کے باب میں آپ کا کیا حکم ہے؟

---

[1] التیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلمان

[2] القرآن الکریم ۱۱/۶۶

[3] خلاصۃ الرسوم

[4] و [5] تحفہ نذریہ

[6] تحفہ نذریہ

الجواب

(ا) یہ علم سمع ہے نہ قیاس۔ کلماتِ علمائے کرام سے دو ضابطے ملتے ہیں:

اوّل مطردہ کہ ہر جمع مذکر سالم کثیر الدور محذوف الالف ہے جبکہ اس الف پر مد نہ ہو۔

دوم اکثری یہ کہ الف پر مد ہو یعنی اس کے بعد ہمزہ یا حرفِ مشدّد آئے تو ثابت الالف ہے مگر ذوات الہمزہ میں حذف بھی بکثرت پایا گیا ہے۔ اور جمع مؤنث سالم تو مطلق محذوف الالف و الالفین ہے اگرچہ قلیل الدور ہو اگرچہ الف ممدود ہو۔ مگر گنتی کے حروف جیسے سورۂ شوریٰ میں روضٰت الجنّٰت، یونس میں اٰیاتنا بیّنٰت، اسی میں مکر فی اٰیاتنا، حٰم سجدہ میں سمٰوٰت، فاطر میں علٰی بیّنٰت علی الخلاف الٰی غیر ذٰلک من حروف قلائل۔

امام عمرو دانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مقنع میں فرماتے ہیں:

اتفقوا علی حذف الالف من جمع السالم الکثیر الدور من المذکر و المؤنث جمیعا الصّٰبرین و الصّٰدقین و القٰنتین و الشّٰیطین و الظّٰلمون و السّٰحرون و الطیبٰت و الخبیثٰت و المتصدّقٰت و الثیّبٰت و الغرفٰت و ما کان مثلہ، فان جاء بعد الالف ھمزۃ او حرف مضعف نحو السائلین و القائمین و الظانین و العادین و حافین و شبھہ اثبت الالف علٰی انی تتبعت مصاحف اھل المدینۃ و اھل العراق القدیمۃ فوجدت فیھا مواضع کثیرۃ مما بعد الالف فیہ ھمزۃ قد حذف الالف منھا و اکثر ما وجدتہ فی جمع المؤنث لثقلہ و الاثبات فی المذکر اکثر قال ابوعمرو ما اجتمع فیہ الفان من جمع المؤنث السالم فان الرسم فی اکثر المصاحف بحذفھما جمیعا سواء کان بعد الالف حرف مضعف او ھمزۃ نحو الحٰفظٰت و الصّٰدقٰت و النّٰزعٰت و الصّٰفّٰت و العٰدیٰت و الصّٰئمٰت و غیٰبٰت و سٰحٰت و شبھہ قد امعنت النظر فی ذٰلک فی مصاحف اھل العراق اھلیۃ اذ عدمت النص فی ذٰلک فلم ارھا مختلف فی حذف ذٰلک۔

و قال محمد بن عیسٰی اصفھانی فی کتابہ ھجاء المصاحف قوم طاغون فی والذّٰریٰت و الطور و فی روضات الجنّٰت فی عسق مرسومۃ بالالف۔

و قال ابوعمرو کذا رأیتھا انا فی مصاحف اھل العراق و رأیت فی

بعضها کراماً کاتبین بالالف فی بعضها بغیر الف اھ مختصرًا۔

تمام لوگوں نے جمع مذکر وسالم کثیر الدور سے الف کے حذف کرنے پر اتفاق کیا، جیسے صٰبرین، صٰدقین، قٰنتین، شیٰطین، ظٰلمون، سٰحرون، طیّبٰت، خبیثٰت، متصدّقٰت، ثیّبٰت، غرفٰت اور جو اس کے مثل ہو۔ اور الف کے بعد ہمزہ یا حرف مشدد آئے جیسے سائلین، قائمین، ظانین، عادین، حافین اور اس کے مشابہ۔ مگر میں نے اہلِ مدینہ اور اہلِ عراق کے قدیم مصاحف کا تتبع کیا تو بہت سے مقامات پر جہاں الف کے بعد ہمزہ تھا وہاں سے بھی الف حذف کردیا ہے اور ایسا اکثر جمع مؤنث میں اس کے ثقل کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور مذکر میں زیادہ طور پر الف کا اثبات ہے۔ ابو عمرو فرماتے ہیں جہاں جمع مؤنث سالم میں دو الف جمع ہو جائیں وہاں عام طور سے دونوں الف کو حذف کردیتے ہیں اس کے بعد ہمزہ اور حرف مشدد ہو یا نہ ہو جیسے خٰفظٰت، صٰدقٰت، نٰزعٰت، صٰفّٰت، عٰدیٰت، صٰئمٰت، غیٰبٰت، سٰئحٰت اور اس کے مثل ۔ میں نے اہلِ عراق کے اصلی مصاحف میں غور سے دیکھا جہاں مجھے کوئی تصریح نہ ملی تو ہر جگہ انھیں کو محذوف پایا۔

محمد بن عیسٰے اصفہانی اپنی کتاب "ہجاء المصاحف" میں فرماتے ہیں کچھ ذاریات اور طور میں طاغون کو اور عسق میں روضات الجنّٰت کو الف سے لکھتے ہیں۔

ابو عمرو فرماتے ہیں مصاحف اہل عراق میں میں نے کراماً کاتبین کو الف اور بغیر الف دونوں طرح تحریر پایا۔ انتھی مختصراً۔

اس کے سوا جمع مذکر سالم قلیل الدور عدیم المد کے لئے کوئی ضابطہ نہیں۔ اور خاص خاص الفاظ میں اختلافِ مصاحف ثابت۔ مقطع[1] میں ہے؛

فی بعضها فارهین وفی بعضها فرهین بغیر الف وکذلك حاذرون وحذرون۔

بعض مصاحف میں فارھین بہ الف اور بعض میں بغیر الف ہے اسی طرح حاذرون بھی دونوں طرح تحریر پایا گیا۔

اسی طرح دخان و طور و مطففین فاکھین اور لیس کے فاکھون سب کو فرمایا کہ فی بعضها بالف وفی بعضها بغیر الف تو مطلقاً ایک حکم کلی اثبات خواہ حذف کا لگا دینا

---

[1] المقنع فی رسم المصحف

ہرگز صحیح نہیں، بلکہ ہر کلمہ میں رجوع بنقل پھر بحالتِ اتفاق اس کا اتباع لازم، اور بحالتِ اختلاف اکثر و اشہر کی تقلید کی جائے۔ اور تساوی ہو تو حذف و اثبات میں اختیار ہے۔ اور احسن یہ کہ جہاں اختلافِ قراءت بھی ہو جیسے فٰکھین اور فاکھین وہاں حذف معمول بہ رکھیں لیحتمل القراء تین۔ اور اگر نقل اصلاً نہ ملے تو ناچار رجوع بہ اصل ضرور، اور وہ اثبات ہے کہ اصل کتابت میں اتباعِ ہنجار ہے۔ علامہ علم الدین سخاوی شرح عقیلہ میں زیرِ قولِ مصنف قدس سرہٗ ع وبالذی غافر عن بعضہ الالف فرماتے ہیں؛

اصل ما جھل اصلہ ان یکتب بالالف علیٰ ما ینطق[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس کی اصل نہ معلوم ہو تو قاعدہ یہ ہے کہ جس طرح بہ الف پڑھا جاتا ہے اسی طرح لکھا جائے۔

(۲) امام الاقاصی والادانی فی الرسم القرآنی ابو عمرو دانی فرماتے ہیں؛

قال الغازی بن قیس العذاب والعقاب والحساب والبیان والغفار والجبار والساعۃ والنھار بالالف یعنی فی المصاحف وذٰلک علی اللفظ، قال ابو عمرو وکذٰلک رسموا کل ما کان علیٰ وزن فعال وفعال بفتح الفاء وکسرھا وعلیٰ وزن فاعل نحو ظالم وفعال نحو خوار وفعلان نحو بنیان وفعلان نحو رضوان وکذٰلک المیعاد والمیقات والمیزان وما اشبھہ مما الفہ زائد البناء وکذٰلک ان کانت منقلبۃ من یاء او واؤ حیث وقعت[2] اھ باختصار الامثلۃ۔

غازی بن قیس فرماتے ہیں کہ عذاب، عقاب، حساب، بیان، غفار، جبار، ساعۃ، نہار مصاحف میں الف کے ساتھ مرقوم ہے جیسا کہ لفظ ہے۔ ابو عمرو فرماتے ہیں یونہی تحریر کیا ہر وہ لفظ جو فَعال اور فِعال کے وزن پر ہو یا فاعل کے وزن پر ہو جیسے ظالم، یا فُعال کے وزن پر ہو جیسے خوار، اور فُعلان کے وزن پر ہو جیسے بنیان، اور فِعلان کے وزن پر ہو جیسے رضوان، اور ایسے ہی میعاد، میقات، میزان اور اس کے مشابہ الفاظ جس میں الف زائد بناء کے لئے ہو۔ ایسے ہی یاء اور واؤ سے بدلا ہوا بھی جہاں کہیں ہو۔ مثالوں میں اختصار کر دیا ہے۔

یہ مبارک کلام مفید عام کل سے ابتداء اور حیث وقعت پر انتہا ہو کر تاکیداً افادۂ عموم لایا،

---

[1] (شرح عقیلہ) الوسیلہ فی کشف العقیلہ
[2] المقنع فی رسم المصحف

اگرچہ بحکم :

مامن عام الاوقد خص منہ البعض حتی ھٰذہ القضیۃ لنفسہا بمثل قولہ سبحٰنہ "وھو بکل شیئ علیم"[1] کما لایخفی علی ذی عقل سلیم۔

کوئی عام نہیں کہ اس سے بعض کی تخصیص نہ ہو خاص اس قضیہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے قول ھو بکل شیئ علیم کی طرح، جیسا کہ عقل سلیم والے پر ظاہر ہے۔

بعض مستثنیات رکھتا ہے جنھیں خود امام ممدوح نے مقنع میں مواضع متفرقہ پر افادہ فرمایا ہے مثل عٰلم الغیب والبٰلغ وبلغا والضٰلل وضٰلل ومن خلٰلہ وظٰلٰلہ وغیرھا[2] (مثلاً عٰلم الغیب اور بلٰغ اور بلٰغا اور الضٰلل اور ضٰلل اور من خلٰلہ اور ظٰلٰلہ وغیرھا)

ولہٰذا "مرتع الغزلان فی رسم خط القرآن" میں فرمایا :

وزن فعال وفاعل وفَعلان ـــ ھُم فَعال وفِعال وھُم فُعلان نیز فُعلان ومفعل وفعّال ـــ ھُم فُعال ومفاعل وافعال ھُم مفاعیل ومفعل ومفعال ـــ بافعالی فواعل وفِعّال ـــ جملگی فعلہا ومصدرہا الف منقلب ز واؤ و ز یاء، ہمہ گی ثابت است در ہمہ جا، جز حروفے کہ گشتہ مستثنٰی[3]

فَعال اور فاعل اور فِعلان کا وزن ـــ فَعال اور فِعال اور فَعلان کا وزن ـــ فُعلان اور مفعل اور فعّال بھی ـــ فُعال اور مفاعِل اور افعال بھی ـــ مفاعیل اور مفعل مفعال بھی ـــ فعالی فواعل ـــ فِعّال ـــ اور افعال اور تمام مصادر، جن کا الف واؤ سے بدلا ہو یا یاء سے بدلا ہو، تمام مقامات میں ایسا الف باقی اور ثابت رہے گا، البتہ چند حروف اس قاعدہ سے مستثنٰی ہیں۔

مگر شک نہیں کہ وہ ہمیں ایک ضابطہ نافعہ بتاتا ہے کہ مستثنیات کے سوا ایسے سب کلمے ثابتات الالف ہیں۔ تو جب تک بالخصوص نقلِ معتمد سے خلاف ثابت نہ ہو ثابت ہی رکھیں گے کہ وہی اصل اور وہی خود اصل رسم میں اصل۔ خلاصۃ الرسوم سے بکلمی اور یبدلوا کلام اللہ بالحذف مترشح ہے۔ اخیر کی وجہ ظاہر ہے کہ امام حمزہ و امام کسائی نے یہاں کَلِمَ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۹

[2] المقنع فی رسم المصحف

[3] مرتع الغزلان فی رسم خط القرآن

بروزن کَنِفٌ پڑھا ہے مگر کلامی میں مثل دو باقی فقیر کے نزدیک اثبات ارجح ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم۔

(۳) یہ کلمہ سات جگہ آیا ہے، سب سے پہلے سورۃ آل عمران میں:

لاٰیٰت لاولی الالباب ۝ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلٰی جنوبھم۔[1]
نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔ (ت)

عام مصاحف میں یہاں بھی مع الالف ہے۔ صاحبِ خلاصۃ الرسوم علامہ عثمان طالقانی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ نے صرف مائدہ کو ذکر کیا کہ:

قیٰمًا بحذفِ الف مرسوم است از جہت اشتمال بر ہر دو قراءت یا بنام اختصار۔[2]
قیٰمًا الف کے حذف کے ساتھ لکھا گیا ہے دونوں قراءات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یا اختصار کے لئے۔ (ت)

اور حرفِ اوّل نساء کو اگرچہ لفظاً نہ بنایا بلکہ رسماً بحذف لکھا جس سے ظاہر باقی پانچ میں اثبات ہے، اور یہی قول مرتع ع قیٰما وز ابتداء نساء وع آخر مائدہ قیٰمًا دال[3] کا مفاد ہے اور اس کی وجہ واضح ہے کہ امام نافع اور امام اجل ابن عامر نے حرف نساء جعل اللہ لکم قیٰمًا[4] اور ابن عامر نے حرف مائدہ قیٰما للناس[5] کو بے الف پڑھا فی التیسیر، باقی سب میں اثباتِ الف ہے باتفاقِ قرائِ سبعہ والرسم یتبع اللفظ لاسیّما وھو فِعّال کما مر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) مصحفِ کریم میں والِدِ، والدین، والدیہ، والدیك، والدیّ، والدۃ، والدتی، والدتك سب بالف بعدِ واؤ مرسوم ہیں۔ اور یہی مقتضائے قاعدۂ فاعل ہے حتی کہ والدات باآنکہ جمع مؤنث سالم ہے، حذف الف میں مختلف فیہ ہے۔ والدٰن

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۰ و ۱۹۱
[2] خلاصۃ الرسوم
[3] مرتع الغزلان فی رسم خط القرآن
[4] القرآن الکریم ۴/ ۵
[5] 〃 ۵/ ۹۷

میں حذف الف تثنیہ توحسب قاعدہ مطردہ ضرور ہے، حذفِ اوّل کی کوئی وجہ ظاہر نہیں اور عبارت خلاصۃ الرسوم[1] اس نسخۂ سقیمہ میں مرسوم "الولدان ہردو بحذف الف تثنیہ مکتوب است بعد از واؤ و دال ہمہ جا" عبارت نے توحذف الف تثنیہ بتایا ہے اور ہردو سے مراد دونوں لفظ الولدان کہ اس آیۂ کریمہ میں واقع ہیں اور بعد از واؤ الف تثنیہ کے کوئی معنی نہیں۔ ظاہراً لفظ واؤ زیادت قلم ناسخ سے ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۵) فِعالیٰ کا قاعدہ مرتّع سے گزرا اور بعینہٖ یہی تخصص موضعین حج مفاد مقنع ہے۔ محذوفات نافع بیان کر کے فرماتے ہیں؛

فھٰذا جمیع ما فی روایۃ عبد اللّٰہ بن عیسٰی عن قالون عن نافع مما حذفت منہ الالف الرسو وحدثنا ابو الحسن بن غلبون قرأہ منی علیہ حدثنا ابی حدثنا محمد ابن جعفر حدثنا اسمٰعیل ابن اسحٰق القاضی القالون عن نافع بعامۃ ھٰذہ الحروف وزاد فی الکھف فلا تصٰحبنی وفی الحج سکرٰی وما ھم بسکرٰی الخ۔[2]

یہ سب عبد اللہ بن عیسٰے کی روایت قالون سے ہے اور انھوں نے نافع سے روایت کی جہاں جہاں سے رسم میں الف محذوف ہوا ابو الحسن ابن غلبون نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں ان پر پڑھ رہا تھا انھوں نے کہا مجھ سے میرے والد نے ان سے محمد ابن جعفر نے ان سے اسمٰعیل بن اسحٰق قاضی نے انھوں نے قالون سے اور انھوں نے امام نافع سے یہ سب روایت کی۔ اور سورۂ کہف میں فلا تصٰحبنی اور حج میں سکری وما ھم بسکری کا اضافہ کیا۔

اور وہ واضح الوجہ ہے کہ حرفین حج کو امام حمزہ اور امام کسائی نے سَکرٰی بروزن سَلْمٰی پڑھا ہے بخلاف حرفِ نسا کہ قرارت سبعہ میں بالاتفاق سکرٰی بروزن فُعَالٰی ہے تو قول مرتّع ہی اوضح اور اوجہ ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۶) مصاحفِ ہند نے اتباعِ "خلاصۃ الرسوم" کیا مگر کلام الامام امام الکلام ولا اقل دونوں مجوز ہوں۔ واللہ تعالےٰ اعلم

(۷) تیسیر میں ھود و معارج کے خزی یومئذ[3] اور عذاب یومئذ[4] میں فتح میم کو

---

[1] خلاصۃ الرسوم
[2] المقنع فی رسم المصحف
[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۶۶
[4] القرآن الکریم ۷۰/ ۱۱

نافع اور کسائی کی طرف نسبت فرمایا، اور اسی طرح دیگر ائمہ نے تصریح فرمائی۔ تیسیر میں ہے:

نافع والکسائی ومن خزی یومئذ وفی المعارج من عذاب یومئذ ببنیہ بفتح المیم والباقون بکسرھا[1]

نافع اور کسائی نے من خزی یومئذ اور سورۂ معارج میں من عذاب یومئذ ببنیہ کو میم کے فتحہ کے ساتھ اور باقیوں نے کسرہ کے ساتھ پڑھا۔

شاطبیہ میں ہے:

ویومئذ مع سأل فافتح (ا) تی (ر) ضا
وفی النمل (حصن) قبلہ النون (ث) ملا[2]

یومئذ کو اس سورۃ اور سورۃ معارج میں فتح میم سے پڑھ کہ وہ پسندیدہ ہو کر آیا ہے، اور سورۂ نمل میں فتح میم کوفیین اور نافع کے لئے ایک قلعہ ہے اور اس لفظ سے پہلے نون تنوین نے فتح کو سنوار دیا۔

شرح میں ہے:

امر بفتح المیم فی قولہ تعالیٰ ومن خزی یومئذ ومن عذاب یومئذ ببنیہ فی المعارج المشار الیھما بالھمزۃ والراء فی قولہ اتی رضا وھما نافع والکسائی۔ ثم اخبران المشار الیھم بحصن وھم الکوفیون ونافع قرأوا بالنمل وھم من فزع یومئذ یومئذ فتعین لمن لم یذکرہ فی الترجمتین القراءۃ بکسر اما اصلہ وھو علی الحقیقۃ الخفض فی المواضع[3] الخ۔

اللہ تعالیٰ کے قول من خزی یومئذ اور من عذاب یومئذ ببنیہ میں جو سورۂ معارج میں ہے میم کے فتحہ کا حکم دیا۔ اور ہمزہ اور راء سے مصنف کے قول "اتی رضا" میں نافع اور کسائی کی طرف اشارہ ہے۔ پھر یہ بتایا کہ لفظ حصن سے کوفیوں اور نافع کی طرف اشارہ ہے۔ ان لوگوں نے سورۂ نمل کے من فزع یومئذ کو یومئذ پڑھا، تو یہ بات ثابت

---

[1] التیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلیمان
[2] حرز الامانی ووجہ التہانی — سورۂ ہود — مصطفیٰ البابی مصر — ص ۶۲
[3] سراج القاری (شرح الشاطبیۃ) لعلی بن عثمان المعروف بابن القاصح

ہوگئی کہ دونوں ترجموں میں جن لوگوں کا ذکر نہیں ہے وہ اصل حقیقی پر تینوں جگہ مکسور پڑھتے ہیں۔
غیث النفع میں ہے:

خزی یومئذ قرأ نافع وعلی بفتح المیم والباقون بالکسر[1]

خزی یومئذ کو نافع اور علی نے بفتح میم اور باقی قراء نے بالکسر پڑھا۔

بعینہٖ اسی طرح اس کی سورۃ سأل میں ہے ان اجلہ اکابر کی تصریحات جلیلہ پر ہی اعتماد لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) تعوّذ میں یہ صیغہ مختار قراء کرام ہونا ضرور صحیح ہے۔ امام ابوعمرو دانی تیسیر میں فرماتے ہیں:

المستعمل عند القراء الحذاق من اھل الاداء فی لفظھا اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم دون غیرہ وذٰلک لموافقۃ الکتاب والسنۃ فاما الکتاب ما جاء فی تنزیل العظیم قولہ عزوجل لنبیہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو اصدق القائلین "فاذا قرأت القراٰن فاستعذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" و اما السنۃ فما رواہ نافع ابن جبیر ابن مطعم عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ استعاذ قبل قرأۃ القراٰن بھذا اللفظ بعینہ وبذٰلک قرأت وبہ اٰخذ[2]

ادائے قرآن میں ماہر قاریوں میں استعاذہ کے لئے یہی الفاظ مستعمل ہیں اور نہیں، وجہ یہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن وحدیثِ نبوی کے موافق ہیں، اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے جب قرآن پڑھنا ہو تو "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم" پڑھو۔ اور حضرت نافع ابن جبیر ابن مطعم اپنے والد سے وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلاوتِ قرآن سے قبل خاص انھیں الفاظ میں اعوذ باللہ پڑھتے یہ حدیث سے ثابت ہوا۔ امام ابوعمرو فرماتے ہیں میں ایسا ہی پڑھتا ہوں اور یہی میرا مذہب ہے۔
غیث النفع میں ہے:

اما صیغتھا فالمختار عند جمیع القراء اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم و کلھم یجیز غیر ھٰذہ الصیغۃ من الصیغ الواردۃ نحو اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم و اعوذ باللہ العظیم من الشیطن الرجیم واعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم انہ ھو السمیع العلیم و اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم[3]

---

[1] غیث النفع القراءات السبع للامام ابی عمرو عثمان [2] التیسیر فی قواعد علم التفسیر للامام محمد بن سلیمان
[3] غیث النفع

صیغہ استعاذہ کے لئے تمام قاریوں کا مختار اور پسندیدہ لفظ "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" ہے، اس کے باوجود ان دوسرے صیغوں کو بھی سبھی جائز قرار دیتے ہیں جو اس باب میں وارد ہیں جیسے "اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم" وغیرہ الخ۔

حرز الامانی امام محمد قاسم شاطبی قدس سرہٗ میں ہے: ؎

اذا ما اردت الدھر تقرأ فاستعذ — جھارا من الشیطن باللہ مُسْجلا

علی ما اتی فی النحل یسرًا وان تزد — لربك تنزیھا فلست مُجَھَّلا[1]

زمانہ میں جب بھی قرآن شریف پڑھنا چاہو تو اعوذ باللہ علی الاعلان پڑھو، یہ سب قاریوں کا مسلک ہے۔ جیساکہ سورۂ نحل شریف میں وارد جو آسان ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی کچھ تنزیہات بھی بڑھادو تو تم جاہل نہ ہوگے۔

سراج القاری میں ہے:

قوله مُسْجَلا ای مطلقا لجمیع القراء فی جمیع القرآن (علی ما اتی فی النحل) ای استعذ علی اللفظ الذی نزل فی سورۃ النحل جاعلا مکان استعذ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم و معنی یسرًا ای میسرًا وتیسرہ قلۃ کلماتہ وزیادۃ التنزیہ ان تقول اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم انه هو السمیع العلیم واعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم و نحو ذلك وقوله فلست مجهلا ای لست منسوبا الی الجهل لان ذلك كله صواب و مروی[2]

ماتن کا قول مُسْجَلا کا مطلب یہ ہے کہ تمام قرار قرآن کی قراءت میں ہر جگہ اسی کو راجح قرار دیتے ہیں علی ما اتی فی النحل کا مطلب یہ ہے کہ سورۂ نحل شریف میں استعاذہ کے جو الفاظ وارد ہیں انھیں ڈھونڈو، اور یسرًا کے معنی یہ ہیں کہ چونکہ اس استعاذہ میں کلمات کم ہیں اس لئے ان کا پڑھنا آسان ہے اور تنزیہ کے اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ اور روایتوں میں جو سمیع علیم وغیرہ تعریف الٰہی کے کلمات وارد ہیں ان کا اضافہ کرو، فلست مجھلا کا مطلب یہ کہ ایسا کرنے پر تم جاہل نہ قرار دیئے جاؤگے کیونکہ وہ زائد کلمات بھی درست اور مروی ہیں۔

---

[1] حرز الامانی ووجہ التہانی — باب الاستعاذۃ — مصطفی البابی مصر — ص ۱۰

[2] سراج القاری (شرح الشاطبیۃ) لعلی بن عثمان المعروف بابن القاصع

مگر دیگر الفاظ مرویہ سے بھی منع ہرگز نہیں۔ وہ سب بھی باجماع قراء جائز ہیں۔ غیث و شاطبیہ وشروح کی عبارات ابھی گزریں۔ امام جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں:

قال الحلوانی فی جامعہ لیس للاستعاذۃ حد ینتھی الیہ من شاء زاد و من شاء نقص[1]

حلوانی نے اپنی جامع میں لکھا کہ استعاذہ کی کوئی حد نہیں ہے کہ اسی پر بس ہے۔ تو جو چاہے اضافہ کرے اور جو چاہے کم کرے۔

حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دیگر الفاظ سے منع فرمانا ہرگز ثابت نہ ہوا، اور اگر ثابت ہو جاتا تو کیا معنٰی تھے کہ بعدِ منعِ اقدس پھر بھی دیگر الفاظ جائز رہتے۔ قاری صاحب نے یہاں عجیب بین المتنافیین کیا ہے کہ اور الفاظ سے منع فرمانا بالجزم حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت کہا، حالانکہ وہ حدیث ضعیف ہے اور ضعیف کی بہ صیغہ جزم نسبت روا نہیں۔ پھر ان الفاظ کو بھی جائز رکھا حالانکہ بعد ممانعتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جواز کی طرف راہ اصلاً نہیں، بلکہ جواز وہی ہے کہ منع ثابت نہ ہوا۔ امام شاطبی بعدِ کلامِ مذکور فرماتے ہیں:

وقد ذکروا لفظ الرسول فلم یزد\
ولو صح ھذا النقل لم یبق مجملا[2]

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے الفاظ میں استعاذہ میں اضافہ نہیں ہے\
اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو حکمِ قرآنی مجمل نہ ہوتا۔

شرح علامہ ابن قاصح میں ہے:

اشار الی قول ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قرأت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقلت اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم فقال لی قل یا ابن ام عبد اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم و روی نافع عن ابن جبیر ابن مطعم عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یقول قبل القراءۃ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم و

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۴۱

[2] حرز الامانی ووجہ التہانی باب الاستعاذۃ مصطفی البابی مصر ص ۱۰

کلا الحدیثین ضعیف، و اشار بقوله ولو صح ھذا النقل الی عدم صحة الحدیثین وقوله لم یبق مجملا ای لو صح نقل ترك الزیادة لذھب اجمال الاٰیة واتضح معناھا وتعین لفظ النحل دون غیرہ ولکنہ لم یصح فبقی اللفظ مجملا مع ذٰلك فالمختار ان یقال اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم لموافقہ لفظ الاٰیة و ان کان مجملا لورود الحدیث بہ علی الجملة وان لم یصح لاحتمال الصحة۔[1]

مصنف نے اپنے قول سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور تلاوت کی تو اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم کہا تو مجھ سے آپ نے فرمایا: اے اُمِّ عبد کے لڑکے! صرف اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کہو۔ اور نافع نے جبیر ابن مطعم سے انھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تلاوت سے قبل اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھتے تھے اور یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔ اور مصنف نے اپنے قول ولو صح ھذا النقل سے دونوں ہی حدیثوں کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے اور مصنف کے قول "مجمل نہ رہتی" کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہوتی کہ زیادتی کو ترک کیا تو آیت قرآنی کا اجمال ختم ہوجاتا اور اس کے معنی واضح ہوجاتے اور سورۂ نحل میں وارد الفاظ ہی متعین ہوجاتے، لیکن جب یہ حدیث صحیح نہیں تو آیت مجمل ہی رہی، اس کے باوجود راجح اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ہی ہے کیونکہ یہ قرآنی الفاظ کے موافق بھی ہے اور حدیث بھی ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے، تو اگر روایت صحیح ثابت نہ ہو احتمالِ صحت تو ہے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۹۵ تا ۱۱۰)

(۷) سید پرورش علی صاحب نے دھرم پورہ ضلع بلند شہر سے رسم القرآن سے متعلق بزبانِ فارسی سوال بھیجا جو کہ مع جواب مندرجہ ذیل ہے:

سوال: چہ می فرمایند عالمانِ کتاب مبین کہ الف ذاقا و استبقا الباب اور دعوا اللہ اور قالا الحمد خواندہ شود یا نہ؟ بیّنوا توجروا۔

کتاب مبین کے علماء کیا فرماتے ہیں کہ ذاقا، استبقا الباب، دعوا اللہ اور قالا الحمد کا الف پڑھا جائے گا یا نہیں؟ بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ (ت)

---

[1] سراج القاری (شرح الشاطبیۃ) للعلامہ لعلی بن عثمان المعروف بابن القاصح

الجواب

درسجاوندی ایں چہار فتحہ را بقدر خفیف کہ تا الف تام نہ رسد اشباع فرمودہ است، سجاوندی کتاب معتبر ست و دیگر کتب گرچہ تصریح بداں نیست خلافش نیز نیست و وجہش موجہ است کہ تمیز تثنیہ از مفرد است پس عمل بداں محذورے ندارد و نظیرش فصل خفیف در قال اللہ تعالیٰ "علی ما نقول وکیل[1]"، وقال النار مثوٰکم[2] وامثالہا است تا ابتداء بفاعل ملتبس نہ شود۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سجاوندی میں ان چار فتحوں میں ہلکا سا اشباع فرمایا گیا ہے تاکہ الف تام کی حد تک نہ پہنچے۔ سجاوندی معتبر کتاب ہے۔ دوسری کتابوں میں اگرچہ اس کی تصریح نہیں ہے مگر مخالفت بھی نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے تثنیہ مفرد سے ممتاز ہوجائے گا۔ لہذا اس پر عمل کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کے ارشاد علی ما نقول وکیل اور قال النار مثوٰکم اور اس جیسی دیگر مثالوں میں ہلکا سا فصل ہے تاکہ مبتداء کا فاعل کے ساتھ التباس لازم نہ آئے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۱۱۰، ۱۱۱)

(۸) کواکب خود بالطبع آسمان میں گھومتے ہیں یا بحرکت قمری بالتبع چکر کھاتے ہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

ہمارے نزدیک کواکب کی حرکت نہ طبعیہ ہے نہ تبعیہ، بلکہ خود کواکب بامر الٰہی وتحریک ملائکہ آسمانوں میں دریا کی مچھلی کی طرح تیرتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ کل فی فلک یسبحون[3]، وقال اللہ تعالیٰ "والشمس تجری لمستقر لہا ذلک تقدیر العزیز العلیم[4]"، وقال تعالیٰ "سخر لکم الشمس و القمر دائبین[5]"، وقال تعالیٰ "کل یجری الی اجل مسمّی"[6]

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ہر ستارہ ایک آسمان میں تیرتا ہے۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے سورج اپنے مستقر کے لئے جاری ہے یہ غالب علم والے کا حساب ہے۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے سورج اور چاند کو تمھارے لئے مسخر فرمایا جو مسلسل چل رہے ہیں۔ اور فرمایا ایک

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۲۸ [2] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۸
[3] ″ ۳۶/ ۴۰ [4] ″ ۳۶/ ۳۸
[5] ″ ۱۴/ ۳۳ [6] ″ ۳۱/ ۲۹

مقررہ وقت کے لئے سب حرکت میں ہیں۔

ہمارے نزدیک نہ زمین متحرک ہے نہ آسمان۔

قال اللہ تعالٰی "ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما من احد من بعدہ"[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا) بیشک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمینوں کو کہ ہٹ نہ جائیں اور جو وہ ہٹیں تو خدا کے سوا انھیں کون روکے۔

سعید بن منصور اپنی سنن، اور عبد حمید اور ابن جریر اور ابن منذر اپنی تفاسیر میں شقیق سے راوی:

قال قیل لابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما ان کعبًا یقول ان السماء تدور فی قطبۃ مثل قطبۃ الرحا فی عمود علی منکب ملک قال کذب کعب ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا۔ وکفی بھا زوالا ان تدور[2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بتایا گیا کہ حضرت کعب کا کہنا ہے کہ آسمان چکی کے پاٹ کی طرح ایک کیل میں جو ایک فرشتے کے کندھے پر گھوم رہا ہے، آپ نے فرمایا: کعب غلط کہتے ہیں اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اس نے آسمان و زمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے اور حرکت کے لئے ٹلنا ضروری۔

عبد بن حمید قتادہ سے راوی:

ان کعبا کان یقول ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحا فقال حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کذب کعب ان اللہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا[3]

حضرت کعب احبار فرماتے تھے کہ آسمان چکی کی طرح کیلے پر گھوم رہا ہے۔ حذیفہ الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: (اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ) اللہ تعالٰی نے آسمان و زمین کو ٹلنے سے

---

[1] القرآن الکریم ۳۵ / ۴۱

[2] الدر المنثور تحت آیۃ ۳۵ / ۴۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷ / ۳۲

[3] " " " " " " " " " ۷ / ۳۲

روک رکھا ہے۔

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرت افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعۃ سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور حضرت صاحب سِرّ رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہم سے عرض کی گئی: کعب کہتے ہیں آسمان گھومتا ہے۔ دونوں صاحبوں نے کہا: کعب غلط کہتے ہیں۔ اور وُہی آیہ کریمہ اس کے رَد میں تلاوت فرمائی۔

اقول وان کان الزاعم ان یزعم ان الزوال بمعنی الحرکۃ الاینیۃ ولکن کبراء الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اعرف منا بتفسیر القرآن فلا یجوز الاستدراك علیھم عند من نور اللہ بصیرتہ جعلنا اللہ منھم بحرمتھم عندہ اٰمین!

میں کہتا ہُوں کہ کوئی شخص یہ گمان کرسکتا ہے کہ زوال تو حرکتِ اینیہ کو کہتے ہیں لیکن بزرگ ترین صحابہ ہم سے زیادہ قرآن کی تفسیر جاننے والے تھے کہ ان (رضی اللہ تعالٰی عنہم) کے کہے ہوئے کو وہ شخص رَد نہیں کرے گا جسے خدا نے نورِ بصیرت دیا۔ اللہ ان کے صدقے میں ہمیں بھی انھیں کے ساتھ کرے آمین! (فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۱۱۳ تا ۱۱۵)

(**9**) سوال آیا کہ سبع سیارہ کا بیان کس آیت میں ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا:

قال اللہ تعالٰی "والشمس والقمر ط والنجوم مسخرات بامرہ ط"[1]

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: سورج، چاند اور ستارے سب اسی کے حکم کے فرمانبردار ہیں۔

اور کل فی فلك[2] سے بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ اس میں سات حرف ہیں اپنے نفس پر دائرہ اور ریزین کا بیان تو بکثرت فرمایا، خاص متحیرات خمسہ کا ذکر فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس[3] میں ہے، میں قسم یاد فرماتا ہُوں دُبک جانے والوں چلنے والوں کی۔ یہ اُن کے وقوف، استقامت و رجعت کا بیان ہے کہ سیدھے چلتے ہیں، پھر ٹھہر جاتے ہیں، پھر پیچھے ہٹتے ہیں، پھر ٹھہرتے ہیں، پھر سیدھے ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کو متحیرہ کہتے ہیں۔ ابن ابی حاتم تفسیر میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فلا اقسم بالخنس کی تفسیر میں راوی:

---

[1] القرآن الکریم ۱۶ / ۱۲

[2] " " ۳۶ / ۴۰

[3] " " ۸۱ / ۱۵، ۱۶

قال خمسۃ انجم زحل وعطارد والمشتری وبھرام والزھرۃ لیس فی الکواکب شیئ یقطع المجرۃ غیرھا۔[1]

فرمایا: وہ پانچ ستارے ہیں: زحل، عطارد، مشتری، مریخ، زہرہ۔ کوئی ستارہ ان کے ماسوا کہکشاں کو قطع نہیں کرتا۔

یعنی ثوابت میں جو کہکشاں پر ہیں وہ وہیں ہیں جو اس کے اِدھر اُدھر ہیں، وہ وہیں ہیں ان کی حرکت طبعیہ خفیفہ خفیہ ایسی نہیں کہ ابھی کہکشاں سے ادھر تھے چند ہی مدت میں اُس پار چلے گئے۔ یہ شان انھیں پانچ نجوم کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۱۱۵، ۱۱۶)

(۱۰) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افضل المرسلین ہونے کے بارے میں تحریر کردہ رسالہ "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" کے ہیکل اول میں قرآنی آیات پیش کرتے ہوئے فرمایا:

آیت اُولیٰ: قال تبارک وتعالیٰ: واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتٰب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذٰلکم اِصری ط قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشّٰھدین ط فمن تولّٰی بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون○[2]

پہلی آیت: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اور یاد کر اے محبوب! جب خدا نے عہد لیا پیغمبروں سے کہ جو میں تم کو کتاب وحکمت دوں، پھر تمھارے پاس آئے رسول تصدیق فرماتا اُس کی جو تمھارے ساتھ ہے تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا، اور بہت ضرور اس کی مدد کرنا۔ پھر فرمایا کیا تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب انبیاء نے عرض کی کہ ہم ایمان لائے۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمھارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔ اب جو اس کے بعد پھرے گا تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔

امام اجل ابوجعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولی المسلمین امیر المومنین جناب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی:

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی حاتم تحت آیۃ فلا اقسم بالخنس الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۳۹۵

[2] القرآن الکریم ۳/۸۱ و ۸۲

لو یبعث اللّٰہ نبیا من اٰدم فمن بعدہ الا اخذ علیہ العہد فی محمد صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لئن بعث وھو حی لیؤمنن بہ ولینصرنّہ ویاخذ العہد بذٰلک علٰی قومہ[1]۔

یعنی اللہ تعالٰی نے آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے۔

اسی طرح حبر الامہ عالم القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہوا، رواہ ابن جریر[2] وابن عساکر وغیرھما (اس کو ابن جریر اور ابن عساکر وغیرہ نے روایت کیا۔ ت) بلکہ امام بدر زرکشی وحافظ عماد بن کثیر وامام الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسے صحیح بخاری[ع] کی طرف نسبت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ونحوہ اخرج الامام ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن السدی کما اوردہ الامام الاجل السیوطی فی الخصائص الکبرٰی[3]۔

اور اس کی مثل امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں سدی سے روایت کیا جیسا کہ امام اجل سیوطی علیہ الرحمہ نے خصائص کبرٰی میں نقل کیا ہے۔ (ت)

اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء نشر مناقب وذکر مناصب حضور سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سے رطب اللسان رہتے اور اپنی پاک مبارک مجالس ومحافل ملائک منزل کو حضور کی یاد ومدح سے زینت دیتے اور اپنی امتوں سے

ع[4]: قال الزرقانی قال الشامی ولم اظفر بہ فیہ ۱۲ منہ

زرقانی نے کہا شامی نے فرمایا ہے کہ میں اس کو صحیح بخاری میں نہیں پا سکا۔ (ت)

[1] المواہب اللدنیۃ عن علی المقصد الاول اخذ العہد علی الانبیاء المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۶۶
جامع البیان (تفسیر الطبری) ۳/ ۸۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۸۷

[2] جامع البیان

[3] الخصائص الکبرٰی باب خصوصیۃ باخذ المیثاق علی النبیین الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۸

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۰

حضور پُر نور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ رساں کنواری بتول کا ستھرا بیٹا مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد[1] (اس رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ ت) کہتا تشریف لایا۔ اور جب سب ستارے روشن مہ پارے نکمنِ غیب میں گئے آفتاب عالمتاب خمیت مآب نے باہزاراں ہزار جاہ و جلال طلوعِ اجلال فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم دھر الداھرین (اللہ تعالٰی آپ پر اور دیگر تمام رسولوں پر ہمیشہ ہمیشہ درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ ت)

ابن عساکر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

لم یزل اللہ یتقدم فی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی اٰدم فمن بعدہ ولم تزل الامم تتباشر بہ وتستفتح بہ حتی اخرجہ اللہ فی خیر امۃ، وفی خیر قرن وفی خیر اصحاب وفی خیر بلد۔[2]

ہمیشہ اللہ تعالٰی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں آدم اور ان کے بعد سب انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام سے پیشگوئی فرماتا رہا، اور قدیم سے سب اُمتیں تشریف آوری حضور کی خوشیاں مناتیں اور حضور کے توسّل سے اپنے اعداء پر فتح مانگتی آئیں یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو بہترین امم و بہترین قرون و بہترین اصحاب و بہترین بلاد میں ظاہر فرمایا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اور اس کی تصدیق قرآنِ عظیم میں ہے:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین۔[3]

یعنی اس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے، پھر جب وہ جانا پہچانا ان کے پاس تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو خدا کی پھٹکار منکروں پر۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۶
[2] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن عساکر باب خصوصیۃ باخذ المیثاق الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۹
[3] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

علماء فرماتے ہیں جب یہود مشرکوں سے لڑتے دُعا کرتے،

اللّٰھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اٰخر الزمان الذی نجدُ صفتہ فی التوراۃ۔[1]

الٰہی اِمداد دے اُن پر صدقہ نبی آخر الزمان کا جس کی نعت ہم توراۃ میں پاتے ہیں۔
اس دُعا کی برکت سے انھیں فتح دی جاتی۔
اِسی پیمانِ الٰہی کا سبب ہے کہ حدیث میں آیا حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہٖ لو ان موسٰی کان حیًّا الیوم ما وسعہ الا ان یتبعنی۔ اخرجہ الامام احمد[2] والدارمی والبیھقی فی شعب الایمان عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما، و ابونعیم فی دلائل النبوۃ و اللفظ لہ عن امیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ[3]۔

قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آج اگر موسٰی دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی (اس کو امام احمد، دارمی اور شعب الایمان میں بیہقی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور لفظ ابونعیم کے ہیں۔ ت)

اور یہی باعث ہے کہ جب آخر الزمان میں حضرت سیدنا عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نزول فرمائیں گے باآنکہ بدستور منصب رفیع نبوت و رسالت پر ہوں گے حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اُمتی بن کر رہیں گے، حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے، حضور کے ایک اُمتی و نائب یعنی امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔ اخرجہ الشیخان[4] عن ابی ھریرۃ

---

[1] البحر المحیط تحت الآیۃ ۲/ ۸۹ دار الفکر بیروت ۱/ ۳۰۳
[2] مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۸۷
[3] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الاول عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۸
[4] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسٰی بن مریم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۰
صحیح مسلم کتاب الایمان " " " " " " ۱/ ۸۷

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

کیسا حال ہوگا تمھارا جب ابنِ مریم تم میں اتریں گے اور تمھارا امام تم میں سے ہوگا (اس کو شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور اس عہد واثق کی پوری تائید وتوکید حق عزجلالہ نے توریت مقدس میں فرمائی جس کی بعض آیتیں اِن شاء اللہ تابش اول ہیکل دوم میں مذکور ہوں گی۔

امام علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سُبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ "التعظیم والمنہ فی لتؤمنن بہ ولتنصرنہ" لکھا، اور اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں، اور تمام انبیاء ومرسلین اور اُن کی اُمتیں سب حضور کے امتی۔ حضور کی نبوت و رسالت زمانہ سیدنا ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روزِ قیامت تک جمیع خلق اللہ کو شامل ہے، اور حضور کا ارشاد "وکنت نبیا وادم بین الروح والجسد"[1] (میں نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام رُوح وجسد کے درمیان تھے۔ت) اپنے معنی حقیقی پر ہے۔ اگر ہمارے حضور حضرت آدم ونوح وابراہیم وموسٰی وعیسٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانہ میں ظہور فرماتے اُن پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے۔ اسی کا اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شبِ اسرٰی تمام انبیاء ومرسلین نے حضور کی اقتداء کی اور اس کا پُورا ظہور روزِ نشور ہوگا جب حضور کے زیرِلواآدم ومن سواکافہ رسل وانبیاء ہونگے صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین۔ یہ رسالہ نہایت نفیس کلام پر مشتمل جسے امام جلال الدین نے خصائص کبرٰی اور امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور ائمہ مابعد نے اپنی تصانیف ملیحہ میں نقل کیا اور اسے نعمتِ عظمٰی ومواہبِ کبرٰی سمجھا من شاء التفصیل فلیرجع الٰی کلماتھم رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم اجمعین (جو تفصیل چاہتا ہے وہ اُن کے کلمات کی طرف رجوع کرے، ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ت)

بالجملہ مسلمان بہ نگاہِ ایمان اس آیہ کریمہ کے مفاداتِ عظیمہ پر غور کرے، صاف صریح ارشاد فرمارہی ہے،

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الایمان دارالفکر بیروت ۲/ ۶۰۹
کنزالعمال بحوالہ ابن سعد حدیث ۳۱۹۱۷، ۳۲۱۱۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۹ و ۴۵۰
جامع الترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱

کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اصل الاصول ہیں، محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم رسولوں کے رسول ہیں، اُمتیوں کو جو نسبت انبیاء و رسل سے ہے وہ نسبت انبیاء و رسل کو اِس سیّد الکل سے ہے، امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ، اور رسولوں سے عہد و پیمان لیتے ہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے گرویدگی فرماؤ۔ غرض صاف صاف جتا رہے ہیں کہ مقصود اصلی ایک وہی ہیں باقی تم سب تابع و طفیلی ع

مقصود ذاتِ اوست دگر جملگی طفیل

(مقصود ان کی ذات ہے باقی سب طفیلی ہیں۔ ت)

آیۂ لتؤمننّ بہ ولتنصرنّہ کے بعض لطائف

اقول و باللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ ت) پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اِس مضمون کو قرآن عظیم نے کس قدر مہتم بالشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا۔

اوّلاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں۔ زنہار حکمِ الٰہی کا خلاف اُن سے محتمل نہیں۔ کافی تھا کہ رب تبارک و تعالٰی بطریق امر اُنھیں ارشاد فرماتا کہ اگر وہ نبی تمھارے پاس آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ مگر اس قدر پر اکتفاء نہ فرمایا بلکہ اُن سے عہد و پیمان لیا، یہ عہد عہدِ الست بربکم[1] (کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں۔ ت) کے بعد دوسرا پیمان تھا جیسے کلمۂ طیبہ میں لا الٰہ الّا اللہ (اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ت) کے ساتھ محمدٌ رسول اللہ (محمد اللہ کے رسول ہیں۔ ت) تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ما سوائے اللہ پر پہلا فرض ربوبیتِ الٰہیہ کا اذعان ہے، پھر اس کے برابر رسالتِ محمدیہ پر ایمان، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم و بارک و شرف و بجل و عظم۔

ثانیاً اِس عہد کو لامِ قسم سے مؤکد فرمایا:

لتؤمننّ بہٖ ولتنصرنّہ[2]

تم ضرور اس کی مدد کرنا اور ضرور اس پر ایمان لانا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۲

[2] " ۳/ ۸۱

جس طرح نوابوں سے بیعتِ سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں، امام سُبکی فرماتے ہیں شاید سوگندِ بیعت اسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثًا نونِ تاکید۔

رابعًا وہ بھی ثقیلہ لاکر ثقلِ تاکید کو اور دوبالا فرمایا۔

خامسًا یہ کمالِ اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرماکر پوچھتے ہیں: "ءَاقررتم"[1] کیا اس امر پر اقرار لاتے ہو؟ یعنی کمالِ تعجیل و تسجیل مقصود ہے۔

سادسًا اسی قدر بھی بس نہ فرمائی بلکہ ارشاد ہوا:

"واخذتم علیٰ ذٰلکم اصری"[2] خالی اقرار ہی نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

سابعًا علیہ یا علیٰ ھٰذا کی جگہ "علیٰ ذٰلکم"[3] فرمایا کہ بُعدِ اشارت عظمت ہو۔

ثامنًا اور ترقی ہوئی کہ "فاشھدوا"[4] ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کر کے مکر جانا اُن پاک مقدس جانوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعًا کمال یہ ہے کہ فقط ان کی گواہیوں پر بھی اکتفا نہ ہوئی بلکہ ارشاد فرمایا:

"وانا معکم من الشٰھدین"[5]

میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

عاشرًا سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد باآنکہ انبیاء کو عصمت فرمائی، یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادی گئی کہ:

"فمن تولّٰی بعد ذٰلك فاولٰئك ھم الفٰسقون"[6]

اب جو اس اقرار کے بعد پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۱ — [2] القرآن الکریم ۳/ ۸۱
[3] 〃 ۳/ ۸۱ — [4] 〃 〃
[5] 〃 ۳/ ۸۱
[6] 〃 ۳/ ۸۲

اللہ، اللہ! یہ وہی اعتنائے تام واہتمامِ تمام ہے جو باری تعالٰی کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے :

من یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذٰلک نجزیہ جھنم ط کذٰلک نجزی الظّٰلمین[1]

جو اُن میں سے کہے گا میں اللہ کے سوا معبود ہوں اُسے ہم جہنّم کی سزا دیں گے، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔

گویا اشارہ فرماتے ہیں جس طرح ہمیں ایمان کے جُزءِ اوّل لا الٰہ الّا اللہ کا اہتمام ہے یُونہی جُزءِ دوم محمد رسول اللہ سے اعتنائے تام ہے، میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول ومقتدا کہ انبیاء و مرسلین بھی اُس کی بیعت وخدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔

والحمد للہ ربّ العٰلمین، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سید المرسلین محمد و اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین ۝ اشھد ان لا الٰہ الّا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ وان سیّدنا محمداً عبدہٗ ورسولہ سید المرسلین وخاتم النبیین واکرم الاولین والاٰخرین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی اٰلہٖ واصحابہ اجمعین۔

سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ اور اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے رسولوں کے سردار محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی لائقِ عبادت نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ ہمارے سردار محمد مصطفٰی اس کے خاص بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ تمام رسولوں کے سردار، تمام نبیوں میں آخری نبی اور اگلوں اور پچھلوں سے افضل ہیں۔ اللہ تعالٰی کے درود وسلام ہوں اُن پر، اُن کی آل پر اور اُن کے تمام صحابہ پر۔ (ت)

اس سے بڑھ کر حضور کی سیادتِ عامّہ وفضیلتِ تامّہ پر کون سی دلیل درکار ہے، وللہ الحجۃ البالغۃ (اور اللہ کی حجت پوری ہے۔ ت)۔

آیتِ ثانیہ : قال عزمجدہٗ "وما ارسلنٰک الّا رحمۃ للعٰلمین[2]"

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۹
[2] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷

دوسری آیت: اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے محبوب! ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

عالَم ماسوائے اللہ کو کہتے ہیں جس میں انبیاء و ملائکہ سب داخل ہیں۔ تو لاجَرم حضور پُر نور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن سب پر رحمت و نعمتِ ربّ الارباب ہوئے، اور وہ سب حضور کی سرکارِ عالی مدار سے بہرہ مند و فیضیاب۔ اسی لئے اولیائے کاملین و علمائے عاملین تصریحیں فرماتے ہیں کہ ازل سے ابد تک ارض و سماء میں اولٰی و آخرت میں دین و دنیا میں روح و جسم میں چھوٹی یا بڑی، بہت یا تھوڑی، جو نعمت و دولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یا آئندہ ملے گی سب حضور کی بارگاہِ جہاں پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی، کما بیّنّاہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالتنا "سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" (جیسا کہ ہم نے اس کو اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے رسالہ "سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" میں بیان کیا ہے۔ ت)۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے اس آیہ کریمہ کے تحت لکھا:

لما کان رحمۃ لکل العالمین لزم ان یکون افضل من کل العلمین[1]

جب حضور تمام عالم کے لئے رحمت ہیں واجب ہوا کہ تمام ماسوائے اللہ سے افضل ہوں۔

قلت وادعاء التخصیص خروج عن الظاھر بلا دلیل وھو لا یجوز عند عاقل فضلا عن فاضل واللہ الھادی۔

میں کہتا ہوں تخصیص کا دعوٰی کرنا ظاہر سے بلا دلیل خروج ہے اور وہ کسی عاقل کے نزدیک جائز نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل کے نزدیک جائز ہو اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا ہے۔

آیت ثالثہ: قال جل ذکرہ: وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ[2]

تیسری آیت: اللہ تعالٰی نے فرمایا: نہ بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے۔

علماء فرماتے ہیں یہ آیہ کریمہ دلیل ہے کہ انبیائے سابقین سب خاص اپنی قوم پر رسول کرکے بھیجے جاتے۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۱۶۵

[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۴

اگلے انبیاء صرف اپنی قوم کے رسول ہوئے اور ہمارے رسول ہر فرد مخلوق کے لئے

اقول وقال اللہ تعالٰی لقد ارسلنا نوحًا الٰی قومہٖ[1]۔ وقال تعالٰی والٰی عادٍ اخاھم ھودًا[2]۔ وقال تعالٰی والٰی ثمود اخاھم صٰلحًا[3]۔ وقال تعالٰی ولوطا اذ قال لقومہٖ[4]۔ وقال تعالٰی والٰی مدین اخاھم شعیبًا[5]۔ وقال تعالٰی ثم بعثنا من بعدھم موسٰی باٰیٰتنا الٰی فرعون وملائہٖ[6]۔ وقال تعالٰی وتلک حجتنا اٰتینٰھا ابراھیم علٰی قومہٖ[7]۔ وقال تعالٰی فی یونس علیہ السلام وارسلنٰہ الٰی مائۃ الف او یزیدون[8]۔ وقال تعالٰی فی عیسٰی علیہ السلام ورسولًا الٰی بنی اسرائیل[9]۔

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی نے فرمایا: تحقیق ہم نے نوح کو بھیجا اس کی قوم کی طرف۔ اور فرمایا اللہ تعالٰی نے کہ عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا۔ اور فرمایا کہ ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا۔ اور فرمایا: اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا۔ اور فرمایا: مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب کو بھیجا۔ اور فرمایا: پھر ان کے بعد ہم نے موسٰی کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا: اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی۔ اور یونس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: اور ہم نے اسے لاکھ بلکہ اس سے زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا۔ اور عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف۔ (ت)

اسی لئے صحیح حدیث میں فرمایا:

کان النبی یبعث الٰی قومہ خاصۃ[10]۔ رواہ الشیخان عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۵۹ — [2] القرآن الکریم ۷/ ۶۵
[3] 〃 ۷/ ۷۳ — [4] 〃 ۷/ ۸۰
[5] 〃 ۷/ ۸۵ — [6] 〃 ۷/ ۱۰۳
[7] 〃 ۶/ ۸۳ — [8] 〃 ۳۷/ ۱۴۷
[9] 〃 ۳/ ۴۹
[10] صحیح البخاری کتاب التیمم ۱/ ۴۸ وصحیح مسلم کتاب المساجد ۱/ ۱۹۹ قدیمی کتب خانہ کراچی

نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا۔ (اس کو شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری روایت میں آیا:

کان النبی یبعث الٰی قریۃ ولا یعدوھا۔ رواہ ابویعلٰی عن عوف بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

نبی ایک بستی کی طرف مبعوث ہوتا جس کے آگے تجاوز نہ کرتا۔ (اس کو ابویعلٰی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے فرماتا ہے:

وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون۔[2]

نہ بھیجا ہم نے تمھیں مگر سب لوگوں کے لئے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، پر بہت لوگ بے خبر ہیں۔

وقال تعالٰی: قل یٰایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔[3]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: تُو فرما اے لوگو! میں خدا کا رسول ہُوں تم سب کی طرف۔

وقال تعالٰی: تبٰرک الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا۔[4]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ ڈر سنانے والا ہو سارے جہان کو۔

اسی لئے خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اُرسلتُ الی الخلق کافۃ۔ اخرجہ مسلم[5] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں تمام مخلوقِ الٰہی کی طرف بھیجا گیا (اس کو مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

---

[1] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان بحوالہ ابی یعلٰی حدیث ۶۳۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۰۴

[2] القرآن الکریم ۳۴/ ۲۸

[3] " ۷/ ۱۵۸

[4] " ۲۵/ ۱

[5] صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۹

روایت کیا ہے۔ت)

حضور کی افضلیتِ مطلقہ کی یہ دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ارشادات سے ہے۔ دارمی، ابویعلٰی، طبرانی، بیہقی روایت کرتے ہیں اس جناب نے فرمایا:

ان اللہ تعالٰی فضل محمدًا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الانبیاء وعلٰی اھل السماء۔ (بیشک اللہ تعالٰی نے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام انبیاء وملائکہ سے افضل کیا۔ت)

حاضرین نے وجہِ تفضیل پوچھی، فرمایا:

ان اللہ تعالٰی قال وما ارسلنا من رسولٍ الّا بلسان قومہٖ، وقال لمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما ارسلنٰك الّا کافّۃ للناس فارسلہ الی الانس والجن[1]

یعنی اللہ تعالٰی نے اور رسولوں کے لئے فرمایا ہے ہم نے نہ بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس کی قوم کے۔ اور محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمایا: ہم نے تمھیں نہیں بھیجا مگر رسول سب لوگوں کے لئے۔ تو حضور کو تمام انس وجن کا رسول بنایا۔

علماء فرماتے ہیں، رسالتِ والا کا تمام جن وانس کو شامل ہونا اجماع ہے۔ اور محققین کے نزدیک ملئکہ کو بھی شامل، کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالۃ "اجلال جبریل" (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اس کی تحقیق رسالہ "اجلالِ جبریل" میں کی ہے۔ت) بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر وشجر وارض وسما وجبال وبحار تمام ماسوا اللہ اس کے احاطہ عامّہ ودائرہ تامّہ میں داخل، اور خود قرآن عظیم لفظ علمین، اور روایت صحیح مسلم میں لفظ خلق وہ بھی مؤکد بکلمہ کافّۃ۔ اس مطلب پر احسن الدلائل طبرانی معجم کبیر میں یعلٰی بن مرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مامن شیئ الّا یعلم انّی رسول اللہ الّا کفرۃ الجن

---

[1] الدر المنثور تحت الآیۃ ۱۴/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۵، ۶
شعب الایمان حدیث ۱۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۷۳
سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۴۷ دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/۲۹، ۳۰

والانس[1]۔

کوئی چیز نہیں جو مجھے رسول اللہ نہ جانتی ہو، مگر بے ایمان جن و آدمی۔

اب نظر کیجئے کہ یہ آیت کتنی وجہ[ع] سے افضلیتِ مطلقہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر حجت ہے۔

اوّلاً اس موازنہ سے خود واضح ہے کہ انبیائے سابقین علیہم الصلٰوۃ والتسلیم ایک ایک شہر کے ناظم تھے۔ اور حضور پُرنور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین سلطانِ ہفت کشور، بلکہ بادشاہِ زمین و آسمان۔

ثانیاً اعبائے رسالت سخت گرانبار ہیں، اور اُن کا تحمّل بغایت دشوار، انا سنلقی علیك قولاً ثقیلا[2] (بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔ ت) اسی لئے مُوسٰی و ہارون سے عالی ہمتوں کو پہلے ہی تاکید ہوئی لاتنیا فی ذکری[3] دیکھو میرے ذکر سے سُست نہ ہوجانا۔ پھر جس کی رسالت ایک قوم خاص کی طرف اس کی مشقت تو اس قدر جس کی رسالت نے انس و جن و شرق و غرب کو گھیر لیا اُس کی مؤنت کس قدر۔ پھر جیسی مشقت ویسا ہی اجر، اور جتنی خدمت اتنی ہی قدر، افضل العبادات احمزھا (سب سے افضل عبادت سب سے سخت ہوتی ہے۔ ت)۔

ثالثاً جیسا کام جلیل ہو ویسا ہی جلالت والا اس کے لئے درکار ہوتا ہے۔ بادشاہ چھوٹی چھوٹی مہموں پر افسرانِ ماتحت کو بھیجتا ہے اور سخت عظیم مہم پر امیر الامراء وسردار اعظم کو لاجرم رسالتِ خاصّہ و بعثتِ عامّہ میں جو تفرقہ ہے وہی فرقِ مراتب اُن خاص رسولوں اور اس رسول الکل میں ہے صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین۔

ع ان میں بعض وجوہ افادۂ علماء ہیں اور اکثر بحمد اللہ استخراجِ فقیر ۱۲ منہ

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۷۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/ ۲۶۲
کنز العمال بحوالہ الطبرانی عن یعلٰی بن مرہ حدیث ۳۱۹۲۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۱۱
[2] القرآن الکریم ۷۳/ ۵
[3] " " ۲۰/ ۴۲

رابعًا یُونہی حکیم کی شان یہ ہے کہ جیسے علوِّشان کا آدمی ہو اُسے ویسے ہی عالیشان کام پر مقرر کریں کہ جس طرح بڑے کام پر چھوٹے سردار کا تعین اس کے سر انجام نہ ہونے کا موجب، یُونہی چھوٹے کام پر بڑے سردار کا تقرر نگاہوں میں اس کے ہلکے پن کا جالب۔

خامسًا جتنا کام زیادہ اُتنا ہی اس کے لئے سامان زیادہ۔ نواب کو اپنے انتظامِ ریاست میں فوج وخزانہ اُسی کے لائق درکار۔ اور بادشاہِ عظیم خصوصًا سلطانِ ہفت اقلیم کو اس کے رتق و فتق ونظم ونسق میں اُسی کے موافق۔ اور یہاں سامان وُہ تائیدِ الٰہی و تربیتِ ربّانی ہے جو حضرات انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والثناء پر مبذول ہوتی ہے۔ توضرور ہے کہ جو علوم ومعارف قلبِ اقدس پر القاء ہُوئے معارف وعلوم جمیع انبیاء سے اکثر و اوفی ہوں۔ افادہ الامام الحکیم الترمذی ونقلہ عنہ فی الکبیر الرازی (امام حکیم ترمذی نے اس کا افادہ فرمایا ہے اور اس سے امام رازی نے کبیر میں نقل کیا ہے۔ ت)

اقول پھر یہ بھی دیکھنا کہ انبیاء کو ادائے امانت وابلاغِ رسالت میں کن کن باتوں کی حاجت ہوتی ہے:

(۱) **حِلم**، کہ گستاخیِ کفّار پر تنگ دل نہ ہوں۔

دَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔[1]

ان کی ایذاء پر درگزر فرماؤ اور اللہ پر بھروسا رکھو۔ (ت)

(۲) **صبر**، کہ ان کی اذیتوں سے گھبرا نہ جائیں۔

فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل۔[2]

توتم صبر کرو جیسا ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔ (ت)

(۳) **تواضع**، کہ اُن کی صحبت سے نفور نہ ہوں۔

واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنين۔[3]

اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لئے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۸

[2] ” ۴۶/ ۳۵

[3] ” ۲۶/ ۲۱۵

(۴) **رِفق ولینت**، کہ قلوب ان کی طرف راغب ہوں۔

فبما رحمة من الله لنت لھم[1]

توکیسی کچھ اللہ کی مہربانی کہ اے محبوب! تم ان کے لئے نرم دل ہوئے۔ (ت)

(۵) **رحمت**، کہ واسطۂ افاضۂ خیرات ہوں۔

رحمة للذین اٰمنوا منکم[2]

اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے واسطے رحمت ہیں۔ (ت)

(۶) **شجاعت**، کہ کثرتِ اعداء کو خیال میں نہ لائیں۔

انی لایخاف لدی المرسلون[3]

بے شک میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔ (ت)

(۷) **جُود وسخاوت**، کہ باعثِ تالیفِ قلوب ہوں۔

فان الانسان عبید الاحسان وجبلة القلوب علٰی حب من احسن الیھا "ولا تجعل یدك مغلولة الٰی عنقك"[4]

کیونکہ انسان احسان کا غلام ہے اور دلوں میں خلقی طور پر احسان کرنے والوں کی محبت ڈال دی گئی ہے اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو۔ (ت)

(۸) **عفو ومغفرت**، کہ نادان جاہل فیض پاسکیں۔

فاعف عنھم واصفح ط ان الله یحب المحسنین[5]

تو انھیں معاف کردو اور ان سے درگزر کرو بیشک احسان کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں (ت)

(۹) **استغناء وقناعت**، کہ جُہّال اس دعوٰیٔ عظمٰی کو طلبِ دُنیا پر محمول نہ کریں۔

لاتمدن عینیك الٰی ما متعنا بہ ازواجا منھم[6]

اپنی آنکھ اٹھاکر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کُچھ جوڑوں کو برتنے دی۔ (ت)

(۱۰) **جمالِ عدل**، کہ تثقیف وتادیب وتربیتِ اُمّت میں جس کی رعایت کریں۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۹ — [2] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[3] " ۲۷/ ۱۰ — [4] " ۱۷/ ۲۹
[5] " ۵/ ۱۳ — [6] " ۱۵/ ۸۸

وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط[1]۔

اور اگر ان میں فیصلہ فرماؤ تو انصاف سے فیصلہ کرو۔ (ت)

(۱۱) **کمالِ عقل**، کہ اصل فضائل و منبعِ فواضل ہے، ولہذا عورت کبھی نبی نہ ہوئی۔

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا[2]۔

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے۔ (ت)

نہ کبھی اہلِ بادیہ و سُکّانِ دِہ کو نبوّت ملی کہ جفا و غلظت ان کی طینت ہوتی ہے۔

الا رجالا نوحی الیھم من اھل القری[3] ای اھل الامصار۔

جنھیں ہم وحی کرتے وہ سب شہر کے ساکن تھے۔ (ت)

حدیث میں ہے:

من بدا جفا[4] (جس نے دیہات میں رہائش اختیار کی اس نے ظلم کیا۔ ت)۔

اِسی لطافتِ نسب و حُسنِ سیرت و صورت سب کی صفاتِ جمیلہ کی حاجت ہے کہ ان کی کسی بات پر نکتہ چینی نہ ہو۔ غرض یہ سب انھیں خزائن سے ہیں جو اِن سلاطینِ حقیقت کو عطا ہوتے ہیں، پھر جس کی سلطنت عظیم اس کے خزائن عظیم۔ حدیث میں ہے:

ان اللہ تعالٰی ینزل المعونۃ علٰی قدر المؤنۃ و ینزل الصبر علٰی قدر البلاء[5]۔

بے شک اللہ تعالٰی ذمہ داری کے مطابق معاونت نازل فرماتا ہے اور آزمائش کے مطابق صبر نازل فرماتا ہے۔ (ت)

توضرور ہوا کہ ہمارے حضور ان سب اخلاقِ فاضلہ و اوصافِ کاملہ میں تمام انبیاء

---

[1] القرآن الکریم ۵ / ۴۲

[2] " ۱۲ / ۱۰۹

[3] " ۱۲ / ۱۰۹

[4] مسند احمد بن حنبل عن البراء المکتب الاسلامی بیروت ۴ / ۲۹۷
المعجم الکبیر حدیث ۱۱۰۳۰ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۱ /

[5] کنز العمال بحوالہ عد و ابن لال عن ابی ھریرۃ حدیث ۱۵۹۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶ / ۳۴۷

سے اتم واکمل واعلیٰ واجل ہوں۔ اسی لئے خود ارشاد فرماتے ہیں:

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔ اخرجہ البخاری فی الادب[1] وابن سعد والحاکم والبیہقی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا۔ اس کو بخاری نے ادب میں اور ابن سعد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔(ت)

وہب بن منبہ فرماتے ہیں: میں نے اکہتر کتب آسمانی میں لکھا دیکھا کہ روزِ آفرینش دُنیا سے قیامِ قیامت تک تمام جہان کے لوگوں کو جتنی عقل عطا کی ہے وہ سب مل کر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عقل کے آگے ایسی ہے جیسے تمام ریگستانِ دُنیا کے سامنے ریت کا ایک دانہ۔[2]

سادسًا ہم اوپر بیان کر آئے کہ حضور کی رسالت زمانہ بعثت سے مخصوص نہیں بلکہ اولین وآخرین سب کو حاوی۔ ترمذی جامع میں بافادہ تحسین واللفظلہ، اور حاکم وبیہقی وابونعیم ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور احمد مسند اور بخاری تاریخ میں، اور ابن سعد وحاکم وبیہقی وابونعیم میسرۃ الفجر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور بزار وطبرانی[3] وابونعیم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، اور ابونعیم بطریق صناجی امیر المومنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور ابن سعد[5] ابن ابی الجدعا ومطرف بن عبداللہ بن الشخیر وعامر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے باسانید متباینہ والفاظ متقاربہ راوی حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی: متی وجبت لك النبوۃ حضور کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی؟ فرمایا: وآدم بین الروح والجسد[3]

---

[1] الادب المفرد باب حسن الخلق حدیث ۲۷۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۰
السنن الکبرٰی کتاب الشہادات باب بیان مکارم الاخلاق دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۹۲
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر مبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 〃 〃 〃 ۱/ ۱۹۲، ۱۹۳

[2] سبل الہدی والرشاد الباب الثالث دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۲۷

[3] التاریخ الکبیر ترجمہ ۱۶۰۶ میسرۃ الفجر دارالباز مکۃ المکرمہ ۷/ ۳۷۴
الجامع الصغیر حدیث ۶۴۲۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۴۰۰
جامع الترمذی کتاب المناقب باب فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۱
المستدرک للحاکم کتاب التاریخ دارالفکر بیروت ۲/ ۶۰۹
کنزالعمال بحوالہ ابن سعد حدیث ۳۱۹۱۷ و ۳۲۱۱۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۹ و ۴۵۰

جبکہ آدم درمیان رُوح اور جسد کے تھے۔ جبل الحفظ امام عسقلانی نے کتاب الاصابہ میں حدیث میسرہ کی نسبت فرمایا: سندہٗ قوی[1] (اس کی سند قوی ہے۔ ت) ؎

آدم سرو تن بآب و گِل داشت ... کو حکم بملک جان و دل داشت

(آدم علیہ السلام ابھی گارے کا مجسمہ تھے کہ آنحضرت کی حکومت دل و جان کی مملکت میں تھی۔ ت)

اسی لئے اکابر علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جس کا خدا خالق ہے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

چوں بود خلقِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظم الاخلاق بعث کرد خدائے تعالٰی اُورا بسُوئے کافۂ ناس و مقصور نہ گردانید رسالتِ اُورا برناس بلکہ عام گردانید جِن و اِنس را، بلکہ بر جِن و انس نیز مقصور نہ گردانید تا آنکہ عام شد تمامۂ عالمین را، پس ہر کہ اللہ تعالٰی پروردگارِ اوست محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم رسولِ اُوست[2]

چونکہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیدائش تمام مخلوق سے اعظم ہے لہٰذا اللہ تعالٰی نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا، آپ کی رسالت کو انسانوں میں منحصر نہیں فرمایا بلکہ جن و انس کے لئے عام کردیا بلکہ جن و انس میں بھی انحصار نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ کی رسالت تمام جہانوں کے لئے عام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالٰی جس کا پروردگار ہے محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ (ت)

اب تو یہ دلیل اور بھی زیادہ عظیم و جلیل ہوگئی کہ ثابت ہوا جو نسبت انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے خاص ایک بستی کے لوگوں کو ہوتی وہ نسبت اس سرکار عرش وقار سے ہر ذرّۂ مخلوق و ہر فرد ماسوا اللہ یہاں تک کہ خود حضرات انبیاء و مرسلین کو ہے، اور رسول کا اپنی امت سے افضل ہونا بدیہی، والحمد للہ رب العٰلمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)

آیت رابعہ: قال عزمن قائل تلك الرسل فضلنا بعضهم علٰى بعضٍ منهم من كلّم اللّٰه ورفع بعضهم درجٰت[3]

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ حرف المیم ترجمہ میسرۃ الفجر ۸۲۸۲ دارالفکر بیروت ۵/ ۲۱۷

[2] مدارج النبوۃ باب دوم در اخلاقِ عظیمہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۴

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۳

چوتھی آیت: اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی کچھ اُن میں وُہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا، اور ان میں بعض کو درجوں بلند فرمایا۔

ائمہ فرماتے ہیں یہاں اس بعض سے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مراد ہیں کہ اُنھیں سب انبیاء پر رفعت و عظمت بخشی۔

کما نص علیہ البغوی[1] والبیضاوی[2] والنسفی[3] والسیوطی والقسطلانی والزرقانی والشامی والحلبی وغیرھم واقتصار الجلالین[4] دلیل انہ اصح الاقوال لالتزام ذٰلک فی الجلالین۔

جیسا کہ اس پر نص فرمائی ہے بغوی، بیضاوی، نسفی، سیوطی، قسطلانی، زرقانی، شامی اور حلبی وغیرہ نے، اور جلالین میں اس پر اقتصار اس بات کی دلیل ہے کہ یہی اصح ہے کیونکہ جلالین میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ اصح پر ہی اقتصار کیا جاتا ہے۔ (ت)

اور یُوں مبہم ذکر کرنے میں حضور کے ظہور افضلیت و شہرتِ سیادت کی طرف اشارۂ تامّہ ہے یعنی یہ وہ ہیں کہ نام لو یا نہ لو انھیں کی طرف ذہن جائے گا اور دوسرا خیال نہ آئے گا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

فقیر کہتا ہے اہلِ محبت جانتے ہیں کہ اِبہامِ تام میں کیا لُطف و مزہ ہے ؎

اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

(اے پھُول! تجھ پر شادمانی ہے کہ تو کسی کی خوشبو رکھتا ہے۔ ت)

؎ مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے مے آید   کہ ز انفاس خوشش بُوئے کسے می آید

(اے دل! خوشخبری ہو کہ مسیحا آتا ہے جس کے عمدہ سانسوں سے کسی کی خوشبو آتی ہے۔ ت)

ع کسی کا دو قدم چلنا یہاں پامال ہو جانا

آیت خامسہ: قال تبارک اسمہٗ "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی و

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/ ۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۷۷

[2] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) " " دار الفکر بیروت ۱/ ۵۴۹، ۵۵۰

[3] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۲۷

[4] تفسیر جلالین " " اصح المطابع دہلی ص ۳۹

دین الحق لیظھرہ علی الدّین کلّہٖ ط وکفی باللّٰہ شہیدا[1]۔

پانچویں آیت: اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دے کر کہ اسے غالب کرے سب دینوں پر، اور خدا کافی ہے گواہ۔

اور اس امتِ مرحومہ سے فرماتا ہے:

کنتم خیر امّۃ اخرجت للناس[2]۔

تم سب سے بہتر اُمّت ہو کہ لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی۔

آیاتِ کریمہ ناطق کہ حضور کا دین تمام ادیان سے اعلٰی واکمل، اور حضور کی امت سب امم سے بہتر و افضل۔ تو لاجرم اس دین کا صاحب اور اِس اُمّت کا آقا سب دین و امت والوں سے افضل و اعلٰی۔ امام احمد و ترمذی بافادۂ تحسین و ابن ماجہ و حاکم معٰویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

انکم تتمون سبعین امۃ انتم خیرھا واکرمھا علی اللہ[3]۔

تم ستّر اُمّتوں کو پُورا کرتے ہو کہ اللہ کے نزدیک اُن سب سے بہتر و بزرگ تر تم ہو۔

آیت سادسہ: قال جلّت عظمتہ: یاٰدم اسکن انت وزوجک الجنۃ[4]۔

چھٹی آیت: اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے آدم! تُو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔ (ت)

وقال تعالٰی: ینوح اھبط بسلام منّا[5]۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے نوح! کشتی سے اُتر ہماری طرف سے سلام کے ساتھ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۸

[2] " " ۳/ ۱۱۰

[3] جامع الترمذی ابواب التفسیر تفسیر سُورۃ آل عمران امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۲۵
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۶۱
کنز العمال حدیث ۳۴۴۶۳ و ۳۴۵۲۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۵۶، ۱۶۹

[4] القرآن الکریم ۲/ ۳۵

[5] " " ۱۱/ ۴۸

وقال تعالیٰ : یا براھیم قد صدقت الرؤیا[1]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے ابراہیم ! بے شک تُو نے خواب سچ کر دکھایا۔ (ت)

وقال تعالیٰ : یٰموسٰی اِنّی انا اللہ[2]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے موسٰی ! بے شک میں ہی ہوں اللہ۔ (ت)

وقال تعالیٰ : یٰعیسٰی انّی متوفّیك[3]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے عیسٰی ! میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا۔ (ت)

وقال تعالیٰ : یٰداؤد انّا جعلنٰك خلیفۃ۔[4]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے داؤد ! بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا۔ (ت)

وقال تعالیٰ : یٰزکریّا انّا نبشّرك[5]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے زکریا ! ہم تجھے خوشی سناتے ہیں۔ (ت)

وقال تعالیٰ : یٰیحیٰی خذ الکتٰب بقوّۃ۔[6]

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا : اے یحیٰی ! کتاب مضبوط تھام۔ (ت)

غرض قرآن عظیم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے مگر جہاں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اوصافِ جلیلہ والقابِ جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے یاایّھا النّبی انّا ارسلنٰك[7] اے نبی ! ہم نے تجھے رسول کیا — یاایّھا الرسول بلّغ ما انزل الیك[8] اے رسول ! پہنچا جو تیری طرف اُترا — یاایّھا المزمل قم اللیل[9] اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے ! رات میں قیام فرما — یاایھا المدثر قم فانذر[10] اے جُھرمٹ مارنے والے ! کھڑا ہو لوگوں کو ڈر سنا — یٰسٓ ۝ والقراٰن الحکیم ۝ انك لمن المرسلین ۝[11] اے یٰسٓ ! یا اے سردار ! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بیشک تُو مرسلوں

---

[1] القرآن الکریم ۳۷ / ۱۰۴ و ۱۰۵ [2] القرآن الکریم ۲۸ / ۳۰
[3] 〃 ۳ / ۵۵ [4] 〃 ۳۸ / ۲۶
[5] 〃 ۱۹ / ۷ [6] 〃 ۹ / ۱۲
[7] 〃 ۳۳ / ۴۵ [8] 〃 ۵ / ۶۷
[9] 〃 ۷۳ / ۱، ۲ [10] 〃 ۷۴ / ۱، ۲
[11] 〃 ۳۶ / ۱ تا ۳

سے ہے ـــــ طٰہٰ ۵ ما انزلنا علیك القراٰن لتشقٰی[1] اے طٰہٰ! اے پاکیزہ رہنما! ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا کہ تو مشقت میں پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا بالبداہت حضور سید المرسلین و انبیائے سابقین کا فرق جان لے گا ؎

یاآدم ست با پدرِ انبیاء خطاب　　یاایّھا النّبیُّ خطابِ محمد است

("اے آدم" نبیوں کے باپ کے لئے خطاب ہے، اور محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے خطاب ہے "اے نبی"۔ ت)

امام عزّ الدین بن عبدالسلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں: بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے، اور ان میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے: اے مقربِ حضرت، اے نائبِ سلطنت، اے صاحبِ عزت، اے سردارِ مملکت ـــــ تو کیا کسی طرح محلِ ریب و شک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہِ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت و وجاہت والا اور سرکارِ سلطانی کو تمام عمائد و اراکین سے بڑھ کر پیارا ہے۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ، خصوصاً یاایھا المزمل[2] (اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے۔ ت) و یاایھا المدثر[3] (اے جھرمٹ مارنے والے۔ ت) تو وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزہ اہلِ محبت جانتے ہیں۔ ان آیتوں کے نزول کے وقت سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالاپوش اوڑھے جھرمٹ مارے لیٹے تھے، اسی وضع و حالت سے حضور کو یاد فرما کر ندا کی گئی، بلاتشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے محبوب کو پکارے: او بانکی ٹوپی والے، او دھانی دوپٹے والے، ع

او دامن اٹھا کے جانے والے

فسبحٰن اللہ والحمدُ للہ والصّلٰوۃ الزھراء علی الحبیب ذی الجاہ (اللہ تعالٰی کو پاکی ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور روشن درود وجاہت والے محبوب پر۔ ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) نہایت یہ ہے کہ اشقیائے یہودِ مدینہ و مشرکینِ مکہ جو حضور سے جاہلانہ گفتگوئیں کرتے ان مقالاتِ خبیثہ کو بغرضِ رد و ابطال و مژدہ رسانی عذاب و

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۱، ۲
[2] القرآن کریم ۷۳/ ۱
[3] " ۷۴/ ۱

نکال بارہا نقل فرمایا گیا مگر اُن گستاخوں کی اُس بے ادبانہ ندا کا کہ نام لے کر حضور کو پکارتے، محلِ نقل میں بھی ذکر نہ آیا۔ ہاں جہاں انھوں نے وصفِ کریم سے ندا کی تھی اگرچہ ان کے زعم میں بطور استہزاء تھی اُسے قرآن مجید نقل کر لایا کہ:

قالوا یایھا الذی نزّل علیہ الذکر[1]

بولے اے وہ جس پر قرآن اترا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

بخلاف حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کہ ان کے کفار کے مخاطبے ویسے ہی منقول ہیں۔

ینوح قد جادلتنا[2]، ءانت فعلت ھذا بالھتنا یا براھیم[3]۔ یموسٰی ادع لنا ربك بما عھد عندك[4]۔ یصلح ائتنا بما تعدنا[5]۔ یا شعیب ما نفقہ کثیرا مما تقول[6]۔

اے نوح! تم ہم سے جھگڑے، کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا اے ابراھیم۔ اے موسٰی! ہمارے لئے اپنے رب سے دُعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمھارے پاس ہے۔ اے صالح! ہم پر لے آؤ جس کا تم وعدہ دے رہے ہو۔ اے شعیب! ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمھاری بہت سی باتیں۔ (ت)

بلکہ اُس زمانہ کے مطیعین بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے یونہی خطاب کرتے ہیں۔ اور قرآن عظیم نے اُسی طرح اُن سے نقل فرمائی، اسباط نے کہا:

یموسٰی لن نصبر علی طعام واحد[7]

اے موسٰی! ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا۔ (ت)

حواریوں نے کہا:

یعیسی ابن مریم ھل یستطیع ربك[8]

اے عیسٰی بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرسکتا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/۶ — [2] القرآن الکریم ۱۱/۳۲
[3] " ۲۱/۶۲ — [4] " ۷/۱۳۴
[5] " ۷/۷۷ — [6] " ۱۱/۹۱
[7] " ۲/۶۱ — [8] " ۵/۱۱۲

یہاں اس کا یہ بندوبست فرمایا کہ اس اُمتِ مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا نامِ پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا۔

قال اللہ تعالیٰ: لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً۔[1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

کہ اے زید، اے عمرو۔ بلکہ یوں عرض کرو:

یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، یا سید المرسلین، یا خاتم النبیین، یا شفیع المذنبین، صلی اللہ تعالیٰ علیك وسلم وعلٰی اٰلك اجمعین۔

ابو نعیم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی:

قال کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنہٰہم اللہ عن ذٰلك اعظامًا لنبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقالوا یا نبی اللہ، یا رسول اللہ۔[2]

یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابا القاسم کہا جاتا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تعظیم کو اس سے نہی فرمائی جب سے صحابہ کرام یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہا کرتے۔

بیہقی امام علقمہ و امام اسود اور ابو نعیم امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی:

لا تقولوا یا محمد ولٰکن قولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ۔[3]

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔

اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۳

[2] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الاول عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۷

الدر المنثور تحت الآیۃ ۲۴/ ۶۳ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۲۱۱

[3] تفسیر الحسن البصری 〃 〃 〃 المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرمۃ ۲/ ۱۶۴

الدر المنثور بحوالہ عبد بن حمید 〃 〃 〃 دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۲۱۱

ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے۔ اور واقعی محلِ انصاف ہے جسے اس کا مالک و مولٰی تبارک وتعالٰی نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوز کرے۔ بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا: اگر یہ لفظ کسی دُعا میں وارد ہو جو خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے یا محمد انی توجھت بك الٰی ربی[1] (اے محمد! میں آپ کے توسّل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا۔ت) تاہم اس کی جگہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہنا چاہئے، حالانکہ الفاظِ دعا میں حتّی الوسع تغیر نہیں کی جاتی، کما یدل علیہ حدیث نبیك الذی ارسلت ورسولك الذی ارسلت[2] (جیسا کہ اس پر دلالت کرتی ہے حدیث مبارک "تیرا نبی جس کو تُو نے بھیجا اور تیرا رسول جس کو تُو نے بھیجا"۔ ت)۔

یہ مسئلہ مہمہ جس سے اکثر اہلِ زمانہ غافل ہیں نہایت واجب الحفظ ہے۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اس کی تفصیل اپنے مجموعۂ فتاوٰی مسمّٰی بہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں ذکر کی وباللہ التوفیق، خیر یہ تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معاملہ تھا، حضور کے صدقہ میں اس امتِ مرحومہ کا خطاب بھی خطابِ اُممِ سابقہ سے ممتاز ٹھہرا، اگلی اُمتوں کو اللہ تعالٰی یا یّھا المساکین[3] فرمایا کرتا۔ توریتِ مقدس میں جابجا یہی لفظ ارشاد ہوا ہے، قالہ خیثمہ رواہ ابن ابی حاتم اوردہ السیوطی فی الخصائص الکبرٰی (یہ خیثمہ نے کہا جس کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور امام سیوطی نے خصائص کبرٰی میں وارد کیا ہے۔ ت) اور اس اُمتِ مرحومہ کو جب ندا فرمائی ہے یا یھا الذین اٰمنوا[4] فرمایا گیا ہے یعنی اے ایمان والو۔ اُمتی کے لئے اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہوگی۔

سچ ہے پیارے کے علاقہ والے بھی پیارے۔ آخر نہ سُنا کہ فرماتا ہے:

فاتبعونی یحببکم اللہ[5]

میری پیروی کرو اللہ کے محبوب ہوجاؤ گے۔

آیتِ سابعہ: قال جل جلالہ "لعمرك انھم فی سکرتھم

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب صلوٰۃ التطوع دعاء ردبصر و کتاب الدعاء دار الفکر بیروت ۱/ ۳۱۳، ۵۱۹، ۵۲۶
سُنن ابن ماجۃ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ باب ماجاء فی صلوٰۃ الحاجۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰
[2] نسیم الریاض الباب الاول الفصل الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۱۸۴
[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۳ [4] القرآن الکریم ۳/ ۳۱

یعمھون[1]

ساتویں آیت: حق جل جلالہ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے فرماتا ہے:
تیری جان کی قسم وہ کافر اپنے نشہ میں اندھے ہو رہے ہیں۔

وقال تعالٰی: لا اقسم بھذا البلد ۝ وانت حل بھذا البلد ۝[2]
اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: میں قسم یاد کرتا ہوں اس شہر کی کہ تُو اس میں جلوہ فرما ہے۔

وقال تعالٰی: وقیلہ یٰرب ان ھٰؤلاء قوم لا یؤمنون[3]
اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب میرے! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔

وقال تعالٰی: والعصر[4]
اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: قسم زمان برکت نشان محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی۔

اے مسلمان! یہ مرتبۂ جلیلہ اس جانِ محبوبیت کے سوا کسے میسر ہوا کہ قرآنِ عظیم نے اُن کے شہر کی قسم کھائی، اُن کی باتوں کی قسم کھائی، اُن کے زمانے کی قسم کھائی، اُن کی جان کی قسم کھائی، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ ہاں اے مسلمان! محبوبیتِ کبرٰی کے یہی معنٰی ہیں۔ والحمد للہ رب العٰلمین (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا۔ ت)۔

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماحلف اللہ بحیاۃ احد الا بحیاۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال تعالٰی لعمرك انھم لفی سکرتھم یعمھون ۝ وحیاتك یا محمد۔[5]

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۷۲
[2] " ۹۰/ ۱، ۲
[3] " ۴۳/ ۸۸
[4] " ۱۰۳/ ۱
[5] الدر المنثور بحوالہ ابن مردویہ تحت الآیۃ ۱۵/ ۷۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۸۰

یعنی اللہ تعالٰی نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی سوائے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ آیۂ لعمرك میں فرمایا تیری جان کی قسم اے محمد!

ابویعلٰی، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی، ابونعیم، ابن عساکر، بغوی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

ماخلق اللّٰه وما ذرأ وما برأ نفسا اکرم علیه من محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم وما حلف اللّٰه بحیاة احد الا بحیاة محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فقال لعمرك انهم لفی سکرتهم یعمهون[1]

اللہ تعالٰی نے ایسا کوئی نہ بنایا، نہ پیدا کیا، نہ آفرینش فرمایا جو اسے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ عزیز ہو، نہ کبھی ان کی جان کے سوا کسی جان کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے مجھے تیری جان کی قسم وہ کافر اپنی مستی میں بہک رہے ہیں۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم اور امام محمد بن الحاج عبدری مکی مدخل اور امام احمد محمد خطیب قسطلانی مواہب لدنیہ اور علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں ناقل حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک حدیث طویل میں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں،

بابی انت وامی یا رسول اللّٰه لقد بلغ من فضیلتك عند اللّٰه تعالٰی ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عندہ ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهٰذا البلد[2]

یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان بیشک حضور کی بزرگی خدا کے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی نہ باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی، اور تحقیق حضور کی فضیلت خدا کے یہاں اس نہایت کی ٹھہری کہ حضور کی خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے مجھے قسم اس شہر کی۔

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی مدارج میں فرماتے ہیں:

ایں لفظ در ظاہرِ نظر سخت مے در آید نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند مے خورد

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابی یعلی وابن جریر وابن مردویہ والبیہقی تحت الآیۃ ۱۵/ ۷۲ بیروت ۵/ ۸۰
جامع البیان تحت الآیۃ ۱۵/ ۷۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴/ ۵۴، ۵۵
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الرابع عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۱۲

[2] المواہب اللدنیہ المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۱۵
نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض الباب الاول الفصل الرابع مرکز اہلسنت ہند ۱/ ۱۹۶

بخاکپائے حضرت رسالت ونظر بحقیقت معنٰے صاف وپاک است کہ غبارے نیست برآں وتحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہٗ بچیزے غیر ذات وصفات خود برائے اظہار شرف وفضیلت وتمیز آں چیز است نزدِ مردم ونسبت بایشاں تا بدانند کہ آں امرِ عظیم و شریف است، نہ آنکہ اعظم است نسبت بوے تعالٰے الخ[1]

یہ لفظ ظاہری نظر میں اللہ رب العزت کی طرف نسبت کرنے میں سخت ہیں۔ جب یوں کہتے ہیں کہ اللہ رب العزت حضرتِ رسالتمآب کی خاکِ پا کی قسم ارشاد فرماتا ہے اور نظرِ حقیقت میں معنٰی بالکل پاک وصاف ہے کہ اس پر کوئی غبار نہیں۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ رب العزت کا اپنی ذات وصفات کے علاوہ کسی چیز کی قسم یاد فرمانا اس لئے ہوتا ہے کہ لوگوں کے نزدیک لوگوں کی بنسبت اس چیز کا شرف، فضیلت اور ممتاز ہونا ظاہر ہوجائے تاکہ وہ جان لیں کہ یہ چیز عظمت و شرف والی ہے۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ چیز اللہ تعالٰی کی بنسبت اعظم ہے الخ (ت)

انبیائے سابقین اعتراضاتِ کفار کے خود جواب دیتے اور حضور کی طرف سے رب العلمین

آیتِ ثامنہ (آٹھویں آیت): قرآن عظیم میں جابجا حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے کفار کی جاہلانہ جدال مذکور جس کے مطالعہ سے ظاہر کہ وہ اشقیاء طرح طرح سے حضرات انبیاء میں سخت کلامی وبیہودہ گوئی کرتے اور حضرات رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حِلم عظیم وفضلِ کریم کے لائق جواب دیتے۔ سیدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی قوم نے کہا:

انا لنرٰك فی ضلٰل مبین[2] بیشک ہم تمھیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں۔

فرمایا: یٰقوم لیس بی ضلٰلۃ ولٰکنی رسول من رب العٰلمین[3]۔

اے میری قوم! مجھے گمراہی سے کچھ علاقہ نہیں، میں تو رسول ہوں پروردگارِ عالم کی طرف سے۔

سیدنا ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عاد نے کہا:

انا لنرٰك فی سفاھۃٍ وانا لنظنك من الکٰذبین[4]

یقیناً ہم تمھیں حماقت میں خیال کرتے ہیں اور ہمارے گمان میں تم بے شک جھوٹے ہو۔

---

[1] مدارج النبوۃ باب سوم دربیان فضل وشرافت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

[2] القرآن الکریم ۷/۶۰ [3] القرآن الکریم ۷/۶۱

[4] ؍؍ ۷/۶۶

فرمایا:

یٰقوم لیس بی سفاھۃ ولکنی رسول من رب العٰلمین[1]۔

اے میری قوم! مجھ میں اصلاً سفاہت نہیں، میں تو پیغمبر ہوں رب العالمین کا۔

سیدنا شعیب علیہ الصلٰوۃ والسلام سے مدین نے کہا:

انا لنرٰلک فینا ضعیفا ج ولولا رھطك لرجمنٰك وما انت علینا بعزیز[2]۔

ہم تمھیں اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں۔ اور اگر تمھارے ساتھ کے یہ چند آدمی نہ ہوتے تو ہم تمھیں پتھروں سے مارتے، اور کچھ تم ہماری نگاہ میں عزت والے نہیں۔

فرمایا:

یٰقوم ارھطی اعزّ علیکم من اللہ واتخذ تموہ وراءکم ظھریا[3]۔

اے میری قوم! کیا میرے کنبے کے یہ معدود لوگ تمھارے نزدیک اللہ سے زیادہ زبردست ہیں اور اُسے تم بالکل بُھلائے بیٹھے ہو۔

سیدنا موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام سے فرعون نے کہا:

انی لاظنّك یٰموسٰی مسحورا[4]۔

میرے گمان میں تو اے موسٰی! تم پر جادو ہوا۔

فرمایا:

لقد علمت ما انزل ھٰؤلاء الا ربّ السمٰوٰت والارض بصائر ج وانی لاظنّك یٰفرعون مثبورا[5]۔

تُو خوب جانتا ہے کہ انھیں نہ اتارا مگر آسمان و زمین کے مالک نے دلوں کی آنکھیں کھولنے کو، اور میرے یقین میں تو اے فرعون! تُو ہلاک ہونے والا ہے۔

مگر حضور سید المرسلین افضل المحبوبین محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین کی خدمتِ لاعظمت میں کفار نے جو زبان درازی کی ہے مَلِکُ السمٰوٰت والارض جل جلالہ

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۶۷ — [2] القرآن الکریم ۱۱/ ۹۱

[3] ″ ۱۱/ ۹۲ — [4] ″ ۱۷/ ۱۰۱

[5] ″ ۱۷/ ۱۰۲

خود متکفل جواب ہوا ہے، اور محبوبِ اکرم مطلوب اعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے آپ مدافعہ فرمایا ہے۔ طرح طرح حضور کی تنزیہ و تبریت ارشاد فرمائی۔ جابجا رفعِ الزامِ اعدائے لیام پر قسم یاد فرمائی یہاں تک کہ غنی مغنی عزّ مجدہٗ نے ہر جواب و خطاب سے حضور کو غنی کردیا، اور اللہ تعالٰی کا جواب دینا حضور کے خود جواب دینے سے بدرجہا حضور کے لئے بہتر ہوا۔ اور یہ وہ مرتبۂ عظمٰی ہے کہ نہایت نہیں رکھتا۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء ط واللّٰہ ذوالفضل العظیم[1] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ت)۔

(۱) کفّار نے کہا:

یاایھا الذی نزّل علیہ الذکر انّک لمجنون[2]

اے وہ جن پر قرآن اترا، بیشک تم مجنون ہو۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

نٓ والقلم وما یسطرون ○ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون[3]۔

قسم قلم اور نوشتہائے ملائک کی تُو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں۔

وان لک لاجرًا غیر ممنون[4]

اور بے شک تیرے لئے اجر بے پایاں ہے۔

کہ تُو اِن دیوانوں کی بدزبانی پر صبر کرتا اور حلم و کرم سے پیش آتا ہے، مجنون تو چلتی ہوا سے اُلجھا کرتے ہیں، تیرا سا حلم و صبر کوئی تمام عالَم کے عُقلاء میں تو بتا دے۔

وانّک لعلٰی خلقٍ عظیم[5]

اور بے شک تُو بڑے عظمت والے ادب تہذیب پر ہے۔

کہ ایک حِلم و صبر کیا تیری جو خصلت ہے اِس درجہ عظیم و باشوکت ہے کہ اخلاقِ عاقلانِ جہان مجتمع ہوکر اس کے ایک شمّہ کو نہیں پہنچتے۔ پھر اُس سے بڑھ کر اندھا کون جو تجھے ایسے الفاظ سے یاد کرے، مگر یہ اُن کا اندھاپن بھی چند روز کا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۱
[2] القرآن الکریم ۱۵/ ۶
[3] " ۶۸/ ۱، ۲
[4] " ۶۸/ ۳
[5] " ۶۸/ ۴

فستبصر و یبصرون ○ بایکم المفتون[1]

عنقریب تُو بھی دیکھے گا اور وُہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کسے جنون ہے۔

آج اپنی بے خِردی و دیوانگی و کور باطنی سے جو چاہیں کہہ لیں، آنکھیں کُھلنے کا دن قریب آتا ہے، اور دوست و دشمن سب پر کُھلا چاہتا ہے کہ مجنون کون تھا۔

(۲) وحی اُترنے میں جو کچھ دنوں دیر لگی کافر بولے:

انّ محمّدًا ودّعہ ربہ وقلاہ[2]

بیشک محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اُن کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

والضحیٰ○ والیل اذا سجیٰ[3]

قسم ہے دن چڑھے کی اور قسم رات کی جب اندھیری ڈالے۔

یا قسم اے محبوب! تیرے رُوئے روشن کی، اور قسم تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے۔

ما ودّعك ربك وما قلیٰ[4]

نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا۔

اور یہ اشقیاء بھی دل میں خُوب سمجھتے ہیں کہ خدا کی تجھ پر کیسی مہر ہے، اس مہر ہی کو دیکھ دیکھ کر چلے جاتے ہیں اور حسد و عناد سے یہ طوفان جوڑتے اور اپنے جلے دل کے پھپھولے چھوڑتے ہیں مگر یہ خبر نہیں کہ:

وللاٰخرۃ خیرلك من الاولیٰ[5]

بے شک آخرت تیرے لئے دُنیا سے بہتر ہے۔

وہاں جو نعمتیں تجھ کو ملیں گی نہ آنکھوں نے دیکھیں، نہ کانوں نے سُنیں، نہ کسی بشر یا مَلک کے خطرے میں آئیں جن کا اجمال یہ ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۵، ۶

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹۳/ ۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۴۶۵

[3] القرآن الکریم ۹۳/ ۱، ۲ [4] القرآن الکریم ۹۳/ ۳

[5] 〃 ۹۳/ ۴

ولسوف یعطیك ربك فترضی[1]۔

قریب ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تُو راضی ہوجائے گا۔

اُس دن دوست دشمن سب پر کُھل جائے گا کہ تیرے برابر کوئی محبوب نہ تھا۔ خیر، اگر آج یہ اندھے آخرت کا یقین نہیں رکھتے تو تجھ پر خُدا کی عظیم، جلیل، کثیر، جزیل نعمتیں رحمتیں آج کی تو نہیں قدیم ہی سے ہیں۔ کیا تیرے پہلے احوال انھوں نے نہ دیکھے اور اُن سے یقین حاصل نہ کیا کہ جو نظرِ عنایت تجھ پر ہے ایسی نہیں کہ کبھی بدل جائے،

الم یجدك یتیما فاٰوٰی[2]، الٰی اٰخر السورۃ۔

کیا اس نے تمھیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی (سورۃ کے آخر تک۔ ت)

(۳) کفار نے کہا:

لست مرسلا[3] تم رسول نہیں ہو۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

یٰسٓ ۝ والقراٰن الحکیم ۝ انك لمن المرسلین[4]

اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، تُو بیشک مرسل ہے۔

(۴) کفّار نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شاعری کا عیب لگایا۔ حق جل وعلا نے فرمایا:

وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ ط ان ھو الا ذکر وقراٰن مبین[5]

نہ ہم نے انھیں شعر سکھایا اور نہ وہ ان کے لائق تھا۔ وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن بیان والا قرآن۔

(۵) منافقین حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے اور اُن میں کوئی کہتا ایسا نہ ہو کہیں اُن تک خبر پہنچے، کہتے: پہنچے گی تو کیا ہوگا، ہم سے پوچھیں گے ہم مُکر جائیں گے، قسمیں کھالیں گے، انھیں یقین آجائے گا کہ ھو اذن[6] وہ تو کان ہیں، جیسی ہم سے

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۵
[2] القرآن الکریم ۹۳/ ۶
[3] " ۱۳/ ۴۳
[4] " ۳۶/ ۱تا۳
[5] " ۳۶/ ۶۹
[6] " ۹/ ۶۱

سنیں گے مان لیں گے۔

حق جل و علا نے فرمایا:

اُذن خیر لکم[1] وہ تمہارے بھلے کے لئے کان ہیں کہ جھوٹے عذر بھی قبول کرلیتے ہیں، اور بکمال حلم وکرم چشم پوشی فرماتے ہیں، ورنہ کیا انھیں تمہارے بھیدوں اور خلوت کی چھپی باتوں پر آگاہی نہیں۔ یؤمن باللہ[2] خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ اور وہ تمہارے اسرار سے انھیں مطلع کرتا ہے، پھر تمہاری جھوٹی قسموں کا انھیں کیونکر یقین آئے۔ ہاں ویؤمن للمؤمنین[3] ایمان والوں کی بات واقعی مانتے ہیں کہ انھیں اُن کے دل کی سچی حالتوں پر خبر ہے۔ اس لئے ورحمۃ للذین اٰمنوا منکم[4] مہربان ہیں اُن پر جو تم میں ایمان لائے کہ ان کے طفیل سے انھیں ہمیشگی کے گھر میں بڑے بڑے رُتبے ملتے ہیں، اور اگرچہ یہ بھی اُن کی رحمت ہے کہ دُنیا میں تم سے چشم پوشی ہوتی ہے۔ مگر اس کا نتیجہ اچھا نہ سمجھو کہ تمہاری گستاخیوں سے انھیں ایذا پہنچی ہے والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم[5] اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیں ان کے لئے دُکھ کی مار ہے۔

(۶) ابن اُبی شقی ملعون نے جب وہ کلمۂ ملعونہ کہا:

لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل[6]

اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ضرور نکال باہر کرے گا عزت والا ذلیل کو۔

حق جل و علا نے فرمایا:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنٰفقین لایعلمون[7]

عزت تو ساری خدا و رسول و مومنین ہی کے لئے ہے، پر منافقوں کو خبر نہیں۔

(۷) عاص بن وائل شقی نے جو صاحبزادۂ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال پُر ملال پر حضور کو ابتر یعنی نسل بریدہ کہا۔ حق جل وعلا نے فرمایا: انّا اعطینٰک الکوثر[8] بیشک ہم نے تمھیں خیر کثیر عطا فرمائی، کہ اولاد سے نام چلنے کو تمہاری رفعتِ ذکر سے کیا نسبت، کروڑوں صاحبِ اولاد گزرے جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا، اور تمہاری ثناء کا ڈنکا تو قیام قیامت تک

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۱
[3] ؍؍ ۹/ ۶۱
[4] ؍؍ ۹/ ۶۱
[5] ؍؍ ۹/ ۶۱
[6] ؍؍ ۶۳/ ۸
[7] ؍؍ ۶۳/ ۸
[8] ؍؍ ۱۰۸/ ۱

اکنافِ عالم و اطرافِ جہاں میں بجے گا اور تمہارے نام نامی کا خطبہ ہمیشہ ہمیشہ اطباقِ فلک آفاق زمین میں پڑھا جائے گا۔ پھر اولاد بھی تمھیں وہ نفیس و طیب عطا ہو گی جن کی بقا سے بقائے عالم مربوط رہے گی۔ اِس کے سوا تمام مسلمان تمھارے بال بچے ہیں اور تم سا مہربان اُن کے لئے کوئی نہیں، بلکہ حقیقتِ کار کو نظر کیجئے تو تمام عالم تمھاری اولادِ معنوی ہے کہ تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، اور تمھارے ہی نور سے سب کی آفرینش ہوئی۔ اسی لئے جب ابو البشر آدم تمھیں یاد کرتے یوں کہتے:

یا ابنی صورۃ و اباء معنیً[1]

اے ظاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ۔

پھر آخرت میں جو تمھیں ملنا ہے اس کا حال تو خدا ہی جانے۔ جب اُس کی یہ عنایت بے غایت تم پر مبذول ہو تو تم ان اشقیاء کی زبان درازی پر کیوں ملول ہو بلکہ فصلّ لربّك وانحر[2] اپنے رب کے شکرانہ میں اس کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ انّ شانئك ھو الابتر[3] جو تمھارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے کہ جن بیٹوں پر اُسے ناز ہے یعنی عمرو و ہشام رضی اللہ تعالٰی عنہما، وہی اُس کے دشمن ہو جائیں گے۔ اور تمھارے دینِ حق میں آکر بوجہ اختلافِ دین اُس کی نسل سے جُدا ہو کر تمھارے دینی بیٹوں میں شمار کئے جائیں گے۔ پھر آدمی بے نسل ہوتا۔ تو یہی سہی کہ نام نہ چلتا۔ اس سے نامِ بد کا باقی رہنا ہزار درجہ بدتر ہے۔ تمھارے دشمن کا ناپاک نام ہمیشہ بدی و نفرین کے ساتھ لیا جائیگا اور روزِ قیامت اِن گستاخیوں کی پوری سزا پائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(۸) جب حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو جمع فرما کر وعظ و نصیحت اور اسلام و اطاعت کی طرف دعوت کی ابولہب شقی نے کہا:

تبًّا لك سائر الیوم الھٰذا جمعتنا[4]

---

[1] المدخل لابن الحاج فصل فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۳۴
[2] القرآن الکریم ۱۰۸/ ۲
[3] ؎ ؎ ۱۰۸/ ۳
[4] صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قولہ وانذر عشیرتک الاقربین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۲ و ۷۴۳
صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان من مات علی الکفر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۴

ٹوٹنا اور ہلاک ہونا ہو تمہارے لئے ہمیشہ کو، کیا ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

تبت یدا ابی لہب و تب[1]

ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا۔

ما اغنیٰ عنہ مالہ و ما کسب[2] اُس کے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور جو کمایا۔ سیصلیٰ نارًا ذات لہب[3] اب بیٹھا چاہتا ہے بھڑکتی آگ میں۔ وامرأتہ حمالۃ الحطب[4] اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پہ لئے۔ فی جیدھا حبل من مسد[5] ٥ اُس کے گلے میں مونج کی رسّی۔

بالجملہ اِس روش کی آیتیں قرآن عظیم میں صدہا نکلیں گی۔ اسی طرح حضرت یوسف و بتول مریم اور ادھر ام المومنین صدیقہ علیٰ سیدھم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصے اس مضمون پر شاہد عدل ہیں۔ حضرت والد ماجد "سرور القلوب فی ذکر المحبوب" میں فرماتے ہیں:

"حضرت یوسف کو دودھ پیتے بچے، اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی گواہی سے لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی، اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اُٹھا خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں، اگر چاہتا ایک ایک درخت اور پتھر سے گواہی دلواتا۔ مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبہ محبوب کی طہارت و پاکی پر خود گواہی دیں اور عزت امتیاز ان کا بڑھائیں[6]، انتہی۔

محلِ غور ہے کہ اراکین دولت و مقربان حضرت سے باغیان سرکش بگستاخی و بے ادبی پیش آئیں اور بادشاہ ان کے جوابوں کو انھیں پر چھوڑ دے، مگر ایک سردار بلند وقار کے ساتھ یہ برتاؤ ہو کہ مخالفین جو زبان درازی اس کی جناب میں کریں۔ حضرت سلطان اُس مقرب ذی شان کو کچھ نہ کہنے دے بلکہ بنفس نفیس اس کی طرف سے تکفل جواب کرے۔ کیا ہر ذی عقل اس معاملہ کو دیکھ کر یقین قطعی نہ کرے گا کہ سرکار سلطانی میں جو اعزاز اِس مقرب جلیل کا ہے دوسرے کا نہیں، اور جو خاص نظر اس کے حال پر ہے اوروں کا

---

[1] القرآن الکریم ۱۱۱/۱ [2] القرآن الکریم ۱۱۱/۲

[3] ؍؍ ۱۱۱/۳ [4] ؍؍ ۱۱۱/۴

[5] ؍؍ ۱۱۱/۵

[6] سرور القلوب فی ذکر المحبوب دوسرا باب آیۃ کریمہ ورفعنا لک ذکرک کی تفسیر میں نولکشور لکھنؤ ص ۳۸

حصہ اس میں نہیں۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

آیت تاسعہ: قال تعالٰی عظمتہ: عسٰی ان یبعثك ربك مقامًا محمودًا ۝[1]

نویں آیت: اللہ تعالٰی نے فرمایا: قریب ہے تجھے تیرا رب بھیجے گا تعریف کے مقام میں۔

صحیح بخاری وجامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے، فرمایا:

سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن المقام المحمود فقال هو الشفاعة۔[2]

حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال ہوا مقامِ محمود کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: شفاعت۔

اسی طرح احمد وبیہقی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

سئل عنها رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی قولہ عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودًا ۝ فقال ھی الشفاعة۔[3]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اللہ تعالٰی کے قول "قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں گے" کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ شفاعت ہے۔(ت)

اور شفاعت کی حدیثیں خود متواتر ومشہور اور صحاح وغیرہ میں مروی ومسطور، جن کی بعض ان شاء اللہ تعالٰی ہیکل دوم میں مذکور ہوں گی۔

اُس دن آدم صفی اللہ سے عیسٰی کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلٰوۃ والسلام نفسی نفسی فرمائیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لہا انا لہا[4] میں ہوں شفاعت کے لئے،

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹

[2] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ ۱۷ باب قولہ عسٰی ان یبعثک الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۸۶
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۴۲
المواہب اللدنیۃ بحوالہ البخاری الشفاعۃ والمقام المحمود المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۱

[3] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۴۴ و ۴۷۸
نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ احمد والبیہقی فصل فی تفضیلہ بالشفاعۃ ۲/ ۳۴۵

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تفضیلہ بالشفاعۃ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۴۰

میں ہوں شفاعت کے لئے۔ انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم۔ سب سر بگریباں، وہ ساجد و قائم۔ سب محلِ خوف میں، وہ آمن و ناعم۔ سب اپنی فکر میں، انھیں فکرِ عوالم۔ سب زیرِ حکومت، وہ مالک و حاکم۔ بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کریں گے اُن کا رب انھیں فرمائے گا:

یا محمد ارفع رأسك وقل تُسمع وسل تعطه واشفع تشفع[1]

اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمھاری عرض سُنی جائے گی، اور مانگو کہ تمھیں عطا ہوگا، اور شفاعت کرو تمھاری شفاعت قبول ہے۔

اُس وقت اوّلین و آخرین میں حضور (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کی حمد و ثنا کا غلغلہ پڑجائے گا اور دوست، دشمن، موافق، مخالف، ہر شخص حضور (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کی افضلیتِ کُبرٰی و سیادتِ عظمٰے پر ایمان لائے گا۔ والحمد للہ رب العٰلمین ۵

مقامِ تو محمود و نامت محمد بدینساں مقامے و نامے کہ دارد

(آپ کا مقام محمود اور نام محمد ہے، ایسا مقام اور نام کون رکھتا ہے۔ ت)

امام محی السنۃ بغوی معالم التنزیل میں فرماتے ہیں:

عن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان اللہ عزوجل اتخذ ابراھیم خلیلا وان صاحبکم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلیل اللہ واکرم الخلق علی اللہ ثم قرأ "عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودا" قال یجلسه علی العرش[2]۔

یعنی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی بیشک اللہ عزوجل نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیل بنایا۔ اور بیشک تمھارے آقا محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اللہ کے خلیل اور تمام خلق سے زیادہ اُس کے نزدیک عزیز و جلیل ہیں۔ پھر یہ آیت "عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودا" تلاوت کرکے فرمایا: اللہ تعالٰے انھیں روزِ قیامت عرش پر بٹھائے گا۔

وعزا نحوہ فی المواھب[3] للثعلبی (اس کی مثل مواہب میں ثعلبی کی طرف منسوب ہے۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۹

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۱۷/ ۷۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۱۰۹

[3] المواہب اللدنیہ الفصل الثالث الشفاعۃ والمقام المحمود المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۳ و ۶۴۴

امام عبدبن حمید وغیرہ حضرت مجاہد تلمیذ رشید حضرت حبر الامہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اس آیت کی تفسیر میں راوی:

یُجلسہ اللّٰہ تعالٰی معہ علی العرش۔[1]

اللہ تعالٰی انھیں عرش پر اپنے ساتھ بٹھائے گا۔

یعنی معیتِ تشریف وتکریم کہ وہ جلوس ومجلس سے پاک ومتعالی ہے ــــ امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں ناقل امام علامہ سید الحافظ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں مجاہد کا یہ قول نہ از روئے نقل مدفوع نہ از جہتِ نظر ممنوع، اور نقاش نے ابوداؤد صاحبِ سُنن رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل کیا، من انکر ھذا القول فھو متھم[2] جو اس قول سے انکار کرے وہ متہم ہے۔ اسی طرح امام دار قطنی نے اس قول کی تصریح فرمائی، اور اس کے بیان میں چند اشعار نظم کئے، کما فی نسیم الریاض (جیسا کہ نسیم الریاض میں ہے۔ ت)۔

ابو الشیخ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان محمدا صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یوم القیٰمۃ یجلس علی کرسی الرب بین یدی الرب۔[3]

بیشک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم روزِ قیامت رب کے حضور رب کی کرسی پر جلوس فرمائیں گے۔

معالم میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: یقعدہ علی الکرسی[4]، اللہ تعالٰی انھیں کرسی پر بٹھائے گا۔ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہ واصحابہ اجمعین، والحمد للّٰہ رب العٰلمین (اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے آپ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جو کُل جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

آیت عاشرہ (دسویں آیت): قرآن شریف کے تفصیلی ارشادات ومحاورات ونقلِ اقوال وذکرِ احوال پر نظر کیجئے تو ہر جگہ اِس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی شان سب انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ

---

[1] المواہب اللدنیۃ عن القسطلانی المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۲
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ عبدبن حمید وغیرہ " دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۳۶۸
[2] المواہب اللدنیۃ عن القسطلانی المقصد العاشر " المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۳
[3] " " " " ۴/ ۶۴۳، ۶۴۴
[4] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۱۷/ ۷۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۱۰۹

والسلام سے بلند و بالا نظر آتی ہے، یہ وہ بحرِ ذخار ہے جس کی تفصیل کو دفتر درکار۔ علمائے دین مثل امام ابونعیم و ابن فورک و قاضی عیاض و جلال سیوطی و شہاب قسطلانی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے ان تفرقوں سے بعض کی طرف اشارہ فرمایا۔ فقیر اول ان کے چند اخراجات ذکر کرکے پھر بعض امتیاز کہ باندک تامل اس وقت ذہنِ قاصر میں حاضر ہوئے ظاہر کرے گا تطویل سے خوف اور اختصار کا قصد بیس[2] پر اقتصار کا باعث ہوا۔

(۱) خلیل جلیل علیہ الصلٰوۃ والتبجیل سے نقل فرمایا،

ولا تخزنی یوم یبعثون[1]۔

مجھے رُسوا نہ کرنا جس دن لوگ اٹھائے جائیں۔

حبیبِ قریب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے خود ارشاد ہوا،

یوم لایخزی اللّٰہ النبی والذین اٰمنوا معہ[2]۔

جس دن خدا رُسوا نہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو۔

حضور کے صدقے میں صحابہ بھی اس بشارتِ عظمٰی سے مشرف ہوئے۔

(۲) خلیل علیہ الصلٰوۃ والسلام سے تمنائے وصال نقل کی،

انی ذاھب الٰی ربی سیھدین[3]۔

(بیشک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں اور وہ مجھے راہ دے گا۔ ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خود بلاکر عطائے دولت کی خبر دی،

سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہٖ[4]۔

(پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ ت)

(۳) خلیل علیہ الصلٰوۃ والسلام سے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی،

سیھدین[5] (وہ مجھے راہ دے گا۔ ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خود ارشاد فرمایا،

ویھدیک صراطًا مستقیمًا[6] (اور اللہ تعالٰی تمھیں سیدھی راہ دکھادے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۸۷
[2] القرآن الکریم ۶۶/ ۸
[3] " ۳۷/ ۹۹
[4] " ۱۷/ ۱
[5] " ۳۷/ ۹۹
[6] " ۴۸/ ۲

(۴) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آیا فرشتے ان کے معزز مہمان ہوئے:

هل اتٰك حديث ضيف ابراهيم المكرمين[1]

اے محبوب! کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی؟ (ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے فرمایا فرشتے ان کے لشکری وسپاہی بنے:

وايده بجنود لم تروها[2]، يمددكم ربكم بخمسة الٰف من الملٰئكة مسومين[3]،

والملٰئكة بعد ذٰلك ظهير[4]۔

اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں، تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا، اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔ (ت)

(۵) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو فرمایا انھوں نے خدا کی رضا چاہی:

وعجلت اليك رب لترضٰى[5]

اور تیری طرف میں جلدی کرکے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو۔ (ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے بتایا خدا نے اُن کی رضا چاہی،

فلنولينك قبلة ترضٰها[6] ولسوف يعطيك ربك فترضٰى[7]

تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ (ت)

(۶) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بخوفِ فرعون مصر سے تشریف لے جانا بلفظِ فرار نقل فرمایا:

ففررت منكم لما خفتكم[8]

تو میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جبکہ تم سے ڈرا۔ (ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا ہجرت فرمانا باحسن عبارات ادا فرمایا،

---

[1] القرآن الکریم ۵۱/ ۲۴ — [2] القرآن الکریم ۹/ ۴۰

[3] ″ ۳/ ۱۲۵ — [4] ″ ۶۶/ ۴

[5] ″ ۲۰/ ۸۴ — [6] ″ ۲/ ۱۴۴

[7] ″ ۹۳/ ۵

[8] ″ ۲۶/ ۲۱

اذیمکر بك الذین کفروا[1]۔

اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے۔ (ت)

(۷) کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے طور پر کلام کیا اور اُسے سب پر ظاہر فرمادیا:

انا اخترتك فاستمع لما یوحی ○ اننی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی، واقم الصلوٰۃ لذکری[2]، الی اٰخر الاٰیات۔

اور میں نے تجھے پسند کیا، اب کان لگا کر سُن جو تجھے وحی ہوتی ہے، بیشک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔ آیات کے آخر تک۔

حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے فوق السمٰوٰت مکالمہ فرمایا اور سب سے چھپایا:

فاوحی الی عبدہٖ ما اوحی[3]۔

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (ت)

(۸) داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا:

لا تتبع الھوٰی فیضلك عن سبیل اللہ[4]۔

خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ تجھے بہکا دے خدا کی راہ سے۔

حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بارے میں بقسم فرمایا:

وما ینطق عن الھوٰی ○ ان ھو الا وحی یوحی[5]۔

کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتا، وہ تو نہیں مگر وحی کہ القا ہوتی ہے۔

اب فقیر عرض کرتا ہے وباللہ التوفیق۔

(۹) نوح و ہود علیہما الصلوٰۃ والسلام سے دُعا نقل فرمائی:

رب انصرنی بما کذبون[6]۔

الٰہی! میری مدد فرما بدلا اس کا کہ انھوں نے مجھے جھٹلایا۔

محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے خود ارشاد ہوا:

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۳۰
[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۳، ۱۴
[3] " " ۵۳/ ۱۰
[4] " " ۳۸/ ۲۶
[5] " " ۵۳/ ۳، ۴
[6] " " ۲۳/ ۲۶

وینصرك اللہ نصرا عزیزا۔[1]

اللہ تیری مدد فرمائے گا زبردست مدد۔

(۱۰) نوح و خلیل علیہما الصلوٰۃ والتسلیم سے نقل فرمایا اُنھوں نے اپنی اُمتوں کی دعائے مغفرت کی:

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔[2] عـہ

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔ (ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خود حکم دیا اپنی اُمت کی مغفرت مانگو:

واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنٰت۔[3]

اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (ت)

(۱۱) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آیا اُنھوں نے پچھلوں میں اپنے ذکرِ جمیل کے باقی رہنے کی دُعا کی:

واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین۔[4]

اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں۔ (ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خود فرمایا: ورفعنا لك ذکرك۔[5]

اور ہم نے تمھارے لئے تمھارا ذکر بلند کردیا۔ (ت)

اور اِس سے اعلٰی وارفع مژدہ ملا:

عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودا۔[6]

قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمھاری حمد کریں۔ (ت)

کہ جہاں اولین و آخرین جمع ہوں گے حضور کی حمد وثناء کا شور ہر زبان سے جوش زن ہوگا۔

عـہ یہ لفظ دعائے خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں، اور دعائے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لفظوں سے ہے:

رب اغفرلی ولوالدیّ ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمؤمنین والمؤمنٰت۔[7]

دعائے خلیل کا حاصل اس میں خود تھا لہٰذا اختصاراً اسے دونوں حضرات کی طرف منسوب کیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۳
[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۱
[3] القرآن الکریم ۴۷/ ۱۹
[4] القرآن الکریم ۲۶/ ۸۴
[5] القرآن الکریم ۹۴/ ۴
[6] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۹
[7] القرآن الکریم ۷۱/ ۲۸

(۱۲) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں فرمایا، اُنھوں نے قوم لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رفعِ عذاب میں بہت کوشش کی یجادلنا فی قوم لوط[1] (ہم سے لُوط کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ت) مگر حکم ہُوا: یاابراھیم اعرض عن ھٰذا[2] اے ابراہیم! اس خیال میں نہ پڑ۔ عرض کی: انّ فیہا لوطا[3] اس بستی میں لوط جو ہے۔ حکم ہوا نحن اعلم بمن فیہا[4] ہمیں خوب معلوم ہیں جو وہاں ہیں۔

حبیب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا:

ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم[5]

اللہ ان کافروں پر بھی عذاب نہ کرے گا جب تک اے رحمت عالم! تُو ان میں تشریف فرما ہے۔

(۱۳) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا:

ربّنا وتقبّل دُعاء[6]۔

الٰہی! میری دعاء قبول فرما۔

حبیب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور اُن کے طفیلیوں کو ارشاد ہُوا:

قال ربکم ادعونی استجب لکم[7]

تمھارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔

(۱۴) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج درختِ دُنیا پر ہُوئی:

نودی من شاطیٔ الوادالایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ[8]۔

ندا کی گئی میدان کے دائیں کنارے سے برکت والے مقام میں پیڑ سے۔ (ت)

حبیب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی معراج سدرۃ المنتہٰی وفردوسِ اعلےٰ تک بیان فرمائی:

عند سدرۃ المنتھٰی ○ عندھا جنۃ الماوٰی[9]

سدرۃ المنتہٰی کے پاس، اس کے پاس جنّت الماوٰی ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/۷۴
[2] القرآن الکریم ۱۱/۷۶
[3] ؍؍ ۲۹/۳۲
[4] ؍؍ ۲۹/۳۲
[5] ؍؍ ۸/۳۳
[6] ؍؍ ۱۴/۴۰
[7] ؍؍ ۴۰/۶۰
[8] ؍؍ ۲۸/۳۰
[9] ؍؍ ۵۳/۱۴، ۱۵

(۱۵) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے وقتِ ارسال اپنی دل تنگی کی شکایت کی :

ویضیق صدری و لا ینطلق لسانی فارسل الٰی ھٰرون[1]

اور میرا سینہ تنگی کرتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی تو تو ہارون کو بھی رسول کر۔ (ت)

حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو خود شرحِ صدر کی دولت بخشی، اور اس سے منتِ عظمٰی رکھی :

الم نشرح لك صدرك[2] (کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔ ت)

(۱۶) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر حجابِ نار سے تجلی ہوئی :

فلما جاءھا نودی ان بورك من فی النار ومن حولھا[3]

پھر جب وہ آگ کے پاس آیا ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے یعنی حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور وہ جو اس کے آس پاس ہیں یعنی فرشتے۔

حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جلوۂ نور سے تجلی ہوئی اور وہ بھی غایت تفخیم و تعظیم کے لئے بالفاظِ ابہام بیان فرمائی گئی :

اذ یغشی السدرۃ ما یغشی[4]

جب چھا گیا سدرہ پر جو کچھ چھایا۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزار، ابویعلٰی، بیہقی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے حدیث طویل معراج میں راوی :

ثم انتھی الی السدرۃ فغشیھا نور الخلاق عزوجل فکلمہ تعالٰی عند ذٰلك فقال لہ سل[5]

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سدرہ تک پہنچے خالق عزوجل کا نور اس پر چھایا،

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۳
[2] القرآن الکریم ۹۴/ ۱
[3] 〃 ۲۷/ ۸
[4] 〃 ۵۳/ ۱۶
[5] تفسیر ابن ابی حاتم تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ مکتبہ نزار مصطفٰی البابی مکۃ المکرمۃ ریاض ۷/ ۲۳۱۲
جامع البیان (تفسیر طبری) 〃 ۵۳/ ۱۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۷/ ۶۸
الدرالمنثور بحوالہ البزار وابویعلٰی وابن حاتم وابن مردویۃ والبیہقی تحت الآیۃ ۱۷/ ۱ ۵/ ۱۸۰

اس وقت عزّجل جلالہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا اور فرمایا: مانگو اھ ملخصًا۔

(۱۷) کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اپنے اور اپنے بھائی کے سوا سب سے برارت وقطع تعلق نقل فرمایا، جب انھوں نے اپنی قوم کو قتالِ عمالقہ کا حکم دیا اور انھوں نے نہ مانا، عرض کی:

ربّ انّی لا املك الّا نفسی واخی فافرق بیننا وبین القوم الفسقین[1]

الٰہی! میں اختیار نہیں رکھتا مگر اپنا اور اپنے بھائی کا، تو جدائی فرمادے ہم میں اور اس گنہگار قوم میں۔

حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ظلِّ وجاہت میں کفار تک کو داخل فرمایا:

ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم[2] عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودا[3]

اور اللہ کا کام نہیں کہ انھیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔ قریب ہے کہ تمھارا رب تمھیں اس جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمھاری حمد کریں۔ (ت)

یہ شفاعتِ کبرٰی ہے کہ تمام اہلِ موقف موافق ومخالف سب کو شامل۔

(۱۸) ہارون وکلیم علیہما الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے فرمایا، انھوں نے فرعون کے پاس جاتے ہوئے اپنا خوف عرض کیا:

ربّنا انّنا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغٰی[4]

اے ہمارے رب! بیشک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے۔ (ت)

اس پر حکم ہوا:

لا تخافا اننی معکما اسمع وارٰی[5]

ڈرو نہیں میں تمھارے ساتھ ہوں سنتا اور دیکھتا۔

حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو خود مژدۂ نگہبانی دیا:

واللہ یعصمك من الناس[6] (اور اللہ تعالٰے تمھاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۲۵
[2] القرآن الکریم ۸/۳۳
[3] ″ ۱۷/۷۹
[4] ″ ۲۰/۴۵
[5] ″ ۲۰/۴۶
[6] ″ ۵/۶۷

(۱۹) مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا ان سے پرائی بات پر یُوں سوال ہوگا:

یٰعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی و امی الٰھین من دون اللہ[1]

اے مریم کے بیٹے عیسٰے! کیا تُو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا ٹھیرالو۔

معالم میں ہے اس سوال پر خوفِ الٰہی سے حضرت روح اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بند بند کانپ اُٹھے گا اور ہر بُنِ مُو سے خون کا فوارہ بہے گا[2] پھر جواب عرض کریں گے جس کی حق تعالٰی تصدیق فرماتا ہے۔ حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے جب غزوۂ تبوک کا قصد فرمایا اور منافقوں نے جھوٹے بہانے بنا کر نہ جانے کی اجازت لے لی، اس پر سوال تو حضور صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے بھی ہوا مگر یہاں جو شانِ لُطف ومحبت وکرم وعنایت ہے قابلِ غور ہے، ارشاد فرمایا:

عفا اللہ عنك لم اذنت لھم[3]

اللہ تجھے معاف فرمائے تُو نے انھیں کیوں اجازت دے دی۔

سبحان اللہ! سوال پیچھے ہے اور یہ محبت کا کلمہ پہلے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۲۰) مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا انھوں نے اپنی اُمت سے مدد طلب کی:

فلما احس عیسٰی منھم الکفر قال من انصاری الی اللہ ط قال الحواریون نحن انصار اللہ[4]

پھر جب عیسٰی نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف۔ حواریوں نے کہا ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں۔

حبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت انبیاء ومرسلین کو حکمِ نصرت ہوا:

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۶

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۵/ ۱۱۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۶۶

[3] القرآن الکریم ۹/ ۴۳

[4] " ۳/ ۵۲

لتؤمننّ به ولتنصرنّه[1]

تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔(ت)

غرض جو کسی محبوب کو ملا وہ سب اور اس سے افضل و اعلیٰ اِنھیں ملا، اور جو اِنھیں ملا وہ کسی کو نہ ملا ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسٰی یدِ بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری[2]

(آپ یوسف (علیہ السلام) کا حُسن، عیسٰی (علیہ السلام) کی پھُونک اور روشن ہاتھ رکھتے ہیں، جو کمالات وہ سارے رکھتے ہیں آپ اکیلے رکھتے ہیں۔ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۱۳۴ تا ۱۸۵)

(۱۱) نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ارشاد "اختصرلی اختصارًا" کے مطالب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

یا یہ کہ مجھ پر کتاب اتاری جس کے معدود ورقوں میں تمام اشیاءِ گزشتہ و آئندہ کا روشن مفصل بیان جس کی ہر آیت کے نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار علم جس کی ایک آیت کی تفسیر سے ستّر ستّر اونٹ بھر جائیں۔ اس سے زیادہ اور کیا اختصار متصور۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۲۱۰، ۲۱۱)

(۱۲) رسول کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے مسلمان ہونے پر آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کرتے ہوئے رسالہ "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام" میں فرمایا:

اوّلًا (پہلی دلیل) اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

ولعبد مؤمن خیر من مشرک[3]

بیشک مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے۔

اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنًا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منه۔ رواہ البخاری[4] فی صحیحه عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۱

[2]

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۱

[4] صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۰۳

ہر قرن وطبقہ میں تمام قرونِ بنی آدم کے بہتر سے بھیجا گیا یہاں تک کہ اس قرن میں ہوا جس میں پیدا ہوا (اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی حدیث صحیح میں ہے:

لم یزل علی وجہ الدھر (الارض) سبعۃ مسلمون فصاعدًا فلولا ذٰلک ھلکت الارض ومن علیھا۔ اخرجہ عبد الرزاق وابن المنذر بسند صحیح علی شرط الشیخین۔[1]

روئے زمین پر ہر زمانے میں کم سے کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں، ایسا نہ ہوتا تو زمین واہلِ زمین سب ہلاک ہوجاتے۔ (اس کو عبد الرزاق اور ابن المنذر نے شیخین کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

حضرت عالم القرآن حبر الامۃ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہے:

ماخلت الارض من بعد نوح من سبعۃ یدفع اللہ بھم عن اھل الارض۔[2]

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد زمین کبھی سات بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوئی جن کی وجہ سے اللہ تعالٰی اہلِ زمین سے عذاب دفع فرماتا ہے۔

جب صحیح حدیثوں سے ثابت کہ ہر قرن وطبقے میں روئے زمین پر لا اقل سات مسلمان بندگانِ مقبول ضرور رہے ہیں، اور خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانے میں ہر قرن میں خیارِ قرن سے، اور آیتِ قرآنیہ ناطق کہ کوئی کافر اگرچہ کیسا ہی شریف القوم بالانسب ہو کسی غلام مسلمان سے بھی خیر و بہتر نہیں ہوسکتا تو واجب ہوا کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آباء و اُمہات ہر قرن اور طبقہ میں انھیں بندگانِ صالح و مقبول سے ہوں ورنہ معاذ اللہ صحیح بخاری میں ارشادِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و قرآنِ عظیم میں ارشادِ حق جل وعلا کے مخالف ہوگا۔

اقول والمعنٰی ان الکافر لایستاھل شرعًا ان یطلق علیہ انہ من خیار القرن لاسیما وھناک مسلمون صالحون۔ وان لم یرد الخیریۃ الا بحسب النسب، فافھم۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) کہ مراد یہ ہے کہ کافر شرعًا اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کو خیر القرن

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ عبد الرزاق وابن المنذر المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۴

[2] ″ ″ ″ ″ بحوالہ احمد فی الزہد الخ ″ ″ ″ ۱/ ۱۷۴

الحاوی للفتاوٰی بحوالہ احمد فی الزہد والخلال فی کرامات الاولیاء دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۱۲

کہا جا سکے بالخصوص جبکہ مسلمان صالح موجود ہوں اگرچہ خیریت نسب ہی کے لحاظ سے کیوں نہ ہو۔ چنانچہ تو سمجھ ۱۲۔ (ت)

یہ دلیل امامِ جلیل خاتم الحفاظ جلال الملّة والدّین سیوطی قدس سرہٗ نے افادہ فرمائی فاللہ یجزیہ الجزاء الجمیل (اللہ تعالٰی اُن کو اجرِ جمیل عطا فرمائے۔ت)

ثانیًا قال اللہ عزوجل "انما المشرکون نجس[1]"

دوسری دلیل اللہ تعالٰی نے فرمایا: کافر تو ناپاک ہی ہیں۔ (ت)

اور حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لم یزل اللہ عزوجل ینقلنی من الاصلاب الطیبة الی الارحام الطاھرة مصفی مھذبا لا تنشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما۔ رواہ ابونعیم فی دلائل النبوة[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

ہمیشہ اللہ تعالٰی مجھے پاک ستھری پشتوں میں نقل فرماتا رہا صاف ستھرا آراستہ، جب دو شاخیں پیدا ہوئیں میں اُن میں بہتر شاخ میں تھا۔ (اس کو ابونعیم نے دلائل النبوة میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت)

اور ایک حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لَمْ اَزَلْ اُنقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات[3]۔

میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشت سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الکریمة والارحام الطاھرة حتی اخرجنی من بین ابوی۔ رواہ ابن ابی عمر والعدنی فی مسندہ[4] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

[2] الحاوی للفتاوی بحوالہ ابی نعیم مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰی دارالکتب العلمیة بیروت ۲/ ۲۱۱
دلائل النبوة لابی نعیم الفصل الثانی عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۱۱ و ۱۲

[3] شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیة بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس المقصد الاول دارالمعرفة بیروت ۱/ ۶۷
الحاوی للفتاوی مسالک الحنفاء فی والدی المصطفٰی دارالکتب العلمیة بیروت ۲/ ۲۱۰

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل و اما شرف نسبہ " " ۱/ ۶۰
نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ ابن عمر والعدنی مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۴۳۵

ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔ (اس کو ابن ابی عمرو العدنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنی مسند میں روایت کیا۔ ت)۔

تو ضرور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آبائے کرام طاہرین وامہات کرام طاہرات سب اہل ایمان وتوحید ہوں کہ بنص قرآن عظیم کسی کافر وکافرہ کے لئے کرم وطہارت سے حصہ نہیں۔

یہ دلیل امام اجل فخر المتکلمین علامۃ الورٰی فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے افادہ فرمائی اور امام جلال الدین سیوطی اور علامہ محقق سنوسی اور علامہ تلمسانی شارح شفاء وامام ابن حجر مکی وعلامہ محمد زرقانی شارح مواہب وغیرہم اکابر نے اس کی تائید وتصویب کی۔

ثالثًا قال اللہ تبارک وتعالٰی: وتوکل علی العزیز الرحیم ۰ الذی یرٰك حین تقوم ۰ وتقلبك فی السجدین ۰[1]

تیسری دلیل، اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا: بھروسا کر زبردست مہربان پر جو تجھے دیکھتا ہے جب تو کھڑا ہو اور تیرا کروٹیں بدلنا سجدہ کرنے والوں میں۔

امام رازی فرماتے ہیں:

"معنی آیت یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور پاک ساجدوں سے ساجدوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔"[2]

تو آیت اس پر دلیل ہے کہ سب آبائے کرام مسلمین تھے۔

امام سیوطی وامام ابن حجر وعلامہ زرقانی[3] وغیرہم اکابر نے اس کی تقریر وتاکید وتشیید فرمائی، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کے مؤید روایت ابونعیم[4] کے یہاں آئی:

وقد صرحوا ان القراٰن محتج بہ علی جمیع وجوھہ ولا ینفی تاویل

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۱۷ تا ۲۱۹

[2] مفاتیح الغیب تحت الآیۃ ۲۶/ ۲۱۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۴/ ۱۴۹

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۷۴

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 بحوالہ ابی نعیم 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی ذکر فضیلتہ صلی اللہ علیہ وسلم بطیب مولدہ عالم الکتب بیروت الجزء الاول ص ۱۱، ۱۲

تاویلا ویشهد له عمل العلماء فی الاحتجاج بالاٰیات علیٰ احد التاویلات قدیما وحدیثا۔

علماء نے تصریح کی ہے کہ قرآن پاک کی ہر وجہ سے استدلال کیا جائے گا اور کوئی ایک تاویل دوسری تاویل کی نفی نہیں کرتی، اس کے لئے علماء کا عمل گواہ ہے کہ وہ پرانے اور نئے زمانے میں آیاتِ مبارکہ کی کئی تاویلات میں سے ایک سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ (ت)

رابعًا قال المولیٰ سبحٰنه وتعالیٰ: ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ[1]

چوتھی دلیل، اللہ تعالٰی نے فرمایا، البتہ عنقریب تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تُو راضی ہو جائے گا۔

اللہ اکبر! بارگاہِ عزت میں مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عزت و وجاہت و محبوبیت کہ اُمت کے حق میں تو ربّ العزت جل وعلا نے فرمایا ہی تھا۔

سنرضیك فی امتك ولا نسؤك۔ رواہ مسلم[2] فی صحیحه۔

قریب ہے کہ ہم تجھے تیری اُمت کے باب میں راضی کر دیں گے اور تیرا دل بُرا نہ کریں گے (اسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ ت)

مگر اس عطاء و رضا کا مرتبہ یہاں تک پہنچا کہ صحیح حدیث میں حضور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوطالب کی نسبت فرمایا:

وجدته فی غمرات من النار فاخرجته الی ضحضاح۔ رواہ البخاری[3] ومسلم عن العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کر دیا (اس کو امام بخاری و امام مسلم نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۵

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب دعاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لامته الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۳

[3] صحیح البخاری کتاب المناقب قصه ابی طالب " " " ۱/ ۵۴۸

" کتاب الادب کنیة المشرک " " " ۲/ ۹۱۷

صحیح مسلم باب شفاعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب الخ " " ۱/ ۱۱۵

تہذیب تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ العباس بن عبدالمطلب و عبداللہ بن حارثہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۲۲۹ و ۲۵۰

دوسری روایت صحیح میں فرمایا:

ولولا انا لکان فی الدرک الاسفل من النار - رواہ ایضا[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اگر میں نہ ہوتا تو ابوطالب جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتا (اس کو بخاری نے انہی سے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث صحیح میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اھون اھل النار عذابا ابوطالب - رواہ عن ابن[2] عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے (امام بخاری و مسلم نے یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ت)

اور یہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جو قرب والدین کریمین کو ہے ابوطالب کو اس سے کیا نسبت؛ پھر ان کا عذر بھی واضح کہ نہ انھیں دعوت پہنچی نہ انھوں نے زمانۂ اسلام پایا، تو اگر معاذاللہ وہ اہلِ جنت نہ ہوتے تو ضرور تھا کہ ان پر ابوطالب سے بھی کم عذاب ہوتا اور وہی سب سے ہلکے عذاب میں ہوتے۔ یہ حدیث صحیح کے خلاف ہے تو واجب ہُوا کہ والدین کریمین اہلِ جنت ہیں، وللہ الحمد، اس دلیل کی طرف بھی امام خاتم الحفاظ (جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی) نے اشارہ فرمایا۔

اقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ت) تقریر دلیل یہ ہے کہ صادق و مصدوق صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ اہلِ نار میں سب سے ہلکا عذاب ابوطالب پر ہے۔ اب ہم پُوچھتے ہیں کہ ابوطالب پر یہ تخفیف کس وجہ سے ہے؟ آیا حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاری و غمخواری و پاسداری و خدمت گزاری کے باعث یا اس لئے کہ سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان سے محبت طبعی تھی حضور کو ان کی رعایت منظور تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵
صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصۃ ابی طالب ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/ ۵۴۸
؍؍ کتاب الادب باب کنیۃ المشرک ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۹۱۷

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اھون اھل النار عذابا ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/ ۱۱۵
مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ البخاری کتاب الفتن باب صفۃ النار واھلہا الفصل الاول ؍؍ ۲/ ۵۰۲

عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْهِ ۔ رواہ الترمذی[1] بسند حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن علی والطبرانی الکبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم ۔

آدمی کا چچا اس کے باپ کے بجائے ہوتا ہے ۔ اس کو امام ترمذی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوھریرہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے جبکہ طبرانی کبیر نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے ۔ (ت)

شقِ اوّل باطل ہے، قال اللہ عزوجل (اللہ عزوجل نے فرمایا) :

وقدمنا الٰی ماعملوا من عمل فجعلنٰہ ھباءً منثورا[2] ۔

اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرّے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں ۔ (ت)

صاف ارشاد ہوتا ہے کہ کافر کے سب عمل برباد محض ہیں۔ لاجرم شقِ ثانی ہی صحیح ہے اور یہی ان احادیث صحیحہ مذکورہ سے مستفاد، ابوطالب کے عمل کی حقیقت تو یہاں تک تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سراپا آگ میں غرق پایا، عمل نے نفع دیا ہوتا تو پہلے ہی کام آتا، پھر حضور کا ارشاد کہ "میں نے اسے ٹخنوں تک کی آگ میں کھینچ لیا، میں نہ ہوتا تو جہنم کے طبقہ زیریں میں ہوتا[3]۔"

لاجرم یہ تخفیف صرف محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا پاسِ خاطر اور حضور کا اکرام ظاہر و باہر ہے اور بالبداہۃ واضح کہ محبوب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی خاطرِ اقدس پر ابوطالب کا عذاب ہرگز اتنا گراں نہیں ہوسکتا جس قدر معاذاللہ والدین کریمین کا معاملہ، نہ اُن سے تخفیف میں حضور کی آنکھوں کی وہ ٹھنڈک جو حضرات والدین کے بارے میں، نہ اُن کی رعایت میں حضور کا وُہ اعزاز و اکرام جو حضرات والدین کے چھٹکارے میں، تو اگر عیاذاً باللہ وہ اہلِ جنّت نہ ہوتے تو ہر طرح سے وہی اِس رعایت و عنایت کے زیادہ مستحق تھے، و بوجہِ آخر فرض کیجئے کہ یہ ابوطالب کے حقِ پرورش و خدمت ہی کا معاوضہ ہے تو پھر کون سی پرورش جزئیت کے

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی الفضل عم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۷
المعجم الکبیر حدیث ۱۰۶۹۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۲۹۱

[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

[3] صحیح البخاری کتاب مناقب انصار قصہ ابی طالب ۱/ ۵۴۸ وصحیح مسلم کتاب الایمان ۱/ ۱۱۵
مسند احمد بن حنبل عن العباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۷ و ۲۱۰

برابر ہوسکتی ہے، کونسی خدمت حمل و وضع کا مقابلہ کرسکتی ہے؟ کیا کبھی کسی پرورش کنندہ یا خدمت گزار کا حق حقِ والدین کے برابر ہوسکتا ہے جسے رب العزّت نے اپنے حقِ عظیم کے ساتھ شمار فرمایا:

ان اشکرلی ولوالدیك[1]

حق مان میرا اور اپنے والدین کا۔

پھر ابوطالب نے جہاں برسوں خدمت کی چلتے وقت رنج بھی دیا جس کا جواب نہیں، ہرچند حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کلمہ پڑھنے کو فرمایا، نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا، جرم وہ کیا جس کی مغفرت نہیں۔ عمر بھر معجزات دیکھنا، احوال پر علمِ تام رکھنا اور زیادہ حجۃ اللہ قائم ہونے کا موجب ہوا بخلاف ابوین کریمین کہ نہ انھیں دعوت دی گئی نہ انکار کیا، تو ہر وجہ، ہر لحاظ، ہر حیثیت سے یقیناً انھیں کا پلّہ بڑھا ہوا ہے، تو ابوطالب کا عذاب سب سے ہلکا ہونا یونہی متصور کہ ابوین کریمین اہلِ نار ہی سے نہ ہوں وھو المقصود والحمد ﷲ العلی الودود (اور وہی مقصود ہے اور تمام تعریفیں بلندی ومحبت والے اللہ کے لئے ہیں۔ ت)

خامسًا، اقول قال المولٰی عزوعلا: لایستوی اصحٰب النار واصحٰب الجنۃ، اصحٰب الجنۃ ھم الفائزون[2]

پانچویں دلیل، اقول (میں کہتا ہوں کہ) مولٰی عزوعلا نے فرمایا: برابر نہیں دوزخ والے اور جنت والے، اور جنت والے ہی مراد کو پہنچے۔

حدیث میں ہے حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اولادِ امجاد حضرت عبدالمطلب سے ایک پاک طیبہ خاتون رضی اللہ تعالٰی عنہا کو آتے دیکھا، جب پاس آئیں فرمایا:

مااخرجك من بیتك؟

اپنے گھر سے باہر کہاں گئی تھیں؟

عرض کی:

اتیت اھل ھذا البیت فترحمت الیھم وعزیتھم بمیتھم۔

یہ جو ایک میّت ہوگئی تھی میں ان کے یہاں دعائے رحمت اور تعزیت کرنے گئی تھی۔

فرمایا:

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۴

[2] " ۵۹/ ۲۰

لعلكِ بلغت معهم الكدٰی۔

شاید تُو اُن کے ساتھ قبرستان تک گئی۔

عرض کی:

معاذ اللہ ان اکون بلغتہا وقد سمعتك تذکر فی ذٰلك ما تذکر۔

خدا کی پناہ کہ میں وہاں جاتی حالانکہ حضور سے سُن چکی تھی جو کچھ اس باب میں ارشاد کیا۔

سیدعالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا:

لو بلغتہا معہم ما رأیت الجنۃ حتی یراھا جدّ ابیكِ۔

اگر تُو اُن کے ساتھ وہاں جاتی تو جنّت نہ دیکھتی جب تک عبدالمطلب نہ دیکھیں۔

رواہ ابوداؤد والنسائی[1] واللفظ لہ عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما، اما ابوداؤد فتادب وکنّٰی وقال فذکر تشدیدا فی ذٰلك واما ابوعبدالرحمٰن فادّٰی لتبلیغ العلم واداء الحدیث علٰی وجہہ لکلٍّ وِّجہۃ ھو مولّیہا۔

اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے، اور لفظ نسائی کے ہیں سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰے عنہما سے، امام ابوداؤد نے ازراہِ ادب بطور کنایہ اس میں تشدید کا ذکر کیا لیکن امام ابوعبدالرحمٰن نے کُھل کر علم کو پہنچایا اور حدیث کا حق ادا کیا، ہر ایک کے لئے توجّہ کی ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے۔ (ت)

یہ تو حدیث کا ارشاد ہے، اب ذرا عقائدِ اہلسنت پیشِ نظر رکھتے ہُوئے نگاہِ انصاف درکار، عورتوں کا قبرستان جانا غایت درجہ اگر ہے تو معصیت ہے۔ اور ہرگز کوئی معصیت مسلمان کو جنت سے محروم اور کافر کے برابر نہیں کرسکتی، اہلسنّت کے نزدیک مسلمان کا جنّت میں جانا واجبِ شرعی ہے اگرچہ معاذ اللہ مواخذے کے بعد، اور کافر کا جنّت میں جانا محالِ شرعی کہ ابد الآباد تک کبھی ممکن ہی نہیں، اور نصوص کو حتی الامکان ظاہر پر محمول کرنا واجب، اور بے ضرورت تاویل ناجائز، اور عصمت نوعِ بشر میں خاصہ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء ہے۔ ان کے غیر سے اگرچہ کیسا ہی عظیم الدرجات ہو وقوعِ گناہ ممکن و متصور۔ یہ چاروں باتیں عقائدِ اہلسنت میں ثابت و مقرر۔ اب اگر بحکم مقدمہ رابعہ مقابر تک بلوغ فرض کیجئے تو بحکم مقدمہ ثالثہ جزا کا ترتب واجب،

---

[1] سنن النسائی کتاب الجنائز باب النعی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۶۵، ۲۶۶
سنن ابی داؤد " باب التعزیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۸۹

اور اِس تقدیر پر کہ حضرت عبد المطلب کو معاذ اللہ غیر مسلم کہئے بحکم مقدمتین اولین و نیز بحکم آیت کریمہ محال و باطل، تو واجب ہوا کہ حضرت عبد المطلب مسلمان و اہلِ جنت ہوں اگرچہ مثلِ صدیق و فاروق و عثمان و علی و زہراء و صدیقہ وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنہم سابقین اولین میں نہ ہوں۔ اب معنیٔ حدیث بلا تکلف اور بے حاجت تاویل و تصرف عقائد اہلسنت سے مطابق ہیں یعنی اگر یہ امر تم سے واقع ہوتا تو سابقین اولین کے ساتھ جنت میں جانا نہ ملتا بلکہ اس وقت جبکہ عبد المطلب داخلِ بہشت ہوں گے، ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (یونہی تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت)۔

سادسًا، اقول قال ربنا الاعز الاعلٰی عزوعلا: وللّٰہ العزۃ ولرسولہ و للمؤمنین ولکن المنٰفقین لایعلمون[1]

وقال تعالٰی: یایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثٰی وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر[2]

چھٹی دلیل، اقول (میں کہتا ہوں کہ) ہمارے پروردگار اعزو اعلٰی عزوعلانے فرمایا: عزت تو اللہ و رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو علم نہیں۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے لوگو! ہم نے بنایا تمھیں ایک نر و مادہ سے اور کیا تمھیں قومیں اور قبیلے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، بیشک اللہ کے نزدیک تمھارا زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

ان آیاتِ کریمہ میں رب العزت جل وعلانے عزت وکرم کو مسلمانوں میں منحصر فرمادیا اور کافر کو کتنا ہی قوم دار ہو لئیم و ذلیل ٹھہرایا، اور کسی لئیم و ذلیل کی اولاد سے ہونا کسی عزیز و کریم کے لئے باعثِ مدح نہیں، ولہذا کافر باپ دادوں کے انتساب سے فخر کرنا حرام ہوا۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من انتسب الٰی تسعۃ اٰباء کفار یرید بھم عزا وکرما فھو عاشرھم فی النار۔ رواہ احمد[3] عن ابی ریحانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/۸

[2] ؎ ؎ ۴۹/۱۳

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ریحانۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۳۴

جو شخص عزت و کرامت چاہنے کو اپنی نو پشت کافر کا ذکر کرے کہ میں فلاں ابن فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں ان کا دسواں جہنم میں یہ شخص ہو (اس کو امام احمد نے ابو ریحانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت فرمایا۔ ت)۔

اور احادیثِ کثیرہ مشہورہ سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے فضائل کریمہ کے بیان اور مقامِ رجز و مدح میں بار ہا اپنے آبائے کرام و امہات کرائم کا ذکر فرمایا۔

روزِ حنین جب ارادۂ الٰہیہ سے تھوڑی دیر کے لئے کفار نے غلبہ پایا معدود بندے رکاب رسالت میں باقی رہے، اللہ غالب کے رسولِ غالب پر شانِ جلال طاری تھی؛

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب۔ رواہ احمد والبخاری[1] ومسلم والنسائی عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں بیٹا عبد المطلب کا۔ (اس کو احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)۔

حضور قصد فرما رہے ہیں کہ تنہا ان ہزاروں کے مجمع پر حملہ فرمائیں، حضرت عباس بن عبد المطلب و حضرت ابوسفین بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما بغلہ شریف کی لگام مضبوط کھینچے ہوئے ہیں کہ بڑھ نہ جائے اور حضور فرما رہے ہیں؛

انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب۔ رواہ ابوبکر[2] بن ابی شیبۃ و ابو نعیم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں سچا نبی ہوں اللہ کا پیارا، عبد المطلب کی آنکھ کا تارا، صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابو نعیم نے براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)۔

امیر المومنین عمر لگام روکے ہیں اور حضرت عباس دُمچی تھامے، اور حضور فرما رہے ہیں؛

قدِماھا، انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب۔ رواہ ابن عساکر[3] عن مصعب

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من قاد دابۃ غیرہ فی الحرب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۱
صحیح مسلم 〃 باب غزوۂ حنین 〃 〃 ۲/۱۰۰

[2] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب السیر حدیث ۳۳۵۴۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۵۳۵
کنز العمال بحوالہ ش وابی نعیم 〃 ۳۰۲۰۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/۵۴۰

[3] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۲۸۵۸ شیبۃ بن عثمان دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵/۱۷۲

بن شیبۃ عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اسے بڑھنے دو، میں ہوں نبی صریح حق پر، میں ہوں عبدالمطلب کا پسر، صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اس کو ابن عساکر نے مصعب بن شیبہ سے ان کے باپ کے واسطہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

جب کافر نہایت قریب آگئے بغلۂ طیبہ سے نزولِ اجلال فرمایا، اس وقت بھی یہی فرماتے تھے:

انا النبی لاکذب، انا ابن عبد المطلب، اللّٰھم انزل نصرك۔ رواہ ابن ابی شیبۃ و ابن ابی جریر عن البراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

میں ہوں نبی برحق سچا، میں ہوں عبدالمطلب کا بیٹا، الٰہی اپنی مدد نازل فرما! (اس کو ابن ابی شیبہ اور ابن ابی جریر نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

پھر ایک مُشتِ خاک دستِ پاک میں لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا:

شاھتِ الوجوہ[2] بگڑ گئے چہرے۔

وہ خاک ان ہزاروں کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے مُنہ بھر گئے، ان میں جو مشرف باسلام ہوئے وہ فرماتے ہیں جس وقت حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں ہماری طرف پھینکیں ہمیں یہ نظر آیا کہ زمین سے آسمان تک تانبے کی دیوار قائم کردی گئی اور اس پر سے پہاڑ ہم پر لڑھکائے گئے، سوائے بھاگنے کے کچھ بن نہ آئی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی الحق المبین سیّد المنصورین و اٰلہ و بارك وسلّم۔

اللہ تعالیٰ درود و سلام اور برکت نازل فرمائے حقِ مبین پر جو مدد کئے ہوؤں کے سردار ہیں اور آپ کی آل پر۔ (ت)

اسی غزوہ کے رجز میں ارشاد فرمایا:

انا ابن العواتك من بنی سُلیم۔ رواہ سعید بن منصور فی سُننہ والطبرانی فی

---

[1] کنز العمال بحوالہ ش و ابن جریر حدیث ۳۰۲۰۶ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۵۳۹ و ۵۴۰

[2] کنز العمال 〃 حدیث ۳۰۲۱۳ 〃 〃 〃 ۱۰/ ۵۴۲

جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ لقد نصرکم اللہ الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۱۸

[3] کنز العمال بحوالہ ص وطب حدیث ۳۱۸۷۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۲

المعجم الکبیر 〃 ۶۷۲۴ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۱۶۹

تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ امّہ وجدّاتہ 〃 ۳/ ۶۰

الکبیرعن سبابۃ بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں بنی سلیم سے ان چند خاتونوں کا بیٹا ہوں جن کا نام عاتکہ تھا (اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں سبابہ بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

ایک حدیث میں ہے، بعض غزوات میں فرمایا:

انا النبی لاکذب، انا ابن عبد المطلب، انا ابن العواتك۔ رواہ ابن[1] عساکر عن قتادۃ۔

میں نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں، میں ہوں عبد المطلب کا بیٹا، میں ہوں ان بیبیوں کا بیٹا جن کا نام عاتکہ تھا (اس کو ابن عساکر نے حضرت قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

علامہ مناوی صاحب تیسیر وامام مجدالدین فیروز آبادی صاحب قاموس وجوہری صاحب صحاح وصنعانی وغیرہم نے کہا، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جدات میں نو ۹ بیبیوں کا نام عاتکہ تھا[2]۔ ابن بری نے کہا، وہ بارہ ۱۲ بیبیاں عاتکہ نام کی تھیں، تین ۳ سلمیات یعنی قبیلہ بنی سلیم سے، اور دو ۲ قرشیات، دو ۲ عدوانیات، اور ایک ایک کنانیہ، اسدیہ، ہذلیہ، قضاعیہ، ازدیہ۔ ذکرہ فی تاج العروس[3]
(اسے تاج العروس میں ذکر کیا گیا۔ت)

ابوعبداللہ عدوی نے کہا: وہ بیبیاں چودہ ۱۴ تھیں، تین قرشیات، چار سلمیات، دو عدوانیات اور ایک ایک ہذلیہ، قحطانیہ، قضاعیہ، ثقفیہ، اسدیہ بنی اسد خزیمہ سے۔ رواہ الامام[4] الجلال السیوطی فی الجامع الکبیر (اس کو امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے جامع کبیر میں روایت کیا ہے۔ت)
اور ظاہر ہے کہ قلیل نافی کثیر نہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے مقام مدح وبیان فضائل کریمہ میں اکیس ۲۱ پشت تک اپنا نسب نامہ ارشاد کرکے فرمایا: میں سب سے نسب میں افضل، باپ میں افضل، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ تو بحکم نصوص مذکورہ ضرور ہے کہ حضور کے آباء واُمّہات مسلمین ومسلمات

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ امہ وجداتہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۶۰
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث انا ابن العواتک مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۲۷۵
الصحاح باب الکاف فصل العین تحت لفظ عاتکہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۱۱
[3] تاج العروس باب الکاف فصل العین 〃 〃 〃 〃 〃 ۷/ ۱۵۹
[4] تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ امہ وجداتہ الخ 〃 〃 〃 〃 〃 ۳/ ۶۲

ہوں۔ وللہ الحمد (اور اللہ تعالٰی ہی کے لئے حمد ہے۔ ت)۔

سابعًا قال اللہ سبحٰنہ وتعالٰی: انہ لیس من اھلك انہ عمل غیر صالح[1]۔

ساتویں دلیل، اللہ سبحٰنہ وتعالٰی نے فرمایا: اے نوح! یہ کنعان تیرے اہل سے نہیں یہ تو ناراستی کے کام والا ہے۔ (ت)

آیہ کریمہ نے مسلم وکافر کا نسب قطع فرمادیا ولہٰذا ایک کا ترکہ دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

نحن بنو النضر بن کنانۃ لانتفی من ابینا۔ رواہ ابوداؤد[2] الطیالسی وابن سعد والامام احمد وابن ماجۃ والحارث والماوردی وسمویہ وابن قانع والطبرانی فی الکبیر وابونعیم والضیاء المقدسی فی صحیح المختارۃ عن الاشعث بن قیس الکندی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہم نضر بن کنانہ کے بیٹے ہیں، ہم اپنے باپ سے اپنا نسب جدا نہیں کرتے (اس کو ابوداؤد طیالسی، ابن سعد، امام احمد، ابن ماجہ، حارث، ماوردی، سمویہ، ابن قانع، طبرانی کبیر، ابونعیم اور ضیاء مقدسی نے صحیح مختارہ میں اشعث بن قیس الکندی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

کفار سے نسب بحکم احکم الحاکمین منقطع ہے، پھر معاذ اللہ جدا نہ کرنے کا کیا محل ہوتا۔

ثامنًا وتاسعًا، اقول قال العلی الاعلٰی تبارك وتعالٰی "ان"

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶

[2] کنز العمال بحوالہ الحارث والماوردی وسمویہ وغیرہ حدیث ۳۵۵۱۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۴۲۴

سنن ابن ماجہ ابواب الحدود باب من نفی رجلا من قبیلتہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۲

مسند احمد بن حنبل حدیث الاشعث بن قیس الکندی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۱۱، ۲۱۲

المعجم الکبیر حدیث ۲۱۹۰، ۲۱۹۱ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۸۶

مسند ابی داؤد الطیالسی احادیث الاشعث بن قیس حدیث ۱۰۴۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۵۸۷

الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من انتمی الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/ ۲۳

دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر شرف اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۷۳

الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین فی نار جھنم خٰلدین فیھا اولٰئک ھم شر البریة ○ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت اولٰئک ھم خیر البریة۔[1]

آٹھویں اور نویں دلیل، میں کہتا ہوں علیٰ اعلیٰ تبارک وتعالٰی نے فرمایا: بیشک سب کافر کتابی اور مشرک جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہ سارے جہان سے بدتر ہیں، بیشک وُہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ سارے جہان سے بہتر ہیں۔

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

غفر اللہ عزوجل لزید بن عمرو ورحمہ فانہ مات علی دین ابراھیم۔[2] رواہ البزار والطبرانی عن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اللہ عزوجل نے زید بن عمرو کو بخش دیا اور اُن پر رحم فرمایا کہ وہ دینِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تھے (اس کو بزار اور طبرانی نے سیدنا سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی نسبت فرمایا:

رأیتہ فی الجنة یسحب ذُیولا۔ رواہ ابن سعد[3] والفاکھی عن عامر بن ربیعة رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

میں نے اسے جنّت میں ناز کے ساتھ دامن کشاں دیکھا (اس کو ابن سعد اور فاکہی نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اور بیہقی و ابن عساکر کی حدیث میں بطریق مالک عن الزہری عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں و ھٰذہ روایة البیھقی (اور یہ بیہقی کی روایت ہے۔ ت):

انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف

---

[1] القرآن الکریم ۹۸/ ۶ و ۷

[2] فتح الباری بحوالہ البزار والطبرانی کتاب المناقب حدیث زید بن عمرو دار الکتب العلمیة بیروت ۸/ ۱۲۲

الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ سعید بن زید دار صادر بیروت ۳/ ۳۸۱

[3] فتح الباری بحوالہ ابن سعد والفاکہی کتاب المناقب حدیث زید بن عمرو بن نفیل دار الکتب العلمیة بیروت ۸/ ۱۲۲

بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالك بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ، ما افترق الناس فرقتین الاجعلنی اللّٰه فی خیرھما فاخرجت من بین ابوین فلم یصبنی شیئ من عھد الجاھلیۃ وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن اٰدم حتی انتھیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابًا[1]، وفی لفظ فانا خیرکم نسبًا وخیرکم ابًا۔[2]

میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ کبھی لوگ دوگروہ نہ ہوئے مگر مجھے اللہ تعالٰی نے بہتر گروہ میں کیا تو میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہُوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاحِ صحیح سے پیدا ہوا آدم سے لے کر اپنے والدین تک ، تو میرا نفسِ کریم تم سب سے افضل اور میرے ماں باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔

اس حدیث میں اول تو نفی عام فرمائی کہ عہدِ جاہلیت کی کسی بات نے نسبِ اقدس میں کبھی کوئی راہ نہ پائی ، یہ خود دلیل کافی ہے اور امرِ جاہلیت کو خصوص زنا پر حمل کرنا ایک تو تخصیص بلا مُخَصِّص ، دوسرے لغو کہ نفیِ زنا صراحۃً اس کے متصل مذکور۔

ثانیاً ارشاد ہوتا ہے کہ میرے باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔ ان سب میں حضرت سعید بن زید بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی قطعاً داخل تو لازم کہ حضرت والدِ ماجد حضرت زید سے افضل ہوں اور یہ بحکم آیت بے اسلام ناممکن۔

عاشرًا، اقول قال اللّٰه عزوجل : اللّٰه اعلم حیث یجعل رسالتہ۔[3]

دسویں دلیل ، میں کہتا ہوں اللہ عزوجل نے فرمایا : خدا خوب جانتا ہے جہاں رکھے اپنی پیغمبری۔

آیہ کریمہ شاہد کہ رب العزۃ عزوعلا سب سے زیادہ معزز و محترم موضع وضعِ رسالت کے لئے

---

[1] دلائل النبوۃ باب ذکر اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۷۴ تا ۱۷۹
تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر معرفۃ نسبہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۳/ ۳۰

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۴

انتخاب فرماتا ہے ولہذا کبھی کم قوموں رذیلوں میں رسالت نہ رکھی، پھر کفر و شرک سے زیادہ رذیل کیا شے ہوگی، وہ کیونکر اس قابل کہ اللہ عزوجل نورِ رسالت اس میں ودیعت رکھے۔ کفار محلِ غضب ولعنت ہیں اور نورِ رسالت کے وضع کو محلِ رضا ورحمت درکار۔

حضرت اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر ایک بار خوف وخشیت کا غلبہ تھا گریہ وزاری فرمارہی تھیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے عرض کی: یا اُم المومنین! کیا آپ یہ گمان رکھتی ہیں کہ رب العزت جل وعلا نے جہنم کی ایک چنگاری کو مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جوڑا بنایا؟ ام المومنین نے فرمایا:

فرجت عنی فرج اللہ عنك[1]

تم نے میرا غم دُور کیا اللہ تعالٰی تمہارا غم دُور کرے۔

خود حدیث میں ہے، حضور سید یوم النشور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ ابی لی ان اتزوج أو ازوج الا اھل الجنّة۔ رواہ ابن عساکر[2] عن ھند بن ابی ھالة رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بے شک اللہ عزوجل نے میرے لئے نہ مانا کہ میں نکاح میں لانے یا نکاح میں دینے کا معاملہ کروں مگر اہل جنت سے۔ (اس کو ابن عساکر نے ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

جب اللہ عزّوجل نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے پسند نہ فرمایا (کہ غیر مسلم عورت آپ کے نکاح میں آئے) خود حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نورِ پاک معاذ اللہ محلِ کفر میں رکھنا یا حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جسمِ پاک عیاذًا باللہ خونِ کفار سے بنانے کو پسند فرمانا کیونکر متوقع ہو۔

یہ بحمد اللہ دس دلیل جلیل ہیں، پہلی چار ارشادِ ائمہ کبار اور چھ اخیر فیضِ قدیر حصہ فقیر، تلك عشرة کاملة (یہ دس کامل ہوئیں۔ ت)۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۲۶۸ تا ۲۸۴)

(۱۳) "تمہیدِ ایمان بآیاتِ قرآن" میں فرمایا:

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

انا ارسلنك شاھدا و مبشرا و نذیرا ٥ لتؤمنوا باللہ و رسولہ وتعزروہ

---

[1] کتاب الآثار لابی یوسف حدیث ۹۳۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰

[2] تاریخ دمشق الکبیر رملة بنت ابی سفیان صخر بن حرب الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷۳/ ۱۱۰

وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا[1]۔

اے نبی! بیشک ہم نے تمھیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

مسلمانو! دیکھو دینِ اسلام بھیجنے قرآن مجید اتارنے کا مقصود ہی تمھارے مولیٰ تبارک و تعالےٰ کا تین باتیں بتانا ہے:

اوّل یہ کہ لوگ اللہ و رسول پر ایمان لائیں۔

دوم یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم کریں۔

سوم یہ کہ اللہ تعالےٰ کی عبادت میں رہیں۔

مسلمانو! ان تینوں جلیل باتوں کی جمیل ترتیب تو دیکھو سب میں پہلے ایمان کو فرمایا اور سب میں پیچھے اپنی عبادت کو اور بیچ میں اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کو، اس لئے کہ بغیر ایمان تعظیم بکار آمد نہیں، بہتیرے نصاریٰ ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور حضور پر سے دفعِ اعتراضاتِ کافرانِ لئیم میں تصنیفیں کر چکے، لیکچر دے چکے مگر جبکہ ایمان نہ لائے کچھ مفید نہیں کہ یہ ظاہری تعظیم ہوئی، دل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی عظمت ہوتی تو ضرور ایمان لاتے، پھر جب تک نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سچی تعظیم نہ ہو عمر بھر عبادتِ الٰہی میں گزارے سب بیکار و مردود ہے، بہتیرے جوگی اور راہب ترکِ دنیا کر کے اپنے طور پر ذکر و عبادتِ الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں مگر ازانجا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم نہیں، کیا فائدہ! اصلاً قابلِ قبول بارگاہِ الٰہی نہیں۔ اللہ عزوجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنٰہ ھباءً منثورا[2]۔

جو کچھ اعمال انھوں نے کئے ہم نے سب برباد کر دیئے۔

ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

عاملۃ ناصبۃ ۝ تصلیٰ نارًا حامیۃ ۝[3]

عمل کریں مشقتیں بھریں اور بدلہ کیا ہوگا یہ کہ بھڑکتی آگ میں بیٹھیں گے ـــــ والعیاذ باللہ تعالےٰ۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۸ و ۹
[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳
[3] ؍؍ ؍؍ ۸۸/ ۳ و ۴

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم مدارِ ایمان و مدارِ نجات و مدارِ قبولِ اعمال ہوئی یا نہیں، کہو ہوئی اور ضرور ہوئی۔

تمھارا رب عزوجل فرماتا ہے:

قل ان کان اٰباءکم و ابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم و اموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتّٰی یاتی اللہ بامرہ ط واللہ لایھدی القوم الفٰسقین[1]

اے نبی! تم فرمادو کہ اے لوگو! اگر تمھارے باپ، تمھارے بیٹے، تمھارے بھائی، تمھاری بیبیاں، تمھارا کُنبہ، تمھاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمھیں اندیشہ ہے اور تمھاری پسند کے مکان، ان میں کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب اتارے، اور اللہ تعالےٰ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔

اِس آیت سے معلوم ہُوا کہ جسے دُنیا جہان میں کوئی معزز، کوئی عزیز، کوئی مال، کوئی چیز اللہ و رسول سے زیادہ محبوب ہو وُہ بارگاہِ الٰہی سے مردود ہے اسے اللہ اپنی طرف راہ نہ دے گا، اُسے عذابِ الٰہی کے انتظار میں رہنا چاہیے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

تمھارے پیارے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احبّ الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین[2]

تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اُسے اُس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں، صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے اس نے تو یہ بات توصاف فرمادی کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو عزیز رکھے ہرگز مسلمان نہیں۔

مسلمانو! کہو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھنا مدارِ ایمان و

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۴

[2] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷
صحیح مسلم 〃 باب وجوب محبۃ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/ ۴۹

مدارِ نجات ہُوا یا نہیں۔ کہو ہُوا اور ضرور ہوا۔ یہاں تک تو سارے کلمہ گو خوشی خوشی قبول لیں گے کہ ہاں ہمارے دل میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی عظیم عظمت ہے ہاں ہاں ماں باپ اولاد سارے جہان سے زیادہ ہمیں حضور کی محبت ہے۔ بھائیو! خدا ایسا ہی کرے مگر ذرا کان لگا کر اپنے رب کا ارشاد سنو۔ تمھارا رب عزّ وجل فرماتا ہے:

الٓمٓ ۝ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا وھم لا یفتنون ۝[1]

کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنا کہہ لینے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔

یہ آیت مسلمانوں کو ہوشیار کر رہی ہے کہ دیکھو کلمہ گوئی اور زبانی ادعائے مسلمانی پر تمھارا چھٹکارا نہ ہوگا، ہاں ہاں سنتے ہو آزمائے جاؤ گے آزمائش میں پورے نکلے تو مسلمان ٹھہرو گے۔ ہر شے کی آزمائش میں یہی دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں اس کے حقیقی واقعی ہونے کو درکار ہیں وہ اس میں ہیں یا نہیں۔ ابھی قرآن وحدیث ارشاد فرما چکے کہ ایمان کے حقیقی وواقعی ہونے کو دو۲ باتیں ضرور ہیں:

(۱) محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم۔

(۲) اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔

تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمھارے باپ، تمھارے استاد، تمھارے پیر، تمھاری اولاد، تمھارے بھائی، تمھارے احباب، تمھارے بڑے، تمھارے اصحاب، تمھارے مولوی، تمھارے حافظ، تمھارے مفتی، تمھارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں اصلاً تمھارے قلب میں اُن کی عظمت اُن کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہوجاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، اُن کی صورت اُن کے نام سے نفرت کھاؤ۔ پھر نہ تم اپنے رشتے، علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو، نہ اس کی مولویت، مشیخیت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بناء پر تھا جب یہ شخص انھیں کی شان میں گستاخ ہُوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا، اُس کے جُبّے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جُبّے نہیں پہنتے عمامے نہیں باندھتے، اس کے نام، علم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں۔ کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے۔ اور

---

[1] القرآن الکریم ۲۹/ ۱، ۲

اگریہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی، یا اسے ہر برے سے بدتر برا جانا یا اسے برا کہنے پر برا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پروائی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تمہیں انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے، قرآن وحدیث نے جس پر حصول ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دور نکل گئے۔ مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہوگی وہ ان کے بدگو کی وقعت کرسکے گا اگرچہ اس کا پیر یا استاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو، کیا جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو۔ للہ اپنے حال پر رحم کرو اور اپنے رب کی بات سنو، دیکھو وہ کیونکہ اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے۔ دیکھو رب عزوجل فرماتا ہے:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم ط اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ط ویدخلھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھر خٰلدین فیھا ط رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ط اولٰئک حزب اللہ ط الا ان حزب اللہ ھم المفلحون[1]

تو نہ پائے گا انھیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنھوں نے خدا اور رسول سے مخالفت کی، چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کردیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی اور انھیں باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے ان میں، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہی لوگ اللہ والے ہیں، سنتا ہے اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔

اس آیت کریمہ میں صاف فرمادیا کہ جو اللہ یا رسول کی جناب میں گستاخی کرے مسلمان اس سے دوستی نہ کرے گا جس کا صریح مفاد ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے گا وہ مسلمان نہ ہوگا۔ پھر اس کا حکم قطعاً عام ہونا بالتصریح ارشاد فرمایا کہ باپ، بیٹے، بھائی، عزیز سب کو گنایا یعنی کوئی کیسا ہی تمہارے زعم میں معظم یا کیسا ہی تمہیں بالطبع محبوب ہو ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اس سے محبت نہیں رکھ سکتے اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ رہو گے۔ مولٰی سبحنہ وتعالٰی کا اتنا فرمانا

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

ہی مسلمان کے لئے بس تھا مگر دیکھو وہ تمھیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا اپنی عظیم نعمتوں کا لالچ دلاتا ہے کہ اگر اللہ و رسول کی عظمت کے آگے تم نے کسی کا پاس نہ کیا کسی سے علاقہ نہ رکھا تو تمھیں کیا کیا فائدے حاصل ہوں گے:

(۱) اللہ تعالٰی تمھارے دلوں میں ایمان نقش کر دے گا جس میں ان شاء اللہ تعالٰی حسنِ خاتمہ کی بشارتِ جلیلہ ہے کہ اللہ کا لکھا نہیں مٹتا۔

(۲) اللہ تعالٰی روح القدس سے تمھاری مدد فرمائے گا۔

(۳) تمھیں ہمیشگی کی جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔

(۴) تم خدا کے گروہ کہلاؤ گے خدا والے ہو جاؤ گے۔

(۵) منہ مانگی مرادیں پاؤ گے بلکہ امید و خیال و گمان سے کروڑوں درجے افزوں۔

(۶) سب سے زیادہ یہ کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔

(۷) یہ کہ فرماتا ہے میں تم سے راضی تم مجھ سے راضی۔ بندے کے لئے اس سے زائد اور کیا نعمت ہوتی کہ اس کا رب اس سے راضی ہو، مگر انتہائے بندہ نوازی یہ کہ فرمایا: اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

مسلمانو! خدا لگتی کہنا کہ آدمی کروڑ جانیں رکھتا ہو اور وہ سب کی سب ان عظیم دولتوں پر نثار کر دے تو واللہ کہ مفت پائیں پھر زید و عمرو سے علاقۂ تعظیم و محبت یک لخت قطع کر دینا کتنی بڑی بات ہے، جس پر اللہ تعالٰی ان بے بہا نعمتوں کا وعدہ فرما رہا ہے اور اس کا وعدہ یقیناً سچا ہے۔ قرآن عظیم کی عادتِ کریمہ ہے کہ جو حکم فرماتا ہے جیسا کہ اس کے ماننے والوں کو اپنی نعمتوں کی بشارت دیتا ہے، نہ ماننے والوں پر اپنے عذابوں کا تازیانہ بھی رکھتا ہے کہ جو پست ہمت نعمتوں کے لالچ میں نہ آئیں سزاؤں کے ڈر سے راہ پائیں، وہ عذاب بھی سن لیجئے۔

تمھارا رب عز و جل فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ؕ و من یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظٰلمون[۱]

اے ایمان والو! اپنے باپ اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو ان سے رفاقت کریں تو وہی لوگ ستمگار ہیں۔

---

[۱] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

37/37

اور فرماتا ہے:

یاایها الذین اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء (الٰی قوله تعالٰی) تسرون الیهم بالمودة وانا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم ط ومن یفعله منکم فقد ضل سواء السبیل (الٰی قوله تعالٰی) لن تنفعکم ارحامکم ولا اولادکم یوم القیمة ج یفصل بینکم ط والله بما تعملون بصیر[1]

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم چھپ کر اُن سے دوستی کرتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہو اور تم میں جو ایسا کرے گا وہ ضرور سیدھی راہ سے بہکا تمہارے رشتے اور تمہارے بچے تمھیں کچھ نفع نہ دیں گے قیامت کے دن، اللہ تم میں اور تمہارے پیاروں میں جدائی ڈال دے گا کہ تم میں ایک دوسرے کے کچھ کام نہ آسکے گا اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

اور فرماتا ہے:

ومن یتولهم منکم فانه منهم ط ان الله لایهدی القوم الظٰلمین[2]

جو تم میں اُن سے دوستی کرے گا تو بیشک وہ انھیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالموں کو۔

پہلی دو آیتوں میں تو اُن سے دوستی کرنے والوں کو ظالم وگمراہ ہی فرمایا تھا اس آیۂ کریمہ نے بالکل تصفیہ فرمادیا کہ جو اُن سے دوستی رکھے وہ بھی انھیں میں سے ہے اُنھیں کی طرح کافر ہے اُن کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا۔ اور وُہ کوڑا بھی یاد رکھئے کہ تم چھپ چھپ کر اُن سے میل رکھتے ہو اور میں تمہارے چھپے ظاہر سب کو خوب جانتا ہوں۔ اب وُہ رسی بھی سُن لیجئے جس میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے باندھے جائیں گے۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

والذین یؤذون رسول الله لهم عذاب الیم[3]

جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۱ تا ۳

[2] " ۵/ ۵۱

[3] " ۹/ ۶۱

اور فرماتا ہے :

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاٰخرۃ و اعد لھم عذابا مھینا۔[1]

بیشک جو لوگ اللہ و رسول کو ایذا دیتے ہیں اُن پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ عزوجل ایذا سے پاک ہے اُسے کون ایذا دے سکتا ہے مگر حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کو اپنی ایذا فرمایا۔

ان آیتوں میں اُس شخص پر جو رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے بدگویوں سے محبت کا برتاؤ کرے سات کوڑے ثابت ہوئے :

(۱) وہ ظالم ہے۔

(۲) گمراہ ہے۔

(۳) کافر ہے۔

(۴) اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(۵) وہ آخرت میں ذلیل و خوار ہوگا۔

(۶) اس نے اللہ واحد قہار کو ایذا دی۔

(۷) اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اے مسلمان، اے مسلمان، اے اُمتی سید الانس والجان صلے اللہ تعالے علیہ وسلم! خدا را ذرا انصاف کر، سات بہتر ہیں جو اِن لوگوں سے یک لخت علاقہ ترک کر دینے پر ملتے ہیں کہ دل میں ایمان جم جائے، اللہ مددگار ہو، جنت مقام ہو، اللہ والوں میں شمار رہو، مرادیں ملیں، خدا تجھ سے راضی ہو، تو خدا سے راضی ہو۔ یا یہ سات بھلے ہیں جو اُن لوگوں سے تعلق لگا رہنے پر پڑیں گے کہ ظالم، گمراہ، کافر، جہنمی ہو، آخرت میں خوار ہو، خدا کو ایذا دے، خدا دونوں جہان میں لعنت کرے۔ ہیہات ہیہات کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سات اچھے ہیں، کون کہہ سکتا ہے کہ وُہ سات چھوڑنے کے ہیں، مگر جانِ برادر! خالی یہ کہہ دینا تو کام نہیں دیتا وہاں تو امتحان کی ٹھہری ہے، ابھی آیت سُن چکے الم احسب الناس کیا اس بھلاوے میں ہو کہ بس زبان سے کہہ کر چھُوٹ جاؤ گے امتحان نہ ہوگا ــــ ہاں یہی امتحان کا وقت ہے ــــ دیکھو یہ اللہ واحد قہار کی طرف سے تمہاری

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

جانچ ہے۔ دیکھو وہ فرما رہا ہے کہ وہ تمھارے رشتے علاقے قیامت میں کام نہ آئیں گے مجھ سے توڑ کر کس سے جوڑتے ہو۔ دیکھو وہ فرما رہا ہے کہ میں غافل نہیں میں بے خبر نہیں تمھارے اعمال دیکھ رہا ہوں، تمھارے اقوال سُن رہا ہوں، تمھارے دلوں کی حالت سے خبردار ہوں۔ دیکھو بے پروائی نہ کرو پرائے پیچھے اپنی عاقبت نہ بگاڑو، اللہ و رسول کے مقابل ضد سے کام نہ لو۔ دیکھو وہ تمھیں اپنے سخت عذاب سے ڈراتا ہے اس کے عذاب سے کہیں پناہ نہیں۔ دیکھو وہ تمھیں اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے بے اس کی رحمت کے کہیں پناہ نہیں۔

دیکھو اور گناہ تو نرے گناہ ہوتے ہیں جن پر عذاب کا استحقاق ہو مگر ایمان نہیں جاتا عذاب ہو کر خواہ رب کی رحمت حبیب کی شفاعت سے بے عذاب ہی چھٹکارا ہو جائے ہو سکتا ہے مگر یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا مقام ہے اُن کی عظمت اُن کی محبت مدارِ ایمان ہے، قرآن مجید کی آیتیں سُن چکے کہ جو اس معاملہ میں کمی کرے اس پر دونوں جہان میں خدا کی لعنت ہے۔ دیکھو جب ایمان گیا پھر اصلاً ابد الآباد تک کبھی کسی طرح ہرگز اصلاً عذابِ شدید سے رہائی نہ ہو گی گستاخی کرنے والے جن کا تم یہاں کچھ پاس لحاظ کرو وہاں وہ اپنی بھگت رہے ہوں گے تمھیں بچانے نہ آئیں گے اور آئیں گے تو کیا کر سکتے ہیں پھر ایسوں کا لحاظ کر کے اپنی جان کو ہمیشہ ہمیشہ غضبِ جبّار و عذابِ نار میں پھنسا دینا کیا عقل کی بات ہے۔ للہ للہ ذرا دیر کو اللہ و رسول کے سوا سب این و آں سے نظر اٹھا کر آنکھیں بند کرو اور گردن جھکا کر اپنے آپ کو اللہ واحد قہار کے سامنے حاضر سمجھو اور نرے خالص سچے اسلامی دل کے ساتھ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم عظمت، بلند عزت، رفیع وجاہت جو ان کے رب نے انھیں بخشی اور ان کی تعظیم ان کی توقیر پر ایمان و اسلام کی بنا رکھی اُسے دل میں جما کر انصاف و ایمان سے کہو کیا جس نے کہا کہ شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی کون سی نص قطعی ہے[1] اس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی نہ کی؟ کیا اس نے ابلیس لعین کے علم کو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ اقدس پر نہ بڑھایا؟ کیا وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعتِ علم سے کافر ہو کر شیطان کی وسعتِ علم پر ایمان نہ لایا؟

مسلمانو! خود اسی بدگو سے اتنا ہی کہہ دیکھو کہ "او علم میں شیطان کے سر!" دیکھو تو وہ بُرا مانتا ہے یا نہیں، حالانکہ اُسے تو علم میں شیطان سے کم بھی نہ کہا بلکہ شیطان کے برابر ہی بتایا پھر کم کہنا کیا توہین نہ ہو گی۔ اور اگر وہ اپنی بات پالنے کو اس پر ناگواری ظاہر نہ کرے اگرچہ دل میں

---

[1] البراہین القاطعۃ بحث علم غیب مطبع لے بلاسا ڈھور ص ۵۱

قطعاً ناگوار مانے گا تو اسے چھوڑیئے اور کسی معظم سے کہہ دیکھئے اور پورا ہی امتحان مقصود ہو تو کیا کچہری میں جاکر آپ کسی حاکم کو انھیں لفظوں سے تعبیر کر سکتے ہیں، دیکھئے ابھی ابھی کھلا جاتا ہے کہ توہین ہوئی اور بیشک ہوئی، پھر کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی توہین کرنا کفر نہیں، ضرور ہے اور بالیقین ہے۔ کیا جس نے شیطان کی وسعتِ علم کو نص سے ثابت مان کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے وسعتِ علم ماننے والے کو کہا تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ اور کہا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے[۱] اس نے ابلیس لعین کو خدا کا شریک مانا یا نہیں، ضرور مانا کہ جو بات مخلوق میں ایک کے لئے ثابت کرنا شرک ہوگی وہ جس کسی کے لئے ثابت کی جائے قطعاً شرک ہی رہے گی کہ خدا کا شریک کوئی نہیں ہو سکتا جب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے لئے یہ وسعتِ علم ماننی شرک ٹھہرائی جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں تو ضرور اتنی وسعت خدا کی وہ خاص صفت ہوئی جس کو خدائی لازم ہے جب تو نبی کے لئے اس کا ماننے والا مشرک ہوا اور اس نے وہی وسعت وہی صفت خود اپنے منہ ابلیس کے لئے ثابت مانی تو صاف شیطان کو خدا کا شریک ٹھہرا دیا۔

مسلمانو! کیا یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دونوں کی توہین نہ ہوئی، ضرور ہوئی۔ اللہ کی توہین تو ظاہر ہے کہ اس کا شریک بنایا، اور وہ بھی کسے، ابلیس لعین کو۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین یوں کہ ابلیس کا مرتبہ اتنا بڑھا دیا کہ وہ تو خدا کی خاص صفت میں حصہ دار ہے اور یہ اس سے ایسے محروم کہ ان کے لئے ثابت مانو تو مشرک ہو جاؤ۔

مسلمانو! کیا خدا اور رسول کی توہین کرنے والا کافر نہیں، ضرور ہے۔ کیا جس نے کہا کہ بعض علومِ غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (یعنی نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کی کیا تخصیص ہے ایسا علمِ غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے[۲] کیا اس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو صریح گالی نہ دی۔ کیا نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اتنا ہی علمِ غیب دیا گیا تھا جتنا ہر پاگل اور چوپائے کو حاصل ہے۔

مسلمان مسلمان اے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے اُمتی! تجھے اپنے دین و ایمان کا واسطہ، کیا اس ناپاک ملعون گالی کے صریح ہونے میں تجھے کچھ شبہہ گزر سکتا ہے، معاذ اللہ کہ محمد رسول اللہ

---

[۱] و [۲] البراہین قاطعہ — بحثِ علمِ غیب — مطبع لے بلاساڈھور — ص ۵۱

[۳] حفظ الایمان — جواب سوال سوم — کتب خانہ اعزازیہ دیوبند یہ سہارنپور بھارت — ص ۷

حفظ الایمان مع تغیر العنوان ‹‹ ‹‹ — محمد عثمان تاجر الکتب فی دریبہ کلاں دہلی — ص ۷ و ۱۷

صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عظمت تیرے دل سے ایسی نکل گئی ہو کہ اس شدید گالی میں بھی ان کی توہین نہ جانے۔ اور اگر اب بھی تجھے اعتبار نہ آئے تو خود انھیں بدگویوں سے پوچھ دیکھ کہ آیا تمھیں اور تمھارے استادوں پیرجیوں کو کہہ سکتے ہیں کہ اے فلاں! تجھے اتنا ہی علم ہے جتنا سوئر کو ہے، تیرے استاد کو ایسا ہی علم تھا جیسا کُتے کو ہے، تیرے پیر کو اسی قدر علم تھا جس قدر گدھے کو ہے۔ یا مختصر طور پر اتنا ہی ہو کہ او علم میں اُلو، گدھے، کُتے، سوئر کے ہمسرو! دیکھو، تو وہ اس میں اپنی اور اپنے استاد و پیر کی توہین سمجھتے ہیں یا نہیں، قطعاً سمجھیں گے اور قابو پائیں تو سر ہو جائیں، پھر کیا سبب ہے کہ جو کلمہ اُن کے حق میں توہین و کسرِ شان ہو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی توہین نہ ہو، کیا معاذ اللہ اُن کی عظمت اِن سے بھی گئی گزری ہے، کیا اسی کا نام ایمان ہے، حاشَ للہ حاشَ للہ!

کیا جس نے کہا "کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علمِ غیب کو منجملہ کمالاتِ نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبوت سے کب ہوسکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو نبی غیر نبی میں وجہِ فرق بیان کرنا ضرور ہے[1]" انتہی۔ کیا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور جانوروں پاگلوں میں فرق نہ جاننے والا حضور کو گالی نہیں دیتا، کیا اس نے اللہ عزوجل کے کلام کا صراحۃً رَدّ و ابطال نہ کردیا۔ دیکھو تمھارا رب عزوجل فرماتا ہے:

وعلّمك مالم تكن تعلم ط وكان فضل الله عليك عظيما۔[2]

اے نبی! اللہ نے تم کو سکھایا جو تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا فضل تم پر بڑا ہے۔

یہاں نامعلوم باتوں کا علم عطا فرمانے کو اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کمالات و مدائح میں شمار فرمایا۔

اور فرماتا ہے:

وانّه لذو علمٍ لما علّمنٰه۔[3]

بیشک یعقوب ہمارے سکھائے سے علم والا ہے۔

---

[1] حفظ الایمان جواب سوال سوم کتب خانہ اعزازیہ دیوبندیہ سہارنپور بھارت ص ۷
 " مع تغییر العنوان " محمد عثمان تاجر الکتب فی دریبہ کلاں دہلی ص ۷ و ۱۷

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۳ [3] القرآن الکریم ۱۲/ ۶۸

اور فرماتا ہے:

وبشروہ بغلٰمٍ علیم[۱]

ملائکہ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ایک علم والے لڑکے اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت دی۔

اور فرماتا ہے:

وعلمنٰہ من لدنا علما[۲]

اور ہم نے خضر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اپنے پاس سے ایک علم سکھایا۔

وغیرہا آیات جن میں اللہ تعالٰی نے علم کو کمالاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں گنا۔ اب زید کی جگہ اللہ عزوجل کا نام پاک لیجئے اور علمِ غیب کی جگہ مطلق علم جس کا ہر چوپائے کو ملنا اور بھی ظاہر ہے، اور دیکھئے کہ اس بدگوئے مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تقریر کس طرح اللہ عزوجل کا رد کر رہی ہے یعنی یہ بدگو خدا کے مقابل کھڑا ہو کر کہہ رہا ہے کہ آپ (یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مقدسہ پر علم کا اطلاق کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس علم سے مراد بعض علم ہے یا کل علوم، اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں حضور اور دیگر انبیاء کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی بات کا علم ہوتا ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم کہوں گا تو پھر علم کو منجملہ کمالاتِ نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مؤمن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالاتِ نبوت سے کب ہوسکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی اور غیر نبی میں وجہِ فرق بیان کرنا ضرور ہے، اور اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیلِ عقلی و نقلی سے ثابت ہے[۳]" انتہٰی، پس ثابت ہوا کہ خدا کے وہ سب اقوال اسی کی اسی دلیل سے باطل ہیں۔

مسلمانو! دیکھا کہ اس بدگو نے فقط محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کو گالی نہ دی بلکہ ان کے رب جل وعلا کے کلاموں کو بھی باطل و مردود کردیا۔

---

[۱] القرآن الکریم ۵۱/ ۲۸

[۲] القرآن الکریم ۱۸/ ۶۵

[۳] حفظ الایمان جواب سوال سوم کتب خانہ اعزازیہ دیوبندیہ سہارنپور بھارت ص ۸

حفظ الایمان مع تغیر العنوان ؍؍ محمد عثمان تاجر الکتب فی دریبہ کلاں دہلی ص ۷ و ۱۷

مسلمانو! جس کی جرأت یہاں تک پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علمِ غیب کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے ملادے اور ایمان واسلام وانسانیت سب سے آنکھیں بند کرکے صاف کہہ دے کہ نبی اور جانور میں کیا فرق ہے اُس سے کیا تعجب کہ خدا کے کلاموں کو رَد کردے، باطل بتائے، پسِ پُشت ڈالے، زیرِ پا ملے، بلکہ جو یہ کچھ سب کلام اللہ کے ساتھ کرچکا وہی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ اس گالی پر جرأت کرسکے گا مگر ہاں اس سے دریافت کرو کہ آپ کی یہ تقریر خود آپ اور آپ کے اساتذہ میں جاری ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں، اور ہے تو کیا جواب۔ ہاں ان بدگویوں سے کہو کیا آپ حضرات اپنی تقریر کے طور پر جو آپ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شان میں جاری کی خود اپنے آپ سے اس دریافت کی اجازت دے سکتے ہیں کہ آپ صاحبوں کو عالم فاضل مولوی مُلّا چنین چنان فلاں فلاں کیوں کہا جاتا ہے اور حیوانات وبہائم مثلاً کُتّے سوّر کو کوئی ان الفاظ سے تعبیر نہیں کرتا۔ اُن مناصب کے باعث آپ کے اتباع واذناب آپ کی تعظیم تکریم توقیر کیوں کرتے، دست وپا پر بوسہ دیتے ہیں اور جانوروں مثلاً اُلّو گدھے کے ساتھ کوئی یہ برتاؤ نہیں برتتا، اس کی کیا وجہ ہے، کُل علم تو قطعاً آپ صاحبوں کو نہیں اور بعض میں آپ کی کیا تخصیص، ایسا علم تو اُلّو، گدھے، کُتّے، سوّر سب کو حاصل ہے تو چاہیئے کہ ان سب کو عالم وفاضل چنین وچنان کہا جائے، پھر اگر آپ اس کا التزام کریں کہ ہاں ہم سب کو علماء کہیں گے تو پھر علم کو آپ کے کمالات میں کیوں شمار کیا جاتا ہے جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو گدھے، کُتّے، سوّر سب کو حاصل ہو وہ آپ کے کمالات سے کیوں ہوا اور اگر التزام نہ کیا جائے تو آپ ہی کے بیان سے آپ میں اور گدھے، کُتّے، سوّر میں وجہِ فرق بیان کرنا ضرور ہے فقط۔

مسلمانو! یُوں دریافت کرتے ہی بعونہٖ تعالٰے صاف کُھل جائے گا کہ ان بدگویوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو کیسی صریح شدید گالی دی اور اُن کے رب عزوجل کے قرآن مجید کو جا بجا کیسا رَد وباطل کہہ دیا۔

مسلمانو! خاص اس بدگو اور اس کے ساتھیوں سے پوچھو ان پر خود ان کے اقرار سے قرآن عظیم کی یہ آیات چسپاں ہوئیں یا نہیں۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

ولقد ذرأنا لجھنم کثیرا من الجن والانس صلے لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لایبصرون بھا ولھم اٰذان لایسمعون بھا ط اولٰئك کالانعام بل ھم اضل ط اولٰئك ھم الغٰفلون[1]

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۹

اور بیشک ضرور ہم نے جہنم کے لئے پھیلا رکھے ہیں بہت سے جن اور آدمی، ان کے وہ دل ہیں جن سے حق کو نہیں سمجھتے اور وہ آنکھیں ہیں جن سے حق کا راستہ نہیں سوجھتے اور وہ کان ہیں جن سے حق بات نہیں سنتے، وہ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر بھکے ہوئے، وہی لوگ غفلت میں پڑے ہیں۔

اور فرماتا ہے:

ارءیت من اتخذ الٰھہ ھوٰہ ط افانت تکون علیہ وکیلا ٥ ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ط ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا ٥[1]

بھلا دیکھو تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا تو کیا تو اس کا ذمہ لے گا یا تجھے گمان ہے کہ ان میں بہت سے کچھ سنتے یا عقل رکھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ وہ تو ان سے بھی بڑھ کر گمراہ ہیں۔

ان بدگویوں نے چوپاؤں کا علم تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم کے برابر مانا اب ان سے پوچھئے کیا تمہارا علم انبیاء یا خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثناء کے برابر ہے، ظاہراً اس کا دعویٰ نہ کریں گے۔ اور اگر کہہ بھی دیں کہ جب چوپاؤں سے برابری کردی آپ تو دو پائے ہیں برابری ماننے کیا مشکل ہے، تو یوں پوچھئے کہ تمہارے استادوں، پیروں، ملاؤں میں کوئی بھی ایسا گزرا جو تم سے علم میں زیادہ ہو یا سب ایک برابر ہوں آخر کہیں تو فرق نکالیں گے تو اُن کے وہ استاد وغیرہ تو ان کے اقرار سے علم میں چوپاؤں کے برابر ہوئے اور یہ اُن سے علم میں کم ہیں جب تو ان کی شاگردی کی اور جو ایک مساوی سے کم ہو دوسرے سے بھی ضرور کم ہوگا تو یہ حضرات خود اپنی تقریر کی رُو سے چوپاؤں سے بڑھ کر گمراہ ہوئے اور ان آیتوں کے مصداق ٹھہرے۔

کذلک العذاب ط ولعذاب الاٰخرۃ اکبر م لوکانوا یعلمون[2]

مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ (ت)

مسلمانو! یہ حالتیں تو اُن کلمات کی تھیں جن میں انبیائے کرام وحضور پُرنور سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہاتھ صاف کئے گئے پھر ان عبارات کا کیا پوچھنا جن میں اصالۃً بالقصد رب العزۃ عزجلالہ کی عزت پر حملہ کیا گیا ہو۔ خدارا انصاف! کیا جس نے کہا کہ میں نے کب کہا ہے کہ میں وقوعِ کذبِ باری کا قائل نہیں ہوں[3]

---

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۴۳ و ۴۴

[2] ؎ ؎ ۶۸/ ۳۳

[3] ؎

یعنی وہ شخص اس کا قائل ہے کہ خدا بالفعل جھوٹا ہے جھوٹ بولا جھوٹ بولتا ہے اس کی نسبت یہ فتویٰ دینے والا کہ اگرچہ اس نے تاویلِ آیات میں خطا کی مگر تاہم اس کو کافر یا بدعتی ضال کہنا نہیں چاہیے[1] جس نے کہا کہ اس کو کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہیے[2] جس نے کہا کہ اس میں تکفیر علمائے سلف کی لازم آتی ہے حنفی شافعی پر طعن وتضلیل نہیں کر سکتا[3] یعنی خدا کو معاذ اللہ جھوٹا کہنا بہت سے علمائے سلف کا بھی مذہب تھا یہ اختلاف حنفی شافعی کا سا ہے کسی نے ہاتھ ناف سے اوپر باندھے کسی نے نیچے، ایسا ہی اسے بھی سمجھو کہ کسی نے خدا کو سچا کہا کسی نے جھوٹا، لہذا ایسے کو تضلیل و تفسیق سے مامون کرنا چاہیے[4] یعنی جو خدا کو جھوٹا کہے اسے گمراہ کیا معنی گنہگار بھی نہ کہو۔ کیا جس نے یہ سب تو اُس مکذبِ خدا کی نسبت بتایا اور یہیں خود اپنی طرف سے باوصف اس بے معنی اقرار کہ قدرۃ علی الکذب مع امتناع الوقوع مسئلہ اتفاقیہ ہے[5] صاف صریح کہہ دیا کہ وقوعِ کذب کے معنی درست ہو گئے[6] یعنی یہ بات ٹھیک ہو گئی کہ خدا سے کذب ہُوا۔ کیا یہ شخص مسلمان رہ سکتا ہے، کیا جو ایسے کو مسلمان سمجھے خود مسلمان ہو سکتا ہے۔

مسلمانو! خدارا انصاف، ایمان نام کاہے کا تھا، تصدیقِ الٰہی کا۔ تصدیق کا صریح مخالف کیا ہے، تکذیب۔ تکذیب کے کیا معنیٰ ہیں، کسی کی طرف کذب منسوب کرنا۔ جب صراحۃً خدا کو کاذب کہہ کر بھی ایمان باقی رہے تو خدا جانے ایمان کس جانور کا نام ہے۔ خدا جانے مجوس و ہنود و نصاریٰ و یہودکیوں کافر ہوئے، اُن میں تو کوئی صاف صاف اپنے معبود کو جھوٹا بھی نہیں بتاتا۔ ہاں معبودِ برحق کی باتوں کو یوں نہیں مانتے کہ انھیں اس کی باتیں ہی نہیں جانتے یا تسلیم نہیں کرتے، ایسا تو دُنیا کے پردے پر کوئی کافر سا کافر بھی شاید نہ نکلے کہ خدا کو خدا مانتا، اس کے کلام کو اُس کا کلام جانتا اور پھر بے دھڑک کہتا ہو کہ اس نے جھوٹ کہا اس سے وقوعِ کذب کے معنی درست ہو گئے۔ غرض کوئی ذی انصاف شک نہیں کر سکتا کہ ان تمام بدگویوں نے منہ بھر کر اللہ و رسول کو گالیاں دی ہیں، اب یہی وقتِ امتحانِ الٰہی ہے، واحد قہار جبار عز جلالہ سے ڈرو اور

---

[1]

[2]

[3]

[4]

[5]

[6] امطار الحق رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ وقوع کذب باری تعالیٰ مطبع دت پرشاد بمبئی انڈیا ص ۳۱

وہ آیتیں کہ اوپر گزریں پیشِ نظر رکھ کر عمل کرو۔ آپ تمہارا ایمان تمہارے دلوں میں تمام بدگویوں سے نفرت بھر دے گا ہرگز اللہ و محمد رسول اللہ جل وعلا وصلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے مقابل تمھیں ان کی حمایت نہ کرنے دے گا تم کو ان سے گھن آئے گی نہ کہ ان کی پچ کرو اللہ و رسول کے مقابل ان کی گالیوں مہمل و بیہودہ تاویل گھڑو۔

للہ انصاف! اگر کوئی شخص تمہارے ماں باپ، استاد، پیر کو گالیاں دے اور نہ صرف زبانی بلکہ لکھ لکھ کر چھاپے شائع کرے، کیا تم اس کا ساتھ دو گے یا اس کی بات بنانے کو تاویلیں گھڑو گے یا اس کے بکنے سے بے پرواہی کر کے اس سے بدستور صاف رہو گے، نہیں نہیں۔ اگر تم میں انسانی حمیت ماں باپ کی عزت حرمت عظمت محبت کا نام نشان بھی لگا رہ گیا ہے تو اس بدگو دشنامی کی صورت سے نفرت کرو گے، اس کے سایہ سے دور بھاگو گے، اس کا نام سن کر غیظ لاؤ گے جو اس کے لئے بناوٹیں گھڑے اس کے بھی دشمن ہو جاؤ گے۔ پھر خدا کے لئے ماں باپ کو ایک پلے میں رکھو اور اللہ واحد قہار و محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی عزت و عظمت پر ایمان کو دوسرے پلے میں۔ اگر مسلمان ہو تو ماں باپ کی عزت کو اللہ و رسول کی عزت سے کچھ نسبت نہ مانو گے ماں باپ کی محبت و حمایت کو اللہ و رسول کی محبت و خدمت کے آگے ناچیز جانو گے تو واجب واجب لاکھ لاکھ واجب سے بڑھ کر واجب کہ اُن کے بدگو سے وہ نفرت و دوری و غیظ و جدائی ہو کہ ماں باپ کے دشنام دہندہ کے ساتھ اس کا ہزارواں حصہ نہ ہو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے لئے اُن سات نعمتوں کی بشارت ہے۔

مسلمانو! تمہارا یہ ذلیل خیر خواہ امید کرتا ہے کہ اللہ واحد قہار کی ان آیات اور اس بیان شافی واضح البینات کے بعد اس بارہ میں آپ سے زیادہ عرض کی حاجت نہ ہو تمہارے ایمان خود ہی ان بدگویوں سے وہی پاک مبارک الفاظ بول اٹھیں گے جو تمہارے رب عزوجل نے قرآن عظیم میں تمہارے سکھانے کو قوم ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے نقل فرمائے۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ ج اذ قالوا لقومھم انّا برءٰؤا منکم و ممّا تعبدون من دون اللہ کفرنا بکم و بدا بیننا و بینکم العداوۃ والبغضاء ابدا حتی تؤمنوا باللہ وحدہ (الی قولہ تعالیٰ) لقد کان لکم فیھم اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الاٰخر و من یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید[1]

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۴ تا ۶

بیشک تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں میں اچھی ریس ہے جب وہ اپنی قوم سے بولے بیشک ہم تم سے بیزار ہیں اور ان سب سے جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ہمیشہ کو ظاہر ہو گئی جب تک تم ایک اللہ پر نہ لاؤ بیشک ضرور ان میں تمہارے لئے عمدہ ریس تھی اُس کے لئے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہو اور جو منہ پھیرے تو بیشک اللہ ہی بے پروا سراہا گیا ہے۔

یعنی وُہ جو تم سے یہ فرما رہا ہے کہ جس طرح میرے خلیل اور اُن کے ساتھ والوں نے کیا کہ میرے لئے اپنی قوم کے صاف دشمن ہو گئے اور تنکا توڑ کر ان سے جُدائی کر لی اور کھول کر کہہ دیا کہ ہمیں تم سے کچھ علاقہ نہیں ہم تم سے قطعی بیزار ہیں تمہیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے یہ تمہارے بھلے کو تم سے فرما رہے ہیں۔ مانو تو تمہاری خیر ہے نہ مانو تو اللہ کو تمہاری کچھ پروا نہیں جہاں وُہ میرے دشمن ہُوئے اُن کے ساتھ تم بھی سہی میں تمام جہان سے غنی ہوں اور تمام خُوبیوں سے موصوف، جل عُلاو تبارک و تعالےٰ۔

یہ تو قرآن عظیم کے احکام تھے، اللہ تعالےٰ جس سے بھلائی چاہے گا ان پر عمل کی توفیق دے گا، مگر یہاں دو[۲] فرقے ہیں جن کو ان احکام میں عذر پیش آتے ہیں:

فرقہ اوّل: بے علم نادان۔ ان کے عذر دو[۲] قسم کے ہیں:

عذر اوّل: فلاں تو ہمارا اُستاد یا بزرگ یا دوست ہے، اس کا جواب تو قرآن عظیم کی متعدد آیات سے سُن چکے کہ رب عزوجل نے بار بار بتکرار صراحۃً فرمادیا کہ غضبِ الٰہی سے بچنا چاہتے ہو تو اس باب میں اپنے باپ کی بھی رعایت نہ کرو۔

عذر دوم: صاحب یہ بدگو لوگ بھی تو مولوی ہیں، بھلا مولویوں کو کیونکر کافر یا بُرا مانیں، اس کا جواب تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

افرءیت من اتخذ الٰھہ ھوٰہ واضلہ اللہ علیٰ علم وختم علیٰ سمعہ وقلبہ وجعل علیٰ بصرہ غشوۃ ط فمن یھدیہ من بعد اللہ ط افلا تذکرون [۱]

بھلا دیکھ تو جس نے اپنی خواہش کو خدا بنالیا اور اللہ نے علم ہوتے ساتے اسے گمراہ کیا اور اُس کے کان اور دل پر مُہر لگادی اور اس کی آنکھ پر پٹی چڑھادی تو کون اُسے راہ پر لائے اللہ کے

---

[۱] القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳

بعد، کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

اور فرماتا ہے:

مثل الذین حملوا التورٰىة ثم لم یحملوها کمثل الحمار یحمل اسفارا ط بئس مثل القوم الذین کذبوا باٰیٰت اللّٰه ط واللّٰه لا یھدی القوم الظّٰلمین[1]

وہ جن پر توارت کا بوجھ رکھا گیا پھر اُنھوں نے اسے نہ اٹھایا اُن کا حال اُس گدھے کا سا ہے جس پر کتابیں لدی ہوں، کیا بُری مثال ہے اُن کی جنھوں نے خدا کی آیتیں جُھٹلائیں اور اللّٰہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اور فرماتا ہے:

واتل علیھم نبأ الذی اٰتینٰه اٰیٰتنا فانسلخ منھا فاتبعه الشیطٰن فکان من الغٰوین ○ ولو شئنا لرفعنٰه بھا ولٰکنه اخلد الی الارض واتبع ھوٰه ج فمثله کمثل الکلب ج ان تحمل علیه یلھث او تترکه یلھث ط ذٰلك مثل القوم الذین کذبوا باٰیٰتنا فاقصص القصص لعلھم یتفکرون ○ سآء مثلا ن القوم الذین کذبوا باٰیٰتنا وانفسھم کانوا یظلمون ○ من یھد اللّٰه فھو المھتدی ج ومن یضلل فاولٰئك ھم الخٰسرون[2] ○

انھیں پڑھ کر سُنا خبر اُس کی جسے ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا تھا وہ ان سے نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا کہ گمراہ ہوگیا اور ہم چاہتے تو اُس علم کے باعث اُسے گرے سے اُٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا پیرو ہوگیا تو اس کا حال کُتّے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکال کر ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے، یہ اُن کا حال ہے جنھوں نے ہماری آیتیں جھُٹلائیں تو ہمارا یہ ارشاد بیان کر کہ شاید لوگ سوچیں کیا بُرا حال ہے اُن کا جنھوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور اپنی ہی جانوں پر ستم ڈھاتے تھے جسے خدا ہدایت کرے وہی راہ پائے اور جسے گمراہ کرے تو وہی سراسر نقصان میں ہیں۔

یعنی ہدایت کچھ علم پر موقوف نہیں خدا کے اختیار میں ہے یہ آیتیں ہیں اور حدیثیں جو گمراہ عالموں کی مذمت میں ہیں اُن کا تو شمار ہی نہیں یہاں تک کہ ایک حدیث میں ہے دوزخ کے فرشتے بُت پرستوں سے پہلے انھیں پکڑیں گے یہ کہیں گے کیا ہمیں بُت پُوجنے والوں سے بھی پہلے لیتے ہو؟ جواب ملے گا لیس من یعلم کمن لا یعلم[3]

---

[1] القرآن الکریم ۶۲/ ۵

[2] " ۷/ ۱۷۵ تا ۱۷۸

[3] شعب الایمان حدیث ۱۹۰۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۰۹

جاننے والے اور انجان برابر نہیں۔

بھائیو! عالم کی عزت تو اس بنا پر تھی کہ وہ نبی کا وارث ہے نبی کا وارث وہ جو ہدایت پر ہو اور جب گمراہی پر ہے تو نبی کا وارث ہوا یا شیطان کا، اس وقت اس کی تعظیم نبی کی تعظیم ہوتی، اب اس کی تعظیم شیطان کی تعظیم ہوگی۔ یہ اس صورت میں ہے کہ عالم کفر سے نیچے کسی گمراہی میں ہو جیسے بدمذہبوں کے علماء۔ پھر اس کا کیا پوچھنا جو خود کفر شدید میں ہو اُسے عالم دین جاننا ہی کفر ہے نہ کہ عالم دین جان کر اس کی تعظیم۔

بھائیو! علم اُس وقت نفع دیتا ہے کہ دین کے ساتھ ہو ورنہ پنڈت یا پادری کیا اپنے یہاں کے عالم نہیں، ابلیس کتنا بڑا عالم تھا پھر کیا کوئی مسلمان اس کی تعظیم کرے گا، اسے معلم الملکوت کہتے ہیں یعنی فرشتوں کو علم سکھاتا تھا جب سے اس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے منہ موڑا حضور کا نور کہ پیشانیِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رکھا گیا اُسے سجدہ نہ کیا اُس وقت سے لعنتِ ابدی کا طوق اس کے گلے میں پڑا، دیکھو جب سے اُس کے شاگردانِ رشید اُس کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے ہیں ہمیشہ اس پر لعنت بھیجتے ہیں، ہر رمضان میں مہینہ بھر اُسے زنجیروں میں جکڑتے ہیں قیامت کے دن کھینچ کر جہنم میں دھکیلیں گے۔ یہاں سے علم کا جواب بھی واضح ہوگیا اور اُستاذی کا بھی۔

بھائیو! کروڑ کروڑ افسوس ہے اُس ادعائے مسلمانی پر کہ اللہ واحد قہار اور محمد رسول اللہ سید الابرار صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ استاد کی وقعت ہو، اللہ و رسول سے بڑھ کر بھائی یا دوست یا دنیا میں کسی کی محبت ہو۔ اے رب! ہمیں سچا ایمان دے صدقہ اپنے حبیب کی سچی عزت سچی رحمت کا، صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آمین!

عہ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی ج ۲ ص ۵۵۴ زیرِ قولہ تعالیٰ تلك الرسل فضلنا: ان الملئکة امروا بالسجود لآدم لاجل ان نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی جبهة آدم[1]۔

تفسیر نیشاپوری ج ۳ ص ۷: سجود الملئکة لآدم انما کان لاجل نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذی کان فی جبهته[2]۔

دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنا اس لئے تھا کہ ان کی پیشانی میں نورِ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا ۱۲ منہ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/۲۵۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۶۹

[2] غرائب القرآن و رغائب الفرقان " " مصطفی البابی مصر ۳/۷

فرقۂ دوم: معاندین و دشمنانِ دین کہ خود انکارِ ضروریاتِ دین رکھتے ہیں اور صریح کفر کرکے اپنے اوپر سے نامِ کفر مٹانے کو اسلام و قرآن و خدا و رسول کے ساتھ تمسخر کرتے اور براہِ اغوا و تلبیس شیوۂ ابلیس وہ باتیں بناتے ہیں کہ کسی طرح ضروریاتِ دین ماننے کی قید اُٹھ جائے اسلام فقط طوطے کی طرح زبان سے کلمہ رٹ لینے کا نام رہ جائے، بس کلمہ کا نام لیتا ہو پھر چاہے خدا کو جھوٹا کذاب کہے چاہے رسول کو سڑی سڑی گالیاں دے اسلام کسی طرح نہ جائے۔

بل لعنھم اللہ بکفرھم فقلیلا ما یؤمنون ۝[1]

بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کُفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ (ت)

یہ مسلمانوں کے دشمن، اسلام کے عدو عوام کو چھلنے اور خدائے واحد قہار کا دین بدلنے کے لئے چند شیطانی مکر پیش کرتے ہیں:

مکرِ اوّل: اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے، حدیث میں فرمایا:

من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔[2]

جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا جنت میں جائے گا۔

پھر کسی قول یا فعل کی وجہ سے کافر کیسے ہوسکتا ہے۔ مسلمانو! ذرا ہوشیار، خبردار، اس مکر ملعون کا حاصل یہ ہے کہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہہ لینا گویا خدا کا بیٹا بن جانا ہے، آدمی کا بیٹا اگر اُسے گالیاں دے جُوتیاں مارے، کچھ کرے، اس کے بیٹے ہونے سے نہیں نکل سکتا۔ یُونہی جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اب وُہ چاہے خدا کو جھُوٹا کذّاب کہے چاہے رسول کو سڑی سڑی گالیاں دے اس کا اسلام نہیں بدل سکتا۔

اس مکر کا **جواب** ایک تو اسی آیۂ کریمہ الٓمّٓ ۝ احسب الناس[3] میں گزرا کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ نِرے ادعائے اسلام پر چھوڑ دیئے جائیں گے اور امتحان نہ ہوگا۔ اسلام اگر فقط کلمہ گوئی کا نام تھا تو وہ بیشک حاصل تھی پھر لوگوں کا گھمنڈ کیوں غلط تھا جسے قرآنِ عظیم رَد فرما رہا ہے، نیز تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۸

[2] المعجم الکبیر حدیث ۶۳۴۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/ ۴۸

المستدرک للحاکم کتاب التوبۃ والانابۃ دار الفکر بیروت ۴/ ۲۵۱

[3] القرآن الکریم ۲۹/ ۱، ۲

قالت الاعراب اٰمنّا ط قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا و لمّا یدخل الایمان فی قلوبکم ط[1]

یہ گنوار کہتے ہیں ہم ایمان لائے، تم فرمادو ایمان تو تم نہ لائے ہاں یوں کہو کہ ہم مطیع اسلام ہوئے ایمان ابھی تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔

اور فرماتا ہے:

اذا جاءک المنٰفقون قالوا نشھد انّک لرسوله م و اللّٰه یعلم انک لرسوله ط واللّٰه یشھد انّ المنٰفقین لکٰذبون ۝[2]

منافقین جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور یقیناً خدا کے رسول ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بیشک تم ضرور اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

دیکھو کیسی لمبی چوڑی کلمہ گوئی، کیسی کیسی تاکیدوں سے مؤکد، کیسی کیسی قسموں سے مؤید، ہرگز موجبِ اسلام نہ ہوئی، اور اللہ واحد قہار نے ان کے جھوٹے کذّاب ہونے کی گواہی دی تو من قال لا الٰه الا اللّٰه دخل الجنّة کا یہ مطلب گھڑنا صراحۃً قرآنِ عظیم کا رد کرنا ہے۔ ہاں جو کلمہ پڑھتا اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو ہم اسے مسلمان جانیں گے جب تک اس سے کوئی کلمہ کوئی حرکت کوئی فعل منافیِ اسلام نہ صادر ہو، بعد صدور منافی ہرگز کلمہ گوئی کام نہ دے گی۔

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

یحلفون باللّٰه ما قالوا ط ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامھم[3]

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نبی کی شان میں گستاخی نہ کی اور البتہ بیشک وہ یہ کفر کا بول بولے اور مسلمان ہو کر کافر ہو گئے۔

ابن جریر و طبرانی و ابوالشیخ و ابن مردویہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک پیڑ کے سایہ میں تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا: عنقریب

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۴

[2] " " ۶۳/ ۱

[3] " " ۹/ ۷۴

ایک شخص آئے گا کہ تمھیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس سے بات نہ کرنا۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا، تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لفظ بولتے ہیں۔ وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بُلا لایا سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک ضرور وہ یہ کفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے ادبی کرکے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔[1]

دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے ادبی کا لفظ کلمۂ کفر ہے اور اس کا کہنے والا اگرچہ لاکھ مسلمانی کا مدعی کروڑ بار کا کلمہ گو ہو، کافر ہو جاتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

ولئن سألتهم ليقولنّ انما كنّا نخوض ونلعب ط قل اباللّٰه و اٰيٰته و رسوله كنتم تستهزءون ۝ لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم ط[2]

اور اگر تم اُن سے پُوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یُونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

ابن ابی شیبہ و ابن ابی جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہم سے روایت فرماتے ہیں:

انه قال فی قوله تعالٰی "ولئن سألتهم ليقولن انما كنّا نخوض ونلعب" قال رجل من المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی كذا و كذا و ما يدريه بالغيب۔

یعنی کسی شخص کی اُونٹنی گم ہو گئی اس کی تلاش تھی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔ اس پر ایک منافق بولا محمد (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے محمد غیب کیا جانیں۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت کریمہ اتاری کہ کیا اللہ و رسول

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن جریر و الطبرانی و ابن مردویہ تحت الآیۃ ۹/ ۷۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۱۹

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۵، ۶۶

سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم مسلمان کہلا کر اس لفظ کے کہنے سے کافر ہو گئے۔

(دیکھو تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد دہم ص ۱۰۵ و تفسیر[1] درمنثور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم ص ۲۵۴)

مسلمانو! دیکھو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی شان میں اتنی گستاخی کرنے سے کہ "وہ غیب کیا جانیں" کلمہ گوئی کام نہ آئی اور اللہ تعالٰی نے صاف فرما دیا کہ بہانے نہ بناؤ تم اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔ یہاں سے وہ حضرات بھی سبق لیں جو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے علوم غیب سے مطلقاً منکر ہیں، دیکھو یہ قول منافق کا ہے اور اس کے قائل کو اللہ تعالٰے نے اللہ و قرآن و رسول سے ٹھٹھا کرنے والا بتایا اور صاف صاف کافر مرتد ٹھہرایا، اور کیوں نہ ہو کہ غیب کی بات جاننی شانِ نبوت ہے جیسا کہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی و امام احمد قسطلانی و مولٰنا علی قاری و علامہ محمد زرقانی وغیرہم اکابر نے تصریح فرمائی جس کی تفصیل رسائل علم غیب میں بفضلہ تعالٰی بروجہ اعلٰی مذکور ہوئی۔ پھر اس کی سخت شامت کمال ضلالت کا کیا پوچھنا جو غیب کی ایک بات بھی خدا کے بتائے سے بھی نبی کو معلوم ہونا محال و ناممکن بتاتا ہے[1] اس کے نزدیک اللہ سے سب چیزیں غائب ہیں اور اللہ کو اتنی قدرت نہیں کہ کسی کو ایک غیب کا علم دے سکے، اللہ تعالٰی شیطان کے دھوکوں سے پناہ دے آمین! ہاں بے خدا کے بتائے کسی کو ذرہ بھر کا علم ماننا ضرور کفر ہے۔ اور جمیع معلوماتِ الٰہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر علماء[2] کے خلاف ہے، لیکن روزِ ازل سے روزِ آخرت تک کا ماکان و مایکون اللہ تعالٰے کے معلومات سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو ایک ذرے کے لاکھویں کروڑویں

ع[1] اس نئے شاخسانے کے رد میں بفضلہ تعالٰی چار رسالے ہیں، ازاحۃ[1] جوانح الغیب، الجلاء[2] الکامل، ابرار[3] المجنون، مَیل الھداۃ، جن میں پہلا ان شاء اللہ مع ترجمہ عنقریب شائع ہوگا اور باقی تین بھی بعونہٖ تعالٰے اس کے بعد و باللہ التوفیق ۱۲

ع[2] اکثر کی قید کا فائدہ رسالہ "الفیوض المکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ" میں ملاحظہ ہوگا ان شاء اللہ تعالٰے ۱۲

---

[1] الدر المنثور بحوالہ ابن ابی شیبۃ وابن المنذر وابن ابی حاتم وابی الشیخ عن مجاہد تحت الآیۃ ۹/۶۵ بیروت ۴/۲۱۰

جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآیۃ ۹/۶۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۰/۱۹۶

حصے برابر نری کو کروڑ ہا کروڑ سمندروں سے ہو بلکہ یہ خود علوم محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ ان تمام امور کی تفصیل الدولۃ المکیہ وغیرہا میں ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اور ان شاء اللہ العظیم بہت مفید تھا، اب بحث سابق کی طرف عود کیجئے۔

اس فرقۂ باطلہ کا **مکر دوم** یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب یہ ہے کہ لا نکفر احدا من اھل القبلۃ[1] ہم اہلِ قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے۔

اور حدیث میں ہے:

"جو ہماری سی نماز پڑھے اور ہمارے قبلے کو منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے"[2]۔

مسلمانو! اس مکرِ خبیث میں ان لوگوں نے نری کلمہ گوئی سے عدول کرکے اب صرف قبلہ روئی کا نام "ایمان" رکھ دیا یعنی جو قبلہ رُو ہو کر نماز پڑھ لے مسلمان ہے اگرچہ اللہ عزوجل کو جھوٹا کہے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دے کسی صورت کسی طرح ایمان سے نہیں ٹلتا،

ع چوں وضوئے محکم بی بی تمیز

(بی بی تمیز کے مضبوط وضو کی طرح۔ ت)

اوّلاً اس مکر کا جواب، تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیّٖن[3]

اصل نیکی یہ نہیں ہے کہ اپنا منہ نماز میں پورب یا پچھاں کو کرو بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور قرآن اور تمام انبیاء پر۔

دیکھو صاف فرمادیا کہ ضروریاتِ دین پر ایمان لانا ہی اصل کار ہے بغیر اس کے نماز میں قبلہ کو منہ کرنا کوئی چیز نہیں —— اور فرماتا ہے:

وما منعھم ان تقبل منھم نفقٰتھم الا انھم کفروا باللہ وبرسولہ ولا یأتون الصلوٰۃ الا وھم کسالٰی ولا ینفقون الا وھم کٰرھون[4]

---

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر عدم جواز تکفیر اہل القبلۃ دارالبشائر الاسلامیۃ بیروت ص ۴۲۹

[2] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب فضل استقبال القبلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۶

کنز العمال حدیث ۳۹۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۹۲

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۷ [4] القرآن الکریم ۹/ ۵۴

وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا بند نہ ہوا مگر اسی لئے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے، اور خرچ نہیں کرتے مگر بُرے دل سے۔

دیکھو اُن کا نماز پڑھنا بیان کیا اور پھر انھیں کافر فرمایا، کیا وہ قبلہ کو نماز نہیں پڑھتے تھے، فقط قبلہ کیسا، قبلۂ دل و جان و کعبۂ دین و ایمان سرورِ عالمیان صلّے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے جانبِ قبلہ نماز پڑھتے تھے۔

اور فرماتا ہے:

فان تابوا واقاموا الصلٰوۃ واٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین ط ونفصل الاٰیٰت لقوم یعلمون ۝ وان نکثوآ ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر لا انھم لاایمان لھم لعلھم ینتھون ۝[1]

پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو تمھارے دینی بھائی ہیں اور ہم پتے کی باتیں صاف بیان کرتے ہیں علم والوں کے لئے، اور اگر قول و قرار کر کے پھر اپنی قسمیں توڑیں اور تمھارے دین پہ طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے لڑو ان کی قسمیں کچھ نہیں شاید وہ باز آئیں۔

دیکھو نماز و زکوٰۃ والے اگر دین پر طعنہ کریں تو انھیں کفر کا پیشوا کافروں کا سرغنہ فرمایا۔ کیا خدا و رسول کی شان میں وہ گستاخیاں دین پر طعنہ نہیں، اس کا بیان بھی سنئے۔

تمھارا رب عزوجل فرماتا ہے:

من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیّا بالسنتھم وطعنا فی الدین ط ولو انھم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرا لھم واقوم لا ولکن لعنھم اللہ بکفرھم فلا یؤمنون الا قلیلا ۝[2]

کچھ یہودی بات کو اس کی جگہ سے بدلتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سُنا اور نہ مانا اور سُنئے آپ سُنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں زبان پھیر کر اور دین پر طعنہ کرنے کو۔ اور اگر وہ کہتے ہم نے سُنا اور مانا اور سُنئے اور ہمیں مہلت دیجئے تو ان کے لئے بہتر اور بہت ٹھیک ہوتا لیکن اُن کے کفر کے سبب

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۱ و ۱۲

[2] " " ۴/ ۴۶

اللہ نے ان پر لعنت کی ہے تو ایمان نہیں لاتے مگر کم۔
کچھ یہودی دربارِ نبوت میں حاضر آتے اور حضورِ اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کچھ عرض کرنا چاہتے تو یُوں کہتے سُنئے آپ سُنائے نہ جائیں جس سے ظاہر تو دُعا ہوتی یعنی حضور کو کوئی ناگوار بات نہ سُنائے اور دل میں بددُعا کا ارادہ کرتے کہ سُنائی نہ دے، اور جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے اور یہ بات سمجھ لینے کے لئے مہلت چاہتے تو رَاعِنا کہتے جس کا ایک پہلوئے ظاہر یہ کہ ہماری رعایت فرمایئے اور مرادِ خفی رکھتے رعونت والا۔ اور بعض کہتے ہیں زبان دبا کر رَاعِیْنَا کہتے یعنی ہمارا چرواہا۔ جب پہلودار بات دین میں طعنہ ہُوئی تو صریح صاف کتنا سخت طعنہ ہوگی بلکہ انصاف کیجئے تو ان باتوں کا صریح بھی ان کلمات کی شناعت کو نہ پہنچتا، بہرا ہونے کی دُعا یا رعونت یا بکریاں چرانے کی طرف نسبت کو ان الفاظ سے کیا نسبت کہ شیطان سے علم میں کمتر یا پاگلوں چوپاؤں سے علم میں ہمسر اور خدا کی نسبت وہ کہ جھُوٹا ہے جھوٹ بولتا ہے جو اُسے جھُوٹا بتائے مسلمان سُنّی صالح ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۳۰ ص ۳۰۸ تا ۳۲۳)

(۱۴) رسالہ "تمہیدِ ایمان" میں مزید فرمایا:
اس فرقۂ بے دین کا مکر سوم یہ ہے کہ فقہ میں لکھا ہے جس میں ننانوے [99] باتیں کفر کی ہوں اور ایک بات اسلام کی تو اس کو کافر نہ کہنا چاہئے۔

اولاً یہ مکر خبیث سب مکروں سے بدتر و ضعیف جس کا حاصل یہ کہ جو شخص دن میں ایک بار اذان دے یا دو رکعت نماز پڑھ لے اور ننانوے [99] بار بُت پُوجے، سنکھ پھُونکے، گھنٹی بجائے وہ مسلمان ہے کہ اس میں ننانوے [99] باتیں کفر کی ہیں تو ایک اسلام کی بھی ہے یہی کافی ہے، حالانکہ مومن تو مومن کوئی عاقل اُسے مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

ثانیاً اُس کی رُو سے سوا دہریے کے کہ سِرے سے خدا کے وجود ہی کا منکر ہو تمام کافر، مشرک، مجوس، ہنود، نصاریٰ، یہود وغیرہم دُنیا بھر کے کفّار سب کے سب مسلمان ٹھہرے جاتے ہیں کہ اور باتوں کے منکر سہی آخر وجودِ خدا کے تو قائل ہیں ایک یہی بات سب سے بڑھ کر اسلام کی بات بلکہ تمام اسلامی باتوں کی اصل الاصول ہے خصوصاً کفار فلاسفہ و آریہ وغیرہم کہ بزعمِ خود توحید کے بھی قائل ہیں، اور یہود و نصاریٰ تو بڑے بھاری مسلمان ٹھہریں گے کہ توحید کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے بہت سے کلاموں اور ہزاروں نبیوں اور قیامت و حشر و حساب و ثواب و عذاب و جنّت و نار وغیرہا بکثرت اسلامی باتوں کے قائل ہیں۔

ثالثاً اس کے رد میں قرآن عظیم کی وہ آیتیں کہ اُوپر گزریں کافی دوافی ہیں جن میں باوصف کلمہ گوئی ونماز خوانی صرف ایک ایک بات پر حکمِ تکفیر فرما دیا، کہیں ارشاد ہوا :

کفروا بعد اسلامھم[1]

وہ مسلمان ہوکر اس کلمے کے سبب کافر ہو گئے۔

کہیں فرمایا :

لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[2]

بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔

حالانکہ اس مکرِ خبیث کی بناء پر جب تک ۹۹ سے زیادہ کفر کی باتیں جمع نہ ہوجاتیں صرف ایک کلمہ پر حکمِ کفر صحیح نہ تھا، ہاں شاید اس کا یہ جواب دیں کہ یہ خدا کی غلطی یا جلد بازی تھی کہ اس نے دائرۂ اسلام تنگ کر دیا کلمہ گویوں اہلِ قبلہ کو دھکے دے دے کر صرف ایک ایک لفظ پر اسلام سے نکالا اور پھر زبردستی یہ کہ لاتعتذروا عذر بھی نہ کرنے دیا نہ عذر سُننے کا قصد کیا۔ افسوس ہے خدا نے پیر نیچر یا ندویہ لکچریان کے ہمخیال کسی وسیع الاسلام ریفارمر سے مشورہ نہ لیا الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین[3] (ارے ظالموں پر خدا کی لعنت ۔ ت)۔

رابعاً اس مکر کا جواب،

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے :

افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض ج فما جزاء من یفعل ذٰلک منکم الّا خزی فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم القیٰمۃ یردون الیٰ اشد العذاب ط وما اللہ بغافلٍ عمّا تعملون ٥ اولٰئک الذین اشتروا الحیٰوۃ الدنیا بالاٰخرۃ ز فلا یخفف عنہم العذاب ولاھم ینصرون ٥[4]

تو کیا اللہ کے کلام کا کچھ حصّہ مانتے ہو اور کچھ حصّے سے منکر ہو، تو جو کوئی تم میں سے ایسا کرے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

[2] " " ۹/ ۶۶

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

[4] " " ۲/ ۸۵، ۸۶

اس کا بدلہ نہیں مگر دُنیا کی زندگی میں رُسوائی اور قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب کی طرف پلٹے جائیں گے اور اللہ تمھارے کوتکوں سے غافل نہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے عقبےٰ بیچ کر دنیا خریدی تو نہ اُن پر سے کبھی عذاب ہلکا ہو نہ ان کو مدد پہنچے۔

کلامِ الٰہی میں فرض کیجئے اگر ہزار باتیں ہوں تو اُن میں سے ہر ایک بات کا ماننا ایک اسلامی عقیدہ ہے، اب اگر کوئی شخص ۹۹۹ مانے اور صرف ایک نہ مانے تو قرآن عظیم فرمارہا ہے کہ وہ ان ۹۹۹ کے ماننے سے مسلمان نہیں بلکہ صرف اُس ایک کے نہ ماننے سے کافر ہے، دنیا میں اس کی رُسوائی ہوگی اور آخرت میں اس پر سخت تر عذاب جو ابد الآباد تک کبھی موقوف ہونا کیا معنے ایک آن کو ہلکا بھی نہ کیا جائیگا نہ کہ ۹۹ کا انکار کرے اور ایک کو مان لے تو مسلمان ٹھہرے، یہ مسلمانوں کا عقیدہ نہیں بلکہ بشہادتِ قرآنِ عظیم خود صریح کفر ہے۔

خامساً اصل بات یہ ہے کہ فقہاءِ کرام پر ان لوگوں نے جتنا افترا اٹھایا اُنھوں نے ہرگز کہیں ایسا نہیں فرمایا بلکہ انھوں نے ہرگز کہیں ایسا نہ فرمایا بلکہ اُنھوں نے بخصلتِ یہود یحرفون الکلم عن مواضعہ[1] یہودی بات کو اس کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں تحریف تبدیل کر کے کچھ کا کچھ بنالیا، فقہاء نے یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص میں ننانوے[99] باتیں کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے، حاشا للہ بلکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ جس میں ننانوے[99] ہزار باتیں اسلام کی اور ایک کفر کی ہو وہ یقیناً قطعاً کافر ہے۔ ننانوے[99] قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب پڑجائے سب پیشاب ہوجائے گا، مگر یہ جاہل کہتے ہیں کہ ننانوے قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب ڈال دو سب طیّب طاہر ہوجائے گا، حاشا کہ فقہاء تو فقہاء کوئی ادنیٰ تمیز والا بھی ایسی جہالت بکے۔ بلکہ فقہائے نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو جس میں سَو پہلو نکل سکیں اُن میں ننانوے[99] پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف، تو جب تک ثابت نہ ہوجائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اُسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے، کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو، اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اُسے فائدہ نہ ہوگا وُہ عنداللہ کافر ہی ہوگا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً زید کہے عمرو کو علم قطعی یقینی غیب کا ہے اس کلام میں اتنے پہلو ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۴۶

(۱) عمرو اپنی ذات سے غیب داں ہے، یہ صریح کفر و شرک ہے۔

قل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ[1]

تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں مگر اللہ۔ (ت)

(۲) عمرو آپ تو غیب داں نہیں مگر جن علم غیب رکھتے ہیں اُن کے بتانے سے اسے غیب کا علم یقینی ہوجاتا ہے، یہ بھی کفر ہے۔

تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب مالبثوا فی العذاب المھین[2]

جنّوں کی حقیقت کُھل گئی، اگر غیب جانتے ہوتے تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے۔ (ت)

(۳) عمرو نجومی ہے۔

(۴) رمّال ہے۔

(۵) سامندرک جانتا ہاتھ دیکھتا۔

(۶) کوّے وغیرہ کی آواز۔

(۷) حشرات الارض کے بدن پر گرنے،

(۸) کسی پرندے یا وحشی چرندے کے دہنے یا بائیں نکل کر جانے،

(۹) آنکھ یا دیگر اعضاء کے پھڑکنے سے شگون لیتا ہے۔

(۱۰) پانسہ پھینکتا ہے۔

(۱۱) فال دیکھتا ہے۔

(۱۲) حاضرات سے کسی کو معمول بناکر اُس سے احوال پُوچھتا ہے۔

(۱۳) مسمریزم جانتا ہے۔

(۱۴) جادو کی میز،

(۱۵) روحوں کی تختی سے حال دریافت کرتا ہے۔

(۱۶) قیافہ داں ہے۔

(۱۷) علم زایرجہ سے واقف ہے ان ذرائع سے اُسے غیب کا علم قطعی یقینی ملتا ہے یہ سب بھی کفر[ع]

ع: یعنی جبکہ ان کی وجہ سے غیب کے علم قطعی یقینی کا ادعا کیا جائے جیسا کہ نفسِ کلام میں مذکور ہے ۱۲ منہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۷/ ۶۵ [2] القرآن الکریم ۳۴/ ۱۴

ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من اتی عرافا او کاھنا فصدقہ بما یقول فقد کفر بما انزل علٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، رواہ احمد[1] والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولاحمد و ابی داؤد عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فقد بریٔ مما انزل علٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]۔

جو شخص نجومی اور کاہن کے پاس جائے اور اس کے بیان کو سچا جانے تو اس نے اس کا انکار کیا جو محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ امام احمد و حاکم نے بسند صحیح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا اور امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا : تو وہ قرآن اور دینِ اسلام سے الگ ہوگیا۔ (ت)

(۱۸) عمرو پر وحی رسالت آتی ہے اس کے سبب غیب کا علم یقینی پاتا ہے جس طرح رسول کو ملتا تھا، یہ اشد کفر ہے۔

ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین ط وکان اللہ بکل شیئ علیما[3]

ہاں (محمد) اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (ت)

(۱۹) وحی تو نہیں آتی مگر بذریعہ الہام جمیع غیوب اس پر منکشف ہوگئے ہیں اُس کا علم تمام معلوماتِ الٰہی کو محیط ہوگیا، یہ یُوں کفر ہے کہ اس نے عمرو کو علم میں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ترجیح دے دی کہ حضور کا علم بھی جمیع معلوماتِ الٰہی کو محیط نہیں،

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون[4]

تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔ (ت)

من قال فلان اعلم منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد عابہ فحکمہ حکم

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الایمان التشدید فی اتیان الکاہن مکتب المطبوعات الاسلامیہ ۱/ ۸
مسند احمد بن حنبل مسند ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۲۹

[2] سنن ابی داؤد کتاب الکہانت والتطیر باب النہی عن اتیان الکہان آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۸۹

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[4] " ۳۹/ ۹

الساب (نسیم الریاض)۔[1]

جس نے کہا کہ فلاں شخص نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہے اس نے آپ پر عیب لگایا، لہٰذا اس کا حکم شاتم جیسا ہے۔ (نسیم الریاض)۔ (ت)

(۲۰) جمیع کا احاطہ نہ سہی مگر جو علومِ غیب اسے الہام سے ملے اُن میں ظاہراً باطناً کسی طرح کسی رسول انس وملک کی وساطت وتبعیت نہیں اللہ تعالٰی نے بلاواسطہ رسول اصالۃً اسے غیوب پر مطلع کیا، یہ بھی کفر ہے۔

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔[2]

اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو! تمھیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چُن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ (ت)

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا ۝ الا من ارتضی من رسول۔[3]

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۳۳۹ تا ۳۴۴)

(۱۵) رسالہ "تمہید ایمان" میں مزید فرمایا:

مکرِ چہارم: انکار یعنی جس نے ان بدگویوں کی کتابیں نہ دیکھیں اُس کے سامنے صاف مکر جاتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہ کلمات کہیں نہ کہے، اور جو اُن کی چھپی ہوئی کتابیں تحریریں دکھا دیتا ہے اگر ذی علم ہُوا تو ناک چڑھا کر منہ بنا کر چل دیئے یا آنکھوں میں آنکھیں ڈلل کر بکمال بیحیائی صاف کہہ دیا کہ آپ معقول بھی کر دیجئے تو میں وہی کہے جاؤں گا۔ اور بیچارہ بے علم ہُوا تو اس سے کہہ دیا ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں، اور آخر ہے کیا، یہ در بطنِ قائل، اس کے جواب کو وہی آیتِ کریمہ کافی ہے کہ:

یحلفون باللہ ما قالوا ط ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم۔[4]

خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے کہا حالانکہ بیشک ضرور وُہ یہ کفر کے بول بولے اور مسلمان

---

[1] نسیم الریاض فی شرح الشفاء الباب الاول مرکز اہلسنت گجرات الہند ۴/ ۳۳۵

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹ [3] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶ و ۲۷

[4] ؍؍ ؍؍ ۹/ ۷۴

ہوئے پیچھے کافر ہو گئے۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۳۴۹)

(۱۶) رسالہ "الامن والعلیٰ" کے باب اوّل میں فرمایا:

وجہِ اوّل پر نصوص سُنئے، اس میں چھ[۶] آیتیں اور ساٹھ[۶۰] حدیثیں، جملہ چھیاسٹھ[۶۶] نص ہیں۔

فصل اوّل آیاتِ کریمہ میں

آیت ۱: قال اللہ عزّوجل:

وما کان اللہ لیعذّبھم وانت فیھم[۱]

اللہ ان کافروں پر عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب! تُو ان میں تشریف فرما ہے۔

سُبحان اللہ! ہمارے حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفّار پر سے بھی سبب دفعِ بلا ہیں پھر مسلمانوں پر تو خاص رؤف ورحیم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

آیت ۲:

وما ارسلنٰك الا رحمۃ للعٰلمین[۲]

ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

پُر ظاہر کہ رحمت سبب دفعِ بلا و زحمت (خُوب ظاہر ہے کہ رحمت سبب ہے مصیبت و زحمت کی دُوری کا۔ت)

آیت ۳:

ولو انّھم اذ ظلموا انفسھم جاءوك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما[۳]

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے بخشش چاہیں اور معافی مانگیں ان کے لئے رسول، تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

آیۂ کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ حضور پُرنور عفوّ غفور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں

---

[۱] القرآن الکریم ۸/ ۳۳
[۲] " ۲۱/ ۱۰۷
[۳] " ۴/ ۶۴

حاضری سببِ قبولِ توبہ و دفعِ بلائے عذاب ہے بلکہ آیت بیماردلوں پر اور بھی بلا و عذاب کہ رب العزت قادر تھا یونہی گناہ بخش دے، مگر ارشاد ہوتا ہے کہ توبہ قبول ہونا چاہو تو ہمارے پیارے کی سرکار میں حاضر ہو صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحمد للہ رب العالمین۔

آیت ۴:

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع[۱] ۔الآیۃ

اگر اللہ تعالےٰ آدمیوں سے آدمیوں کو دفع نہ فرمائے تو ہر ملّت و مذہب کی عبادت گاہ ڈھا دی جائے۔

معلوم ہُوا کہ مجاہدین آلہ و واسطہ دفعِ بلا ہیں۔

آیت ۵:

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العٰلمین[۲]

اگر نہ ہوتا دفع کرنا اللہ عزّوجل کا لوگوں کو ایک دوسرے سے تو بیشک تباہ ہوجاتی زمین مگر اللہ فضل والا ہے سارے جہان پر۔

ائمہ مفسرین فرماتے ہیں: اللہ تعالےٰ مسلمانوں کے سبب کافروں اور نیکوں کے باعث بدوں سے بلا دفع کرتا ہے۔

آیت ۶:

ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنٰت لم تعلموھم ان تطئوھم فتصیبکم منھم معرۃ بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمتہ من یشاء لو تزیّلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذابًا الیما[۳]

اور اگر نہ ہوتے ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں جن کی تمھیں خبر نہیں کہیں تم انھیں روند ڈالو تو ان سے تمھیں انجانی میں مشقت پہنچے تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں لے لے،

---

[۱] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۰

[۲] " ۲/ ۲۵۱

[۳] " ۴۸/ ۲۵

وہ اگر الگ ہو جاتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

یہ فتح مکہ سے پہلے کا ذکر ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لائے ہیں اور کافروں نے مقام حدیبیہ میں روکا شہر نہ جانے دیا صلح پر فیصلہ ہوا ظاہر کی نظر میں اسلام کے لئے ایک دبتی ہوئی بات تھی اور حقیقت میں ایک بڑی فتح نمایاں تھی جسے اللہ عزوجل نے انا فتحنا لك فتحا مبینا[1] (بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی ہے) فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسکین کو یہ آیت نازل فرمائی کہ اس سال تمہیں داخل مکہ نہ ہونے دینے میں کئی حکمتیں تھیں مکہ معظمہ میں بہت مرد و عورت مغلوبی کے سبب خفیہ مسلمان ہیں جن کی تمہیں خبر نہیں تم قہراً جاتے تو وہ بھی تیغ وبند کے روندنے میں آجاتے اور اُن کے سوا ابھی وہ لوگ ہیں جو ہنوز کافر ہیں اور عنقریب اللہ تعالیٰ انھیں اپنی رحمت میں لے گا اسلام دے گا اُن کا قتل منظور نہیں، ان وجوہ سے کفار مکہ پر سے عذاب قتل و قہر موقوف رکھا گیا یہ سب لوگ الگ ہو جاتے تو ہم ان کافروں پر عذاب فرماتے۔ کیسا صریح روشن نص ہے کہ اہل اسلام کے سبب کافروں پر سے بھی بلا دفع ہوتی ہے وللہ الحمد۔

(فتاوی رضویہ ج ۳۰ ص ۳۷۹ تا ۳۸۱)

(۱۷) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دافع البلاء ہونے کے ثبوت میں تحریر کردہ رسالہ "الامن والعلیٰ" کے باب دوم میں فرمایا:

وجہ دوم پر نصوص لیجئے اور بحمد اللہ تعالیٰ کیسے نصوص نجدیت شکن، جان وہابیت پر برق افگن، اس میں چوالیس ۴۴ آیتیں اور دو سو چالیس ۲۴۰ حدیثیں ہیں۔

فصل اوّل آیاتِ شریفہ میں

آیت ۷: قال ربنا تبارک وتعالیٰ:

ومانقموا الا ان اغنٰھم اللہ ورسولہ من فضلہ[2]

اور انھیں کیا بُرا لگا یہی نا کہ انھیں دولتمند کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/۱

[2] " " ۹/۷۴

ہاں یہ جگہ ہے کہ غیظ میں کٹ جائیں بیمار دل۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے دولتمند کردیا اپنے فضل سے۔

اے اللہ کے رسول! مجھے اور سب اہلسنت کو دین و دُنیا کا دولتمند فرما اپنے فضل سے۔

صلی اللہ علیك وسلم ؎

میں گدا تُو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا[1]

آیت ۸:

ولو انھم رضوا ما اٰتاھم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ انّا الی اللہ راغبون۔[2]

اور کیا خوب تھا اگر وُہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دیئے پر، اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول، بیشک ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

یہاں رب العزّت جل وعلا نے اپنے ساتھ اپنے رسول صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا' اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی کہ اللہ ورسول سے امید لگی رکھو کہ اب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

آیت ۹:

انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ۔[3]

اللہ نے اُسے نعمت بخشی، اور اے نبی! تُونے اُسے نعمت دی۔

آیت ۱۰:

لہ معقّبٰت من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔[4]

آدمی کے لئے بدلی والے ہیں اس کے آگے اور اس کے پیچھے کہ اس کی حفاظت

---

[1] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۲/۳

[2] القرآن الکریم ۹/۵۹

[3] " " ۳۳/۳۷

[4] " " ۱۳/۱۱

کرتے ہیں اللہ کے حکم سے۔
بدلی والے یہ کہ صبح کے محافظ عصر کو بدل جاتے ہیں اور عصر کے صبح کو، وللہ الحمد۔

آیت ۱۱:

ویرسل علیکم حفظۃ۔[1]
اللہ بھیجتا ہے تم پر نگہبانوں کو۔
ان آیات میں مولیٰ سبحنہ وتعالیٰ فرشتوں کو ہمارا حافظ ونگہبان فرماتا ہے۔

آیت ۱۲:

یایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین۔[2]
اے نبی! کافی ہے تجھے اللہ اور جو مسلمان تیرے پیرو ہوئے۔
یہاں رب تبارک وتعالےٰ اپنے نام پاک کے ساتھ صحابۂ کرام کو ملا کر فرماتا ہے: اے نبی! اب کہ عمر اسلام لے آیا تجھے اللہ اور یہ چالیس مسلمان کفایت کرتے ہیں۔
فی الجلالین حسبک اللہ وحسبک من اتبعک[3]
جلالین میں ہے، کافی ہے تجھے اللہ تعالیٰ اور وہ جس نے تیری پیروی کی۔ (ت)
ترجمۂ شاہ ولی اللہ میں ہے:
اے پیغامبر کفایت ست ترا خدا وآنانکہ پیروی تو کردہ اند از مسلمانان۔[4]
اے پیغمبر! کافی ہے تجھے خدا اور وہ مسلمان جنھوں نے تیری پیروی کی۔ (ت)

آیت ۱۳: یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

انہ ربی احسن مثوای۔[5]
بیشک عزیزِ مصر میرا رب ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔
فی الجلالین انہ ای الذی اشترانی ربی سیدی۔[6]

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۱ [2] القرآن الکریم ۸/ ۶۴
[3] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۸/ ۶۴ اصح المطابع دہلی ص ۱۵۳
[4] فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن (ترجمہ شاہ ولی اللہ) مطبع ہاشمی دہلی ص ۱۷۸
[5] القرآن الکریم ۱۲/ ۲۳
[6] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۱۲/ ۲۳ اصح المطابع دہلی ص ۱۹۱

تفسیر جلالین میں ہے بیشک وُہ جس نے مجھے خریدا وہ میرا رب یعنی میرا آقا ہے۔ (ت)

آیت ۴۱:

اما احدکما فیسقی ربہ خمرا[1]۔

اے زندان کے ساتھیو! تم میں ایک تو اپنے رب کو شراب پلائے گا۔

آیت ۴۲:

وقال للذی ظن انہ ناج منہما اذکرنی عند ربک[2]

اور یوسف نے کہا اس سے جسے اُن دونوں میں چھٹکارا پاتا سمجھا کہ اپنے رب کے پاس میرا چرچا کیجیو۔

یعنی بادشاہِ مصر کے سامنے۔

آیت ۴۲: اس پر مولٰی تبارک وتعالٰی فرماتا ہے:

فانسٰہ الشیطٰن ذکر ربہ[3]

تو اُسے بھلا دیا شیطان نے اپنے رب بادشاہِ مصر کے آگے یوسف کا ذکر کرنا۔

فی الجلالین ای الساقی الشیطٰن ذکر یوسف عند ربہ[4]

جلالین میں ہے یعنی ساقی کو شیطان نے یوسف علیہ السلام کا ذکر اس کے رب کے آگے کرنا بھلا دیا۔ (ت)

آیت ۵۰:

قال ارجع الی ربک فسئلہ ما بال النسوۃ التی قطعن ایدیہن[5]۔

یوسف نے کہا پلٹ جا اپنے رب کے پاس سو اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۱

[2] " " ۱۲/ ۴۲

[3] " "

[4] تفسیر جلالین تحت الآیۃ ۱۲/ ۴۲ اصح المطابع دہلی ص ۱۹۳

[5] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۰

سبحان اللہ! بادشاہ وغیرہ کو تو مجازی پرورش کے باعث اس کا رب، تیرا رب، میرا رب کہنا صحیح ہو یہ اللہ فرمائے اللہ کا رسول فرمائے اور مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلا کہنا شرک۔

آیت ۱۸: رب جل وعلا اپنے مبارک بندے عیسٰے ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے،

واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیہا فتکون طیرًا باذنی و تبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتٰی باذنی [1]

اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی شکل میری پروانگی سے، پھر پھونک مارتا اس میں تو وہ ہو جاتی پرند میری پروانگی سے، اور تو اچھا کرتا مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری پروانگی سے، اور جب تو قبروں سے مُردے نکالتا میری پروانگی سے۔

دفعِ بلائے مرض وابرائے اکمہ وابرص میں کتنا فرق ہے۔

آیت ۱۹: حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واُحی الموتٰی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وماتدخرون فی بیوتکم (الٰی قولہ) ولاُحِل لکم بعض الذی حُرِّمَ علیکم [2]

میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی مورت پھر پھونکتا ہوں اس میں تو وہ ہو جاتی ہے پرند اللہ کی پروانگی سے، اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور بدن بگڑے کو، اور میں زندہ کرتا ہوں مُردے اللہ کی پروانگی سے، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں بھر رکھتے ہو تاکہ میں حلال کردوں تمہارے لئے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔

سُبحان اللہ! عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام جو فرماتے ہیں میں خلق کرتا ہوں، شفا دیتا ہوں، مُردے جلاتا ہوں، بعض حراموں کو حلال کئے دیتا ہوں۔ ان اسنادوں کی نسبت کیا حکم ہوگا!

آیت ۲۰:

وانکحوا الایامٰی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم [3]

نکاح کردو اپنی بے شوہر عورتوں اور اپنے نیک بندوں اور کنیزوں کا۔

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۰
[2] " ۳/ ۴۹ و ۵۰
[3] " ۲۴/ ۳۲

یہاں مولا عزوجل ہمارے غلاموں کو "ہمارا بندہ" فرما رہا ہے۔ اللہ کی شان زید کا بندہ، عمرو کا بندہ، اُس کا بندہ، اِس کا بندہ اللہ فرمائے رسول فرمائے صحابہ فرمائیں ائمہ فرمائیں مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا بندہ کہا اور شرک فروشوں نے حُکم شرک جڑا، شاید ان کے نزدیک زید و عمرو خدا کے شریک ہو سکتے ہیں ولاحول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

آیت ۲۱:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰاۃ والانجیل یأمرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیّبٰت ویحرّم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم[1]

وہ لوگ کہ پیروی کریں گے اُس بھیجے ہوئے غیب کی باتیں بتانے والے بے پڑھے کی جسے لکھا پائیں گے اپنے پاس توریت و انجیل میں، وہ انھیں حکم دے گا بھلائی کا اور روکے گا برائی سے، اور حلال کرے گا اُن کے لئے ستھری چیزیں اور حرام کرے گا اُن پر گندی چیزیں اور اتارے گا اُن پر سے اُن کا بھاری بوجھ اور سخت تکلیفوں کے طوق جو اُن پر تھے (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم)۔

جانِ جہان و جہانِ جان اُس جانِ جان و جانِ ایمان صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے پاک مبارک ہاتھوں پر قربان جس کے ہماری پیٹھوں سے بھاری بوجھ اتار لئے ہماری گردنوں سے تکلیفوں کے طوق کاٹ دیئے۔ للہ انصاف! اور دافع بلا کسے کہتے ہیں، صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

آیت ۲۲: سیدنا ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے اپنے رب عزّوجل سے عرض کی:

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتك ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم انّك انت العزیز الحکیم[2]

اے رب ہمارے! اور اُن میں اُنھیں میں سے ایک پیغمبر بھیج کہ اُن پر تیری آیتیں پڑھے اور انھیں کتاب و حکمت سکھائے اور وہ پیمبر انھیں گناہوں سے پاک کردے، بیشک تُو ہی ہے غالب حکمت والا۔

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۲۹

یہ ہمارے نبی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہُوئے کہ :

انا دعوۃ ابی ابراھیم[1]

میں اپنے باپ ابراہیم کی دُعا ہوں (صلی اللہ تعالٰی علیہما وسلم) .

آیت ۲۳ : خود رب العزۃ جل وعلا فرماتا ہے :

کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم اٰیٰتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتٰب و الحکمۃ و یعلمکم ما لم تکونوا تعلمون[2]

جس طرح بھیجا ہم نے تم میں سے ایک رسول تمھیں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتا اور تمھیں پاکیزہ بناتا اور تمھیں قرآن وعلم سکھاتا اور اُن باتوں کا تم کو علم دیتا ہے جو تم نہ جانتے تھے .

آیت ۲۴ :

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب و الحکمۃ و ان کانوا قبل لفی ضلٰل مبین[3] .

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا ایمان والوں پر جبکہ بھیجا اُن میں ایک رسول اُنھیں میں سے کہ پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اللہ کی اور پاک کرتا ہے انھیں گناہوں سے اور علم دیتا ہے انھیں قرآن وحکمت کا اگرچہ تھے اس سے پہلے بیشک کھلی گمراہی میں .

آیت ۲۵ :

ھو الذی بعث فی الامیّٖن رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ○ و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم ط و ھو العزیز الحکیم ○ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم ○[4]

---

[1] دلائل النبوۃ باب ذکر مولد المصطفٰی الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۸۱
الدر المنثور تحت الآیۃ ۲/ ۱۲۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۰۳، ۳۰۴

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۱

[3] 〃 ۳/ ۱۶۴

[4] 〃 ۶۲/ ۲ تا ۴

اللہ ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک رسول انھیں میں سے کہ ان پر آیات الٰہیہ پڑھتا اور انھیں ستھرا کرتا اور انھیں کتاب و حقائق کا علم بخشتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے نیز پاک کرے گا اور علم عطا فرمائے گا اُن کی جنس کے اور لوگوں کو جو اب تک اُن سے نہیں ملے اور وہی غالب حکمت والا ہے، یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

الحمد للہ! اس آیہ کریمہ نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا فرمانا، گناہوں سے پاک کرنا، ستھرا بنانا صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خاص نہیں بلکہ قیام قیامت تک امتِ مرحومہ حضور کی ان نعمتوں سے محظوظ اور حضور کی نظرِ رحمت سے ملحوظ ہے، والحمد للہ رب العٰلمین۔

بیضاوی شریف میں ہے:

هم الذین جاءوا بعد الصحابة الی یوم الدین[1]

یعنی یہ دوسرے جنہیں مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم دیتے اور خرابیوں سے پاک کرتے ہیں تمام مسلمان ہیں کہ صحابہ کرام کے بعد قیامت تک ہوں گے۔

معالم شریف میں ہے:

قال ابن زید هم جمیع من دخل فی الاسلام بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (الیٰ یوم القیٰمة) وهی روایة ابن نجیح عن مجاهد[2]

ابن زید نے فرمایا، یہ دوسرے لوگ تمام اہلِ اسلام ہیں کہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے۔ اور یہی معنیٰ امام مجاہد شاگرد حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن ابی نجیح نے روایت کئے۔

الحمد للہ! قرآن عظیم میں حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تعریفوں کا اس قدر اہتمام ہے کہ چار جگہ یہ اوصاف بیان فرمائے، دو جگہ سورۂ بقرہ، تیسرے آل عمران، چوتھے سورۂ جمعہ، اور اس کے آخر میں تو وہ جانفزا کلمے ارشاد ہوئے جنھوں نے ہم خفتہ بختوں کی

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) تحت الآیۃ ۶۲/۳ دار الفکر بیروت ۵/۳۳۷
[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) 〃 〃 دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/۳۱۱

تقدیر جگا دی بیمار دلوں پہ بجلی گرا دی، والحمد للہ رب العٰلمین۔

آیت ۲۶: جب ابولبابہ وغیرہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے، غزوۂ تبوک میں ہمراہِ رکاب سعادت حاضر نہ ہوئے تھے، اپنے آپ کو مسجد اقدس کے ستونوں سے باندھ دیا کہ جب تک حضور والاصلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نہ کھولیں گے نہ کھلیں گے، آیت اتری:

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم[1]

اے نبی! لے لو ان توبہ کرنے والوں کے مالوں سے صدقہ کہ تم پاک کرو انھیں اور تم ستھرا کردو انھیں گناہوں سے اُس صدقے کے سبب، اور دعائے رحمت کرو اُن کے حق میں کہ تمھاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔

دیکھو حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں گناہوں سے پاک کیا اور حضور نے بلائے گناہ اُن کے سروں سے ٹالی، اور جب حضور کی دعا اُن کے دلوں کا چین ہوا تو یہی دفعِ الم ہے صلی اللہ تعالٰی علی دافع البلاء والالم وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

آیت ۲۷:

لایملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمٰن عھدا[2]۔

اللہ عزوجل کے یہاں شفاعت کے مالک وہی ہیں جنھوں نے رحمٰن کے ساتھ عہد وپیمان کر رکھا ہے۔

آیت ۲۸:

ولایملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شھد بالحق وھم یعلمون[3]

جنھیں مشرکین اللہ کے سوا پوجتے ہیں اُن میں شفاعت کے مالک صرف وہی ہیں جنھوں نے حق کی گواہی دی اور وہ علم رکھتے ہیں (یعنی عیسٰی وعزیر وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام)۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۳

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۸۷

[3] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۶

ان آیات میں مولیٰ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو شفاعت کا مالک بناتا ہے اور عہد و پیمان مقرر ہو جانے سے تقویۃ الایمان کی اس بدلگامی کا منہ بھی سی دیا کہ شفاعت میں کسی کی خصوصیت نہیں جسے چاہے گا کھڑا کر دے گا۔

آیت ۲۹:

ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیامًا وارزقوھم فیہا واکسوھم وقولوا لھم قولا معروفا۔[۱]

نادانوں کو اپنے مال کہ خدا نے تمہاری ٹیک بنائے ہیں نہ دو اور انھیں ان میں سے رزق دو اور کپڑے پہناؤ اور اُن سے اچھی بات کہو۔

آیت ۳۰:

واذا حضر القسمۃ اولوا القربیٰ والیتامیٰ والمساکین فارزقوھم منہ وقولوا لھم قولاً معروفا۔[۲]

جب ترکہ بانٹتے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین آئیں تو انھیں اس میں سے رزق دو اور ان سے اچھی بات کہو۔

ان آیات میں بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ تم رزق دو۔

آیت ۳۱:

اذ یوحی ربك الی الملٰئکۃ انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا۔[۳]

جب وحی بھیجی تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم ثابت قدمی دو ایمان والوں کو۔

آیت ۳۲:

فالمدبرات امرًا۔[۴]

قسم ہے ان فرشتوں کی کہ تمام کاروبارِ دنیا اُن کی تدبیر سے ہے۔

یہ صفت بھی بالذات ذاتِ الٰہی جل وعلا کی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

---

۱ القرآن الکریم ۴/ ۵
۲ ″ ۴/ ۸
۳ ″ ۸/ ۱۲
۴ ″ ۷۹/ ۵

یدبّر الامر[1] (اللہ تعالیٰ کام کی تدبیر فرماتا ہے۔ ت)

خازن و معالم التنزیل میں ہے:

قال ابن عباس هم الملئكة وُكّلوا باموره عزّفهم الله عزوجل العمل بها قال عبدالرحمٰن بن سابط يدبر الامر في الدنيا اربعة جبريل وميكائيل و ملك الموت واسرافيل عليهم السلام، امّا جبريل فموكل بالرياح والجنود واما ميكائيل فموكّل بالمطر والنبات واما ملك الموت فموكل بقبض الانفس و امّا اسرافيل فهو ينزل عليهم بالامر[2]

یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: یہ مدبّرات الامر ملائکہ ہیں کہ اُن کاموں پر مقرر کیے گئے جن کی کارروائی اللہ عزّوجل نے انھیں تعلیم فرمائی۔ عبدالرحمٰن بن سابط نے فرمایا: دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں جبریل، میکائیل، عزرائیل، اسرافیل علیہم السلام۔ جبریل تو ہواؤں اور لشکروں پر مؤکل ہیں (کہ ہوائیں چلانا، لشکروں کو فتح و شکست دینا ان کے متعلق ہے)، اور میکائیل باراں و روئیدگی پر مقرر ہیں (کہ مینہ برساتے اور درخت اور گھاس اور کھیتی اُگاتے ہیں)، اور عزرائیل قبضِ ارواح پر مسلّط ہیں، اسرافیل ان سب پر حکم لے کر اُترتے ہیں علیہم السلام اجمعین۔

اللہ اکبر! قرآن عظیم وہابیہ پر ایک سے ایک سخت تر آفت ڈالتا ہے۔

حدیث میں فرمایا:

القراٰن ذو وجوه - رواه ابونعيم[3] عن ابن عباس رضي الله تعالٰى عنهما عن النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم۔

قرآن متعدد معانی رکھتا ہے (اس کو ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۲/ ۵

[2] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۷۹/ ۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۳۹۱
معالم التنزیل (تفسیر البغوی) ″ ″ ″ ″ ″ ۴/ ۴۱۱

[3] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس حدیث ۲۴۶۹ مؤسسۃ الرسالۃ ″ ۱/ ۵۵۱

علماء فرماتے ہیں قرآن عظیم اپنے ہر معنے پر حجت ہے۔

ولم یزل الائمۃ یحتجون بہ علی وجوھہ و ذلک من اعظم وجوہ اعجازہ وقد فصلنا ھذا الامر فی رسالتنا الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی۔

ائمہ کرام ہمیشہ قرآن کے تمام معانی سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بات قرآن مجید کے وجوہِ اعجاز میں سے عظیم ترین وجہ ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ "الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی" میں بیان کر دی ہے۔ (ت)

اب اسی آیۂ کریمہ کے دوسرے معنی لیجئے۔ تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

او صفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ فانھا تنزع عن الابدان غرقا ای نزعًا شدیدًا من اغراق النازع فی القوس وتنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیہ وتسبق الی حظائر القدس فتصیر لشرفھا وقوتھا من المدبرات[1]

یعنی یا اِن آیاتِ کریمہ میں اللہ عزّوجل ارواحِ اولیاءِ کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے مبارک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوتِ تمام جُدا ہو کر عالمِ بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی حظیرہائے حضرتِ قدس تک جلد رسائی پاتی ہیں پس اپنی بزرگی وطاقت کے باعث کاروبارِ عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہو جاتی ہیں۔

اب تو بحمد اللہ تعالٰی اولیاءِ کرام بعد وصال عالم میں تصرف کرتے اور اس کے کاموں کی تدبیر فرماتے ہیں، فللہ الحجۃ البالغۃ۔

علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی وامام فخر رازی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے اس معنی کی تائید میں نقل فرماتے ہیں:

ولذا قیل اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور الا انہ لیس بحدیث کما توھم ولذا اتفق الناس علی زیارۃ مشاھد السلف والتوسل بھم الی اللہ وان انکرہ بعض الملاحدۃ فی عصرنا والمشتکی الیہ ھو اللہ[2] لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۷۹/ ۵ دار الفکر بیروت ۵/ ۴۴۵

[2] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی (حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی) " دار الکتب العلمیۃ بیروت ۹/ ۳۹۹

یعنی اس لئے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متحیر ہو تو مزاراتِ اولیاء سے مدد مانگو، مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ اور اسی لئے مزاراتِ سلف صالحین کی زیارت اور انھیں اللہ عزّ وجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بے دین لوگ اس کے منکر ہوئے، اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔

ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم ہاں میں نے کہا تھا کہ یہ صفت حضرت عزّت کی ہے، نہیں نہیں یہ خاص صفت اسی کی ہے۔ رب عزّ وجل فرماتا ہے:

قل من یرزقکم من السماء والارض امن یملک السمع والابصار ومن یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ومن یدبر الامر فسیقولون اللہ ج فقل افلا تتقون [1]

اے نبی! ان کافروں سے فرما وہ کون ہے جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا، اور کون نکالتا ہے زندہ کو مُردے سے اور نکالتا ہے مُردے کو زندہ سے، اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی، اب کہہ دیں گے کہ اللہ، تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں۔

قرآن عظیم خود ہی فرماتا ہے کہ یہ صفت اللہ عزّ وجل کے لئے ایسی خاص ہے کہ کافر مشرک تک اس کا اختصاص جانتے ہیں اُن سے بھی پوچھو کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے، تو اللہ ہی کو بتائیں گے دُوسرے کا نام نہ لیں گے۔ اور خود ہی اس صفت کو اپنے مقبول بندوں کے لئے ثابت فرماتا ہے کہ "قسم ان محبوبانِ خدا کی جو عالم میں تدبیر و تصرف کرتے ہیں"۔ ایمان سے کہنا وہابیت کے دھرم پر قرآن عظیم شرک سے کیونکر بچا۔ آئے ناپاک طائفے کی سنگت والو! جب تک ذاتی اور عطائی کے فرق پر ایمان نہ لاؤ گے کبھی قرآن و حدیث کے قہروں سے پناہ نہ پاؤ گے، اور اس پر ایمان لاتے ہی یہ تمھاری شرکیات کے راگ متعلقہ تدبیر و تصرف و استمداد و استعانت و دافع البلا و حاجت روا و مشکلکشا و علم غیب و ندا وغیرہا سب کافور ہو جائیں گے اور اللہ تعالٰی کے مبارک منصور (نصرت دیئے گئے، مدد دیئے گئے) بندے آنکھوں دیکھے منصور نظر آئیں گے۔

الا ان حزب اللہ ھم الغٰلبون۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۱

تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے ۔ (ت)

آیت ۳۳ :

قل یتوفّٰکم ملك الموت الذی وکّل بکم[1]

تُو فرما تمھیں موت دیتا ہے وہ مرگ کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے ۔

آیت ۳۴ :

توفّته رسلنا[2]

موت دی اسے ہمارے رسولوں نے ۔

حالانکہ خود فرماتا ہے :

اللہ یتوفی الانفس[3]

اللہ ہے کہ موت دیتا ہے جانوں کو ۔

آیت ۳۵ :

لِاَھب لك غلٰمًا زکیّا[4]

(جبریل نے مریم سے کہا) کہ میں عطا کروں تجھے سُتھرا بیٹا، صلے اللہ تعالٰی علیہم وسلم ۔ اللہ اللہ! اب تو جبریل بیٹا دے رہے ہیں ، بھلا نجدیہ کے یہاں اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا! ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم ۔

وہابیہ تو اسی کو روتے تھے کہ محمد بخش ، احمد بخش نام رکھنا شرک ہے ، یہاں قرآنِ عظیم سیّدنا عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جبریل بخش بتا رہا ہے ، وللہ الحجّۃ السّامیۃ ۔

آیت ۳۶ :

فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین والملٰئکۃ بعد ذٰلك ظھیر[5]

---

[1] القرآن الکریم ۳۲ / ۱۱

[2] " ۶ / ۶۱

[3] " ۳۹ / ۴۲

[4] " ۱۹ / ۱۹

[5] " ۶۶ / ۴

بیشک اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے مدد پر ہیں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

صالح المؤمنین ابوبکر وعمر۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر[1] و ابن مردویۃ والخطیب عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یہ نیک مسلمان ابوبکر صدیق و عمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہما (طبرانی نے کبیر میں اور ابن مردویہ اور خطیب نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا۔ ت)

بلکہ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قراءت میں یوں ہی تھا:

وصالح المؤمنین ابوبکر وعمر والملٰئکۃ بعد ذٰلک ظہیر[2]

نیک مسلمان ابوبکر و عمر اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں (ت)

یہاں اللہ عزوجل اپنے نام مبارک کے ساتھ اپنے محبوبوں کو فرماتا ہے اللہ اور جبریل اور ابوبکر و عمر مددگار ہیں۔

آیت ۳۷:

انی وجدت امرأۃ تملکھم واوتیت من کل شیئ ولھا عرش عظیم[3]

(ہُدہُد نے ملکِ سبا سے آکر سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کی) میں نے ایک عورت پائی کہ وُہ اُن کی مالک ہے اور اسے سب کچھ دیا گیا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔

یہاں بادشاہ کو رعایا کا مالک فرمایا تو رعایا کہ آزاد و غلام سب اس کے مملوک ہوئے مگر کوئی اگر محبوبانِ خدا کو اپنا مالک اور اپنے آپ کو اُن کا بندہ مملوک کہے وہابیہ کے دین میں شرک ٹھہرے۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۷۷ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۲۰۶

[2] الدر المنثور بحوالہ ابن مردویہ وابی نعیم تحت الآیۃ ۶۶/ ۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۲۰۸ و ۲۰۹

[3] القرآن الکریم ۲۷/ ۲۳

آیت ۳۸:

ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا۔[1]

جس نے ایک جان کو زندہ کیا اس نے گویا سب آدمیوں کو جلا لیا۔

یہ آیت اُس کے بارے میں ہے جس نے کسی کے قتلِ ناحق سے احتراز کیا یا قاتل سے قصاص نہ لیا چھوڑ دیا اسے فرماتا ہے کہ اس نے اس شخص کو زندہ کیا اور ایک اُسی کو کیا گویا تمام آدمیوں کو جلا لیا۔

معالم شریف میں ہے:

ومن احیاھا وتورع عن قتلھا۔[2]

اور جس نے ایک جان کو زندہ کیا اور اس کے قتل سے اجتناب کیا (ت)

اُس میں ہے:

ومن احیاھا ای عفا عمن وجب علیہ القصاص لہ فلم یقتلہ۔[3]

اور جس نے اسے زندہ کیا یعنی جو قصاص اس پر واجب ہو چکا تھا وہ معاف کر دیا اور قصاص میں اس کو قتل نہیں کیا۔ (ت)

وہابی صاحب بتائیں کہ دفعِ بلا زیادہ ہے یا زندہ کرنا، جِلا لینا، حیات دینا۔

آیت ۳۹:

الا ترون انی اوف الکیل وانا خیر المنزلین۔[4]

یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں پورا پیمانہ عطا فرماتا ہوں اور میں سب سے بہتر اتارنے والا ہوں کہ جو میرے سایۂ رحمت میں اُترتا ہے اسے وہ راحت بخشتا ہوں کہ کہیں نہیں ملتی۔

یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے تو یہ فرمایا، اور رب عزوجل نوح علیہ الصلوۃ والسلام

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۳۲

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۵/ ۳۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۵

[3] " " " " " " " " " "

[4] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۹

سے فرماتا ہے :

وقل رب انزلنی منزلاً مبارکاً و انت خیر المنزلین[1]

اے نوح! جب تُو اور تیرے ساتھ والے کشتی پر ٹھیک بیٹھ لیں تو میری حمد بجالانا اور یوں عرض کرنا کہ اے رب میرے! مجھے برکت والا اتارنا اتار اور تُو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

یہ اللہ عزّ وجل کی خاص صفت نبی صدیق علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے اپنے لئے کیسی ثابت فرمائی اور جب نبی صدیق صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سب سے بہتر اتارنے والے راحت و نعمت بخشنے والے ہُوئے تو دافع البلاء سے بھی بڑھ کر ہُوئے کما لا یخفیٰ (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

آیت ۴۰ :

انّما ولیّکم اللہ و رسولہٗ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون[2]

یعنی اے مسلمانو! تمھارا مددگار نہیں مگر اللہ اور اُس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور وُہ رکوع کرنے والے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) یہاں اللہ اور رسول اور نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرمادیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں عام مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔ قال تعالیٰ :

والمؤمنون والمؤمنٰت بعضھم اولیاء بعض[3]

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

حالانکہ خود ہی دُوسری جگہ فرماتا ہے :

مالھم من دونہٖ ولیّ[4]

اللہ کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۳ / ۲۹
[2] " ۵ / ۵۵
[3] " ۹ / ۷۱
[4] " ۱۸ / ۲۶

معالم میں ہے:

(مالھم) ای مالاھل السمٰوٰت والارض (من دونہ) ای من دون اللہ (من ولیٍّ) ناصرٍ[1]

نہیں ہے ان کے لئے یعنی آسمان اور زمین والوں کے لئے سوا اُس کے یعنی سوا اللہ تعالٰی کے کوئی ولی یعنی مددگار۔ (ت)

وہابی صاحبو! تمہارے طور پر معاذ اللہ کیسا کھلا شرک ہُوا کہ قرآن نے خدا کی خاص صفت امداد کو رسول وصلحا کے لئے ثابت کیا جسے قرآن ہی جابجا فرماچکا تھا کہ یہ اللہ کے سوا دوسرے کی صفت نہیں، مگر بحمد اللہ اہلِ سنّت دونوں آیتوں پر ایمان لاتے اور ذاتی اور عطائی کا فرق سمجھتے ہیں، اللہ تعالٰے بالذات مددگار ہے، یہ صفت دوسرے کی نہیں، اور رسول واولیاء اللہ کے قدرت دینے سے مددگار ہیں وللہ الحمد۔ اب اتنا اور سمجھ لیجئے مدد کاہے کے لئے ہوتی ہے؟ دفعِ بلاء کے واسطے۔ توجب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور اللہ کے مقبول بندے بنصِ قرآن مسلمانوں کے مددگار ہیں تو قطعاً دافع البلاء بھی ہیں، اور فرق وہی ہے کہ اللہ سبحانہ، بالذات دافع البلاء ہے اور انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بعطائے خدا، والحمد للہ العلی الاعلٰی۔

پنج آیت از توارت وانجیل وزبورِ مقدسہ

آیت ۴۱، توارت شریف: امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور دارمی وطبرانی ویعقوب بن سفیٰن حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ توارت مقدس میں حضور پُرنور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی صفت یُوں ہے:

یاایّھا النبی انا ارسلنٰک شاھدًا ومبشرا ونذیرا وحرزا للامیین (الٰی قولہ تعالٰی) یعفو ویغفر[2]

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۱۸ /۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳ /۱۳۲

[2] سنن الدارمی باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فی الکتب قبل مبعثہ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۱ /۱۴
دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دار الکتب العلمیہ بیروت ۱ /۳۷۶
صحیح البخاری کتاب البیوع ۱ /۲۸۵ وکتاب التفسیر سورۃ الفتح ۲ /۷۱۷ قدیمی کتب خانہ کراچی
الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱ /۱۰
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر صفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دار صادر بیروت ۱ /۳۶۰ و ۳۶۲

اے نبی! ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور بے پڑھوں کے لئے پناہ (الی قولہ تعالی) معاف فرماتا ہے اور مغفرت فرماتا ہے۔

حرز بھی رب العزت جل وعلا کی صفات سے ہے۔ حدیث میں ہے:

یا حرز الضعفاء یا کنز الفقراء[1]

اے ضعیفوں کی پناہ، اے غریبوں کے خزانے!۔

علامہ زرقانی شرح مواہب شریفہ میں فرماتے ہیں:

جعله نفسه حرزاً مبالغة لحفظه لهم فی الدارین[2]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پناہ دینے والے ہیں مگر رب تبارک وتعالٰی نے حضور کو بطور مبالغہ خود پناہ کہا (جیسے عادل کو عدل یا عالم کو علم کہتے ہیں اور اس وصف کی وجہ یہ ہے کہ) حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم دنیا وآخرت میں اپنی امت کے محافظ ونگہبان ہیں۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔

آیت ۴۲، از توراۃ: ہاں ہاں خبردار ہوشیار، اے نجدیان نابکار، ذرا کم سن نوپیدا عیارہ خام پارہ وہابیت ناکارہ کے ننھے سے کلیجے پر ہاتھ دھر لینا توراۃ وزبور کی ۲ آیتیں تلاوت کی جائیں گی نوخیز وہابیت کی نادان جان پر قہر الٰہی کی بجلیاں گرائیں گی افسوس تمہیں توراۃ وزبور کی تکذیب کرتے کیا لگتا تھا جب تم قرآن کی نہ سنو اللہ کا کذب تم ممکن گنو مگر جان کی آفت گلے کا غل تو یہ ہے کہ یہ آیات جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے نقل فرمائیں کلام الٰہی بتائیں، یہ امام الطائفہ کے نسب کے چچا، شریعت کے باپ، طریقت کے دادا۔ اب انھیں نہ مشرک کہے بنتی ہے نہ کلام الٰہی پر ایمان لانے کو بڑھی وہابیت ملتی ہے، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن (نہ رہنے کا یارا، نہ چلنے کی تاب۔ ت) ؎

دوگونہ رنج وعذاب است جان لیلٰی را   بلائے صحبت مجنوں وفرقت مجنوں

(لیلٰی کی جان کو ۲ قسم کا دکھ اور عذاب ہے، مجنوں کی صحبت اور اس کی جدائی کی مصیبت۔ ت)

---

[1]

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ

ہاں اب ذرا گھبرائے دلوں، شرماتی چتونوں سے لجاتی انکھڑیاں اُوپر اُٹھائیے اور بحمد اللہ وہ سُنئے کہ ایمان نصیب ہو تو سُنّی ہو جائیے۔ جناب شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں توراۃ کے سفر چہارم میں ہے:

قال اللہ تعالیٰ لابراھیم انّ ھاجرۃ تلد ویکون من ولدھا من یدہ فوق الجمیع وید الجمیع مبسوطۃ الیہ بالخشوع [۱]

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا بیشک ہاجرہ کے اولاد ہوگی اور اس کے بچوں میں وُہ ہوگا جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے اور سب کے ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہیں عاجزی اور گڑگڑانے میں۔

وہ کون؟ —— محمد رسول اللہ سیّد الکون معطی العون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم —— قربان تیرے اے بلند ہاتھ والے، اے دوجہان کے اُجالے۔ حمد اس کے وجہِ کریم کو جس نے ہماری عاجزی و محتاجی کے ہاتھ ہر لئیم بے قدرت سے بچائے، اور تجھ جیسے کریم رؤف ورحیم کے سامنے پھیلائے، والحمد للہ ربّ العٰلمین ۔

اُسے حمد جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا [۲]

آیت ۴۳، از زبورِ مقدس: نیز تحفہ میں زبور شریف سے منقول:

یا احمد فاضت الرحمۃ علیٰ شفتیک من اجل ذٰلک اُبارِک علیک فتقلد السیف فانّ بھائک وحمدک الغالب (الیٰ قولہ) والامم یخرون تحتک کتاب حق جاء اللہ بہ من الیمن والتقدیس من جبل فاران وامتلاءت الارض من تحمید احمد وتقدیسہ وملک الارض ورقاب الامم [۳]

اے احمد! رحمت نے جوش مارا تیرے لبوں پر، مَیں اس لئے تجھے برکت دیتا ہوں، تُو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف غالب ہے، سب اُمتیں تیرے قدموں میں گریں گی،

---

[۱] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحثِ نبوت و ایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹
[۲] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ کراچی حصہ دوم ص ۵۳
[۳] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت و ایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

سچی کتاب لایا اللہ برکت و پاکی کے ساتھ مکّہ کے پہاڑ سے، بھر گئی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے، احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام اُمتوں کی گردنوں کا، صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

اے احمد پیارے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے مملوکو! خوشی و شادمانی ہے تمھارے لئے، تمھارا مالک پیارا سراپا کرم سراپا رحمت ہے، والحمد للہ رب العٰلمین ؎

عہد ما با لب شیریں دہناں بست خدا ... ما ہمہ بندہ و ایں قوم خداوندانند[1]

(ہمارا عہد و پیمان اللہ تعالٰی نے میٹھے منہ والوں کے لبوں کے ساتھ باندھ دیا ہے ہم سب غلام ہیں اور یہ قوم مالکوں کی ہے۔ ت)

؎ میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا[2]

ولہذا حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالٰی عنہ، پھر امام اجل قاضی عیاض شفا شریف، پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقلاً و تذکیراً، پھر علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض، پھر علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں شرحاً و تفسیراً فرماتے ہیں:

من لم یر ولایۃ الرسول علیہ فی جمیع احوالہ و یر نفسہ فی ملکہ لایذوق حلاوۃ سنتہ۔[3]

جو ہر حال میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کی مِلک نہ جانے وہ سنتِ نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی حلاوت سے اصلاً خبردار نہ ہوگا۔

والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

---

[1]

[2] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی حصہ اول ص ۲

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰے الباب الثانی لزوم محبتہ صلے اللہ علیہ وسلم دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۳
نسیم الریاض فی شرح القاضی عیاض " " " مرکز اہلسنت گجرات ہند ۳/ ۳۴۶، ۳۴۷
المواہب اللدنیۃ المقصد السابع المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۹۹، ۳۰۰
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۶/ ۳۱۳

فائدہ عظیمہ: الحمدُ للہ سُنّیوں کی اقبالی ڈگری۔ ان آیاتِ توراۃ وزبور پر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کو **دو آیت تورات وانجیل مبارک** مع چند احادیث کے یاد آئیں مگر ان کے ذکر سے پہلے امام الطائفہ کے ایک انجان پنے کا اقرار سُن لیجئے۔ تقویۃ الایمان فصل ثانی اشراک فی العلم کے شروع میں لکھا:

"جس کے ہاتھ میں کُنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے۔"[1] انتہیٰ

بھولا نادان لکھتے تو لکھ گیا مگر ؎

کیا خبر تھی انقلابِ آسماں ہو جائے گا
دینِ نجدی پائمالِ سُنّیاں ہو جائے گا

غریب مسکین کیا جانتا تھا کہ وُہ تو چند ورق بعد یہ کہنے کو ہے کہ:

"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"[2]

یہاں اس کے قول سے تمام عالم پر محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اختیارِ تام ثابت ہوجائے گا۔ بیچارے مسکین عزیز کے دھیان میں اُس وقت یہی لوہے پیتل کی کنجیاں تھیں جو جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بساطی[ف] بیچے بیچتے، اس کی خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رب جل وعلا نے اس بادشاہِ جبار جلیل الاقتدار عظیم الاختیار صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیا کیا کنجیاں عطا فرمائی ہیں، ہاں ہم سے سُن اور وُہ سُن کہ سُنّی ہوجا۔

آیات و احادیث عطائے مفاتیح عالم بحضور پُرنور مولائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

آیت ۴۴، از تورات شریف: بیہقی وابونعیم دلائل النبوۃ میں حضرت ام الدرداء سے راوی میں نے کعب احبار سے پوچھا: تم توراۃ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت

ف: بساطی: خردہ فروش، ضرورت کی چھوٹی موٹی چیزیں بیچنے والا۔

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴
[2] ″ الفصل الرابع ″ ″ ″ ″ ″ ص ۲۸

کیا پاتے ہو ؟ کہا : حضور کا وصف توراتِ مقدس میں یُوں ہے :

محمد رسول اللہ اسمہ المتوکل لیس بفظٍّ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق واعطی المفاتیح لیبصّر اللہ بہ اَعینا عورًا ویسمع بہ اٰذانًا صُمًّا ویقیم بہ اَلسِنۃ معوجۃ حتّٰی یشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ یعین المظلوم ویمنعہ من ان یستضعف[1]

محمد اللہ کے رسول ہیں ان کا نام متوکّل ہے ، نہ درشت خُو ہیں نہ سخت گو ، نہ بازاروں میں چِلّانے والے ، وہ کُنجیاں دیئے گئے ہیں تاکہ اللہ تعالٰی ان کے ذریعہ سے پھُوٹی آنکھیں بینا اور بہرے کان شُنوا اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی کردے یہاں تک کہ لوگ گواہی دیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی سچّا معبود نہیں اس کا ساجھی نہیں ، وہ نبی کریم ہر مظلوم کی مدد فرمائیں گے اور اسے کمزور سمجھے جانے سے بچائیں گے ۔

آیت ۴۵ ، از انجیل جلیل : حاکم بافادۂ تصحیح اور ابن سعد و بیہقی و ابونعیم روایت کرتے اُم المومنین و محبوبۂ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ صلّی اللہ تعالٰی علٰی بعلہا و ابیہا وعلیہا وسلّم فرماتی ہیں : رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی صفت و ثنا انجیل پاک میں مکتوب ہے :

لا فظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق واعطی المفاتیح الخ[2] مثل ما مرّ سواءً بسواءٍ ۔

نہ سخت دل ہیں ، نہ درشت خُو ، نہ بازاروں میں شور کرتے ، انھیں کنجیاں عطا ہوئی ہیں ۔ باقی عبارت مثلِ توراتِ مبارک ہے ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۴۰۵ تا ۴۲۷)

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل مرکز اہلسنّت گجرات الہند ۱/ ۱۱
دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۳۷۷

[2] الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۱۱
المستدرک للحاکم کتاب التاریخ کان اجود الناس بالخیر دار الفکر بیروت ۲/ ۶۱۴
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دار صادر بیروت ۱/ ۳۶۳

(۱۸) رسالہ "الامن والعلی" میں مزید فرمایا :

حدیث ۸۷ ؛ آیۂ کریمہ :

قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الّا المودّۃ فی القربٰی [۱]

تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت (ت)

کے اسبابِ نزول میں مروی انصار کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور عاجزی کرتے ہوئے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور عرض کی :

اموالنا وما فی ایدینا للہ ورسولہ ۔ ابناء جریر [۲] وابی حاتم ومردویۃ عن عن مِقسَم عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ۔

ہمارے مال اور ہمارے ہاتھوں میں جو کچھ ہے سب اللہ و رسول کا ہے (ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے مقسم سے اُنھوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ۔ ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۴۳۸ و ۴۳۹)

(۱۹) رسالہ مذکورہ (الامن والعلی) میں مزید فرمایا :

اقول نہ صرف صحابہ بلکہ تمام اہلِ اسلام اوّلین و آخرین سب ایسے ہی ہیں جنھیں اللہ عزّوجل نے نعمت دی اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نعمت دی ۔ پاک کر دینے سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوگی جس کا ذکر آیاتِ کریمہ میں سُن چکے کہ یُزکّیھم [۳] یہ نبی انھیں پاک اور سُتھرا کر دیتا ہے بلکہ لا واللہ تمام جہان میں کوئی شے ایسی نہیں جس پر اللہ کا احسان نہ ہو اللہ کے رسول کا احسان نہ ہو ۔ فرماتا ہے :

وما ارسلنٰک الّا رحمۃً للعٰلمین [۴]

---

[۱] القرآن الکریم ۴۲ / ۲۳

[۲] جامع البیان (تفسیر طبری) تحت الآیۃ ۴۲ / ۲۳ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۵ / ۳۲
تفسیر ابن ابی حاتم " " مکتبہ نزار مصطفٰے البازمکۃ المکرمہ ۱۰ / ۳۲۷۶
الدر المنثور بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ " داراحیاء التراث العربی بیروت ۷ / ۲۹۹

[۳] القرآن الکریم ۲ / ۱۲۹

[۴] " ۲۱ / ۱۰۷

ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

جب وہ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں تو قطعاً سارے جہان پر ان کی نعمت ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ اہلِ کفر و اہلِ کفران اگر نہ مانیں تو کیا نقصان ؎

راست خواہی ہزار چشم چناں　　　کور بہتر کہ آفتابِ سیاہ

(اگر سچ چاہیے تو ایسی ہزار آنکھوں کا اندھا ہونا بہتر ہے نہ کہ آفتاب کا سیاہ ہونا۔ ت)　(فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۴۸۱)

(۲۰) اُسی میں مزید فرمایا:

ملائکہ مدبرات الامر کہ تمام نظم و نسقِ عالم جن کے ہاتھوں پر ہے محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ الاعظم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دائرۂ حکم سے باہر نہیں نکل سکتے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ارسلت الی الخلق کافۃ ۔ رواہ مسلم[1] عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

میں تمام مخلوقِ الٰہی کی طرف رسول بھیجا گیا (اس کو مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

قرآن فرماتا ہے:

تبٰرك الذی نزّل الفرقان علیٰ عبدہٖ لیکون للعٰلمین نذیرا۔[2]

برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ تمام اہلِ عالم کو ڈر سنانے والا ہو۔

اہلِ عالم میں جمیع ملائکہ بھی داخل ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نمازِ عصر گھوڑوں کے ملاحظہ میں قضا ہوئی حتّٰی توارت بالحجاب[3] یہاں تک کہ سورج پردے میں جا چھپا ارشاد فرمایا رُدّوھا علیّ[4] پلٹا لاؤ میری طرف۔ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرّم اللہ وجہہ الکریم سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مروی کہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول میں ضمیر آفتاب کی طرف ہے اور خطاب اُن ملائکہ سے

---

[1] صحیح مسلم　کتاب المساجد و موضع الصلوٰۃ　قدیمی کتب خانہ کراچی　۱/۱۹۹

[2] القرآن الکریم ۲۵/۱

[3] 〃 ۳۸/۳۲

[4] 〃 ۳۸/۳۳

جو آفتاب پر متعین ہیں یعنی نبی اللہ سلیمان نے اُن فرشتوں کو حکم دیا کہ ڈوبے ہوئے آفتاب کو واپس لے آؤ، وہ حسب الحکم واپس لائے یہاں تک کہ مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا اور سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی۔ معالم التنزیل شریف میں ہے:

حُکِیَ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال معنیٰ قولہ رُدّوھا علیّ یقول سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام بامر اللہ عزّوجل للملٰئکۃ الموکلین بالشمس ردّوھا علیّ یعنی الشمس فردّوھا علیہ حتّی صلی العصر فی وقتھا[1]

سیدنا سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام نوابانِ بارگاہِ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے ایک جلیل القدر نائب ہیں پھر حضور کا حکم تو حضور کا حکم ہے صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۴۸۷، ۴۸۸)

(۲۱) رسالہ "منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب" کی تذییل و تکمیل میں فرمایا:

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالےٰ سے ہے۔ ت) احکام الٰہی دو قسم ہیں:

۱ تکوینیہ مثل احیا و اماتت و قضائے حاجت و دفعِ مصیبت و عطائے دولت و رزق و نعمت و فتح و شکست وغیرہا عالم کے بندوبست۔

دوسرے تشریعیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کر دینا مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک۔

قال اللہ تعالیٰ "ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یأذن بہ اللہ"[2]

اللہ تعالےٰ نے فرمایا کیا اُن کے لئے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنھوں نے اُن کے واسطے دین میں اور راہیں نکال دی ہیں جن کا خدا نے انھیں حکم نہ دیا۔

اور بروجہ عطائی امورِ تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں۔ قال اللہ تعالےٰ:

فالمدبّرات امرًا[3]

قسم ان مقبول بندوں کی جو کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۸/۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۵۲

[2] القرآن الکریم ۴۲/۲۱ [3] القرآن الکریم ۷۹/۵

مقدمہ رسالہ میں شاہ عبدالعزیز کی شہادت سُن چکے کہ :

حضرت امیر و ذریۃ طاہرہ اور اتمام اُمت برمثال پیران و مرشدان می پرستند و امورِ تکوینیہ را بایشاں وابستہ میدانند۔[1]

حضرت امیر (مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) اور ان کی اولاد کو تمام اُمت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے اور امورِ تکوینیہ کو ان سے وابستہ جانتی ہے۔ (ت)

(فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۵۱۱)

(۲۲) احکامِ تشریعیہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اختیارات کے بارے میں قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا :

اور اب اس قسم کی خاص دو۲ آیتوں کا ذکر بھی محمود، اگرچہ آیاتِ گزشتہ سے بھی دو۲ آیتوں میں یہ مطلب موجود، اور ان کے ذکر سے جب عدد آیات انصاف عقود سے متجاوز ہوگا تو تکمیل عقد کے لئے تین آیتوں کا اور بھی اضافہ ہو کہ پچاس کا عدد پورا ہو جس طرح احادیث میں بعونہٖ تعالٰی پانچ خمسین یعنی ڈھائی سَو کا عدد کامل ہوگا، ورنہ استیعاب آیات[ع] میں منظور، نہ احادیث میں مقدور، واللہ

ع مثلاً یہی احکامِ تشریعیہ کی آیات بکثرت ہیں جن سے دو۲ ہی یہاں مذکور، یونہی اس مضمون میں کہ خلائق کو موت فرشتے دیتے ہیں، صرف دو۲ آیتیں اُوپر گزریں، قرآن پاک میں پانچ آیتیں اس مضمون کی اور ہیں ہم ان پانچ کو یہاں ذکر کردیں کہ اوّل پانچ آیتیں کتبِ سابقہ سے مذکور ہوئی ہیں ان کے سبب پچاس پوری صرف قرآن عظیم سے ہو جائیں :

آیت ۱ :

انّ الذین توفّٰھم الملٰئکۃ۔[2]

بیشک وہ لوگ جنھیں موت دی فرشتوں نے۔

آیت ۲ :

جاء تھم رسلنا یتوفّونھم۔[3]

ہمارے رسول ان کے پاس آئے انھیں موت دینے کو۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

[2] القرآن الکریم ۴ /۹۷ [3] القرآن الکریم ۷ /۳۷

الهادی الی منائر النور، ہم پہلے وہ تین۳ آیتیں تلاوت کریں کہ پھر احکامِ تشریعیہ کا بیان آیات و احادیث سے مسلسل رہے و باللہ التوفیق۔

آیت ۶ہم:

ان کل نفس لمّا علیہا حافظ۔[۱]

کوئی جان نہیں جس پر ایک نگہبان متعین نہ ہو۔

یعنی ملائکہ ہر شخص کے حافظ و نگہبان رہتے ہیں۔

آیت ۷ہم:

الٓرٰ کتٰب انزلنٰہ الیك لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور باذن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

آیت ۳:

ولو ترٰی اذ یتوفی الذین کفروا الملٰئکۃ۔[۲]

کاش تم دیکھو جب کافروں کو موت دیتے ہیں فرشتے۔

آیت ہم:

ان الخزی الیوم و السوء علی الکٰفرین۝ الذین تتوفّٰہم الملٰئکۃ ظالمی انفسہم۔[۳]

بیشک آج کے دن رسوائی اور مصیبت کافروں پر ہے جنھیں موت فرشتے دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ستم ڈھائے ہوئے ہیں۔

آیت ۵:

کذٰلك یجزی اللہ المتقین۝ الذین تتوفّٰہم الملٰئکۃ طیبین۔[۴]

ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اللہ پرہیزگاروں کو جنھیں موت فرشتے دیتے ہیں پاکیزہ حالت میں۔

جعلنا اللہ منہم بفضل رحمتہ بہم اٰمین (اللہ تعالٰی ہمیں اپنے فضل و رحمت سے انھیں میں سے کر دے۔ آمین۔ ت)

---

[۱] القرآن الکریم ۸۶/ ہم [۲] القرآن الکریم ۸/ ۵۰

[۳] ؍؍ ۱۶/ ۲۷، ۲۸ [۴] ؍؍ ۱۶/ ۳۱، ۳۲

ربهم الی صراط العزیز الحمید[1]

یہ کتاب ہم نے تمھاری طرف اتاری تاکہ تم اے نبی! لوگوں کو اندھیریوں سے نکال لو روشنی کی طرف اُن کے رب کی پروانگی سے غالب سراہے گئے کی راہ کی طرف۔

آیت ۴۸:

ولقد ارسلنا موسٰی بایٰتنا ان اخرج قومك من الظلمٰت الی النور[2]

اور بیشک بالیقین ہم نے موسٰی کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسٰی! تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیریوں سے روشنی کی طرف۔

اقول اندھیریاں کفر وضلالت ہیں اور روشنی ایمان وہدایات جسے غالب سراہے گئے کی راہ فرمایا۔ اور ایمان وکفر میں واسطہ نہیں، ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں داخل کرنا ہے۔ تو آیاتِ کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دے دی، اس امت کو مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کفر سے چھڑاتے ایمان عطا فرماتے ہیں۔ اگر انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسلام کا یہ کام نہ ہوتا انھیں اس کی طاقت نہ ہوتی تو رب عزوجل کا انھیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللہ تکلیف مالایطاق تھا۔

الحمدللہ! قرآن عظیم نے کیسی تکذیب فرمائی امام وہابیہ کے اس حصر کی کہ:

"پیغمبرِ خدا نے بیان کردیا کہ مجھ کو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے نفع ونقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا تو کیا کرسکوں، غرض کہ کچھ قدرت مجھ میں نہیں، فقط پیغمبری کا مجھ کو دعوٰی ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پہ ڈرادیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سُنا دیوے، دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں، انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو کہ مرادیں پوری کردیویں یا فتح وشکست دے دیویں یا غنی کردیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں، ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار اھ" ملخصا۔[3]

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۱ [2] القرآن الکریم ۱۴/ ۵

[3] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص۱۲

مسلمانو! اس گمراہ کے ان الفاظ کو دیکھو اور ان آیتوں اور حدیثوں سے کہ اب تک گزریں ملاؤ، دیکھو یہ کس قدر شدت سے خدا اور رسول کو جھٹلا رہا ہے، خیر اُسے اس کی عاقبت کے حوالے کیجئے، شکر اس اکرم الاکرمین کا بجالائیے جس نے ہمیں ایسے کریم اکرم واتم الکریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھ سے ایمان دلوایا ان کے کرم سے امید واثق ہے کہ بعونہٖ تعالٰی محفوظ بھی رہے ؎

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا[1]

ہاں یہ ضرور ہے کہ عطائے ذاتی خاصہ خدا ہے انك لاتھدی من احببت[2] (بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو۔ ت) وغیرہا میں اسی کا تذکرہ ہے کچھ ایمان کے ساتھ خاص نہیں پیسہ کوڑی بھی بے عطائے خدا کوئی بھی اپنی ذات سے نہیں دے سکتا ؏

تا خدا ندہد سلیماں کے دہد
(جب تک خدا نہ دے سلیماں کیسے دے سکتا ہے۔ ت)

یہی فرق ہے جسے گم کرکے تم ہر جگہ بھکے اور افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض[3] (اور خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ ت) میں داخل ہوئے۔

نسأل اللہ العافیۃ وتمام العافیۃ ودوام العافیۃ والحمد للہ رب العٰلمین۔
ہم اللہ تعالٰی سے کامل دائمی عافیت کا سوال کرتے ہیں اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ (ت)

آیت ۹۴:

قاتلوا الذین لایؤمنون باللہ ولا بالیوم الاٰخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ[4]

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ پچھلے دن پر، اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے

---

[1] حدائق بخشش وصل اول مکتبہ رضویہ کراچی حصہ اول ص ۳
[2] القرآن الکریم ۲۸/ ۵۶
[3] " " ۲/ ۸۵
[4] " " ۹/ ۲۹

حرام کردیا ہے اللہ اور اس کے رسول محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے۔

آیت ۵۰:

ماکان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلٰلًا مبینا۔[1]

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو کہ جب حکم کریں اللہ ورسول کسی بات کا کہ انھیں کچھ اختیار رہا اپنے معاملے کا اور جو حکم نہ مانے اللہ ورسول کا وُہ صریح گمراہی میں بہکا۔

یہاں سے ائمہ مفسرین فرماتے ہیں حضور سید المرسلین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبل طلوعِ آفتابِ اسلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مول لے کر آزاد فرمایا اور متبنّٰی بنایا تھا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پھوپھی اُمیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں حضرت زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نکاح کا پیغام دیا، اول تو راضی ہوئیں اس گمان سے کہ حضور اپنے لئے خواستگاری فرماتے ہیں، جب معلوم ہُوا کہ زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے طلب ہے انکار کیا اور عرض کر بھیجا کہ یا رسول اللہ! میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہُوں ایسے شخص کے ساتھ اپنا نکاح پسند نہیں کرتی۔ اور ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بھی اسی بناء پر انکار کیا۔ اس پر یہ آیہ کریمہ اُتری، اسے سُن کر دونوں بہن بھائی رضی اللہ تعالٰی عنہما تائب ہوئے اور نکاح ہوگیا۔[2]

ظاہر ہے کہ کسی عورت پر فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواہی راضی ہوجائے خصوصًا جبکہ وہ اس کا کفو نہ ہو خصوصًا جبکہ عورت کی شرافتِ خاندان کو اکبِ ثریا سے بھی بلند و بالا تر ہو، بایں ہمہ اپنے حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر رب العزۃ جل جلالہ نے بعینہٖ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض الٰہی کے ترک پر فرمائے جاتے اور رسول کے نامِ پاک کے ساتھ اپنا نامِ اقدس بھی شامل فرمایا یعنی رسول جو بات تمھیں فرمائیں وہ اگرچہ ہمارا فرض نہ تھی تو اب اُن کے فرمانے سے فرض قطعی ہوگئی مسلمانوں کو اس کے نہ ماننے کا اصلاً اختیار نہ رہا جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہوجائے گا

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۶

[2] الجامع لاحکام القرآن (امام قرطبی) تحت الآیۃ ۳۳/ ۳۶ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴/ ۱۶۵
الدر المنثور تحت الآیۃ ۳۳/ ۳۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۵۳۷، ۵۳۸

دیکھو رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہو جاتا ہے اگرچہ فی نفسہ خدا کا فرض نہ تھا ایک مباح و جائز امر تھا، ولہذا ائمہ دین خدا و رسول کے فرض میں فرق فرماتے ہیں کہ خدا کا کیا ہوا فرض اُس فرض سے اقوٰی ہے جسے رسول نے فرض کیا ہے۔ اور ائمہ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ احکام شریعت حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کر دیں جو چاہیں ناجائز فرما دیں، جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرما دیں۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۵۱۴ تا ۵۱۸)

(۲۳) رسالہ مذکورہ (منیۃ اللبیب) میں فرمایا:

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو بعطائے الٰہی بھی اطلاع علی الغیب کا مرتبہ نہ ملنا صریح مخالفِ قرآن ہے۔ قال اللہ تعالےٰ:

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء[۱]

اللہ اس لئے نہیں کہ تمھیں غیب پر اطلاع کا منصب دے ہاں اپنے رسولوں سے چُن لیتا ہے جسے چاہے۔

وقال تعالےٰ:

علم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احدا ۝ الا من ارتضٰی من رسول[۲]

غیب کا جاننے والا تو کسی کو اپنے غیب پر غالب و مسلّط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

یہاں لایظہر غیبہ علیٰ احدٍ نہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کہ اظہارِ غیب تو اولیائے کرام قدست اسرارہم پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام ہم پر بھی، بلکہ فرمایا، لایظہر علیٰ غیبہ احدًا اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر و غالب و مسلّط نہیں فرمایا مگر رسولوں کو۔ ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کو عطا ہونا قرآن عظیم سے کیسا ظاہر ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۵۶۸)

---

[۱] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹

[۲] 〃 ۷۲/ ۲۶، ۲۷

(۲۴) ایک وہم کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا :

اقول عموم حدیث میں حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی داخل، اور تخصیص کی اصلاً حاجت نہیں کہ ناصر کا منصور سے افضل ہونا کچھ ضرور نہیں ۔ قال تعالٰی :

ینصرون اللہ ورسولہ [1]

مہاجرین اللہ ورسول کی مدد کرتے ہیں ۔

وقال تعالٰی :

فان اللہ ھومولٰہ وجبریل [2] (الاٰیۃ) ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مددگار اللہ ہے اور جبریل وابوبکر وعمر وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۶۱۱)

(۲۵) نورانیتِ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا :

حضورِ والا کا نور ہونا مسلمان کا تو ایمان ہے ، حاجتِ بیان حجت نہیں مگر تبکیتِ معاندین کے لئے اس قدر اشارہ ضرور کہ حضرت حق سبحٰنہ وتعالٰی فرماتا ہے :

یٰایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدًا و مبشرًا ونذیرًا ○ وداعیًا الی اللہ باذنہ وسراجًا منیرًا [3]

اے نبی ! ہم نے تمھیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ چمکتا ۔

یہاں سراج سے مراد چراغ ہے یا ماہ یا مہر، سب صورتیں ممکن ہیں ۔ اور خود قرآنِ عظیم میں آفتاب کو سراج فرمایا :

وجعل القمر فیھن نورًا وجعل الشمس سراجًا [4]

اور بنایا پروردگار نے چاند کو نور آسمانوں میں اور بنایا سورج کو چراغ ۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۹ / ۸
[2] " ۶۶ / ۴
[3] " ۳۳ / ۴۵
[4] " ۷۱ / ۱۶

اور فرماتا ہے:

قد جاءکم من اللہ نور وکتٰب مبین[1]

تحقیق آیا تمھارے پاس خدا کی طرف سے ایک نور اور کتاب روشن۔

علماء فرماتے ہیں: یہاں نور سے مراد محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں۔

اسی طرح آیۂ کریمہ والنجم اذا ھوٰی[2] (اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اُترے۔ ت) میں امام جعفر صادق اور آیۂ کریمہ وما ادرٰک ما الطارق النجم الثاقب[3] (اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے، چمکتا تارا۔ ت) میں بعض مفسرین نجم اور نجم الثاقب سے ذاتِ پاک سیّد لولاک مراد لیتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (فتاوٰی رضویہ ج ۳۰ ص ۷۰۶ و ۷۰۷)

---

[1] القرآن الکریم ۵/۱۵
[2] ؍؍ ۵۳/۱
[3] ؍؍ ۸۶/۲، ۳